قراءات نمبر
3

قد تبين الرشد من الغي

طالبان علم کا علمی وفکری مجلہ

ماہنامہ

رُشد

لاہور

مارچ ۲۰۱۰ء

لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد

سرپرست

حافظ عبدالرحمن مدنی

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

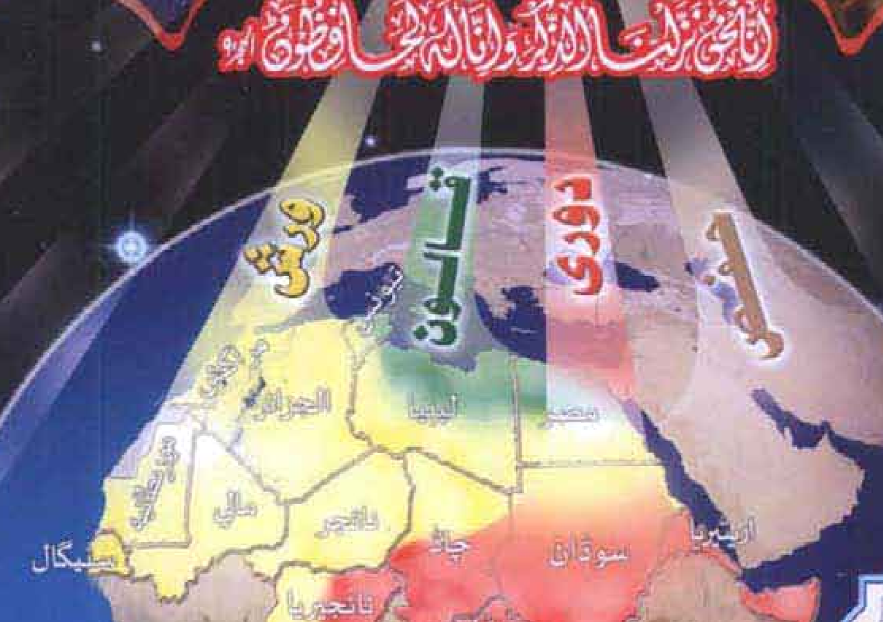

پیشکش

كلية القرآن الكريم والعلوم الإسلامية

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

آئینہ رشد

تحفظ قراءات اور مجلّہ رشد	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	۴
رُشد قراءات نمبر اور منکرین حدیث کی بوکھلاہٹ	حافظ نعیم الرحمٰن ناصف	۹
حدیث وسنت		
احادیث میں وارد حفصؒ کے علاوہ متواتر قراءات	حافظ محمد عمر فاروقی	۲۲
حجیت قراءات		
مشہور شارحین حدیث کا نظریہ قراءات	محمد عمران اسلم	۴۰
فضائل القرآن اور سبعہ احرف پر مشتمل احادیث	محمد عمران اسلم	۵۹
تاریخ قراءاتِ متواترہ اور حل اشکالات	مفتی ڈاکٹر عبد الواحد	۷۲
متنوع قراءات کا ثبوت، حفصؒ کی روشنی میں	حافظ محمد مصطفیٰ راسخ	۹۱
مصاحفِ عثمانیہ میں اختلافات قراءات کا جائزہ	ادارہ	۱۱۹
حروفِ سبعہ پر نزولِ قرآن	محمد سعید احمد مجددیؒ	۱۳۲
فتاویٰ جات		
ثبوتِ قراءات اور اکابرین اُمت	حافظ محمد مصطفیٰ راسخ	۱۳۶
حجیتِ قراءات ......ضمیمہ فتاویٰ جات	مولانا محمد اَصغر	۱۵۳
قراءاتِ عشرہ کا تواتر اور سبعہ احرف کی تشریح	مفتی عبد القدوس ترمذی	۱۷۱
ضمیمہ فتاویٰ علمائے عرب	نعیم الرحمٰن ناصف	۱۸۸
تاریخ قراءات		
بریلوی مکتبِ فکر کے قراء کی خدمات	ڈاکٹر قاری محمد مظفر	۱۹۹
پانی پت میں علم القراءات	ڈاکٹر محمود الحسن عارف	۲۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حدیث سبعہ أحرف

- کیا متنوع قراءات لغتِ قریش پر مشتمل ہیں؟ — ابو أحمد ابن حسنون — ۱۰۹
- سبعہ أحرف ...... تنقیحات وتوضیحات — حافظ فہد اللہ مراد — ۲۳۱
- حدیث سبعہ احرف: متشابہات میں سے؟ — محمد عمران اسلم — ۲۱۷

مباحث ِقراء ات

- القراءات والقراء — مولانا محمد عبدہ الفلاح — ۲۶۵
- عصر حاضر سے نبی اکرمﷺ تک متصل اسانید — ڈاکٹر یاسر مزروعی — ۲۹۵
- الإسناد فی کتب التجوید والقراء ات — قاری محمد ادریس العاصم — ۳۱۳
- مشکلات القراءات ...... مفہوم اور تعارض کا حل — قاری رشید احمد تھانوی — ۳۲۶
- علم قراءات کی خبری اصطلاحات ...... تعارف — ڈاکٹر محمد نبیل ابراہیم — ۳۴۳
- قراءات شاذہ اور ثبوت قرآن کا ضابطہ — مولانا محمد اسلم صدیق — ۳۵۵
- جمع عثمانی ...... روایات کے آئینے میں — حافظ فہد اللہ مراد — ۳۸۸

اعجازِ قرآنی کے متنوع پہلو

- علم القراءات اور قواعدِ نحویہ — مولانا محمد رمضان سلفی — ۴۱۰
- نحوی قواعد کا قرآن سے انحراف اور اسباب — ساجد علی سجانی — ۴۱۷
- قراءات متواترہ کے فقہی احکام پر اثرات — مولانا محمد شفیق مدنی — ۴۲۷
- معانی و بلاغت پر قراءات کے اثرات — ڈاکٹر عبدالکریم صالح — ۴۳۷
- اوقافِ قرآنیہ پر قراءات کے اثرات — ڈاکٹر عبدالکریم صالح — ۴۶۶
- معانی واحکام پر تجوید وترتیل کے اثرات — الاستاذ محمد شملول — ۴۷۳

تحقیق وتنقید

- علم روایت میں تقسیم آحاد وتواتر ...... ناقدانہ جائزہ — مولانا ثناء اللہ زاہدی — ۴۸۴
- قراء کرام میں تحقیق کا فقدان ...... لمحہ فکریہ — حافظ فہد اللہ مراد — ۴۹۶
- آئمہ قراءات کے لیل ونہار — قاری عبد الباسط منشاوی — ۵۰۸
- قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کی ثقاہت — ابن بشیر الحسینوی — ۵۱۷
- محافل قراءات ...... اعتراضات کا جائزہ — مفتی جمیل احمد تھانوی — ۵۴۰
- جمع قراءات ...... مفہوم، ارتقا اور شرعی حیثیت — ڈاکٹر فتحی العبیدي — ۵۵۶

نقطہ نظر

- اختلافِ قراءات والے مصاحف کی اشاعت — مفتی محمد طاہر مکی — ۵۷۳
- مصاحف کی اشاعت کے خلاف منفی پراپیگنڈہ — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۵۷۸
- مولانا اشرف علی تھانوی اور علم تجوید وقراءات — قاری أحمد میاں تھانوی — ۶۰۹
- 'جمع کتابی' سے متعلق چند توضیحات — حافظ فہد اللہ مراد — ۶۱۳
- سلیم شاہ اور انور عباسی کی خدمت میں — حافظ محمد زبیر تیمی — ۶۱۷
- سید سلیم شاہ کے مزعومہ تضادات کا جائزہ — محمد عمران اسلم — ۶۴۵

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

▣ اہل اشراق کے قراءاتِ قرآنیہ پر حالیہ اعتراضات — محمد عمران اسلم — ۶۵۶

انکارِ قراءات

▣ جمع عثمانی رضی اللہ عنہ اور مستشرقین — ڈاکٹر محمود اختر — ۶۶۵
▣ آرتھر جیفری اور کتاب المصاحف — حافظ محمد زبیر تیمی — ۷۰۸
▣ قراءتوں کا اختلاف اور منکرین حدیث — پروفیسر رفیق چودھری — ۷۵۰
▣ مصاحف عثمانیہ اور مستشرقین کے اعتراضات — ڈاکٹر محمد عبداللہ صالح — ۷۵۶
▣ تحریف قرآن، منصف مزاج مستشرقین کی نظر میں — محمد مدثر حسین — ۷۷۵
▣ قدیم مصاحفِ قرآنیہ……ایک تجزیاتی مطالعہ — حافظ محمد زُبیر تیمی — ۷۸۷
▣ مصحف عثمانی کی اشاعت اور شرق وغرب میں منتقلی — ڈاکٹر سحر عبدالعزیز سالم — ۸۰۶

علوم قراءات

▣ جمع قرآن اور تشکیل قراءات کی مختصر تاریخ — قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ — ۸۲۷
▣ رسم اور قراءات کے مابین تعلق — قاری اَحمد میاں تھانوی — ۸۳۶
▣ إعجاز رسم القرآن من حیث القراءات — حافظ محمد مصطفیٰ راسخ — ۸۴۸
▣ پاکستان میں ایک معیاری مصحف کی ضرورت — حافظ انس نضر مدنی — ۸۵۷
▣ علم الفواصل……توقیفی یا اجتہادی؟ — محسن علی — ۸۶۹

انٹرویو

▣ حافظ عبدالرحمن مدنی کا تحقیقی اور تعلیمی مشن — انٹرویو پینل — ۸۸۱
▣ شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی سے ملاقات — انٹرویو پینل — ۹۰۴

علمی مکاتیب

▣ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کا مکتوب اور جواب — ادارہ — ۹۲۹
▣ مولانا عبدالمنان نورپوری کا مکتوب اور جواب — حافظ فہد اللہ مراد — ۹۳۱

کتابیات

▣ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ میں علوم قرآن کے مباحث — قاری محمد ابراہیم میر محمدی — ۹۴۰

سیر وسوانح

▣ مشاہیر قراء کرام کا تذکرہ — قاری محمد یحییٰ رسولنگری — ۹۴۴
▣ شیخ الاسلام حافظ ابوعمرو عثمان الدانی رحمہ اللہ — قاری ابوبکر عاصم — ۹۵۳
▣ امام سیوطی رحمہ اللہ اور علم قراءات میں ان کی خدمات — فیاض الحسن جمیل ازہری — ۹۶۷
▣ الشیخ المقری احمد عبدالعزیز الزیات رحمہ اللہ — ڈاکٹر یاسر ابراہیم مزروعی — ۹۷۵
▣ شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ — قاری محمد فیاض — ۹۸۷

ادارہ

▣ اخبار الجامعہ — محمود سیاف — ۱۰۰۴
▣ جامعہ سلفیہ میں تقریب تکمیل قراءات عشرہ — ارسلان ظفر — ۱۰۰۵
▣ تبصرہ جات بر ’ماہنامہ رُشد‘ قراءات نمبر — حافظ محمد عبداللہ — ۱۰۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اداریہ

تحفظِ قراءات اور مجلّہ 'رُشد'

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی کلام اور نبی کریمﷺ کا زندۂ جاوید معجزہ ہے۔قرآنِ کریم کے ہر لفظ و ترکیب میں اگر معانی کا جہاں پوشیدہ ہے،تو اس کے پرجلال اندازِ بیان نے بہت سے بھٹکے لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت دی ہے، جن میں سیدنا عمر بن خطاب، جبیر بن مطعم اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

اس دور میں قرآنِ مجید کے اعجاز کے اگر بہت سے پہلو نمایاں ہورہے ہیں تو اس کی ایک اہمیت اور خوبی تو سر چڑھ کر آشکارا ہورہی ہے اور وہ ہے: اجنبیت و غربتِ اسلام کے اس دور میں اسلام کی بقا اور اس کا وجود قرآن کی بدولت قائم و دائم ہے۔غیر مسلم اسلام کے خلاف نت نئے حملے کررہے ہیں اور ملتِ اسلامیہ عرصۂ دراز سے ان کی جارحانہ بربریت کا شکار ہے،لیکن اگر ملتِ بیضا کے فرزند کفر کے مقابلے میں جم کر کھڑے ہیں اور میدانِ جہاد میں دشمنوں کو پے درپے شکست دے رہے ہیں،تو اس کی وجہ ان مجاہدین کے پاس قرآن کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یوں محفوظ ہونا ہے جس کے ایک ایک لفظ کے منزل من اللہ ہونے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

تہذیب وثقافت کے میدان میں اسلام کا حلیہ مسخ کیا جاتا ہے تو قرآنِ حکیم کی آیاتِ بینات کے ذریعے ہر حیلہ جو کے مکروفریب کا فسوں آخر کار بکھر کر رہ جاتا ہے۔فکر ونظریہ کے میدان میں آئے روز اسلام پر تحریف وتاویل کے وار کئے جاتے ہیں، لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہی ان کا زور ٹوٹ کررہ جاتا ہے۔قرآنِ کریم کے منزل من اللہ اور آخری الہامی کتاب ہونے کے ناطے اس پر عمل کرنے والا ہر انسان اپنے اندر خاص ایمانی جذبہ، روحانی قوت اور الٰہی تائید محسوس کرتا ہے۔اس ایمان ویقین اور علم ونظریہ کا دُنیا کے کسی بھی جابر وقاہر حکمران کے پاس کوئی توڑ موجود نہیں ہے!

قرآنِ کریم اسلام کا مرکز ومحور ہے۔ یہ بجا کہ واقعاتی طور پر قرآن مجید ہمیں ذاتِ اقدسﷺ کے ذریعے ملا ہے، اور ان پر ایمانِ کامل ہو، تب ہی قرآنِ مجید تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔لیکن فی زمانہ مسلمان قرآن کے مطالعے سے ہی مقامِ رسالتﷺ کا شعور اور اتباعِ سنت کا جذبہ مستحکم کرتے ہیں۔آیاتِ کریمہ نے ہی اتباعِ سنت کی اہمیت کو ہر مسلم کے دل میں جاگزیں کیا ہے۔قرآنِ مجید ہی کے سہارے حدیث وسنت کی اتباع کا جذبہ اُمتِ مسلمہ میں کسی لمحے سرد نہیں پڑتا۔ جب تک قرآنِ کریم محفوظ و مامون شکل میں موجود ہے، اس وقت تک ملتِ اسلامیہ کے علمی وروحانی وجود کو ہزار زخم لگائے جائیں، یہ ملت پھر اپنے مرکزِ قرآنی سے تائید پاکر احیا کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اُدیان وملل کے اس مقابلے میں قرآنِ کریم کو دیگر اُقوام پر یہ ایسی نمایاں فوقیت حاصل ہے جس کا خراج اس کے مقابل آنے والی ہر قوم کو اَدا کرنا پڑ رہا ہے۔

منعم حقیقی اللہ جل جلالہٗ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری لے کر ملتِ اسلامیہ پر ایک لازوال احسان کیا ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے نفوسِ قدسیہ تخلیق کیے، جن کی زندگیوں کا مقصد ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حفاظتِ قرآن ٹھہرا۔ کتنے مبارک ہیں یہ لوگ جن کے حصے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم ذمہ داری کی تکمیل کی سعادت آئی ہے، اسی لئے روزِ قیامت قرآن کے ایسے ہر محافظ کو اللہ تعالیٰ 'قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجے چڑھتا جا' کی نوید سنا کر بہترین جزا دیں گے۔[جامع الترمذي: ۲۸۳۸]

قرآن ایمان و اعتقاد کا خزینہ اور علوم و معارف کا گنجینہ ہے۔ نوعِ انسانی کو درپیش ہر مسئلے کی اس میں براہِ راست رہنمائی نہیں تو اشارہ و کنایہ بہر طور پایا جاتا ہے جس سے سربستہ اَسرار و رموز کی گرہیں کھل جاتی ہیں۔ یہ سائنس کی کتاب نہیں بلکہ اس کا موضوع انسان کا تصور و مقصدِ حیات ہے لیکن اس میں اس نوعیت کے دعوے جا بجا موجود ہے جن کے اِنکشاف سے اہل سائنس انگشت بہ دندان اور محوِ حیرت ہیں۔ سالہا سال کی تحقیق کے بعد جس سائنسی نکتے کی عقدہ کشائی کی جاتی ہے، وہ بسا اوقات بڑے مختصر اور جامع انداز میں قرآن کے الفاظ میں موجود ہوتا ہے۔ دراصل اس نکتہ کی تفصیلات میسر آجانے کے بعد قرآنِ کریم کے اس اندازِ بیان کی حقیقت اور گہرائی کا شعور انسان کو ہونا ممکن ہوجاتا ہے۔

قرآن کی عظیم الشان اہمیت کے پیش نظر اس سے متعلق ہر علم کی شان وعظمت دیگر علوم سے بالا تر ہوجاتی ہے۔ یوں تو قرآنِ حکیم کے ہر پہلو سے علوم کے سوتے پھوٹتے ہیں جو اپنی وسعت و اِفادیت کے پیش نظر آگے چل کر دریا اور سمندر کا روپ دھار لیتے ہیں لیکن ایسے علوم جن کا تعلق براہِ راست قرآن کریم کے متن سے ہے، ان کی شان وعظمت اس اعتبار سے زیادہ اہم ہے کہ یہ ان مبارک الفاظ کی حفاظت ہے جنہیں اللہ جل جلالہٗ نے خود اُدا فرمایا، اور یہ الفاظ و تراکیب ان بے شمار مبارک و مقدس معانی کے لئے مَظروف کا کام دیتے ہیں جن سے انسانیت کی ہدایت وابستہ ہے۔ یاد رہے کہ قرآن مجید کے الفاظِ مبارکہ میں اللہ کی صفتِ تکلم کا اِظہار اس کو جہاں ایک قہر و جبروت والے خالق کا جاہ و جلال عطا کرتا ہے، وہاں اس کو اللہ کی تمام مخلوقات بشمول انبیا علیہم السلام پر برتری بھی عطا کرتا ہے۔ اس اعتبار سے الفاظِ قرآن سے متعلقہ علوم کی اہمیت و معنویت بھی دیگر علوم سے بالاتر ہوجاتی ہے۔

قرآن کے تلفظ و اَدا کا علم نہ صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے جبریل روح الامین کے توسط سے نبی آخر الزمان محمد ﷺ کو عطا ہوا ہے، اور لسانِ نبوت سے اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو منتقل ہوا بلکہ الفاظ کے ساتھ اس کے علم الاداء کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے جیسا کہ ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْءَانَهُ﴾ [القیامۃ: ١٧] کی آیتِ کریمہ سے حفاظتِ قرآن اور تلفظِ قرآن کی الٰہی ذمہ داری کا بہ صراحت علم ہوتا ہے۔ تلفظ و اَدا کے اس اُسلوب و انداز کو، جو منزل من اللہ ہے، مسلمانوں نے باضابطہ طور پر 'علم تجوید و قراءات' کا نام دے کر متعدد اُصول و قوانین کی شکل میں محفوظ و مدوّن کردیا ہے۔

ملتِ اسلامیہ کے زوال کے اس دور میں دیگر علومِ اسلامیہ کی طرح مغربی فکر و فلسفہ نے قرآنی الفاظ و تلفظ کے اس علم کی حقانیت کو بھی معرضِ شک و شبہ میں لانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ آج ہمیں مسلم معاشروں میں دین پر نت نئے اعتراضات اور اسلامی علمیت کے بارے میں نت نئے انکشافات آئے روز سننے کو ملتے ہیں، اگر ان گمراہ افکار کا تعاقب کیا جائے تو یہ دراصل مغرب کی تحریکِ استشراق کے برگ و بار اور اُنہی غیر مسلموں کے پیدا کردہ شبہات ہوتے ہیں جنہیں ہمارے ہاں ان کے فکری جانشین اور خوشہ چین غیروں سے لے کر دُہرا دیتے ہیں۔ اہل مغرب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان پھینکے ہوئے نوالوں کو ہمارے نام نہاد 'فرزندانِ اسلام' دوبارہ چبا کر اپنی علم دانی اور نکتہ رسی کا رعب جھاڑتے ہوئے اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ نا معلوم اس وقت خود ایسے معترضین کس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں جب وہ قرآن، حدیثِ نبویہ ﷺ، ائمہ اسلاف رحمہم اللہ اور اپنی مستند تاریخ کے خلاف اپنے دشمنوں کی زبان بول کر ان کو تقویت بخش رہے ہوتے ہیں۔ فی زمانہ انکارِ حدیث، انکار قراءات اور اسلام کے مایہ ناز سیاسی وقانونی اور معاشی ومعاشرتی تصورات پر ہمہ نوعیتی اعتراضات کے ڈانڈے اسی مغربی فکر سے برآمد ہوئے ہیں، جنہیں اپنی محدود دنیوی کامیابی پر ناز، اور اپنی فسادہ زدہ علمیت پر گھمنڈ وغرور ہے۔ خلاقِ عالم سے انحراف وانکار کے بعد اس کی عطا کردہ صلاحیتوں اور وسائل سے استفادہ نے ان کے غرور وتکبر کو دوچند کردیا ہے!! بطورِ مثال

اجناس گولڈ زیہر

آرتھر جیفری وغیرہ

عالم مغرب میں مستشرقین اور برصغیر پاک وہند میں ان کے خوشہ چین، جنہوں نے اِس سے قبل حدیث وسنت کی اہمیت وحجیت سے اِعراض کا رویہ اپنایا اور اس میں نت نئے مغالطوں اور شبہات کو جگہ دی، پھر قرآنِ کریم کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے اصل الفاظ میں شبہات ڈھونڈنے شروع کردیئے حتیٰ کہ قرآن کے معجز الفاظ کو بھی تشکیک کا نشانہ بنایا گیا۔ مسلمانوں کی اسلام اور علوم اسلامیہ سے غفلت کے نتیجے میں قرآنِ کریم کے بارے میں اتفاقی واجماعی اُمور کو شک وشبہ کی نظر سے پیش کیا جانے لگا۔ پھر اُنہوں نے قرآنِ کریم کے متعدد اور متفقہ واجماعی اسالیبِ تلاوت (قراءات) کی نفی کرکے چودہ صدیوں اور دورِ حاضر کے ملتِ اسلامیہ کے اجماعی تعامل کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کی کوششیں شروع کردیں۔

یاد رہے کہ قرآنِ کریم کی ان متنوع قراءات کا انکار کرنے والے لوگ وہی ہیں جو مغربی علم وفلسفہ سے مرعوب اور حدیث وسنت میں تشکیک پیدا کرنے کی 'مخدوش علمی روایت' کے حامل وقائل ہیں۔ مسلمانوں میں جن لوگوں نے انکار یا استخفافِ حدیث کا رویہ اپنایا، اس کے 'ثمرہ' کے طور پر آج وہ قرآنِ مجید کی قراءات کے انکار کے ذریعے اس کے اہم حصہ کے منکر بھی ہورہے ہیں۔ دراصل یہ وہ لوگ ہیں جنہیں روایت کے لفظ سے چڑ ہوگئی ہے، کیونکہ مغربی تہذیب روایت کی بجائے پُرفتن معقولات پر قائم ومنحصر ہے جبکہ اسلام اللہ کی طرف سے نازل شدہ دین ہونے کے ناطے ایک منقول ومروی دین ہے۔ دین میں سے منقولات (اَسناد ومتن) کو نکال دیا جائے تو کچھ نہیں بچتا اور مسلمان اہل مغرب کی طرح عقل پر انحصار کرنے کی بجائے منقولات کے فہم میں عقل وتجربہ کو بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ قراءات کا تعلق بھی منقولات سے ہے، اس لئے وہ اس کی حجیت تسلیم کرنے سے بھی انکاری ہیں، جبکہ قرآن بھی دراصل تلقّی واَدا کے ذریعے حاصل ہونے والی منقول چیز ہی ہے جس کے مرویات سے بالاتر ہونے کا اُنہیں بلا جواز وبلا دلیل اندیشہ لاحق ہوا ہے۔

قرآنِ کریم کی معجزاتی حیثیت اس کے الفاظ میں نمایاں ترین ہے۔ قرآن میں کفار کو اسی جیسی دس سورتیں، ایک سورت یا ایک آیت بنا کر لانے کی کئی بار دعوت دی گئی ہے، جس میں اُنہیں اپنا پورا لاؤ لشکر اور پوری کائنات میں اپنی قوتوں کو جمع کرکے اس چیلنج کو مشترکہ طور پر پورا کرنے کو بھی کہا گیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آج تک اس قرآنی چیلنج

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں کسی کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اسی طرح قرآنِ کریم کی ادائیگی (قراءات) کی اللہ تعالیٰ نے سات مختلف اسالیب میں اجازت دی ہے۔ یہ ساتوں اسالیب نبی کریمﷺ سے براہِ راست، بالتواتر منقول اور مصاحفِ عثمانیہ میں موجود و محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو انہی اسالیب پر نازل کیا ہے، ان اسالیبِ قرآن کا عین و مصداق تو واضح اور حتمی ہے، جس کو آج تک پڑھا پڑھایا جاتا ہے، البتہ تشکیل و تدوین کی زبان میں ان اَسالیب کو کس کلیہ واُصول کی زبان میں بیان کیا جائے، اس میں علما کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ گویا مصداق میں تو اختلاف نہیں بلکہ تعبیر میں اشکال ہے جیسا کہ اکثر وبیشتر علوم کی تعریف میں اختلاف موجود ہوتا ہے۔ بطورِ مثال مسلم کا مصداق کیا ہے، یہ تو ایک واضح امر ہے لیکن مسلمان کی جامع و مانع تعریف کیا ہو؟ اس میں ایک سے زیادہ تفصیلات وتعبیرات ہوسکتی ہیں۔ جو شخص قراءات کی تعبیر وتدوین کے مرحلہ میں ہونے والے اختلاف سے بچنا چاہے تو اسے چاہئے کہ نبوی اصطلاح کو برقرار رکھتے ہوئے اُنہیں 'اَحرف' سے تعبیر کرلے، یا احادیث میں ان کے لئے قراءۃ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، اس پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ گویا قرآنِ کریم میں پائی جانے والی ان قراءتوں کو تلفظ واَدائیگی کی متنوع صورتیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ کا انکار کرنے والے مختلف پہلوؤں سے اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ وہ اگر قراءات کو صرف اس پہلو سے ہی دیکھیں کہ 'سبعہ احرف' کو بیان کرنے والی احادیث محدثانہ اصطلاح میں متواتر کا درجہ رکھتی ہیں، اور دُنیا کے سب سے مستند ذخیرہ فرامین رسالت (احادیثِ نبویہﷺ) میں جابجا قرآنِ مجید کی ادائیگیوں میں اختلاف کا ماثور تذکرہ موجود ہے، جن میں قریباً ۱۸۲ اَحادیث تو صرف صحیح بخاری ہی میں موجود ہیں، اس کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ (مزید وضاحت کیلئے اسی شمارے موجود مضمون 'احادیث مبارکہ میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات' ملاحظہ فرمائیں!)

ان احادیث کی بنا پر قراءاتِ قرانیہ کا شرعی وجود و ثبوت تو مسلم ہے، ان کو اگر علمائے اسلام نے ایک تعریف کی شکل میں متفقہ طور پر تعبیر نہیں کیا، تو اس سے ان مستند و متواتر احادیث پر عمل کے پہلو سے کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ یوں بھی تعریفوں میں اختلاف کا شبہ اُڑانے والے بلاوجہ ابہام واعتراض کو دخل دیتے ہیں، وگرنہ قراتوں کی ان تعریفات میں تعارض وتضاد کی بجائے تنوع وتفصیل کا ہی اختلاف ہے۔ (دیکھئے اس شمارے میں موجود مضمون 'حدیثِ سبعہ احرف کا مفہوم، تنقیحات وتوضیحات')

یاد رہے کہ مسلمانوں نے علم قراءت کی تدوین کے بعد سے قرآن کریم کے تلفظ واَدا میں یہ گنجائش پیدا نہیں کی تھی، بلکہ وہ دورِ نبویﷺ، دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ، جن کو بہ زبانِ رسالت 'خیر القرون' سے تعبیر کیا گیا ہے، میں ہی ان قراءات کو پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں، جن کی قرائے کرام رحمہم اللہ کے ہاں الگ متواتر اسناد موجود ہیں اور خیر القرون کا یہی تسلسل آج تک چلا آتا ہے، جس کی متواتر ومستند احادیثِ مبارکہ سے تقویت وتائید حاصل ہوتی ہے۔

قراءاتِ قرانیہ اعجازِ قرآنی کا اہم حصہ ہیں۔ اس سے قرآنی علوم ومعارف کے بہت سے پہلو اُجاگر ہوتے ہیں جیسا کہ زیر نظر مجلّہ کے بعض مضامین قرآءات کی اسی علمی افادیت کے موضوع پر لکھے گئے ہیں۔ چودہ صدیوں سے اُمتِ مسلمہ ان کی حقانیت وحجیت پر متفق رہی ہے۔ قراءات کی حجیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ ہمارے ہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھا جانے والا قرآن کریم بھی انہی قراءات میں سے ایک ہے، جیسا کہ اس پر واضح لکھا ہوتا ہے [بروایة حفص عن عاصم] کہ یہ امام حفص کی اپنے استاد امام عاصم سے روایت ہے۔

- دورِ عثمانی میں قرآنِ کریم کو باضابطہ تحریری طور پر مدوّن ومحفوظ کیا گیا، اور قرآنِ کریم کی مختلف منسوخ و شاذ قراءات اور تفسیری روایات کو ضائع کر کے مستند متن کو محفوظ کر دیا گیا۔ انہی مصاحفِ عثمانیہ کے ذریعے احرفِ سبعہ کو بھی تحریری طور پر محفوظ کیا گیا۔ کسی بھی قراءتِ قرآنی کے مستند ہونے کے لئے یہ شرط اساسی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ مصحفِ عثمانی کے مطابق ہو۔ یاد رہے کہ ان مصاحفِ عثمانیہ میں اس اُسلوبِ کتابت کی پابندی کی گئی تھی جو اس سے قبل دورِ نبویﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے اَدوارِ خلافت کے صحف میں ملحوظ رکھا گیا تھا۔ جیسا کہ علم رسم وضبط کی مستند کتابوں اور 'مجلس' کی لائبریری میں موجود مصحفِ عثمانی کے ایک نادر نسخے (جس کے بعض صفحات کی سکیننگ شمارہ ہذا میں موجود ہے) کے مطالعے سے اس التزام کا بخوبی علم ہوتا ہے۔
- بعد ازاں تاریخ اسلامی کی ہزاروں دستاویزات، کتبِ احادیث وفقہ کے مجموعوں حتیٰ کہ کتبِ تفاسیر میں ان متعدد قراءات پر مشتمل قرآنی متن کو تحریر کیا جاتا رہا۔ مثلاً
  - تفسیر فتح القدیر للشوکاني جس میں نص قرآنی روایتِ ورش عن نافع میں، جبکہ بعض نسخوں میں روایت دوری عن ابی عمرو میں ہے۔
  - تمام کتبِ احادیث (خصوصاً صحیح بخاری) کے قراءات اور تفسیر کے ابواب
- یہ قراءات بیشتر بلادِ اسلامیہ میں روزِ اوّل سے اس طرح مروّج چلی آ رہی ہیں حتیٰ کہ بعض افریقی ممالک میں روایت قالون اور روایت ورش کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہمارے ہاں روایت حفص عن عاصم کو ہے اور یہ سلسلہ آج تک یوں ہی جاری وساری ہے۔ اس سلسلے میں بطورِ مثال مغرب عربی (الجزائر، مراکش، موریطانیہ وغیرہ)، مغربی افریقہ (سینیگال، نائیجر، مالی، نائیجیریا وغیرہ) شمال افریقہ اور مصر، چاڈ، سوڈان کے بعض علاقوں اور تیونس کے مغربی اور جنوبی علاقوں میں روایتِ ورش کا جبکہ لیبیا، تیونس کے اکثر اور مصر اور سوڈان کے بعض علاقوں میں روایتِ قالون کا نام لیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سوڈان، صومالیہ، چاڈ، نائیجیریا، اریٹریا، کینیا اور عمومی طور پر سنٹرل افریقہ میں روایت دوری عن ابی عمرو منتشر ہے۔
- ملتِ اسلامیہ کے نامور قراء ان قراءات میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ مشہور مصری قاری شیخ عبدالباسط اور شیخ محمد صدیق منشاوی کی تلاوتوں کا عام معمول ہے۔ اسی طرح حرم مدنی کے امام الائمہ شیخ علی عبد الرحمٰن حذیفی کا مکمل قرآن روایت قالون میں نشر ہوا جو کہ حرم مدنی کے ارد گرد تمام مارکیٹوں میں عام میسر ہے۔
- دُنیا بھر کے نشریاتی ادارے مختلف قراءات میں قرآنِ کریم کو شائع کر رہے ہیں جیسا کہ رُشد کی خصوصی اشاعت، حصہ اول کے صفحہ نمبر ۲۲۰ تا ۲۳۱ میں ان نسخوں کی فوٹو کاپی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔
- مسلم ممالک کی وزارت ہائے اوقاف ومذہبی اُمور نے سرکاری سطح پر متنوع قراءات پر مشتمل ان مصاحف کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ دیکھیں رُشد کی خصوصی اشاعت، حصہ اول کے صفحہ نمبر ۲۲۰ تا ۲۳۱
- دنیا بھر کے مدارس اور نامور اسلامی جامعات مثلاً مدینہ منورہ یونیورسٹی اور جامعہ ازہر، قاہرہ وغیرہ میں یہ قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بطورِ مستقل شعبہ، دینی نظامِ تعلیم کا اہم حصہ ہیں۔
عالم عرب کی بڑی مساجد و مدارس میں ان کے مطابق نمازوں کی امامت کی جاتی ہے۔
علاوہ ازیں مسلمانوں کے تمام علماء، مفتیانِ حضرات اور دینی ادارے ان کی مشروعیت پر متفق ومجتمع ہیں، جیسا کہ رشد، حصہ دوم کے صفحہ نمبر ۱۲۴ تا ۱۸۹ پر یہ فتاویٰ بہ تفصیل ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں میں بعض کم علم لوگوں کا جہالت کا وبال اُمتِ مسلمہ پر یوں نازل ہو کہ وہ ان قراءات کا انکار ہی شروع کردیں اور اُنہیں مستشرقین کی ہم نوائی میں جمع حدیث کی طرح کی عجمی سازش قرار دیں تو ان کی اس تہمت و بہتان کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

[مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ و مدیر ماہنامہ 'محدث']

رُشد قراءات نمبرز کی اِشاعت پر منکرینِ حدیث کی بوکھلاہٹ

حالیہ چند سالوں میں دو موقع ایسے آئے ہیں جب منکرین حدیث بری طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے ہیں۔ایک جب ماہنامہ محدث کا فتنۂ انکارحدیث نمبر شائع ہوا اور دوسرا موقع یہ ہے جب قراءات نمبر مسلسل تین قسطوں میں شائع ہو رہا ہے۔شاید قارئین کو خیال گزرے کہ منکرین حدیث کا فتنۂ انکارحدیث نمبر پر چیں بہ چیں ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن قراءات نمبر کی اشاعت اور ان کی پریشانی میں کیا نسبت؟ تو یہ نسبت بالکل سادہ سی ہے جو منکرین حدیث کے ماہنامہ بلاغ القرآن نے ان الفاظ میں بتائی ہے:

”روایت پرستوں کا جنون اُنہیں سکون سے بیٹھنے نہیں دے رہا ان کی تعصّبانہ روش اُنہیں مسلسل اکسا رہی ہے کہ قرآن کے متن میں 'اختلاف قراءات و روایات' کی بنیاد پر تبدیلی کر کے مخالفین کا منہ بند کر دیا جائے کہ اگر کوئی شخص 'صحاح ستۃ کی کسی 'روایت' بالخصوص أنزل القراٰن علی سبعة احرف پر تنقید کی جسارت کرے تو اسے تبدیل شدہ ایک نہیں بلکہ بیس قرآن دکھا کر خاموش کروایا جاسکے“ [بلاغ القرآن نومبر ۲۰۰۹ء،ص:۲]

خلاصہ عبارت یہ ہوا کہ حدیث کو شرعی حجت تسلیم کرنے والے یہ چاہتے ہیں کہ منکرین حدیث کے وہ تمام چور دروازے بند کر دیے جائیں جن سے کسی بھی پہلو سے انکار حدیث کا امکان ہو۔یعنی یہ 'بزرگ' شعوری طور پر سمجھتے ہیں کہ رشد قراءات نمبر فتنۂ انکارحدیث نمبر کا ہی تسلسل ہے جو دفاعِ حدیث کی غرض سے شائع کیا گیا چنانچہ اسے پروپیگنڈہ کے زور پر روکنا ضروری ہے تاکہ مسٹر پرویز کے قرآن (جو حدیث کی بجائے ہر ایرے غیرے کی تشریح پر مشتمل ہے) کا تحفظ کیا جاسکے۔اب وہ قرآن جس کی بابت نبی کریم نے فرمایا کہ وہ سات حروف پر مشتمل ہے اس کے تحفظ کی ذمہ داری تو خود اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے اور اس کی حفاظت بخوبی ہو رہی ہے لیکن مسٹر پرویز کے قرآن، جس کا ذکر خیر اوپر ہو چکا ہے، اس کے تحفظ کیلئے دوستوں نے اپنے نام نہاد قرآنی گورکھ دھندے کو مخفی رکھتے ہوئے عوام الناس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ اہل رشد ہیں نئے قرآن شائع کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں حالانکہ یہ وہ بات تھی جو دوستوں نے بحث کو منفی رنگ دینے کیلئے غلط طور پر پھیلائی اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا

وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

پھر اس بنیاد پر فرضی سوالات ترتیب دے کر عوام کو بیداری کی دعوت دی گئی کہ اٹھو ورنہ قرآن بھی انجیل کا سا ہو جائے گا اور تم منہ دیکھتے رہ جاؤ گے۔اس جہالت کا ذکر ہم بعد میں کریں گے کہ کیا مختلف قراءات میں مصاحف شائع ہونے سے قرآن بھی انجیل کی طرح محرف ہو جائے گا؟ سر دست ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا واقعی یہ گروہ اس بات پہ آگ بگولا ہوا کہ مختلف قراءات میں قرآن کی اشاعت سے قرآن اور انجیل ایک جیسے ہو جائیں گے؟ یا مسئلہ مصاحف کی اشاعت کی بجائے قراءات کی حجیت کا ہے جس کو انکے بڑے فتنۂ عجم کا نام دیتے ہیں جبکہ امت بالاجماع ان کو حجت مانتی ہے۔ہم اس گروہ کے اس موقف کو صحیح تسلیم نہیں کرتے کہ یہ ہنگامہ مصاحف کی اشاعت کی وجہ سے قرآن کے انجیل کے مترادف ہو جانے کے ڈر سے کھڑا کیا گیا بلکہ اسے دروغ گوئی سے تعبیر کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ انکے اکابرین اس وقت بھی یہی سوال کرتے سنے گئے جب پاکستان میں کہیں مصاحف کی اشاعت یا اس طرح کے پروپیگنڈہ کا نام ونشان تک نہ تھا، دیکھئے مسٹر غلام احمد پرویز کی کتاب 'مقام حدیث' (یہ اسلم جیراجپوری، تمنا عمادی اور خود پرویز کی تحریرات پر مشتمل ہے) جو انہوں نے بیسویں صدی کے وسط میں لکھی اس وقت پرویز وغیرہ کے اعتراضات کا جواب مولانا محمد گوندلوی نے اپنی کتاب 'دوام حدیث' (جو ان دنوں لکھی جا چکی تھی لیکن باقاعدہ طبع ہو کر مارکیٹ میں حال ہی میں آئی ہے) میں دیا۔ہم مولانا کی کتاب سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے یہ بات کھل کے سامنے آجائے گی کہ ان حضرات کا پس پردہ مقصد حفاظتِ قرآن نہیں بلکہ انکارِ قراءات ہے کیونکہ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو آج سے ساٹھ سال قبل اس مسئلے کا موضوع بحث بننا چہ معنی دارد؟ موصوف فرماتے ہیں:

''ایک عیسائی نے کتاب المصاحف لابن أبی داؤد سے قرآن کے ان نسخوں سے جو روایت بالمعنی کی بنا پر لکھے گئے ہیں، بعض مختلف کلمات نقل کئے ہیں، جو حلال وحرام میں مختلف نہیں۔ اس نے اپنی جگہ قرآن میں تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور منکرین حدیث بھی اپنی خفت مٹانے کیلئے اس اعتراض کا ذمہ دار بھی حدیثوں کو ٹھہرانے لگے ہیں۔عیسائی تو ایک حد تک معذور ہیں، کیونکہ وہ دراصل مسلمانوں کے اس اعتراض میں لب کشائی کر رہے ہیں کہ اناجیل محرف ہیں۔اب پھر اس میں تحریف ہو رہی ہے۔موجودہ اناجیل سے بعض آیات نکال دی گئی ہیں، حالانکہ یہ آیات سابقہ مطبوعہ انجیلوں میں بدستور موجود ہیں، کیونکہ اناجیل کا نہ اصل نسخہ موجود ہے، نہ اس کی نقل یا نقل در نقل، جن سے تراجم کی اغلاط معلوم ہو سکیں، جو مترجمین نے اپنے فہم کے مطابق کیے ہیں۔ کیونکہ عیسائی اب تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ موجودہ اناجیل کس زبان میں لکھی گئیں۔یونانی میں یا عبرانی میں، کیونکہ یونانی زبان کا پرانا سے پرانا نسخہ عبرانی کی نقل معلوم ہوتا ہے اور عبرانی کا پرانے سے پرانا نسخہ یونانی سے نقل معلوم ہوتا ہے، پھر اناجیل میں واقعات کی کوئی سند بھی نہیں، نہ متواتر، نہ خبر واحد، بلکہ اناجیل کے مصنفین تک بھی حد تواتر تک نہیں پہنچیں۔

پس جس عیسائی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مختلف مصاحف کا اختلاف اناجیل کے اختلاف کی طرح ہے، وہ احمقوں کی دنیا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں رہتا ہے، مگر اس کو یہ معلوم ہے کہ میں جس دنیا میں ہوں، اکیلا نہیں ہوں، میرے وسوسے کو دنیا میں قبول کرنے کے لیے اور احمق بھی مل جائیں گے۔

چنانچہ جب ہم نے 'مقام حدیث' میں دیکھا کہ منکرین حدیث بھی اس وسوسہ سے متاثر ہوکر اس اعتراض کو معقول سمجھ کر اسکا ذمہ دار حدیث کو ٹھہرا کر بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو اس عیسائی کے خیال ''کہ میں اکیلا احمق نہیں'' کی تصدیق پائی۔

بھلا وہ اختلاف جو کمی بیشی کا ہو، جیسا کہ اناجیل میں ہے، اور وہ اختلاف جو لغت کے اعتبار سے ہو، جیسا کہ مختلف قراءتوں یا مختلف مصاحف میں ہے، کیسے برابر ہوسکتا ہے؟ اگر سب اختلافات برابر ہوں، تو تراجم کو تحریف ہی کہنا چاہئے۔ منکرین حدیث عیسائی کے اس اعتراض سے بہت خوش ہورہے ہیں کہ یہ اعتراض روایت کی بناء پر ہے۔ ہم چونکہ روایت کے قائل نہیں، اس لیے یہ اعتراض ہم پر وارد نہیں ہوتا، اور یہ نہیں سمجھے کہ روایت کے حجت ہونے کے انکار سے روایت کے لوازمات سے انکار لازم نہیں ہوتا، کسی روایت کے رد کرنے کے لیے اتنا کہہ دینا کافی نہیں کہ ہم اس کو دینی حجت نہیں مانتے۔ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے سے انسان دشمن کے وار سے بچ نہیں سکتا۔ بلکہ اس قسم کے لایعنی انکار سے دشمن زیادہ دلیر ہوجاتا ہے۔ اس کو اس امر سے بحث نہیں کہ تم مانتے ہو یا نہیں، وہ تو علمی حلقہ میں پہچان پیدا کرنے کے در پے ہے۔ اگر آپ لوگ عیسائی مصنف کو تحقیقی جواب دینا چاہتے ہیں، تو اس کی صورت آپ کے خیال کے مطابق یوں ہونی چاہئے کہ روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بعض سچی ہوتی ہیں اور بعض جھوٹی، ہوسکتا ہے کہ یہ جھوٹی ہو۔ ان روایات کا جھوٹا ہونا ہی صحیح ہے، کیونکہ قرآن مجید ایک ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہے، کوئی دوسرا کلام اس سے مشتبہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ان نسخوں کے جعلی ہونے کی دلیل ہمارے پاس یہ ہے کہ:

> ''قرآن مجید کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے، اس کے الفاظ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہیں، اور باقی نسخے جو اس کے علاوہ ہیں، ان کے الفاظ اس قدر گرے ہوئے ہیں کہ ان کو اس نسخہ کے الفاظ کے مترادف بھی نہیں کہا جاسکتا۔''

یہ تھا اصل جواب! مگر یہ جواب اس وقت درست ہوتا، جب یہ ثابت ہوجاتا کہ قرآنی الفاظ اور ان نسخوں کے مخالف الفاظ میں اس قدر فرق ہے کہ ایک تو معجزہ بن جائے اور دوسرے نسخے معجزہ کی حد کو نہ پہنچیں، مگر اس کے لیے علم کی ضرورت ہے اور یہ لوگ علمی نقصان کو جذبات سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اعتراض سے بچنے کے لیے انکار ہی کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ یہ کوئی تحقیق نہیں، بلکہ تلبیس ہے۔'' [ص:۱۱۶ تا ۱۱۹]

اندازہ کیجیے کہ کیسا حسن اتفاق ہے کہ آج کے معترضین کے وہی اندیشے اور اشکالات ہیں جو ساٹھ سال قبل ان کے نظریاتی آباواجداد کے تھے؟ بلکہ قارئین حیران ہوں گے کہ یہ اعتراضات بھی انکے ذہن کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ ان مستشرقین کے اعتراضات کا چربہ ہیں جن کے نام سے ڈرا کر امت کو قراءات متواترہ سے دور رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ کیا مختلف مصاحف کی اشاعت سے قرآن محرف ہوجائے گا؟

ہمارے خیال میں بات یہاں سے شروع ہونی چاہیے کہ قراءات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ان کی حجیت کا مدار کس بنیادی ماخذ پر ہے اور اس باب میں امت کا اجماعی موقف کیا ہے؟ اگر قراءات کی حجیت پر متواتر اور صحیح احادیث موجود ہیں اور امت کا اجماعی موقف بھی ان کو حجت ماننے کا ہے تو یقیناً مختلف مصاحف کی اشاعت سے قرآن محرف نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب مختلف قراءات کے ثبوت سے قرآن میں تحریف نہیں ہوئی تو ان کی الگ الگ اشاعت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیسے تحریف ہو جائے گی؟

دوسری بات یہ ہے کہ یہ انتہائی لغو اور جہالت پر مبنی سوچ ہے کہ قراءات اور انجیل کا اختلاف ایک جیسا ہے کیونکہ انجیل کا اختلاف تضاد کا ہے جس میں نظریات ،مضامین اور عقیدے کا اختلاف ہے جبکہ قراءات کا اختلاف تنوع کا اختلاف ہے جس سے نہ تو مضامین باہم متضاد ہوتے ہیں اور نہ ہی عقیدے میں کوئی حرف آتا ہے بلکہ اگر عقل سلیم میسر ہو تو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگے کہ یہ اختلاف قرآن کریم کا اعجاز ہے نہ کہ تحریف ۔دوسری بات یہ کہ قراءات کا ایک ایک اختلاف صحیح اسناد سے ثابت ہے جبکہ انجیل کی سند حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دور کی بات ان کے مصنّفین تک نہیں پہنچتی کہ ان کے لکھنے والے کون لوگ تھے۔ اور یہ بات عیسائیت کو بھی تسلیم ہے۔ایک طرف یہ اختلافکہ انجیل یوحنا عقیدہ تثلیث ثابت کرتی ہے جبکہ باقی تینوں اناجیل میں یہ بحث ہی موجود نہیں اور دوسری طرف قراءات کا وہ اختلاف جس سے قرآن کریم کے مفہوم میں ذرا برابر فرق نہیں پڑتا کیا ایک جیسا کیسے ہو گیا ؟ بہ بیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا

اس حوالے سے ان دانش بازوں سے دوسری گزارش یہ ہے کہ ذرا اتنی وضاحت فرمایئے کہ کیا مستشرقین کا اسلام پر مطالعہ اور ان کی معلومات کا حدودِ اَربعہ آپ جتنا ہے جو ان کو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اَحادیث میں مختلف قراءات کا ذکر بھی ہے۔گویا آپ کے خیال میں مستشرقین کو ابھی تک روایت حفص کے علاوہ کسی روایت کا علم نہیں ہے اِس لیے وہ آج تک اِعتراض نہیں کر سکے اور جوں ہی دیگر رِوایات میں مصاحف پاکستان میں منظر عام پر آ گئے وہ اِعتراضات کی بوچھاڑ کر دیں گے؟ قارئین اندازہ فرمایئے!یہ ہیں وہ محققین جو رشد قراءات نمبر پر نقد کرنے آئے ہیں اور بھولے اتنے ہیں کہ مستشرقین کے نام سے امت کو ڈراتے ہیں لیکن ان کے کام سے خود جاہل ہیں۔ اگر ہم ان محققین سے پوچھیں سے کہ اگر مستشرقین مصاحف کی موجودگی میں قرآن کریم کے انجیل جیسا ہونے کا کہہ سکتے ہیں تو قراءات کی حجیت پر اُمت کے اِجماعی مؤقف اور اَحادیث کی موجودگی کے پیش نظر اب کیوں نہیں؟ کیونکہ اتنی تو بہر حال ان کو خبر ہے کہ امت حدیث نبوی کو دین کا اساسی ماخذ اور حجت مانتی ہے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ یہ اعتراض وہ دسیوں سال پہلے کر چکے ہیں اور ان اعتراض کی سطحیت کو علمائے حق خوب واضح کر چکے ہیں یہی وجہ کہ ان کے اعتراضات کی وجہ سے آج تک کوئی فتنہ سامنے نہیں آیا۔بدقسمتی سے یہ وہی اعتراضات ہیں جنہیں آپ آج تحقیق جدید کے نام سے پیش کر رہے ہیں اور گویا یوں تاثر دے رہے ہیں کہ آج اگر ہم نہ ہوتے تو قرآن کریم محفوظ رہتا۔یہ تو ہماری بیداری فکر کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اسکے اثرات اتنی دور سے دیکھ کر امت کو بروقت خبر دار کر دیا۔

مذکورہ گروہ کی نگارشات کو سامنے رکھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے مستشرقین کا مقابلہ برصغیر سے ہے۔دنیا میں جو بھی ہو جائے اُن کو اِس سے کوئی سروکار نہیں وہ تو اسی تاک میں ہیں کہ برصغیر کے اِسلام پر اعتراض کا کب موقع بنے؟ اس لیے باقی اُمت مسلمہ جو بھی کرے باشندگان برصغیر کو بہر حال محتاط رہنا چاہئے۔یہ احساس اس لیے ہوا کہ اگر مستشرقین کی نظر پورے عالم اسلام پر ہوتیتو ایک عرصے سے مختلف ممالک میں مختلف مصاحف کی اِشاعت ہو رہی ہے تب سے مستشرقین کہاں ہیں۔؟ نعوذ باللہ کیوں قرآن انجیل کے مترادف نہیں ہوا؟ کیوں کہیں سے کوئی اعتراض سامنے نہیں آیا؟ اور فرض کریں اگر کوئی اعتراض آ بھی جائے تو جواب دینے کے لیے اہل علم موجود ہیں مقابل میں 'اہل علم و دانش' تو ہیں نہیں جو فوراً قرآن کو نعوذ باللہ انجیل مان لیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اے اسلام کے دانا دوستو! میڈیا نے دنیا کو جتنا قریب کردیا ہے کیا تم اَبھی بھی اس خیال میں ہو کہ ہم مستشرقین سے چھپے بیٹھے ہیں؟ آپ کے خیال میں ان کو علم ہی نہیں کہ مختلف اِسلامی ممالک میں روایت حفص کے علاوہ دیگر قراءات میں قرآن پڑھا جارہا ہے؟ اگر انہوں نے یہ سوال کردیا کہ پاکستان میں روایت حفص پڑھی جاتی ہے جبکہ مراکش میں روایتِ ورش، کیا پاکستان اور مراکش کے قرآنوں میں فرق ہے تو اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

اس طرح کے اشکالات عوام الناس کے ہوتے تو ہم ہضم کرلیتے ہمیں تو افسوس اس بات کا ہے کہ خدایا یہ انداز تحقیق ان لوگوں کا ہے جو خود کو اہل علم، اہل دانش، اہل فکر اور مفتی کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور پھر بے باکی سے اس عقیدے کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ قرآن میں زیر، زبر کا بھی فرق نہیں اور قراءات کو تسلیم کرنے سے قرآن انجیل کی طرح محرف ہوجائے گا۔ یعنی مصاحف کی اشاعت کے بارے میں علماء کا یہ خدشہ کہ جہالت کی وجہ عوام الناس میں انتشار کا خطرہ ہے درست نہیں کیونکہ یہاں تو خودساختہ مفتیان اور نام نہاد اہل علم و دانش بھی ایسے ہیں جو نہ صرف یہی عوام الناس والا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ قراءات کو تحریف تک کہنے سے نہیں چوکتے، اب پہلے سے بھی مشکل سوال یہ ہے کہ ایسی پڑھی لکھی جہالت کا کیا حل ہو؟

حالانکہ علماء اور مفتیان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا فرمان یوں ہے:

«نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، الْمِرَآءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ -ثَلَاثَ مَرَّاتٍ- فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَاعْمَلُوْا وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوْهُ إِلٰی عَالِمِهٖ» . [مسند أحمد: (۲/۳۰۰)۷۹۷۶]

’’قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات کہی کہ اس میں جھگڑنا کفر ہے۔ جس کا علم ہو اسی کے مطابق پڑھ لو اور جس کا علم نہ ہو اسے عالم کی طرف لوٹا دو۔‘‘ [مسند احمد:۱/۳۰۰، صحیح ابن حبان:ص۸۳]

آپ ﷺ عوام الناس کو تلقین فرما رہے ہیں کہ جس قراءات کا علم نہ ہو اس کے بارے میں عالم کی طرف رجوع کریں اور اللہ کی شان ہے کہ پاکستان کے ایک کونے میں نام نہاد عالم یہ کہہ رہے ہیں کہ قراءات تحریف انجیل کے مترادف ہیں۔ کیا ابھی بھی ان کے عالم اور مفتی ہونے کا استحقاق محفوظ ہے؟ کیا ایسی جرأت ایک عالم دین تو دور کی بات ہے عام امتی بھی کرسکتا ہے؟ کیا ایسے شخص کو اُمت مسلمہ کے حوالے سے بات کرنے کا کوئی حق حاصل ہے؟ کیا ایسا شخص اپنے نام کے ساتھ مفتی کا بڑا سا سابقہ لگا کر اپنے فتوے عوام الناس کی راہنمائی کے دعویٰ سے بانٹنے کا جواز رکھتا ہے؟ اس ’مفتی‘ کی ذمہ داری تو آپ ﷺ نے راہنمائی امت کی لگائی تھا اور یہ تخریب کاری کرتا پھر رہا ہے پھر بھی ہنوز مفتی ہے؟

اور اگر مختلف قراءات میں مصاحف کی اشاعت سے قرآن انجیل کی طرح محرف ہوجائے گا، عوام الناس انتشار کا شکار ہوجائیں گے اور امت مسلمہ کا ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوجائے گا تو گزارش ہے کہ عالم اسلام میں یہ مصاحف شائع ہوچکے ہیں تمہارے دیئے گئے نتائج کے مطابق اس بدعت کا ارتکاب ہوچکا ہے، قرآن کریم میں نعوذ باللہ انجیل کی طرح تحریف ہوچکی ہے اور امت کا ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوچکا ہے۔ نہ صرف یہ سب کچھ ہوچکا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس نے یہ کہہ کر ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ۝﴾ [الحجر:۹] ’’ہم ہی نے اس کو ہم نے نازل کیا اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں‘‘ حفاظت قرآن کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے اور اسی حفاظت کے پیش نظر اپنے محبوب نبی ﷺ سے انتہائی انداز میں مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴾[الحاقة:۴۴۔۴۷] ''اور اگر اس (نبی) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم سے کوئی (ہمیں) اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا'' بھی نعوذ باللہ حفاظت قرآن سے عاجز آ چکا ہے۔ کیونکہ اس وقت

روایت قالون عن نافع لیبیا، تیونس کے اکثر اور مصر کے بعض علاقوں میں

روایت ورش عن نافع مغرب عربی (الجزائر، مراکش، موریطانیہ وغیرہ)، مغربی افریقہ (سینیگال، نائیجر، مالی، نائیجریا وغیرہ)، شمالی افریقہ اور مصر، لیبیا، چاڈ، سوڈان کے بعض علاقوں اور تیونس کے مغربی وجنوبی علاقوں میں

روایت دوری عن ابی عمرو سوڈان، صومالیہ، چاڈ، نائیجریا، اریٹریا، کینیا اور عمومی طور پر سنٹرل افریقہ میں اور

روایت حفص عن عاصم یہ مکمل مشرق، برصغیر، ترکی، افغانستان اور مصر کے اکثر علاقوں پڑھی جا رہی ہے۔

اس حوالے سے بعض حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ ان ممالک میں ہمارے دوست آتے جاتے رہتے ہیں وہ ہمیں پورے اطمینان سے بتاتے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں وہاں بھی وہی قرآن پڑھا جاتا ہے جو ہمارے یہاں پڑھا جاتا ہے۔ مزید براں حرمین میں صرف اسی قراآن کی تلاوت ہوتی ہے جو ہمارے ہاں پڑھا جاتا ہے۔ گزارش ہے جناب ہم بھی آپ کے دوست ہی ہیں ہماری بات ماننے میں کیا حرج ہے؟ اگر دل اطمینان نہیں پکڑتا تو پھر تمام دوستوں کو چھوڑیے کسی وقت میں مصروفیت سے چند دن نکال کے خود صورت حال کا جائزہ لیجیے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ اگر آپ بوجوہ ان ممالک میں نہ جا سکیں تو ہم اتنی راہنمائی کر دیتے ہیں کہ اس ضمن میں آپ انٹرنیٹ سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں مثلاً اگر آپ گوگل پہ جا کر 'أماكن إنتشار القراء ات في العالم اليوم' کے عنوان سے سرچ کریں تو شافی اور تسلی بخش نتائج مل سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ غامدی صاحب جو خود منکر قراءات ہیں، کی تحریریں بھی مدومعاون ثابت ہو سکتی ہیں مثلاً غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔ یہ تلاوت جس قرأت کے مطابق کی جاتی ہے، اس کے سوا کوئی دوسری قرأت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔'' [میزان: ص ۲۵، ۲۶]

دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اس فتنۂ عجم کی باقیات ہیں جس کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ، افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا۔'' [میزان: ص ۳۲]

انکار قراءات کے باوجود غامدی صاحب بھی اتنا مانتے ہیں کہ چند علاقوں میں دیگر قراءات کی تلاوت کرنے والے موجود ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر ثقاہت کی نسبت سے غامدی صاحب اور 'دوستوں' کا تقابل کیا جائے تو شاید غامدی صاحب ہی اوثق ٹھہریں گے اور غامدی صاحب بہرصورت چند علاقوں کی حد تک مانتے ہیں۔

چنانچہ مختلف قراءات کا مختلف ممالک میں پڑھا جانا اور ان قراءات میں مصاحف کا شائع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی حفاظت سے عاجز آ چکے ہیں اور اگر آپ یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعالیٰ جیسی عظیم ہستی کسی کام سے عاجز آ جائے تو پھر اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے آپ کو راہ فرار نہیں مل سکتی کہ مختلف مصاحف کا مختلف ممالک کی وزارت اوقاف سے جید علماء وقراء کی زیر نگرانی مسلسل شائع ہونا اور عوام الناس کا انہیں قبول کرنا ان کے قرآن ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اس حوالے سے مزید وضاحت کے لئے دیکھیے عرب علماء کے فتاوی جات 'رشد قراءات نمبر' دوم میں جناب قاری مصطفیٰ راسخ کے مضمون ''ائمہ اسلاف اور عرب مفتیان کے فتاوی'' اور شمارہ ہذا میں راقم کے مضمون ''ضمیمہ فتاوی جات عرب علماء'' میں جس سے یہ سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ دنیا ایک ہی قراءت کو قرآن سمجھتی ہے یا دیگر تمام قراءات متواترہ کو بھی قرآن ہی مانتی ہے اور حرمین والے مسئلے کی بھی وضاحت ہو جائے گی کہ اس سلسلے میں اہل حرمین کیا موقف رکھتے ہیں۔ ان فتاوی جات میں سے ایک فتویٰ جو سعودی فتاویٰ کمیٹی **اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء** کی طرف سے دیا گیا ہے ہم نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال سے کچھ واقفیت ہو سکے:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قراءات قرآنیہ کے متعدد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اختلاف ہے اور وہ کافی وشافی معانی تک دلالت نہیں کرتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ﴾ [الإسراء:١٣]

جواب: نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن القرآن نزل من عند الله على سبعة أحرف" [صحيح البخاري:٤٩٩٢، صحيح مسلم:٨١٨]

''بیشک قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات حروف پر نازل ہوا ہے۔''

یعنی آسانی کے لئے عربوں کی سات لغات اور لہجات پر نازل ہوا ہے۔ اور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔

تمام قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ قراءات کا تعدد تحریف وتغییر کا نتیجہ ہے اور نہ ہی ان سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کے معانی کی تصدیق کرتی ہیں۔

بعض قراءات سے متنوع معانی سامنے آتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی مقاصد شریعت اور بندوں کی مصلحتوں میں سے کسی مصلحت کو محقق کرنے والے حکم پر دلالت کرتا ہے۔

ایسی قراءات میں سے ایک، اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ وَكُلَّ اِنْسٰنٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ﴾ [الإسراء:١٣]

اس آیت مبارکہ میں لفظ "يلقاه" میں دو قراءات ہیں۔

① يَلْقٰهُ (بفتح الياء والقاف مخففة) اس قراءت کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کیلئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ آدمی اس صحیفے کے پاس اس حال میں پہنچے گا کہ وہ مفتوح (کھلا ہوا) ہوگا۔ اگر وہ شخص جنتی ہوگا تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور اگر جہنمی ہوگا تو اسے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

② يُلَقّٰهُ (بضم الياء وتشديد القاف) اس قراءات کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روز قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ کتاب انسان کو اس حال میں دی جائے گی کہ وہ مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مذکورہ دونوں قراءات کے معانی معمولی سے فرق سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، کیونکہ کتاب کے پاس جانا یا کتاب کا دیا جانا ایک ہی شے ہے۔اور دونوں صورتوں میں ہی وہ کتاب مفتوح ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللهُ مَرَضاً وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ [البقرة:١٠]

اس آیت مبارکہ میں لفظ یکذبون میں دوقراءاتیں ہیں۔

① يَكْذِبُونَ: (بفتح الياء وسكون الكاف وكسر الذال) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی طرف سے جھوٹی خبریں دیتے ہیں۔

② يُكَذِّبُونَ: (بضم الياء فتح الكاف وتشديد الذال المكسورة) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ رسولوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معنی میں نہ تو تناقض ہے اور نہ ہی تضاد ہے بلکہ دونوں قراءات میں سے ہر ایک نے منافقین کے اوصاف میں سے ایک ایک وصف بیان کیا ہے۔

پہلا وصف: وہ اللہ تعالی ،رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کی اخبار میں جھوٹ بولتے ہیں۔

دوسرا وصف: وہ اللہ تعالی کی طرف سے رسولوں کی دی گئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

اور منافقین کے بارے میں یہ دونوں صفات ہی برحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان دونوں صفات (کذب اور تکذیب) کو ہی اپنے اندر جمع کرلیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعداد قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت کی بناء پر ہے۔تحریف وتغیر کا نتیجہ نہیں ہے۔اور نہ ہی قراءات سے معانی میں التباس ،تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے ، بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کی تصدیق کرتی ہیں۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو	عضو	نائب رئيس اللجنة	الرئيس
عبد الله بن قعود	عبد الله بن غديان	عبد الرزاق عفيفي	عبد العزيز بن باز

[فتویٰ رقم: ١٩٧٧، ٤/٤/١٠]

ثانیاً۔مجمع ملك فهد چار مختلف روایات : روایت دوری ،روایت قالون،روایت ورش اور روایت حفص میں مصاحف شائع کر چکا ہے جبکہ باقی سولہ روایات پر کام جاری ہے۔

ثالثاً۔اہل حرمین کا تو مسلک ہی قرآن وسنت ہے اور انہیں سے قراءات کا ثبوت ملتا ہے۔

رابعاً۔یہ عرب علماء کا صرف موقف ہی نہیں بلکہ عملی صورت یہ ہے کہ حرمین کے امام شیخ عبدالرحمٰن حذیفی حفظہ اللہ (جو مسجد نبوی کے سب سے بڑے امام ہیں) کا روایت قالون (جسے دوست قرآن نہیں مانتے) میں مکمل آڈیو قرآن مجمع ملك فهد شائع کر چکا ہے۔

اب کیا اسے جہالت سمجھا جائے یا تجاہل عارفانہ کہ دوست حرمین کی بات کرتے ہیں لیکن مسئلہ زیر بحث میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفتیانِ حرم کے موقف سے نابلد ہیں؟ بتقاضائے حسن ظن ہم اسے جہالت سے ہی تعبیر کرتے ہیں ورنہ صورت ثانوی صریحاً بد دیانتی کے زمرے میں آتی ہے جس کا ارتکاب ہم ایسی ہستیوں سے بعید از امکان سمجھتے ہیں۔

جب اہل حرمین بھی اس مسئلہ میں یہی موقف رکھتے کہ قراءات متواترہ قرآن ہیں تو کیا ہم گروہ مذکور کے 'اہل علم و دانش' سے امید رکھیں کہ وہ اب مزید دھکا کرنے کی بجائے اپنی رائے پر از سرِ نو غور کریں گے؟

اس مسئلے کو ایک دوسرے زاویے سے یوں سمجھئے کہ روایت حفص، جس کی پاکستان میں تلاوت کی جاتی ہے، کے علاوہ دیگر متواتر روایات کو قرآن کیوں تسلیم نہیں کیا جا سکتا؟ اگر روایت حفص کے علاوہ دیگر روایات کے قرآن نہ ہونے کی وجہ ان روایات میں مصاحف کے قلمی یا مطبوع نسخوں کی سند کا رسول اللہ ﷺ سے عدم اتصال ہے تو روایت حفص کے قلمی یا مطبوع نسخوں کی سند ذرا رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیجیے تاکہ روایت حفص کو امتیازی حیثیت دی جاسکے۔ اگر ایسا ہونا ناممکن ہے اور روایت حفص صرف تعامل اُمت سے ثابت ہوجاتی ہے تو راہنمائی فرمائیے کہ کیا اُمت مسلمہ صرف برصغیر یا ان ممالک کا نام ہے جہاں روایت حفص رائج ہے؟ اور اگر امت مسلمہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا نام ہے تو جیسے روایت حفص بعض خطوں کے تعامل سے ثابت ہوجاتی ہے، اسی طرح دیگر مغربی و افریقی ممالک کے مسلمانوں کے تعامل کو مان کر دیگر روایات کیوں ثابت نہیں ہوتیں؟

بات تو حقیقت پسند ہونے اور دلائل وحقائق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی ہے ورنہ تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم تب تک نہیں مانیں گے جب تک فرشتے آ کر یہ گواہی نہ دیں کہ قراءات متنوع واقعی قرآن ہیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ ایسا معجزہ تو اپنی رسالت منوانے کے لئے آپ ﷺ بھی دکھانے سے عاجز و قاصر رہے تھے جب کفار نے یہ مطالبہ کیا کہ ﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوعًا ☆ اَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيرًا ☆ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيلًا﴾

''اور کہنے لگے ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دیں۔ یا آپ کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو تو آپ اس میں جا بجا نہریں بہا دیں۔ یا آپ آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دیں جیسے آپ کا دعویٰ ہے یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں'' [الاسراء:۹۰تا۹۲]

تو ایسی صورت میں ہم بھی معذور ہیں کہ دلیل و براہان سے سمجھانے کی کوشش کریں اور ویسے بھی اس موضوع پر اتنی ضخیم اور دلائل و براہین سے مزین دو اشاعتوں کے باوجود اگر کوئی میں نہ مانوں کی ضد پر قائم رہے تو پھر ہم دل سے سمجھتے ہیں کہ اس سے بڑا 'محقق' کوئی نہیں ہے۔ ایسی صورت کا سامنا ہمیں حالیہ دنوں میں اس وقت کرنا پڑا جب آزاد کشمیر سے ایسے ہی ایک 'محقق' سید سلیم شاہ صاحب سابق عمید کلیة الدعوة آزاد کشمیر کی 'علمی' تحریر ہمارے سامنے آئی۔ موصوف نے بھر پور محنت سے رشد حصہ اوّل کو حرف بحرف پڑھا اور قارئین کو یہ نتائج دیئے کہ مذکورہ شمارہ تضادات کا مجموعہ ہے۔ نام کے ساتھ لگے لاحقے، سابقے یہ تاثر دے رہے تھے کہ موصوف علمی دنیا کے بحر بیکراں ہوں گے، لیکن اندازِ تحقیق اور اسلوب تحریر کی چالاکیوں سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جناب کے اپنے سابقے، لاحقے بھی ہاتھ باندھے یوں عرض کناں ہیں کہ حضرت! اگر معیار تحقیق یہی ہے تو خواہ مخواہ ہماری حرمت پامال کرنے کی کیا ضرورت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھی؟ یہ کام تو صرف سلیم لکھنے سے بھی چل سکتا تھا۔حالانکہ یہ محقق بدقسمتی سے جنہیں رُشد کے تضادات بتلا رہے ہیں وہ اصلاً جناب کے ذہنی انتشار،متعصب نگاہ اورعلم قراءات سے لاعلمی کے دلائل اورنتائج ہیں۔ ہمارا یہ سوئے ظن بے سبب نہیں ہے۔ہم ایسا ہرگز نہ سوچتے اگر جناب نے اس شمارے میں موجود قراءات متنوعہ پر اجماع امت کے دلائل، چاروں مکاتب فکر کے نمائندہ علماء کے فتاویٰ جات اور ثبوت قراءات پر بیسیوں صحیح احادیث پر ذرا سی بھی نظر دوڑائی ہوتی۔کیا ایک حقیقی محقق کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اساسی دلائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے نتائج تحقیق عوام الناس کے سامنے لائے؟ اگر یہی حقیقی معیارِتحقیق ہے تو پھر تعصب کس جانور کا نام ہے جس کو لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اہل علم کے ہاں جسے گالی کا درجہ حاصل ہے؟

ہمارا سیدزادے کے لیے مشورہ ہے کہ آپ نے جس انداز سے رُشد کا مطالعہ کیا ہے اگر اس سے سو درجہ عامیانہ انداز میں مسٹر پرویز کے لٹریچر کو ملاحظہ فرمالیں تو جناب کو اس سے بھی اچھے نتائج مل سکتے ہیں۔ہم امید کریں گے کہ آنجناب ایک غیر جانبدار محقق ہونے کے ناطے ہمارا مشورہ ماننے میں تامل نہیں کریں گے اور اگر نتائج حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش آئے تو جناب ڈاکٹر محمد دین قاسمی کی کتاب ''جناب غلام احمد پرویز اپنے الفاظ کے آئینے میں '' سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ہمیں آنجناب کے تحقیقی نتائج کا انتظار رہے گا۔

ہمارے خیال میں جناب اس اسلوب تحقیق کی طرف خود مائل نہیں ہوئے بلکہ اس کا سبب ماہنامہ رشد کے قراءات نمبرز میں موجود تمام مضامین کا علمی معیار اور اور دلائل سے مزین ہونا تھا۔جب جناب محقق خود کوئی علمی رائے پیش کرنے سے قاصر رہے تو رشد کے تضادات ڈھونڈنے بیٹھ گئے اور ہمیں فاضل محقق جیسے عقابی نگاہ رکھنے والے ناقدین کے بارے میں علم تھا کہ وہ موجود ہیں۔لیکن تحقیق کے میدان میں ان کی فضیلت کا علم اب ہوا کہ یہ کسی بھی عبارت کا مفہوم اپنے موقف اور مخصوص مقاصد کے مطابق بدلنے میں یکتائے روزگار ہیں،اصل مدعا سے توجہ ہٹانے میں قدرت کاملہ رکھتے ہیں،ان کے عزم و ہمت کی یہ شان ہے کہ جب وہ نقد کی ٹھان لیں تو اپنی علمی کم مائیگی کو بھی آڑ نہیں بننے دیتے،یہ پہلے خود پروپیگنڈے کا طوفان بپا کرتے ہیں پھر انتہائی معصومیت اور حکمت و دانائی سے اس طوفان میں گری اسلام کی ناؤ کو باہر نکال کر شجاعت کی داستانیں رقم کرتے ہوئے دادِ تحسین وصول کرتے ہیں۔

بہرصورت یہ تو علمی اسلوب کی بات تھی ہمارے سامنے تو ایسے ناقدین کی تحریریں بھی آئیں جو اس قدر بوکھلائے ہیں کہ حواس باختہ ہو کر آئمہ حدیث پر دشنام درازی شروع کر دی اور یہ بدقسمتی سے تمام تمام کے پرویزی ہیں ہم ان میں سے ایک کو بطور مثال قارئین کے سامنے رکھتے ہیں:

سندھ سے ایک مجہول پرویزی شخص نے 'قرآن مظلوم کی فریاد' کے نام سے 'رُشد قراءات نمبر' پر ایک تنقیدی کتابچہ لکھا ہے۔اس شخص کا علمی محاکمہ کرنے کی بجائے ہم صرف اس کی تحریر کے چند نمونے پیش کریں گے جس سے اس کی خباثت اُبھر کر سامنے آجائے گی اور قارئین محسوس کریں گے کہ واقعی یہ شخص اس قرآنی آیت ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾[الفرقان:٦٣] ''اور جب ان سے جاہل مخاطب ہوتے ہیں (جواباً) ان کو سلام کہتے ہیں۔'' کا مصداق ہونے کے ناطے اس قابل نہیں کہ اس کی تحریر کا علمی جواب دے کر وقت ضائع کیا جا سکے۔ پھر بھی اگر موصوف یا اس کے نظریاتی بھائی اِصرار کریں کہ نہیں جناب تحریر بڑی مدلل ہے،تو چونکہ موصوف نے اِنکارِ

قراءات کی بنیاد اِنکارِ حدیث کو بنایا ہے اس لئے ماہنامہ 'محدث' کا فتنہ اِنکارِ حدیث نمبر شافی ہوگا۔

چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

حدیث سبعہ اَحرف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''سو ایسی حدیثیں اِمام زہری اور امام بخاری کے جھوٹ نہ ہوں گی تو اور کیا ہوں گی۔''

[قرآن مظلوم کی فریاد: ص۴۴]

قرآن کریم میں بیان کی گئی اَمثلہ کے کافی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے، کہتا ہے:

''اب کسی کو اس قرآن سے باہر بخاری، مسلم، ترمذی یا اور کسی خرافاتی روایات والے اَسکول کی طرف قرآن فہمی کے لئے جانا نہیں ہوگا۔'' [حوالہ مذکور: ص۳۸]

قرآن کریم پر اَحادیث سے اِضافہ کے ضمن میں لکھتا ہے:

لیکن دیوبند کے فاضل مولانا قاری اَعظمی صاحب صرف اس پر خوش ہوگئے کہ من أم کے اضافہ سے (مشہور دشمن قرآن) امام شافعی جو علم حدیث کیلئے وحی غیر متلو کی اصطلاح ایجاد کرنے والا ہے، اس کا موقف فقہی سچا ہوگیا [ص: ۲۵]

قران کریم اور علم حدیث کا ٹکراؤ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''میں یہاں قارئین کے لئے قرآن اور مروّجہ علم حدیث کے اَندر نظریاتی ٹکراؤ کی مثال بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ قرآن میں رب پاک نے فتنہ کے لئے فرمایا کہ ان فتنہ باز کفار کو اتنے تک قتل کرو: ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [البقرۃ:۱۹۳] اتنے تک قتل جو فتنہ کی جڑ اکھڑ جائے۔ پھر حدیث کی کتاب بخاری میں کتاب الایمان میں ایک باب ہے: 'من الدین الفرار من الفتنة' یعنی فتنوں سے بھاگ کر کہیں دور نکل جانا یہ دین میں سے ہے۔ اسی باب میں جو حدیث لائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ: قال رسول الله ﷺ «يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ» [صحيح البخاري: ۱۸ سنن ابن ماجه: ۳۹۷۰] یعنی ''ایسا وقت قریب ہے جو مسلم آدمی کا اچھا مال بکریاں ہوں جنہیں وہ فتنہ کے دنوں میں جبل کی چوٹیوں یا بارش کے چراگاہوں میں لے کر جا کر رہائش اِختیار کرے فتنوں سے بچنے کے لئے۔''

دیکھا جناب قارئین کرام! قرآن نے تو حکم دیا کہ فتنہ کے زمانے میں فتنہ باز لوگوں کو اتنے تک قتل کرو جو ان کی فتنہ انگیزی ختم ہو جائے اور علم حدیث کہتا ہے کہ فتنہ کے دنوں میں بکریاں لے کر پہاڑوں اور چراگاہوں میں چلے جاؤ (تو پیچھے تمہارے مُلک اور شہروں پر حدیث ساز امام بخاری کے رشتہ دار منگول اور تاتاری قابض ہوجائیں جو ہوکر بھی رہے۔) [حوالہ مذکور: ص۱۳]

یہ شخص اس کتابچے میں ایک بحث کا عنوان یوں دیتا ہے:

''امام مسلم و امام بخاری کی جناب رسول اللہ ﷺ کو گالیں'' [کیا علم حدیث قرآن کی تفسیر کرسکتا ہے: ص۱۳۷]

آئمہ حدیث پر تبرا بھیج کر آسمان پر تھوکنے کی کوشش کرنے والا لعنتی کردار یہ شخص وہ ہے جس نے 'رُشد' قراءات نمبر پر نقد کیا ہے۔

یہ تو ہمیں اندازہ تھا کہ دلائل و براہین سے تہی دامن ان منکرین حدیث سے کوئی بات بن نہ پائے گی لیکن بخدا ہمیں اس بات کا خیال تک نہ تھا کہ یہ لوگ اس اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس گروہ ملعونہ کی اصلیت طشت ازبام نہ کرنا ہوتی تو ہم کبھی بھی ان عظیم ہستیوں کے بارے میں استعمال کی گئی بازاری زبان کو رشد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صفحات پر نہ لاتے۔ بلکہ اسے دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ھٰذا بھتان عظیم۔

ہمیں اندازہ ہے کہ منکرین اس چھچھورے پن کا شکار صرف اسلئے ہوئے کہ محدثین کی کوششوں سے حدیث کا ذخیرہ امت میں محفوظ حالت میں پہنچا ہے اور یہ احادیث اس گروہ کی قرآنی چکر بازیوں کے سامنے مضبوط چٹان ہیں۔ اس لیے ہر وہ کاوش جو احادیث کی حجیت پر منتج ہو ان کی بوکھلاہٹ میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ حالانکہ جب رشد قراءات نمبرز کی اشاعت ہوئی تو منکرین کے ایک ماہنامے نے اپنے ہمنواؤں کو خصوصی طور پر تلقین کی تھی کہ ''یہ جذبات سے زیادہ علمی نوعیت کا کام ہے اہل علم و دانش سے اپیل ہے کہ فکری کاوشوں سے اپنا حصہ ڈالیں اور قرآن کے خلاف اس عالمی و گھناؤنی سازش کو ناکام بنادیں''۔ [ماہنامہ بلاغ القرآن، نومبر ۲۰۱۰ء، ص۱۳]

لیکن 'اہل علم' نے علم وفکر کے نام پر جس علمی وفکری افلاس کا ثبوت دیا ہے اس کے جگرپاش مناظر قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہمارا یقین محکم ہے کہ ایسی شرانگیز حرکتیں کسی سنجیدہ علمی کام میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے ابھی ان خصوصی اِشاعتوں کے دو حصے منظر عام پر آئے تھے کہ عوام الناس، طلباء اور اہل علم نے ہماری توقعات سے بڑھ کر اس میں دلچسپی لی۔ مختلف مدارس نے دونوں حصے امتحانات کے بعد طلباء کو بطور اِنعام دیئے۔ لوگوں نے باہمی تحائف دینے کے لئے ان کا انتخاب کیا۔ مختلف مدارس، کالجز اور یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کے لئے خصوصی طور پر ان کی فرمائش کی گئی۔ اور یہ سلسلہ ملک و بیرون ملک ابھی تک جاری ہے۔

اسی طرح اہل علم نے بھی علم قراءات کو دلچسپی کا موضوع بناتے ہوئے اس پر قلم اُٹھایا جو اس اِشاعت کے خصوصی مقاصد میں شامل تھا، یہی وجہ ہے کہ تیسرے حصے کے لئے ہمارے پاس مختلف اہل علم کے سو کے قریب مضامین جمع ہوئے جن میں سے، بڑھتی ہوئی ضخامت کے پیش نظر ہم تقریباً ۶۵ مضامین اس حصے میں شامل کیے ہیں جبکہ دیگر مضامین اِدارہ کی ویب سائٹ www.kitabosunnat.com پر آن لائن کردیئے جائیں گے۔

منکرین حدیث اور منکرین قرآن پر یہ واضح رہنا چاہیے کہ ماہنامہ رشد کے اہداف ومقاصد میں یہ بات شامل ہے کہ قراءات قرآنیہ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین وسنن کی حجیت کو ثابت کرنا تاکہ فتنہ انکار قراءات متواترہ اور فتنہ استخفاف وانکار حدیث کی بیخ کنی کی جاسکے۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول تک ماہنامہ رشد علمی وفکری میدان میں اپنا کردار ادا کرتا رہے گا جسے کسی فتنہ باز کا فتنہ، کسی شرپسند کا پراپیگنڈہ، کسی جاہل کی دشنام طرازی اور کسی نام نہاد 'مفتی' کا فتوی روک نہیں پائے گا۔ ہم اہل علم ودانش اور مفتیان عزام کو اپنی مشن کا ساتھی سمجھتے ہیں اور ان کا دل سے احترام کرتے ہیں لیکن ایسے کسی بھی نام نہاد مفتی کے احترام سے معذور ہیں جسے احادیثِ نبوی کا احترام نہ ہو، ہماری محبت بھی اللہ کے لیے ہے اور بغض بھی اللہ کے لیے۔ بخدا جب ہم نے کراچی سے مفتی محمد طاہر مکی کے فتویٰ کے مندرجات پر نظر ڈالی تو مفتی صاحب کے 'رسوخ علمی' نے ہمیں حیران کر دیا (مفتی صاحب کی بنیادی علمی غلطیوں کو جاننے کے لیے دیکھئے فہد اللہ مراد کا مضمون 'جمع کتابی کے متعلق توضیحات') اور ذاکر حسین کے سوال اور مفتی صاحب کے جواب نے ہمارا ذہن بچوں کے اس کھیل کی طرف موڑ دیا جس میں بچے یہ کہہ کر کھیلنا شروع کرتے ہیں کہ تم بادشاہ اور میں وزیر۔ ہم شعوری طور پر مفتی صاحب کو بادشاہ ہی سمجھتے ہیں، اب فتویٰ فتویٰ کھیلنے کی اس طفلانہ روش کے بعد اگر موصوف یہ سمجھ بیٹھیں کہ انہوں نے علم وتحقیق کے میدان میں نمایاں کارنامہ سرانجام دیا ہے تو یہ جناب کا خود کے بارے میں اپنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ تو ہو سکتا ہے کسی اہل علم کا نہیں۔

ہماری آج بھی دعوت عام ہے کہ رُشد حصہ سوم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اگر ایسے دلائل وبراہین کے میدان میں مجلّہ ہذا کے مضامین پر علمی رائے کا اظہار فرمایئے، ہمیں خوشی ہوگی۔

ہم اُمید رکھتے ہیں کہ اہل علم ودانش اب کی بار علم ودانش کو بروئے کار لاتے ہوئے دشنام طرازی اور جذباتیت کی فضا پیدا کرنے کی بجائے مجلّہ ہذا پر علمی رائے کا اظہار فرمائیں گے۔ہمیں انتظار رہے گا۔

حافظ نعیم الرحمٰن ناصف

[فاضل کلیۃ الشریعۃ، رُکن مجلس التحقیق الاسلامی]

انتساب رُشد قراءات نمبر

شیخ القراء محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ ادارۂ رُشد کے تمام ذمہ داران اور ارکان (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی، حافظ انس نضر، ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، حافظ نعیم الرحمٰن ناصف، حافظ محمد مصطفیٰ راسخ، حافظ فہد اللہ مراد، حافظ محمد زبیر تیمی، قاری اختر علی اَرشد، کلیم اللہ حیدر اور حافظ محمد عمر فاروقی وغیرہم) کے محترم اُستاد ہیں۔رُشد قراءات نمبر کی فکر بھی حضرت قاری صاحب ﷾ کی تحریک پر ہی پیدا ہوئی۔ادارہ تمام قراءات نمبروں کا انتساب شیخ القراء محترم قاری محمد ابراہیم میر محمدی کی طرف کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کارِ عظیم کو قاری صاحب کیلئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین [ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

السنہ والحدیث

حافظ محمد عمر فاروقی ☆

اَحادیث مبارکہ میں 'روایتِ حفص' کے علاوہ دیگر متواتر رِوایات

زیر نظر موضوع کے حوالے سے اس سے قبل 'رُشد' قراءات نمبر اول ودوم' میں دو تحریریں شائع کی جا چکی ہیں جو بعض عربی مضامین کی تحریروں کے ترجمہ وانتخاب پر مشتمل تھیں، چند ماہ قبل اس موضوع پر تشنہ پہلوؤں کو مکمل کرنے کے لیے ادارہ نے مزید کام کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ کتب تسعہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مسند اَحمد اور مسند دارمی) اور دیگر احادیث وآثار کی معروف کتابوں کو سامنے رکھ کر اس موضوع پر موجود احادیث کی فہرستوں کو مکمل کیا گیا ہے۔ مزید غرض اس مضمون سے یہ بھی ہے کہ مستشرقین اوران کے خوشہ چین منکرین قراءات کا یہ نظریہ کہ 'اختلافاتِ قراءات سے قرآن کریم میں ٹکراؤ اور تضاد پیدا ہوتا ہے' صرف تلبیس ابلیس ہے۔ فہرست میں قراءات کے سرسری جائزہ سے ہی مستشرقین کے اس دعویٰ کا بطلان واضح ہو جاتا ہے۔

قارئین زیر نظر مضمون میں چند اُمور بطور خاص ملحوظ رکھیں۔ ① قراءات کی اس فہرست میں ہم نے مطبع خانوں کے وجود میں آنے سے پہلے کی اصل کتب کو سامنے رکھ کر یہ فہرستیں تیار کی ہیں، ورنہ عصر حاضر میں بعض کتب خانے چونکہ خوبصورتی کے پیش نظر قرآنی آیات کو ٹائپ کرنے کی بجائے مجمع ملک فہد کے روایتِ حفص میں طبع شدہ 'مصحف مدینہ' کی آیات کو مختلف پروگراموں کی مدد سے Paste کر لیتے ہیں، چنانچہ کئی مقامات پر جہاں قرآنی نص دیگر متواتر قراءات میں موجود تھی وہاں ان کتب خانوں نے سہواً روایتِ حفص کی کتابت کو اختیار کرلیا ہے، جو کہ علم وتحقیق کے ضابطوں کے صریح منافی ہے۔ ② حدیث کی تعریف میں چونکہ صحابہ کرام ﷺ کے اقوال (حدیث موقوف) بھی شامل ہیں خصوصاً جب ان میں عقل کا دخل نہ ہو تو انہیں مرفوع شمار کیا جاتا ہے، چنانچہ قراءات کی ان فہرستوں میں صحابہ کرام کی قراءات بھی مدنظر رکھی گئی ہیں۔ ③ مذکورہ کتب کے حوالے سے ہم نے صرف متواتر قراءات کو ہی سامنے رکھا ہے اور اگر ان فہرستوں میں شاذ قراءات بھی شامل کر لی جائیں تو قراءات کا یہ مجموعہ کئی گناہ بڑھایا جاسکتا ہے۔ [ادارہ]

[redacted]

١	البخاري	العلم	باب	الكهف: ٦٦	تُعَلِّمَنِيْ	نافع، ابوعمرو، ابوجعفر (وصلاً) ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	تُعَلِّمَنِ
٢	البخاري	العلم	٧٤	الكهف:٦٣	أَنْسٰنِيْهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسٰنِيْهُ

☆ فاضل کلیۃ القران، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٣	البخاري	العلم	٧٤	الكهف:٦٤	نَبْغِيْ	مدنیان، ابوعمرو، کسائی وصلاً، ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
٤	البخاري	العلم	٧٨	الكهف:٦٣	أَنْسٰنِيْهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسٰنِيْهُ
٥	البخاري	العلم	٧٨	الكهف:٦٤	نَبْغِيْ	مدنیان، ابوعمرو، کسائی وصلاً، ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
٦	البخاري	العلم	١٢٢	الكهف:٦٣	أَنْسٰنِيْهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسٰنِيْهُ
٧	البخاري	العلم	١٢٢	الكهف:٦٤	نَبْغِيْ	مدنیان، ابوعمرو، کسائی وصلاً، ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
٨	البخاري	العلم	١٢٢	الكهف:٦٦	تُعَلِّمَنِيْ	نافع، ابوعمرو، ابوجعفر (وصلاً) اور ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	تُعَلِّمَنِ
٩	البخاري	العلم	١٢٢	الكهف:٦٦	رَشَدًا	ابوعمرو، یعقوب	رُشْدًا
١٠	البخاري	الصلاة	٤٠٢	التحريم:٥	يُبَدِّلَهُ	نافع، ابوجعفر، ابوعمرو	يُبْدِلَهُ
١١	البخاري	مواقيت الصلاة	٥٣٩	النحل:٤٨	تَتَفَيَّؤُا	ابوعمرو وبصری، یعقوب	يَتَفَيَّؤُا
١٢	البخاري	الأذان	باب	المائدة:٥٨	هُزُوًا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	هُزُؤًا
١٣	البخاري	الجمعة	١١٠١	الأحزاب: ٦١	إِسْوَةٌ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	أُسْوَةٌ
١٤	البخاري	الجمعة	باب	المزمل:٦	وِطَآءً	ابوعمرو وبصری، ابن عامر	وَطْئًا
١٥	البخاري	الجنائز	باب	المزمل:٦	وِطَآءً	ابوعمرو وبصری، ابن عامر	وَطْئًا
١٦	البخاري	الزكاة	باب	المعارج: ٤٣	نَصْبٍ	مدنیان، ابن کثیر، بصریان، حمزہ، شعبہ، کسائی، خلف	نُصُبٍ
١٧	البخاري	الزكاة	١٤٠٣	آل عمران: ١٨٠	يَحْسِبَنَّ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، یعقوب	يَحْسَبَنَّ
١٨	البخاري	الزكاة	باب	البقرة:٢٥٤	بَيْعَ	ابن کثیر، ابوعمرو	بَيْعٌ
١٩	البخاري	الزكاة	باب	البقرة:٢٥٤	خُلَّةَ	ابن کثیر، ابوعمرو	خُلَّةٌ
٢٠	البخاري	الحج	١٦٢٤	الأحزاب: ٢١	إِسْوَةٌ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	أُسْوَةٌ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٢١	البخاري	الحج	١٦٣٩	الأحزاب: ٢١	إِسْوَةٌ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	أُسْوَةٌ
٢٢	البخاري	الحج	١٦٤٠	الأحزاب: ٢١	إِسْوَةٌ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	أُسْوَةٌ
٢٣	البخاري	الحج	١٦٤٧	الأحزاب: ٢١	إِسْوَةٌ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	أُسْوَةٌ
٢٤	البخاري	الحج	باب	المائدة:٩٥	فَجَزَاءُ مِثْلِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر	فَجَزَاءٌ مِّثْلُ
٢٥	البخاري	الصوم	١٩٤٩	البقرة:١٨٤	مَسٰكِيْنَ	ہشام	مِسْكِيْنٍ
٢٦	البخاري	البيوع	٢١٣٢	التوبة:١٠٦	مُرْجَـوْنَ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ، یعقوب	مُرْجَوْنَ
٢٧	البخاري	الحوالات	باب	النساء:٣٣	عَقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٢٨	البخاري	الحوالات	٢٢٩٢	النساء:٣٣	عَقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٢٩	البخاري	تفسير القرآن	باب	ق:١٤	لَيْكَةَ	نافع	الْأَيْكَةِ
٣٠	البخاري	تفسير القرآن	باب	الشعراء:١٤٩	فَرِهِيْنَ	نافع	فَرِهِيْنَ
٣١	البخاري	تفسير القرآن	باب	الفجر:١٨	تَحُضُّوْنَ	نافع	تَحَآضُّوْنَ
٣٢	البخاري	تفسير القرآن		النجم:١٢	أَفَتَمْرُوْنَهُ	حمزه	أَفَتُمٰرُوْنَهُ
٣٣	البخاري	الحوالات	٢٢٩٢	النساء:٣٣	عَقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٣٤	البخاري	في الاستقراض	باب	هود:٨٧	أَصَلَوٰتُكَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	أَصَلٰوتُكَ
٣٥	البخاري	المظالم والغصب	باب	إبراهيم:٤٧	تَحْسِبَنَّ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، یعقوب	تَحْسَبَنَّ
٣٦	البخاري	الشهادات	باب	البقرة:٢٨٢	فَتُذْكِرَ	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب	فَتُذَكِّرَ
٣٨	البخاري	الصلح	باب	النساء:١٦٨	يَصَّلَحَا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	يُصْلِحَا
٣٩	البخاري	الوصايا	باب	المائدة: ١٠٧	اسْتُحِقَّ	حفص کے علاوہ تمام قراء	اسْتَحَقَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٤٠	البخاري	الجهاد والسير	باب	الأنفال:٦٧	تَكُوْنَ	ابوعمرو، ابوجعفر، یعقوب	یکُوْنَ
٤١	البخاري	بدء الخلق	باب	الفرقان:٤٨	نُشُرًا	نافع، ابوجعفر، ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب	بُشْرًا
٤٢	البخاري	بدء الخلق	باب	الفرقان:٤٨	نُشْرًا	ابن عامر شامی	بُشْرًا
٤٣	البخاري	بدء الخلق	٣٢٧٨	الكهف:٦٣	أَنْسٰنِيْهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسٰنِيْهُ
٤٤	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	هود:٢٧	بَادِئَ الرَّأْيِ	ابوعمرو	بَادِيَ الرَّأْيِ
٤٥	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	الصافات: ١٢٦	اللهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ	(ورش) نافع مدنی، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری	اللهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ
٤٦	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	الصافات: ١٣٠	ءَالِ يَاسِيْنَ	ورش) نافع، شامی، یعقوب	إِلْ يَاسِيْنَ
٤٧	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	الكهف:٨٥	فَاتَّبَعَ	(ورش) نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	فَأَتْبَعَ
٤٨	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	الكهف:٩٦	ائْتُوْنِي	شعبه عن عاصم	ءَاتُوْنِي
٤٩	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	الكهف:٩٣	السُّدَّيْنِ	نافع، ابن عامر، حمزہ، کسائی	السَّدَّيْنِ
٥٠	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	الكهف:٩٨	دَكًّا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	دَكَّاءَ
٥١	البخاري	أحاديث الأنبياء	٣٣٨٩	يوسف: ١١٠	كُذِبُوْا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	كُذِّبُوْا
٥٢	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	مريم:٥١	مُخْلِصًا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	مُخْلَصًا
٥٣	البخاري	أحاديث الأنبياء	٣٤٠٠	الكهف:٦٣	أَنْسٰنِيْهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسٰنِيْهُ
٥٤	البخاري	أحاديث الأنبياء	٣٤٠١	الكهف:٦٣	أَنْسٰنِيْهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسٰنِيْهُ
٥٥	البخاري	أحاديث الأنبياء	٣٤٠١	الكهف:٦٤	نَبْغِيْ	مدنیان، ابوعمرو، کسائی وصلاً، ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
٥٦	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	الأعراف: ١٣٨	يَعْكِفُوْنَ	حمزہ، کسائی، خلف	يَعْكُفُوْنَ
٥٧	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	المرسلات:٣٣	جِمٰلٰتٌ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو،	جِمٰلَتٌ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٥٨	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	ص:٢٣	وَلِي	حفص کے علاوہ تمام قراء	وَلِيَ
٥٩	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	آل عمران: ٣٧	وَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب، ابوجعفر	وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا
٦٠	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	مريم:٢	زَكَرِيَّاءَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ، ابوجعفر، یعقوب	زَكَرِيَّا
٦١	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	مريم:٨	عُتِيًّا	مدنیان، ابن کثیر، بصریان، ابن عامر، شعبہ، خلف	عِتِيًّا
٦٢	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	آل عمران: ٣٧	كَفَلَهَا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب، ابوجعفر	كَفَّلَهَا
٦٣	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	آل عمران: ٤٥	يَبْشُرُكِ	حمزہ، کسائی	يُبَشِّرُكَ
٦٤	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	مريم:٢٥	تَسَّقَطْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، کسائی، شعبہ، خلف	تُسْقِطْ
٦٥	البخاري	أحاديث الأنبياء	باب	مريم:٢٣	نِسْيًا	مدنیان، ابن کثیر، بصریان، ابن عامر، کسائی، خلف	نَسْيًا
٦٦	البخاري	المناقب	باب	النساء:١	تَسَّاءَلُوْنَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب، خلف	تَسَآءَلُوْنَ
٦٧	البخاري	المغازی	باب	آل عمران: ١٢٩	تَحْسِبَنَّ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، خلف	تَحْسَبَنَّ
٦٨	البخاري	تفسير القرآن	٤٤٨٣	التحريم:٥	يُبَدِّلَهُ	نافع، ابوعمرو، ابوجعفر	يُبْدِلَهُ
٦٩	البخاري	تفسير القرآن	باب	البقرة:١٤٤	تَعْمَلُوْنَ	ابن عامر، حمزہ، کسائی، خلف، ابوجعفر، روح	يَعْمَلُوْنَ
٧٠	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٠٦	البقرة:١٨٤	مَسٰكِيْنَ	ہشام	مِسْكِيْنٍ
٧١	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٢٥	يوسف: ١١٠	كُذِّبُوْا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب،	كُذِبُوْا
٧٢	البخاري	تفسير القرآن	باب	البقرة:٢٥٩	نُنْشِرُهَا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابوجعفر، یعقوب	نُنْشِزُهَا
٧٣	البخاري	تفسير القرآن	باب	آل عمران: ١٨٠	يَحْسِبَنَّ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی	يَحْسَبَنَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٧٤	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٦٥	آل عمران: ١٨٠	يَحْسِبَنَّ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی	يَحْسَبَنَّ
٧٥	البخاري	تفسير القرآن	باب	آل عمران: ١٨٨	يَحْسِبَنَّ	ہشام	تَحْسَبَنَّ
٧٦	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٦٧	آل عمران: ١٨٨	يَحْسِبَنَّ	ہشام	تَحْسَبَنَّ
٧٧	البخاري	تفسير القرآن	باب	النساء: ٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٧٨	البخاري	تفسير القرآن	باب	النساء: ٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٧٩	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٨٠	النساء: ٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٨٠	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٨٠	النساء: ٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٨١	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٩٢	النساء: ٩٥	غَيْرَ	نافع، ابن عامر، کسائی، خلف،	غَيْرُ
٨٢	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٩٣	النساء: ٩٥	غَيْرَ	نافع، ابن عامر، کسائی، خلف،	غَيْرُ
٨٣	البخاري	تفسير القرآن	٤٥٩٤	النساء: ٩٥	غَيْرَ	نافع، ابن عامر، کسائی، خلف،	غَيْرُ
٨٤	البخاري	تفسير القرآن	باب	النساء: ١٤٥	الدَّرَكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	الدَّرْكِ
٨٥	البخاري	تفسير القرآن	٤٦٠٢	النساء: ١٤٥	الدَّرَكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	الدَّرْكِ
٨٦	البخاري	تفسير القرآن	باب	المائدة: ٦	لَمَسْتُمُ	حمزہ، کسائی، خلف	لَمَسْتُمُ
٨٧	البخاري	تفسير القرآن	٤٦٢٧	لقمان: ٣٤	وَيُنْزِلُ	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب، حمزہ، کسائی، خلف	وَيُنَزِّلُ
٨٨	البخاري	تفسير القرآن	باب	الأعراف: ٥٧	نُشُرًا	مدنیان، ابن کثیر، بصریان	بُشْرًا
٨٩	البخاري	تفسير القرآن	باب	الأعراف: ٢٠١	طَيْفٌ	مکی، ابوعمرو، یعقوب، کسائی	طَٓئِفٌ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٩٠	البخاري	تفسير القرآن	باب	الأعراف: ١١٧	تَلَقَّفُ	حفص کے علاوہ تمام قراء	تَلْقَفُ
٩١	البخاري	تفسير القرآن	٤٦٤٥	الأنفال:٩	مُرْدَفِيْنَ	نافع، ابوجعفر، یعقوب	مُرْدِفِيْنَ
٩٢	البخاري	تفسير القرآن	باب	الشورى: ٢٨	يُنْزِلُ	مکی، ابوعمرو، یعقوب	يُنَزِّلُ
٩٣	البخاري	تفسير القرآن	باب	الأنفال:٦٦	ضُعْفًا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، یعقوب	ضَعْفًا
٩٤	البخاري	تفسير القرآن	٤٦٥٣	الأنفال:٦٦	ضُعْفًا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، یعقوب	ضَعْفًا
٩٥	البخاري	تفسير القرآن	باب	التوبة:١٠٦	مُرْجَـُٔوْنَ	ابن کثیر، بصریان، ابن عامر، شعبہ	مُرْجَوْنَ
٩٦	البخاري	تفسير القرآن	باب	التوبة:٣٠	يُضٰهُوْنَ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	يُضٰهِـُٔوْنَ
٩٧	البخاري	تفسير القرآن	باب	التوبة:١١٧	تَزِيْغُ	حفص وحمزہ کے علاوہ باقی قراء	يَزِيْغُ
٩٨	البخاري	تفسير القرآن	باب	هود:٢٧	بَادِئَ الرَّأْيِ	ابوعمرو	بَادِيَ الرَّأْيِ
٩٩	البخاري	تفسير القرآن	باب	هود:٤١	مُجْرٰهَا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ، ابوجعفر، یعقوب	مَجْرٖهَا
١٠٠	البخاري	تفسير القرآن	٤٦٩٢	الصافات: ١٢	عَجِبْتُ	حمزہ، کسائی، خلف	عَجِبْتَ
١٠١	البخاري	تفسير القرآن	باب	يوسف:٥١	حٰشْ	ابوعمرو	حٰشَ
١٠٢	البخاري	تفسير القرآن	باب	إبراهيم: ٣١	وَلَا خِلٰلَ	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب	وَلَا خِلٰلٌ
١٠٣	البخاري	تفسير القرآن	باب	إبراهيم:٢٥	أُكْلَهَا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	أُكُلَهَا
١٠٤	البخاري	تفسير القرآن	باب	النحل:٤٨	تَتَفَيَّؤُا	ابوعمرو، یعقوب	يَتَفَيَّؤُا
١٠٥	البخاري	تفسير القرآن	باب	الكهف:٣٤	ثُمُرٌ	نافع، ابن کثیر، ابن عامر، کسائی، حمزہ	ثَمَرٌ
١٠٦	البخاري	تفسير القرآن	باب	الكهف:٣٣	أُكْلَهَا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	أُكُلَهَا
١٠٧	البخاري	تفسير القرآن	باب	الكهف:٣٨	لٰكِنَّا	ابن عامر، ابوجعفر، رویس (الف کے اثبات کے ساتھ)	لٰكِنَّا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٠٨ البخاري	تفسير القرآن	باب	الكهف:٤٤	الْوِلَايَةُ	حمزہ، کسائی، خلف	الوَلَـٰيَةُ
١٠٩ البخاري	تفسير القرآن	باب	الكهف:٤٤	عُقْبًا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عُقُبًا
١١٠ البخاري	تفسير القرآن	باب	الكهف:٥٥	قِبَلًا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب	قُبُلًا
١١١ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٥	الكهف:٦٣	أَنْسَانِيهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسَانِيهُ
١١٢ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٥	الكهف:٦٤	نَبْغِيْ	مدنیان، ابوعمرو، کسائی وصلاً، ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
١١٣ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٥	الكهف:٦٧	مَعِي	حفص کے علاوہ تمام قراء	مَعِيَ
١١٤ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٥	الكهف:٦٧	مَعِي	حفص کے علاوہ تمام قراء	مَعِيَ
١١٥ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٥	الكهف:٧٤	زَاكِيَةً	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، رویس	زَكِيَّةً
١١٦ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٥	الكهف:٦٧	مَعِي	حفص کے علاوہ تمام قراء	مَعِيَ
١١٧ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٦	الكهف:٦٧	مَعِي	حفص کے علاوہ تمام قراء	مَعِيَ
١١٨ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٦	الكهف:٨١	يُبَدِّلَهُمَا	نافع، ابوجعفر، ابوعمرو	يُبْدِلَهُمَا
١١٩ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٦	الكهف:٧٤	زَاكِيَةً	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، رویس	زَكِيَّةً
١٢٠ البخاري	تفسير القرآن	باب	الكهف:٧٧	لَتَخِذْتَ	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب	لَتَّخَذْتَ
١٢١ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٢٧	الكهف:٦٧	مَعِي	حفص کے علاوہ تمام قراء	مَعِيَ
١٢٢ البخاري	تفسير القرآن	باب	طه:٦١	فَيَسْحَتَكُمْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ، روح، ابوجعفر	فَيُسْحِتَكُمْ
١٢٣ البخاري	تفسير القرآن	باب	طه:٨٧	بِمِلْكِنَا	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب	بِمَلْكِنَا
١٢٤ البخاري	تفسير القرآن	باب	طه:٥٨	سِوًى	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابوجعفر، کسائی	سُوًى
١٢٥ البخاري	تفسير القرآن	٤٧٤١	الحج:٢	سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى	حمزہ، کسائی، خلف	سُكَٰرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَٰرَىٰ
١٢٦ البخاري	تفسير القرآن	باب	النور:١	فَرَّضْنَاهَا	ابن کثیر، ابوعمرو	فَرَضْنَاهَا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٢٧	البخاري	تفسير القرآن	باب	النور:١١	تَحْسِبُوْهُ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، یعقوب	تَحْسَبُوْهُ
١٢٨	البخاري	تفسير القرآن	٤٧٥٠	النور:١١	تَحْسِبُوْهُ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، یعقوب	تَحْسَبُوْهُ
١٢٩	البخاري	تفسير القرآن	٤٧٧٧	لقمان:٣٤	وَيُنْزِلُ	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب، حمزہ، کسائی، خلف	وَيُنَزِّلُ
١٣٠	البخاري	تفسير القرآن	باب	الأحزاب: ٥١	تُرْجِئُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ	تُرْجِي
١٣١	البخاري	تفسير القرآن	باب	الأحزاب: ٥١	تُرْجِئُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ	تُرْجِي
١٣٢	البخاري	تفسير القرآن	باب	الأحزاب: ٥١	تُرْجِئُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ	تُرْجِي
١٣٣	البخاري	تفسير القرآن	٤٧٨٩	الأحزاب: ٥١	تُرْجِئُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ	تُرْجِي
١٣٤	البخاري	تفسير القرآن	باب	سبأ:١٧	يُجْزَىٰ	نافع، ابوجعفر، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ	نُجْزِىْ
١٣٥	البخاري	تفسير القرآن	باب	يس:٥٥	فَكِهُوْنَ	ابوجعفر	فَكِهُوْنَ
١٣٦	البخاري	تفسير القرآن	٤٨٠٧	ص:٦٣	اتَّخَذْنٰهُمْ سُخْرِيًّا	ابوعمرو، یعقوب، خلف، حمزہ، کسائی	أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا
١٣٧	البخاري	تفسير القرآن	باب	الزمر:٢٩	سَلِمًا	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب	سَلَمًا
١٣٨	البخاري	تفسير القرآن	باب	الزخرف: ٣٣	سَقْفًا	ابن کثیر، ابوعمرو، ابوجعفر	سُقُفًا
١٣٩	البخاري	تفسير القرآن	باب	الزخرف: ٨٨	وَقِيْلَهُ	عاصم، حمزہ کے علاوہ تمام قراء	وَقِيْلِهِ
١٤٠	البخاري	تفسير القرآن	باب	الزخرف: ١٨	يَنْشَؤُا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ، ابوجعفر، یعقوب	يُنَشَّؤُا
١٤١	البخاري	تفسير القرآن	باب	الدخان:٤٧	فَاعْتُلُوْهُ	نافع، ابن کثیر، ابن عامر، یعقوب	فَاعْتِلُوْهُ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٤٢	البخاري	تفسير القرآن	٤٨٥٢	ق:٤٠	وَإِدْبَرَ	نافع، ابن کثیر، حمزہ، خلف، ابو جعفر	وَأَدْبَرَ
١٤٣	البخاري	تفسير القرآن	باب	الحديد:١٣	أَنْظِرُوْنَا	حمزہ	انْظُرُوْنَا
١٤٤	البخاري	تفسير القرآن	باب	المنافقون: ٤	يَحْسِبُوْنَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، یعقوب	يَحْسَبُوْنَ
١٤٥	البخاري	تفسير القرآن	٤٩١١	الأحزاب: ٢١	إِسْوَةٌ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	أُسْوَةٌ
١٤٦	البخاري	تفسير القرآن	باب	التحريم: ٥	يُبَدِّلَهُ	نافع، ابوجعفر، ابوعمرو	يُبْدِلَهُ
١٤٧	البخاري	تفسير القرآن	٤٩١٢	التحريم: ٥	يُبَدِّلَهُ	نافع، ابوجعفر، ابوعمرو	يُبْدِلَهُ
١٤٨	البخاري	تفسير القرآن	٤٩٢٥	المدثر: ٥	وَالرِّجْزَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ، خلف	وَالرُّجْزَ
١٤٩	البخاري	تفسير القرآن	باب	المدثر: ٥	وَالرِّجْزَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ، خلف	وَالرُّجْزَ
١٥٠	البخاري	تفسير القرآن	باب	الإنسان:٤	سَلٰسِلًا	نافع، ابوجعفر، ہشام، شعبہ، کسائی	سَلٰسِلَاْ
١٥١	البخاري	تفسير القرآن	باب	المرسلات: ٣٣	جِمٰلٰتٌ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابوجعفر، روح	جِمٰلَتٌ
١٥٢	البخاري	تفسير القرآن	باب	المرسلات: ٣٣	جِمٰلٰتٌ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابوجعفر، روح	جِمٰلَتٌ
١٥٣	البخاري	تفسير القرآن	٤٩٣٣	المرسلات: ٣٣	جِمٰلٰتٌ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابوجعفر، روح	جِمٰلَتٌ
١٥٤	البخاري	تفسير القرآن	باب	الغاشية: ٢٢	بِمُسَيْطِرٍ	ہشام	بِمُصَيْطِرٍ
١٥٥	البخاري	تفسير القرآن	٤٩٥٤	المدثر: ٥	وَالرِّجْزَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ، خلف	وَالرُّجْزَ
١٥٦	البخاري	تفسير القرآن	باب	المسد: ٤	حَمَّالَةُ	عاصم کے علاوہ تمام قراء	حَمَّالَةَ
١٥٧	البخاري	تفسير القرآن	٤٩٧٥	الإخلاص: ٣	كُفْوًا	خلف، حمزہ	كُفُوًا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٥٨	البخاري	النكاح	٥١١٣	الأحزاب: ٥١	تُرْجِىءُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبہ	تُرْجِی
١٥٩	البخاري	النكاح	٥٢٠٦	النساء: ١٢٨	يَصَّلَحَا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	يُصْلِحَا
١٦٠	البخاري	الأطعمة	باب	مريم: ٢٥	تَسَّقَطْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، کسائی، شعبہ، خلف	تُسٰقِطْ
١٦١	البخاري	الذبائح والصيد	باب	الأنعام: ١١٩	فُصِّلَ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	فَصَّلَ
١٦٢	البخاري	الذبائح والصيد	باب	الأنعام: ١١٩	حُرِّمَ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، حمزہ، کسائی، خلف	حَرَّمَ
١٦٣	البخاري	الأدب	باب	الكهف: ١٧	تَزَّوَرُ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابوجعفر	تَزٰوَرُ
١٦٤	البخاري	الاستئذان	باب	المجادلة: ١١	الْمَجْلِسِ	ناف، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، حمزہ، کسائی، خلف، ابوجعفر، یعقوب	المَجٰلِسِ
١٦٥	البخاري	الاستئذان	باب	المجادلة: ١١	انْشِزُوا	ابن کثیر، ابوعمرو، حمز، کسائی، خلف، یعقوب	انْشُزُوْا
١٦٦	البخاري	الاستئذان	باب	المجادلة: ١١	فَانْشِزُوا	ابن کثیر، ابوعمرو، حمز، کسائی، خلف، یعقوب	فَانْشُزُوْا
١٦٧	البخاري	الرقاق	باب	المؤمنون: ٥٥	أَيَحْسِبُوْنَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، یعقوب	أَيَحْسَبُوْنَ
١٦٨	البخاري	الرقاق	٦٥٣٠	الحج: ٢	سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى	حمزہ، کسائی، خلف	سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى
١٦٩	البخاري	القدر	باب	الأنبياء: ٩٥	وَحِرْمٌ	شعبہ، حمزہ، کسائی	وَحَرٰمٌ
١٧٠	البخاري	الفرائض	٦٧٣٧	النساء: ٣٣	عٰقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
١٧١	البخاري	الفرائض	٦٧٣٧	النساء: ٣٣	عٰقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٧٢	البخاري	الإكراه	باب	الأحقاف: ١٥	كَرْهًا	مدنیان، ابن کثیر، ابوعمرو، ہشام	كُرْهًا
١٧٣	البخاري	التعبير	باب	يوسف: ٤٧	دَأَبًا	حفص کے علاوہ تمام قراء	دَأْبًا
١٧٤	البخاري	باب		القيامة: ١	لَا أُقْسِمُ	ابن کثیر بحذف الالف	لا أُقْسِمُ
١٧٥	البخاري	باب		المنفقون: ٤	خُشُبٌ	قنبل، ابوعمرو، کسائی	خُشْبٌ
١٧٦	البخاري	الأحكام	باب	الفتح: ١٠	عَلَيْهِ	حفص کے علاوہ تمام قراء	عَلَيْهُ
١٧٧	البخاري	التوحيد	٧٤٧٨	الكهف: ٢٣	أَنْسٰنِيْهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسٰنِيْهُ
١٧٨	البخاري	التوحيد	٧٤٧٨	الكهف: ٢٤	نَبْغِي	مدنیان، بصری، کسائی وصلا، ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
١٧٩	البخاري	التوحيد	باب	الحجر: ٨	تَنَزَّلُ	نافع، ابن کثیر، ابن عامر، ابو عمرو، ابوجعفر، یعقوب	تُنَزِّلُ
١٨٠	البخاري	التوحيد	باب	المائدة: ٢٧	رِسَالٰتِهِ	نافع، ابوجعفر، ابن عامر، شعبہ، یعقوب	رِسَالَتَهُ
١٨١	البخاري	التوحيد	باب	الأعراف: ٦٢	أُبَلِّغُكُمْ	ابوعمرو	أُبْلِغُكُمْ
١٨٢	البخاري	صلاة المسافرين وقصرها	٨٦٦	محمد: ١٥	غَيْرِ ءَاسِنٍ	حمزہ (وقفاً یاء سے بدلتے ہیں)	غَيْرِ ءَاسِنٍ
١٨٣	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف: ٢٤	نَبْغِي	مدنیان، ابوعمرو، کسائی وصلاً، ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
١٨٤	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف: ٦٦	تُعَلِّمَنِي	نافع، ابوعمرو، ابوجعفر (وصلاً) ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	تُعَلِّمَنِ
١٨٥	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف: ٧٤	زَكِيَةً	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، رویس	زَكِيَّةً
١٨٦	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف: ٧٧	لَتَخِذتَ	مکی، ابوعمرو، یعقوب	لَتَّخَذْتَ
١٨٧	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف: ٦٤	نَبْغِي	نافع، ابوجعفر، ابوعمرو، کسائی وصلاً ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
١٨٨	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف: ٦٦	تُعَلِّمَنِي	نافع، ابوعمرو، ابوجعفر وصلاً ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	تُعَلِّمَنِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٨٩	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف:٧٤	زَكِيَةً	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، رویس	زَكِيَّةً
١٩٠	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف:٨١	يُبَدِّلَهُمَا	نافع، ابوجعفر، ابوعمرو	يُبْدِلَهُمَا
١٩١	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف:٧٧	لَتَخِذتَ	مکی، ابوعمرو، یعقوب	لَتَّخَذْتَ
١٩٢	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف:٦٣	أَنْسَٰنِيهِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، حمزہ، شعبہ	أَنْسَٰنِيْهُ
١٩٣	مسلم	الفضائل	٢٣٨٠	الكهف:٦٤	نَبْغِي	نافع، ابوجعفر، ابوعمرو، کسائی وصلاً ابن کثیر اور یعقوب وصلاً ووقفاً	نَبْغِ
١٩٤	مسلم	الفضائل	٣٠٢٥	النساء: ٩٤	السَّلَمَ	نافع، ابن عامر، حمزہ، خلف، ابو جعفر	السَّلَٰمَ
١٩٥	الترمذي	الجمعة عن رسول الله	٦٠٢	محمد: ١٥	ءَاسِنٍ	حمزہ (وقفاً یاء سے بدلتے ہیں)	ءَاسِنٍ
١٩٦		القراءات عن رسول الله	٢٩٢٧	الفاتحة:٤	مَلِكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	مٰلِكِ
١٩٧	الترمذي	القراءات عن رسول الله	٢٩٢٧	الفاتحة:٤	مَلِكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	مٰلِكِ
١٩٨	الترمذي	القراءات عن رسول الله	٢٩٢٩	المائدة:٤٥	وَالْعَيْنُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، ابوجعفر	وَالْعَيْنَ
١٩٩	الترمذي	القراءات عن رسول الله	٢٩٢٩	المائدة:٤٥	وَالْعَيْنُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، ابوجعفر	وَالْعَيْنَ
٢٠٠	الترمذي	القراءات عن رسول الله	٢٩٣٠	المائدة: ١١٢	تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ	کسائی	يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ
٢٠١	الترمذي	القراءات عن رسول الله	٢٩٣١	هود: ٤٦	عَمِلَ غَيْرَ	کسائی، یعقوب	عَمَلٌ غَيْرُ
٢٠٢	الترمذي	القراءات عن رسول الله	٢٩٣٢	هود: ٤٦	عَمِلَ غَيْرَ	کسائی، یعقوب	عَمَلٌ غَيْرُ
٢٠٣	الترمذي		٢٩٣١	المائدة: ١١٢	تَسْتَطِيْعُ	کسائی	يَسْتَطِيْعُ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٢٠٤	الترمذي	القراءات عن رسول الله	٢٩٣٦	الروم: ٥٤	ضُعْفٍ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، ابوجعفر، یعقوب	ضَعْفٍ
٢٠٥	أبوداود	الصلاة	١١٧٣	الفاتحة: ٢	مَلِكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	مٰلِكِ
٢٠٦	أبوداود	الصلاة	١١٧٣	الفاتحة: ٢	مَلِكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	مٰلِكِ
٢٠٧	أبوداود	الفرائض	٢٩٢١	النساء: ٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٢٠٨	أبوداود	الفرائض	٢٩٢٢	النساء: ٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٢٠٩	أبوداود	الفرائض	٢٩٢٣	النساء: ٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٢١٠	أبوداود	الفرائض	٢٩٢٣	النساء:٣٣	عُقَدَتْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر، یعقوب	عَقَدَتْ
٢١١	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٧٦	المائدة: ٤٥	وَالْعَيْنُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، ابوجعفر	وَالْعَيْنَ
٢١٢	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٧٧	المائدة: ٤٥	وَالْعَيْنُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، ابوجعفر	وَالْعَيْنَ
٢١٣	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٧٨	الروم: ٥٤	ضُعْفٍ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی، ابوجعفر، یعقوب	ضُعْفٍ ضَعْفٍ
٢١٤	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٨٠	يونس: ٥٨	فَلْتَفْرَحُوْا	شامی، ابوجعفر	فَلْيَفْرَحُوْا
٢١٥	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٨١	يونس: ٥٨	فَلْتَفْرَحُوا	شامی، ابوجعفر	فَلْيَفْرَحُوْا
٢١٦	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٨١	يونس: ٥٨	تَجْمَعُوْنَ	شامی، ابوجعفر	يَجْمَعُوْنَ
٢١٧	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٨٢	هود: ٤٦	عَمِلَ	کسائی، یعقوب	عَمَلٌ
٢١٨	أبوداود	الحروف والقراءات	٣٩٨٣	هود: ٤٦	عَمِلَ	کسائی، یعقوب	عَمَلٌ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٢١٩	أبوداود	الحروف والقراءات	٤٠٠٠	الفاتحة: ٤	مَلِكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	مٰلِكِ
٢٢٠	أبوداود	الحروف والقراءات	٤٠٠١	الفاتحة: ٢	مَلِكِ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	مٰلِكِ
٢٢١	أبوداود	الحروف والقراءات	٤٠٠٤	يوسف: ٢٣	هِئْتَ	ہشام	هَيْتَ
٢٢٢	أبوداود	الحروف والقراءات	٤٠٠٦	البقرة: ٥٨	تُغْفَرْ	ابن عامر	نَغْفِرْ
٢٢٣	أحمد	مسند العشرة المبشرين بالجنة	٣١٣	الأعراف: ١٧٢	ذُرِّيّٰتِهِمْ	نافع، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب، ابوجعفر	ذُرِيَّتَهُمْ
٢٢٤	أحمد	مسند المكثرين من الصحابة	٣٧٥١	آل عمران: ١١٥	تُكْفَرُوْهُ	نافع	يُكْفَرُوْهُ
٢٢٥	أحمد	مسند العشرة المبشرين بالجنة	١١٣٤	الأعراف: ١٧٢	ذُرِّيّٰتِهِمْ	نافع، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب، ابوجعفر	ذُرِيَّتَهُمْ
٢٢٦	أحمد	ومن مسند بنی هاشم	٢٢٤٢	مريم: ٨	عُتِيًّا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	عِتِيًّا
٢٢٧	أحمد	ومن مسند بنی هاشم	٢٣٢٨	مريم: ٨	عُتِيًّا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	عِتِيًّا
٢٢٨	أحمد	ومن مسند بنی هاشم	٢٣٢٨	مريم: ٨	عُتِيًّا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	عِتِيًّا
٢٢٩	أحمد	مسند المكثرين من الصحابة	٣٥٩٦	محمد: ١٥	ءَاسِنٍ	حمزہ (وقفا یاء سے بدلتے ہیں)	ءَاسِنٍ
٢٣٠	أحمد	مسند المكثرين من الصحابة	٤١٣١	الأنعام: ١٥٣	وَإِنَّ هٰذَا صِرَاطِي	حمزہ، کسائی، خلف	وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي
٢٣١	أحمد	مسند المكثرين من الصحابة	٥٢٥٠	الروم: ٥٤	مِنْ ضُعْفٍ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر	مِنْ ضَعْفٍ
٢٣٢	أحمد	باقی مسند المكثرين	٨٣٧١٢	المائدة: ٤٥	وَالْعَيْنُ	ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، کسائی، ابوجعفر	وَالْعَيْنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٢٣٣	أحمد	مسند الأنصار	۲۰۷۲۰	الأنبياء: ٢٥	يُوْحٰى	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، حمزہ، کسائی، شعبہ، یعقوب	نُوْحِي
٢٣٤	أحمد	مسند الأنصار	۲۰۷۲۲	الأعراف: ١٧٢	ذُرِّيَّتِهِمْ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب	ذُرِيَّتَهُمْ
٢٣٥	أحمد	باقي مسند الأنصار	۵۹۷۹۲	هود: ٤٦	غَيْرَ	کسائی، یعقوب	غَيْرُ
٢٣٦	أحمد	باقي مسند الأنصار	۲۲۱۹۲	هود: ٤٦	غَيْرَ	کسائی، یعقوب	غَيْرُ
٢٣٧	أحمد	من مسند القبائل	۲۷۰۲۲	هود:٤٦	غَيْرَ	کسائی، یعقوب	غَيْرُ
٢٣٨	أحمد	من مسند القبائل	۲۷۰۳۸	هود: ٤٦	عَمِلَ غَيْرَ	کسائی، یعقوب	عَمَلٌ غَيْرُ
٢٣٩	أحمد	من مسند القبائل	۲۷۰۵۹	هود:٤٦	غَيْرَ	کسائی، یعقوب	غَيْرُ
٢٤٠	مالك	الطلاق	باب	المجادلة:٣	يَظَّهَّرُوْنَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو	يُظٰهِرُوْنَ
٢٤١	مستدرك حاكم	كتاب التفسير	٢٨٨١	الرعد:٤	تُسْقٰى	نافع	يُسْقٰى
٢٤٢	مستدرك حاكم	كتاب التفسير	٢٨٩٦	مريم:٩٠	يَنْفَطِرْنَ	حمزہ	يَتَفَطَّرْنَ
٢٤٣	مستدرك حاكم	كتاب التفسير	٣٦٩٧	القمر:٧	خُشِعًا	حمزہ	خُشَّعًا
٢٤٤	مستدرك حاكم	كتاب التفسير	٣٧٢٢	الحديد:١٦	تَكُوْنُوْا	رویس	يَكُوْنُوْا
٢٤٥	مستدرك حاكم		٢٨٤٨	البقرة:٤٨	وَلَا تُقْبَلُ	ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب	وَلَا يُقْبَلُ
٢٤٦	مشكل الأثار		٢٤٣	الكهف:٧٦	حَمِيَةٍ	حمزہ	حَمِئَةٍ
٢٤٧	مشكل الأثار		٧٧٧	الحجر:٢٢	الرِّيٰحَ	حمزۃ، خلف	الرِّيْحَ
٢٤٨	مشكل الاثار	مشكل ما روي في الحروف . .	٢٦٤٩	الحجرات: ٦	فَتَثَبَّتُوْا	حمزہ	فَتَبَيَّنُوْا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٢٤٩	مشكل الأثار	مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ	٣١٥٠	النساء:٢٥	أَحْصَنَّ	شعبہ،حمزہ،کسائی،خلف	أُحْصِنَّ
٢٥	مشكل الأثار	مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ	٤٦٣٨	البقرة:٢٣٦	تَمَسُّوْهُنَّ	حمزہ،کسائی،خلف	تَمَسُّوْهُنَّ
٢٥١	مشكل الأثار	باب		آل عمران: ١٦١	يَغُلَّ	نافع،ابن عامر،حمزہ،کسائی، خلف،یعقوب،ابوجعفر	يَغُلَّ
٢٥٢	مشكل الآثار		٨٢١	الزخرف: ٥٧	يَصُدُّوْنَ	نافع،ابن عامر،کسائی،ابوجعفر، خلف	يَصِدُّوْنَ
٢٥٤	مشكل الآثار		٢٦٤٩	العنكبوت: ٥٨	لَنُثْوِيَنَّهُمْ	حمزۃ،کسائی،خلف	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ
٢٥٥	مشكل الآثار			التكوير:٢٤	بِظَنِيْنٍ	مکی،بصری،رویس،کسائی	بِضَنِيْنٍ
٢٥٦	مشكل الآثار			البقرة:١٠٧	نَنْسَـأْهَا	ابن کثیر،ابوعمرو	نُنْسِهَا
٢٥٧	مشكل الآثار		٢٦٥٣	الصف:١٤	أَنْصَارًا لِلّٰهِ	نافع،ابوجعفر،ابن کثیر،ابوعمرو	أَنْصَارَ اللهِ
٢٥٨	مسند ابن جعد		١٥٨٤	الأنعام: ١٥٩	فَـرَّقُوْا	حمزۃ،کسائی	فَرَّقُوْا
٢٥٩	مسند ابن جعد		١٢٢٤	النور:٤٥	خٰلِقُ	حمزۃ،کسائی،خلف	خَلَقَ
٢٦٠	مسند ابن جعد		٢١٥٩	النباء:٢٣	لٰبِثِيْنَ	حمزۃ،روح	لَـبِثِيْنَ
٢٦١	معجم ابن الأعرابي		٧٤٤	الكهف:٩٣	يُفْقِهُوْنَ	حمزۃ،کسائی،خلف	يَفْقَهُوْنَ
٢٦٢	معجم ابن الأعرابي		٧٦٢	المؤمنون: ١٠٦	شِقْوَتُنَا	حمزۃ،کسائی،خلف	شِقْوَتُنَا
٢٦٣	معجم ابن الأعرابي		٧٤٣	الكهف:٩٦	الصُّدُفَيْنِ	مکی،بصری،شامی	الصَّدَفَيْنِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٢٧٤	المعجم الأوسط	باب الألف	١٣٠٨	إبراهيم:٢٢	بِمُصْرِخِيَّ	حمزة	بِمُصْرِخِيِّ
٢٧٥	المعجم الكبير		٨٥٠	النزعات:١١ ١٢	نَخِرَةً	شعبة، حمزة، کسائی، رویس	نَاخِرَةً
٢٧٦	شعب الإيمان		١٦٢٧	الحاقة:٣٧	الخَطِئُوْنَ	حمزة	الخَطُوْنَ
٢٧٧	معجم ابن المقري		٤٩	يس:٩	سُدًّا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، شعبة، ابو جعفر، یعقوب	سَدًّا
٢٧٨	الأسماء والصفات للبيهقي		١١٥	يوسف:٦٤	حِفْظًا	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، شعبة، ابو جعفر، یعقوب	حَافِظًا
٢٧٩	سنن سعيد بن منصور		٨٦٣	الشورى: ٢٥	يَفْعَلُوْنَ	نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، شعبة، ابوجعفر، یعقوب	تَفْعَلُوْنَ

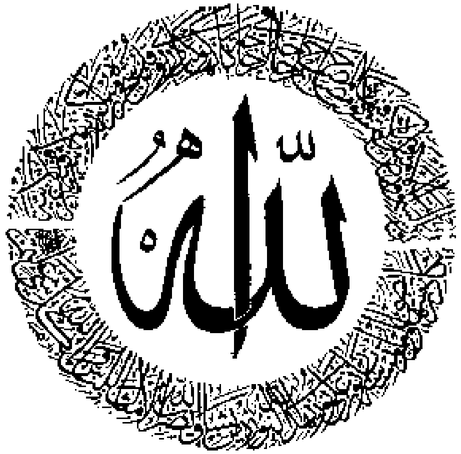

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عمران اسلم ☆

مشہور شارحین حدیث کا نظریۂ قراءات

علم قراءات وہ جلیل القدر علم ہے جس کے ساتھ تمام فنون کے ماہرین نے ہر دور میں تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کے ذریعہ تعلق رکھا ہے۔ خاص طور پر 'اہل الحدیث' (محدثین کرام) کا 'اہل القرآن' (قراء عظام) سے یہ مناسبت خصوصی ہے کہ قرآن وسنت دونوں روایت وخبر کے حوالے سے آئندہ زمانوں تک منتقل ہورہے ہیں اور قراء ومحدثین ان کی روایات کا ذریعہ بنے ہیں۔ رشد قراءات نمبر۳ میں خاص طور پر اس مناسبت کے پیش نظر ہم نے اہل الحدیث کی نمائندگی کیلئے صرف مشہور شارحین کے نظریۂ قراءات کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس ضمن میں خصوصاً کتب ستہ اور اس کے شارحین کے افکار قراءات پیش نظر رہے۔ اس سلسلہ میں صرف فتح الباری از حافظ ابن حجر، المنہاج شرح صحیح مسلم از امام نووی، عون المعبود از محدث عظیم آبادی اور تحفۃ الاحوذی از محدث مبارکپوری پیش نظر رہیں جبکہ سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی کی شروحات چونکہ عام طور پر زیادہ معروف نہیں، چنانچہ ان میں پیش کردہ افکار سے صرف نظر کیا گیا ہے۔

اتمام فائدہ کی غرض سے مشہور محدث اور مفسر حافظ ابو الفداء ابن کثیر رحمہ اللہ کی کتاب فضائل قرآن سے حدیث سبعہ کے حوالے سے ان کی گزارشات کو بھی ایک مستقل مضمون کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر کے بعض طبعوں میں اس بحث کو مقدمہ میں خاص طور پر شامل بھی کیا گیا ہے۔ [ادارہ]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا موقف

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ قراءاتِ متواترہ کے بھرپور مؤیدین میں سے ہیں۔ انہوں نے 'فتح الباری شرح صحیح البخاری' میں حدیث سبعہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دیگر علماء کے نقطہ نظر کو بھی بیان کیا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراءته فإذا هو يقرأ على حروف كثيرة لم يقرءنيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره في الصلاة فانتظرته حتى سلم، ثم لببته بردائه -أو بردائي- فقلت: من أقرأك هذه السورة؟ فقال: أقرأنيها رسول الله ﷺ. فقلت له: كذبت فوالله! أن رسول الله ﷺ أقرأني هذه السورة التي سمعتك تقرأها. فانطلقت أقوده إلى رسول الله ﷺ، فقلت: يارسول الله! إني سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها وأنت أقرأتني سورة الفرقان.

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فقال رسول الله ﷺ: «أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ! اِقْرَأْ يَا هِشَامُ!». فقرأ هذه القرائة التي سمعته يقرؤها. قال رسول الله ﷺ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ»، ثم قال رسول الله ﷺ: «إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ». [صحیح بخاری: ۲۴۱۹، صحیح مسلم ۸۱۸، ابوداؤد: ۱۴۷۵، سنن ترمذی: ۲۹۴۳]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کوسورۃ الفرقان پڑھتے سنا۔ میں نے جب ان کی قراءت کی طرف کان لگائے تو وہ ایسے بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر جھپٹ پڑوں، لیکن میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرلیا۔ پھر میں نے ان کو ان کی (یا فرمایا اپنی) چادر سے کھینچا اور پوچھا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سورت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اللہ کی قسم یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے ان کوسورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے حالانکہ آپ ہی نے سورۃ الفرقان مجھے پڑھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا اے ہشام تم پڑھو تو انہوں نے وہی قراءت پڑھی جو میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ سورت) اسی طرح نازل کی گئی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو آسان ہو وہ پڑھو۔''

أنّ ابن عباس رضى الله عنه حدثه أن رسول الله ﷺ قال: «أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ فَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهٰى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ" [صحيح البخاری: ۴۹۹۱]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جبریل علیہ السلام نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا میں نے ان سے تکرار کیا۔ میں ان سے مزید طلب کرتا رہا اور وہ مجھے (اللہ کے حکم سے) مزید دیتے رہے حتی کہ معاملہ سات قراءتوں تک جا پہنچا۔''

مذکورہ بالا احادیث نبویہ ﷺ صحیح بخاری کی روایات ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف جامع صحیح بخاری کی کتاب فضائل قرآن کے باب "أنزل القرآن علی سبعة أحرف" میں نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ان احادیث نبویہ کی خوب تشریح کی ہے۔ جس کو آئندہ صفحات میں پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شرح

- أقرأني جبريل على حرف فراجعته

صحیح مسلم میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں بار بار جبریل علیہ السلام سے کہتا رہا کہ میری اُمت پر آسانی کیجئے۔ ایک دوسری روایت میں ہے "إن أمتي لا تطيق ذلك" کہ وہ صرف ایک لہجہ پر قرآن کریم پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔

سنن ابوداؤد میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مذکور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’’فقال لی الملك الذي معي: قل على حرفين ، حتىٰ بلغت سبعة أحرف‘‘

[سنن ابو داود:۱۴۷۷]

’’مجھے اس فرشتے نے کہا جو میرے ساتھ تھے، (یعنی حضرت جبریل امین علیہ السلام) (کہ اپنی اُمت کو) دو حروف پر پڑھنے کا حکم دیجئے۔ حتیٰ کہ وہ سات حروف تک پہنچ گئے۔‘‘

سنن نسائی میں امام نسائی رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

حضرت جبریل امین علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ایک حرف پر قرآن کریم پڑھیے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس میں اضافہ کروائیے۔

مسند احمد میں بھی حدیث ابی بکرہ انہی الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

’’فلم أزل أستزيده ويزيدني‘‘ کی شرح

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت قرآن کریم کو دو حروف پر پڑھے۔ پھر تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا اپنی اُمت کو حکم دیجیے کہ وہ قرآن کریم کو تین حروف پر پڑھیں۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت قرآن کریم کو چار حروف پر تلاوت کرے۔ پس تیری اُمت کے لوگ ان میں سے جس حرف پر بھی پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہوگی۔

طبرانی کی روایت میں ہے:

’’على سبعة أحرف من سبعة أبواب من الجنة‘‘[طبرانی:۸۲۱۷]

’’کہ قرآن کریم کے سات حروف جنت کے سات ابواب سے ہیں۔‘‘

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے:

’’ثم قال ليس منها إلا شاف كاف إن قلت سميعاً عليماً عزيزاً حكيماً ما لم تختم آية عذاب برحمة أو آية رحمة بعذاب‘‘[سنن ابوداود:۱۴۷۷]

’’پھر فرمایا: ان میں سے ہر ایک حرف (یعنی ہر ایک قراءت) شافی کافی ہے۔ اگر تو سمیعا ، علیما، عزیزا، حکیما کہے اور جب تک آیت عذاب کو آیت رحمت سے اور آیت رحمت کو آیت عذاب سے خلط نہ کرے۔‘‘

سنن ترمذی میں ایک اور طریق سے یہ روایت منقول ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’يا جبريل إني بعثت إلى أمة أميين ومنهم العجوز والشيخ الكبير والغلام والجارية والرجل الذي لم يقرأ كتابا قط .‘‘[جامع الترمذی:۲۹۴۴]

’’اے جبریل امین علیہ السلام! میں ایسی امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جن میں بوڑھے اور بوڑھیاں، بچے اور بچیاں ہیں اور ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی بھی کتاب نہیں پڑھی۔‘‘

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند احمد میں ابوبکرہ کی روایت نقل کی ہے:

’’كلها شاف كاف‘‘ ’’تمام حروف شافی کافی ہیں۔‘‘[مسند أحمد:۲۰۴۴۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مذکورہ بالا بحث کا ماحصل

مذکورہ بالا تمام اَحادیث اس بات کو تقویت دیتی ہیں کہ سبعہ اَحرف سے مراد سبعہ لغات یا سبعہ قراءات ہیں۔ یعنی قرآن کریم کا نزول سات لغات یا سات قراءات پر ہوا۔

لفظ احرف، حرف کی جمع ہے۔ جیسے افلس فلس کی جمع ہے۔ اگر احرف سے لغات مراد لی جائیں تو اس کا معنی لغات کی سات وجوہ ہوگا۔ کیونکہ لغت میں حرف کا معنی 'وجہ' بھی پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴾ [الحج:١١] اور اگر احرف سے مراد قراءات لی جائیں تو ایسی صورت میں حرف کا اطلاق 'کلمہ' پر ہوگا اور یہ اطلاق مجازاً ہوگا۔ کیونکہ حرف کلمے کا جزء ہے یعنی قراءت پورے کلمے اور لفظ کی ہوتی ہے ایک حرف کی نہیں ہوتی۔

دوسری حدیث کی شرح

"فإن رسول الله ﷺ قد أقرأنيها"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا" اس سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کو غلطی اور خطا کا مرتکب قرار دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ آغاز اسلام کے مسلمانوں میں سے تھے اور ان کا اسلام راسخ تھا جبکہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نئے نئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات محسوس کی کہ حضرت ہشام کا ابھی اسلام پختہ نہیں ہے اور ان کی قراءت ابھی اتنی پختہ نہیں ہوگی۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بارے پورا یقین اور ایمان رکھتے تھے کہ جو انہوں نے قراءت کی ہے ایسے ہی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے۔

سببِ اختلاف قراءت عمر و ہشام رضی اللہ عنہما

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سورۃ کو رسول ﷺ سے بہت دیر پہلے پڑھ اور سیکھ چکے تھے۔ اس کے بعد اس کے خلاف جو کچھ نازل ہوا اسے نہیں سن سکے تھے۔ اور فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کو وہ کچھ پڑھایا جو تازہ ترین نازل شدہ تھا۔ یہی وہ سب سے بڑی وجہ اور سبب ہے جس کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت کو اجنبی قرار دینا اور اس کا انکار کرنے میں جلدی کرنا اس بات کا احتمال پیدا کرتا ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کا فرمان:

"أنزل القرآن علی سبعة أحرف" پہلے نہیں بلکہ اسی موقع پر سنا۔

٭إن هذا القرآن أنزل علی سبعة أحرف کی تفصیلی شرح

امام طبری رحمہ اللہ، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی قراءت سنی تو غصے سے بے قابو ہو گئے اور اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے میں کوئی چیز (یعنی وسوسہ) پیدا ہوئی جسے رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے پہچان لیا۔ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر (اپنا ہاتھ مبارک) مارا اور فرمایا: شیطان عمر سے دور ہو جا۔ آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا:

اے عمر! «القرآن كله صواب، ما لم تجعل رحمة عذابا أو عذابا رحمة».

''قرآن سارے کا سارا ہی درست ہے جب تک آیت عذاب کو آیت رحمت کے ساتھ اور آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ خلط نہ کیا جائے۔''

جو واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کے درمیان پیش آیا اسی طرح کا واقعہ دیگر صحابہ کے درمیان بھی پیش آیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ سورہ نحل کی قراءت میں اختلاف رونما ہوا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، ابوعبید رحمہ اللہ اور امام طبری رحمہ اللہ ابوجہم بن الصمہ رحمہ اللہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

'' أن رجلين اختلفا في آية من القرآن كلاهما يزعم أنه تلقاها من رسول الله ﷺ''

[مسند أحمد: ۱۷۵۷۷]

''دو آدمیوں کا قرآن کریم کی ایک آیت میں اختلاف ہوگیا۔ ان دونوں کا گمان تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسے پڑھا ہے۔'' پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی پوری حدیث بیان کی۔

امام طبری رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

''جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: أقرأني ابن مسعود سورة أقرأنيها زيد وأقرأنيها أبي بن كعب فاختلفت قراءتهم، فبقراءة أيهم آخذ؟ فسكت رسول الله ﷺ وعليّ إلى جنبه، فقال علي: ليقرأ كل إنسان منكم كما علم فإنه حسن جميل.'' [طبرانی: ۴۹۳۸]

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک سورت پڑھائی ہے اور وہی حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی پڑھائی ہے تو ان کی قراءت میں اختلاف ہوگیا ہے تو میں کس شخص کی قراءت کے مطابق پڑھوں؟ تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہوگئے اور آپ ﷺ کے پہلو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر انسان کو چاہئے کہ وہ ایسے پڑھے جیسے اسے پڑھایا گیا ہے۔ پس وہی قراءت حسین وجمیل ہوگی۔''

اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سورت 'آل حمٓ' پڑھائی۔ میں مسجد کی طرف چلا میں نے ایک آدمی سے کہا۔ اس (سورت) کو پڑھیے تو اس نے وہ حروف پڑھے جو میں نے نہیں پڑھے تھے۔ میں نے اسے کہا: میں نے یہ (سورت) رسول اللہ ﷺ سے پڑھی ہے۔ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''إنما أهلك من كان قبلكم الاختلاف، ثم أسر إلى علي شيئا''

''تم سے پہلے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'' إن رسول الله ﷺ يأمركم أن يقرأ كل رجل منكم كما علم''

''رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر آدمی ایسے پڑھے جیسے اسے سکھایا گیا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہم چلے ہم میں سے ہر آدمی وہ حروف پڑھ رہا تھا جو اس کا ساتھی نہیں پڑھتا تھا۔'' [مسند احمد:۳۹۸۱]

فاقرءوا ما تیسر منه کی شرح

یعنی نازل شدہ قرآن کریم سے جو آسانی سے پڑھ سکو اسے پڑھ لیا کرو۔ اس میں اس کی حکمت کی طرف اِشارہ ہورہا ہے اور یہ قاری کی آسانی کے لیے ہے۔ یہ اس قول کو مضبوط اور محکم کرتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ 'احرف' سے مراد ''تأدية المعنى باللفظ المرادف'' ''کسی مترادف لفظ سے معنی کا ادا کرنا'' اگر چہ وہ ایک ہی لغت سے ہو۔ کیونکہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں قریشی تھے۔ باوجود اس کے، ان دونوں (حضرت ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی قراءت میں اختلاف ہوگیا۔

ابوعبید رحمہ اللہ اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں:

'' 'سبعہ احرف' سے مراد 'لغات کا اختلاف' ہے۔ یہ مؤقف ابن عطیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ اس پر تعاقب کرتے ہوئے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ عرب کی لغات تو سات سے کہیں زیادہ ہیں۔''

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ 'سبع لغات' سے مراد عرب کی سب سے زیادہ فصیح و بلیغ لغات ہیں۔

ابوصالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نزل القرآن على سبع لغات''

''قرآن کریم سات لغات میں نازل ہوا ہے۔''

ان میں سے پانچ لغات کا تعلق قبیلہ ھوازن سے ہے اور ھوازن کی شاخوں میں سعد بن بکر، جشم بن بکر، نصر بن معاویہ اور قبیلہ ثقیف شامل ہیں۔ گویا یہ تمام قبائل ھوازن سے ہیں اور ان کو علیا ھوازن کہا جاتا ہے۔ اسی لیے تو ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ نے کہا ہے:

''أفصح العرب عُليا هوازن وسفلىٰ تميم يعني بني دارم . '' [مقدمة تفسير ابن كثير]

''عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ علیا ھوازن اور سفلیٰ بنو تمیم یعنی بنو دارم کے لوگ ہیں۔''

ابوعبید رحمہ اللہ نے ایک اور طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

''نزل القرآن بلغة الكعبين كعب قريش و كعب خزاعة قيل و كيف ذاك؟ قال: لأن الدار واحدة يعني أن خزاعة كانوا جيران قريش فسهلت عليهم لغتهم . ''

[الإتقان في علوم القرآن: فصل في كيفية إنزاله]

''قرآن کریم کعبین یعنی کعب قریش اور کعب خزاعہ کی لغت میں نازل ہوا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہا کہ ان کا گھر ایک ہی ہے یعنی خزاعہ والے قریش کے پڑوسی تھے اس لیے قریش کی لغت خزاعہ پر آسان ہوگئی۔''

ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قرآن کریم قریش، ھذیل، تیم الرباب، ازد، ربیعہ، ھوازن اور سعد بن بکر کی لغت میں نازل ہوا۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے اس کا اِنکار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس کی دلیل دی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ﴾ [إبراهيم:۴]
''ہم کسی رسول کو مبعوث نہیں کرتے مگر اس کی قوم کی زبان دے کر۔''
لہٰذا قرآن فقط قریش کے لغت پر ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نزل القرآن بلغة مضر" [الإتقان فی علوم القرآن]
''کہ قرآن کریم مضر (قبیلہ) کی لغت میں نازل ہوا ہے۔''
بعض علماء قبائل مضر کو معین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہذیل، کنانہ، قیس، ضبّہ، تیم الرباب، اسد بن خزیمہ اور قریش قبائل مضر ہیں۔ جن کی طرف سات لغات کی نسبت ہے۔

ابو شامہ رحمہ اللہ نے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے:

''شروع میں قرآن کریم قریش اور فصیح و بلیغ عربی بولنے والے عرب، جو قریش کے پڑوسی تھے، ان کی زبان میں نازل ہوا۔ پھر عربوں کے لیے جائز کر دیا گیا کہ وہ اپنی اپنی لغات میں قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ چونکہ ان کے الفاظ اور اعراب میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے کوئی تکلف سے کام نہ لے یعنی وہ مشقت کرتے ہوئے اپنی زبان اور لغت سے نکل کر کسی اور کی لغت میں جانے کی کوشش نہ کرے۔''

خلاصہ

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ اجازت کسی کی اپنی مرضی اور خواہش پر منحصر نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق کلمہ کو لغت میں مترادف لفظ سے بدلتا رہے بلکہ اس کو مانا جائے گا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ حدیث میں ہے: "أقرأني النبي صلی اللہ علیہ وسلم" ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھایا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا کہ آپ 'حتی حین' کو لغت ہذیل میں 'عتی حین' پڑھتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اس سے باز رہیے اور قرآن کو لغت قریش پر پڑھیے، کیونکہ یہ لغت قریش پر نازل ہوا ہے۔ اس طرح کا قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ابوشامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول "نزل بلسان قریش" سے ان کی مراد یہ ہے کہ شروع میں قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر آسانی فرمائی اور ان پر ان کی لغات میں قرآن کریم پڑھنا جائز کر دیا گیا۔''

کیا قرآن کا کوئی کلمہ سات حروف پر پڑھا جا سکتا ہے؟

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''یہ متفق علیہ موقف ہے (کہ قرآن کا ہر کلمہ سات وجوہ پر نہیں پڑھا جاتا) بلکہ یہ ناممکن ہے۔ پورے قرآن کریم میں ایک مقام 'عبد الطاغوت' کے علاوہ کوئی مقام اور کلمہ بھی سات وجوہ یا سات لغات پر نہیں پڑھا جاتا۔ یہ ایسا کلمہ ہے جو سات وجوہ پر پڑھا جاتا ہے۔ لیکن ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ پورے قرآن میں کوئی جملہ اور کوئی کلمہ بھی ایسا نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جبکہ ابن الانباری رحمہ اللہ نے "عبد الطاغوت ، ولا تقل لهما أف ، وجبريل "جیسی اَمثلہ کو پیش کر کے ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا رد کیا ہے۔

سبعہ اَحرف سے مراد

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اکثر اہل علم اس چیز کا اِنکار کرتے ہیں کہ 'احرف' سے مراد 'لغات' ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کا قراء ت میں اختلاف ہوا تھا حالانکہ ان کی لغت ایک ہی تھی (اگر احرف سے مراد لغات ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) ان (اکثر علماء کرام) کا کہنا ہے کہ اس سے الفاظ مختلفہ کے ساتھ متفق معانی کی سات وجوہ مراد ہیں۔ جیسے اقبل تعال اور هلم ، کہ ان کے معانی تو متفق ہیں لیکن الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور دیگر نے سات کے عدد کو وجوہ پر محمول کیا ہے:

① حرکات تبدیل ہوں لیکن معنی اور صورت میں تبدیلی نہ آئے مثلاً ﴿وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ﴾ [البقرة: ۲۸۲] کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

② فعل کے بدلنے سے تبدیلی واقع ہو، جیسا کہ: ﴿بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ یہ فعل ماضی اور صیغہ طلب دونوں کے ساتھ واقع ہوا ہے۔

③ بعض حروف مہملہ کے لفظوں کا تبدیل ہونا جیسے ہے: ﴿نُنْشِزُهَا﴾ راء اور زاء کے ساتھ۔

④ ابدال حرف کا بدلنا جن کے مخارج قریب قریب ہوں مثلاً ﴿طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ طاء اور عین کے ساتھ۔

⑤ تقدیم و تاخیر سے تبدیلی واقع ہونا مثلاً ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ اور زین العابدین رضی اللہ عنہ کی قراء ت اس طرح تھی 'وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ'

⑥ کمی و بیشی سے تبدیلی واقع ہونا۔ جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے: 'وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى' یہ کمی کی مثال ہے۔

زیادتی کی مثال: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ﴾ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: 'وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ'

⑦ مترادفات کا اختلاف مثلاً: ﴿كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قراء ت اس طرح سے ہے: 'كَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ'

امام ابوالفضل الرازی رحمہ اللہ کے وجوہ کی تفصیل:

① اسماء کے واحد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث ہونے میں اختلاف۔

② افعال مثلاً ماضی، مضارع اور امر کے بدلنے کا اختلاف۔

③ اعراب کی وجوہ کا اختلاف ④ (حروف کی) کمی، بیشی ہونا۔

⑤ تقدیم و تاخیر کا واقع ہونا۔ ⑥ الابدال۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑦ لغات کا اختلاف جیسے کہ فتحہ، اِمالہ، ترقیق، تفخیم، اِدغام اور اِظہار وغیرہ وغیرہ۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ چیزیں ابن قتیبہ رحمہ اللہ سے ہی لی گئی ہیں۔

سبعہ اَحرف سے مراد سات وجوہ ہیں، ان سات وجوہ میں سے کسی ایک وجہ پر قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ قرآن کریم کا ہر کلمہ سات وجوہ سے پڑھا جاسکتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے ہر ایک کلمہ اور لفظ کی آخری حد سات ہے۔

عام طور پر قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے بعض ایسے کلمات ہیں جو سات سے زیادہ وجوہ سے بھی پڑھے جاتے ہیں جبکہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے قرآن کریم کے ہر کلمے کی قراءت کی آخری حد سات بتائی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لفظ سبعہ آحاد میں کسی چیز کی کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے اور سبعین کا لفظ عشرات میں کثرت کے لیے مستعمل ہے۔ بعینہٖ سبع مائۃ کا لفظ مئین میں کسی چیز کی کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گویا اس طرح کے عدد سے معین عدد اور محدود تعداد مراد نہیں ہوتی۔ قاضی عیاض اور ان کے اصحاب کا میلان بھی اسی موقف کی طرف ہے۔''

امام موصوف رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

امام قرطبی رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ سبعہ اَحرف کے معنی میں اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ سبعہ اَحرف کے معنی میں ۳۵؍ اَقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ امام منذری رحمہ اللہ کا کہنا ہے ان اَقوال میں سے اکثر کو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ امام موصوف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن حبان کی صحیح سے ان کی رائے تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن میں ان کے کلام سے واقف نہیں ہوسکا۔

ایک قوم کا یہ موقف ہے کہ سبعہ اَحرف سے مراد کلام کی سات اصناف ہیں اور انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو دلیل بنایا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ''شروع شروع میں قرآن ایک ہی حرف پر ایک ہی باب سے نازل ہوا پھر قرآن کریم سات ابواب میں، سات حروف پر نازل ہوا۔ وہ سات ابواب یہ ہیں:

① زجر و توبیخ ② اَوامر و نہی کے اَحکام ③ حلال ④ حرام ⑤ محکم ⑥ متشابہ ⑦ اَمثال

اسے امام ابو عبید رحمہ اللہ اور دیگر کئی محدثین نے روایت کیا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث ثابت نہیں ہے، کیونکہ یہ روایت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے۔ اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔''

مذکورہ حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ لیکن یہ حدیث محل نظر ہے، کیونکہ ابو سلمہ اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع واقع ہوا ہے۔ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ اور انہوں نے ابو سلمہ رحمہ اللہ سے مرسل روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مرسل جید ہے۔ پھر فرمایا اگر یہ حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صحیح ہوتو اس کا معنی سات وجوہ ہوگا۔جن کا ذکر دیگر مختلف احادیث میں ہوا کیونکہ ان احادیث کا سیاق اس چیز کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔

ابوشامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

یہاں احتمال ہے کہ مذکورہ تفسیر ابواب کی ہو نہ کہ احرف کی۔یعنی یہ کلام کے ابواب میں سے سات اَبواب اور اقسام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان اصناف پر قرآن کا نزول کیا ہے اور دوسری کتب کی طرح ایک ہی صنف پر اکتفا نہیں کیا۔

کیا موجودہ مصاحف سبعہ اَحرف پر مشتمل ہیں؟

ابوشامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سلف صالحین میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا موجودہ مصاحف سبعہ احرف پر ہیں یا ان میں سے ایک حرف پر؟امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ موجودہ مصاحف ایک ہی حرف پر ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ ابوطاہر بن ابوسرح سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے مدینہ والوں اور اہل عراق کی قراءت کے اختلاف کے بارے سوال کیا کہ کیا یہی سات حروف ہیں۔فرمایا نہیں بلکہ سات حروف مثل أقبل ، هلم اور تعال ہیں کہتے ہیں کہ ابن وھب رحمہ اللہ نے مجھے اسی طرح ہی فرمایا۔

قراءاتِ سبعہ کی شرائط

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سبعہ اَحرف کے بارے طویل بحث کرنے کے بعد امام الکواشی کا قول نقل کرتے ہیں جو شرائط صحت قراءات سبعہ کے حوالے سے ہے۔

امام الکواشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”كل ما صح سنده واستقام وجهه في العربية ووافق لفظه خط المصحف الإمام فهو من السبعة المنصوصة فعلى هذا الأصل بني قبول القراءات عن سبعة كانوا أو سبعة آلاف ومتى فقد شرط من الثلاثة فهو شاذ.“[فتح الباري:۳۲/۹]

”ہر وہ قراءت جس کی سند صحیح ہو اور عربی میں کسی ایک وجہ کے مطابق ہو اور اس قراءت کے الفاظ خط مصحف عثمانی کے مطابق اور موافق ہوں۔جس قراءات میں یہ تین شرائط پائی جائیں خواہ وہ سات سے ہو یا سات ہزار سے ہو مقبول ہے، اور اگر ان تینوں شرائط میں سے کوئی ایک شرط ساقط ہوجائے تو وہ قراءت شاذ ہوگی۔“

اس قول کے بعد امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام سبکی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں جس میں کافی صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ قراءات شاذہ کے حوالے سے 'شرح المنهاج' میں لکھتے ہیں کہ فقہاء کی کثیر تعداد کا یہ کہنا ہے کہ جو قراءات، قراءاتِ سبعہ کے علاوہ ہیں وہ تمام شاذ قراءات ہیں۔یہ تمام فقہاء سبعہ قراءات کے مشہور ہونے کی وجہ سے اس توہم کا شکار ہوئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حقیقت حال یہ ہے کہ جو قراءات، قراءات سبعہ سے خارج ہیں ان کی دو اقسام ہیں:
جو قراءات رسم مصحف عثمانی کے خلاف ہیں وہ قراءات بلا شک وشبہ قرآن نہیں ہیں۔
ان میں سے وہ قراءات جو رسم مصحف عثمانی کے مطابق ہیں وہ دو قسموں میں منقسم ہیں:
① جو قراءات غریب طریق سے وارد ہوئی ہیں وہ بغیر کسی شک کے قرآن نہیں۔
② وہ قراءات جو ائمہ کے ہاں مشہور ہو چکی ہیں وہ قراءات یعقوب اور قراءات ابوجعفر کی طرح درست ہیں ان قراءات کا کوئی حرج نہیں۔
اس سلسلہ میں تفصیلی بحث فتح الباری ص۱۱ تا ص۳۹ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

خلاصہ

مندرجہ بالا بحث کے بعد امام ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف درج ذیل الفاظ کی صورت میں سامنے آتا ہے:
سبعہ احرف سے مراد سات وجوہ ہیں، ان سات وجوہ میں سے کسی ایک وجہ پر قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ قرآن کریم کا ہر کلمہ سات وجوہ سے پڑھا جا سکتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے ہر ایک کلمہ اور لفظ کی آخری حد سات ہے۔

اِمام نووی رحمہ اللہ کا موقف

اِمام نووی رحمہ اللہ قراءاتِ متواترہ کے بھرپور مؤیدین میں سے ہیں۔ انہوں نے 'المنهاج شرح صحيح مسلم ابن الحجاج' میں حدیث سبعہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اِس حوالے سے دیگر علماء کے نقطۂ نظر کو بھی قلم بند کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:
قاضی عیاض رحمہ اللہ کا کہنا ہے:
''سبعہ احرف سے مراد توسع اور تسہیل ہے، حصر مراد نہیں ہے۔ جبکہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سبعہ کے عدد میں محصور ہے۔'' [المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجّاج:۶/۳۴۰]
کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے سات معانی مراد ہیں:
جیسا کہ وعد، وعید، محکم، متشابہ، حلال، حرام، قصص، اَمثال، اَمر اور نہی وغیرہ۔ [ایضاً:۶/۳۴۰]
بعض لوگوں نے رُجحان ظاہر کیا ہے:
"هي أداء التلاوة، وكيفية النطق بكلماتها من إدغام وإظهار، وتفخيم، وترقيق، وإمالة، ومد؛ لأن العرب مختلفة اللغات في هذه الوجوه فيسر الله تعالى عليهم ليقرأ كل إنسان بما يوافق لغته، ويسهل على لسانه." [ایضاً:۶/۳۴۱]
''سبعہ اَحرف اَدائے تلاوت اور کلمات کے نطق کی کیفیت کا نام ہے، جیسا کہ اِدغام و اِظہار، تفخیم، ترقیق، اِمالہ اور مد وغیرہ۔ چونکہ اہل عرب ان وجوہ میں متعدد لغات کے حامل تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سہولت فرما دی تا کہ ہر انسان بآسانی اپنی لغت کے موافق تلاوت کر سکے اور جو اس کی زبان پر سہل ہو۔''
بعض اَفراد سبعہ اَحرف کو الفاظ اور حروف کا نام دیتے ہیں، جبکہ دیگر کا کہنا ہے کہ یہ سات قراءات اور وجوہ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ عرب کے قبائل یمن اور معدّ کی سات لغات ہیں اور یہ سب سے زیادہ فصیح اور اعلیٰ لغات ہیں۔[ایضاً:۳۴۱/۶]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِس سے مضر قبیلے کی سات لغات مراد ہیں۔

یادرہے کہ یہ سات کی سات قرآن کریم میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں کسی ایک کلمہ میں تمام لغات کا وجود نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بعض قرآنی کلمات جیسا کہ ﴿وَعَبَدَ الطَّٰغُوتَ ﴾ [المائدۃ:۶۰]، ﴿ يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ ﴾ [یوسف:۱۲]، ﴿ بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا ﴾ [سبا:۱۹] اور ﴿بِعَذَابٍ بَئِيسٍ ﴾ [الاعراف:۱۶۵] میں یہ تمام کی تمام لغات جمع ہیں۔ [ایضاً:۳۴۱/۶]

قاضی ابوبکر بن باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الصحيح أن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ، وضبطها عنه الأمة، وأثبتها عثمان والجماعة في المصحف، وأخبروا بصحتها، وإنما حذفوا منها لم يثبت متواترا، وأن هذه الأحرف تختلف معانيها تارة وألفاظها أخرى، وليست متضادة ولا متنافية." [ایضاً:۳۴۱/۶]

''صحیح بات یہ ہے کہ موجودہ تمام حروف رسول اللہ ﷺ سے ظاہر اور مشہور ہوئے، آپ ﷺ ہی سے اُمت نے ضبط کیا، انہی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت نے مصحف میں جمع کیا اور اس کی صحت کی خبر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں سے غیر متواتر کو حذف کر دیا۔ اور یہ حروف بسا اَوقات الفاظ اور معانی کے اِعتبار سے مختلف ہوتے ہیں اور بسا اَوقات نہیں ہوتے۔''

طحاوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"أن القراءة بالأحرف السبعة كانت في أول الأمر خاصة للضرورة لاختلاف لغة العرب، ومشقة أخذ جميع الطوائف بلغة، فلما كثر الناس والكتاب، وارتفعت الضرورة كانت قراءة واحدة." [ایضاً:۳۴۱/۶]

''ابتدائی زَمانہ میں اَحرف سبعہ پر قراءت ایک خاص ضرورت، اہل عرب کی لغات میں اختلاف، کے تحت تھی کیونکہ تمام قبائل کا ایک لغت پر پڑھنا دشوار تھا۔ پھر جب لوگوں کی، اور کاتبین کی تعداد بڑھ گئی اور ضرورت ختم ہوگئی تو پھر ایک قراءت ہی باقی رہ گئی۔''

دوادی رحمہ اللہ یوں رقمطراز ہیں:

"هذه القراءات السبع التي يقرأ الناس اليوم بها ليس كل حرف منها هو أحد تلك السبعة، بل نكون مفرقة فيها." [ایضاً:۳۴۱/۶]

''موجودہ سات قراءات جن کی لوگ تلاوت کرتے ہیں ان میں سے ہر حرف میں سات قراءات موجود نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں۔''

ابوعبداللہ بن ابی صفرۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذه القراءات السبع إنما شرعت من حرف واحد من السبعة المذكورة في الحديث، وهو الذي جمع عثمان عليه مصحف، وهذا ذكره النحاس وغيره." [ایضاً:۳۴۱/۶]

''موجودہ سات قراءات جو کہ ایک حرف سے شروع ہوئی ہیں، یہ وہی ہیں جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف میں جمع

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا اور اسی کا نحاس رحمہ اللہ اور دیگر نے تذکرہ کیا ہے۔''

علماءِ کرام کا اس حد تک تو اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے سات حروف پر نزول سے آسانی اور تسہیل مراد ہے۔ جس کا ثبوت وہ تمام اَحادیثِ مبارکہ ہیں جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوچکی ہیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي». ''میری اُمت پر آسانی کی جائے۔''

اِمام نووی رحمہ اللہ کے ہاں سبعہ اُحرف سے مراد مندرجہ ذیل تشریح ہے جیسا کہ محدث عظیم آبادی نے 'عون المعبود' میں بھی اِس کی وضاحت کی ہے۔

"هی أداء التلاوة، وكيفية النطق بكلماتها من إدغام وإظهار، وتفخيم، وترقيق، وإمالة، ومد؛ لأن العرب مختلفة اللغات في هذه الوجوه فيسر الله تعالى عليهم ليقرأ كل إنسان بما يوافق لغته، ويسهل على لسانه." [المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجّاج:۳۴۶/۶]

''سبعہ اَحرف اَدائے تلاوت اور کلمات کے نطق کی کیفیت کا نام ہے، جیسا کہ ادغام و اظہار، تفخیم، ترقیق، اِمالہ اور مد وغیرہ۔ چونکہ اَہل عرب ان وجوہ میں متعدد لغات کے حامل تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سہولت فرما دی تاکہ ہر انسان بآسانی اپنی لغت کے مواقف تلاوت کر سکے اور جو اس کی زبان پر سہل ہو۔''

شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ

شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ بھی متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو من وعن تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت ان کی کتاب 'عون المعبود شرح سنن أبی داؤد' میں موجود وہ تشریح ہے جو اُنہوں نے 'سنن أبی داؤد' میں موجود اَحادیث کے ضمن میں پیش کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾[البقرة:۱۲۵] [سنن أبي داؤد:۳۹۶۹] پڑھا۔

محدث عظیم آبادی بیان کرتے ہیں کہ ذِکر کردہ آیت میں موجود لفظ 'وَاتَّخِذُوْا' میں متعدد قراءات بیان کی گئی ہیں۔ جعفر بن محمد نے صیغۂ اَمر اور مشہور قراءۃ کے مطابق 'وَاتَّخِذُوْا' پڑھا ہے۔

اِس میں ایک قراءت صیغۂ ماضی کے ساتھ بھی ہے۔

سیوطی رحمہ اللہ 'الدر المنثور' میں فرماتے ہیں:

''أن أصحاب عبدالله كانوا يقرؤون ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ قال أمرهم يتخذوا''

''اَصحاب عبداللہ رضی اللہ عنہ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ پڑھتے۔ اور کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانا اَمر تھا۔''

عبدالملک بن ابی سلیمان روایت کرتے ہیں:

''میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو خا کے کسرہ کے ساتھ 'وَاتَّخِذُوْا' پڑھتے ہوئے سنا۔ 'غیث النفع في القراءات السبع' میں ہے کہ نافع رحمہ اللہ اور شامی رحمہ اللہ نے اسے فعل ماضی کے ساتھ 'وَاتَّخَذُوْا' پڑھا ہے۔'' [عون المعبود:۱۱/۷]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''كان يقرأ ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ ولم يقل سعيد: كان يقرأ'' [سنن ابی داؤد:۳۹۶۸]

'غیر' میں تین حرکات بیان کی گئی ہیں:

ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ اور عاصم رحمہ اللہ نے رفع کے سے ساتھ 'غَیْرُ' پڑھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ القاعدون کی صفت ہے اور یہاں پر القاعدون غیر معین ہیں۔

نافع رحمہ اللہ، ابن عامر رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ نصب کے ساتھ 'غَیْرَ' پڑھا ہے۔

اور ایک شاذ روایت جر کے ساتھ بھی بیان کی گئی ہے، کیونکہ یہ المؤمنین کی صفت ہے۔ [عون المعبود:۱۱/۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رأيت النبي يقرأ'' أَيَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ '' [سنن أبي داؤد:۳۹۸۸]

تمام نسخوں میں 'یحسب' سے پہلے حرف استفہام ہے۔ لیکن ہم نے کتب تجوید وتفسیر میں اس قراءت کو نہیں پایا بلکہ مشہور قراءت حرف استفہام کے حذف کے ساتھ ہے جیسا کہ منذری کے نسخہ میں ہے۔

سیوطی رحمہ اللہ 'الدر المنثور' میں رقمطراز ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر سین کے کسرہ کے ساتھ 'يَحْسِبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ' پڑھا ہے۔

'غیث النفع فی القراء ات السبع' میں ہے کہ شامی رحمہ اللہ، عاصم رحمہ اللہ اور حمزہ رحمہ اللہ نے سین کے فتح کے ساتھ 'یَحْسَبُ' پڑھا ہے۔

جبکہ باقی قراء نے سین کے کسرہ کے ساتھ 'یَحْسِبُ' پڑھا ہے۔ [عون المعبود:۱۱/۱۸]

سبعہ احرف سے مراد لغات، قراءات یا مختلف انواع ہیں۔ اور اس کے معنی کی وضاحت میں تقریباً ۴۱/اقوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے معانی کوئی بھی نہیں جانتا، کیونکہ حرف لغت، کلمہ، معنی اور جہت سب پر صادق آتا ہے۔

علماء کا خیال ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ اگر چہ وہ سات سے زائد ہی ہوں ان سے اِختلافات کی سات وجوہ مراد ہیں:

① نفس کلمہ میں کمی وزیادتی واقع ہو۔ جیسے 'نُنْشِزُهَا' اور 'نُنْشِرُهَا' پہلے زا معجمۃ کے ساتھ اور دوسرا را مهمله کے ساتھ۔ اور اسی طرح 'سَارِعُوْا' اور 'وَسَارِعُوْا' سین سے قبل واوَ عاطفہ کے حذف کے ساتھ، اور پھر اس کے اِثبات کے ساتھ۔

② واحد اور جمع کی تغیر جیسے 'كُتُبِهٖ' اور 'كِتٰبِهٖ'

③ تذکیر وتانیث کا اِختلاف جیسے 'یَکُنْ' اور 'تَکُنْ'

④ صرفی اختلاف، تخفیف وتشدید کا جیسے 'یَکْذِبُوْنَ' اور 'یُکَذِّبُوْنَ' اور فتحہ وکسرہ کا اختلاف جیسے 'یَقْنُطُ' اور 'یَقْنِطُ'

⑤ اِعراب کا اختلاف جیسے 'ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ' ذال کے رفع اور جر کے ساتھ

⑥ اَداۃ نحو کا اِختلاف جیسے 'لٰكِنِ الشَّيٰطِيْنُ' 'لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ' نون کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ

⑦ لغات کا اِختلاف جیسے تفخیم اور اِمالہ وغیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ ان قراءات کا پڑھنا جائز ہے جو رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں جس کی دلیل ''أنزل القرآن علی سبعة أحرف'' ہے۔ [عون المعبود:۲۴۳/۴]

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں رقمطراز ہیں کہ سبعہ اَحرف سے متعلق بیان کیے جانے والے اَقوال میں سے سب سے زیادہ صحیح اور حدیث کے معنی کے قریب ترین یہ قول ہے:

''سبعہ اَحرف اَدائے تلاوت اور کلمات کے نطق کی کیفیت کا نام ہے، جیسا کہ اِدغام و اِظہار، تفخیم، ترقیق، اِمالہ اور مد وغیرہ۔ چونکہ اَہل عرب ان وجوہ میں متعدد لغات کے حامل تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سہولت فرما دی تا کہ ہر انسان بآسانی اپنی لغت کے موافق تلاوت کر سکے اور جو اس کی زبان پر سہل ہو۔'' [المنہاج :۳۴۱/۶]

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لیکن اَیسا مطلق طور پر نہیں ہے مثلاً بعض جگہوں پر اِدغام جبکہ بعض جگہوں پر اِظہار جائز نہیں ہے۔اسی طرح دیگر اَشیاء کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا اور لغات کا اختلاف صرف ان وجوہ میں ہی محصور نہیں ہے۔''

[عون المعبود:۲۴۴/۴]

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سبعہ وُجوہ سے مراد مختلف اَلفاظ کے متفق معانی ہیں۔جیسا کہ أقبل، تعال، عجل، هلم اور أسرع، پس مترادف اَلفاظ کا تبادلہ جائز ہے نہ کہ متضاد اَلفاظ کا۔''

مسند احمد میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''أنزل القرآن علی سبعة أحرف علیما حکیما غفوراً رحیما''[مسند احمد:۸۳۷۲]

''قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جیسے علیما حکیما اور غفوراً رحیما''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''القرآن کله صواب ما لم یجعل مغفرة عذابا أو عذابا مغفرة .''[مسند احمد:۱۶۴۱۳]

'' قرآن سارے کا سارا صحیح ہے جب تک کہ مغفرت کی آیت کو عذاب کے ساتھ اور عذاب والی آیت کو مغفرت والی آیت کے ساتھ نہ بدلا جائے۔''

یہی وجہ ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ قرآنی آیت ﴿كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ﴾[البقرۃ:۲۰] میں 'مَّشَوْا فِيهِ' کی جگہ 'سَعَوْا فِيْهِ' پڑھ لیتے تھے۔اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿انْظُرُوْنَا﴾ کی جگہ پر 'أَمْهِلُوْنَا' اور 'أَخِّرُوْنَا' پڑھتے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات بہت بعید ہے، خصوصاً حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے کہ وہ اَیسے لفظ کو اپنی طرف سے بدل دیں جس کو اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور آپ ﷺ نے تلاوت میں اُسے معمول بنایا ہو۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں صحابہ کرام نے یا تو اُسے تفسیر کے طور پر نقل کیا ہے یا اللہ کے نبی ﷺ سے مختلف وجوہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ایک بار 'مَشَوْا فِيْه' اور پھر 'سَعَوْا فِيْهِ' اور ایک جگہ پر ﴿انْظُرُوْنَا﴾ اور کسی اور مقام پر 'أَمْهِلُوْنَا' اور 'أَخِّرُوْنَا' پڑھا ہو۔''

اِمام طحاوی رحمہ اللہ کا خیال ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''اس میں ان لوگوں کے لیے رخصت ہے جن کے لیے کتابت اور ضبط کے علم سے عدم واقفیت کی بناء پر ایک لفظ پر تلاوت کرنا مشکل ہے۔اس کے بعد عذر کے زائل ہونے اور حفظ و کتابت میں آسانی کی وجہ سے اسے منسوخ کر دیا گیا۔'' [عون المعبود:۲۴۴/۴]

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حروف سے مراد لغات ہیں۔یعنی قرآن کریم عرب کی سات لغات میں نازل کیا گیا اور یہ لغات کلام کے اعتبار سے سب سے افضل اور اعلیٰ تھیں۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ لغات قرآن کریم میں متفرق مقامات پر آئی ہیں کسی ایک کلمہ میں جمع نہیں ہیں۔

قتیبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''لا نعرف في القرآن حرفا يقرأ على سبعة أحرف.''

''قرآن میں ایک بھی حرف ایسا موجود نہیں ہے جس میں (تمام) سبعہ حروف پڑھے جاسکتے ہوں۔''[أیضاً:۲۴۴/۴]

ابن انباری رحمہ اللہ ان کے جواب میں فرماتے ہیں:

''یہ غلط ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ایسے حروف موجود ہیں جن میں سات حروف کی قراءت کی جاسکتی ہے۔جیسا کہ ﴿وَعَبَدَ الطَّغُوْتَ﴾ [المائدۃ:٦٠]، ﴿يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ﴾ [یوسف:۱۲] اور اس کے بعد انہوں نے کئی وجوہ کا تذکرہ کیا ہے گویا کہ انہوں نے احرفِ سبعہ والی حدیث کی یہ تاویل پیش کی ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ سات حروف پر نازل ہوا ہے نہ کہ پورے کا پورا قرآن۔'' [أیضاً:۲۴۵/۴]

سندی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کا قراءات میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکذیب کا نشانہ بناتے ہوئے دیکھا تو انہیں لغتِ قریش پر جمع کر دیا جس پر سب سے پہلے قرآن کریم نازل ہوا تھا۔''

امام سیوطی رحمہ اللہ کا خیال ہے:

''المختار أن هذا من المتشابه الذي لا يدرى تأويله، وفيه أكثر من ثلاثين قولا أوردتها في الإتقان.'' [أیضاً:۲۴۵/۴]

''میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ حدیث سبعہ احرف متشابہات میں سے ہے جس کی تاویل معلوم نہیں ہوسکی، اور اس کی مراد میں تیس سے زیادہ اقوال بیان کیے گئے ہیں جن کو میں نے 'الإتقان' میں ذکر کیا ہے۔''

مذکورہ بالا تمام بحث سے امام موصوف کا جو مؤقف سامنے آیا ہے وہ یہ ہے:

''سبع اللغات المشهورة هي: لغة الحجاز والهذيل والهوازن واليمن والطي والثقيف وبني تميم.'' [ایضاً:۲۴۵/۴]

''سبعہ احرف سے سات مشہور لغات حجاز، ہذیل، ہوازن، یمن، طی، ثقیف اور بنی تمیم مراد ہیں۔''

مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ

ثبوتِ قراءات کے مسئلہ میں علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ بھی سلف صالحین کے متفقہ مؤقف کے حامل ہیں اور انہوں نے ترمذی کے ابواب القراءات کے ذیل میں احادیث میں مذکور قراءات کی لغوی تشریح بھی فرمائی ہے جس سے ان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ قراءات صرف قراء کی روایات کا ہی نام نہیں بلکہ یہ با قاعدہ اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہیں اور لغت و بیان کے وسیع مروجہ مقاییس پر پوری اترتی ہیں۔ نیز وہ جمیع قراءات کو متواتر اور قرآن تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ اُنھوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''كان رسول الله يقطع قراءته يقرأ: الحمد لله رب العالمين . ثم يقف . الرحمن الرحيم . ثم يقف . وكان يقرأها: مَلِكِ يوم الدين . '' [جامع الترمذي:۲۹۲۷،وقال الشيخ الألباني: صحيح]

''رسول اللہ ﷺ قراءت میں اِنقطاع کرتے تھے۔ آپ ''الحمد لله رب العالمين'' پڑھ کر وقف کرتے، اس کے بعد ''الرحمن الرحيم'' پڑھتے اور وقف کرتے۔ اور ''مَلِكِ يَومِ الدِّين'' پڑھتے تھے۔''

اِس حدیث کے ذیل میں علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

بعض قراء نے مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جبکہ بعض نے الف کے ساتھ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھا ہے۔

یہ دونوں صحیح اور متواتر قراءتیں ہیں۔

اِسی طرح اسے لام کے سکون کے ساتھ 'مَلْكِ' اور 'مَلِيْكِ' بھی پڑھا گیا ہے۔

بعض نے کاف کے اِشباع کے ساتھ ''ملكي يوم الدين'' پڑھا ہے۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ''مَلَكَ يَومَ الدِّين'' کی قراءت منسوب ہے۔

اِمام زمخشری رحمہ اللہ نے 'مَلِكِ' کی قراءت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ اہل حرمین کی قراءت ہے۔

اِمام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عاصم، کسائی اور یعقوب نے 'مٰلِكِ' جبکہ دیگر قراء نے ''مَلِكِ'' پڑھا ہے۔'' [تحفة الأحوذي:۱۹۸/۸]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے:

''أن النبي ﷺ قرأ ''في عين حمئة'' [جامع الترمذي:۲۹۳۴،وقال الشيخ الألباني: صحيح]

بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابوجعفر، ابو عامر، حمزہ، کسائی اور ابوبکر نے ہمزہ کے بغیر اور ثبوت الف کے ساتھ 'حامية' پڑھا ہے۔''

جبکہ بعض نے ثبوت ہمزہ اور الف کے بغیر 'حمئة' پڑھا ہے۔

اَبوداؤد میں 'في عين حامية' سے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث ہے:

''میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا اس وقت سورج غروب کے قریب تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فإنها تغرب في عين حامية''

ابن جریر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''والصواب أنهما قراءتان مشهورتان وأيهما قرأ القارىء فهو مصيب . ''

''صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں، قاری ان میں سے جو بھی پڑھے گا ٹھیک ہوگی۔''

[تحفة الأحوذي:۱۹۸/۸]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''أنه قرأ على النبي ﷺ: خَلَقَكُمْ مِن ضَعْفٍ ، فقال: مِنْ ضُعْفٍ''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[جامع الترمذي: ۲۹۳۶، قال الشيخ الألباني: حسن]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے "خَلَقَكُمْ مِن ضَعْفٍ "پڑھا۔ تو آپ ﷺ نے ضاد کے ضمہ کے ساتھ 'ضُعْفٍ' پڑھا۔ ابوداؤد میں عطیہ عوفی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ﴿الله الذى خلقكم من ضَعْفٍ﴾ پڑھا تو آپ نے مجھے ضاد کے ضمہ کے ساتھ 'ضُعْفٍ' پڑھایا۔ اور فرمانے لگے کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اسی طرح پڑھا تھا لیکن آپ ﷺ نے مجھے ضمہ کے ساتھ 'ضُعْفٍ' پڑھایا۔''

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسے ضمہ اور فتح دونوں طرح پڑھا گیا ہے ضمہ قریش کی جبکہ فتح تمیم کی لغت ہے۔''

علامہ نسفی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''فتح والی قراءت عاصم اور حمزہ کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر تمام قراء ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جبکہ حفص نے دونوں لغات کو اختیار کیا ہے۔''

ان دونوں قراءتوں میں ضمہ والی قراءت زیادہ اقویٰ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہی پڑھائی تھی۔'' [تحفة الأحوذي: ۲۰۷/۸]

عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ سبعہ اَحرف والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''سبعہ اَحرف سے سات وُجوہ مراد ہیں اور ان میں سے ہر ایک وجہ پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے ہر کلمہ اور جملہ میں سات وجوہ پڑھی جاسکتی ہیں بلکہ اس سے مراد ایک کلمہ میں زیادہ وجوہ کی غایت بیان کرنا ہے، یعنی ایک کلمہ میں زیادہ سے زیادہ سات وجوہ پڑھی جاسکتی ہیں۔''

لیکن اگر کوئی کہے کہ بعض کلمات قرآنی میں سات سے زیادہ وجوہ بھی موجود ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ غالب یہی ہے کہ اس قدر زیادتی ثابت نہیں ہے اور اگر ہوگی بھی تو وہ اَدا کی کیفیت میں اختلاف کی قبیل سے ہوگی جیسا کہ مد اور اِمالہ وغیرہ میں ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سبعہ سے حقیقی عدد نہیں بلکہ تسہیل اور آسانی مراد ہے اور سبعہ کے لفظ کا اِطلاق صرف اور صرف کثرت کے طور پر ہو رہا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ اور دیگر کا بھی یہی مؤقف ہے۔''

قرطبی رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

'' اَحرف سبعہ کے معنی میں شدید اختلاف کیا گیا ہے اور اس کے متعلق تقریباً ۳۵ راقوال ذکر کیے گئے ہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی کتب میں سبعہ اَحرف سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے شائقین حضرات ان کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ [تحفة الأحوذي: ۲۱۲/۸]

خلاصہ

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سبعہ کو ایک خاص متعین عدد کے معنی میں لیتے ہیں نہ کہ اکائیوں میں کثرت کے معنی میں۔ باقی جہاں تک اَحرف کی تشریح کا تعلق ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کسی حرف میں اگر زیادہ سے زیادہ وجوہ پائی جاسکتی ہیں تو وہ سات ہیں۔ جس کو بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے:

"أوجه مقروءة لا تزيد عن السبعة"

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تبلیغ دین کے لیے مجلس التحقیق الاسلامی کی ایک اور منفرد کاوش

ویب سائٹ کی شاندار کامیابی کے بعد
ایک قدم اور آگے

کتاب وسنت ڈاٹ کام

- اردو زبان میں آن لائن اسلامی لٹریچر پر مبنی سب سے بڑی ویب سائٹ
- موضوعاتی انڈیکس کے ساتھ ہر موضوع پر جید علماء کی تصانیف ومضامین
- کتب اور مضامین کی فری ڈاؤن لوڈنگ کی سہولت
- شرعی راہنمائی کے لیے آن لائن فتویٰ کی سہولت
- تلاوت قرآن، نظمیں اور تقاریر ودروس پر مبنی آڈیو، ویڈیو سیکشن
- مختلف آن لائن اسلامک سافٹ وئیرز اور آن لائن لائبریری
- آن لائن ماہنامہ محدث اور ماہنامہ رشد (مکمل شمارے)

زیر سرپرستی: حافظ عبد الرحمٰن مدنی (رئیس مجلس التحقیق الاسلامی)

زیر نگرانی: حافظ انس نضر مدنی (انچارج مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور)

حافظ حسن مدنی (مدیر ماہنامہ محدث' لاہور)

ویب ماسٹرز: حافظ اختر علی (انچارج آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ ادارہ ہذا)

hafi_alipk@hotmail.com, hfizakhtar2000@yahoo.co.uk

محمد شاکر (ویب سائٹ ڈیزائنر اینڈ کنٹرولر)

kitabosunnat@gmail.com , truemaslak@gmail.com

عمران اسلم ☆

فضائل القرآن از ابن کثیرؒ میں 'سبعہ احرف' پر مشتمل احادیث

اِس میں دو رائے نہیں ہیں کہ قرآن کریم کا نزول 'سبعہ اَحرف' پر ہوا ہے۔ جس کی تائید ان اَحادیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے جن سے کتب اَحادیث و تفاسیر بھری پڑی ہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر 'تفسیر القرآن العظیم' میں اس سلسلہ میں وارد ہونے والی متعدد اَحادیث کو یکجا کیا ہے۔ ذیل میں ہم 'تفسیر ابن کثیر' میں سبعہ اَحرف کے ضمن میں نقل شدہ تمام اَحادیث کو پیش کرنے کے بعد سبعہ اَحرف سے متعلق امام موصوف کا مؤقف واضح کرنے کی سعی کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَقْرَأَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ وَيَزِيْدُنِيْ حَتَّى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [صحيح البخاري: ۴۷۰۵]

''مجھے جبریل علیہ السلام نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان سے مراجعت کی اور میں مزید طلب کرتا رہا اور وہ (قرآن کے حرفوں میں) اِضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حرفوں تک پہنچ گئے۔''

ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ کے طریق سے ایک روایت:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے اِسلام قبول کیا ہے میرے دل میں اِس بات سے زیادہ کھٹکا کبھی پیدا نہیں ہوا کہ (ایک دفعہ) میں نے ایک آیت تلاوت کی اور دوسرے شخص نے وہی آیت تلاوت کی تو وہ میری قراءت سے مختلف تھی۔ پس میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے پڑھی ہے؟ تو اس نے کہا ہاں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ہی اس طرح پڑھائی ہے۔ پس ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے اور دونوں نے اپنی اپنی قراءت پڑھ کر سنائی۔ آپ ﷺ نے سن کر دونوں کی تائید کی اور فرمایا:

«إِنَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ أَتَيَانِيْ فَقَعَدَ جِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِيْ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اِقْرَأ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ، فَقَالَ مِيْكَائِيْلُ: بَلْ اسْتَزِدْهُ، حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ وَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ». [سنن النسائي الكبري: (۱/۳۲۷) حدیث: ۱۰۱۳]

''میرے پاس جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام آئے۔ جبریل علیہ السلام میری دائیں جانب اور میکائیل علیہ السلام بائیں جانب بیٹھ گئے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ ایک حرف پر قرآن کی تلاوت کیجئے۔ میکائیل علیہ السلام کہنے لگے کہ اس پر اِضافہ کا مطالبہ کریں۔ حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام سات حروف تک جا پہنچے جن میں سے ہر حرف شافی اور کافی ہے۔''

ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے طریق سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یوں منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

«أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [تفسیر ابن جریر: ۱/۳۴]

☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا۔''

مسند احمد بن حنبل میں ہے:

''عن أبي بن كعب قال: كنت في المسجد فدخل رجل فقرأ قراءة أنكرتها عليه ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه، فقمنا جميعا، فدخلنا على رسول الله ﷺ فقلت: يا رسول الله! إن هذا قرأ قراءة أنكرتها عليه، ثم دخل هذا فقرأ سوى قراءة صاحبه، فقال لهما النبيﷺ: «اقْرَأْ»، فقرأ، فقال: «أَصَبْتُمَا». فلما قال لهما النبي ﷺ قال: كبر عَلَيَّ ولا إذ كنت في الجاهلية، فلما رأى الذي غشيني ضرب في صدري ففضت عرقا، وكأنما أنظر إلى الله تبارك وتعالى فرقا فقال: «يَا أُبَيُّ! إِنَّ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، وَلَكَ بِكُلِّ رِدَةٍ مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا». قَالَ: قُلْتُ: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي، وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ فِيهِ الْخَلْقُ حَتّٰى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ». [مسند أحمد بن حنبل: ۲۱۲۵۱]

''حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوا اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اَجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت سے مختلف ایک اور قراءت پڑھی۔ چنانچہ ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے پہلے کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی۔ اس پر آپ ﷺ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر (اپنا ہاتھ) مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کو سامنے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے اُبی! پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں دو حرفوں میں پڑھوں، میں نے جواباً پھر درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا کہ میں سات حرفوں پر پڑھوں۔''

ابن جریر رحمہ اللہ کے طریق سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں منقول ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ، فَقُلْتُ: خَفِّفْ عَنْ أُمَّتِي، فَقَالَ: اِقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ رَبِّ! خَفِّفْ عَنْ أُمَّتِي، فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ مِنْ سَبْعَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ». [تفسير ابن جرير: ۳۱۔(۱/۳۷)]

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حرف پر قرآن کی تلاوت کا حکم دیا۔ میں نے رب سے دعا کی کہ میری اُمت کے لیے آسانی کی جائے تو رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دو حرفوں پر پڑھو۔ میں نے پھر دعا کی کہ میری اُمت پر آسانی کی جائے، اس کے بعد مجھے جنت کے سات دروازوں کی طرح سات حروف پر پڑھنے کا حکم ہوا جو کہ سب کافی اور شافی ہیں۔''

ابن جریر رحمہ اللہ کے طریق سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں بھی منقول ہے:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو سورۃ نحل کی مجھ سے مختلف قراءت میں تلاوت کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوئے سنا اس کے بعد ایک اور شخص سے اس سے بھی مختلف قراء ت سنی تو ہم تینوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے ان دونوں کو سورۃ نحل کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے اور ان دونوں کی قراء ت اس سے مختلف ہے جو میں نے آپ ﷺ سے پڑھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان کے پڑھنے پر آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان نے میرے دل میں وسوسہ پیدا کر دیا یہاں تک کہ میرا چہرہ سرخ ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اخْسِئِ الشَّيْطَانَ عَنْهُ، يَا أُبَيُّ، أَتَانِيْ آتٍ مِنْ رَبِّيْ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ، فَقُلْتُ: رَبِّ! خَفِّفْ عَنْ أُمَّتِيْ، ثُمَّ أَتَانِي الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفَيْنِ. فَقُلْتُ: رَبِّ! خَفِّفْ عَنْ أُمَّتِيْ، ثُمَّ أَتَانِي الثَّالِثَةَ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ أَتَانِي الرَّابِعَةَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ». [صحيح مسلم:۸۲۳]

''اے اللہ! اُبی سے شیطان کو دور کر دے۔ پھر فرمایا: اے اُبی! اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری طرف ایک آنے والا آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن کریم ایک حرف پر پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، میں نے کہا: اے اللہ! میری اُمت پر آسانی فرمائیے۔ پھر وہ دوسری مرتبہ آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ! میری اُمت پر آسانی فرمائیے۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آیا اور اسی طرح کہا میں نے بھی ویسے ہی درخواست کی۔ پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سات حروف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔''

عن أبيّ بن كعب أنّ النبيّ ﷺ كان عند أضاة بني غفّار، فأتاه جبريل، فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ». قال: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ»، ثم أتاه الثانية، فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفَيْنِ». فقال: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ» ثم جاءه الثالثة. فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ». فقال: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ» ثم جاءه الرابعة. فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا». [صحیح مسلم:۸۲۱]

''حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ بنی غفار کے تالاب کے پاس موجود تھے کہ جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے لئے حکم خداوندی ہے کہ اپنی اُمت کو ایک لہجہ پر قرآن مجید پڑھائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ سے معافی و مغفرت کا طلب گار ہوں، میری امت ایک لہجہ پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا آپ اپنی امت کو دو لہجات پر پڑھائیے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی بات دہرائی۔ جبریل علیہ السلام تیسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا کہ آپ کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ تین لہجات پر پڑھائیے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی بات دہرائی۔ جبریل علیہ السلام چوتھی مرتبہ آئے اور کہا کہ آپ اپنی اُمت کو سات لہجات میں پڑھائیے۔ ان میں سے جس کے مطابق پڑھیں گے درستی کو پالیں گے۔''

صحیح مسلم، ابوداود اور نسائی میں شعبہ کے طریق سے ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

«يَا أُبَيُّ! إِنِّي أُقْرِءْتُ الْقُرْآنَ فَقِيْلَ لِيْ: عَلٰى حَرْفٍ أَوْ حَرْفَيْنِ؟ فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِيْ مَعِيَ: قُلْ: عَلٰى حَرْفَيْنِ. قُلْتُ: عَلٰى حَرْفَيْنِ. فَقِيْلَ لِيْ: عَلٰى حَرْفَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ؟ فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعِيَ: قُلْ عَلٰى ثَلَاثَةٍ. قُلْتُ عَلٰى ثَلَاثَةٍ. حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ ثُمَّ قَالَ: لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ، إِنْ قُلْتَ: سَمِيْعًا عَلِيْمًا، عَزِيْزًا حَكِيْمًا، مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ». [صحيح مسلم:۸۲۰]

''اے اُبی! میں تلاوت قرآن کر رہا تھا کہ مجھ سے کہا گیا ایک حرف پر یا دو حرفوں پر؟ میرے ساتھ موجود فرشتے نے کہا: آپ کہیں کہ دو حرفوں پر، پس میں نے کہا: دو حرفوں پر۔ پھر مجھ سے دریافت کیا گیا دو حرفوں پر یا تین حرفوں پر؟ میرے ساتھ موجود فرشتے نے کہا کہ آپ کہیں تین حرفوں پر۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف پر جا پہنچا۔ پھر کہا گیا: ان میں سے ہر حرف کافی وشافی ہے۔ آپ سميعا عليماً پڑھیں یا عزيزا حكيماً۔ اور عذاب والی آیت کو رحمت والی آیت کے ساتھ یا رحمت والی کو عذاب والی کے ساتھ خلط نہ کریں۔''

مسند احمد میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جبریل علیہ السلام سے مراء کے پتھروں کے قریب ملے تو آپ نے ان سے فرمایا:

«إِنِّي بُعِثْتُ إِلٰى أُمَّةٍ أُمِّيِّيْنَ فِيْهِمُ الشَّيْخُ الْفَانِيْ، وَالْعَجُوْزُ الْكَبِيْرَةُ، وَالْغُلَامُ» قَالَ: «فَمُرْهُمْ فَلْيَقْرَؤُوْا الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ». [مسند أحمد: (۵/۱۳۲) ۲۱۲۸۴، ۲۱۲۸۵]

''میں ایسی اُمت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جس میں بوڑھے، کمزور اور غلام لوگ ہیں۔ پس جبریل علیہ السلام کہنے لگے: ان کو حکم دیجیے کہ وہ سات حرفوں میں قرآن کی تلاوت کر لیں۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَقِيْتُ جِبْرِيْلَ عِنْدَ أَحْجَارِ الْمِرَاءِ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ! إِنِّيْ أُرْسِلْتُ إِلٰى أُمَّةٍ أُمِّيَّةٍ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ، وَالْغُلَامُ، وَالْجَارِيَةُ، وَالشَّيْخُ الْفَانِي الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ كِتَابًا قَطُّ». فقال: «إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ». [مسند أحمد:۵/۴۰۰]

''میں جبریل علیہ السلام سے مراء کے پتھروں کے پاس ملا، میں نے کہا: اے جبریل! میں اَن پڑھ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں عورتیں، بچے، غلام، لونڈیاں، بوڑھے اور ایسے لوگ ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: بے شک قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔''

مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جبریل علیہ السلام سے مراء کے پتھروں کے پاس ملے پس وہ کہنے لگے:

«إِنَّ أُمَّتَكَ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَمَنْ قَرَأَ مِنْهُمْ عَلٰى حَرْفٍ فَلْيَقْرَأْ كَمَا عَلِمَ، وَلَا يَرْجِعْ عَنْهُ». [مسند الإمام أحمد:۵/۳۸۵]

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَانِيْ مَلَكَانِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ: أَقْرِءْهُ. قَالَ: عَلٰى كَمْ؟ قَالَ: عَلٰى حَرْفٍ. قَالَ:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

زِدْهُ ، قَالَ: حَتّٰى بَلَغَ إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» . [مسند الإمام أحمد: ۱۲۵/۵]

''میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا: انہیں پڑھائیے، دوسرے نے کہا: کتنے حروف پر؟ اس نے کہا: ایک حرف پر۔ دوسرے نے مزید کا مطالبہ کیا یہاں تک کہ معاملہ سبعہ اَحرف تک پہنچ گیا۔''

اسی طرح سنن نسائی میں بھی سلیمان بن صرد کی یہی روایت اَلفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔

[سنن النسائي الكبرىٰ:۱۰۵۰۲]

تفسیر ابن جریر میں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ میں مذکور ہے۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ میں نے ایک شخص کی قراءت سنی، میرے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پڑھی ہے۔ پس ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وہی قراءت کی تو آپ ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے تو اس اس طرح پڑھائی ہے۔ تو آپ ﷺ نے میری قراءت کی بھی تحسین فرمائی۔ پھر میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْ أُبَيٍّ الشَّكَّ . '' ''اے اللہ! اُبی سے شک کو دور کردے۔''

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پسینے میں شرابور ہوگیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مَلَكَيْنِ أَتَيَانِيْ ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: اِقْرَأْ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ ، وَقَالَ الْآخَرُ: زِدْهُ . فَقُلْتُ: زِدْنِيْ . فَقَالَ: اِقْرَأْ عَلٰى حَرْفَيْنِ ، حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ ، فَقَالَ: اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» .

''میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک نے کہا: قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھئے، اور دوسرے نے کہا: اس میں زیادتی کروائیے۔ میں نے کہا اس سے زیادہ کیا جائے۔ تو پہلے نے کہا: دو حرفوں پر پڑھیے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا۔ تو اس (فرشتے) نے کہا: سات حروف پر تلاوت فرمائیے۔''

ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَتَانِي جِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اِقْرَأْ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ ، فَقَالَ مِيْكَائِيْلُ: اِسْتَزِدْهُ ، قَالَ: اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ ، مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ أَوْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ» . [مسند أحمد: ۴۱/۵]

''جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ جبریل علیہ السلام فرمانے لگے: قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھئے، میکائیل علیہ السلام فرمانے لگے کہ اس میں زیادتی کروائیے۔ تو (جبریل علیہ السلام) کہنے لگے: سات حروف پر پڑھئے۔ ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں۔''

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أُنْزِلَ الْقُرْءَانُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ » [مسند أحمد: ۱۱۴/۵]

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔''

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ -ثَلَاثَ مَرَّاتٍ- فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فَاعْمَلُوْا وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوْهُ إِلٰى عَالِمِهٖ» . [مسند أحمد: (٢/٣٠٠)٧٩٧٦]

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا، اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ یہ الفاظ آپ نے تین بار ارشاد فرمائے۔ اس میں سے جس چیز کا تم کو علم ہو جائے اس پر عمل کرو۔ اور جس سے تم نابلد ہو اس کو عالم کی طرف لوٹا دو۔''

ام ایوب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، أَيُّهَا قَرَأْتَ أَجْزَأَكَ» . [مسند أحمد: ٢٧٥٥٠]

''قرآن کریم سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے، تم جس پر بھی پڑھو گے کفایت کر جائے گا۔''

حضرت ابی جُہیم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

حضرت ابو جُہیم رضی اللہ عنہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کا ایک قرآنی آیت میں اختلاف ہو گیا، دونوں کا خیال تھا کہ اُنہوں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہے، لہٰذا وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اَقدس میں حاضر ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، فَلَا تَمَارَوْا بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ مِرَاءً فِيْهِ كُفْرٌ» .

[فضائل القرآن: ٣٣٧]

''یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے، تم اس میں جھگڑا مت کرو، بے شک قرآن کریم میں جھگڑنا کفر ہے۔''

مسند احمد میں ابو جُہیم رضی اللہ عنہ کی یہی روایت کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ یوں بیان کی گئی ہے:

دو آدمیوں کا قرآن کریم کی آیت میں اختلاف ہو گیا۔ دونوں کا دعویٰ تھا کہ انہوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے اَخذ کیا ہے۔ دونوں نے جب آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْقُرْآنُ يُقْرَأُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، فَلَا تَمَارَوْا فِي الْقُرْآنِ ، فَإِنَّ مِرَاءً فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ»

[مسند أحمد: ٤/١٦٩]

''قرآن کریم کو سات حرفوں پر پڑھا جا سکتا ہے، پس تم قرآن میں جھگڑا مت کرو، کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کا قرآن کریم کی ایک قراءت میں اختلاف ہو گیا۔ اور دونوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نے یہ رسول اللہ ﷺ سے اَخذ کی ہے۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اَقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا گوش گزار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، فَأَيَّ ذٰلِكَ قَرَأْتُمْ أَحْسَنْتُمْ ، فَلَا تَمَارَوْا فِيْهِ ، فَإِنَّ الْمِرَاءَ فِيْهِ كُفْرٌ» . [مسند أحمد: ٤/ ٢٠٥]

''بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس تم (ان میں سے) جو قراءت بھی کرو گے درست ہو گی، قرآن کریم میں جھگڑا مت کرو کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

مسند احمد میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ والی یہی حدیث انہی الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے لیکن اس کے اَخیر میں یہ الفاظ ہیں: «فَإِنَّ الْمِرَاءَ فِيْهِ كُفْرٌ أَوْ آيَةُ الْكُفْرِ» . [مسند أحمد: ٤/٢٠٥]

''اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے یا کفر کی ایک نشانی ہے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كَانَ الْكِتَابُ الْأَوَّلُ نَزَلَ مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ مِنْ سَبْعَةِ أَبْوَابٍ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ: زَاجِرٍ وَآمِرٍ وَحَلَالٍ وَحَرَامٍ وَمُحْكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ وَأَمْثَالٍ، فَأَحِلُّوْا حَلَالَهُ، وَحَرِّمُوْا حَرَامَهُ، وَافْعَلُوْا مَا أُمِرْتُمْ، وَانْتَهُوْا عَمَّا نُهِيتُمْ عَنْهُ، وَاعْتَبِرُوْا بِأَمْثَالِهِ، وَاعْمَلُوْا بِمُحْكَمِهِ، وَآمِنُوْا بِمُتَشَابِهِهِ وَقُوْلُوْا: ﴿ءَامَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾».

[المستدرك على الصحيحين:۳۱۷/۲]

''پہلی کتاب ایک طریق پر اور ایک ہی 'حرف' پر نازل ہوئی تھی، جبکہ قرآن کریم سات طرق سے، سات حروف پر اس طرح نازل ہوا ہے کہ اس میں اَمر و نہی اور حلال و حرام اور محکم و متشابہ اور امثال ہیں۔ لہٰذا تم اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال جانو اور اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھو۔ قرآن جو تمہیں حکم دیتا ہے وہی بجالاؤ اور جس سے روکتا ہے اس سے اجتناب کرو اور اس کی دی ہوئی مثالوں سے عبرت پکڑو۔ قرآن کے محکم پر عمل کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ اور اس اَمر کا اقرار کرو کہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور ہم اسی پر ایمان لائے۔''

سبعہ اَحرف سے مراد

ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سبعہ اَحرف سے متعلق تمام اَحادیث تواتر کے ساتھ منقول ہیں، سوائے ایک حدیث، جو کہ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

«نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ». [فضائل القرآن:ص۳۳۹، رواه أحمد من طريق عفان :۲۰۳۱۱]

''قرآن تین حروف پر نازل کیا گیا ہے۔''

ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مشہور اور صحیح روایت سبعہ والی ہے۔ لیکن سبعہ کا قطعی مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک حرف سات وجوہ میں پڑھا جائے، جس کی مثال ناپید ہے۔''

ہمارے نزدیک سبعہ اَحرف سے مراد یہ ہے کہ لغات عرب میں سے سات متفرق لغات پورے قرآن میں نازل کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک حرف ایک قبیلے کی لغت پر، دوسرا حرف پہلے سے مختلف دوسرے قبیلے کی لغت پر اور تیسرا ان دونوں سے مختلف کسی اور قبیلے کی لغت پر مشتمل ہے۔ بقیہ چار حروف کا معاملہ بھی اسی طرح ہے اور ان میں سے بعض لغات پر قرآن کا زیادہ حصہ مشتمل ہے جبکہ بعض پر کم۔

کلبی رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعِ لُغَاتٍ، مِنْهَا خَمْسٌ بِلُغَةِ الْعَجُزِ مِنْ هَوَازَنَ»

''قرآن کریم سات لغات پر نازل کیا گیا ہے ان میں سے پانچ ہوازن میں سے عجز کی ہیں۔''

[فضائل القرآن:ص۳۴۰، إسناده ضعيف جدا من أجل الكلبي]

ابوعبید رحمہ اللہ مزید رقمطراز ہیں: عجز میں بنو اَسعد بن بکر، جشم بن بکر، نصر بن معاویہ اور ثقیف شامل ہیں، جو کہ علیا ہوازن ہیں۔ ان کے بارے میں ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ کہتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''أفصح العرب عليا هوازن وسفلى تميم يعني بني دارم''
''سب سے زیادہ فصیح علیا ہوازن اور سفلی تمیم یعنی بنی دارم ہیں۔''
یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''لا يملى في مصاحفنا إلا غلمان قريش أو ثقيف'' [مقدمہ تفسیر ابن کثیر]
ابن جریر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ دو لغتیں قریش اور خزاعہ ہیں۔[تفسیر ابن جریر:۶۱/۱]
قتادۃ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، لیکن ان کی لقاء ثابت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے متعلق ایک شعر پڑھا۔ یعنی انہوں نے شعر کو قرآن کی تفسیر کے طور پر پیش کیا۔

ھشیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴾[الإنشقاق:۱۷] تلاوت کی اور اس کے ساتھ یہ شعر پڑھا:

أن لا قلائصاً حقائقاً مستوسقات لو يجدن سائقا

ایک مقام پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾[النازعات:۱۴] کے بارے میں فرمایا اس سے مراد زمین ہے اور اس کے بعد اُمیہ بن اَبی صلت کا یہ قول نقل کیا:
''عندهم لحم بحر ولحم ساهرة'' [فضائل قرآن:۳۳۴]
''ان کے پاس سمندر اور زمین (خشکی) کا جانور ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آیت ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾[الانعام:۱۴] کا معنی نہیں جانتا تھا یہاں تک کہ میں نے دو اعرابیوں کو ایک کنویں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے سنا، جن میں سے ایک کہہ رہا تھا 'أنا فطرتها' یعنی 'میں نے اس کی اِبتدا کی ہے۔' [فضائل قرآن:۳۴۵]

ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم عرب کی تمام لغات کی بجائے چند لغات پر نازل کیا گیا۔ جبکہ معلوم ہے کہ عرب میں لغات سات سے زیادہ رائج ہیں۔ امام صاحب سے دریافت کیا گیا کہ سبعہ اَحرف سے متعلق آپ نے جو قول اختیار کیا ہے یہ ان اَقوال سے مطابقت نہیں رکھتا جن میں کہا گیا ہے کہ سبعہ اَحرف سے مراد اَمر و زجر، ترغیب وترہیب، قصص ومثل اور اس سے ملتے جلتے دیگر اَقوال ہیں جبکہ ان کے اِختیار کرنے والوں میں آئمہ سلف اور اُمت کے بہترین لوگ شامل ہیں۔ طبری رحمہ اللہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں نے سبعہ اَحرف کے ذیل میں یہ اَقوال اختیار کیے ہوتے تو پھر تو یہ ہمارے قول کے مخالف ہوتے، جبکہ انہوں نے 'سبعہ اَحرف' سے سات وجوہ مراد لی ہیں اور انہوں نے جو اَمر و زجر کے اَقوال اختیار کیے ہیں وہ دراصل اس حدیث کے ذیل میں ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کو جنت کے سات دروازوں سے نازل کیا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:
''إن القرآن نزل من سبعة أبواب الجنة .'' [طبري:۴۷/۱]
''بے شک قرآن کریم جنت کے سات دروازوں میں سے نازل کیا گیا ہے۔''
ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کے سات دروازے دراصل اَمر نہی، ترغیب وترہیب اور قصص ومثل کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معانی پر مشتمل ہیں، جب انسان ان کے اَوامر ونواہی پر عمل پیرا ہوگا تو اس کے لیے جنت واجب ہوجائے گی۔

اَب اس کی مزید وضاحت پیش خدمت ہے:

بے شک شارع نے اُمت کو سبعہ اَحرف پر تلاوت کی اِجازت مرحمت فرمائی ہے پھر جب اَمیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کا قراءات میں اختلاف ملاحظہ کیا جس سے کلمات کے منتشر ہونے کا شدید خدشہ پیدا ہوگیا تھا، تو انہوں نے تمام لوگوں کو ایک حرف پر جمع کر دیا اور اُمت نے اِطاعت کے ذریعے آپ کی توثیق کی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کام رشد و ہدایت کے ساتھ سرانجام دیا ہے، چنانچہ تمام لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی اِطاعت میں بقیہ چھ حروف کی قراء ت ترک کر دی یہاں تک کہ اُمت میں ان حروف کی معرفت مٹ گئی اور ان کے آثار مفقود ہوگئے۔ تو اب کسی کے لیے کوئی روا نہیں ہے کہ وہ ان حروف پر مشتمل قراء ت کرے۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ اِجازت کس نے دی تھی کہ وہ ایسی قراء ت کو ترک کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہو اور اس کے پڑھنے کا حکم بھی جاری کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فرض یا وجوب کے طور پر نہیں تھا بلکہ رخصت اور اباحت پر محمول تھا، کیونکہ اگر ان تمام حروف کی قراء ت واجب ہوتی تو ان میں سے ہر حرف کا علم بھی لازم ہوتا اور اس طرح کا کوئی بھی عذر ختم ہوجاتا اور قراء ت کے بارے میں شک زائل ہوجاتا۔ ان حروف کے ترک کرنے سے یہ دلیل واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ قراءات میں اختیار دیا گیا تھا۔ البتہ جو اختلاف، قراءات میں کسی حرف کے رفع، نصب، جر، سکون، حرکت اور ایک حرف کی جگہ پر دوسرے حرف کی صورت میں ہے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: «أُمِرْتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» کے ذیل میں ہے، کیونکہ ایک قول کے مطابق اس طرح کا اختلاف کفر نہیں ہے۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق سبعہ اَحرف میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ [تفسیر ابن جریر: ۱/۴۹]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراءته فإذا هو يقرأ على حروف كثيرة لم يقرءنيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره في الصلاة فانتظرته حتى سلم، ثم لببته بردائه -أو بردائي- فقلت: من أقرأك هذه السورة؟ فقال: أقرأنيها رسول الله ﷺ. فقلت له: كذبت فوالله! أن رسول الله ﷺ أقرأني هذه السورة التي سمعتك تقرأها. فانطلقت أقوده إلى رسول الله ﷺ، فقلت: يارسول الله! إني سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها وأنت أقرأتني سورة الفرقان. فقال رسول الله ﷺ: «أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ! اِقْرَأْ يَا هِشَامُ!». فقرأ هذه القرائة التي سمعته يقرؤها. قال رسول الله ﷺ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ»، ثم قال رسول الله ﷺ: «إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ».

اس حدیث کو صحیح بخاری [۲۴۱۹]، صحیح مسلم [۲۷۰]، ابوداؤد [۱۴۷۵]، سنن ترمذی [۲۹۴۳] میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان پڑھتے سنا۔ میں نے جب ان کی قراءت کی طرف کان لگائے تو وہ ایسے بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر جھپٹ پڑوں، لیکن میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرلیا۔ پھر میں نے ان کو ان کی (یا فرمایا اپنی) چادر سے کھینچا اور پوچھا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سورت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اللہ کی قسم یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے ان کو سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے حالانکہ آپ ہی نے سورۃ الفرقان مجھے پڑھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا اے ہشام تم پڑھو تو انہوں نے وہی قراءت پڑھی جو میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ سورت) اسی طرح نازل کی گئی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو آسان ہو وہ پڑھو۔''

مسند اُحمد میں ہے کہ ایک شخص نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس قراءت کی تو آپ پر کچھ تغیرات کے ساتھ پڑھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میں نے جب نبی اکرم ﷺ پر قراءت کی تو آپ ﷺ نے تو مجھے یہ تغیرات نہ بتلائے۔ راوی کہتے ہیں کہ دونوں نبی اکرم ﷺ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے سامنے قراءت کی تو آپ ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی روای کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ کھٹکنے لگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا عُمَرُ! إِنَّ الْقُرْآنَ كُلَّهُ صَوَابٌ ، مَا لَمْ يُجْعَلْ مَغْفِرَةً عَذَابًا أَوْ عَذَابًا مَغْفِرَةً» . [١٦٤١٨]

''قرآن (میں) یہ سب عین صواب ہے، جب تک کہ تو رحمت کو عذاب اور عذاب کو رحمت سے نہ تبدیل کرے۔''

علماء کے مابین احرف سبعہ کے مفہوم کی تعیین میں شدید اِختلاف وقوع پذیر ہوا ہے۔ اَحرف سبعہ کے مفہوم سے متعلق اَبو حاتم محمد بن حبان نے تقریباً ۳۵ /اَقوال ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے پانچ اَقوال پیش خدمت ہیں:

① سبعہ اَحرف سے الفاظ مختلفہ کے ساتھ متقارب معانی کی سات وجوہ مراد ہیں۔

جیسا کہ أقبل ، تعال اور ھلم وغیرہ۔ اس قول کو اختیار کرنے والے عبد اللہ بن وہب، ابو جعفر ابن جریر اور طحاوی رحمہم اللہ وغیرہم ہیں۔

طحاوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں اَبو بکرۃ کی حدیث نقل کرتے ہیں:

«أَتَانِي جِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اِقْرَأْ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ ، فَقَالَ مِيْكَائِيْلُ: اِسْتَزِدْهُ ، قَالَ: اِقْرَأْ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ ، مَا لَمْ تُخْتَمْ آيَةُ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ أَوْ آيَةُ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ» . [مسند أحمد: ٤١/٥]

''جبریل اور میکائیل علیہما السلام میرے پاس آئے۔ پس جبریل علیہ السلام فرمانے لگے: قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھیے، میکائیل علیہ السلام فرمانے لگے کہ اس میں زیادتی کروائیے۔ تو (جبریل علیہ السلام) کہنے لگے: سات حروف پر پڑھیے۔ ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں۔''

اسی طرح اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ آیت: ﴿ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ ءَامَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ ﴾ [الحديد:١٣] میں 'للذين ءامنوا أمهلونا'، 'للذين ءامنوا أخرونا'، 'للذين ءامنوا ارقبونا' بھی پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح آیت: ﴿ كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ﴾ [البقرة:٢٠] میں 'مروا فيه' اور 'سعوا فيه' پڑھتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’لوگوں کے لیے قرآن کریم کو سات لغات پر پڑھنا رخصت کے طور پر تھا اور اس وقت تک تھا جب لوگوں کے لیے لغت قریش پر تلاوت کرنا دشوار تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے کتابت، ضبط اور حفظ کے علم سے نابلد ہونے کی بناء پر اس طرح پڑھایا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ، قاضی باقلانی رحمہ اللہ اور ابوعمر بن عبدالبر رحمہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ یہ رخصت ابتدائی زمانہ تک محدود تھی پھر یہ رخصت حفظ میں آسانی، کتابت کے علم سے واقفیت اور ضبط کی کثرت کے باوصف زائل کر دی گئی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کر دیا تھا۔ اور انہوں نے پوری اُمت کو ایک قراءت پر اس لیے جمع کیا تھا، کیونکہ لوگ قراءات میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ تو انہوں نے لوگوں کے لیے ایک مصحف امام مرتب فرمایا اور یہ اس پر مشتمل تھا جو عرضۂ اخیرہ میں رسول اللہ ﷺ پر پڑھا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اختلاف اور تفرقہ بازی کو ختم کرنے کے لیے اس کے علاوہ بقیہ تمام قراءتوں کی تلاوت سے منع فرما دیا۔‘‘

یہ کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن کے تمام الفاظ سات حروف پر نازل کیے گئے ہیں بلکہ کچھ الفاظ کچھ حروف پر مشتمل ہیں اور کچھ الفاظ دیگر حروف پر۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ﴿ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ﴾[المائدۃ:٦٠] اور ﴿ يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ ﴾[یوسف:١٢] میں سات لغات بیان کی ہیں۔

قاضی باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ قرآن کریم کو لغت قریش میں نازل کیا گیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ اس لغت پر مشتمل ہے نہ کہ سارے کا سارا قرآن لغت قریش پر نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿قُرْءَانًا عَرَبِيًّا ﴾[یوسف:٢] فرمایا ہے نہ کہ ’قرشیا‘ اور عرب کا اسم تمام قبائل کو شامل ہے نہ کہ کسی ایک قبیلے کو۔‘‘

شیخ ابوعمر بن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لأن غير لغة قريش موجودة في صحيح القراءات كتحقيق الهمزات ونحوها، فإن قريشا لا تهمز .“[تفسير القرطبي]

’’قراءاتِ قرآنیہ میں قریش کے علاوہ دیگر لغات کی ایک دلیل تحقیق ہمزات کی موجودگی ہے، حالانکہ قریشی لغت میں ایسا نہیں ہے۔‘‘

قرآن کریم میں قریشی لغت کے علاوہ دیگر لغات کی موجودگی کی ایک اور دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں ﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾[الانعام:١٤] کے معنی سے ناواقف تھا، حتی کہ میں نے ایک اعرابی کو ایک کنویں کے بارے میں کہتے ہوئے سنا ’أنا فطرتها‘، اس کی ابتدا میں نے کی ہے۔‘

یہ کہ قرآن کی سات لغات مضر قبیلے پر منحصر ہیں، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن کریم لغت قریش پر نازل کیا گیا ہے۔ اور اہل نصب کے صحیح قول کے مطابق بنونضر بن الحارث ہی قریش ہیں۔ جس کی تائید سنن ابن ماجہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

④ امام باقلانی رحمہ اللہ بعض علماء کی طرف سے بیان کرتے ہیں:

''وجوہ قراءات سات اشیاء کی طرف لوٹتی ہیں، پہلا یہ کہ جس میں حرکت کی ،صورت کی اور نہ ہی معنی کی تبدیلی ہوتی ہے۔ جیسے ﴿وَيَضِيقُ صَدْرِي﴾[الشعراء:۱۳] اور 'يضيقَ'

دوسرا جس میں صورت میں تبدیلی تو نہ ہو البتہ معنی تبدیل ہوجائے جیسے: ﴿ فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا ﴾ [سبا:۱۹] اور ﴿ فَقَالُوا رَبُّنَا بَعَّدَ بَيْنَ أَسْفَارِنَا ﴾۔

صورت، معنی اور حرف تینوں میں اختلاف جیسے: ﴿ نُنْشِزُهَا ﴾ اور ﴿ نُنْشِرُهَا ﴾

کلمہ کی تبدیلی کے ساتھ معنی تبدیل نہ ہو جیسے ﴿ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ﴾ اور 'كَالصُّوفِ المَنفُوش'۔

کلمہ اور معنی دونوں کی تبدیلی جیسے ﴿وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ اور 'طَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ'۔

تقدیم و تاخیر کا اختلاف جیسے ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ اور 'سكرة الحق بالموت'۔

زیادتی ہو جائے جیسے: 'تسع وتسعون نعجة أنثى'، 'وأما الغلام فكان كافرا وكان أبواه مؤمنين' اور 'فإن الله من بعد إكراههن لهن غفور رحيم'۔''

⑤ یہ کہ سبعہ اَحرف سے قرآن کے معانی مراد ہیں اور وہ اَمر، نہی، وعد، وعید، قصص، مجادلہ اور اَمثال ہیں۔

اِمام ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ ان کو حروف کا نام نہیں دیا جا سکتا اور اسی طرح اس پر اجماع ہے کہ کسی حلال چیز کو حلال کرنے اور معانی کی تغییر میں توسع نہیں ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اکثر علماء جیسا کہ داودی اور ابن ابی صفرۃ وغیرہ کا خیال ہے:

''یہ سات قراءات جو سات قراء کی جانب منسوب کی جاتی ہیں یہ وہ سات حروف نہیں ہیں جن کی صحابہ کرام قراءت کیا کرتے تھے بلکہ یہ حروف سبعہ میں سے ایک حرف ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف میں جمع فرمادیا تھا۔'' [تفسیر القرطبی:۱/۴۶-۴۷]

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

''قراءِ سبعہ میں سے ہر ایک نے دوسرے قراء کی قراءت میں اجازت دی ہے اور انہیں پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ جو قراءات ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں انہوں نے ان کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ ان کے نزدیک وہ قراءات زیادہ اَولیٰ اور اَحسن ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ائمہ قراءات نے قراءات کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس کے متعلق بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں، اس (قراءات) کے درست ہونے پر اِجماع نقل کیا گیا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حفاظتِ کتاب کا وعدہ بخوبی پورا ہوگیا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام قرطبی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کو بیان کرکے بھرپور انداز میں اس کی تائید کی ہے۔ [ج:۱ص:۶۱]

سابقہ مبحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ سبعہ اَحرف کے ضمن میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مؤقف کے حامل ہیں اور بھرپور انداز میں اس کی تائید کرنے والے ہیں۔ [ج:۱ص:۶۱] جن کا مؤقف ہے:

سبعہ اَحرف سے ایک ہی کلمہ میں مختلف لغات عرب کا اختلاف مراد ہے۔ جسے ہم مترادفات سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی ایک ہی کلمہ میں اس کی جگہ مختلف الفاظ استعمال کرنے کی اجازت تھی جیسے هَلُمَّ، تَعَال اور أَقْبِل وغیرہ۔ نیز امام طبری رحمہ اللہ اور ان کے ہم خیال لوگ سبعہ اَحرف میں سے چھ حروف کے حذف، نسخ یا توقف کے قائل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مجلس التحقيق الاسلامي......ایک نظر میں

- [illegible] -

عالم اِسلام میں بالخصوص اور برصغیر پاک وہند میں بالعموم فکری گروہوں کے بڑھتے ہوئے انتشار، مذہبی و مسلکی شدت پسندی، فقہی جمود وتعصب، بے لگام علم وتحقیق اور جدیدیت کے نام پر مسلمات سے انحرافات نے فکر اسلامی کو بازیچۂ اطفال بناکے رکھ دیا تھا، چنانچہ اسلامی معاشرے میں تعصب کے بالمقابل اِفہام وتفہیم کی فضا کے قیام، جدید تقاضوں کے مطابق فکرِ سلف اور فقہائے محدثین کے نہج پر تحقیقی خطوط کی توضیح اور راہ اعتدال کے نقوش کو پھر سے اُجاگر کرنے کے لئے ۱۹۶۸ء میں حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کی زیر سرپرستی مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کا قیام عمل میں لایا گیا، جو عرصہ ۴۰ سال سے مذکورہ نہج پر مسلسل خدمات سرانجام دی رہی ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی کے حالیہ انچارج رمنتظم حافظ انس نضر حفظہ اللہ ہیں۔ ان دنوں 'مجلس' کے تحت مندرجہ ذیل اِدارے مصروفِ عمل ہیں:

مراکز تحقیق

- کتب لائبریری (عربی، اُردو اور انگریزی میں تقریباً ۳۰ ہزار مصادری کتب کا ذخیرہ)
- رسائل لائبریری (ڈیڑھ صدی میں شائع شدہ ۷۰۰ اُردو وعربی مجلّات کا مکمل ریکارڈ)
- سافٹ ویئرز وکیسٹ لائبریری (علوم قرآن وحدیث، جدید مسائل پر لیکچرز، دنیا بھر سے جمع کردہ اسلامک سافٹ ویئرز کا قیمتی ریکارڈ، مشاہیر قراء کی تلاوتیں اور مقررین کی تقاریر)

تحقیق وتصنیف

- مختلف عالمی موسوعات کی تیاری (موسوعہ قضائیہ، موسوعہ اِشاریہ جات، موسوعہ قراءات)
- جدید موضوعات پر مضامین کی تیاری اور ماہانہ سیمینارز کا انعقاد
- تراجم کتب اور متعدد موضوعات پر کتب کی تیاری
- محققین کی تیاری (فضلاے مدارس کی تحریری صلاحیتوں کے نکھار کے لیے ایک سالہ کورس)
- دار الافتاء کا قیام
- مخصوص اوقات میں روحانی علاج معالجہ کا اہتمام

نشر واشاعت

- کتب کی طباعت
- میگزین کا اجرا (ماہنامہ 'محدث'، ماہنامہ 'رُشد')
- ویب سائٹس کا قیام (www.kitabosunnat.com, www.mohaddis.com)
- ایف ایم ریڈیو اور موبائل دعوہ سروس

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد ☆

تاریخ قراءاتِ متواترہ اور حل اِشکالات

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد مدظلہ کی زیرنظر تحریر ان کی ان تحریروں سے ماخوذ ہے جو کہ اس سے قبل جامعہ مدنیہ، لاہور کے آرگن 'انوار مدینہ' میں جولائی تا ستمبر ۹۷ء کے شماروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن رشد قراءات نمبر حصہ سوم کیلئے موصوف نے کمال محبت وعنایت فرماتے ہوئے اس تحریر کو اضافہ کے ساتھ دوبارہ ترتیب دیا ہے۔ ہم مفتی صاحب کے انتہائی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اپنی قیمتی مصروفیات سے وقت نکال کر قارئین رشد کیلئے اس خصوصی تحفہ کو پیش فرمایا۔ [ادارہ]

باب اوّل: جمع القرآن بین الدفتین

قرآن کا مدار ہمیشہ سے ضبط وحفظ پر ہے۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ہدایت کے مطابق اس کو لکھتی رہتی تھی۔ چونکہ قرآن ۲۳ر سال کے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا تھا اس لیے نزول اُن میں سے جو لوگ حاضر ہوتے تھے وہ لکھ لیتے تھے، کیونکہ قرآن ۲۳ر سال کے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا تھا۔ اس طرح قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک میں لکھا جا چکا تھا مگر ایک جگہ جمع نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصل اِعتماد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور ضبط پر تھا۔ اُن میں سے بعض کو تمام، بعض کو نصف، بعض کو ربع اور بعض کو اس سے کم یا زیادہ یاد تھا اور ایسا کوئی نہ تھا جس کو چند سورتیں یاد نہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱۱ھ) میں یمامہ کی لڑائی ہوئی اس میں پانچ سو سے زیادہ قراء قرآن شہید ہوگئے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات سے قرآن معدوم نہ ہو جائے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کرائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اِنکار کیا اور کہا کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا میں اُس کو کیسے کروں؟ مگر پھر پے در پے توجہ دلانے سے آمادہ ہوگئے اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اگر مجھے پہاڑ کے اٹھانے کا حکم دیا جاتا تو اس سے آسان ہوتا'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے باوجود حافظ ہونے کے ایک ایک آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی سے لکھی اور تمام قرآن کو جمع کر دیا، مگر وہ متفرق صحیفے تھے جو تاحیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے اور آپ کی شہادت کے بعد اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے قبضہ میں آئے۔

۳۰ ہجری میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمینیہ وآذربائیجان کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان قرآن کی ترتیب وغیرہ کے بارہ میں اِختلاف کرتے ہیں اور ہر شخص اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت سے

☆ صدر دار الافتاء، جامعہ مدنیہ لاہور، تلمیذ رشید استاذ القراء قاری عبدالرحمٰن ڈیروی رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بہتر کہتا ہے۔ اس سے جناب موصوف کو بے حد رنج ہوا اور آپ نے مدینہ میں حاضر ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ''اے امیر المؤمنین قرآن کے متعلق اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا تفرقہ مٹایئے اور اس سے قبل کہ اُن میں یہود و نصاریٰ کے مانند اختلاف ہو اُن کی دست گیری کیجئے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منگوا کر حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (بعض روایات میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام ہیں۔ دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور اُس وقت جوان تھے، ممکن ہے کہ اُن کو بھی بعد میں شریک و مددگار بنایا گیا ہو۔) قریشین کو اُن کی نقلیں کرنے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ اگر کسی بات میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور باقی حضرات کے درمیان اختلاف ہو تو اُس کو لغت قریش میں لکھیں کیونکہ قرآن لسان قریش پر نازل ہوا ہے۔ جب باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آٹھ (اکثر اہل نقل چار نسخے بتاتے ہیں اور علامہ دانی رحمہ اللہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور بعض نے سات بتائے ہیں) نقلیں تیار ہو گئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک نسخہ مکہ معظمہ، بصرہ، دمشق، کوفہ، یمن اور بحرین میں بھیج دیا اور ایک مدینہ منورہ میں اور ایک خاص اپنے لیے رکھ لیا اُسی کا نام امام ہے اور اسی پر بروقت شہادت آپ کا خون گرا تھا۔ محقق ابن جزری رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں اُس کو قاہرہ (سنا ہے کہ اب یہ مصحف قسطنطنیہ میں ہے) میں دیکھا تھا اُس وقت تک اُس پر خون کے نشانات تھے، انہی نقول کو مصاحف عثمانیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور انہی پر اِجماع منعقد ہو گیا تھا کہ جو کچھ ان مصاحف میں نہیں ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ النشر میں فرماتے ہیں:

"ذلك لأن المصاحف كتبت على اللفظ الذي أنزل وهو الذي استقر عليه في العرضة الأخيرة على رسول الله ﷺ كما صرح به غير واحد من أئمة السلف كمحمد بن سيرين وعبيدة السلماني و عامر الشعبي. قال عليؓ بن أبي طالب: "لو وليت في المصاحف ما ولى عثمان لفعلت كما فعل." [النشر:۱/۸]

''مصاحف اس لفظ پر لکھے گئے جس پر عرضۂ اخیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برقرار رکھا گیا تھا۔ (یعنی جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ نہیں ہوئے تھے) بہت سے ائمہ سلف مثلاً محمد بن سیرین، عبیدہ سلمانی اور عامر شعبی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ''مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو وہی میں کرتا۔''

محقق ابن جزری رضی اللہ عنہ 'النشر' میں لکھتے ہیں:

"ولاشك أن القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الأخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زر بن جبيش قال: قال لي ابن عباس: "أي القراءة تقرأ؟" قلت: الأخيرة. قال: فإن النبي ﷺ كان يعرض القرآن على جبريل في العام مرة. قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرتين. فشهد عبد الله يعني ابن مسعود ما نسخ منه و ما بدل فقراءة عبد الله الأخيرة.

إذ قد ثبت ذلك فلا إشكال أن الصحابة كتبوا في هذه المصاحف ما تحققوا إنه قرآن، وما علموه استقر في العرضة الأخيرة وما تحققوا صحته عن النبي ﷺ ما لم ينسخ وإن لم تكن داخلة في العرضة الأخيرة، ولذلك اختلف المصاحف بعض اختلاف إذ لو كان العرضة

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الأخيرة فقط، لم تخلف المصاحف بزيادة نقص وغيره. ذلك وتركوا ما سوى ذلك ولذلك لم يختلف عليهم اثنان حتى أن علي بن أبي طالب لما ولى الخلافة بعد ذلك لم ينكر حرفا ولا غيره مع أنه هو الراوي أن رسول الله ﷺ يأمركم أن تقرؤا القرآن كما علمتم وهو القائل: "لو وليت من المصاحف ما ولى عثمان لفعلت كما فعل."

ثم إن الصحابةؓ لما كتبوا تلك المصاحف جردوها من النقط والشكل ليحتمل ما لم يكن في العرضة الأخيرة ما صح عن النبي ﷺ وإنما اخلوا المصاحف من النقط والشكل لتكون دلالة الخط الواجد على كلا اللفظين المنقولين المسموعين المتلووين شبيهة بدلالة اللفظ الواحد على كلا المعنيين المعقولين المفهومين، فإن الصحابة رضوان الله عليهم تلقوا عن رسول الله ﷺ ما أمره الله تعالىٰ بتبليغه إليهم من القرآن لفظه ومعناه جميعا ولم يكونوا ليسقطوا شيئا من القرآن الثابت عنه ﷺ ولا يمنعوا من القراءة به" [النشر:۱/۳۲]

'' اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضۂ اخیرہ میں قرآن میں نسخ اور تغیر ہوا۔ اس کی تصریح صحیح سند سے بہت سے صحابہ سے منقول ہے۔ زر بن جیش ؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس ؓ نے مجھ سے پوچھا تم کون سی قراءت پڑھتے ہو تو میں نے جواب دیا کہ آخری والی، پھر یہ وضاحت کی کہ نبی ﷺ جبریل علیہ السلام سے ہر سال میں ایک مرتبہ قرآن پاک پڑھتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا اُس سال آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو بار قرآن سنایا تو اس وقت جو کچھ نسخ اور تبدیلی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اس کے شاہد اور گواہ ہیں اور ان کی قراءت آخری قراءت ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو اس میں کچھ اشکال نہیں رہا کہ ان مصاحف میں صحابہ ؓ نے صرف وہی کچھ لکھا جس کی اُن کو تحقیق تھی کہ وہ قرآن ہے اور جو عرضۂ اخیرہ میں قائم رہا تھا اور نبی ﷺ سے جس کی صحت ثابت تھی اور منسوخ نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ نے عرضۂ اخیرہ میں اس کو پڑھا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے مصاحف میں بعض اختلاف نظر آتا ہے، کیونکہ اگر قرآن فقط وہی ہوتا جو نبی ﷺ نے عرضۂ اخیرہ میں پڑھا تھا تو مصاحف میں زیادت اور کمی کا اختلاف اور دیگر اختلاف نہ ہوتے اور صحابہ ؓ نے اس کے علاوہ کو ترک کر دیا ہوتا۔ اسی لیے صحابہ ؓ کے اس عمل پر کسی دو کا بھی اختلاف نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی ؓ، جو خود اس بات کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم (میں سے ہر ایک) اس طرح قرآن پڑھو جیسے تم سکھلائے گئے ہو، جب انہوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو نہ کسی حرف کو غلط کہا اور نہ ہی اس میں کچھ تبدیلی کی اور فرماتے ہیں کہ '' مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان ؓ نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو وہی میں کرتا۔

پھر صحابہ ؓ نے جب یہ مصاحف لکھے نقاط واعراب سے ان کو خالی رکھا تا کہ اُن میں وہ قراءتیں بھی شامل ہو جائیں جو اگرچہ عرضۂ اخیرہ میں پڑھی نہیں گئیں لیکن نبی ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہیں۔ انہوں نے مصاحف کو نقاط و اِعراب سے خالی رکھا تو اس وجہ سے کہ ایک ہی خط کی دلالت دو منقول ومسموع اور متلو لفظوں میں ہو جائے جیسا کہ ایک لفظ کی دو معقول ومفہوم معانی پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابہ ؓ نے نبی ﷺ سے وہی کچھ سیکھا جس کو لفظ و معنی سمیت ان تک پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا تھا اور صحابہ ؓ، نبی ﷺ سے ثابت قرآن میں سے کچھ ساقط کرنے والے نہیں تھے اور نہ ہی اس کی قراءت سے منع کرنے والے تھے۔''

اِشکال

محقق ابن جزری ؒ نے عرضۂ اخیرہ میں قرآن میں نسخ وتغیر ہونے کی تصریح کی ہے اور مولانا تقی عثمانی مقدمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ "اس موقع پر بہت سی قراءتیں منسوخ کردی گئیں اور صرف وہ قراءتیں باقی رکھی گئیں جو آج تک تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آتی ہیں۔"

نیز علوم القرآن میں فرماتے ہیں۔"اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضۂ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے منسوخ قرار دے دی گئی تھیں۔" [ص۱۴۹]

جواب

ہم کہتے ہیں کہ محقق نے اپنے اس قول میں نہ تو یہ تصریح کی ہے کہ عرضۂ اخیرہ میں مرادفات کا نسخ ہوا اور نہ ہی اس کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ اور قسم کی قراءات منسوخ ہوئی تھیں۔ انہوں نے صرف نسخ اور تغیر کا ذکر کیا ہے اور اس کا مصداق مرادفات کا ہونا تو ظاہر ہے، لیکن اور قراءات کو منسوخ ماننا محتاج دلیل ہے۔ زِر بن جیش رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون سی قراءت پڑھتے ہو تو میں نے کہا آخری۔ اس کو مرادفات کے علاوہ بعض دیگر قراءات کے نسخ پر دلیل بنانا واضح نہیں ہے کیونکہ یہ تو مرادفات پر بھی صادق آسکتا ہے۔

باب دوم: نقل قراءات حصہ اوّل: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں سے شیوخ قراءات

جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کرام قاری (آج کل قاری اُسے کہتے ہیں جو سبعہ عشرہ قراءات جانتا ہو اور حافظ سے اُس کا مرتبہ اَرفع و اعلیٰ تصور ہوتا ہے۔ صدر اوّل میں ہر قرآن پڑھنے والے کو قاری کہتے تھے اور حافظ کا درجہ اس سے بہت بلند تھا) بعض حافظ اور بعض خصوصیت کے ساتھ معلم قراءات تھے۔ امام ابوعبیدہ قاسم بن سلام رضی اللہ عنہ پچھلے مقدس گروہ کے متعلق کتاب القراءات میں کہتے ہیں "مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت سالم، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن السائب، امہات المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت اُم سلمہ اور انصار میں سے حضرت اُبی، حضرت معاذ، حضرت ابوالدرداء، حضرت زید، حضرت ابوزید، حضرت مجمع بن جاریہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے وجوہ قراءات منقول ہیں۔" اسی متبرک گروہ میں سے حضرت عیاش اور آپ کے فرزند ابوالحارث عبداللہ بن عیاش قریشی، حضرت فضالہ بن عبید انصاری اور حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان میں سے اکثر حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست اور بعض نے بالواسطہ قرآن پڑھا تھا اور تمام جماعت روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتی رہتی تھی۔ اس برگزیدہ جماعت نے ہر حرکت و اسکان اور حذف و اثبات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبط کیا تھا اور جس طرح پڑھا تھا اُسی طرح تابعین کو پڑھا دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرآن پڑھانے والے تابعین عظام ہیں جو اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں موجود تھے۔ ان میں سے پانچوں اسلامی مراکز میں حسب ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قراءات کے معلّم تھے۔

مدینہ طیبہ

مدینہ طیبہ میں حضرت امام زین العابدین، سید التابعین حضرت سعید بن المسیب، حضرت عروۃ بن زبیر،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت سلیمان وحضرت عطا ابنائے یسار، حضرت معاذ بن الحارث معروف بمعاذ قاری، حضرت امام باقر، حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، حضرت محمد بن شہاب الزہری، حضرت مسلم بن جندب ہذلی قاضی، حضرت زید بن اسلم، حضرت یزید بن رومان، حضرت صالح بن خوّات، حضرت عکرمہ بربری مولی حضرت ابن عباس حضرت امام جعفر صادق رحمہم اللہ وغیرہ۔

مکہ معظمہ

مکہ معظّمہ میں حضرت عبید بن عمیر، حضرت عطاء ابن اَبی رباح، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد بن جبیر، حضرت عکرمہ بن خالد، حضرت ابن ابی ملیکۃ، حضرت درباس مولی حضرت ابن عباس رحمہم اللہ وغیرہ۔

کوفہ

حضرت علقمۃ بن قیس، حضرت اسود بن یزید، حضرت عبیدۃ بن عمرو حضرت عمرو بن شرجیل، حضرت مسروق بن ابدع، حضرت عاصم بن ضمرۃ سلولی، حضرت زید بن وہب، حضرت حارث بن قیس، حضرت حارث بن عبداللہ الاعور ہمدانی، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت عمرو بن میمون، حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی، حضرت زِر بن جیش، حضرت سعد ابن الیاس، حضرت عبید بن فضیلہ، حضرت ابوزرعۃ بن عمرو بن جریر، حضرت سعید جبیر والبی، حضرت ابراہیم بن یزید بن قیس، حضرت عامر شعبی، حضرت حمران بن اعین، حضرت ابواسحاق سبیعی، حضرت طلحۃ بن مصرف، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قاضی، حضرت منصور بن معتمر بن مقسم ضبی ضریر، حضرت زائدۃ بن قدامہ، حضرت منہال بن عمرو اسدی رحمہم اللہ وغیرہ۔

بصرہ

حضرت عامر بن عبدقیس، حضرت ابوالعالیہ، حضرت ابوالرجاء، حضرت نصر بن عاصم، حضرت یحیٰی بن یعمر، حضرت جابر بن زید، حضرت معاذ، حضرت خواجہ حسن، حضرت محمد بن سرین، حضرت قتادہ، حضرت ابوالاسود دولی واضع نحو، حضرت حطان بن عبداللہ زقاشی رحمہم اللہ وغیرہ۔

دمشق

میں حضرت مغیرہ بن اَبی شہاب اور حضرت خلید بن سعد رحمہم اللہ وغیرہ۔

ان میں سے بعض نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہِ راست اور بعض نے بالواسطہ قرآن پڑھا تھا اور ہر حرف کو ضبط کیا تھا اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور مہاجرین وانصار سابقین سے سنتے تھے۔ پھر بعض نے اپنا تمام وقت اور بعض نے اکثر اور بعض نے ایک حصہ خدمت قرآن کے لیے وقف کررکھا تھا۔

باب سوم: نقل قراءات حصہ ثانی صاحب اختیار ائمۂ قراءات

انہی تابعین اور تبع تابعین میں سے وہ حضرات ہیں جنہوں نے تمام چیزوں سے اِعراض کرکے اپنے آپ کو خدمت قرآن کے لیے وقف کردیا۔ حصول قراءات اور ان کے ضبط وحفظ میں اتنی جدوجہد کی کہ جس سے زیادہ ممکن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہیں حتیٰ کہ مقتدائے روزگار ائمہ بن گئے۔ ان میں سے بعض نے کئی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کرام سے اور بعض نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے اور بعض نے صرف تابعین سے اور بعض نے تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے قرآن پڑھا اور ہر شخص نے اُن کی تعلیم کردہ وجوہ قراءات میں سے عربیت میں اقویٰ اور موافق رسم وجوہ سے اپنے لیے جدا جدا قراءات اختیار کرلیں اور عمر بھر اُنہی کو پڑھتے پڑھاتے رہے۔ تمام مفسرین ومحدثین اور جملہ فقہاء ومجتہدین اُن کی اختیار کردہ قراءتوں کو بلا عذر قبول کرتے تھے اور مندرجہ صدر اسلامی مرکزوں میں سے کوئی شخص اُن کے ایک حرف کا بھی انکار نہیں کرتا تھا بلکہ دوسری صدی سے دنیائے اسلام میں وہی پڑھی اور پڑھائی جانے لگیں۔ اسلامی ممالک کے بعید ترین علاقوں اور ہر شہر وقصبہ سے طلباء سفر کرکے اُن سے پڑھنے آتے تھے اور اُن قراءتوں کو اُن کے نام سے منسوب کرتے تھے جو آج تک انہی کے نام سے معنون چلی آتی ہیں۔ اُن صاحب اختیار حضرات میں سے:

مدینہ منورہ: میں امام ابوجعفر یزید بن قعقاع قاری امام شیبۃ بن النصاح قاضی اور اُن کے بعد امام نافع عبدالرحمٰن رحمہم اللہ۔

مکہ معظمہ: میں امام عبداللہ بن کثیر، امام حمید بن قیس الاعرج، امام محمد عبدالرحمٰن بن محیصن سہمی رحمہم اللہ۔

کوفہ: امام یحییٰ بن وثاب اُسدی، امام عاصم بن ابی النجود، امام سلیمان بن مہران الاعمش۔ ان کے بعد امام حمزہ بن حبیب الزیات، پھر امام اَبوالحسن علی الکسائی پھر امام خلف بن ہشام البزار رحمہم اللہ۔

بصرہ: میں امام عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی، امام عیسیٰ بن عمرو ہمدانی ضریر، امام ابوعمرو بن العلاء البصری، ان کے بعد امام عاصم بن حجاج جحدری، پھر امام یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہم اللہ۔

دمشق: میں امام عبداللہ بن عامر، اِمام عطیہ بن قیس کلابی، امام اسماعیل بن عبداللہ بن مہاجر، ان کے امام یحییٰ بن حارث ذماری رحمہم اللہ، پھر امام شریح بن زید حضرمی رحمہ اللہ مشہور صاحب اختیار ائمہ تھے۔

اختیار قراءات کا یہ سلسلہ بے حد وسیع تھا۔ صدیوں جاری رہا اور خدا جانے کہ کتنے صاحب اختیار ائمہ پیدا ہوئے۔

اِمام ابومحمد مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''کتابوں میں اُن ستر صاحب اختیار ائمہ کی قراءات مذکور ہیں جو قراءِ سبعہ سے مقدم تھے۔'' اس سے قیاس کریں کہ ان کے ہم مرتبہ اور ان سے کم اور کمتر کتنے ائمہ ہوں گے۔''

سلسلہ اِختیار کی وجہ

واقعہ یہ ہے کہ کلمات قرآنی کی دو قسمیں ہیں:

① متفق علیہ جن کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک طرح پڑھا ہے۔ اُن میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

② مختلف فیہ خواہ اُن کا تعلق اصول سے ہو یا فرش سے ہو جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لغوی اختلاف یا نحوی وجوہ کی بناء پر مختلف طرح پڑھا ہے۔

دونوں اقسام کے الفاظ من اللہ اور حضور نبی ﷺ کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے صلہ، اِظہار، تسہیل اور فتح سیکھا۔ دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح۔ تیسرے نے بغیر صلہ، ادغام تسہیل اور امالہ۔ اسی طرح اور بہت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سی شکلیں ہوسکتی ہیں اور چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترکیب بعینہٖ واجب نہ تھی لہٰذا تابعین رحمہم اللہ و تبع تابعین رحمہم اللہ نے اپنے اُساتذہ کی قراءات سے بہ پابندی شرطئی ترتیب سے قراءات اختیار کرلیں اسی وجہ سے صدرِ اوّل کی قراءات کا کوئی شمار نہیں بتایا جاسکتا۔ محقق کہتے ہیں ’’امام ابوعبید رحمہ اللہ، قاضی اسماعیل رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر رحمہ اللہ، ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم دو سو پندرہ قراءات بیان کی ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں اور جن سے وہ نماز پڑھتے تھے۔

ائمہ کے تلامذہ اور رواۃ ان گنت تھے اور پھر اُن میں سے ہر ایک کی جانشین ایک قوم بنی جن کی تعداد خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی مصنف کی یہ طاقت ہے کہ اُن کا احاطہ کرسکے۔

صاحب اختیار ائمہ قراءاتِ سبعہ کے اپنے اَن گنت شاگرد ہیں۔ ہر ایک کے دو دو شاگرد جو زیادہ معروف ہوئے، ذکر کئے جاتے ہیں۔ یہ راوی کہلاتے ہیں اور پھر راویوں سے مثلاً علامہ دانی رحمہ اللہ، صاحب تیسیر تک جن واسطوں سے قراءات پہنچیں ان کو طرق کہتے ہیں۔

قاری	راوی	طرق
① نافع مدنی	قالون	ابونشیط، ابوحسان، ابن بویان، ابراہیم بن عمر مقری، جدالباقی، ابوالفتح۔
	ورش	ازرق، نحاس، ابوالقاسم خاقانی۔
② ابن کثیر مکی	بزی	ابوربیعہ، نقاش، ابوالقاسم فارسی
	قنبل	ابن مجاہد، ابواحمد سامری، ابوالفتح۔
③ ابوعمرو بصری	دوری	ابن عبدوس، ابن مجاہد، عبدالواحد، ابوالقاسم فارسی
	سوسی	ابن جریر، ابواحمد سامری، ابوالفتح۔
④ ابوعامر شامی	ہشام	حلوانی، ابن عبدان
	ابن ذکوان	اخفش، نقاش، ابوالقاسم فارسی
⑤ عاصم کوفی	ابوبکر	یحییٰ، صریفینی، ابراہیم بن عبدالرحمٰن، عبدالباقی، ابوالفتح۔
	حفص	عبید، شنانی، ہاشمی، ابوالحسن۔
⑥ حمزہ	خلف	ادریس حداد، ابن بویان، ابوالحسن
	خلاد	جوہری، ابن شنبوذ، ابواحمد، سامری، ابوالفتح۔
⑦ کسائی	ابوالحارث	کسائی صغیر، بطی، زید بن علی، عبدالباقی، ابوالفتح۔
	دوری	ابوالفضل، ابن جاندا، عبدالباقی، ابوالفتح۔

قراءت، روایت اور طریقہ کا فرق

اگر دو قراءتوں میں ایسا اختلاف ہے کہ ہر قراءت کے تمام راوی اس پر متفق ہیں تو یہ قراءت ہے، اگر کسی قراءت کے رواۃ میں اختلاف ہے مگر روایت کے طرق متحد ہیں تو یہ روایت ہے اور اگر راوی کے شاگردوں میں اختلاف ہے خواہ کسی طبقہ میں ہو تو یہ طریقہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باب چہارم: ضابطۂ قراءات

ہم نے اُوپر بیان کیا ہے کہ اَئمہ کے تلامذہ اور ان کے تلامذہ کے تلامذہ اَن گنت تھے۔ اُن میں سے بعض ضبط و اتقان، روایت و درایت وغیرہ میں کامل امام اور حجۃ تھے اور بعض میں کسی وصف کی کمی تھی جس سے اختلاف رونما ہونے لگا اور قریب تھا کہ حق و باطل میں التباس ہوجائے کہ وعدۂ الٰہی آڑے آ گیا۔ محقق علمائے امت اور حاذق و مجتہدین ملت خدمت کتاب اللہ کے لیے کھڑے ہوگئے انہوں نے طرق و روایات کو جانچا حروف کی پڑتال کی۔ متواتر کو احاد سے۔ مشہور کو شاذ سے اور صحیح کو فاسد سے ممتاز کیا اُن میں فرق کرنے کے لیے اَرکان و اصول مقرر کردیے اور قبول قراءات کا حسب ذیل ضابطہ بنا دیا۔

جو قراءت عربیت کے موافق ہو اگرچہ یہ موافقت بوجہٍ ہو۔ (یعنی نحوی وجوہ میں سے کسی وجہ سے موافق ہو خواہ وہ فصیح ہو یا اَفصح۔ یہ مراد نہیں کہ نحاۃ میں سے کوئی اس کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ نحاۃ نے بعض قراءات کا اِنکار کیا ہے مگر اَئمہ قراءۃ ان کے اِنکار کی ایک ذرہ کے برابر پرواہ نہیں کرتے، چنانچہ بَارِئكُمْ۔ يَأْمُرُكُمْ۔ لِسَبَإٍ۔ مَكْرَ السَّيِّءِ وغیرہ کے اسکان۔ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ۔ إِذْ تَلَقَّوْنَ وغیرہ کے ادغام (بقراءۃ بزی) شَهْرُ رَمَضَانَ، العَفْوَ وَأْمُرْ وغیرہ (بقراءۃ سوسی) فَمَا اسْطَاعُوْا (بقراءۃ حمزہ) لَايَهْدِّي کے اجتماع ساکنین كُنْ فَيَكُوْنَ کے نصب وَالْأَرْحَامِ کے خفض عَنْ سَاقَيْهَا کے ہمزہ وَاِنَّ الْيَاسَ کے وصل اور بعض دیگر حروف کا بعض نحوی اِنکار کرتے ہیں۔ علامہ دانی رحمہ اللہ بَارِئكُمْ کے اسکان پر سیبویہ کا اعتراض نقل کرکے جامع البیان میں کہتے ہیں۔ ''اسکان نقلا اصح اور اداء اکثر کا مذہب اور میرے نزدیک مختار ہے، میں اسی کو لیتا ہوں۔'' پھر ائمہ کے اَقوال نقل کرکے کہتے ہیں۔ ''اَئمہ قراءۃ قرآن کے کسی حرف میں اُس پر عمل نہیں کرتے جو لغت میں زیادہ مشہور اور عربیت میں اَقیس ہو بلکہ اُس پر عمل کرتے ہیں جو اثر اً اثبت اور نقلاً و روایتاً اصح ہو اور جب اس طرح کوئی حرف ثابت ہوجائے تو اس کو نہ عربیت کا قیاس رد کرسکتا ہے اور نہ لغت کی شہرت کیونکہ قراءت سنت متبعہ ہے جس کا قبول کرنا واجب اور لازم ہے۔'') اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک (مثلاً ﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ ﴾ [بقرۃ:۱۱۶] مصحف شام میں بلا واؤ۔ ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا ﴾ [توبہ:۱۰۰] مصحف مکہ میں مِنْ کے اضافہ کے ساتھ۔ اور ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ ﴾ [حدید:۲۴] مصحف مدینہ اور شام میں بغیر ھو مرقوم تھا۔) کے مطابق ہو۔ خواہ یہ مطابقت احتمالاً ہو۔ (احتمالی موافقت سے ہمارے ائمہ کی مراد یہ ہے کہ بعض کلمات میں بعض قراءات رسم کے صریحاً مطابق ہوتی ہیں اور بعض تقدیراً جیسے: مٰلِكِ تمام مصاحف میں بلا الف مرقوم ہے۔ پس قراءۃ حذف صریحاً اور قراءۃ الف احتمالاً موافق ہے اور النَّشاءة بالف مرسوم ہے۔ پس قراءۃ مد صریحاً اور قراءۃ قصر احتمالاً موافق ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ہمزہ خلاف قیاسی بصورت الف لکھا گیا ہو اور بعض کلمات میں تمام قراءات احتمالاً موافق ہوتی ہیں جیسے: السمٰوٰت۔ الصٰلحٰت۔ والیل۔ الصلٰوة۔ الزکوٰة۔ الربٰوا وغیرہ میں اور جیسے وجآئ دو جگہ بالف مرسوم ہے اور بعض کلمات میں تمام قراءات صریحاً مطابق ہوتی ہیں۔ جیسے: أنصار الله۔ فنادته۔ تعلمون۔ هيت۔ إن نعف۔ نعذب وغیرہ کیونکہ مصاحف عثمانی نقاط واعراب سے مجرد تھے اور اس رسم الخط سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فضل عظیم ثابت ہوتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ علم ہجا میں کیسی معرفت تامہ رکھتے تھے اور جب اُن کا رسم میں یہ حال تھا تو تحقیق معانی میں کیا شان ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''خدا تعالیٰ نے قرآن، توریت اور انجیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے اور ان کے لیے وعدہ کیا ہے جو اُن کے بعد کسی اور کے لیے نہیں۔ اُن حضرات نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچائی۔ نزول وحی کا مشاہدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عموم، مخصص اور عزم و ارشاد اور سنت میں سے جو کچھ ہمیں معلوم نہیں وہ اُس سب کو جانتے تھے اور ہم سے ہر طرح کے علم، اجتہاد، ورع، عقل اور استنباط میں افضل تھے۔ اُن کی رائے ہمارے لیے ہماری رائے سے بدرجہا محمود و اولیٰ ہے۔''

محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے الصراط، المصیطرون اور یبصط کو اصل کے خلاف جو بالسین تھی صاد سے اسی واسطے لکھا ہے کہ حامل قراءتین ہو سکے اور یہی رعایت حذف و اثبات میں ہر جگہ رکھی ہے۔) اور سند صحیحہ متصلہ سے ثابت اور ائمہ فن کے یہاں مشہور ہو (مقصد یہ ہے کہ اس قراءۃ کو عادل ضبط نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے مثل سے روایت کرتے ہوں اور ائمہ ضابطین کے نزدیک مشہور بھی ہو، یعنی غلط اور شاذ نہ سمجھی جاتی ہو۔) وہ قراءۃ صحیحہ اور ان اُحرف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا۔''

محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''جو قراءۃ اس طرح ثابت ہو اُس کا رد و انکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے خواہ ائمہ سبعہ کی قراءات میں ہو یا عشرۃ کی یا مافوق عشرہ کی اور اگر ارکان ثلثہ میں سے کوئی رکن مختل ہو جائے تو وہ ضعیف شاذ اور فاسد و باطل ہے خواہ سبعہ سے ہو یا مافوق سبعہ سے۔ تمام محققین ائمہ سلف و خلف اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔''

حافظ ابو عمرو دانی رحمہ اللہ، اور مہدوی رحمہ اللہ نے یہی تصریح کی ہے باقی تمام متقدمین کا بھی یہی مذہب ہے اور اُن میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں۔

حافظ ابو شامہ رحمہ اللہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں:
''ہر اُس قراءۃ کو جو ائمہ سبعہ کی جانب منسوب اور صحیح کہلاتی ہو اُسی وقت منزل من اللہ اور صحیح کہہ سکتے ہیں۔ جب وہ اس ضابطہ میں آ جائے اور مطابقت ضابطہ کی صورت میں کوئی مصنف اس کی نقل میں متفرد نہیں ہو سکتا اور نہ وہ کسی امام سے مختص ہو سکتی ہے۔ اصل اعتماد ان اوصاف ثلثہ پر ہے نہ انتساب پر۔ اور بیشک ہر قراءۃ میں خواہ سبعہ میں سے ہو یا غیر سبعہ سے وجوہ صحیحہ اور شاذ پائی جاتی ہیں۔ البتہ قراءاتِ سبعہ سے بوجہ شہرت اور کثرت وجوہ صحیحہ متفق علیہ طمانیت اور میلان خاطر زیادہ ہوتا ہے۔''

نیز کہتے ہیں:
''متاخرین مقریوں اور اُن کے مقلدین کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ قراءات سبعہ تمام و کمال متواتر ہیں یعنی قراءِ سبعہ مشہورہ سے جو حرف منقول ہے وہ متواتر منزل من اللہ اور واجب التسلیم ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں، مگر اُن حروف کے بارہ میں جن کو ائمہ سے نقل کرنے میں تمام طرق اور رواۃ متفق ہیں۔ حالانکہ (بعض حروف میں) اختلاف و تفرقہ شائع اور مشہور ہے پس اس حال میں کم از کم اُن حروف کے اندر یہ ضابطہ برتنا پڑے گا جن میں تواتر محتقق نہیں ہوا۔''

علامہ جعبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''قراءۃ کے لیے ایک شرط ہے۔ صحت نقل اور باقی دونوں چیزیں لازم ہیں۔ احرف سبعہ کے معلوم کرنے کا یہی ضابطہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے جس کو ناقلین کی معرفت عربیت میں امعان نظر رسم کا اتقان ہو اس کے لیے یہ شبہ خود بخود منکشف ہو جاتا ہے۔‘‘

بعض متاخرین کا قول کہ صحت قراءت کے لیے تواتر شرط ہے صحیح نہیں ہے

محقق ابن جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’بعض متاخرین نے صحت قراءۃ کے لیے رسم وعربیت کی موافقت کے ساتھ تواتر کی شرط لگائی ہے اور صحت سند کو کافی نہیں سمجھا۔ وہ کہتے ہیں کہ تواتر کے بغیر قرآن ثابت نہیں ہوسکتا، مگر ان لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب کوئی حرف تواتر سے ثابت ہو جائے تو اس کے لیے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، بلکہ اُس کا قبول کرنا شرط واجب ہے، کیونکہ وہ قطعاً قرآن ہے لیکن جب ہم ہر حرف کے لیے تواتر کی شرط لگا دیں تو قراء سبعہ کی بہت سی اختلافی وجوہ مرتفع ہو جائیں گی۔ پہلے میرا بھی یہی خیال تھا مگر جب مجھے اس کی خرابی معلوم ہوئی تو میں نے ائمہ سلف کی رائے کی جانب رجوع کر لیا۔‘‘

حضرت محقق رحمہ اللہ نے متاخرین کی جس رائے کا ذکر کیا ہے وہ چھٹی صدی کے بعد بعض علمائے مصر نے قائم کی تھی جس پر وہ صدیوں قائم رہے۔

علامہ سید غیث النفع میں کہتے ہیں:

’’مذاہب اربعہ کے فقہا، اصولیوں اور تمام محدثین وقراء کا مذہب ہے کہ صحت قراءۃ کے لیے تواتر شرط ہے۔‘‘

اس کے بعد ضابطۂ مندرجہ نقل کر کے بایں الفاظ اس کی تردید کرتے ہیں:

’’یہ بدعت ہے جس سے غیر قرآن، قرآن سے مساوی ہو جاتا ہے اور اختلاف قراءۃ سے ثبوت تواتر میں کوئی خرابی نہیں آتی، کیونکہ ایک قراءۃ کسی قوم کو متواتر اُپہنچی اور دوسری کو نہیں پہنچی۔ اسی وجہ سے کسی قاری نے دوسرے کی قراءت نہیں پڑھی، کیونکہ وہ اس کو علیٰ وجہ تواتر نہیں پہنچی تھی۔‘‘ الخ۔

پھر کہتے ہیں:

’’جو متواتر نہیں وہ شاذ ہے اور اس وقت ماسواء عشرۃ ہر قراءۃ شاذ ہے۔‘‘

سید رحمہ اللہ کے مزاج میں تشدد ہے، ورنہ بوجوہات ذیل ایسا نہ کہتے:

اوّل: اصولی فقہاء ومحدثین کہتے ہیں کہ قرآن متواتر ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ ہر اختلافی وجہ متواتر ہے باقی رہے قراء، اُن میں سے مشاہیر ائمہ کا مسلک اوپر بیان ہوا۔ اور حضرت محقق رحمہ اللہ کی اس تصریح کے بعد کہ، جملہ اَسلاف کا یہی مذہب ہے اور اُن میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں، سید رحمہ اللہ کا پہلا دعویٰ کہاں تک قابل قبول ہے۔

دوم: غیر قرآن قرآن سے کس طرح مساوی ہوسکتا ہے، جبکہ صحت سند اور شہرت کی قید لگی ہوئی ہے اور اگر مساوات فی التعریف مراد ہے تو کیا نماز وغیرہ کی بعض احادیث کو، جو متواتر ہیں، اس لیے متواتر نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کو متواتر کہتے ہیں۔

سوم: قراءاتِ سبعہ اور عشرہ کی ہر وجہ اختلافی کے متواتر ہونے کا کس نے دعویٰ کیا ہے، وہ ظاہر کیا جائے، جبکہ علامہ دانی رحمہ اللہ وغیرہ کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں۔

چہارم: کسی وجہ کے غیر متواتر ہونے سے یہ کس طرح لازم آ گیا کہ وہ ضرور شاذ ہے جبکہ ان کے درمیان صحیح و مشہور کا مرتبہ موجود ہے۔ خود سید رحمہ اللہ اور دیگر شیوخ مصر نے اپنی کتابوں میں ایسی وجوہ بیان کی ہیں اور سید رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا یہ کہنا کہ کسی قاری نے دوسرے کی قراءۃ اس لیے نہیں پڑھی کہ وہ اسے تواتراً نہیں پہنچی، بے معنی بات ہے۔ شاید موصوف رواۃ اور طرق کے اختلاف کے بارہ میں بھی یہی کہہ دیں، حالانکہ وہاں شیخ ایک ہے اور آیا یہ ممکن ہے کہ جو وجہ عاصم رحمہ اللہ و ابن کثیر رحمہ اللہ کو تواتراً پہنچی ہو وہ بصری رحمہ اللہ کو، جو ان کے شاگرد ہیں، نہیں پہنچی اور جو حرف حمزہ رحمہ اللہ کو پہنچا وہ کسائی رحمہ اللہ کو نہیں پہنچا۔ یقناً ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔

حق وہی ہے جو ائمہ سلف نے بیان کیا اور نتیجۂ بحث یہ ہے کہ قرآن میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اُس کی تین قسمیں ہیں:

① بالاجماع متواتر ② ایک جماعت کے نزدیک متواتر

پہلی قسم میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا اور دوسری قسم جن حضرات کو تواتراً پہنچی اُن کے طرق کا اُس پر اجماع ہونا چاہئے، ان دونوں اقسام کے حروف کے لیے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، مگر ناممکن ہے کہ یہ عربیت کی کسی وجہ اور رسم کے احتمالاً مطابق نہ ہوں اور اگر بفرض محال خلاف ہوں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔

③ صحیح و مشہور جس کو حضورﷺ سے ثقاۃ و ضابط و عادل بسند متصلہ روایت کریں اور ائمہ فن کے نزدیک مشہور ہو مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو اُس کو اسی شرط سے قبول کیا جائے گا کہ وہ اس ضابطہ کے موافق ہو ورنہ ضعیف، شاذ، یا باطل ہے۔ کما مرّ

اِشکال

جب نبیﷺ سے صاحب اختیار تک تواتر شرط نہیں ہے صرف صحت نقل کافی ہے، تو قراءات کو متواترہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔

حل

مناهل العرفان فی علوم القرآن میں عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”إن هذه الأركان الثلاثة تكاد تكون مساوية للتواتر في إفادة العلم القاطع بالقراءات المقبولة. بيان هذه المساواة أن ما بين دفتي المصحف متواتر ومجمع عليه من الأئمة في أفضل عهودها وهو عهد الصحابة، فإذا صح سند القراءة ووافقت قواعد اللغة ثم جاءت موافقة لخط هذا المصحف المتواتر كانت هذه الموافقة قرينة على إفادة هذه الرواية للعلم القاطع وإن كان آحادا. ولا تنس ما هو مقرر في علم الأثر من أن خبر الآحاد يفيد العلم إذا احتفت به قرينةً توجب ذلك، فكان التواتر كان يطلب تحصيله في الإسناد قبل أن يقوم المصحف وثيقة متواترة بالقرآن. أما بعد وجود هذا المصحف المجمع عليه فيكفي في الرواية صحتها وشهرتها ما وافقت رسم هذا الصمحف و لسان العرب.

قال صاحب الكواكب الدرية نقلا عن المحقق ابن الجزري ما نصه: قولنا: ”وصح سندها“ نعني به أن يروي تلك القراءة العدل الضابط عن مثله، وهكذا حتى ينتهي وتكون مع ذلك مشهورة عند أئمة هذا الشأن الضابطين له غير معدودة عندهم من الغلط أو مما شذ به بعضهم“ [مناهل العرفان في علوم القرآن: ۴۲۰،۴۲۱]

”قراءاتِ مقبولہ کے بارے میں (ضابط کے) یہ تین ارکان علم قطعی کا فائدہ دینے میں تواتر کے مساوی ہیں۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مساوات کا بیان یہ ہے کہ مصحف کے درمیان جو کچھ ہے اس پر سب سے بہتر زمانہ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے ائمہ کا تواتر اور اجماع تھا۔ پھر جب سند صحیح ہو تو قواعد لغت اور مصحف تواتر کی رسم کے ساتھ موافقت، روایت کے علم قطعی کا فائدہ دینے پر قرینہ بن جاتا ہے۔ اگرچہ روایت آحاد میں سے ہو۔ نیز یہ بھی مت بھولو کہ علم حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ قرائن کے ہوتے ہوئے خبر واحد علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔

گویا مصحف کے متواتر وثیقہ بننے سے پیشتر تو سند میں تواتر کو طلب کیا جاسکتا ہے، لیکن متفقہ مصحف کے وجود کے بعد روایت کی صحت و شہرت ہی کافی ہے جبکہ وہ رسم خط اور عربی زبان کے موافق ہو۔

کواکب الدریہ میں محقق ابن جزری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ روایت کی سند کے صحیح ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ عادل وضابط اپنے جیسوں سے اس قراءت کو روایت کریں اور اسی طرح یہ سلسلہ آخر تک چلے۔ پھر وہ قراءت ماہرین فن کے نزدیک غلط اور شاذ نہ ہو بلکہ مشہور ہو۔''

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ مصحف میں جو کچھ ہے وہ تو اجماعی اور متواتر ہے۔ اب صرف اس کی اَدائیگی کا مسئلہ رہ گیا؟ تو اس کی اَدائیگی کا کوئی طریقہ اگر سند صحیح سے ہو، اگرچہ متواتر نہ ہو، تب بھی وہ متواتر کے حکم میں ہے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو متواتر کا ہوتا ہے۔ غرض حکم کے اعتبار سے وہ متواتر ہے۔ اس لیے اس کو مطلقاً قراءات متواترہ کہا جاتا ہے۔

خلاصہ ما فی الباب

یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن جن وجوہ پر قرآن پڑھتے تھے وہ سب صحیح اور منزل من اللہ تھیں۔ یعنی ہر صحابی رضی اللہ عنہ کو جو حرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا۔ وہ اُن کے لیے تائید و تصدیق اور بغیر شاہد حجت تھا اور ان کے حق میں شذوذ وضعف ہرگز نہ تھا۔ پھر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف عثمانیہ پر اِجماع کرلیا تو اُمت کے لیے اُن کا اتباع ضروری ہوگیا۔

حضرات تابعین رحمہم اللہ کبار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن پڑھا اور مصاحف عثمانیہ کے مطابق تابعین رحمہم اللہ و تبع تابعین رحمہم اللہ کو پڑھایا۔ ان دونوں متبرک جماعتوں کے متعدد حضرات نے کئی کئی شیوخ سے قرآن پڑھا اور وجوہ مشہورہ کا انتخاب کرکے اپنے لیے جدا جدا قراءات اختیار کرلیں اور اتباع رسم کے ساتھ اپنے اختیار کو احاد و غیر مشہور سے بچایا کیونکہ ان کے حق میں شذوذ وضعف پیدا ہوگیا تھا نیز اقوی فی العربیت کا بھی لحاظ رکھا۔

قرونِ ثلاثہ میں ان گنت قراءات پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں اور تیسری صدی تک علماء وائمہ بتعداد مختلف قراءات پڑھتے، پڑھاتے اور روایت کرتے تھے، اور جب تیسری صدی میں سلسلۂ تصنیف و تالیف شروع ہوا تو ہر مصنف اپنی کتاب میں ان قراءات کو بیان کرتا تھا جو اس کو بسند صحیح متصلہ پہنچتی تھیں، چنانچہ امام ابوعبید رحمہ اللہ اور قاضی اسماعیل رحمہ اللہ نے ۲۵۔۲۵ قراءات بیان کی ہیں۔

باب پنجم: قراءات میں کمی واقع ہونے کی وجہ

خیر القرون کے بعد سند کی طوالت نے جب اکثر لوگوں میں کسل پیدا کردیا اور بعض کے ضبط و حفظ میں ضعف اور شوق و ہمت میں فرق آگیا تو علماء نے تعداد مروجہ میں کمی کردی۔ چنانچہ امام ابوبکر بن مجاہد مقری رحمہ اللہ بغدادی نے، جو اُس وقت دنیا اسلام میں امام الائمہ تھے، قراءات مروّجہ میں سے بوجہ شہرت و کثرت وجوہ صحیحہ وموافقت رسم اور عربیت میں اَقوی ہونے کی بنا پر ائمہ سبعہ کو منتخب کرکے اُن کی قراءات میں کتاب السبعہ تصنیف کی اور اس کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روایات وقراءات پڑھانے لگے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس میں سبعہ پر اقتصار اور امام نافع رحمہ اللہ کو باقی حضرات سے مقدم بیان کیا گیا ہے یہ امر منجانب اللہ ہے کہ اُن کو ان کے انتخاب کا دھیان آیا ورنہ بقول امام ابومحمد مکی ستر ائمہ کی قراءات ان سے مقدم موجود تھیں اور ائمہ ثلاثہ کی قراءات کے برابر تھیں مگر امام موصوف رحمہ اللہ کا یہ اعتقاد ہرگز نہ تھا کہ ان کے سوا دیگر قراءات شاذ یا غیر صحیح ہیں۔

اکثر أولو العزم معاصرین نے امام موصوف کے اس عمل کو ناپسند کیا اور سات کی تعداد پر تو خاص اعتراض تھا، مگر امام ابن مجاہد رحمہ اللہ کی فقید المثال شخصیت وشہرت اور کتاب، سبعہ قراءات کے رواج کا باعث بن گئی اور باقی قراءات کی تعلیم میں کمی آنے لگی۔ پھر امام ابوعبداللہ قیروانی رحمہ اللہ ،امام ابوالقاسم طرسوسی رحمہ اللہ اور امام ابوالعباس رحمہ اللہ مہدوی نے مشرق میں سبعہ کو اور مشہور کر دیا۔

چوتھی صدی کے آخر تک اُندلس اور بلادِ مغرب میں ان سبعہ قراءات مشہورہ کا رواج نہ تھا۔ سبعہ قراءات سب سے پہلے امام ابوعمر طلمنکی رحمہ اللہ ، اُن کے بعد امام ابومحمد مکی قیروانی رحمہ اللہ اور امام العلامہ حافظ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے مصر وغیرہ سے پڑھ کر اُندلس میں پہنچائیں۔

اَوائل پانچویں صدی تک قراءاتِ سبعہ اکثر روایات وطرق مشہورہ کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں چنانچہ علامہ دانی رحمہ اللہ نے جامع البیان میں پانچ سو رِوایات وطرق بیان کئے ہیں۔

روایات کے کم ہونے کی وجہ

اس کے بعد ہمتیں اور گھٹ گئیں اور طلباء مزید اختصار کے خواستگار ہونے لگے۔ اس پر علامہ دانی رحمہ اللہ نے تیسیر لکھی۔ اس کے شروع میں خود کہتے ہیں:

”آپ صاحبوں نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں آپ کے لیے قراءِ سبعہ کے مذاہب پر ایک ایسی مختصر کتاب لکھوں جس کا پڑھنا پڑھانا اور یاد کرنا آسان ہو اور اس میں وہ مشہور روایات وطرق بیان کروں جو تھوڑے زمانہ میں حفظ ہوسکیں۔“

پھر کہتے ہیں:

”پس میں نے آپ کی خواہش کے مطابق یہ کتاب لکھی اور اس میں ہر قاری سے دو دو روایات بیان کی ہیں۔“

تیسیر کے بعد ائمہ سبعہ کی دیگر روایات کا رول بھی کم ہوگیا اور چھٹی صدی کے آخر میں امام العلامہ شاطبی رحمہ اللہ نے تیسیر کو نظم کرکے اس کی روایات وطرق کو چار چاند لگا دیئے اور چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔

جس قراءات کا رواج کم ہوتا گیا وہ مندرس ہوگئیں۔ قراءاتِ ثلاثہ بھی غائب ہوجاتیں، اگر ابن مہران رحمہ اللہ ، ابن غلبون رحمہ اللہ ، ابن شیطا رحمہ اللہ ، اہوازی قلانسی رحمہ اللہ ، حافظ ابوالعلا رحمہ اللہ ، اور محقق رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ ان کو پڑھتے پڑھاتے اور تصنیف وتالیف سے (جن کا اجمالی حال آئندہ فصل میں آئے گا) ان کی حفاظت نہ کرتے اور اہل مصر وغیرہ اُن کی خدمت نہ کرتے۔ ائمہ سبعہ کی باقی رِوایات کی بھی یہی کیفیت ہے کہ وہ بھی تیسیر کے بعد مندرس ہوگئیں اور جس طرح ان رِوایات کے اَندر اس کا باعث شذوذ نہیں، اسی طرح اُن قراءات کے اَندر اس کا سبب بھی شذوذ نہیں ہے۔ بلکہ علماء فوت ہوگئے اور علم اُن کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہ بنا۔ اب اُمت کے پاس سبعہ مشہورہ متواترہ کی دو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دو روایات اور قراءاتِ ثلاثہ متواترہ کی دو دو روایات اور چار دیگر قراءات باقی ہیں۔ یہ چاروں بھی صدیاں گزر گئیں پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں صرف کتابوں میں بیان ہوتی ہیں۔عشرہ پڑھائی جاتی ہیں۔غرض پڑھنے والوں نے جب لوگوں کا کسل اور اُن کی ہمتوں میں قصور وفتور دیکھا تو پہلے سبعہ پر اور پھر سبعہ کے ایک قلیل حصہ پر قانع ہو گئے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض آدمیوں کو اس سے شبہ پیدا ہوگا کہ شاید کوئی حرف قرآن کا فوت ومفقود نہ ہوگیا ہو جس سے تمام اُمت آثم ہوئی اور نیز وعدۂ الٰہی میں تخلف ہوگیا۔نعوذ باللہ من ذٰلك اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اختلافات سات قسم کے ہوتے ہیں:

① صرف حرکات میں اختلاف ہوتا ہے۔معنی اور صورت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔جیسے بِالْبُخْلِ اور بِالْبَخَلِ۔ یَحْسَبُ اور یَحْسِبُ وغیرہ اور اسی صورت میں اصولی اختلافات داخل ہیں۔

② حرکات ومعنی میں اختلاف ہوتا ہے صورت میں نہیں جیسے: ﴿ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ ﴾ مرفوع ومنصوب اور منصوب ومرفوع۔

③ معنی میں اختلاف ہوتا ہے حرکات وصورت میں نہیں ہوتا جیسے تَبْلُوْا اور تَتْلُوْا۔وغیرہ۔

④ صورت میں اختلاف ہوتا ہے حرکات ومعنی میں نہیں ہوتا جیسے بَصْطَةً اور بَسْطَةً، صِراط اور سِراطَ وغیرہ۔

⑤ صورت ومعنی دونوں میں اختلاف ہوتا ہے، حرکات میں نہیں ہوتا جیسے أَشَدُّ مِنْكُم ، أَشَدُّ مِنْهُم۔

⑥ تقدیم وتاخیر جیسے فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔

⑦ زیادۃ ونقصان سے جیسے وَوَصّٰی ، وَأَوْصٰی ، وَقَالُوْا اور قَالُوْا وغیرہ۔

ان کے سوا اور قسم کا اختلاف ہرگز نہیں ہوتا۔خواہ قراءاتِ متواتر مروّجہ ہوں یا غیر مروّجہ۔شاذہ ہوں یا ضعیفہ اور یہ تمام اختلافات علی سبیل البدلیت مروی ہیں۔یعنی ان میں سے جو پڑھی جائے وہ ہی کافی ہے اور قرآن ہے اور امت کے ہر فرد پر تمام وجوہ کا پڑھنا واجب و لازم نہیں ہے جس کی بین دلیل ﴿ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾ [المزمل: ۲۰] ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ متعدد قراءات وروایات وطرق کے اندر اس سے قرآن علی حالہ باقی ہے۔اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔البتہ تنوع اور طریقۂ ترکیب کا بعض حصہ مندرس ہوگیا۔فافهم و تدبر۔

باب ششم: کیا ہم منقول روایات وطرق میں خلط کرسکتے ہیں

خلطِ قراءات کے بارہ میں ائمہ سے مختلف اقوال مروی ہیں۔ان میں سے بعض مطلقاً منع کرتے ہیں:

① امام ابوالحسن رحمہ اللہ بخاری جمال القراء میں کہتے ہیں:

’’بعض قراءات کا بعض سے ملانا خطا ہے۔‘‘

② امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تبیان میں کہتے ہیں:

’’جب کوئی شخص قراءِ سبعہ میں سے کسی قاری کی قراءۃ پڑھے تو اس کو لازم ہے کہ کلام مربوط تک وہ ہی پڑھتا چلا جائے۔اس کے بعد دوسری قراءۃ پڑھ سکتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی قراءۃ پڑھے۔‘‘

③ علامہ جعبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اگر ایک کلمہ دوسرے سے متعلق ہو تو ترکیب ممنوع ور نہ مکروہ ہے اور بہت سے ائمہ رحمہم اللہ نے خلط کو مطلقاً جائز رکھا ہے۔ وہ مانعین کو برسر غلطی کہتے ہیں اور بعض اعتدال کی جانب گئے ہیں۔ چنانچہ:

محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ہمارے نزدیک اس میں تفصیل ہے۔ اگر ایک قراءۃ دوسری پر مرتب ہو مثلاً کوئی شخص ﴿فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ﴾ [بقرۃ:۳۷] کو ءادمَ اور کلمٰتٌ دونوں کے رفع یا دونوں کے نصب سے پڑھے یعنی ایک قراءت سے ءادم اور دوسری قراءت سے کلمت کا رفع یا نصب لیوے، یا کوئی شخص ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ [آل عمران: ۳۷] کو تشدید ورفع یا تخفیف ونصب سے تلاوت کرے یا ﴿وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ﴾ [الحدید:۸] کو بصیغۂ معروف ومرفوع پڑھے۔ چونکہ یہ سب باتیں عربیت اور اس لغت کے خلاف ہیں جس پر قرآن نازل ہوا ہے لہٰذا ایسی تخلیط بہر صورت حرام ہے۔

اور اگر ایک قراءت دوسری پر مرتب نہ ہو تو مقام روایت میں تخلیط ممنوع ہے، کیونکہ اس سے روایت کی تکذیب اور ایک ثقہ امام کی طرف وہ چیز منسوب ہو جاتی ہے جو اس نے نہیں پڑھی، اور اگر تلاوت میں تخلیط ہو جائے تو بلا شبہ جائز، صحیح اور مقبول ہے کوئی ممانعت وحرج نہیں، کیونکہ ہر وجہ منزل من اللہ اور نبی ﷺ کی تعلیم کردہ اور قرآن ہے پس جو حرف پڑھا جائے وہ ہی کافی ہے۔ طبرانی، معجم کبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''بعض وجوہ کو بعض وجوہ سے ملا کر پڑھنا خطا نہیں۔ یہ خطا ہے کہ قرآن میں وہ چیز ملا کر پڑھی جائے جو قرآن نہیں۔''

اگر چہ ماہر طرق وروایات اور عارف اختلاف وقراءات کے لیے ہم اس کو بھی بایں وجہ عیب سمجھتے ہیں کہ اس سے علماء اور عوام مساوی ہو جاتے ہیں مگر اس وجہ سے نہیں کہ وہ مکروہ یا حرام ہے۔''

اس بارے میں حضرت محقق رحمہ اللہ کا بہترین فیصلہ ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے اور یہی وہ اُصول ہے جس پر صاحب مذاہب ائمہ رحمہم اللہ نے قراءات اختیار کیں۔

باب ہفتم: قراءات سبعہ تیسیر وشاطبیہ میں منحصر نہیں ہیں

اکثر آدمیوں کا خیال ہے کہ قراءات سبعہ تیسیر، شاطبیہ وغیرہ میں محصور ہیں۔ یہ بھی تخیل ہے ان مختصرات میں حضرات ائمہ سے دو دو راوی مذکور ہیں۔

ائمہ سبعہ نے ۷۵ رسال سے ۹۹ رسال تک عمر پائی اور ہر ایک نے ساٹھ برس سے زیادہ خدمت قرآن میں صرف کیے۔ تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ اَن گنت طلباء شریک درس ہوتے تھے۔ امام نافع رحمہ اللہ نماز صبح سے قبل پڑھانا شروع کرتے تھے جو عشاء سے بعد تک جاری رہتا تھا اور ہر شخص کے لیے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا بڑی جدوجہد سے سیدنا ورش کو بعد از تہجد زیادہ وقت ملا تھا۔ امام ابوحفص رحمہ اللہ کے گرد طلباء کا اِزدحام دیکھ کر خواجہ حسن بصری نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علماء اَرباب بن گئے؟ امام عاصم رحمہ اللہ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ امام کسائی رحمہ اللہ سے عرضاً قراءت پڑھنا ناممکن ہو گیا تھا بلکہ کثرت طلباء کی بناء پر دور بیٹھنے والوں کو شکل دیکھنی بھی دشوار تھی۔ اسی وجہ سے امام ممدوح ممبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شائقین آپ کی قراءۃ اَخذ کرتے جاتے تھے۔ یہی حال دیگر اَئمہ کا تھا۔ خدائے تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ ان سے کتنی مخلوق نے پڑھا اور اِستفاضہ کیا۔ دنیائے اسلام کی کونسی بستی ان کے خوشہ چینوں اور شاگردوں سے خالی تھی۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے راوی یہی دو دو ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام ابوحیان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ان مختصرات میں امام ابوعمرو رحمہ اللہ کے (جن کی قراءت شام ومصر میں زیادہ مروج ہے) ایک شاگرد یزیدی رحمہ اللہ اور ان سے دوری رحمہ اللہ وسوسی رحمہ اللہ دو راوی درج ہیں اور اہل نقل کے نزدیک ابوعمرو رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے یزیدی، شجاع، عبدالوارث، ابن سعید، عباس بن فضل، سعید بن اوس، ہارون الاعور) الخفاف، عبید بن عقیل، حسین الجعفی، یونس بن حبیب نحوی، لؤلؤی، محبوب، خارجہ، الجھضمي، عصمہ، اصمعی اور ابوجعفر رواسی رحمہم اللہ۔ سترہ شخص مشہور ہیں۔ پر ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت یزیدی رحمہ اللہ پر کیسے منحصر ہوسکتی ہے اور باقی روات کو جو تعداد میں کثیر، فقہ، ضابط اور صاحب درایت تھے بلکہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض یزیدی رحمہ اللہ سے اعلم واوثق ہوں کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔''

پھر یزیدی سے دوری، سوسی، ابوحمدون، محمد بن احمد بن جبیر، اوقیہ ابو الفتح، ابوخلاد، جعفر بن حمدان سجادہ، ابن سعدان، احمد بن محمد بن یزیدی اور ابو الحارث رحمہم اللہ دس شخص مشہور ہیں۔ لہٰذا دوری وسوسی پر کیسے اقتصار کیا جا سکتا ہے۔ اور باقی جماعت کو کس دلیل سے چھوڑا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دوری وسوسی سے اوثق واضبط ہوں۔

پھر دوری سے ابن فرح (بالحاء المهملة) ابن بشار، ابو الزعراء ابن مسعود السراج، الکاغذی، ابن برزہ، احمد بن حرب المعدل اور ابن فرح سے زید بن ابی بلال، عمر بن عبدالصمد، ابو العباس، ابن محریز، ابومحمد قطان اور المطوعی رحمہم اللہ مشہور ہیں اور ہمارے زمانہ تک ہر طبقہ کا یہی حال ہے۔

امام نافع رحمہ اللہ کہ (جن کی قراءت مغرب میں زیادہ مشہور ہے) اور مختصرات میں قالون رحمہ اللہ وورش رحمہ اللہ دو رواوی مذکور ہیں اور اہل نقل کے نزدیک قالون، ورش، اسمٰعیل بن جعفر، ابوخلید ابن جماز، خارجہ اصمعی، کردم اور مسیبی رحمہم اللہ نو حضرات مشہور ہیں اور باقی ائمہ سبعہ کے تلامذہ کا بھی یہی حال ہے۔ پس کیسے ممکن ہے کہ ان ائمہ کے علم کو دو دو راویوں میں منحصر سمجھ لیا جائے اور باقی حضرات کی روایت کو معطل کر دیا جائے۔ ان دونوں بزرگوں کو باقی اصحاب پر کیا فوقیت تھی جبکہ وہ سب ایک شیخ کے شاگرد ضابط اور ثقہ تھے۔

باب ہشتم: اِنکارِ قراءات کا حکم

التحقيق الذي يؤيده الدليل هو أن القراءات العشر كلها متواترة وهو رأي المحققين من الأصوليين والقراء كابن السبكي وابن الجزري والنويري بل هو رأي أبي شامة في نقل آخر ، صححه الناقلون عنه . [مناهل العرفان:۴۳۴]

''تحقیقی بات جس کی تائید دلیل سے ہوتی ہے یہ ہے کہ قراءاتِ عشرہ سب کی سب متواتر ہیں اور یہی محقق اصولیوں اور قراء مثلاً ابن سبکی، ابن جزری اور نویری رحمہم اللہ کا قول ہے بلکہ ابو شامہ سے یہ قول بھی منقول ہے اور نقل کرنے والوں نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔''

لیکن قراءات کا جو ضابطہ ذکر ہو چکا ہے اس کی رُو سے ان کا تواتر دو مرحلوں میں ہے۔ ایک تواتر وہ ہے جو صاحب اختیار ائمہ یعنی قراءِ سبعہ وعشرہ تک پہنچتا ہے اور دوسرا تواتر وہ ہے جو ان قراءِ عشرہ سے رسول اللہ ﷺ تک جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ علامہ جزری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قراءات کی چھ انواع ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الأول: التواتر وهو ما رواه مجمع من جمع لا يمكن تواطئهم على الكذب عن مثلهم، مثاله ما اتفقت الطرق في نقله عن السبعة وهذا هو الغالب في القراءات.

الثاني: المشهور هو ما صح سنده بأن رواه العادل الضابط مثله وهكذا وافق العربية ووافق أحد المصاحف العثمانية سواءا كان عن الأئمة السبعة أم العشرة أم غيرهم من الأئمة المقبولين واشتهر عنه القراء فلم يعدوه من الغلط ولا من الشذوذ إلا أنه لم يبلغ درجة المتواتر مثاله ما اختلفت الطرق في نقله عن السبعة فرواه بعض الرواة عنهم دون بعض وهذان النوعان هما اللذان يقرأ بهما مع وجوب اعتقادهما ولا يجوز إنكار شيء منهما .[مناهل العرفان: ۴۲۳]

پہلی نوع متواتر کی ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کو ایک اتنی بڑی جماعت نے اتنی ہی بڑی جماعت سے نقل کیا ہو کہ جس کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو۔ اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس میں تمام طرق متفق ہوں اور قراءات میں اکثر حصہ ایسا ہی ہے۔

دوسری نوع مشہور کی ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کو عادل وضابط نے اپنے جیسے سے نقل کیا ہو اور یہ سلسلہ ایسے ہی چلا ہو۔ علاوہ ازیں یہ عربیت کے موافق بھی ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق بھی، جو خواہ قراءِ سبعہ سے منقول ہو، عشرہ سے منقول ہو یا دیگر مقبول ائمہ قراء سے۔ پھر قراء میں اس کی شہرت ہوگئی ہو اور انہوں نے اس کو غلط یا شذوذ میں سے شمار نہ کیا ہو۔ یہ نوع درجۂ متواتر کو نہیں پہنچی اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس کے نقل میں طرق کا اختلاف ہے۔ یہ دونوں انواع وہ ہیں جن کی تلاوت کی جاتی ہے اور جن پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے کسی شے کا بھی اِنکار جائز نہیں۔

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ ائمہ قراءات تک تواتر، قراءت کے صرف اتنے حصے میں ہے جن میں طرق کا اتفاق ہے۔ اور جو مختلف فیہ ہے اس میں شہرت تو پائی جاتی ہے تواتر نہیں۔

قراءات کے بارے میں جو ضابطہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اَصحاب اختیار ائمہ نے اَخذ قراءت میں تواتر کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ عربیت اور رسم مصحف کی موافقت کے ساتھ صرف صحت سند پر اکتفا کیا۔ علاوہ ازیں بعض متاخرین نے تواتر کو شرط قرار دیا تو ان کے قول کو رد کر دیا گیا اور علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ نے بھی تواتر کے شرط ہونے کے قول سے رجوع کیا۔

امام ابو محمد مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”إن جميع ما روي من القراءات على أقسام: قسم يقرأ به اليوم وذلك ما اجتمع فيه ثلاث خصال، وهن أن ينقل عن الثقات عن النبي ﷺ ويكون وجهه في العربية التي نزل بها القرآن سائغا ويكون موافقا لخط المصحف .“

”نقل کردہ تمام قراءات کی چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کی آج کل قراءات کی جاتی ہے اور یہ وہ ہے جس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تین باتیں جمع ہوں۔ وہ تین باتیں یہ ہیں:
① وہ نبی ﷺ سے ثقہ لوگوں کے واسطے سے منقول ہو۔
② عربیت، جس میں قرآن نازل ہوا ہے اس میں اس کی کوئی وجہ بنتی ہو۔ ③ خط مصحف کے موافق بھی ہو۔"
ہم کہتے ہیں کہ اگر چہ یہ ہوسکتا ہے کہ فی نفسہ تواتر پایا گیا ہو لیکن جب آئمہ نے ضابطہ میں تواتر کا التزام نہیں کیا تو تواتر کا قول کرنا بہرحال ممکن نہیں بلکہ صحت سند پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔
مذکورہ بالا دونوں مرحلوں کو جب جمع کیا جائے تو حاصل یہ ہوگا کہ قراءات کی نقل میں تواتر ضروری مفقود ہے۔ البتہ بعد کے قرون میں تواتر اور تلقی بالقبول کے پائے جانے کے باعث چونکہ یہ مفید علم ہے، اس لیے یہ تواتر تقدیری یا تواتر نظری ہے۔
ان تمام باتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل باتیں بھی پیش نظر رہیں۔
① قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں۔ قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اندر ثبت ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا۔ جبکہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں۔
② مناہل العرفان میں عبد العظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
"وتناقش هذا الدليل بأنا لا نسلم أن إنكار شيء من القراءات يقتضي التكفير على القول بتواترها وإنما يحكم بالتكفير على من علم تواترها ثم أنكره. والشيء قد يكون متواترا عند قوم، غير متواتر عند آخرين وقد يكون متواترا في وقت دون آخر. فطعن من طعن منهم يحمل على ما لم يعلموا تواتره منها وهذا لا ينفي التواتر عند من علم به، وفوق كل ذي علم عليم. ويمكن مناقشة هذا الدليل أيضا بأن طعن الطاعنين إنما هو فيما اختلف فيه وكان من قبيل الأداء. أما ما اتفق عليه فليس بموضع طعن، ونحن لا نقول إلا بتواتر ما اتفق عليه دون ما اختلف فيه."
"بعض بڑے علماء نے قراءات پر طعن کیا ہے حالانکہ اگر قراءات متواتر ہوں تو ان کا طعن موجب تکفیر ہوگا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مناہل العرفان کے مصنف لکھتے ہیں:
تواتر کے قول کو لیتے ہوئے کسی قراءت کا انکار ضروری نہیں کہ موجب تکفیر ہو، کیونکہ تکفیر اس وقت کی جاتی ہے جب کوئی اس کے تواتر کا علم ہوتے ہوئے انکار کرے جبکہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شے کے بارے میں کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت نہ ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا طعن مختلف فیہ میں ہو اور کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت نہ ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا طعن مختلف فیہ ہو جو ادائیگی کی قبیل سے ہو۔ رہا متفق علیہ تو وہ طعن کا محل نہیں ہے اور ہم تواتر کا قول صرف متفق علیہ میں کرتے ہیں مختلف فیہ میں نہیں کرتے۔"
③ نبی ﷺ سے منقول اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہ واجب نہیں تھی لہٰذا اصحاب اختیار ائمہ نے شرائط کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی اپنی ترتیب سے قراءات اختیار کیں (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔)

اِنکارِ قراءات کا حکم

① قرآن یا اس کے کسی جز کا اِنکار کفر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ز) کوئی تمام قراءتوں کا اِنکار کرے تو یہ کفر ہے کیونکہ قراءتوں میں قرآن ہی اَدا کیا جاتا ہے۔

(ح) کوئی اگر بعض قراءتوں کو تسلیم کرتا ہو مثلاً روایت حفص کو مانتا ہو اور دیگر کا انکار کرتا ہو تو اس میں مندرجہ ذیل شقیں ہیں:

۱۔ کسی محقق کے نزدیک دیگر قراءتوں کا تواتر ثابت نہ ہو اس وجہ سے ان کا اِنکار کرتا ہو اس پر تکفیر نہ ہوگی۔

۲۔ اس کو دیگر قراءتوں کا تواتر سے ثابت ہونا معلوم نہ ہو جیسا کہ عام طور سے عوام کو دیگر قراءتوں کا علم نہیں ہوتا اور صرف انہی لوگوں کو ان کا علم ہوتا ہے جو ان کو پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوں، ایسی لاعلمی کی وجہ سے اِنکار پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی، البتہ ایسے شخص کو حقیقت حال سے باخبر کیا جائے گا۔

۳۔ تواتر تسلیم ہونے کے بعد بھی اِنکار کرے تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ حقیقتاً یہ تواتر ضروری نہیں بلکہ قدری نظری ہے جس پر تکفیر نہیں کی جاتی۔ البتہ یہ سخت گمراہی کی بات ہے، کیونکہ یہ تواتر بھی مفید علم ہوتا ہے۔

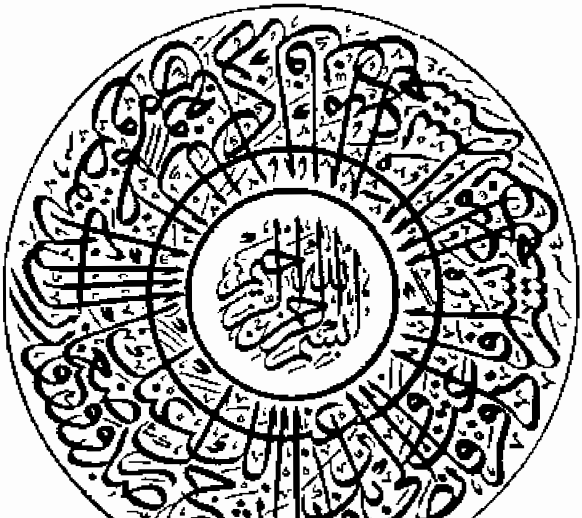

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

متنوع قراءات کا ثبوت...... روایت حفص کی روشنی میں

زیر نظر مضمون فاضل مؤلف کی وہ خصوصی کاوش ہے جو انہوں نے مختلف قراءاتِ متواترہ میں موجود متنوع اسالیبِ اختلاف کو تشویش کی نظر سے دیکھنے والے حضرات کے لیے خاص طور پر ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے بڑی محنت سے برصغیر کی قراءات عامہ (روایتِ حفص) کا اول تا آخر بنظر غائر جائزہ لیا اور روایتِ حفص میں ہی موجود وہ تمام اختلافاتِ قراءات پیش کر دیئے ہیں جو کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ میں الگ الگ پائے جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ روایتِ حفص میں ان تمام اسالیبِ اختلاف کے موجود ہونے کی وجہ رُشد قراءات نمبر حصہ اول کے ص ۲۴۴ اور ص ۳۶۱ پر موجود مضامین میں پیش کی جا چکی ہے کہ آسمانوں سے نازل ہونے والے سبعہ احرف بعد ازاں دس یا زائد قراءات متواترہ میں اس لیے پھیل گئے کہ آپﷺ کے ارشادگرامی ﴿ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ ﴾ کی وجہ سے خیر القرون نے مختلف حروفِ سبعہ کو اختلاط کے ساتھ پڑھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۴ صدیوں منقول تمام قراءات متواترہ میں سبعہ اَحرف کے جمیع اسالیب خلط ملط صورت میں موجود ہیں اور خاص طور پر یہ بات قارئین کیلئے حیرت کا باعث ہوگی کہ روایتِ حفص میں منزل من اللہ اسالیبِ سبعہ دیگر قراءات کے مقابلہ میں زیادہ بھرپور انداز میں موجود ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے اس بات سے ہزاروں سال قبل واقف تھے کہ اس خطۂ ارضی میں فتنہ انکار قراءات (سبعہ احرف) وجود میں آئے گا، چنانچہ اللہ کی حکمت بالغہ ہے کہ برصغیر میں رائج قراءات عامہ میں سبعہ احرف کے جمیع اختلافات بھرپور طور پر موجود ہیں تاکہ متنوع قراءتوں کے منکرین کے لیے مجالِ فرار نہ ہو۔

یاد رہے کہ فاضل مصنف نے روایت حفص کے جائزہ سے متنوع قراءات کے جن اسالیب کی فہرست پیش کی ہے، اس میں مختلف نحویوں کے نظریات کے اختلافات پر مشتمل کتب نحو (مثلاً قطر الندی و بل الصدی از امام ابن ہشام اور شروحات الفیہ ابن مالک وغیرہ) اور علم توجیہ القراءات کی کتب سے مزید اضافہ کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ ان کتب میں مختلف اقوال کے دلائل متنوع قراءات سے اور مختلف قراءات کی توجیہ نحاۃ کے اقوال کے پس منظر میں کی جاتی ہے اور اکثر اوقات روایتِ حفص میں موجود متنوع اسالیب سے ہی مؤقف ثابت کیا جاتا ہے۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وہ عظیم الشان کتاب ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے سر لی ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]
قرآن مجید کا ہر ہر حرف، کلمہ، رسم حتیٰ کہ لہجات، قراءات اور اَداء بھی محفوظ ہے۔ قرآن مجید چونکہ ایک عالمگیر کتاب

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے جو ساری کائنات کے لیے رُشد و ہدایت اور روشنی کا باعث ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُمت کی آسانی کے لیے اسے ’سبعہ اَحرف‘ پر نازل فرمایا: اِرشاد نبوی ﷺ ہے: «إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [صحیح البخاري: ۴۹۹۲] درج بالا حدیث مبارکہ میں مذکور لفظ ’سبعہ اَحرف‘ کی تشریح کے بارے میں اہل علم کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور اِس میں متعدد اَقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’الإتقان‘ میں چالیس (۴۰) اَقوال نقل کئے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر اَقوال باہم مماثل اور ایک دوسرے کے مترادف ہیں بلکہ اگر کہا جائے کہ مذکورہ تمام اقوال بنیادی طور پر درج ذیل دو اقوال میں سمٹ آتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔

① سبعہ احرف بمعنی سبعہ اَوجہ

② سبعہ احرف بمعنی سبعہ لغات

اس مضمون کا تعلق مذکورہ دونوں اَقوال میں سے پہلے قول (سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَوجہ) سے ہے۔ یعنی سبعہ اَحرف سے مراد ’اختلاف قراءات کی سات وجوہ مختلفہ‘ ہیں۔

سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَوجہ

متعدد اہل علم ’سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَوجہ‘ کے قائل ہیں۔ جن میں سے امام مالک رحمہ اللہ، ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ، امام ابو بکر الباقلانی رحمہ اللہ اور فن قراءت کے نامور قاری امام ابن الجزری رحمہ اللہ وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ولا زلت أستشكل هذا الحديث وأفكر فيه وأمعن النظر من نيف وثلاثين سنة، حتى فتح الله علي بما يمكن أن يكون صواباً إن شآء الله وذلك أني تتبعت القراءات صحيحها وشاذها وضعيفها ومنكرها فإذا هو يرجع اختلافها إلى سبعة أوجه من الاختلاف لا يخرج عنها.“ [النشر: ۱/۲۶]

’’میں تقریباً تیس سال تک مسلسل اس حدیث میں غور و فکر کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کا معنی کھول دیا۔ جو ممکن ہے درست ہو (ان شاء اللہ)۔ وہ یہ ہے کہ میں نے صحیح، شاذ، ضعیف اور منکر سمیت تمام قراءات کو کھنگالا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جملہ قراءات کا اختلاف ان ’سبعہ اَوجہ‘ سے خارج نہیں ہے۔‘‘

جو اہل علم ’سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَوجہ‘ کے قائل ہیں۔ اب ان کے درمیان، سبعہ اَوجہ کی تعیین میں پھر اختلاف پایا جاتا ہے کہ سبعہ اُوجہ سے مراد کون کون سی وجوہ ہیں۔ ہر اہل علم نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق مختلف اَوجہ سبعہ بیان کیں۔ لیکن ان وجوہ میں سے اکثر باہم مماثل اور ایک دوسری کی مترادف ہیں۔ فقط الفاظ کی تعبیر کا اختلاف ہے۔ لیکن زیر نظر مضمون میں ہم آپ کے سامنے ان اَوجہ سبعہ کو بیان کریں گے جو دیگر تمام وجوہ کو محیط ہیں۔

روایت حفص میں اَوجہ سبعہ کا اِستقصاء

قراءاتِ عشرہ و دیگر تمام متواتر قراءات ’سبعہ اَوجہ‘ میں منحصر ہیں یعنی تمام قراءاتِ متواترہ کا جمیع اختلاف، ان وجوہ سبعہ سے خارج نہیں ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ روایتِ حفص میں مذکورہ اَوجہ سبعہ کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ یعنی جس قسم کا اختلاف قراءات کی ان اَوجہ سبعہ میں پایا جاتا ہے بعینہٖ اس قسم کا اختلاف روایت حفص میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اَوجہ سبعہ (قراء اتِ متواترہ) کا انکار، روایت حفص کے انکار کو مستلزم ہے۔ کیونکہ وہی وجوہ سبعہ، روایت حفص میں بھی پائی جاتی ہیں جو قراء اتِ متواترہ میں موجود ہیں۔ اگر آپ قراء اتِ متواترہ کا اِنکار کریں گے تو ان وجوہ سبعہ کے روایتِ حفص میں پائے جانے کی وجہ سے روایت حفص کا بھی اِنکار ہوجائے گا۔

اَوجہ سبعہ کی تفصیل

ذیل میں ہم 'اَوجہ سبعہ' میں سے ایک ایک وجہ کو بیان کرتے ہوئے روایت حفص سے اس کی مماثل مثالیں بیان کریں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ 'اَوجہ سبعہ' کی روایت حفص میں بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

① تقدیم وتاخیر کا اِختلاف

سبعہ اَوجہ میں سے ایک وجہ 'تقدیم وتاخیر کا اختلاف' ہے۔ یعنی قراء اتِ متواترہ میں سے بعض قراء ات میں ایک کلمہ مقدم ہے تو دیگر قراء ات میں مؤخر ہے۔ جیسے: ﴿ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا ﴾ [آل عمران:۱۹۵] میں امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا﴾ ، امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ اور امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ ﴿وَقٰتَلُوْا وَقُتِّلُوْا﴾ اور دیگر قراءِ کرام ﴿وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا﴾ پڑھتے ہیں۔

اسی طرح ﴿ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ﴾ [توبہ:۱۱۱] ہے۔ اس جگہ امام حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور خلف العاشر رحمہ اللہ ﴿فَيُقْتَلُوْنَ وَيَقْتُلُوْنَ ﴾ پڑھتے ہیں جبکہ دیگر قراء کرام ﴿ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ﴾ پڑھتے ہیں۔ یاد رہے کہ قراء اتِ عشرہ میں اس نوعیت (تقدیم وتاخیر) کی صرف یہی دو مثالیں ہیں۔

روایت حفص میں اِس کی مثالیں

اَوجہ سبعہ میں سے اس وجہ 'تقدیم وتاخیر کا اختلاف' کی روایت حفص میں متعدد مثالیں موجود ہیں کہ ایک آیت مبارکہ میں کچھ کلمات مقدم ہیں جبکہ دوسری آیت میں مؤخر ہیں روایت حفص میں تقدیم وتاخیر کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [بقرہ:۴۸]

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ [بقرہ:۱۲۳]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'عدل' اور 'شفٰعة' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [بقرہ:۶۱]

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ﴾ [آل عمران:۱۱۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'المسکنة' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَ الَّذِينَ هَادُوا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٔينَ مَنْ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ [بقرہ:۶۲]

﴿ إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَ الَّذِينَ هَادُوا وَ الصّٰبِـُٔونَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ [المائدۃ:۶۹]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'النصاری، الصابئون' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ﴾ [بقرہ:۱۲۰]

﴿ قُلْ إِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ﴾ [آل عمران:۷۳]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'هدى الله' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ ﴾ [البقرہ:۱۲۹]

﴿ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ [الجمعۃ:۲]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'ويزكيهم' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَ مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ ﴾ [بقرہ:۱۷۳]

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَ مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ ﴾ [النحل:۱۱۵]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'به' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَقْدِرُونَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ﴾ [بقرہ:۲۶۴]

﴿ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلٰى شَيْءٍ ﴾ [ابراہیم:۱۸]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'مما كسبوا، على شيء' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴾ [آل عمران:۱۲۶]

﴿ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [الانفال:۱۰]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'به' کی تقسیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ [آل عمران:۱۲۹]
﴿ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ﴾ [المائدہ:۴۰]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں کلمات 'یعذب من یشاء' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَءَابَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هٰذَا إِلَّا أَسٰطِیْرُ الْأَوَّلِیْنَ ﴾ [مومنون:۸۳]
﴿ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَءَابَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هٰذَآ إِلَّآ أَسٰطِیْرُ الْأَوَّلِیْنَ ﴾ [نمل:۶۸]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'ھذا' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْءَانِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ﴾ [الاسراء:۸۹]
﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْءَانِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ﴾ [الکہف:۵۴]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'للناس' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ یٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ ءَامَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ﴾ [النساء:۱۳۵]
﴿ یٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ ءَامَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ﴾ [المائدۃ:۸]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'بالقسط' اور 'للّٰہ' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ ﴾ [یونس:۱۸]
﴿ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ ﴾ [الفرقان:۵۵]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'ما لا یضرھم' ولا ینفعھم' کی تقدیم وتاخیر واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴾ [النحل:۱۴]
﴿ وَتَرَی الْفُلْکَ فِیْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴾ [فاطر:۱۲]

۲ نقص وزیادت کا اختلاف

سبعہ اَوجہ میں سے ایک وجہ 'نقص وزیادت کا اختلاف' ہے، یعنی بعض قراء ات میں ایک کلمہ موجود ہوتا ہے جبکہ دیگر قراء ات میں محذوف ہوتا ہے۔ جیسے ﴿ وَمَا عَمِلَتْهُ أَیْدِیْهِمْ ﴾ [یٰسین:۳۵] میں اِمام شعبہ رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور خلف العاشر رحمہ اللہ ﴿وَمَا عَمِلَتْ أَیْدِیْهِمْ﴾ بحذف الھاء پڑھتے ہیں جبکہ دیگر قراءِ کرام ﴿وَمَا عَمِلَتْهُ أَیْدِیْهِمْ﴾ بالھاء پڑھتے ہیں۔

اِسی طرح ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ﴾ میں اِمام ابن عامر شامی رحمہ اللہ ﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ بدون الواو جبکہ دیگر قراءِ کرام ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ﴾ بالواو پڑھتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روایت حفص میں اِس کی مثالیں

اَوجہ سبعہ میں سے اس وجہ 'نقص وزیادت کا اختلاف' کی بھی روایت حفص میں متعدد مثالیں موجود ہیں کہ ایک آیتِ مبارکہ میں کچھ کلمات موجود ہوتے ہیں جبکہ دوسری جگہ اسی طرح کی آیت میں محذوف ہوتے ہیں۔ روایتِ حفص میں نقص وزیادت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [بقرہ:۵۷]

﴿ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران:۱۱۷]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'کانوا' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [بقرہ:۵۸]

﴿ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [اعراف:۱۶۱]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں حرف 'واؤ' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [بقرہ:۶۲]

﴿ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [مائدہ:۶۹]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں جملہ 'فلھم أجرھم عند ربھم' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴾ [بقرہ:۶۵]

﴿ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴾ [اعراف:۱۶۶]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں حرف 'ف' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ ﴾ [بقرہ:۸۳]

﴿ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ ﴾ [نساء:۳۶]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں حرف 'ب' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ [بقرہ:۱۲۰]

﴿ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ [بقرہ:۱۴۵]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'الذی اور من، ما' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ﴾ [بقرہ:۱۳۶]

﴿ وَ مَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ﴾ [آل عمران:۸۴]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'ما أوتی' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ [بقرہ:۱۸۴]

﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ [بقرہ: ۱۸۵]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'منکم' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ [بقرہ:۱۹۳]

﴿ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [انفال:۳۹]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'کلّه' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [آل عمران:۱۱]

﴿ كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [انفال:۵۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'کذبوا بایتنا' اور 'کفروا بایت اللّٰه' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ﴿ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ﴾ وارد ہوا ہے مگر ایک جگہ یہی جملہ ﴿جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ ﴾ [توبہ:۱۰۰] لفظ من کے بغیر وارد ہے۔

مشارالیہ تمام مقامات اور سورۃ توبہ میں حرف 'من' کا نقص وزیادت وارد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [المائدۃ:۱۱۹]

﴿ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبۃ:۱۱۱]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں حرف 'واؤ اور ھو' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [آل عمران:۵۱]

﴿ وَ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [مریم:۳۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [زخرف:۶۴]
مذکورہ تینوں آیات مبارکہ میں لفظ 'واؤ اور ھو' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ أَصْلَحُوْا ﴾ [بقرہ:۱۶۰]
﴿ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ أَصْلَحُوْا ﴾ [آل عمران:۸۹]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'من بعد ذلك' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ [آل عمران:۷۰]
﴿ قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ [آل عمران:۹۸]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'قل' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَ مَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴾ [آل عمران:۱۲۶]
﴿ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَ مَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [انفال:۱۰]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'لکم' اور 'ان اللہ' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ [آل عمران:۱۸۴]
﴿ وَ إِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ [فاطر:۲۵]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں حرف 'ب' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴾ [آل عمران:۱۸۶]
﴿ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴾ [لقمان:۱۷]
﴿ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴾ [الشوریٰ:۴۳]
مذکورہ تینوں آیاتِ مبارکہ میں سے پہلی میں 'ف' اور تیسری میں 'ل' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [سبأ:۴۳]
﴿ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [احقاف:۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں حرف 'واؤ، إن اور إلا' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴾ [اعراف:۴۵]

﴿ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [ھود:۱۹]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'ھُم' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل:۱۴]

﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [فاطر:۱۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں حرف (واؤ) کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبٰطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ [حج:۶۲]

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبٰطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ [لقمان:۳۰]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'ھو' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ﴾ [الأعراف:۱۷۸]

﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ﴾ [الكهف:۱۷]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں حرف 'ی' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ ﴾ [الکہف:۷۰]

﴿ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ [ھود:۴۶]

مذکورہ دونوں آیاتِ میں ایک ہی کلمہ 'تسئلن' بالیاء وبدون الیاء وارد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ﴾ [بقرہ:۵۹]

﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ﴾ [اعراف:۱۶۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'منھم' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ﴾ [غافر:۳۵]

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ﴾ [غافر:۵۶]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'إن' کا نقص وزیادت واضح ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑦ تبدیلی حروف وکلمات (ابدال) کا اختلاف

سبعہ اوجہ میں سے ایک وجہ 'تبدیلی حروف وکلمات (ابدال) کا اختلاف' ہے۔یعنی قراءات متواترہ میں سے بعض قراء ات میں ایک کلمہ ہوتا ہے جبکہ دیگر قراء ات میں اس کا متبادل دوسرا کلمہ ہوتا ہے۔ جیسے: ﴿ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ أَسْلَفَتْ ﴾ [یونس:۳۰]

اس جگہ امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر 'تَتْلُوْا' پڑھتے ہیں جبکہ دیگر قراء کرام 'تَبْلُوْا' پڑھتے ہیں۔

روایت حفص میں اس کی مثالیں

اوجہ سبعہ میں سے اس وجہ 'تبدیلی حروف وکلمات (ابدال) کا اختلاف' کی متعدد مثالیں روایت حفص میں موجود ہیں، یعنی ایک آیت میں کچھ حروف وکلمات ہیں جبکہ دوسری آیت میں اس کے بالمقابل دوسرے حروف وکلمات ہیں۔ تبدیلی کلمات کے اختلاف کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ إِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ أَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ [بقرہ:۴۹]

﴿ وَ إِذْ أَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ أَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ [اعراف:۱۴۱]

﴿ إِذْ أَنْجٰكُمْ مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ أَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ [ابراہیم:۶]

مذکورہ تینوں آیات مبارکہ میں کلمات 'نَجَّيْنَاكُمْ، أَنْجَيْنَاكُمْ، أَنْجَاكُمْ اور يُذَبِّحُوْنَ اور يُقَتِّلُوْنَ' کی تبدیلی واضح ہے۔

② ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [بقرہ:۵۹]

﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴾ [اعراف:۱۶۲]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'فَأَنْزَلْنَا اور فَأَرْسَلْنَا وغیرہ' کی تبدیلی واضح ہے۔

③ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾ [بقرہ:۶۰]

﴿ أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾ [اعراف:۱۶۰]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں لفظ 'فانفجرت اور فانبجست' کی تبدیلی واضح ہے۔

④ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾ [بقرہ:۶۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْأَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران:۱۱۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'النبیین اور الانبیآء' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا ﴾ [بقرہ:۶۳]

﴿ وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا ﴾ [بقرہ:۹۳]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'واذکروا اور واسمعوا' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ إِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ إِذَا خَلَوْا إِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ﴾ [بقرہ:۱۴]

﴿ وَ إِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ إِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ ﴾ [بقرہ:۷۶]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'وإذا خلوا اور وإذا خلا' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ [بقرہ:۱۲۵]

﴿ وَ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ [حج:۲۶]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'والعکفین اور والقائمین' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [بقرہ:۱۷۰]

﴿ أَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [المائدہ:۱۰۴]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'یعقلون اور یعلمون' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [بقرہ:۱۸]

﴿ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [بقرہ:۱۷۱]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'یرجعون اور یعقلون' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [بقرہ:۱۹۱]

﴿ وَ الْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [بقرہ:۲۱۷]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'أشد اور أكبر' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [آل عمران:۱۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ كَدَأْبِ ءَالِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [انفال:۵۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'کذبوا بآیاتنا اور کفروا بآیٰت اللہ وغیرہ' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ ءَانَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ ءَاتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ ﴾ [طٰہٰ:۱۰]

﴿ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ ءَانَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ ءَاتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ ﴾ [قصص:۲۹]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'بقبس اور بخبر' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ [انعام:۵]

﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ [ق:۵]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'فقد اور بل' کی تبدیلی واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ﴾ [طٰہٰ:۱۲۸]

﴿ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ﴾ [السجدۃ:۲۶]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں لفظ 'أفلم، أولم اور من قبلهم' کی تبدیلی واضح ہے۔

④ اَدوات (حروفِ نحویہ) کا اختلاف

سبعہ اَحرف میں سے ایک وجہ 'أدوات (حروفِ نحویہ) کا اختلاف' ہے یعنی قراءاتِ متواترہ میں سے بعض قراءات میں حروفِ نحویہ میں سے ایک حرف ہوتا ہے تو دیگر قراءات میں اس کی جگہ کوئی اور ہوتا ہے۔ جیسے ﴿ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ [بقرہ:۱۰۲] اس جگہ امام ابن عامر، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر (وَلٰكِنِ الشَّيٰطِيْنُ) پڑھتے ہیں جبکہ دیگر قراءِ کرام (وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ) پڑھتے ہیں۔

روایتِ حفص میں اس کی مثالیں

سبعہ اَحرف میں سے اس وجہ 'ادوات (حروفِ نحویہ) کا اختلاف' کی روایتِ حفص میں متعدد مثالیں موجود ہیں یعنی ایک آیت مبارکہ میں ایک حرفِ نحویہ ہے تو دوسری جگہ اس کے بدلے میں کوئی دوسرا حرفِ نحویہ موجود ہے۔ روایتِ حفص میں ادوات (حروفِ نحویہ) کے اختلاف کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ [بقرہ:۶۱]

﴿ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْأَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ﴾ [آل عمران:۱۱۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں سے پہلی آیت میں لفظ 'الحق' لام تعریف کے ساتھ معرفہ وارد ہے۔ جبکہ دوسری آیت مبارکہ میں لفظ 'حق' بدون لام تعریف نکرہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ ﴾ [بقرہ:۹۵]

﴿ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ ﴾ [الجمعۃ:۷]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں حروفِ نحویہ 'ولن' اور 'ولا' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ [بقرہ:۱۲۰]

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ [بقرہ:۱۴۵]

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ [رعد:۳۷]

مذکورہ تینوں آیاتِ مبارکہ میں حروف 'بعد الذی، من بعد ما اور بعد ما' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا ﴾ [بقرہ:۱۲۶]

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ ءَامِنًا ﴾ [ابراھیم:۳۵]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں حروف 'بلداً اور البلد' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُولُوا ءَامَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرٰهِمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى ﴾ [بقرہ:۱۳۶]

﴿ قُلْ ءَامَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرٰهِمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى ﴾ [آل عمران:۸۴]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں حروفِ نحویہ 'إلینا اور علینا' اور 'إلی اور علی' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴾ [آل عمران:۱۲۶]

﴿ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [انفال:۱۰]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'العزیز الحکیم اور إن الله عزیز حکیم' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسٰكِنِهِمْ ﴾ [طہٰ:۱۲۸]

﴿ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسٰكِنِهِمْ ﴾ [السجدۃ:۲۶]

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ میں 'أفلم اور أولم' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ [سبا:۴۳]

﴿ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ [احقاف:۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'إن، الا' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ﴾ [توبہ:۳۲]

﴿ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ﴾ [الصّف:۸]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'أن يطفئوا اور ليطفئوا' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾ [اعراف:۳۴]

﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾ [یونس:۴۹]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'واؤ، فا' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ [بقرہ:۱۱۶]

﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ [یونس:۶۸]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'واؤ' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ [النحل:۱۴]

﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ [فاطر:۱۲]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'ولتبتغوا، لتبتغوا' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴾ [الصافات:۸۵]

﴿ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴾ [شعراء:۷۰]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'ماذا، اور ما' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ [انعام:۲۱]

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾ [الصّف:۷]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'کذباً اور الکذب' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ﴾ [الانبیاء:۹۳]

﴿ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ﴾ [المؤمنون:۵۳]

مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'وتقطعوا اور فتقطعوا' کا اختلاف واضح ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَ لُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ أَتَأْتُونَ الْفٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴾ [الاعراف:۸۰]
﴿ وَ لُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴾ [العنکبوت:۲۸]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'أتاتون اور إنكم لتاتون' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴾ [الانعام:۱۱]
﴿ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴾ [النمل:۶۹]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'ثم انظروا اور فانظروا' کا اختلاف واضح ہے۔

صرفی ہیئت کا اختلاف

سبعہ اَوجہ میں سے ایک وجہ 'صرفی ہیئت کا اختلاف' ہے۔ یعنی قراءاتِ متواترہ میں سے بعض قراءات میں ایک صیغہ ہوتا ہے جبکہ دیگر قراءات میں کوئی دوسرا صیغہ ہوتا ہے۔ جیسے: ﴿ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴾ [بقرۃ:۱۰] اس جگہ امام نافع رحمہ اللہ، ابن کثیر مکی رحمہ اللہ، ابوعمرو بصری رحمہ اللہ، ابن عامر شامی رحمہ اللہ، ابوجعفر رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ 'يُكَذِّبُونَ' مشدد پڑھتے ہیں جبکہ دیگر قراءِ کرام 'يَكْذِبُونَ' مخفف پڑھتے ہیں۔

روایت حفص میں اس کی مثالیں

اوجہ سبعہ میں سے اس وجہ 'صرف ہیئت کا اختلاف' کی روایت حفص میں متعدد مثالیں موجود ہیں یعنی ایک آیت مبارکہ میں ایک صیغہ ہے تو دوسری آیت میں دوسرا صیغہ ہے۔ روایت حفص میں صرفی ہیئت کے اختلاف کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ﴾ [بقرۃ:۳۸]
﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ ﴾ [طٰہٰ:۱۲۳]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'تبع اور اتّبع' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَ إِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ [بقرۃ:۴۹]
﴿ وَ إِذْ أَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ [اعراف:۱۴۱]
﴿ إِذْ أَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ [ابراہیم:۶]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'نجیناکم، أنجینکم، أنجاکم' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَ مَا ظَلَمُونَا وَ لٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴾ [بقرۃ:۵۷]
﴿ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴾ [آل عمران:۱۱۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [التوبۃ:٧٠]
﴿ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [النحل:١١٨]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں 'ظلمونا، ظلمهم اللّٰه لیظلمهم اور ظل منهم' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ [بقرہ:١٤٧]
﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ [آل عمران:٦٠]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں 'فلا تکونن اور فلاتکن' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ [آل عمران:١٨٤]
﴿ وَإِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [فاطر:٢٥]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'کذبوك اور یکذبوك' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُوْنَ ﴾ [ھود:٢٢]
﴿ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [النحل:١٠٩]
مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں 'الأخسرون اور الخسرون' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ [کہف:٧٨]
﴿ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ [کہف:٨٢]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں 'تستطع اور تسطع' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ فَمَا اسْطَاعُوْا أَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴾ [کہف:٩٧]
مذکورہ آیتِ مبارکہ میں 'اسطاعوا اور استطاعوا' کا اختلاف واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَ أَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دِيٰرِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ [ھود:٦٧]
﴿ وَ أَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دِيٰرِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ [ھود:٩٤]
مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں 'واخذ اور وأخذت' کا اختلاف واضح ہے۔

⊙ مفرد اور جمع کا اختلاف

سبعہ اَوجہ میں سے ایک وجہ 'مفرد اور جمع کا اختلاف' ہے۔ یعنی قراءات متواترہ میں سے بعض قراءات میں ایک کلمہ مفرد ہے تو دیگر قراءات میں جمع ہے۔ جیسے ﴿ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ [انعام:١١٥] اس جگہ امام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عاصم رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ، یعقوب رحمہ اللہ اور خلف العاشر رحمہ اللہ بصیغۂ مفرد ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ﴾ پڑھتے ہیں جبکہ دیگر قراء کرام بصیغۂ جمع ﴿وَتَمَّتْ كَلِمٰتُ﴾ پڑھتے ہیں۔

روایت حفص میں اس کی مثالیں

اوجہ سبعہ میں سے اس وجہ 'مفرد اور جمع کا اختلاف' کی بھی روایت حفص میں امثلہ موجود ہیں یعنی ایک آیت مبارکہ میں اگر کوئی کلمہ مفرد ہے تو دوسری آیت میں جمع ہے۔ روایت حفص میں اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾ [بقرہ:۸۰]

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾ [آل عمران:۲۴]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں 'معدودۃ اور معدودات' کا اختلاف واضح ہے۔

② ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ﴾ [مریم:۷۴]

﴿ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ ﴾ [طٰہٰ:۱۲۸]

مذکورہ دونوں آیات مبارکہ میں 'قرن اور القرون' کا اختلاف واضح ہے۔

⑤ لہجات کا اختلاف

سبعہ اوجہ میں سے ایک وجہ 'لہجات کا اختلاف' ہے۔ یعنی قراءاتِ متواترہ میں سے بعض قراءات میں ایک لہجہ ہے تو دیگر قراءات میں دوسرا لہجہ ہے۔ جیسے تفخیم وترقیق، فتح و امالہ، مد وقصر، تسہیل و ابدال اور نقل وغیرہ وغیرہ۔

روایت حفص میں اِس کی مثالیں

اوجہ سبعہ میں سے اس وجہ 'لہجات کا اختلاف' کی روایت حفص میں بھی متعدد مثالیں موجود ہیں جو درج ذیل ہیں:

- تفخیم وترقیق: قراءِ عشرہ میں سے امام ورش رحمہ اللہ صاد، طاء اور ظاء کے بعد آنے والے لام مفتوح کو موٹا پڑھتے ہیں، جب یہ تینوں حروف مفتوح یا ساکن ہوں۔ جیسے: الصَّلٰوة، اَظْلَمُ۔ جبکہ دیگر قراء کرام ہر حال میں باریک پڑھتے ہیں۔

اسی طرح روایت حفص میں لفظ جلالہ 'اللہ' کے لام کو موٹا پڑھا جاتا ہے، جب اس سے پہلے زبر یا پیش ہو، اور اگر اس سے قبل زیر ہو تو باریک پڑھا جاتا ہے۔ ایسے ہی راء کو متعدد صورتوں میں موٹا پڑھا جاتا ہے اور کئی صورتوں میں باریک پڑھا جاتا ہے۔

- مد وقصر: قراءاتِ عشرہ میں مد متصل اور مد منفصل کی مدود کو لمبا کرنے کے بارے میں قراءِ عشرہ کا اختلاف ہے۔ جن میں امام حفص بھی شامل ہیں۔ امام حفص رحمہ اللہ مد متصل اور مد منفصل دونوں میں ہی توسط کرتے ہیں۔
- فتح و امالہ: قراءِ عشرہ میں سے امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ کی قراءات میں بکثرت امالہ پایا جاتا ہے۔ اس طرح بعض کلمات میں امام بصری رحمہ اللہ اور امام ورش رحمہ اللہ بھی امالہ یا تقلیل کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اب اُوجہ سبعہ میں سے اِس وجہ کی ایک مثال روایت حفص میں بھی پائی جاتی ہے جہاں امام حفص رحمہ اللہ امالہ کرتے ہیں۔ وہ لفظ ہے: ﴿مَجْرٖهَا﴾ [هود: ۴۱] اس کی راء کو امام حفص رحمہ اللہ نے امالہ سے پڑھا ہے۔

- نقل حرکت: قراءِ عشرہ میں سے امام ورش رحمہ اللہ کی قراءت میں بکثرت نقل حرکت پائی جاتی ہے اور وقفاً امام حمزہ رحمہ اللہ بھی اس میں شریک ہوجاتے ہیں۔

اوجہ سبعہ میں سے اس وجہ کی ایک مثال روایت حفص میں بھی موجود ہے جہاں امام حفص رحمہ اللہ نقل حرکت کرتے ہیں۔ ﴿ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ﴾ [حجرات:۱۱] یہاں امام حفص نقل حرکت سے پڑھتے ہیں۔

- تسہیل: قراءِ عشرہ میں سے امام نافع رحمہ اللہ، مکی رحمہ اللہ اور بصری رحمہ اللہ کی قراءات میں بکثرت تسہیل وارد ہے۔ اوجہ سبعہ میں سے اس وجہ کی چار مثالیں روایت حفص میں بھی موجود ہیں۔ ایک جگہ صرف تسہیل ہے۔ مثلاً ﴿ ءَاَعْجَمِيٌّ ﴾ [فصلت:۴۴] امام حفص رحمہ اللہ اس کلمہ کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں جبکہ تین کلمات میں دو وجوہ تسہیل اور ابدال کرتے ہیں۔ وہ تینوں کلمات درج ذیل ہیں:

﴿ ءَآلْئٰنَ ﴾ [یونس:۵۱،۹۱] ﴿ ءَآلذَّكَرَيْنِ ﴾ [الانعام:۱۴۳،۱۴۴] ﴿ ءَآللّٰهُ ﴾ [یونس:۵۹،نمل:۵۹]

مذکورہ تینوں کلمات میں امام حفص رحمہ اللہ تسہیل اور ابدال دونوں طرح سے ہی پڑھتے ہیں۔

- ابدال: قراءِ عشرہ میں سے امام ورش رحمہ اللہ اور سوسی رحمہ اللہ کی قراءات میں بکثرت ابدال پایا جاتا ہے۔ جبکہ روایت میں بھی بعض کلمات ایسے ہیں جہاں امام حفص رحمہ اللہ کے لیے دو دو وجوہ جائز ہیں وہ کلمات درج ذیل ہیں:

﴿بَصْۜطَةً﴾ [بقرہ:۲۴۷] ﴿ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴾ [الطّور:۳۷] ﴿ بِمُصَيْطِرٍ ﴾[الغاشیہ:۲۲]

ان تینوں کلمات میں امام حفص رحمہ اللہ کے لیے سین اور صاد دونوں طرح سے پڑھنا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کلمات کے اوپر چھوٹی سی (س) لکھ دی جاتی ہے۔

مذکورہ مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سبعہ اوجہ میں پائے جانیوالے لہجوں کی مثالیں 'حفص' میں بھی پائی جاتی ہیں۔

قرآنی قصص میں اسلوبِ بلاغت

مذکورہ اوجہ سبعہ کا اختلاف عموماً ایک ایک کلمہ کے گرد گھومتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مختلف سابقہ اقوام کے قصے نقل کئے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ھود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی اقوام کے قصے۔ اگر آپ ان قصص کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ مختلف اسلوب سے کلام کیا ہے اور مختلف مقامات پر مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو قرآن مجید کے اسلوب بلاغت کا ایک معجزہ ہے۔

یاد رہے کہ زیر نظر مضمون میں ہم نے جو سات وجوہ نقل کی ہیں وہ سبعہ احرف کی تعیین میں وارد اہل علم کے اقوال میں سے کسی مخصوص قول سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ دو مختلف اقوال سے منتخب کی گئی ہیں ''ایک قول سے پانچ اور دوسرے سے دو'' اور اس میں ان وجوہ کو منتخب کیا گیا ہے جس کی مثالیں روایت میں بکثرت موجود ہیں۔

ہم اپنی کم علمی کی بناء پر یہی چند ایک امثلہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر کوئی صاحب ذوق اس میدان میں مزید محنت کرے تو یہ امثلہ اس سے کئی گنا زیادہ ہوسکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

إمام أبو أحمـد ابن حسنون
مترجم: ابوسیف اللہ عتیق الرحمٰن☆

کیا متنوع قراءات محض لغتِ قریش پر مشتمل ہیں؟

رِوایت حفص میں لغت قریش کے علاوہ دیگر قبائل (مثلاً کنانہ، طی، کندہ، خثعم، عمان، حمیر، مدین، لخم، غسان، جرہم، ہذیل، خزرج، خزاعہ، تمیم، نبطیہ، ازدشنوءہ اور خزیمہ وغیرہ) کی لغات بھی مستعمل ہیں۔ امام عبد الله بن الحسين بن حسنون أبو أحمد السامري نزيل بغداد (٢٩٥-٣٨٦ھ، ٩٠٨-٩٩٦ء) جو اپنے زمانے کے بہت بڑے قاری، نحوی اور عالم دین تھے انہوں نے اپنی کتاب 'اللغات فی القرآن' میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تک اپنی سند سے قرآن مجید کی ایک روایت حفص میں لغتِ قریش کے علاوہ دیگر لغات کو ثابت کیا ہے۔ [الأعلام للزركلي: ٧٩/٤]

امام ابن حسنون رحمہ اللہ کی اپنے موضوع پر خصوصی تحریر کا پس منظر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اپنی اس تحریر کے ذریعے وہ اس موقف کا ردّ کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے جمع قرآنی میں لغت قریش کے علاوہ جمیع لغات کو ختم کر دیا تھا۔ امام موصوف کا سنہ وفات ٣٨٦ھ ہے جبکہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ٣١٠ھ میں انتقال فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف سبعہ احرف کے ضمن میں امام ابن جریر رحمہ اللہ کی اس رائے کا بھی ردّ کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ قراءات عشرہ محض ایک حرف قریش کے متنوع لہجوں پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح ان کا یہ کتابچہ اس بات کا بھی مؤید ہے کہ موجودہ قراءات میں مختلف لغاتِ عرب متفرق طور پر موجود ہیں، جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ خیر القرون نے ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْءَانِ﴾ کے مصداق سبعہ احرف کو خلط ملط کر کے پڑھا ہے کیونکہ مصنف کی پیش کردہ فہرست صرف ایک روایت حفص کے تجزیہ پر مشتمل ہے۔ [ادارہ]

(سورة البقرة)

(١٣)	﴿ أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ السُّفَهَآءُ ﴾	الجاهل: علم سے بے بہرہ	لغة كنانة
(٣٥)	﴿ رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ﴾	الخصب: سیر ہونا/پھل	لغة طيء
(٥٥)	﴿ فَأَخَذَتْكُمُ الصَّٰعِقَةُ ﴾	الموت	لغة عمان
(٥٩)	﴿ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ ﴾	عذابا	لغة طيء
(٦٥)	﴿ كُونُوا قِرَدَةً خَٰسِـِٔينَ ﴾	صاغرين: ذلیل وخوار	لغة كنانة

☆ فاضل الجامعة الإسلامية گوجرانوالہ، رُکن مجلس التحقیق الاسلامی لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٦١	﴿ وَ بَآءُو بِغَضَبٍ ﴾	استوجبوا: مستحق ٹھہرے	لغة جرهم
٦٣	﴿ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ﴾	الجبل: پہاڑ	لغة السريانية
٨٦	﴿ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ ﴾	باعوا: بیچا	لغة هُذيل
١٣٠	﴿ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ﴾	خسر: گھاٹا	لغة طيء
١٧١	﴿ كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ ﴾	يصيح: چلانا/ چیخ کر پکارنا	لغة طيء
١٧٦	﴿ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴾	ضلال: گمراہی میں	لغة جرهم
١٨٠	﴿ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ ﴾	مالا: مال و دولت	لغة جرهم
١٩٧	﴿ فَلَا رَفَثَ ﴾	جماع: جنسی عمل	لغة خزرج
١٩٩	﴿ ثُمَّ أَفِيْضُوْا ﴾	انفروا: نکلنا/ بھاگنا	لغة خزاعة
٢١٣	﴿ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ﴾	حسدا: حسد کرتے ہوئے	لغة تميم
٢٢٧	﴿ وَ إِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ ﴾	حققوا: کسی بات کا سچ کر دکھانا/ پکا کر دینا	لغة هذيل
٢٣٢	﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ ﴾	تحبسوا: روکنا/ قید کرنا/ قبضہ میں رکھنا	لغة أزد شنوءة
٢٦٠	﴿ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ﴾	قطعهن: منقطع کرنا/ کاٹ ڈالنا	لغة نبطية
٢٦٤	﴿ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ﴾	أجرد: خالی کر دینا	لغة هذيل

[redacted]

١١	﴿ كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ﴾	كأشباه: کی طرح/ اس جیسی	لغة جرهم
٣٩	﴿ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا ﴾	الحليم: بردبار	لغة حمير
٧٧	﴿ لَا خَلَاقَ لَهُمْ ﴾	لا نصيب: حصہ	لغة كنانة
٧٩	﴿ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ﴾	علماء: علم والے	لغة السريانية
٨١	﴿ وَ أَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ ﴾	عهدي: وعدہ	لغة النبطية
١١٣	﴿ يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ ﴾	ساعات الليل: رات کی گھڑیاں	لغة هذيل
١١٨	﴿ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ﴾	غيا: (بربادی میں) انتہا تک پہنچانا	لغة عمان
١٢٢	﴿ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ﴾	تجبنا: بزدلی دکھانا	لغة حمير

[redacted]

٤	﴿ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾	فريضة: فرض جان کر	لغة قيس عيلان
٢١	﴿ وَ قَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ ﴾	الإفضاء: الجماع: بیوی سے جنسی ضرورت پوری کرنا	لغة خزاعة
٢٧	﴿ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ أَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴾	تخطئوا: غلطی کا ارتکاب کرنا	لغة سبأ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۷۱	﴿ يٰأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ﴾	لا تزيدوا: اضافہ کرنا	لغة مزينة
۸۵	﴿ يَكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ﴾	النصيب: حصہ	لغة النبطية
۸۵	﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾	قدير: صاحب قدرت/ اختیار	لغة خزرج
۹۰	﴿ حَصِرَتْ صُدُوْرُكُمْ ﴾	ضاقت: تنگ ہو گئے	لغة أهل اليمامة
[redacted]			
۱	﴿ أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾	العهود: عہد و پیماں	لغة بني حنيفة
۲۰	﴿ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ﴾	أحراراً: آزاد	لغة هُذيل
۲۵	﴿فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾	فاقض: فیصلہ فرما دیں	لغة مدين
۲۶	﴿ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾	لا تحزن: غمزدہ نہ ہوں	لغة كنانة
[redacted]			
۶	﴿وَأَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا﴾	مُتتابعاً: مسلسل رموسلا دھار	لغة هُذيل
۳۵	﴿ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ ﴾	سربا: راستہ رسوراخ	لغة عُمان
۹۹	﴿ اُنْظُرُوْٓا إِلٰى ثَمَرِهٖٓ إِذَآ أَثْمَرَ ﴾	ثَمرِهِ: فتح کے ساتھ	لغة كنانة
		ثُمُرِهِ ضمہ کے ساتھ	لغة تميم
۱۱۱	﴿ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا﴾	عيانا: آنکھوں کے سامنے، ضمہ کیساتھ	لغة تميم
		قِبَلاً: کسرہ کے ساتھ	لغة كنانة
۱۵۱	﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا أَوْلَادَكُمْ مِّنْ إِمْلَاقٍ﴾	جوع: بھوک	لغة لخم
۱۵۲	﴿ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ﴾	بالعدل: انصاف سے	لغة الروم
[redacted]			
۲۲	﴿ وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ ﴾	عَمَدا: جانتے بوجھتے	
	سورہ صٓ میں ﴿ فَطَفِقَ مَسْحًا ﴾	عمد مسحاً: چھپانا رمٹانا	لغة غَسَّان
۲۹	﴿ قُلْ أَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ﴾	بالعدل: انصاف سے	لغة الروم
۶۶	﴿ فِيْ سَفَاهَةٍ ﴾	في جنون: پاگل پن	لغة حمير
۹۲	﴿ كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ﴾		
	اور یونس میں: ﴿ كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ ﴾	لم ينعموا: آسودہ ہونا	لغة جرهم
۱۵۶	﴿ إِنَّا هُدْنَآ إِلَيْكَ ﴾	تُبنا إليك: رجوع کرنا رتوبہ کرنا	لغة العبرانية
۱۶۵	﴿ بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ ﴾	شديد: سخت ترین	لغة غسّان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٨٨	﴿ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ﴾		
	اور ہود میں ﴿ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ﴾	الجنون: پاگل پن	لغة هُذيل
٢٠١	﴿ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ ﴾	لُمّة: خطرہ	لغة ثقيف

[redacted]

٢٩	﴿ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ﴾	مخرجاً: راہِ نجات	لغة هُذيل
٣١	﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسٰطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾	كلام الأولين: پہلوں کی گفتگو	لغة جرهم
٥٧	﴿ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ ﴾	نکل: باعث عبرت بنانا	لغة جرهم
٥٩	﴿ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾	يَحْسِبَنَّ: بكسر السين	لغة قريش
		يَحْسَبَنَّ: بفتح السين	لغة تميم
٦٥	﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾	حرص: رغبت دلاؤ	لغة هُذيل

[redacted]

٢	﴿ وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ﴾	سابقي: آگے نکل جانا	لغة كنانة
١٦	﴿ وَلِيْجَةً ﴾	بطانة: بھیدی/خاص دوست	لغة هُذيل
٢١	﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ ﴾	يُبَشِّرُهُمْ: التخفيف	لغة كنانة
		يَبْشُرُهُمْ بالتشديد	لغة تميم
٢٨	﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً ﴾	الفاقة: بھوک	لغة هُذيل
٣٩	﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا ﴾	تغزوا: جنگ کرنا	لغة كنانة
١١٢	﴿ السّٰٓئِحُوْنَ ﴾	الصائمون: روزہ دار	لغة هُذيل
١٢٨	﴿ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ اور النساء میں ﴿ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ﴾	الإثم: گناہ	لغة هُذيل

[redacted]

٢٨	﴿ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ﴾	فميّزنا: الگ کرنا	لغة حمير
٦١	﴿ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ ﴾	يغيب: اوجھل/چھپنا	لغة كنانة
٧١	﴿ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ﴾	شبهة: مشتبہ	لغة هُذيل

[redacted]

٨	﴿ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ﴾	شنوءة: بغض رکھنے والی	لغة أزد
٢٧	﴿ هُمْ اَرَاذِلُنَا ﴾	سفلتنا: کمی کمین	لغة جُرهم
٣٦	﴿ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾	لا تحزن: غمزدہ نہ ہوں	لغة سدوس
٤٤	﴿ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ ﴾	احبسي: روک دے	

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۴۴	﴿ وَغِيضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ﴾	نقص: کم ہوگیا	لغة الحبشة
۶۲	﴿ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ ﴾	حقيراً: حقیر/سہا ہوا	لغة حمير
۶۹	﴿ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴾	ما يشوى بخذ فى الأرض: جو زمین میں دبا کر بھونا جائے	لغة العمالقة
۷۵	﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴾	الدعاء: بہت زیادہ دعا کرنے والا	لغة النبطية
۷۷	﴿ سِيْٓءَ بِهِمْ ﴾	كرههم: ناپسند کیا	لغة غسّان
۷۷	﴿ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴾	شديد: سخت	لغة جرهم
۸۲	﴿ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴾	من طين: مٹی کے	لغة الفرس
۸۷	﴿ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴾	الأحمق السفيه: احمق اور بیوقوف	لغة مدين
۱۱۳	﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾	تميلوا: کسی کی طرف ملتفت ہونا	لغة كنانة

[redacted]

۱۴	﴿ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾	لمضيعون: کھودینا	لغة عيلان
۲۳	﴿ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ﴾	هلُمّ: آؤ	لغة النبطية
۳۱	﴿ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً ﴾	الأترج: بڑا لیموں	لغة القبطية
۴۵	﴿ وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ ﴾	بعد نسيان: بھولنے کے بعد	لغة تميم ،

[redacted]

۲۸	﴿ وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴾	دار الهلاك: ہلاکت کا مقام	لغة عُمان

[redacted]

۲۶	﴿ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾	الحمأ: الطين: مٹی المسنون: المنتن: بدبودار	لغة حمير
۶۶	﴿ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ ﴾	مستأصل: جڑ سے اکھاڑ دیے گئے	لغة جر

[redacted]

۵۸	﴿ ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ﴾	صار: ہوگیا	لغة هذيل
۶۲	﴿ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴾	متركون: کہیں پھینک کر بھلا دیا گیا ہو	لغة هذيل
۷۲	﴿ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً ﴾	الحفدة: الأختان: دو بہنیں	لغة سعد العشيرة
۸۱	﴿ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ﴾	الدروع: زرہیں	لغة كنانة

[redacted]

۴	﴿ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴾	لتقهرن: غلبہ حاصل کروگے	لغة لخم
۵	﴿ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ﴾	فتخللوا: گھس گئے الأزقة: تنگ جگہیں	لغة هذيل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۳	﴿ وَ كُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ ﴾	عمله: اس کے اعمال	لغة أنمار
۲۷	﴿ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ ﴾	المسرفين: فضول خرچ	لغة هذيل
۲۹	﴿ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴾	المنقطع: علیحدہ/کٹا ہوا	لغة جرهم
۵۱	﴿ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ ﴾	يحركون: ہلانا/اشارہ کرنا	لغة حمير
۸۴	﴿ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِۦ ﴾	بحياكته: پیشے کے مطابق	لغة جرهم

[redacted]

۹	﴿ أَنَّ أَصْحَٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيمِ ﴾	الرقيم: الكلب: کتا	لغة الروم
۱۴	﴿ لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا ﴾	كذباً: جھوٹ	لغة خثعم
۱۷	﴿ وَ هُمْ فِى فَجْوَةٍ مِّنْهُ ﴾	ناحية: جہت/کنارہ	لغة كنانة
۱۸	﴿ بَٰسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ﴾	بالفناء: صحن/ہال	لغة خزرج
۲۲	﴿ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ﴾	ظنّا: گمان/اندازہ	لغة هُذيل
۲۷	﴿ وَ لَن تَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا ﴾	ملجأ: جائے پناہ	لغة هذيل
۳۱	﴿ وَ إِسْتَبْرَقٍ ﴾	الديباج الغليظ: بھاری ریشم	لغة الفرس
۴۰	﴿ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ ﴾	برداً: اولے	لغة حمير
۶۰	﴿ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَىٰهُ لَآ أَبْرَحُ ﴾	لا أزول: ثابت قدم رہنا/ہٹنا نہیں	لغة كندة
۹۶	﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ ﴾	الصدفين: الجبلين: دو پہاڑ	لغة تميم
۱۱۰	﴿ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ ﴾	يخاف: ڈرنا	لغة هُذيل

[redacted]

۸	﴿ وَ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴾	قحو لا: بڑھاپے کی بنا پر جلد کا خشک ہوجانا	لغة كنانة
۸۲	﴿ وَ يَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾	خصما: جھگڑالو	لغة كنانة

[redacted]

۳۹	﴿ فَاقْذِفِيهِ فِى الْيَمِّ ﴾	البحر: سمندر	لغة النبطية
۵۵	﴿ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴾	مرة أخرى: دوسری مرتبہ	لغة أشعر

[redacted]

۹۵	﴿ وَ حَرَٰمٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَٰهَآ ﴾	حِرمٌ على قرية	لغة هُذيل
۹۶	﴿ مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ﴾	يخرجون: نکلیں گے	لغة جرهم

[redacted]

۵	﴿ وَ تَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً ﴾	مغبرة: غبار آلود	لغة هذيل
		مقشعرة: پپڑیاں جمی ہوئی	

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[redacted]

٢٠	﴿ تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ ﴾	الجبل: پہاڑ	لغة السريانية
٧٢	﴿ أَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا ﴾	جُعلا: مقرر شدہ مزدوری (بغیر الف)	لغة حمير
٧٧	﴿ إِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴾	آئيسون: مایوس	لغة كنانة
١٠٨	﴿ قَالَ اخْسَؤُا فِيْهَا ﴾	ابعدوا: کنارہ کش ہونا/ایک طرف ہوجانا	بلغة عذرة

[redacted]

٣٥	﴿ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ ﴾	الكوة: روشندان	لغة الحبشية
٤٣	﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ﴾	المطر: بارش	لغة جُرهم

[redacted]

٣٨	﴿ وَأَصْحٰبَ الرَّسِّ ﴾	أصحاب البنات: بیٹیوں والے	لغة أزد شنوءة
٣٩	﴿ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾	أهلكنا: ہلاک کرنا	لغة سبأ

[redacted]

٥٤	﴿ إِنَّ هٰٓؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴾	عصابة: گروہ/جماعت	لغة جرهم
١٢٨	﴿ أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ ﴾	طريق: راستہ	لغة جرهم

[redacted]

٣٢	﴿ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ ﴾	الجناح: اليد: ہاتھ الرهب: الكم: آستین	لغة بني حنيفة

[redacted]

٨	﴿ وَأَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴾	موجعا: تکلیف دہ	لغة العبرانية
٢٦	﴿ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ ﴾	من حصونهم: قلعے	لغة قيس عيلان
٣٢	﴿ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ﴾	الزنا: صحبت	لغة حمير

[redacted]

١١	﴿ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ﴾	المسمار: کڑی کی ترتیب	لغة كنانة
١٢	﴿ وَأَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ﴾	النحاس: تانا	لغة جرهم
١٤	﴿ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهٗ ﴾	عصاه: لاٹھی	لغة حضرموت، أنمار وخثعم
٥٢	﴿ وَأَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ ﴾	التناول: گرفت/پکڑ	لغة جرهم

[redacted]

٢،١	﴿ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴾	يا إنسان	لغة طيء

[redacted]

٩،٨	﴿ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، دُحُوْرًا ﴾	دحور: طرد: دھتکارنا	لغة كنانة

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

١٠	﴿ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾	مضيء: روشن/ چمکتا ہوا	لغة هُذيل
١٦	﴿ أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ﴾	مِتنا: بالكسر	لغة الحجاز
		مُتنا: بالرفع	لغة تميم
١٤٧	﴿ وَأَرْسَلْنٰهُ إِلٰى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴾	أو يزيدون: بل يزيدون	لغة كندة
١٢٥	﴿ أَتَدْعُونَ بَعْلًا ﴾	بعلا: ربا: پروردگار	لغة حمير
[redacted]			
٣	﴿ وَّلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ ﴾	وليس حين فرار: اس وقت کوئی بچاؤ نہیں تھا	لغة القبطية
١٦	﴿ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا ﴾	كتابنا: ہمارا لکھا/ تقدیر	لغة النبط
١٩	﴿ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴾	المطيع: فرمانبردار	لغة كنانة، هذيل وقيس عيلان
٣٦	﴿ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴾	حيث أراد: جہاں چاہے	لغة الأزد وعمان
٦٣	﴿ أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا ﴾	سِخريا: بالكسر	لغة قريش
		سُخريا: بالضم	لغة تميم
٧٧	﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴾	فإنك ملعون: تم پر لعنت کی گئی ہے	لغة قيس عيلان
[redacted]			
٤٥	﴿ وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ ﴾	مالت: متوجہ ہونا/ مائل ہونا	لغة تميم وأشعر
٦٣	﴿ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾	مفاتيح: چابیاں	لغة الفرس، الأنباط والحبشة
[redacted]			
١٨	﴿ كٰظِمِينَ ﴾	مكروبين: تکلیف چھپانے والے	لغة أزد شنوءة
٢١	﴿ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾	مانع: بچانے والا	لغة خثعم
٤٥	﴿ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴾	وجب: واجب ہوگیا	لغة قريش واليمن
[redacted]			
٣٩	﴿ وَمِنْ ءَايٰتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خٰشِعَةً ﴾	مقشعرة: پپڑیاں بنی ہوئی	لغة تميم
[redacted]			
٢٠	﴿ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴾	يكذبون: جھوٹ بولتے ہیں	لغة تميم
٧٠	﴿ أَنْتُمْ وَأَزْوٰجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴾	تكرمون: عزت کیے جاؤ گے۔	لغة قيس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[redacted]			
٧	﴿ حَتّٰى يَنْفَضُّوا ﴾	ذهبوا: نکل جانا/ چلے جانا	لغة خزرجية
[redacted]			
٤	﴿ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ﴾	مالت: جھکنا/ مائل ہونا	لغة خثعم
[redacted]			
٣٦	﴿ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴾	غسلين: الحار: گر	لغة أزدشنوءة
[redacted]			
١٩	﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴾	ضجورا: تنگ دل/تھوڑ دلا	لغة خثعم
[redacted]			
٧	﴿ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ ﴾	تغطوا: ڈھانپنا	لغة جرهم
١٤	﴿ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴾	ألوانا: مختلف رنگوں میں	لغة هذيل
[redacted]			
١٦	﴿ فَأَخَذْنٰهُ أَخْذًا وَّبِيْلًا ﴾	شديداً: سختی سے	لغة حمير
[redacted]			
١١	﴿ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴾	لا ملجأ: جائے پناہ	لغة النبطية
[redacted]			
٢٤	﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴾	نوما: نیند	لغة هذيل
٣٤	﴿ وَّكَأْسًا دِهَاقًا ﴾	ملآى: بھرا ہوا	لغة هذيل
[redacted]			
٨	﴿ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴾	مضطربة: دھڑکتا ہوا	لغة همدان
٢٩	﴿ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا ﴾	أظلم: اندھیرا ہونا/کرنا	لغة أنمار وأشعر
[redacted]			
١٥	﴿ بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴾	كتبة: لکھنے والے	لغة كنانة
٣٠	﴿ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴾	حدائق: بساتين: باغات والغلب: المتلفة: بہت پھل دار	لغة قيس عيلان وقريش
[redacted]			
٦	﴿ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴾	جمعت: اکٹھے ہوں گے	لغة خثعم
٢٤	﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴾	بضنين: بخيل: کنجوس بظنين: متهمب: تہمت سے بچا ہوا	لغة قريش لغة هذيل
[redacted]			

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۹	﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴾	مختوم: مہر لگا	لغة حمير
[redacted]			
۳	﴿ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴾	المضیء: روشن	لغة كنانة
[redacted]			
۵	﴿ مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴾	الحارة: گرم	لغة مدين
۱۶	﴿ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴾	الطنافس: تکیے	لغة هذيل
[redacted]			
۱۴	﴿ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴾	ذی مجاعة: خشک سالی/قحط	لغة هذيل
[redacted]			
۶	﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴾	لكفور: ناشکرا	لغة كنانة

مذکورہ مثالوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ روایت حفص میں لغت قریش کے علاوہ دیگر لغات بھی پائی جاتی ہیں، جن کی تفصیل آپ کے سامنے ہے۔ اس سے ان لوگوں کا ردّ ہو جاتا ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حرف کو باقی رکھا اور وہ لغت قریش تھا۔ امام ابن حسنون کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ روایتِ حفص صرف لغت قریش پر مشتمل ہے، حالانکہ روایت حفص میں متعدد لغات موجود ہیں، اگر روایت حفص کے علاوہ دیگر روایات کو بھی دیکھا جائے تو ان میں بھی متعدد لغات ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح مذکورہ کتاب کی روشنی میں یہ بھی بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور ان کے ہم نوا علماء کے برعکس موجودہ قراءاتِ عشرہ محض ایک حرف لغتِ قریش کے لہجات پر نہیں بلکہ تمام قراءات میں متعدد لغاتِ عرب موجود ہیں۔

اہل علم کے لیے دعوت عام

منتظمین ادارہ نے اپنی سابقہ پالیسی میں تبدیلی لاتے ہوئے ماہنامہ 'رشد' کو صرف طلباء کی بجائے تمام اہل علم، اساتذہ اور طلباء کیلئے عام کردیا ہے۔ چنانچہ اہل علم و دانش کو مجلّہ مذکورہ میں لکھنے کی بھرپور دعوت دی جاتی ہے۔ نیز علم قراءت سے وابستہ اہل علم، اساتذہ اور طلباء کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارہ نے مستقبل میں علم قراءات کیلئے ہر ماہ ایک کالم خاص کردیا ہے تاکہ تعارف وحجیتِ قراءات کو مستقل بنیادوں پر آگے بڑھایا جاسکے، البتہ ماہنامہ رشد کا تفہیم ایڈیشن طلبہ جامعہ لاہور کیلئے خاص رہے گا۔ [ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ادارہ

مصاحفِ عثمانیہ...... اختلافِ قراءات اور رسم کی نوعیت

مستشرقین کے غلط نظریات کے پیش نظر عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سیدنا عثمان ﷛ نے حکومتی سطح پر متفق علیہ مصحف لکھوا کر متنوع قراءات کے 'معجزۂ قرآنی' کو ختم کردیا تھا۔ رُشد قراءات نمبر ۲ میں قاری نجم الصّبیح تھانوی کا مضمون 'متنوع قراءات کا ثبوت مصاحفِ عثمانیہ کی روشنی میں' اس کے ردّ میں شائع ہوا تھا، جبکہ شمارہ ہذا میں حافظ محمد زُبیر کا مضمون شاملِ اشاعت ہے جس میں قراءاتِ عشرہ پر مشتمل متعدد مصاحفِ عثمانیہ کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔
سیدنا عثمان ﷛ کے لکھوائے گئے ان مصاحف میں متعدد مقامات میں موجود فروق اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ جمع عثمانی متنوع قراءات پر مشتمل تھی۔ محفوظ صورت میں ہم تک پہنچنے والے کئی تاریخی مصاحف، جو سیدنا عثمان ﷛ کی طرف منسوب ہیں، آج بھی معروف کتب خانوں کی زینت ہیں، جن میں توپ کاپی میوزم کا مصحف، مصر کے مرکزی مکتبہ مخطوطات اسلامیہ کا مصحف اور مصحف تاشقند قابل ذکر ہیں، چند ماہ قبل مصحف توپ کاپی میوزم کو ترکی حکومت نے علمی ورثہ کے طور اصل حالت میں شائع کردیا ہے۔ اس مصحف کے شروع میں بطور فائدہ مصحف کوفی (روایت حفص) سے تقابل کرتے ہوئے جن جن مقامات پر کوئی رسم کا اختلاف تھا ان کی ایک فہرست بھی شائع کر دی گئی ہے۔ قارئین رُشد کی دلچسپی اور علمی فائدے کیلئے اس فہرست اور مذکورہ مصاحف کے چند صفحات کے عکس پیش خدمت ہیں۔

مصحف تاشقند کی جلد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

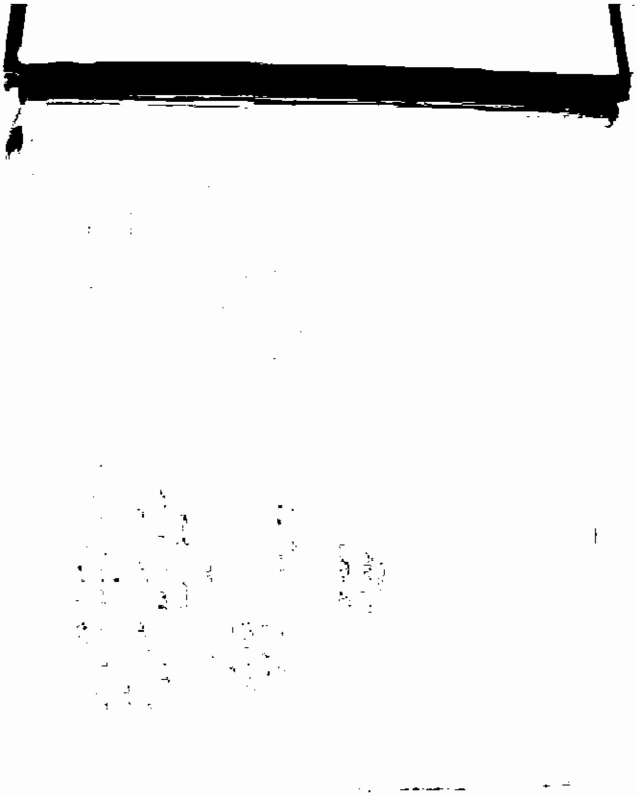

'مرکز اسلامی'، تاشقند کی طرف سے صدرِ محمد ایوب خان کو تحفے میں دیئے گئے مصحفِ تاشقند کے حوالے کا عکس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

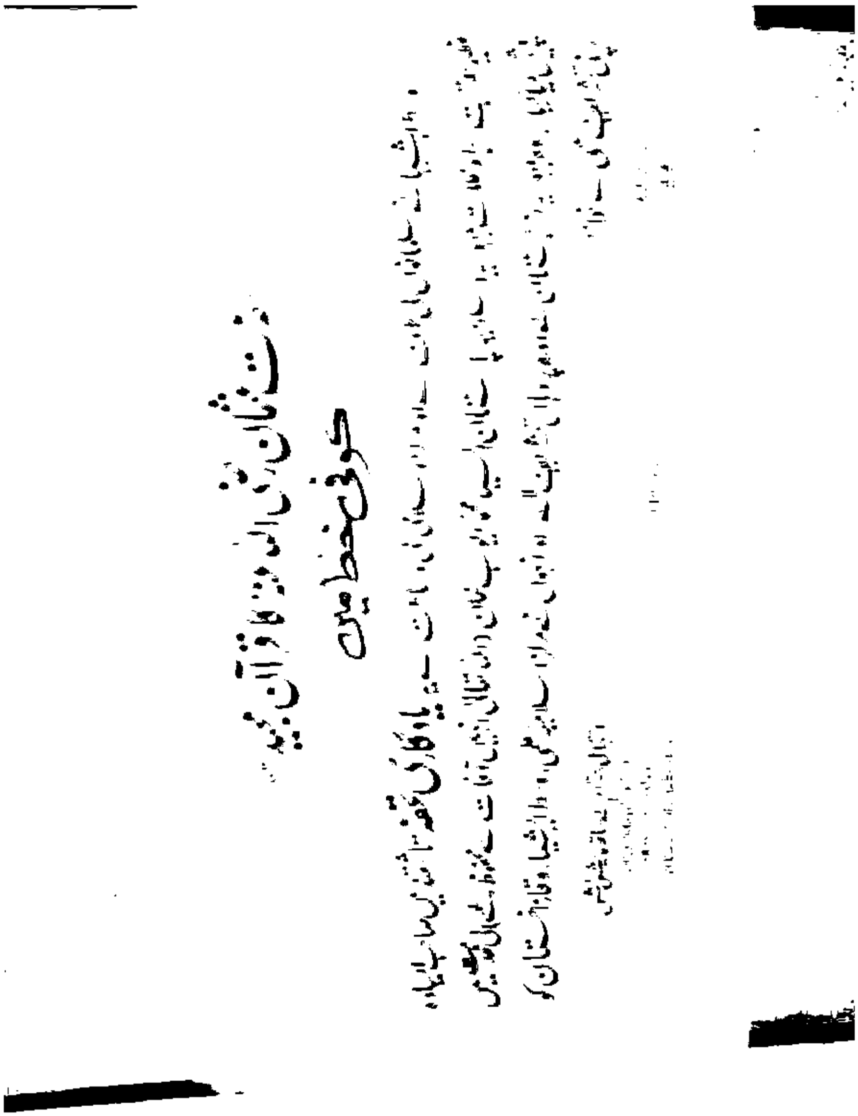

'مرکز اسلامی'، تاشقند کی طرف سے صدرِ محمد ایوب خان کو تحفے میں دیئے گئے 'مصحفِ تاشقند' کے حوالے کے عکس کا اُردو ترجمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

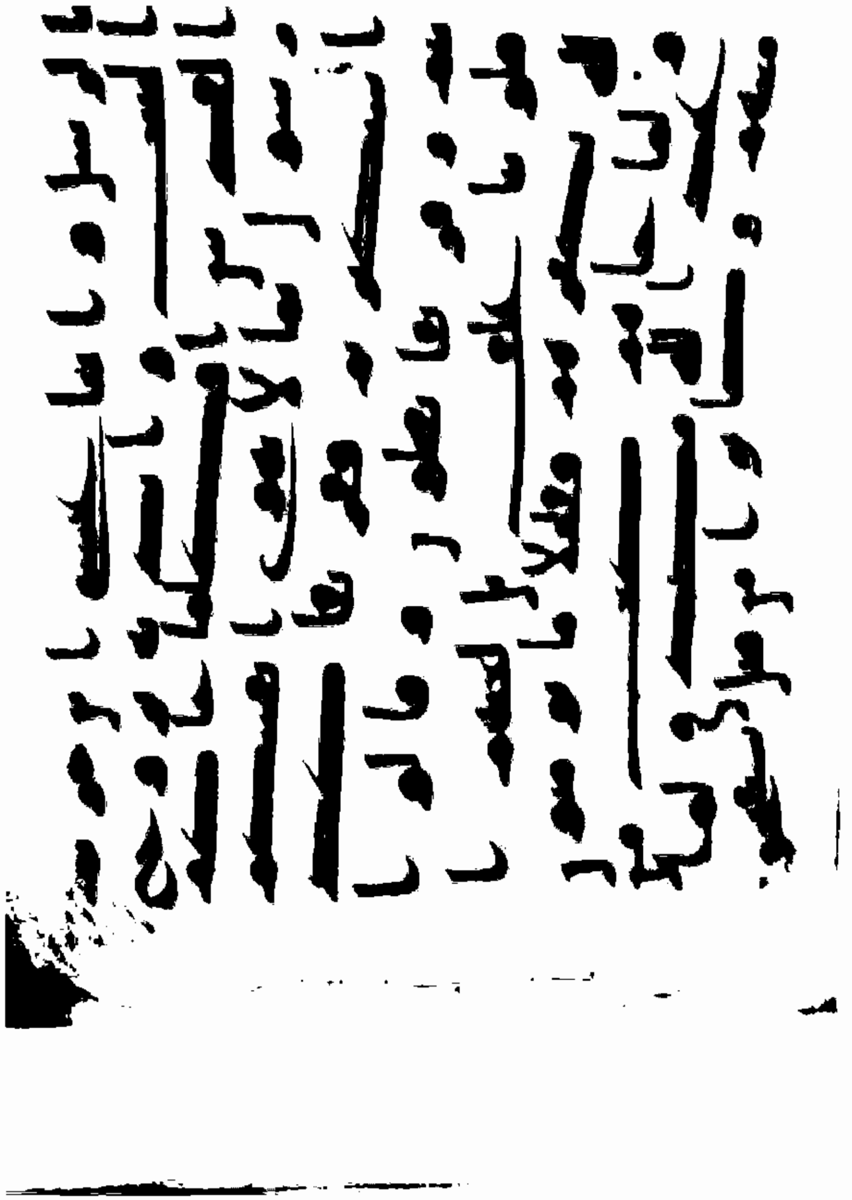

مصحف تاشقند سے ایک ورق کا عکس (سورۃ البقرۃ: ۸۷ تا ۸۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

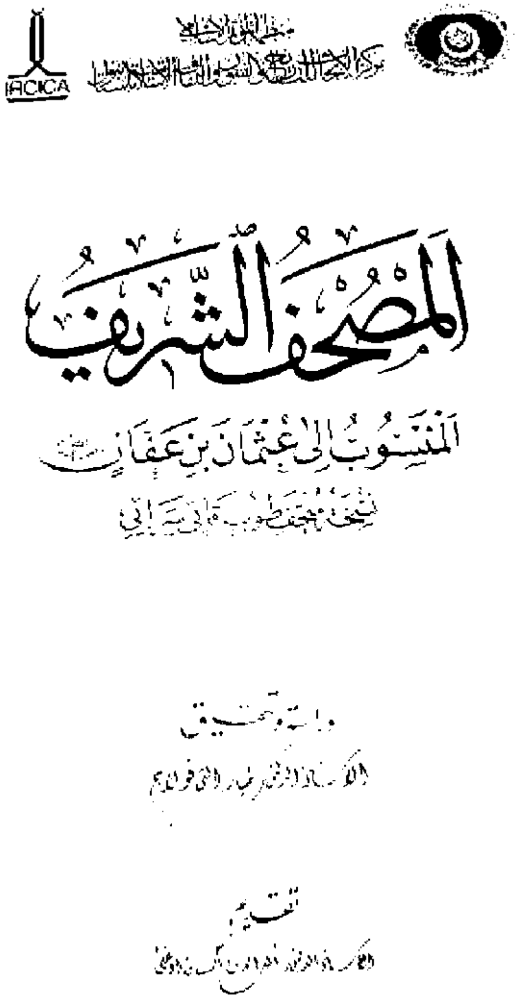

مصحف توپ کاپی میوزم کے سرورق کا عکس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

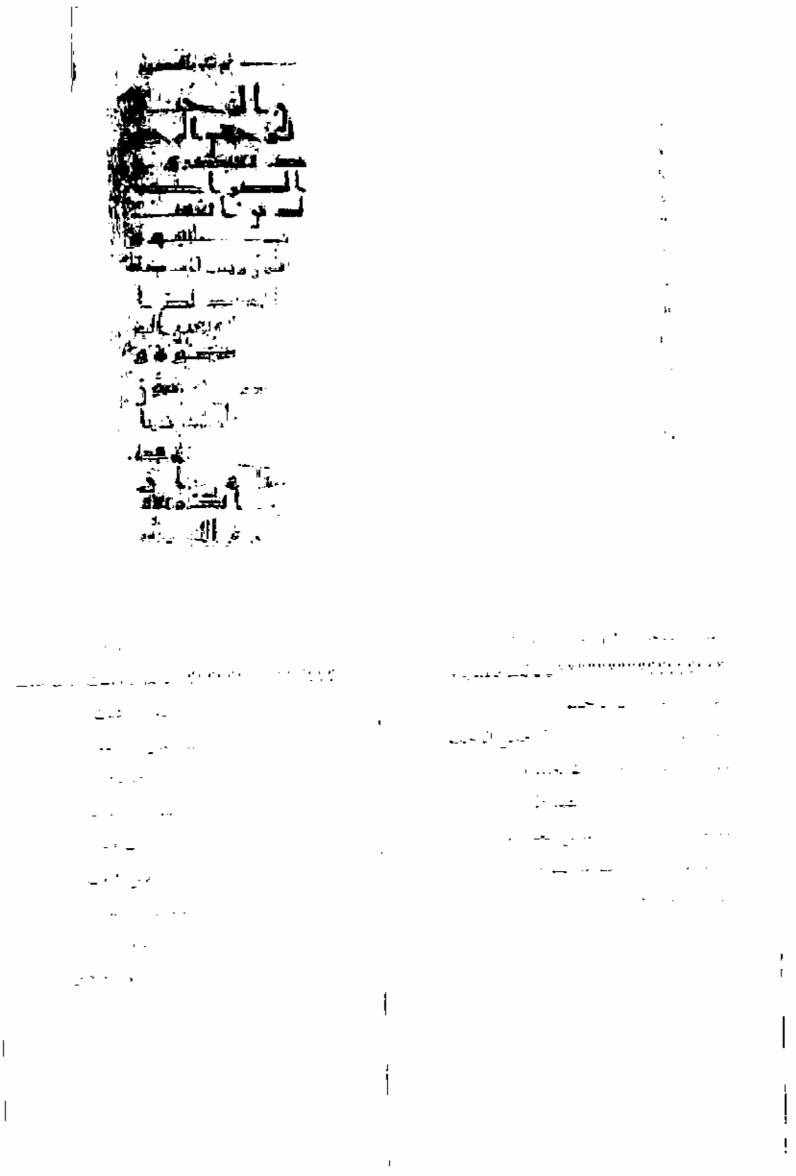

مصحف توپ کاپی میوزم کی سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی پہلی چھ آیات کا عکس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحف توپ کاپی میوزم کی سورہ بقرہ (آیت نمبر ۷ تا ۱۷) کا عکس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
البقرة	2/116	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
البقرة	2/132	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
آل عمران	3/133	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
آل عمران	3/184	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
النساء	4/66	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
المائدة	5/53	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
المائدة	5/54	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأنعام	6/32	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأنعام	6/63	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأنعام	6/137	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأعراف	7/3	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأعراف	7/43	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأعراف	7/75	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأعراف	7/141	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
التوبة	9/100	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مصاحفِ عثمانیہ، مصحف توپ کاپی میوزیم اور مصحف تاشقند کے مابین رسم اور قراءات کے اختلافات کی فہرست

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الفروق بين المصاحف العثمانية وبين مصحفي طوبقابي وطشقند

أسماء السور		مصحف المدينة	مصحف مكة	مصحف الكوفة	مصحف البصرة	مصحف الشام	مصحف طوبقابي	مصحف طشقند
التوبة	9/107	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
يونس	10/22	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الإسراء	17/93	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الكهف	18/36	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الكهف	18/95	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الأنبياء	21/4	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الأنبياء	21/30	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
المؤمنون	23/87	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
المؤمنون	23/89	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
المؤمنون	23/112	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
المؤمنون	23/114	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الفرقان	25/25	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الشعراء	26/217	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
النمل	27/21	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
القصص	28/37	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مصاحفِ عثمانیہ، مصحف توپ کاپی میوزیم اور مصحف تاشقند کے مابین رسم اور قراءات کے اختلافات کی فہرست

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الفروق بين المصاحف العثمانية وبين مصحفي طوبقابي وطشقند

أسماء السور		مصحف المدينة	مصحف مكة	مصحف الكوفة	مصحف البصرة	مصحف الشام	مصحف طوبقابي	مصحف طشقند
يس	36/35	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الزمر	39/64	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
غافر	40/21	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
غافر	40/26	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الشورى	42/30	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الزخرف	43/68	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الزخرف	43/71	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الأحقاف	46/15	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
محمد	47/18	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الرحمن	55/12	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الرحمن	55/78	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الحديد	57/10	وكلا وعد الله	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
الحديد	57/24	الغني	هو الغني	هو الغني	هو الغني	الغني	الغني	
الشمس	91/15	فلا يخاف	ولا يخاف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

مصاحفِ عثمانیہ، مصحف توپ کاپی میوزیم اور مصحف تاشقند کے مابین رسم اور قراءات کے اختلافات کی فہرست

ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحف مکتبہ مرکزیہ، مصر کے ایک ورق کا عکس (سورۃ البقرہ: ۳۶ تا ۴۰)

إلى حين * فتلقى آدم من ربه كلمت فتاب عليه إنه هو التواب الرحيم * قلنا اهبطو منها جميعا فإما يأتينكم مني هدى فمن تبع هداي فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون * والذين كفروا وكذبوا بآيتنا أولئك أصحب النار هم فيها خلدون يا بنى إسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحف سمرقند کے ٹائٹل کا عکس جسے متحدہ عرب امارات کے رئیس
الشیخ زاید بن سلطان آل نہیان
نے بڑے اہتمام اور خوبصورتی کے ساتھ شائع کروایا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

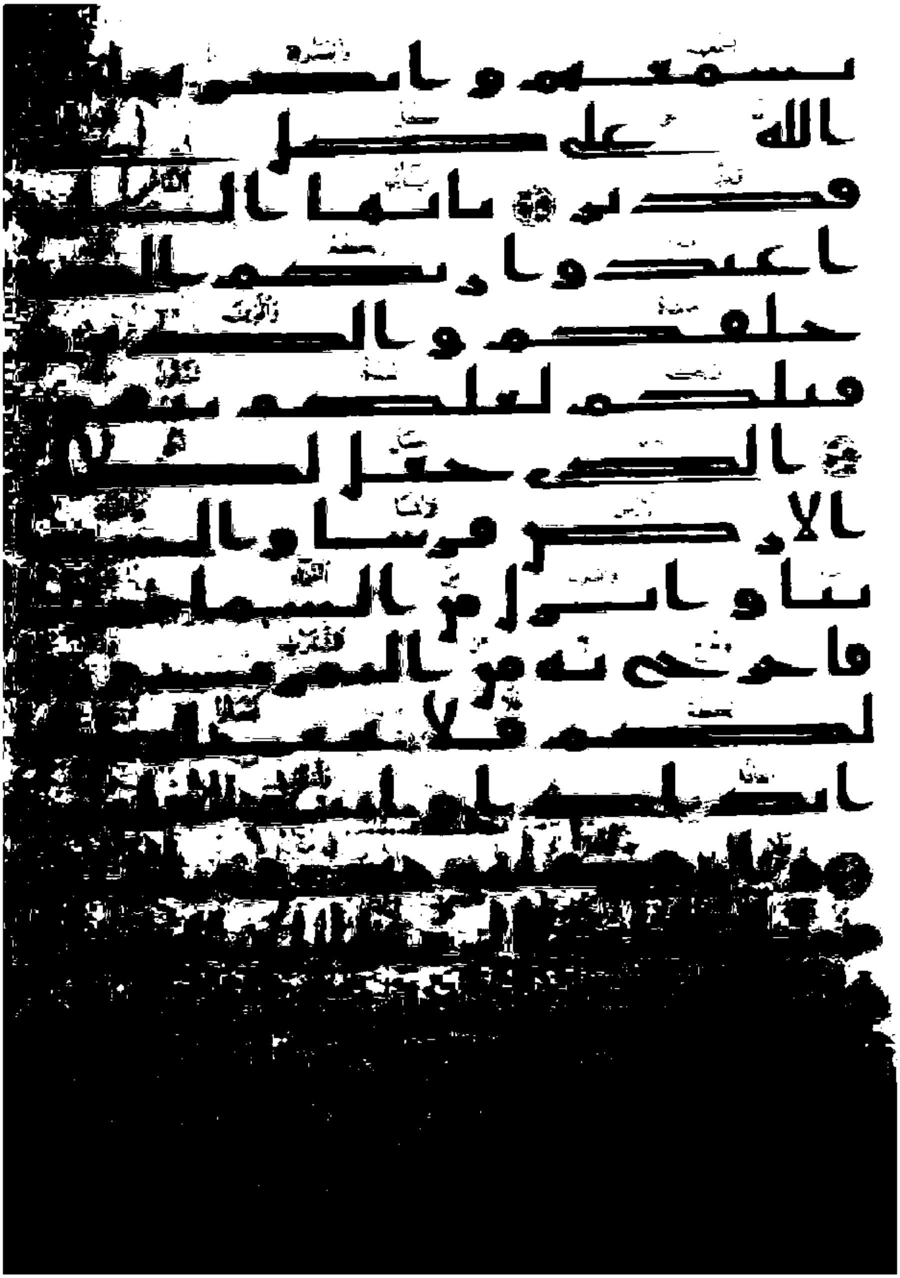

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابو البیان محمد سعید اَحمد مجددی رحمہ اللہ

حروفِ سبعہ پر قرآن کا نزول اور تدریجی نزول کی حکمتیں

لفظ نزول کا معنی ہے: "نقل الشيء من الأعلى إلى الأسفل" یعنی کسی چیز کا اُوپر سے نیچے اُترنا۔
یہ نزول اگر دفعةً واحدةً (یکبارگی) ہو تو إنزال کہلاتا ہے۔ اگر تدریجا (آہستہ آہستہ) ہو تو تنزیل کہلاتا ہے۔

قرآن حکیم کا نزول یکبارگی بھی ہوا ہے اور تدریجا بھی۔ قرآن، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اَزل سے لوح محفوظ میں موجود ہے۔ پھر وہاں سے باقتضائے حکمت ایزدی مختلف مراتب نزول سے گزرتا ہوا قلب محمد ﷺ پر جلوہ گر ہوا۔

تنزلاتِ قرآن

پہلا تنزل: اولاً دائرہ اَصل اور مرتبہ وجوب سے لوح محفوظ میں نازل ہوا جیسا کہ فرمایا:
﴿بَلْ هُوَ قُرْءَانٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ﴾ [البروج:۲۱،۲۲] "بلکہ یہ قرآن مجید لوح محفوظ میں" پھر وہاں سے الفاظ و معانی کی صورت میں اس کا نزول ہوا۔

دوسرا تنزل: لوح محفوظ سے آسمان دنیا (بیت العزت) میں نازل ہوا۔

① ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر:۱]

② ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ﴾ [الدخان:۳] میں اس کی صراحت موجود ہے۔

بیت العزت، کعبہ شریف کے محاذات میں آسمان پر ملائکہ کی عبادت گاہ ہے۔ یہ نزول (یکبارگی) لیلۃ القدر میں ہوا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"أنزل القرآن جملة إلى السمآء الدنيا في ليلة القدر." [سنن الكبرىٰ للنسائي:۱۱۳۰۸]

تیسرا نزول: بیت العزت سے بواسطہ جبرائیل اَمین علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کے قلب اَقدس پر نازل ہوا جس کی دلیل یہ اِرشاد ربانی ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ ... الخ﴾ [الشعراء:۱۹۳،۱۹۴]

تدریجی نزول کی حکمتیں

قرآن مجید سرور کائنات ﷺ پر ایک ہی مرتبہ پورے کا پورا نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تیئس سال کے عرصہ میں اُتارا گیا۔

بعض اَوقات ایک چھوٹی سی آیت یا اس کا کوئی ایک جزو نازل ہوتا اور بعض اَوقات کئی کئی آیتیں بیک وقت نازل ہو جاتیں۔ مثلاً قرآن کا سب سے مختصر حصہ جو مستقل طور پر نازل ہوا وہ ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ [النساء:۹۵] ہے جو ایک لمبی آیت کا جزو ہے اور دوسری طرف پوری سورۃ الانعام ایک ہی بار نازل ہوئی ہے۔

☆ مؤسس مجلّہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ......شارح 'مکتوبات امام ربانی'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پورے قرآن کو ایک ہی نازل کرنے کی بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل کیا گیا؟ اس کی مندرجہ ذیل حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی حکمت

یک دم پورا قرآن نازل ہونے کی صورت میں تمام اُحکام قرآنیہ کی تعمیل و پابندی ہر مسلمان پر فوراً لازم ہو جاتی اور یہ شریعت محمدیہ ﷺ کی ان حکیمانہ مصلحتوں کے خلاف ہو جاتا جو اس میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔

دوسری حکمت

قریش مکہ کی طرف سے سرور عالم ﷺ کو روزانہ نئی اُذیتیں برداشت کرنا پڑتی تھیں اس لیے بار بار آیاتِ قرآنیہ کا نازل ہونا آپ ﷺ کے دل مبارک کی تقویت کا سبب بنتا تھا۔ جس سے ان اُذیتوں کا مقابلہ آسان ہو جاتا تھا۔

تیسری حکمت

قرآن کا اکثر حصہ لوگوں کے مختلف سوالات اور ان کے جوابات اور مختلف واقعات پر مشتمل ہے لہٰذا ان آیات کا نزول اِنہی اَوقات میں زیادہ مناسب تھا جن میں وہ سوالات کیے گئے تھے یا جب کہ وہ واقعات وحالات رونما ہوئے تھے۔ اس طریقہ سے اہل اِسلام کے جذبۂ اِستقامت اور بصیرت وہدایت میں اِضافہ ہوتا رہتا تھا اور قرآن کی حقانیت پر اور زیادہ یقین ہو جاتا تھا۔

چوتھی حکمت

اُمت کے اُمی (ناخواندہ) ہونے کی بنا پر یہی مناسب تھا کہ قرآن تدریجی مراحل میں نازل کیا جاتا تا کہ حفظ قرآن اور فہم قرآن، اُمت پر آسان ہو جائے نیز عادات جاہلیہ ایک ایک کر کے دور ہو جائیں اور عبادات کی عادات، فطری طریقہ سے ان کے قلب ونظر میں جگہ پکڑ لیں۔ والله أعلم بالصّواب.

مشرکین مکہ کے اس اعتراض (قرآن تدریجا کیوں اترا؟) کا جواب قرآن حکیم نے ان الفاظ میں دیا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴾

[الفرقان:۳۲]

حروفِ سبعہ پر قرآن کا نزول

صحیح بخاری، کتاب فضائل قرآن کی ایک حدیث میں سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ» [صحیح بخاری:۴۹۹۲]

''تحقیق یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس پڑھو اس میں سے اس طریقے پر جو تمہارے لیے آسان ہو۔''

اس حدیث میں سات حروف پر قرآن کے نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟

علماء مفسرین و محققین کا اس میں شدید اِختلاف ہے اور یہ مسئلہ علوم قرآنیہ میں مشکل ترین مسئلہ شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن عربی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں پینتیس اَقوال نقل کیے ہیں۔[الزركشي البرهان في علوم القرآن:۱/۲۱۲]

مذکورہ بالا حدیث، علماء کے نزدیک معنی کے اعتبار سے متواتر ہے جیسا کہ مشہور محدث امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اورمعروف امام علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس کے تواتر کی تصریح فرمائی ہے اور یہ واقعہ بھی متعدد محدثین نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی علی صاحبھا الصلوٰت پر اعلان فرمایا کہ وہ تمام حضرات کھڑے ہو جائیں جنھوں نے بزبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ (مذکورہ) حدیث سنی ہے چنانچہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہوگئی جس کو شمار نہ کیا جاسکا۔[النشر في القراءات العشر لابن الجزري]

سات حروف پر قرآن پڑھنے کی اِجازت کا فلسفہ

سات حروف پر قرآن پڑھنے کی اِجازت کا اصل فلسفہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تلاوت میں آسانی پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس اُمت کو یہ سہولت عطا فرمائی ہے تاکہ جوشخص ایک طریقہ سے کوئی لفظ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے طریقے سے پڑھ لینے پر قادر ہوجائے۔ چنانچہ اس اَمر کی وضاحت صحیح مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے راوی حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگتا ہوں میری اُمت یہ طاقت نہیں رکھتی پھر جبریل علیہ السلام دوبارہ حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کو دو حرفوں پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگتا ہوں میری اُمت میں اس قدر طاقت نہیں ہے پھر وہ تیسری مرتبہ آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو تین حروف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے آپ نے معافی اور مغفرت طلب کی کہ میری اُمت اس کی طاقت نہیں حتی کہ

ثم جاءه الرابعة فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَؤُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا» . [صحيح مسلم:١٩٠٦]

پھر وہ چوتھی بار آئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن حکیم کو سات حرفوں پر پڑھے پس وہ جس حرف پر بھی پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہوگی۔''

تشریح

ہمارے علماء محققین کے نزدیک 'قرآن کے سات حروف' کی سب سے بہتر تشریح یہ ہے کہ حدیث پاک میں حروف کے اختلاف سے مراد قراءتوں کا اختلاف ہے یعنی قرآن پاک کی جو قراءتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان میں جو باہمی اختلافات پائے جاتے ہیں وہ سات قسموں پر مشتمل ہیں اور یہ قول سب سے پہلے حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔

سات اَقسام کی تشریح

○ اَسماء کا اختلاف

جس میں مفرد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومؤنث کا اختلاف داخل ہے جیسا کہ ﴿تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ﴾ جس کو ایک قراءت میں ﴿تَمَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۳۔ اَفعال کا اِختلاف

جیسا کہ کسی قراءت میں صیغہ ماضی ہو، کسی میں مضارع اور کسی میں اَمر مثلاً ایک قراءت میں ﴿ رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا ﴾ ہے۔ اور دوسری میں ﴿ رَبُّنَا بٰعَدَ بَيْنَ اَسْفَارِنَا ﴾ ہے۔

۴۔ وجوہِ اعراب کا اِختلاف

جس میں اعراب یعنی زبر زیر پیش کا فرق ہو۔ مثلا ﴿ لَا يُضَارَّ كَاتِبٌ ﴾ کی جگہ ﴿ لَا يُضَارُّ كَاتِبٌ ﴾ اور ﴿ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴾ کی جگہ ﴿ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدِ ﴾

۵۔ اَلفاظ کی کمی وبیشی کا اِختلاف

کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو۔

مثلاً ایک قراءت میں ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ہے اور دوسری میں 'وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى' ہے اور 'وَمَا خَلَقَ' نہیں ہے۔

۶۔ تقدیم وتاخیر کا اِختلاف

کہ ایک قراءت میں ایک لفظ مقدم اور دوسری میں مؤخر ہے مثلاً ﴿ يُقٰتِلُوْنَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ﴾ اور ﴿ يُقٰتِلُوْنَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُوْنَ وَيَقْتُلُوْنَ ﴾

۷۔ بدلیت کا اِختلاف

کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں اس کی جگہ دوسرا لفظ ہے مثلاً ﴿ نُنْشِزُهَا ﴾ اور ﴿ نُنْشِرُهَا ﴾ اسی طرح ﴿فَتَبَيَّنُوْا﴾ اور ﴿ فَتَثَبَّتُوْا ﴾

۸۔ لہجوں کا اِختلاف

جس میں اِظہار، اِدغام، تفخیم، ترقیق، اِمالہ، قصر، مد، ہمزہ وغیرہا کے اختلاف شامل ہیں مثلاً موسیٰ ایک قراءت میں اِمالہ کے ساتھ ہے اور اسے موسٰی کی طرح پڑھا جاتا ہے اور دوسری قراءت میں بغیر اِمالہ کے پڑھا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق حضرت امام ابوالفضل رازی ؒ کے اِستقراء کے عین مطابق ہے کیونکہ ان کے اِستقراء میں تمام اختلافات وضاحت کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں۔ محقق ابن الجزری ؒ نے بھی تیس برس سے زائد غور وفکر کرنے کے بعد سات حرفوں کو سات وجوہ اختلاف پر محمول کیا ہے اور امام ابوالفضل رازی ؒ کا قول نقل کر کے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ [النّشر في القراءات العشر]

(بشکریہ ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ، نومبر ۲۰۰۴ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فتاویٰ جات

حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

ثبوتِ قراءات اور اکابرینِ اُمت

متنوع قراءات کا ثبوت ایسا مسئلہ ہے کہ گذشتہ چودہ صدیوں میں اس کی حجیت کے سلسلہ میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا۔ امت کے سابقہ تاریخی ادوار میں متعدد اہل علم نے حجیتِ قراءات کے اس دعوائے اجماع کو صراحتاً بیان کیا ہے اور یہ مسئلہ چونکہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور امور دین میں بالکل بدیہی ہے اسی لئے کئی نامور شخصیات نے انکارِ قراءات پر فتوائے کفر صادر کیا ہے۔

گذشتہ شمارہ میں ہم نے پاکستان کے جمیع مکاتبِ فکر کا حجیتِ قراءات کے مسئلہ میں متفقہ مؤقف رشد کے صفحات میں شائع کیا تھا۔ زیر نظر مضمون میں فاضل مؤلف نے انتہائی محنت کے ساتھ اسلاف امت میں سے تقریباً ۱۵۰ نمائندہ علماء کی تحریروں کے 'انتخابات' پر مشتمل یہ قیمتی مضمون ہدیۂ قارئین کیا ہے، جس میں انہوں نے علیحدہ سے ان علماء کی وضاحت بھی کر دی ہے جو ثبوتِ قراءات کے مسئلہ کو اجماعی قرار دیتے ہیں اور اسی طرح ان اہل علم کو بھی علیحدہ بیان کر دیا ہے جو انکارِ قراءات کو صریح کفر شمار کرتے ہیں۔ [ادارہ]

اللہ رب العزت نے اُمت کی آسانی کے لئے اپنی عظیم الشان کتاب قرآن مجید کو 'سبعہ احرف' پر نازل فرمایا ہے۔ اور پوری اُمت کا اِس اَمر پر اجماع ہے کہ موجودہ 'قراءاتِ عشرۃ' انہی سبعہ احرف میں سے ہیں اور انہیں اُمت کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے، جو نبی کریمﷺ سے ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں، جسے بعد والوں نے پہلوں سے اَخذ کیا ہے، جو اپنی نمازوں میں ان کی تلاوت کرتے رہے۔ ان قراءاتِ متواترہ میں سے کسی ایک کا اِنکار پورے قرآن مجید کا اِنکار ہے۔ یہ سب قراءات قطعی اور یقینی طور پر قرآن ہیں۔ اور قرآن مجید کے کسی ایک حرف کا اِنکار باتفاقِ اُمت کفر ہے۔

قراءات کی اسی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر اُمت نے ان کا خصوصی اِہتمام کیا ہے اور اہل علم نے انہیں اپنا موضوعِ سخن بنایا ہے۔ محدثین کرام نے اپنی کتب اَحادیث اور مفسرین عظام نے اپنی تفاسیر میں اس موضوع پر مستقل اَبواب قائم کئے ہیں اور تفصیلی بحث کی ہے۔ اکابرینِ اُمت نے قراءات کے تواتر، ثبوت اور دفاع میں اپنے اپنے طور پر بحث کی ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہم نے کوشش کی ہے کہ ثبوتِ قراءات کے حوالے سے اکابرین اُمت میں سے کم اَز کم سو کے قریب اَقوال جمع کر دیئے جائیں جو ہمارے لئے راہنمائی کا باعث ہوں۔ ہمارا یہ کام سمندر میں سے ایک قطرے کی مانند ہے اور فقط ایک نمونہ ہے۔ ورنہ اگر کتبِ اَسلاف اور دیگر مراجع ومصادر کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو یہ اَقوال اس تعداد سے کئی گنا زیادہ سامنے آسکتے ہیں جو ثبوتِ قراءات پر اُمت کے اجماع کی دلیل ہیں۔

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِمام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں کتاب فضائل القرآن، باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف اور دیگر اَبواب کے تحت تقریباً آٹھ احادیث لائے ہیں۔ جو ثبوتِ قراءات کے حوالے سے ان کے مضبوط مؤقف کی واضح دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح فتح الباری میں مذکورہ اَبواب کے تحت حدیث، أنزل القرآن علی سبعه أحرف، کی شرح میں قراءات کو ثابت کیا ہے۔ نیز حدیث ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کی شرح میں سورۃ الفرقان کی مکمل قراءات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔[فتح الباري: ۱۱/۲۷ تا ۴۶]

علامہ اَنور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف کے تحت قراءات کو ثابت کیا ہے۔ [فیض الباري: ۴/۱۵۷،۲۶۴]

اِمام قسطلانی رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں مذکورہ باب کے تحت قراءات کو ثابت کیا ہے۔

[إرشاد الساري: ۷/۴۵۰ تا ۴۵۷]

اِمام عینی رحمہ اللہ نے بھی بخاری کی شرح میں مذکورہ باب کے تحت قراءات کو ثابت کیا ہے۔

[عمدة القاري: ۲۰/۲۰،۲۱]

اِمام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں کتاب فضائل القرآن، باب في بیان أن القرآن أنزل علی سبعة أحرف کے تحت تقریباً پانچ اَحادیث نقل کی ہیں جو ثبوتِ قراءات پر ان کے مؤقف کی واضح دلیل ہے۔

[۲۷۰ تا ۲۷۴، ۲۸]

امام نووی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرح میں مذکورہ اَبواب کے تحت اِن اَحادیث کی شرح میں قراءات کو ثابت کیا ہے۔[شرح نووي: ۲/۹۸ تا ۱۰۴]

اِمام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سنن ابوداؤد میں کتاب الوتر، باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف کے تحت چار اَحادیث نقل کی ہیں جو ثبوتِ قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی واضح دلیل ہے۔[۱۴۷۵ تا ۱۴۷۸]

نیز اُنہوں نے حدیث سبعہ اَحرف لانے کے لیے یوں باب قائم کیا ہے۔ أبواب القراءات عن رسول اللہ ﷺ، معلوم ہوتا ہے کہ اِمام ابوداؤد رحمہ اللہ کے نزدیک سبعہ اَحرف سے مراد قراءاتِ قرآنیہ ہیں۔

علامہ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے سنن ابوداؤد کی شرح عون المعبود میں مذکورہ باب کے تحت ان اَحادیث کی شرح میں قراءات کو ثابت کیا ہے۔[عون المعبود: ۴/۲۴۲ تا ۲۴۶]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں اَبواب القراء ات کے تحت متعدد اَحادیث نقل کی ہیں جو ثبوت قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی صریح دلیل ہیں۔[: ۲۹۲۷ تا ۲۹۴۴]

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے جامع ترمذی کی شرح تحفة الأحوذي میں مذکورہ 'اَبوابُ ابواب القراء ات' کے تحت قراءات کو ثابت کیا ہے۔[تحفة الأحوذي: ۸/۱۹۸ تا ۲۱۴]

اِمام نسائی رحمہ اللہ نے سنن نسائی میں کتاب الافتتاح، جامع ما جآء في القرآن کے تحت چھ اَحادیث نقل کی ہیں جو قراءات کے ثبوت کے حوالے سے ان کے موقف کی واضح دلیل ہے۔[۹۳۷ تا ۹۴۲]

مولانا عطاء اللہ بھوجیانی اَمرتسری رحمہ اللہ نے سنن نسائی کی شرح تعلیقات سلفیہ میں مذکورہ باب کے تحت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءات کو ثابت کیا ہے۔[التعلیقات السلفیة علی النسائي: ۱/۱۱۴]

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خط اور کتابت کے موافق لغات مختلفہ (یعنی قراء ات) کے ساتھ تلاوت کرنے میں وسعت اور گنجائش ہے۔ جسے معروف قراءِ کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل صحیح کے ساتھ پڑھا ہے۔'' [شرح السنة: ۲/۵۱۱]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'السنن الکبریٰ' میں سبعہ اَحرف پرمتعدد اَحادیث نقل کی ہیں۔

[السنن الکبریٰ للبیهقي: ۲/۳۸۴]

اِمام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے مشکوۃ شریف میں کتاب فضائل القرآن، باب اِختلاف القراءات کے تحت حدیث أنزل القرآن علی سبعة أحرف کو نقل کیا ہے۔

اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مسند احمد میں مختلف مقامات پر تقریباً پینتیس (۳۵) اَحادیث نقل کی ہیں جو ثبوت قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف پر واضح دلیل ہے۔[مسند احمد: ۵/۱۱۴، ۵/۱۶]

اِمام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک حاکم میں حدیث أنزل القرآن علی سبعة أحرف کو متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے، جو ثبوتِ قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی واضح دلیل ہے۔[مستدرک حاکم: ۱/۵۵۳، ۲/۲۸۹]

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'مؤطا' میں باب ماجاء في القرآن کے تحت مذکورہ حدیث کو نقل کیا ہے جو ثبوتِ قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی واضح دلیل ہے۔[مؤطا: ۱/۲۰۱]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات متشابہ میں سے نہیں ہے کہ کوئی آیت دو قراءتوں سے پڑھی گئی ہو اور اسم اِحتمال یا اجمال کی وجہ سے تفسیر کا محتاج ہو، کیونکہ ثابت تو اس سے اسی قدر ہوگا جس کو اسم شامل ہوگا یا تمام ثابت ہوگا اور دو قراءتیں دو آیات کی مانند ہیں دونوں کے موجب پر عمل کرنا ضروری ہے۔'' [الجامع لأحکام القرآن للقرطبي: ۴/۱۱]

نیز فرماتے ہیں:

''پوری ملت اِسلامیہ کا اس پر اِجماع ہے کہ جو قراءات ان ائمہ نے روایت کی ہیں یا اُنہیں کتابوں میں جمع کیا گیا ہے، تمام قابلِ اعتماد ہیں اور ان کے صحیح ہونے پر ہر زمانہ میں اِجماع چلتا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا جو ذمہ اُٹھایا تھا وہ پورا ہوا، تمام محققین، فضلاء اور ائمہ سلف مثلاً قاضی ابوبکر بن ابوالطیب رحمہ اللہ اور امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہما اس بات کے حامل ہیں۔'' [الجامع لأحکام القرآن: ۱/۴۷]

امام آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اُصول قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ دو متواتر قراءتیں جب کسی آیت میں متعارض ہو جائیں تو ان کا حکم دو آیتوں کی طرح ہے۔'' [روح المعانی از آلوسی: ۶/۲۶]

امام ابوحاتم السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَحادیث میں وارد سبعہ اَحرف سے مراد لغات عرب کی سات وجوہ ہیں۔'' [کتاب المعانی: ۲۲۱]

اِمام رازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

''جب ہم شعر مجہول سے لغت کے اِثبات کو جواز فراہم کرتے ہیں تو قرآن اس کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ ہم اکثر نحاۃ کو قرآن مجید میں موجود الفاظ کے بارے میں حیران و ششدر پھرتے دیکھتے ہیں، حالانکہ جب وہ کسی غیر معروف شعر کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بطورِ استشہاد پیش کرتے ہیں تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ مجھے ان پر انتہائی تعجب ہوتا ہے حالانکہ مناسب یہ تھا کہ اس شعر کے اِستدلال کے لیے الفاظ قرآن (یعنی قراءات) سے اِستشہاد لیتے۔'' [تفسیر رازی: ۱۹۳/۳]

محی السنۃ، ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر 'معالم التنزیل' میں سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کے تحت معروف قاری قرآن امام بزی رحمہ اللہ کی تکبیرات کو نقل کیا ہے، جو ثبوتِ قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی واضح دلیل ہے۔ [تفسیر معالم التنزیل: سورۃ الضحیٰ]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سورۃ الضحی کی تفسیر کے تحت معروف قاری قرآن امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے شاگرد امام بزی رحمہ اللہ کی تکبیرات کو نقل کیا ہے۔ جو ثبوتِ قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی واضح دلیل ہے۔ [تفسیر ابن کثیر: سورۃ الضحی]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ان قراءات کو اہل علم نے کتابوں میں جمع کیا ہے، نماز اور خارج نماز میں ان کی تلاوت کرتے ہیں۔ علماء کے مابین یہ اَمر متفق علیہ ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی ان قراءات (قراءاتِ عشرہ) کا اِنکار نہیں کیا۔''

[فتاویٰ ابن تیمیہ مقدمۃ التفسیر: ۳۹۴/۱۳]

نیز فرماتے ہیں:

''اہل علم میں سے کسی نے بھی قراءات کا اِنکار نہیں کیا، ہاں جس کو قراءات کا علم نہیں یا وہ قراءات اس کے نزدیک ثابت نہیں جیسے بلادِ مغرب کی قراءات، تو ایسے آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی تلاوت کرے۔ کیونکہ قراءات سنتِ متبعہ ہیں، جسے پچھلے، اگلوں سے نقل کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ جس قراءات کا علم نہیں، اس کا انکار کر دیا جائے۔'' [منجد المقرئین: ۱۲۹،۱۳۰]

نیز فرماتے ہیں:

''اور دوسری قراءت جو کہ ﴿وَاَرْجُلِكُمْ﴾ زیر کے ساتھ ہے، وہ سنتِ متواترہ کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ دو قراءتیں دو آیتوں کی مانند ہوتی ہیں۔'' [مجموع فتاویٰ، کتاب الفقہ: ۱۳۱/۲۱]

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۳۳ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارے اس زمانے میں، جن قراءات میں اِتصال سند، رسم عثمانی سے موافقت اور نحوی وجہ سے مطابقت کی یہ تینوں شرائط پائی جاتی ہیں، وہ قراءاتِ عشرہ ہیں، جن کو پوری اُمت سے تلقی بالقبول حاصل ہے، اور ان قراءاتِ عشرہ کو رِوایت کرنے والے دس امام ابوجعفر، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب، ابن عامر، عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر رحمہم اللہ ہیں۔'' [منجد المقرئین: ۱۶]

نیز فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءات جو عربی کی کسی صورت کے موافق ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو، خواہ احتمالاً ہی ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءۃ صحیحہ ہے اس کو رد کرنا یا اس کا اِنکار کرنا صحیح نہیں ہے۔'' [النشر: ۹/۱]

اِمام زرکشی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

''یقیناً قراءات توقیفی ہیں اختیاری نہیں، یعنی قراء نے اپنی طرف سے گھڑی نہیں ہیں۔ قراءِ سبعہ کی قراءات کی صحت پر، نیز اس بات پر کہ قراءاتِ سنت متبوعہ ہیں، جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں، اِجماع اُمت منعقد ہو چکا ہے، قراءات سنت ہیں اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں اور غیر مقبول وجوہ کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[البرهان في علوم القرآن :۳۲۱/۱]

نیز فرمایا:

''یہ قراءات، جن کو قراءِ سبعہ نے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اور اسی پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف تحریر کروایا تھا۔'' [البرهان في علوم القرآن: ۲۲۷/۱]

اِمام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مصحف کے دوگتوں کے درمیان مشہور اَحرف سبعہ پر مشتمل جو چیز تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے اس کا نام کتاب اللہ ہے۔''

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متواتر کا اِنکار صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس پر اُمت کا اِجماع ہے۔ قراءات کا تواتر ایسے حتمی اُمور میں سے ہے، جن کا جاننا واجب ہے۔'' [الفقه الأكبر از ملا علی قاری حنفی: ۱۶۷، مجموع فتاویٰ :۳۹۴/۱۳]

نیز فرماتے ہیں:

''جس نے کتاب اللہ کی کسی آیت کا اِنکار کیا، اس میں عیب نکالا یا قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کیا یا اس نے یہ گمان کیا کہ وہ قرآن نہیں ہے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اس نے ایسی شے کا اِنکار کیا جس پر اِجماع ہو چکا ہے۔'' [الفقه الأكبر: ۱۶۷]

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''علماء کا اس بات پر اِجماع کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ حق اور ثابت شدہ ہے۔ اگر کوئی شخص ان قراءات متواترہ میں سے کوئی حرف زیادہ یا کم کرتا ہے یا کسی حرف کو کسی دوسرے حرف سے بدل کر پڑھتا ہے، حالانکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہو کہ وہ قرآن ہے، لیکن پھر بھی وہ شخص عمداً اس کی مخالفت کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔'' [مراتب الإجماع: ۱۸۴]

نیز فرماتے ہیں:

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں خلیفہ بنے کہ جب تمام جزیرۃ العرب مسلمانوں، قرآنوں، مسجدوں اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس طرح مصر، کوفہ اور بصرہ وغیرہ میں اتنے قراء قرآن تھے، جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ کہنا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صرف ایک قراءت پر جمع کیا، تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ آپ اس کام پر قادر نہیں ہو سکتے تھے اور نہ ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کا اِرادہ کیا۔ ہاں اُنہوں نے متفق ہو کر چند قرآن لکھے اور ہر سمت ایک ایک بھیج دیا تاکہ اگر وہم کرنے والا وہم کرے اور بدلنے والا بدلنے کی کوشش کرے تو اس متفق علیہ قرآن کی طرف رجوع کر لیا جائے اور یہ کہنا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف مٹا دیئے تھے تو ایسا کہنے والا جھوٹا ہے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک لمحہ بھی اسلام میں نہ رہتے اور اسلام سے خارج ہو جاتے۔ یہ ساتوں حروف ہمارے ہاں موجود ہیں۔ جیسے تھے ویسے ہی قائم ہیں۔ مشہور و معقول اور ماثور قراءات میں محفوظ و ثابت ہیں۔ والحمد لله رب العلمين۔'' [الملل والنحل: ۲۱۸، ۲۱۹]

نیز (قراءات کے متعلق) نحویوں کے مؤقف پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس سے عجیب تر بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ اگر اُمراء القیس، زہیر، جریر، حطیئہ، طرماح یا عرب قبائل میں سے اَسد، تمیم یا پورے عرب میں سے کسی کا لفظ شعر یا نثر کی صورت میں مل جائے تو اُسے حتمی لغت بنا لیتے ہیں۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا اور اگر زبانوں کے خالق اور ان کے اصل اللہ تعالیٰ کا کلام مل جائے تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے، نہ اسے دلیل بناتے ہیں، اس سے پھر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کی جو حیثیت بنائی ہے، اسے بدل دیتے ہیں''۔ [الملل والنحل: ۲۹]

اِمام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’’آپ ﷺ نے اللہ کی اجازت کے ساتھ جو قراءات بھی اَحرف سبعہ میں سے اُمت کو پڑھائیں ہمارے نزدیک صحیح ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان قراءات کو پڑھا۔ جب کسی قاری کی قراءات رسم مصحف کے مواقق ہو تو ہمارے لیے جائز نہیں کہ اسے غلط کہیں۔‘‘ [الإبانة:۲۰]

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

’’قراءات سنت متبعہ ہیں ان کو قبول کرنا ہم پر واجب ہے۔‘‘ [منجد المقرئین:۲۴۳]

نیز فرماتے ہیں:

’’ائمہ قراءات قرآن مجید میں مشہور لغت اور عربی میں قیاس کے مطابق عمل نہیں کرتے، بلکہ جواثر ثابت ہو، نقل میں صحیح ہو اور روایت سے ثابت ہو تو اسے اختیار کرتے ہیں اور اسے کبھی عربی قیاس یا مشہور لغت کی بنیاد پر ردّ نہیں کرتے، کیونکہ قراءات سنت متبعہ ہے اسے اِختیار کرنا اور اُصول کرنا لازم ہے۔‘‘ [منجد المقرئین: ۲۴۳]

نیز فرماتے ہیں:

’’بلاشبہ قراءِ سبعہ اور ان کے ہم پلہ دیگر ائمہ کی جملہ قراءات ثابت شدہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا شذوذ نہیں ہے۔‘‘
[النشر في القراءات العشر:۱/۳۷]

ابواسحاق زجاج رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

’’قراءات سنت متبعہ ہیں۔ کسی قاری کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسی قراءات پڑھے، جسے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ان قراءِ کرام نے جو مختلف شہروں میں قراءات کے حوالے سے معروف ہیں، نے نہ پڑھا ہو۔‘‘
[معاني القرآن وإعرابه: ۱/۴۸۲]

امام ابن مجاہد رحمہ اللہ (متوفی:۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

’’وہ قراءات جو آج کل مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام میں رائج ہیں۔ یہ وہ قراءات ہیں جو انہوں نے پہلوں سے حاصل کی ہیں۔ انہی قراءات کی اِشاعت کے لیے ہر شہر میں ایسے لوگ کھڑے ہوئے جنہوں نے تابعین سے وہ قراءات حاصل کیں جن پر تمام کا اِجماع ہے۔‘‘ [الاعلام:۱/۲۶۱، کتاب السبعہ:۴۹،۵۲]

ابن خالویہ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

’’میں نے پانچ معروف شہروں کے ائمہ اَربعہ کی قراءات پر ان کی نقل اور پختگی حفظ کے حوالے سے غور وفکر کیا تو ان ائمہ کو الفاظ روایت کی اَدائیگی میں امین پایا۔‘‘ [کتاب الحجة:ص٦١]

امام خطابی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

’’حجاز، شام اور عراق کے قراء میں سے ہر ایک کی مختارہ قراءت کسی نہ کسی ایسے صحابی کی طرف منسوب ہے جس نے یہ قراءت رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی ہو، پورے قرآن مجید میں ایک بھی قراءت اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہے۔‘‘
[الاعلام:۲/۲۷۳]

قاضی ابوالطیب رحمہ اللہ (المتوفی:۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

’’سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن کا مقصد محض ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح قرآن مجید کو دو گتوں میں جمع کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا مقصد نبی کریم ﷺ سے منقول متواترہ معروفہ اور ثابتہ قراءات کو جمع کرنا تھا اور جو قراءات متواترہ نہ تھیں ان سے قرآن کو خالی کرنا تھا۔‘‘ [أبحاث في قراءات القرآن الكريم: ۲۵]

مکی بن اَبی طالب قیسی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۳۷ھ) فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''جو قراءات ہمارے ہاں ثابت ہیں وہ ساری کی ساری ایسی سنت سے ثابت ہیں جس کا ردّ کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔'' [كتاب التبصرة:٦٠]

امام قشیری رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

''جو قراءات اَئمہ قراءات نے نقل کی ہیں اور نبی کریمﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہیں۔ان کا اِنکار کرنا نبی کریمﷺ کی تردید کے مترادف ہے۔جس چیز کی آپﷺ نے تلاوت کی اس کو ردّ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔'' [ابراز المعانی:۶۵۷]

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ (المتوفی:۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''قراءات سبعہ بلکہ عشرہ پر متعدد اَعصار واَمصار گذر چکے ہیں۔ان کی نمازوں میں تلاوت کی جاتی تھی کیونکہ یہ اِجماع سے ثابت ہیں۔'' [أبحاث قراءات القرآن الكريم:۲۵، المحرر الوجيز لابن عطيه:۹/۱]

علامہ عبدالوھاب سبکی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''قراءات سبعہ جنہیں اِمام شاطبی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور ان کے علاوہ قراءاتِ ثلاثہ، جو ابوجعفر، یعقوب اور خلف العاشر کی قراءات ہیں، یہ متواتر اور دین میں اَٹل حقیقت ہیں۔ اگر اَئمہ عشرہ میں سے کوئی بھی کسی حرف کو نقل کرنے میں منفرد ہوا ہے تو وہ حرف بھی دین کی اَٹل حقیقت اور لازمی حصہ ہے کیونکہ وہ حرف بھی آپ پر نازل کردہ حروف میں سے ایک ہے۔'' [أبحاث في قراءات القرآن الكريم: ۲۶]

اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریمﷺ نے منزل من اللہ حروف سبعہ کا انکار کرنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے۔'' [المرشد الوجیز:۱۴۹]

علامہ ابن عبدالشکور مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

''اسانید قراءات بالاجماع صحیح ہیں اور علماء بلکہ اُمت کے ہاں اُنہیں تلقی بالقبول حاصل ہے۔مزید فرماتے ہیں کہ اگر ان اَسانید کے معارض کوئی سند آ جائے تو وہ ناقابل التفات ہے۔قراءِ عشرہ کی اَسانید صحیح ترین ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں اُمت کی طرف سے شرف قبولیت بھی حاصل ہے۔'' [فواتح الرحموت:۱/۲]

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جان لو! کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے جو اللہ کے رسولﷺ پر نازل کیا گیا ہے، مصاحف کے دوگتوں کے درمیان لکھا گیا ہے اور ہم تک معروف اَحرف سبعہ کے ساتھ پہنچا ہے۔'' [اصول السرخسی:۲۷۹]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس دور میں ان معروف اَئمہ قراءات سے صحیح ثابت قراءات پر مسلمانوں کا اِجماع ہو چکا ہے۔ان اَئمہ کرام نے علم قراءات پر متعدد کتب لکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا ہوگیا ہے۔ قاضی ابوبکر الطیب رحمہ اللہ اور امام طبری رحمہ اللہ جیسے اَئمہ متقدمین اور فضلا محققین کا اس قول پر اتفاق ہے۔'' [المحرر الوجیز:۴۹/۱]

شیخ عبدالخالق عضیمۃ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید خواہ متواتر ہو یا غیر متواتر عربیت میں ویسے ہی حجت ہے جیسے قراءاتِ شاذہ، جن میں تواتر کی شرائط اگرچہ مفقود ہیں، لیکن چونکہ ثقہ کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں لہٰذا لغت اور اسلوب لغت کے معاملہ میں اس کی شان یا حیثیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ علماء کا اِتفاق ہے کہ لغت میں خبر واحد بھی کافی ہے۔'' [دراسات لاسلوب القرآن:۲/۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ہمیشہ سے اہل علم کا یہ معمول رہا ہے کہ، ایسا حرف جسے کوئی قاری پڑھاتا ہے، سے ایسے مسائل اَخذ کرتے رہے ہیں جو دوسری قراءت میں نہیں پائے جاتے۔ سو قراءات فقہاء کے نزدیک اِستنباط مسائل کے لیے حجت ہیں، علماء کرام ان قراءات سے حصول صراط مستقیم کے لیے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔‘‘ [لطائف الارشادات: ۱/۱۷۱]

شیخ زکریا انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’قراءِ سبعہ سے منقول قراءاتِ سبعہ، نبی کریم ﷺ سے ہم تک بطریق تواتر پہنچی ہیں۔‘‘

[غاية الوصول شرح لب الأصول: ۳۴]

ابن ساعاتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’قراءات سبعہ متواترہ ہیں، جیسا کہ مٰلِكِ اور مَلِكِ۔‘‘ ہاں قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہے

[بدیع النظام از ابن ساعاتی: ۵۶]

قراءات محکمہ پر مبرد کے تعاقب میں اِمام حریری رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۱۶) فرماتے ہیں:

’’یہ بات بالکل مبرد کا تساہل اور فضول اَمر ہے، کیونکہ یہ قراءات تو سبعہ متواترہ میں سے ہے۔ اسی طرح بعض نحوی اس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں، جن کے ہاں قراءات غیر متواترہ ہیں کہ جیسے چاہو اپنی مرضی سے پڑھ لو، تو یہ مذہب اور نظریہ باطل اور نا قابل التفات ہے۔‘‘ [درة الغواص: ۹۵]

علامہ ابن منیر رحمہ اللہ (المتوفی: ۶۳۳ھ) فرماتے ہیں:

’’ہمارا مقصود یہ نہیں ہے کہ قواعد عربیہ کو سامنے رکھتے ہوئے قراءات کو صحیح کریں بلکہ ہمارا مطلوب تو یہ ہے کہ قراءات کو سامنے رکھتے ہوئے قواعد عربیہ کی تصحیح کی جائے۔‘‘ [الانتصاف علی الکشاف: ۱/۱۷۴]

اِمام دمامینی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۲۷) نحاۃ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ناقلین قراءات کی تعداد، اَقوال و اَشعار عربی نقل کرنے والوں سے کم نہیں ہے۔ یہ غیر معروف ناقلین سے تو منقول شيء کو قبول کر لیتے ہیں، تو جسے ثقہ لوگ نقل کریں اس کو بالاولی قبول کرنا چاہئے۔‘‘ [المواهب الفتحية: ۱/۵۴]

ابو الولید الباجی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اگر یہ کہا جائے کہ کیا آپ کا قول یہ ہے کہ سبعہ اَحرف مصحف میں آج بھی موجود ہیں؟ کیونکہ آپ کے نزدیک ان کی قراءات جائز ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ جی ہاں! ہمارا قول یہی ہے اور اس کی صحت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر: ۹] اور قرآن کو اس کی قراءات سے الگ کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن تو محفوظ رہے اور اس کی قراءات ختم ہو جائیں۔‘‘ [المنتقى: ۱/۳۴۷]

علامہ سعدی ابو حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’جس شخص نے قراءات مرویہ متواترہ محفوظہ کے علاوہ قرآن میں ایک حرف زیادہ یا کم کیا یا ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا، حالانکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہو کہ وہ قرآن ہے، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔‘‘

[موسوعة الإجماع في الفقه الاسلامي: ۳/۹۰۳]

مزید فرماتے ہیں:

’’اہل اِسلام میں سے دو بندوں کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ یہ قراءتیں صحیح و حق ہیں، سب کی سب قطعی و یقینی ہیں، اُمت مسلمہ کی نقل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہوئی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیان کی ہیں۔‘‘ [موسوعة الإجماع في الفقه الإسلامي: ۳/۹۰۵]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ دمیاطی علم قراءات کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''علم قراءات وہ علم ہے جس میں کتاب اللہ کے ناقلین کا اتفاق و اختلاف جانا جاتا ہے جو کہ حذف، تحریک، اِسکان، فصل وصل کے قبیل سے ہو اور نطق کی کیفیت و اِبدال وغیرہ بھی جو کہ سماع پر موقوف ہو۔'' [اتحاف فضلاء البشر: ۵]

علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ علم قراءات کی تعریف میں فرماتے ہیں:

''قراءات کا علم وہ ہے جس میں کلماتِ قرآنیہ کے نطق کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور کلمات قرآنیہ کی اِتفاقی و اِختلافی اَدا کا طریقہ کار معلوم کیا جاتا ہے، لیکن ہر وجہ کی نسبت اس کے قائل (محمدﷺ) کی طرف ہوتی ہے۔'' [البدور الزاھرۃ: ۷]

ڈاکٹر عبدالهادی الفضلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علم القراءات وہ علم ہے جس سے قرآنی الفاظ کی وہ اَدائیگی معلوم ہوتی ہے جو کہ آپﷺ نے کی ہے۔''
[کتاب قراء ات القرآن: ۵۲]

اِمام سیوطی رحمہ اللہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''قراءات سنت متبعہ (سنت متواترہ) ہے جسے بعد میں آنے والے متقدمین سے حاصل کرتے ہیں۔''
[الاتقان في علوم القرآن: ۱/۷۵]

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اس اَمر پر اِجماع ہے کہ جس شخص نے قرآن مجید سے قصداً ایک حرف ناقص کیا یا ایک حرف دوسرے حرف سے بدلا یا اِجماع امت سے ثابت ہونے والے مصحف پر ایک حرف کی زیادتی کی تو وہ کافر ہے۔''
[الشفاء في التعريف بحقوق المصطفى: ۲/۲۶۴-۲۶۷]

ابن خلدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن اللہ کا کلام ہے جو نبی کریمﷺ پر نازل ہوا۔ دفتین کے درمیان لکھا ہوا ہے اور اُمت میں متواتر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے بعض (جو سب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں) الفاظ اور مختلف لہجات کے ساتھ روایت کیا اور نقل کیا ہے اور بالآخر اَداء و مخارج کے اِعتبار سے سات قراءتیں مقرر ہوگئیں، جن کی نقل متواتر ہوتی آئی اور ہر قراءات پر ایک جم غفیر کی روایت نے شہرت پائی اور اصولاً سات قراءتیں معروف ہوئیں اور سات کے علاوہ بھی کچھ قراءات لاحق ہوئیں جو اتنی قابل اعتماد نہیں۔ البتہ سات قراءات کتب میں معروف ہیں۔'' [مقدمۃ ابن خلدون]

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سبعہ اَحرف سے مراد (پڑھی جانے والی) سات وجوہ ہیں کہ جو الفاظ (یعنی تلفظ و اَدا اور نطق میں) مختلف ہیں اور معانی میں متفق ہیں۔'' [عون المعبود: ۱/۵۵۰]

امام خلیل الفراهيدى النحوى رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سبعہ اَحرف سے مراد قراءات ہیں۔'' [البرهان فی علوم القرآن: ۱/۲۱۴]

اِمام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث میں سبعہ اَحرف سے مراد، اَداء کلمات کی کیفیت ہے، جیسے اِدغام، اِظہار، تفخیم، ترقیق اِمالہ، مد وقصر۔ کیونکہ عربوں کے ہاں مختلف لغات تھیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اِجازت دے دی کہ جو ان کی لغات کے موافقت ہو وہ پڑھیں، تاکہ ان کی زبانوں پر آسانی ہو۔'' [عون المعبود: ۱/۵۴۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ سندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سبعہ اَحرف سے مراد سات مشہور فصیح لغات ہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مصاحف میں جمع کیا تاکہ لوگ اختلاف میں نہ پڑھیں، اور قرآن مجید کی تکذیب نہ کریں۔'' [عون المعبود: ۶۵۰/۱]

مکی بن اَبی طالب قیسی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''بے شک وہ سبعہ اَحرف جن پر قرآن نازل ہوا ہے وہ متفرق لغات ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔'' [الإبانة: ۷۱]

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل عرب کو اس بات کی اجازت دے دی گئی کہ قراءات کا جو اختلاف نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، وہی پڑھا جائے۔ اس میں عموم نہیں تھا بلکہ اس کے لیے تھا جس کو نبی کریم ﷺ نے اجازت دی۔ اکثر ائمہ سلف و خلف اسی پر ہیں۔'' [تحفة الأحوذي: ۵۵۱/۱]

اِمام ابن الانباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر اہل عرب ایک لغت پر قرآن مجید پڑھتے تو ان پر یہ اَمر مشکل تھا اور اس طرح ان کو ایک حرف پر مجبور کرنا فتور کا سبب بن جاتا۔'' [عون المعبود: ۵۵۰/۱]

امام مالک رحمہ اللہ امام نافع رحمہ اللہ کی قراءات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اہل مدینہ کی قراءت سنت ہے۔'' [احسن الاثر: ۱۲]

اِمام اَحمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب ان کی پسندیدہ قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اَہل مدینہ یعنی اِمام نافع رحمہ اللہ کی قراءت کی طرف اِشارہ کیا۔ [طبقات القراء از ابن جزری: ۳۱۶/۱]

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دو قراءات دو آیات کی مانند ہیں، ان دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔'' [أحکام القرآن لابن العربي: ۱۴۹/۱]

امام ابن حاجب رحمہ اللہ (المتوفی: ۶۴۶ھ) فرماتے ہیں:

''قراءاتِ سبعہ متواتر ہیں، اگر یہ متواتر نہ ہوں تو قرآن مجید کا بعض حصہ غیر متواتر بن جائے گا۔ جیسے مَلِكِ اور مَالِكِ وغیرہ اور ان دونوں قراءات میں سے کسی ایک کی تخصیص کرنا باطل فیصلہ ہے کیونکہ دونوں ہی برابر ہیں۔'' [منتهى الوصول والأمل: ۲۴]

امام شوکانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

''حاصل کلام یہ ہے کہ جس چیز پر مصحف شریف مشتمل ہے اور مشہور قراءِ کرام اس پر متفق ہیں تو وہ قرآن ہے اور جس شيء میں ان کا اختلاف ہوا ہے اس کی دو صورتیں ہیں:

① مصحف کا رسم دونوں مختلف قراءتوں کا احتمال رکھتا ہے اور یہ دونوں قراءتیں اعرابی وجہ اور معنی کے مطابق ہیں۔ تو یہ سب بھی قرآن ہے۔

② اگر مصحف کا رسم ایک کا احتمال رکھے اور دوسری قراءت کا احتمال نہ رکھے تو پھر دو صورتیں ہیں:

الف۔ اگر اس غیر محتمل قراءت کی سند صحیح ہے اور وہ اعرابی وجہ اور معنی عربی کے موافق ہے تو پھر وہ قراءاتِ شاذ ہے۔

ب۔ اور اگر اس غیر محتمل قراءت کی سند بھی صحیح نہ ہو تو پھر وہ قرآن نہیں ہے اور نہ ہی اس کو خبر واحد کے درجہ میں رکھا جائے گا۔'' [إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول: ۸۲/۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیز فرماتے ہیں:

''کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کلام ہے جو کہ نبی کریمﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ مصاحف میں لکھا گیا ہے اور ہم تک تواتر سے منقول ہے۔ ہم تک تواتر سے منقول ہونے کی شرط سے قراءاتِ شاذہ نکل گئی ہیں اور اس ساری بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ جس پر مصاحف مشتمل ہیں اور معروف قراء کا اس پر اتفاق ہو وہ قرآن ہے۔''

[إرشاد الفحول:۴۶،۴۷]

امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ ایک آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اور یہ دونوں قراءتیں ایسی ہیں کہ قرآن مجید ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اُمت نے ان کو رسول اللہﷺ سے حاصل کیا ہے۔'' [أحکام القرآن للجصاص:۳/۳۴۵]

علامہ قنوجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دو قراءتیں دو آیتوں کی مانند ہیں، تو جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق کرنا ضروری ہے، جن میں سے ایک آیت کسی زائد معنی پر مشتمل ہو، اسی طرح دو قراءتوں میں بھی تطبیق و جمع کرنا واجب ہے۔'' [نیل المرام:۵۲]

نحو کے مشہور و معروف امام، اِمام سیبویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سنت ہونے کی وجہ سے قراء کی مخالفت نہیں کی جائے گی۔'' [الکتاب:۱/۷۴]

ابن خالویہ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

''تمام لوگوں کا اس اَمر پر اجماع ہے کہ جب کوئی لغت قرآن مجید میں آ جاتی ہے تو وہ غیر قرآن سے زیادہ فصیح ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہے۔'' [کتاب الحجة لابن خالویه:۶۱]

امام قشیری رحمہ اللہ (المتوفی:۴۷۵ھ) بعض قراءات پر اعتراض کرنے والے زجاج کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ائمہ دین کے نزدیک اَیسا کلام مردود ہے، کیونکہ ائمہ قراء نے جو قراءات پڑھی ہیں وہ نبی کریمﷺ سے ثابت شدہ ہیں، جس نے ان قراءات کو رڈ کیا، تحقیق اس نے نبی کریمﷺ کو رڈ کیا اور ان کی قراءات کو ناپسند کیا، ایسا کرنا جرم ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ نحو اور لغت کی تقلید نہیں کی جائے گی۔'' [إبراز المعاني لابن شامة:۲۷۵]

نیز فرمایا:

''ایک قوم نے کہا یہ ناپسندیدہ اور محال ہے کیونکہ نبی کریمﷺ سے کوئی قراءات تواتر کے ساتھ ثابت ہو جائے تو وہی فصیح ہے نہ کہ قبیح۔'' [جامع أحکام القرآن للقرطبي:۷/۹۳]

اِمام حریری رحمہ اللہ (المتوفی:۵۱۶ھ) قراءات پر اعتراض کرنے والے مبرد نحوی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس کی یہ بات مردود اور بڑی حماقتوں میں سے ہے، یہ قراءات متواتر، سبعہ قراءات میں سے ہے۔ تحقیق وہ اور اس جیسے دیگر نحوی ہلاکت میں گر گئے جن کے نزدیک قراءاتِ سبعہ غیر متواتر ہیں اور قرآن مجید رائے کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ یہ باطل مذہب اور غلط سوچ ہے۔'' [درة الفواصل:۹۵]

امام ابو حیان رحمہ اللہ، ائمہ کے ہمزہ میں ابدال والی قراءات کو لحن قرار دینے والے زمخشری رحمہ اللہ [الکشاف:۲/۱۴۲] کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ لحن کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ بصرہ کے نحویوں کے سردار امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ، مکہ کے قاری امام ابن کثیر رحمہ اللہ اور مدینۃ الرسولﷺ کے قاری امام نافع رحمہ اللہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔'' [البحر المحیط:۵/۱۵]

نیز امام حمزہ رحمہ اللہ کی ایک قراءات کا دفاع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ رسول اللہﷺ سے مروی متواتر قراءات ہے، اُمت کے اَسلاف نے اس کے موافق پڑھا ہے۔ اَکابر قراء صحابہ کرام جیسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب سے بڑے قاری سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔'' [البحر المحیط:۱۵۷/۳]

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراءاتِ سبعہ متواترہ ہیں، ان پر اعتراض کرنا جائز نہیں، مناسب یہ ہے کہ ان کے ذریعہ مخالف کے قول کی تضعیف و تردید کی جائے اور قراءات کو نحو کے قاعدہ شاذہ کے وقوع و جواز کا شاہد و مستدل قرار دیا جائے۔''

[شرح الشاطبیة علی القراءات السبعة:۵۹]

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس قراءت کی تلاوت کی جائے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا قرآن ہونا نبی کریمﷺ سے متواتر طریق پر منقول ہو، وہ قراءات ہر زمانہ میں مشہور و شائع رہی ہو اور اس کو اُمت نے شرف قبولیت بخشا ہو، جیسے مروّجہ قراءاتِ سبعہ ہیں۔ کیونکہ قراءات میں معتبر شیٔ وہ ہوگی جو قطعیت اور یقین سے ثابت ہو۔'' [فتاویٰ ابن الصلاح:۲۳۲/۱]

اِمام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تینوں اَرکان کی جامع قراءات (قراءاتِ عشرہ) مُجملہ سبعہ اَحرف کے ہیں۔''

[النشر في القراءات العشر:۴۴/۱]

امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو مصاحف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے شہروں کی جانب روانہ کئے تھے، ان پر ائمہ عشرہ متفق الروایت ہیں۔ یہ حصہ مجموعی، تفصیلی اور افراد و جزئیات یعنی اتفاقی و اختلافی ہر دو قسم کے الفاظ کے لحاظ سے متواتر ہے۔ پس سبعہ سے اوپر عشرہ تک قراءاتِ شاذہ نہیں ہیں، بلکہ شاذہ وہ ہیں جو ماوراء العشر ہیں، یہی بات صحیح ہے۔'' [فتاویٰ شامی:۳۵۹/۱]

علامہ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحیح بات یہ ہے کہ عشرہ کے علاوہ دیگر قراءتیں شاذ ہیں اور ابوجعفر، یعقوب اور خلف کی تین قراءتوں کو غیر متواتر کہنا اِنتہائی گرا ہوا قول ہے۔ جس شخص کی بات کا دین میں اعتبار کیا جاتا ہے وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتا اور یہ تینوں قراءات بھی مصحف عثمانی کے رسم کے موافق ہیں۔'' [النشر في القراءات العشر:۴۵/۱]

علامہ قاضی عبدالوہاب ابونصر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الحمدللہ وہ قراءات سبعہ جن پر شاطبی نے انحصار کیا ہے، نیز ابوجعفر رحمہ اللہ، یعقوب رحمہ اللہ اور خلف رحمہ اللہ کی قراءات بھی متواتر اور دین کی اَٹل حقیقت ہیں۔'' [النشر في القراءات العشر:۴۶/۱]

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے قراءِ سبعہ اور ابوجعفر و یعقوب کی قراءات اس لیے بیان کی ہیں کہ ان کی تلاوت جائز ہونے پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔'' [مقدمة تفسیر بغوی:۳۸/۱]

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان قراءات کی اَسانید متصلہ اور ان کے رجال ثقات ہیں۔'' [تفسیر قرطبي:۷۳/۱]

ابومحمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''جن قراءات میں صحت سند، موافقت عربیت اور موافقت رسم، یہ تینوں شرائط پائی جائیں گی اس کے نزول من اللہ کی قطعی تصدیق کی جائے گی اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔'' [النشر الکبیر: ۱/۱۴]

حسن ضیاء الدین عتر فرماتے ہیں:

''چونکہ سبعہ اَحرف پر اِنزال قرآن کی اَحادیث متواتر ہیں، اس بناء پر تواتر کے علم کے باوجود سرے سے سبعہ اَحرف ہی کا اِنکار کردینا بلاشبہ کفر ہے۔'' [الأحرف السبعة و منزلة القراءات منها: ۱۰۱]

مصر کے علماء متاخرین میں سے مشہور محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''پہلی رائے (کہ موجودہ قراءات ایک ہی حرف کی مختلف شکلیں ہیں) ان حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سات حروف اِبتداء اِسلام میں تھے، پھر عرضۂ اَخیرہ میں حضور ﷺ ہی کے زمانہ میں منسوخ ہوگئے اور اَب صرف ایک حرف ہی رہ گیا ہے۔ نیز یہی رائے ان حضرات کی بھی ہے جو کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو ایک حرف پر جمع کیا تھا اور مصلحت کی وجہ سے باقی چھ حروف کی قراءت روک دی تھی۔ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور بہت سے لوگ ان سے مرعوب ہوکر ان کے پیچھے لگ گئے۔ لیکن دَرحقیقت یہ ایک خطرناک اور بڑی سنگین رائے ہے اور علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے 'الأحکام' اور 'الفصل' میں اس پر بڑی سخت نکیر کی ہے۔ جس کا انہیں حق تھا اور دوسری رائے (کہ موجودہ قراءاتِ سبعہ اَحرف ہیں) ان حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہی وہ حروف ہیں جو عرضۂ اَخیرہ کے مطابق محفوظ چلے آئے ہیں۔'' [مقالات الکوثر: ۲۰، ۲۱]

دکتور سامی عبد الفتاح ہلال فرماتے ہیں:

''صدر اوّل سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک کوئی قراءت نقل تواتر سے ثابت نہیں ہوجاتی اس وقت تک نہ تو اسے مصحف میں لکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی بطور قرآن اس کی تلاوت کرنا جائز ہے۔''
[محاضرات في القراءات الشاذة: ۴،۳]

شیخ سعید اَفغانی فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کے تمام قراءات ہم تک صحت سند کے ساتھ پہنچی ہیں، یہ ایسی دلیل ہیں جن کا کوئی مدمقابل نہیں ہے اور ان قراءات کے طریقۂ اَدائی بھی اسی قبیل سے ہیں۔'' [أصول النحو: ۲۸، ۲۹]

شیخ زکریا اَنصاری فرماتے ہیں:

''قراءاتِ سبعہ جو قراءِ سبعہ سے منقول ہیں، نبی کریم ﷺ سے ہم تک بطریق تواتر پہنچی ہیں۔''
[غایۃ الوصول شرح لب الأصول: ۳۴]

ابن اَبی شریف نے لکھا ہے:

''سروجی حنفی نے اہل سنت والجماعت سے قراءاتِ سبعہ کا تواتر نقل کیا ہے۔'' [الدر اللوامع از ابن ابی شریف: ۸۷]

سید محمد الطباطبی، جوکہ اِمامیہ شیعہ کے بہت بڑے عالم ہیں، فرماتے ہیں:

''علماء نے قراءاتِ سبعہ پر تواتر نقل کیا ہے اور مطلق طور پر قراءاتِ سبعہ کے تواتر کے قائلین میں سے علامہ ابن المطہر رحمہ اللہ، ابن فہد رحمہ اللہ، محدث حرملی رحمہ اللہ اور فاضل جواد رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔'' [مفاتیح الأصول از طباطبی]

ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ہم قراءاتِ سبعہ میں غور وفکر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قراءت، متواترہ مشہورہ اور (علماءِ فن کے ہاں) مقبولہ ہے، نسل در نسل لوگوں نے ان کو نقل کیا اور یہ قراءات مصحف عثمانی کے موافق ہیں۔'' [فتح الغفار از ابن نجیم: ۱/۸۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاضی عبد الجبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لوگوں کو مصحف عثمانی پر جمع کیا اور اُنہوں نے منزل من اللہ متواتر قراءات میں سے کچھ بھی ہم تک پہنچنے سے نہیں روکا۔ قراءات متنوعہ ثبوت کے اعتبار سے متواتر ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور صحیح ترین قراءات کا علم حاصل کرنا ہم پر واجب ہے۔'' [المغنی از قاضی عبد الجبار:۵۹]

اَحمد الونشریشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم سب پر واجب ہے کہ منقول قراءات متواترہ پر ایمان لائیں، یہ بات دینی اور عقلی طور پر ناممکن ہے کہ ان میں تصحیف یا تحریف ہوتی ہو۔'' [المعیار المعرب:۸۷]

نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل اصول کا دعویٰ ہے کہ تمام قراءاتِ سبعہ، بلکہ عشرہ متواترہ ہیں۔'' [حصول المامون از صدیق حسن:۳۵]

سعودی عرب کے نامور عالم دین اور مفتی اَعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اپنے متعدد فتاویٰ میں قراءات کو ثابت کیا ہے۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة:۴/۱۰،۴/۱۳،۶/۳۹۴]

محدث العصر علامہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'دوام حدیث' میں قراءات کو ثابت کیا ہے اور ان پر گفتگو کی ہے۔ [دوام حدیث:۱/۱۱۳تا۱۱۹]

پاکستان کے معروف عالم دین محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مضمون 'قرآن مجید اور فن تجوید' میں قراءات پر گفتگو کی ہے۔ جو اِثبات قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی واضح دلیل ہے۔

[ہفت روزہ الحدیث، قرآن مجید اور فن تجوید:ص۷تا۱۳، شارہ نمبر ۴۵، جلد نمبر ۳۷۔ ۲۴ نومبر ۲۰۰۶ء]

پاکستان کے معروف عالم دین علامہ اِحسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے بھی اپنے ایک مضمون 'فن قراءات اور اس کی ضرورت' میں قراءات کو ثابت کیا ہے۔

[ماہنامہ والضحیٰ، 'فن قراءات اور اس کی ضرورت'، ص۴۴، جلد نمبر ۱۴۔ ستمبر اکتوبر ۲۰۰۴ء، شمارہ نمبر ۹،۱۰]

امام البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'صفة صلاة النبی ﷺ' کے صفحہ ۹۰ پر مَالِكِ کی قراءات بیان کی ہیں جو اِثبات قراءات کے حوالے سے ان کے مؤقف کی دلیل ہے۔ [صفة صلاة النبی:۹۰]

علامہ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں قراءات کو نقل کیا ہے۔

[تفسیر سعدی:۱/۶۵، المائدة:۶]

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مضمون میں قراءات کے اِثبات کی طرف اِشارہ کیا ہے۔

[ماہنامہ المعارف لاہور، جلد نمبر ۸۔ اگست و ستمبر ۱۹۷۵ء، صفحہ ۱۷تا۱۹]

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر 'معارف القرآن' کے مقدمہ میں قراءات کے حوالے سے گفتگو کی ہے:

''میں نے اپنی اس تفسیر میں قراءات کی مختلف وجوہ کو بھی بیان کیا ہے۔'' [مقدمہ معارف القرآن:۱/۶۹]

جماعت اسلامی پاکستان کے بانی و سابق اَمیر مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ بھی ایک سوال کے جواب میں اختلاف قراءات کی بھرپور توثیق کی ہے۔ اور ان کا یہ فتویٰ ترجمان القرآن میں چھپ چکا ہے۔

[ترجمان القرآن: جون ۱۹۵۹ء]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءاتِ متواترہ پر اِجماعِ اُمت

مذکورہ اَقوال میں سے بعض 'قراءاتِ متواترہ پر اِجماعِ اُمت' اور 'منکرِ قراءات کے حکم' سے متعلقہ ہیں فائدے کی غرض سے ان اَقوال کو مکرر ایک جگہ اکٹھا بیان کیا جاتا ہے مثلاً:

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پوری ملت اِسلامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ جو قراءات ان ائمہ نے روایت کی ہیں یا انہیں کتابوں میں جمع کیا گیا ہے، تمام قابل اِعتماد ہیں اور ان کے صحیح ہونے پر ہر زمانہ میں اجماع چلتا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا جو ذمہ اٹھایا تھا وہ پورا ہوا، تمام محققین، فضلاء اور ائمہ سلف مثلاً قاضی ابوبکر بن ابوالطیب رحمہ اللہ اور امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہما اس بات کے حامل ہیں۔'' [الجامع لاحکام القرآن: ۱/۴۷]

اِمام زرکشی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

''یقیناً قراءات توقیفی ہیں اختیاری نہیں، یعنی قراء نے اپنی طرف سے گھڑی نہیں ہیں۔ قراءِ سبعہ کی قراءات کی صحت پر، نیز اس بات پر کہ قراءات سنت متبوعہ ہیں، جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں، اِجماع اُمت منعقد ہو چکا ہے، قراءات سنت ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور غیر مقبول وجوہ کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔''

[البرهان في علوم القرآن للزركشي: ۱/۳۲۱]

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متواتر کا اِنکار صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ قراءات کا تواتر اَیسے حتمی اُمور میں سے ہے، جن کا جاننا واجب ہے۔'' [الفقه الأكبر: ۱۶۷، مجموع فتاویٰ: ۱۳/۳۹۴]

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''علماء کا اس بات پر اِجماع ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ حق اور ثابت شدہ ہے۔ اگر کوئی شخص ان قراءاتِ متواترہ میں سے کوئی حرف زیادہ یا کم کرتا ہے یا کسی حرف کو کسی دوسرے حرف سے بدل کر پڑھتا ہے، حالانکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہو کہ وہ قرآن ہے، لیکن پھر بھی وہ شخص عمداً اس کی مخالفت کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔'' [مراتب الاجماع: ۱۸۴]

امام ابن مجاہد رحمہ اللہ (متوفی: ۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

''وہ قراءات جو آج کل مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام میں رائج ہیں۔ یہ وہ قراءات ہیں جو انہوں نے پہلوں سے حاصل کی ہیں۔ انہی قراءات کی اِشاعت کے لیے ہر شہر میں ایسے لوگ کھڑے ہوئے جنہوں نے تابعین سے وہ قراءات حاصل کیں جن پر تمام کا اِجماع ہے۔'' [الاعلام: ۱/۲۶۱، کتاب السبعہ: ۴۹، ۵۲]

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ پر متعدد اَعصار و اَمصار گذر چکے ہیں۔ ان کی نمازوں میں تلاوت کی جاتی تھی کیونکہ یہ اجماع سے ثابت ہیں۔'' [ابحاث قراءات القرآن الکریم: ۲۵، المحرر الوجیز لابن عطیہ: ۱/۹]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس دور میں ان معروف ائمہ قراءات سے صحیح ثابت قراءات پر مسلمانوں کا اِجماع ہو چکا ہے۔ ان ائمہ کرام نے علم قراءات پر متعدد کتب لکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ قاضی ابوبکر الطیب رحمہ اللہ اور امام طبری رحمہ اللہ جیسے ائمہ متقدمین اور فضلا محققین کا اس قول پر اتفاق ہے۔'' [المحرر الوجیز: ۱/۴۹]

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’’مسلمانوں کا اس اَمر پر اجماع ہے کہ جس شخص نے قرآن مجید سے قصداً ایک حرف ناقص کیا یا ایک حرف دوسرے حرف سے بدلا یا اِجماع اُمت سے ثابت ہونے والے مصحف پر ایک حرف کی زیادتی کی تو وہ کافر ہے۔‘‘
[الشفاء في التعریف بحقوق المصطفیٰ:۲/۲۶۴۔۲۶۴]

ابن خالویہ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:
’’تمام لوگوں کا اس اَمر پر اِجماع ہے کہ جب کوئی لغت قرآن مجید میں آجاتی ہے تو وہ غیر قرآن سے زیادہ فصیح ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہے۔‘‘[کتاب الحجة لابن خالویه:۶۱]

علامہ ابن عبدالشکور مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:
’’اَسانید قراءات بالا جماع صحیح ہیں اور علماء بلکہ اُمت کے ہاں انہیں تلقی بالقبول حاصل ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگر ان اَسانید کے معارض کوئی سند آجائے تو وہ ناقابل التفات ہے۔ قراءِ عشرہ کی اَسانید صحیح ترین ہونے کے ساتھ ساتھ اُنہیں اُمت کی طرف سے شرف قبولیت بھی حاصل ہے۔‘‘[فواتح الرحموت:۲/۱]

علامہ سعدی ابوحبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
’’جس شخص نے قراءات مرویہ متواترہ محفوظہ کے علاوہ قرآن میں ایک حرف زیادہ یا کم کیا یا ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا، حالانکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہو کہ وہ قرآن ہے، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔‘‘
[موسوعة الإجماع في الفقه الاسلامي:۳/۹۰۴]

مزید فرماتے ہیں:
’’اہل اسلام میں سے دو بندوں کا بھی اِختلاف نہیں ہے کہ یہ قراءتیں صحیح وحق ہیں، سب کی سب قطعی ویقینی ہیں، اُمت مسلمہ کی نقل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچی ہوئی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیان کی ہیں۔‘‘[موسوعة الاجماع في الفقه الاسلامي:۳/۹۰۵]

دکتور سامی عبدالفتاح ہلال فرماتے ہیں:
’’صدرِ اوّل سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا اس بات پر اِجماع ہے کہ جب تک کوئی قراءت نقل تواتر سے ثابت نہیں ہوجاتی اس وقت تک نہ تو اسے مصحف میں لکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی بطور قرآن اس کی تلاوت کرنا جائز ہے۔‘‘
[محاضرات في القراءات الشاذة:۳/۴]

منکر قراءات کی تکفیر

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
’’متواتر کا اِنکار صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس پر اُمت کا اِجماع ہے۔ قراءات کا تواتر ایسے حتمی اُمور میں سے ہے، جن کا جاننا واجب ہے۔‘‘[الفقه الأكبر:۱۶۷، مجموع فتاویٰ:۱۳/۳۹۳]

نیز فرماتے ہیں:
’’جس نے کتاب اللہ کی کسی آیت کا اِنکار کیا، اس میں عیب نکالا یا قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کیا یا اس نے یہ گمان کیا کہ وہ قرآن نہیں ہے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اس نے ایسی شے کا انکار کیا جس پر اجماع ہو چکا ہے۔‘‘[الفقه الأكبر:۱۶۷]

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:
’’علماء کا اس بات پر اِجماع کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ حق اور ثابت شدہ ہے۔ اگر کوئی شخص ان قراءات متواترہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں سے کوئی حرف زیادہ یا کم کرتا ہے یا کسی حرف کو کسی دوسرے حرف سے بدل کر پڑھتا ہے، حالانکہ اس پر حجت قائم ہوچکی ہو کہ وہ قرآن ہے، لیکن پھر بھی وہ شخص عمداً اس کی مخالفت کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔'' [مراتب الاجماع:۱۸۴]

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ جس شخص نے قرآن مجید سے قصداً ایک حرف ناقص کیا یا ایک حرف دوسرے حرف سے بدلا یا اجماع امت سے ثابت ہونے والے مصحف پر ایک حرف کی زیادتی کی تو وہ کافر ہے۔''

[الشفاء في التعريف بحقوق المصطفىٰ:۲/۲۶۴۔۲۴۷]

علامہ سعدی ابوحبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے قراءات مرویہ متواترہ محفوظہ کے علاوہ قرآن میں ایک حرف زیادہ یا کم کیا یا ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا، حالانکہ اس پر حجت قائم ہوچکی ہو کہ وہ قرآن ہے، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔''

[موسوعة الإجماع في الفقه الاسلامي:۳/۹۰۳]

ابومحمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جن قراءات میں صحت سند، موافقت عربیت اور موافقت رسم، یہ تینوں شرائط پائی جائیں گی اس کے نزول من اللہ کی قطعی تصدیق کی جائے گی اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔'' [النشر الكبير:۱/۱۴]

امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے منزل من اللہ حروف سبعہ کا اِنکار کرنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے۔'' [المرشد الوجیز:۱۴۹]

حسن ضیاء الدین عتر فرماتے ہیں:

''چونکہ سبعہ اَحرف پر اِنزال قرآن کی اَحادیث متواتر ہیں، اس بناء پر تواتر کے علم کے باوجود سرے سے سبعہ اَحرف ہی کا اِنکار کردینا بلاشبہ کفر ہے۔'' [الأحرف السبعة و منزلة القراءات منها:۱۰۱]

قارئین رابطہ کرسکتے ہیں

ماہنامہ رشد قراءات نمبرز کی اشاعت کی وجہ سے پورے ملک میں الحمدللہ علم قراءت کے حوالے سے علمی فضاء پائی جارہی ہے، عوام الناس کی مباحث قراءت سمجھنے کی جستجو بڑھ رہی ہے۔ اس ضمن میں مختلف سوالات واشکالات کا ذہن میں اٹھنا فطری امر ہے۔ چنانچہ ان سوالات کے حل کے لیے ذیل میں مختلف نمبرز دیئے جارہے ہیں، قارئین کسی بھی نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

حافظ انس نضر مدنی۔ 0321-8420106 حافظ فہد اللہ مراد۔ 0321-4893486

قاری مصطفیٰ راسخ۔ 0346-4422005 [ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کاوش وترتیب: مولانا محمد اصغر☆

حجّیت قراء ات ......ضمیمہ فتاویٰ جات

قراءات نمبر دوم میں ادارۂ رُشد نے پاکستان کے جمیع مکاتبِ فکر (اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ حضرات) کی حجیتِ قراءات کے سلسلہ میں اتفاقی رائے یوں پیش کی تھی کہ ۱۰۰ مفتیان کے مختصر اور تقریباً ۴۰ کبار شخصیات کے تفصیلی فتاویٰ پیش کیے تھے۔ اس سلسلہ میں تا حال جو مختصر یا تفصیلی فتاویٰ جات مزید موصول ہوئے انہیں بھی قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

واضح رہے کہ فتاویٰ جات کے ضمن میں ہم نے خاص طور پر دار العلوم دیوبند، ہندوستان کے فتویٰ کو بھی حاصل کیا ہے، جس کا پس منظر یہ ہے کہ ادارۂ رُشد نے تو جمیع مکاتبِ فکر سے فتویٰ حاصل کر کے اُمت کے اتفاقی موقف کو سامنے لانے کی سعی کی لیکن کراچی میں 'منکرین حدیث' کے ایک گروہ نے قراءات نمبر اول ودوم کی تحقیقی وعلمی اشاعتوں سے گھبرا کر عوام الناس کو دیوبندی، اہلحدیث فرقہ واریت میں مبتلا کر کے گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی اور صلیبی طریقہ واردات یوں اپنایا کہ 'ادارۂ رشد' کو انتہاء پسند اہلحدیث اور خود کو دیوبندی مکتبہ فکر ظاہر کرتے ہوئے اجماعی مسئلہ کو حنفی اہلحدیث اختلاف کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ پر 'انکارِ قراءات' کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ وہ بھی ان کے مؤقف کے قائل تھے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ معاملہ کی وضاحت کیلئے دار العلوم دیوبند، ہندوستان اور دار العلوم، کراچی کے حجیتِ قراءات پر فتاویٰ جات نذرِ قارئین کریں کیونکہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور دیوبندی مکتبہ فکر کی ترجمانی یہ ادارے بجا طور پر کر سکتے ہیں۔ [ادارہ]

سوال: کیا مروّجہ قراءات قرآنیہ کا قرآن وسنت میں کوئی ثبوت موجود ہے؟ ثبوت کی صورت میں اس کے انکاری کے متعلق علمائے اُمت کی کیا رائے ہے؟

جواب: قراءات عشرہ دس ائمہ کی ان مرویات کا نام ہے جو قرآن مجید اور اس کی متنوع 'قراءات' کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ سے اُمت کو منتقل ہوئیں۔ موجودہ قراءات عشرہ صحیح احادیث میں وارد سبعة أحرف کا حاصل ہیں اور ان کی نسبت ائمہ عشرہ کی طرف ٹھیک اُسی طرح ہے جس طرح محدثین کرام کی مرویات ان کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ تمام متواتر قراءتوں کے الفاظ بالکل قطعیت کے ساتھ ثابت ہیں، جیسا کہ ان کی حجیت کو کتب اَحادیث میں محدثین کرامؒ نے مستقل ابواب قائم کر کے ثابت کیا ہے، مثلاً امام ترمذی نے 'کتاب القراء ات' اور امام ابوداؤد نے 'کتاب الحروف والقراء ات' کے نام سے اپنے مجموعہ ہائے اَحادیث میں باقاعدہ کتابیں قائم کی ہیں۔

سبعہ احرف کی مزید وضاحت کچھ یوں ہے کہ قرآن مجید میں متعدد اَسالیب تلاوت کے ضمن میں صحیح اور متواتر

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روایت «أنزل القرآن علی سبعة أحرف» [صحیح بخاری:۴۹۹۲،۵۰۴۱، صحیح مسلم:۱۸۹۶، ۱۸۹۷] اس بات پر بلاشبہ دلالت کرتی ہے کہ دین میں قرآن مجید کو متنوع انداز میں پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ اختلاف قراءات یا بالفاظ دیگر قرآن مجید کو مختلف لہجات میں پڑھنا ہر حال میں ثابت ہے اس کے بارے میں ''لا إله الا الله'' پڑھنے والے کسی بھی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''القراءات السبع التی اقتصر علیها الشاطبی والثلاث التی هی قراء ة أبی جعفر وقراء ة یعقوب و قراء ة خلف ، متواترة معلومة من الدین بالضرورة و کل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدین بالضرورة انه منزل علی رسول الله ﷺ لا یکابر فی شیء من ذلك إلا جاهل ولیس تواتر شيء من ذلك مقصورا علی من قرأ بالروایات بل هی متواترة عند کل مسلم یقول:أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، ولو کان مع ذلك عامیا جلفا لا یحفظ من القرآن حرفاً وحظ کل مسلم وحقه أن یدین الله تعالیٰ وتجزم نفسه بأن ما ذکرنا متواتر معلوم بالیقین لا تتطرق الظنون ولا الارتیاب إلی شيء منه والله تعالیٰ أعلم . [اتحاف فضلاء البشر للدمیاطی:۹/۱]

''وہ سات قراءات جن پر شاطبیؒ نے انحصار کیا ہے اور وہ تین قراءات جو ابوجعفر، یعقوب، اور خلف سے منسوب ہیں، سب کی سب متواترہ ہیں اور دین سے بالضرورۃ ثابت و معلوم ہیں۔ حتیٰ کہ ہر وہ حرف، جس کے ساتھ قراء عشرہ میں سے کوئی قاری منفرد ہو، وہ بھی بالضرورۃ دین سے معلوم ہے اور رسول اللہ پر نازل شدہ ہے۔ مذکورہ نقطہ نظر سے انحراف کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے۔ ان قراءات وروایات کا تواتر صرف ماہرین علم قراءات کی حد تک معلوم و ثابت نہیں، بلکہ ہر اس مسلمان کے نزدیک قراءات عشرہ متواترہ ہیں جو أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله کا قائل ہے، اگر چہ وہ ایسا عامی ہی کیوں نہ ہو جس نے قرآن کریم میں سے ایک حرف بھی حفظ نہ کیا ہو۔ لہٰذا ہر مسلمان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور جو کچھ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے اس پر یقین رکھے کہ وہ متواتر ہے اور اس یقین کے ساتھ عقیدہ رکھے کہ ان (قراءاتِ عشرہ) میں شکوک وشبہات پیدا نہیں ہو سکتے۔''

نواب صدیق حسن خاں بہادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وقد ادعی أهل الأصول تواتر کل واحدة من القراء ات السبع بل العشر''

[حصول المأمول:ص۳۵]

''اصولیوں نے قراءت سبعہ بلکہ عشرہ میں سے ہر قراءت کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔''

امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''وقد انعقد الإجماع علی حجیة قراء ات القراء العشرة وأن هذه القراء ات سنة متبعة لا مجال للاجتهاد فیها...... وقال...... القراء ات توقیفیة ولیست اختیاریة خلافاً لجماعة'' [البرهان فی علوم القرآن:۳۲۱/۱،۳۲۲]

''قراء عشرہ کی قراءت کی حجیت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، یہ قراءات، سنت متبعہ (یعنی توقیفی) ہیں اور ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے...... اور فرماتے ہیں:...... ایک جماعت کی رائے کے برعکس یہ قراءات اختیاری نہیں بلکہ توقیفی ہیں۔''

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حد الکتاب ما نقل إلینا بین دفتي المصحف علی الأحرف السبعة المشهورة نقلاً متواترا''

[المستصفیٰ:۱۰۱]

''قرآن مجید وہ ہے جو مشہور احرف سبعہ پر نقل متواتر کے ساتھ دو گتوں کے درمیان ہم تک نقل کیا گیا ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' لم ینکر أحد من العلماء قراء ات العشرة''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[مجموع الفتاوی:۳۹۴/۱۳]

''اہل علم میں سے کسی ایک نے بھی قراءات عشرہ کا انکار نہیں کیا۔''

ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"فالمتواتر لا يجوز انكاره لأن الأمة الإسلامية قد أجمعت عليه۔ وتواتر القراء ات من الأمور الضرورية التي يجب العلم بها" [شرح الفقه الأكبر:ص۱۶۷]

''متواتر کا انکار کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے اور تواتر قراءات امورِ ضروریہ میں سے ہے جس کا علم ہونا واجب ہے۔''

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" إن أصحاب القراء ات من أهل الحجاز والشام والعراق كل منهم عزا قراء ته التي اختارها إلى رجل من الصحابة قرأها على رسول الله ﷺ لم يستثنِ من جملة القرآن شيئاً"

[الإعلام:۲/۲۷۴۳]

''حجازی، شامی اور عراقی اصحابِ قراءات میں سے ہر قاری نے اپنی اختیار کردہ قراءت کو کسی نہ کسی صحابی رسول کی طرف منسوب کیا ہے۔ جنہوں نے قرآن میں سے کوئی چیز چھوڑے بغیر یہ قراءات نبی اکرمؐ کو سنائی۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وقد أجمع المسلمون في هذه الأعصار على الاعتماد على ماصح عن هولاء الأئمة مما رووه ورأوه من القراء ات وكتبوا في ذلك مصنفات فاستمر الإجماع على الصواب وحصل ما وعد الله به من حفظ الكتاب وعلى هذا الأئمة المتقدمون والفضلاء المحققون كالقاضي أبي بكر بن الطيب والطبري وغيرهما"

[تفسير القرطبي:۱/۴۶]

''اس دور میں ان معروف ائمہ قراءات سے صحیح ثابت قراءات پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔ ان ائمہ کرام نے علم قراءات پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا ہوگیا ہے۔ قاضی ابوبکر ابن الطیب اور امام طبری جیسے ائمہ متقدمین اور فضلاء محققین کا اس قول پر اتفاق ہے۔''

ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ومضت الأعصار والأمصار على قراء ة السبعة وبها يصلى لأنها تثبت بالإجماع" [المحرر الوجيز:۱/۴۹]

''قراءات سبعہ پر متعدد ادوار گزر چکے ہیں اور یہ نمازوں میں پڑھی جا رہی ہیں، کیونکہ اجماع امت سے ثابت ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"سبب تنوع القراء ات فيما احتمله خط المصحف هو تجويز الشارع ونسويغه ذلك لهم إذ مرجع ذلك إلى السنة والاتباع لا إلى الرأى والابتداع"

[مجموع فتاوى:۱۳/۴۰۲]

''خطِ مصحف میں مختلف قراءات کا احتمال شارع کی طرف سے ہے، کیونکہ اس کا مرجع سنت واتباع ہے۔ اجتہاد ورائے نہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«أنزل القرآن على سبعة أحرف ، المراء في القرآن كفر ......» [مسنداحمد:۳۰۰، صحيح ابن حبان:۷۳، تفسيرابن كثير:۲/۱۰۴، فضائل القرآن:۶۳]

''قرآن مجید سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے، قرآن مجید کے بارے جھگڑنا کفر ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ "أن من كفر بحرف منه فقد كفر به كله"

[تفسير الطبري:۱/۵۴، الابحاث في القراء ات:ص۱۸، نكت الانتصار للباقلاني:ص۳۶۴]

''جس شخص نے قرآن مجید کے ایک حرف کا انکار کیا، یقیناً اس نے پورے قرآن کا انکار کیا۔''

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"واتفقوا أن كل ما في القرآن حق وأن من زاد فيه حرفاً ما غير القراء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ات المروية المحفوظة المنقولة نقل الكافة أو نقص منه حرفاً أو غير منه حرفاً مكان حرف و قد قامت عليه الحجة أنه من القرآن فتمادى متعمدا لكل ذلك عالماً بأنه بخلاف ما فعل ، فانه كافر“ [مراتب الاجماع:ص۱۷۴]

”اور تمام اہل علم کا اتفاق ہے اس بات پر کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ حق ہے اور اس بات پر کہ ان قراءات کے علاوہ جو (مروی) محفوظ (ہیں اور) تواتر کے ساتھ منقول ہیں، جو کوئی اس (قرآن) میں (اپنی طرف سے) کسی ایک حرف کا بھی اضافہ یا کمی کرے یا کسی ایسے حرف کو دوسرے حرف سے تبدیل کر دے جس کا قرآن سے ہونا دلیل (قطعی ضروری) سے ثابت ہو اور وہ تعنت کی بنا پر عمداً ان (زیادتی، کمی یا تبدیلی) میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے یہ جانتے ہوئے کہ حقیقت اس کے خلاف ہے جو کچھ یہ (کمی، زیادتی یا تبدیلی) کر رہا ہے تو وہ کافر ہے۔“

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”أن الإجماع منعقد على أن من زاد حركة أو حرفاً في القرآن أو نقص من تلقاء نفسه مصرا على ذلك يكفر“ [منجد المقرئين:ص۷۹،۲۴۴]

”اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے قرآن کریم میں کسی حرکت یا حرف کا اضافہ کرے یا کمی کرے (تنبیہ کیے جانے اور تواتر تسلیم ہو جانے کے باوجود) اس (کمی یا زیادتی) پر مصر ہو تو وہ کافر ہے۔“

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءات قرآنیہ یا بالفاظ دیگر قرآن مجید کو پڑھنے کے مختلف اسالیب قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور ان پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان سب کا یا کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ بالاجماع گمراہ اور سبیل المؤمنین سے ہٹا ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حافظ عبدالرحمٰن مدنی	(رئیس دار الافتاء)
حافظ ثناء اللہ مدنی	(شیخ الحدیث، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
مولانا محمد رمضان سلفی	(نائب شیخ الحدیث جامعہ)
مولانا محمد شفیق مدنی	(رکن دار الافتاء)

درج ذیل مفتیان کرام نے مذکورہ فتویٰ کی تائید میں فتاویٰ ارسال فرمائے:

دار الافتاء دار العلوم دیو بند۔ انڈیا

مولانا مفتی حبیب الرحمٰن	(مفتی دار العلوم دیو بند)
مولانا مفتی نصر الاسلام قاسمی	(نائب مفتی دار العلوم دیو بند)
مولانا وقار علی	(معاون مفتی)
مولانا فخر الاسلام	(معاون مفتی)

دار الافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ، گلبرگ۔ لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مفتی لیاقت علی (مفتی جامعہ غوثیہ رضویہ)

<u>دار الافتاء، جامعہ فریدیہ۔ ساہیوال</u>

مولانا مظہر فرید شاہ (نائب مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال)

<u>دار الافتاء، محمدیہ الغوثیہ، بھیرہ۔ ضلع سرگودھا</u>

مولانا مفتی شیر محمد خان (مفتی وشیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ غوثیہ)

<u>دار الافتاء، جامعہ ادارۃ الفرقان، لنڈوالی مسجد، بندر روڈ۔ سکھر</u>

مولانا مفتی عبد الباری (مفتی دار الافتاء جامعہ ادارۃ الفرقان)

مولانا مفتی عبد المالک

مولانا مفتی عبد اللہ یوسفی

<u>دار الافتاء، جامعہ غوثیہ رضویہ انوار باہو رسو صدت کالونی ہمدردی روڈ۔ کوئٹہ</u>

مولانا مفتی غلام محمد قادری قاسمی (مہتمم ومفتی جامعہ غوثیہ رضویہ)

<u>دار الافتاء، جامعہ الشہید عارف الحسینی المعارف الاسلامیہ۔ فیصل کالونی۔ پشاور</u>

مولانا سید محمد جواد ہادی

<u>دار الافتاء، جامعہ فیض العلوم نقشبندیہ آودریہ غریب آباد سبی۔ بلوچستان</u>

علامہ مفتی فتح محمد نقشبندی (مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ ہذا)

<u>دار الافتاء، جامعہ اسلامیہ خیر المعاد۔ ملتان</u>

مولانا محمد شفیع مظہر الحامدی (مہتمم دار الافتاء جامعہ اسلامیہ خیر المعاد)

<u>معزز مفتیان کے تفصیلی فتاویٰ جات</u>

جواب: الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على أشرف المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين و بعد!

فطری حقیقت ہے کہ ہر زبان کے بولنے والے انداز بیان اور لہجات میں مختلف ہوتے ہیں ایک ہی لغت بولنے والے متعدد قبائل میں درج ذیل امور کا اختلاف نا قابل انکار حقیقت ہے۔

① ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا۔ ② ایک مسمی کے متعدد اسماء۔

③ حرکات کا اختلاف۔ چنانچہ ایک قبیلہ کسرہ پڑھتا ہے تو دوسرا فتحہ یا ضمہ۔

ان وجوہ اختلاف کا مشاہدہ برصغیر کی زبانوں میں بھی کیا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن حکیم جزیرۃ العرب کے متمدن مراکز کے اَنداز بیان میں اُترا جبکہ گردونواح میں کئی قبائل آباد تھے۔ جن کے بولنے کے مذکورہ بالا اَنداز تھے۔ جب رسول اللہﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو قبائل عرب سے وفود کی آمد ہونے لگی جن کے لیے متمدن مراکز کی زبان غیر معتاد تھی اور ان کے لیے صحیح تلفظ ممکن نہ تھا، مثلاً قبیلہ ہذیل کا حاء کو عین پڑھتے ہوئے 'حتی حین' کو 'عتی عین' پڑھنا، اور قبیلہ حمیر کا لام تعریف کو میم سے بدلتے ہوئے 'الحمد' کو 'امحمد' پڑھنا، 'الصیام' کو 'امصیام' پڑھنا، تو ایسے لوگوں کو اپنے اپنے اَنداز میں تلاوت کی اِجازت دی گئی البتہ وہ جب درست تلفظ کے عادی ہوگئے تو یہ اجازت منسوخ ہوگئی اور جو کلمات قرآنی فصاحت و بلاغت کے معیار پر اترتے تھے اور ان کے ساتھ تفسیری ولغوی فوائد وابستہ تھے ان کو باقی رکھا گیا۔ تقدیم وتاخیر، حروف کی کمی وبیشی، اَنداز بیان کا تنوع دیگر زبانوں کی طرح عربی میں بھی تھا ان کا سماع جب رسول اللہﷺ سے مرفوعاً یا موقوفاً ، قولاً یا سکوتاً و تحسیناً ہوا تو وہ قرآنی اصطلاح میں قراءات کہلانے لگیں اور یہ وجوہ تغیر نقل در نقل اُمت میں چلے آرہے ہیں اس طرح قراءات کا سلسلہ سماعی ہے اَداء اور تلاوت میں قیاس کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ منصوص ہیں۔ اس پر درج ذیل دلائل بڑے واضح ہیں:

① نبیﷺ کا بار بار جبریل امین علیہ السلام سے اُمت کی تخفیف کی بابت سوال کرنا۔

② حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان سورۃ فرقان میں اختلاف قراءت ہونا اور حضورﷺ کا دونوں کی تحسین کرنا۔

③ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اپنے دو احباب کے ساتھ سورۃ نحل کی وجوہ قراءت میں اختلاف ہونا اور رسول اللہﷺ کا دونوں کا تصدیق کرنا۔

④ رسم قرآنی کا عام عربی رسم الخط سے مختلف لکھنا جیسے دَحیٰ مشتق ہے دَحو سے اور جب کوئی کلمہ معتل الآخر واوی ہو تو اس کو الف سے بدلا جاتا ہے نہ کہ یاء سے جیسے دعو سے دعا۔ لیکن رسم قرآنی میں دحا کی بجائے وحیٰ۔ بالیاء لکھا گیا ہے اور یہ کام صف اوّل کی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے۔ قراءت کی بھی رعایت پیش نظر تھی۔ پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس رسم الخط پر اجماع بھی ہے اور اُمت میں اس کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ جو از خود حجت ہیں۔

⑤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ حکمت عملی کہ جہاں رسم الخط میں قراءات مسموعہ کی گنجائش تھی، ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نہج پر ہی لکھنا لیکن تقریباً ۱۴ مقامات میں رسم الخط کی یکسانیت میں متعدد قراءات کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے مختلف مصاحف میں الگ رسم الخط میں لکھنا۔ جیسا کہ مصحف مدنی اور شامی میں سارعو [آل عمران] بغیر واوَ کے اور دیگر مصاحف میں و سارعوا واوَ کے ساتھ لکھنا اور ان مصاحف پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

⑥ اُمت میں قراءات کی نسبت جن مشہور قراءِ عشرہ کی طرف ہے وہ تمام کے تمام بالواسطہ یا بلا واسطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فیض یافتہ ہیں۔ جن صحابہ رضی اللہ عنہم پر رسول اللہﷺ نے یوں فرما کر اعتماد ہی نہیں کیا کہ ما أنا علیہ وأصحابی بلکہ اُمت کو بھی ان کی اتباع کی تلقین کردی۔ یہ وہ حقائق ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءات کا تعلق سماع سے ہے۔ محض لغت سے اَز خود کوئی وجہ نکال کر اس کو قراءات قرار دینا قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ان کے ذاتی مصاحف تھے جن میں موجود قراءات کو نظر اَنداز کر دیا گیا تو یہ سوال لاعلمی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پر مبنی ہے، دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو حضرات لکھنا جانتے تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں قرآنی متن اور تفسیر دونوں سنتے اور لکھتے تھے اس کے بعد دور دراز اسفار میں چلے جاتے تھے۔ اس طرح وہ مصاحف متن کے اعتبار سے بھی مکمل نہ تھے اور دوسرا یہ کہ ان میں اضافات تفسیریہ بھی تھے جو کسی طور اصطلاح قراءات قرار نہیں دیئے جا سکے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب متن قرآنی کو یکجا کرنے کا فیصلہ کیا تو ظاہر ہے کہ اضافات تفسیریہ کے لیے اس میں گنجائش نہیں تھی۔ لہٰذا رسم الخط ایسا اختیار کیا کہ قراءات مسموعہ کی وجوہات پر محیط ہو سکے اور تقریباً ۱۴ر مقامات میں ایک رسم الخط کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مصاحف پر تقسیم کر دیا اور شخصی مصاحف کو جلا دیا کہ اُمت کے اندر اختلاف کا باعث تھے۔ اس کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ ایک ماہر قاری بھی بھیجا جو لوگوں کو درست انداز میں پڑھا سکے اور محض لغت سے وجوہ قراءات نکالنے کا سدباب ہو سکے۔ اس پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اگلے دور میں انہیں قراءات مسموعہ کو مدوّن کیا گیا اور درس و تدریس نیز تالیف کے ذریعہ اخلاف تک منتقل کیا گیا۔ جن میں تفسیری فوائد کے علاوہ لغوی ،نحوی اور اشتقاقات کے حوالے سے بھی اِستنباط کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اجماعی مسئلے سے اِنحراف کرنا نہ یہ کہ کتاب اللہ کو مشکوک بنانے والی بات ہے بلکہ دین اسلام کی اَساس کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔ اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ .

پروفیسر تاج الدین الازہری
شعبہ تفسیر و علوم قرآن
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مختلف قراءاتِ قرآنیہ کا ثبوت موجود ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

”حدثنا سعيد بن عفير قال: حدثني الليث قال حدثني عقيل عن ابن شهاب، قال حدثني عروة بن الزبير أن المسور بن مخرمة و عبدالرحمن بن عبدالقاری حدثاه أنهما سمعا عمر ابن الخطاب يقول: سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول اللهﷺ فاستمعت لقراءته فإذا هو على حروف كثيرة لم يقرءنيها رسول اللهﷺ فكدت أساوره في الصلاة، فتصبرت حتى سلم، فلببته برداءه فقلت: من أقرأك هذه السورة التي سمعتك تقرأ؟ قال: أقرأنيها رسول اللهﷺ فقلت: كذبت، فإن رسول اللهﷺ قد أقرأنيها على غير ما قرأت، فانطلقت به أقوده إلى رسول اللهﷺ فقلت: إني سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تقرءنيها. فقال رسول اللهﷺ: أرسله: اقرأ يا هشام! فقرأ عليه القراءة التي سمعته يقرأ. فقال رسول اللهﷺ: «كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ». ثم قال: «اِقْرَأْ يَا عُمَرُ!». فقرأت القراءة التي أقرانی، فقال رسول اللهﷺ: «كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ اَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ».

”حضرت سعید بن عفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ”مجھے حضرت لیث رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت عقیل بن شہاب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، اور وہ فرماتے ہیں: مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، کہ مسور بن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مخرمہ اورعبدالرحمٰن بن عبدالقاری دونوں نے حدیث بیان کی۔ ان دونوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کوسنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں سورت فرقان کی تلاوت کرتے تھے تو جب میں نے ان کی قراءت سنی تو بہت سے ایسے حروف سنے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نہیں پڑھائے تھے تو قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیتا لیکن بمشکل ضبط کیا حتیٰ کہ اُنہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر سے ان کو گھسیٹا اور کہا یہ سورت جو میں نے آپ سے سنی کس نے آپ کو پڑھائی؟ انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تو نے جھوٹ کہا۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کے علاوہ تعلیم دی۔ پس میں ان کو ہانکتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی طرف لے کر چلا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ بے شک میں نے سورۃ فرقان کو ایسے حروف کے ساتھ سنا ہے جو آپ نے ہمیں نہیں پڑھایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔ اے ہشام! تم پڑھو تو اس نے وہ پڑھا جو میں نے سنا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اس طرح اُتارا گیا ہے۔ پھر فرمایا اے عمر! تم پڑھو: تو میں نے وہ قراءۃ پڑھی جو آپ ﷺ نے ہمیں پڑھائی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اس طرح بھی نازل کیا گیا ہے۔ بے شک یہ قرآن سات حروف پر اُتارا گیا ہے جو تمہیں آسان معلوم ہو، پڑھو۔'' [عمدۃ القاری: ۲۰۵/۲۹:۴۹۹۲]

علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ عالی بخاری شریف کی احادیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سات حرفوں سے کیا مراد ہے، ابوحاتم محمد بن حبان البستی نے اس مسئلہ میں علماء کے ۳۵ ؍اقوال ذکر کیے ہیں۔''

ان میں پانچ ملخصاً ذکر کیے جاتے ہیں۔

① سات حرفوں سے مراد سات مختلف الفاظ سے متقارب معانی ہیں مثلاً اقبل، تعال اور ھلم ان سب کا معنی ہے آؤ اور اذھب، أسرع ان کا معنی ہے جاؤ۔

② ایک قوم نے یہ کہا کہ سات حرفوں سے مراد عرب کے سات لغات ہیں اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ایک لفظ کو سات لغات پر پڑھا جائے گا، بلکہ یہ سات لغات قرآن مجید میں متفرق ہیں، بعض آیات لغت قریش پر ہیں، بعض لغت ھُذیل پر، بعض لغت ہوازن پر اور بعض لغات یمن پر ہیں۔

③ ایک قوم نے یہ کہا کہ یہ سات لغات مضر میں ہیں، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قرآن لغت مضر پر نازل ہوا ہے اور انہوں نے یہ کہا کہ قریش، کنانہ، اسد، ھذیل، تمیم، ضبہ اور قیس یہ سب مضر کے قبائل ہیں اور یہ سات لغات انہی مراتب پر ہیں، البتہ مضر میں بعض شواذ بھی ہیں، کیونکہ قیس میں مؤنث کی ضمیر کی جگہ شین لاتے ہیں۔

④ سات حروف سے مراد سات قراءات ہیں، صاحب الدلائل اور قاضی ابن الطیب رحمہ اللہ نے کہا:

''ہم نے اختلاف قراءات میں تتبع کیا تو یہ سات ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر کلمہ اور ہر آیت میں سات قراءات جاری ہوتی ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کلمہ میں قراءات کی زیادہ سے زیادہ سات وجوہ ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض کلمات میں سات سے زیادہ وجوہات قراءات ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر اور غالب کلمات میں سات سے زیادہ قراءات نہیں ہیں۔''

⑤ سات حرفوں سے مراد قرآن مجید کے سات معانی ہیں اور وہ یہ ہیں:

''اَمر، نہی، وعد، وعید، قصص، مجادلہ اور اَمثال۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن عطیہ رحمہ اللہ نے کہا:
''یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ ان عنوانات کو حروف نہیں کہتے، نیز اس پر اجماع ہے کہ حلال، حرام اور کسی معنی کے تغیر میں وسعت کی گنجائش نہیں۔'' [تفسیر تبیان القرآن: ۱/۱۰۷]
علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں قراءاتِ سبعہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''پہلی قراءۃ میں فی نفسھا کمی اور زیادتی ہوتی ہے مثلاً 'نُنْشِزُهَا' اور 'نُنْشِرُهَا'، 'سَارِعُوْا' اور 'وَسَارِعُوْا' اور دوسری میں واحد اور جمع کے اعتبار سے فرق ہے۔ مثلاً 'کُتُبِهٖ' اور 'کِتٰبِهٖ' اور تیسری میں تذکیر اور تانیث کے اعتبار سے اختلاف ہے مثلاً 'یَکُنْ' اور 'تَکُنْ' میں اور چوتھی میں تصریفی اختلاف ہے جیسے مخفف اور مشدد میں مثلاً 'یَکْذِبُوْنَ' اور 'یُکَذِّبُوْنَ' فتح اور کسرہ کے اعتبار سے 'یَقْنِطُ' اور 'یَقْنُطُ' اور پانچویں قراءت اعرابی اختلاف ہے۔ 'ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيد' میں دال کے رفع اور اس کے مجرور ہونے کے اعتبار سے اور چھٹی اداۃ کا اختلاف ہے مثلاً 'وَلٰكِنِ الشَّيٰطِيْنُ' اور ''وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ' ون کے مشدد اور مخفف ہونے میں اور ساتویں قراءت لغت کے اعتبار سے تفخیم اور اِمالہ میں اختلاف ہے۔
مزید فرماتے ہیں:
''انہی سات قراءتوں میں حصر نہیں بلکہ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو پڑھنا جائز ہے اس میں اُمت کی آسانی ہے۔''
چنانچہ لکھتے ہیں:
"والحاصل أنه أجاز بأن يقرؤوا ماثبت عنه ﷺ بالتواتر بدليل قوله أنزل على سبعة أحرف والأظهر أن المراد بالسبعة التكثير لا التحديد."
''حاصل کلام یہ ہے کہ جو قراءت بھی رسول اللہ ﷺ سے بالدلیل تواتر کیساتھ ثابت ہے وہ جائز ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے: کہ قرآن سات اَحرف پر نازل کیا گیا ہے۔ اَظہر بات یہ ہے کہ سبعہ سے مراد کثرت ہے حصر نہیں۔''
مزید اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:
"قال ابن عبد البرّ والباقلاني و آخرون: هذا وكأنه عليه الصلاة والسلام كشف له أن القراءة المتواتر تستقر في أمته على سبع وهي الموجودة الآن المتفق على تواترها والجمهور على أن ما فوقها شاذ لا يحل القراءة به."
''ابن عبد البر، باقلانی اور دیگر نے کہا کہ یہ ایسا ہے گویا حضور ﷺ پر کشف ہوا کہ قراءت متواتر میری اُمت میں سات ہوں گی، جو کہ ابھی موجود ہیں اور جن کا متواتر ہونا متفق علیہ ہے۔ جمہور اس طرف گئے ہیں کہ جو اس سے زیادہ ہیں ان کے ساتھ قراءت قرآن حلال نہیں۔''
مزید تواتر کا معنی لکھتے ہیں کہ تواتر سے کیا مراد ہے:
"حديث نزول القرآن على سبعة أحرف ادعى أبوعبيدة تواتره لأنه ورد من رواية أحد وعشرين صحابياً ومراده التواتر اللفظي، وإما تواتره المعنوي فلا خلاف فيه."
[مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب فضائل القرآن باب اختلاف القراءت وجمع القرآن: ۵/۹۰، ۹۱]
''نزول القرآن على سبعة أحرف کے بارے میں ابوعبید نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے، کیونکہ یہ اکیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مروی ہے اور اس سے ان کی مراد تو اتر لفظی ہے جبکہ اس حدیث کے تواتر معنوی میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔''
یہاں تک تو بحث تھی سات حروف اور قراءات کے تواتر کی اور جہاں تک تعلق ہے ان میں سے کسی قراءات کے اِنکاری کا تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ قراءاتِ سبعہ میں سے اگر کوئی کسی ایک کا اِنکار کرتا ہے تو اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ قراءاتِ سبعہ ضروریات دین میں سے نہیں ہیں۔ الفتاویٰ الحدیثیة میں شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر رحمہ اللہ سے اس طرح کا سوال کیا گیا لہٰذا وہ سوال اور جواب دونوں نقل کیے جاتے ہیں:

"هل القراء ات ذات السبع متواتر مطلقاً او عندالقراء فقط، وهل إنكار تواترها كفر أم لا؟
فأجاب بقوله: هي متواتر عند القراء وغيرهم، واختار بعض أئمة متأخرين المالكية إنها متواترة عند القراء لا عموما، وإنكار تواترها صرح بعضهم بأنه كفر، واعترضه بعض أئمتهم، فقال: لا يخفى على من اتقى الله وفهم ما نقلناه عن الأئمة الثقات من اختلافهم في تواترها وطالع كلام القاضي عياض من أئمة الدين أنه قول غير صحيح، هذه مسألة البسملة اتفقوا على عدم التكفير بالخلاف في إثباتها ونفيها والخلاف في تواتر وجوه القرأة مثله أو أيسر منه، فكيف يصرح فيه بالتكفير، وبتسليم تواترها عموماً وخصوصاً ليس ذلك معلوماً من الدين بالضرورة، والاستحلال والتكفير إنما يكون بإنكار المجمع عليه المعلوم من الدين بالضرورة والإستدلال على الكفر بأن إنكار تواترها يؤدي إلى عدم تواتر القرآن جملة مردود." [الفتاویٰ الحدیثیة: ۳۱۹،۳۲۰]

''یہ سوال کہ: کیا قراءاتِ سبعہ مطلقاً متواتر ہیں یا فقط قراء کے نزدیک متواتر ہیں اور آیا ان کا اِنکار کفر ہے یا نہیں؟''
اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: یہ قراء کے اور بعض دیگر علماء کے نزدیک متواتر ہیں اور بعض متاخر ائمہ مالکیہ نے اس بات کو پسند کیا کہ یہ صرف قراء کے ہاں متواتر ہیں نہ کہ عموماً۔ اور اس تواتر کے منکر کے بارے میں بعض علماء نے کفر کی صراحت کی ہے، لیکن بعض ائمہ نے کفر کہنے پر اعتراض کیا اور فرمایا: یہ بات ایسے شخص پر پوشیدہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور ثقہ ائمہ کے قراءات کے تواتر میں اختلاف کو سمجھتا ہے جو ہم نے نقل کیا اور جو علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کے کلام پر مطلع ہوا، جو ائمہ دین سے ہیں، ان کا (قراءاتِ سبعہ کے اِنکار کو کفر قرار دینے کا) قول درست نہیں۔ اس مسئلے کی حیثیت 'بسم اللہ' کی طرح ہے۔ جس کے قرآن کا جزء ہونے کے اِثبات اور نفی کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ لیکن تمام علماء (یعنی، جو اس کے جزء قرآن ہونے کے قائل ہیں اور جو نہیں ہیں، ان دونوں کی) عدم تکفیر پر متفق ہیں اور قراءات کی وجوہ میں اختلاف یا تو اس کی مثل ہے یا اس سے بھی آسان ہے تو پھر اس میں کفر کی صراحت کیونکر کی جائے گی؟ اور اگر قراءات کا تواتر عموماً اور خصوصاً تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے، (جن کے اِنکار پر مطلقاً تکفیر کی جاتی) کیونکہ تکفیر تو اس میں ہوتی ہے جس کا ضروریات دین سے ہونا معلوم ہو اور وہ مجمع علیہ (جس پر سب کا اتفاق) ہو اور کوئی اس کا اِنکار نہ کرے۔ اور قراءاتِ سبعہ کے منکر کو کافر قرار دینے کے لیے اس طرح اِستدلال کرنا کہ کسی وجہ قراءات کا اِنکار کرنا قرآن کے عدم تواتر کی طرف لے جاتا ہے۔ (قرآن کا انکار ہے) تو یہ جملہ مردود ہے۔''

ان مذکورہ قراءاتِ سبعہ کا ضروریاتِ دین سے نہ ہونا اس بات سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ فقہاءِ کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جو قراءت لوگوں میں معروف نہ ہو، وہ قراءت نہ کی جائے تاکہ وہ اس کا انکار کر کے گمراہی میں مبتلا نہ ہوں۔

صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ساتوں قراءات جائز ہیں مگر اولیٰ یہ ہے کہ عوام جس سے ناآشنا ہوں وہ نہ پڑھے، کہ ان میں اُن کے دین کا تحفظ ہے'' [بہار

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شریعت: ۱/۳، باب: قرآن مجید پڑھنے کا بیان: ص ۱۹۱]

ضروریاتِ دین کا معاملہ تو یہ ہوتا ہے کہ ان کی حفاظت اور اُن پر عمل کرنا عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہوتا ہے: مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نفس قرآن، مسلمان کو مسلمان کہنا اور کافر کو کافر کہنا، شعائر اللہ کی تعظیم کرنا وغیرہ سب ضروریاتِ دین سے ہیں۔ اگر کوئی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا منکر ہے کہ یہ فرض ہی نہیں، تو وہ کافر ہے، اس لیے کہ اُس نے ضروریات دین کا اِنکار کیا۔لہٰذا اگر قراءات کا تواتر ضروریات دین سے ہوتا تو فقہاء کرام سے کس طرح اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ لوگوں میں غیر معروف قراءات سے منع کریں گے، پس معلوم ہوا کہ یہ تواتر قراء کے نزدیک ہے اور یہ ضروریات دین سے نہیں ہے اور اس کا منکر کافر نہیں ہے۔ اگر قراءاتِ سبعہ کا اِنکار کرنے والا جاہل ہو تو اس کو سمجھایا جائے اور اگر بے دینی یا ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کرتا ہو تو وہ گمراہ بے دین اور اہلسنت سے خارج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبه
ابوالحسنین مفتی محمد وسیم اختر	مولانا مفتی منیب الرحمٰن	مفتی جمیل احمد نعیمی	غلام مرتضٰی مظہری

دار الافتاء فیضان شریعت
زیر انتظام: سیلانی ویلفیئر انٹرنیشنل ٹرسٹ
جامع مسجد حسام الحرمین، مارٹن روڈ، تین ہٹی، کراچی

محترم جناب ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ　　السلام علیکم ورحمة الله و بركاته !

قراءاتِ متواترہ سے متعلق آنجناب کی تحریر ملی، آپ کے سوالوں کے جوابات تحقیق و تفصیل طلب ہیں، جس کے لیے طویل دورانیہ چاہئے، جبکہ آنجناب کا تقاضا فوری جواب کا ہے اس لیے ان تین سوالوں کے بارے میں مختصراً تحریر کیا جاتا ہے:

قراءاتِ عشرہ ساری کی ساری متواتر ہیں (اگرچہ قراءاتِ سبعہ کے تواتر پر تو اجماع و اتفاق ہے اور قراءاتِ ثلاثہ کے تواتر میں کسی قدر اختلاف ہے، ''كما صرح به حكيم الأمة العلامة اشرف على التهانوى فى تنشيط الطبع :۷، ۱۵'' قرآن مجید کی قراءتوں کا تواتر سے مروی ہونا ہی کافی ہے الگ سے دلیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ فرمان ایزدی ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

نیز اثباتِ قراءات، حدیث 'سبعہ اَحرف' پر موقوف نہیں (بلکہ تواتر ہی کافی ہے، ''وفي شرح الطيبة لأبي قاسم النويري: ضابط كل قرائة تواتر نقلها، ووافقت العربية مطلقاً ورسم المصحف ولو تقديراً فهي من الأحرف السبعة، وما لا تجتمع فيه فشاذ .'' [۱/۱۲۳] اور اَقوال شاذہ سے قراءاتِ متواترہ کی نفی عقل اور نقل کے خلاف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جہاں تک منکر قراءات کے حکم کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

اِنکار قراءات کا حکم

① قرآن یا اس کے کسی جزو کا اِنکار کفر ہے۔

② کوئی اگر بعض قراءتوں کو تسلیم کرتا ہو مثلاً روایت حفص کو مانتا ہو اور دیگر کا انکار کرتا ہو تو اس میں مندرجہ ذیل شقیں ہیں:

(الف) کسی محقق کے نزدیک دیگر قراءتوں کا تواتر ثابت نہ ہو، اِس وجہ سے اِنکار کرتا ہو اس پر تکفیر نہ ہوگی۔

(ب) اس کو دیگر قراءتوں کا تواتر سے ثابت ہونا معلوم نہ ہو جیسا کہ عام طور پر عوام کو دیگر قراءتوں کا علم نہیں ہوتا اور صرف ان ہی لوگوں کو ان کا علم ہوتا ہے جو ان کو پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوں، ایسی لاعلمی کی وجہ سے انکار پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی، البتہ ایسے شخص کو حقیقت حال سے باخبر کیا جائے گا۔

(ج) تواتر تسلیم ہونے کے بعد بھی انکار کرے تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ حقیقتاً یہ تواتر ضروری و بدیہی نہیں بلکہ نظری و حکمی ہے جس کے اِنکار پر تکفیر نہیں کی جاتی، البتہ یہ سخت گمراہی کی بات ہے۔[فقہی مضامین:۱۱۸]

وللتفصیل فلیراجع الیٰ:

① شرح الطیبہ لأبی قاسم النویری رحمہ اللہ ② دِفاع قراءات از قاری طاہر رحیمی صاحب رحمہ اللہ

③ مقدمہ شرح سبعہ قراءات از اِمام القراء محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ

الجواب صحیح	کتبہ
اَحقر محمود اَشرف غفر اللہ لہ	خلیل الرحمٰن غفر اللہ لہ

بندہ اِس جواب سے متفق ہے۔ قراءاتِ عشرہ کا انکار بڑی گمراہی ہے، لیکن جیسا کہ میں جناب مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کے نام ایک خط میں لکھ چکا ہوں، کہ قراءت حفص کے سوا کسی اور قراءت میں قرآن کریم کے نسخے تیار کر کے چھاپنا 'ہمارے علاقے' میں بالکل مناسب نہیں ہے کہ اس سے تشویش فکر اور اِنتشار کا اَندیشہ ہے۔ رسم عثمانی میں تمام قراءات کی گنجائش پہلے سے موجود ہے۔ اس لیے اس طرح کا کام جس سے انتشار ہو، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم

محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

دار الافتاء، دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

جواب: قرآن کریم اللہ جل شانہ کا کلام برحق ہے۔ جہاں اس پر عمل کرنا اُمت کے لیے لازم ہے وہاں اس کو تجوید و صحت لفظی کے ساتھ پڑھنا فرائض دین میں سے ہے۔ کسی کتاب کو بشمول کتب اَحادیث کے اس کے مخارج کے ساتھ پڑھنا لازم نہیں۔ مگر قرآن کریم کی امتیازی شان ہے کہ اس کو اس کے صحیح مخارج کے ساتھ پڑھنا لازم ہے۔ حضور ختمی مرتبت صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کے فرائض منصبی میں جہاں تعلیم کتاب، تشریح آیات وتزکیہ قلوب شامل ہے وہاں آپ کے فرائض منصبی میں تلاوت آیات وطریق قراءت بھی داخل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کما قال الله تعالیٰ شانہ:
﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾[آل عمران:١٦٤]
ماہنامہ 'رُشد' کے ذِمہ داران نے علم قرآن کے اس پہلو کو، جو علوم القراءات سے تعلق رکھتا ہے اور اُمت کی بے اعتنائی کا شکار ہے، سامنے رکھ کر 'رُشد' کا قراءات نمبر جاری کیا جس کی جلد دوم میرے پیش نظر ہے۔
میں اس شاندار کارنامے پر اِدارے کے ہر مخلص ساتھی کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی یہ علمی و دینی کاوش قبول فرمائے اور اُمت مسلمہ کو قرآن مجید کی کما حقہ تلاوت و ذوق مطالعہ کی طرف متوجہ فرمائے۔ آمین

مفتی محمد ابراہیم القادری الرضوی
خادم دار العلوم اہل سنت و جماعت غوثیہ رضویہ سکھر

جواب: غالبًا ۱۵ ر نومبر ۲۰۰۹ء سے ایک دو دن پہلے جامعہ لاہور الاسلامیہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ 'رُشد' کا علم قراءات پر خاص نمبر اور مروّجہ قراءاتِ قرآنیہ کے متعلق ایک استفتاء بھی موصول ہوا، ماہنامہ میں قراءات پر اچھے خاصے تحقیقی مضامین اور فتاویٰ جات موجود ہیں۔ ہم نے جامعہ دار العلوم کراچی کے فتوے سے اِتفاق کیا ہے، جو درج ذیل ہے۔
قراءاتِ عشرہ ساری کی ساری متواتر ہیں (اگرچہ قراءاتِ سبعہ کے تواتر پر تو اجماع و اتفاق ہے اور قراءاتِ ثلاثہ کے تواتر میں کسی قدر اختلاف ہے۔ کما صرح به حكيم الأمة العلامة أشرف علي تهانوی في تنشيط الطبع [ص:۷،۱۵] قرآن مجید کی قراءتوں کا تواتر سے مروی ہونا ہی کافی ہے، الگ سے دلیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ فرمان ایزدی ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ﴾[الحجر:۹] نیز اثبات قراءات حدیث سبعہ اَحرف پر موقوف نہیں (بلکہ تواتر ہی کافی ہے) وفي شرح الطيبة لأبي قاسم النويري: [ضابط] كل قراءة تواتر نقلها ووافقت العربية مطلقا ورسم المصحف ولو تقديرا فهي من الأحرف السبعة وما لا تجتمع فيه فشاذ. [ج۱:ص۱۲۳] اور اقول شاذہ اور فاذہ سے قراءات متواترہ کی نفی عقل اور نقل کے خلاف ہے۔
جہاں تک منکر قراءات کے حکم کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب لکھتے ہیں:
① قرآن یا اس کے کسی جزو کے انکار کا حکم کفر ہے۔
② کوئی اگر بعض قراءتوں کو تسلیم کرتا ہو مثلاً روایت حفص کو مانتا ہو اور دیگر کا انکار کرتا ہو تو اس میں مندرجہ ذیل شقیں ہیں:
(الف) کسی محقق کے نزدیک دیگر قراءتوں کا تواتر ثابت نہ ہو، اس وجہ سے انکار کرتا ہو اس پر تکفیر نہ ہوگی۔
(ب) اس کو دیگر قراءتوں کا تواتر سے ثابت ہونا معلوم نہ ہو، جیسا کہ عام طور پر عوام کو دیگر قراءتوں کا علم نہیں ہوتا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صرف ان ہی لوگوں کو ان کا علم ہوتا ہے جو ان کو پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوئے ہوں، البتہ ایسے شخص کو حقیقت حال سے باخبر کہا جائے گا۔

ج تواتر تسلیم ہونے کے بعد بھی اِنکار کرے تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ حقیقتاً یہ ضروری و بدیہی نہیں بلکہ نظری و حکمی ہے جس کے انکار پر تکفیر نہیں کی جاتی، البتہ یہ سخت گمراہی کی بات ہے۔[فقہی مضامین:۱۱۸]

وللتفصیل فلیراجع إلیٰ:

① شرح الطیبۃ لابی قاسم النوبری رحمہ اللہ ② دفاع قراءات از حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ

③ مقدمہ شرح سبعہ قراءات از امام القراء محی الاسلام پانی پتی واللہ أعلم بالصواب

احقر ذوالفقار علی

دارالافتاء جامعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ٹنڈو الہ یار (سندھ)

قرآن کریم کی قراءاتِ عشرہ متواترہ ہیں، جن کے نقل پر اَز صحابہ تا مؤلفین کتب اتنی بڑی تعداد میں راوی حضرات موجود ہیں جن کا حصر ناممکن ہے۔ خود سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف لہجوں اور طریقوں سے قرآن کریم پڑھنے کی اِجازت عطا فرمائی جس کی تفصیل علامہ جزری رحمہ اللہ کی النشر في القراءات العشر وغیرہ میں موجود ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو، نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ». [صحیح البخاري:۴۹۸۸]

’’یعنی قرآن کریم سات احرف پر نازل ہوا، جو طریقہ بھی آسان لگے اس کے مطابق پڑھو۔‘‘

رہی بات اس ثبوت کی کہ ہر قراءت کسی سند سے منقول ہے یا نہیں، تو اس کا ثبوت علمائے قراءت کے پاس مختلف کثیر اَسانید کی صورت میں موجود ہے، اور اس سے اَندازہ ہوتا ہے کہ اَحادیث کی سندیں الگ ہیں اور قراءت کی سندیں الگ ہیں اور یہی سندیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ قراءاتِ متواترہ ہیں۔ البتہ آسانی کی غرض سے متأخرین علماء (مثلاً دانی رحمہ اللہ وغیرہ) نے دو، دو راوی ہر قاری کے منتخب کر کے ان کی روایات کو زیادہ پھیلایا تاکہ لوگ بآسانی مختلف قراءات کو یاد کرسکیں اور اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ جو ان قراءات کا اِنکار کرے وہ بالاجماع گمراہ ہے اور صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔ واللہ أعلم.

مفتی حماد رضا نوری

دارالعلوم احسن البرکات

شارع مفتی محمد خلیل خان برکاتی

نزد ہوم اسٹیڈ ہال، حیدر آباد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جواب: قراءاتِ سبعہ کا متواتر ہونا باجماع اُمت ثابت ہے۔اس کا اِنکار موجب کفر وضلالت ہے اور بقیہ قراءات ثلاثہ کے متواتر ہونے میں قدرے اختلاف (۱) ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

”القرآن الذي يجوز به الصلاة بالإتفاق هو المضبوط في مصاحف الأئمة التي بعث بها عثمان إلى الأمصار وهو الذي أجمع عليه الأئمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة وتفصيلاً، فما فوق السبعة إلى العشرة غير شاذ، وإنما الشاذ ما وراء العشرة، وهو الصحيح...... الخ“ [۴۷۶/۱۱]

شرح فقه ا لأكبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

”أو أنكر آية من كتاب الله أو عاب شيئاً من القرآن ......

قلت وكذا كلمة أو قراءة أو زعم أنها ليست من كلام الله تعالىٰ كفر يعني إذا كان كونه من القرآن مجمعاً عليه...... الخ“ [شرح فقه الأكبر:۲۰۵]

والله تعالىٰ أعلم بالصواب وعلمه أتم وأحكم

عبده محمد محمد جان النعيمی عفی عنه

دارالافتاء، دارالعلوم مجدّدیہ نعیمیہ،

ملیر کراچی پاکستان

نوٹ: (۱) اختلاف کا حوالہ نہیں دیا گیا جبکہ ذیل کے فتاویٰ میں قراءات عشرہ کو متواتر کہا گیا ہے۔ (ادارہ)

جواب: قرآن کریم اللہ جل شانہ کا کلام برحق ہے۔ جہاں اس پر عمل کرنا اُمت کے لیے لازم ہے وہاں اس کو تجوید وصحت لفظی کے ساتھ پڑھنا فرائض دین میں سے ہے۔ کسی کتاب کو بشمول کتب اَحادیث کے اس کے مخارج کے ساتھ پڑھنا لازم نہیں۔ مگر قرآن کریم کی امتیازی شان ہے کہ اس کو اس کے صحیح مخارج کے ساتھ پڑھنا لازم ہے۔ حضور ﷺ کے فرائض منصبی میں جہاں تعلیم کتاب، تشریح آیات وتزکیہ قلوب شامل ہے وہاں آپ کے فرائض منصبی میں تلاوت آیات وطریق قراءت بھی داخل ہے۔ کما قال الله تعالىٰ جل شأنه:

﴿ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ [آل عمران:۱۶۴]

ماہنامہ 'رُشد' کے ذِمہ داران نے علم قرآن کے اس پہلو کو جو علوم القراءات سے تعلق رکھتا ہے اور اُمت کے بے اعتنائی کا شکار ہے۔ سامنے رکھ کر 'رُشد' کا قراءات نمبر جاری کیا جس کی جلد دوم میرے پیش نظر ہے۔

میں اس شاندار کارنامے پر اِدارے کے ہر مخلص ساتھی کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی یہ علمی و دینی کاوش قبول فرمائے اور اُمت مسلمہ کو قرآن مجید کی کما حقہ تلاوت وذوق مطالعہ کی طرف متوجہ فرمائے۔ آمین

مفتی محمد ابراہیم القادری الرضوی

خادم دارالعلوم اہل سنت وجماعت غوثیہ رضویہ، سکھر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جواب: قرآن مجید کے انوار وتجلیات سے قلب و ذہن تب منور ہو سکتے ہیں جب اس کتاب مقدس کو صحت لفظی کے ساتھ پڑھا جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے تجوید وقرات کے مسلمہ اصولوں سے آشنائی ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ قرآن مجید میں اِرشاد خداوندی ہے۔ ﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ﴾ [المزمل:۴] اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے متعدد اِرشادات بھی تجوید وقراءات کی اہمیت پر شاہد ہیں۔ بلاشبہ اس سلسلہ میں ماہنامہ 'رُشد' کے ذمہ داران کی یہ کاوش لائق صد تحسین ہے۔

جو شخص تجوید اور قرات کی اہمیت سے اِنکاری ہے وہ گمراہ ہے اور اس کا انکار محض ہٹ دھرمی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم

مفتی غلام مصطفیٰ رضوی

دار الافتاء، جامعہ اسلامیہ العربیہ انوار العلوم، ملتان

جواب: مروّجہ قراءاتِ عشرہ کا نہ صرف یہ کہ اَسناد صحیحہ مشہورہ سے ثبوت ہے بلکہ یہ سب کی سب متواتر ہیں۔ اگرچہ قراءاتِ سبعہ کے تواتر پر تو اُمت کا اجماع و اتفاق ہے اور قراءاتِ ثلاثہ کے تواتر میں کسی قدر اختلاف ہے جیسا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ نے 'تنشیط الطبع' میں صراحت فرمائی ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی بلا تاویل مطلقاً اِنکار کرے تو وہ متواتر اور مجمع علیہ بات کا منکر ہوگا۔ یہ سخت گمراہی و ضلالت کی بات ہے اس سے ایمان جانے کا بھی خطرہ ہے۔

شرح الفقه الأكبر میں ہے:

''فالمتواتر لا يجوز إنكاره لأن الأمة الإسلامية قد أجمعت عليه. وتوتر القراءات من الأمور الضرورية التي يجب العلم بها.'' [شرح الفقه الأكبر للقاري:۱۶۷]

والله أعلم بالصواب.

محمد عبد اللہ یوسفی

دار الافتاء جامعہ ادارۃ الفرقان، اللہ والی مسجد

بندر روڈ، سکھر

الجواب صحیح

مولانا مفتی عبد الباری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جواب: اِدارہ رُشد کی طرف سے جاری کردہ فتویٰ کے مندرجات چونکہ اُصول شرعیہ کے مطابق ہیں، اس لیے ہمیں اس سے اتفاق ہے۔ مزید یہ کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ موجودہ دور کے ملحدین جیسے تمنا عمادی اور جاوید احمد غامدی وغیرہ (جنہوں نے قراءاتِ سبعہ کے تواتر کا اِنکار کیا ہے) کا ردّ ہونا چاہئے اور ملحدین کے اس فتنہ کا قلع قمع ہونا چاہئے؟ آپ کی یہ کوشش وسعی لائق صد تحسین ہے اور اس نکتہ پر ہم آپ کی بھرپور تائید کرتے ہیں، بلکہ اس سلسلے میں ہمارے شیخ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے خلیفہ اَجل اور سلسلہ پانی پتی کے اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی قدس سرہ نے 'دفاع قراءات' نامی کتاب میں تمنا عمادی کی اس یاوہ گوئی کا بھرپور علمی انداز میں تعاقب فرمایا ہے، لیکن اگر آپ کا مقصد یہ ہو کہ اس طرح کی کوشش سے قراءات مختلفہ پر مشتمل متن قرآن شائع کرنے کی راہ ہموار کی جائے...... جیسا کہ ہم نے کئی ایک حضرات سے سنا بلکہ ہمارے پاس اس قسم کے متعدد سوالات بھی آچکے ہیں۔ تو اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ اس لیے کہ پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں اُمت مسلمہ نے اس طرح کا کوئی کام نہیں کیا اور نہ ہی اس کو مفید سمجھا، بلکہ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک رسم پر قرآن کریم کو مرتب کرایا تھا اور بقیہ تمام لغات کے مصاحف کو اٹھوا دیا تھا ہم بھی رسم عثمانی کی حد تک متن قرآن کی اشاعت کو کافی سمجھتے ہیں، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کتب قراءۃ وتجوید میں اس تحقیق کو زندہ رکھا جائے۔

والله أعلم بالصواب

سعید احمد جلال پوری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، پرانی نمائش، کراچی

جواب: صورتِ مسئولہ میں آج کل جو مروّجہ قراءات ہیں ان میں بعض کو قراءات سبعہ کہا جاتا ہے اور بعض کو قراءات عشرہ کہا جاتا ہے، جو قراءات ہم تک پہنچی ہیں ان میں بعض متواتر ہیں، بعض مشہور اور بعض احاد وشاذ کی حد تک پہنچ چکی ہیں، جہاں تک قراءات سبعہ کا تعلق ہے تو یہ قراءِ سبعہ سے ثابت ہیں البتہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت جمہور کے نزدیک حدتواتر تک نہیں پہنچا ہے، جبکہ بعض تواتر کے قائل ہیں، رہی بات قراءاتِ عشرہ کی تو اگرچہ یہ تواتر سے ثابت نہیں مگر اس کا ثبوت حدشہرت کو پہنچا ہوا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اعلم أن القاضي جلال الدين البلقيني قال: القرائة تنقسم إلى المتواتر وأحاد وشاذ، فالمتواتر القرائت السبعة المشهورة والأحاد قرائت الثلاثة التي هي تمام العشر ويلحق بها قرأة الصحابة، والشاذ قرأة التابعين. ...... وأحسن من تكلم في هذا النوع إمام القرائة في زمانه شيخ شيوخنا أبوالخير بن الجزري، قال في أول كتابه النشر: كل قرائة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحمد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح سندها فهي القرائة الصحيحة التي لا يجوز ردها ولا يحل إنكارها، بل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين . ... قال الداني: وأئمة القرائة لا تعمل في شيء من حروف القرآن على الإفشاء واللغة والأقيس في العربية، بل على الأثبت في الأثر والأصح في النقل وإذا ثبتت الرواية لم يردها قياس عربية ولا فشو لغة لأن القرائة سنة متبعة يلزم قبولها والمصير إليها." [الإتقان في علوم القرآن:١/ ١٦٤، ١٦٥، النوع الثاني والعشرون، معرفة التواتر والمشهور والأ حادي]

قرآن کا سات حروف پر نازل ہونا بخاری ومسلم وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے جو معنیً متواترہ ہیں ان سات حروف کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کے متعدد طریقے ہیں اوران سب پر تلاوت جائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن ابن عباس حدثه أن رسول الله ﷺ قال: «أَقْرَأَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهٗ وَيَزِيْدُنِيْ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» . ... وفيه أيضا: قال رسول الله ﷺ: «كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ"

[بخاری شریف:۲/۷۴۶، باب أنزل القرآن على سبعة أحرف]

مفتی محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

"قرآن کی سات قراءتیں سب سے زیادہ مشہور اور متواتر ہیں ان میں کہیں اختلاف معنی نہیں، وہ سب حق ہیں اس میں اُمت کے لیے آسانی یہ ہے کہ جس کے لیے جو قراءت آسان ہو وہ پڑھے اور حکم یہ کہ جس ملک میں جو قراءت رائج ہے عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے جیسے ہمارے ملک میں قراءت عاصم بروایت حفص، کہ لوگ ناواقفی کی وجہ سے انکار کریں گے اور یہ معاذ اللہ کلمہ کفر ہوگا۔" [بہار شریعت، ج۱۲، حصہ اول، عقائد متعلقہ نبوت، شیخ غلام علی لاہور]

الحاصل یہ کہ صورت مسئولہ میں جو قراءتیں متواتر ومشہور ہیں ان کے انکار کی گنجائش نہیں، اِنکار سے کفر کا اندیشہ ہے بلکہ بعض علماء نے اس اِنکار کو کفر قرار دیا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب.

محمد منور شاہ عفی عنہ

ناظم آباد، کراچی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی☆

قراءاتِ عشرہ کا تواتر اور حدیثِ سبعہ اَحرف کی تشریح

قراءات نمبر دوم میں مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر کے جید علماء کرام سے قراءات کے بارے میں حاصل ہونیوالے فتاویٰ شائع کیے گئے تھے، کچھ فتاویٰ تاخیر سے پہنچے جو'حجیت قراءات...... ضمیمہ فتاویٰ جات' کے عنوان سے شمارہ ہذا کی زینت ہیں، ان میں سے جناب مفتی عبد القدوس ترمذی ﷾ کا تفصیلی فتویٰ اہمیت کے پیش نظر الگ سے شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کی قرآن کریم اور قراءات کے بارے دینی حمیت کو قبول فرمائے۔[ادارہ]

الحمدلله رب العلمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد:

جامعة لاهور الإسلامية کا مراسلہ مکتوب گرامی مع فتویٰ بابت قراءاتِ عشرہ موصول ہوا، اَحقر نے اسے بغور پڑھا، جناب فاضل مجیب ﷾ کے اس مؤقف سے اَحقر کو مکمل اِتفاق ہے کہ قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ، متواتر ہیں اور یہ سب قرآن کریم ہیں۔ جہاں تک قراءاتِ عشرہ کے تواتر اور ان کے قرآن ہونے کا مسئلہ ہے تو یہ اس قدر بدیہی اور واضح ہے کہ اس میں کسی کا بھی اِختلاف نہیں ہے، قراءاتِ عشرہ بلا شبہ قرآن ہیں اور اِن کا نماز میں پڑھنا بلا اختلاف جائز ہے، ان کی حجیتِ تواتر / اِجماع سے ثابت ہے۔ اس قطعی اور بدیہی نظریہ پر اگرچہ مزید کسی کلام یا دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں لیکن تکمیل موضوع کے طور پر چند ضروری اُمور ذکر کیے جاتے ہیں جن سے قراءاتِ عشرہ کے تواتر اور ان کے قرآن ہونے پر مزید روشنی پڑے گی اور حدیث ''أنزل القرآن على سبعة أحرف'' [صحيح البخاري: ۴۹۹۰] کی پوری وضاحت بھی آجائے گی۔ والله الموفق.

ضابطہ قراءات

ضابطہ قراءات کے متعلق شیخ القراء حضرت قاری محی الاسلام ﷫ 'شرح سبعہ قراءات' میں تحریر فرماتے ہیں:

''جو قراءات عربیت کے موافق ہو، اگرچہ یہ موافقت بوجہ ہو، اور مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو، خواہ یہ مطابقت اِحتمالاً ہو، اور سند صحیح متصلہ سے ثابت اور ائمہ فن کے یہاں مشہور ہو، وہ قراءۃ صحیحہ اور ان احرف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا۔ محقق کہتے ہیں جو قراءت اس طرح ثابت ہو اُس کا اِنکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے خواہ ائمہ سبعہ کی قراءات میں سے ہو یا عشرہ کی یا مافوق عشرہ کی، اور اگر ان اَرکانِ ثلاثہ میں سے کوئی رکن مختل ہوجائے تو وہ ضعیف، شاذ اور فاسد و باطل ہے خواہ سبعہ میں سے ہو یا مافوق سبعہ سے، تمام محققین ائمہ سلف و خلف اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔ ابوعمرو دانی ﷫، ابومحمد مکی ﷫ اور مہدوی ﷫ نے یہی تصریح کی ہے۔ باقی تمام متقدمین کا بھی یہی مذہب ہے اور ان میں سے کوئی بھی اِسکے خلاف نہیں۔ ابوشامہ ﷫ المرشد الوجیز میں کہتے ہیں:

☆ صدر دار الافتاء و مہتمم جامعہ حقانیہ، سرگودھا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''ہر اس قراءة کو جو ائمہ سبعہ کی جانب منسوب ہو اور صحیح کہلاتی ہو اسے اسی وقت منزل من اللہ اور صحیح کہہ سکتے ہیں جب وہ اس ضابطہ میں آجائے......الخ'' [ص:۱۰۴]

قرآن میں جو کچھ روایت کیا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

① جس میں اَرکان ثلاثہ مجتمع ہوں اس کی صحت وصدق پر قطعی حکم لگایا جائے گا اور اس کو پڑھا جائے گا، کیونکہ بلحاظ مصحف وہ اِجماع سے لی گئی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

② آحاد (ثقہ) سے منقول ہو اور عربیت کی کسی وجہ کے مطابق ہو مگر رسم کے خلاف ہو۔ اس کو قبول کیا جائے گا مگر پڑھا نہیں جائے گا، کیونکہ

اُوّلاً: تو اس کو اِجماع سے نہیں آحاد سے لیا گیا ہے اور خبرِ واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً: وہ اس کے خلاف ہے جس پر اِجماع ہوچکا ہے لہٰذا اس کی صحت کا قطعی حکم نہیں دیا جاسکتا۔ اور جس کی صحت کا حکم نہ کریں اس کو قرآن میں پڑھ نہیں سکتے اور نہ اِس کا منکر کافر ہے مگر بلاشک اِنکار بُرا ہے۔

③ لغت وعربیت سے، جس پر قرآن نازل ہے، بہر وجہ خلاف اگر ثقہ سے مروی ہو، وہ نہ قبول کی جائے گی اور نہ پڑھی جائے گی۔ [ص:۱۰۶]

نیز محقق کہتے ہیں:

''بعض متاخرین نے صحتِ قراءة کے لیے رسم وعربیت کی موافقت کے ساتھ تواتر کی شرط لگائی ہے اور صحتِ سند کو کافی نہیں سمجھا وہ کہتے ہیں کہ تواتر کے بغیر قرآن ثابت نہیں ہوسکتا مگر ان لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب کوئی حرف تواتر سے ثابت ہوجائے تو اس کے لیے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی بلکہ اس کا قبول کرنا بلاشرط واجب ہے، کیونکہ وہ قطعاً قرآن ہے لیکن جب ہم حروف کے لیے تواتر کی شرط لگا دیں تو قراءِ سبعہ کی بہت سی اختلافی وجوہ مرتفع ہوجائیں گی پہلے میرا بھی یہی خیال تھا مگر جب مجھے اس کی خرابی معلوم ہوئی تو میں نے ائمہ سلف کی رائے کی جانب رجوع کرلیا۔......الخ''

نتیجہ بحث یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

① باجماع متواتر۔

② ایک جماعت کے نزدیک متواتر کی پہلی قسم میں کوئی اِختلاف نہیں ہوسکتا اور دوسری قسم جن حضرات کو تواتراً پہنچی اُن کے طرق کا اس پر اِجماع ہونا چاہئے، ان دونوں اَقسام کے حروف کیلئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، مگر ناممکن ہے کہ یہ عربیت کی کسی وجہ اور رسم کے اِحتمالاً مطابق نہ ہوں اور اگر بالفرض محال خلاف ہوں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔

③ صحیح ومشہور، جن کو حضور نبی کریم ﷺ سے ثقات و ضابط و عادل بسند متصلہ روایت کریں اور ائمہ فن کے نزدیک مشہور ہو مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو۔ اس کو اسی شرط سے قبول کیا جائے کہ وہ اس ضابطہ کے موافق ہو ورنہ ضعیف وشاذ وباطل ہے۔ کَمَا مَرَّ

جمہور اہلِ اَدا اور اَکثر ائمہ قراء ۃ نیز فقہا وغیرہ کے نزدیک قراءِةِ شاذہ سے نماز درست نہیں بلکہ شاذ کو قرآن اعتقاد کرکے یا بایہام قرآنیت پڑھنا بھی حرام ہے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے تمہید میں اس پر اِجماع نقل کیا ہے۔ مدوّنہ میں کہتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"جو شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتا ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اگر کوئی پڑھ لے تو اِعادہ کرے۔ یہی ابن شاسی رحمہ اللہ اور ابن حاجب رحمہ اللہ کہتے ہیں لیکن اَحکام شرعیہ اور اَدبیت کے لحاظ سے اُن کا پڑھنا اور مدوّن کرنا جائز ہے۔ الخ [ص:۱۰۹]

حدیثِ سبعہ اَحرف کی تفصیلی بحث

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی: «إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ». [صحیح البخاري: ۴۹۹۸] حدیثِ متواتر ہے اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس پر مستقل رِسالہ تحریر فرمایا ہے اس حدیث پاک کو حضرت عمر، حضرت ہشام بن حکیم بن حزام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت اُبی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت اَبوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوسعید خدری، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت اَبوبکرہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت زید بن ارقم، حضرت اَنس بن مالک، حضرت سمرۃ بن جندب، حضرت عمر بن اَبی سلمہ، حضرت اَبوجہم، حضرت اَبوطلحہ اور حضرت اُم ایوب اَنصاریہ رضی اللہ عنہم نے رِوایت کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہوکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا میں اِن حضرات کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے ہوں «إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ» وہ کھڑے ہوجائیں۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی جماعت مسجد میں کھڑی ہوگئی کہ جس کی گنتی نہیں ہوسکتی اور سب نے اس پر گواہی دی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اِس پر گواہ ہوں۔

اَحادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر اُمت کی سہولت کے واسطے قرآن کریم اَحرفِ سبعہ پر نازل فرمایا تھا کہ ہر بوڑھا، بچہ، مرد، عورت اپنے اپنے لغت پر تلاوت کرسکے۔ علامہ دانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق قراءت کا ایک معنی لغات بھی ہے۔ اکثر محققین اور اَہل اَدا کے نزدیک اَحرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں، اور یہ صواب معلوم ہوتا ہے مگر اس پر اِجماع ہے کہ ہر حرف سات طرح نہیں پڑھا جاتا اور اس پر بھی اِجماع ہے کہ اس کا مدلول قراءِ سبعہ مشہورہ کی قراءات نہیں ہیں، جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔ نیز اس پر بھی اِجماع ہے کہ ان کی قراءاتِ اَحرفِ سبعہ میں داخل ہیں، چونکہ عرب کی لغات فصیحہ سات تھیں، اس لیے اُنہیں اَحرفِ سبعہ سے تعبیر کیا گیا جب کہ بعض کے نزدیک خاص عدد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اَحرف سبعہ سے مراد قراءِ سبعہ کی قراءات ہیں۔ یہ وہم ہے، کیونکہ قراءِ سبعہ کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ اَقدس میں کوئی وجود نہیں تھا۔ حضرت ابن عامر رحمہ اللہ (۲۱ھ) میں، امام ابن کثیر رحمہ اللہ (۴۵ھ) میں، امام عاصم رحمہ اللہ بھی اس کے قریب، حضرت امام نافع رحمہ اللہ (۷۰ھ) میں اور حضرت امام کسائی رحمہ اللہ تقریباً (۱۱۹ھ) میں پیدا ہوئے، ابن عامر رحمہ اللہ نے کبار تابعین رحمہم اللہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور حضرت اِمام عاصم رحمہ اللہ نے کبار تابعین رحمہم اللہ سے حضرت ابن کثیر رحمہ اللہ نے تابعین رحمہم اللہ اور صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اِمام نافع رحمہ اللہ نے تابعین رحمہم اللہ سے ابوعمرو حمزہ نے تابعین رحمہم اللہ کے آخری طبقہ سے اور حضرت امام کسائی رحمہ اللہ نے تبع تابعین رحمہم اللہ سے قراءات پڑھیں اور ان حضرات کا زمانہ باعتبار اکثر دوسری صدی کا دور ہے۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے دور میں ان کی قراءات موجود نہ تھیں۔

قراءاتِ سبعہ جن پر شاطبی نے اِقتصار کیا اور قراءاتِ ثلاثہ یعنی اَبوجعفر و یعقوب و خلف رحمہم اللہ کی قراءتیں متواترہ، معلومہ اور ضرورتِ دین سے ہیں اور اسی طرح ہر وہ حرف جس کو عشرہ میں سے کوئی روایت کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پر منزل من اللہ اور ضروریاتِ دین سے ہے۔ اور یہ قراءات صرف انہی اَشخاص کے لیے متواتر نہیں ہیں جنہوں نے ان کو روایتہً پڑھا ہو بلکہ ہر مسلمان کے لیے، جو کلمہ ’’أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ‘‘ کہے خواہ ایسا عامی ہو جس نے قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو، متواتر ہیں۔ [ص:۱۲۴]

عنایاتِ رحمانی میں اِمام القراء حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں:

علامہ دانی رحمہ اللہ، اکثر محققین اور جمہور اہل اَدا کی رائے کے مطابق سات حروف سے سات لغات مراد ہیں، ان کے خیال کے مطابق ان سات قراءِ سبعہ کی قراءتیں مراد نہیں ہیں، کیونکہ جب نبی ﷺ نے سات حروف کی حدیث اِرشاد فرمائی تھی اس وقت قراءِ سبعہ تو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ان کی قراءتوں کو سب سے پہلے چوتھی صدی میں ابوبکر ابن مجاہد رحمہ اللہ نے جمع کیا، قراءِ سبعہ کی قراءتیں بھی ان سات حروف میں داخل ہیں۔‘‘ [ص۲۹، ج۱]

حضرت علامہ ظفر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ’تشنیف السمع بمعنی الأحرف السبع‘ میں رقمطراز ہیں:

الف جبریل علیہ السلام نے اولاً ایک ہی طریقہ پر حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا۔

ب پھر حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ اُمت کو بھی اسی طریقہ پر قرآن پڑھائیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی کی جائے میری اُمت اس سے عاجز ہے۔ تو سات طریقوں سے پڑھنے کی اِجازت دی گئی۔ یہ درخواست حضور ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر ہجرت کے بعد کی ہے، جبکہ اہلِ عرب اِسلام میں کثرت سے داخل ہونے لگے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے پہلے صرف ایک ہی طریقہ پر قراءت تھی۔

ج رسول اللہ ﷺ نے اس درخواست کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ میں اُمی قوم کی طرف مبعوث ہوا ہوں جن میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے لکھا پڑھا نہیں، اور ان میں بوڑھی عورتیں، بوڑھے مرد اور لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں (جو اپنی زبان کو جلدی نہیں بدل سکتے)۔

د اَب یہ گفتگو باقی رہی کہ سبعہ اَحرف (یعنی ان سات طریقوں) سے کیا مراد ہے، جن کی ہجرت کے بعد اِجازت دی گئی، اور وہ طریقہ کون سا تھا جس پر اَوّلاً قرآن نازل ہوا، سو محققین اُمت کا قول یہ ہے کہ قرآن اَوّلاً قریش کے لغت پر نازل ہوا، جو رسول اللہ ﷺ کی قوم کی زبان تھی چنانچہ قرآن میں بھی اِرشاد ہے۔

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ﴾ [ابراھیم:۴]

’’ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی ہی زبان میں تاکہ اُن کو سمجھا سکے‘‘

حضور ﷺ کی قوم قریش تھی، پس ضرور ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہو اور حدیث میں بھی حضرت عمرو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا قول موجود ہے کہ قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا ہے۔

پس اَوّلاً قرآن کا نزول لغتِ قریش میں ہوا اور ہجرت سے پہلے چونکہ اِسلام لانے والے زیادہ تر اَہل مکہ تھے جو سب قریش تھے یا قریش کی زبان میں تکلم کرنے والے تھے، اس لیے عرب کے دوسرے لغات میں پڑھنے کی ضرورت نہ تھی، پھر ہجرت کے بعد چونکہ دوسرے قبائل عرب بھی اِسلام میں داخل ہونے لگے تھے اور گو تمام قبائل عرب کی مشترک زبان عربی تھی، مگر تلفظ و اعراب میں بہت کچھ اِختلاف تھا مثلاً قریش ’حَتّٰی حِیْنٍ‘ کو حاء سے پڑھتے تھے اور ھذیل ’عَتّٰی حِیْنٍ‘ عین کے ساتھ پڑھتے تھے، قریش ﴿ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴾ [الکوثر:۱] پڑھتے، اور بعض قبائل ’أَعْطَيْنَا‘ کو ’أَنْطَيْنَا‘ پڑھتے یعنی بجائے عین کے نون اَدا کرتے تھے، لغتِ قریش میں حروف مضارع کو فتح یا ضمہ ہوتا ہے بعض قبائل ان کو کسرہ سے پڑھتے تھے مثلاً: ’تَعْلَمُوْنَ‘ کو ’تِعْلَمُوْنَ‘ کہتے، لغت قریش میں ہمزہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی ایک حرف ہے اور بعض قبائل ہمزہ بالکل اَدا نہ کرتے تھے،(اور اس اِختلاف کی نظیر ہر زبان میں موجود ہے،مثلاً دہلی اور لکھنو کی اُردو زبان میں اختلاف ہے،ایک کھارا پانی کہتا ہے ایک کھاری پانی بولتا ہے،کوئی میٹھا دہی کہتا ہے کوئی میٹھی دہی،اسی طرح کسی جگہ چھاچھ بولتے ہیں کہیں مٹھا کسی جگہ چھالیہ بولتے ہیں کہیں ڈلی یا سپاری کہتے ہیں، دہلی والے عموماً ھاء کو یاء بولتے ہیں،مثلاً میں جارہا تھا میں یہ کہہ رہا تھا اور لکھنو والے اس طرح نہیں بولتے) اور قاعدہ ہے کہ مادری زبان کا دفعۃً بدل جانا دشوار ہے،گو پوری کوشش اور اِہتمام سے کام لیا جائے تو ممکن ہے،مگر قدرے دشوار ضرور ہے خصوصاً ایسی قوم کے لیے جس میں لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ ہو،بلکہ محض سننے سنانے پر مدار ہو۔ اور ان کے یہاں قرآن کا مدار محض اسی پر تھا،لکھنے پڑھنے والے بہت کم تھے،بس جتنا قرآن جس کے پاس تھا وہ حفظ ہی میں تھا،اور اس حالت میں دوسرے قبائل اپنے تلفظ ہی کے موافق قرآن کو پڑھتے تھے دفعۃً لغت قریش اور تلفظ قریش کو اَدا نہ کرسکتے تھے (جیسا کہ لکھنو والا دفعتاً دلّی کے محاورات میں گفتگو نہیں کرسکتا،اگر وہ اُردو کا کوئی مضمون لکھ کر دیکھ کر نہ پڑھے بلکہ یادداشت سے پڑھے تو ضرور اپنے لکھنوی تلفظ اور محاورات سے اس کو اَدا کرے گا،ہاں کوشش کے ساتھ یاد کرنے سے بہت جگہ دہلی کے محاورات کو ملحوظ رکھنا ممکن ہے،لیکن کہیں کہیں اس کی مادری زبان کا تلفظ بھی ضرور اُدا ہوگا۔

اس لیے حضور ﷺ نے اس سے درخواست کی کہ چونکہ اہلِ عرب زیادہ تر اُمی ہیں اور اُن کے تلفظ و اعراب مختلف ہیں تو دفعۃً سب کو لغتِ قریش کا مکلّف کرنے میں اَندیشہ ہے کہ ان سے ان میں کوتاہی ہوگی اور اس کوتاہی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوں گے،اس لیے اس میں توسیع فرمائی جائے،چنانچہ درخواست منظور ہوئی اور سات طریقوں سے قرآن پڑھنے کی اِجازت دی گئی اور ان سات طریقوں سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں،جن کے نام بھی روایات میں مذکور ہوئے ہیں،یعنی اس کی اِجازت دی گئی کہ جو شخص لغتِ قریش میں قرآن کا تلفظ نہ کرسکے وہ ان قبائل میں سے کسی قبیلہ کے تلفظ میں قرآن کے الفاظ کو اَدا کرلیا کرے اور غالباً سات لغات میں اِنحصار اس لیے کیا گیا کہ ان کے سوا دوسرے قبائل کا تلفظ فصیح نہ تھا،یا یہ کہ ان قبائل کے تلفظ کے تابع دوسرے قبائل تھے،اس لیے زیادہ توسیع کی ضرورت نہ تھی،اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لغتِ قریش کے علاوہ جو چھ لغات ان میں تھے ان میں حقیقۃً قرآن کا نزول نہیں ہوا،بلکہ حقیقی نزول لغتِ قریش میں تھا،مگر چونکہ سہولت کے لیے دوسرے چھ قبائل کے تلفظ میں بھی قرآن پڑھنے کی اِجازت دے دی گئی تھی اس لیے حکماً وہ بھی منزل من اللہ ہوگئے۔

"فكل ما ورد فيه أن القرآن أنزل على سبعة أحرف، أو قال لرجلين قراءتهما مختلفة هكذا أنزلت محمول على التوسع في الكلام بطريق التجوز، أي أن كلها منزلة حكماً."

نیز رِوایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان سات لغات میں پڑھنا ہر شخص کی رائے پر نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سن کر پڑھنے کی اِجازت تھی،حضور ﷺ نے خود دوسرے لغات میں پڑھا کر بتلایا تھا کہ لغتِ قریش کے سوا ان لغات میں اس طرح بھی پڑھنا جائز ہے۔

ھ۔ بخاری کی حدیث میں 'فاقرءوا ما تيسر منه' سے مفہوم ہوتا ہے کہ لغت قریش کے علاوہ دوسری لغات میں پڑھنا واجب نہ تھا صرف جائز تھا اور اس کا منشاء وہی ہے کہ دوسرے لغات کی اِجازت سہولت اور تیسیر کے لیے دی گئی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

و حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھا کہ قرآن کا نزول اوّلاً لغتِ قریش میں ہوا ہے اور ہجرت سے پہلے زمانہ قیامِ مکہ میں تیرہ سال تک ایک ہی قراءت اور ایک ہی لغت میں حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا گیا اور حضور ﷺ نے بھی ایک ہی لغت میں مسلمانوں کو قرآن سکھلایا، پھر مدینہ میں ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے اس میں توسع کی درخواست کی جو منظور ہوئی، ان سب اُمور کو صحابہ جانتے تھے کہ قرآن کی اَصلی لغت، قریش کی لغت ہے اور دوسری لغات کی اِجازت عارضی بغرضِ تیسیر ہے اور جو حکم عارضی کسی خاص غرض کے لیے ہوتا ہے وہ حصولِ غرض تک محدود ہوتا ہے، پس جب غرض حاصل ہوگئی اور اہلِ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج ہوگیا، اِدھر دوسرے قبائل کا اِختلاط بھی قریش سے زیادہ ہوگیا اور اب سب کو لغتِ قریش میں قرآن پڑھنا آسان ہوگیا ہے، اِدھر یہ دیکھا گیا کہ جن لغات میں قرآن پڑھنے کی اِجازت، سہولت و تیسیر کے لیے دی گئی تھی اب ان کا باقی رکھنا موجبِ اختلاف اور سببِ فتنہ بن رہا ہے کہ دوسرے قبائل کے لوگ اپنے ہی طریقہ کو صحیح اور دوسرے طریقوں کو غلط کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں تو صحابہ نے اِجماع کے ساتھ اس پر اِتفاق کرلیا کہ اب دوسری قراءتوں کو باقی رکھنا مناسب نہیں، بلکہ قرآن کو صرف لغت قریش پر جمع کرنا چاہئے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام اَجلّہ صحابہ کے اتفاق سے صرف ایک قراءت اور ایک ہی لغت پر قرآن جمع کیا گیا کہ یہی قرآن کی اَصلی زبان تھی اور بقیہ زبان میں قرآن کا پڑھنا بند کردیا گیا کہ وہ عارضی زبان تھی جو خاص غرض کے لیے جائز کی گئی تھی اور اب وہ غرض حاصل ہوگئی۔

ذ اِس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ اَحرفِ سبعہ سے مراد وہ قراءاتِ سبعہ نہیں ہیں جو اس وقت قراء میں رائج اور شاطبیہ وغیرہ میں مدوّن ہیں، کیونکہ یہ قراءاتِ سبعہ سب کے سب لغت قریش کے موافق ہیں، دوسرے لغات عرب ان میں موجود نہیں ہیں۔ رہا یہ سوال کہ لغت قریش میں قراءاتِ سبعہ کیوں ہیں، ایک ہی قراءت کیوں نہ ہوئی، سو اللہ تعالیٰ کے اسرار کو پوری طرح کون سمجھ سکتا ہے۔ لیکن محققین کی برکت سے جو حکمت معلوم ہوتی ہے اس کو عرض کرتا ہوں۔ اس میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ تھوڑے لفظوں میں بہت سے اَحکام بیان ہوجاتے ہیں، اگر اختلاف قراءات نہ ہوتا تو اس حکم کے لیے جو قراءات کے اِختلاف سے ظاہر کیا گیا ہے، مستقل آیت نازل ہوتی، اور اس طرح قرآن بھی انجیل و تورات کی طرح ضخیم کتاب کی صورت اِختیار کرجاتا، اور قرآن کے حفظ میں دشواری ہوجاتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے اَحکام کو ایک ہی آیت میں چند قراءتیں نازل کرکے بیان فرما دیا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ قرآن کو معجزہ قرار دیا گیا تھا اور بلغاء و فصحاءِ عرب سے اس کی نظیر کا مطالبہ کیا گیا تھا اور عام طور پر انسان کے کلام بلیغ و فصیح کا حال یہ ہے کہ اگر اس میں کچھ تغیر کیا گیا تو اس کی فصاحت و بلاغت میں فرق آجاتا ہے، اور یہ تو ضرور ہے کہ تغیر کے بعد دونوں میں ایک درجہ کی بلاغت نہیں رہتی بلکہ ایک میں فصاحت زیادہ دوسرے میں کم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت پست کرنے کے لیے قرآن میں بعض الفاظ کو کئی کئی طرح استعمال فرمایا اور دکھلا دیا کہ کسی کی فصاحت و بلاغت میں ذرہ برابر فرق نہیں اور جس طرح بھی پڑھا جائے ہر حالت میں یہ کلام معجزہ ہے اور یقیناً یہ اَمر متکلم کی اعلیٰ درجہ کی قدرتِ کلامی کی دلیل ہے کہ وہ فصاحت و بلاغت پیدا کرنے میں ایک ہی طرز کا محتاج نہیں بلکہ وہ کئی کئی طرح تکلم کرکے بھی کلام کو ایک ہی درجہ پر فصیح و بلیغ رکھ سکتا ہے۔ رہا یہ کہ وہ خاص خاص الفاظ کہاں کہاں قرآن میں وَارِد ہیں تو اس کے معلوم کرنے کی ضرورت اب نہیں رہی، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں تمام اَہل عرب قرآن کو لغتِ قریش میں پڑھنے پر قادر ہوگئے تھے اور یہ حالت دیکھ کر صحابہ نے قرآن کو لغت قریش ہی پر جمع کیا اور بقیہ لغات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو جمع نہیں کیا بلکہ ان میں قرآن کے پڑھنے سے لوگوں کو روک دیا گیا، کیونکہ اس کی اِجازت عارضی تھی اور اب ضرورت باقی نہیں رہی جیسا کہ اُوپر تفصیل کے ساتھ اس کے دلائل مذکور ہو چکے، قراءت منزل من اللہ صرف ایک تھی، یعنی لغتِ قریش اور حضور ﷺ کی درخواست سے جو دوسرے لغات عرب میں قراءت کی اجازت مل گئی ان کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حضور ﷺ نے بیان فرما دیا اس لیے وہ بھی حکماً منزل تھیں، حقیقۃً ان کا نزول نہیں ہوا، اور نہ ان کے نزول کی ضرورت تھی، کیونکہ اہلِ عرب خود جانتے تھے کہ اس لفظ کو قریش کس طرح بولتے ہیں اور دوسرے قبائل کس طرح۔ نیز حضور ﷺ بھی تمام لغات عرب سے واقف تھے کہ وہ کہاں کہاں قریش کے تلفظ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس پر یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے برابر مخلوق کا کلام نہیں ہوسکتا، پھر کلام الٰہی میں حضور ﷺ نے کیوں دخل دیا، کیونکہ حضور ﷺ کا یہ دخل خدا تعالیٰ کی اجازت سے تھا، اور اس دخل کا حاصل یہ نہیں تھا، کہ کلام الٰہی میں زیادت یا کمی کی گئی، بلکہ کلام الٰہی کے الفاظ میں دوسرے قبائل کو اِجازت دی گئی کہ وہ ان کو اپنے تلفظ کے موافق ادا کرلیں، (جیسا کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اجازت ہے کہ جب تک ان کا تلفظ صحیح ہو اس وقت تک الحمد کو الھمد اور انعمت کو انأمت اور غیر المغضوب علیھم والضالین کو غیر المغذوب علیھم والذوالین پڑھ لیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنے غلط تلفظ میں بھی کلام الٰہی کو ہی پڑھتے ہیں، کوئی اور کتاب نہیں پڑھتے، یہی حال اس تلفظ کا تھا جس کی اِجازت حضور ﷺ کی دعا سے ہوئی کہ سات لغات میں قرآن کو پڑھ لو، اِتنا فرق ہے کہ اہلِ عرب کے تلفظ میں کہیں لفظ بدلتا تھا، کہیں اِعراب بھی بدلتے تھے۔

رہا یہ سوال کہ قراءات منزل من اللہ میں کیا تکلیف تھی الخ، تو اس سوال کا جواب ہمارے ذِمہ نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس تکلیف کا احساس فرمایا اور اس کو تکلیف سمجھا، ہمیں اگر اس کا احساس نہ ہو تو ہمیں اس کے سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں، لیکن پھر بھی میں نے تبرعاً اس کی اُوپر مثال لکھ دی کہ جیسے دہلی والوں کے لیے لکھنؤ کا تلفظ اِختیار کرلینا دفعتاً سہل نہیں، یہی حال قبائلِ عرب کا تھا، رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ:۲۸۶] تو حق تعالیٰ نے اس تکلیف کا لحاظ کیوں نہیں فرمایا، کہ حضور ﷺ کی دعا کی ضرورت ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک لغت میں سب قبائل کا قرآن پڑھنا گو دشوار تھا مگر قدرت و اختیار سے باہر نہ تھا اگر قدرت و اختیار سے باہر ہوتا تو بعد میں سب کو لغت قریش کیونکر آسان ہوگیا اور یقیناً جو کام انسان ایک مہینہ کے بعد کرسکتا ہے وہ پہلے دن بھی اس کے اختیار سے باہر نہیں گو پہلے دن میں اس کا بجا لانا زیادہ دشوار ہو، پس حق تعالیٰ کا حکم ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] کے خلاف ہرگز نہ تھا البتہ حضور ﷺ نے اس میں زیادہ سہولت کی درخواست کی۔ اور اگر فرض کرلیا جائے کہ لغتِ قریش کا دفعۃً سیکھ لینا دیگر قبائل کی قدرت سے خارج تھا تب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] کے خلاف نہ تھا، کیونکہ اس صورت میں ایک قراءت کے واجب ہونے کا حاصل یہ ہوتا کہ جب تک یہ قراءت صحیح طور پر حاصل نہ ہو اس وقت تک نمازیں درست نہ ہوں گی، بعد میں ان نمازوں کی قضا واجب ہوگی اور یہ قدرت سے باہر نہ تھا ہاں اُمت پر گرانی ہوتی، حضور ﷺ نے اس کو رفع کرنے چاہا۔ یا اس کا حاصل یہ ہوتا کہ جو قبائل قرآن کو قریش کے تلفظ میں ادا نہیں کرسکتے وہ جب تک قریش کے تلفظ کو نہ سیکھ لیں اس وقت تک خود قرآن نہ پڑھیں، نہ ایسا شخص اِمام بنے، بلکہ ان قبائل کو چاہئے کہ وہ کسی قریشی مسلمان کو اپنے یہاں لے جا کر رکھیں، اس سے قرآن سنا

کریں اور اسی کو امام بنایا کریں۔ یہ قدرت سے باہر تو نہ تھا مگر گراں ضرور تھا۔حضور ﷺ نے اس مشکل کے رفع کی درخواست کی، جیسا کہ پچاس نمازوں سے پانچ تک تخفیف کی درخواست کی تھی ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] کے خلاف وہ حکم بھی نہ تھا، کیونکہ پچاس نمازیں قدرت سے باہر نہیں ہاں گرانی ضرور ہوتی اسی طرح اس کو سمجھو۔ [امداد الاحکام: ص۲۶۳ تا ۲۶۷، ص۲۶۹ تا ۲۷۱]

اَحرفِ سبعہ سے متعلق ایک دوسرا نظریہ

حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس تفصیل سے قراءاتِ عشرہ کی حجیت وقطعیت اور قرآنیت واضح ہے اور ساتھ ہی حدیثِ سبعہ اَحرف کی جو تشریح آپ نے فرمائی ہے اس کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس سے مراد مختلف قبائل کی لغات ہیں۔ قرآن کریم کا حقیقی نزول اگرچہ ایک ہی لغت، لغت قریش پر ہوا لیکن اُمت کی تیسیر اور آسانی کے لیے اُنہیں ابتدا میں دیگر لغات میں پڑھنے کی اِجازت بھی دے دی گئی تھی، اس طرح ان کا نزول حکماً تھا۔ بعد میں جب تمام قبائل کے لیے لغتِ قریش میں پڑھنا ممکن ہوا تو باقی لغات میں تلاوت کی اِجازت منسوخ کردی گئی اور صرف لغت قریش میں پڑھنے کا حکم باقی رکھا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے لغت قریش میں ہی جمع فرمایا۔ قراءتِ سبعہ وعشرہ یہ سب اسی لغت قریش پر ہی ہیں۔ حضرت علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف بھی یہی نظریہ منسوب ہے کہ حضرت عثمان رحمہ اللہ کے مصحف میں صرف ایک حرف پر قرآن کریم کو جمع فرمایا گیا ہے اور باقی حروف باقی نہیں رہے لیکن حضرت امام مالک رحمہ اللہ، علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ، علامہ ابوالفضل راسی رحمہ اللہ، قاضی اَبوبکر رحمہ اللہ، ابن طیب رحمہ اللہ، اِمام ابوالحسن اَشعری رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ، علامہ ابن حزم رحمہ اللہ، علامہ اَبوالولید باجی رحمہ اللہ، حضرت امام غزالی رحمہ اللہ، ملاعلی قاری رحمہ اللہ (محقق اعظم فی القراءات محمد بن الجزری رحمہ اللہ) جیسے علمائے کرام نے اس نظریے سے شدید اختلاف کیا ہے اور وہ اس پر متفق ہیں کہ ساتوں حروف آج بھی محفوظ اور باقی ہیں۔ عرضۂ اَخیرہ کے وقت جتنے حروف باقی رہ گئے تھے ان میں سے کوئی نہ منسوخ ہوا نہ اُسے ترک کیا گیا بلکہ محقق ابن الجزری رحمہ اللہ نے اپنے اس قول کو اپنے سے پہلے علماء کا مسلک قرار دیا ہے۔ علمائے متاخرین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، حضرت اَنور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے نیز مصر کے مشہور مفتی علامہ محمد بخیت مطیعی رحمہ اللہ، علامہ حضرت دمیاطی رحمہ اللہ، شیخ عبدالعظیم زَرقانی رحمہ اللہ نے بھی اس کو اِختیار کیا ہے لہٰذا دلائل سے قطع نظر محض شخصیات سے بھی یہ قول بڑا وزنی ہے۔ [علوم القرآن: ص۱۳۶]

سبعہ اَحرف اور اختلافِ قراءت کے متعلق بحث کرتے ہوئے حضرت محقق العصر علامہ محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''پورے ذخیرۂ اَحادیث میں ہمیں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک سات حروف کا اختلاف اور دوسرے قراءتوں کا اختلاف۔ اس کے بجائے بہت سی رِوایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک چیز ہیں، کیونکہ ایک ہی قسم کے اختلاف پر بیک وقت 'اختلافِ قراءت' اور 'اختلافِ اَحرف' دونوں الفاظ کا اختلاف کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كنت بالمسجد، فدخل رجل يصلي فقرأ قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه، فلما قضينا الصلوة، دخلنا جميعا على رسول الله ﷺ. فقلت: إن هذا قرأ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر، فقرأ قراءة سوىٰ قراءة صاحبه، فأمرهما رسول الله ﷺ فقرءا فحسن النبي ﷺ شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب ولا إذ كنت في الجاهلية، فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني، ضرب في صدري ففضت عرقا، وكأنما أنظر إلى الله فرقا. فقال لي: «يَا أُبَيُّ! إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي، فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ.» [صحيح مسلم: ۸۲۰]

''میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا، اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اَجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی، اس پر آپ ﷺ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی، اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اُبی میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا، کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔''

اِس روایت میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں اَشخاص کے اختلاف تلاوت کو بار بار اختلافِ قراءت سے تعبیر فرما رہے ہیں اور اسی کو آنحضرت ﷺ نے سات حروف کے اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ قراءت کے اختلاف اور حروف کے اختلاف کو عہدِ رسالت میں ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کے خلاف کوئی دلیل ایسی نہیں جو دونوں کی جداگانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور جب قراءات کا محفوظ ہونا تواتر اور اِجماع سے ثابت ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اَحرفِ سبعہ آج بھی محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ حروفِ سبعہ کا جتنا حصہ عرضۂ اَخیرہ کے وقت باقی رہ گیا تھا وہ سارے کا سارا عثمانی مصاحف میں محفوظ کرلیا گیا تھا اور وہ آج تک محفوظ چلا آتا ہے، نہ اسے کسی نے منسوخ کیا اور نہ اس کی قراءت ممنوع قرار دی گئی۔ [علوم القرآن: ص ۱۳۸ تا ۱۴۰]

اس پورے بیان سے معلوم ہوگیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصاحف عثمانیہ میں حرف ولغت قریش کے علاوہ دیگر لغات و اَحرف کو بالکلیہ منسوخ نہ فرمایا تھا بلکہ صرف بالجزئیہ فقط اُنہی لغات کو موقوف فرمایا تھا جو قریش کے ہاں معتبر ومتداول و مستعمل نہ تھے۔ باقی بالأغلبیہ ان احرف ولغات ستہ کو یقیناً ثابت و باقی رکھا تھا جو قریش کے نزدیک معتبر ومتداول و مستعمل تھے۔ نیز اس تقریر سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ محض سطحی نظر سے جو بعض علمائے کرام یہ فرما دیا کرتے ہیں کہ عہد عثمانی میں صرف ایک ہی لغت باقی رہ گیا تھا اور باقی سب لغات ختم ہوگئے تھے، اس لیے آج اختلاف قراءت کی گنجائش نہیں، یہ بات سراسر خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ جملہ قراءات عشرہ لغت قریش اور باقی لغات ستہ فصیحہ معتبرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عندقریش کی روشنی میں عرضۂ اَخیرہ والے سبعہ لغات وسبعہ وجوہِ اختلافِ قراءات کے مطابق مدوّن ہوئی ہیں، جو حضورﷺ نے آخری سال وفات میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ ماہ رمضان المبارک میں فرمایا تھا۔ اس مضمون کی مزید تفصیلات وتحقیقات ناچیز راقم کی تازہ ترین تالیف 'دفاعِ قراءات' میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے بقول دورِ عثمانی میں سبعہ اَحرف میں سے صرف ایک قریشی حرف ہی کو باقی رکھا گیا تھا اور باقی غیر قریشی چھ اَحرف کو موقوف قرار دے دیا گیا تھا پھر سبعہ اَحرف کی بقائیت کا قول کیونکر درست ہوا؟

الجواب: طبری رحمہ اللہ نے جمع عثمانی میں سبعہ اَحرف میں سے جو صرف ایک ہی حرف قریش کے بقاء کا قول کیا ہے طبری رحمہ اللہ کے یہاں راجح اور آخری تحقیق کے مطابق اس کا مقصد یہ ہے کہ ابتدائے اِسلام میں بدوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رِعایت رکھتے ہوئے سات کلمات ولغات کی حد تک ہم معنی متبادل کلمہ ولغت پڑھنے کی اِجازت تھی۔ لیکن پھر اوّلاً حضورﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں یہ اِجازت ختم کردی گئی اس کے بعد ثانیاً جمع عثمانی کے وقت ان ستہ مترادفات کی منسوخیت کی مزید اِشاعت وتشہیر کی گئی اَب خاص اس ایک ہی قریشی کلمہ مترادفہ کے پڑھنے کی اجازت ہے جس کے مطابق اوّلاً قرآن کریم نازل ہوا تھا مثلاً ھلمّ کی جگہ تعال پڑھنے کی اِجازت قطعاً موقوف قرار دے دی گئی۔ علامہ طبری رحمہ اللہ قطعاً اس کے قائل نہیں کہ 'سبعہ لغات غیر مترادفات' اور 'سبعہ وجوہ واَنواعِ اختلافِ قراءات' میں سے بھی صرف ایک ہی قریشی لغت اور صرف ایک ہی اختلافی وجہ قراءت پڑھنے کی اجازت ہے اور باقی چھ لغات اور چھ اختلاف وجوہ قراءات ختم کردی گئی ہیں۔ اس کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ علامہ طبری رحمہ اللہ نسخ مترادفات ستہ کے باوجود اختلافِ قراءات کے یقیناً قائل ہیں۔ جیسا کہ

① تفسیر طبری میں مختلف قراءات کا تذکرہ موجود ہے۔

② نیز طبری مقدمہ کتاب المبانی ص ۲۳۰ میں فرماتے ہیں:

”إن القراءات التي تختلف بها المعاني صحيحة منزلة من عند الله ولكنها خارجة من هذه السبعة الأحرف.“

یہ سب قراءات جن میں معانی بھی مختلف ہوجاتے ہیں صحیح اور منجانب اللہ نازل شدہ ہیں، لیکن بایں ہمہ یہ ان سبعہ اَحرف (بمعنی کلمات مترادفہ مختلفۃ المادۃ) سے خارج وجداگانہ ہیں۔

③ نیز خود طبری قراءۃِ حمزہ اور رِوایت ورش بطور خاص پڑھا پڑھایا کرتے تھے۔[مقدمہ تفسیر طبری ص ۱۴]

④ بلکہ طبری نے 'الجامع' نامی ایک بڑی کتاب قراءات پر تالیف کی جس میں بیس سے زائد قراءات کا تذکرہ کیا ہے۔[النشر: ۳۴/۱]

ظاہر ہے کہ یہ تمام قراءتیں 'سبعہ لغاتِ غیر مترادفہ' اور 'سبعہ اَنواع اِختلاف قراءات' کی روشنی ہی میں مدون ہوکر معرض وجود میں آئی ہیں لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ طبری کے یہاں بھی 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ مترادفات' اور 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ لغات غیر مترادفہ' اور 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَنواع اِختلاف قراءات' تین مستقل اَنواع واَقسام کی اَحادیث ہیں جن میں سے 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ مترادفات' والی اَحادیث تو صرف اِبتدائے اسلام کے زمانے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معمول تھیں اور اس کے بعد موقوف ومنسوخ ہوچکی ہیں۔ لیکن 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ لغات غیر مترادفہ' نیز 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَنواع اختلاف قراء ات' والی اَحادیث اب بھی یقیناً معمول وباقی ہیں اور یہ لغات واختلاف قراء اتِ عرضۂ اَخیرہ اور قریشی لغات کی روشنی میں بدستور موجود ہیں، قطعاً منسوخ نہیں ہیں۔ چنانچہ خود علامہ طبری رحمہ اللہ نے 'کتاب القراء ات' میں اپنی تحقیقی رائے کی ترجمانی یوں فرمائی ہے:

"كل ما صح عندنا من القراءات أنه علمه رسول الله ﷺ لأمته من الأحرف السبعة التي أذن الله له ولهم أن يقرءوا بها القرآن، فليس لنا أن نخطئ من قرأ إذا كان ذلك به موافقا لخط المصحف." [الإبانة: ص۱۲، ۲۰]

''ہر وہ قراء ت جس کے متعلق بروئے صحت یہ بات ہمارے نزدیک ثابت ہوچکی ہو کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی اُمت کو اس کی تعلیم دی ہے وہ ان اَحرفِ سبعہ میں سے ہے جن کے موافق اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اُمت کو تلاوت قرآن کی اجازت عنایت فرمائی لہٰذا جب کوئی شخص ایسی قراء ت پڑھے بشرطیکہ وہ رسم عثمانی کی موافقت کرنے والا ہو ہمیں قطعاً اس کی تغلیط کا حق نہیں پہنچتا، واللہ يقول الحق وهو يهدي السبيل۔

[حیات ترمذی مؤلفہ راقم الحروف: ص ۶۸۰ تا ۶۸۲]

حاصلِ کلام اور حرفِ آخر

اَحرفِ سبعہ سے کیا مراد ہے اور یہ کہ اب وہ باقی ہیں یا نہیں اور قراء اتِ سبعہ اور عشرہ کا تعلق کس لغت سے ہے تفصیل بالا سے واضح ہے کہ اس میں حضرات اہل علم کے مابین شدید اِختلاف پایا جاتا ہے علامہ دانی رحمہ اللہ، اکثر محققین اور جمہور اہل اَدا کے نزدیک اَحرفِ سبعہ سے مراد مختلف قبائل کی سات لغات ہیں اور علامہ طبری رحمہ اللہ اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک اَحرفِ سبعہ میں سے اب صرف ایک حرف باقی ہے دیگر اَحرف ستہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں منسوخ ہوگئے تھے، اب وہ باقی نہیں رہے۔ ہمارے اَکابر میں سے حضرت علامہ ظفر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ کی رائے گرامی بھی یہی ہے خود احقر کے والد ماجد فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ جو اپنے دور میں ایک جید عالم دین اور عظیم فقیہ ومفسر ہونے کے ساتھ قراء اتِ سبعہ بلکہ عشرہ کے باقاعدہ قاری اور حضرت شیخ القراء جناب قاری محی الاسلام رحمہ اللہ کے خاص تلمیذ رشید تھے ان کی رائے بھی یہی تھی۔ جیسا کہ انہوں نے علامہ شمس الحق اَفغانی رحمہ اللہ سے متعلق اپنے مقالہ 'حضرت مولانا افغانی کی تفسیری خدمات' میں اس کا اِظہار بھی فرمایا ہے۔ لیکن اس کے برعکس جمہور علماءِ کرام کا ایک دوسرا طبقہ جس کا تفصیلی ذکر علوم القرآن کے حوالہ سے گزر چکا ہے، ان کا نظریہ یہ ہے کہ اَحرف سبعہ اب بھی باقی ہیں۔ لیکن یہ ایک خالص علمی اور نظریاتی اِختلاف ہے اس سے اس حقیقت ثانیہ، کہ قرآن کریم چودہ سو سال سے آج تک بغیر کسی اَدنیٰ تغیر وتبدل، اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے تحت محفوظ چلا آرہا ہے اور اس کی جتنی قراء تیں تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں وہ سب صحیح ہیں، پر ذرا بھی اَثر نہیں پڑتا۔ حضرت علامہ محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ نے اس بارہ میں نہایت صائب اور فیصلہ کن بات تحریر فرمائی ہے:

''یہ سارا اختلاف محض نظریاتی نوعیت کا ہے اور عملی اعتبار سے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اور اس کے بعینہٖ محفوظ رہنے پر اس اختلاف کا کوئی اَثر بھی مرتب نہیں ہوتا۔'' [علوم القرآن: ۱۵۶]

سردست ہم اس تحریر پر اکتفاء کرتے ہیں، اُمید ہے کہ حصولِ مطلوب میں یہ کافی ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حواشی وحوالہ جات

① عن ابن عباس مرفوعا قال: «أقرأني جبريل على حرف فراجعته، فلم أزل أستزيده ويزيدني حتى انتهى إلى سبعة أحرف». [أخرجه البخاري:٢/٧٤٦،م الحسن]

② وفى رواية مسلم عن أبي ابن كعب بلفظ أن النبي ﷺ كان عند أضاة بنى غفار فأتاه جبريل فقال: «إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرف»، فرددت إليه أن هون على أمتي. وفى رواية له إن أمتي لا تطيق ذلك. [صحیح مسلم:١/٢٧٣،م،آرام باغ کراچی]

③ وللترمذى من وجه آخر أنه ﷺ قال: «يا جبريل! إنى بعثت إلى أمة أميين منهم العجوز والشيخ الكبير والغلام والجارية والرجل الذي لم يقرأ كتابا قط». الحديث
[جامع الترمذی:٢/١٢٢،م الحسن]

④ وأخرج البخاري عن عمر في قصة طويلة، فقال رسول الله ﷺ: «إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرءوا ماتيسر منه». [صحیح البخاری:٢/٧٤٧، م الحسن]

⑤ وقال تعالىٰ: ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ ﴾[ابراهيم:٤]

⑥ وأخرج البخاري عن عثمان أنه قال للرهط القرشيين الثلاثة: "إذا اختلفتم و زيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم." ففعلوا.
[صحیح البخاری:٢/٧٤٦،م الحسن]

⑦ وأخرج أبوداؤد من طريق كعب الأنصارى أن عمر كتب إلى ابن مسعود: "أن القرآن نزل بلسان قريش فأقرئ الناس بلغة قريش، لا بلغة هذيل." وعن عمر أيضا أنه قال: "إذا اختلفتم في اللغة فاكتبوها بلسان مضر." [سنن ابوداؤد:٢/٤٢٠،م دہلی]
أخرجه الحافظ في الفتح وعزاه إلى ابن أبى داؤد في المصاحف وزياداته في الفتح صحاح وحسان.

⑧ وأخرج البخاري وحذيفة أنه أفزعه اختلافهم في القراء ة فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارىٰ. الخ. قال الحافظ: وفي رواية يونس فتذاكروا القرآن فاختلفوا فيه حتى كاد يكون بينهم فتنة. وفي رواية عمارة بن عزية أن حذيفة قدم من غزوة، فلم يدخل بيته حتى أتى عثمان، فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس. قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرءون بقراءة أبي بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق، وأهل العراق يقرءون بقراءة عبدالله بن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام، فيكفر بعضهم بعضا. وأخرج ابن أبي داؤد في المصاحف من طريق أبي قلابة، قال: لما كان في

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خلافة عثمان جعل المعلم يعلم قراءة الرجل والمعلم قراءة الرجل فجعل الغلمان يتلقون فيختلفون، حتى ارتفع ذلك إلى المعلمين، حتى كفر بعضهم بعضا، فبلغ ذلك عثمان، فخطب فقال: أنتم عندي تختلفون فمن نأى منى من الأمصار أشد اختلافا.

⑨ وأخرج ابن أبى داؤد بإسناد صحيح من طريق سويد بن غفلة قال: قال علي: "لاتقولوا في عثمان إلا خيرا. فقال: فو الله ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملأ منا. قال: ما تقولون في هذه القراءة فقد بلغني أن بعضهم يقول: إن قراءتي خير من قراءتك وهذا يكاد أن يكون كفرا. قلنا: فما ترى؟ قال: أرى أن نجمع الناس على مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف. قلنا: فنِعْمَ ما رأيت. [ص۱۶ ج۹]، [ص۴۲۴، ۴۲۵، ج۲ م دھلی]

قال الحافظ: وذهب أبوعبيد وآخرون إلى أن المراد بالأحرف السبعة اختلاف اللغات وهو اختيار ابن عطية، وتعقب بأن لغات العرب أكثر من سبعة، وأجيب بأن المراد أفصحها فجاء عن أبي صالح عن ابن عباس قال: نزل القرآن على سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن قال: والعجز سعد بن بكر وهشيم بن بكر ونصر بن معاوية وثقيف وهؤلاء كلهم من هوازن ويقال لهم: "عليا هوازن" ولهذا قال أبوعمرو ابن العلاء: "أفصح العرب عليا هوازن وسفلى تميم" يعنى بني دارم. وأخرج أبوعبيد من وجه آخر عن ابن عباس قال: نزل القرآن بلغة الكعبين، كعب قريش وكعب خزاعة. قيل: وكيف ذلك؟ قال: لأن الدار واحدة. يعنى أن خزاعة كانوا جيران قريش، فسهلت عليهم لغتهم. قالوا: أبوحاتم السجستاني نزل بلغة قريش...... وهذيل وتميم الرباب والأزد وربيعة وهوازن وسعد بن بكر. اھ ونقل أبوشامة عن بعض الشيوخ أنه قال: أنزل القرآن أولا بلسان قريش ومن جاورهم من العرب الفصحاء ثم أبيح لسائر للعرب أن يقرءه بلغاتهم التي جرت عادتهم باستعمالها على اختلافهم في الألفاظ والأعراب ولم يكلف أحد منهم الانتقال من لغتهم إلى لغة أخرى للمشقة ولما كان فيهم من الحمية ولطلب تسهيل تفهيم المراد.

⑩ قال الحافظ: وتتمة ذلك أن يقال: إن الإباحة المذكورة لم تقع بالتشهي –أي أن كل أحد يفيد الكلمة بمرادفها في لغته– بل المراعى في ذلك السماع من النبي ﷺ.

[ص۲۴، ج۹]، ص۴۲۹، ج۲۰ م دھلی]

⑪ وعلى هذا وفيه أيضا أما من أراد قراءته من غير العرب فالاختيار له أن يقرأه بلسان قريش لأنه الأولى وعلى هذا يحمل ما كتب به عمر إلى ابن مسعود لأن جميع اللغات بالنسبة لغير العربي مستوية في التعبير. فإذا لابد من واحدة فلتكن بلغة النبي ﷺ.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وأما العربى المجبول على لغته فلو كلف قراءته بلغة قريش لعثر عليه التحول مع إباحة الله له أن يقرءه بلغته. ويشير إلى هذا قوله في حديث أبي كما تقدم: «هون على أمتي». قوله: «وإن أمتي لا تطيق ذلك». قال الحافظ: ويدل على ما قرأه (أبوشامة) إنه أنزل أولا بلسان قريش، ثم سهل على الأمة أن يقرأه بغير لسان قريش وذلك بعد أن كثر دخول العرب في الإسلام، فقد ثبت أن ورود التخفيف بذلك كان بعد الهجرة كما تقدم في حديث أبي بن كعب أن جبريل لقي النبي ﷺ عند أضاة بني غفار. الحديث (وهو موضع بالمدينة النبوية) [ص۲۵ج۹،ص۴۳۰ج۲۰م دطلی]

(۱۲) قال الجزري فى النشر: كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح إسنادها فهي القراءة الصحيحة التي لايجوز ردها ولا يحل إنكارها بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين ومتى اختل ركن من هذه الأركان الثلاثة أطلق عليها ضعيفة أو شاذة أو باطلة سواء كانت عن السبعة أم عمن هو أكبر منهم. هذا هو الصحيح عند أئمة التحقيق من السلف والخلف صرح بذلك الداني ومكي والمهدوي وأبوشامة. وهو مذهب السلف الذي لا يعرف من أحدهم خلافه.

(۱۳) وفي الاتقان للحافظ السيوطى أن القراء ة أنواع:

الأول: المتواتر، وهو ما نقله جمع لا يمكن تواطئهم على الكذب من مثلهم إلى منتهاه وغالب القراءة كذلك.

الثاني: المشهور، وهو ما صح سنده ولم يبلغ درجة المتواتر ووافق العربية والرسم. وأشهر عند القراء فلم يعدوه من الغلط ولا من الشذوذ و يقرأه به على ما ذكر ابن الجزري ويفهمه كلام ابن شامة السابق ومثاله ما اختلف الطرق في نقله عن السبعة فرواه بعض الرواة عنهم دون بعض وأمثلة ذلك كثيرة في فرش الحروف من كتب القراءات كالذي قبله.

الثالث، الأحاد وهو ما صح سنده وخالف الرسم أو العربية أو لم يشتهر إلا اشتهار المذكورة ولا يقرء به وقد عقد الترمذي في جامعه والحاكم في مستدركه لذلك بابا إخراجا فيه كثيرا صحيح الإسناد. اھ ملخصا۔ [۱،۸۱]،[ص۷۷ج۱]

(۱۴) قال في الشامية: القرآن الذي تجوز به الصلاة بالاتفاق، هو المضبوط في المصاحف الأئمة التي بعث بها عثمان إلى الأمصار وهو الذي أجمع عليه الأئمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة وتفصيلا، فما فوق السبعة إلى العشرة غير شاذ، وإنما الشاذ ما وراء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

العشرة وهو الصحيح . اهـ ـ[شامیۃ:ص۳۵۸ج۱،م رشیدیہ کوئٹہ]

⑮ قال أبوالخير محمد بن الجزرى: أما كون المصاحف العثمانية مشتملة على جميع الأحرف السبعة فإن هذه مسألة كبيرة اختلف العلماء فيها، فذهب جماعات من الفقهاء والقراء والمتكلمين إلى أن المصاحف العثمانية مشتملة على جميع الأحرف السبعة ابنوا ذلك على أنه لا يجوز على الأمة أن تهمل نقل شيء من الحروف السبعة التي نزل القرآن بها، وقد أجمع الصحابة على نقل المصاحف العثمانية من الصحف التي كتبها أبوبكر وعمر، وإرسال كل مصحف منها إلى مصر من أمصار المسلمين وأجمعوا على على ترك ما سوىٰ ذلك، قال هٰؤلاء: ولا يجوز أن ينهىٰ عن القراءة ببعض الأحرف السبعة ولا أن يجمعوا على ترك شيء من القرآن، وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف وأئمة المسلمين إلى أن هذا المصاحف العثمانية مشتملة على ما يحتمله رسمها فقط، جامعة للعرضة الأخيرة التي عرضها النبيﷺ على جبريل متضمنة لها، لم تترك حرفا منها. قلت:وهذا القول هو الذي يظهر صوابه لأن الأحاديث الصحيحة والآثار المشهورة المستفيضة تدل عليه وتشهد له. [النشر في القراءات العشر: ص۳۱ج۱]

⑯ قال العلامة بدرالدين العينى: واختلف الأصوليون هل يقرأ اليوم على سبعة أحرف؟ فمنعه الطبري وغيره وقال: إنما يجوز بحرف واحد اليوم، وهو حرف زيد ونحى إليه القاضي أبوبكر. وقال أبوالحسن الأشعرى: أجمع المسلمون على أنه لا يجوز حظر ما وسعه الله تعالىٰ من القراءة بالأحرف التي أنزلها الله تعالىٰ ولا يسوغ للأمة أن تمنع ما يطلقه الله تعالىٰ، بل هي موجودة في قراءتنا مفرقة في القرآن غير معلومة بأعيانها، فيجوز على هذا وبه قال القاضي: أن يقرأ بكل ما نقله أهل التواتر من غير تمييز حرف من حرف، فيحفظ حرف نافع بحرف الكسائى و حمزة ولا حرج فى ذلك.

[عمدۃ القاری کتاب الخصومات:۲۵۸/۱۲]

⑰ قال القاضي أبوبكر: والسابع اختاره القاضى أبوبكر وقال: الصحيح أن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصحابة في المصحف. [البرهان فی علوم القرآن:۲۲۳/۱]

وأما قول من قال:"أبطل الأحرف الستة". فقد كذب من قال ذلك، بل الأحرف السبعة كلها موجودة عندنا قائمة كما كانت مثبوتة في القراءت المشهورة المأثور.

[ابن حزم، الفصل في الملل والأهواء والنحل:۷۷/۲،۷۸]

⑱ قال أبوالوليد الباجي المالكي: فإن قيل هل تقولون إن جميع هذه السبعة الأحرف ثابتة في المصحف فالقراءة بجميعها جائزة قيل لهم كذلك، نقول:والدليل على صحة ذلك

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قوله عزوجل: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر:٩] ولا يصح انفصال الذكر المنزل من قراءته فيمكن حفظه دونهما ، ومما يدل على صحة ما ذهبنا إليه إن ظاهر قول النبي ﷺ يدل على أن القرآن أنزل على سبعة أحرف تيسيرا على من أراد قراءته ليقرأ كل رجل منهم بما تيسر عليه وبما هو أخف على طبعه وأقرب إلى لغته ، لما يلحق من المشقة بذلك المألوف من العادة في النطق . ونحن اليوم مع عجمة ألسنتنا وبعدنا عن فصاحة العرب أحوج . [أبوالوليد الباجي ، المنتقى شرح المؤطا:١/٣٤٧]

⑲قال الإمام الغزالي: ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الأحرف السبعة المشهور نقلا متواترا . [المستصفى:١/٦٥]

⑳ قال الملا علي القاري: وكأنه عليه الصلوٰة والسلام كشف له أن القراءة المتواترة تستقر في أمته على سبع وهى الموجودة الاٰن المتفق على تواترها ، والجمهور على أن ما فوقها شاذ ، لا يحل القراءة به . [مرقاة المفاتيح:٥/١٦]

الإنتباه: وما قال الملا على القاري والجمهور على أن ما فوقها شاذ...... الخ ، ليس بصحيح لأن ما وراء السبعة ليس بشاذ ، بل العشرة كلها متواترة ، وما فوقها شاذ وهذا مالا شك فيه كما لا يخفىٰ على أحد ، [عبدالقدوس ترمذی غفرله]

㉑ قال الشاه ولي الله:

وليل برآنكه ذكر سبعه بجهت تكثير است نه برائے تحديد اتفاق ائمه است بر قرائات عشر وهر قرآتے را ازيں عشره دو راوى است وهر يكے با ديگرے مختلف است پس مرتقى شده عدد قرائة تا هيست۔ [المصفّی:١٨٧]

㉒ قال العلامة محمد أنور شاه كشميرى: واعلم أنهم اتفقوا على أنه ليس المراد من سبعة أحرف القراءة السبعة المشهورة ، بأن يكون كل حرف منها قراءة من تلك القراءات ، أعنى أنه لا انطباق بين القراءات السبع والأحرف السبعة كما يذهب إليه الوهم بالنظر إلىٰ لفظ السبعة في الموضعين ، بل تلك الأحرف والقراءة عموم وخصوص وجهي ، كيف ، وإن القراءات لا تنحصر في السبعة ، كما صرح ابن الجزري في رسالة النشر في القراءة العشر ، وإنما اشتهرت السبعة على الألسنة لأنها التي جمعها الشاطبي . ثم اعلم إن بعضهم فهم أن بين تلك الأحرف تغايرا من كل وجه ، بحيث لا ربط بينها وليس كذلك ، بل قد يكون الفرق بالمجرد والمزيد والأخرىٰ بالأبواب ، ومرة باعتبار الصيغ من الغائب والحاضر ، وطورا بتحقيق الهمزة وتسهيلها ، فكل هذه التغييرات يسيرة كانت أو كثيرة حرف برأسه ، وغلط من لهم إن هذه الأحرف متغايرة كلها بحيث يتعذر اجتماعها أما إنه كيف عدد السبعة فتوجه إليه ابن الجزري وحقق أن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

التصرفات كلها ترجع إلى السبعة، وراجع القسطلانى والزرقاني، بقي الكلام في أن تلك الأحرف كلها موجودة أو رفع بعضها وبقي البعض فاعلم أن ما قرأه جبريل في العرضة الأخيرة على النبي ﷺ كله ثابت في مصحف عثمان، ولما يتعين معنى الأحرف الستة منها وبقى واحد فقط . [فیض الباری:۳/۳۲۱،۳۲۲]

(۲۳) قال المحقق العلامة محمد زاهد الكوثري: والأوّل رأى القائلين بأن الأحرف السبعة كانت في مبدء الأمر ثم نسخت بالعرضة الأخيرة في عهد النبي ﷺ فلم يبق إلا حرف واحد ورأى القائلين بأن عثمان جمع الناس على حرف واحد ومنع من الستة الباقية للمصلحة، وإليه نحى ابن جرير وتهيأه ناس فتابعوه لكن هذا رأى خطير، قام ابن حزم بأشد الكبير عليه في الفصل وفي الأحكام، وله الحق في ذلك، والثاني رأى القائلين بأنها هي الأحرف السبعة المحفوظة كما هي في العرضة الأخيرة......الخ .

[مقالات الکوثری: ص۲۰، ۲۱، مطبعۃ الانوار قاہرہ ۱۳۷۲ھ]

فقط والله أعلم

هذا من عندى ولعل عند غيري أحسن من هذا وفي هذا كفاية لمن له دراية والله هو العاصم من الضلالة والغواية وله الحمد في البداية والنهاية .

كتبه الأحقر عبدالقدوس الترمذي غفر له
خادم الإفتاء بالجامعة الحقانية
ساهيوال من مضافات سرجودها
١٧ من شهر صفر المظفر ١٤٣١ﻫ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مرتب: حافظ نعیم الرحمٰن ناصف☆
مترجم: حافظ محمد مصطفی راسخ*

ضمیمہ فتاویٰ علمائے عرب

قراءات نمبر دوم میں عالم عرب کے معروف اہل علم ومشائخ کے فتاویٰ جات پیش کیے گئے تھے، شمارہ ہذا میں ان کا ضمیمہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ فاضل مرتب نے یہ تمام فتاویٰ جات انٹرنیٹ سے حاصل کیے ہیں، لہٰذا انہوں نے حوالہ جات کے طور پر تمام فتاویٰ کے لنک دے دیئے ہیں۔ [ادارہ]

ایک حرف پر مصاحف کو جمع کیا جانا؟

سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کیا تھا اور باقی حروف حذف کر دیئے تھے؟ یا انہوں نے بعض قراءات کو باقی رکھا تھا اور بعض کو حذف کر دیا تھا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إن هذا القرآن أنزل علی سبعة أحرف فاقرؤوا ما تيسر منه»

[صحیح بخاری:۲۲۴۱،۴۶۵۳، صحیح مسلم:۱۳۵۴، جامع الترمذی:۲۸۶۷]

محققین اہل علم فرماتے ہیں:

یہ حروف مختلف فی الالفاظ اور متقارب فی المعنی ہیں۔ جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اختلاف کی خبر ہوئی اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے جنگ آرمینیہ سے واپس آکر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

" أدرك الناس " ''لوگوں کو سنبھالئے''

تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ مشورہ کیا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی مشورہ دیا کہ قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کر دیا جائے تاکہ لوگ اختلاف میں نہ پڑیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے چار افراد پر مشتمل کمیٹی بنا دی جن کے نگران کاتب وحی سیدنا سید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو مختلف صوبوں میں روانہ کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگ ان سرکاری مصاحف پر اعتماد کرنے لگے اور انکے درمیان نزاع ختم ہوگیا۔

قراءاتِ سبعہ یا قراءاتِ عشرہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصاحف کے اندر ہی موجود تھیں اور قراءات کا سارا اختلاف اس ایک حرف کے اندر ہی داخل تھا جس کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ اس جمع کا مقصد کلام اللہ کی حفاظت اور لوگوں کو اختلاف کرنے سے منع کرنا تھا جو انہیں نقصان دے رہا تھا اور ان کے درمیان فتنے کا سبب بن رہا

☆ فاضل کلیة الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

* فاضل کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھا۔ اللہ تعالیٰ نے احرف سبعہ پر قراءت کرنا واجب قرار نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ [المزمل:۲۰] ''اس میں سے جو میسر ہو پڑھو''

چنانچہ لوگ ایک حرف پر جمع ہو گئے۔ اس کار خیر پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شکریہ ادا کرنا چاہئے جنہوں نے یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دے کر اُمت کو اختلاف اور فتنہ سے بچالیا۔

[فضیلة الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ]

[http://www.islam-qa.com/ar/ref/125091]

قراءات عشرہ کا تعارف

سوال: مجھے قراءاتِ عشرہ کے بارے میں بتلائیں۔ یہ دس قراءات کیوں ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سات حروف (سبعہ احرف) پر نازل فرمایا ہے؟

جواب: علم قراءات، اہل علم اور قراءِ کرام کے نزدیک معلوم ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سات حروف پر نازل فرمایا ہے اور یہ حروف باہم متقارب ہیں۔ ان میں الفاظ اور معنی کا معمولی اختلاف ہوتا ہے۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگوں نے قراءاتِ قرآنیہ میں اختلاف کرنا شروع کر دیا تو امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کر دیا تاکہ اختلاف ختم ہو جائے۔ قراءِ کرام جنہوں نے قراءاتِ سبعہ یا قراءاتِ عشرہ کا اختلاف کیا ہے۔ ان میں غالباً معنی تبدیل نہیں ہوتا مگر بہت کم، قراءاتِ سبعہ وعشرہ کا اختلاف بہت معمولی اختلاف ہے اور یہ سارے کا سارا اختلاف ایک ہی حرف میں داخل ہے جس پر قرآن مجید نازل ہو۔

[فضیلة الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ]

[http://www.binbaz.org.sa/mat/11253]

قراءاتِ سبعہ کا مختصر تعارف

سوال: آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہمیں قراءاتِ سبعہ کا مختصر تعارف کروا دیں؟

جواب: قراءاتِ سبعہ اور قراءاتِ عشرہ اہل علم کے ہاں معروف ہیں اور قراءِ عشرہ بھی معروف ہیں۔ جن کی تفصیلات امام شاطبی رحمہ اللہ کی کتاب 'حرز الامانی ووجه التهانی' میں موجود ہیں۔ اس کتاب میں قراءات کا معنی، قراءاتِ ثلاثہ کا تعارف وغیرہ تفصیلاً موجود ہے۔ یہ قراءات، ادغام، اظہار، رفع، نصب، مد اور عدم مد وغیرہ میں مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ان تمام قراءات کا مرجع اس مصحف کا رسم ہے جسے امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھا۔ اگرچہ بعض مقامات میں معمولی سا اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ جیسے 'فَأَزَلَّهُمَا، فَأَزَالَهُمَا' قراءِ کرام کا اختلاف اپنے مشائخ سے نقل کے اعتبار سے ہے۔ اور یہ اختلاف بھی انتہائی معمولی سا ہے۔ جس سے معنی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ لیکن قاری پر واجب ہے کہ وہ مصحف کے رسم کا التزام کرے تاکہ اس کے ملک میں رہنے والے قراء کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا نہ ہو۔ اگر اس کے ملک میں روایت حفص متداول ہے تو وہ روایت حفص میں ہی تلاوت کرے اور اگر اس کے ملک میں روایت حفص کے علاوہ کوئی دوسری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روایت مثلاً روایت ورش وغیرہ متداول ہے تو وہ اسی روایت میں ہی تلاوت کرے جو اس کے علاقے میں رائج اور متداول ہے تا کہ ان کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا نہ ہو۔ کیونکہ شریعت اختلاف کے اَسباب سے منع کرتی ہے اور اتفاق واتحاد اور اجتماعیت کے اَسباب کی ترغیب دیتی ہے۔

[فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ]

[http://bayenahsalaf.com/vb/showthread.php?t=1457]

تلاوتِ قرآن مجید میں مصحف پر اِعتماد

سوال: میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ قراءاتِ سبعہ کی رو سے لفظ کو بدلنا جائز ہے۔ مثلاً ﴿كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ﴾ [القارعۃ:۵] کو 'کالصوف المنفوش' اور ﴿فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ﴾ [المسد:۵] کو 'فی عنقھا حبل من مسد' پڑھنا جائز ہے۔ کیا نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں کوئی حکم وارد ہے؟

جواب: مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مصحف شریف اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں لکھے گئے رسم پر اِعتماد کریں اور اس کے خلاف نہ پڑھیں۔ کیونکہ اس میں تشویش، اختلاف اور تفرقہ بازی کا خدشہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان:

«إن القرآن نزل علی سبعة أحرف، فاقرؤوا ما تیسر منه»

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں گنجائش اور وسعت رکھی ہے اور قرآن مجید کو سات حروف پر نازل فرمایا ہے۔ جن کے الفاظ مختلف اور معانی باہم متقارب ہیں۔ جیسے 'عھن' اور 'الصوف' کا معنی متقارب ہے۔ اسی طرح 'فی جیدھا' اور 'فی عنقھا' کا معنی متقارب ہے۔ لیکن چونکہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کر دیا ہے، تا کہ نزاع اور اختلاف پیدا نہ ہو، لہٰذا اب مسلمانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ بھی اس خدشے کے پیش نظر مصحف پر ہی اعتماد کریں اور اختلاف ونزاع سے بچیں لیکن تفسیر کے باب میں وضاحت معنی کے لیے قراءات بیان کی جا سکتی ہیں۔ قراءات توقیفی ہیں جن کو مصحف کے رسم کے خلاف نہیں پڑھا جا سکتا۔

[فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ]

[http://www.alathar.net/home/esound/index.php?op=tadevi&id=5096&coid=61781]

نزولِ قرآن

سوال: محمود عمر نامی ایک شخص نے خط لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید لغت عرب پر نازل فرمایا ہے۔ لیکن ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ قرآن مجید کو تلاوت کرنے کی متعدد قراءات ہیں۔ ان قراءات میں سے سب سے افضل کون سی قراءت ہے؟ اسی طرح غنہ، مد اور قلقلہ وغیرہ کے بغیر تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جواب: جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے، قرآن مجید لغت عرب میں ہی نازل ہوا ہے۔
اِرشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿اِنَّا أَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا ﴾[یوسف:۲]
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا ﴾[زخرف:۳]
ایک اور مقام پر اللہ فرماتا ہے:
﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ، عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ، بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾
[الشعراء:۱۹۳،۱۹۵]

اور اس اَمر میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن مجید میں متعدد قراءات ہیں، جن میں سے مشہور قراءات، قراءات سبعہ ہیں۔ جو شخص ان قراءات کا عالم ہو اس کے لیے مسنون یہی ہے کہ وہ باری باری تمام قراءات میں تلاوت کرے۔ کیونکہ قراءاتِ سبعہ سب کی سب متواتر اور نبی کریمﷺ سے ثابت ہیں۔ جب یہ نبی کریمﷺ سے ثابت ہیں تو ان میں بھی یہی مشروع ہے کہ آدمی کبھی کوئی قراءت پڑھے اور کبھی کوئی دوسری قراءت پڑھے۔ جیسا کہ متنوع وجوہ پر مشروع عبادات میں ہم کرتے ہیں کہ کبھی ایک وجہ پر عمل کرلیا اور کبھی دوسری وجہ پر عمل کرلیا تاکہ تمام سنتوں پر عمل ہوجائے۔ لیکن غیر عالم کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ فقط ظن کی بناء پر کوئی قراءت کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پاس موجود مصحف کی قراءت پر ہی اکتفاء کرے۔ باقی رہا سائل کا یہ سوال کہ کیا غنہ، مد اور قلقلہ کے بغیر تلاوت کرنا جائز ہے؟ اس مسئلے میں میرے نزدیک درست رائے یہی ہے کہ قواعد تجوید کے مطابق تلاوت کرنا مستحب اور اکمل اَمر ہے۔ واجب نہیں ہے۔ لیکن تلاوت میں یہ اَمر ضروری اور واجب ہے کہ کوئی حرف زیادہ یا کم نہ ہو۔

[فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ]

[http://www.sahab.net/forums/showthread.php?t=339393]

متنوع قراءات کا سبب

سوال: قراءات کے تنوع کا کیا سبب ہے؟ حالانکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کیا تھا؟
جواب: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک حرف پر مصحف لکھا تھا، لیکن اس وقت مصاحف نقطوں، اعراب اور ممدود سے خالی تھے۔ لہٰذا لوگوں نے اپنے اپنے اَساتذہ مقرئین سے مختلف لہجات میں پڑھا جس سے قراءات متنوع ہوگئیں اور جب مصاحف پر اعراب لگائے گئے تو ہر شخص نے اپنے اپنے اُستاد کے پڑھائے ہوئے کے مطابق اعراب لگائے جس سے یہ اختلاف پیدا ہوگیا۔

[فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین حفظہ اللہ]

[http://ibn-jebreen.com/ftawa.php?view=vmasal&subid=10209&parent=786]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کسی بھی روایت میں تلاوت قرآن

سوال: روایت ورش یا قراءاتِ سبعہ میں سے کسی بھی روایت میں قرآن کی تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا روایت حفص کے علاوہ دیگر روایات میں تلاوت کرنا جائز ہے یا ہم صرف روایت حفص عن عاصم پر ہی اکتفا کریں؟

جواب: روایتِ ورش یا قراءاتِ سبعہ میں سے کسی بھی روایت میں تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ورش، مدینہ کے مشہور قاری امام نافع بن ابی نعیم سے روایت کرنے والوں میں سے سب سے معروف راوی ہیں۔ ان کی قراءت طبع ہوچکی ہے اور مغربی ممالک میں مشہور و متداول ہے، جسے کثیر مالکی پڑھتے ہیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے روایت حفص عن عاصم مطبوع ہے اور عرب ممالک میں مشہور و متداول ہے۔ نیز ہمارے لیے ان دو قراءتوں (ورش اور حفص) کے علاوہ قراءِ سبعہ یا قراءِ عشرہ کی قراءات کی تلاوت کرنا بھی جائز ہے۔

[فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین ﷾]

[http://ibn-jebreen.com/ftawa.php?view=vmasal&subid=4283&parent=786

قراءاتِ شاذہ کی تلاوت کا حکم

سوال: قراءاتِ شاذہ کی تلاوت کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں قراءاتِ شاذہ کی تلاوت کرنا حرام ہے۔ کتب قراءات میں قراءاتِ شاذہ کو نقل کرنے کا مقصد تفسیر اور وضاحت ہے۔ خواہ وہ کسی کلمہ کی زیادتی سے ہو جیسے ابن مسعودوغیرہ کی قراءت ہے۔ ''فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ أَیَّامٍ مُّتَتَابِعَاتٍ'' یا کسی کلمہ کی کمی سے ہو جیسے بعض صحابہ کی قراءات ہے۔ ''وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی، وَالذَّکَرِ وَالْأُنْثٰی '' یا مصاحف عثمانیہ کے کسی کلمہ کی تفسیر سے ہو جیسے سیدنا ابن عباس کی قراءت ہے۔ ''وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطَوَّقُوْنَهٗ'' مگر جو قراءات رسم عثمانی کے موافق ہو اگرچہ موجودہ (روایت حفص میں) مطبوعہ مصحف کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اسے قراءتِ شاذہ نہیں کہا جائے گا جیسے ﴿فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ [الهمزة:۹] میں ﴿فِیْ عُمُدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ [الهمزة:۹] عین اور میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھنا۔ واللہ أعلم۔

[فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین ﷾]

[http://ibn-jebreen.com/ftawa.php?view=vmasal&subid=6615&parent=786]

قرآن کریم کا سات لہجوں میں نزول

سوال: میں نے یہ پڑھا ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ قرآن مجید اکٹھا کرے، لیکن یہ نص (عثمانی) ایک قراءت پر ہی موحد نہیں، اس لیے کہ پہلے عربی زبان میں حروف علت نہیں تھے، اور اسی طرح کچھ حروف صحیحہ بھی اس شکل میں نہیں تھے، اور مختلف حروف میں فرق کرنے کے لیے کچھ علامات ایجاد کی گئیں، لیکن یہ سب کچھ قرآن مجید کی مختلف قراءات کو نہ روک سکا۔

تو چوتھی صدی کے نصف میں بغداد میں قراءات کے امام ابن مجاہد رحمہ اللہ نے اس مشکل کو حل کرنے کے متعلق کہا کہ کلمہ 'الحرف' قراءت کی جگہ لے سکتا ہے اور اس بات کا اعلان کیا کہ ان کے خیال میں قراءتِ سبعہ صحیح ہیں اس

لیے کہ نبی ﷺ کا یہ قول کہ قرآن مجید سات حرفوں میں نازل ہوا ہے، کا معنی یہ ہے :

قرآن مجید کی قراءت کے سات طریقے ہیں۔

اور ان دنوں جو قرآن کریم کی مشہور قراءات چل رہی ہیں وہ ورش، نافع اور حفص عن عاصم ہیں۔

آپ سے میری گزارش ہے کہ ان مختلف قراءات کے متعلق بتائیں کہ کیا اس کے متعلق کوئی صحیح اَحادیث پائی جاتی ہیں؟

جواب: آپ کے سوال کے کئی حصے ہیں میں ایک ایک کر کے ان تمام کا جواب دیتا ہوں:

① اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق سے نوازے آپ کو یہ علم ہونا چاہئے کہ شروع میں قرآن مجید صرف ایک ہی حرف (لہجہ) میں نازل ہوا لیکن نبی ﷺ جبریل علیہ السلام سے زیادہ کا مطالبہ کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے نبی ﷺ کو سات لہجوں میں جو کہ کافی و شافی ہیں قرآن مجید پڑھایا اور اس کی دلیل یہ ہے :

سیدنا عبداللہ بن عباس علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جبریل علیہ السلام نے مجھے قرآن مجید ایک لہجہ میں پڑھایا تو میں نے ان سے زیادہ کا مطالبہ کیا تو انہوں نے زیادہ کر دیا تو میں مطالبہ کرتا رہا اور وہ زیادہ کرتے رہے حتیٰ کہ سات لہجوں پر جا کر ختم ہوا۔)

[صحیح بخاری: ۳۰۴۷، صحیح مسلم: ۸۱۹]

② الأحرف کا معنی کیا ہے؟

اس کے معنی میں سب سے اچھا اور بہتر قول یہ ہے کہ قراءت کے سات طریقے جو لفظی طور پر مختلف ہیں اور معنی میں متفق اور اگر ان کے معانی میں اختلاف بھی ہے تو وہ اختلاف تنوع اور تغایر ہے نہ کہ اختلاف تعارض اور تضاد۔

اور حرف کا لغوی معنی وجہ کا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اگر کوئی نفع مل جائے تو دلچسپی لینے لگتے اور اگر کوئی آفت آ پڑے تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہانوں کا نقصان اٹھا لیا یہ واقعی کھلا نقصان ہے۔“ [الحج: ۱۱]

③ بعض علماء کا کہنا ہے کہ: الأحرف کا معنی لغات ہے، لیکن یہ معنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر صحیح نہیں وہ کہتے ہیں:

میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان اپنی قراءت کے علاوہ کسی اور قراءت میں پڑھتے ہوئے پایا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ سورت مجھے پڑھائی تھی، میں قریب تھا کہ اس پر جلد بازی کرتا لیکن میں نے اسے وقت دیا حتیٰ کہ اس نے وہ سورۃ ختم کر لی، پھر میں نے اسے اس کی چادر سے پکڑا اور نبی ﷺ کے پاس لایا اور کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں نے اسے سورۃ الفرقان اس طرح پڑھتے ہوئے پایا جو کہ آپ نے مجھے پڑھائی تھی اس کے خلاف ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے پڑھو تو اس نے اسی طرح وہ پڑھی جس طرح میں نے اسے سنا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ فرمانے لگے اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر مجھے کہنے لگے کہ تم پڑھو تو میں نے بھی پڑھی اور آپ ﷺ فرمانے لگے کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے، یقیناً قرآن مجید سات حرفوں (لہجوں) میں نازل کیا گیا ہے تو تم جو بھی اس میں میسر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہو پڑھو۔[صحیح بخاری: ۲۲۸۷، صحیح مسلم:۸۱۸]

اور یہ معلوم ہے کہ سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ قریش میں سے اسدی ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قریش میں عدوی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ، اور دونوں ہی قریشی ہیں اور قریش کی تو ایک ہی زبان و لغت ہے، تو اگر حروف کا اختلاف لغات میں اختلاف ہوتا تو یہ دونوں قریشی صحابی آپس میں اختلاف نہ کرتے۔

اور اس مسئلہ میں علماء کرام نے چالیس کے قریب اَقوال نقل کیے ہیں اور ان میں سے راجح قول شائد وہی ہے جو کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

④ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حروف متعدد الفاظ میں نازل ہوئے اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا اِنکار حروف میں تھا نہ کہ معانی میں اور پھر یہ حروف میں اختلاف ، اختلاف تضاد نہیں بلکہ اختلاف تنوع ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح آپ یہ کہیں کہ هَلُمَّ ، أَقْبِل ، تَعَال) ان کا معنی ایک ہی ہے۔''

⑤ اب رہی قراءتِ سبعہ کی تحدید تو یہ تحدید قرآن و سنت میں سے نہیں کی گئی بلکہ ابن مجاہد رحمہ اللہ کا اپنا اجتہاد ہے، بعض لوگ یہ گمان کرنے لگے ہیں کہ سات حروف سے قراءتِ سبعہ ہی مراد ہیں اس لیے کہ یہ تعداد میں ایک جیسے ہی ہیں۔

یہ عدد یا تو اتفاقی طور پر یا پھر ان سے قصداً سامنے آیا ہے، تا کہ یہ تعداد اَحرفِ سبعہ سے مطابقت اختیار کر لے، اور بعض لوگوں کا جو یہ گمان ہے کہ اَحرف سبعہ سے مراد یہی قراءتِ سبعہ ہے تو یہ ان کی غلطی ہے، اور اہل علم سے یہ بات معروف نہیں ہے۔

بلکہ قراءتِ سبعہ، اَحرفِ سبعہ میں سے ایک حرف ہے اور یہی وہ حرف ہے جس پر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع کیا تھا۔

⑥ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب مصحف نسخ کیا تو اسے ایک ہی حرف پر تیار کیا لیکن انہوں نے اس پر نقطے اور اعراب (زیر، زبر وغیرہ) نہ لگائے تا کہ اس کے رسم میں وسعت رہے اور دوسرے لہجات (حروف) کا بھی احتمال رہے تو جو اس میں رہا اس کی قراءت بن گئی اور جو نہ تھا اس کو نسخ کر دیا گیا، اور یہ کام اس لیے ہوا کہ قرائت میں لوگ اختلاف کرنے لگے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک نسخہ پر جمع کر دیا تا کہ اختلاف ختم ہو۔

⑦ آپ کا سوال میں یہ کہنا کہ ابن مجاہد رحمہ اللہ کا گمان ہے کہ قراءت حرف کی جگہ میں ہے، تو یہ قول غیر صحیح ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس کی طرف اِشارہ کیا ہے۔[مجموع فتاویٰ:۲۱۰/۱۳]

اور قراءِ سبعہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

① نافع المدنی رحمہ اللہ ② ابن کثیر المکی رحمہ اللہ ③ عاصم الکوفی رحمہ اللہ ④ حمزہ زیات الکوفی رحمہ اللہ
⑤ الکسائی الکوفی رحمہ اللہ ⑥ ابوعمرو بن علاء البصری رحمہ اللہ ⑦ عبداللہ بن عامر الشامی رحمہ اللہ

ان سب میں سے قراءات کی سند کے اعتبار سے قوی نافع اور عاصم ہیں۔

اور ان میں سے فصیح ابوعمرو اور کسائی ہیں۔ اور نافع سے ورش اور قالون روایت کرتے ہیں۔ اور عاصم سے حفص اور شعبہ روایت کرتے ہیں۔ والله أعلم۔

ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(فضیلة الشیخ صالح المنجد حفظہ اللہ)

[http://www.islamqa.com/ur/raf/islamqr/5142/print]

قراءاتِ قرآنیہ

سوال: میں نماز کے انتظار میں ایک مسجد میں داخل ہوا، میں نے مسجد میں موجود مصاحف میں سے ایک مصحف کی تلاوت کرنا شروع کردی۔ جب میں سورۃ الروم کی آیت ﴿ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَ شَیْبَةً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴾[الروم:۵۴] پر پہنچا تو بہت پریشان ہوا؟ کیونکہ اس مصحف میں کلمہ 'ضعف ، ضعفا' کو تینوں مقامات پر ضاد کے ضمہ (پیش) کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ حالانکہ میں نے مصر میں جو پڑھا اور حفظ کیا تھا وہ ضاد کے فتحہ (زبر) کے ساتھ تھا۔ اور جامعہ اَزہر کی تصدیق کے ساتھ مطبوع مصحف تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ طباعت کی غلطی ہے اور ہندوستان میں شاید مصر کی طرح مصاحف کی تصدیق کا کوئی نظام رائج نہیں ہے۔ آپ سے سوال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا یہ طباعت کی غلطی ہے یا کوئی دوسری قراءت ہے یا آپ کے نزدیک اس کی کوئی دوسری تفسیر موجود ہے۔ وضاحت فرما کر مشکور ہوں؟

جواب: میں سب سے پہلے اس نوجوان کا شکرگزار ہوں جو کتاب اللہ پر اتنا غیرت مند اور اس کی تلاوت کا اتنا حریص ہے کہ جونہی اسے موقع ملا اس نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی اور پھر اس کے اس اَمر پر بھی شکرگزار ہوں کہ جب اس کے دل میں شک اور وسوسہ پیدا ہوا تو اس نے حصول اطمینان کے لیے فوراً سوال کرلیا اور ہر مسلمان پر یہی واجب ہے کہ جس چیز کا اسے علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لے۔ حکم لگانے میں جلدی نہ کرے۔ "فانما شفاء العي السوال"

اَب میں سائل کے سوال کی طرف آتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ طباعت کی غلطی نہیں ہے بلکہ ان تینوں کلمات 'ضعف ، ضعفا' میں فتحہ اور ضمہ دونوں حرکات ہی صحیح قراءات سے ثابت ہیں۔ امام عاصم اور امام حمزہ کوفی ضاد کے فتحہ کے ساتھ 'ضَعْفٍ ، ضَعْفًا' پڑھتے ہیں جبکہ دیگر قراء کرام ضاد کے ضمہ کے ساتھ 'ضُعْفٍ ، ضُعْفًا' پڑھتے ہیں۔ قراءِ کرام کا کہنا ہے کہ ضمہ قریش کی لغت ہے جبکہ فتحہ تمیم کی لغت ہے۔ [تفسیر القرطبی:۱۴/۴۶،۴۷]

یہ بات معروف ہے کہ ہمارے ہاں مشرق عرب میں روایت حفص عن عاصم مشہور ومتداول ہے اور اسی روایت میں ہی مصاحف کی طباعت ہوتی ہے۔ میرے علم کے مطابق ہندوستان و پاکستان میں بھی یہ روایت حفص عن عاصم ہی مشہور ومتداول ہے۔ اس کا تقاضا تھا کہ ہندی مصحف میں یہ کلمہ ضاد کے فتحہ کے ساتھ 'ضَعْفٍ ، ضَعْفًا' مکتوب ہوتا، کیونکہ امام عاصم کی قراءت بفتح الضاد ہے اور ہم سب (یعنی مصری، ہندوستانی اور پاکستانی) امام عاصم کے شاگرد امام حفص کی روایت پڑھتے ہیں۔ پھر یہ ضمہ کیسے آگیا؟

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ کی کتاب 'القراءات السبع' امام ابن الجزری رحمہ اللہ کی کتاب 'النشر فی القراءات العشر' اور دیگر کتب قراءات کا مطالعہ کرنے سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ مصحف ہندی دیگر متداول مصاحف سے مختلف کیوں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام حفص سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عمر سے منقول مرفوع حدیث کی بنیاد پر اس آیت مبارکہ میں اپنے شیخ امام عاصم کی مخالفت کی ہے، اور ان تینوں کلمات 'ضعف ، ضعفا' کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام حفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ما خالفت عاصماً في شيء إلا في هذا الحرف"

''میں نے اس حرف کے سوا امام عاصم کی کسی شے میں مخالفت نہیں کی۔''

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حفص رحمہ اللہ سے فتحہ اور ضمہ دونوں ہی صحیح ثابت ہیں۔

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

میں روایت میں حفص دونوں وجوہ (ضمہ اور فتحہ) کو ہی اختیار کرتا ہوں۔ امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت کی متابعت کرتے ہوئے فتحہ اور امام حفص رحمہ اللہ کے اختیار کی موافقت کرتے ہوئے ضمہ پڑھتا ہوں۔

امام ابن الجزریؒ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اس میں دو وجوہ ہیں اور میں ان دونوں کو ہی لیتا ہوں۔ [النشر في القراءات العشر لابن الجزري، بمراجعة الشيخ علي محمد الضباع: ۲/۲۴۵، ۲۴۶، مصطفیٰ محمد مصر]

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ ہندی مصحف روایت حفص کے موافق ہی ہے۔ اگرچہ امام حفص رحمہ اللہ نے اس آیت میں اپنے استاد امام عاصم کی مخالفت کی ہے اور شاید میرے ہندوستانی بھائیوں نے ضمہ کو اس بنیاد پر ترجیح دی ہو کہ ضمہ، لغت قریش ہے اور لغت قریش دیگر لغات پر افضل ہے۔ نیز اس ضمہ والی قراءت کے ساتھ مرفوع حدیث وارد ہے۔

جسے امام احمد رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ اور ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ عطیہ العوفی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ پر اس آیت مبارکہ کی قراءت کی اور پڑھا ﴿ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضَعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضَعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضَعۡفًا وَّشَيۡبَةً ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ ﴾ [الروم: ۵۴] (یعنی ضاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھا) تو انہوں نے دوبارہ پڑھا ﴿ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَيۡبَةً ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ ﴾ [الروم: ۵۴] (یعنی ضاد کے ضمہ سے پڑھا) پھر فرمایا: میں نے اسے نبی کریم ﷺ پر پڑھا تھا۔ جیسے آپ نے مجھ پر پڑھا ہے نبی کریم ﷺ نے مجھے ویسے ہی ٹوکا تھا جیسے میں نے آپ کو ٹوکا ہے۔ (اس حدیث کی سند عطیہ العوفی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اگرچہ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے) [مسند احمد: ۵۲۲۷، تحقیق الشیخ احمد شاکر: ۷/۷۷، ۸، ۱۷۱] بہر حال دونوں قراءات (ضمہ اور فتحہ والی) ہی تواتر سے صحیح ثابت ہیں اور ان دونوں میں سے کسی پر بھی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کائنات میں قرآن مجید کے علاوہ کوئی ایسی کتاب نہیں پائی جاتی جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے سر لیا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ ﴾ [الحجر: ۹]

[فضیلۃ الشیخ محمد یوسف قرضاوی حفظہ اللہ]

[http://abeerbeauty.com/showthread.php?t=3010]

مصاحف صحابہ

سوال: میں نے (الصدیق ابوبکر) نامی کتاب کے صفحہ: ۳۱۶ پر اس آیت کریمہ ﴿ حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى ﴾ کے بارے میں پڑھا ہے کہ یہ آیت مبارکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے مصاحف میں 'وصلوۃ العصر' کے الفاظ کی زیادتی کے ساتھ مکتوب تھی۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے؟ کیونکہ ہمارے مصاحف میں یہ آیت مبارکہ ﴿ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ﴾[البقرہ:۲۳۸]، 'و صلاۃ العصر' کے الفاظ کے بغیر مکتوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ ﴿لَا یَأْتِیْهِ الْبٰطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ [فصلت:۴۲]

جواب: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس اپنے مخصوص مصاحف تھے۔ وہ ان مصاحف میں تفسیرات، تعلیقات اور توضیحات وغیرہ لکھ لیا کرتے تھے۔ جن مصاحف کا آپ نے تذکرہ کیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مصاحف میں 'و صلوۃ العصر' کے الفاظ کی زیادتی کے ساتھ مکتوب تھی۔ یہ تفسیری جملے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ "صلوۃ الوسطی" سے مراد "صلوۃ العصر" ہے اور یہ روایت اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اصح ترین ہے۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہی اہل علم کا اختلاف رہا ہے کہ صلوۃ الوسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟ نماز فجر ہے، ظہر ہے یا عصر ہے؟ یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ صحیح ترین رائے یہی ہے کہ وہ عصر کی نماز ہے۔ اسکی صراحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مصحف میں 'و صلوۃ العصر' کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

ان دنوں تفسیر کو اصل متن سے جدا لکھنے کا کوئی معروف طریقہ رائج نہ تھا۔ قوسین (بریکٹیں) معروف نہ تھیں کہ تفسیری جملوں کو ان کے درمیان لکھ دیا جاتا یا الگ رنگ سے لکھ دیا جاتا۔ بعض روایات میں واؤ کے ساتھ 'و صلوۃ العصر' اور بعض روایات میں واؤ کے بغیر 'صلوۃ العصر' کے الفاظ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اضافہ تفسیر کے قبیل سے ہے، اس کا کلام اللہ (قرآن مجید) کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے اس تفسیری جملے 'و صلوۃ العصر' کو مصحف عثمان اور مصحف امام میں نہیں لکھا گیا کیونکہ مصحف امام میں صرف وہی کلام لکھا گیا ہے جس کا سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرضۂ اخیرہ میں دور کیا تھا۔ تفسیرات و توضیحات وغیرہ کو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حذف کر دیا تھا اور اس پر صحابہ، تابعین اور تمام مسلمانوں کا طویل زمانے سے اجماع چلا آ رہا ہے۔ اس وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد ائمہ، قراءِ سبعہ، قراءِ عشرہ اور مسلمانوں میں سے کسی ایک نے بھی مصحف عائشہ کے مطابق نہیں پڑھا۔

ہمارے ہاں حجت مصحف عثمان ہے۔ جس پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔ جسے سلف سے خلف نقل کرتے آ رہے ہیں اور وہ ضروریات دین میں سے ہے۔ مصحف عثمان سے جو کچھ بھی زائد ہے وہ تفسیر کا حکم رکھتا ہے۔ جیسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں 'فصیام ثلثة أیام متتابعات' مکتوب تھا۔ اہل علم لفظ 'متتابعات' کو تفسیر ہی شمار کرتے ہیں۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کے کفارہ کی وضاحت کر کے ان الفاظ کا اِضافہ کر لیا تھا۔ اگر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ آج ہمارے اس دور میں ہوتے تو ضرور ان کلمات کو بین القوسین، اصل متن سے مختلف رنگ کے ساتھ یا حاشیہ پر لکھتے۔ لیکن اس زمانے میں ایسی کوئی شئ معروف نہ تھی۔ وہ اپنے قدرتی ملکہ سے ہی اصل متن اور تفسیر کو پہچان لیتے تھے۔ اسی لیے اُمت اِسلامیہ نے ان تفسیرات کو کلام اللہ اور اصل متن شمار نہیں کیا۔ اصل مصحف اور اصل متن وہی ہے جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے جس کے بارے میں اللہ کا وعدہ ہے۔ ﴿لَا یَأْتِیْهِ الْبٰطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ [فصلت:۴۲] کائنات میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں ہے جس کے خادموں کی تعداد کتاب اللہ قرآن مجید کے برابر ہو۔ سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر:۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[فضیلۃ الشیخ محمد یوسف قرضاوی ﷾]

[http://www.burhanukum.com/article83.html]

علم قراءات کا ارتقاء

علم قراءت کی ابتداء پہلی وحی کے ساتھ ہی ہوگئی تھی۔ جب سیدنا جبرئیل علیہ السلام لوح محفوظ سے اللہ کی کلام لے کر رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے۔ اس وحی کا پہلا کلمہ [اِقْرَأْ] تھا۔ سیدنا جبرئیلؑ نے نبی کریم ﷺ کو تلاوت کی کیفیت و ادائیگی سکھلائی اور نبی کریم ﷺ نے جس طرح قرآن مجید نازل ہوا تھا اسی طرح اپنے صحابہ کرام کو سکھلا دیا۔ صحابہ کرام ﷺ اپنی نمازوں اور اپنے گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہے۔ پھر انہوں نے اسے اپنی اولادوں اور ساتھیوں کی طرف منتقل کر دیا اور بعد میں آنے والے تابعین کو سکھلایا۔ یہاں تک کہ ہم تک پہنچ گیا۔

لیکن قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ تلفظ اور نطق میں عرب قبائل کے لہجات کا خیال رکھتے تھے۔ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کر دیا۔ پھر عہد عثمانی میں سیدنا عثمان بن عفان ﷺ نے کبار صحابہ کے مشورے سے قرآن مجید کے سات نسخے تیار کیے جن کو مختلف اسلامی علاقوں کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

اسلامی لشکر اپنے ساتھ قرآن اٹھائے ہوئے ہوتے تھے اور ہر جگہ اس کی تلاوت کیا کرتے تھے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہونے والے نئے قبائل کو سکھلاتے تھے اور ہر گروہ اس کی ویسے ہی تلاوت کرتا تھا جیسے انہوں نے سنا ہوتا یا نقل کیا ہوتا یا وہ رسم عثمانی کے مطابق تلاوت کر لیتے تھے۔ چنانچہ مختلف شہروں کی قراءات بھی مختلف ہوگئیں۔ جیسا کہ ایک ہی لشکر میں متعدد قراءات پڑھنے والے ہوتے تھے۔

چنانچہ حفاظ اور قراء کرام اُٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے قراءات کو دقت و تحقیق کے ساتھ ضبط کر دیا، قراءات کے اختلافات کو مدون کیا اور اسے آگے نقل کرنے لگے۔ ان قراء کرام میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی ایک قراءت اور اپنا ایک منہج اختیار کر لیا اور اپنے تلامذہ کو اسی کے مطابق پڑھانے لگے۔ وہ گویا کہ ایک مذہب اور طریق بن گیا جو قراءت کے نام سے معروف ہوا۔

چنانچہ سات قراءات میں سات قراء کرام مشہور ہوگئے اور ان کے ساتھ ساتھ مزید تین قراءات مشہور ہوگئیں جو پہلی سات سے کچھ کم مشہور ہیں۔ وجوہ نادرہ و شاذہ کو شمار کرنے سے مزید چار قراءات سامنے آئیں۔ نتیجے میں مکمل طور پر چودہ قراءات معروف ہوگئیں۔

پس قراءت: سے مراد وہ طریق یا مذہب ہے، جس پر ائمہ قراءات میں سے کوئی امام دیگر کی مخالفت کرتے ہوئے چلتا ہے۔ خواہ یہ مخالفت نطق حروف میں ہو یا نطق ہیئت میں ہو۔ اب ساری قراءات کسی نہ کسی امام اور مقری کی طرف منسوب ہیں جن کی سند تواتر کے ساتھ نبی کریم ﷺ تک ثابت ہے۔

[دار الفتوی فی جمہور اللبنانیۃ]

[http://www.darfatwa.gov.lb/content.asp+?catid=49&divid=div1000&islam=1]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر قاری محمد مظفر☆

بریلوی مکتبہ فکر کے قراء کرام کی خدمات

ادارۂ رشد کی خواہش تھی کہ ''برصغیر پاک و ہند میں تجوید وقراءات کے آغاز و ارتقاء'' کے حوالے سے فرقہ وارانہ تعصبات سے بالاتر رہ کر تمام مکاتب فکر کی ہمہ جہت کوششوں کا ایک جائزہ پیش کیا جائے۔ قراءات نمبر اول و دوم میں برصغیر میں اہلحدیث اور دیوبندی قراء کرام کی تجوید قراءات میں خدمات کی تفصیل پیش کی گئی تھی۔ اس ضمن میں بریلوی مکتبہ فکر کے قراء ومجودین کی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔ زیرنظر تحریر میں جناب ڈاکٹر قاری محمد مظفر نے بریلوی مکتبہ کے کبار قراء کرام کی تجوید وقراءات میں خدمات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔ جس سے بخوبی علم ہوجاتا ہے کہ برصغیر پاک وہند میں تمام مسالک کی مشترکہ مساعی جمیلہ سے آج یہ علم زندہ وتابندہ ہے۔ [ادارہ]

حضرت قاری محمد طفیل نقشبندی رحمہ اللہ

ولادت اور بچپن

''قاری محمد طفیل نقشبندی رحمہ اللہ ۱۹۶۵ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حاجی عبدالرحمٰن، حیدرآباد سندھ میں اُن کہ وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔''

''اُن کی قبر ہالہ ناکہ حیدرآباد کے احاطے میں ہے۔ قاری صاحب کے دادا کا نام حاجی محمد حسین تھا جو امرتسر کی سبزی منڈی میں بیجوں کی تجارت کیا کرتے تھے اور جن کا گھرانہ دینی اور انسانی خدمت کے حوالے سے امرتسر میں ہمیشہ پیش پیش رہا کرتا تھا۔''

''جد امجد حاجی اللہ رکھا رحمہ اللہ ''جنت المعلّٰی'' مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔ قاری صاحب بچپن میں ہی حضرت امیر ملت رحمہ اللہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔ ڈیڑھ سال کے مختصر عرصے میں قرآن پاک یاد کیا۔ اس وقت قاری صاحب کی عمر دس سال تھی۔ ابتدائی تعلیم قاری کریم بخش شاگرد محمد صدیق شبلی، قاری خدا بخش اور قاری ظفر علی کے شاگرد ہیں، سے حاصل کی روایت حفص عبدالرزاق لکھنوی سے حاصل کی۔

تعلیم وتربیت

''جنگ جرمن (۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۱ء تک) کے عرصے میں قاری صاحب حرمین شریفین میں رہے اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے مدرس شیخ حسن بن ابراہیم الشاعر سے روایت حفص کی تکمیل کی۔ قاری صاحب اپنے شاگردوں کو روایت امام حفص کی جو سند دیتے تھے وہ انہی کے واسطے سے حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔

☆ پی ایچ ڈی علومِ عربیہ، پنجاب یونیورسٹی...... فاضل قراءات عشرہ، صدر مدرّس 'درس حضرت میاں وڈّا صاحب'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''قاری صاحب ﷫ نے قراءات سبعہ، مدرسہ فخریہ عثمانیہ مکہ مکرمہ میں قاری محمد اسحاق سے پڑھیں، قاری مجیب الرحمٰن سے بھی استفادہ کیا۔ بقول قاری محمد سلیمان اعوان، قاری صاحب نے قراءات عشرہ کی تکمیل شیخ حسن بن ابراہیم الشاعر سے کی۔''

قاری صاحب نے اُردو خطاطی منشی فیض محمد امرتسری سے اور عربی خطاطی ''مدرسہ صولتیہ'' مکہ معظّمہ کے قاری امین الدین سے سیکھی۔ فیروزسنز کے کاتب منشی عبدالرشید عادل گڑھی کے پاس بھی خطِ نسخ کی مشق کی۔ حدیث شریف علامہ سید احمد سعید کاظمی ﷫ سے پڑھی۔ قاری صاحب اگرچہ کپڑے کی تجارت بھی کرتے رہے، چار پانچ سال آڑھت بھی کی تاہم ان کی توجہ تحصیل علم کی طرف بھی باقاعدہ رہی اور فراغت کے بعد قرآن کریم کی تدریس اور تلاوت میں مصروف رہے اور سینکڑوں حافظ اور قاری تیار کر کے دُنیا سے رخصت ہوئے۔''

تدریس کا آغاز

''قاری صاحب نے ابتدأء امرتسر میں تجوید و قراءت کی تعلیم کے لیے مدرسہ قرآنیہ رحمانیہ قائم کیا۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک جامع مسجد وزیر خان، لاہور میں رہے۔''

''قاری صاحب ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک جامع مسجد وزیرخان لاہور میں نائب خطیب اور مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس عرصے میں غازئ کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ﷫ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری ﷫ سے دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ اسی دور میں جامع مسجد عیدگاہ، گڑھی شاہو، لاہور (اب جامعہ نعیمیہ) کے خطیب حضرت مولانا سید امانت علی شاہ ﷫ کے ایک ہونہار بچے محمد یوسف کو قاری صاحب کے پاس لائے۔ قاری صاحب نے انہیں قرآن پاک حفظ کرایا اور ساتھ ہی خطِ نسخ (عربی رسم الخط) کی مشق کرائی۔ یہی بچہ بعد میں حافظ محمد یوسف سدیدی کے نام سے فن کتابت کی دنیا میں بے تاج بادشاہ کے طور پر مشہور ہوا اور کتابت کے فن شریف میں بے مثال شاہکار ثابت ہوا۔ قاری صاحب کے ایک دوسرے شاگرد سردار محمد امرتسری کاتب نے اُردو رسم الخط اور مصوری میں شہرت حاصل کی۔ مولانا عبدالرشید، راولپنڈی کے روزنامہ ''کوہستان'' اور ''تعمیر'' میں ہیڈ کاتب کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔''

تلاوتِ قرآن اور نمازِ تراویح

''اللہ تعالیٰ نے انہیں (قاری محمد طفیل صاحب کو) سوز و گداز اور لحن داؤدی کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ آواز اتنی بلند کہ بڑے سے بڑے اجتماع میں لاؤڈ اسپیکر کے بغیر تمام حاضرین تک پہنچ جاتی تھی۔ انہوں نے بے شمار مذہبی اور سیاسی جلسوں میں قرآن پاک کی تلاوت کی۔ کئی سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ آریہ سماج پشم والا بازار، امرتسر میں مسلمانوں اور آریوں میں مناظرے ہوتے۔ آریہ اپنے جلسے کا آغاز ہارمونیم اور طبلہ پر آرتی اُتار کر کرتے، مسلمانوں کے جلسے میں قاری صاحب تلاوت کرتے۔ قرآن کریم کی برکت اور قاری صاحب کی سحر انگیز آواز کا یہ اثر ہوتا کہ بہت سے آریہ مسلمان ہوجاتے۔''

''ڈپٹی عزیز الدین کے صاحبزادے شیخ عبدالمجید وکیل کی دعوت پر قاری صاحب امرتسر سے لاہور تشریف لائے اور لاہور ریڈیو کے افتتاح کے موقع پر تلاوت کی۔ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں مسلم لیگ کا آخری جلسہ سید

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں بھی قاری صاحب نے تلاوت کی۔ خطیب احرار حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر تھی۔ شاہ جی نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنا عظیم قاری، اور کپڑے کی دکان پر بیٹھا ہوا ہے۔'' مختصر یہ کہ ان گنت اجلاسوں میں قاری صاحب نے تلاوت کی اور اپنے لحن داؤدی سے حاضرین کو مسحور کیا اور اُن پر وجد کی کیفیت طاری کر دی۔''

''انہیں پاک و ہند کے مختلف شہروں مثلاً دہلی، کلکتہ، مدراس، بمبئی، حیدر آباد دکن، بنگلور، میسور، لاہور، ملتان، حیدر آباد اور کراچی میں تراویح پڑھانے کا موقع ملا۔''

قاری صاحب نے حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مؤلف 'عظمتوں کے پاسبان' کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''فقیر کا ایمان ہے حرمین شریفین کے درو دیوار فقیر کی تلاوت کی گواہی دیں گے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نماز فجر کے بعد فقیر کے ساتھ کافی لوگ مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے جاتے تو ہر مقام پر فقیر کی تلاوتیں گونج رہی ہوتیں، لہٰذا اس پاک سرزمین کے درودیوار بھی فقیر کی سفارش فرما دیں گے۔ انشاءاللہ'' [تحریر ۱۴۔ اپریل ۱۹۸۴ء، حوالہ: عظمتوں کے پاسبان'' صفحہ نمبر ۱۳۷]

''قاری صاحب، حضرت مولانا محمد اسماعیل غزنوی امرتسری کے ہمراہ شاہ عبدالعزیز ابن سعود کے محل میں گئے اور تلاوت کی۔ مدینہ منورہ میں معلّم حیدر الحیدری کے ساتھ گورنر مدینہ کے ہاں گئے اور تلاوت کی۔ اسی طرح شاہ فیصل کے سامنے جمعہ کے دن مسجد عباس، طائف میں تلاوت کی۔''

''مکہ معظمہ کے معلّم، عمر اکبر نے ۱۹۳۰ء میں قاری صاحب کی اقتداء میں امرتسر میں نماز تراویح ادا کی تھی۔ مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی تو کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پنجاب کے رہنے والے بھی قرآن پاک پڑھنا جانتے ہیں۔''

قاری صاحب نے حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

''مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قدیم باشندے فقیر کی تلاوت سن کر فخر کیا کرتے تھے کہ فقیر کی تلاوت عرب سن رہے ہیں، جو کہتے تھے کہ پنجابیوں کو قرآن پڑھنا نہیں آتا۔''

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

[حوالہ ''عظمتوں کے پاسبان'' صفحہ نمبر ۱۳۷، ۱۳۸]

دارالعلوم قرآنیہ رحمانیہ کا قیام

''یہ ادارہ قیام پاکستان سے قبل امرتسر اور لاہور مسجد وزیر خان میں ۱۹۴۶ء تک قائم رہا۔ قیام پاکستان کے بعد حیدرآباد میں اس ادارے کا قیام عمل میں آیا اور بے سروسامانی کی حالت میں محض اللہ پر توکل کرتے ہوئے شروع کر دیا گیا۔''

''۱۹۵۰ء میں قاری صاحب مسجد مائی خیر، فقیر کا پڑ، حیدرآباد کے متولی مقرر ہوئے تو دارالعلوم اس مسجد میں منتقل کر دیا۔ ۱۹۵۴ء میں قاری صاحب ملتان چلے گئے اور کپڑے کے کاروبار کے ساتھ ساتھ جامع مسجد پتراں والی میں تدریس شروع کر دی۔ اسی جگہ استاذ القراء قاری عبدالرحمٰن بلوچستانی رحمہ اللہ نے قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کر فن تجوید وقراءت میں کمال حاصل کیا۔ بعد میں پندرہ سال تک انوار العلوم ملتان میں طلبہ کو تجوید پڑھاتے رہے اور رمضان المبارک میں دورۂ تجوید وقراءت کا اہتمام بھی کرتے رہے۔

''۱۹۵۸ء میں قاری صاحب پھر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ مسجد مائی خیری میں قائم دار العلوم قرآنیہ رحمانیہ باقاعدہ کام کرتا رہا اور قاری صاحب ہی اس کے مہتمم تھے۔ ۱۹۶۰ء میں محکمہ اوقاف قائم ہوا، جس نے مسجد اور مدرسہ اپنی تحویل میں لے لیا۔ قاری صاحب کو اسٹیشن روڈ، حیدر آباد میں ایک وقف بلڈنگ مل گئی۔ ۵ مارچ ۱۹۶۲ء کو اس میں دار العلوم قرآنیہ رحمانیہ کا آغاز کر دیا۔''

''مدرسہ قرآنیہ رحمانیہ اسٹیشن روڈ، حیدر آباد میں دیگر بہت سی مساجد میں فی سبیل اللہ قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے جن میں

① مسجد مائی خیری فقیر کا پڑ ② مسجد فتح محمد شاہ بخاری کھائی روڈ سرے گھاٹ

③ مسجد ایک مینار حنفیہ گرونگر تالاب نمبر ۳ اور ④ مسجد ریلوے پولیس لائن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔''

''قاری صاحب اپنے قائم کردہ مدرسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے، لیکن مولانا مفتی محمد محمود الوری رحمہ اللہ کی فرمائش پر دار العلوم رکن الاسلام حیدر آباد میں رہائش اختیار کی اور پچیس تیس سال کا عرصہ اپنے مدرسہ کے ساتھ ساتھ دار العلوم رکن الاسلام میں بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۴ء میں جناح مسجد، کراچی میں تشریف لے گئے اور تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔''

ڈاکٹر قاری محمد سلیمان اعوان آف سرو بہ راوی ہیں:

''استادِ گرامی کو خوش نویسی کا ایسا ذوق تھا کہ جب میں ایران کے شہر تہران میں چہار مین دورہ مسابقات بین المللی حفظ وقراءت کریم میں شریک مقابلہ ہونے جا رہا تھا تو آپ جناح مسجد، بزنس روڈ کراچی میں تجوید وقراءت پڑھاتے تھے، آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ ''ایران میں مشہور خطاط ہیں انہوں نے ''چہل احادیث'' کتابت کی ہیں، جب تم واپس آؤ تو میرے لیے ایک نسخہ پاکستان لیتے آنا۔''

''جب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ ہالینڈ تشریف لے گئے تو جناح مسجد، بزنس روڈ، کراچی میں تراویح کے لیے اپنے استاد بھائی الحاج قاری محمد طفیل نقشبندی رحمہ اللہ کو اپنی جگہ پر مقرر فرمایا۔''

قاری صاحب نے 'مسجد نور' کراچی، 'رحمانیہ مسجد' طارق روڈ کراچی میں بھی اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں نبھائیں۔ وفات سے دو ماہ قبل 'الانہ مسجد' رام سوامی، نشتر روڈ کراچی میں تدریس شروع کی اور اسی جگہ داعیٔ اجل کو 'لبیک' کہا۔

وصال مبارک

قاری صاحب کے صاحبزادے چوہدری آفتاب احمد آرائیں کا بیان ہے:

''عید الاضحیٰ کا موقع تھا، ہم لوگ ۸ ذوالحجہ کو والد صاحب کو گھر لانے کے لیے 'الانہ مسجد' پہنچے تو آپ نے کہا کہ 'کل صبح ۹ بجے مجھے آکر لے جانا' دوسرے دن آپ نے فجر کی نماز ادا کی، وظائف پڑھے اور کلام پاک کا دور فرمایا۔ اور جب ہم لوگ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون .

''استاذ القراء قاری محمد طفیل نقشبندی کی وفات بروز جمعرات بتاریخ ۹ ذوالحجہ ۱۴۰۹ ہجری بمطابق ۱۳ جولائی ۱۹۸۹ء بوقت صبح ۹ بجے ہوئی۔ آپ کی میت بروز جمعہ بتاریخ ۱۴ جولائی ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۰۹ ہجری یعنی عید الاضحیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے دن دوپہر ایک بجے مسجد بلال نزد پریڈی پولیس اسٹیشن صدر کراچی سے اٹھائی گئی اور نماز جنازہ 'الانہ مسجد' رام سوامی، نشتر روڈ کراچی میں بعد نماز جمعہ ادا کی گئی۔ جس کی امامت قاری محمد علی قصوری صاحب نے فرمائی۔ نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت فرمائی۔ آپ کو حسن اسکوائر، سرشاہ محمد سلیمان روڈ، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۱۲، سکیم نمبر ۲۱ کراچی کے نزد منو گوٹھ قبرستان میں رحمت الٰہیہ کے سپرد کر دیا گیا۔''

اَزواج واَولاد

''قاری صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی کا نام خورشید بیگم ہے جو بہ عمر ۹۰ سال تا حال لاہور میں حیات ہیں۔ ان کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔

(۱) صاحبزادہ کیپٹن عمر فاروق جو پی آئی اے ٹریننگ کالج کے پرنسپل کے عہدے سے ریٹائرڈ ہیں۔

(۲) صاحبزادی بسم اللہ زوجہ عبدالحمید ہیں۔ یہ صاحبزادی درس و تدریس سے وابستہ ہیں اور ان کے شوہر پنجاب انجینئرنگ کالج کے پرنسپل ہیں۔''

''قاری صاحب کی دوسری زوجہ محترمہ کا نام مہر النساء تھا جنہوں نے ۱۹۵۸ء میں حیدر آباد میں وفات پائی اور ٹنڈو یوسف قبرستان میں مدفون ہیں۔ ان کے بطن سے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) الحاج چوہدری محمد نواز (مرحوم) (۲) چوہدری مختیار احمد (مرحوم) (۳) چوہدری آفتاب احمد

(۴) حاجی چوہدری اعجاز احمد (۵) حافظ سرفراز احمد (۶) نجم النساء زوجہ نثار احمد۔''

شاگردانِ رشید (تلامذہ)

''قاری صاحب رحمہ اللہ کے پڑھانے کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہ تھی۔ دن ہو یا رات، جب بھی کوئی طالب علم حاضر ہوتا، اُسے فیض سے محروم نہ کرتے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ان ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے:

(۱) قاری عبدالرحمٰن بلوچستانی (۲) قاری علی احمد روہتکی (۳) حافظ محمد یوسف سدیدی
(۴) قاری محمد اکرم (۵) قاری غلام محمد (۶) علامہ ڈاکٹر ابوالخیر صاحبزادہ محمد زبیر
(۷) قاری محمد سلیمان اعوان (۸) قاری خیر محمد چشتی (۹) قاری محمد دین
(۱۰) قاری محمود الحسن (۱۱) قاری محمد اسحاق (۱۲) قاری محمد رفیق اشرفی
(۱۳) قاری بشیر احمد ملتانی (۱۴) قاری محمد اَفضل (۱۵) قاری محمد بخش ازہری
(۱۶) قاری نورالحسن چشتی سریالی (۱۷) قاری عبدالعزیز نقشبندی (۱۸) قاری معین الدین بدایونی
(۱۹) قاری خدا بخش (۲۰) قاری خادم حسین چشتی (۲۱) قاری عبدالغنی اولڈھم
(۲۲) قاری عبدالرحیم (۲۳) علامہ قاری محمد شریف (۲۴) قاری عبدالرزاق
(۲۵) قاری محمد اَبرار (۲۶) قاری نواز انجم بڈیانہ (۲۷) قاری محمد ارشد
(۲۸) پروفیسر قاری خان گل خان (۲۹) قاری غلام جیلانی، بھکر (۳۰) قاری شاہ نواز
(۳۱) قاری غلام حسن (۳۲) قاری مقبول احمد نقشبندی (۳۳) قاری عبدالرشید اعوان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑪ قاری منیر احمد آرائیں ⑫ قاری لعل حسین مدنی ⑬ قاری چراغ دین اعوان

قاری صاحب رحمہ اللہ کے نمایاں طور طریقے

''مولانا قاری محمد طفیل نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تواضع اور حسن اخلاق کا پیکر تھے۔ آپ کے شیدائی تلمیذ رشید، ڈاکٹر قاری محمد سلیمان اعوان سروبہ اس ضمن میں اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ صوم وصلوٰۃ کے زبردست پابند تھے، سنت کے مطابق پگڑی زیب سر رکھتے، بالوں میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے۔ پوری زندگی فجر کی نماز کے بعد تین پارے دیکھ کر تلاوت فرماتے رہے۔ رمضان شریف میں سوا پارہ 'تدویر' میں پڑھتے اور جامع مسجد، آزاد میدان، ہیرآباد، حیدرآباد میں تین روزہ تراویح میں پورا قرآن پاک ختم فرماتے تھے، رکن الاسلام میں روزانہ صبح ۸ تا ۱۲ بجے 'ترتیل' اور 'تدویر' میں طلباء سے تلاوت کراتے اور کتب تجوید زبانی پڑھاتے تھے۔

''آپ کو دودھ سے خاص رغبت تھی حتیٰ کہ دورۂ تجوید وقراءت میں ہر قاری کے لیے آدھا کلو دودھ مقرر فرماتے تھے اور اس کی یہ توجیہہ فرماتے تھے کہ ''شب معراج میں رسول اکرم ﷺ نے سارے پیالوں میں سے دودھ کے پیالے کو پسند فرمایا، اس کے علاوہ جنت کے نیچے دو نہریں ہیں، ایک ہیجان اور دوسری سیجان، یعنی ایک دودھ کی اور دوسری شہد کی۔''

حضرت علامہ قاری محمد یوسف صدیقی

نام ونسب

آپ کا نام محمد یوسف صدیقی رحمہ اللہ بن مولانا پیر سید محمد حبیب صدیقی رحمہ اللہ ہے۔

ولادت

۱۷/ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ضلع مانسہرہ کے ایک گاؤں موضع 'ہاتھی میرا' میں پیدا ہوئے۔

خاندانی وَجاہت

آپ کے والد گرامی زبردست عالم دین تھے۔ فقہ وتفسیر میں اُنہیں گہرا شغف تھا۔ آپ کے چچا حضرت مولانا محمد صالحین ہزاروی رحمہ اللہ اور خسر حضرت مولانا محمد ایاز رحمہ اللہ اپنے دَور کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں، اَیسے عظیم اور علمی خاندان میں حضرت قاری محمد یوسف صدیقی رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔

اِبتدائی تعلیم

آپ نے اِبتدائی تعلیم مروجہ اور خاندانی رِوایات کے تحت گھر سے حاصل کی۔ فارسی اور عربی علوم وفنون اپنے بلند پایہ والدِ محترم سے حاصل کی جنھوں نے بڑی توجہ، محنت اور شفقت سے اُنہیں بالخصوص عربی کی تعلیم کے زیور سے آراستہ فرمایا۔ فقہ اور نحو کے اَدق علوم بھی اپنے والدِ گرامی سے حاصل کئے۔

اعلیٰ تعلیم

مزید تعلیم کے حصول کے لیے مولانا صفی اللہ رحمہ اللہ سوسل (اوگی ہزارہ) کی خدمت میں حاضری دی۔ چند برس ان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی خدمت میں حاضر رہنے اور یہاں سے علم کے موتی چننے کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے۔ جہاں اس زمانے کی ممتاز علمی، روحانی اور سیاسی شخصیت جناب مولانا سید ابوالبرکات رحمہ اللہ علم و عرفان کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔ مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ کی بلند پایہ شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ قاری محمد یوسف رحمہ اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے اس شاہین کی زبردست تربیت کرنے کی ٹھان لی۔ قاری صاحب رحمہ اللہ نے بھی اُن کی خدمت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اُستاذ شاگرد کی باہمی شفقت و محبت قابل دید تھی۔ مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ ان کی ذہانت و فطانت اور دین سے گہرے شغف اور ان کی درویش صفت شخصیت کے بڑے مداح تھے۔ اُنہیں اپنے اس منفرد شاگرد پر بڑا فخر تھا۔ ان کے بعد مجاہد تحریکِ پاکستان مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ سے علمی فیض حاصل کیا۔

علم تجوید کا حصول

علم تجوید کے حصول کے لیے قاری محمد یوسف رحمہ اللہ نے اپنے دور کے ممتاز ترین اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ ان کے اساتذائے گرامی میں جناب اُستاذ القراء جناب قاری اُمیر الدین بجنوری، قاری محمد شاکر اُنور اور جناب قاری سید حسن شاہ بخاری سرفہرست ہیں۔ قاری محمد یوسف صدیقی رحمہ اللہ فی الحقیقت دَرویش صفت اِنسان تھے۔ خاندان میں وِراثت کے طور پر اُنہیں جو کچھ ملا اور وہ چاہتے تو مالی اعتبار سے بہترین زندگی بسر کرسکتے تھے۔ مگر ان کی قلندرانہ جبلت اس طرف نہ آسکی۔ اُن کی تمنا تھی کہ دین کی خدمت کرتے ہوئے عمر بیت جائے۔ لاہور کی انجینئرنگ یونیورسٹی کی شاندار مسجد ان کی کوششوں کا خوبصورت مرقع ہے۔ آپ نے اُسے تعمیر کیا اور خاصا عرصہ یہاں اِمام و خطیب کے فرائض اَنجام دیئے۔

تدریسی دَور کا آغاز

۱۹۵۶ء میں اُنہوں نے کاچھوپورہ (لاہور) میں 'خدام القرآن' کے نام سے ایک خوبصورت مدرسہ قائم کیا۔ قرب وجوار کے متوسط اور معاشی طور پر تنگدست لوگوں کی خدمت کرنے میں اُنہیں دلی خوشی ہوتی تھی۔ وہ نہ صرف لوگوں کے مذہب کی دولت سے مالا مال کرتے بلکہ اُن کی مالی اِمداد بھی کرتے۔ قاری محمد یوسف صدیقی رحمہ اللہ نے کچھ عرصہ جامع مسجد چوک دالگراں میں خدمات اَنجام دیں اور جامعہ نعیمیہ میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے نائب کے طور پر بھی کام کیا۔ گوالمنڈی کی جامع مسجد تاجے شاہ اور جامع مسجد انجن شیڈ اس کے علاوہ جامعہ غوثیہ وسن پورہ، جامعہ شمسیہ فیض العلوم فیض باغ میں بھی درس قراءت دیتے رہے۔

جامعہ صدیقیہ کا قیام

یکم اپریل ۱۹۶۳ء میں استاذ القراء جناب قاری محمد یوسف رحمہ اللہ نے لاری اڈہ لاہور کے بالمقابل بیرون مستی گیٹ میں ایک شاندار علمی مدرسے کی بنیاد رکھی جس کا نام آپ کے رفیق عزیز جناب علامہ عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ نے خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے 'جامعہ صدیقیہ سراج العلوم' تجویز کیا۔ جہاں تجوید اور حفظِ قرآن کا کام بھی شروع کردیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُن کی علمی اور روحانی شخصیت کے ناطے سے لوگ دھڑا دھڑ اپنے بچوں کو اس نابغۂ روزگار کی درس گاہ میں داخل کرانے لگے۔ اِس عظیم مدرسے میں حفظ اور فن تجوید پر خصوصی توجہ دی گئی اور آنے والے وقت میں یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِدارہ فن تجوید کا عظیم کا مرکز بن گیا۔ وہ لوگ جو جامعہ صدیقہ سراج العلوم سے فارغ التحصیل ہوتے تو اس بات کا اظہار بڑے فخر اور محبت سے کرتے کہ ہم جامعہ صدیقیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

جمعیت علمائے پاکستان سے وابستگی

جمعیت علمائے پاکستان سے آپ کی گہری وابستگی تھی۔ آپ کے قریبی دوست مولانا شاہ اَحمد نورانی رحمہ اللہ، مولانا عبدالستار نیازی رحمہ اللہ اور مولانا اکبر ساقی رحمہ اللہ وغیرہ۔ آپ کی اِمداد اور دعائیں حاصل کرنے کے لیے قاری یوسف صدیقی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جمعیت علمائے پاکستان میں آپ کا کردار نمایاں ہے۔ آپ جمعیت علمائے پاکستان کی کامیابی کے لیے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

اَئمہ کرام کے کورس میں اوّل پوزیشن

آپ اِمام القراء تو تھے ہی لیکن اپنی علمی قابلیت کی بنا پر ۱۹۶۷ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے اَئمہ کرام کے کورس میں اَوّل پوزیشن حاصل کی۔

حج بیت اللہ کی سعادت

رب ذوالجلال نے آپ کو ۱۹۷۶ء میں بعد میں ۱۹۸۶ء میں حج بیت اللہ شریف اور روضۂ اَقدس ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب فرمایا۔ (دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کے موقع پر آپ کی زوجہ محترمہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں)

تصانیف

آپ عالم صفت قاری تھے اور اپنے علم میں اِضافے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے فن تجوید و قراءت کے آپ رحمہ اللہ اچھے استاد تھے۔ آپ کی تصنیف 'مقدمہ التجوید اور ضیاء التجوید' تجوید کے اِسرار و رموز پر بہترین کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

اَولاد

آپ کے صاحبزادگان قرآنِ پاک کے نہ صرف حافظ بلکہ زبردست قاری ہیں جن کے اَسماء یہ ہیں:

① صاحبزادہ قاری غلام مصطفیٰ صاحب صدیقی رحمہ اللہ
② صاحبزادہ قاری جمیل احمد مدنی
③ صاحبزادہ قاری احمد شکیل صدیقی
④ صاحبزادہ قاری احمد عقیل صدیقی
⑤ صاحبزادہ قاری وقاص احمد صدیقی

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت کثیر ہے چند مشاہیر درج ذیل ہیں:

① قاری غلام مصطفیٰ صدیقی
② قاری جمیل احمد
③ قاری شکیل احمد صدیقی
④ قاری عقیل احمد صدیقی
⑤ قاری محمد کرامت اللہ
⑥ قاری احمد دین
⑦ قاری محمد بخش کرمی
⑧ قاری محمد ریاض تونسوی
⑨ قاری سید مظفر حسین شاہ بخاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑩ قاری غلام عباس ⑪ قاری محمد امین ⑫ قاری پیر عابد سیفی
⑬ قاری محمد اسماعیل ⑭ قاری محمد اکرم نظامی ⑮ پاکستان کے معروف قاری سید صداقت علی

شخصی اَحوال

جمعیت علمائے پاکستان میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔

اَندازِ تدریس

چونکہ حضرت قاری صاحب کو مسلک اَہل سنت و جماعت حنفی بریلوی میں اِمام القراء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ ماہرفن تھے اور آپ کا شمار نامور اَساتذہ میں ہوتا تھا تو اُسی لحاظ سے آپ کا اَندازِ تدریس بھی بہت اعلیٰ تھا۔آپ کا تدریس کا اَنداز سادہ اور بہت جامع ہوتا تھا ہر طالب علم بآسانی آپ کی بات سمجھ جاتا تھا آپ کے اِدارہ جامعہ صدیقیہ سراج العلوم میں نماز فجر کے بعد سے لے کر رات گئے تک پڑھائی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔آپ مشق، حدر، تدویر، قوانین اور اِجراء وغیرہ ہر چیز پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

رِحلت

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے ۱۹/اپریل ۱۹۹۲ء کو وفات پائی اور آپ اپنے مدرسہ جامعہ صدیقیہ سراج العلوم میں مدفون ہیں۔قاری غلام رسول صاحب.قاری برخوار دسدیدی صاحب.قاری کرامت اللہ.

شیخ القراء قاری غلام رسول صاحب لاہور

نام و نسب

آپ کا نام غلام رسول بن الحاج محمد حسین صاحب ہے۔

پیدائش

مئی ۱۹۳۱ء کو جی ٹی روڈ سلامت پورہ لاہور میں پیدا ہوئے۔

اِبتدائی تعلیم

ناظرہ اور پرائمری تک ابتدائی تعلیم آپ نے سلامت پورہ لاہور سے حاصل کی۔

مڈل و میٹرک

مڈل و میٹرک گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول گنج مغلپورہ لاہور سے کیا۔

علم تجوید و قراءت کی تکمیل

اِبتداء میں آپ نے کچھ عرصہ استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب سے جامعہ تجوید القرآن کندی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گراں لاہور سے پڑھا اور پھر تجوید وقراءت کا مکمل کورس اُستاذ القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے جامعہ اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور سے مکمل کیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔

درس نظامی کی تکمیل

آپ نے درس نظامی کی تکمیل جامعہ حزب الاحناف سے کی ہے۔ جامعہ حزب الاحناف میں آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں:

اُستاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عالم صاحب، استاذ العلماء حضرت علامہ منور علی شاہ صاحب، استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمود احمد رضوی صاحب، استاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سید ابوالبرکات شاہ صاحب۔

فاضل عربی

آپ نے سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ لاہور سے فاضل عربی کیا۔

مقامات تدریس

آپ نے دورۂ حدیث شریف کے دوران کچھ عرصہ جامعہ حزب الاحناف لاہور میں علم تجوید وقراءت پڑھایا۔ اس کے بعد آپ نے مسلسل ۱۳ سال جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں علم تجوید وقراءت کی تدریس کی اور تجوید وقراءت کے خوب جوہر لٹائے اور تجوید وقراءت کے طلباء اور کثیر تعداد میں شائقین نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔ جامعہ نعیمیہ کے بعد آپ نے کنگ آٹو سٹور میکلوڈ روڈ لاہور کی عمارت کی ایک منزل پر تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور عرصہ ایک سال تک وہاں پڑھایا جہاں کثیر تعداد میں طلباء اور لوگوں نے آپ سے علم تجوید وقراءت سیکھا۔

جامعہ تجوید القرآن کی صدر بازار لاہور میں تدریس

۱۹۵۹ء میں آپ نے صدر بازار لاہور کینٹ میں اپنا ادارہ جامعہ تجوید القرآن قائم کیا اور عرصہ دراز تک وہاں بڑی محنت شاقہ سے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ابھی بھی مختلف اوقات میں آپ تدریس فرما رہے ہیں۔ جب آپ وہاں باقاعدہ پڑھاتے تھے تو طلباء کی کثیر تعداد ہوتی تھی اور جامعہ تجوید القرآن تجوید وقراءت کے مثالی مدارس کی صف میں شامل تھا پورے پاکستان سے طلباء حضرت قاری صاحب کا شہرہ سن کر اس ادارہ میں تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔

جامعہ دارالقرآن نیوگارڈن ٹاؤن لاہور میں تدریس

۱۹۶۷ء میں اپنا ایک اور اِدارہ نیوگارڈن ٹاؤن برکت مارکیٹ لاہور میں دار القرآن کے نام سے قائم کیا یہ ادارہ بڑا عظیم الشان ہے اس ادارہ کی جگہ بڑی وسیع وعریض ہے اور مسجد ومدرسہ کی عمارت بہت وسیع، عظیم الشان اور دیدہ زیب ہے۔ یہ ادارہ رقبہ اور عمارت کے لحاظ سے لاہور کے بڑے اداروں میں شمار ہوتا ہے اس ادارہ میں حضرت قاری صاحب نے عرصہ دراز تک باقاعدہ پڑھایا۔ اور اب بھی آپ مختلف اوقات میں ادارہ ہذا میں پڑھا رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خطابت

ابتداء میں آپ جامع مسجد گوالمنڈی لاہور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد جامع مسجد اشرفیہ چوک سنت نگر لاہور میں پھر اپنے ادارہ کی مسجد، جامع مسجد نورانی ملحقہ تجوید القرآن صدر بازار لاہور کینٹ میں اور پھر اپنے ادارہ دارالقرآن برکت مارکیٹ نیوگارڈن ٹاؤن لاہور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مدارس کا قیام

حضرت قاری صاحب کی اندرون و بیرون ملک بے شمار خدمات ہیں جس طرح اُن کی شخصیت عظیم ہے اسی طرح ان کے کارہائے نمایاں بھی بہت شاندار اور عظیم ہیں۔ انہوں نے عظیم الشان مدارس قائم کئے ہیں جن سے ہزاروں طلباء و طالبات تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور ہزاروں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے مدارس کی تفصیل یہ ہے۔

① جامعہ تجوید القرآن، نورانی مسجد صدر بازار لاہور چھاؤنی۔ قائم شدہ ۱۹۵۹ء
② دارالقرآن جامع مسجد غوثیہ۔ ۷ سوک سنٹر نیوگارڈن ٹاؤن لاہور۔ قائم شدہ ۱۹۶۷ء
③ مدرسہ تعلیم القرآن، سلامت پورہ لاہور۔ قائم شدہ ۱۹۷۳ء
④ صدر تجوید القرآن بالمقابل نیول ہیڈکوارٹر اسلام آباد۔ قائم شدہ ۱۹۷۳ء

تلامذہ

حضرت قاری صاحب کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے جن میں نامور قراء، قاریات اور بڑے بڑے علماء شامل ہیں جو اندرون و بیرون ملک دین حنیف کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جو قراء و قاریات حضرات بیرون ملک خدمت دین میں مصروف ہیں ان کی تعداد دوصد کے قریب ہے چند مشاہیر تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

① ڈاکٹر قاری محمد یونس، اسلام آباد
② علامہ ڈاکٹر قاری محمد سرفراز نعیمی شہید لاہور
③ قاری منظور احمد نعیمی
④ قاری محمد اکرم نعیمی
⑤ قاری عبدالحفیظ اعوان
⑥ قاری اللہ بخش نقشبندی
⑦ قاری محمد مدثر رسول (فرزند)
⑧ قاری محمد مبشر رسول (فرزند)
⑨ قاری محمد مزمل رسول (فرزند)
⑩ قاری عبدالغفار نقشبندی، ملتان
⑪ قاری محمد صادق
⑫ قاری محمد رمضان قادر
⑬ قاری بشیر نسیم اعوان
⑭ قاری احمد خان باروی
⑮ قاری اللہ بخش ورق
⑯ علامہ قاری غافر بخش
⑰ قاری خادم حسین چشتی

اَولاد

آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔

① قاری محمد مبشر رسول۔ صدر دارالقرآن کینیڈا
② قاری محمد مدثر رسول۔ ناظم اعلیٰ، دارالقرآن برکت مارکیٹ نیوگارڈن ٹاؤن لاہور
③ قاری محمد مزمل رسول۔ یہ کینیڈا کے شہر کیلگری میں ہیں اور وہاں دینی مدرسہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صاحبزادیاں

آپ کی سات صاحبزادیاں ہیں جن میں سے تین فوت ہوگئی ہیں اور چار حیات ہیں۔جن میں تین اپنے قائم کردہ مدارس میں شعبہ حفظ وتجوید وقراءت کی تدریس میں مشغول ہیں۔

تصانیف

حضرت قاری صاحب نے اپنی بے پناہ مصروفیات جن میں درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور بیک وقت کئی کئی محافل میں تلاوت ونعت اور خطابات کے باوجود تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ دی اور اُن کے لئے یادگار اور صدقہ جاری ہیں۔آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

① فن تجوید اور اس کی اہمیت۔تصنیف کردہ ۱۹۶۳ء

② علم التجوید۔تصنیف کردہ ۱۹۶۶ء محکمہ تعلیم میں منظور ہے۔

③ حاشیہ المقدمۃ الجزریہ۔تصنیف کردہ ۱۹۶۷ء ④ اسوۂ خلیل۔تصنیف کردہ ۱۹۵۹ء

⑤ ریاض الجنۃ۔تصنیف کردہ ۱۹۶۱ء ⑥ سیر وافی الارض۔تصنیف کردہ ۲۰۰۹ء

آخر الذکر کتاب حضرت قاری صاحب کے بیرون ممالک دوروں پر مشتمل ہے۔قاری صاحب نے جن جن ممالک میں جن جن مقامات پر تلاوت کی،نعت شریف پڑھی یا خطابات فرمائے اُن سب کا تفصیلاً ذکر ہے۔

خاندانی وجاہت

حضرت قاری صاحب کے والد گرامی جناب الحاج محمد حسین صاحب نہایت ہی عابد وزاھد اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور شریعت مطہرہ اور سنت نبوت کے متبع تھے اور وہ حضرت بابا جی محمد قاسم صاحب موہڑوی کے خلیفہ تھے۔ الحاج محمد حسین صاحب نے تین مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔

① اپنی والدۂ محترمہ کے ساتھ ② اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ

③ اپنے بیٹے محمد طفیل صاحب کے ساتھ۔سادہ مزاج اور درویش صفت انسان تھے، دینی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے،عبادت وریاضت اور تقویٰ کی وجہ سے اپنے قرب وجوار کے علاقہ جات اور احباب میں بہت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

شخصی اَحوال

حضرت قاری صاحب کا قد درمیانہ ہے مگر جسم تندرست وتوانا ہے،آپ باوقار اور بارُعب شخصیت کے مالک ہیں، بہت غیور، خوددار،حق گو اور بہادر انسان ہیں بلکہ شجاعت و بہادری تو آپ کو ورثہ میں ملی ہے کہ آپ کے والد گرامی الحاج محمد حسین صاحب دینی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے اور حضرت قاری صاحب کے بڑے بھائی غازی محمد اسحاق شہید رحمہ اللہ نے بھی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا اور جام شہادت نوش فرمایا۔ان کی شہادت کا مختصر تذکرہ یوں ہے کہ مسلمانوں نے مسجد شہید گنج لنڈا بازار لاہور کو سکھوں اور ہندوؤں کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے بھرپور تحریک شروع کی ادھر مسلمانوں کی تحریک زور پر تھی اور ادھر ہندوؤں اور سکھوں کی تحریک زور پر تھی تو مسلمانوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تحریک کے عظیم مجاہد غازی محمد اسحاق شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دوران ایک سکھ پولیس والے کو خنجر گھونپ کر فی النار کیا، پھر جیل میں رہے اور آپ کو پھانسی ہوئی جیل کی کوٹھڑی میں اور بوقت پھانسی اس عظیم مجاہد کے چہرے پر پریشانی نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ آپ خوش تھے اور آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ مزید تفصیل کے لئے کتاب ''تحریک مسجد شہید گنج کے گمنام مجاہد غازی محمد اسحاق شہید رحمۃ اللہ علیہ'' کا مطالعہ فرما کر اپنا ایمان تازہ کریں۔

حضرت قاری صاحب سے مل کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اپنے بزرگوں اور اساتذہ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ آپ عالم اسلام کے مایہ ناز قاری، بہترین مدرس اور عالم باعمل ہیں، آپ کا انداز تدریس بہت خوبصورت اور عام فہم ہے۔ آپ تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے شاگردوں کی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اوصاف اور خوبیوں سے نوازا ہے، آپ بہترین خطیب، بہترین مصنف اور بلند پایہ نعت خواں ہیں۔ آپ کی تلاوت کا کیا کہنا اور پھر نعت شریف پڑھ دینا تو سونے پر سہاگہ ہے اللہ کریم نے آپ کو بہت خوبصورت اور سوز و گداز والی آواز عطا فرمائی ہے، آپ کا شمار قراء کے مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ جہاں تلاوت فرماتے ہیں اور نعت شریف پڑھتے ہیں مجمع عش عش کر اٹھتا ہے۔ راقم نے قراء سے سنا ہے کہ جب حضرت قاری صاحب جوانی کے ایام میں کسی محفل میں تلاوت فرماتے یا اپنے شاگردوں کو مشق کرواتے تو لوگ چلتے ہوئے رک جاتے تھے جب تک حضرت کی تلاوت ختم نہ ہوتی لوگ وہاں سے ہلتے نہ تھے۔ آپ براہ راست اُستاذ القراء حضرت قاری عبدالمالک کے فیض یافتہ ہیں جن کی شاگردی پر قراء ناز کرتے ہیں۔ یہ آپ کیلئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔

اور دوسری بڑے اعزاز کی بات یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب نے اپنے عالمی تبلیغی اور قرآنی دوروں پر مشتمل ایک کتاب تحریر فرمائی ہے جس کا نام ہے"سیروا فی الارض" اس کتاب میں انہوں نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے مصر کے عظیم شیوخ، الشیخ المقری محمود خلیل الحصری، الشیخ المقری محمد رفعت، الشیخ المقری مصطفیٰ اسماعیل، الشیخ المقری السید متولی عبدالعال، الشیخ المقری محمد صدیق المنشاوی، الشیخ المقری عبدالباسط، عبدالصمد کے ساتھ مختلف محافل میں مصر، پاکستان اور ملائیشیا میں اکٹھے تلاوتیں کیں ہیں یہ اُن کے لئے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔

حضرت قاری صاحب کے بے شمار اعزازت ہیں۔ جتنے اعزازات اور خدمات ملکی اور غیر ملکی سطح پر آپ کی ہیں۔ بہت ہی کم قراء عظام کی اتنی خدمات و اعزازات ہوں گے بڑے سائز کے دس صفحات پر آپ کی ملکی اور غیر ملکی خدمات و اعزازات کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت قاری صاحب کی خود تحریر کردہ کتاب جس کا نام 'سیروا فی الأرض' ہے جو تقریباً ۳۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اس میں آپ کے غیر ممالک میں تبلیغی اور قرآنی دوروں اور خدمات کا ذکر ہے جو عنقریب چھپ کر منظر عام پر آرہی ہے۔ آپ کا تعارف کروانا ایسے ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا، اصحاب علم وفضل آپ کو خوب جانتے ہیں، ملک پاکستان کے شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی اور ریڈیو، ٹی وی پر آپ کی تلاوت، نعت اور خطابات کی آواز گونجتی رہی اور گونج رہی ہے۔ آپ کے فیض یافتہ اندرون و بیرون ممالک دین حنیف کی خدمات میں مصروف ہیں۔ اللہ کریم اس عظیم شخصیت کو صحت و سلامتی عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم فرمائے اور دین حنیف کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ خلق خدا ان کی دینی خدمات سے فیض یاب ہوتی رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فن تجوید وقراءت کے حوالے سے ملکی سطح پر خدمات واعزازات

- ۱۹۶۱ء سے ریڈیو پاکستان پر ۱۹۶۴ء سے ٹیلیویژن پر قومی پروگرام میں تلاوت کے لئے A-1 کلاس قاری کے اعزاز حاصل کئے۔
- ۱۹۶۱ء میں ملتان میں کل مغربی پاکستان حُسن قراءت کے مقابلہ میں اوّل آنے والے تین قاریوں میں شامل ہیں۔
- ۱۹۶۱ء میں ریڈیو پاکستان سے روزانہ صبح تلاوت کلام پاک کرنے کے لئے پاکستان مقابلہ قراءت میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔
- یکم جولائی ۱۹۶۲ء میں دارالقرآن کراچی کے تحت کل پاکستان مقابلہ قراءت میں گولڈ میڈل حاصل کیا اور قرآن پاک کا نسخہ بدست سفیر ملایا حاصل کیا۔
- ۱۹۶۴ء میں کل پاکستان مقابلہ قراءت برائے خواتین منعقد کیا جس سے خواتین میں قراءت کا شوق پیدا ہوا اور آج ہر سکول اور کالج میں مقابلہ قراءات قائم کیا جارہا ہے۔
- ۱۱ مارچ ۱۹۶۵ء کو ریڈیو پاکستان لاہور کے لئے ٹرانسلیٹر اور ۱۹۔ اگست کو ریڈیو پاکستان لاہور کے نئے براڈ کاسٹنگ ہاؤس کے افتتاح کے موقع پر تلاوت کا شرف حاصل ہوا۔
- ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران ریڈیو، ٹیلیویژن اور خود محاذوں پر خود جاکر متعدد بار قرآن پاک پڑھ کر مجاہدین کے حوصلے بڑھانے کے علاوہ تحائف دیتے رہے جس پر سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔
- ۱۹۶۵ء میں ایجوکیشن کالج برائے خواتین میں سی ٹی اور بی ایڈ کی طالبات کو فن تجوید کی تربیت دینا شروع کی جو اساتذہ بن کر ملک کے مختلف علاقوں کے سکولوں میں اس فن عزیز کی خدمت کر رہی ہیں۔
- یکم جولائی ۱۹۶۶ء کو تاریخ میں پہلی مرتبہ بادشاہی مسجد لاہور میں کل پاکستان محفل قراءت منعقد ہوئی جس کا مکمل اہتمام ناچیز نے کیا۔
- ۹ر فروری ۱۹۶۷ء متحدہ عرب جمہوریہ کے ممتاز قاری الشیخ محمود خلیل الحصری بندہ کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے ان کے ساتھ مصر کے قاری عبدالصمد قاری عبدالباسط کے علاوہ چھ اسلامی ممالک کے معروف قراء مختلف مقامات پر محافل قراءت میں شرکت کی۔
- ۱۹۶۸ء ہر سال مارچ میں جشن خیبر پشاور، جشن دولئی بہاولپور، راولپنڈی، جہلم، گجرات، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، شیخوپورہ، لائلپور، سرگودھا، قصور، بہاولنگر، پاکپتن شریف، بورے والہ، عارف والا، خانیوال، ملتان، ساہیوال، ہارون آباد، خانپور، حیدر آباد اور کراچی میں علاقائی جشن کے موقعوں پر سرکاری سطح پر منعقد ہونے والی محافل قراءت اور مقابلہ میں شرکت کی۔ مذکورہ شہروں اور اس کے علاوہ بھی دوسرے شہروں کے تمام کالجوں میں ہونے والی محافل قراءت اور مقابلہ قراءات میں شرکت وبحیثیت جج شرکت کی۔
- جولائی ۱۹۶۷ء میں گورنمنٹ کی طرف سے ناظرہ قرآن کورس منعقد ہوا جس میں ناظرہ قرآن کورس کمیٹی کا ممبر منتخب ہونے کے بعد ۶۶ ہزار معلمین، معلمات کو صحیح قرآن خوانی کی تربیت دینے کا شرف حاصل ہوا۔
- اکتوبر ۱۹۶۸ء میں پنجاب پبلک لائبریری بیت القرآن کا افتتاح میری تلاوت سے ہوا جس کا افتتاح گورنر مغربی پاکستان نے کیا۔

مارچ ۱۹۷۲ء میں صدر پاکستان نے لاہور میں تاریخی جلسہ کیا۔ جس کا اُسی جلسہ اسی میدان کا نام تبدیل کر کے قذافی سٹیڈیم رکھا۔ اس عدیم المثال مجمع کی کارروائی ناچیز کی تلاوت سے ہوئی۔

۱۹۷۲ء سے قومی اسمبلی اور سینیٹ میں بحیثیت قاری تقرر ہوا۔

۱۹۷۳ء میں نیشنل بک اپ کے لئے قراء کے انتخاب کے لئے قومی قراءت کا ممبر نامزد کیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس میں افتتاحی تلاوت کی اور بادشاہی مسجد میں کانفرنس کے دن جمعۃ المبارک کے روز ۳۸ ملکوں کے سربراہوں کے روبُرو ایک گھنٹہ تلاوت کی۔ جس سے شاہ فیصل پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔

۱۹۷۴ء دسمبر قومی اسمبلی کے تاریخی اجلاس میں افتتاحی تلاوت کی، اس اجلاس میں قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا گیا۔

۲۴ر دسمبر ۱۹۷۴ء کو علی ہجویری کے مزار کا صدر دروازہ سونے اور چاندی سے تیار کر کے لگایا گیا۔ اس تقریب میں افتتاحی تلاوت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

۳ر جنوری ۷۵ء قائداعظم محمد علی جناحؒ سیمینار پنجاب صوبائی اسمبلی صدر پاکستان نے کیا جسکی افتتاحی تلاوت کی۔

۱۹۷۶ء میں پاکستان میں پہلی بار عالمی سیرت کانگریس میں افتتاحی تلاوت کی۔

۱۹۷۸ء میں اہالیان فیصل آباد نے باسط ثانی کا خطاب اور ایوارڈ دیا۔

مئی ۱۹۷۸ء میں جمعیت قراء سواداعظم پاکستان کی سپریم کونسل کا نگران اعلیٰ منتخب ہوا۔

جون ۱۹۷۸ء میں اکیس دن میں ترتیل سے پورا قرآن پاک شالیمار ریکارڈنگ کمپنی نے میری آواز میں ریکارڈ کیا۔

ٹیلیویژن لاہور اسٹیشن نے مجھے ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۴ء میں ٹی وی ایوارڈ پر نامزد کیا اور تعریفی سند دی۔

۱۹۸۴ء درس و تدریس کا پروگرام (آیئے قرآن شریف پڑھئے) ریڈیو پاکستان سے قومی پروگرام میں شروع کیا۔

۱۹ر مئی ۱۹۸۵ء کو پاک اصلاحی کمیٹی قصور نے قرآنی خدمات پر بابا بلّھے شاہ ایوارڈ دیا۔

۸ر اگست ۱۹۸۵ء پاکستان ٹیلیویژن ایوارڈ (برائے حُسن قراءت)

۱۴ر اگست ۱۹۸۵ء کو صدر مملکت نے صدارتی تمغہ حُسن کارکردگی (برائے قراءت) کا اعلان کیا۔

۲۳ر مارچ ۱۹۸۶ء صدارتی ایوارڈ۔

۲۷ر نومبر ۱۹۸۶ء پاکستان ٹی وی کے پہلے قاری ہونے کے اعزاز میں گولڈ میڈل۔

جنوری ۱۹۸۸ء ریڈیو، ٹی وی کا بہترین گریجوایٹ ایوارڈ۔ منجانب کلچرل ایسوسی ایشن آف پاکستان گریجوایٹس۔

۲۸ر ستمبر ۱۹۹۲ء جماعت اہلسنت پاکستان کی طرف سے نعت کانفرنس جناح ہال گولڈن شیلڈ۔

۱۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ء گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور صد سالہ تقریب پر ایوارڈ۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۹۲ء غریب نواز ایوارڈ خواجہ صاحب کے یوم پر (الحمرا ہال) انجمن سپاہ مصطفیٰ لاہور۔

۲۴ر دسمبر ۱۹۹۲ء کلچر ایسوسی ایشن پاکستان گریجوایٹ کی طرف سے دوسرا گریجوایٹس ایوارڈ۔

۱۷ر فروری ۱۹۹۳ء نواز شریف کالج حُسن کارکردگی شیلڈ۔

۱۹ر فروری ۱۹۹۳ء روزنامہ جنگ، ہمدرد کتب خانہ حسن کارکردگی شیلڈ ایوارڈ۔

۱۱ر نومبر ۱۹۹۳ء روزنامہ جنگ کی طرف سے حُسن کارکردگی برائے قراءت ایوارڈ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- ۲۹ ردسمبر ۱۹۹۳ء گریجویٹ ریڈیو ایوارڈ۔
- جون ۱۹۹۴ء میں سید اقبال گیلانی ایوارڈ کمیٹی کی طرف سے بدست سید نسیم حسن شاہ صاحب، ریٹائرڈ چیف جسٹس پاکستان سے سے ملک اور بیرون ملک قرآنی خدمات پر ایوارڈ وصول کیا۔
- لائف اچیومنٹ ایوارڈ ریڈیو پاکستان ۲۰۰۰ء عطا کیا گیا۔

تجوید و قراءت کے حوالے سے عالمی سطح پر خدمات و اعزازات

- ۱۹۶۳ء میں ملایا میں منعقدہ عالمی مقابلہ قرأت میں گولڈ میڈل اور سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔
- ۱۹۶۶ء ۲۱ جولائی تا ۹ ستمبر ادارہ اصلاح المسلمین کے نائب صدر کی حیثیت سے افغانستان، ایران، اُردن، فلسطین اور شام کا پاکستان کی طرف سے غیر سرکاری خیر سگالی دورہ کیا، مسئلہ کشمیر میں پاکستان کی حمائت میں حاصل کی اور قرآن کریم سے عرب ممالک میں عربوں سے داد تحسین حاصل کی۔
- ۱۹۶۷ء میں ملایا میں منعقد عالمی مقابلہ قرأت میں قرآن مجید کا عظیم تحفہ اور سند حاصل کی۔
- ۱۹۶۹ء میں کوالالمپور (ملائیشیا) میں منعقدہ انٹرنیشنل مقابلہ قرأت میں گولڈ شیلڈ اور سند حاصل کی۔
- ۱۹۷۶ء دسمبر تا جنوری ۱۹۷۸ء ایک سال کا چودہ ملکوں کا قرآنی دورہ کیا جس کے دوران برطانیہ، لیبیا، کویت، جدہ شریف، مدینہ طیبہ، بحرین اور دوبئی میں قرآن سنٹر کھولے۔
- ۱۹۷۷ء میں ورلڈ اسلامک مشن یو۔کے، کے شعبہ تجوید و قرأت کے صدر نامزد ہوئے۔
- ۸ رجولائی ۱۹۷۹ء تا ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء برطانیہ، عراق، ناروے، سعودی عرب اور دوھا، قطر کا قرآنی دورہ کیا۔
- ۹ رجولائی ۱۹۷۹ء تا ۲۲ فروری ۱۹۸۰ء ایس آر انٹرنیشنل کی دعوت پر برطانیہ میں مکمل قرآن حکیم مع انگلش ترجمہ ریکارڈنگ کرائی۔
- ۱۵ رجولائی ۱۹۷۹ء برمنگھم (برطانیہ) میں نظام مصطفیٰ کانفرنس میں شرکت اور تلاوت کی۔
- ۲۷ رنومبر ۱۹۷۹ء تا ۲۹۔ اپریل ۱۹۸۰ء زیر اہتمام ورلڈ اسلامک مشن بریڈفورڈ برطانیہ میں علماء کو تجوید و قرأت کی کلاسیں قائم کیں۔
- ۱۴ رفروری ۱۹۸۰ء لندن میں یو، ایم، او کے زیر اہتمام میلاد ڈنر میں شرکت اور تلاوت کلام پاک کی۔ جس کی صدارت برطانیہ کے ہوم منسٹر نے کی۔ ۲۶ فروری ۱۹۸۰ء آپ کی آواز میں ریکارڈ شدہ قرآن افتتاحی تقریب میں تلاوت کلام پاک کی۔
- ۹ راپریل ۱۹۸۰ء کو اسلامک کونسل فاریورپ کے زیر اہتمام ہتھرو ہوٹل لندن میں مسلم اقلیت کے جلسہ میں شرکت اور تلاوت کلام پاک کی۔
- ۱۲ تا ۱۵۔ اپریل ۱۹۸۰ء اسلامک کونسل فاریورپ کے زیر اہتمام The Prophet Mohammadﷺ and his Massage عالمی کانفرنس کی افتتاحی تقریب منعقدہ البرٹ ہال لندن میں تلاوت کی اور منعقدہ تمام اجلاس میں شرکت اور تلاوت کی۔
- ۵ رمئی تا ۱۳ مئی ۱۹۸۰ء وزیر اوقاف حکومت عراق کی دعوت پر لندن سے عراق کا دورہ کیا جہاں پر وزیر اوقاف سید نور الفیصل صاحب نے میرے لئے عراقی شہریت کا اعلان کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۳۰ر مئی تا ۶ جولائی ۱۹۸۰ء ناروے میں مقیم مسلمانوں کی تنظیم جماعت اہل سنت کی دعوت پر تبلیغی دورہ کیا۔

۱۳ر جون تا ۱۶ جون ۱۹۸۰ء میں ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام ایمسٹرڈم میں تیسری عالمی کانفرنس میں تلاوت اور تقریر کے لئے شرکت کی۔

۱۷ر جولائی تا ۱۲ ستمبر ۱۹۸۰ء زیارت حرمین شریفین وسعادت حج حاصل کی۔

۲۸ر اکتوبر تا ۳۰۔ اکتوبر دوہا قطر کا دورہ کیا اور ٹی وی، ریڈیو پر تلاوت کی۔

۸ر اگست ۱۹۸۱ء تا ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء حکومت عراق کی دعوت پر عراق اور سعودی عرب کا دورہ کیا اس موقع پر اپنی آواز میں ریکارڈ شدہ مکمل قرآن پاک مع انگلش ترجمہ صدر صدام حسین کو پیش کیا۔

۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۱ء دمشق میں ہونے والے عالمی مقابلۂ قرأت میں بحیثیت جج شرکت کی اس موقع پر اپنی آواز میں ریکارڈ شدہ مکمل قرآن مجید مع انگلش ترجمہ صدر حافظ الاسد کو پیش کیا۔

۱۸ر دسمبر ۱۹۸۴ء تا ۱۷ جنوری ۱۹۸۵ء پاکستان سنٹر ابوظہبی میں کل یو، بی، آئی مقابلہ قرأت اور نعت خوانی میں بطور چیف جج مقرر کیا گیا اور متحدہ عرب امارت و دوحا قطر کا دورہ قرآن کیا۔ ٹی وی، ریڈیو پر تلاوت ریکارڈ کیں۔

۱۹ر اگست ۱۹۸۵ء کو حج پر روانگی۔

۳۰ ستمبر ۱۹۸۵ء متحدہ عرب امارت اور دوحہ وقطر کا قرآنی دورہ۔ عرب امارات، دوحہ اور قطر کے ٹی وی، ریڈیو پر تلاوتیں۔ محفل حمد ونعت ابوظہبی، شارجہ میں شرکت کی۔

۷ر مئی ۱۹۸۶ء تا ۱۲ جون ۱۹۸۶ء متحدہ عرب امارات کا قرآنی دورہ

۸ر دسمبر ۱۹۸۶ء تا ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء متحدہ عرب امارات کا قرآنی دورہ۔

۲۸ر دسمبر ۱۹۸۶ء تا ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ء عمرہ شریف۔

۱۱ر جنوری ۱۹۸۷ء تا ۱۷ جنوری ۱۹۸۷ء متحدہ عرب کا دورہ قرآنی۔

۱۸ر جنوری ۱۹۸۷ء تا ۷ دسمبر ۱۹۸۷ء متحدہ عرب امارت کا قرآنی دورہ۔

① عالمی قرآنی دورہ

۷ دسمبر ۱۹۸۷ء تا ۱۴ مارچ ۱۹۸۸ء برطانیہ کا قرآنی دورہ کیا اور کل برطانیہ جمعیت قراء کی بنیاد رکھی۔

۱۵ مارچ ۱۹۸۸ء تا ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء امریکہ اور کینیڈا کا قرآنی دورہ اور مکمل قرآن ریکارڈ کیا۔

۱۸ ستمبر ۱۹۸۸ء تا ۸ نومبر ۱۹۸۸ء برطانیہ قرآنی دورہ۔

② عالمی قرآنی دورہ

۹ر نومبر ۱۹۸۸ء تا ۳ دسمبر ۱۹۸۸ء کویت، سعودی عرب، عمرہ شریف اور متحدہ عرب امارات کا قرآنی دورہ۔

۲۷ر مئی ۱۹۸۹ء تا ۱۹ جون ۱۹۸۹ء کینیڈا کا قرآنی دورہ۔

۲۰ر جون ۱۹۸۹ء تا ۱۱ جولائی ۱۹۸۹ء امریکہ قرآنی دورہ۔

۱۲ر جولائی ۱۹۸۹ء تا ۲۔ اگست ۱۹۸۹ء برطانیہ کا قرآنی دورہ۔

۲۸ ستمبر ۱۹۸۹ء تا ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۸۹ء بغداد شریف حکومت عراق کی طرف سے قرآنی دورہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

③ عالمی قرآنی دورہ

۸؍اپریل ۱۹۹۰ء تا ۱۶۔اپریل ۱۹۹۰ء متحدہ عرب امارت کا مکمل قرآنی دورہ۔
۲۱؍اپریل ۱۹۹۰ء تا ۱۱ جون ۱۹۹۰ء امریکہ میں مکمل قرآن ویڈیو کیا
۱۲؍جون ۱۹۹۰ء تا ۲۶ جولائی ۱۹۹۰ء برطانیہ کا قرآنی دورہ اور صوت القرآن لائبریری کی بنیاد رکھی۔

④ عالمی قرآنی دورہ

۱۵؍ستمبر ۱۹۹۱ء تا یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء متحدہ عرب امارت
۲۵؍اکتوبر ۱۹۹۱ء تا ۲۱ مئی ۱۹۹۲ء امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ کا عالمی قرآنی دورہ۔

⑤ عالمی قرآنی دورہ

۱۸؍مارچ ۱۹۹۳ء تا ۷ جون ۱۹۹۳ء کینیڈا، امریکہ کا عالمی قرآنی دورہ۔
۸؍جون ۱۹۹۳ء تا ۲۷ جون ۱۹۹۳ء برطانیہ کا قرآنی دورہ۔

⑥ عالمی قرآنی دورہ

۵؍اگست ۱۹۹۳ء تا ۵۔اکتوبر ۱۹۹۳ء کینیڈا، امریکہ کا قرآنی دورہ
۳؍اکتوبر ۱۹۹۳ء عالمی میلاد النبی ﷺ کمیٹی اور ورلڈ اسلامک مشن کینیڈا، امریکہ کی طرف سے ان ممالک میں قرآنی اور دینی خدمات پر ایوارڈ دیا۔
۴؍اکتوبر ۱۹۹۳ء تا ۱۴۔اکتوبر ۱۹۹۳ء مصر اور سعودی عرب کا قرآنی دورہ اور عمرہ شریف وزیارت حرمین شریفین۔

⑦ عالمی قرآنی دورہ

۲۵؍جنوری تا ۲۸ مئی ۱۹۹۴ء عالمی قرآنی دورہ متحدہ عرب امارات کینیڈا، شمالی امریکہ وغیرہ اور دارالقرآن کینیڈا کا قیام اور مورخہ ۷ مئی ۱۹۹۴ء کو ٹورانٹو کینیڈا میں دارالقرآن کینیڈا کی تعارفی تقریب کے موقعہ پر انٹرنیشنل INL قرآن کانفرنس منعقد کی اور ۲۹ جنوری ۱۹۹۴ء کو ٹورانٹو کینیڈا میں انٹرنیشنل محفل میں شرکت کی۔

⑧ عالمی قرآنی دورہ

۶؍ستمبر ۱۹۹۴ء تا ۲۲۔اکتوبر ۱۹۹۴ء متحدہ عرب امارات، کینیڈا اور برطانیہ کا آٹھواں عالمی قرآنی دورہ کیا۔

اُستاذ القراء قاری محمد برخوردار احمد سدیدی صاحب

نام ونسب

اُستاذ القراء قاری محمد برخوردار احمد بن میاں اللہ داد صاحب رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وِلادت

آپ ۱۹۵۰ء کو ضلع سرگودھا تحصیل بھلوال کے ایک گاؤں عالم والا میں پیدا ہوئے۔

اِبتدائی تعلیم

آپ نے اِبتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں عالم والا میں حاصل کی۔ اس کے بعد قرآن کریم حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا تو مرولہ میں داخلہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً اڑھائی سال کے عرصہ میں قاری محمد متاع صاحب سے قرآن پاک حفظ کرلیا۔ تکمیل حفظ قرآن کے پروگرام میں آپ کے والدمحترم میاں اللہ داد صاحب تشریف لائے۔ انتہائی خوشی ومسرت کا اِظہار کرتے ہوئے حسب توفیق طلباء کی دعوت کی اور اُساتذہ کرام کی مالی خدمت کی۔

علم تجوید کی تکمیل

۲۱رارپریل ۱۹۷۱ء میں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو سے اُستاذ القراء قاری محمد اُمیر صاحب سے علم تجوید کی تکمیل کی اور سندِ فراغت حاصل کی اس کے بعد اُستاذ القراء قاری عبدالقیوم صدیقی صاحب اور استاذ القراء قاری عبدالوھاب مکی صاحب سے اس فن میں اِستفادہ کیا۔

تدریس کا آغاز

آپ نے قاری محمد حیات صاحب کی معرفت رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور میں تدریس کا آغاز کیا۔

قراءاتِ سبعہ کی تکمیل

آپ نے شیخ القراء والمجودین قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کے پاس قراءاتِ سبعہ میں داخلہ لے لیا۔ اس طرح درسِ نظامی اور قراءاتِ سبعہ کے اَسباق ساتھ ساتھ چلتے رہے۔

اِمامت وخطابت

اسی دوران ۱۹۷۶ء میں جامع مسجد کریمیہ حسن پارک بلال گنج لاہور میں حضرت حاجی محمد علی صاحب کے فرمان کے مطابق اِمامت وخطابت کی خدمات سرانجام دینا شروع کردیں۔ ۷رنومبر ۱۹۷۶ء میں قراءاتِ سبعہ کی تکمیل کی۔

درسِ نظامی کی تکمیل

آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت حاجی محمد علی صاحب کی معرفت جامعہ رضویہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث حضرت غلام رسول رضوی صاحب رحمہ اللہ کے پاس دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا اور ۲۷رجنوری ۱۹۸۰ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کرکے جامعہ رضویہ فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کی۔ اسی طرح آپ نے چوٹی کے علماء اہل سنت وجماعت سے علوم دینیہ حاصل کئے۔

دوبارہ تدریس کا آغاز

قراءاتِ عشرہ اور درسِ نظامی پڑھنے کے بعد اپنے اُستاذ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے حکم پر جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج میں شعبہ تجوید وقراءات کی تدریس شروع کی اور تقریباً تین سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جامعہ کریمیہ سدیدیہ کا آغاز

۱۹۸۴ء میں انجمن جامع مسجد کریمیہ نے اِصرار کیا کہ آپ جامعہ رسولیہ شیرازیہ کی بجائے یہاں پر مدرسہ قائم کریں ہم ہرطرح آپ کے ساتھ تعاون کریں گے تو اُن کے مسلسل اصرار پر آپ نے اپنے اُستاذ محترم حضرت حاجی محمد علی صاحب سے اِجازت طلب کی تو اُنہوں نے آپ کو بخوشی اِجازت عنایت فرما دی اس طرح ۱۹۸۴ء میں جامعہ کریمیہ سدیدیہ کا با قاعدہ آغاز کیا اور اُسی سال مقامی طلباء کے علاوہ ۳۰ مسافر طلباء نے داخلہ لیا اور حُسن اتفاق سے پہلے سال ہی خواجہ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور اپنے دو پوتے صاحبزادہ حافظ معظم الحق صاحب اور صاحبزادہ حافظ شمس الحق صاحب کو سبعہ تجوید وقراءت میں داخل کروایا۔ حضرت خواجہ صاحب نے پہلے دو رکعت نفل اَدا کیے۔ اُس کے بعد مدرسہ ہذا کی کامیابی و کامرانی اور ترقی کے لیے خصوصی دعا فرمائی، جامعہ کریمیہ کے ساتھ سدیدیہ کا لفظ آپ ہی کی نسبت کی وجہ سے ہے۔ جامعہ ہذا میں شعبہ حفظ و ناظرہ کے علاوہ تجوید وقراءت، قراءاتِ عشرہ اور اِبتدائی درس نظامی کے شعبہ جات قائم ہیں۔ جامعہ ہذا علمی میدان میں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

جامعہ معظمیہ للبنات کا قیام

حضرت قاری صاحب نے جامعہ کریمیہ سدیدیہ للبنات حال ہی میں قائم کیا ہے جو آپ کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ اس اِدارہ میں شعبہ حفظ و ناظرہ تجوید وقراءت اور درسِ نظامی کے شعبہ جات قائم ہیں۔

اُولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادگان کے اسماء:

① حضرت قاری محمد عبداللہ ثاقب ② محمد عبدالرحمٰن
③ حافظ محمد طاہر ④ حافظ محمد طیب

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے چند مشہور درج ذیل ہیں:

① حضرت قاری محمد طیب ② حضرت قاری محمد عبداللہ ثاقب
③ ڈاکٹر قاری محمد مظفر ④ قاری محمد سلیم چشتی
⑤ قاری خدا بخش بصری ⑥ قاری اعجاز حسین قادری
⑦ قاری امجد اقبال مظہری ⑧ قاری محمد سیف اللہ سیفی
⑨ قاری محمد عثمان ⑩ قاری محمد یعقوب

تصانیف

آپ نے ایک کتاب 'القول السدید فی علم التجوید' تحریر کی ہے، جو اگرچہ ابتدائی ہے مگر بہت جامع،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عام فہم اور ترتیب کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے، تجوید کے طلباء اور شائقین کے لیے بہترین تحفہ ہے۔

اُستاذ القراء قاری محمد کرامت اللہ نقشبندی

نام ونسب

آپ کا نام محمد کرامت اللہ اور والد کا نام حاجی عطا محمد ہے۔ آپ کا تعلق اعوان قبیلہ سے ہے۔

وِلادت

۱۹۶۱ء کو چک ۲۱ رشمالی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔

حصول تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی، ناظرہ قرآن مجید سے فراغت پائی اور کئی بزرگوں سے کسب فیض کیا ہے۔

تکمیل حفظ القرآن

اُستاذ الحفاظ قاری محمد یوسف صاحب سے جامعہ مقبولیہ نقشبندیہ گاؤں للہ شریف تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم میں حفظ قرآن مکمل کیا۔

تجوید وقراءت کی تکمیل

آپ نے تجوید وقراءت کا علم شیخ القراء والمجودین قاری محمد یوسف صدیقی صاحب رحمہ اللہ سے جامعہ صدیقیہ سراج العلوم بیرون مستی گیٹ لاہور سے حاصل کیا۔

قراءاتِ سبعہ کی تکمیل

قراءاتِ سبعہ کی تکمیل استاذ القراء والمجودین قاری مظفر حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے جامعہ صدیقیہ سراج العلوم بیرون مستی گیٹ لاہور سے کی۔

قراءاتِ ثلاثہ کی تکمیل

قراءاتِ ثلاثہ کی تکمیل استاذ القراء والمجودین قاری حسن شاہ بخاری صاحب رحمہ اللہ سے جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور سے کی۔

درس نظامی

آپ نے درس نظامی کی تعلیم جامعہ نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور میں درج ذیل اساتذہ کی زیر نگرانی حاصل کی۔

① شیخ الحدیث علامہ قاضی ارشاد الٰہی عصامی صاحب رحمہ اللہ ② علامہ مولانا محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٭ علامہ مفتی عبداللطیف جلالی صاحب رحمہ اللہ

تدریسی خدمات

آپ نے فراغت کے بعد ۱۹۸۰ء سے لے کر ۱۹۹۶ء تک عرصہ ۱۶ سال تک جامعہ صدیقیہ سراج العلوم بیرون مستی گیٹ لاہور میں اپنے استاذ محترم شیخ القراء والمجودین قاری محمد یوسف صدیقی صاحب رحمہ اللہ کی موجودگی میں اُن کے زیرِ سایہ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ فرسٹ ٹائم آپ جامعہ صدیقیہ سراج العلوم میں پڑھانے اور سیکنڈ ٹائم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن پاپڑ منڈی لاہور میں پڑھاتے۔ ۱۹۸۲ء سے لے کر تا حال آپ اسی مدرسہ میں سیکنڈ ٹائم پڑھا رہے ہیں اور آج کل فرسٹ ٹائم آپ جامعہ خورشیدیہ قادریہ اقبال پارک بالمقابل گیٹ نمبر ۳ متصل لاری اڈا لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مدرسہ کا قیام

آپ نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہے جس کا نام جامعہ عربیہ اسلامیہ کرامت العلوم (برائے طالبات) شاہدرہ لاہور میں واقع ہے جس کی آپ سرپرستی فرما رہے ہیں۔

امامت وخطابت

کوتوالی پولیس لائن نزد لنڈا بازار کی جامع مسجد میں سرکاری طور پر امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

شخصی اَحوال

آپ کا قد درمیانہ ہے اور آپ باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔ مضبوط حافظ، بہترین قاری اور بہترین مدرس ہیں اور حق گو انسان ہیں۔ آپ بہت غیور ہیں، سادگی اور عاجزی آپ کا شیوہ ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے شاگردوں میں تعلیم کا شوق پیدا کرتے ہیں اور اہل علم احباب کی بہت قدر کرتے ہیں۔ جہاندیدہ اور خوش طبع انسان ہیں آپ کا شمار مسلک اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی کے تجوید وقراءت کے ماہر اور نامور اساتذہ میں ہوتا ہے۔

اَندازِ تدریس

حضرت قاری صاحب کا انداز تدریس بہت خوبصورت ہے۔ کتب پڑھانے کا انداز بہت جامع اور عام فہم ہوتا ہے کہ کم صلاحیت رکھنے والے طلباء بھی بہت جلد اور آسانی سے سبق کو سمجھ جاتے ہیں۔ طلباء کی مشق پر توجہ فرماتے ہیں مگر بالخصوص حدر پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ جتنی توجہ حضرت قاری صاحب طلباء کی حدر پر دیتے ہیں۔ بہت کم اساتذہ اتنی توجہ دیتے ہیں۔ حدر کے دوران طلباء کی ہر ادا پر توجہ رکھتے ہیں۔ طلباء کو تجوید کے مطابق قرآن پاک پڑھنے کی بہت سختی کے ساتھ تاکید فرماتے ہیں۔ بے شمار مساجد ومدارس میں آپ کے شاگرد دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جن کے پڑھنے پڑھانے میں ان کے استاذ محترم کے فن کی جھلک نظر آتی ہے۔

اَولاد

آپ کے دو صاحبزادے محمد احسان اللہ اور محمد کلیم اللہ ہیں اور سات صاحبزادیاں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔مگر چند ایک درج ذیل ہیں:

1. قاری فقیر احمد چشتی لاہور
2. قاری خدا بخش بصری لاہور
3. قاری غلام مصطفیٰ
4. قاری محمد اعجاز سیالوی
5. قاری محمد عادل نقشبندی
6. قاری محمد رمضان نقشبندی
7. قاری محمد یاسر انگلینڈ
8. قاری محمد عامر خان انگلینڈ
9. قاری محمد اکبر لاہور
10. قاری محمد زبیر
11. قاری محمد اعظم وٹو

تصنیفی خدمات

آپ کی ایک تصنیف 'برکاتِ حرمین فی احکام التجوید' زیر طبع ہے۔

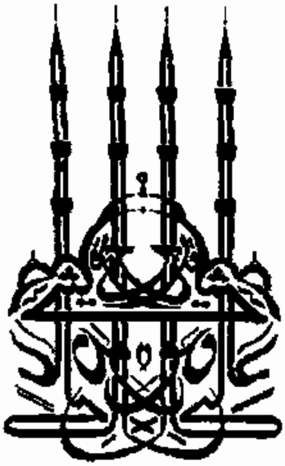

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر محمود الحسن عارف☆

پانی پت میں علم القراءت

'علم تجوید وقراءات' پاکستان میں چار سلسلہ ہائے سند سے منتقل ہوا ہے، جن میں خصوصاً پانی پت کے مشائخ قراءات (شیخ القراء قاری محی الاسلام عثمانی پانی پتی، شیخ القراء قاری فتح محمد اعمی، شیخ القراء قاری رحیم بخش، شیخ القراء قاری طاہر رحیمی وغیرہ) نے جس طرح تدریس وتحریر کے ذریعے اُردو طبقہ میں اس علم کو منتقل کیا وہ پاکستان کی علمی تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ماہنامہ رُشد کے صفحات میں اس سے قبل مختلف فقہی مکاتب فکر میں تجوید وقراءات کی نمائندہ شخصیات کا تعارف پیش کیا جاچکا ہے۔ پانی پتی سلسلہ تجوید وقراءت اگرچہ علیحدہ سے کوئی مستقل فقہی مکتب فکر نہیں لیکن ان کی جلیل القدر خدمات کی بنیاد پر ماضی بعید سے ہی ان کا ایک منفرد اور مستقل مقام موجود ہے۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے انہی امور کے پیش نظر مشائخ پانی پت کی خدمات تجوید وقراءات کو زیر نظر مضمون میں موضوع بحث بنایا ہے۔ ان کا یہ مضمون اس سے قبل ماہنامہ الحسن، لاہور میں شائع ہوچکا ہے، جسے معمولی قطع وبرید کے بعد دوبارہ رُشد کے صفحات کی زینت بنایا جارہا ہے۔

اس سلسلہ کے مشائخ قراءات کی خدماتِ جلیلہ کو موضوع بحث بناتے ہوئے ڈاکٹر قاری محمد طاہر، مدیر ماہنامہ التّجوید نے بھی 'پاکستان میں عصری اور پانی پتی مکتبہ فکر...... ایک تعارف' کے عنوان سے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ 'پاکستان میں علم تجوید وقراءات ...... ماضی، حال، مستقبل' سے انتخاب فرما کر ہمیں ایک مضمون ارسال فرمایا تھا لیکن مجلّہ کی ضخامت کے پیش نظر ہم اسے شائع نہیں کررہے۔ شائقین اس مضمون کو ادارہ کی ویب سائٹ www.Kitabosunnat.com پر مطالعہ کرسکتے ہیں۔ [ادارہ]

اِسلام دین رحمت ہے، یہ دین جہاں جہاں پہنچا، وہاں وہاں علم وفکر کی روشنی اور اَبدی مسرتوں کا پیغام بھی ساتھ گیا اور دُکھوں اور پریشانیوں میں مبتلا اِنسانیت نے سکھ کا سانس لیا:

اللہ اے حسن دوست کی آئینہ داریاں — اہل نظر کو نقش بہ دیوار کر دیا
(جوش)

علم وفکر اور عقل ودانش کی یہی رُوشنی ہندوستان میں بھی پہنچی اور اس کی تابانیوں سے مندروں اور جہالتوں کی اس سرزمین کے سارے گوشے جگمگا اُٹھے اور ایک ایک قریہ اِس کے جلووں سے دمکنے لگا۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع اور محور پانی پت یعنی سرزمین ہند کا ایک ایسا قریہ ہے، جو قرآن کریم کی تعلیم وتدریس کے سبب، دنیائے علم ودانش کا چندے آفتاب وچندے ماہتاب بنا اور اس مادرِ علمی کے سلسلے میں نکلنے والے فرزند دنیا بھر میں تعلیم وتدریس قرآن کی

☆ صدر شعبہ اُردو دائرۃ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خدمت میں جریدہ عالم پر اپنی بقا کی تحریریں ثبت کر رہے ہیں یعنی:

ثبت اَست بر جریدۂ عالم دوام ما

تاریخ ہند میں جو بھی خوفناک جنگیں لڑی گئیں، اُن کا مرکز بھی یہی شہر اور اس کا مضافاتی علاقہ رہا۔ بھارت کی تاریخ قدیم کی سب سے خوفناک جنگ کوروں اور پانڈوں کی لڑائی ہے جو اسی کے آس پاس کے میدانوں میں لڑی گئی...... جس میں لاکھوں اِنسان تہہ تیغ ہوئے۔ مسلم عہد میں چھوٹی موٹی کئی جنگوں کے علاوہ سلطان اِبراہیم لودھی اور سلطان ظہیر الدین بابر کے مابین ۹۳۴/۱۰۲۶ء میں گھمسان کا معرکہ اسی میدان میں لڑا گیا۔ جس نے اگلی تین صدیوں تک کے لئے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ مغلوں کے حق میں لکھ دیا۔ [محمد میاں: پانی پت اور بزرگان پانی: ۳،۴]

سلطان جلال الدین اکبر کے عہد حکومت میں (۹۶۴/۱۵۵۶ء) ایک بار پھر، یہیں بساط جنگ بچھی، اس بار مغلیہ تاجدار کے بالمقابل نامور ہندو جرنیل ہیمو بقال تھا۔ اِس مرتبہ بھی پانی پت کی سرزمین نے جلال الدین اکبر کے حق میں عزت و اِقتدار کا اور ہیمو بقال کے حق میں ذِلت و شکست کا فیصلہ لکھا۔ اس جنگ میں بھی یہ سرزمین لاکھوں اِنسانوں کے خون سے سیراب ہوئی۔

تیسری بار یہ سرزمین اِس وقت شہیدوں اور مقتولوں کے لہو سے لالہ زار بنی جب ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء میں پانی پت کی آخری، مگر سب سے خوفناک جنگ لڑی گئی، جس میں مردِ مجاہد احمد شاہ اَبدالی کے مدمقابل مرہٹہ کا ٹڈی دل تھا...... اس جنگ میں بھی، میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ [محمود الحسن عارف، تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پت]

تعلیم وتدریس قرآن کے مراکز

ان مادی اور گوشت پرست کی معرکہ آرائیوں کے ساتھ ساتھ، پانی پت کے انہی میدانوں میں شیطانی اور طاغوتی قوتوں کے خلاف بھی معرکہ آرائیاں جاری رہیں۔ جن کا سلسلہ اُسی وقت شروع ہوگیا جب پانچویں صدی ہجری ر گیارہویں صدی عیسوی میں کئی مسلم خاندانوں کے قافلے اس سرزمین پر اُترے اور انہوں نے اس شہر کی آب وہوا کو موافق پاکر، یہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ جن کا سلسلہ اب تک جاری رہا۔

یوں تو اس مردم خیز شہر سے شاہ بوعلی قلندر (م ۷۲۴/۱۳۲۳ء)، شیخ شمس الدین ترک شاہ ولایت (م ۷۱۵/۱۳۱۵ء) مخدوم الہند، شیخ جلال الدین میر الاولیا عثمانی جیسے شہرۂ آفاق صوفی، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ، ۱۸۱۰ء) اور قاری عبد الرحمان انصاری پانی پتی جیسے محدث، علامہ اَلطاف حسین حالی اور نواب شاکر الدولہ جیسے اَدیب اور عبد الرحمٰن کازرونی اور نواب لطف اللہ صادق تیمور جنگ سے مجاہد اور غازی پیدا ہوئے، لیکن اس کی شہرت کو چار چاند قراء اور حفاظ کی اس جماعت نے لگائے، جنہوں نے اس شہر میں تعلیم وتدریس قرآن کی ایک نئی روایت کی طرح ڈالی اور اس کو اکناف واقصائے عالم تک پہنچایا۔

فن تجوید وقرآن کی اِبتداء

یوں تو مسلمان جب سے، اس شہر میں وارد ہوئے (پانچویں صدی ہجری ر گیارہویں صدی عیسوی) اسی وقت سے یہ شہر علم وعرفان کا مرکز رہا، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی جب پیدا (۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء) ہوئے، تو اسی شہر نے انہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابتدائی تعلیم وتربیت مہیا کی۔[ایضاً]

شعبان ۱۳۱۲ھ/۱۷۹۴ء میں جب حکیم عبدالحی مرحوم نے پانی پت کا سفر کیا تو وہاں ۱۱۴رمساجد، آٹھ سے زیادہ حفاظ اور تدریس قراءت کے متعدد مدرسے موجود تھے۔[حکیم عبدالحی، دہلی اور اس کے اطراف:۵۸]

پھر کر نگاہ چار سو ٹھہری اسی کے رو برو اس نے تو میری چشم کو قبلہ نما بنا دیا

یہاں تدریس قرآن کے حوالے سے جو ایک تحریک پیدا ہوئی اسے اپنے اَثرات کے اِعتبار سے پانچ اَدوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔تفصیل اس طرح ہے۔

دورِاوّل ......دورِتاسیس

قاری مصلح الدین عباسی پانی پت میں اس رِوایت کے موسس ہونے کا شرف رکھتے ہیں، انہیں یہ منزل مدینہ منورہ سے ملی، قاری عباسی صاحب مدینہ منورہ کیسے پہنچے؟ اس کا سبب محض ایک اتفاق ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین پہنچنے کے واقعے سے بڑی مماثلت رکھتا ہے۔ اور اگر دنیا کی علمی، سیاسی اور معاشی تاریخ پر نظر ڈالی جائے ، تو اکثر وبیشتر ، اتفاقی حوادث ہی بڑے بڑے واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہوئے ہیں۔

قاری صاحب کے زمانے میں پانی پت میں شب معراج کے موقع پر آتش بازی کے مقابلے ہوتے تھے، قاری مصلح الدین عباسی بھی آتش بازی کے اِن مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ایک بار اُیسا ہوا کہ ان کے ہاتھ سے ایک شخص مہلک طور پر زخمی ہوگیا۔قاری صاحب اس سے اِتنے خائف ہوئے کہ وہ کسی نہ کسی طرح چھپتے چھپاتے حجاز مقدس پہنچ گئے ، وہاں ایک نوجوان محمد نسیم رام پوری سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ اس آمد کو بامقصد بنانا چاہیے ، چنانچہ انہوں نے شیخ القراء قاری عبید اللہ مدنی سے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔قاری عباسی اگر چہ بچپن میں قرآن حکیم حفظ کر چکے تھے ،لیکن فن تجوید وقراءات سے نا آشنا تھے'' الغرض انہوں نے ۱۵رسالوں میں سبقاً پورے قرآن کریم کو قاری عبید اللہ مدنی سے پڑھا۔پھر جب اپنے مضمون پر حاوی ہو گئے تو وطن واپس لوٹے اور پانی پت میں قرآن کریم کی تعلیم وتدریس شروع کر دی۔ آپ کی تعلیم وتربیت مروّجہ طریقہ سے ہٹ کر تھی،اس لیے آپ سے بہت تھوڑے لوگوں نے فیضان حاصل کیا، جو لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے ان میں ان کے بیٹے قاری عبید اللہ المعروف قاری لالہ اوران کی صاحبزادی فضیلۃ النساء عرف بی بی کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

آپ کے دوسرے شاگردوں میں حافظ محمد زبیر پانی پتی (۱۱۸۰ھ، ۱۷۶۶ـ۱۲۵۷ء، ۱۸۴۱ء) قاری قادر بخش پانی پتی کے چھوٹے بھائی اور قاری عبدالرحمٰن محدث کے والد (پیدائش ۱۱۹۷ھ) حافظ اِکرام اللہ انصاری ، پانی پت کے ایک ذی وجاہت زمیندار (م ۱۱۹۹ـ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) قاری احمد اَنصاری پانی پتی (م۱۲۰۰ھ/۱۲۸۰ء) وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ کا تذکرہ مناسب ہوگا ، قاری صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ قاری مصلح الدین عباسی رحمہ اللہ ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے ،قاری لالہ کے ہمراہ اپنے دوست قاری محمد نسیم رام پوری سے ملنے کے لئے رامپور گئے۔تو قاری نسیم رام پوری رحمہ اللہ نے پوچھا، اجی حضرت یہ تو فرمایئے کہ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد، پانی پت میں قرآن کی کتنی خدمت کی؟ قاری مصلح الدین رحمہ اللہ نے فرمایا ، میں نے اس عرصے میں آپ کے بھتیجے (قاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لالہ) اور اس کی بہن (فضیلۃ النساء) اور اس کے علاوہ پانچ سات آدمیوں کو قراءت سکھائی ہے۔ یہ سن کر قاری نسیم بولے، افسوس تو نے اپنی عمر بے کار ضائع کر دی میں تو اس عرصے میں صد لوگوں کو قرآن پڑھا چکا ہوں۔ یہ الفاظ سن کر قاری مصلح الدین رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

اگلے دن قاری نسیم رام پوری رحمہ اللہ نے رامپور کے معززین کو مدعو کیا۔ جب وہ آ گئے تو اپنے دوست قاری مصلح الدین رحمہ اللہ کا تعارف کرایا۔ ان کے صاحبزادے قاری لالہ سے کہا، برخوردار کوئی رکوع سناؤ، تا کہ تمہارے والد کی محنت کا اندازہ ہو سکے۔ قاری لالہ نے تلاوت شروع کی تو حاضرین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ جب وہ تلاوت ختم کر چکے تو قاری نسیم اٹھے، قاری لالہ کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: میرا اب تک یہ خیال تھا کہ میں نے قرآن کی بہت خدمت کی ہے، لیکن اب قاری لالہ کی تلاوت سن کر مجھے یقین ہوگیا ہے کہ قرآن کی اصل خدمت تو قاری مصلح الدین عباسی نے کی ہے، میں نے تو اپنی تمام عمر ضائع کر دی۔ میرے صد شاگردوں میں سے مجھ جیسا پڑھنے والا، ایک بھی نہیں اس کے برعکس، قاری مصلح الدین عباسی رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے، قاری لالہ موسی رحمہ اللہ کو ایسا پڑھایا کہ وہ ہم دونوں پر سبقت لے گیا۔

دوسرا دور...... قاری لالہ کی خدمات

قاری مصلح الدین عباسی ...... پانی پتی کی اس روایت کے بانی اور مؤسس ضرور ہیں لیکن اس روایت اور اس اُسلوب کی اِشاعت کا شرف ان کے صاحبزادے، قاری لالہ رحمہ اللہ کو حاصل ہوا، ان کے والد محترم چونکہ ان کے اُستاد اور مربی بھی تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اس نوجوان صاحبزادے کی تعلیم و تربیت کچھ اس اَنداز سے کی، کہ وہ آئندہ دور میں شیخ القراء بنے اور ان کی شہرت نے پورے ہندوستان کو متاثر کیا۔

ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ پندرہ برس کی عمر تک رُوزانہ ان کے گلے پر جلوہ باندھا جاتا تھا، اور بیس سال کی عمر تک ان کے لئے ہر قسم کی ترش اَشیاء ممنوع تھیں۔ حتیٰ کہ میٹھے آم بھی، ان کے والد محترم چکھے بغیر ان کو نہ کھانے دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے والد محترم نے انہیں کشتی، پٹہ، بنوٹ، تیر اَندازی، گھڑ سواری اور دوسری مردانہ کھیلوں اور جسمانی ریاضتوں کی بھی خوب مشق کروائی۔ (دینی مدارس کے طلبہ اور اُساتذہ کے لئے یہ واقعہ بہت اُہمیت کا حامل ہے۔ اس دور میں اکیلے قاری لالہ ہی نہیں۔ اکثر علماء اور فقہاء مجاہدانہ ریاضتوں کے وصف سے متصف تھے۔ سید اَحمد شہید اور شاہ اِسماعیل شہید قدس سرہ کی جسمانی ریاضتوں کے واقعات سے کون نابلد ہے۔ ہمارے دینی مدارس کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔)

جس کے نتیجے میں ان کی آواز میں اتنا سوز اور اتنی عمدگی پیدا ہوگئی کہ جب وہ تلاوت فرماتے تو در و دیوار پر بھی ایک کیفیت طاری ہو جاتی، انہوں نے ۱۲۶۰ھ کو بھوپال میں انتقال فرمایا۔

تیسرا دور

پانی پتی اَندازِ تدریس کے اس دور میں جن بزرگوں نے خدمات اَنجام دیں، ان میں قاری نجیب اللہ عثمانی اَنصاری، قاری قادر بخش انصاری، قاری کبیر الدین، قاری عبد الرحمٰن انصاری محدث پانی پتی اور قاری محمد پانی پتی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری نجیب اللہ عثمانی رحمہ اللہ شیخ القراء قاری خدا بخش رحمہ اللہ کے نواسے اور حافظہ رحیم النساء رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، یعنی ان کی والدہ اور ان کے نانا دونوں پانی پت کی اس روایت کے گلِ گلستان تھے۔ اس لیے وہ اس روایت کے امین اور وارث بنے۔ اُنہوں نے اس علم کو گود سے سیکھا اور لحد تک جاری رکھا۔ وہ اپنے نانا قاری قادر بخش کی جگہ قلعہ معلّی میں جانشین بنے اور دہلی میں ۱۳۱۰ھ میں اِنتقال فرمایا۔

تیسرے دور میں تعلیمی اور تدریسی خدمات انجام دینے والوں میں دوسرا نام قاری کبیر الدین رحمہ اللہ کا ہے جو کہ کرنال میں ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں پانی پت آ گئے۔ قادر بخش نے جوہر قابل دیکھ کر، ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور انہیں اپنے ساتھ قلعہ معلّی لے گئے، انہوں نے بارہ برس مفردات کی مشق کرائی یہی وجہ تھی کہ آپ نے تجوید میں اِمامت کا درجہ اور مقام حاصل کیا اور ۱۳۰۶ھ میں اِنتقال فرمایا۔

اسی دور میں تیسرا نام شیخ القراء مولانا قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی رحمہ اللہ کا ہے، جو قراءت وتجوید کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ علم التفسیر اور علم الحدیث میں بھی مقتدائے عوام وخواص تھے، ان کی پیدائش ۱۲۲۷ھ میں پانی پت میں ہوئی۔ اُنہوں نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے مولوی رشید الدین خان اور مولانا مملوک علی نانوتوی سے علوم عربیہ، منطق، فقہ، بیان، اصول اور ریاضت پڑھے اور امام الدین نقشبندی امروہی سے شعبہ قراءات میں باقاعدہ جمع الجمع طریقے سے تلاوت فرماتے، انہیں نحو، قراءات اور تفسیر وغیرہ میں ممتاز درجہ حاصل تھا۔ جب آپ تلاوت فرماتے، تو سامعین پر عجب محویت طاری ہو جاتی، آپ کا طرز بیاں اس قدر سادہ اور عام فہم تھا کہ دس برس کے بچے بھی مضمون کو آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔

علوم اِسلامیہ کی تعلیم وتدریس کے علاوہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان تجوید اور روایت حفص کی تعلیم دیتے، اس طرح اُنہوں نے کم وبیش ساٹھ برس تک درس قرآن کا وعظ فرمایا۔ عورتوں کی دینی تعلیم اور شرعی مسائل میں رہنمائی کے لئے مکان کے ایک حصے میں ہر وقت پردہ پڑا رہتا جس کے پیچھے بیٹھ کر عورتیں مسائل دریافت کیا کرتیں۔ مولانا اَلطاف حسین حالی نے ان کے مواعظ کی بڑی تعریف کی ہے۔ (اس مضمون کی تیاری میں خصوصی طور پر اردو ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے مضمون قاریوں اور درویشوں کا شہر پانی پت، سے مدد لی گئی ہے۔)

چوتھا دَور

پانی پت رِوایت اور اُسلوب تدریس کا چوتھا دور قیام پاکستان ۱۹۴۷ء تک جاری رہا، اس دور میں پانی پت کی روایت اور وہاں کا اسلوب تدریس، ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں پھیل گیا اور اس اسلوب تدریس اور اَنداز تلاوت کو دوسروں سے متمیز کیا جانے لگا۔ اس دَور میں جن لوگوں نے تدریسی اور تعلیمی خدمات انجام دیں ان میں قاری عبد الرحمٰن رحمہ اللہ، مولوی عبد السلام انصاری رحمہ اللہ (م ۱۳۳۶ھ) قاری عبد العلیم انصاری رحمہ اللہ (م ۱۳۴۸ھ/۱۹۹۱ء)، مولانا قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی اور قاری حافظ محمد اسماعیل پانی پتی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

قاری حافظ عبد الرحمٰن اعمی رحمہ اللہ، جنہیں شیخ الفرقان ثانی بھی کہا جاتا ہے، ۱۲۲۰ھ/۱۸۴۶ء میں موضع مابڑی ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں کسی طرح پانی پت پہنچ گئے۔ ان کی بے چارگی دیکھ کر قاری نجیب اللہ عثمانی نے ان کی سرپرستی کی اور بڑی محنت اور توجہ سے قرآن پڑھایا۔ قاری عبد الرحمان محدث سے قرآن پڑھا اور سبعہ قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سیکھیں۔ اس فن میں مزید مہارت کے لئے عرب کا بھی سفر اختیار کیا۔ انہیں مشہور کتب فنون اس خوبی کے ساتھ یاد تھیں کہ کتاب کا صفحہ اور باب تک بتا دیتے تھے۔ بہت سی کتابوں کا ذخیرہ ان کے پاس جمع رہتا تھا۔ انہوں نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں ۶۵ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

اس دور کے بڑے قاری مولوی عبد السلام انصاری رحمہ اللہ ہیں جو قاری عبد الرحمان محدث کے تیسرے صاحبزادے تھے ۱۲۷۴ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں انتقال فرمایا۔ اپنے والد محترم قاری عبد الرحمان محدث کے شاگرد اور ان کے جانشین تھے۔ بہت سے لوگوں کو اپنا علمی فیضان منتقل کیا۔

اس دور کا تیسرا نام قاری عبد الحلیم انصاری رحمہ اللہ کا ہے، ولادت ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۷۶ء میں اور وفات نواح ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ دس برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ قراءت وتجوید میں مہارت تامہ حاصل کر کے دہلی کے حکیم حاذق الملک حکیم اجمل خان سے طب سیکھی۔ صبح کو مطب کرتے اور پھر سارا دن طلبہ کو قرآن پڑھاتے۔ اُنھوں نے ۵۴ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

اس دَور کا سب سے معروف اور قابل ذکر نام قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی رحمہ اللہ کا ہے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:
ابو محمد محی الاسلام بن قاضی محمد مفتاح الاسلام بن مولوی محمد بدر الاسلام۔ وہ پانی پت میں (۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء) میں پیدا ہوئے۔

آپ نے قاری عبد الرحمٰن اَعمی سے قرآن حفظ کیا اور کئی علمائے کرام سے تحصیل علم کی۔ ان کی نبی اکرم ﷺ تک سند مکمل طور پر چھپ گئی ہے۔ عمر کے ۷۰ ربرس انہوں نے پانی پت میں بسر کیے۔ بعد میں وہ اوکاڑہ میں مقیم ہو گئے، یہیں انہوں نے (۱۳۷۳ھ/۱۹۵۲ء،۱۹۵۳ء) میں اِنتقال فرمایا۔

قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی کی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے۔
جن میں قراءتِ عشرہ کی برسہابرس تک تدریس کے علاوہ مشہور تفسیر، تفسیر مظہری کی طباعت، بھی شامل ہے۔ قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی ہی نے اس کا مکمل متن تیار کیا اور اس کی چند جلدیں مکمل کر کے شائع کیں۔ (اس کے حواشی 'خصوصاً' قراءاتِ عشرہ کے اعتبار سے تفسیر پر نظر ثانی اہم کام بھی قاری صاحب نے ہی مکمل کیا۔)

پانچواں دور قیام پاکستان کے بعد کی صورت حال

۱۹۴۷ء میں جب ملک تقسیم ہوا تو پانی پت سے بھی ہزاروں خاندان نقل مکانی کر کے پاکستان آ گئے۔ مہاجرین کے ان قافلوں میں بہت سے پانی پت کی روایت کے اَمین قراء اور حفاظ بھی شامل تھے۔ جنہوں نے یہاں آ کر، اسی اَنداز تدریس اور اسی اُسلوب تلاوت کو اپنایا، چونکہ ان کے دلوں میں خلوص اور عمل میں محنت وکاوش کا جذبہ شامل تھا اسی لیے یہاں آ کر اس تحریک کو بہت پذیرائی ملی۔ اس پذیرائی کے پیچھے سب سے زیادہ ہاتھ قاری فتح محمد اَعمی اور ان کے نامور شاگرد قاری رحیم بخش صاحب ملتانی کا ہے۔ اوّل الذکر قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی کے شاگرد رشید تھے۔ ان کی ولادت پانی پت کے قریب ایک قصبے میں ہوئی۔ بچپن ہی میں کس عارضے کے سبب ان کی بینائی جاتی رہی، لیکن ان کا حافظہ بے حد قوی تھا۔ وصال سے پہلے وہ مدینہ منورہ چلے گئے تھے اور وہیں ان کا اِنتقال ہوا۔

پاکستان میں اس روایت کی اِشاعت اور اس کی مقبولیت کا سہرا قاری رحیم بخش ملتانی کے سر ہے۔ جن کے ذریعے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ روایت بیرون پاکستان پہنچی۔

برصغیر کے عظیم قراء کا تعارف اور ایمان پرور واقعات

تعارف حضرت قاری فتح محمد رحمہ اللہ

آپ کا اِسم مبارک فتح محمد والد کا نام محمد اسماعیل، دادا کا نام اللہ دیا اور پر دادا کا نام جناب نور محمد ہے۔ والدہ کا اسم گرامی نعمت بی بی ہے۔ وطن مالوف پانی پت ضلع کرنال ہے حضرت کا تعلق آرائیں برادری اور خاندان سے ہے۔

وِلادت

۱۱ر یا ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۰۴ء میں اپنے وطن پانی پت کے محلہ راعیاں عرف اُرائیاں چوڑا کنواں پنج بستی میں پیدا ہوئے۔ اَبھی ڈیڑھ سال کی عمر ہوئی تھی کہ چیچک نکلنے کے سبب قضاء الٰہی سے نابینا ہو گئے۔ اور حدیث «مَنْ أَذْهَبْتُ كَرِيمَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ وَاحْتَسَبَ كَانَ ثَوَابُهُ الْجَنَّةَ» [مسند أحمد:۱۴۰۵۳] جو شخص اپنی پیاری آنکھوں کی آزمائش میں ڈالا گیا پھر اس نے صبر کیا اور ثواب کی نیت کی اللہ تعالی اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے، کی بشارت کا مستحق قرار پائے۔

حیران کن حافظہ

حضرت موصوف نے اپنے بے نظیر حافظہ اور عطیہ خداوندی سے قرآن مجید اور قراءاتِ سبعہ اور عشرہ کی خدمت واِشاعت کا کام بہت خوب لیا۔ چنانچہ حضرت والا نے بچپن ہی میں حفظ قرآن میں اَیسا کمال حاصل کر لیا تھا کہ اگر کوئی صاحب سوال کرتے کہ بتائیں پورے قرآن مجید میں کل رکوعات کتنے ہیں کل سورتیں کتنی ہیں فلاں حرف قرآن میں کتنی جگہ آیا ہے فلاں متشابہ کتنی جگہ آیا ہے تو آپ فوراً جواب دیتے جس سے سائل حیران رہ جاتا۔ اسی طرح اگر کوئی آپ سے کسی سورۃ، پارہ یا اور رکوع کو اس کے آخری طرف سے سننا چاہتا تو آپ اِس طرح سنا دیتے کہ سب سے پہلے رکوع یا سورۃ کی آخری آیت پڑھتے پھر اس سے اوپر والی پھر اس سے اوپر والی اسی طرح رکوع اور سورۃ کی شروع والی آیت تک پڑھتے اور پڑھنے میں و لا والی اور بغیر و لا والی، تمام آیات کی ترتیب کا پورا لحاظ رکھتے غرض یہ کہ جس طرح کسی رکوع یا سورۃ کو شروع کی طرف سے بلا تکلف پڑھتے تھے اسی طرح آخر کی طرف سے پڑھنے میں بھی آپ کوئی مشکل پیش نہ آتی، بعد میں آپ کو شیخ قاری شیر محمد خان رحمہ اللہ نے اس طرح پڑھنے سے منع فرما دیا تھا۔

تجوید وقراءات میں آپ کا مقام ومرتبہ

۱۳۶۵ھ میں پہلے حج کے موقع پر مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں شیخ القراء مدینہ حضرت الشیخ مولانا قاری محمد حسن الشاعر مصری ثم المدنی سے مسائل قراءات پر گفتگو ہوتی رہی حضرت والا نے آپ کے تمام سوالات کے محققانہ، تشفی بخش اور اَفادی جوابات عنائت فرمائے اور خوب مذاکرہ وتکرار ہوتا رہا۔ حضرت شیخ القراء محمد حسن الشاعر نے آپ کو خلوص وتبحر علمی کے سبب 'شیخ الوقت' کا لقب دیا اور قراءت کی سند بھی عطا فرمائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فنائیت فی القرآن تادب بالقرآن

حضرت قاری فتح محمد صاحب کو قرآن مجید کے ساتھ انتہائی درجہ محبت تھی، آپ فنافی القرآن تھے، قرآن کریم آپ کے رگ وریشہ میں رچا بسا ہوا اور آپ کی روحانی غذا تھا۔

اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ قاری عبدالمالک صاحب، جو حضرت کے شاگردوں میں سے ہیں، کہتے ہیں کہ میں جب چھوٹا تھا قاری عباس بخاری صاحب کے پاس مدینہ منورہ میں پڑھا کرتا تھا، اس وقت قاری عباس کا حضرت سے تعارف نہیں تھا۔ قاری عباس مسجد نبوی میں آئے حضرت کو بیٹھے دیکھ کر فرمایا یہ کون صاحب ہیں جن سے قرآن کی خوشبو مہک رہی ہے۔ اللہ اکبر۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا قاری ارشاد احمد گنگیروی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس رو رہے تھے اور کافی دیر تک روتے رہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''اپنی محرومی پر رو رہا ہوں کیونکہ فالج کی وجہ سے قرآن پڑھنا دشوار ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن مجید سے ایسی محبت نصیب فرمادیں۔'' (آمین)

حضور اکرم ﷺ کی اُمت میں بہت کثرت سے ایسے افراد ہوئے ہیں جو کتاب اللہ کا بے حد ادب کرتے تھے۔

حضرت عکرمہ: قرآن مجید کی تلاوت انتہائی ادب واحترام سے کرتے اور بار بار کہتے: ''ھٰذا کلام ربي''

اسی طرح قاری فتح محمد صاحب بھی کلام الٰہی کا بے حد ادب فرماتے تھے ایک دفعہ آپ روزہ سے تھے، آپ کے لئے چائے لائی گئی، آپ نے افطاری کے وقت ایک پیالی پی لی اور باقی تھرماس میں چھوڑ دی۔ نماز مغرب کے آپ سے دوست واحباب ملنے لگے۔ آپ نے فرمایا چائے لاؤ تو تھوڑی سی آپ نے پی اور باقی حاضرین میں تقسیم کرنے کا کہا اس وقت حاضرین کی تعداد تقریباً سات تھی۔ جن میں مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی تھے، آپ نے فرمایا ایک طرف سے پلانا شروع کردیں، چنانچہ چائے کا دور شروع ہوا اسی دوران میں کسی نے قرآن مجید سننے کی فرمائش کردی تو حضرت والا نے فوراً تلاوت شروع فرمادی، چائے کا دور بھی بدستور جاری رہا۔ حضرت والا نے تلاوت ختم فرمانے کے بعد پوچھا ''کیا جس وقت میں پڑھ رہا تھا آپ حضرات نے چائے کا دور جاری رکھا ہوا تھا۔'' حاضرین میں سے کسی نے کہا جی ہاں چائے کا دور چلتا رہا۔ اس پر آپ سخت ناراض ہوئے کہ آپ لوگوں کو قرآن مجید کا ادب ملحوظ نہیں اور فرمایا جب قرآن مجید کی تلاوت ہو تو ہمہ تن تلاوت کے سننے میں مصروف رہنا چاہیے لیکن آپ لوگ تو چائے پینے میں مصروف رہے ہیں۔ [از مقالہ دینیہ]

مجدد القراءت، جزریٔ وقت مولانا قاری رحیم بخش ؒ

ولادت ۱۳۴۱ھ وفات ۱۲ر ذوالحجہ بمطابق ۳۰ر ستمبر ۱۹۸۲ عیسوی اللہ پاک نے آپ کی ذات سے اتنا کام لیا جو ایک بڑی جماعت بھی نہیں کرسکتی۔

ولادت

آپ کا نام رحیم بخش، جس کو بعد میں حضرت والد ؒ نے عطاء الرحیم سے بدل دیا۔ والد گرامی کا نام چوہدری فتح محمد اور دادا کا نام حافظ رحم علی ہے۔ آپ کے دادا موصوف کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے کنویں پر سویا کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھے اور رات کو سوتے وقت قرآن پاک کی تلاوت فرماتے رہتے تھے۔کئی بار چور بیل وغیرہ چوری کرنے کے لئے آئے ۔مگر جب حافظ جی رحمہ اللہ کو تلاوتِ قرآن کرتے سنتے تو لوٹ جاتے ۔کہ حافظ صاحب تو جاگ رہے ہیں۔کئی دن ایسے گزر گئے تو ایک روز چور دن کے وقت حافظ جی کے پاس آئے اور کہا حافظ جی ساری رات قرآن پڑھتے رہتے ہیں سوتے نہیں ہیں۔آخر آپ کس وقت سوتے ہیں حافظ جی نے پوچھا آخر بات کیا ہے کہنے لگے ہم کئی دفعہ چوری کرنے آئے مگر آپ کو بیدار پا کر باز رہتے رہے۔حافظ رحیم علی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ اب تک تو میں سویا کرتا تھا اور سونے ہی کی حالت میں تلاوت کیا کرتا تھا۔البتہ اب اَصل واقعہ معلوم ہو جانے کے بعد نہیں سویا کروں گا اور جاگتا رہا کروں گا۔حضرت قاری رحمہ اللہ کی ولادت پانی پت ضلع کرنال (ہندوستان) محلّہ چوڑا کنواں ماہ رجب ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔آپ کی عمر ابھی تین سال کی ہوئی تھی کہ والد کا سایہ اُٹھ گیا۔آپ کی تعلیم آپ کی والدہ صاحبہ کی کوشش سے ہوئی۔نیز آپ کے برادرِ بزرگ قاری حافظ محمد اسماعیل رحمہ اللہ نے بھی آپ کی بچپن میں کفالت فرمائی۔

حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ کی بے لوثی اور اخلاص

ایک مرتبہ حکیم اَمیر علی قریشی المدنی حضرت والا کے پاس آئے اور بطور ہدیہ کچھ خومانیاں پیش کیں۔حضرت والا نے فرمایا جو بچہ میرے پاس تعلیم حاصل کر رہا ہو میں اس بچہ یا اس کے والد کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتا۔حکیم صاحب نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا میں اپنے اُصولوں کو نہیں توڑ سکتا ،جس وقت چھٹی ہو جائے آپ خود دروازہ پر کھڑے ہو جانا اور جس کو پسند کریں دے دینا۔اس واقعہ سے آپ کا بے لوث ہونا اور محض اللہ کی رضا کے لئے دین وقرآن کی خدمت کرنا ثابت ہوتا ہے آپ کسی شاگرد سے جبکہ وہ تعلیم حاصل کر رہا ہوتا ہرگز ہدیہ نہ لیتے تھے فراغت کے بعد اگر وہ طلب صادق کے ساتھ دیتا تو قبول کر لیتے۔

رشد تفہیم ایڈیشن

طلبا جامعہ لاہور کی تحریری صلاحیتوں کو نکھارنے کی غرض سے ادارہ نے ایک سال قبل 'رشد تفہیم ایڈیشن' کا اجراء کیا تھا جو مسلسل جد وجہد سے علمی ارتقا کی جانب بڑھ رہا ہے۔دن بدن طلبا کی علمی ،فکری اور تحریری صلاحیتیں پروان چڑھ رہی ہیں۔مجلّہ کے منتظمین اس کے علمی معیار اور طلباء کو شوق دلانے کے سلسلے میں خاصی محنت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور مجلّہ کے مقاصد کو پورا فرمائے ۔ [ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

إفادات: حافظ عبد الرحمٰن مدنی☆
جمع وترتیب: قاری فہد اللہ مراد*

سبعہ أحرف......تنقیحات وتوضیحات

اداریہ

سبعہ أحرف سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں قبل ازیں ہم قراءات نمبر کی دو خصوصی اشاعتوں میں نو مضامین شائع کر چکے ہیں، جبکہ شمارہ ہذا میں اس موضوع پر تین مزید مضامین شامل ہیں جن میں سے یہ مضمون پہلے شائع ہونے والے تمام مضامین کی مباحث کو سمیٹتے ہوئے ادارہ کلیۃ القرآن کے ذمہ داران کی آراء کا خلاصہ ہے۔

جو لوگ عملی میدان میں تجوید وقراءات کے فن سے وابستہ ہیں ان کے ہاں یہ بحث زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ کہ وہ اسے محض ایک نظری بحث سمجھتے ہیں، جبکہ عملی پہلو سے تعدد قراءات یا اسالیبِ تلاوت کا تنوع عہد نبوت (نزول) سے لے کر سلف سے خلف تک ہمیشہ اُمت میں حقیقتاً موجود رہا ہے۔ بحث صرف اس قدر ہے کہ واقعتاً جس تنوعِ تلاوت کو سب مانتے ہیں، اس کی زیادہ بہتر توجیہ وتعبیر کیا ہے؟ خیر القرون (صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ) کے دور میں یہ بحث سرے سے موجود ہی نہ تھی کیونکہ ان کے زمانوں میں یہ سب کچھ عرف وعمل میں موجود تھا۔ علوم کی باقاعدہ تدوین کا مرحلہ بعد میں پیش آیا۔ اس طرح واقعے میں موجود عملی اختلاف کو اصطلاحاتی زبان میں کس طرح بیان کیا جائے کہ وہ مسئلہ کی مناسب تعبیر بن جائے، بحث کا بنیادی نکتہ صرف اس قدر ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی بحثیں تمام شرعی علوم وفنون میں موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل علم نظریات اور ان کی تعبیرات کے ایسے فنی اختلاف کو ہمیشہ لفظی شمار کرتے ہیں۔

اس مرکزی نکتہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے سبعہ أحرف کی بحث کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیگر تمام علمی آراء کی طرح سبعہ أحرف کے ضمن میں پیش کردہ ادارہ کی یہ رائے بھی بہرحال ایک رائے ہی ہے جس سے اختلاف کا اہل نظر کو حق حاصل ہے۔ ہم اہل علم سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ مسئلہ کی اسی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس بحث کو دیکھیں اور جن تعبیرات کو وہ اس بحث میں تشنہ محسوس کرتے ہیں ان کے حوالے سے اپنی نگارشات ہمیں ارسال کریں۔ رُشد کے صفحات ایسے تبصرے کیلئے حاضر ہیں۔ [ادارہ]

انسانیت پر اللہ رب العزت کے لطف وکرم کی برکھا اِبتدائے آفرینش سے موسلا دھار اور لگاتار برس رہی ہے۔ خصوصاً خدا تعالیٰ نے اُمت محمدیہ ﷺ پر تو اپنے فیضان ربوبیت کے وہ کرشمے ظاہر فرمائے ہیں کہ صرف اس میں کسی

☆ سرپرست اعلیٰ ماہنامہ رُشد ورئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ ومجلس التحقیق الاسلامی

* فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انسان کی پیدائش ہی دوسری امتوں کے افراد کے مقابلہ میں بے شمار رفعتوں اور لاتعداد رحمتوں کا مستحق بنا دیتی ہے۔

ان انعامات الٰہیہ میں سے سب سے بڑا انعام قرآن کریم ہے کہ جس کی تابش وضو سے چہار دانگ عالم کا ذرہ ذرہ چمک دمک رہا ہے۔قرآن کریم اُسی حسن و جمال کے ساتھ چودہ سو سال سے مسلسل اہل ایمان کو حلاوت ایمان، صاحبان فکر و دانش کو ذکاوت اذہان اور گم کردان راہ حق کو ہدایت کا سامان فراہم کر رہا ہے۔یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کے کمالات لامتناہی، جس کے عجائبات نہ ختم ہونے والے، جس کی تلاوت اس کے حسن کو دوبالا کرے، علماء کبھی بھی اس سے سیر نہ ہوں، جس نے اسے تکبر اور نخوت کی وجہ سے ترک کر دیا اللہ نے اس کو پاش پاش کر دیا اور جو اس کے علاوہ ہدایت کا متلاشی ہو اللہ نے اُسے راہِ ضلالت پر ڈال دیا۔ یہ دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس کا حرف حرف، نقطہ نقطہ اور ہر ایک لہجہ اور طریق بالکل ویسے ہی محفوظ ہے جس طرح آپ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے حُب داروں اور غم خواروں کو پڑھایا۔ اگرچہ بعض عقل و خرد سے عاری، فہم فراست سے بیگانہ افراد حروف قرآن کریم کی صحت وثبوت کو مشکوک کرنے کے درپے ہیں لیکن باری تعالیٰ نے بھی یہ طے کر دیا:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوٰهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾[الصف:۸]

علوم قرآن کے معرکۃ الآراء موضوعات میں سے ایک اہم موضوع حدیث: ’’أنزل القرآن علی سبعة أحرف‘‘ کے مفہوم کا ہے۔آئندہ سطور میں ہم اس کے بارے میں سلف کے نکتہ ہائے نظر اور ان کا تجزیہ مع الدلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ راجح موقف کی نشاندہی کریں گے۔

اس سے پہلے کہ ہم علمی بحث شروع کریں قارئین ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ حدیث سبعہ اَحرف کا ثبوت قراءات کے مسئلہ سے ایک اضافی تعلق ہے، کیونکہ ثبوت قراءات کے لیے دیگر وہ بیسیوں روایات نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں کہ جن میں آپ ﷺ سے مختلف حروف کے موافق قرآن پڑھنا ثابت ہے جو کہ قراءت النبی ﷺ کے نام سے معروف ہیں۔ علاوہ ازیں تمام قراءات کی اسناد بالکل علیحدہ سے تواتر کے ساتھ بالکل اسی طرح نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہیں جس طرح اخبار آحاد و متواترہ کی اسناد آپ ﷺ تک پہنچتی ہیں۔سبعہ اَحرف کی حدیث کی توضیح وتشریح یہ خالصتاً ایک علمی اور تحقیقی مسئلہ ہے جس سے کسی کج فہم کو بہرحال یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیے کہ آراء میں اختلاف سے ثبوت قراءات کا مسئلہ بھی مشکوک ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ہر حال میں ثابت ہیں۔

وہ تمام ائمہ جو سبعہ اَحرف کی تفہیم کے سلسلہ میں کسی بھی موقف کے حامل ہیں، قراءاتِ عشرہ کو قرآن اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔الحمدللہ ہمارا بھی ان کے قرآن ہونے پر مکمل یقین و اطمینان ہے اور ان کے منکر کو منکر قرآن ہونے کی وجہ سے خارج عن الملۃ سمجھتے ہیں۔

تحقیق تو اس بات کی متقاضی ہے کہ سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں وارد جمیع نصوص اختلاف الفاظ کیساتھ ذکر کی جائیں، لیکن کیونکہ قراءات نمبر حصہ دوم میں وہ تفصیلاً مذکور ہیں اس لیے بغرض اختصار ہم عمداً ان کو ترک کر رہے ہیں۔ البتہ دلائل میں اور اَخذ نکات کے سلسلے میں انہیں موقع بہ موقع ذکر کریں گے۔

اُمت میں سبعہ اَحرف کی تشریح کے بارے اگرچہ کافی آراء پائی جاتی ہیں جنہیں امام زرکشی رحمہ اللہ نے البرہان میں پینتیس(۳۵) اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں چالیس(۴۰) تک شمار کیا ہے، لیکن ان میں اکثر ایسے ہیں جن کا حدیث

سبعہ اَحرف سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ہم صرف ان اَقوال کو ذکر کریں گے جنہیں سلف نے سبعہ اَحرف کی تشریح میں درست تسلیم کیا ہے اور بعض اَسباب اور دلائل کی بنیاد پر راجح قرار دیا ہے۔

حدیث «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» کی تشریح میں سلف وخلف نے درج ذیل چار اَقوال کو ترجیحاً اختیار کیا ہے:

① سبعہ احرف بمعنی سبعہ وجوہ

② سبعہ احرف بمعنی أوجه مقروءة لا تزيد عن السبع

③ سبعہ احرف بمعنی سبع لغات مختلفة الألفاظ متفقة المعاني أي المترادفات

④ سبعہ احرف بمعنی سبع لغات متفرقة في القران

ذیل میں ہم ان کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

قولِ اوّل

سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ وجوہ

اس قول کے قائلین میں امام مالک رحمہ اللہ، ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ، امام ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ، امام ابن الجزری رحمہ اللہ، عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ، محمد علی الصابونی رحمہ اللہ وغیرہم کے نام شامل ہیں۔

مذکورہ قول کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ سبعہ اَحرف سے مراد سبعہ وجوہ ہیں لیکن ان کے تعین میں اختلاف ہے۔

اِمام مالک بن انس رحمہ اللہ

علامہ نظام الدین قمی نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں امام مالک رحمہ اللہ کے حوالہ سے سبعہ اَحرف کی درج ذیل تشریح نقل کرتے ہیں:

① مفرد اور جمع کا اختلاف: یعنی ایک قراءۃ میں صیغہ مفرد ہو اور دوسری میں جمع، جیسے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور وَتَمَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ

② تذکیر تانیث کا اختلاف: جیسے لَا يُقْبَلُ اور لَا تُقْبَلُ

③ وجوہ اعراب کا اختلاف: جیسے هَلْ مِنْ خٰلِقٍ غَيْرُ اللهِ اور غَيْرِ اللهِ

④ صرفی ہیئت کا اختلاف: جیسے يَعْرِشُوْنَ اور يَعْرُشُوْنَ

⑤ اَدوات (حروفِ نحویہ) کا اختلاف: جیسے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ اور وَلٰكِنِ الشَّيٰطِيْنُ

⑥ لفظ کا ایسا اختلاف جس سے حروف بدل جائیں جیسے نُنْشِزُهَا اور نَنْشُرُهَا.

⑦ لہجوں کا اختلاف: جیسے تخفیف، تفخیم، اِمالہ، مد، قصر، اِظہار اور ادغام وغیرہ

ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقد تدبرت وجوه الاختلاف في القراءات فوجدتها سبعة أوجه.“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''میں نے قراءات کے اختلاف میں غور وفکر کیا تو میں نے سات وجوہ پائیں۔''

اوّل: کلمہ کے اِعراب کا اختلاف

یعنی حرکات کی ایسی تبدیلی جس سے صورت لفظ نہ بدلے۔ جیسے ''وَهَلْ نُجَازِيْ إِلاَّ الْكَفُوْرَ، وَهَلْ يُجَازىٰ إِلَّا الْكَفُوْرُ.''

الثانی

کلمہ کے اعراب کی ایسی تبدیلی جس سے صورت کلمہ تو نہ بدلے البتہ معنی میں تغیر واقع ہوجائے۔ جیسے: ''رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا''، ''رَبُّنَا بٰعَدَ بَيْنَ أَسْفَارِنَا.''

الثالث

کلمہ کے حروف میں ایسی تبدیلی جس سے صورت کلمہ اور اعراب تو نہ بدلے معنی بدل جائے۔ ''نُنْشِزُهَا یا نَنْشُرُهَا.''

الرابع

کلمہ میں ایسا اختلاف جس سے صورت کلمہ بدل جائے لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ جیسے ''كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور کالصوف المنفوش''

الخامس

کلمہ کا ایسا اختلاف جس سے معنی اور صورت کلمہ دونوں تبدیل ہوجائیں جیسے ''وَطَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ اور وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ.''

السادس

تقدیم وتاخیر کا اختلاف جیسے ''وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور سكرة الحق بالموت.''

السابع

نقص و زیادت کا اختلاف ہو، جیسے ''وَمَا عَمِلَتْ أَيْدِيْهِمْ اور وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيْهِمْ''، [تاویل مشکل القرآن: ص ۳۷،۳۸]

قاضی ابی بکر ابن الطیب الباقلانی رحمہ اللہ

قاضی ابی بکر الباقلانی رحمہ اللہ نے بھی سبعہ احرف کی وہی تشریح کی ہے جو امام ابن قتیبہ نے فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ مثالیں بھی وہی دی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ الباقلانی رحمہ اللہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کے مؤقف پر ہی ہیں۔

امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ولا زلت استشكل هذا الحديث وافكر فيه وأمعن النظر من نيف وثلاثين سنة حتى فتح الله بما يمكن إن يكون صواباً إن شاء الله و ذلك إني تتبعت القراءات صحيحها و شاذها

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وضعيفها ومنكرها فإذا هو يرجع اختلافها إلى سبعة أوجه من الاختلاف لايخرج عنها“ [النشر:۲۶/۱]

”میں اس حدیث کے مشکل ہونے کی وجہ سے اس پر مسلسل تیس سال تک غور وفکر کرتا رہا اور اس کے صحیح ، شاذ، ضعیف اور منکر جمیع طرق کو کھنگالا یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے میرے اوپر کھول دیا کہ اس کی ممکن اور اقرب الی الصواب تشریح کیا ہوسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اختلاف قراءات مندرجہ ذیل سات وجوہ مختلفہ میں منحصر ہے۔“

① حرکات کا ایسا اختلاف جس سے صورت کلمہ اور معنی نہ بدلے جیسے 'البخل' کی وجوہ اربعہ اور یَحسِب کی دو وجوہ۔
② حرکات کی تبدیلی صرف معنی پر اثر انداز ہو۔ جیسے 'فتلقى ءادم من ربه كلمٰت'
③ حروف کی تبدیلی جس سے صورت کلمہ سلامت رہے اور معنی بدل جائے۔ جیسے 'تَبْلُوْا' اور تَتْلُوْا
④ حروف کی ایسی تبدیلی کہ صورت کلمہ تو بدل جائے لیکن معنی نہ بدلے، جیسے:"بصطه اور بسطه السرٰط الصرٰط“
⑤ صورت کلمہ اور معنی دونوں ہی بدل جائیں۔ ”فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللهِ، فامضوا إلى ذكر الله اور أشد منكم ، أشد منهم“
⑥ تقدیم اور تاخیر کا اختلاف: جیسے ”فيقتلون و يقتلون اور وجاء ت سكرة الحق بالموت“
⑦ نقص وزیادت کا اختلاف: جیسے ”وأوصى ، ووصىٰ اور والذكر والأنثى“ [النشر، ج۱،ص۲۶]

اس کے بعد محقق فرماتے ہیں کہ ان وجوہ سے اختلاف قراءات باہر نہیں ہیں باقی رہا مسئلہ لہجات، اظہار، ادغام، روم، اشمام، تفخیم، ترقیق، مدوقصر، امالہ، فتح، تحقیق، تسہیل اور ابدال وغیرہ کا، جنہیں ہم اصول سے تعبیر کرتے ہیں تو اس سے معنی اور صورت کلمہ میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اس لئے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے اگر اس کو آپ شامل کرنا چاہیں بھی تو پہلی قسم کے ذیل میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

امام ابوالفضل الرازی رحمہ اللہ

امام ابوالفضل الرازی رحمہ اللہ احرف سبعہ کی تفسیر میں درج ذیل وجوہ سبعہ سے کرتے ہیں:

① اَسماء میں مفرد، تثنیہ، جمع ، تذکیروتانیث اور مبالغہ وغیرہ کا اختلاف۔
② افعال میں ماضی، مضارع، امر، تانیث وتذکیر، مخاطب ومتکلم، اسناد الی الفاعل اور مفعول کا اختلاف۔
③ وجوہ اعراب کا اختلاف۔ ④ نقص وزیادت کا اختلاف۔
⑤ تقدیم وتاخیر کا اختلاف۔ ⑥ ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ یا ایک حرف کو دوسرے سے بدل دینا۔
⑦ اختلاف اللغات مثلاً فتح امالہ، تفخیم وترقیق، تحقیق وتسہیل اور ادغام واظہار وغیرہ۔

جن ائمہ متقدمین نے سبعہ اَحرف کی تشریح سبعہ وجوہ سے فرمائی ہے ان جمیع اَقوال میں سے اَشمل اور اَحسن قول امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ ہی کا ہے باقی ائمہ بعض انتہائی بنیادی باتوں سے صرف نظر کرگئے ہیں۔ متاخرین میں سے اس قول کی تائید کرنے والوں میں عبدالعظیم الزرقانی صاحب مناھل العرفان ہیں۔ انہوں نے ہر طرح سے اس قول کی توثیق کی۔ اس کے علاوہ محمد علی الصابونی رحمہ اللہ نے التبیان میں اور مولانا تقی عثمانی نے علوم القرآن میں اس قول پر تفصیل سے تائیدی بحث کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مذکورہ قول کے قائلین یقیناً اُمت کے بہترین لوگ ہیں جن کی جلالت علمی، ورع وتقویٰ اور خلوص نیت کے بارے میں ادنیٰ سا شک بھی نفاق اور علمی خیانت شمار ہوگا لیکن کسی علمی مسئلہ میں آراء کا اختلاف یہ فکری صحت مندی کی علامت ہے اور اہل علم کی آراء کو مروجہ علمی وعقلی معیارات پر پرکھنا اور کسی مؤقف پر مدلل تنقید کرنا کسی طرح بھی گستاخی یا ان کی شان کے منافی نہیں ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم مذکورہ اَقوال کا تنقیدی جائزہ پیش کریں وہ آراء بھی پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو اس کی تائید میں بعض علماء سے منقول ہیں۔

شیخ عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ نے ان وجوہ کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور محمد علی الصابونی رحمہ اللہ نے ان کا خلاصہ ذکر کردیا ہے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

فرماتے ہیں کہ: أقرب إلی الصواب قول وہی ہے جیسے ابوالفضل رازی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور الزرقانی رحمہ اللہ نے جس پر اعتماد کیا ہے اور دلائل سے ان کی تائید کی ہے۔ وہ دلائل درج ذیل ہیں:

① اس مذہب کی تائید سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں واردشدہ احادیث سے ہوتی ہے۔

② اس رائے میں ایک کامل استقراء پر اعتماد کیا گیا ہے اور وہ استقراء ایسا ہے جو جمیع اختلاف قراءات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

③ اس رائے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا ہے، جو دیگر اقوال کے اختیار کرنے سے لازم آتا ہے۔ [التبیان: ۲۱۷]

مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

’’سبعہ اَحرف کی تشریح میں جتنے اقوال حدیث تفسیر اور علوم قرآن کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان سب میں سے یہ قول (کہ سات حروف سے مراد اختلاف قراءات کی سات نوعیتیں ہیں) سب سے زیادہ راجح، قابل اعتماد اور اطمینان بخش ہے اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہ، جنہیں مولانا نے وجوہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے مؤقف کے تناظر میں ذکر کیا ہے، ہم اس تناظر سے ہٹ کر صرف وجوہ ترجیح ذکر کرتے ہیں:

① مذکورہ قول کے مطابق حروف قراءات کو دو الگ الگ چیزیں قرار دینا نہیں پڑتا جبکہ دیگر اقوال ماننے سے یہ الجھن پیدا ہوتی ہے۔

② اس قول کو اختیار کرنے سے سبعہ اَحرف کو منسوخ نہیں ماننا پڑتا بلکہ تمام کے تمام اَحرف باقی و ثابت رہتے ہیں۔

③ اس قول کے مطابق سات حروف کے معنی بلا تکلف صحیح ہوجاتے ہیں، جبکہ دوسرے اَقوال میں یا حروف کے معنی میں تاویل کرنا پڑتی ہے یا سات کے عدد میں۔

④ سبعہ اَحرف کے باب میں جتنے علماء کے اَقوال ہماری نظر سے گزرے ہیں ان میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور عہد رسالت کے قریب تر ہستی امام مالک رحمہ اللہ کی ہے اور وہ علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اسی قول کے قائل ہیں۔

⑤ علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ دونوں علم قراءات کے مسلم امام ہیں اور دونوں اسی قول

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے قائل ہیں اور مؤخر الذکر کا یہ قول گزر چکا ہے کہ انہوں نے تیس سال سے زائد اس حدیث پر غور کرنے کے بعد اس قول کو اختیار کیا ہے۔''

مذکورہ قول کا تنقیدی جائزہ

اس قول پر ایک تفصیلی نقد ڈاکٹر عبدالعزیز قاری نے فرمایا ہے۔ہم ذیل میں اپنے اشکالات کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر عبدالعزیز قاری کے اعتراضات بھی نقل کریں گے۔

پہلا اعتراض

ڈاکٹر عبدالعزیز قاری نے پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ وجوہ کے قائلین کا تعیینِ وجوہ میں اختلاف ہے، یہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ تطابق اور توافق ضروری ہے۔ ڈاکٹر قاری کا یہ اعتراض خواہش کی حد تک تو درست ہے کہ وجوہ میں موافقت ہونی چاہیے، لیکن عملاً ایسا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے ، کہ سارے اہل علم کسی مسئلہ کو ایک ہی نظر سے دیکھیں یا جمیع علماء کا استقراء ، وسعت مطالعہ اور طرز فکر ایک جیسا ہی ہونا چاہئے تا کہ یکساں نتائج برامد ہوں۔ البتہ اس ضمن میں جو کمی ہے اس کو ہم آئندہ ذکر کرتے ہیں۔

دوسرا اعتراض

سبعہ احرف کے نزول کی اَہم ترین حکمت یہ تھی کہ ایسے اَفراد کو رخصت مہیا کی جائے جو پڑھنے لکھنے سے نابلد تھے جبکہ مذکورہ وجوہ کا تعلق طرز اَداء کے بجائے زیادہ تر طرز کتابت سے ہے۔مزید یہ کہ ان اَنواع مختلفہ کا اِحاطہ وہ شخص کرسکتا ہے جس کی قراءاتِ قرآنیہ،علم رسم ،علم ضبط اور لغت پر گہری نظر ہو، نیز کسی کی وسعت مطالعہ ہی ان وجوہ کو جامعیت کا لبادہ پہنا سکتی ہے۔لہٰذا یہ صرف خاص علماء ہی کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے علماء کا وہ طبقہ جو قراءات کے بھی ماہرین ہیں مذکورہ مؤقف کا حامل ہے اور وہ علماء جن کا میدان قراءات کے بجائے فقہ و حدیث ہے عموماً وہ دوسرے مؤقف پر ہیں، بنابریں جب ان وجوہ کا اِدراک علماء کے لیے ہی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے تو وہ عرب کے گنوار اور اُمی لوگ کیسے جان سکتے تھے، ان کے لیے تو یہ بجائے سہولت و آسانی کے مزید مشقت میں اضافہ کا باعث ہے کہ پہلے یہ سمجھیں کہ رخصت دی کس شے کی گئی اور بعد میں اس رخصت سے فائدہ اٹھائیں۔

تیسرا اعتراض

اس قول پر وارد ہونے والے اعتراضات میں سے تیسرا یہ ہے کہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور جزری رحمہ اللہ نے سات اَنواع تغیر کو ذکر کرتے ہوئے اختلاف لہجات کو تو ذکر بھی نہیں کیا باوجود اس کے کہ وجوہ اختلاف کے ضمن میں یہ وجہ بڑی اَہم اور کثرت سے استعمال ہونے والی ہے۔

اس تجزیہ سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم ان اَنواع تغیر کا اِنکار کرنے پر مصر ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ان اصحاب علم میں سے ہر ایک کی عبارت دوسرے سے حد درجہ مختلف اور متغایر ہے۔حالانکہ یہ سب علماء بڑی بحث وتمحیص، قرآن کے متعدد بار مطالعہ اور حد درجہ محنت ومشقت کے بعد اس مقام پر پہنچے کہ ان اَنواع اختلاف کو اَخذ کرسکیں اور بعد میں ان کی تعیین کرسکیں۔ باوجود اس کے کہ اس مسئلہ میں تینوں کی رائے مختلف ہے جس کی وجہ یہی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوسکتی ہے کہ ہر ایک نے دوران مطالعہ کسی خاص جہت کو ملحوظ رکھا اور دوسرے کے سامنے کوئی دوسرا پہلو موجود رہا ان تینوں میں سے عبارت میں باریک بینی اور زیادہ مشق ومہارت امام رازی رحمہ اللہ کا خاصہ ہے۔

ہمارا اختلاف ان سے دراصل دو نوعیت کا ہے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے انواع تغایر کو بتکلف سات تک محدود کیا ہے تاکہ حدیث میں مذکور تعداد کی موافقت ہوجائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے جن انواع کو سبعہ احرف کی تفسیر بنایا ہے اور بڑی مشقت سے حدیث کے مفہوم کی وضاحت کی کوشش کی ہے ان سے ہماری رائے مختلف ہے۔ ان آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ انواع جن کو تینوں اہل علم نے ذکر کیا ہے ان میں دو تو ایسی ہیں جن پر ان کا اتفاق رائے ہے۔ اور ان کی عبارتیں ان کی وضاحت میں یکساں ہیں:

① تقدیم وتاخیر ② زیادتی ونقص

اس کے بعد ابن قتیبہ اور جزری رحمہ اللہ کے اقوال کے مابین پانچ انواع ایسی پائی جاتی ہیں جن پر ان میں کافی حد تک اتفاق ہے، بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جزری رحمہ اللہ نے انہیں ابن قتیبہ رحمہ اللہ سے ہی نقل کر دیا ہے اور ان میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کیا۔

لیکن اس کے برعکس جب ہم امام رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ انواع تغیر کی طرف نظر کرتے ہیں تو وہ جزری رحمہ اللہ اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی آراء سے قدرے مختلف ہیں، کیونکہ رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ انواع کے ضمن میں ان دونوں کی بیشتر انواع بھی آجاتی ہیں اور اس کے علاوہ مزید بھی۔ مثال کے طور پر رازی رحمہ اللہ نے اپنے قول میں انواع تغیر سے تیسری اور چھٹی نوع اس کو قرار دیا ہے:

''اعراب کی وجوہ میں اختلاف ...... اور (۶) حروف کا قلب یا بعض حروف کا بعض دوسرے حروف سے ابدال، اس طرح کلمات کی کلمات سے تبدیلی۔''

اس میں اُنہوں نے ان تمام قسم کی تبدیلیوں کو علی وجہ العموم دو قسموں کے تحت ذکر کردیا ہے، لیکن یہی دو اقسام باقی دو ائمہ کے اقوال میں پانچ اقسام میں منقسم ہیں، اگرچہ انہوں نے پانچ اقسام بناتے ہوئے ان اختلافات کی تقسیم میں صورۃ خطی، اختلاف معنی اور کتابت میں اختلاف یا عدم اختلاف کو مدنظر رکھا ہے، لیکن بہرحال مراد دونوں کی قریباً ایک ہی ہے۔ اس کی ایک اور مثال یوں بھی ہے کہ امام رازی رحمہ اللہ نے پہلی اور دوسری نوع کے تحت اوزان اسماء میں پیش آنے والے اختلافات اور تصریف افعال میں ہونے والے اختلافات کو ذکر کیا ہے جبکہ معمولی سے غوروفکر کے بعد باقی دو حضرات کی ذکر کردہ پہلی پانچ انواع کے ضمن میں یہ دونوں انواع بھی آسکتی ہیں۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ جن زاویوں اور جہات سے امام رازی رحمہ اللہ نے اختلافات کی حد بندی کی ہے جزری رحمہ اللہ اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی تقسیم ان زاویوں سے ہٹ کر کچھ اور چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود ایک نوع ایسی بھی ہے جو صرف امام رازی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اور باقی دو اس کی طرف متوجہ نہیں ہو پائے اور وہ نوع ہے 'اختلاف لہجات' کی اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ یہی نوع اس بحث میں اہم تر ہے۔

ان تینوں اقوال کا اہم نتیجہ برآمد کرنا چاہیں تو مختصراً تمام انواع کو کم از کم دس انواع تغیر میں تقسیم کرسکتے ہیں کہ وہ تمام صورتیں جو کلمات میں اختلاف کے ضمن میں آتی ہیں اور ان اقوال سے ثابت ہوتی ہیں، کل دس بن سکتی ہیں۔ لیکن اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آئندہ کوئی اور صاحب علم مزید بحث و اِستقراء کے بعد اس تعداد میں اضافہ نہیں کرے گا۔

چنانچہ اس معارضہ سے یہ اَمر ثابت شدہ ہے کہ ان تینوں بزرگ اصحاب علم کی اَنواع تغایر و اختلاف کی تعیین اور ان کو کھینچ تان کر سات حروف کے ضمن میں لانا بے جا تکلف اور مشقت کے سوا کچھ نہیں۔حتیٰ کہ جب ہم ان کی جدوجہد اور کوشش کے بعد حاصل شدہ اَنواع کے نتیجے پر پہنچتے ہیں، جس کو انہوں نے حدیث کی مراد تصور کیا ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سبعہ اُحرف فی ذاتہا کچھ اور ہیں اور اس میں انواع اختلاف ایک بالکل مختلف چیز، اور اس مقام پر پہنچ کر یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ تمام وہ صورتیں ہیں جو کلمات کے مابین تغیر اور اختلاف کے ضمن میں آتی ہیں نہ کہ حروفِ سبعہ کے مابین اختلاف ضمن میں۔اور ایسا بھی ممکن ہے کہ اس تمام بحث کا خلاصہ ان تین نکات میں نکال لیا جائے۔کہ اختلاف کی تین ہی صورتیں ہیں:

① جس میں لفظ مختلف ہوجائیں اور معنی ایک رہے، اس صورت کو لغت میں 'الترادف' سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً 'هلم' کی جگہ 'تعال' اور 'أقبل'

② جس میں معنی اور لفظ دونوں مختلف ہوجائیں، لیکن یہ اختلاف تضاد کی نوعیت کا نہ ہو، تنوع کی قبیل سے ہو۔ جس طرح قُلَ اور قُلْ، بٰعِدْ اور بٰعَدَ، مٰلِكِ اور مَلِكِ، أَوْصَى اور وَصَّى

③ لہجات میں اختلاف، یعنی کسی لفظ کی اَدا میں تبدیلی اصل لفظ اور معنی کی بقا کے ساتھ۔مثال کے طور پر کسی کو جھکا کر یا سیدھا پڑھنا، مد اور قصر، ادغام اور عدم ادغام اسی طرح نرمی سے یا جھٹکا دے کر پڑھنا۔

یہاں اختلاف کی ایک قسم اور بھی ہوسکتی ہے کہ بعض اَوقات کسی کلام میں تبدیلی لفظ اور معنی کے اختلاف کے ساتھ ساتھ تناقض اور تضاد کی قبیل سے ہوتی ہے۔سو یہ صورت قرآن کریم میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ ان کی موجودگی قرآن میں خلل اور اضطراب و شک کو لازم کرتی ہے حالانکہ قرآن اس سے یکسر منزہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''قرآن میں باطل نہ آگے سے داخل ہوسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے اور یہ اللہ رب العزت حکمت والے کی نازل کردہ (کتاب) [فصلت:۴۲] ہے۔'' ایک اور مقام پر یہ الفاظ ہیں:

''اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف [النساء:۸۲] سے ہوتا تو لوگ اس میں جابجا اختلافات اور تناقض پاتے۔'' [انظر النشر:۱/۴۹]

ان دونوں آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں خلل اور تناقض وتضاد کی سرے سے گنجائش ہی نہیں۔

چوتھا اعتراض

مذکورہ بالا قول پر ایک اہم اعتراض یہ بھی ہے کہ کیا خود نبی مکرمﷺ کی ذات سے ایسے قول کا صدور ممکن ہے جو صرف اور صرف ایک منطقی اور ریاضیاتی اصول پر متعین کیا گیا ہے۔آپﷺ کا ذاتی پس منظر اور نبوی طریق دعوت اس اسلوب کا انکاری نظر آتا ہے، کیونکہ شریعت کی عمومی تعلیمات بالکل بدیہی اور انتہائی فطری اُسلوب پر مبنی ہیں نہ کہ استقرائی اور منطقی اسلوب پر۔لہٰذا مذکورہ وجوہ سے آپﷺ کا نہ تو تفسیر کرنا ثابت ہے اور نہ ہی آپ سے اس طرح کے اَنداز تشریح و دعوت کا اِمکان ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پانچواں اعتراض

صحابہ کے مابین جب مختلف وجوہ قراءات پڑھنے میں اختلاف ہوا تو آپ ﷺ کے صرف یہ فرمانے پر کہ هكذا أنزلت اور أنزل القرآن علی سبعة أحرف پر صحابہ خاموش ہوگئے اور ان کو سارے معاملے کا علم ہوگیا۔ صحابہ کا فوراً بغیر کسی مناقشہ کے اس کو تسلیم کرلینا اس بات کی دلیل ہے کہ سبعہ اَحرف کا مصداق ان کے مابین کوئی زیادہ غیر معروف شے نہ تھا، اسی وجہ سے آپ کے چند کلمات ان کے لیے تشفی کا باعث بن گئے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کی اس سے مراد وجوہ ہیں جو ایک غیر معروف شے ہے، جس پر ہمارا کند ذہن کئی اشکالات لیے سراپا احتجاج بن جاتا ہے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے عبقری اور ذہین وفطین عناصر کس طرح مطمئن ہو سکتے تھے۔

چھٹا اعتراض

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے اُبی مجھے یہ کہا گیا کہ میں اُمت کو قرآن ایک حرف پر پڑھاؤں، میں نے عرض کی کہ میری اُمت پر آسانی کیجئے تو پھر دو حروف ہوگئے، پھر تین، پھر چار حتیٰ کہ سات تک پہنچ گئے۔“

اس حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حرف پر بھی قرآن بطور قرآن مکمل تھا۔ جب دو کی اجازت دی گئی تب بھی قرآن اَحکام کے لیے اور تلاوت کے لیے کامل تھا اور اس کی تلاوت ممکن تھی ورنہ اگر ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ بغیر سبعہ اَحرف قرآن کی تلاوت نہیں ہوسکتی تو اللہ رب العزت کا جبریل علیہ السلام کو بھیجنا یہ ایک نعوذ باللہ فعل عبث تھا اور اللہ کے رسول ﷺ بجائے آسانی کے تکمیل قرآن کی التجا فرما رہے تھے۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آپ سبعہ وجوہ والے قول کا جائزہ لیں تو اس کی عدم اَہمیت کا اَندازہ ہوگا مثلاً ان کے ہاں جو قول سب سے راجح ہے اس کے مطابق حرف اوّل کو ہی لیجئے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے اَسماء میں تذکیر تانیث، اَفراد تثنیہ وجمع وغیرہ مراد ہیں، تو کیا اس پر تلاوت ممکن ہے؟ اگر سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے لائے ہوئے حرف اوّل پر تلاوت ممکن تھی تو امام رازی رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے حرف اوّل پر تلاوت کیوں ممکن نہیں۔ ہماری نظر میں امام رازی رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے ایک حرف پر تو کیا سات حروف کو بھی ملا لیں تو قرآن کی تلاوت کرنا ممکن نہیں۔ اور اس کی مزید تائید سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے ہوجاتی ہے کہ ”كنا نقرأ علی الحرف الأوّل“ [فتح الباری:۱۱/۳۴] کہ ”ہم حرف اول پر تلاوت کریں گے۔“ اس کا مطلب بالکل صحیح ہے کہ سبعہ اَحرف میں سے ہر ہر حرف پر تلاوت ممکن تھی جبکہ مذکورہ قول میں ساتوں پر بھی ممکن نہیں۔

ساتواں اعتراض

اس پر ایک مزید اعتراض یہ ہے کہ سبعہ اَحرف کے نزول کا مقصد فقط یہ ہے کہ اُمت مرحومہ کے وہ اَفراد جو اپنے آبائی لہجے اور لغت کو ترک کر کے کسی دوسری لغت یا لہجہ پر نہیں پڑھ سکتے ان کے لیے آسانی پیدا کی جائے، اور انہیں اس بات کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنے لہجے اور لغت کے موافق قرآن کو پڑھ سکیں، جبکہ اگر مذکورہ قول کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں کسی مشقت کو رفع کرنا اور مزید کسی آسانی کو پیدا کرنا سرے سے ناقابل لحاظ ہے اور جو آسانی اس قول کے ذریعے اُمت کو دی گئی ہے اس میں سرے سے کسی مشکل کا پہلو موجود ہی نہیں کہ جس میں آسانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی خواہش کی جائے۔ مثلاً امام رازی رحمہ اللہ کی راجح اور اشمل تشریح کے مطابق سبعہ اَحرف کی پہلی وجہ اَسماء میں مذکر مؤنث، مفرد جمع کا اختلاف ہے جس کی مثال دیگر ائمہ نے بھی دی ہے مثلاً کلمات کو جمع کے بجائے مفرد یعنی أَمَانَتِهِمْ کو أَمَانَتِهِمْ پڑھنا اگر اس پر غور کریں تو یہی کلمات قرآن کریم میں بعض مقامات پر صرف مفرد اور بعض پر صرف جمع استعمال ہوئے ہیں۔ اب یہ کیسی مشکل ہے کہ اگر ایک جگہ کسی چیز کو مفرد یا جمع پڑھا جائے تو کوئی مشکل نہیں ہے جبکہ دوسری جگہ اس میں مشکل پیدا ہوگئی، جس کی آسانی کے لیے باقاعدہ ایک حرف اتارنا پڑھا۔

اسی طرح دوسری وجہ'انعال میں اختلاف' کو لیجئے۔ جس کی مثال الزرقانی نے وَلاَ يُضَآرُّ اور وَلاَ يُضَآرَّ دی ہے۔ اب یہ مشکل ہے کہ قاری یا عرب کی بوڑھی عورت یا بوڑھا آدمی یضار کی راپر پیش تو پڑھ سکتا ہے لیکن زیر پڑھنا اس کے لیے دشوار ہے یا پھر قرآن میں ایک جگہ یعلمون غیب کے ساتھ پڑھنا دشوار ہے۔ اگرچہ اس کو بیسوں جگہ غیب سے پڑھا ہو۔ اسی پر ایک حرف نازل کردیا گیا ہو۔ اسی طرح تقدیم و تاخیر اور نقص زیادت کا مسئلہ ہے کہ آدمی فیقتلون و یقتلون میں پہلے حرف کو معروف اور دوسرے کو مجہول تو پڑھ سکتا ہے لیکن اگر پہلے مجہول آجائے تو دشواری پیدا ہو جائے۔ اسی طرح قرآن میں دسیوں مقامات پر من تحتها الأنهر پڑھنا ممکن ہے لیکن سورۃ التوبہ میں ممکن نہیں لہٰذا اس کے لیے باقاعدہ ایک حرف کو نازل کیا جائے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ البتہ امام رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ صرف ایک وجہ ایسی ہے جس میں واقعی دشواری تھی اور یہی حقیقی دشواری نزولِ احرف کا سبب ہے کہ لہجات اور لغات کا اختلاف جس کو سوائے امام رازی رحمہ اللہ کے کسی شیخ نے ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا سبعہ اَحرف کا مصداق مذکورہ قول کو ٹھہرانا قرین قیاس نہیں ہے۔

اب مناسب ہوگا شیخ عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ اور مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ کی پیش کردہ وجوہ ترجیح کا بھی جائزہ پیش کردیا جائے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی وجوہ ترجیح

① اس مذہب کی تائید سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں واردشدہ احادیث سے ہوتی ہے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ اس مذہب کی تائید سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں واردشدہ اَحادیث سے ہوتی ہے۔ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جو دلیل کی بنیاد کے بغیر کیا گیا ہے ہم نے تو مذکورہ بالا بحث سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مؤقف سبعہ اُحرف کے سلسلہ میں وارشدہ اُحادیث تو کیا سبعہ اَحرف کے نزول کی بنیادی حکمت سے ہی متصادم ہے اور بجائے اس کے کہ حکمت سبعہ اَحرف کو سامنے رکھ کر اس کو سمجھنے کی سعی کی جاتی اُسے یکسر نظر اَنداز کردیا گیا ہے۔

② اس رائے میں کامل استقراء پر اعتماد کیا گیا، جس نے جمع اختلافات قراءات کا اِحاطہ کرلیا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ بات ہی قابل بحث ہے کہ کیا نصوصِ شرعیہ کی تاویل منطقی اِستقراءات پر کی جائے گی یا اس کا اَنداز کچھ اور ہے، کیونکہ استقراء کی کیا حقیقت کہ ایک استقراء دوسرے استقراء کو رڈ کردے اور پھر وہ استقراء بھی ایسا جس میں مطلق حکمت شرعیہ کو نظر انداز کردیا گیا ہو اور ویسے بھی استقراء کے ذریعہ ان وجوہ کو سات تک پہنچانا بہت بڑا تکلف ہے، کیونکہ اس سے کم یا زیادہ میں بھی وجوہ کا احاطہ ممکن ہے، جیسا کہ اعتراض ثالث میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا اس استقراء کا یہ فائدہ تو ہوسکتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ اختلاف قراءات کیا کیا ہیں، نص شرعی کو یہ معنی پہنانا بعید اَز فہم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⊙ اس قول سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔

یہ بھی ایک دعویٰ ہے، اس سے جو نقصانات لازم آتے ہیں وہ ہم نے ذکر کردیے ہیں۔ باقی اگر اس سے یہ نقصان مراد ہے کہ موجودہ قراءات کا اِنکار وغیرہ لازم آتا ہے تو وہ کسی قول کو بھی اختیار کرنے پر لازم نہیں آتا۔

مولانا تقی عثمانی ﷾ کی وجوہ ترجیح

مولانا تقی عثمانی ﷾ کے مؤقف میں ہمیں جو بنیادی کمی نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث سبعہ اَحرف کو بجائے اس کے کہ نص کی علل وحکم کو سامنے رکھتے ہوئے سمجھا جائے اور اسی کی روشنی میں سلف کے مؤقف کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، انہوں نے اسے صرف ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مؤقف کے تناظر میں سمجھا ہے اور ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف میں چند ایسے بنیادی نقائص موجود ہیں جن کی بناء پر انہوں نے ابن جزری وغیرہ کے مؤقف کو راجح قرار دیا ہے اور اس کی بھرپور تائید کی ہے۔

ان کی وجوہ راجحہ کو سبعہ اَحرف کی راجح تشریح کے طور پر لینا تو مشکل ہے۔ البتہ ابن جریر رحمہ اللہ کے مقابلہ میں جو انہوں نے وجوہ ترجیح ذکر کی ہیں، ان کے بارے میں مناسب یہی لگتا ہے کہ ابن جریر رحمہ اللہ کا مؤقف، جو ہم دلائل کی روشنی میں سمجھے ہیں، ذکر کرنے کے بعد ہی جائزہ لیں۔

قول ثانی

سبعہ اَحرف بمعنی أوجه مقروءة لا تزيد عن السبع

مذکورہ مؤقف کے مطابق سبعہ اَحرف کا مصداق کسی چیز کو قرار نہیں دیا گیا کہ 'اوجه' سے مراد کیا ہے۔ نہ ہی انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد سبعہ لغات ہیں اور نہ ہی یہ حضرات سبعہ وجوہ کے قائلین ہیں جیسا کہ جزری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے۔ لہٰذا یہ قول بنیادی طور پہ ایک ناقص اور نامکمل مؤقف ہے۔ اس کے رد سے پہلے قول کی وضاحت ضروری ہے جو کہ قائلین نے نہیں کی۔

قول ثالث

سبعہ اَحرف بمعنی سبع لغات مختلفة الألفاظ متفقة المعاني أي المترادفات

سبعہ اَحرف سے مراد سبعہ لغات ہیں، اس طرح کہ ان کے الفاظ مختلف اور معانی متحد ہوں۔ جیسے أقبل، تعال، هلم، عجل، اسرع، وانظر، آخر اور أمهل وغیرہ یا جس طرح لفظ 'أف' میں بعض لغات ہیں۔

اس قول کے قائلین میں بہت جلیل القدر علماء شامل ہیں، جن میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، سفیان بن عیینۃ رحمہ اللہ، ابن عبدالبر رحمہ اللہ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ، امام قرطبی رحمہ اللہ اور مناع القطان شامل ہیں

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اَحرف سبعہ کے بارے میں وارد مختلف تشریحات ذکر کرنے اور ان پر ردّ کرنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

راجح قول یوں بیان کرتے ہیں:

’’بل ا لأحرف السبعة التي أنزل الله بها القرآن هن لغات سبع في حرف واحد وكلمة واحدة باختلاف الألفاظ واتفاق المعاني كقول القائل هلم، وأقبل وتعال وإليّ قصدي ونحوي وقربي ونحو ذلك مما تختلف فيه الألفاظ بضروب من المنطق وتتفق المعاني .‘‘[تفسیر طبری:۱/۴۷،۴۸]

’’اَحرف سبعہ جن پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے وہ ایک لفظ اور ایک ہی کلمہ میں سات لغات ہیں، جن کے الفاظ تو مختلف ہیں لیکن معنی متفق ہیں جیسے کوئی کہے هلم، تعال، أقبل، إلى، قصدي، نحوي اور قربي وغیرہ کہ جو اختلاف الفاظ کے باوجود متفق المعانی ہیں۔‘‘

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ

"إنما معنى السبعة الأحرف سبعة أوجه من المعاني المتفقة المقاربة بألفاظ مختلفة نحو: أقبل وهلم وتعال، وعلى هذا الكثير من أهل العلم." [التمہید لابن عبدالبر رحمہ اللہ:۸/۲۸۱]

’’سبعہ احرف سے مراد متفق المعانی اور مختلف الالفاظ کلمات کی لغات وجوہ ہیں جیسے أقبل، تعال، هلم اور یہی کثیر اہل علم کا قول ہے۔‘‘

امام قرطبی رحمہ اللہ

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

”وهو الذي عليه أكثر أهل العلم كسفيان بن عينية وعبدالله بن وهب والطبري والطحاوي وغيرهم، أن المراد سبعة أوجه من المعاني المتقاربة بألفاظ مختلفة، نحو أقبل وهلم وتعال۔“ [تفسیر قرطبی:۱/۴۲]

’’وہ رائے کہ جس پر اکثر اہل علم سفیان بن عینیہ، عبداللہ بن وہب، طبری اور طحاوی وغیرہم ہیں، وہ یہ ہے کہ احرف سبعہ سے قریب المعنی اور مختلف الالفاظ وجوہ سبعہ مراد ہیں۔‘‘

امام ابن کثیر رحمہ اللہ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام قرطبی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کو بیان کرکے بھرپور انداز میں اس کی تائید کی ہے۔ (ج۱/۶۱)

ابن جریر رحمہ اللہ اور ان کے ہم خیال حضرات کا مؤقف ہے کہ سبعہ اَحرف سے ایک ہی کلمہ میں مختلف لغات عرب کا اختلاف مراد ہے۔ جسے ہم مترادفات سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی ایک ہی کلمہ میں اس کی جگہ مختلف الفاظ استعمال کرنے کی اجازت تھی جیسے هلم، تعال اور اقبل وغیرہ۔ نیز یہ سبعہ اَحرف میں سے چھ حروف کے حذف، نسخ یا توقف کے قائل ہیں۔

ہمیں اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا دلائل ان کے اَقوال کی تائید بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ اپنے مؤقف کی تائید میں درج ذیل نصوص ذکر کرتے ہیں۔

❶ ”عن عبدالرحمن بن أبي بكرة ÷ عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: «قَالَ جِبْرِيْلُ: اِقْرَأْ الْقُرْآنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عَلٰى حَرْفٍ. قَالَ مِيْكَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِسْتَزِدْهُ، فَقَالَ: عَلٰى حَرْفَيْنِ، حَتّٰى بَلَغَ سِتَّةً أَوْ سَبْعَةً. فَقَالَ: كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِآيَةِ رَحْمَةٍ أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ». كقولك هلم وتعال." [تفسیر طبری: ۴۴/۱]

''سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھیں تو سیدنا میکائیل علیہ السلام نے کہا مزید طلب کیجئے تو سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے کہا دو حرفوں پر پڑھیں۔ یہاں تک چھ یا سات حروف تک پڑھنے کی اجازت دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ہر ایک شافی وکافی ہے جب تک رحمت کی آیت کو عذاب پر اور عذاب کی آیت کو رحمت پر ختم نہ کریں جیسے تیرا کہنا ھلم، تعال۔''

❷ "عن الأعمش قال: قرأ أنس هذه الاية: " إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَصْوَبُ قِيْلاً" فقال قوم: يا أبا حمزة! إنما هي "وأقوم" فقال: أقوم وأصوب وأهيا واحد." [تفسیر طبری: ۴۵/۱]

''اعمش رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ﴿إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً﴾ میں أقوم کے بجائے أصوب پڑھا تو لوگوں نے کہا کہ اے ابوحمزہ یہاں أقوم ہے تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا أقوم، أصوب اور أهيا یہ ایک ہی ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے قول سے مذکورہ بالا حدیث اُبی بکرۃ کا مفہوم بھی متعین ہوگیا یعنی هلم، تعال وغیرہ یہ اس بات کی مثال نہیں ہے کہ قراءات کا اختلاف کوئی تضاد کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس بات کی تصریح ہے کہ قرآن کریم میں سبعہ اَحرف سے مراد مترادفات کا اختلاف ہے۔ یقیناً ایسا اختلاف موجود بھی تھا اور عرضۂ اَخیرہ میں جو قرآن مجید کا بہت سا حصہ منسوخ ہوا ہے، وہ یہی تھا۔ ان مترادفات کی کثرت کس قدر تھی اس پر ایک نظر ڈالنے کے لیے مشہور مستشرق آرتھر جیفری کی مقدمتان اور کتاب المصاحف کے تناظر میں تیار کی گئی سورۃ الفاتحہ میں موجود مترادفات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جس سے مترادفات کی کثرت کا اندازہ ہوگا۔ یاد رہے کہ جیفری کی پیش کردہ روایت کی تصدیق تصویب قطعاً مقصود نہیں بلکہ صرف تمثیل منشاءِ تحریر ہے۔

- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اس طرح پڑھنا روایت کیا گیا ہے۔
مالك کی بجائے مليك، اهدنا کی بجائے ثبتنا اور دلنا.
- حضرت علی بن ابن طالب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔
مالك کی بجائے ملك يوم یا مالك، اهدنا کی بجائے ثبتنا اور لا کے بجائے غير.
- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کرنا منقول ہے۔
صراط کی بجائے سراط
- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔
مالك کی بجائے ملك، الذين کی بجائے من اور ولا الضالين کی بجائے غير الضالين.
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مالك کی بجائے ملك.

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مالك کی بجائے مليك اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے صراط الذين أنعمت کے بجائے صراط من أنعمت مروی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یحییٰ بن وثاب تابعی نَستعین کی بجائے نِستعین یعنی نون پر زبر کی بجائے زیر پڑھتے تھے۔ ابوسوار العنوی إیاك نعبد وإیاك کی جگہ هیاك نعبد وهیاك پڑھتے تھے ابوعمرو الصراط کی بجائے الصراط پڑھتے۔

جیفری نے تذکرة الائمہ مؤلفہ باقر مجلسی [مطبوعہ تہران:۱۸] کے حوالہ سے سورۃ الفاتحہ کا درج ذیل متن ذکر کیا ہے۔

"نحمد الله رب العالمین○ الرحمن الرحیم○ ملاك یوم الدین○ هیاك نعبد وویاك نستعین○ ترشد سبیل المستقیم○ سبیل الذین أنعمت علیهم سوی المغضوب علیهم والضالین○"

اس کے علاوہ خلیل بن احمد کی نسبت سے بھی سورۃ الفاتحہ کا ایک متن منقول ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

"الحمد لله سید العالمین○ الرزاق الرحیم○ ملاك یوم الدین○ إنا لك نعبد وإنا لك نستعین○ أرشدنا سبیل المستقیم○ سبیل الذین مننت علیهم، سوی المغضوب علیهم ولا الضالین○"

اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سورۃ ألم نشرح کی آیات: "ألم نشرح لك صدرك، وحللنا عنك وزرك" کو یوں تلاوت کیا تو آپ کے اس طرح پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا حللنا، حططنا اور وضعنا ایک ہی مفہوم کو اَدا کرنے کے مختلف الفاظ ہیں۔

ایک روایت حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مقدمتان میں مروی ہے کہ وہ ایک فارسی نژاد مسلمان کو آیت ﴿ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ○ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴾[الدخان:۴۳] پڑھا رہے تھے۔ وہ ﴿طعام الأثیم﴾ کے بجائے "طعام الیتیم" پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے "الطعام الظالم" پڑھا دو جو اس نے بآسانی پڑھ لیا۔

ان جملہ اَمثلہ کے بارے میں ہمارا کامل ایمان اور قطعی یقین و اطمینان ہے کہ ان میں سے سوائے وہ اَمثلہ جو قراءات متواترہ میں موجود ہیں، کوئی بھی شے قرآن میں داخل نہیں ہے۔ البتہ ان کے ذکر سے سوائے اس کے کچھ بھی مطلوب نہیں کہ قرآن مجید میں مترادفات کا اختلاف بہت کثرت سے تھا اور ابن جریر رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم، جو ان کے نقطہ نظر سے اتفاق کئے ہوئے ہیں، بہرحال دلائل و براہین کی دنیا میں اجنبی نہیں ہیں بلکہ مروّجہ موازین اور مقاییس پر بلا کسی تردد کے پورے اترتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول کہ صرف ابن جریر رحمہ اللہ کی شخصیت اور دیگر صاحبانِ فکر و دانش کے اقوال سے عدم آگہی کی وجہ سے لوگ ان کے نقطہ نظر کے گرویدہ ہیں یہ ایک معقول تحقیق نہیں بلکہ سطحی رائے ہے۔ کیونکہ جب آپ ان کی جلیل القدر شخصیت سے متاثر نہیں ہوئے تو سلف میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور قرطبی رحمہ اللہ جیسی ہستیاں بغیر کسی معقول بنیاد کے کیسے قائل ہوسکتے ہیں۔

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کام کے بارے میں مؤقف:

"والآثار الدالة علی أن إمام المسلمین وأمیر المؤمنین عثمان بن عفان جمع المسلمین نظراً منه لهم وإشفاقاً منه علیهم، ورأفةً بهم حذار الردة من بعضهم بعد الإسلام والدخول في الکفر بعد الإیمان إذ ظهر من بعضهم بمحضره وفي عصره التکذیب ببعض الأحرف السبعة التي نزل علیها القرآن مع سماع أصحاب رسول الله ﷺ من رسول الله النهي عن التکذیب بشيء منها وأخباره إیاهم أن المراء فیها کفر، فحملهم، إذ رأی ذلك ظاهراً بینهم في عصره ولحداثة عهدهم بنزول القرآن، وفراق رسول الله ﷺ إیاهم بما أمن علیهم مع

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عظيم البلاء في الدين من تلاوة القرآن على حرف واحد“

”آثار اس پر دال ہیں کہ امام المسلمین اور امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اُمت کو ایک حرف پر اس لیے جمع فرما دیا کہ ان کا مسلمانوں سے ایک الف ومحبت اور شفقت ومہربانی کا تعلق تھا کہ کہیں قرآن کا انکار کرکے اسلام سے ارتداد اور ایمان سے کفر کی طرف نہ منتقل ہو جائیں، کیونکہ قرآن کریم کے کسی ایک حرف کی تکذیب یا کسی لفظ کی قرآنیت کے بارے میں جھگڑا کرنا صریحاً کفر ہے۔ انہوں نے جب اپنے زمانہ میں اس قدر اختلاف دیکھ لیا حالانکہ ان کا زمانہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب کا زمانہ ہے تو انہوں نے اُمت کو اس عظیم آزمائش سے بچانے کے لیے ایک عظیم کدو کاوش کی۔“

مزید فرماتے ہیں:

”وجمعهم على مصحف واحدٍ وحرف واحدٍ وخرق ما عدا المصحف الذي جمعهم عليه وعزم على كل من كان عنده مصحف مخالف المصحف الذي جمعهم عليه أن يحرقه فاستوفقت له الأمة على ذلك بالطاعة، ورأت أن فيما ذلك من الرشد والهداية فتركت القراءة بالأحرف الستة التي عزم عليها إمامها العادل في تركها طاعة منها له، ونظراً منها لأنفسها ولمن بعدها من سائر أهل ملتها حتى درست من الأمة معرفتها وتعفت آثارها فلا سبيل لأحدٍ اليوم إلى القراءة بها لدثورها وعفو آثارها.“ [تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ: ۱/۵۰]

”سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو ایک مصحف پر جمع فرما دیا اور اس کے علاوہ جو مصاحف کسی کے پاس بھی ان مصاحف کے مخالف تھے انہیں ضائع کر دیا۔ تو اُمت نے اس معاملہ میں ان کی اطاعت کی، کیونکہ اس میں سراسر بھلائی اور ہدایت کا پہلو ظاہر تھا۔ اور احرف ستہ کو کلیتاً ترک کر دیا جس کا امام عادل نے ان سے مطالبہ کیا تھا۔ لہٰذا امت نے اس کو قبول کرنے کے بعد اس پر عمل شروع کر دیا جس سے باقی احرف بالکل ختم ہوگئے اور ان احرف کی عدم دستیابی کی بناء پر ان تک رسائی ممکن نہیں ہے۔“

اسی طرح امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں ایک سوال پیدا کیا کہ سائل یہ کہے کہ آپ کے کہنے کے موافق آج ایک ہی حرف باقی ہے تو وہ حروف ستہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے پڑھا، اُس کے پڑھنے کا حکم دیا اور خود اللہ رب العزت نے آسمانوں سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے ہیں۔ کیا وہ اٹھا لیے گئے ہیں؟ یا منسوخ کر دیئے گئے؟ اگر فی الواقع ایسا ہے تو ان کے رفع اور نسخ کی دلیل کیا ہے؟ یا پھر اُمت ویسے ہی اُسے بھول گئی ہے، تو یہ بھولنا تضییع قرآن ہے۔ حالانکہ اس کی حفاظت اُمت کی ذمہ داری ہے۔ تو اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔

تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”لم تنسخ فترفع، ولا ضيعتها الأمة وهي مأمورة بحفظها. ولكن الأمة أمرت بحفظ القرآن، وخيرت في قراءته وحفظه بأي تلك الأحرف السبعة شاءت كما أمرت، إذا هي حنثت في يمين وهي موسرة، بأن تكفر بأي الكفارات الثلاث شاءت: إما بعتق، أو إطعام، أو كسوة. فلو أجمع جميعها على التكفير بواحدة من الكفارات الثلاث، دون حظرها التكفير بأي الثلاث شاء المكفر، كانت مصيبةً حكمَ الله، مؤدية في ذلك الواجبَ عليها من حق الله. فكذلك الأمة، أمرت بحفظ القرآن وقراءته، وخيرت في قراءته بأي الأحرف السبعة شاءت: فرأت -لعلة من العلل أو جبت عليها الثبات على حرف واحد-

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءتَه بحرف واحد، ورفض القراءة بالأحرف الستة الباقية، ولم تحظُر قراءته بجميع حروفه على قارءه، بما أذن له في قراءته به. "

''نہ تو قرآن منسوخ ہوا ہے اور نہ ہی اُسے اٹھا گیا ہے اور نہ ہی اُمت، جو کہ اس کی حفاظت پر مامور ہے، اس کے ضیاع کی مرتکب ہوئی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اُمت کو حفاظت قرآن کا حکم دیا گیا ہے اور اَحرف سبعہ اور قراءات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے قسم کے کفارے میں عتق غلام، کھانا اور لباس میں سے کسی ایک کے اَدا کرنے میں حانث مخیّر ہے۔ اور اگر اُمت ان میں سے کسی ایک کے اختیار پر اِجماع کرلے اور دوسرے سے منع نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح اُمت حفاظت قرآن اور قراءات کی حفاظت کی مکلّف ہے لیکن قراءات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ اُمت نے اسی وجہ سے اسی علت کی بنیاد پر حرف واحد کو اختیار کرلیا باقی حروف ستہ کی قراءت ختم ہوگئی۔ باقی رہی یہ بات کہ کسی کو باقی احرف پر قراءات سے منع کیا جائے گا تو بات ٹھیک نہیں ہے بلکہ قاری کو اجازت ہے جس حرف پر چاہے قراءت کرے۔''

[تفسیر طبری: ۴۸/۱]

ابن جریر رحمہ اللہ مذکورہ دلیل کے علاوہ چند ایک نصوص مزید اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں:

"عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أبيه زيد، قال: لما قتل أصحاب رسول الله ﷺ باليمامة، دخل عمر بن الخطاب ÷ على أبي بكر ÷ فقال: إن أصحاب رسول ﷺ باليمامة تهافتوا تهافت الفراش في النار، وإني أخشى أن لا يشهدوا موطنا إلا فعلوا ذلك حتى يقتلوا -وهم حملة القرآن- فيضيع القرآن و ينسى، فلو جمعته و كتبته! فنفر منها أبوبكر وقال: أفعل ما لم يفعل رسول الله ﷺ! فتراجعا في ذلك. ثم أرسل أبوبكر إلى زيد بن ثابت، قال زيد: فدخلت عليه و عمر محزئل[1] فقال أبوبكر: إن هذا قد دعاني إلى أمر فأبيت عليه، وأنت كاتب الوحي، فإن تكن معه اتبعتكما، وإن توافقني لا أفعل. قال: فاقتص أبوبكر قول عمر، وعمر ساكت، فنفرت من ذلك وقلت: نفعل ما لم يفعل رسول الله ﷺ! إلى أن قال عمر كلمة: "وما عليكما لو فعلتما ذلك؟" قال: فذهبنا ننظر، فقلنا: لا شيء والله! ما علينا في ذلك شيء! قال زيد: فأمرني أبوبكر فكتبته في قطع الأدم وكسر الأكتاف والعسب. فلما هلك أبوبكر وكان عمر، كتب ذلك في صحيفة واحدة، فكانت عنده. فلما هلك، كانت الصحيفة عند حفصة زوج النبي ﷺ. ثم إن حذيفة بن اليمان قدم من غزوة كان غزاها بمرج أرمينية، فلم يدخل بيته حتى أتى عثمان بن عفان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس! فقال عثمان: "وما ذلك؟" قال غزوت مرج أرمينية، فحضرها أهل العراق وأهل الشام، فإذا أهل الشام يقرؤون بقراءة أبي بن كعب، فيأتون بما لم يسمع أهل العراق، فتكفرهم أهل العراق. وإذا أهل العراق يقرؤون بقراءة ابن مسعود، فيأتون بما لم يسمع به أهل الشام، فتكفرهم أهل الشام. قال زيد: فأمرني عثمان بن عفان أكتب له مصحفاً، وقال: إني مدخل معك رجلا لبيباً فصيحاً، فما اجتمعتما عليه فاكتباه، وما اختلفتما فيه فارفعاه إلي. فجعل معه أبان بن سعد بن العاص، قال: فلما بلغنا ﴿إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ﴾ [البقرة:۲۴۸] قال: زيد فقلت: 'التابوه' وقال أبان بن سعيد: 'التابوت' فرفعنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ذلك إلى عثمان فكتب: 'التابوت' قال: فلما فرغت عرضته عرضة، فلم أجد فيه هذه الأية: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ [الاحزاب:۲۳] قال: فاستعرضت المهاجرين أسألهم عنها، فلم أجدها عند أحد منهم، ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها، فلم أجدها عند أحد منهم، حتى وجدتها عند خزيمة بن ثابت، فكتبتها، ثم عرضته عرضة أخرى، فلم أجد فيه هاتين الأيتين: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ [التوبۃ:۱۲۸،۱۲۹] فاستعرضت المهاجرين، فلم أجدها عند أحد منهم، ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها فلم أجدها عند أحد منهم، حتى وجدتها مع رجل آخر يدعى خزيمة أيضاً، فأثبتها في آخر 'براءة' ولو تمت ثلاث آيات لجعلتها سورة على حدة۔ ثم عرضته عرضة أخرى، فلم أجد فيه شيئا، ثم أرسل عثمان إلى حفصة يسألها أن تعطيه الصحيفة، وحلف لها ليردنها إليها فأعطته إياها، فعرض المصحف عليها، فلم يختلفا في شيء۔ فردها إليها، وطابت نفسه، وأمر الناس أن يكتبوا مصاحف۔ فلما ماتت حفصة أرسل إلى عبدالله بن عمر في الصحيفة بعزمة، فأعطاهم إياها فغسلت غسلاً۔"

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب شمع نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے یمامہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کررہے تھے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا۔ اَصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پراس طرح جانیں نچھاور کی ہیں، جس طرح شمع پر پروانے قربان ہوتے ہیں اور مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اپنے گھروں کولوٹنے کی بجائے اس وقت تک گستاخانِ نبوت کے خلاف برسرپیکار رہیں گے جب تک جام شہادت نوش نہیں کرلیتے اور وہ سارے کے سارے وہ لوگ ہیں جو حاملین قرآن ہیں ان کی شہادت سے قرآن کے ضیاع کا خطرہ ہے، کیوں نہ ہو کہ ہم قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرلیں اور لکھ لیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کام کو کرنے سے ہچکچائے اور کہا کہ میں وہ کام کیسے کروں جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، شیخین کے مابین اس موضوع پر گفتگو جاری رہی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے ہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ پریشان حال بیٹھے ہیں تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ مجھے ایک کام کے بارہ میں اصرار کرتے ہیں جبکہ میں نے انکار کردیا ہے۔ آپ کاتب وحی ہیں اگر آپ ان کے ساتھ متفق ہیں تو میں آپ کا ساتھ دوں گا لیکن اگر آپ میری رائے سے اتفاق کریں تو تب میں یہ کام نہیں کروں گا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہم وہ کام کیسے کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ کہا: ''اگر تم یہ کرلو تو تم پر کیا بوجھ آپڑے گا'' زید رضی اللہ عنہ کہتے، کہ ہم نے غوروخوض کی غرض سے مجلس برخاست کردی۔ جب ہم نے اس کے جملہ پہلوؤں پر نظر دوڑائی تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے جمع کرنے کا حکم دیا جسے میں نے کھجور کے پتوں، ہڈیوں، چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں میں سے جمع کرلیا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ راہی آخرت ہوئے اور خلافت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو انہوں نے دوبارہ اُسے ایک صحیفہ میں لکھوایا اور اپنے پاس محفوظ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں منتقل ہوگیا۔ پھر ایک روز سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اچانک آرمینیہ کی جنگ سے لوٹے اور اپنے گھر جانے کے بجائے سیدھے امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ اے امیر المؤمنین، لوگوں کی خبر لیجیے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ماجرا کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا میں ابھی ابھی مرج آرمینیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے لوٹا ہوں جہاں اہل شام اور اہل عراق جہاد میں مشغول ہیں۔ اہل عراق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءات پڑھتے ہیں اور اہل شام جناب اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پر ہیں جبکہ دونوں نے ایک دوسرے کی قراءات کو سنا تو اس کا اِنکار کردیا اور بات اس قدر بڑھی کہ دونوں ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر اپنے لیے ایک مصحف لکھنے کا کہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم بطور معاون آپ کو ایک فصیح اللسان اور ذہین شخص فراہم کریں گے، جس پر تم دونوں متفق ہوجاؤ اُسے لکھ لو اور جس پر تمہارا اختلاف ہوجائے تو میری طرف رجوع کرو۔ لہٰذا انہوں نے ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو میرا معاون مقرر کیا، جب ہم ﴿إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلتَّابُوتُ﴾ [البقرہ:۲۴۸] پر پہنچے تو میں نے کہا: ﴿التابوه﴾ جبکہ ابان رضی اللہ عنہ نے کہا: ﴿التابوت﴾ ہے۔ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے التابوت تائے طویلہ کے ساتھ لکھا۔ کہتے ہیں کہ جب میں کتابت سے فارغ ہوا تو میں نے پورے مصحف کی مراجعت کی تو میں نے ﴿مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ...﴾ آیت نہ پائی۔ تو میں نے مہاجرین سے کہا کہ کسی کے پاس یہ آیت موجود ہے؟ تو ان کے پاس نہ پایا پھر میں نے انصار سے سوال کیا تو خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مل گئی جسے میں نے لکھ لیا اور دوسری بار پھر مراجعت کی تو سورۃ توبہ کی دو آخری آیات نہیں تھیں۔ مہاجرین اور انصار سے اس بارے میں دریافت کیا تو ان کے پاس نہ پائیں بالآخر خزیمہ نامی صحابی کے پاس مل گئیں جسے میں نے درج کرلیا۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ایسی تین آیات مجھے مل جاتیں تو میں ایک علیحدہ سورۃ بنا دیتا۔ اس کے بعد میں نے مزید ایک دفعہ مراجعت کی تو میں نے ہر طرح سے مکمل پایا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا اور وعدہ کیا کہ یہ واپس لوٹایا جائے گا۔ پھر ان دونوں مصاحف کا موازنہ کیا گیا۔ اور دونوں کو متفق پایا تو مطمئن ہوگئے اور لوگوں کو اس کے مطابق سیکھنے کا حکم دے دیا۔ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئی تو انہوں نے یہ مصحف سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا تو انہوں نے حکام کے حوالے کردیا جسے بعد میں دھو دیا گیا۔''

"عن أبي قلابة، قال: لما كان في خلافة عثمان، جعل المعلّم قراءة الرجل، والمعلم يعلم قراءة الرجل، فجعل الغلمان يلتقون فيختلفون، حتى ارتفع ذلك إلى المعلمين. قال أيوب: لا أعلمه إلا قال: حتى كفر بعضهم بقراءة بعض. فبلغ ذلك عثمان، فقام خطيباً فقال: "أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون، فمن نأى عني من أهل الأمصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد! فاكتبوا للناس إماما."

قال أبو قلابة: فحدثني أنس بن مالك قال: كنت فيمن أملي عليهم، فربما اختلفوا في الآية فيذكرون الرجل قد تلقاها من رسول الله ﷺ، ولعله أن يكون غائباً أو في بعض البوادي، فيكتبون ما قبلها وما بعدها، ويدعون موضعها، حتى يجيء أو يرسل إليه. فلما فرغ من المصحف، كتب عثمان إلى أهل الأمصار: "إني قد صنعت كذا وكذا، ومحوت ما عندي، فامحوا ما عندكم."

''ابی قلابہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں باقاعدہ معلّم مقرر کئے گئے، ایک معلّم کسی ایک صحابی کی قراءات سکھاتا جبکہ دوسرا کسی دوسرے صحابی کی، ہوا یہ کہ بچوں نے اختلاف شروع کردیا اور یہ بات معلّمین تک پہنچ گئی۔ ایوب راوی حدیث کہتے ہیں کہ شاید ابوقلابہ نے یہ بھی کہا کہ بعض نے بعض کی قراءت کا اِنکار شروع کردیا۔ جب یہ بات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس ہوتے ہوئے غلطیاں کرتے ہو اور اختلاف میں پڑے ہوئے ہو، یقیناً وہ لوگ جو ہم سے دور ہوں گے وہ زیادہ غلطیاں کرتے ہوں گے اور شدید اختلاف کا شکار ہوں گے، انہوں نے کہا کہ اے اصحاب محمد ﷺ جمع ہوجاؤ اور لوگوں کے لیے ایک ایسا مصحف لکھو جو امام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے درجہ پر فائز ہو۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو قرآن کی کتابت کر رہے تھے۔ ہمارے درمیان بعض دفعہ کسی آیت میں اختلاف ہوتا تو ہمیں کہا جاتا کہ اسے فلاں بستی میں رہنے والے صحابی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنا ہے تو ہم یوں کرتے کہ اس آیت سے پہلی اور بعد والی آیات لکھ دیتے اور اس کی جگہ خالی چھوڑ دیتے، یہاں تک کہ وہ آدمی خود آجاتا یا اُسے بلا لیا جاتا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب مصاحف کی کتابت سے فارغ ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں کی جانب لکھ دیا کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور اس کے علاوہ جو میرے پاس تھا اُسے ختم کر دیا ہے لہٰذا جو تمہارے پاس ہے اُسے تم بھی ختم کر دو۔''

عن أنس بن مالك الأنصاري أنه اجتمع في غزوة أذربيجان وأرمينية أهل الشام وأهل العراق، فتذاكروا القرآن، واختلفوا فيه حتى كاد يكون بينهم فتنة. فركب حذيفة بن اليمان -لما رأى اختلافهم في القرآن- إلى عثمان، فقال: "إن الناس قد اختلفوا في القرآن، حتى إني والله لأخشى أن يصيبهم مثل ما أصاب اليهود والنصارى من الاختلاف." قال: ففزع لذلك عثمان فزعا شديداً، فأرسل إلى حفصة فاستخرج الصحيفة التي كان أبوبكر أمر زيداً بجمعها، فنسخ منها مصاحف، فبعث بها إلى الآفاق."

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ آذربائیجان اور آرمینیہ کے غزوہ میں اہل عراق اور اہل شام کے ساتھ شامل تھے ان کے مابین قرآن کے بارے میں گفتگو شروع ہوگئی جو اس قدر شدت اختیار کرگئی کہ فتنہ کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے بارے میں اختلاف دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ لوگ قرآن میں اس قدر اختلاف کر رہے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ ان کی حالت یہود و نصاریٰ سی ہو جائے گی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو بہت زیادہ پریشان ہوگئے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن کو جمع کرنے اور اس کی نقلیں تیار کرنے کا حکم دیا اور اس کو آفاق عالم میں پھیلا دیا۔''

"عن أنس بن مالك أن عثمان دعا زيد بن ثابت وعبدالله بن الزبير وسعيد بن العاص وعبدالرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف وقال عثمان للرهط القريشين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم و زيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم" ففعلو ذلك." [صحیح البخاری:۳۵۰۶]

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ مصحف ابوبکر کی کاپیاں تیار کریں اور قریشیوں کو یہ بھی کہا کہ جب تمہارے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مابین کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اُسے لغت قریش میں لکھو، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔''

ترمذی کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ التوبۃ میں ''فإنه نزل بلسان قريش'' کے الفاظ بھی موجود ہیں یعنی وہاں حصر نہیں ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان جمیع اختلافات اور نزاعات کو سامنے رکھتے ہوئے اُمت کو ایک حرف پر جمع کر دیا تھا اور یہی آپ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آپ کو جامع القرآن کے عظیم لقب سے نوازا گیا ہے اور آپ کے اس کام کی بدولت اُمت میں جو قرآن کریم کے معاملہ میں فتنہ پیدا ہو رہا تھا، فرو ہوگیا۔ یہ تو ہم بعد میں واضح کریں گے کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ کے پیش کردہ دلائل کس حد تک اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موَقف کی تائید کررہے ہیں اس سے پہلے ہم ذرا ان ائمہ کے اقوال بھی پیش کرنا چاہیں گے جو امام ابن جریر رحمہ اللہ کے موَقف کے کسی نہ کسی طرح موَیدین ہیں تاکہ جمیع آراء اور نصوص سامنے رکھتے ہوئے ان پر ایک جامع تجزیہ پیش کیا جاسکے۔

امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ

”وكانت هذه السبعة للناس في هذه الحروف لعجزهم عن أخذ القرآن على غيرها مما لا يقدرون عليه لما قد تقدم ذكرنا له في هذا الباب وكانوا على ذلك حتى كثر من يكتب منهم وحتى عادت لغاتهم إلى لسان رسول الله ﷺ فقرءوا بذلك على تحفظ القرآن بألفاظه التي نزل بها فلم يسعهم حينئذٍ أن يقرءوه بخلافها وبأن بما ذكرنا أن تلك السبعة الأحرف إنما كانت في وقت خاص لضرورة دعت إلى ذلك ثم ارتفعت تلك الضرورة فارتفع حكم هذه السبعة الأحرف وعاد ما يقرأ به القرآن على حرفٍ واحدٍ“ [مشكل الآثار:۴/۱۹۰،۹۱/۱۹۰]

”لوگوں کے لیے حروف سبعہ کو اس وجہ سے نازل کیا گیا تھا کہ وہ ان حروف کے بغیر اَخذ قرآن سے ہی قاصر تھے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے اس وقت وہ ان حروف کو تلاوت کرتے رہے جب تک ان کے لیے مشکل تھا۔ لیکن جب یہ آپ ﷺ کی زبان کثرت سے لکھنا شروع ہوگئے اور ان کی زبانیں بولنے کی عادی ہوگئیں تو پھر ان کو دوبارہ اللہ کے رسول ﷺ کی لغت کے مطابق پڑھنے کا حکم دے دیا گیا تاکہ وہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اَدا کرسکیں اور دیگر احرف پر پڑھنے کی وسعت ختم کردی گئی۔ گویا کہ اَحرف سبعہ پر تلاوت قرآن کی اجازت، خاص وقت اور خاص ضرورت کی بنا پر تھی جب ضرورت ختم ہوگئی تو اجازت بھی اٹھالی گئی اور حرف واحد کی قراءت شروع ہوگئی“۔

نوٹ: امام ابن جریر رحمہ اللہ اور طحاوی رحمہ اللہ کے موَقف میں ایک فرق ہے اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اَحرف ستہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے اندیشہ سے باجماع صحابہ موقوف کردیا تھا لیکن امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی اجازت ایک وقتی ضرورت کی بناء پر تھی جب یہ پوری ہوگئی تو وہ اجازت بھی خود بخود ختم ہوگئی یعنی انتهاء الحكم بانتهاء العلة کی ایک شکل تھی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس سوال کہ آیا قراءاتِ سبعہ حروف سبعہ پر مشتمل ہیں یا حروفِ سبعہ میں سے کسی ایک پر؟ کے جواب میں فرمایا:

”فالذي عليه جمهور العلماء من السلف والأئمة أنها حرف من الحروف السبعة بل يقولون: إن مصحف عثمان هو أحد الحروف السبعة، وهو متضمن للعرضة الآخرة التي عرضها النبي ﷺ على جبريل. والأحاديث والآثار المشهورة المستفيضة تدل على هذا القول.“ [مجموع الفتاوی:۱۳/۳۸۹]

”سلف میں سے جمہور اہل علم اور ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ موجودہ قراءاتِ سبعہ یہ اَحرفِ سبعہ میں سے صرف ایک حرف پر مشتمل ہیں بلکہ ان کا کہنا ہے کہ مصاحف عثمانیہ بھی اُسی ایک حرف پر ترتیب دیئے گئے ہیں جو آپ ﷺ نے عرضۂ اخیرہ میں سیدنا جبرئیل علیہ السلام سے مدارسہ کرتے ہوئے تلاوت فرمایا تھا، نیز احادیث مستفیضہ اور آثار مشہورہ بھی اسی قول کے موَید نظر آتے ہیں۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ

اِنسان کے علم میں وقت کے ساتھ ساتھ وسعت اور گہرائی آتی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اُئمہ کے مؤقف ایک وقت تک اور رہے جبکہ بعد اَزاں ان کا رجحان کسی دوسری طرف ہوگیا۔جن کی مثالیں کتب فقہ میں مذہب قدیم اور جدید کے نام سے معروف ہیں۔بالکل اسی طرح حضرت مولانا قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ کے بارے میں معروف ہے کہ وہ ابن جریری طبری رحمہ اللہ یا امام طحاوی رحمہ اللہ کے مؤقف کے گرویدہ نظر آتے ہیں۔اگرچہ انہوں نے سبعہ احرف کی تشریح کبھی بھی ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف سے نہیں فرمائی۔کیونکہ وہ کشف النظر میں سبعہ اَحرف کی تشریح سبعہ لغات عرب سے فرماتے ہیں اور اس قول کے قائلین ابوعبید رحمہ اللہ، ابن عطیہ رحمہ اللہ، بیہقی وغیرہ کو قرار دیتے ہیں اور جب مزید تفصیل میں جاتے ہیں تو امام طحاوی رحمہ اللہ کے مؤقف کی طرف میلان نظر آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احرف سبعہ منسوخ ہوچکے ہیں اور آج مصحف صرف حرف قریش پر ہے۔[کشف النظر:۸۸/۱،۸۷]

لیکن دفاع قراءات میں جب اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمائی ہے تو ابن جریر کے مؤقف کو مرجوح قرار دیا ہے اور اس پر بارہ اعتراض کئے ہیں جو ان شاء اللہ ہم نقل کریں گے۔

ان کے علاوہ منّاع القطّان نے بھی ابن جریر ہی کے مؤقف کو اختیار کرتے ہوئے اسے راجح قرار دیا ہے۔مزید کوئی اضافی بات نہیں کی جو لائق ذکر ہو۔

ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کا تجزیہ اور اُن پر وارد ہونے والے اِعتراضات

ابن جریر رحمہ اللہ کے بارے میں کہنا کہ یہ ایک بالکل نا قابل فہم مؤقف ہے، درست نہیں ہے۔ بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ انہوں نے منزل من اللہ اختلافات کی صرف ایک جہت کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن حالات میں مصاحف مرتب کروائے تھے، اور ان کے مرتب اور شائع ہوجانے کے بعد اختلاف کا ختم ہوجانا انہیں اس طرف لے گیا ہے کہ انہوں نے شاید ایک حرف ہی باقی رکھا تھا۔ البتہ یہ کہنا مشکل اَمر ہے کہ سبعہ اَحرف کی صحیح ترین تشریح یہی ہے، کیونکہ اس مؤقف پر وارد ہونے والے اعتراضات اس رائے کو اختیار کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

مذکورہ مؤقف پر وارد ہونے والے اعتراضات

سب سے پہلے ہم مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ کے اس مؤقف پر اِعتراضات کو ایک نظر دیکھتے ہیں۔

① اس مؤقف پر حروف اور قراءات کو دو الگ الگ چیزیں قرار دینا پڑتا ہے۔یقیناً یہ اُلجھن ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف میں باقی رہتی ہے۔لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ سبعہ وجوہ والا مؤقف راجح ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کے نقص کو واضح کرنے کے لیے کسی ایسے مؤقف کو قطعاً اختیار نہیں کیا جاسکتا جو خود کئی اشکالات لیے ہوئے ہو، جو ہم پہلے واضح کرچکے ہیں۔

② ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سات حروف میں سے چھ منسوخ یا متروک ہوگئے اور صرف حرف قریش باقی رہ گیا۔ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف میں واقعی یہ کمی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صرف حرف قریش باقی ہے دیگر منسوخ ہوگئے ہیں۔لیکن سبعہ وجوہ کے قائلین نے یہ کب کہا ہے کہ حرف قریش کے علاوہ دیگر لغات بھی اس میں موجود

ہیں، انہوں نے تو ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی۔ بلکہ ہماری رائے کے مطابق مذکورہ حضرات (جزری وغیرہ) بھی یہ مانتے ہیں کہ موجودہ قراءات صرف حرف قریش ہی کی وجوہ مختلفہ ہیں، کیونکہ سبعہ وجوہ کا مؤقف اختیار کرنے والوں کے سرخیل ابن قتیبہ رحمہ اللہ ہیں جن کے بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابوالفضل رازی رحمہ اللہ کا مؤقف، جو اَوجہ سبعہ میں سب سے بہتر تشریح ہے، ابن قتیبہ کے مؤقف کی ہی توضیح ہے۔ان سے نصاً منقول ہے کہ قرآن کریم صرف اورصرف لغت قریش میں نازل ہوا ہے اس کے علاوہ کسی دوسری لغت پر قطعاً نازل نہیں ہوا۔

③ ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف پر ایک اعتراض یہ ہے کہ ابن جزری وغیرہ کے مؤقف کے حاملین بہت ہی جلیل القدر علماء ہیں۔ یہ بات تو شاید وجہ ترجیح نہ بن پائے، کیونکہ دوسری طرف بھی بہت ہی نابغۂ روزگار شخصیات ہیں۔لیکن اصل بات یہ ہے کہ تحقیق کی دنیا میں شخصیات کے بجائے دلائل کی قوت پر ہی بات ہونی چاہئے۔

البتہ مولانا نے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مؤقف پر ایک معتدل اور مدلل تنقید کی ہے جس کو ہم واقعی ایک وزنی اور مسکت تنقید سمجھتے ہیں۔ ذیل میں ہم انہی کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کا نظریہ اور اُس کی قباحتیں

حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے چونکہ اپنا یہ نظریہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بڑی تفصیل اور جزم و وثوق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔اس لیے یہ قول بہت مشہور ہوگیا اور آج کل حروف سبعہ کی تشریح عموماً اسی کے مطابق کی جاتی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیشتر محقق علماء (ان علماء کے اَسماء گرامی آگے آرہے ہیں) نے اسے اختیار نہیں کیا بلکہ اس کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے۔ کیونکہ اس قول پر متعدد اُلجھنیں ایسی کھڑی ہوجاتی ہیں جن کا کوئی حل نہیں ہے۔

اس نظریہ پر سب سے پہلا اعتراض تو وہی ہوتا ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس میں 'حروف' اور 'قراءات' کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیا گیا ہے۔حالانکہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ ایک طرف تو یہ تسلیم فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے۔ دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرما دیا حالانکہ اس بات کو باور کرنا بہت مشکل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن حروف کو یکسر ختم کرنے پر متفق ہوگئے ہوں جواللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر اُمت کی آسانی کے لیے نازل فرمائے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بیشک دین میں حجت ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ جس چیز کا قرآن ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہو، اُسے وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر متفق ہوجائیں۔

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ دراصل امت کوقرآن کریم کی حفاظت کا حکم ہوا تھا اور اسے ساتھ ہی یہ اختیار بھی دے دیا تھا کہ وہ سات حروف میں سے جس حرف کو چاہے اختیار کرلے، چنانچہ اُمت نے اس اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اجتماعی مصلحت کی خاطر چھ حروف کی تلاوت چھوڑ دی اور ایک حرف کی حفاظت پر متفق ہوگئی۔ اس اقدام کا منشاء نہ اُن حروف کو منسوخ قرار دینا تھا اور نہ اُن کی تلاوت کو حرام قرار دینا تھا، بلکہ اپنے لیے اجتماعی طور پر ایک حرف کا انتخاب تھا۔

لیکن یہ جواب بھی اس لیے کمزور معلوم ہوتا ہے کہ اگر صورت یہی تھی تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ اُمت اپنے عمل کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیے خواہ ایک حرف کو اختیار کر لیتی، باقی چھ حروف کا وجود سرے سے ختم کرنے کے بجائے اُسے کم از کم کسی ایک جگہ محفوظ رکھتی، تا کہ اُن کا وجود ختم نہ ہو، قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ﴾ [الحجر:۹]

''بلاشبہ ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

جب ساتوں حروف قرآن تھے تو اس آیت کا صاف تقاضا یہ ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں گے اور کوئی شخص ان کی تلاوت چھوڑنا بھی چاہے تو وہ ختم نہیں ہوسکیں گے، حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس کی نظیر میں یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ قرآن کریم نے جھوٹی قسم کھانے کے کفارے میں انسانوں کو تین باتوں کا اختیار دیا ہے، یا تو وہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں کو کپڑے دے۔ اب اگر اُمت باقی صورتوں کو ناجائز قرار دیے بغیر اپنے عمل کے لیے ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر لے تو یہ اُس کے لیے جائز ہے، اسی طرح قرآن کے سات حروف میں سے اُمت نے ایک حرف کو اجتماعی طور پر اختیار کر لیا، لیکن یہ مثال اس لیے درست نہیں کہ اگر امت کفارۂ یمین کی تین صورتوں میں سے ایک صورت اس طرح اختیار کر لے کہ باقی صورتوں کو ناجائز تو نہ کہے لیکن عملاً ان کا وجود بالکل ختم ہو کر رہ جائے اور لوگوں کو صرف اتنا معلوم رہ جائے کہ کفارۂ یمین کی دو صورتیں اور تھیں جن پر اُمت نے عمل ترک کر دیا، لیکن وہ صورتیں کیا تھیں؟ اُن کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہے تو یقیناً اُمت کے لیے ایسے اقدام کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ باقی چھ حروف کو ترک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں ان حروف کے اختلاف کی وجہ سے شدید جھگڑے ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت عثمان نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان سب کو ایک حرف پر متحد کر دیا جائے، لیکن یہ بھی ایسی بات ہے جسے باور کرنا بہت مشکل ہے۔ حروف کے اختلاف کی بناء پر مسلمانوں کا اختلاف تو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا، احادیث میں ایسے متعدد واقعات مروی ہیں کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو مختلف طریقے سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے سنا تو باہمی اختلاف کی نوبت آ گئی، یہاں تک کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے گلے میں چادر ڈال کر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تھے۔ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حروف کا یہ اختلاف سن کر میرے دل میں زبردست شکوک پیدا ہونے لگے تھے، لیکن اس قسم کے واقعات کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حروف سبعہ کو ختم کرنے کے بجائے انہیں حروف کی رخصت سے آگاہ فرمایا، اور اس طرح کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوسکا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے بجائے چھ حروف ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

پھر عجیب بات ہے کہ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرما دیئے اور قراءتیں (جو اُن کے قول میں حروف سے الگ ہیں) جوں کی توں باقی رکھیں، چنانچہ وہ آج تک محفوظ چلی آتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ افتراق و اختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف پر قرآن کی تلاوت جاری رکھنے میں تھا کیا وہی اندیشہ قراءات کے اختلاف میں نہیں تھا؟ جبکہ ان قراءتوں کی روشنی میں بعض مرتبہ ایک ایک لفظ بیس بیس مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے؟ اگر چھ حروف ختم کرنے کا منشاء یہی تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو اور وہ سب ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طریقہ سے قرآن کی تلاوت کیا کریں تو قراءتوں کے اختلاف کو آخر کیوں ختم نہیں کیا گیا؟ جب قراءات کے اختلاف کو باوجود مسلمانوں کے انتشار کو روکا جاسکتا تھا اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا جاسکتا تھا کہ ان تمام طریقوں سے تلاوت جائز ہے تو یہی تعلیم حروف سبعہ کے باب میں فتنہ کا سبب کیوں سمجھ لی گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول پر 'حروف سبعہ' اور 'قراءات' کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ایسی حیرت انگیز دو عملی منسوب کرنا پڑتی ہے جس کی کوئی معقول توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اتنے بڑے اقدام کی نسبت کسی صریح اور صحیح روایت کی بناء پر نہیں بلکہ بعض مجمل الفاظ کی قیاسی تشریح کے ذریعہ کی گئی ہے۔ جن روایات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کا واقعہ بیان ہوا ہے اس میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا بلکہ اس کے خلاف دلیلیں موجود ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اب کسی صحیح اور صریح روایت کے بغیر یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن چھ حروف کو بالکل بے نشان کردینا گوارا کرلیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار فرمائش پر بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جمع وترتیبِ قرآن کے نیک کام میں محض اس لیے تأمل رہا ہو کہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، جنہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھنے میں اپنی عمریں کھپائی ہوں اور جنہوں نے منسوخ التلاوۃ آیات تک کو محفوظ کرکے اُمت تک پہنچایا ہو، اُن سے یہ بات بے انتہا بعید ہے کہ وہ سب کے سب چھ حروف کو ختم کرنے پر اس طرح متفق ہوجائیں کہ آج اُن حروف کا کوئی نام ونشان تک باقی نہ رہے، جن آیات کی تلاوت منسوخ ہوچکی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں بھی کم از کم تاریخی حیثیت میں باقی رکھ کر ہم تک پہنچایا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ 'حروف' جن کے بارے میں حافظ ابن جریر رحمہ اللہ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ نہیں ہوئے، بلکہ محض مصلحۃً اُن کی قراءت وکتابت ختم کردی گئی، اُن کی کوئی ایک مثال کسی ضعیف روایت میں بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

یہی وجہ ہے کہ بیشتر محقق علماء نے حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے اس قول کی تردید فرمائی ہے۔ [علوم القرآن: ۱۱۹، ۱۲۱]

اس کے علاوہ متعدد علماء نے اس پر کئی ایک اعتراضات کئے ہیں۔ شیخ الزرقانی رحمہ اللہ نے مناهل العرفان میں کہا ہے کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے موقف پر بارہ اعتراضات وارد ہوتے ہیں، جنہیں مولانا قاری طاہر رحیمی صاحب نے دفاع قراءات میں بھی درج کیا ہے ہم شیخ زرقانی رحمہ اللہ کے اعتراضات کو قاری طاہر رحیمی کی زبانی نقل کرتے ہیں:

(۱) اس قول کا رجوع، لفظی اختلاف کی سات انواع تو کُجا اُن میں سے صرف ایک کامل نوع کی طرف بھی نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک نوع کے بعض حصے یعنی إبدال كلمه بأُخرىٰ علىٰ شرط الترادُف ہی کی طرف ہوتا ہے تو قراءات متواترہ مکتوبة بين دفتي المصحف کی اس نوع کے علاوہ دیگر متعدد انواع جو تا قیامت باقی ہیں اُن انواع کے احاطہ سے یہ قول، قاصر اور اُن کے لیے غیر جامع ثابت ہوا۔ [مناہل: ۱۶۸]

(۲) قول ہذا کے قائلین کے نزدیک اس وقت سبعہ احرف میں سے صرف ایک حرف باقی ہے اور باقی چھ احرف کا قطعی کوئی وجود نہیں لیکن یہ حضرات کسی بھی دلیل سے اُن چھ احرف کی منسوخیت یا مرفوعیت قطعاً ثابت نہیں کرسکتے ہیں۔

(۳) اس مسلک کے قائلین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک حرف کے ثبوت اور بقیہ چھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اَحرف کے ترک پر اجماع منعقد ہو چکا ہے لیکن اجماع کا یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے۔

④ ان حضرات کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ''عہد عثمانی میں عثمانی مصاحف کا لکھوانا اُمت کی جانب سے احرف ستہ کے ترک اور صرف اُس ایک حرف کی بقاء و اقتصار پر اجماع ہے جو عثمانی مصاحف میں لکھا گیا ہے'' باوجود یہ کہ دلائل سے یہ اَمر ثابت ہے کہ عثمانی مصاحف میں حرفاً حرفاً ساتوں احرف باقی ہیں۔

⑤ ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''عہد عثمانی میں اختلاف قراءات کی وجہ سے اُمت کا اس حد تک تنازع ہوا کہ بعض نے بعض کی تکفیر تک شروع کر دی اور اس فتنہ پردازی کے خوف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اُس وقت کے بقید حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مناسب سمجھا کہ سب لوگوں کو ایک ہی حرف پر جمع کر کے باقی چھ احرف کو ترک کر دیا جائے۔'' لیکن ان حضرات کی توجہ اس جانب مبذول نہ ہو سکی کہ تعدُّدِ وجودِ قراءات تو درحقیقت منجانب اللہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہے اور ان وجود کا تو خود حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کر کے تخفیف کی درخواست فرمائی تھی اور متعدد وجوہ قراءات کا حوالہ دے کر ہی تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزاع و جدال کا عقدہ حل فرمایا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے تسلیم کرنے پر آمادہ کیا تھا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فعل و سلوک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت وتخفیف والے اُس دروازے کو کیونکر بند کر سکتے تھے جس کو ذات خُداوندی نے خاص اُمت اسلامیہ کے لیے مفتوح فرمایا تھا۔[صفحہ:۱۶۹]

⑥ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ اس امر کی تقریر فرمائی ہے کہ کوئی بھی شخص، احرف سبعہ نازلہ میں سے کسی بھی حرف کے موافق پڑھے اُسی میں وہ حق و صواب طریقہ پر پہنچے گا۔ اور کسی بھی شخص کے لیے قطعاً یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی بھی شخص کو احرف سبعہ نازلہ میں سے کسی بھی حرف کے موافق پڑھنے سے منع کرے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف قراءات کی بابت باہم اختلاف کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک صحابی سے یہی فرمایا هكذا أنزلت ، أصبت ، أحسنت، نیز جب اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اختلاف قراءات کے تسلیم کرنے کے بارے میں کچھ تردّد لاحق ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سینے پر دست مبارک مار کر اُن کے تردّد کو دور فرما دیا۔ علی ہذا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: «فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا» نیز روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں فرمان عالی ''كلا كما محسن'' اور روایت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں ارشاد نبوی «فَأَيَّ ذٰلِكَ قَرَأْتُمْ أَصَبْتُمْ» نیز حضور علیہ السلام کا، اختلاف قراءات کا مقدمہ لے کر حاضر خدمت ہونے والے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہما) کے معارضہ پر ان کی موافقت نہ فرمانا بلکہ ان کی تردید فرما کر ہر دو طُرق اختلاف قراءات کی تصدیق فرمانا، نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم «فَلَا تَمَارَوْا فِيْهِ فَإِنَّ الْمِرَاءَ فِيْهِ كُفْرٌ» . یہ تمام اُمور بلاریب اس امر کی دلیل ہیں کہ کسی بھی شخص کو نازل شدہ احرف سبعہ میں سے کسی بھی حرف کے موافق تلاوت کرنے سے منع کرنے کی قطعی ممانعت ہے۔ ایسی صورت حال میں یہ کہنا کیونکر درست ہے کہ'' عہد عثمانی میں صرف ایک حرف کو باقی رکھ کر باقی چھ حروف کو متروک قرار دے دیا گیا تھا'' [صفحہ:۱۴۳]

⑦ مصاحف عثمانیہ رضی اللہ عنہ کو اُن صحف بکریہ سے نقل کیا گیا تھا جو اختلاف حروف قراءات کے سبب اقطار اسلام میں نزاع و شقاق کی صورت حال پیدا ہونے سے پہلے لکھے گئے تھے اور صحف بکریہ ساتوں احرف کے جامع و حامل

تھے، کیونکہ اُس وقت تک نزاع و شقاق کی وہ صورت حال پیدا نہ ہوئی تھی جو ان حضرات کے خیال کے مطابق صرف ایک حرف پر اقتصار و اکتفاء کی متقاضی و باعث بنی اور یہ بات کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں کہ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صحف بکریہ میں سے کسی ایک حرف کو بھی ترک کیا ہو چہ جائیکہ پورے چھ کے چھ احرف ہی کو ان حضرات نے اُڑا دیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ چیز ہم تک متواتر اً منقول ہوتی باوجود یہ کہ غیر متواتر طریق سے بھی یہ چیز ثابت نہیں ہوئی، معلوم ہوا کہ عہد عثمانی میں چھ احرف کی متروکیت کا قضیہ قطعی بے بنیاد ہے۔[صفحہ:۱۷۰]

⑧ اگر قائلین مسلکِ ہذا کے قول کے مطابق عہد عثمانی میں اُمت چھ احرف کے ترک اور صرف ایک ہی حرف کے ابقاء پر متفق ہوگئی ہوتی تو ناممکن ہے کہ اس کے بعد بھی علماء خواہ مخواہ ان اَحرفِ سبعہ کی تفسیر کے متعلق چالیس اَقوال کی حد تک باہم اختلاف کرتے اور قائلین مسلک ہذا کے علی الرغم یہ سب علماء اس اَمر پر متفق الرائے ہوجاتے کہ یہ ساتوں احرف باقی و ثابت ہیں جبکہ اجماع علماء، حجت ہے لہٰذا ان ساتوں ہی احرف پر باقی و ثابت تسلیم کرنا ہوگا۔

⑨ اگر یہ تسلیم بھی کرلیں کہ بزمانۂ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ، اقطار الارض میں نزاع مسلمین کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس بات پر مجبور ہوگئے تھے کہ سب مسلمانوں کو تلاوت قرآن کے بارے میں صرف ایک ہی حرف پر جمع کردیا جائے تو پھر بھی یہ اشکال ہے کہ بقاعدۂ الضرورۃ تقدر بقدرھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی صورت حال میں صرف قراءات کی حد تک تو ان چھ احرف کی ممانعت کردیتے مگر کم اَزکم تاریخ کے صفحات میں تو ان کے تذکرہ کو ضرور برقرار رکھتے باوجود یہ کہ یہ احرف ستہ نہ تلاوۃً منسوخ ہیں نہ حکماً اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و سلف صالحین و اکابر عظام نے تو ان سے بھی کمتر چیزیں مثلاً آیات منسوخہ، قراءات شاذہ، احادیث منسوخہ بلکہ احادیث موضوعہ تک اوراق تاریخ میں محفوظ کردی ہیں۔ پس جب تاریخ میں بھی ان احرف ستہ مترادفہ متروکہ کا کوئی ذکر موجود نہیں تو لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا کہ قراء ات متداولہ میں بھی یہ سب کے سب احرف ثابت و باقی ہیں (معلوم ہوا کہ احرف سبعہ، کلمات مترادفہ کے معنی میں نہیں بلکہ سبعہ لغات وغیرہ ان احرف سبعہ کے مصداق ہیں۔)[صفحہ:۱۷۱]

⑩ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دفاع قرآن اور محافظت قراءات میں اس قدر متصلب و بیدار مغز و محتاط تھے کہ جہاں کہیں کوئی معمولی سی نئی بات بھی اپنے اَخذ کردہ طریقۂ اَدا کے برخلاف سنتے فوراً پوری ہمت و تندہی کے ساتھ اس کے خلاف برسرِ پیکار ہوجاتے اپنے مؤقف پر انتہائی سختی و مضبوطی کامل جرأت وقوت کے ساتھ جم جاتے اور کامل تشفی و تسلی ہوئے بغیر قطعاً اس سے ہٹنے کا نام نہ لیتے۔ دیکھئے! ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنی قراءات میں فی الواقع حق پر تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے وہ یہ بھی کہتے جارہے تھے کہ مجھے یہ قراءات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے مگر اس کے باوجود عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کی ایک نہ سُنی اور ان کو کشاں کشاں خدمت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے اور فیصلہ کے خواستگار ہوئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تصویب فرما دی تب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں چھوڑا۔ ایسی صورت حال میں یہ قطعاً ناممکن و مستبعد ہے کہ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے چھ احرف کے ترک پر اجماع کرلیا ہو۔[مناہل:۱۴۴،۱۴۵]

⑪ قراءاتِ حاضرہ متداولہ میں الفاظ مترادفہ نیز لغات قبائل وغیرہ کی قسم سے مختلف اَنواع کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس مذہب کے قائلین کی رائے کے موافق، باوجود اس قدر کثرت و وسعت کے پورے کے پورے اختلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا رجوع صرف ایک ہی حرف کی طرف ہو رہا ہے، جو باطل ہے۔

④ احرف سبعہ کی حکمت، قرآنی اداء میں اُمت اسلامیہ کو تخفیف و آسانی کا مہیا کرنا ہے اور یہ حکمت تبھی باقی رہ سکتی ہے جبکہ پورے کے پورے سبعہ اَحرف کو باقی مانا جائے لہٰذا چھ احرف کی متروکیت کا قول غلط ہے۔

[مناہل: ۱۷۲]

ان کے علاوہ مزید چند ایک اعتراضات ایسے ہیں جو ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کی ترجیح میں ہمارے سامنے حائل ہیں:

① اس بارے میں ایک اہم دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو جمع کرنے کا پروگرام مرتب کیا تو سب سے پہلے صحابہ کو خطاب فرمایا جس میں صحابہ سے اس بات کا اِقرار لیا گیا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن سبعہ اَحرف پر اترا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ اتنے صحابہ نے ہاتھ کھڑے کر کے گواہی دی کہ ان کا شمار مشکل تھا۔

اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اگر حروف ستہ کو منسوخ کرنا تھا، جیسا کہ ابن جریر رحمہ اللہ کا مؤقف ہے، تو صحابہ سے نزول سبعہ اَحرف کے باب میں تائید کی ضرورت ہرگز نہ تھی بلکہ سوال یوں کرتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ سبعہ اَحرف کو اللہ رب العزت نے انسانوں کی آسانی کی خاطر اتارا تھا اور اُمت کو یہ اختیار بخشا تھا کہ اس میں سے جس کو چاہے اختیار کرلیں۔ اور آج چونکہ اُمت میں ایسا اختلاف پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ضروری ہے کہ احرف ستہ کو ختم کر دیا جائے اور ایک حرف کو باقی رکھ کر اختلاف کا سدباب کیا جائے، اس پر مجھے جمیع اصحاب کی رائے درکار ہے۔ اور صحابہ اس پر اتفاق کر لیتے۔ یہ صورت تھی کہ وہ صحابہ سے مشورہ کرتے اور اُمت کے سامنے واضح ہو جاتا کہ واقعی احرف ستہ جو کہ صرف مترادفات کا اختلاف ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ ختم فرما دیے تھے۔

اس کے برعکس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ سے یہ پوچھنا کہ سبعہ اَحرف کا واقعی نزول ہوا ہے؟ تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ سبعہ اَحرف کی بقاء کے لیے اور اس کے مطابق مصاحف تیار کرنے کے لیے صحابہ سے بھی مہر توثیق ثبت کروانا چاہتے تھے۔ لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ عمل ہی احرف ستہ کے عدم تنسیخ و توقیف پر ظاہر و باہر ہے چہ جائیکہ مزید خارجی قرائن بھی اس کے مؤید ہوں۔

② امام ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کے مطابق اَحرفِ سبعہ سے مراد صرف مترادفات کا اختلاف ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ جو اختلاف آج کل موجود ہے وہ کیا اَحرف سبعہ کے نزول سے پہلے کا ہے؟ اور اگر پہلے کا ہے تو کیا صرف قریش کے لیے ان جمیع لہجات کو نازل کیا گیا تھا؟ یعنی امالہ بھی ان کے لیے نازل کیا گیا اور تحقیق بھی؟ ابدال بھی ان کی مشکل کو رفع کرنے کے لیے اُتارا گیا اور تسہیل کے نزول کی بھی یہی غرض تھی؟ اور یہی مسئلہ ادغام و اظہار وغیرہ کے نزول میں پیش نظر تھا؟۔ تو یہ بات تو عملی طور پر ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے افراد کئی ایک لہجات کے حامل ہوں جبکہ علماء لغت اور ائمہ قراءات نے اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ فلاں طرز اَدا کا تعلق فلاں قبیلے سے تھا مثلاً ھمزہ کے بارے میں یہ قول معروف ہے کہ قریش ھمزہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ ابدال کرتے تھے وغیرھم۔ اور اگر یہ کہا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائے کہ نہیں یہ جمیع اختلافات بعد ازاں نازل ہوئے ہیں تو کب نازل ہوئے؟ اور ان کے بطور قرآن نزول کی تاریخ اور دلیل کیا ہے؟ آپ انتہائی محنت اور جانفشانی سے ذخیرۂ حدیث کھنگال لیں تو سوائے ''أنزل القرآن علی سبعة أحرف'' کے، ایسی کوئی ایک روایت بھی نہ ڈھونڈ سکیں گے۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کا نزول ہوگیا تھا تو پھر باقی جمیع احرف کو ختم کر کے صرف انہی اختلافات کو باقی رکھنے کی کیا دلیل ہے؟ یقیناً مذکورہ سوالات کا اس کے علاوہ کوئی بھی جواب ممکن نہیں ہے کہ یہ جمیع اختلاف قراءات سبعہ احرف کے ہی ذیل میں داخل ہیں اور سبعہ احرف ہی کے ذریعہ ان کا نزول ہوا ہے اور انہیں اختیار کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ لہٰذا سبعہ اَحرف کی جو تشریح حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمائی ہے وہ ایک ناقص، مرجوح اور ناقابل فہم تشریح ہے جو اپنے اندر بے شمار لاینحل پیچیدگیاں لیے ہوئے ہے۔

سبعہ اَحرف بمعنی سبع لغات متفرقة فی القرآن

اس قول کے قائلین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ، ابن عطیہ رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، ابوحاتم السجستانی رحمہ اللہ، ثعلب رحمہ اللہ، احمد الازھری رحمہ اللہ اور امام دانی رحمہ اللہ وغیرہم شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

''نزل القرآن بلغة مضر'' [فتح الباری: ۹/۲۷]

''قرآن کریم مضر کی لغت میں نازل کیا گیا ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''وعين بعضهم فيما حكاه ابن عبد البر السبع من مضر أنهم هذيل وكنانة وقيس وضبة وتيم الرّباب وأسد بن خزيمة وقريش فهذه قبائل مضر تستوعب سبع لغات.''

''بعض لوگوں نے لغاتِ مضر کی تعیین بھی کی ہے۔ جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مضر کی سات لغات سے ھذیل، کنانہ، ضبۃ، قیس، تیم الرباب، اسد بن خزیمہ اور قریش مراد ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

''نزل القرآن على سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن والعجز سعد بن بكر وجشم ابن بكر ونصر بن معاوية و ثقيف و هؤلاء كلهم من هوازن ويقال: هم عليا هوازن.''

[فتح الباری: ۸/۲۷]

''قرآن کریم سبع لغات پر نازل کیا گیا ہے جن میں پانچ عجز ھوازن سے ہیں جن میں سعد بن بکر، جشم بن بکر، نصر ابن معاویہ اور ثقیف کی لغات شامل ہیں، انہیں علیا ھوازن بھی کہا جاتا ہے۔''

ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ

سبعہ لغات کے قول کی نمائندہ شخصیت ابوعبید ہی ہیں، فرماتے ہیں:

''نزل القرآن على سبعة أحرف والأحرف لا معنى لها إلا اللغات.'' [فضائل القرآن: ۲/۱۷۵]

''قرآن سبعہ اَحرف پر نازل ہوا ہے اور سبعہ اَحرف کا معنی صرف اور صرف لغات ہیں۔''

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”ليس معنى تلك السبعة أن يكون الحرف الواحد يقرأ على سبعة أوجه هذا شيء غير موجود ولكنه عندنا إنه نزل على سبع لغات متفرقة في جميع القرآن من لغات العرب فيكون الحرف منها بلغة قبيلة والثاني بلغة أخرى سوى الأولى والثالث بلغة أخرى سواهما كذلك إلى السبعة وبعض الأحياء أسعد بها وأكثر حظاً فيها من بعض . “

[فضائل القرآن:۲/۹،۱۶۸]

”سبعہ اَحرف کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ایک ہی حرف میں سات وجوہ پائی جائیں ایسا بالکل موجود نہیں۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن سبع لغات پر نازل ہوا ہے جو متفرق طور پر قرآن میں موجود ہیں۔ ایک حرف ایک لغت پر، دوسرا دوسری پر اور تیسرا ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری لغات پر ہے یہاں تک کہ سات لغات مکمل ہو جائیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام قبائل کی لغات ایک ہی تناسب سے موجود ہوں بلکہ بعض قبائل اس میں زیادہ سعادت مند ٹھہرے ہیں کہ ان کی لغات پر قرآن کا زیادہ حصہ نازل ہوا ہے۔“

امام ابوحاتم السجستانی رحمہ اللہ

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”نزل بلغة قريش وهذيل و تميم والأزد و ربيعة و هوازن و سعد بن بكر . “

”قرآن کریم لغت قریش، ھذیل، تمیم، ازد، ربیعہ، ھوازن اور سعد بن بکر پر نازل ہوا ہے۔“

[الاتقان: ۱/۹۵، فتح الباری: ۹/۲۷]

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ

ابن عطیہ رحمہ اللہ بھی سبعہ اَحرف کی تشریح سبعہ لغات سے کرتے ہیں اور اس پر اُنہوں نے المحرر الوجیز کے مقدمہ میں تفصیلی بحث کی ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ قرآن کریم کو سبعہ لغات پر ہی کیوں اُتارا گیا ہے، ذیل میں ہم صرف ان کا سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ لغات کے باب میں تائیدی قول پیش کرتے ہیں:

”إن القرآن منزل على سبعة أحرف من اللغات والإعراب وتغيير الأسماء والصور وإن ذلك مفترق في كتاب الله ليس بموجود في حرف واحد وسورة واحدة . “

[المحرر الوجيز:۱/۴۰،۳۹]

”بلا شبہ قرآن کریم لغات کی سات اقسام پر نازل کیا گیا ہے جس میں اعراب، اَسماء اور الفاظ کی شکل کی تبدیلی کا اختلاف شامل ہے جو کسی ایک کلمہ میں نہیں بلکہ پورے قرآن میں پھیلا ہوا ہے۔“

دوسری جگہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وأنا ألخص الغرض جهدي بحول الله ، فأصل ذلك وقاعدته قريش ثم بنو سعد بن بكر لأن النبي ﷺ قرشي و استرضع في بني سعد و نشأ فيهم ثم ترعرع وعقت تمائمه وهو يخالط في اللسان كنانة وهذيلاً وثقيفا و خزاعة وأسداً وضبة وألفافها لقربهم من مكة و تكرارهم عليها ثم بعد هذه تميماً وقيساً ومن إنضاف إليهم وسط الجزيرة العرب فلما بعثه الله تعالىٰ ويسّر عليه أمر الأحرف أنزل عليه القرآن بلغة هذه الجملة المذكورة . “

[المحرر الوجيز:۱/۴۲]

”میں پوری بحث کو یوں دیکھتا ہوں کہ بنیادی زبان، جس پر قرآن نازل ہوا، قریش ہے اور پھر بنو سعد بن بکر۔ کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ ﷺ خود قریشی ہیں اور آپ ﷺ نے پرورش اور نشو ونما بنو سعد میں پائی ہے اسی طرح آپ کی زبان میں کنانہ، ھذیل، ثقیف، خزاعہ، اسد ان کے حلفا کی ملاوٹ ہے نیز آپ ﷺ قیس وتمیم اور وسطی جزیرۃ العرب کی لغات کے بھی امین ہیں۔ لہٰذا جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو قرآن کو ان جملہ عرب کے افصح لہجوں کی پوشاک پہنائی۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ شعب الایمان میں فرماتے ہیں:

"إنه الصحیح أي المراد اللغات السبع" [البرهان:۱/۲۱۱]

''صحیح ترین مذہب یہی کہ اَحرف سبعہ سے مراد لغات سبعہ ہیں۔''

اسی طرح امام محمد الازھری الشافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب التھذیب میں فرماتے ہیں:

''مختار مذہب یہی ہے کہ اَحرفِ سبعہ سے مراد سبعہ لغات ہی ہیں۔'' [البرھان:۱/۲۰۹]

ان کے علاوہ احمد بن الثعلب النحوی اور صاحب قاموس فیروز آبادی کا بھی یہی مذہب کہ سبعہ اَحرف کی صحیح تشریح سبعہ لغات ہی ہیں۔

مذکورہ قول پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

مذکورہ قول پر ابھی تک جو اعتراضات کئے گئے وہ تین سے زیادہ نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم ان اعتراضات کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی علمی اور عقلی حیثیت واضح کرتے ہیں:

پہلا اعتراض

اس قول پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کے حاملین نے سبعہ لغات کی تعیین میں اختلاف کیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ اور ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ وغیرہم نے سبعہ لغات کا مصداق جن قبائل کو ٹھہرایا ہے وہ مختلف ہیں۔ لہٰذا سبعہ اَحرف کی یہ تشریح قابل قبول نہیں ہے۔

اس اعتراض کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ جمیع حضرات دو باتوں میں متفق ہیں۔ پہلی بات یہ کہ سبعہ اَحرف کی تشریح لغات عرب سے ہی کی جائے گی اور سبعہ لغاتِ عرب کوئی مترادفات کی قسم کا اختلاف نہیں ہے بلکہ سبعہ لغات قرآن مجید میں بکھری ہوئی ہیں۔ اب اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ وہ کون سے افصح ترین قبائل ہیں جن کی لغات پر قرآن نازل ہوا ہے۔ اس بارے میں ہر ایک شخص، جو لغت ولسانیات کا ماہر اور عالم ہے، کا اپنا مشاہدہ ہے۔ اور آدمی کے کسی چیز کو دیکھنے کے خاص زاویے ہوتے ہیں جن کے مطابق وہ کسی چیز کو پرکھتا ہے۔ اس لیے تعیینِ قبائل میں مختلف الاقوال ہونا اس کے ضعف کا باعث نہیں ہے۔ اور اس سے قول کی بنیادی صحت پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ وہ بہر حال سبعہ لغات قبائل عرب ہی ہیں۔

دوسرا اعتراض

اس قول پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں تو تقریباً جمیع قبائل عرب کی لغات موجود ہیں جو کہ عملاً ثابت بھی ہو چکا ہے۔ تو پھر یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ سبعہ احرف سے مراد سبعہ لغات عرب ہیں۔

یہ اعتراض یقیناً ایک اہم اعتراض ہے کہ استقراءِ عملاً اس بات کا اِنکار کر رہا ہے کہ قرآن مجید فقط لغات سبعہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہی منحصر ہو۔ یقیناً یہ بات اسی طرح ہی ہے کہ قرآن مجید میں دیگر قبائل عرب کی لغات بھی موجود ہیں جن کی تعداد سات سے بہت زیادہ ہے لیکن اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم سات لغات سے زائد پر اُترا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں اگر کسی لغت کے ایک دو حرف موجود ہیں تو اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم میں باقاعدہ اس لغت کا لحاظ رکھا گیا ہے بلکہ قرآن کریم میں جن لغات کا زیادہ حصہ موجود ہے تو ان میں سے بھی ان کی وہی لغات منتخب کی گئی ہیں جو فصیح تھیں اور ان کے جو استعمالات غیر فصیح اور ردی قسم کے تھے ان کا یکسر خیال نہیں کیا گیا۔ اور جن لغات کے ایک دو الفاظ موجود ہیں وہ ان لغات سے نہیں لیے گئے بلکہ وہ لغت قریش سے ہی ماخوذ ہیں کیونکہ قریش مرجع الخلائق تھے۔ ان کے پاس جمیع عرب کی آمد و رفت رہتی تھی اور وہ کسی بھی لغت کے بہترین الفاظ جو انہیں پسند آتے، اختیار کر لیتے تھے اور ان کا عام بول چال میں استعمال شروع کر دیتے تھے۔ لغت قریش کے افصح اللغات ہونے کی بھی بنیادی وجہ یہی ہے۔ جس کا اظہار کئی ماہرین لغت و بیان نے بھی کیا ہے۔ جیسا کہ قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

❶ لغت قریش اپنے ماحول کی بہت سی لغات سے متاثر ہوئی۔ دوسری لغات کے بہت سے الفاظ اور صیغے چن کر قریش نے اپنی لغت میں شامل کر لئے تھے جس کے متعدد عوامل و مواقع انہیں مہیا ہوتے تھے مثلاً وہ بیت اللہ کے مجاورین اور مرجع الخلائق تھے، سردی و گرمی میں قریش دو اسفار کرتے تھے، عرب میں متعدد بازار لگتے تھے، شعر و نقدِ ادبِ عربی کی مختلف مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں۔ پس جب ہم لغتِ قریش بولتے ہیں تو گویا ہم اس سے وہ پوری لغت عربیہ مشترکہ مراد لیتے ہیں جو عرب کے ان جملہ چیدہ چیدہ فصیح ادباء، شعراء، خطباء کی مشترکہ زبان تھی جنہیں قرآن نے اپنے مثل صرف ایک سورت یا صرف ایک جملہ ہی بنا کر پیش کرنے کا چیلنج کیا تھا۔ [حیات ترمذی:٦٧٧]

❷ وكانت قريش أجود انتقاداً للأفصح من الألفاظ وأسهلها على اللسان عند النطق وأحسنها جرساً وإيقاعا في السمع وأقواها إبانة عما يختلج في النفس من مشاعر وأحاسن وأوضحها تعبيراً عما يجول في الذهن من فكر ومعان لذلك غدت قريش أفصح العرب.
[الصاحبي في فقه اللغة:٢٣]

’’قریش، دیگر قبائل کے لغات و لہجات میں سے انتخاب و چناؤ کے بارے میں سب سے زیادہ باذوق واقع ہوئے تھے کہ وہ ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے جو انتہائی فصیح ہوتے، بولتے وقت زبان پر بہت آسان، سننے میں پرشوکت، اندرونی جذبات و احساسات کے اِظہار میں سب سے قوی اور ذہنی اَفکار و معانی کی تعبیر میں انتہائی واضح ہوتے تھے لہٰذا قریش افصح العرب قرار پائے۔‘‘

❸ قال الفراء: كانت العرب تحضر الموسم في كل عام وتحج البيت في الجاهلية، وقريش يسمعون لغات العرب فما استحسنوه من لغاتهم تكلموا به فصاروا أفصح العرب وخلت لغتهم من مستبشع اللغات ومستقبح الألفاظ. وذهب ثعلب في إماليه مذهب الفراء.
[المزهر:١/٢١١، ٢٢١]

’’فراء کہتے ہیں کہ عرب ہر سال موسم میں آتے اور جاہلیت کے طریقے پر حج کرتے تھے، قریش اس موقع پر سب عرب کی لغات سنتے اور جو لغت انہیں اچھی لگتی اسے بولنا شروع کر دیتے تھے۔ اس طرح وہ افصح العرب بن گئے اور ان کی لغت کریہہ و قبیح الفاظ سے خالی و محفوظ ہوگئی۔ امالی میں ثعلب نے بھی یہی فراء رحمہ اللہ والی تقریر کی ہے۔‘‘

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

”قول من قال: إن القرآن نزل بلغة قريش معناه عندي “في الأغلب“ -والله أعلم- لأن غير لغة قريش موجودة في صحيح القراءات من تحقيق الهمزات ونحوها وقريش لا تهمز.“ [تفسير القرطبي: ۱/۴۳]

”جس قائل نے یہ کہا ہے کہ ”قرآن لغت قریش میں نازل ہوا ہے“ میرے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے کہ ”اکثر وبیشتر ایسا ہی ہے“ واللہ اعلم۔ وجہ یہ ہے کہ قراءات صحیحہ میں غیر لغت قریش بھی موجود ہے مثلاً ہمزات وغیرہ کی تحقیق (بلغۃ تمیم) باوجودیکہ قریش تحقیق نہیں کرتے (بلکہ ابدال کرتے ہیں)“ [حیات ترمذی: ۶۷۸]

تیسرا اعتراض

اس قول پر تیسرا اعتراض جو اکثر کیا جاتا ہے اور عموماً اسی کی بنیاد پر اس قول کو مرجوح بھی قرار دیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے وہ اس بات کا انکار کرتا ہے کہ سبعہ اَحرف سے مراد سبعہ لغات ہیں، کیونکہ اس قول سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ قبائل عرب کو سبعہ اَحرف کے ذریعہ جو آسانی دی گئی وہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی لغت میں تلاوت کرے تاکہ اُسے قرآن پڑھنے میں مشکل نہ ہو، جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ دونوں قریشی ہیں۔ ان کا اختلاف اس قول کے موافق اس بات کا متقاضی ہے کہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کسی دوسری لغت پر تلاوت کر رہے ہیں یا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری لغت کے مطابق قرآن سکھلایا تھا۔

اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا ہشام رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہوں اور آپ کسی کو دوسری لغت کے مطابق قرآن پڑھا رہے ہوں۔ انہوں نے سن کر یاد کر لیا ہو اور اسی کے مطابق پڑھنا شروع کر دیا ہو، یہ جواب اس لیے اطمینان بخش نہیں ہے کہ خود الفاظ حدیث اس کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ ہشام اس بات کے مدعی تھے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے پڑھایا ہے جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نہیں پڑھایا یعنی صرف یہ سماعت کی بنیاد پر تلاوت نہیں ہو رہی تھی بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پڑھایا تھا۔

اس کا ہماری نظر میں صحیح اور قرین قیاس جواب یہ ہے کہ نہ تو حضرت ہشام رضی اللہ عنہ لغت قریش کے خلاف پڑھ رہے تھے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے علاوہ کسی دوسری لغت پر قرآن کریم سیکھا تھا بلکہ دونوں ہی لغت قریش پر تلاوت کرتے تھے، اور مذکورہ مسئلہ جس کی وجہ سے ان کے مابین نزاع ہوا ہے یہ اِختیارات کا مسئلہ تھا نہ کہ لغات کا۔ وہ اس طرح سے کہ اللہ رب العزت نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ کوئی بھی شخص اپنی پسند اور اختیار کے مطابق قراءت کر سکتا ہے، یعنی ترتیب (Set) اپنی مرضی سے بنائی جا سکتی ہے۔ جس کو اس مثال سے زیادہ سمجھنا آسان ہے کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم یہ جمیع انصاری صحابہ ہیں، لیکن تمام کے قرآن پڑھنے کے انداز مختلف تھے جو حرف ابی رضی اللہ عنہ، حرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حرف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حرف ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں اور ان کی قراءت میں خاصا اختلاف تھا جیسا کہ کتب میں موجود ہے۔ اور بعینہ یہی مسئلہ سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کا تھا یعنی لغت کا اختلاف نہیں بلکہ اختیارات کا اختلاف تھا۔ اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ حروف تو صرف سات اترے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آج جو صحیح اور متواتر روایات اور طرق ہیں، جس کے مطابق قرآن پڑھنا درست ہے، ان کی تعداد اسّی ہے تو یہ سب بھی اختیارات کی بنیاد پر ہوا ہے۔

راجح موقف

ہمارے فہم میں راجح موقف امام ابوعبید رحمہ اللہ وغیرہم کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو احرف کی تشریح کسی ریاضیاتی اور استقرائی قول کی بنیاد پر نہیں کرنی پڑتی جس کا صدور آپ ﷺ کے احوال وظروف میں ممکن ہی نہ ہو اور ایک بے جا تکلف محسوس ہو، اور نہ ہی اس کی ایسی تشریح کی جاسکتی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمیں ویسے ہی سبعہ احرف، جو اللہ رب العزت کا امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان اور عنایت ہیں، سے ہی ہاتھ دھونا پڑیں، اور نعوذ باللہ صحابہ کے ذمہ ہم ایسی بات ڈالیں جو ان کے بارے میں سوچنا ہی مشکل ہے کہ انہوں نے سبعہ احرف کو ویسے ہی ختم کردیا تھا۔ اور امام ابوعبید رحمہ اللہ وغیرہ کے قول کے موافق سبعہ احرف کا مفہوم بھی حل ہوجاتا ہے اور کسی غیر منطقی تاویل کا سہارا بھی نہیں لینا پڑتا۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ مذکورہ جمیع تشریحات، اقوال اور اختلافات کا نفس قراءات پر بھی کوئی اثر پڑتا ہے تو یقیناً اس کا جواب نفی میں ہوگا کیونکہ مذکورہ جمیع علماء اور ان کے علاوہ اہل السنۃ والجماعۃ کے دیگر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ قراءاتِ عشرہ جو تواتر کے ساتھ ہماری طرف منقول ہیں، تمام کی تمام ثابت ہیں اور ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے اور جو شخص ان کے انکار کا مرتکب ہوگا وہ انکارِ قرآن کا مرتکب ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

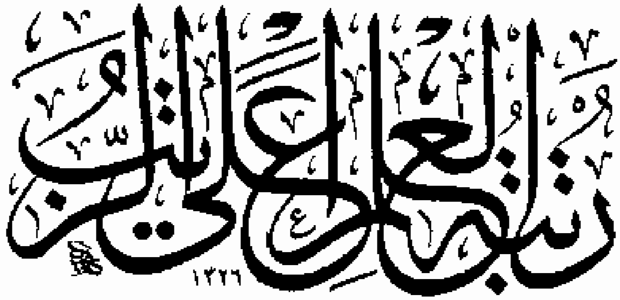

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

القراء ات والقراء

اُستاد الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبدہ کا یہ مضمون مجلّہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں شائع ہوچکا ہے۔ لیکن مؤلف کی بلند پایہ شخصیت اور موضوع کی مناسبت سے قارئین رشد کیلئے خاص طور پر اس تحریر کوشامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ یاد رہے کہ موصوف عملی طور پر متنوع قراء ات کے مکمل طور پر قائل تھے لیکن فکری طور پر سبعہ احرف کی متعدد تشریحات میں سے دیگر اہل علم کی طرح امام ابن جریر طبری کی رائے کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ چنانچہ اس تحریر کے مطالعہ کے ضمن میں قارئین کو پچھلے دو شماروں میں سبعہ احرف کی تشریح وتعبیر کے حوالے سے مطبوع دیگر مضامین کا عموماً اور اس شمارہ میں موجود قاری فہد اللہ رسولنگری کے مضمون 'سبعہ احرف ......توضیحات وتنقیحات' کا خصوصاً جائزہ لے لینا چاہیے جن میں سبعہ احرف کے ضمن میں راجح رائے کا تعین اور امام ابن جریر کے مؤقف کی توضیح کی کوشش کی گئی ہے۔ [ادارہ]

علم القراء ات میں تالیف کی اِبتداء تو دوسری صدی ہجری کے نصف اوّل میں ہی شروع ہوگئی تھی۔ اس کے بعد یہ موضوع وسعت اختیار کرتا گیا اور اس علم پر ہزاروں کتابیں تالیف ہوتی گئیں۔

اس فن پر قدیم کتابوں میں 'اَفواج القراء' بہت اہم ہے جو أبوالحسن احمد بن جعفر ابن المناوی (م ۳۳۶ھ) کی تالیف ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں اس سے اقتباسات نقل کیے ہیں۔ اور فہرست ابن الندیم میں مذکور محمد بن الحسن بن زیاد النقاش (م ۳۵۱ھ) کی کتاب 'المعجم الکبیر في أسماء القراء والقراء ات' (تراجم قراء اور قراء ات کے حوالے سے) ایک معروف کتاب ہے۔ ابن الندیم لکھتے ہیں:

وقد سمع منه ابن مجاهد شيئا من الحديث [الفهرست:۵۶]

تراجم قراء پر لکھنے والوں میں سے امام عثمان بن سعید ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ (م ۴۴۱ھ) امام ابوبکر احمد بن الفضل رحمہ اللہ (۴۶۰ھ) ہیں ان سے قبل خلف بن ہشام رحمہ اللہ (م ۲۲۹ھ) نے 'کتاب القراء ات' مرتب کی تھی۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے 'الإعلان بالتوبیخ' میں اور ابن الندیم نے 'الفہرست' میں اس کا ذکر کیا ہے۔

[الاعلان:۵۶۴، الفہرست:۳۵]

ابوطاہر عبدالواحد بن عمر بن محمد بن ابی ہاشم البزار رحمہ اللہ (م ۳۴۹ھ) البغدادی نے 'کتاب البیان' لکھی جو کہ مفقود ہوچکی ہے۔ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ (م ۴۴۱ھ) اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ اور پھر ذہبی کے تلامذہ نے اس فن کو فروغ دیا۔ پھر ابن الجزری رحمہ اللہ نے ذہبی کی کتاب کو بنیاد بنا کر اس پر اضافے کیے ہیں اور 'طبقات القراء' کے نام سے

☆ شیخ الحدیث والتفسیر، اُستاذ الاساتذہ، محشّی اشرف الحواشی ومصنف کتب کثیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔

القراء ۃ کوحرف بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"ان القرآن أنزل علی سبعة أحرف" [صحیح بخاری:۴۹۹۲]

حرف کے معنی جانب یا جانب کے ایک حصہ کے ہیں اور حروف تہجی چونکہ کلمہ کا جزو بنتے ہیں اس لیے ان کو حروف کہا جاتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں حرف کے دو معنی ہوسکتے ہیں:

الف: قرآن سات لہجات مختلفہ پر نازل ہوا پس یہاں حرف بمعنی وجہ ہے اور لغت میں حرف بمعنی وجہ آتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ [الحج:۱۱]

یعنی بعض لوگ ایک وجہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں یعنی جب تک ان کو خیر و نعمت حاصل ہوتی رہتی ہے تو عبادت کرتے رہتے ہیں اور جب کبھی سختی اور شدت سے دوچار ہوتے ہیں تو عبادت ترک کردیتے ہیں اسی معنی کے اعتبار سے مختلف قراءات کو اَحرف کہا گیا ہے اور یہ موضوع تفصیل طلب ہے۔

ب: قراءات کو اَحرف کہنا توسع کے طور پر ہے جب کہ کل کا نام جز پر رکھ دیتے ہیں قراءات میں چونکہ کلمہ ایک حرف کے تبدیل ہونے سے مختلف ہوجاتا ہے اس لیے قراء ات کو احرف کہا گیا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہے۔

" یقرأ سورة الفرقان علی حروف لم یقرئنیها رسول الله "[صحیح بخاری:۲۴۱۹]

''کہ یہ سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھ رہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے۔''

اِس تمہید کے بعد اَب ہم اصل موضوع کو شروع کرتے ہیں۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم و تعلم کو سب سے اَفضل عمل گردانا ہے صحیح بخاری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"خیرکم من تعلم القران و علمه" [صحیح بخاری فضائل القرآن مع الفتح:۱۰/۴۵]

''کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو قرآن کی تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے ہیں۔''

یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جو طبرانی نے اسناد جید کے ساتھ روایت کی ہے اور شعب الایمان بیہقی میں ہے۔

"أشراف أمتی حملة القرآن و أصحاب اللیل "

[فصل فی تنویر موضع القرآن، أشراف أمتی:۲۵۸۹]

''حفاظ قرآن اور رات کو قیام کرنے والے میری اُمت کے اشراف ہیں۔''

ابوعبدالرحمٰن السلمی جلیل القدر تابعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تلمذ اَرشد تھے انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس بیان کردہ حدیث کی وجہ سے ہی میں چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک کوفہ کی جامع مسجد میں قرآن پڑھا رہا ہوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے سلمی سے ہی قرآن پڑھا تھا چنانچہ بخاری میں ہے:

"وأقرأ أبو عبد الرحمن فی امرة عثمان حتی کان الحجاج قال: وذاك الذی اقعدنی مقعدی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

هذا " [النشر:۸ واخرجہ الترمذی مع تحفہ:۵۳،۵۲/۴]

''اور سلمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امارت میں قرآن پڑھانا شروع کیا اور کوفہ میں حجاج کے زمانہ امارت تک پڑھاتے رہے اور انہوں نے کہا۔ اس حدیث کی وجہ سے ہی میں اس جگہ پر بیٹھا ہوں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اگر اوّل خلافت عثمان رضی اللہ عنہ سے آخر ولایت حجاج کی مدت شمار کی جائے تو تین ماہ کم ۷۲ رسال بنتی ہے اور آخر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ سے اِبتداء ولایت حجاج کی مدت لی جائے تو ۳۸ رسال بنتی ہے اور معلوم نہیں ہوسکتا کہ سلمی نے تدریس قرآن کس سنہ سے شروع کی اور کس سنہ تک پڑھاتے رہے۔[جامع الترمذی:۵۳/۴]

اور ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جس کو قرآن نے مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کر دیا اس کو میں تمام سائلوں سے بہتر دیتا ہوں۔[تحفۃ الاحوذی بحوالہ فتح الباری]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

"أفضل العبادة قراءة القرآن" [شعب الایمان]

''کہ قرآن کی تلاوت ہی بہترین عبادت ہے۔''

الغرض متعدد اَحادیث میں تلاوت قرآن کی فضیلت آئی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

قرآن فہم کے ساتھ پڑھا جائے یا بلافہم دونوں صورتوں میں تلاوت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

اور یہی سوال کسی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے کیا کہ اگر تلاوت کے لیے نہیں بلکہ علمی طور پر تحقیق و مطالعہ کے لیے قرآن پڑھا جائے تو کیا اس کا ثواب ملتا ہے؟ تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سبق کے طور پر پڑھنا بھی اس میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں غوروفکر کا حکم دیا ہے اور یہ صرف قرآن کی فضیلت ہے کہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی قراءت و حفظ کو سہل کر دیا گیا ہے قرآن کے سوا دنیا میں ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جو کئی ملین لوگوں کو زبانی یاد ہو حتیٰ کہ پانچ سے دس سال کے مسلمان بچے بھی الحمد سے والناس تک روانی سے پڑھتے ہیں۔ صحیح مسلم کی قدسی حدیث میں ہے۔

"ومنزل عليك كتاباً لا يغسله الماء" [صحيح مسلم:۵۱۰۹]

''اور تجھ پر ایسی کتاب نازل کر رہا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکے گا۔''

تو یہ حفظ ہی کی طرف اِشارہ ہے کیونکہ جو کتاب محض اَوراق میں ہو وہ تو پانی سے دھوئی جاسکتی ہے مگر جو صدور و قلوب میں محفوظ ہو اس کو پانی سے دھوڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کے حفظ میں غیر معمولی دلچسپی لی اور ایک ایک حرف رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا حتیٰ کہ حرکات وسکنات اور اثبات و حذف کو بھی محفوظ کرلیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قراء قرآن کی معتدبہ تعداد موجود تھی جیسا کہ آئندہ آرہا ہے مگر چار صحابہ کرام وہ تھے جنہوں نے اپنے آپ کو اسی کام کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں ہے۔

"خذوا القرآن من أربعة من عبد الله بن مسعود و سالم بن معقل (مولیٰ ابی حذیفة) و معاذ بن جبل و اُبی بن كعب" [صحيح بخاری مع الفتح:۴۲/۱۰]

''چار صحابہ سے قرآن حاصل کرو، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سالم مولی ابی حذیفۃ رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ''

تاہم وجوہِ قراءۃ متعدد صحابہ سے محفوظ ہیں۔ ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب القراء ات میں جن صحابہ کا ذکر کیا ہے ان میں بیس مہاجرین اور سات اَنصار بھی شامل ہیں۔

① حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ④ حضرت علی رضی اللہ عنہ
⑤ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت سعد رضی اللہ عنہ
⑦ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ⑧ حضرت سالم مولی ابی حذیفۃ رضی اللہ عنہ
⑨ حضرت حذیفۃ رضی اللہ عنہ ⑩ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
⑪ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ⑫ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
⑬ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ⑭ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
⑮ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ⑯ حضرت عبداللہ بن الذبیر رضی اللہ عنہ
⑰ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ ⑱ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
⑲ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ⑳ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

اِن تمام کا تعلق مہاجرین سے ہے اَنصار میں سات قراء مشہور ہیں:

① حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ② حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
③ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
⑤ حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ
⑦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو فتنہ ارتداد اور پھر جنگ یمامہ میں سات سو کے قریب نامور صحابہ کرام شہید ہوگئے جن میں قراء قرآن بھی تھے تو اس صورت حال کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید جمع کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے تو تامل کیا مگر بالآخر صحابہ کرام کے مشورہ سے طے پایا کہ قرآن کو یکجا کر دیا جائے کیونکہ صحابہ کے پاس مختلف صحف تھے۔ مگر یکجا کسی کے پاس نہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمیٹی مقرر کر دی اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کمیٹی کا صدر بنا دیا گیا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے محنت شاقہ کے بعد قرآن کا ایک نسخہ تیار کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہ نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحویل میں رہا اور پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس اَمانت رہا۔

[صحیح بخاری باب جمع القرآن،فتح الباری:۱۰/۳۸۶]

مصاحفِ عثمانی

۳۰ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آرمینیہ اور آذربائیجان کے علاقہ فتح ہوئے۔ فاتحین میں عراقی اور شامی فوج جمع تھی۔ ان میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ قرآن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں اختلاف کر رہے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنی قراءۃ کو ترجیح دے رہے ہیں جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اہل کوفہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف پر متفق تھے اور اہل بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مصحف کو اختیار کیے ہوئے تھے اور اہل دمشق مقداد بن اسود کے مصحف پر مجتمع تھے اور اہل شام کے پاس ابی بن کعب کا مصحف تھا اور مذکورہ مصاحف ترتیب اور بعض حروف میں مختلف تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

" يا أمير المؤمنين! أدرك هذا الأمة، قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود و النصارى "[صحيح بخاري باب جمع القرآن:۳۰۲۹]

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر کر دی جو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی ان میں حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور بقیہ تینوں قریشی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو متعلقہ مواد جمع کر کے دے دیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو نسخہ تھا وہ بھی منگوالیا اور ان کو ہدایت کر دی کہ قرآن کے کچھ نسخے تیار کریں جو مراکز اسلامی میں بھیجے جائیں اور یہ بھی ہدایت کر دی کہ اگر کسی کلمہ میں ان کا باہم اختلاف ہوجائے تو قریش کے رسم الخط پر لکھا جائے کیونکہ قرآن انہی کے لہجہ پر نازل ہوا ہے۔ (چنانچہ ترمذی میں ہے کہ لفظ التابوت اور التابوۃ کے رسم میں اختلاف ہوگیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ 'التابوۃ' لکھنا چاہتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو انہوں نے قریش لہجہ کے مطابق 'التابوت' لکھنے کا حکم دیا۔)

چنانچہ سرکاری ہدایت کے مطابق قرآن کے نسخے تیار کر دیئے گئے جن کو مصاحف کا نام دیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف مدینہ میں رکھا جسے 'الإمام' کہا جاتا ہے اور دوسرے پانچ یا چھ مصاحف مختلف بلادِ اسلامیہ میں بھیج دیئے۔ (مصاحف کے متعلق مشہور تو یہی ہے کہ ان کی تعداد پانچ تھی جیسا کتاب المصاحف لابن ابی داؤد میں ہے مگر ابن ابی حاتم نے سات بتائی ہے جو مندرجہ ذیل مراکز میں بھیجے گئے۔ کوفہ، بصرہ، مکہ، شام، یمن اور بحرین اور ہر مصحف کے ساتھ ایک مقری مقرر کیا گیا تاکہ صحیح طور پر قرآن پڑھا جائے۔)

[فتح الباری:۳۹۵/۱۰، كتاب المصاحف للسجستاني:۲۴]

ابن سیرین رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ رکنی کمیٹی بنائی تھی جن میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا۔ سب سے خوشخط کون ہے؟ تو لوگوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام لیا پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ فصیح کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ [فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے مصاحف سجستانی کا حوالہ دیا ہے۔ راجع: ۳۹۳/۱۰] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" لوكان المملى من هذيل والكاتب من ثقيف لم يوجد فيه لحن "[كتاب المصاحف لابن أبى داؤد، باب المصاحف العثمانية]

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مملی ہوگا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب ہوگا۔ کیونکہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا لہجہ رسول اللہ ﷺ کے لہجہ کے مشابہہ تھا۔ [طبقات ابن سعد]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بعض رِوایات میں سعید کی بجائے ابان بن سعید بھی مروی ہے۔ خطیب لکھتے ہیں یہ عمارہ بن غزیۃ کا وہم ہے کیونکہ ابان تو شام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی قتل ہو چکا تھا۔

ابوبکر سجستانی نے بقیہ ارکان کی فہرست بھی دی ہے جو یہ ہے:

(۵) مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ امام مالک کے جدامجد (۶) کثیر بن افلح رضی اللہ عنہ

(۷) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۸) انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۹) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں بارہ رکنی کمیٹی سے یہ کل نو آدمی معلوم ہو سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”لا یملین في مصاحفنا الاعلماء قریش أو ثقیف“[کتاب المصاحف لابن أبی داؤد، باب جمع عمر بن الخطاب]

لیکن مذکورہ کمیٹی میں کوئی بھی ثقفی نظر نہیں آتا بلکہ قریشی یا انصاری ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء تو سعید رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ نے کی پھر مثنیٰ مصاحف کی تیاری کے لیے دوسرے لوگ بھی شامل کر لیے گئے اور اِملاء میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مدد لی گئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی برہمی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو نہ تو چار رکنی کمیٹی کا رکن بنایا گیا اور نہ ہی بارہ رکنی کمیٹی میں شامل کیے گئے اس لیے انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر اپنے رنج وملال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

”یا معشر المسلمین! أعزل عن نسخ کتابة المصاحف یتولاھا رجل واللہ! أسلمت وإنه لفي صلب رجل کافر.“[جامع الترمذي:۳۱۰۴]

اور مصاحف ابن ابوداود سجستانی میں ہے کہ انہوں نے کہا:

”ولقد أخذت مِن في رسول اللہ ﷺ سبعین سورة وإن زید بن ثابت لصبي من الصبیان.“

ابووائل کی روایت میں بضع وسبعین سورة بھی آیا ہے۔ [فتح الباري:۱۰]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے معذرت

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے معذرت کی جا سکتی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی آمد تک اتنا بڑا اہم منصوبہ معرض التواء میں نہیں ڈال سکتے تھے، کیونکہ یہ ہنگامی قسم کی ضرورت تھی اور حالات کا فوری تقاضا تھا نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے موجودہ صحف کو ایک مصحف کی شکل دینا تھی تاکہ حروف کا اختلاف ختم ہو جائے۔ اور پہلے صحف کو چونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا لہٰذا دوبارہ لکھنے کے لیے بھی یہی موزوں تر تھے۔ ترمذی کی روایت کے آخر میں ہے:

”فکرہ ذلك من مقالة عبداللہ بن مسعود رجال من أفاضل الصحابة.“[جامع الترمذي:۳۱۰۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک اہم سوال

لیکن یہاں پر ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو وہ مصاحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیئے تھے تو بعد میں ان کا انجام کیا ہوا؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سجستانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مروان نے وہ صحف ضائع کر دیئے تھے تا کہ مرور ایام کے ساتھ کسی قسم کا نزاع پیدا نہ ہو۔ لیکن اولاً تو ان تختیوں کا ضیاع المیہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لکھی گئی تھیں اور پھر ان صحف کا ضیاع بڑا المیہ ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع کئے گئے تھے۔ یہ اظہار افسوس کسی شک وشبہ کی بناء پر نہیں ہے، بلکہ ایک دستاویز کی اصل شکل ضائع ہونے کی بناء پر ہے اور موجودہ دور کے تقاضوں اور اصل مخطوطوں کی اہمیت کو سامنے رکھا جائے تو ان صحف کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے، خصوصاً جب تحقیق کے لیے اصل شہادۃ بھی آثار قدیمہ ہی رہ گئے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے آخر میں ہے:

"وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة ومصحف أن يحرق"

[بخاري شريف مع الفتح: ۳۹۵/۱۰]

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے سوا تمام صحف اور مصاحف کو جلا ڈالنے کا حکم دیا۔"

اس حکم کے تحت عراق میں بھی مصاحف جلا ڈالے گئے لیکن بہت سے لوگوں نے اسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ اور اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو 'محرق مصاحف' کہا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دفاع کیا اور کہا:

"لا تقولوا لعثمان في تحريق المصاحف إلا خيرًا."

اس وقت صحابہ کی بہت بڑی جماعت موجود تھی لیکن ان میں سے کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس بناء پر ابن بطال اس فقہی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"في هذا الحديث جواز تحريق الكتب بالنار فيها اسم الله."

کیونکہ اس طریق سے پرانے اور بوسیدہ کاغذات بے ادبی سے بچ جاتے ہیں لیکن علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جلا ڈالنے سے دھو ڈالنا زیادہ بہتر ہے (فی زمانہ کاغذ سازی میں پرانے قرآن کے کاغذات اسی طریق سے استعمال کیے جاتے ہیں، جو کہ جائز ہے اور اس مسئلہ پر راقم کا ایک فتویٰ بھی شائع ہو چکا ہے)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن پرائیویٹ مصاحف کو جلا ڈالنے کا حکم دیا تھا ان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والے صحف شامل نہیں تھے بلکہ تمام صحابہ کے مصاحف محفوظ رہے تھے جیسا کہ مصاحف سجستانی سے معلوم ہوتا ہے۔

[المصاحف للسجستاني وفتاویٰ ابن تيمية: ۴۲۰/۱۳]

لیکن مروان نے حضرت حفصہ والے صحف ضائع کر دیئے تھے (حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے پاس اپنے مصاحف موجود تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم مصاحف سے مختلف تھے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بہر حال اَب مصاحف عثمانی میں جو کچھ ہے وہی قرآن ہے اور اس میں نقص وزیادۃ یا حذف وابدال جائز نہیں ہے، کیونکہ اُمت مرحومہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ یہ مصاحف اختلاف کو ختم کرنے کے لیے سبعہ اَحرف کی بجائے ایک حرف پر لکھے گئے تھے اور وہ بھی عرضۂ اَخیرہ والا حرف ہاں نقاط اور اعراب سے مجرد تھے اور ان میں یہ گنجائش تھی کہ جو قراءۃ صحابہ کرام کی نقل سے ثابت ہو اور سند صحیح ہو تو اس پر بھی پڑھا جا سکے۔

تابعین کرام کا دور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین رحمہم اللہ نے قرآن کی تعلیم وتعلّم کو زندہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو قراءات وحروف منقول تھے ان کی پوری حفاظت کی۔ اس دور میں چونکہ سلسلہ تلمذ بہت وسیع ہو جاتا ہے اس لیے ہم ہر مرکزی شہر کے تابعین کا ذکر کرتے ہیں جن سے سلسلہ اسناد قائم رہا۔

ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مدینۃ النبی کے قراء

مدینہ طیبہ میں حسب ذیل تابعین قراء مشہور ہوئے۔

① سعيد بن مسيب القرشی المخزومي رحمہ اللہ المتوفي ۹۳ھ
② عروة بن زبير أبو عبدالله القرشي رحمہ اللہ عالم المدينة واحد الفقهاء السبعة (المتوفی ۹۳ھ(۶۷ھ)
③ سالم بن عبدالله بن عمر بن الخطاب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱ھ)
④ عمر بن عبدالعزيز الأموي رحمہ اللہ خليفه راشد (۱۰۱ھ)
⑤ سليمان بن يسار رحمہ اللہ (۱۰۷ھ) ⑥ عطاء بن يسار رحمہ اللہ (۱۰۳ھ)
⑦ معاذ بن الحارث المعروف بمعاذ القاری رحمہ اللہ
⑧ عبدالرحمن بن هرمز رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷ھ) كاتب المصاحف وشيخ نافع بن أبي نعيم
⑨ ابن شهاب الزهري رحمہ اللہ (۹۴ھ) ⑩ مسلم بن جندب رحمہ اللہ (۱۳۰ھ)
⑪ زيد بن أسلم رحمہ اللہ (۱۲۶ھ)

مکہ مکرمہ کے قراء

① عبيدة بن عمير رحمہ اللہ (۹۴ھ) ② عطاء بن أبی رباح رحمہ اللہ (۱۱۰ھ)
③ طاؤس رحمہ اللہ (۱۰۶ھ) ④ مجاهد بن جبير أبو الحجاج المكی رحمہ اللہ (۱۰۳ھ)
⑤ عكرمة رحمہ اللہ (۱۱۵ھ) ⑥ ابن أبی مليكة رحمہ اللہ

کوفہ کے قراء

① علقمه رحمہ اللہ (۶۲ھ) ② أسود رحمہ اللہ (۷۵ھ)
③ مسروق رحمہ اللہ (۷۳ھ) ④ عبيدة بن عمرو السلماني رحمہ اللہ (۷۳ھ)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۵) عمروبن شرجيل في أيام عبيدالله بن زياد رحمہ اللہ

(۶) عمرو بن ميمون رحمہ اللہ (۷۵ھ) (۷) ربيع بن حيثم رحمہ اللہ توفي قبل (۹۰ھ)

(۸) عمرو بن ميمون رحمہ اللہ (۷۵ھ) (۹) أبوعبدالرحمن السلمي رحمہ اللہ (۹۲ھ)

(۱۰) زر بن حبيش رحمہ اللہ (۸۲ھ) (۱۱) عبيد بن نضلة في حدود رحمہ اللہ (۷۵ھ)

(۱۲) أبوزرعه بن عمرو بن جرير رحمہ اللہ (۱۳) سعيد بن جبير رحمہ اللہ (۹۵ھ)

(۱۴) إبراهيم بن يزيد أبو عمران النخعي رحمہ اللہ (۹۶ھ)

(۱۵) إمام شعبي رحمہ اللہ (۱۰۵ھ) (۱۶) عامر بن شرحبيل رحمہ اللہ

بصرہ کے قراء

(۱) عامر بن عبد قيس رحمہ اللہ (۱۰۰ھ) (۲) أبو العالية رفيع بن مهران الرياحي رحمہ اللہ (۹۳ھ)

(۳) أبو رجاء أوطاردی رحمہ اللہ (۱۰۵ھ) (۴) نصر بن عاصم رحمہ اللہ (۱۰۰ھ یا (۹۰ھ)

(۵) يحيى بن يعمر رحمہ اللہ قبل (۹۰ھ) (۶) معاذ بن معاذ رحمہ اللہ (۱۰۶ھ)

(۷) أبو الشعثاء جابر بن يزيد رحمہ اللہ (۹۳ھ) (۸) حسن بن سيرين رحمہ اللہ (۱۱۰ھ)

(۹) قتاده بن دعامة السدوسي رحمہ اللہ (۱۱۸ھ)

شام کے قراء

(۱) مغيرة بن أبي شهاب المخزومي صاحب عثمان بن عفان رحمہ اللہ (۹۱ھ)

(۲) خليد بن سعد صاحب أبي الدرداء رحمہ اللہ

ان تابعین میں بعض کے مصاحف بھی مشہور ہیں

(۱) مصحف عبيد بن عمير الليثي رواه عنه عمرو بن دينار رحمہ اللہ

(۲) مصحف عطاء بن أبي رباح رواه عنه طلحة رحمہ اللہ

(۳) مصحف عكرمه رواه عنه عاصم الأحول رحمہ اللہ

(۴) مصحف مجاهد رواه عنه حميد رحمہ اللہ

(۵) مصحف سعيد بن جبير رواه عنه أبو بشر رحمہ اللہ

(۶) مصحف أسود بن يزيد وعلقمه بن قيس رواه عنهما النخعي رحمہ اللہ

(۷) مصحف محمد بن أبي موسىٰ الشامی رواه عنه داؤد بن أبي هند رحمہ اللہ

(۸) مصحف حطان بن عبدالله الرقاشی رواه عنه أبوهارون الغنوي رحمہ اللہ

(۹) مصحف صالح بن كيسان مديني رواه عنه ابن عيينه رحمہ اللہ

(۱۰) مصحف طلحة بن مصرف الأيامی رحمہ اللہ

(۱۱) مصحف سليمان بن مهران الأعمش رواه أبو نعيم رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تبع تابعین اور دیگر ائمہ

ان کے بہت سے علماء کلیّۃ اسی کام میں لگ گئے اور ضبط قراءۃ میں انہوں نے اعتناء سے کام لیا حتیٰ کے اس فن کے امام مشہور ہوئے اور ہر شہر میں اہل علم نے ان کی قراءۃ کو تلقی بالقبول کا شرف بخشا اور قراءات ان کی طرف منسوب ہوئیں۔

مثلاً مدینہ میں ابوجعفر یزید بن القعقاع شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ اور پھر نافع بن ابی نعیم رحمہ اللہ کی قراءۃ کو شہرت حاصل ہوئی اور مکہ میں عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ، حمید بن قیس الاعرج رحمہ اللہ اور محمد بن محیصن رحمہ اللہ کی قراءۃ کو اور کوفہ میں یحییٰ بن وثاب الاسدی رحمہ اللہ، عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ، سلیمان الاعمش رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ اور الکسائی رحمہ اللہ کو شہرت ہوئی۔

اور بصرہ میں عبداللہ بن ابی اسحاق رحمہ اللہ، عیسیٰ بن عمر رحمہ اللہ، ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ، عاصم الجحدری رحمہ اللہ اور یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ مشہور ہوئے۔

اور شام میں عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ، عطیہ بن قیس الکلابی رحمہ اللہ، اسماعیل بن عبداللہ بن المهاجر رحمہ اللہ، یحییٰ بن الحارث الذماری رحمہ اللہ اور شریح بن یزید الحضرمی رحمہ اللہ نے شہرت حاصل کی۔

پھر ان کے بعد تو قراء کثرت سے بلاد اسلامیہ میں پھیل گئے اور ان میں اضافہ در اضافہ ہوتا گیا ان میں بعض متقن (ماہر) في التلاوۃ اور روایت ودرایت میں مشہور تھے اور بعض ان اوصاف میں قاصر تھے۔

اس وجہ سے ان میں اختلاف کا پیدا ہونا یقینی تھا لہٰذا جہابذہ اور صنادید ائمہ نے نہایت اجتہاد سے کام لے کر حروف وقراءات کو جمع کیا اور مشہور اور شاذ میں فرق کی وضاحت کی اور ان کے اصول و ارکان مقرر کیے۔ دوسرے فنون کی طرح علم القراءۃ میں بھی ارتقاء ہوا اور آخر کار اس نے ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی، قراءات کے ضبط اور قراء کے تراجم پر مستقل کتابیں مرتب ہوئیں۔

قراءۃ صحیحہ کا ضابطہ

جو قراءۃ قواعد عربیہ کے موافق ہو، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے بھی مطابق ہو اور صحت سند کے ساتھ ثابت ہو وہ قراءۃ صحیحہ میں داخل ہے۔ اس کو رد کرنا یا اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اس کو ان احرف سبعہ میں شمار کیا جائے گا جن پر قرآن نازل ہوا۔ وہ قراءۃ خواہ قراءِ سبعہ سے منقول ہو، قراءِ عشرہ سے یا پھر ان کے علاوہ دوسرے ائمہ سے۔

محققین ائمہ سلف اور خلف نے 'قراءۃ صحیحہ' کی یہی تعریف کی ہے ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ، ابومحمد المکی رحمہ اللہ اور ابو العباس احمد عمار المهدوی رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں متعدد مواضع میں اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ 'المرشد الوجیز' میں لکھتے ہیں:

اعتماد ان اوصاف ثلاثہ کے جمع ہونے پر ہے نہ کہ ان قراء میں سے کسی ایک قاری کی طرف منسوب ہونے پر، کیونکہ قراءِ سبعہ اور دوسرے قراء کی طرف جو قراءات منسوب ہیں دو قسم پر ہیں:

① مجمع علیها ② شواذ

علامہ الجعبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''اصل شرط صحت نقل ہے اور دوسری دونوں شرطیں اس کو لازم ہیں۔''

ابومحمد المکی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''قرآن میں جو قراءات مروی ہیں وہ تین قسم کی ہیں جو فی زمانہ رائج ہیں اور ان میں تین اَوصاف پائے جاتے ہیں۔

① ثقات نبیﷺ سے روایت کریں۔ ② عربیت کی رو سے صحیح ہو۔

③ رسم مصحف کے مطابق ہو۔

اگر وہ قراءۃ ان تین اوصاف کی حامل ہو تو اس کے مطابق پڑھا جائے گا اور اس کی صحت پر قطعی حکم لگایا جائے گا اس کے منکر کو کافر کہا جائے گا۔''

علامہ سیوطی رحمہ اللہ الاتقان میں لکھتے ہیں کہ قراءات چھ قسم پر ہیں:

① المتواتر

جو ایک جماعت دوسری جماعت سے نقل کرے کہ ان کا تواطؤ علی الکذب عادۃً محال ہو (جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہو) اور وہ قراءت جسے سبعہ یا عشرہ روایت کریں۔

② المشہور

جو صحت سند کے ساتھ ثابت ہو اور مصاحف عثمانی میں کسی ایک مصحف کے مطابق ہو، عام ہے کہ اس کو سبعہ یا عشرہ نقل کریں یا کسی دوسرے قاری سے منقول ہو۔ لیکن حد تواتر تک کو پہنچی ہو۔

یہ دونوں قسم کی قراءات نماز میں جائز ہیں۔

③ ماصح سندہ

یعنی جو صحت سند کے ساتھ ثابت ہو لیکن رسم المصحف یا عربیت کے خلاف ہو، یا اسے شہرت حاصل نہ ہوئی ہو اس نوع کی قراءت نماز میں جائز نہیں ہے اور نہ اس کی قرآنیت کا اعتقاد واجب ہے جیسا کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے۔

'عَلٰی رِفَارِفَ خُضْرٍ وعباقري حسان' [الرحمن:۷۶]

یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قراءت میں ہے۔

'لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُم' [التوبة:۱۲۸]

④ الشاذة

اس سے مراد وہ قراءات ہے جو صحت اسناد کے ساتھ ثابت نہ ہو جیسا کہ ابن السمفیع ؟؟؟ کی قراءت میں ہے:

'فَالْيَوْمَ نُنَحِّيْكَ بِبَدَنِكَ' [یونس:۹۲]

یعنی حا مهمله کے ساتھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ الموضوع

جوکسی طرف بلا اسناد منسوب ہو جیسا کہ وہ قراء ات جو محمد بن جعفر الخزاعی نے جمع کر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیں۔

⑥ المدرج

جو مدرج حدیث کی مثل ہو یعنی وہ قراء ت جو بطور تفسیر اضافہ کی گئی ہو۔[الاتقان:۱/۱۳۲،۱۳۱] مثلاً مصحف عائشہ میں 'والصلاة الوسطى، صلاة العصر' کی ہے اور عبداللہ بن مسعود کی منفرد قراء ات اسی قسم سے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ پہلی دو قسم کی قراء ات صحیحہ کی ہیں اور باقی اقسام اربعہ غیر صحیحہ کی ہیں۔ والله أعلم بالصّواب

قراء اتِ شاذۃ اور ائمہ اسلام

قراء ت کے تسلسل میں اَسانید کو بہت بڑا دخل ہے جس طرح کوئی حدیث صحت سند کے بغیر معتبر نہیں اسی طرح اگر کوئی قراء ت اسناداً متصل نہ ہو تو وہ بھی قابل قبول نہیں ہے۔[التيسير للداني:۸]

اور پھر قراء ات توقیفی ہیں اس میں قیاس کو دخل نہیں ہے۔ بایں وجہ علامہ زمخشری رحمہ اللہ کا یہ قول قابل التفات نہیں ہے:

''قراء ات محض اختیاری ہیں اور جو عربی قواعد کے مطابق اور انسب ہو اسے پڑھا جا سکتا ہے اور یہ فصحاء و بلغاء کے اختیار و اجتہاد پر دائر ہے۔'' [الاتقان:۱/۳۲]

پس جو قراء ت صحت سند کیساتھ منقول نہ ہو، وہ خواہ قواعد عربیہ اور رسم الخط کے موافق ہی کیوں نہ ہو، مقبول نہیں ہے۔ بلکہ وہ مردود کے حکم میں ہوگی۔

متعدد قراء ات وہ ہیں جن کا علماء نحو اِنکار کرتے ہیں مگر ان کے انکار کو کچھ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ مثلاً ﴿بَارِئْكُمْ﴾ اور ﴿يَأْمُرْكُمْ﴾ میں ہمزہ اور راء کو ساکن کرنا اور ﴿وَالْأَرْحَامِ﴾ کی میم کو جر دینا اور ﴿لِيُجْزَى قَوْماً﴾ میں میم کو نصب اور ﴿قَتْلُ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ﴾ میں مضاف، مضاف الیہ کے درمیان فصل لانا وغیرہ۔
[البرهان للزركشي:۱/۳۲۱]

ابوبکر بن مقسم کی مخالفت

یہی وجہ تھی کہ قراء کرام نے ابوبکر بن مقسم کی قراء ت کو ممنوع قرار دے دیا، کیونکہ ابن مقسم ہر اس قراء ت کو جائز رکھتے جو عربیت کے اعتبار سے صحیح ہو خواہ نقل روایت اور رسم مصحف کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح قراء نے 'ابن شنبوذ' سے توبہ کروانے کے لیے مجلس قائم کی جو کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراء ت کے مطابق لکھوانا چاہتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ قراء نے اَعمش کی قراء ت کو غیر مقبول قرار دیا، کیونکہ وہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراء ت کی اتباع کرتا [المصاحف للسجستاني:۹۱] اور اسی وجہ ان کی قراء ۃ کا نام شاذۃ رکھا گیا۔ ابن خالویہ نے القراءات الشاذة پر ایک مستقل تصنیف کی ہے جس کا نام 'المحتسب في القراءات الشاذة' ہے اور ابو البقاء العکبری نے بھی اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی جس کا نام 'إملاء ما من به الرحمن من وجوه الإعراب والقراءات في جميع القرآن' رکھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس بناء پر علماء نے بلاتردد یہ بات کہی ہے کہ قراءات شاذہ کی توجیہ بلحاظ قواعد 'قراءت مشہورۂ' کی توجیہ سے زیادہ قوی ہے۔[البرھان: ۱/۳۴۱] اور شاذۃ کی توجیہ صحت تاویل پر معاون ہے۔ مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ﴿ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا ﴾[المائدۃ:۳۸] ہے، جس سے حد سرقہ میں قطع کی توضیح ہوجاتی ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت 'وله أخ أو أخت من أم' سے واضح ہوجاتا ہے کہ اگر ماں کی طرف سے بھائی ہوں تو پھر ہر ایک کے لیے سدس ہے یعنی خاص قسم کے إخوۃ مراد ہیں۔ اور زید بن علی کی قراءت 'اللهُ نَوَّرَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضَ' ہے جو معنی کے اعتبار سے 'نُوْرُ السَّمٰوٰتِ' سے زیادہ واضح ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ 'إِنَّمَا يَخْشَى اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ' پڑھتے، یعنی اللہ تعالیٰ علماء کی تعظیم وتکریم فرماتے ہیں۔

چنانچہ زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن الخشية هنا بمعنى الإجلال والتعظيم لا الخوف."

پس ان قراءات شاذہ سے کم اَز کم صحت تاویل ضرور مستفاد ہوتی ہے لیکن بعض قراءات شاذہ میں بظاہر تکلف اور بشاعت (کراہت) پائی جاتی ہے تاہم تاویل صحیح ہونے کی بناء پر بشاعت وکراہت رفع ہوجاتی ہے مثلاً ﴿ هُوَ اللهُ الْخٰلِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوَّرَ ﴾[الحشر:۲۴] کہ مصور اسم مفعول کا صیغہ ہے اور البارى کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی 'الذي برء المصور' [البرھان: ۱/۳۴۱] تاہم کسی کے نزدیک بھی شاذہ کے کلام اللہ ہونے کا اعتقاد واجب نہیں ہے۔

قراءتِ شاذہ کے اَحکام

جب اس کا قرآن ہونا صحیح نہیں ہے تو نماز میں بھی اس کی قراءت جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لا يجوز القراءة في الصلاة بالقراءة الشاذة لأنها ليست بقرآن لأن القرآن لا يثبت إلا بالمتواتر والشاذة ليست بمتواترة ومن قال غيره فغالط، أو جاهل فلو خالف وقرأ بالشاذة أنكر عليه القراءات في الصلاة وغيرها"۔ [البرھان: ۱/۳۳۳]

''شاذ قراءت نماز میں جائز نہیں، کیونکہ وہ قرآن نہیں، اس لیے کہ قرآن تواتر کے بغیر ثابت نہیں ہوتا اور قراءت شاذۃ تواتر سے ثابت نہیں ہوتیں۔ اور جس نے اس بات کے علاوہ کہا اس نے غلطی کی یا جاہل ہونے کا ثبوت دیا، اگر وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے نماز میں یا نماز کے علاوہ اس کی قراءت کرتا ہے تو اس قراءت کا اس پر انکار کیا گیا ہے۔''

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اس کے نماز میں عدم جواز پر اجماع نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس قاری کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے جو نماز میں قراءت شاذہ پڑھتا ہے۔

اس طرح امام مالک رحمہ اللہ نے بھی عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے[البرھان: ۱/۲۲۲] اور کہا ہے:

"من قرأ في صلاة بقراءة ابن مسعود وغيره من الصحابة مما يخالف المصحف لم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

يصلي وراءه."

''جس شخص نے نماز میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی کی (منفرد یا مخصوص) قراءت کو پڑھا جو مصحف کے خلاف ہے اس کے پیچھے (امامت میں) نماز نہ پڑھی جائے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے متعلق علماء کا یہ مؤقف اس بناء پر ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل نہیں تھے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو دم کیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ان دونوں سے خالی ہے۔[الاتقان: ۱۳۷، ۱۳۸]

اسی طرح حضرت أبي بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف کے آخر میں دعاء الإستفتاح اور دعائے قنوت کو بمنزلہ دو سورتوں کے جمع کر رکھا تھا۔[البرھان: ۱۲۸/۲] حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہ تھی لیکن علامہ الباقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ابن مسعود، ابی، زید، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم یا ان کی آل واولاد میں سے کسی کی طرف یہ نسبت جائز نہیں ہے کہ انہوں نے مصحف جماعت کے خلاف کوئی قراءت درج کی ہو یا اخبار آحاد کی بناء پر کسی قسم کی تبدیلی کی ہو ایسی بات ایک ادنیٰ مسلمان بھی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ آئمہ کی طرف منسوب کی جائے۔[البرھان: ۱۲۹۱]

قراءِ سبعہ

اب ہم قراءِ سبعہ عشرہ اور اَربعہ عشرہ کا تعارف کرواتے ہیں تاکہ قراءات کی اَسانید معلوم ہوسکیں۔ سبعہ کی اصطلاح سب سے پہلے ابن مجاہد نے متعارف کرائی لہٰذا تمہید کے طور پر ابن مجاہد کا تعارف پیش خدمت ہے۔

ابن مجاہد رحمہ اللہ

ابن مجاہد رحمہ اللہ مصنف 'کتاب سبعة' کا پورا نام ونسب یہ ہے: أبوبکر أحمد بن موسیٰ بن العباس ابن مجاھد البغدادي (المولود ۲۴۵ھ المتوفی ۳۲۴ھ) قراءت کے امام، محدث، نحوی اور شیخ المقرئین کے لقب سے معروف تھے۔[تاریخ بغداد: ۱۴۴/۵]

سعدان بن نصر، الرمادی، محمد بن عبداللہ المخرمی، محمد بن اسحاق صاغانی اور ان کے ہم طبقہ سے سماع کیا قنبل المکی اور ابو الزعراء بن عبدوس پر قرآن کی تلاوت کی اور حروف ایک جماعت سے عرضاً حاصل کیے۔ ابن الجزری رحمہ اللہ نے غاية النهاية میں ان کے نام بالإستیعاب ذکر کیے ہیں خلق کثیر نے اس پر قراءت کی جن میں منصور بن محمد القرار اور شنبوذی بھی شامل ہیں۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"انتهى إليه علم هذا الشأن وتصدر مرة." [النبلاء: ۲۷۲/۱۵]

امام دارقطنی رحمہ اللہ، ابن شاہین رحمہ اللہ اور ابوبکر بن شاذان رحمہ اللہ نے ان سے روایت کی ہے۔

ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فاق ابن مجاهد سائر نظائره مع اتساع علمه وبراءة فهمه وصدق لهجته وظهور نطقه." [طبقات سبکی: ۵۸/۳]

ابن الجزری رحمہ اللہ غاية النهاية میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''آپ نے نہایت مشہور ومعروف اور آپ کے تلامذہ کا حلقہ نہایت وسیع تھا آپ نے اپنے اقران ونظراء سے بازی لے گئے اور محمد یحییٰ الکسائی کی زندگی میں ہی صدر مجلس بن گئے۔''

ابن ابی ہاشم کا بیان ہے کہ کسی نے ابن مجاہد سے پوچھا:

"لم لا تختار حرفا لنفسك ."

''تم اپنے لیے ایک قراءت کو کیوں نہیں پسند کرتے ہو۔''

تو اُنہوں نے فرمایا:

ہمارے ائمہ نے جو حروف (قراءت) اختیار کیے ہیں ان کی حفاظت زیادہ ضروری ہے اس کی بجائے کہ ہم اپنی قراءت اختیار کریں۔[الطبقات للسبكي:۵۸/۳]

موصوف طبعی طور پر لطافت وظرافت کے ماہر تھے۔[تاریخ بغداد:۱۴۷/۵] ان کے حلقہ درس میں مجلس کنٹرول کرنے کے لیے ۸۴ر مقری موجود رہے۔[غاية النهاية:۱۳۲/۱]

کتابُ السبعة

ابن مجاہد رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے 'کتاب السبعة' لکھی ورنہ اس سے پہلے یہ اصطلاح متعارف نہ تھی۔ موصوف نے سات مشہور قراء کی قراءات جمع کر کے اس کا نام 'کتاب السبعة' رکھا۔ یہ قراء گو فقہ وامانت اورضبط وملازمت قراءت میں مشاہیر تھے تاہم یہ انتخاب کسی معیار کے مطابق نہ تھا بلکہ حسب اتفاق جمع کر دیئے گئے تھے۔

[البرهان للزركشي:۳۲۷/۱]

پھر انہوں نے کتاب السبعة لکھ کر اس فن کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے اور کوتاہ نظر یہ سمجھنے لگے کہ حدیث 'أنزل القرآن علی سبعة أحرف' سے یہی سات قراءات مراد ہیں۔ جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے اس لیے ابو العباس عمار، ابن مجاہد کو ملامت کرتے اور کہتے:

"ليته اقتصر ، نقص عن السبعة أو زاد ليزيل الشبهة"

''کاش کہ وہ رک جاتے سات سے کم یا زیادہ لکھتے تاکہ شبہ ختم ہو جاتا۔''

اسی طرح ابو شامۃ اپنی کتاب 'المرشد الوجیز' میں لکھتے ہیں:

''بعض لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ حدیث اُنزل القرآن ......الخ سے قراءاتِ سبعہ مراد ہیں، حالانکہ یہ اجماع اہل علم کے خلاف ہے یہ محض جہالت کا گمان ہے۔''[الإتقان:۱۳۸/۱، الزرقاني:۱۳۴/۱، الوجيز:۱۴۶]

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جب علماء نے قراءات پر کتابیں لکھنا شروع کیں تو اس وقت 'سبعہ' کی اصطلاح بلادِ اسلامیہ میں قطعی متعارف نہ تھی مثلاً ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ، صاحب الشافعی، أبوجعفر الطبری رحمہ اللہ اور أبوحاتم السجستانی رحمہ اللہ کی کتابوں میں بہت سی قراءات مذکور ہیں لیکن ان میں 'سبعہ' کی اصطلاح کا نام ونشان تک نہیں ہے اندازہ ہے کہ ابن مجاہد رحمہ اللہ کی اس کتاب کے بعد اس اصطلاح کا تعارف ہوا اور اس وقت لوگوں نے ائمہ کی قراءت پر اکتفاء کرنا شروع کر دیا تھا۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ 'البرهان' میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”إن القراءات لم تكن متميزة عن غيرها إلا في قرن الأربعمائة جمعها أبو بكر ابن مجاهد ولم يكن متسع الرواية والرحلة كغيره، والمراد بالقراءات السبع المنقولة عن الأئمة السبعة.“

الغرض علماء نے ابن مجاہد رحمہ اللہ کی اس کوشش کو بنظر استحسان نہیں دیکھا یہ کتاب دکتور شوقی ضیف کی تحقیق سے طبع ہو چکی ہے۔

مصادر ومراجع

تاریخ بغداد: ۱۴۴/۵، ۱۴۸۔ المنتظم: ۲۸۲/۶، ۲۸۳۔ معجم الأدباء: ۵ل۶۵،۳۷۔ معرفة القراء: ۲۱۶/۱، ۱۱۸۔ العبر: ۲/۲۰۱۔ شذرات: ۳۰۲/۲۔ النجوم الزاهرة: ۲۵۸/۳۔ طبقات السبكي: ۵۷/۳، ۵۸۔ الوافي: ۲۰۰/۸۔ غاية النهاية: ۱۳۹/۱، ۱۴۲۔ البداية النهاية: ۱۸۵/۱۱.

اَب ہم قراء سبعہ کا مفصل تعارف کرواتے ہیں جس میں ان کے سلسلۂ اَسناد پر بھی بحث کریں گے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وہ اَئمہ سبعہ یہ ہیں:

① عبدالله بن كثير المكي القرشي ② نافع بن عبدالرحمن بن أبي نعيم
③ عبدالله بن عامر بن يزيد ④ أبوعمرو بن العلاء البصري
⑤ عاصم بن أبي النجود الكوفي ⑥ حمزة بن حبيب بن عمارة الكوفي
⑦ أبو علي الكسائي الكوفي

ابومحمد مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مامون الرشید کے زمانہ میں ابوعلی الکسائی الکوفی رحمہ اللہ کو یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ کی بجائے ساتواں قرار دیا گیا، کیونکہ الکسائی رحمہ اللہ مامون کا مؤدب تھا اور یہ ’سبعہ‘ دو یعنی ابن عامر رحمہ اللہ اور ابوعمرو رحمہ اللہ کے سوا سب کے سب عجمی ہیں بعض نے لکھا ہے کہ ان کے سبعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ’مصاحف سبعة‘ لکھ کر بھیجے تھے تو قراء بھی مصاحف کے مطابق سات قرار دیئے گئے اور بعض نے ’أنزل القرآن على سبعة أحرف‘ کے ساتھ مربوط کیا ہے جو بے معنی بات ہے۔ ابن حبیب المقری رحمہ اللہ، جو ابن مجاہد رحمہ اللہ سے متقدم ہیں، نے قراءات میں اپنی کتاب کا نام ’كتاب الخمسة‘ رکھا ہے اور اس میں صرف پانچ قراء کا ذکر کیا ہے اور بعض نے ’كتاب الثمانية‘ لکھی ہے اور یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ کا اضافہ کر دیا ہے اور بعض نے ’كتاب العشرة‘ الغرض ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق انتخاب کیا ہے۔ ”وللناس فيما يعشقون مذاهب“

① **عبداللہ بن کثیر الداری رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۰ھ**

یہ تابعی ہیں اور مکہ میں بھی ان کی قراءت کو خاص شہرت حاصل تھی صحابہ کرام میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ثابت ہے بعض نے ان کا نسب یوں لکھا ہے:

”عبدالله بن كثير بن عمرو بن عبدالله بن زاذان بن فيروزان بن هرمز الإمام أبو معبد المكي الداري إمام أهل مكة في القراءت.“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الداری عطار کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں بحرین میں 'دارین' مقام سے عطر لایا جاتا تھا اس لیے عطار کو الداری کہا جاتا تھا۔ لیکن بعض نے لکھا ہے کہ یہ بنی عبدالدار بن ہانی تمیم الداری کی نسل سے تھے۔ اس لیے ان کو الداری کہا جاتا ہے۔ [التاریخ الکبیر: ۱۸۱/۵]

پہلی وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ ابناء فارس سے تھے جیسا کہ بیان کردہ نسب سے ظاہر ہے اور عبداللہ بن کثیر القرشی اور عبداللہ بن کثیر القاری میں التباس کی وجہ سے دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا گیا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ ۴۵ھ کو مکہ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں مذکور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ اور درباس مولیٰ ابن عباس سے ملاقات کی اور ان سے روایت کا شرف بھی حاصل کیا۔

حافظ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ وغیرہ نے لکھا ہے:

''صاحب ترجمہ نے عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے عرضاً قراءت حاصل کی۔ اس قول کو گو أبو العلاء الهمداني نے ضعیف کہا ہے لیکن اس میں ضعف کی کوئی وجہ نہیں ہے جبکہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے متعدد صحابہ کو پایا ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے۔''

ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ابن مجاہد رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے طریق سے اس کو صراحتاً ذکر کیا ہے ان کے تلامذہ میں اسماعیل بن عبداللہ بن القسط رحمہ اللہ، جریر بن حازم رحمہ اللہ، اسماعیل بن مسلم رحمہ اللہ اور ابن جریج رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں جو ان سے قراءت کے راوی بھی ہیں۔ ابن الجزری رحمہ اللہ نے قریباً تیس راویوں کے نام ذکر کئے ہیں جن میں سفیان بن عیینہ اور حماد بن سلمہ بھی شامل ہیں۔'' [غاية النهاية: ۴۴۳/۱]

ابوعمرو رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابن کثیر مجاہد رحمہ اللہ سے عربیت میں فائق تھے ابن مجاہد رحمہ اللہ 'کتاب السبعة' میں لکھتے ہیں:

"ولم يزل عبدالله هو الإمام المجتمع عليه في القراءات بمكة حتى توفي سنة عشرين ومائة."

④ نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم رحمہ اللہ المتوفی ۱۶۹ھ

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الإمام، حبر القرآن، أبورويم...... ويقال: أبوالحسن ويقال: أبونعيم مولى جعونة ابن شعوب الليثي، حليف حمزة عم رسول الله ﷺ أصله أصبهاني."

نافع معمرین میں شمار ہوتے ہیں ۹۵ھ میں قراءت اَخذ کی اور ۱۲۰ھ کو مسند قراءت پر متمکن ہوئے جب کہ ان کے اکثر مشائخ زندہ تھے امام مالک رحمہ اللہ نافع رحمہ اللہ کو امام الناس فی القراءت کا لقب دیتے اور یہ بھی فرمایا کرتے:

''قراءة نافع سنة''

مدینہ منورہ میں ان کی قراءت نے خصوصی شہرت حاصل کی ستر تابعین سے قراءت حاصل کی جو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے تھے۔

ابن الجزری رحمہ اللہ نے نافع رحمہ اللہ سے ۱۴۴ طرق ذکر کئے اور لکھا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"وأما قراءة نافع من روايتي قالون وورش عنه."

''امام نافع رحمہ اللہ سے قالون رحمہ اللہ اور ورش رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے۔''

پھر دونوں سے روایات نقل کی ہیں اور اسانید صحیحہ سے تمام طرق کا احصاء کیا ہے۔ اوّلاً قالون رحمہ اللہ سے روایات ذکر کر کے آخر میں لکھا ہے:

"فهذه ثلاث وثمانون لقالون من طريقي الحلواني وأبي نشيط."

''حلوانی اور ابونشیط کی سند سے قالون کی تراسی اسناد ہیں۔''

اور پھر ورش رحمہ اللہ تک طریق بیان کیے ہیں اور لکھا ہے:

"فهذه إحدى وستون طريقا لورش."

''ورش رحمہ اللہ کی اکسٹھ اَسناد ہیں۔''

اور یہ دونوں نافع رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں جو کل ۱۴۴ طرق (اسناد) نافع تک پہنچتے ہیں ان میں سے پانچ کی قراءت مشہور ہے:

- عبدالرحمن بن هرمز الأعرج صاحب أبي هريرة ÷
- أبوجعفر يزيد بن القعقاع أحد القراء العشرة
- شيبة بن نصاح مقرئ المدينة ومولى أم سلمة + توفي ١٣٠هـ
- مسلم بن جندب الهذلي — يزيد بن رومان

حالات

النبلاء: ۳۱۶/۱۰، إرشاد الأريب: ۱۰۳/۶، شذرات: ۴۸/۲، النجوم الزاهره: ۳۱۵/۲، العبر: ۳۱۸/۱، معرفة القراء الكبار: ۱۲۸/۱، طبقات القراء للجزري

اوران خمسة نے مقری المدینہ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ رحمہ اللہ پر بھی قراءت کی ہے۔

- ابن عدی الکامل میں نافع رحمہ اللہ کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"له نسخة عن الأعرج (يرويها عنه ابن أبي فديك وعنه أحمد صالح) تبلغ مائة حديث، وله نسخة أخرى عن أبي الزناد وله من التفاريق (عما يحدث به عنه جماعة من أهل البيت) قدر خمسين حديثا ولم أر له شيئا منكرا. (فأذكره وأرجو أنه لا بأس به)"

- علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بہتر ہے کہ اس کی حدیث حسن شمار کی جائے۔'' [النبلاء: ۳۳۸/۷ وطبقات القراء]

حالات امام نافع کے مصادر

التاريخ الكبير: ۸۷/۸، مشاهير علماء الأمصار: ۱۴۱، الكامل لابن عدى: ۲۵/۵، تهذيب التهذيب: ۹/۴، ميزان الاعتدال: ۲۴/۴، العبر للذهبي: ۲۵۷/۱، شذرات: ۲۷۰/۱، غاية النهاية: ۳۳۰/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رسالہ شاطبیہ اور التیسیر میں ان تک سات طرق ذکر ہوئے ہیں صاحب التیسیر نے اَسانید ذکر کی ہیں جو نافع رحمہ اللہ تک پہنچتی ہیں اور الشاطبیہ میں الدانی رحمہ اللہ تک اَسانید مذکور ہیں دوسرا طریق ابن بویان تک الھدایہ میں ابن شریح اور المھدوی سے مذکور ہے تیسرا طریق ابوالحسن بن علی العلان کا ہے جو ابن السوار نے ذکر کیا ہے چوتھا طریق ابوبکر بن مہران کا ہے جو کتاب النہایہ سے منقول ہے۔

ابن الجزری رحمہ اللہ نے ان تک اپنی اَسانید ذکر کی ہیں اور ابن بویان تک ۲۳ طریق ذکر کیے ہیں اور القراز تک ۱۱ طرق اور القراز اور ابن بویان دونوں قاضی ابوحسان کے تلمیذ ہیں یہ طریق ابن الجزری رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں۔

حوالہ جات

أبونشيط ۲۵۸ھـ، الحلواني ۲۵۰ھـ، ابن بويان ۳۴۴ھـ، ابن أبي مهران: ۲۸۹ھـ، جعفر بن محمد ۲۹۰ھـ، الزرق ۲۴۰ھـ، الأصبهاني: ۲۹۶ھـ۔

ابونشیط محمد بن ہارون الامام المقری، المجود المروزی البغدادی قرء علی عیسیٰ بن مینا بحرف نافع

ہم بیان کر آئے ہیں کہ نافع رحمہ اللہ نے ستر تابعین پر قرآن کی قراءت کی ہے جن میں ابوجعفر رحمہ اللہ، محمد ابن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ، مسلم بن جندب رحمہ اللہ، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ، صالح بن خوات رحمہ اللہ اور یزید رحمہ اللہ مشہور تر ہیں۔

اور عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی رضی اللہ عنہ کی ہے اور مسلم بن جندب رضی اللہ عنہ اور ابن رومان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عیاش رضی اللہ عنہ کے بھی تلمیذ ہیں اور نافع رحمہ اللہ کے اَساتذہ میں ایک شیبہ بن نصاح رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے قراءت کی اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عیاش رضی اللہ عنہ تینوں تلمیذ ہیں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر بھی قراءت کی ہے اور یہ تینوں صحابہ (زید رضی اللہ عنہ، اُبی رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ) بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں۔

② عبداللہ بن عامر الیحصبی رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۸ھ

ان کی قراءت شام میں رائج ہوئی۔ یہ حضرت مغیرہ بن شہاب المخزومی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور مغیرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے۔ علاوہ اَزیں ان کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور واثلہ بن الاسقع سے بھی لقاء حاصل ہے۔ بعض نے ان کو بلاواسطہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شاگرد گردانا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قراءت کی ہے۔

[طبقات القراء: ۱/۴۲۳، ۴۲۵]

ابن الجزری رحمہ اللہ نے ان کا پورا نسب لکھا ہے:

”عبدالله بن عمر بن يزيد بن تميم بن ربيعه بن عامر بن عبدالله بن عمران اليحصبي . “

[غاية النهاية: ۱/۴۲۴، الجرح والتعديل: ۵/۱۲۲]

یعنی یہ عربی ہیں ان کی کنیت ابوعمران ہے قراءت میں اہل شام کے امام مانے جاتے ہیں۔

ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"أخذ القراءة عرضا عن أبي الدرداء وعن المغيرة بن أبي شهاب صاحب عثمان بن عفان، وقيل: عرض على عثمان نفسه." [میزان الاعتدال:۴۴۹/۲]

''انہوں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور مغیرہ بن ابی شہاب رضی اللہ عنہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں ان سے قراءت حاصل کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے براہ راست حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قراءت حاصل کی ہے۔''

ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قلت وقد ورد في إسناده تسعة أقوال أصحها أنه قرأ على المغيرة"

''میں کہتا ہوں کہ اس کی اسناد کے متعلق نو اَقوال مروی ہیں سب سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ انہوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ پر قراءت کی ہے۔''

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پورا قرآن تلاوت کرنا بعید سا ہے اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تلمذ کی نسبت بھی صحیح نہیں ہے بعض نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ پر قراءت کو بھی بعید سا شمار کیا ہے۔ لیکن ان پر استبعاد کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ابن مجاہد رحمہ اللہ کا انکار بے معنی ہے۔

الغرض ابن عامر رحمہ اللہ کی قراءت صحیح اور معتمد ہے اور اس پر طعن صحیح نہیں۔ خصوصاً جبکہ ابن مجاہد رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ وہ قراءت میں اہل شام اور جزیرہ کے اُستاد ہیں۔

ابوعلی الاہوازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"كان إماما عالما ثقة فيما آتاه، حافظا لما رواه، من أفاضل المسلمين وخيار التابعين وأجلة الراوين."

''جو چیز انہیں میسر ہوئی ہے اس میں یہ عالم ثقہ امام ہیں۔ مرویات کے محافظ ہیں یاد رکھنے میں بلا کے حافظ تھے مسلمانوں میں فاضل تابعین میں پسندیدہ اور روایت کرنے والوں میں جلیل القدر تھے۔

جامع دمشق کے امام رہے جب کوئی بدعت دیکھتے تو اس کو مٹا دیتے۔ ۲۱ھ کو پیدا ہوئے وہ دو سال کے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور دمشق کی فتح کے وقت نو سال کے تھے۔ آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے سماع حاصل ہے جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

ان سے قراءت کے روای حسب ذیل ہیں۔

① يحيىٰ بن الحارث رحمہ اللہ ② عبدالرحمن بن عامر رحمہ اللہ
③ ربيعة بن يزيد رحمہ اللہ ④ جعفر بن ربيعة رحمہ اللہ
⑤ إسماعيل بن عبيد الله بن أبي المهاج رحمہ اللہ ⑥ سعيد بن عبد العزيز رحمہ اللہ
⑦ خلاء بن يزيد بن صبيح المرى رحمہ اللہ ⑧ يزيد بن ابى مالك رحمہ اللہ

دمشق میں ۱۱۸ھ کو وفات پائی۔

حالات

التاريخ الصغير: ۱۰۰، الجرح والتعديل: ۱۲۲/۵، تهذيب الكمال: ۶۹۷، ميزان الاعتدال: ۴۲۳/۲، خلاصة تهذيب الكمال: ۲۰۲، سير أعلام النبلاء: ۱۹۲/۵

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

④ ابوعمرو زبان بن العلاء بن عمار الخزاعی التمیمی المعدی العدنانی رحمہ اللہ المتوفی ۱۵۴ھ

ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس کو الامام السید لکھا ہے اور اس کا نسب مالک بن عمرو بن تمیم کے واسطہ سے مضر بن معد بن عدنان تک پہنچتا ہے۔ آپ ۶۸ھ کو پیدا ہوئے اور حرمین میں قراءت حاصل کی پھر کوفہ اور بصرہ پہنچ کر قراء کی ایک جماعت سے قرآن پڑھا اس لیے قراء سبعہ میں ان کے شیوخ سب سے زیادہ ہیں پہلے حرمین میں مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے قراءت حاصل کی جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تلمیذ ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ [طبقات القراء: ۲۸۸/۱، ۲۹۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع حاصل ہے۔ اور مندرجہ ذیل سے قراءت اَخذ کی:

① الحسن بن أبي الحسن البصري رحمہ اللہ ② حميد بن قيس الأعرج رحمہ اللہ
③ أبو العاليه رفيع بن مهران الرياحي رحمہ اللہ ④ سعيد بن جبير رحمہ اللہ
⑤ شيبه بن نصاح رحمہ اللہ ⑥ عاصم بن أبي النجود رحمہ اللہ
⑦ عبدالله بن أبي إسحاق المخضرمي رحمہ اللہ ⑧ عبدالله بن كثير المكي رحمہ اللہ

وكان أعلم الناس بالقرآن والعربية مع الثقة والصدق

''قرآن کریم اور عربی زبان کو لوگوں سے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ قابل وثوق اور صاحب صدق وزہد تھے۔''

ابوعبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

''كانت دفاتر أبي عمرو ملء بيت الى السقف''

''ابوعمرو رحمہ اللہ کے رجسٹر اتنے تھے کہ گھر چھت تک بھرا ہوا تھا۔''

وہب بن جریر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ شعبہ رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا:

''تمسك بقراءة أبي عمرو فإنها ستصير للناس إسنادا .''

''ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت حاصل کیجیے کیونکہ وہ لوگوں کے لیے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔''

چنانچہ شعبہ کا یہ قول صحیح ثابت ہوا اور اب شام وحجاز اور مصر ویمن میں ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت ہی مشہور ہے شام میں ۵۰۰ھ تک ابن عامر رحمہ اللہ کی قراءت مقبول رہی لیکن اس کے بعد اہل شام نے بھی ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ کی قراءۃ اختیار کر لی۔ پس یہ بات شعبہ کی کرامت شمار ہوتی ہے۔

ابوعمرو رحمہ اللہ مکہ میں پیدا ہوئے، بصرہ میں تربیت پائی اور کوفہ میں فوت ہوئے ان کی وفات ۱۵۵ھ یا ۱۵۷ھ میں ہے۔

ترجمہ

التاريخ الكبير والكنى: ۵۵/۹، وفيات: ۳۶۶/۳، تهذيب الكمال: ۱۶۲۶، تاريخ إسلام: ۳۲۲/۶، تهذيب: ۲۲۵/۴

⑤ یعقوب بن اسحاق بن زید الحضرمی ۲۰۵ھ

یہ بھی بصرہ کے قاری ہیں اور سلام بن سلیمان الطّویل سے روایت کرتے ہیں جو کہ ابوعمرو رحمہ اللہ اور عاصم رحمہ اللہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روایت کرتے ہیں۔

موصوف نے حسب ذیل قراء سے عرضاً قراءت اَخذ کی:

① سلاّم بن سليمان الطويل أبو المنذر المزني الكوفي

② مهدي بن ميمون أبويحيى البصري ③ سلمة بن محارب

④ أبو الأشهب العطاردي جعفر بن حيان البصري

⑤ شهاب بن شرنفة الجاشعي البصري ⑥ عصمة بن عروة فقيمي البصري

⑦ روى عنه الحروف يعقوب بن إسحاق ⑧ يونس بن عبيد أبو عبدالله البصري

ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قراء فقہاء اور صلحاء میں سے کوئی بھی اس کی قراءۃ کا اِنکار نہیں کرتا تھا۔[غاية النهاية: ۵۱۲/۱]

ان کے شیوخ میں مسلمہ بن محارب رحمہ اللہ، ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

ابن الجزری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھے ابو الاشہاب عن ابی الرجاء عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ روایت حاصل ہے جونہایت ہی عالی ہے۔[غاية النهاية:۲/...]

اور یعقوب حضرمی رحمہ اللہ سے بہت سے اَئمہ نے روایت کی ہے۔

ابوحاتم السجستانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"هو أعلم من رأيت بالحروف والاختلاف في القرآن وعلله ومذاهب ومذاهبه النحو، "وأروى الناس بحروف القرآن ولحديث الفقهاء ." [معرفة القراء الكبار:۱۵۸/۱]

''جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں سب سے زیادہ قراءت وقراءت کی تشریح اور اس کے مختلف طرق نیز قواعد نحو کے مختلف اصولوں کو بیان کرنے والے تھے اور قرآن کی قراءات اور فقہاء کے اَقوال کو نقل کرنے والے تھے۔''

سعیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"كان يعقوب أقرأ أهل زمانه وكان لا يلحن في كلامه وكان أبوحاتم السجستاني من بعض تلاميذه ." [معرفة القراء الكبار:۱۵۸/۱]

''یعقوب اپنے زمانہ میں بڑے قاری تھے جو اپنی گفتگو میں غلطی نہ کرتے تھے بجستانی ان کے شاگردوں سے تھے۔''

مزید لکھتے ہیں:

"كان يعقوب من أعلم زمانه بالقرآن والنحو وغيره وكذا أبوه جنده ."

''یعقوب اپنے زمانہ میں قرآن اور نحو کے سب سے بڑے عالم تھے اسی طرح اس کے آبا وَ اَجداد بھی عالم تھے۔''

جن علماء نے یعقوب کی قراءۃ کو شواذ میں شمار کیا ہے ان میں ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ پہلا شخص ہے۔اور اَئمہ متقدمین نے اس کی مخالفت کی ہے۔

الغرض موصوف قرآن، عربیت کے بہت بڑے عالم تھے۔

ابوحاتم السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جو علوم قرآن عربی زبان بے شمار روایات اور قراءات اور فقہ کو جاننے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھے اور بہت بڑے قاری نیز قرآن کریم کی قراءات اور فقہاء کی باتوں کو نقل کرنے والے تھے۔''
امام بخاری رحمہ اللہ کے مطابق بعمر ۸۸ سال ۲۵۰ھ میں فوت ہوئے ان کے والد اور جد امجد بھی اسی عمر میں فوت ہوئے۔

ترجمہ

بغية الوعاة: ۳۴۸/۳، شذرات: ۱۴/۲، طبقات القراء للجزري: ۳۸۶/۲، تهذيب التهذيب: ۳۸۲/۱۱، معرفة القراء الكبار: ۱۳۰/۱، التاريخ الصغير: ۲۱۹، معجم الأدباء: ۵۲/۲، طبقات ابن سعد: ۳۰۴/۷، التاريخ الكبير: ۳۹۹/۸

⑩ حمزه بن حبيب الزيات مولىٰ عكرمة بن ربيع التيمي رحمہ اللہ المتوفى ۱۸۸ھ

سلسلہ اسناد یہ ہے:

"قرأ على سليمان بن مهران على يحيىٰ بن وثاب على زر بن حبيش على عثمان وعلى وابن مسعود."

''حمزہ حبیب الزیات رحمہ اللہ نے سلیمان بن مہران رحمہ اللہ انہوں نے یحییٰ بن وثاب رضی اللہ عنہ انہوں زر بن حبیش رضی اللہ عنہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تلاوت کی۔''

ابن الجزری رضی اللہ عنہ ان کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"هو حمزة بن حبيب بن عمارة بن إسماعيل، الإمام الحبر أبوعمارة الكوفي التيمي مولاهم الزيات أحد القراء السبعة."

۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر کے اعتبار سے بعض صحابہ کے زمانہ کو پایا ہے ممکن ہے بعض کی روایت بھی کی ہو۔ حسب ذیل سے قراءۃ اخذ کی:

① سليمان الأعمش رحمہ اللہ
② جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ
③ عمران بن الحسين رحمہ اللہ
④ أبوأسحاق السبيعي رحمہ اللہ
⑤ محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلى
⑥ علقمه بن مصرف رحمہ اللہ
⑦ مغيره بن مقسم رحمہ اللہ
⑧ منصور بن زاذان رحمہ اللہ
⑨ ليث بن أبي سليم رحمہ اللہ

علی بن مدینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض نے لکھا ہے کہ اعمش رحمہ اللہ پر پورا قرآن نہیں پڑھا بلکہ کچھ حروف کی قراءت کی اور یہ بھی قول ہے کہ حمزہ رحمہ اللہ نے قرآن تو حمران سے شروع کیا اور پھر اعمش ابی اسحاق اور ابن ابی لیلیٰ پر پیش کیا ان میں سے اعمش، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حروف کو ادا کرتا اور ابن ابی لیلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حرف کا ماہر تھا اور ابو اسحاق دونوں کے حروف ادا کرتا اور حمران کے متعلق مشہور ہے۔

"كان يقرأ قراءة ابن مسعود ولا يخالف مصحف عثمان يعتبر حروف معاني عبدالله ولا يخرج من مصحف عثمان وهذا كان اختيار حمزة قرأ عليه."

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حمزہ رحمہ اللہ سے بہت سے آئمہ قراء نے قراءت حاصل کی اور روایت کی ہے ابن الجزری رحمہ اللہ نے بالاستیعاب ان کے تلامذہ کے نام ابجدی ترتیب سے لکھے ہیں اور لکھا ہے۔

ان اصحاب میں سلیم بن عیسیٰ اضبط رحمہ اللہ تھے اور سب سے جلیل القدر علی بن حجر الکسائي رحمہ اللہ تھے اور نعیم بن یحییٰ السعیدي رحمہ اللہ اور یحییٰ بن زیاد الفراء رحمہ اللہ بھی ان کے اصحاب میں داخل ہیں۔

الغرض حمزہ بن حبیب الزیات عاصم رحمہ اللہ اور اعمش رحمہ اللہ کے بعد کوفہ میں قراء کے امام بن گئے۔ امام حجت ثقہ اور اثبت تھے۔''

''كان قيما بكتاب الله بصيرا بالفرائض عارفا بالعربية حافظا للحديث فإننا نجده عديم النظر.''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

''حمزہ رحمہ اللہ دو چیزوں میں ہم پر سبقت لے گئے جن کو ہم بلانزاع تسلیم کرتے ہیں۔ قراءت القرآن وعلم الفرائض۔''

اعمش رحمہ اللہ جب حمزہ رحمہ اللہ کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھتے تو کہتے:

''هذا حبر القرآن.''

بعض نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کی قراہت نقل کی ہے۔ تو یہ کراہت صرف اس قراءت کے بارے میں ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے دوسروں سے سنی ہے۔

چنانچہ ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وأما ما ذكر عن عبدالله بن إدريس وأحمد بن حنبل من كراهة قراءة حمزة فإن ذلك محمول على قراءة من سمعا منه ناقلا حمزة وما آفته الأخبار إلا رواتها.''

حمزہ رحمہ اللہ سنہ ۱۵۶ھ یا ۱۵۷ھ میں فوت ہوئے ان کی قبر حلوان میں معروف ہے۔

وقال الثوري: ما قرأ حمزة حرفا من كتاب الله إلا بأثر وقال الذهبي: قد انعقد الإجماع بآخرة على تلقي قراءة حمزة بالقبول والإنكار على من تكلم فيها فقد كان من بعض السلف في الصدر الأول فيها مقال۔ والله أعلم.

ترجمہ:

ابن الجزري: ۱/۲۶۱، ۲۶۳، شذرات: ۱/۲۴۰، تهذيب التهذيب: ۳/۲۷، وفيات الأعيان: ۲/۲۱۶، ميزان الاعتدال: ۱/۲۸۴

⑦ عاصم بن ابی النجود الاسدی رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۷ھ

اسنادہ: قرأ علی زر بن حبيش علی عبدالله بن مسعود وأبي عبدالرحمن السلمي وهو معدود في صغار التابعين.

ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''هو عاصم بن بهدله أبي النجود، أبوبكر الأسدي مولاهم الكوفي الحناط، شيخ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الأقراء بالكوفة وأحد القراء السبعة ."

یہ قراءۃ کے مسلّم امام ہیں ابوعبدالرحمٰن السلمی کے بعد رئاسة الأقراء ان تک منتہی ہوتی ہے۔فصاحت وبلاغت اور تحریر وتقریر کے جامع تھے اور بہترین آواز کے ساتھ قرآن پڑھتے۔

أبو إسحاق السبيعي فرماتے ہیں:

"مارأيت أحدا أقرأ للقرآن من عاصم بن أبي النجود ."

نہایت فصیح وبلیغ تھے جب کلام کرتے تو بڑے باوقار لہجہ میں کلام کرتے تابعین میں شمار ہوتے ہیں أبورمثة رفاعة تميمي اور حارث بن حسان بکری سے روایت کی ہے اور یہ دونوں صحابی ہیں ابورمثہ کی روایت مسند احمد بن حنبل میں ہے اور حارث کی روایت ابوعبید قاسم بن سلام کی کتاب میں ہے۔

نعیم بن حماد عن سفیان عن عاصم نقل کرتے ہیں کہ عاصم رحمہ اللہ نے کہا:

"قرأت على أنس بن مالك ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ فقال: أن لا يطوفا بهما ."

پھر میں نے کئی بار اس کلمہ کو لوٹایا مگر اس نے وہی جواب دیا عاصم ؒ نے عرضاً بہت سے قراء سے قراءت حاصل کی جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

زر بن حبيش رضی اللہ عنہ | أبو عبدالرحمن السلمي رضی اللہ عنہ

أبو عمرو الشيباني رضی اللہ عنہ

بعض کا بیان ہے کہ عاصم رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا:

"ما كان من القراءة التي أقرأتك فهي القراءة التي قرأت بها على أبي عبدالرحمن السلمي وما كان من القراءة التي بها أبابكر بن عياش فهي القراءة التي كنت أعرضها على زر بن حبيش عن ابن مسعود = ."

اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصل قراءۃ تو اہل مدینہ کی ہے اور اس کے نہ ملنے کی صورت میں عاصم کی قراءۃ پسند کرتا ہوں۔''

عاصم 'آلم' وغیرہ حروف مقطعات کو آیت شمار نہ کرتا اس کے برعکس کوفی اس کو آیت شمار کرتے ہیں۔۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ کو فوت ہوا اور سماوۃ میں مدفون ہے۔

⑧ علی بن حمزہ الکسائی رحمہ اللہ المتوفی ۱۸۹ھ

ابن مجاہد رحمہ اللہ نے یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ کی بجائے ساتواں قاری علی بن حمزہ الکسائی رحمہ اللہ کو شمار کیا ہے جو کوفی ہیں جبکہ یعقوب بصری رحمہ اللہ ہیں۔ابن مجاہد رحمہ اللہ نے بصرہ کے ایک ہی قاری پر اکتفاء کیا ہے جبکہ کوفہ کے تین قراء کو شامل کیا ہے یعنی حمزہ رحمہ اللہ، عاصم رحمہ اللہ اور الکسائی رحمہ اللہ اور پھر ان قراء میں خالص عربی صرف دو قاری ہیں ابن عامر رحمہ اللہ اور ابوعمرو رحمہ اللہ باقی عجمی اور موالی ہیں كما أشرنا إليه فيما مضى۔

ان قراءِ سبعہ کی قراءات کو بہت شہرت حاصل ہوئی حتیٰ کے بعض نے ازراہ جہالت یہ باور کرلیا کہ حدیث ''أنزل القرآن على سبعة أحرف'' سے یہی سات قراءات مراد ہیں۔پھر شہرت تو قراءاتِ عشرہ اور اَربعہ عشرہ کو بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حاصل ہےلہٰذا مذکورہ قراء کے ساتھ خلف بن ہشام اور یزید بن قعقاع کوضم کر دیا جائے تو یہ کل دس بن جاتے ہیں۔
پھر ان دس کے ساتھ حسن بصري ، محمد بن عبدالرحمن ، یحییٰ بن مبارك الیزیدي اور أبوالفرج محمد بن أحمد الشنبوذي کوبھی ملا لیا جائے تو یہ کل ۱۴ قراء بن جاتے ہیں۔سات قراء کا تعارف تو ہم بیان کر چکے ہیں بقیہ سات قراء کے تراجم اور اَسانید پیش خدمت ہیں۔

علی بن حمزہ الکسائی

ان کا پورا نام ونسب یہ ہے:علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن بن فیروز الاسدی مولاہم ابوالحسن الکسائی

أبوبکر السجستاني رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''کوفہ میں ریاست اقراء ان پرختم ہےحمزہ کے بعد یہ رئیس الاقراء شمار کیے جاتے ہیں۔انہوں نے حمزہ الزیات پر چار مرتبہ قرآن پیش کیا اوراسی پر وہ اعتماد کرتے ہیں اس کے علاوہ محمد بن ابی لیلیٰ ،عیسیٰ بن عمر الھمذاني سے عرضا قراءت حاصل کی اور ابوبکر بن عیاش سے حروف روایت کیے اسماعیل اور یعقوب کے واسطہ سے عرضا قراءت حاصل کی اور ابوبکر بن عیاش سے حروف روایت کیے اسماعیل اور یعقوب کے واسطہ سے نافع سے قراءت اخذ کی لیکن بلاواسطہ نافع سے قراءت ثابت نہیں ہے۔علاوہ اَزیں چند اَصحاب سے استفادہ کیا ہے۔بصرہ میں خلیل سے لغت حاصل کی۔''

تلامذہ

إبراهیم بن زاذان ، إبراهیم العریش ، أحمد بن جبیر اور دیگر بہت سے علماء نے ان سے اِستفادہ کیا۔

أبوعمرو الداني رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''عبداللہ جب دمشق میں آئے تو انہوں نے الکسائي سے حروف کا سماع کیا اور النقاش کا بیان ہے کہ ابن ذکوان الکسائي رحمہ اللہ کے پاس چار ماہ ٹھہرے رہے اورمتعدد بار ان پرقرآن پیش کیا لیکن نقاش کا یہ بیان صحیح نہیں ہے۔''

ان کے علاوہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی الکسائي سے روایت کی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

''من أراد أن یتبحر في النحو فهو عیال علی الکسائي .''

ابوعبید کتاب القراء ات میں لکھتے ہیں:

''کان الکسائي یتخیر القراءات فأخذ من قراءة حمزه ببعض وترك بعضا کان من أهل القراءة وهي کانت علمه وصناعته .''

دراصل یہ علم النحو کے ماہر،غریب القرآن کے اُستاذ اورقرآن پر یکتا تھے موصوف ہمیشہ الکساء اوڑھتے اس لیے الکسائی کے لقب سے مشہور ہوگئے۔یہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔غریب القرآن میں معانی القرآن اورنحو میں کتب النوادر الثلاثة معروف ہیں۔۱۸۹ھ میں فوت ہوئے اور عجیب اتفاق ہے کہ کسائی اور امام محمد بن الحسن دونوں ہارون الرشید کے ساتھ سفر میں ایک ساتھ فوت ہوئے۔

خلف بن ہشام المتوفی ۲۲۹ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”هو أبو محمد الأسدی البغدادی أحد الرواة عن سليم عن حمزة المولود ١٥٠ھ والمتوفی ٢٢٩ھ۔“ [غاية النهاية: ۲۷۲/۱]

دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا اور تیرہ سال کی عمر میں طلب علم شروع کی نہایت ثقہ، زاہد، عابد اور عالم تھے حمدان بن هاني المقري نے کہا کہ میں نے ان سے سنا کہ نحو کا ایک باب مجھ پر مشکل ہوگیا چنانچہ میں نے ۸۰ ہزار درہم خرچ کیے حتیٰ کہ حفظ کرلیا۔

کوفہ میں سلیم کے پاس آیا انہوں نے ابوبکر بن عیاش کے پاس بھیج دیا لیکن بعض وجوہ کی بناء پر اس پر قراءۃ نہ کر سکا چنانچہ میں نے عاصم کی قراءت یحییٰ بن آدم سے ضبط کرلی۔

سلسلہ اسناد

امام مسلم رحمہ اللہ نے الصحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں ان سے روایت کی ہے:

عن سليم عن عيسىٰ وعبدالرحمن بن أبي حماد عن حمزه يعقوب بن خليفة الأعشى وأبي زيد سعيد بن أوس عن المفضل الضبي.

علاوہ ازیں إسحاق المسيبي، إسماعيل بن جعفر، عبدالوهاب بن عطاء اور يحيىٰ بن آدم سے کچھ حروف روایت کیے۔ وسمع من الكسائي الحروف ولم يقرأ عليه القرآن مشہور یہی ہے کہ أبوعلى الأهوازي کی روایت کے مطابق الکسائي پر بھی قراءت کی ہے۔

الكسائي سے أعمش عن زائدة بن قدامة نے روایت کی ہے اور اس سے احمد بن ابراہیم الوراق نے سماعاً وعرضاً روایت کی ہے جو اس کا وراق بھی تھا۔

ابن اشتہ لکھتے ہیں:

”كان خلف يأخذ بمذهب حمزة إلا أنه خالفه في مائة وعشرين أو مائتي حرف.“

۲۲۹ھ کو بغداد میں فوت ہوئے، جبکہ جھمیہ کے خوف سے روپوش تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وله اختيار في الحروف صحيح ثابت ليس بشاذ أصلا ولا يكاد يخرج فيه عن القراءات السبع، وأخذ منه خلق لا يحصون.“

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ لکھا ہے اور دارقطنی نے عابد اور فاضل کہا ہے امام، حماد بن زید، ابوعوانہ شریک القاضی، ابو الاحوص اور دیگر ائمہ سے سماع حدیث کی اور احمد بن یزید الحلوانی، سلمہ بن عاصم اور عمر بن جہم اسمری نے ان سے عرضاً قراءت کی۔

ترجمہ

طبقات ابن سعد: ۳۴۸/۷، تاریخ بغداد: ۳۲۲/۸، معرفة القراء الكبار: ۱۷۱/۱، العبر: ۴۰۴/۱، غاية النهاية: ۲۸۲/۱، تهذيب التهذيب: ۱۵۶/۳، شذرات: ۶۸/۲، التاريخ الكبير: ۱۹۶/۳، الجرح

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

والتعديل: ۳/۳۷۲

یزید بن القعقاع ابوجعفر رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۷ھ

هو يزيد بن القعقاع الإمام أبوجعفر المخزومي المدني القاري، أحد القراء العشرة في حروف القراءات، تابعي مشهور كبير القدر.

بعض نے لکھا ہے کہ ان کا نام جندب بن فیروز ہے انہوں نے اپنے مولیٰ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی پر قرآن پیش کیا نیز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے قراءۃ کی جو کہ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور ان دونوں سے روایت بھی کی ہے،بعض نے لکھا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر بھی قرآن پڑھا لیکن علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔لم يصح ذلك ولم يدركه.

ابن الجزري نے وروينا عنه کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بچپن میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا فمسحت رأسه ودعت له بالبركة

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کیساتھ نماز پڑھی اور واقعہ حرہ سے قبل لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے رہے۔

نافع بن أبی نعيم، سليمان بن مسلم بن جماز، عيسیٰ بن وردان، أبوعمرو عبدالرحمن ابن زيد بن أسلم وغیرہ نے اس پر قراءۃ کی۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

”كان إمام أهل المدينة في القراءة فسمي القاري بذلك، وكان ثقة قليل الحديث.“

ابن ابی حاتم نے صالح الحدیث کہا ہے اور اپنے دور میں عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج پر مقدم سمجھے جاتے تھے۔

ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے:

”ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءۃ کا مدار احمد یزید الحلوانی پر ہے یعنی أحمد بن يزيد عن قالون عن عيسیٰ بن وردان عن أبي جعفر“

ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أستاذ أبو عبدالله القصاع نے اپنی کتاب ’المغني‘ میں ابوجعفر کی قراءت کو نافع کی روایت سے بالاسناد بیان کیا ہے،لہٰذا ان کی قراءت پر طعن اور اس کو شاذ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ سبعہ کے معیار پر ہے۔

چنانچہ ابن الجزري المحدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والعجب ممن يطعن في هذه القراءة ويجعلها من الشواذ وهي لم يكن بينها وبين غيرها من السبع فرق كما بيناه في كتابنا النجد.“

ترجمہ

طبقات ابن سعد: ۶/۳۵۲، تاریخ خلیفه: ۴۰۵، التاريخ الكبير: ۸/۳۵۳، الجرح والتعديل: ۷/۲۸۰، تهذيب الكمال:۱۵۹۳، وفيات:۶/۲۷۴، طبقات القراء:۲/۳۸۲، تهذيب التهذيب:۱۲/۵۸

الحسن البصری رحمہ اللہ الامام المشہور المتوفی ۱۱۰ھ

هو أبو سعيد الحسن بن أبي الحسن يسار البصري مولى أنس بن مالك من كبار

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

التابعين.
علم وعمل میں اپنے زمانے کے امام ہوگزرے ہیں قراءت میں ان کی اَسانید معروف ہیں۔
① أعطان بن عبدالله الرقاشي عن أبی موسیٰ الاشعري رضی اللہ عنہ
② أبي العالية عن أبي وزيد بن ثابت وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

تلامذہ

① أبو عمر بن العلاء رحمہ اللہ ② سلام بن سليمان الطويل رحمہ اللہ
③ يونس بن عبيد رحمہ اللہ ④ عاصم الجحدري البصري رحمہ اللہ

إسناد الأهوزي

عن شجاع البلخی قرء علی عیسیٰ بن عمر النحوی وهو علی الحسن ابن الجزری لکھتے ہیں:
''شجاع کا عیسیٰ سے سماع ثابت ہے اور عیسیٰ کا حسن سے لیکن یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے قرآن بھی ایک دوسرے پر پیش کیا ہے یا نہیں عین ممکن ہے کہ روایتاً سماع ہو عرضاً روایت نہ ہو۔''
امام شافعی رحمہ اللہ حسن بصری رحمہ اللہ کی فصاحت و بلاغت کی تعریف لکھتے ہیں:
''میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن حسن بصری کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

ترجمہ

طبقات القراء:۲۳۵/۱، طبقات ابن سعد:۱۵۶/۷، تاريخ البخاري:۲۸۹/۲، أخبار القضاة:۳/۲، طبقات القراء للشيرازي:۸۷

محمد بن عبدالرحمٰن المعروف با بن المحيصن رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۳ھ

هو محمد بن عبدالرحمن بن محيصن السهمي مولاهم المكي مقرئ أهل مكة مع ابن كثير ثقة روى له مسلم.
مجاہد بن جبر، درباس مولیٰ بن عباس اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ پر قرآن پیش کیا۔ شبلی بن عباد رحمہ اللہ، ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اسماعیل بن مسلم المکی رحمہ اللہ، عیسیٰ بن عمر البصری رحمہ اللہ نے اس سے کچھ حروف حاصل کیے۔
ابن مجاہد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
"كان لم تجرد القراءة وقام بها في عصر ابن كثير."
ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
"ولولا ما فيها من مخالفته المصحف لا لحفت بالقراءات المشهورة."
ابن محیصن قریشی اور نحوی تھے۔ انہوں نے ابن مجاہد پر قرآن کی قراءت کی ابوعبید کتاب القراءات میں لکھتے ہیں:
''مکہ میں تین قاری تھے عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ، حمید بن قیس رحمہ اللہ اور محمد محیصن رحمہ اللہ ان میں سے ابن محیصن عربیت میں سب پر فائق تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ مذاہب عربیہ کے مطابق قراءات اختیار کرتے اس لیے اہل بلد کے اجماع سے تجاوز کر گئے چنانچہ لوگوں نے ان کی قراءت سے بے رغبتی کی اور ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت پر اجماع کرلیا۔۱۲۳ھ کو مکہ میں فوت ہوئے۔

ترجمہ

غاية النهاية: (١٦٧/١)

ابو الفرج محمد بن احمد الشنبوذی رحمہ اللہ المتوفی ۳۸۸ھ

یہ اصل میں بغدادی ہیں پھر مصر میں سکونت اختیار کر لی ابوطاہر بن ابو ہاشم سے قراءت حاصل کی اور اس کی کتابوں کا سماع کیا اور حسب ذیل سے روایت کی۔

① أبو بكر أحمد بن سلمه أختلى ② وعسلج بن أحمد بن دعلج السجستاني

③ أبو محمد عبيد الله محمد بن علي المروزي المعروف بابن الجرادي

علاوہ ازیں معانی الزجاج کا علی بن حسن الجصاص سے سماع کیا۔۳۹۵ھ کو شام میں فوت ہوئے۔

ترجمہ

غاية النهاية: (٦٠/٢)

یحیٰی بن المبارک بن المغیرۃ العدوی الامام ابومحمد الیزیدی المقری المعروف بالیزیدی

یہ اصل میں بصری ہیں بغداد میں سکونت اختیار کی ان کا شمار قراء فصحاء میں ہوتا ہے جو عربی ادب اور نحو کے عالم تھے اور قراءۃ میں ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ کے خلف بنے۔بعض تالیفات بھی یادگار چھوڑیں ۲۰۲ھ میں فوت ہوئے۔حمزہ کے سامنے کھڑے ہوکر ایک ہی مجلس میں قرآن ختم کیا ابن مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم الیزیدی کی اسی لیے قدر کرتے ہیں حالانکہ ابوعمرو رحمہ اللہ کے اصحاب میں ان سے جلیل القدر لوگ موجود ہیں، کیونکہ وہ سب سے زیادہ اضبط تھے یزید بن منصور الحمیدی رحمہ اللہ کے مصاحب رہنے کی وجہ سے یزیدی مشہور ہوگئے۔

ترجمہ

تاريخ بغداد: ١٤٦/١٤، معجم الأدباء: ٣٠/٢٠، وفيات: ١٨٣/٦، العبر: ٣٨/١، طبقات القراء: ٣٧٥/٢، النجوم الزاهرة: ١٧٣/٢، شذرات: ٤/٢

موسوعہ قراءات

مستقبل میں ادارۂ رشد قراءات نمبر کے چاروں حصوں (تین قراءات نمبر اور ایک ان کا اشاریہ نمبر) پر مشتمل موسوعہ قراءات شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔اس کے شائع ہوتے ہی قارئین کو ان شاء اللہ مطلع کردیا جائے گا۔قارئین نوٹ فرمالیں۔[ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر یاسر ابراہیم مزروعی*
ترتیب: قاری اختر☆، کلیم اللہ☆

عصر حاضر سے نبی کریم ﷺ تک متصل اسانیدِ قراءات

زیر نظر مضمون میں عالم اسلام کے تمام بڑے ممالک کے اساتذہ قراء کرام کی سندوں کو جمع کر کے پیش کیا جارہا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ قرآن مجید اور قراءات قرآنیہ کس طرح اسانید سے ہم تک موصول ہوئیں اور ان کے ثبوت میں کثرتِ روایات سے کس طرح 'علم قطعی' کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

اسانید قرآن کو جمع کرنے کا یہ عظیم کارنامہ دولة الكويت میں وزارة الاوقاف کے تحت مشروع رعاية القرآن الكريم کے مدیر ڈاکٹر یاسر مزروعی ﷾ نے سرانجام دیا ہے۔ انہوں نے ان اسانید کو جمع کرنے کیلئے کویت سے باہر عالم اسلام کے کئی ملکوں کے بے شمار سفر کیے اور انتھک محنت سے اس کارِ عظیم کو مکمل کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا جامعة الأزهر سے پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ بھی اسی موضوع پر ہے۔

انسانی کاوش میں چونکہ ہمیشہ کمزوریاں باقی رہ جاتی ہیں، یہی وجہ ہے متعدد علمی شخصیات سے ناواقفیت کی بنا پر انہوں نے پاکستان کے صرف دو سلسلہ ہائے اسناد کو پیش کیا ہے۔ شیخ القراء قاری ادریس العاصم ﷾ چونکہ اپنے شیخ قاری اظہار احمد تھانوی کی تالیف 'شجرۃ الاساتذۃ' میں اسانید پر کچھ کام کر چکے ہیں چنانچہ ہماری گزارش پر انہوں نے معروف پاکستانی قراء کا اس سند میں اضافہ کرتے ہوئے تشنہ چیزوں کی تکمیل فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں قاری صاحب ﷾ نے ڈاکٹر مزروعی کے کام پر مزید اضافہ یہ کیا کہ علم تجوید وقراءات کے حوالے سے لکھے گئے قدیم مصادر سے مؤلفین حضرات کی اسانید پر مشتمل ایک مستقل مضمون مزید تحریر فرما دیا ہے۔ جس کا شیخ مزروعی کے کام سے فرق یہ ہے کہ انہوں نے صرف وہ اسانید جمع فرمائیں جو کہ آج بھی دنیا میں جاری وساری ہیں جبکہ حضرت شیخ نے اپنے مضمون میں کئی وہ اسانید بھی ذکر کردی ہیں جو بعد ازاں مختلف وجوہ سے جاری نہیں رہ سکیں۔ [ادارہ]

واضح رہے کہ یہ اسانید صرف روایت حفص کی ہیں، علاوہ ازیں موضوع کے حوالے سے چند باتیں ملحوظ رکھیں:

① ایرو (تیر) کا نشان جس طرف جارہا ہو اس سے مراد استاد ہے، شاگرد نہیں۔
② مصری قراء کی اسناد میں اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ کثرت اسناد کا اندازہ ہو سکے۔
③ ایک قاری نے کئی کئی قرائے کرام سے بھی پڑھا لیکن اس کی تمام اسناد کو بیان نہیں کیا گیا۔
④ ہماری محنت صرف پاکستانی قراء کے حوالے سے ہے جبکہ صاحب لوحہ کی زیادہ محنت شامی اور مصری قراء پر رہی کویت وسعودیہ کے سلسلے پر توجہ نہیں دی گئی، مؤلف نے ۱۶۱ اسانید جمع کی ہیں، جبکہ ۱۵ اسناد ہمارا اضافہ ہیں۔

* کویت کے معروف محقق قراءات، مدیر مشروع رعاية القرآن الكريم وزارت اوقاف، کویت
☆ فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ، رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

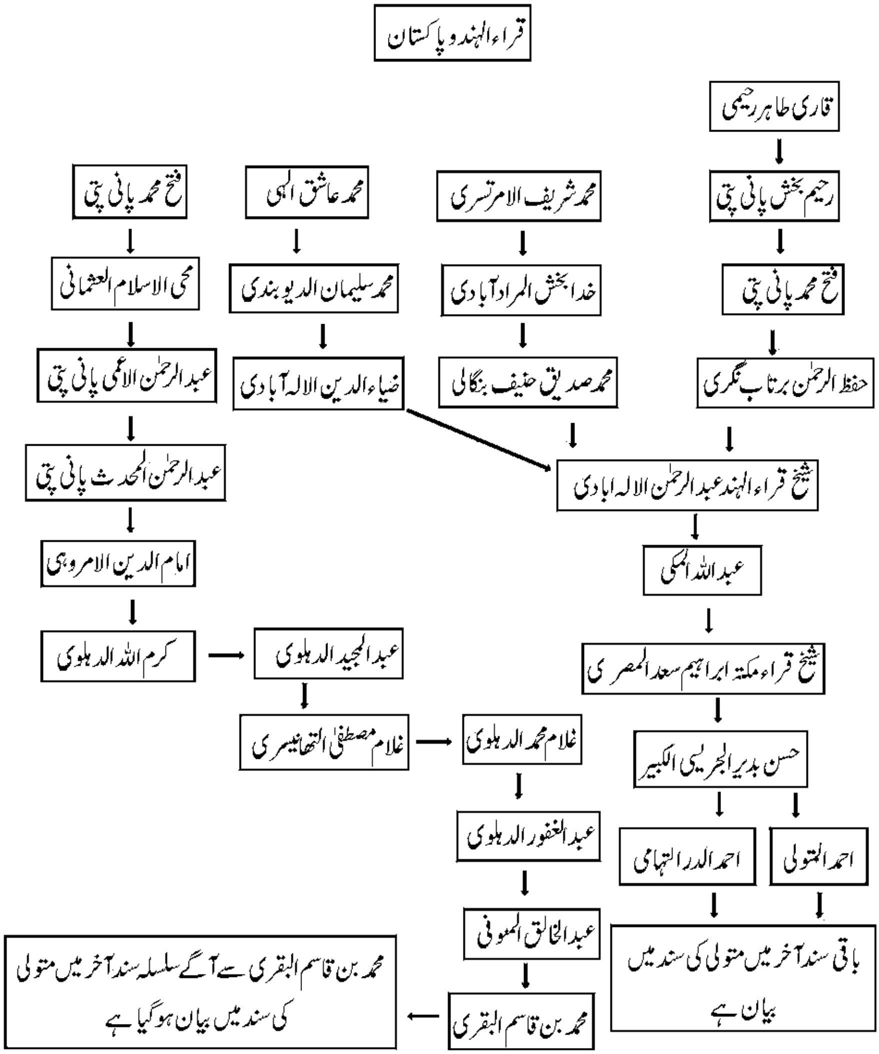

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

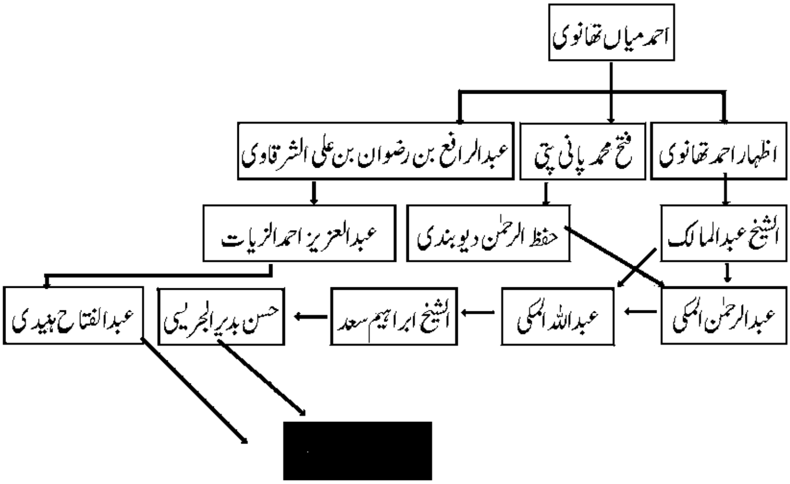

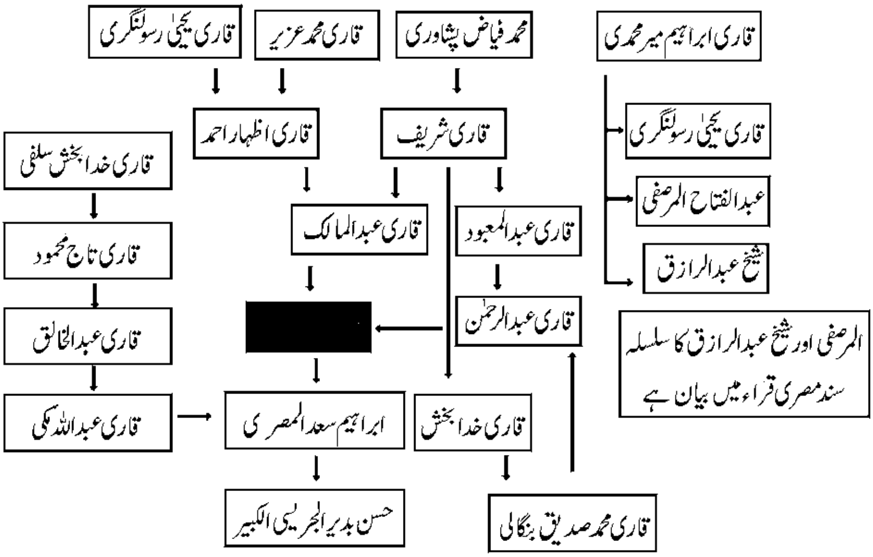

[redacted]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

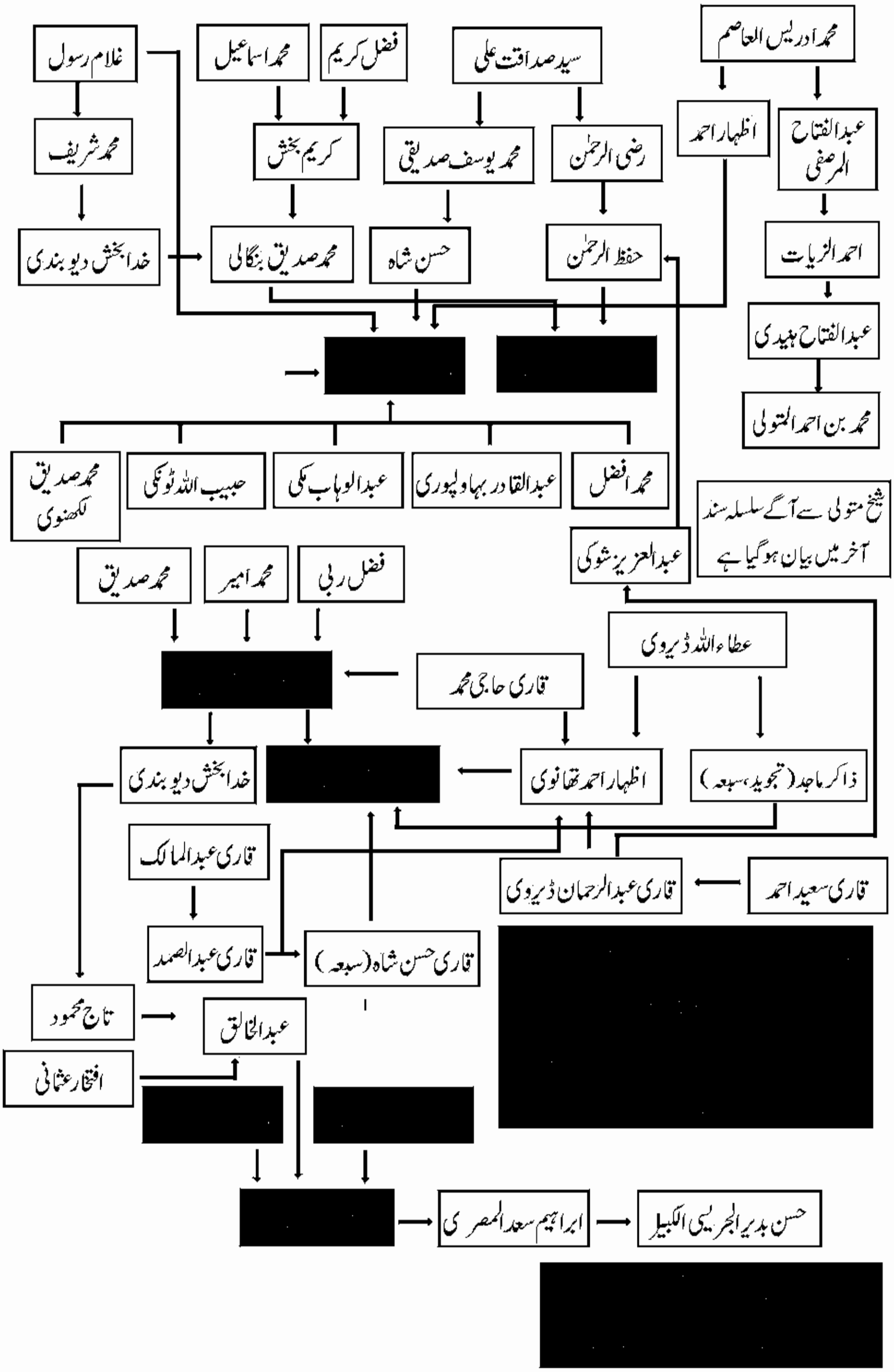

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سلسلہ سند قراء عراق

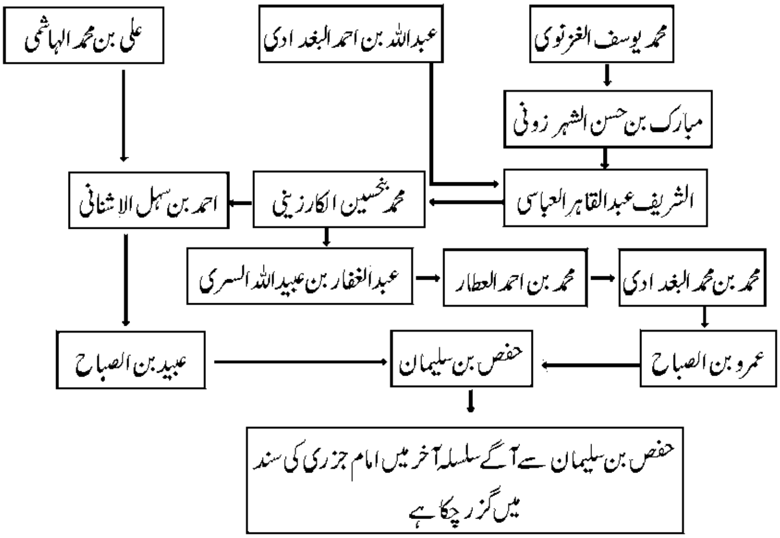

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سلسلہ سند قراء لیبیا

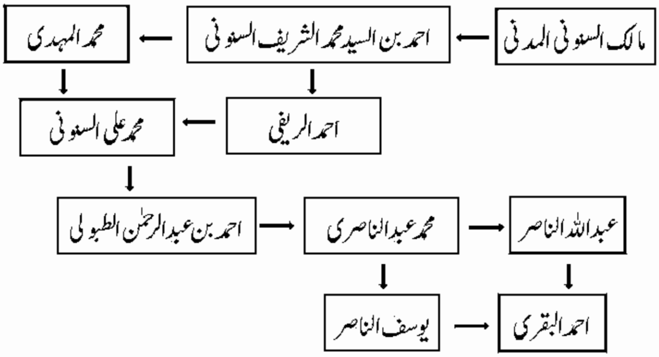

[redacted]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

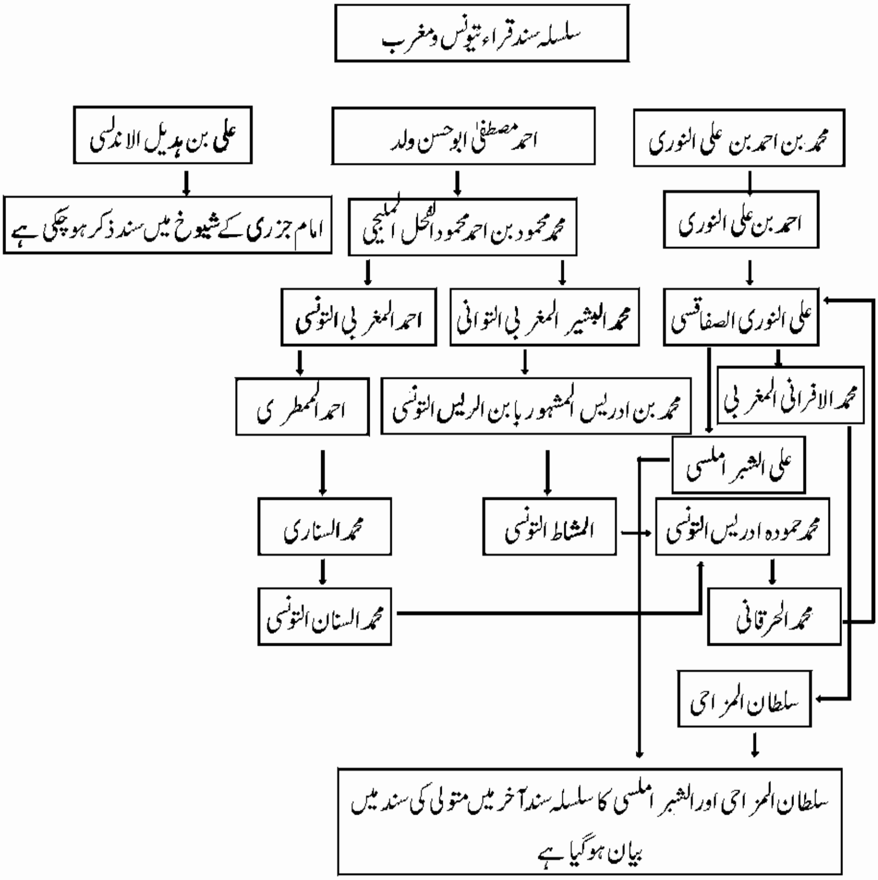

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

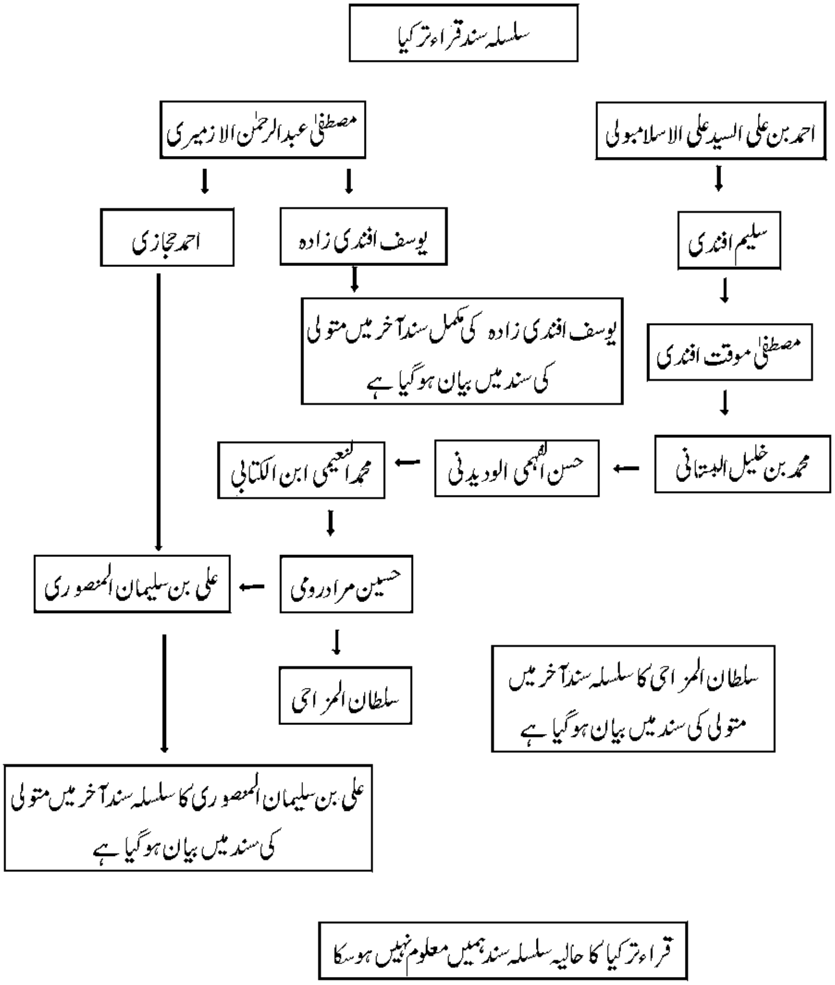

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سلسلہ سند قراء سوڈان

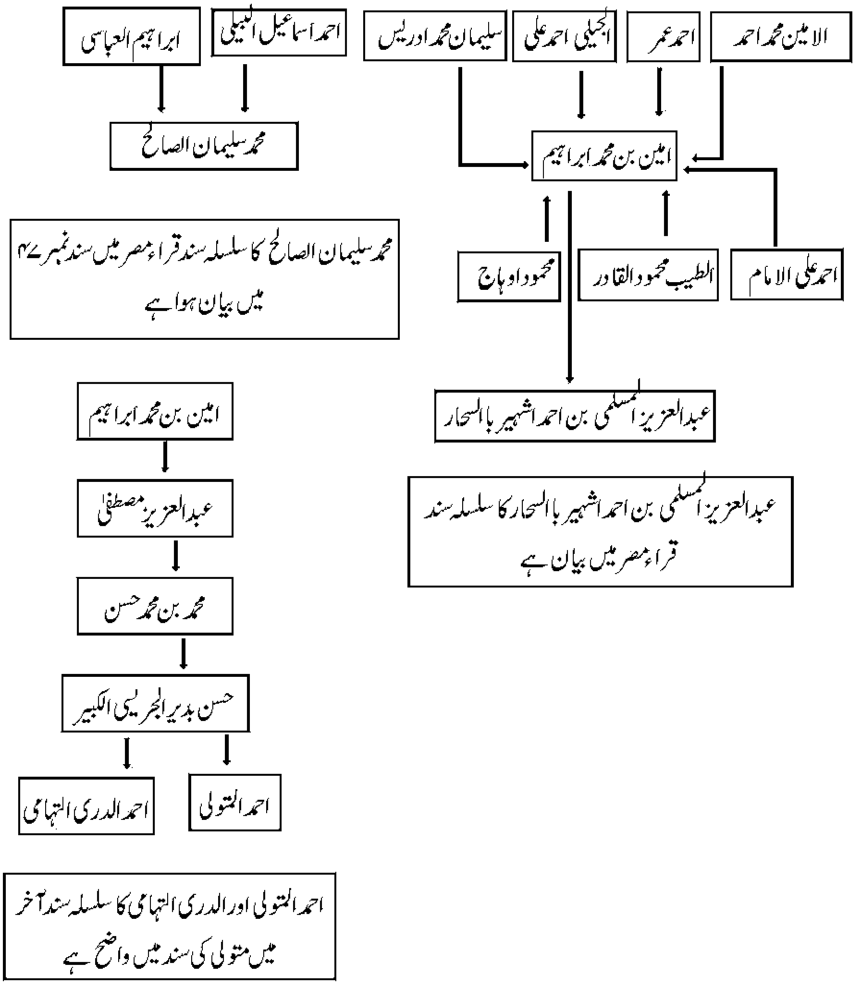

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سلسلہ سند مصری قراء

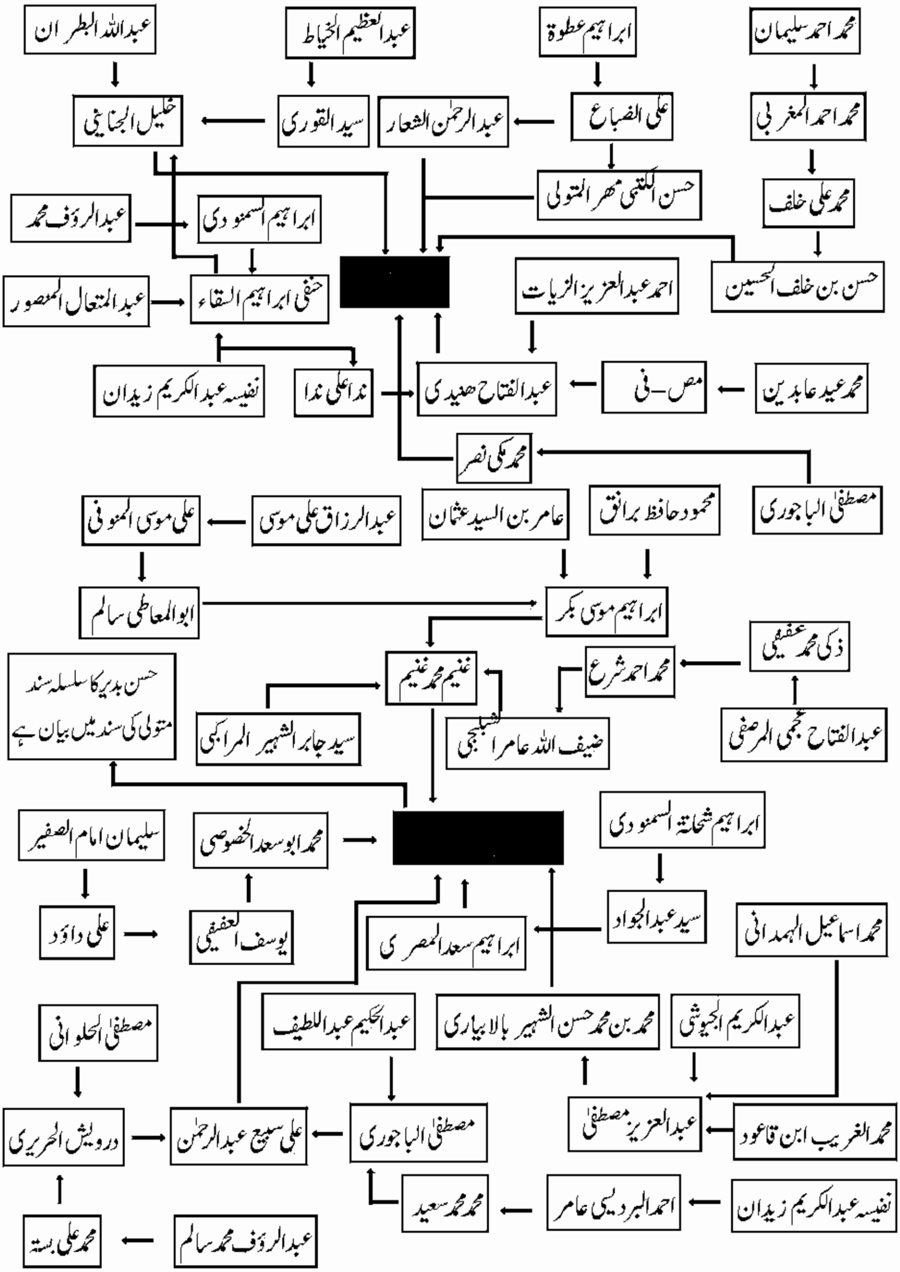

304

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

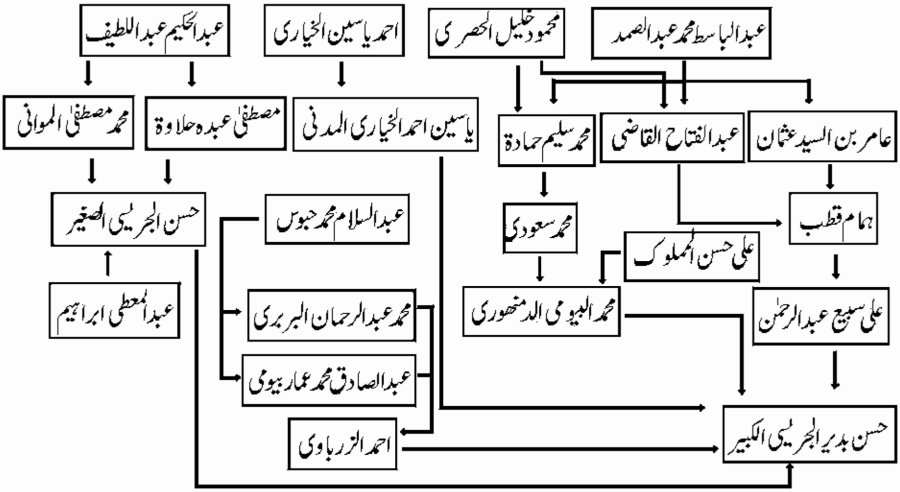

[redacted]

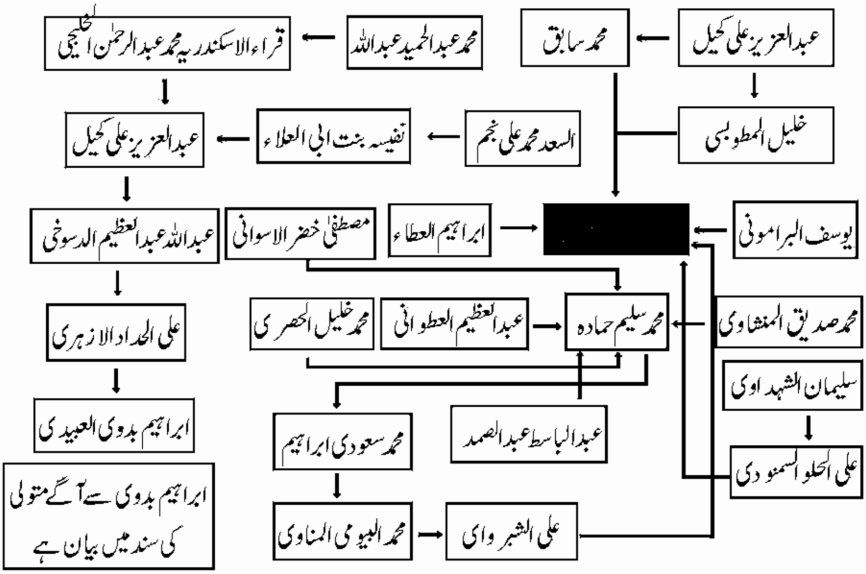

[redacted]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

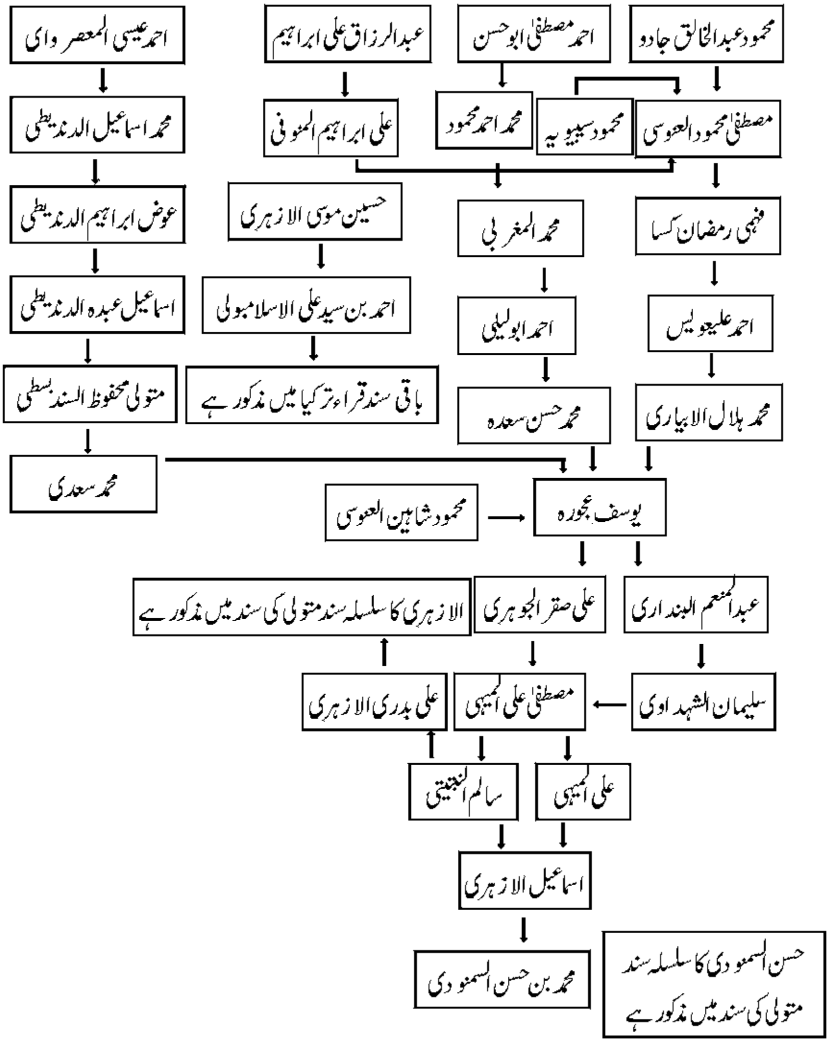

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

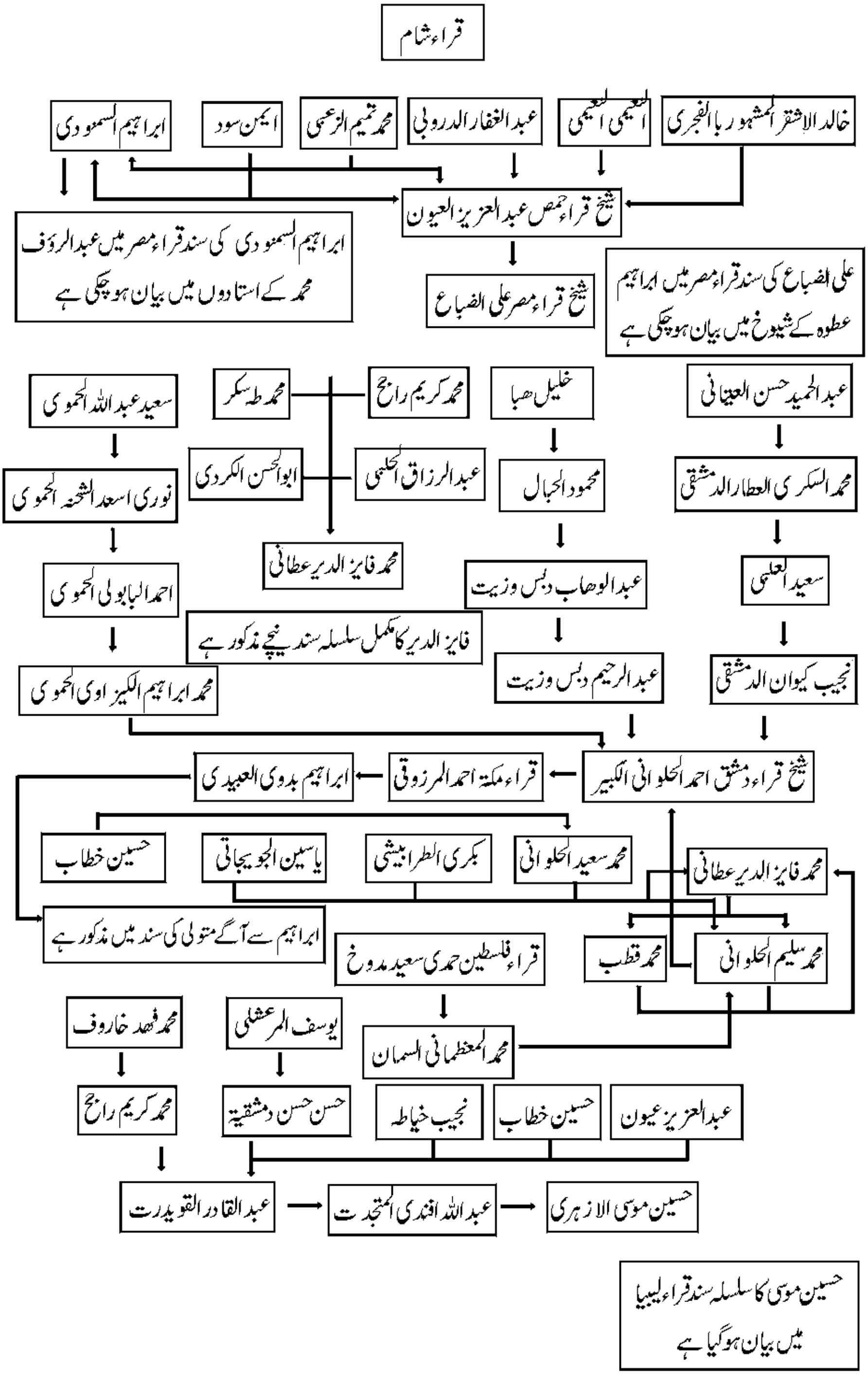

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

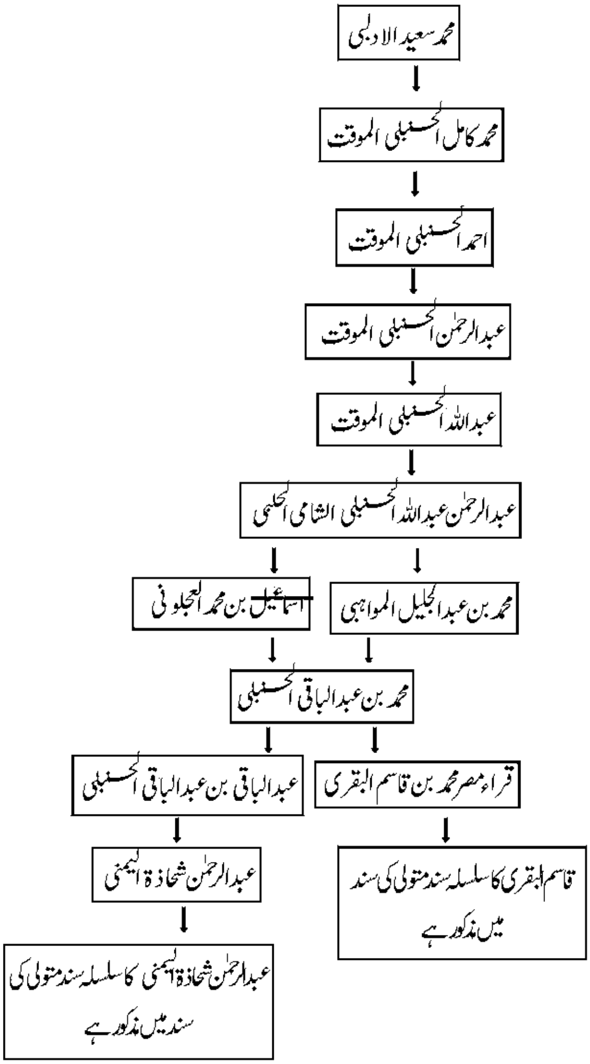

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

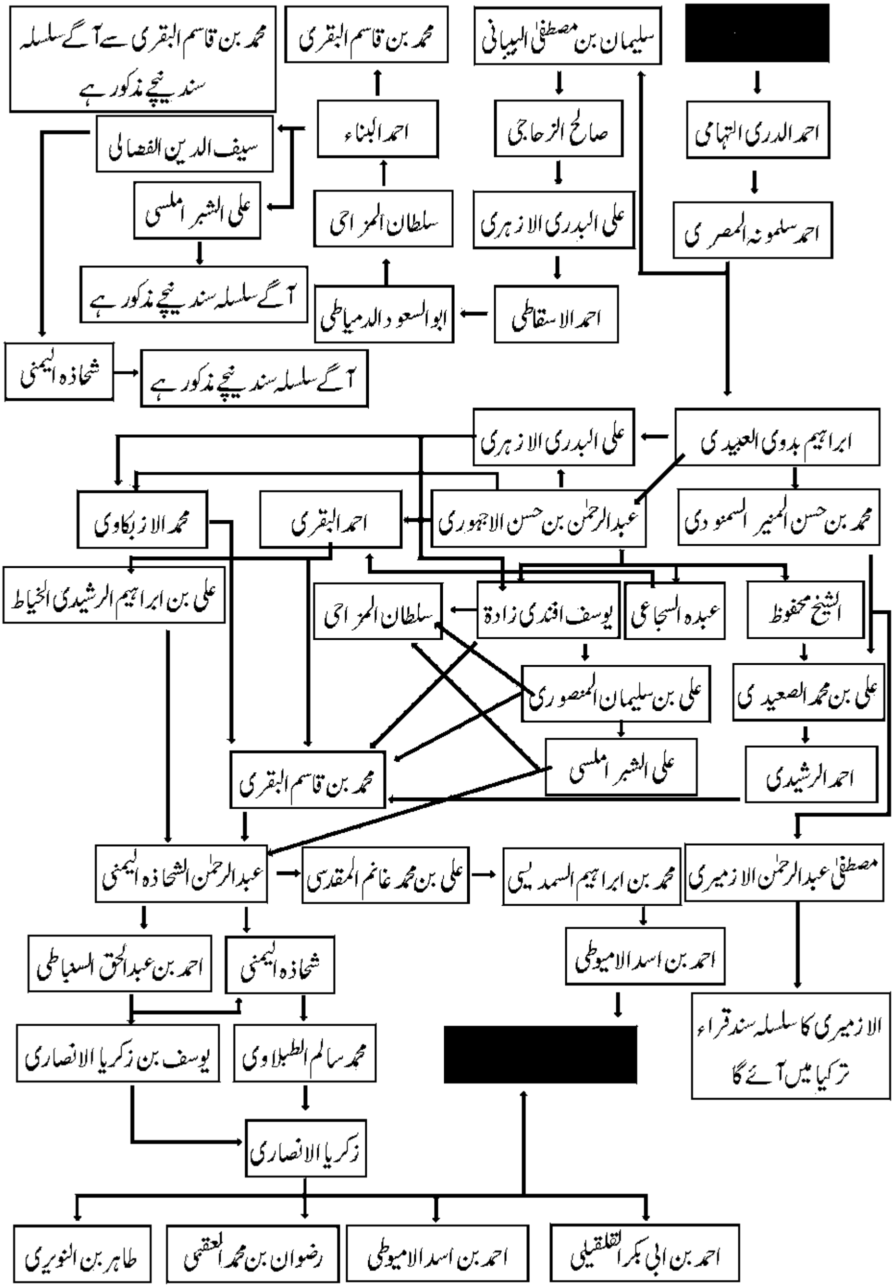

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

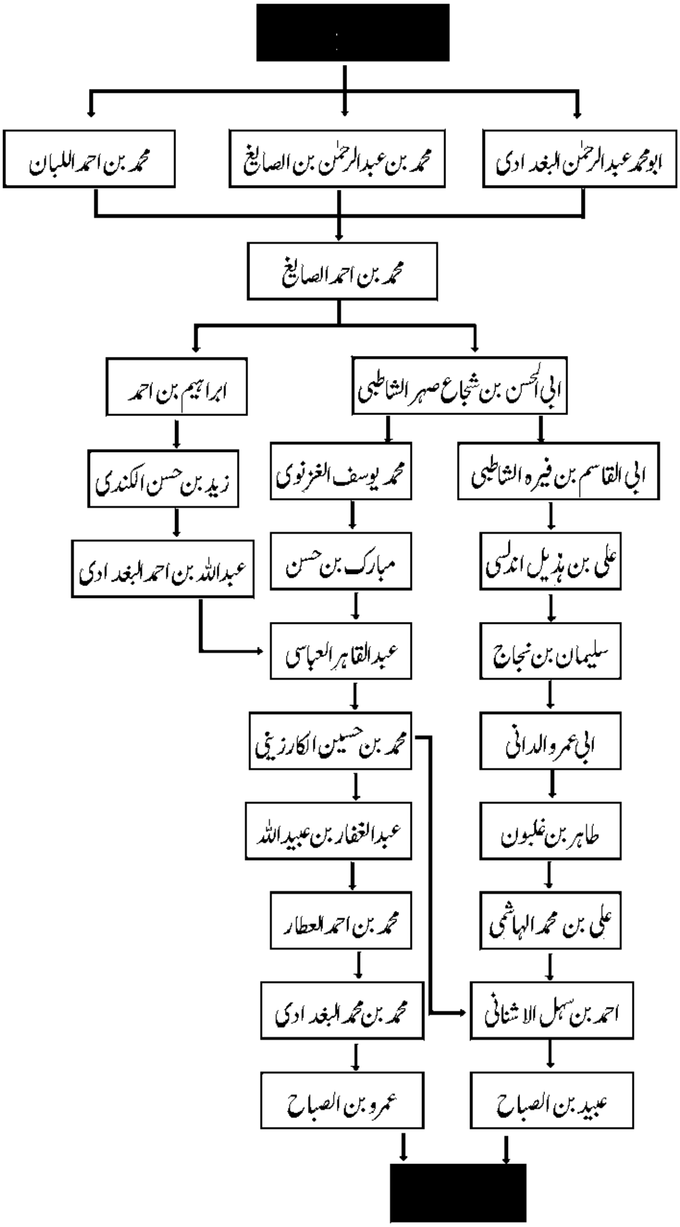

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[redacted]

امام عاصم بن ابی النجود

عبداللہ بن حبیب السلمی

زر بن حبیش

زید بن ثابتؓ، عثمان بن عفان
ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود

عبداللہ بن مسعودؓ، عثمان بن عفانؓ

[redacted]

تمت بالخیر

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری ادریس العاصم☆

الإسناد فی کتب التجوید والقراءات

تمام کتبِ سماویہ میں قرآن مجید کی عظمت وعزت عیاں اور نمایاں ہے۔ اپنی اَصل شکل میں اس وقت اگر کوئی صحیح اور کامل آسمانی کتاب ہے تو وہ قرآن مجید ہے اسی کو عالمگیریت کا درجہ حاصل ہے۔ قرآن مجید سے پہلی کتابیں مخصوص زمانہ اور مخصوص اقوام تک محدود تھیں، ان کتب کی حفاظت کا نہ تو خالق کائنات نے ذمہ اٹھایا اور نہ ہی ان کے محفوظ رہنے کا کوئی اعلان کیا۔ اس کے برعکس قرآن کریم کی حفاظت کا ذِمہ بھی لیا اور ساتھ ہی اعلان بھی کردیا۔

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾[الحجر:۹]

''بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس مقصد حفاظت کی تکمیل کے لیے رب العالمین نے ایک ایسا ذریعہ فرمایا جو روزِ قیامت تک جاری وساری رہے گا وہ ہے ناقلین قرآن کا سلسلہ سند۔

اللہ تعالیٰ نے قرآء کے اذہان وقلوب کو اس کام کے لیے تیار کیا۔ ہر وقت امت میں اتنے حفاظ وقرآء موجود رہے کہ جن کو احاطۂ شمار میں لانا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہر زمانہ میں ناقلین قرآن آنے والوں تک اپنے علم کو منتقل کرتے رہے حتیٰ کہ موتیوں کی طرح پروئی ہوئی راویوں کی ایک لڑی بن گئی، جس کو سند کا نام دیا جاتا ہے اور سند کا دوسرا نام 'سلسلة الذهب' بھی ہے۔

سند کی لغوی تعریف

اہل لغت لفظ 'سند' کے کئی معنی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ٹیک لگانا، اِعتماد کرنا، بھروسہ کرنا، سہارا وغیرہ۔

[مصباح اللغات:۴۰۰]

اِصطلاحی تعریف

نبیﷺ تک پہنچنے کا طریقہ یعنی رستہ۔ (مراد ایک راوی کا اپنے سے اُوپر والے راوی سے بات نقل کرنا) اس کو سند کہتے ہیں۔

مثلاً راقم الحروف نے پاکستان میں روایت حفص اور قراءاتِ سبعہ کی سند اُستاذ الاساتذہ الشیخ المقری قاری اِظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے حاصل کی، انہوں نے امام القراء حضرت قاری عبدالمالک رحمہ اللہ سے، انہوں نے الشیخ قاری محمد عبداللہ مکی رحمہ اللہ سے (اور قاری عبدالمالک رحمہ اللہ نے قراءات عشرہ قاری عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی سے، انہوں نے اپنے بھائی قاری عبداللہ مکی سے حاصل کی ہے) ایک لحاظ وہ دونوں اُستاد بھائی اور دوسرے لحاظ سے اُستاد شاگرد۔

قاری عبداللہ مکی صاحب نے روایت حفص کی سند حاصل کی الشیخ ابراہیم سعد بن علی المصری سے اُنہوں نے الشیخ

☆ استاذ القراء، صدر مدرّس المدرسة العالية تجويد القرآن، مسجد لسوڑیاں والی اہلحدیث، لاہور...... مصنف کتبِ کثیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حسن بُدیر سے انہوں نے علامہ محمد بن اَحمد المتولی سے......اس سے آگے سند مشہور و معروف ہے۔

اسی طرح راقم الحروف نے قراءاتِ عشرہ صغریٰ و کبریٰ مدینہ یونیورسٹی سعودیہ میں اُستاذ الاساتذہ المقری القاری عبد الفتاح السید عجمي المرصفي سے حاصل کیں۔ اُنہوں نے اِمام القراء الشیخ عبدالعزیز الزیات سے انہوں نے الشیخ عبدالفتاح ہنیدی سے اُنہوں نے علامہ محمد المتولی سے...... اس سے آگے سند مشہور و معروف ہے۔

اسی طرح راقم الحروف نے بخاری پڑھی شیخ الحدیث مولانا اَبوالبرکات احمد سے انہوں نے إمام المحدثین حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے انہوں نے امام العلماء حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ سے انہوں نے شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے انہوں نے شاہ اسحاق رحمہ اللہ سے انہوں نے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے انہوں نے شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ سے...... آگے سند مشہور ہے۔

بات سمجھنے کی یہ ہے کہ میں نے جن شیوخ کا نام ذکر کیا ان میں سے ہر ایک اپنے سے مقدم راوی سے اَخذ علم کو ثابت کر رہا ہے اسی طرح کے سلسلہ روایت کو سند کہتے ہیں۔

اِمام حزم رحمہ اللہ کی تعریف سند

جس بات کو ایک ثقہ نے دوسرے ثقہ سے اس طرح نقل کیا ہو کہ وہ بات نبیﷺ تک پہنچ جائے کہ ان میں سے ہر ایک اس کا نام و نسب بھی بتائے کہ جس نے اُسے خبر دی ہے، سب کی حالت و شخصیت اور عدالت و زمانہ اور مقام معلوم ہو۔[الملل والنحل (مترجم):۳۲۳]

گویا کہ دینی علوم میں سند کی بے حد اہمیت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی سند اللہ رب العزت نے اپنے ہی کلام میں ذکر فرمائی ہے۔

اِرشاد ربانی ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾

[الشعراء:۹۲،۹۴]

’’بے شک وہ (قرآن) رب العلمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے یہ (قرآن) آپ کے دل پر اترا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوجائیں۔‘‘

اَہمیت سند

① ناقلین قرآن وحدیث کے بارہ میں نبیﷺ کا فرمان

’’ہر آنے والا اپنے سے پہلے عادل لوگوں سے یہ علم (قرآن وحدیث) نقل کرے گا وہ شخص غلو کرنے والوں، باطل لوگوں اور جاہلوں کی تاویل سے اس علم کو محفوظ کرے گا۔[التمهيد لابن عبدالبر: ۵۹]

② امام یحییٰ [illegible]

قال یحییٰ: ’’الإسناد من الدین‘‘ ’’اسناد دین میں سے ہیں‘‘[التمهيد:۵۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

④ امام اوزاعی رحمہ اللہ

"ما ذهاب العلم إلا بذهاب الإسناد" "جب اسناد ختم ہو جائیں گی تو علم بھی مٹ جائے گا" [التمهيد: ٥٧]

⑤ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ

قال المروزي: سمعت عبدالله بن المبارك يقول:

"لو لا الإسناد لقال كل من شآء ما شآء" "اگر اسناد نہ ہوتیں تو ہر کوئی جو چاہتا کہہ دیتا۔"

[التمهيد: ٥٦]

⑥ امام شُعبہ رحمہ اللہ

قال يحيىٰ: سمعت شعبة يقول: "إنما يعلم صحة الحديث بصحة الإسناد"

"امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبہ رحمہ اللہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ یقیناً حدیث کی صحت کا علم تب ہوتا ہے جب اس کی سند صحیح ہو۔"

⑦ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ

عن ابن سيرين قال: لم يكونوا يسألون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سمُّوا لنا رجالكم فيُنظَر إلى أهل السنّة فيُؤْخذُ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم.

"ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا کہ پہلے زمانہ میں کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے سند نہ پوچھتے، پھر جب فتنہ پھیلا (یعنی گمراہی شروع ہوئی اور بدعتیں روافض اور خوارج، مرجیہ اور قدریہ کی شائع ہوئیں) تو لوگوں نے کہا اپنی اپنی سند بیان کرو دیکھیں گے اگر روایت کرنے والے اہل سنت ہیں تو ان کی روایت قبول کریں گے، اور جو بدعتی ہیں تو ان کی روایت قبول نہیں کریں گے۔" [مقدمة صحيح مسلم، ١٥/١، باب في أن الإسناد من الدين]

⑧ امام مالک رحمہ اللہ

عن ابن أبي يونس سمعت مالكا يقول: "إن هذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذونه"

"ابن ابی یونس کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے کہتے ہوئے سنا: بے شک یہ علم دین کا حصہ ہے پس دیکھو تم کس سے حاصل کر رہے ہو؟" [سير أعلام النبلاء: ٣٤٣/٥]

⑨ امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ

قال محمد بن عبدالله بن عمار قال يحيىٰ بن سعيد: "لا تنظروا إلى الحديث، ولكن انظروا إلى الإسناد، فإن صح الإسناد وإلا فلا تغتروا بالحديث إذا لم يصح الإسناد"

"محمد بن عبداللہ بن عمار کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے کہا ہے کہ حدیث کو نہ دیکھو بلکہ اس کی اسناد کو دیکھو اگر اسناد صحیح نہ ہوں تو حدیث سے دھوکہ نہ کھاؤ (یعنی اُسے چھوڑ دو) اگر سند صحیح ہے تو حدیث کو قبول کر لو۔"

[سير أعلام النبلاء: ١٨٨/٩]

اہمیت سند پر متعدد کتب میں اَقوال بکثرت ملتے ہیں۔ البتہ ہم انہی اقوال پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان اَقوال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ سند کے بغیر دین کا کوئی علم ثابت نہیں ہوتا اور صحیح سند پر دین کا دارومدار ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں کے ثبوت کے لیے سند صحیح ہونا ضروری ہے۔

زیر نظر مضمون میں ہم ان شاء اللہ تجوید و قراءات کی وہ مشہور کتب بیان کریں گے جن میں مصنفین نے اپنی اسناد ذکر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر زمانہ میں تجوید وقراءات کے ناقلین ومصنفین نے اَسناد کو بیان کیا ہے البتہ بعض نے اپنی کتابوں میں اَسناد حذف کردی ہیں اور ایسا صرف اختصار کی غرض سے کیا۔ مثلاً امام شاطبی رحمہ اللہ نے قصیدۃ الشاطبیہ میں اسناد ذکر نہیں کیں حالانکہ جس کتاب ''یعنی التیسیر في القراءات السبع'' کو اصل قرار دیتے ہوئے امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تالیف کی ہے۔ اس میں اسناد کا ذکر بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ التیسیر في القراءات السبع امام دانی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ہے۔

اسی طرح امام جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'طیبة النشر في القراءات العشر' اور 'الدرة المضیئة في القراءات الثلاث' میں اَسناد حذف کردی ہیں، البتہ اِمام جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'النشر في القراءات العشر' میں اَسناد ذکر کرنے کے ساتھ ان پر خوب بحث بھی کی ہے، جن مصنفین نے اَسناد ذکر کی ہیں ان میں سے ہر ایک کا اپنا اَنداز ہے مثلاً بعض نے اپنی اَسناد کو قراءِ عشرہ تک اور متاخرین میں سے بعض نے امام جزری رحمہ اللہ تک اور کئی ایک نے اِمام شاطبی رحمہ اللہ تک یا علامہ دانی رحمہ اللہ تک اور کئی ایک نے امام شاطبی رحمہ اللہ تک یا علامہ دانی رحمہ اللہ تک اور بعض نے امام حفص رحمہ اللہ تک اور اکثر نے نبی ﷺ تک متصل اَسناد بیان کی ہیں۔

① کتاب السبعة في القراء ات

مصنف: امام ابن مجاہد رحمہ اللہ: (۲۴۵ھ الی ۳۲۴ھ)

یہ وہ کتاب ہے جس میں مروّجہ قراءِ سبعہ کی قراءات کو سب سے پہلے جمع کیا گیا، امام ابن مجاہد رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے جلیل القدر امام تھے۔ اس کتاب میں امام ابن مجاہد نے اپنے سے لے کر قراءِ سبعہ تک مختلف طرق کے ساتھ اَسناد ذکر کی ہیں۔ اس کتاب کی تحقیق الدکتور شوقی ضیف نے کی ہے اور یہ ایک جلد میں شائع ہوئی۔ اسے مکتبہ دار المعارف القاہرۃ مصر نے طبع کیا ہے۔

② جامع البیان في القراء ات السبع المشهورة

مصنف: امام ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ (م ۴۴۴ھ)

اس کتاب میں مصنف نے اَسناد اور طرق بیان کرنے کا اَنداز اس طرح اپنایا ہے کہ اپنے سے لے کر مختلف روایات وطرق قراءِ سبعہ تک ذکر کیے ہیں اور پھر قراءِ سبعہ سے نبی ﷺ تک اَسناد ذکر کی ہیں۔ علامہ دانی رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کے محققین کی صف میں شامل ہیں۔ آپ علم قراءات کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ علامہ دانی رحمہ اللہ تقریباً ایک سوبیس (۱۲۰) کتب کے مصنف ہیں جن میں اکثر قراءات پر ہیں اس کتاب کی تحقیق الحافظ المقری محمد صدوق الجزائری رحمہ اللہ نے کی ہے اور دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان نے اسے شائع کیا ہے یہ ایک جلد میں شائع ہوئی۔

③ الإختیار في القراء ات العشر

مؤلف: امام ابومحمد عبداللہ بن علی الحنبلي البغدادي المعروف بسبط الخیاط رحمہ اللہ (م ۴۶۴ھ الی ۵۴۱ھ)

اس کتاب میں مصنف نے اپنے سے لے کر نبی ﷺ تک دس قراء کی سند ذکر کی ہے۔ امام سبط الخیاط رحمہ اللہ علم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

القراءات میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔علامہ جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب النشر في القراءات العشر میں آپ کی خوبصورت آواز کی بے حد تعریف کی ہے اس کتاب کی تحقیق عبدالعزیز بن ناصر السبر رحمہ اللہ نے کی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں مکتبہ ملک فہد (الریاض) نے طبع کی ہے۔

④ إرشاد المبتدي و تذكرة المنتهي في القراء ات العشر

⑤ الكفاية الكبرىٰ في القراء ات العشر

مؤلف: امام ابوالعز محمد بن حسین بن بُندار الواسطی القلانسی رحمہ اللہ (م۵۲۱ھ)

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں دس قراءات کو جمع کیا گیا ہے۔مؤلف نے اپنے سے لے کر قراء عشرہ تک مختلف طرق ذکر کیے ہیں اور پھر قراء عشرہ سے نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں دونوں کتابیں علیحدہ علیحدہ ایک ایک جلد میں طبع کی گئیں ہیں اس کتاب کی تحقیق عثمان محمود غزال نے کی ہے۔

⑥ التلخيص في القراءات الثمان

مؤلف: امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری رحمہ اللہ (م۴۷۸ھ)

اس کتاب میں آٹھ قراء کی مرویات کو جمع کیا گیا ہے مصنف کا شمار اپنے زمانہ کے جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے اپنے سے لے کر قراء ثمانیہ (یعنی نافع، مکی، بصری، شامی، عاصم، حمزہ، کسائی، یعقوب رحمہم اللہ) تک مختلف طرق کے ساتھ اسناد ذکر کی ہیں یہ بھی ایک جلد میں شائع ہوئی ہے۔اس کی تحقیق محمد عقیل موسیٰ نے کی ہے الجماعة الخيرية لتحفيظ القرآن الكريم (جدہ) نے اسے طبع کیا ہے۔

⑦ التذكرة في القراء ات الثمان

مؤلف: إمام أبوالحسن طاهر بن عبدالمنعم بن غلبون المقري الحلبي رحمہ اللہ (۳۹۹ھ)

یہ بھی آٹھ قراءات میں ہے یعنی جو قراء پیچھے گزرے ہیں وہی مراد ہیں، اس میں مؤلف نے اپنے سے لے کر نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں۔شاطبی رحمہ اللہ نے دو مرتبہ اپنی کتاب قصیدۃ الشاطبیہ میں دو جگہ ابن غلبون طاہر کا نام ذکر کیا ہے۔وہ ایک جگہ باب المد و القصر میں اور دوسرا باب الهمز المفرد میں۔

باب المد والقصر میں ہے:

﴿ وعاداً الأولى ﴾ ابن غلبون طاهر: بقصر جميع الباب قال وقولا

باب الهمز المفرد میں ہے:

﴿ وبارءكم ﴾ بالهمز، حال سكونه، وقال ابن غلبون: بيآء تبدلا

التذکرۃ کی تحقیق ایمن رُشدی نے کی ہے اور یہ کتاب دو جلدوں میں ہے الجماعة الخيرية لتحفيظ القرآن الكريم (جدہ) نے شائع کی ہے۔

⑧ الإقناع في القراء ات السبع

مؤلف: امام ابوجعفر احمد بن علی بن احمد بن خلف الانصاری رحمہ اللہ (۵۴۰ھ)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کتاب میں مصنف نے پہلے اپنے سے لے کر قراء سبعۃ تک اسناد ذکر کی ہیں پھر قراء سبعۃ سے نبی ﷺ تک اسناد بیان کی ہیں۔

کتاب کی تحقیق شیخ احمد فرید المزیدی نے کی ہے۔ دار الکتب العلمیہ بیروت نے شائع کی ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں طبع ہوئی ہے اور دوسرا نسخہ دو جلد میں ہے جامعہ اُم القریٰ مکہ مکرمہ نے طبع کروایا ہے۔ اُس کی تحقیق الدکتور عبد الحمید قطامش نے کی ہے۔

⑨ المبهج في القراء ات السبع

مؤلف: عبداللہ بن علی بن احمد بن عبداللہ المعروف بسبط الخياط رحمہ اللہ۔ (٥٤١ھ)

اس کتاب میں مصنف نے اپنے سے لے کر قراء سبعۃ تک کثیر تعداد میں طرق اور روایات کا ذکر کیا ہے ان کی ایک کتاب کا تذکرہ اس مضمون میں پہلے بھی ہو چکا ہے۔ المبہج کی تحقیق سید کسروی حسن نے کی ہے۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان نے اسے شائع کیا ہے یہ کتاب تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

⑩ غاية الاختصار في القراء ات العشر

مؤلف: امام ابو العلاء الحسن بن احمد بن الحسن الهمداني العطار رحمہ اللہ (م ٥٦٩ھ)

اس کتاب میں مصنف نے پہلے قراءات عشرہ کی اسناد نبی ﷺ تک بیان کی ہیں پھر اپنے سے لے کر قراء عشرہ تک مختلف طرق کے ساتھ اسناد ذکر کی ہیں۔ تحقیق الدکتور اشرف محمد فواد طلعت نے کی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ اور اسے الجماعة الخيريه لتحفيظ القرآن الكريم (جدہ) نے طبع کیا ہے۔

⑪ التيسير في القراء ات السبع

مؤلف: امام ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ

صاحب جامع البیان کی کتاب ''التیسیر'' قراءات سبعۃ میں مشہور ومعروف ہے۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے اسی کتاب کو اصل بناتے ہوئے اپنی کتاب حرز الأماني ووجه التهاني تحریر فرمائی ہے۔ علامہ دانی رحمہ اللہ کا اسناد ذکر کرنے کا انداز اس طرح ہے کہ پہلے قراء سبعہ سے نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں، بعد میں اپنے سے لے کر قراء سبعہ تک سندیں بیان کی ہیں یہ بھی ایک جلد میں ہے۔ دار الکتب العربی بیروت لبنان نے اسے طبع کیا ہے۔

⑫ المصباح الزاهر في القراء ات العشر البواهر

تالیف: إمام أبو كرم المبارك بن الحسن أشهر زوري رحمہ اللہ (م ٥٥٠ھ)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ تالیف دس قراءات پر مشتمل ہے اس میں امام نے قراء عشرہ کا مختصر تعارف اور پھر ان کی اسناد نبی ﷺ تک بیان کی ہیں، بعد میں متعدد طرق کے ذریعے اپنے سے لے کر قراء عشرہ تک اسناد بیان کی ہیں اس کتاب کی تحقیق الشیخ عبد الرحیم الطرہونی نے کی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان نے شائع کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑮ إعراب القراء ات السبع وعللها

تالیف: ابوجعفر محمد بن احمد بن نصر ابن خالویہ الاصبہانی رحمہ اللہ (م۲۰۳ھ)

اس میں امام نے اپنے سے لے کر قراء سبعہ تک کئی ایک واسطوں کے ذریعے اسناد ذکر کی ہیں اس کتاب کی تحقیق ابومحمد الاسیوطی نے کی ہے یہ ایک جلد میں ہے اسے دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان نے طبع کیا ہے۔

⑯ المکرر فیما تواتر من القراء ات السبع و تحرر

مؤلف: امام ابوحفص عمر بن قاسم بن محمد المصری الانصاری رحمہ اللہ (۹۰۰ھ)

اس کتاب میں مصنف نے قراء سبعۃ سے نبیﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں، تحقیق احمد محمود عبدالسمیع شافعی نے کی ہے۔ یہ کتاب بھی ایک جلد میں ہے۔ اسے دار الکتب العلمیہ نے شائع کیا ہے۔

⑰ النشر في القراء ات العشر

مؤلف: امام محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ (م۸۳۳ھ)

امام جزری رحمہ اللہ کا علم قراء ات کی نقل و روایت اور تحقیق میں وہ مقام ہے جو حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کا ہے آپ اعلیٰ درجہ کے حافظ، متقن اور محقق تھے۔ ایک لاکھ حدیث کے حافظ تھے۔ آپ نے النشر في القراءات العشر میں اپنے سے لے کر قراء عشرہ تک متعدد طرق بیان کیے ہیں اور قراء عشرہ سے نبیﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان نے اسے طبع کیا ہے۔

⑱ المبسوط في القراء ات العشر

مؤلف: ابوبکر احمد بن الحسن بن مھران الاصبہانی رحمہ اللہ (۳۸۱ھ)

اس کتاب میں مصنف نے اپنے سے لے کر نبیﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں۔ ابن مھران قراء ات کے بہت بڑے عالم تھے اس کتاب کی تحقیق سبیع حمزۃ حاکی نے کی ہے، یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔

دار القبلة للثقافة الإسلامية جدہ نے طبع کیا ہے۔

⑲ الغاية في القراء ات العشر

ابوبکر احمد بن مھران نیشاپوری رحمہ اللہ (۳۸۱ھ)

مؤلف نے اپنے سے لے کر قراء عشرہ تک متعدد طرق بیان کیے ہیں اور قراء عشرہ سے نبیﷺ تک۔ کتاب کی تحقیق محمد غیاث الجنباز نے کی ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔

⑳ الكنز في القراء ات العشر

مؤلف: امام شیخ عبداللہ بن عبدالمؤمن ابن الوجیہ الواسطی رحمہ اللہ (م۷۴۰ھ)

موصوف نے اپنے سے لے کر قراء عشرہ تک متعدد طرق بیان کیے ہیں اور قراء عشرہ سے نبیﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں، تحقیق هناء الحمصي نے کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑮ الكتاب الموضح في وجوه القراء ات وعللها

مؤلف: امام نصر بن علی بن محمد ابوعبداللہ الشیر ازی الفارسی الفسوی النحوی المعروف بابن ابی مریم رحمہ اللہ (م۵۶۵ھ)

اس کتاب میں امام نے آٹھ قراء کی قراءات ذکر کی ہیں۔ مؤلف نے اس میں ان قراء کے رواۃ کا تذکرہ کیا ہے اور ان سے نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں اس کتاب کی تحقیق الدکتور عمر حمدان الكبيسي نے کی ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے اور اسے الجماعة الخيرية لتحفيظ القرآن الكريم (جدہ) نے طبع کیا ہے۔

⑯ فتح الوحيد في شرح القصيد المعروف شرح الشاطبية

مؤلف: امام علم الدین علی بن محمد ابی الحسن السخاوی رحمہ اللہ (۶۴۳ھ)

امام سخاوی رحمہ اللہ امام شاطبی رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ انہوں نے قصیدہ شاطبیہ کی شرح لکھی اور اس میں اپنے سے لے کر قراء سبعۃ تک اسناد ذکر کی ہیں۔ اس کتاب کی تحقیق احمد عدنان الزعبی نے کی ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اسے مکتبہ دار البیان دولۃ الکویت نے طبع کیا ہے اور دوسرا نسخہ چار جلدوں پر مشتمل ہے جسے مکتبۃ الرشد (الریاض) نے طبع کیا ہے اس کی تحقیق محمد الا دریسی الطاهری نے کی ہے۔

⑰ المستنير في القراء ات العشر

مؤلف: امام ابو طاہر احمد بن علی بن عبید اللہ بن عمر بن سوار البغدادی رحمہ اللہ (۴۹۶ھ)

امام نے اپنی کتاب میں اپنے سے قراء عشرہ تک مختلف طرق کے ذریعے اسناد ذکر کی ہیں اور پھر قراء عشرہ سے نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں اس کتاب کی تحقیق دکتور عمار امین الددرو نے کی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور دار البحوث للدراسات الإسلامية، إحياء التراث الإسلامي، الإمارات العربية المتحدة دبئ نے طبع کیا ہے۔

⑱ شرح الدرر اللوامع في أصل مقرأ الإمام نافع

مصنف: امام ابوعبداللہ محمد بن عبد الملک بن المنتوری القیسی رحمہ اللہ (۸۳۴ھ)

الدرر اللوامع نظم میں ہے امام ابن بّری (۷۳۰ھ) نے تالیف کی ہے اور یہ صرف امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت میں ہے شارح نے ناظم سے لے کر امام نافع تک ایک جگہ اور دوسری جگہ امام نافع رحمہ اللہ سے نبی ﷺ تک سند ذکر کی ہیں اس شرح کی تحقیق استاذ الصدیقی سیری فوزی نے کی ہے۔ یہ کتاب بھی دو جلدوں میں ہے۔

⑲ الروضة في القراء ات الإحدىٰ عشرة

مؤلف: امام ابوعلی الحسن بن محمد بن ابراہیم البغدادی مالکی رحمہ اللہ (۴۳۸ھ)

ابوعلی مالکی نے اپنے زمانہ کے مختلف اساتذہ سے قراءات حاصل کیں۔ انہوں نے اپنی کتاب الروضۃ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں۔ الروضۃ کی تحقیق الدکتور مصطفیٰ عدنان محمد سلمان نے کی ہے اور مکتبۃ العلوم والحکم نے مدینہ منورہ سے اور دار العلوم والحکم نے شام سے شائع کیا ہے یہ کتاب دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑰ شرح الهداية

مصنف: امام ابوالعباس احمد بن عمار المهدوی رحمہ اللہ (۴۴۰ھ)

یہ کتاب توجیہات القراءات کے نام سے مشہور ہے۔امام مھدوی اپنے زمانہ کے جلیل القدر علماء میں شامل ہیں۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب قصیدۃ الشاطبیہ میں باب الاستعاذہ کے آخری شعر میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وإخفاؤه فصل أباه وعاتنا وكم من فتى كالمهدوي فيه أعملا

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے، اس کی تحقیق الدکتور حازم سعید حیدر نے کی ہے اور محقق نے آپ کے چند شیوخ قراءات کا تذکرہ بھی کتاب کے شروع حصہ میں کیا ہے۔مکتبۃ الرشد (الریاض) نے اسے طبع کیا ہے۔

⑱ إعراب القراءات السبع وعللها

مصنف: امام ابوعبداللہ الحسین بن احمد بن خالویہ الهمداني النحوي الشافعی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ)

آپ امام ابن مجاہد رحمہ اللہ کے براہ راست شاگرد ہیں۔علم قراءات میں اعلیٰ ترین مقام رکھتے ہیں۔اس کتاب میں آپ نے اپنے سے قراء سبعہ تک کئی اسناد ذکر کی ہیں۔پھر نبی ﷺ تک اسناد بیان کی ہیں، اس کتاب کی تحقیق الدکتور عبدالرحمن بن سليمان العثيمين نے کی ہے۔یہ دو جلدوں میں ہے۔ مكتبة الخانجي القاهره،مصر نے طبع کیا ہے۔

⑲ كتاب معاني القراءات

مؤلف: امام ابومنصور محمد بن احمد الازہری رحمہ اللہ (۳۷۰ھ)

امام کی یہ کتاب آٹھ قراء کی مرویات پر مشتمل ہے، سات شاطبیہ والے اور ایک ثلاثہ والے امام یعقوب- امام ابومنصور نے اپنے سے لے کر آٹھ قراء تک اسناد ذکر کی ہیں۔اس کتاب کی تحقیق الشیخ احمد فرید المزیدی نے کی ہے۔یہ کتاب ایک جلد میں ہے اور دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان نے شائع کی ہے۔

⑳ الكتاب الأوسط في علم القراءات

مؤلف: امام ابومحمد الحسن بن علی بن سعید المقری العمانی (م۴۱۳ھ)

یہ کتاب قراء سبعہ کی مرویات پر مشتمل ہے۔امام العمانی جلیل القدر علماء کی صف میں شامل ہیں۔اس کتاب میں آپ نے قراء سبعۃ سے لے کر نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں اور قراء سبعۃ کے حالات بھی قلمبند کیے ہیں- یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔اس کی تحقیق الشیخ عزۃ حسن نے کی ہے۔یہ کتاب مکتبہ دار الفکر دمشق نے طبع کی ہے۔

㉑ المستطاب في التجويد المسمىٰ هداية القراء

تالیف: امام شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی (۹۲۳ھ)

امام قسطلانی کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ شارح بخاری ہیں۔آپ کی ایک کتاب ”لطائف الإشارات لفنون القراءات“ بھی ہے آپ نے المستطاب میں قراء عشرہ سے نبی ﷺ تک اسناد ذکر کی ہیں۔اس کتاب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تحقیق السید یوسف احمد نے کی ہے یہ ایک جلد میں ہے۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان نے اسے طبع کیا ہے۔

۶۰ تقریب النشر في القراءات العشر

تالیف: الامام المقری الحافظ محمد بن محمد الجسري الشافعي الدمشقی (۸۳۳ھ)

یہ النشر في القراءات العشر کا اختصار ہے۔اس کتاب میں امام نے قراءعشرہ اور ان کے رواۃ اور چند طرق کا ذکر کیا ہے اس کتاب کی تحقیق علی عبد القدوس عثمان الوزیز نے کی ہے۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ دار احیاء التراث بیروت لبنان نے اسے طبع کیا ہے۔

۶۱ الجعبری و منهجه في كنز المعاني في شرح حرز الأماني ووجه التهاني

دراسۃ۔ الاستاذ احمد الیزیدی

اس میں احمد الیزیدی نے علامہ جعبری کی سند امام شاطبی تک اور امام شاطبی کی سند بواسطہ علامہ دانی قراء سبعۃ تک بیان کی ہے۔

۶۲ تقريب النفع وتيسير الجمع بين القراءات السبع و معه المقدمة المسماة أعلام أهل القرآن

مؤلف: السید نبیل بن ہاشم بن عبد اللہ الغمری آل باعلوی۔

مؤلف نے اس کتاب میں اپنے استاذ المکی بن عبد السلام بن مکی بن کیران (۱۳۳۱ھ۔۱۴۲۱ھ) کی اسناد قراء سبعۃ تک اور پھر نبیﷺ تک ذکر کی ہیں اور اپنے استاذ کی سند حدیث بھی نبیﷺ تک ذکر کی ہے۔

دار البشائر الإسلامية (بیروت) نے اس کو طبع کیا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

۶۳ هداية القاري إلى تجويد كلام الباري

مؤلف: اُستاذی وسیدی امام القراء والمجودّین الشیخ عبد الفتاح السید عجمی المرصفی (۱۴۰۹ھ)

علم تجوید کے حوالہ سے یہ کتاب مرجع و مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں شیخ نے اپنی اسناد نبیﷺ تک ذکر کی ہیں۔

۶۴ الرسالة الترمسية في إسناد القراءات العشرية

مؤلف: الشیخ محمد محفوظ بن عبد اللہ الترمسی (۱۳۳۰ھ)

آپ نے قراء کی اسناد پر تفصیلی کام کیا ہے اور اسناد پر ایک رسالۃ (كفاية المستفيد فيما علا من الأسانيد) بھی تالیف کیا ہے۔

۶۵ الإمام المتولي و جهوده في علم القراءات

مؤلف: الشیخ الدکتور ابراھیم بن سعید بن احمد الدوسری نے تالیف کیا ہے۔

جس میں اسناد کا بیان بہت عمدہ اور دلنشین انداز میں کیا ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔ مکتبۃ الرشد (الریاض)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نے اسے طبع کیا ہے۔

۴۳ شیخ علی محمد الضباع

موجودہ دور میں بڑے محقق مانے جاتے ہیں۔مختلف کتب کے مصنف ہیں۔فن تجوید وقراءات پر کئی ایک کتابیں تصنیف کی ہیں۔بعض متون کی شروح لکھی ہیں۔انہوں نے قصیدۂ شاطبیہ کی تصحیح کی ہے اور آخر میں اپنے سے لے کر امام شاطبی تک سند ذکر کی ہے اور اس کی تصدیق الشیخ محمد علی خلف الحسینی شیخ المقاری المصریه نے کی ہے۔طبع بمطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر.

۴۴ تصحیح قصیدۂ شاطبیة

کاوش:إمام القرآء القاری المقری إظهار أحمد التھانوی (۱۴۱۲ھ بموافق ۱۹۹۱ء)

شیخ نے اس فن پر مختلف کتب تالیف فرمائیں جو کہ مرجع ومصدر کی حیثیت رکھتی ہیں۔آپ جامع العلوم تھے۔آپ نے قصیدۂ شاطبیۃ کی تصحیح فرمائی اور اس میں اپنی سند امام شاطبی تک ذکر فرمائی ہے۔

۴۵ قواعد التجويد على رواية حفص عن عاصم بن أبي النجود

مؤلف: الشیخ عبدالعزیز القاری حفظہ اللہ

قواعد تجوید پر بڑی عمدہ کتاب ہے۔اس کتاب میں شیخ نے اپنی سند کو نبیﷺ تک بیان کیا ہے۔یہ کتاب ایک جلد میں ہے اور مکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ نے اسے طبع کیا ہے۔

۴۶ الدر الفريد في شرح قواعد التجويد

مصنف: الشیخ عبدالحق محدث دھلوی (۱۰۵۲ھ)

متن اور شرح دونوں آپ کی تصانیف ہیں۔ان کے اور علامہ جزری کے مابین دو واسطے ہیں۔آپ نے اپنی سند علامہ جزری رحمہ اللہ تک بیان کی ہے۔

لکھتے ہیں:

قرأت قرآن العظيم على عدة من المشائخ الأجلآء المقرءين والقراء المجودين، من أعلاهم ستاً، الشيخ العلامة المقري المجود محمد بن إبراهيم السمديسي المصري وهو على الشيخ المقري أحمد الدميوطي المصري وهو عن الشيخ الإمام شمس الدين محمد ابن الجزري، شيخ القراء والمجودين وسنده إلى النبي ﷺ مشهور في الكتاب والسنة مذكور في بعض مصنفاته ...... انتهىٰ

’’میں نے بہت سے اجل مشائخ وقراء اور مجودین سے قرآن پڑھا ہے، جو ان میں عمر اور مرتبے میں زیادہ بڑے ہیں۔ وہ ہیں الشیخ العلامة، المقری المجود محمد بن إبراهيم السمديسي المصری اور انہوں نے الشیخ المقری أحمد الدميوطي المصری سے انہوں نے الشیخ الإمام شمس الدين محمد بن الجزری شیخ القراء والمجودین سے۔آپ کی سند نبیﷺ تک کتاب وسنت میں مشہور ہے اور آپ کی بعض تصنیفات میں بھی اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔انتہی‘‘

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑰ المرشد في مسائل التجويد والوقف

مصنف: استاذی امام القراء والمجودین المقری اظہار احمد التھانوی رحمہ اللہ

سوال و جواب کی شکل میں تجوید پر نہایت شاندار کتاب ہے۔ بڑے آسان فہم انداز میں مسائل تجوید بیان کیے گئے ہیں۔ صفحہ نمبر ۳۹ پر اپنی سند نبی ﷺ تک بیان کی ہے۔

⑱ عذار القرآن

مؤلف: شیخ القراء قاری محمد اسماعیل پانی پتی

یہ تجوید کی کتاب ہے۔ مسائل تجوید پر عمدہ روشنی ڈالتی ہے۔ بعض جگہوں پر تجویدی اشعار بھی پیش کیے گئے ہیں۔ موصوف نے اپنی سند نبی ﷺ تک بیان کی ہے۔

⑲ كمال الفرقان شرح جمال القرآن

مؤلف: الشیخ القاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ

اچھی شرح ہے۔ جمال القرآن مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ہے جو مسائل تجوید پر ہے۔ اور القاری محمد طاہر رحیمی نے اپنی سند اس میں نبی ﷺ تک بیان کی ہے اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امام حفص رحمہ اللہ سے نبی ﷺ تک سند ذکر کی ہے۔

⑳ زينة المصحف   تحبير التجويد

یہ دونوں کتابیں راقم الحروف کی ہیں اور علم التجوید پر ہیں۔ ان میں راقم الحروف نے اپنے سے لے کر نبی ﷺ تک روایت حفص کی سند ذکر کی ہے۔ قراءات اکیڈمی اُردو بازار لاہور نے طبع کی ہیں۔

㉑ شجرة الأساتذه في أسانيد القرائات العشر المتواترة

اس میں اُسانید کی مفصل بحث دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ کتاب میرے محترم اُستاد ذی وقار إمام القراء والمجودين المقري القاري حضرت الشيخ إظهار أحمد التھانوی رحمہ اللہ نے شروع کی۔ لیکن اُسے مکمل کیے بغیر جہان فانی سے رحلت فرما گئے، راقم الحروف نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا اور جابجا حاشیہ بھی لکھا۔ والحمد لله على ذلك.

㉒ الوجوه المثاني في القراءات السبع

مؤلف: مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

موصوف نے اس کتاب کے آخر میں اپنے تمام علوم کی اُسناد کا مختصر بیان کیا ہے۔ وہاں اپنی تجوید کی سند بھی ذکر کی ہے۔ یہ تفسیر بیان القرآن کے آخر میں ہے۔

㉓ شجرة سبع قراءات

مؤلف: شيخ القراء المجودين ابو محمد محی الإسلام پانی پتی رحمہ اللہ (۱۳۷۲ھ)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موصوف نے بڑی وضاحت کے ساتھ قراء اتِ سبعہ کی اَسناد کو نبیﷺ تک بیان فرمایا ہے(یہ شجرہ) شرح سبعہ قراء ات کی پہلی جلد میں ہے،شرح سبعہ دوجلدوں میں ہے۔ یہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے طبع کی ہے۔

⑯ كتاب التبصرة في القراءات السبع

مؤلف: امام القراء المقری ابومحمد مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ (م۴۳۷ھ)

آپ علامہ شاطبی رحمہ اللہ سے پہلے کے ہیں۔یہ کتاب آپ نے سات قراء کی مرویات پر لکھی ہے۔آپ سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ کئی کتب کے مصنف ہیں۔یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔اس میں امام نے اپنے سے قراء سبعہ تک مختلف طرق اور قراءِ سبعہ کی نبیﷺ تک اَسناد ذکر کی ہیں۔اس کتاب کو الدار السلفیۃ بمبئی ہندوستان نے طبع کیا ہے۔

⑰ خلاصة البيان في تجويد القرآن

مؤلف: شیخ القراء القاری محمد ضیاء الدین احمد صدیقی رحمہ اللہ

علم التجوید پر عمدہ کتاب ہے۔موصوف نے اپنے سے لے کر نبیﷺ تک سند ذکر کی ہے۔

⑱ هدية الوحيد في علم التجويد

مؤلف: شیخ القراء القاری عبدالوحید الٰہ آبادی

علم تجوید پر موصوف کی اچھی کاوش ہے۔مختصر انداز بیان کے ساتھ مسائل تجوید ذکر کیے گئے۔اس میں شیخ نے اپنی سند ذکر کی ہے۔

⑲ ضوابط نبلآء التجويد

مؤلف: شیخ القراء قاری محمد عبدالمعبود

یہ تجوید پر ایک رسالہ ہے۔موصوف نے اس میں اپنی سند ذکر کی ہے۔

⑳ توضيح العشر في شرح طيبة النشر

مؤلف: شیخ القراء القاری محمد عبداللہ مرادآبادی

یہ ایک جلد میں ہے۔علامہ جزری رحمہ اللہ کی کتاب جو دس قراء کی مرویات پر مشتمل ہے اور شعر میں ہے اس کی شرح ہے۔اس میں مرادآبادی صاحب نے اپنی سند ذکر کی ہے۔

㉑ جمال القراء وكمال الإقرآء

مؤلف: امام علم الدین علی بن محمد السخاوی رحمہ اللہ (م۶۴۳ھ)

امام سخاوی رحمہ اللہ امام شاطبی رحمہ اللہ کے خاص تلامذہ میں شامل ہیں۔آپ امام ابوشامہ مقدسی کے شیخ ہیں۔امام سخاوی رحمہ اللہ سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے 'الإتقان' میں بارہا آپ کی اس کتاب کے حوالے پیش کیے ہیں۔جمال القراء میں آپ نے قراء سبعہ سے لے کر نبیﷺ تک اَسناد ذکر کی ہیں۔یہ کتاب دو جلدوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے۔ایک نسخے کی تحقیق الدکتور علی حسین البواب نے کی ہے اور مکتبۃ التراث مکۃ مکرمہ نے اسے طبع کیا ہے۔ اور دوسرے نسخے کی تحقیق عبدالحق عبدالدائم سیف القاضی نے کی ہے۔اور مؤسسة الكتب الثقافية بيروت لبنان نے طبع کیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے شروع مضمون میں یہ ذکر کیا تھا کہ سند کے بغیر نہ قرآن ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی حدیث۔اور بعض لوگوں کو عدم علم اور ناقص تحقیق کی بنا پر سنگین غلطی لگ گئی کہ قراءات کی کوئی سند نہیں اور بعض نے یہ کہہ دیا کہ قراء سبعہ یا عشرہ کی اسناد نبیﷺ تک تو ٹھیک ہیں۔البتہ بعد والوں کی اسناد قراءِ سبعہ یا ثلاثہ تک نہیں پہنچتی۔چنانچہ یہ امر اس بات پر دلیل ہے کہ انہوں نے نہ تو کسی شیخ قراءات کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کیا نہ کتب قراءات کی ورق گردانی کی۔ہم نے اختصار کی غرض سے چند کتب کا تذکرہ کیا ورنہ بیسیوں ایسی کتب ملتی ہیں جن میں اسناد کا ذکر ہے اور ان ناقلین کی عدالت وثقاہت اور امامت پر امت کا مکمل اعتماد ہے۔لہٰذا یہ کہنا کہ قراءات بغیر سندوں کے یا کمزور اسناد کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں بالکل فضول بات ہے۔دُعا ہے کہ أحكم الحاكمين حق کو پرکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری رشید احمد تھانوی☆

مشکلات القراءات

اہل علم کے ہاں مشکل القرآن، مشکل الحدیث اور مشکل الاثار وغیرہ کے عنوان پر لکھی جانے والی کتب غیر معروف نہیں۔ ان کتب کے لکھنے کا پس منظر یہ ہے کہ قرآن و سنت چونکہ انسانوں کیلئے اللہ کی ابدی ہدایت پر مشتمل ہیں اور ان کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات اعلیٰ صفات ہے چنانچہ ان کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفًا كَثِيرًا ﴾ [النساء: ۸۲]
علم القراءات کی نسبت بھی چونکہ قرآن کریم سے ہے یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے ہاں جس طرح قرآن کی کسی آیت کا تعارض دوسری آیت سے ممکن نہیں اسی طرح قراءاتِ متنوعہ متواترہ بھی باہم متعارض نہیں ہوتیں۔ مختلف قراءات کا باہمی اختلاف تنوع کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے جس سے معانی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔
زیر نظر مضمون میں فاضل مقالہ نگار نے مشکل القراءات یا بالفاظِ دیگر مختلف القراءات کو موضوعِ بحث بنایا ہے اور بظاہر متعارض نظر آنے والی قراءات کے حل کا طریقہ متعین کرتے ہوئے اس سلسلہ میں منکرین ومعترضین قراءات کی طرف سے عمومی طور پر پیش کی جانے والی متعارض قراءات کا بھی مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔ [ادارہ]

اصول فقہ کی بحثوں میں شرعی دلیلوں کے درمیان تعارض کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں ایک دلیل کسی حکم کی متقاضی ہو، اور اسی مسئلہ کے بارے میں دوسری دلیل شرعی دوسرا حکم چاہتی ہو۔یعنی شرعی اَحکام میں تعارض سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں ایک شرعی دلیل جس حکم کی متقاضی ہو، کوئی دوسری شرعی دلیل اس کے خلاف دوسرے حکم کا تقاضا کرتی ہو۔یا کسی حکم کے دلائل میں اس طرح عدم مطابقت ہونا کہ جو امر ایک دلیل سے ثابت ہو وہ دوسری دلیل سے ثابت نہ ہوتا ہو۔علماء نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

”التعارض أن يقتضي كل من الدليلين عدم ما يقتضيه الآخر“[أصول الفقه: ۳۵۸]

”تقابل الدليلين على سبيل الممانعة.“

[إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول: ۲۵۸/۲]

ان تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی اَحکام میں تعارض سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں ایک شرعی دلیل جس حکم کی متقاضی ہو، کوئی دوسری شرعی دلیل اس کے خلاف دوسرے حکم کا تقاضا کرتی ہو یا یوں کہیے کہ دلائل سے حاصل ہونے والے احکام کا ایک دوسرے کے خلاف اس طور پر ہونا کہ ایک پر عمل کرنے سے دوسرے کا چھوڑنا لازمی ہو۔ بعض معاصر علماء تعارض کی تعریف اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

☆ اُستاذ القراءات، دار العلوم الاسلامیہ، کامران بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"والتعارض بين الدليلين الشرعيين معناه في اصطلاح الأصوليين: اقتضاء كل واحد منهما في وقت واحد حكماً في الواقعة يخالف ما يقتضيه الدليل الآخر فيها مثلاً: قوله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً﴾ [البقرة:٢٣٤]، هذا النص يقتضي بعمومه، أن كل من توفي عنها زوجها تنقضي عدتها بأربعة أشهر وعشرة أيام، سواء أكانت حاملاً أم غير حامل.

وقوله تعالى: ﴿وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق:٤]، هذا النص يقتضي بعمومه أن كل حامل تنقضي عدتها بوضع حملها، سواء كانت متوفى عنها زوجها أم مطلقة فمن توفي عنها زوجها وهي حامل، واقعة يقتضي النص الأول أن تنقضي عدتها بتربص أربعة أشهر و عشرة أيام، ويقتضي النص الثاني أن تنقضي عدتها بوضع حملها، فالنصان متعارضان في هذه الواقعة" [أصول الفقه: ٢٠٨]

پہلی آیت بتلاتی ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اس میں حاملہ وغیر حاملہ عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔لیکن دوسری آیت بتلاتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔یعنی بچہ کی پیدائش ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہوجائے گی۔

یہ تعارض دراصل تعارض نہیں ہے کیوں کہ تعارض حقیقت میں تو محال ہے،لیکن مجتہدین کی رائے اور ان کی نظر کے اعتبار سے یہ محال نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک مجتہد ظاہر میں یہ سمجھے کہ کسی مسئلہ میں ایک دلیل دوسرے کے مخالف ہے،اور اس کا یہ سمجھنا اس کی کم فہمی ،اِدراک کی کمزوری،اور مسئلہ کے تمام دلائل اور پہلوؤں سے ناواقفیت کے سبب سے ہو۔اس لئے یہ تعارض ظاہر میں ہوتا ہے، نہ کہ حقیقت میں۔ان معنی میں شرعی دلیلوں کے درمیان تعارض کا تصور فی الواقع کیا ہی نہیں جاسکتا۔کیونکہ شریعت میں دلیلیں اَحکام کو بتانے کے لئے قائم کی گئی ہیں۔اور اسی وجہ سے ان کے مقتضی پر عمل ممکن ہے، اور تکلیف کی شرط پوری ہوتی ہے۔وہ یہ کہ جب تک مکلّف عاقل بالغ ہو اس کے لئے شرعی احکام کا جاننا ممکن ہے۔اس صورت میں یہ بات محال ہے کہ دلائل ایک دوسرے کے مخالف ہوں، اور ان کا مقصود ہی مبہم اور غیر واضح ہوجائے۔کیونکہ تعارض کا مطلب دلائل کا ایک دوسرے کے مخالف ہونا، ان سے جاہل رکھنا، مقصود مبہم رکھنا، شرط تکلیف کا فوت ہونا۔اسلامی شریعت میں یہ سب اُمور جائز نہیں ہوسکتے۔اللہ تعالیٰ جو شارع حکیم ہے اس کے لئے شریعت میں ایسے دلائل مقرر کرنا محال ہے۔[أصول الفقه الإسلامي: ٢/١١٧٤]

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اعلم بأن الحجج الشرعية من الكتاب والسنة لا يقع بينهما التعارض والتناقض وضعا لأن ذلك من أمارات العجز والله تعالى عن أن يوصف به وإنما يقع التعارض لجهلنا بالتاريخ فإنه يتعذر به علينا التمييز بين الناسخ والمنسوخ" [أصول السرخسي: ٢/١٢]

''فرماتے ہیں کہ دلائل شرعیہ یعنی کتاب وسنت میں تعارض اور تناقض واقع نہیں ہوتا کیوں کہ یہ عاجزی کی علامات میں سے ہے اللہ تعالیٰ ان صفات سے منزہ اور پاک ہے۔اگر کہیں ایسا ہوتا ہے تو یہ ہماری کوتاہ فہمی یا ناسخ ومنسوخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔''

ملا جیون لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”وقد يقع التعارض بين الحجج فيما بيننا لجهلنا بالناسخ والمنسوخ وإلا فلا تعارض في نفس الأمر لأن أحدهما يكون منسوخا والآخر ناسخا وكيف يقع التعارض في كلامه تعالىٰ لأن ذٰلك من إمارات العجز ، تعالى الله عن ذٰلك علوا كبيراً“

[نور الأنوار في شرح المنار: ۱۹۳]

”اگر چہ حقیقی تعارض تو محال ہے لیکن ان دلائل کے بارے میں مجتہدین کے فہم و ادراک میں تفاوت کی بناء پر ظاہری تعارض ممکن ہے جسے دور کرنے اور متعارض دلائل میں سے کسی ایک کی ترجیح کے لئے علمائے اصول نے کچھ اصول وضوابط وضع کئے ہیں۔ ان قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ مجتہد کو ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا چاہئے اور الفاظ کی دلالت کی ترجیح کے طریقوں سے واقف ہونا چاہئے۔“

تعارض رفع کرنے میں اَحناف اور شوافع کا طریقہ

ایک حنفی مجتہد تعارض رفع کرنے کے لئے بالترتیب مندرجہ ذیل مراحل طے کرتا ہے۔

① نسخ ② ترجیح ③ جمع اور تطبیق

④ دونوں دلائل سے صرف نظر اور ان سے کم تر درجے کی دلیل سے اِستدلال

ایک شافعی مجتہد دفع تعارض کے لئے حسب ترتیب مندرجہ ذیل مراحل سے گزرتا ہے:

① جمع وتطبیق ② ترجیح ③ نسخ

④ دونوں دلائل سے صرف نظر اور ان سے کم تر درجے کی دلیل سے اِستدلال

[أصول الفقه الإسلامي:۲/ ۱۱۷۶۔۱۱۸۴]

جمع اور تطبیق

اگر دو متعارض نصوص میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم کرنا مشکل ہو کہ کونسی نص ناسخ ہے، اور جو ترجیح کے طریقے ہم نے اُوپر ذکر کئے ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی اطلاق نہ ہوتا ہو اور دونوں نصوص قوت میں یکساں ہوں، تو اس صورت میں مجتہد کو چاہئے کہ ان دونوں متعارض نصوص کے درمیان جمع، تطبیق کے اصول کے ذریعے موافقت پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اس طرح دونوں نصوص پر عمل کرے۔ اِس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

① اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوٰلِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرہ:۱۸۰]

”تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیّت کی جائے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلٰدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ إِنْ كَانَتْ وٰحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَ لِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وٰحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ أَبَوٰهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهٗ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا أَوْ دَيْنٍ اٰبَاؤُكُمْ وَ أَبْنَاؤُكُمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء:۱۱]

''اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔ اور اگر اولا دمیت صرف لڑکیاں ہی ہوں یعنی دو یا دو سے زیادہ تو کل ترکے میں ان کا دو تہائی ہے۔ اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا نصف ہے۔ اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ ہے۔ بشرطیکہ میت کے اَولا د ہو اور اگر اَولا د نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ ہے۔ اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا اور یہ تقسیم ترکہ میت کی وصیت کی تعمیل کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے اَدا ہونے کے بعد جو اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔''

خلاف کہتے ہیں:

"قوله تعالى في سورة البقرة: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة:۱۸۰]. وقوله تعالى: ﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ [النساء :۱۱]، على آخر آية المواريث. الآية الأولى توجب على المورث إذا قارب الموت أن يوصى من تركته لوالديه وأقاربه بالمعروف، والآية الثانية توجب لكل واحد من الوالدين والأولاد والأقربين حقاً من التركة بوصية الله لا بوصية المورث فهما متعارضان ظاهراً ويمكن التوفيق بينهما بأن يراد في آية سورة البقرة الوالدان والأقربون الذين منع من إرثهم مانع كاختلاف الدين." [علم أصول الفقه:۲۳۰-۲۳۱]

پہلی آیت یہ بتلاتی ہے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے معروف طریقہ سے وصیت کرنا واجب ہے۔ دوسری آیت یہ بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین، اَولاد اور قریبی رشتہ داروں کے لئے میراث میں سے حصے مقرر فرما دیئے ہیں، اور مورث کے صوابدید پر نہیں چھوڑا۔ اس لئے یہ دونوں آیتیں متعارض ہیں۔ لیکن ان دونوں کے درمیان مطابقت اور موافقت پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پہلی آیت کو اس حکم پر محمول کیا جائے کہ والدین اور رشتہ دار کسی مانع کے سبب میراث میں سے حصہ نہ پاسکیں، مثلاً کسی کے والدین یا بعض رشتہ دار مسلمان نہ ہوں تو ان کے حق میں وصیت کرنا واجب ہے۔ اور دوسری آیت کو اس حکم پر محمول کیا جائے کہ اس آیت میں جن ورثاء کے حصے مقرر ہیں ان کو اس طرح دیدیئے جائیں۔

دوسری مثال ملاحظہ ہو:

"قوله تعالى: ﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً﴾ [البقرة:۲۳۴]

وقوله تعالى: ﴿ وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق:۴]

ويمكن التوفيق بينهما بأن الحامل المتوفى عنها زوجها تعتد بأبعد الأجلين، فإن وضعت حملها قبل أربعة أشهر وعشرة أيام من تاريخ الوفاة، تربصت حتى تتم أربعة أشهر وعشرة أيام، وإن أمضت أربعة أشهر وعشرة أيام قبل أن تضع حملها تربصت حتى تضع حملها." [أيضاً ص: ۲۳۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ دونوں مثالیں ڈاکٹر عبدالکریم الزیدان نے بھی نقل کی ہیں ۔[الوجیز فی أصول الفقه ۳۹۶،۳۹۷]

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً ﴾[البقرہ:۲۳۴]

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَأُولَٰتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق:۴]

کچھ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دوسری آیت نے پہلی آیت کو ایسی حاملہ عورت کی نسبت، جس کے خاوند کا اِنتقال ہوگیا ہو، منسوخ نہیں کیا۔ اس لئے ان فقہاء نے ان دونوں آیتوں کے درمیان تطبیق پیدا کی ہے۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس عورت کے خاوند کا انتقال ہوگیا ہو اور وہ حاملہ ہو تو وہ وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں جو مدت زیادہ ہو اس عرصہ تک عدت گزارے۔ اگر یہ مدت گزر جائے اور اس کے ہاں بچہ پیدا نہ ہو تو وضع حمل تک عدت گزارے۔

جمع وتوفیق کے قاعدہ میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ دونصوص میں سے ایک نص عام ہو اور دوسری خاص یا ایک مطلق ہو اور دوسری مقید، تو خاص سے عام کی تخصیص کریں گے۔ اور جو خاص جس چیز کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس پر اسی حد تک عمل کریں گے، اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں عام پر عمل کریں گے۔ اسی طرح مطلق کو مقید پر محمول کریں گے یا مقید پر اپنے موقع پر عمل کریں گے۔[الوجیز في أصول الفقه: ۳۹۷]

”ومن طرق الجمع والتوفيق: اعتبار أحد النصين مخصصاً لعموم الآخر، أو مقيداً لإطلاقه، فيعمل بالخاص في موضعه وبالعام فيما عداه، ويعمل بالمقيد في موضعه وبالمطلق فيما عداه.“ [علم أصول الفقه: ۲۳۱]

توفیق کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ دونصوص میں سے ایک کی اس طرح تاویل کی جائے کہ وہ دوسری کی معارض نہ ہو۔ جیسے متاخرین علماء نے صفات سے متعلق بعض آیات کی تاویل کی ہے۔

فأما المخلص بطريق الحال فبيانه في قوله تعالى: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ﴾ بالتخفيف في إحدى القراءتين وبالتشديد في الأخرى، فبينهما تعارض في الظاهر لأن حتى للغاية وبين امتداد الشيء إلى غاية وبين قصوره دونها منافاة، والإطّهار: هو الاغتسال، والطهر يكون بانقطاع الدم فبين امتداد حرمة القربان إلى الاغتسال وبين ثبوت حل القربان عند انقطاع الدم منافاة ولكن باعتبار الحال ينتفي هذا التعارض وهو أن بالتخفيف على حال ما إذا كان أيامها عشرة لأن الطهر بالانقطاع إنما يتيقن به في تلك الحالة فإن الحيض لا يكون أكثر من عشرة أيام فأما فيما دون العشرة لا يثبت الطهر بالانقطاع بيقين لتوهم أن يعاودها الدم ويكون ذلك حيضا فتمتد حرمة القربان إلى الإطّهار بالاغتسال.

وكذلك قوله تعالى: ﴿ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ فالتعارض يقع في الظاهر تحمل القراءة بالتشديد على حال ما إذا كان أيامها دون العشرة والقراءة بين القراءة بالنصب الذي يجعل الرجل عطفا على المغسول، والقراءة بالخفض الذي يجعل الرجل عطفا على الممسوح (ثم) تنتفي هذه المعارضة بأن تحمل القراءة بالخفض على حال ما إذا كان لابسا للخف بطريق أن الجلد الذي استتر به الرجل يجعل قائما مقام بشرة الرجل فإنما ذكر الرجل عبارة

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عنه بهذا الطريق والقراءة بالنصب على حال ظهور القدم فإن الفرض في هذه الحالة غسل الرجلين عينا . [أصول السرخسي:۲/۲۷]

﴿ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾[البقرة:۲۲۲]

''وہ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں،آپ کہہ دیجئے کہ وہ تکلیف ہے،لہٰذا حیض کے دوران تم عورتوں سے دور رہو،اور جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں/غسل نہ کرلیں،ان کے قریب نہ جاؤ۔پھر جب وہ بالکل پاک ہوجائیں تو ان کے پاس اس طرح آؤ جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے،بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

آیت کا معنی ومفہوم

اس آیت میں حیض کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔یعنی دوران حیض بیوی سے صحبت جائز نہیں ہے۔البتہ جماع کے علاوہ ساتھ رہنا،کھانا،پینا وغیرہ جائز ہیں۔نیز یہ بھی بیان ہے کہ حائضہ عورت حیض سے کب پاک شمار ہوگی۔

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ یطھرن میں دو قراءتیں ہیں:

يَطَّهَّرْنَ شعبہ،حمزہ،کسائی،خلف۔

يَطْهُرْنَ باقی سب قراء۔[مصحف القراءات العشر، سورۃالبقرۃ:۲۲۲]

معنی قراءات

دونوں قراءتوں کا معنی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

امام جصاص حنفی رحمہ اللہ (م ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"فنقول إنّ قوله: ﴿ يَطْهُرْنَ ﴾ إذا قُرِئَ بالتّخفيف فهو مستعملٌ على حقيقتِهِ فيمن كانت أيامها عشرا . فيجوز للزوج استباحة وطئها بمضي العشر . وقوله ﴿ يَطَّهَّرْنَ ﴾ بالتشديد وقوله: ﴿ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ ﴾ مستعملا ن في الغُسل إذا كا نت أيامها دون العشر .

[الجصاص، أحكام القرآن: ۱/۳۵۰]

''پس ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول 'يَطْهُرْنَ' جب مخفف پڑھا جائے تو وہ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔اس عورت کے حق میں جس کا خون دس دن پر بند ہوا ہو اس کے شوہر کے لئے دس دن گزرنے پر اس کے قریب جانا جائز ہوگا۔یعنی عورت کیلئے جماع سے پہلے غسل ضروری نہ ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ کا قول 'يطَّهَّرن' تشدید کے ساتھ اور اسی طرح 'فاذا تطهَّرن' غسل کے معنی میں استعمال ہوں گے،جب اس عورت کا خون دس دن سے کم پر بند ہوا ہو۔''

مسئلہ کی دو صورتیں

پہلی صورت میں یہ عورت حیض سے پاک ہوگئی ہے،اور اس کا حکم اب حالت جنابت والا ہے۔یعنی وہ نماز کیلئے تو غسل کرے گی لیکن صحبت کیلئے غسل ضروری نہیں۔لیکن اگر دس دن سے کم پر خون بند ہوا ہو تو اس عورت کو صحبت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قبل غسل کرنا ضروری ہوگا۔اس میں دراصل امام جصاص رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ دونوں قراءتوں کو اپنے معنی حقیقی پر استعمال کیا جا سکتا ہے لہٰذا معنی حقیقی ہی مراد لیا جائے گا۔

چنانچہ آگے لکھتے ہیں:

”ولا یکو ن فیه استعمال واحد من الفعلین علی المجاز، بل هما مستملا ن علی الحقیقة في الحا لین“ [أیضا]

”اور اس میں دونوں فعلوں میں سے کسی ایک کا بھی مجازی معنی مراد نہیں ہوگا، بلکہ یہ دونوں اپنے حقیقی معنی میں دو مختلف حالتوں میں استعمال ہوں گے۔“

تطبیق کا اصول اور طریقہ

دو متعارض دلیلوں کو دو حالتوں پر محمول کرنا تطبیق کا ایک طریقہ ہے، چنانچہ اصول السرخسی میں ہے:

”فأما المخلص بطریق الحال، فبیانه في قوله تعالیٰ:﴿ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ ﴾بالتخفیف في إحدی القراءتین وبالتشدید في الأ خری، فبینهما تعارضٌ في الظاهر، لأن حتّٰی للغایة وبین امتداد الشيء إلی غایةٍ وبین قصورهٖ دونَها منافاة...... ولکن باعتبار الحال ینتفي هٰذا التعارض. “ [أصول السرخسي: ۱۳/۲۔۱۹، نیز أصول الشاشي:۵۰]

یعنی طریق حال کے ذریعہ سے تعارض کو دور کیا جا سکتا ہے۔اس اصول کے پیش نظر احناف کا مذہب بالکل واضح ہے۔

چنانچہ ھدایہ میں ہے:

”اگر خون دس دن کے بعد منقطع ہو تو غسل سے پہلے بھی مباشرت جائز ہے، کیونکہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوا کرتا۔ البتہ غسل سے پہلے مباشرت کرنا مستحب اور مستحسن امر نہیں۔ کیونکہ قراءۃ تشدید کے مطابق ممانعت موجود ہے۔ ﴿وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰی یَطّهّرن﴾ جب تک کہ خوب پاک نہ ہو جائے، نظافت و پاکیزگی کا کمال غسل ہی ہے۔“

[الهدایة للمرغیناني: ۵۰/۱،۵۱]

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

”جمع الحنفیة بین القراءتین، وجعلهما کالآیتین...... ولما رأی سادتنا الحنفیة أن هٰهنا قراءتین...... واحتاجوا للجمع بجعل کل واحد منهما آیةً مستقلةً، فحملوا الأولیٰ علی الانقطاع بأکثر المدة، والثانیة لتمام العادة التي لیست أکثر مدة الحیض. “

[أحکا م القرآن: ۴۱۴/۱]

”حنفیہ نے دو قراءتوں کو جمع کیا ہے اور ان کو دو آیتوں کی طرح شمار کیا ہے۔ اور جب ہمارے حنفی ائمہ نے دیکھا کہ اس مقام پر دو قراءتیں ہیں...اور وہ محتاج ہوئے اس بات کی طرف کہ دونوں قراءتوں کو مستقل آیت بنا کر جمع کیا جائے، تو انہوں نے پہلی قراءت کو اکثر مدت پر خون کے بند ہونے پر محمول کیا، اور دوسری قراءت کو اس عادت کے انقطاع پر محمول کیا جو اکثر مدت سے کم ہو۔“

لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں عورت کا جماع سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ کتاب الأم میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”وأبان عزوجل أنها حائض وأمرَ أن لا تقرب حائضٌ حتّى تطَهَّرَ ولا إذا طَهُرَتْ حتّى تتطهَّرَ بالماء“ [کتاب الأم للشافعي: ۱/۵۹]

”اور اللہ تعالی نے واضح کر دیا ہے کہ وہ عورت حائضہ ہے، اور یہ حکم دیا ہے کہ حائضہ سے جماع نہ کیا جائے، یہاں تک کہ وہ بالکل پاک نہ ہو جائے، نہ کہ اس وقت کہ جب اس کا صرف خون بند ہو جائے، یہاں تک کہ وہ غسل نہ کر لے۔“

نتیجہ قراءت یہ ہے کہ اس مقام پر دو قراءتوں کی بناپر فقہی اختلاف پیدا ہوا ہے۔احناف نے ان کو دو مختلف صورتوں پر محمول کیا ہے،لیکن امام شافعی رحمہ اللہ نے دونوں قراءتوں کو ایک ہی معنی پر محمول کیا ہے۔

⑥ وضوء میں پیر دھونے یا مسح کا مسئلہ

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُواْ بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ ﴾ [المائدہ:۶]

”اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پیروں کو دھولو۔“

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ وأرجلکم میں دو قراءتیں ہیں:

① وَأَرْجُلَكُمْ 'نصب کے ساتھ' نافع۔ابن عامر، کسائی، یعقوب، حفص۔

② وَأَرْجُلِكُمْ 'جر کے ساتھ' ابن کثیر، ابوعمر، شعبہ، حمزہ، ابوجعفر، خلف [النشر لابن الجزري: ۲/۲۵۴]

معنی قراءات

نصب والی قراءت پر اس آیت کا معنی بالکل واضح ہے۔جر والی قراءت میں یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں أرجلِكم کا عطف کلمہ قرآنی برئوسکم پر ہو تو پیروں کا مسح مراد ہونا چاہیے۔ائمہ اربعہ سمیت جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جر والی قراءت سے بھی پیروں کا دھونا ہی مراد ہے، مسح مراد نہیں ہے۔

[کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة للجزیری: ۱/۸۵۔۱۰۳]

تاہم امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول یہ ملتا ہے کہ جر والی قراءت سے مسح علی الخفین مراد ہے۔

[تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۲/۲۴۔۲۹]

صرف اہل تشیع نے جر والی قراءت سے پیروں کا مسح ثابت کیا ہے۔

چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

”ومن أوجب من الشيعة مسحهما كما يمسح الخفّ فقد ضل وأضل، وكذا من جوّز مسحهما وجوّز غسلهما فقد أخطأ.“ [ابن کثیر: ۲/۲۶]

”اور شیعوں میں سے جنہوں نے پیروں کا مسح واجب کیا ہے، جیسے موزے پر مسح کیا جاتا ہے تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور اسی طرح جنہوں نے مسح اور غسل دونوں کو جائز رکھا انہوں نے بھی غلطی کی ہے۔“

البتہ اگر پیروں پر موزے پہنے ہوئے ہوں تو جر والی قراءت سے مسح علی الخفین مراد ہو سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”هي محمولة على مسح القدمين إذا كان عليهما الخفان قاله أبو عبد الله الشافعي.“ [ابن کثیر، حوالہ مذکور]

”اور بعض لوگوں نے اس کو مسح علی القدمین پر محمول بتایا ہے بشرطیکہ پیروں پر موزے پہنے ہوئے ہوں، یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ (م۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

”ونحن نقرؤها وأرجلكم على معنى: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ“ [كتاب الأم للشافعي: ۱/ ۲۷، نیز أحكام القرآن للشافعي: ۱/۴۴]

”ہم اس کو نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں، اس معنی میں کہ تم اپنے چہروں، ہاتھوں، اور پیروں کو دھوؤ، اور سروں کا مسح کرو۔“

آگے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فاحتمل أمر الله تبارك وتعالىٰ بغسل القدمين: أن يكون على كل متوضئ، واحتمل أن يكون على بعض المتوضئين دون بعض. فدل مسح رسول الله ﷺ على الخفين أنها على من الأخفين عليه إذا هو لبسهما على كمال طهارة.“ [الشافعي، حوالہ مذكور: ۱/۵۰]

امام شافعی رحمہ اللہ نصب والی قراءت کی صورت میں مسح علی الخفین کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا پیروں کو دھونے کا حکم دو احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ یہ حکم ہر وضو کرنے والے کیلئے ہو، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ بعض وضو کرنے والوں کے لئے غسل کا حکم ہو اور بعض کیلئے نہ ہو، پس رسول اللہ ﷺ کے خفین پر مسح کرنے سے یہ ثابت ہوگیا کہ مسح والا حکم اس آدمی کیلئے ہے، جس نے موزے پہن رکھے ہوں، بشرطیکہ ان کو کمال طہارت پر پہنا گیا ہو۔“

گویا امام شافعی رحمہ اللہ اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ اس آیت میں نصب والی قراءت میں پیروں کو دھونے کا حکم ہے، لیکن یہ حکم تمام وضو کرنے والوں کیلئے نہیں ہے لہٰذا مسح علی الخفین کتاب اللہ کے خلاف نہیں ہے۔

امام نسفی رحمہ اللہ (م۷۱۰ھ) نے جر والی قراءت کی ایک توجیہ یہ بھی کی ہے کہ پیروں کو دھوتے وقت پانی کا اسراف عام طور پر ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اس کو ممسوح پر معطوف کیا گیا اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ پیروں کو دھونے میں میانہ روی سے کام لیا جائے، اِسراف نہ کیا جائے۔ [مدارك التنزيل للنسفي: ۱/۴۳۰]

مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ (م۱۴۲۱ھ) اَحکام القرآن میں لکھتے ہیں:

”فالدليل على أن المراد الغَسل دون المسح اتفاق الجميع على أنه إذا غسل فقد أدّى فرضَهٗ.“ [أحكام القرآن: ۱/۳۷۶]

”غسل مراد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص پیروں کو دھولے اس کا فرض اَدا ہو جائے گا۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دونوں قراءتوں میں تطبیق کا طریقہ

امام جصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" يجب استعمالهما على أعمهما حكماً وأكثرهما فائدة وهو الغَسل." [أحكام القرآن للجصاص: ۳۴۶/۲]

" یہ ضروری ہے کہ ان دونوں قراءتوں کو ایسے معنی پر محمول کیا جائے جو حکم کے اعتبار سے زیادہ عام ہو، اور اس میں فائدہ زیادہ ہو، اور وہ پیروں کا دھونا ہی ہے"۔

اسی طرح فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

"بين القراءتين تعارض ظا هر والحكم فيما ظا هرهُ تعارضٌ أنّه إن أمكن العمل بهما وجب، وإلا عُمِل بالقدر الممكن، ولا يتأتّى الجمع بين الغَسل والمسح في عضو واحدٍ في حالة واحدةٍ؛ لأنه يؤدّي إلى تكرار المسح لأن الغَسل يتضمّن المسح. والأمر المطلق لا يقتضي التّكرار، فبقي أن يعمل بهما في حالتين توفيقا بين القراءتين وعملا بالقدر الممكن." [فتح البارى لابن حجر: ۳۵۶/۱]

" دونوں قراءتوں میں ظاہری تعارض ہے، اور ظاہری تعارض والی چیز کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں پر عمل ممکن ہو تو یہ ہی واجب ہوگا، ورنہ بقدر امکان دونوں پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہاں ایک عضو میں 'غسل' اور 'مسح' کو ایک ہی حالت میں جمع نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس سے مسح کا تکرار لازم آتا ہے اس لئے کہ 'غسل' 'مسح' کو بھی شامل ہوتا ہے، جبکہ امر مطلق تکرار کا تقاضا نہیں کرتا؛ لہٰذا یہ ہی صورت باقی رہی کہ دونوں قراءتوں پر دو (مختلف) حالتوں میں عمل کیا جائے تاکہ دونوں قراءتوں میں موافقت ہو اور بقدر امکان عمل بھی ہو جائے۔"

اصول الشاشی میں ہے:

"ومنها أن النص إذا قرئ بقراءتين أو رُوِيَ بروايتين، كان العملُ به على وجه يكون عملًا بالوجهين. أولى، مثاله: في قوله تعالىٰ: ﴿ وَأَرْجُلَكُمْ ﴾ قرئ بالنصب عطفا على المغسول، وبالخفض عطفا على الممسوح. فحملت قراءة الخفض على حالة التخفّف، وقراءة النّصب على حالة عدم التخفّف. وباعتبار هذا المعنى قال البعض: جواز المسح ثبت بالكتاب." [أصول الشاشي: ۵۰]

یعنی نصوص کی مراد معلوم کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی آیت دو قراءتوں سے پڑھی جائے یا کسی حدیث میں دو روایتیں ہوں، تو اگر اس طرح عمل کیا جائے کہ دونوں وجہ کے مطابق عمل ہو سکے تو یہ بہتر ہے۔ مثلاً: قرآن شریف میں وامسحوا برء و سکم وأرجلکم دو طرح پڑھا گیا ہے۔ وارجلکم کو لام کے زیر سے پڑھا جائے تو مغسول پر عطف ہوگا اور لام کی زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو ممسوح پر عطف ہوگا۔ پس حمل کیا قراءت کسرہ کو موزہ پہننے کی صورت پر اور قراءۃ نصب کو جب کہ پاؤں میں موزہ نہ ہو اس پر۔ اسی بناء پر بعض مشائخ نے کہا ہے کہ موزہ پر مسح کرنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں قراءتوں سے پیروں کو دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور جر والی قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی اکثر مفسرین نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس میں جر جوار یعنی پڑوس اور قرب کی وجہ سے ہے۔
[مدارك التنزيل للنسفي: ۱/۴۳۰]

⑦ عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹنے کا مسئلہ

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ﴾ [النسآء:۴۳]

''اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں، یا تم میں سے کوئی شخص جائے ضرورت سے آیا ہے، یا تم عورتوں کے پاس گئے پھر تمہیں پانی نہ ملے، تو پاک زمین کا ارادہ کرو پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ملو۔''

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ لمستم میں دو قراءتیں ہیں:
① لٰمَسْتُمْ امام نافع ابن کثیر مکی۔ابوعمرو بصری ابن عامر شامی، امام عاصم۔
② لَمَسْتُمْ امام حمزہ، کسائی اور امام خلف۔[النشر لابن الجزری:۲/۲۵۰]
ایک قراءت مجرد سے ہے اور ایک قراءت باب مفاعلہ سے ہے، جو کہ جانبین سے ہوتا ہے۔

توجیہ قراءات

① امام ابن خالویہ رحمہ اللہ (م ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"فالحجة لمن أثبتها (أى الألف) أنه جعل الفعل للرجل والمرأة، ودليله: أن فعل الاثنين لم يأت عن فصحاء العرب إلا 'بفَاعَلتُ' وبالمفاعلة. وأوضح الأدلة على ذلك قولهم: جامعتُ المرأةَ، ولم يُسمع منهم جَمَعتُ. والحجةُ لن طرحَها: أنه جعلها فعلا للرّجل دون المرأة. ودليله قولة تعالىٰ: ﴿ إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ [الأحزاب: ۴۹] ولم يقل: ناكحتم" [الحجة لابن خالويه: ۱۲۲]

''جنہوں نے اس کو اثبات الف سے پڑھا ہے۔ان کے نزدیک یہ مرد وعورت کا فعل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فصیح عربوں کے ہاں دو افراد کا فعل باب مفاعلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور اس پر واضح ترین دلیل عربوں کا قول 'جامعت المرأۃ' ہے۔اس صورت میں جَمعتُ کسی سے نہیں سنا گیا۔اور جن لوگوں نے الف کو حذف کر کے پڑھا ہے، ان کے نزدیک یہ صرف مرد کا فعل ہے،عورت صدورِ فعل میں شامل نہیں۔اور اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: 'إذا نكحتم المؤمنات' [الأحزاب :۴۹] ہے۔اس آیت میں بھی فعل کی نسبت صرف مرد کی طرف کی گئی ہے، اور باب مفاعلہ سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

لَمس کا مرادی معنی

اس آیت میں کلمہ لامستم کے مرادی معنی میں علماء کا اختلاف ہوا ہے۔لہٰذا عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔اَحناف کا مذہب یہ ہے کہ عورت کو چھونے سے بالکل وضوء نہیں ٹوٹتا۔جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ کہ عورت کو چھونے سے ہر حال میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب قریب قریب 336

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے اور وہ یہ کہ اگر شہوت کے ساتھ عورت کو چھوا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر بغیر شہوت کے چھوا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ [أحکام القرآن: ۲/۲۷۲، کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة: ۱/۱۳۴، ۱۳۸]

چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے:

''لگنے اور چھونے سے بطور کنایہ جماع مراد ہے ... اس صورت میں جنابت بمعنی انزال ہوگا بمعنی جماع نہ ہوگا۔ وگرنہ عطف صحیح نہیں ہوگا۔ امام اعظم کے مسلک پر آیت کا توضیحی مطلب اس طرح ہوگا کہ اگر تم جنبی ہو یا تم کو انزال ہوگیا ہو، بیماری کی حالت ہو یا سفر کی یا بول و براز وغیرہ سے تمہارا وضو ٹوٹ گیا ہو، یا بغیر انزال کے تم نے جماع کیا ہو تو تیمم کرسکتے ہو۔'' [تفسیر مظهری: ۳/۱۰۰]

اسی طرح کتاب الأم للشافعي میں ہے:

"وإذا أفضیٰ الرجل بیده إلی امرأته أو ببعض جسده إلی بعض جسدها لا حائلَ بینه وبینها، بشهوة أو بغیر شهوة وجب علیه الوضوء ووجب علیها، وكذلك إن لمسته هي وجب علیه وعلیها الوضوء" [کتاب الأم للشافعي: ۱/۱۵، ۱۶]

''اور جب کوئی آدمی اپنا ہاتھ اپنی بیوی کو لگادے یا اپنے جسم کو اس کے جسم سے ایسے لگائے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، شہوت کے ساتھ یا بغیر شہوت کے، تو دونوں پر وضو واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت مرد کو چھوئے تو بھی دونوں پر وضو واجب ہوگیا۔''

معنی قراءات

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں:

"وأما قوله تعالی: ﴿ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ فأرجح التفسیرین له هو الجماع وهو مروي عن حبر الأمة بحر الملة سیدنا عبدالله ابن عباس." [أعلاء السنن لظفر أحمد عثماني: ۱/۱۱۰]

اس کی دلیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں وہ فرماتی ہیں:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سویا کرتی تھیں اور میرے پاؤں قبلے کی طرف ہوتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے، تو مجھے دبا دیتے تو میں اپنی ٹانگیں کھینچ لیتی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو میں ان کو دوبارہ پھیلا لیتی۔''

[الجامع الصحیح للبخاري: ۱/۵۶]

گویا لمس سے مراد اگر ہاتھ سے چھونا ہوتا تو پھر تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ وضو فرماتے۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول منقول ہے:

"الملامسة ما دون الجماع بأن مسّ الرجل جسد امرأته بشهوة ففیه الوضوء."

[أحکام القرآن للقرطبي: ۵/۲۲۴]

اس کے بارے میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد اُختلف في الاحتجاج به." [ظفر أحمد عثماني: حواله مذكور]

''اس کے حجت ہونے میں اختلاف ہے''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیز ایک روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ ﷺ اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔'' [أیضاً: ۱۰۹/۱، نیز آثار السنن لمحمد بن علی النیموي: ۴۶]

اِس مذکورہ آیت کے کلمہ لمستم میں فقہاء احناف کے نزدیک دونوں قراءتوں سے جماع ہی مراد ہے۔ لیکن اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہوتی ہیں۔اور یہاں ان دونوں قراءتوں کا معنی بھی مختلف ہے، لہٰذا ان دونوں معانی میں تطبیق ہونی چاہیئے۔

امام جصاص رحمہ اللہ (م ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں۔

"إن حمله علی الجماع یُفید معنیین: أحدهما إباحة التیمم للجنب في حال عوز الماء، والآخر أنّ إلتقاء الختانین دون الإنزال یوجب الغسل. فکانَ حملُه علی الجماع أولٰی من الاقتصار به علی فائدة واحدةٍ وهو کون اللمس حدثا." [أحکام القرآن للجصاص: ۳۷۳،۳۷۲/۲]

''اس لفظ کو جماع کے معنی پر محمول کرنا دو معانی کا فائدہ دیتا ہے:

① جنبی کیلئے تیمّم کا جواز پانی نہ ملنے کی صورت میں۔

② اگر التقاء ختانین اِنزال کے بغیر ہو جائے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اس کو جماع پر محمول کرنا ایک فائدے پر (جو کہ لمس عورت کا ناقض وضوء ہونا ہے) اکتفا کرنے سے بہتر ہے۔''

آگے امام جصاص رحمہ اللہ نے دونوں قراءتوں کا معنی اس طرح بیان کیا ہے کہ جو قراءت مفاعلہ سے ہے اس کا حقیقی معنی تو جماع ہی بنتا ہے۔ البتہ مجرد والی قراءت دو معانی کا احتمال رکھتی ہے:

الف: لمس بالید (ہاتھ سے چھونا) ب: جماع (ہم بستری کرنا)

لہٰذا اس قراءت کو بھی مفاعلہ والی قراءت کے معنی پر محمول کیا جائے گا۔اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ان دونوں قراءتوں کو دو آیتوں کے طور پر دو الگ الگ معنی پر محمول کرنا چاہیے۔یعنی ایک قراءت سے جماع کا ناقض وضوء ہونا ثابت ہو جائے، اور دوسری قراءت سے لمس بالید کا ناقض وضوء ہونا ثابت ہو جائے۔اس کا جواب امام جصاص یوں دیتے ہیں:

''فقہاء کو یہ معلوم تھا کہ یہاں دو متواتر قراءتیں ہیں اس کے باوجود کسی نے بھی اس مقام پر اس کا اعتبار نہیں کیا۔ بلکہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ قراءت کوئی بھی ہو دو معانی میں سے ایک ہی مراد ہے۔'' [الجصاص: حواله مذکور]

کیونکہ تفسیر کا اصول ہے کہ متشابہ کو محکم کے اوپر محمول کیا جاتا ہے۔ [أیضا]

نتیجہ قراءات

اس مقام پر دو قراءتیں ایک ہی معنی پر محمول ہونگی۔ اور باب مفاعلہ والی قراءت کا معنی چونکہ متعین ہے اور مجرد والی قراءت کا معنی محتمل ہے۔لہٰذا باب مفاعلہ والی قراءت پر ہی حکم کا مدار ہوگا۔

③ مسجد حرام میں قتل وقتال کا مسئلہ

﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[البقرة:۱۹۱]

''اور تم مسجد حرام میں مشرکین سے قتال نہ کرو (یعنی حرم کے پاس) جب تک کہ وہ تم سے نہ لڑیں اس جگہ، پس اگر وہ لڑیں تو تم ان کو قتل کرو، یہ ہی نافرمانوں کی سزا ہے۔''

اختلاف قراءات

اس آیت میں صیغہ قتال چار دفعہ استعمال ہوا ہے جن میں سے پہلے تین میں دو دو قراءتیں ہیں:

- باب مفاعلہ سے حمزہ، کسائی، خلف کے علاوہ سب قراء
- باب نصر مجرد سے حمزہ، کسائی، خلف۔[النشر لابن الجزری:۲/ ۲۲۷]

معنی قراءات

صیغہ مجرد والی قراءت کے بارے میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (م۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

اس تقدیر پر یہ الفاظ قتل سے ہونگے مقاتلہ سے نہ ہونگے اور معنی یہ ہونگے کہ مت قتل کرو بعض کفار کو جب تک وہ قتل کریں تم میں سے بعض کو۔ باقی قراء نے اول کے تین مقامات میں الف سے پڑھا ہے اور آخر میں الف کے بغیر پڑھا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا کہ بلد حرام میں قتال کی ابتداء کرنا حلال نہ تھی پھر اس آیت سے یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [البقرة:۱۹۳]

''اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد''۔

آگے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہے۔ قتال کی ابتداء کرنا حرم میں اب بھی ویسے ہی حرام ہے۔[تفسیر مظهری: ۱/ ۳۶۴]

اس قول کی تائید یہ حدیث کرتی ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے دن باحرمت کیا ہے۔ اس لئے قیامت تک اللہ کا حرام کردہ حرام رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی کو اس میں قتل وقتال کی اجازت نہیں ہوئی اور میرے واسطے بھی دن کی ایک ساعت کے لئے صرف حلال ہوا ہے اس کے بعد بدستور قیامت تک حرام ہے یہاں کی گھاس، کانٹا وغیرہ نہ کاٹا جائے، نہ یہاں کا شکار بھگایا جائے۔''[صحیح البخاری: ۱/ ۲۴۷]

امام قرطبی رحمہ اللہ (م۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

''فإن قُرِئَ ولا تَقْتُلوهم فالمسألة نصٌّ، وإن قُرِئَ ولا تقاتلوهم فهو تنبيه؛ لأنه إذا نُهِيَ عن القتال الّذي هو سبب القتل كان دليلا بيّناً ظاهراً على النهي عن القتل.

[أحكام القرآن للقرطبي: ۲/ ۳۵۲]

یعنی اگر اس صیغہ کو مجرد سے پڑھا جائے تو پھر معنی بالکل واضح ہے۔ اور یہ معنی مندرجہ ذیل آیت کے بالکل موافق ہے: ﴿ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾[آل عمران:۹۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اگر اس صیغے کو مفاعلہ سے پڑھا جائے تو پھر بقول امام قرطبی رحمہ اللہ یہ آیت اس بات کے اوپر تنبیہ ہے کہ مسجد حرام میں قتال ممنوع ہے، جو کہ قتل کا سبب بنتا ہے، تو قتل بطریق اَولی ممنوع ہوگا۔ چنانچہ اس بارے میں تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ مسجد حرام میں قتال ممنوع ہے لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ مسجد حرام میں حدود اور قصاص کی بنا پر قتل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مسجد حرام میں قصاص لینا جائز ہے اور حد کے طور پر قتل کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ حرم میں حدود نافذ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان کا یہ مذہب مذکورہ آیت میں مجرد والی قراءت کے بالکل موافق ہے۔

[فتح القدير للشوكاني: ۱۹۱/۱]

یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کو مذکورہ آیت کی دوسری قراءت سے تائید ملتی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة:۱۹۱]

نتیجہ قراءات

اس آیت میں دو قراءتوں کی بناء پر حکم میں مزید وسعت پیدا ہوتی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات نے جو رائے اختیار کی ہے اس میں اختلاف قراءت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

قراءات ثلاثہ سے متعلق وضاحت

ماہنامہ 'رشد' حصہ دوم میں ڈاکٹر صلاح الدین ثانی نے اپنے مضمون 'قراءت کی حجیت، اہمیت اور اُمت کا تعامل' میں قراءاتِ ثلاثہ کو شاذ قرار دیا ہے۔ یہ موقف اجماع اُمت کے خلاف ہے۔ اس ضمن میں صحیح موقف جاننے کیلئے مجلّہ ہذا میں مولانا محمد اسلم صدیق کے مضمون 'قراءاتِ شاذہ اور ثبوتِ قرآن کا ضابطہ' کی طرف رجوع کیا جائے۔ [ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شائقین قرآن کے لیے عظیم خوشخبری

كلية القرآن الكريم والعلوم الإسلامية (جامعہ لاہور الاسلامیہ) کا

خدماتِ قرآن کے سلسلہ میں ایک اور نمایاں قدم

مدیر كلّية القرآن الكريم ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کی آواز میں دنیا بھر میں

اپنی نوعیت کا منفرد قراءاتِ عشرہ متواترہ پر مشتمل پہلا ریکارڈ شدہ قرآن

المصحف المرتل بالقراء ات العشر

سعودی عرب، کویت اور مصر سے اِشاعت کے بعد اب پاکستان میں بھی سی ڈی کی صورت میں دستیاب ہے۔

یہ مصحف موصوف کی دولة الكويت میں صلوة التراويح وقيام الليل میں تلاوت کے دوران ریکارڈ کیا گیا، جو درحقیقت مشروع الجمع الصوتي الأوّل للقرآن الكريم بالقراء ات العشر کی تمہیدی کاوش ہے۔

مذکورہ مشروع پر پچھلے تین سال سے کویت میں کام جاری ہے، جو کہ ۲۰ متعدد روایات پر مشتمل قرآن کریم کی مکمل ریکارڈنگ کی صورت میں آئندہ چند سالوں میں منظر عام آجائے گا۔ اِن شاء اللہ

برائے رابطہ

دفتر كلّية القــرآن الكــــريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

۹۹/ جے بلاک ماڈل ٹاؤن، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اعلانِ مسرّت

جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری، شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم اور شیخ القراء قاری محمد اِبراہیم میر محمدی حفظہم اللہ کے زیر سرپرستی عرصہ سات ماہ قبل قراءات عشرہ کبریٰ (عن طریق الطیّبۃ) کی تدریس کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔ درس نظامی کے آٹھ سالوں میں دیگر علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ پہلے دو سال میں تجوید، آئندہ چار سالوں میں قراءات عشرہ صغریٰ بمع علوم القراءات اور آخری دو سالوں میں قراءات عشرہ کبریٰ کو شامل نصاب کیا گیا ہے۔ ’جامعہ‘ میں تدریس قراءات عشرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حصول سند کے لیے مکمل قرآن کریم کے اجراء کو جمع الجمع کے ساتھ مکمل کرنا ضروری ہے۔

- طیبۃ النشر از حافظ ابن جزری کی مکمل تحلیل وتشریح
- تحریراتِ متولّی کے ساتھ عشرہ کبریٰ میں مکمل قرآن کریم کا اِجراء
- تنقیح فتح الکریم از الشیخ احمد عبد العزیز زیات کی مکمل توضیح وتشریح

منجانب: حافظ عبد الرحمٰن مدنی، رئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ...... ڈاکٹر حافظ حسن مدنی، مدیر التعلیم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر نبیل إبـراهیم☆
ترجمہ واضافہ: عمران اسلم*

'علم قراءات کی خبری اصطلاحات'...... ایک تعارف

دین کتاب وسنت پر مشتمل ہدایت نامہ کا نام ہے، جسے اہل نقل نے اپنی روایت کے ذریعے ہم تک پہنچایا ہے۔ ناقلین قرآن کی روایت تلقّی وتلاوت کے ذریعے اور ناقلین حدیث کی روایت تحمل واَدا کے ذریعہ ہم تک موصول ہوئی ہے۔ نقل قرآن کو اصطلاحِ قراء میں 'قراءۃ' اور نقل سنت کو اصطلاح محدثین میں 'حدیث' کہا جاتا ہے۔

اہل علم نے روایت کو پرکھنے کے حوالے سے جو فن پیش کیا ہے اس میں کتاب وسنت اور سلف صالحین کے متفقہ تعامل میں ذکر کردہ تصورات کو اصطلاحات کی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ علم روایت کی حدیثی اصطلاحات سے تو اہل علم واقف ہیں ہی، البتہ نقل قرآن یعنی علم القراءات کی روایتی اصطلاحات سے علما عام طور پر واقف نہیں ہوتے۔

قراء کرام کی نقل وروایتی اصطلاحات علوم القرآن کی متعدد کتب میں متفرق طور پر موجود ہیں۔ اس موضوع کے حوالے سے زیر نظر تحریر ڈاکٹر نبیل ابراہیم ﷾ کی کتاب علم القراء ات نشأته، أطواره، أثره في العلوم الشرعية سے ماخوذ ہے، جس میں مترجم نے الإتقان في علوم القرآن از جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ سے چند اصطلاحات کا مزید اضافہ بھی کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اصطلاحات المحدثین کی طرح قراء کرام کی خبری اصطلاحات کو بھی کوئی صاحبِ علم یکجا کر کے علم وتحقیق کی دنیا میں پیش فرمائے۔ [ادارہ]

اِس مضمون کا بنیادی موضوع چونکہ متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے تعلق رکھتا ہے، اِس لیے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اَحرفِ سبعہ، قراءات اور اِن سے متعلقہ اَساسی 'خبری ونقلی اصطلاحات' کی تعریفات کو یکجا کیا جائے، چنانچہ ہم اِختصار کے ساتھ قراءات اور اس سے متعلقہ 'نقلی وخبری اصطلاحات' کو بمع تعریفات ذکر کرتے ہیں۔

قرآن

لغۃً: لفظ قرآن مادہ 'ق ر أ' سے مشتق ہے۔ یہ فعلان کے وَزن پر قراءۃ کے مرادف مصدر ہے۔ اس کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں:

① الجمع والضم بمعنی قراءۃ ② التلاوۃ

اِصطلاحاً: علماءِ کرام کی طرف سے قرآن کریم کی متعدد تعریفات سامنے آئی ہیں ان میں سے أقرب إلی الصواب یہ ہے:

"هو كلام الله تعالىٰ المعجز المنزل بواسطة جبريل على محمد المحفوظ في الصدور،

☆ پروفیسر جامعہ امام، ریاض
* فاضل كلية الشريعه، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

المكتوب في المصاحف، المنقول بالتواتر، المتعبد بالتلاوة، المبدوء بسورة الفاتحة، المختوم بسورة الناس.'' [إرشاد الفحول: ۲۹، مناهل القرآن: ۱/۱۷،۲۲]

''قرآن کریم اَیسا معجزانہ کلام ہے جو بواسطہ جبریل علیہ السلام محمد ﷺ پر نازل ہوا، سینوں میں محفوظ ہے، مصاحف میں مکتوب ہے اور تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے، سورۃ الفاتحہ سے اس کی اِبتداء ہوتی ہے اور سورۃ الناس پر خاتمہ ہوتا ہے۔''

أحرفِ سبعة

لغةً: اَحرف حرف کی جمع ہے اور یہ مادہ 'ح ر ف' سے مشتق ہے۔ یہ لفظ وجہ اور کنارے کے معنی میں بھی مستعمل ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴾ [الحج:۱۱]

''اور لوگوں میں سے کوئی اَیسا ہے جو کنارے پر رَہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے۔'' یہاں پر حرف سے مراد کنارہ ہے۔

لفظ سبعہ بھی مادہ 'س ب ع' سے مشتق ہے جو دو معنوں کے لیے اِستعمال ہوتا ہے:

① یہ کہ سبعہ سے معین عدد سات ہی مراد ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ [البقرۃ:۱۹۶]

''جو تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اُٹھائے، وہ حسب مقدور قربانی دے، اور اگر قربانی میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر، اس طرح پورے دس روزے رکھ لے۔''

② یہ کہ اس سے تعدّد اور کثرت مراد ہے: قولہ تعالیٰ:

﴿إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ [التوبة:۸۰]

''(اے نبی ﷺ!) اگر تم ستر مرتبہ بھی اُنہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ اُنہیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔''

اصطلاحاً: علماءِ کرام کا اِتفاق ہے کہ قرآن کریم کا نزول سات حروف پر ہوا ہے، کیونکہ متعدد اَحادیثِ مبارکہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اَلبتہ 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم و معنی میں اِختلاف رونما ہوا ہے۔ (اس حوالہ سے تفصیلی مضامین رشد قراءات نمبرز میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں)

قراءات

'قراءات' 'قراءۃ' کی جمع ہے اور لغۃً لفظ قراءۃ مادہ 'ق ر أ' سے مشتق، اور 'فعالۃ' کے وزن پر ہے۔

قراءات کی متعدد تعریفات ذِکر کرنے کے بعد صاحبِ مضمون نے قراءات کی وَضاحت میں دو مذاہب بیان کیے ہیں۔

① يعتبر أن القراءات ذات مدلول واسع، فهي تشمل الحديث عن ألفاظ القرآن المتفق عليها والمختلف فيها.

''قراءات کا مدلول بہت وسیع ہے، جس میں متفق علیہ اور مختلف فیہ الفاظ قرآنی شامل ہیں۔''

اِس مذہب کے قائل ابن الجزری رحمہ اللہ وغیرہم ہیں۔

② أن مفهوم القراءات مقصور على ألفاظ القرآن المختلف فيها.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''قراءات کا مفہوم قرآنِ کریم کے اَلفاظِ مختلفہ تک منحصر ہے۔''

الروايات

لغةً: رِوایۃ کی جمع ہے اور یہ کلمہ مادہ 'ر و ي' سے مشتق ہے۔ یہ لفظ دوطرح کی دلالت کے لیے اِستعمال ہوتا ہے:
① حمل الشيء ② النقل

اِصطلاحاً: هی کل خلاف مختار ینسب للراوی عن الإمام مما اجتمع علیه الرواة.
[سراج القاری، لابن القاصح:۱۳، والإتحاف:۱۷،۱۸]

''اس سے اختیار کردہ وہ اِختلاف مراد ہے جو اِمام سے راوی کی طرف منسوب ہو اور اس پر تمام رواۃ جمع ہوں۔''
رِوایات کا مصدر وحی ہے رِوایات میں قراءِ کرام کے لیے صرف اور صرف نقل ہے۔

الطرق

لغۃً: طُرق طریق کی جمع ہے اور یہ کلمہ مادہ 'ط ر ق' سے مشتق ہے اور یہ لفظ اَیسے وسیع راستے کے لیے بولا جاتا ہے جس پر سے لوگ گزرتے ہیں۔

اِصطلاحاً: کل خلاف مختار ینسب للآخذ عن الراوی [النشر:۲/۱۹۹]
''اس سے وہ مختار اِختلاف مراد ہے جو راوی سے اَخذ کرنے والے کی طرف منسوب ہو۔''
یاد رہے کہ طرق کا مصدر بھی وحی ہی ہے۔

اَوجہ

لغۃً: اَوجہ وجہ کی جمع ہے جو کہ 'وج ہ' سے مشتق ہے اور یہ لفظ ظہور، بدور، جانب، جہت، ناحیۃ، نوع اور قسم کے لیے بھی مستعمل ہے۔

اِصطلاحاً: اِس سے مراد وہ اِختلاف ہے جو قراء کے اِختیار کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ [الاتقان:۱/۲۰۹]

الإختيار

لغۃً: یہ لفظ مادہ 'خ ي ر' سے مشتق ہے۔ اور اِصطفاء، اِنتقاء اور تفضیل پر دلالت کرتا ہے۔

اِصطلاحاً: اِس سے مراد اَیسی صورت یا وجہ ہے جس کو قاری نے مرویات یا راوی نے مسموعات یا راوی سے اَخذ کرنے والے نے محفوظات میں سے اِختیار کیا ہو۔ یہ تمام لوگ اپنے اِختیار میں مجتہد ہیں۔ حقیقی طور پر قراء، رواۃ اور ان سے اَخذ کرنے والے جمیع مرویات سے اُسے اِختیار کرتے ہیں جس کو اُنہوں نے سنا ہوتا ہے۔

قراءات کی اَقسام

قراءاتِ قرآنیہ کو مختلف اِعتبارات سے متعدد اَقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے قبول ورد، سند اور معنی کے یکساں اور مختلف ہونے کے اِعتبار سے اَہم اَقسام کی وضاحت پیش کرتے ہیں:

① قبول ورد کے اِعتبار سے قراءات کی اَقسام
قبول ورد کے اعتبار سے قراءات کی دو قسمیں ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

① قراءتِ مقبولہ ② مردودۃ

① مقبولہ

تعریف

اِس سے مراد ہر وہ قراءت ہے جس کی سند صحیح ہو، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی مصحف کے موافق ہو اگرچہ وہ موافقت اِحتمالاً ہی ہو، اور لغتِ عرب میں کسی وجہ کے موافق ہو۔

اِمام ابن جزری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

فَكُلُّ مَا وَافَقَ وَجْهَ نَحْوِ   وَكَانَ لِلرَّسْمِ احْتِمَالاً يَحْوِي
وَصَحَّ إِسْنَادًا: هُوَ الْقُرْآنُ   فَهٰذِهِ الثَّلاثَةُ الْأَرْكَانُ
وَحَيْثُمَا يَخْتَلُّ رُكْنٌ أَثْبِتِ   شُذُوْذَهُ لَوْ أَنَّهُ فِي السَّبْعَةِ

[طيبة النشر:٣]

قراءاتِ مقبولہ کے ضوابط

علماءِ کرام نے قراءاتِ مقبولہ کے لیے چند معیارات اور ضوابط وضع کیے ہیں تاکہ اُن کے ذریعے سے قراءات کی اس قسم کو دیگر اَقسام سے ممتاز کیا جا سکے۔ قراءاتِ مقبولہ کے ضوابط مقرر کرنے والوں میں ابن مجاہد، ابن خالویہ، مکی بن ابی طالب، ابوشامۃ، کواشی اور ابن الجزری رحمہم اللہ جیسے نام شامل ہیں۔

علماء کے وضع کردہ قواعد کا مطالعہ کریں تو اَندازہ ہوتا ہے کہ ان کا کلام تین قواعد پر مشتمل ہے۔

① ضابطة السند ② ضابطة الرسم ③ ضابطة العربية

① ضابط السند

علماءِ قراءات نے قراءت کو قبول کرنے کا ایک ضابطہ یہ مقرر کیا ہے کہ اِس کا صحتِ اَسناد کے ساتھ ثابت ہونا ضروری ہے۔ اِس سلسلہ میں بعض علماء تواتر کی شرط لگاتے ہیں اور کچھ اَیسے ہیں جو تواتر یا شہرۃ کو شرط قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علماء تواتر، شہرت یا اس کے آحاد ہونے کو شرط گردانتے ہیں۔ میرے خیال میں تواتر کی شرط ہی صحیح شرط ہے۔

② ضابط الرسم

علماءِ قراءات نے قراءت کو قبول کرنے کی ایک شرط یہ مقرر کی ہے کہ وہ مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے رسم کے موافق ہو، اگرچہ وہ موافقت اِحتمالاً ہی ہو۔ کیونکہ یہ موافقت بسا اَوقات صریح اور ظاہر ہوتی ہے اور بسا اَوقات اِحتمالی یا مقدر۔

اِس کی ایک مثال فرمانِ الٰہی: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحہ:٣] کی ہے۔ اس میں کلمہ 'مٰلِكِ' الف کے بغیر پڑھا جاتا ہے۔ یہ قراءت مصحف کے خطِ صریح اور ظاہراً موافق ہے، جبکہ الف کے ساتھ قراءت مصحف کے ساتھ اِحتمالی طور پر موافقت رکھتی ہے۔ [النشر لابن جزری:١١/١]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

③ ضابط العربیۃ

علماءِ قراءات نے قراءت کے قبول کے لیے عربی کی کسی ایک وجہ کی موافقت کو بھی لازمی شرط قرار دیا ہے۔ برابر ہے کہ یہ وجہ فصیح ہو یا ایسی اَفصح جس پر اِجماع کیا گیا ہو یا اِختلاف نقل کیا گیا ہے۔

اِس کی مثال اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ فَتُوبُوٓاْ إِلَىٰ بَارِئِكُمْ ﴾ [البقرۃ:۵۴] کی ہے، کلمہ 'بَارِئِكُمْ' کی قراءت ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ قراءت ابن کثیر، نافع، عاصم، ابن عامر، حمزہ اور کسائی کی ہے۔ اور عربی میں یہ وجہ مشہور ہے جبکہ 'بَارِئْكُمْ' ہمزہ کے سکون اور اِختلاس الحرکۃ کے ساتھ یہ قراءت ابوعمرو کی ہے۔ یہ وجہ پہلی وجہ سے کم مشہور ہے۔ اس قاعدے کی رو سے دونوں مذکورہ قراءتیں صحیح اور مقبول ہیں۔

یاد رہے کہ ہمارا عربی کی کسی وجہ کی موافقت کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم نے لغتِ عرب کو قرآن پر حاکم بنا دیا ہے۔ لیکن قرآن لغت عرب پر نازل ہوا ہے اور یہ محال ہے کہ اس میں کسی ایسی چیز کا وجود ہو جو مجمع علیہ قواعد اصلیہ کے مخالف ہو۔

ج: قراءاتِ مقبولہ کی اَقسام

① قراءاتِ متواترہ ② قراءاتِ مشہورۃ

ایسی قراءات آحاد جو عربی وجہ کے موافق ہوں، ان کی سند صحیح ہو اور اس میں کسی قسم کا علت وشذوذ نہ ہو اور رسم کے مخالف نہ ہو۔

د: اِس کا حکم

قراءاتِ متواترہ اور مشہورہ بالاتفاق قرآن ہیں، نماز میں، اور بطور عبادت اُن کی تلاوت کی جائے گی اس میں معجزہ اور چیلنج کا پہلو پایا جاتا ہے اور اُن کا اِنکار کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا۔

ایسی قراءاتِ آحاد جو عربی وجہ کے موافق ہو، اس کی سند صحیح ہو، اس میں کسی قسم کا علت وشذوذ نہ ہو اور رسم مصحف کے مخالف ہو۔ یہ قراءتِ مقبولہ ہوگی اور آحاد ہونے کی وجہ سے اس کی تلاوت نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ یہ اس رسم کے مخالف ہے جس پر اجماع منعقد ہوا ہے، اور اس کی صحت کو قطعیت حاصل نہیں ہے۔ ایسی قراءت کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اِنکاری کو کافر بھی نہیں کہا جائے گا۔ [الإبانة للمكي: ۵۷، ۵۹، والنّشر لابن جزري: ۱۴/۱]

اِن تمام اَنواع کی اَمثلہ سند کے اِعتبار سے قراءات کی اَقسام کے ذیل میں ذکر ہوں گی۔

② قراءتِ مردودۃ

الف: تعریف

ایسی قراءت جس میں قراءتِ مقبولہ کے قواعد میں سے کوئی قاعدہ ٹوٹ جائے وہ قراءتِ مردودۃ کہلائے گی۔

ب: قراءتِ مردودہ کے ضوابط

قراءتِ مردودۃ کے ضوابط قراءت مقبولہ کے ذکر کردہ ضوابط کے برعکس اور مخالف ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الف۔ ضابط السند

ایسی قراءت جس کی سند غیر صحیح ہو وہ قراءتِ مردودۃ ہے، کیونکہ اس میں صحت سند کی شرط ناپید ہے۔ اس کی مثال حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ کی قراءت 'ملك يوم الدين' کی ہے۔[مختصر في شواذ القرآن:۷]

ب۔ ضابط المتن

ہر وہ قراءت جو مصاحفِ عثمانیہ کے رسم کے مخالف ہو یا لغتِ عرب کی کسی وجہ کے مخالف ہو یا اس کا معنی کسی مقبول قراءت سے متصادم ہو تو وہ مردودہ قراءت کہلائے گی۔

مصاحف عثمانیہ کے رسم پر مخالفت کی مثال: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وٰحِدَةً﴾[یس:۵۳] کی بجائے 'إِنْ كَانَتْ إِلاَّ زَقِيَةً وَاحِدَة' کے الفاظ ہیں۔

لغتِ عرب کی کسی وجہ کی مخالفت کی مثال: فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِنْ أَدْرِيْ أَقَرِيْبٌ أَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾[الأنبیاء:۱۰۹] یہاں ابن بکار ایوب سے وہ یحییٰ سے وہ اَبوعامر سے روایت کرتے ہوئے یاء کے فتحہ کے ساتھ 'أَدْرِيَ أَقَرِيْبٌ' پڑھتے ہیں۔

معنی کے اِعتبار سے تسلیم نہ کی جانے والی قراءت کی مثال: وہ قراءت جو اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ "إِنَّمَا يَخْشَى اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءَ " [فاطر:۲۸] "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ علماء سے ڈرنے والے ہیں۔"

یہ قراءت معنی ومراد کے ہی خلاف ہے، کیونکہ علماء کرام ہی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے لوگ ہیں نہ کہ خدائے بزرگ وبرتر۔ جیسا کہ سلف صالحین کی جانب سے ذکر کیا گیا ہے کہ "من كان بالله أعرف كان منه أخوف" "جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ جاننے والا ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔"

ج۔ قراءتِ مردودہ کی اَقسام

قراءتِ مردودۃ کے قواعد کو قلمبند کرنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی درج ذیل اقسام ہیں:

① قراءتِ آحاد جس کی لغت عرب میں کوئی وجہ نہ بنتی ہو۔

② قراءتِ شاذہ ③ قراءتِ مدرجہ ④ قراءات موضوعہ

جن کی تعریفات اور اَمثلہ بعد میں ذکر ہوں گی۔

د۔ قراءتِ مردودہ کا حکم

قراءتِ مردودۃ کو قرآن شمار نہیں کیا جائے گا اور صحیح رائے کے مطابق نہ تو اُس کو نماز میں تلاوت کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے علاوہ عبادت کے طور پر۔ اور جمہور علماء کی رائے کے مطابق اسے نصوص کی تفسیر، اَحکام کے اِستنباط اور مدلول پر عمل کے اِعتبار سے قبول کیا جائے گا، جب وہ سند کے اِعتبار سے مقبول ہوگا، لیکن متن کی جہت سے اس کا رد کیا جائے گا۔ اسی طرح ان کا لغوی قضایا میں قبول کرنا جائز ہے۔ اور ان سے لغوی قواعد کا اِستنباط بھی درست ہے، کیونکہ یہ کم اَز کم ان اَشعار سے تو زیادہ ثقہ ہیں جن کے قائلین مجہول ہیں۔ [النشر:۱/۱۴،۱۷، منجد المقرئین:۱۶]

قراءات کی اَقسام

قراءات چھ اَقسام میں منقسم ہے:

① متواترة ② مشهورة ③ آحادية

④ شاذة ⑤ مدرجة ⑥ موضوعة

اِن کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

① قراءاتِ متواترہ

لغۃً: تواتر کا معنی تتابع یعنی تسلسل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَاً﴾ [المؤمنون:٤٤] ''پھر ہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے۔'' یعنی تسلسل کے ساتھ ایک ایک کرکے۔

اِصطلاحاً: ایسی قراءت جس کو شروع سے لے کر آخیر تک اتنی بڑی جماعت نے رِوایت کیا ہو جس کا جھوٹ پر اِتفاق ناممکن ہو۔ [الاتقان:۱/۲۴۱]

② قراءاتِ مشہورہ:

مشہورۃ مادہ 'ش ہ ر' سے مشتق ہے اور اِس کا لغوی معنی واضح اَور ظاہر کرنا ہے۔

اِصطلاحاً: ایسی قراءت جس کی سند صحیح ہو لیکن درجہ تواتر کو نہ پہنچے اور عربی وجہ اور رسم مصحف کے موافق ہو۔ یہ قراءِ کرام میں مشہور ہو اور انہوں نے اُسے غلط اور شذوذ میں سے شمار نہ کیا ہو۔ [الاتقان:۱/۲۴۱]

مثال: اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا أَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الکہف:۵۱] اور ایک مشہور قراءت ﴿مَا أَشْهَدْنٰهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ کی ہے۔

اور ﴿وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُداً﴾ [الکہف:۵۱] میں ایک قراءت تاء کے فتحہ کے ساتھ ﴿وَمَا كُنْتَ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدا﴾ کی ہے۔ یہ دونوں قراءتیں اَبوجعفر المدنی کی ہیں۔ اور یہ نوع بھی بالاتفاق قرآن ہے۔

③ قراءاتِ آحادیہ

آحاد لغۃً احد کی جمع اور مادۃ 'و ح د' سے مشتق ہے جس کا معنی اکیلا اور تنہا ہے۔

اِصطلاحاً: ایسی قراءت جس کی سند صحیح ہو، مصحف کے رسم یا عربیت میں سے ایک یا دونوں کے مخالف ہو اور قراء کے ہاں مشہور نہ ہو۔

سند صحیح اور رسم مصحف کی مخالفت کی مثال: جحدری رحمہ اللہ اور ابن محیصن رحمہ اللہ کی قراءت ہے: ''متكئين على رفارف خضر و عباقری حسان'' [مختصر فی شواذ القرآن:۱۵۰]

صحت سند اور عربیت کی مخالفت کی مثال:

''ولقد مكنّٰكم في الأرض وجعلنا لكم فيها معائش'' [مختصر فی شواذ القرآن:۴۲]

یہاں ہمزہ کو یاء سے بدلا گیا ہے، اَصل لفظ 'معایش' کے ہیں۔

جس کی سند صحیح ہو لیکن شہرت حاصل نہ ہو: ''لَقَد جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفَسِكُم'' فاء کے فتحہ اور سین کے کسرۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے ساتھ۔

اِن تینوں اَقسام کو بطور عبادت تلاوت نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اِحتمال ہے کہ یہ عرضۂ اخیرہ میں منسوخ کردی گئی تھیں یا پھر اِجماعِ صحابہ کے ساتھ مصحف عثمانی میں رقم نہیں کی گئی تھیں۔ [الاتقان ۲۴۰/۱]

ایسی قراءت جس کی سند صحیح ہو اور لغتِ عرب کی کسی وجہ کے موافق ہو لیکن رسم مصحف کے مخالف ہو، کی مثال: ”والذکر والأنثیٰ“ اور ”وکان ”أمامهم“ ملك يأخذ كل سفينة ”صالحة“ غصباً“ کی ہے۔ [النشر: ۱۴/۱]

خلاصہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسی قراءتِ آحاد جو صحت سند کے ساتھ اور لغتِ عرب کی کسی وجہ کی موافقت کے ساتھ آئے، برابر ہے کہ رسم کے موافق ہو یا مخالف، تو یہ مقبول ہوگی اور جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ جس (قراءت) کی سند صحیح ہو یا ضعیف لیکن عربیت میں اس کی وجہ موجود نہ ہو تو اگر وہ رسم مصحف کے موافق بھی ہوگی تو اُسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ واللہ أعلم

④ قراءاتِ شاذہ

شذوذ مادۂ 'ش ذ ذ' سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی منفرد ہونے یا الگ ہونے کے ہیں۔

اِصطلاحاً: اِصطلاحی طور پر ایسی قراءات کو قراءتِ شاذہ کا نام دیا جاتا ہے جس کی سند صحیح نہ ہو یا رسم مصحف کے مخالف ہو یا پھر عربی لغت میں اس کی کوئی وجہ موجود نہ ہو۔ [الاتقان: ۲۴۲/۱]

اِس کی مثال غیر ثقہ رواۃ ابن السمیفع اور ابی السمال کی وہ قراءت ہے جس میں اُنہوں نے اِرشاد باری تعالیٰ: ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ﴾ [یونس: ۹۲] میں لفظ 'نُنَجِّيكَ' کو پہلے نون کے ضمہ دوسرے کے فتحہ اور حاء کی تشدید اور کسرہ کے ساتھ 'نُنَحِّيكَ' پڑھا ہے۔

مخالفت عربیت اور رسم کی اَمثلہ گزر چکی ہیں۔ اس قسم کی قراءت کی بطورِ عبادت تلاوت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ یہ ایسے طریق سے ہم تک نہیں پہنچی کہ اس پر اِعتماد کا اِظہار کیا جاسکے۔

⑤ القراءة المدرجة

لغوی طور پر اِدراج 'د ر ج' سے مشتق ہے جس کے معنی داخل کرنے کے ہیں۔

اِصطلاحاً: قراءت مدرجہ سے مراد ایسی عبارت ہے جو کلماتِ قرآنیہ کے درمیان بطور تفسیر یا تعبیر داخل کی جائے۔ [الاتقان: ۲۴۳/۱]

اِس کی مثال: سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے: ”وله أخ أو أخت ”من أم““ [جامع البیان فی تفسیر القرآن: ۱۹۴/۴] یہاں 'من أم' کے اَلفاظ زائد ہیں۔

دوسری مثال: ”لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج“ یہاں کلام ابن عباس میں 'فی مواسم الحج' کے اَلفاظ مدرج کی مثال ہیں۔ اِس قسم کو قراءت شمار نہیں کیا جائے گا اس کا اِعتبار صرف راوی کی نسبت سے ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

④ **قراءت موضوعہ**

الوضع مادۃ 'وض ع' سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی گھڑنے اور ایجاد کرنے کے ہیں۔

اِصطلاحاً: اِس سے مراد ایسی قراءت ہے جو اس کے قائل کی طرف بغیر اَصل یعنی مطلق طور پر بغیر سند کے منسوب کی جائے۔ یا ایسی جھوٹی، خودساختہ اور من گھڑت رِوایت جو اس کے قائل کی طرف اِفتراءً منسوب کی جائے۔

[الاتقان: ۲۴۳/۱]

مثال: اس کی مثال وہ قراءت ہے جو اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے جسے اَبومحمد جعفر الخزاعی نے جمع کیا اور ان سے ابوالقاسم الھذلی نے نقل کیا کہ انہوں نے "إِنَّمَا يَخْشَى اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ" [فاطر:۲۸] لفظ 'الله' پر رفع اور 'العلماءَ' کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ درست قراءت ﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰؤُا ﴾ [فاطر:۲۸] ہے۔ اس قسم کو قراءت شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اِس کے مفہوم میں دخول کی کوشش کی جائے گی اُسے صرف راوی کی نسبت سے قراءت کا نام دیا جائے گا۔

معنی کے متحد اَور مختلف ہونے کے اِعتبار سے قراءات کی اَقسام

معنی کے اِتحاد اور اِختلاف سے متعلق قراءات کی دو قسمیں ہیں:

① قراءات متحدة المعنی ② قراءات متعددة المعنی

① **قراءات متحدة المعنی**

اِس سے مراد ایسی قراءات ہیں جن کے اَلفاظ مختلف اور معنی متفق ہیں۔ اس قسم میں اُصول کے اِعتبار سے مختلف قراءات شامل ہیں جیسا کہ مد کا اِختلاف، تخفیف ہمزات اور اِظہار و ادغام وغیرہ اور اس طرح وہ قراءات جن میں فرشی اِختلاف ہوتا ہے۔

اُصول میں اِختلاف کی اَمثلہ: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ [البقرۃ:۳] یہاں پر 'يُؤْمِنُوْنَ' ہمزہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور اِبدال کے ساتھ بھی۔

فرش میں اِختلاف کی اَمثلہ: ﴿ وَإِنْ يَّأْتُوْكُمْ أُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ ﴾ [البقرۃ:۸۵] یہاں پر اِمام حمزہ نے ہمزہ کے فتحہ، بغیر الف سین کے سکون کے ساتھ 'أَسْرٰى' پڑھا ہے، جبکہ ہمزہ کے ضمہ اور سین کے بعد الف والی قراءت باقی تمام عشرہ قراء کی ہے۔

② **القراءات المتعددة المعنی**

یہ اَیسی قراءات ہیں جن کے اَلفاظ اور معانی دونوں مختلف ہوں اور اس نوع میں معانی کا اِختلاف تنوع کے باب سے ہے نہ کہ تضاد کے اِختلاف کے باب سے، کیونکہ اِختلاف تضاد قرآن کریم کی صریح نص کی نفی کرتا ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْءَانَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافاً كَثِيْرا﴾

[النساء:۸۲]

''کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِبن جوزی رحمہ اللہ ''لَوَجَدُوا فِیهِ اخْتِلَافاً کَثِیراً'' سے متعلق لکھتے ہیں:

''اس میں تین طرح کے اَقوال ہیں:

① یہ کہ اِس سے مراد تناقض ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جمہور کا مؤقف ہے۔

② یہ کہ اِس سے مراد جھوٹ ہے۔

③ کلام کی بلاغت کے اِعتبار سے نقص موجود ہوتا، کیونکہ جب کلام طویل ہو جائے تو عموماً اس میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔جبکہ قرآن مبین فصاحت و بلاغت کا عظیم شاہکار ہے۔ [زاد المسیر لابن جوزي: ۱۴۴/۲،۱۴۵]

اَور تنوع کا اِختلاف صرف فرش میں موجود ہے اور زیادہ تر فرش بھی اِسی نوع سے ہے۔

اَمثلہ: قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّونَ﴾ [الزخرف:۵۷] یہاں پر نافع، ابن عامر اور کسائی کی قراءت صاد کے ضمہ کے ساتھ 'یَصُدُّوْنَ' ہے جبکہ باقی قراء کی قراءت کسرہ کے ساتھ ہے۔

پہلی قراءت کا معنی: وہ اَپنے غیر سے ان کے ایمان سے متعلق جھگڑا کرتے ہیں۔

دوسری قراءت کا معنی: کہ وہ اَپنے نفس میں جھگڑا کرتے ہیں۔

اِس قراءت سے یہ دونوں معانی مستنبط ہوتے ہیں۔[حجۃ القراءات:۶۵۲]

دوسری آیت: ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ أَندَادًا لِّیُضِلُّوا عَن سَبِیلِهِ﴾ [ابراهیم:۳۰] ہے۔

یہاں پر ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابوعمرو رحمہ اللہ نے ''لِیَضِلُّوا عَنْ سَبِیلِه ''یاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

ان تمام تعریفات کے ذکر کرنے کے بعد ہم سند عالی اور سند نازل کی معرفت کی طرف چلتے ہیں اور امام سیوطی رحمہ اللہ کے الفاظ میں سند عالی اور سند نازل کی وضاحت ملاحظہ کرتے ہیں:

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصحاب حدیث نے عالی اور نازل سند کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① ایسی سند صحیح جو ضعف سے محفوظ ہو، اور اس میں عدد کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہو، یہ علو کی سب سے بہتر قسم ہے۔ موجودہ دور میں سند عالی کی اس قسم میں ۱۴ واسطے موجود ہیں۔اس کی نظیر قراءات میں، سیدنا ابن ذکوان رحمہ اللہ کی امام ابن عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ یا ۱۵ واسطے موجود ہیں، قراءات میں اس کی مثال قراءت عاصم بروایت حفص اور قراءت یعقوب بروایت رویس ہیں۔

② محدثین کے ہاں علو کی دوسری قسم ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی طرف قرب ہے، جیسے أعمش رحمہ اللہ، ھشیم رحمہ اللہ، ابن جریج رحمہ اللہ، اوزاعی رحمہ اللہ اور مالک رحمہ اللہ ہیں۔ علم قراءت میں اس کی مثال امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت ہے، جس میں ان آئمہ تک ۱۲/ واسطے ہیں۔

③ محدثین کے ہاں تیسری قسم ہے کتب ستہ میں سے کسی ایک کی روایت کرنے کی نسبت کا علو۔ وہ یوں کہ اگر ایک محدث کسی حدیث کو کتب ستہ کے طریق سے بیان کرتا ہے تو وہ نازل ہو اور اگر ان کے علاوہ کسی طریق سے بیان کرے تو وہ عالی ہو۔ قراءات میں اس کی مثال کتبِ معروفہ: تیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں۔

موافقات، اِبدال، مساوات اور مصافحات علو کی اس قسم کے قبیل سے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موافقت: یہ ہے کہ اصحاب کتب میں سے کسی ایک کے ساتھ کسی دوسرے طریق سے (جو نسبتاً کم واسطوں والا ہو) سے اس کے شیخ پر اکٹھا ہونا۔ صاحب کتاب اگر اسے اپنے طریق سے بیان کرتا، تو وہ سند عالی نہ بنتی۔ کبھی اس فن میں اس کی مثال نہیں بھی ملتی۔ علم قراءات میں سیدنا بزی رحمہ اللہ نے جو مکی رحمہ اللہ سے بطریق ابن نبان بواسطہ ابوربیعہ روایت کیا ہے، اس کو حافظ ابن جزری رحمہ اللہ نے بواسطہ کتاب المفتاح از ابومنصور محمد بن عبدالملک بن خیرون رحمہ اللہ سے اور کتاب المصباح از ابوالکرم شہرزوری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ ان دونوں حضرات یعنی ابومنصور رحمہ اللہ اور شہرزوری رحمہ اللہ نے یہ قراءت عبدالسعید بن عتاب رحمہ اللہ سے پڑھی۔ امام جزری رحمہ اللہ کا ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریق کے مطابق نقل کرنا، اصول حدیث کی روشنی میں 'موافقت' کہلائے گا۔

بدل: یہ ہے کہ کسی مصنف کے استاد کے ایک یا زیادہ اساتذہ تک اس مصنف کی سند کے علاوہ کسی ایسی سند کے ساتھ پہنچنا جس میں واسطے کم ہوں۔ یہ صورت کبھی عالی نہیں ہوئی یا بالفاظ دیگر اس کی مثال نہیں ملی۔ یہاں ہم اس کی مثال میں امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت، جو دوری رحمہ اللہ نے ابن مجاہد بواسطہ ابوالزعراء نقل کی، پیش کرتے ہیں۔

اس قراءت کو امام دانی رحمہ اللہ نے ابوالقاسم عبدالعزیز بن جعفر بغدادی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوطاہر رحمہ اللہ سے بواسطہ ابن مجاہد نقل کیا ہے اور کتاب المصباح سے اس طرح نقل کیا ہے کہ اس قراءت کو ابوالکرم رحمہ اللہ نے ابوالقاسم یحییٰ بن احمد البستی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالحسن حمامی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوطاہر رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ امام جزری رحمہ اللہ کا اس قراءت کو بطریق مصباح نقل کرنا امام دانی رحمہ اللہ کے استاد کے استاد کے لئے بدل کہلائے گا۔

مساوات: اکثر طور پر روایت کے رواۃ عدد میں برابر ہوں تو اسے مساوات کہتے ہیں، گویا کہ وہ راوی صاحب کتاب سے ملے ہیں، اس سے مصافحہ کیا اور یہ روایت نقل کی ہے۔ اس کی مثال امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت ہے، جسے امام شاطبی رحمہ اللہ نے ابوعبداللہ محمد بن علی نفری رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ بن غلام رحمہ اللہ سے، انہوں نے سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ وغیرہ سے، انہوں نے ابوعمرو دانی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالفتح فارس بن احمد رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبدالباقی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالحسن بن بویان بن حسن رحمہ اللہ سے، انہوں ابراہیم بن عمر مقری رحمہ اللہ سے، انہوں نے أبو الحیض بن بویان رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوبکر بن اشعث رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوجعفر الربعی المعروف ابونشیط رحمہ اللہ سے، انہوں نے سیدنا قالون رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔

اسی قراءت کو امام جزری رحمہ اللہ نے ابوبکر خیاط رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابومحمد بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ سے، انہوں نے صائغ رحمہ اللہ سے، انہوں نے کمال بن فارس رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالیمن کندی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن احمد حریری رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوبکر خیاط رحمہ اللہ سے، انہوں نے غرضی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابن بویان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ یہ امام ابن جزری رحمہ اللہ کے لئے مساوات ہے، کیونکہ ابن جزری رحمہ اللہ اور ابن بویان رحمہ اللہ کے مابین سات واسطے ہیں۔ امام شاطبی رحمہ اللہ اور امام جزری رحمہ اللہ کے مابین بھی اتنے ہی واسطے ہیں، تو جس نے امام جزری رحمہ اللہ سے قراءت حاصل کی، گویا اس نے امام شاطبی رحمہ اللہ سے مصافحہ کیا۔

باعتبار سند قراء کی تقسیم اور اس طرح کے دیگر مسائل

مذکورہ تقسیم تو علماء حدیث کے ہاں تھی۔ قراء کرام کے ہاں اسناد کی تقسیم، قراءات، روایت، طریق اور وجہ کو سامنے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رکھ کر کی جاتی ہے۔

قراءت: اگر اختلاف ائمہ سبعہ یا عشرہ میں سے کسی ایک سے منقول ہو اور تمام طرق و روایات اس اختلاف کو نقل کرنے میں متفق ہوں، تو اسے اصطلاحاً 'قراءت' کہا جائے گا۔

روایت: اگر اختلاف کی نسبت امام کے راوی کی طرف ہو تو اسے 'روایت' کہا جائے گا۔

طریق: اگر اختلاف کی نسبت راوی کے شاگرد یا اس کے شاگردوں میں سے نیچے تک کسی ایک کی طرف منسوب ہو تو اسے 'طریق' کہا جائے گا۔

وجہ: اگر اختلاف کی نسبت شاگرد کے استاد کی طرف اس طرح ہو کہ وہ اختلاف اس کے لئے اختیاری ہو تو اسے 'وجہ' کہتے ہیں۔

④ علو کی چوتھی قسم یہ ہے کہ شیخ کی وفات کا اپنے ساتھی، جس سے راوی نے اخذ کیا ہے، مقدم ہونا۔ مثلاً تاج بن مکتوم رحمہ اللہ سے اخذ کرنا، ابوالمعالی بن اللُّبان رحمہ اللہ سے اخذ کرنے میں اعلیٰ ہے، اور ابن اللبان رحمہ اللہ سے نقل کرنا برہان شامی رحمہ اللہ سے نقل کرنے سے اعلیٰ ہے، اگرچہ یہ تینوں ابوحیان رحمہ اللہ سے نقل میں برابر ہیں لیکن پہلے کی وفات دوسرے سے اور دوسرے کی وفات تیسرے سے مقدم ہے۔

⑤ علو شیخ کی موت کی وجہ سے ہو، نہ کہ کسی اور امر یا دوسرے استاد کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے۔ یہ علو کب حاصل ہوتا ہے؟ بعض محدثین کا خیال ہے کہ مسند کو علو کا یہ درجہ اس وقت حاصل ہوگا، جب اس سند سے روایت کرتے ہوئے شیخ کی موت کو پچاس برس بیت چکے ہوں۔ امام ابن مندہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق پچاس کے بجائے تیس سال گزر چکے ہوں۔ اس قول کی بناء پر ابن جزری رحمہ اللہ کے وہ شاگرد، جن کا تعلق ۸۶۳ھ سے ہے، کا نقل کرنا عالی ہے، کیونکہ ابن جزری رحمہ اللہ آخری شخص ہیں، جن کی سند عالی ہے اور ۸۶۳ھ تک ان کی موت کو تیس سال گزر چکے ہیں۔ [الإتقان: ۱/۲۰۷ تا ۲۱۰، اکیسویں نوع، کچھ اختصار اور تصرف کے ساتھ]

قراء کی اسانید کے تسلسل کو سامنے رکھتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ قراءات توقیفی ہیں۔

(البرھان للزرکشی: ۱/۳۲۱)

علامہ ابن عبدالشکور رحمہ اللہ 'مسلم الثبوت' میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسانید قراءات بالاجماع صحیح ہیں اور علماء بلکہ اُمت کے ہاں انہیں تلقّی بالقبول حاصل ہے۔ مزید لکھتے ہیں اگر ان اسانید کے معارض کوئی سند آجائے تو وہ ناقابل التفات ہے۔ قراء عشرہ کی اسانید صحیح ترین ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں امت کے ہاں شرف قبولیت بھی حاصل ہے۔'' (فواتح الرحموت: ۲/۱۰)

علماء نے قراءات کے توقیفی ہونے اور ان کے متعلق عدم تواتر والے شبہات کو دور کرنے کے لئے سندوں کا اہتمام کیا تھا۔ جو بھی قراءات کے معاملہ میں تتبع اور تحقیق کرے گا، اس پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ قراء کرام اپنی قراءات کی نسبت صحت سند کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہیں۔

نوٹ: علم القراءات کی مذکورہ 'خبری اصطلاحات' کی دیگر تفصیلات کے لیے شائقین امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب 'الإتقان فی علوم القرآن' کی نوع اکیس تا اٹھائیس ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محمد اسلم صدیق☆

قراءاتِ شاذہ اور ثبوتِ قرآن کا ضابطہ

مقالہ نگار مولانا محمد اسلم صدیق، جو جامعہ لاہور الاسلامیہ، کلیة الشریعة کے فاضل ہیں، نے چند سال قبل شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب سے علوم اسلامیہ میں ڈاکٹر حافظ محمد عبد اللہ ﷾ کی زیرنگرانی ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف کے مقالہ کا عنوان 'قراءات شاذہ اور ان کے تفسیر و فقہ پر اثرات' تھا۔ بہترین مقالہ ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی نے اسے بعد ازاں کتابی صورت میں طبع کروا دیا۔

زیر نظر مضمون اسی مقالہ کی بعض فصلوں کا انتخاب ہے جن میں فاضل مقالہ نگار نے 'ثبوت قرآن کا ضابطہ اور قراءاتِ متواترہ و شاذہ کے مابین حدِ فاصل' پر تفصیلاً بحث کی ہے۔ ہم اس بحث کو قارئین رُشد کے سامنے اس احساس کے تحت پیش کر رہے ہیں کہ کتب احادیث و تفسیر میں موجود صحیح السند 'قراءات شاذہ' کی تلاوت اور انہیں بطور قرآن قبول کرنے میں اہل سنت والجماعت کا مؤقف معلوم کیا جاسکے۔ نیز یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ صحتِ سند سے ثابت ہونے کے باوجود بھی سلف صالحین انہیں بطور قرآن قبول کیوں نہیں کرتے؟ [ادارہ]

کسی قراءۃ کو متواترہ یا شاذہ قرار دینا اس لحاظ سے ایک اہم، دقیق اور حساس مسئلہ ہے کہ اس کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ قراءات کی تقسیم کی بنیاد پر ہی یہ فیصلہ ہوگا کہ قراءۃ کی کونسی قسم قرآن ہے اور کونسی قسم قرآن نہیں ہے۔ کس قراءۃ کی تلاوت جائز اور کس کی تلاوت جائز نہیں' کون سی وہ قراءات ہیں جو عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رکھی گئیں اور کونسی وہ قراءات ہیں جن کی تلاوت منسوخ کر دی گئی؟ یہ فیصلہ کرنے کے لئے نقل و روایت اور سلف صالحین کی تقلید و اِتباع ضروری ہے۔ اگر اس سلسلہ میں ہم ائمہ قراء اور علماء سلف کی آراء اور نصوص شرعیہ سے بے نیاز ہو کر اِجتہاد کی وادی پرخار میں قدم رکھنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً آوارگی کے خارستان میں اُلجھ کر رہ جائیں گے، جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ گمراہی کے اس خطرہ سے اُمت کو بچانے کے لئے نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں ائمہ قراء نے آغاز سے ہی اَیسے ضوابط اُصولیہ اور معیارات قائم کر دیئے تھے جن کی بنیاد پر اُنہوں نے قراءاتِ شاذہ کو قراءاتِ متواترہ سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دیا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُمت کو فتنہ اور گمراہی سے بچانے کے لئے ایک اہم کردار اَدا کیا۔ اُنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع سے تمام وہ قراءات جو عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رکھی گئیں تھیں، انہیں الگ ایک رسم کے تحت مصاحف کی شکل میں جمع کر دیا اور ان تمام قراءات کو الگ کر دیا جو عرضۂ اخیرہ کے وقت یا اس سے پہلے منسوخ کر دی گئیں تھیں یا وہ تفسیری کلمات جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مصاحف کے حواشی میں درج کر

☆ ایم فل، شیخ زاید سنٹر، پنجاب یونیورسٹی...... فاضل کلیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رکھے تھے۔ پھر اُنہوں نے یہ مصاحف ماہرین قراءۃِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مختلف علاقوں میں بھیج دیئے اور باقی تمام مصاحف کو جلانے کا حکم دے کر اس فتنہ کا دروازہ بند کردیا۔[1]

اِس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین کا ایک جم غفیر جب ان قراءات کو سیکھ کر اپنے علاقوں میں پہنچا تو ان سے سیکھنے والے ظاہر ہے کہ عدل وثقاہت اور حفظ واتقان میں ایک جیسے نہیں تھے۔ بعض جو عدالت وحفظ کے اس معیار پر نہ تھے اُنہوں نے بعض قراءاتِ شاذہ اور ضعیفہ کو قرآن سے ملانا شروع کردیا' بعض نے اجماع اُمت سے ہٹ کر اپنے اپنے معیار بنا لئے تو ایک دفعہ پھر اختلاف اُمت کا خطرہ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ، جس نے حفاظت قرآن کا ذِمہ خود اٹھایا ہے، اُمت میں ایسے ائمہ عظام پیدا کیے جنہوں نے قرآن کو غیر قرآن سے الگ کرنے اور قراءاتِ متواترہ کو قراءاتِ شاذہ سے ممتاز کرنے کے لئے گہرے غور وخوض اور دقت نظری کے بعد چند ضوابط اصولیہ اور معیارات مقرر کردیئے۔ جن کے اسباب وعوامل کا تذکرہ ہم ابن جزری رحمہ اللہ کے حوالہ سے گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں۔

[النشر في القراءات العشر : ۹/۱]

یہ ضوابط تنقیح وارتقا کے مختلف مراحل سے گزر کر آخر کار سلف وخلف کے بذریعہ متفق علیہ معیار قرار پائے۔ ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ سے لے کر امام ابن الجزری رحمہ اللہ تک متعدد ائمہ نے ان ضوابط کا تذکرہ کیا، کسی نے ان ضوابط کی تشریح کردی، کسی نے ویسے ہی نقل کردیا، کسی نے ان پر تنقید کی اور کسی نے مزید وضاحت سے بیان کردیا[2] اور امام سیوطی رحمہ اللہ کے بقول جس شخص نے اس سلسلہ میں سب سے خوبصورت اور عمدہ تحقیق پیش کی ہے، وہ اپنے دور کے امام القراء اور شیخ الشیوخ ابوالخیر ابن الجزری رحمہ اللہ ہیں، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے، ضوابط کے سلسلہ میں انہیں کے کلام کو یہاں پیش کردیا جائے وہ فرماتے ہیں:

”كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح سندها (وتواتر نقلها، هذه القراءة المتواترة المقطوع بها) [منجد المقرئين: ص ۱۵] فهي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردها ولا يحل إنكارها بل هي من الأحرف السبعة التي نزل

---

① چنانچہ امام دانیؒ فرماتے ہیں:
أن أمير المؤمنين عثمان ومن بالحضرة من جميع الصحابة ... طرحوا حروفا وقراءات باطلة غير معروفة ولا ثابتة بل منقولة عن الرسول ﷺ نقل الأحاديث التي لا يجوز إثبات قرآن وقراءات بها [الأحرف السبعة للقرآن ۶۱، تحقيق، عبد المهيمن طحان]

② واضح رہے کہ یہ ضوابط متاخرین کی ایجاد نہیں ہیں' بلکہ یہ ضوابط اس وقت سے موجود ہیں' جب صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کو سیکھا تھا۔ اور صحة الرواية اور رسم سے موافقت کا معیار اس وقت بھی موجود تھا' جب دورِ عثمانی میں مصاحف تحریر کرکے قراء صحابہ کی معیت میں مختلف علاقوں میں ارسال کیے گئے تھے اور یہ اس وقت سے ہیں جب نہ عربی زبان کے قواعد وضع ہوئے تھے اور نہ باقاعدہ کتب کے اندر تدوین قراءات کا آغاز ہوا تھا۔
جب ہم تاریخ کے تناظر میں جھانکتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں واضح طور پر اس طرح کے ضوابط کا تذکرہ ابوعبید قاسم بن سلامؒ کے ہاں ملتا ہے۔ جس کا ذکر ابن الانباریؒ نے اپنی کتاب [إيضاح الوقف والابتداء: ۳۱۱/۱] میں کیا ہے۔
(دیکھئے: رسم المصحف، ص۶۳۲، دراسة لغوية، تاريخية، غانم قدروي الحمد)
اس کے بعد ابن جریرؒ طبری (ت ۳۱۰ھ) کے ہاں ملتا ہے (الإبانة ص ٦١، منقول از کتاب القراءات طبری) پھر ابن خالویہ رحمہ اللہ (ت ۳۷۰ھ) نے اپنی کتاب 'القراءات' میں، اس کے بعد مکی بن ابی طالب القیسی (ت ۴۳۷ھ) نے [الإبانة ص ۱۰،۱۰۳،۱۳۹] میں اور اس کے بعد ابوالعباس احمد بن عمار المہدوی نے کیا ہے۔ [دیکھئے، النشر: ۱/ ۹] اس کے بعد ابوعمرو الدانی (ت ۴۴۴ھ) نے [النشر ۹/۱]، اس کے بعد ابی شامہ المقدسی (ت ۶۶۵ھ) نے، اس کے بعد الکواشی الموصلی (۶۸۰ھ) نے' اس کے بعد ابن الجزری (۸۳۳ھ) وغیرہ نے اس ضابطہ کا ذکر کیا ہے۔ [دیکھئے: النشر ۹/۱]

بها القرآن ووجب على الناس قبولها ... هذا هو الصحيح عند أئمة التحقيق من السلف والخلف... وهو مذهب السلف الذي لا يعرف عن أحد منهم خلافه . "[النشر: ۹/۱]

''ہر وہ قراءات جولغت عربی کی کسی وجہ سے موافق ہو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے موافق ہو (اور وہ موافقت خواہ حقیقی ہو یا تقدیری) اور اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیح ہے۔'' (وہ بذریعہ تواتر منقول ہو تو یہ قراءت متواتر اور قطعی ہے) اس کا انکار جائز نہیں، بلکہ یہ حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا تھا' لوگوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے..... اور جب کسی قراءۃ میں مذکورہ تین ارکان میں سے کوئی ایک رکن بھی مفقود ہو گا تو اس قراءۃ پر ضعیفہ' شاذہ یا باطلہ کا اطلاق ہو گا۔ یہی مذہب سلف وخلف ائمہ تحقیق کے نزدیک صحیح ہے۔ اس کی وضاحت امام دانی رحمہ اللہ، مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ ابن عمار المهدوی رحمہ اللہ اور ابو شامہ رحمہ اللہ نے کی ہے اور یہی سلف کا مذہب ہے۔ ان میں سے کسی سے بھی اس کے خلاف مروی نہیں ہے۔

مذکورہ تین ارکان کو ابن جزری رحمہ اللہ نے شعر کی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے:

فكل ما وافق وجه نحوى   وكان للرسم احتمالاً يحوي
وصح إسنادا هو القرآن   وهذه الثلاثة الأركان
وحيثما يختل ركن أثبت   شذوذه لو أنه في السبعة

[متن طيبة النشر لابن الجزري: ص ۳]

''ہر وہ قراءت جو کسی نحوی وجہ کے مطابق ہو، رسم مصحف اس کا متحمل ہو اور وہ سند کے لحاظ سے صحیح ہو تو وہ قرآن ہے اور قراءات کو پرکھنے کے لئے یہ تین ارکان ہیں۔ جس قراءت میں کوئی ایک رکن بھی مفقود ہو گا ' اس کا شذوذ ظاہر ہو جائے گا۔''

یہ وہ معیار ہے جو ائمہ قراء نے قراءات شاذہ کو متواترہ سے الگ کرنے کے لئے قائم کیا ہے کہ جس قراءات میں ان تین ارکان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہو گا' اسے شاذ قرار دیا جائے گا۔

مذکورہ تین اُرکان کی تشریح

گزشتہ بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قراءات شاذہ کو معلوم کرنے کا معیار مذکورہ تین ارکان ہیں۔ ان ارکان کی اس اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ ان ارکان کو تفصیل سے بیان کر دیا جائے، تاکہ شاذہ کو پہچاننے میں کسی غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔

پہلا رکن: مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت [1]

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف نقل کر کے مختلف علاقوں میں قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں بھیجے تھے' وہ قراءۃ ان میں سے کسی ایک کے رسم کے مطابق ہو۔ اور یہ مطابقت حقیقی طور پر بھی ہو سکتی ہے اور احتمالی وتقدیری طور پر بھی ہو سکتی ہے۔

---

[1] اور یہ شرط متاخرین کی خود ساختہ و پرداختہ نہیں، بلکہ اس کی پشت پر ایک مضبوط بنیاد ہے' وہ یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کے مشورہ سے جب تمام امت کو ایک رسم پر جمع کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا کہ مصاحف کا رسم ان تمام حروف پر مشتمل ہو جو عرضہ اخیرہ کے وقت باقی رکھے گئے تھے، اسی وجہ سے ہی تو مصاحف کے درمیان بعض الفاظ کے رسم میں اختلاف تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ رسم عثمانی اس قراءت کا متحمل ہو، کیونکہ سبعہ احرف کی رعایت کی وجہ سے مصاحف عثمانیہ کے رسم میں بعض جگہ اختلاف تھا۔ ①

موافقتِ حقیقی کی مثال: سورۃ توبہ میں ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءۃ: ﴿ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ [التوبة: ١٠٠] من کے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اور یہ اس مصحف میں ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ کی طرف بھیجا تھا۔

اسی طرح سورۃ بقرہ میں نافع رحمہ اللہ، ابن عامر رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءۃ: ﴿ وَ وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ﴾ [البقرة: ١٣٢] کی بجائے 'وأوصى بها' ہے اور یہ قراءۃ مصحف شامی اور مصحف مدنی کے مطابق ہے، اور باقی قراء کی قراءۃ ﴿وَوَصّٰى بِهَا﴾ ہے اور یہ اس مصحف کے مطابق ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے رکھا تھا۔

موافقت تقدیری کی مثال: سورہ فاتحہ کی آیت: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحة: ٤] کے لفظ 'ملك' میں دو قراءتیں ہیں؛ الف کے ساتھ یعنی مَالِكِ اور الف کے بغیر یعنی مَلِكِ، لیکن یہ لفظ تمام مصاحف عثمانیہ میں الف کے بغیر لکھا ہوا ہے۔ اب اس میں مَلِك کی قراءۃ تو رسم عثمانی کے ساتھ واضح اور حقیقی طور پر موافق ہے، جبکہ مَالِكِ کی قراءت تقدیری طور پر موافق ہے۔

چنانچہ جو قراءۃ ان مصاحف میں سے کسی بھی مصحف کے رسم کے مطابق نہیں ہوگی' وہ شاذ تصور ہوگی، خواہ اس کی سند صحیح ہو اور وہ کسی عربی وجہ کے مطابق ہو۔

مثلاً: ﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ ﴾ [النساء: ٣٤]

اس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن مطرف کی قراءۃ: 'فالصوالح قوانت حوافظ للغيب' ہے چونکہ کسی بھی مصحف کا رسم اس کا متحمل نہیں ہے، لہٰذا یہ قراءت شاذ ہے۔

[دیکھئے: الكشاف: ٥٢٤/١، معاني الفراء: ٢٦٥/١، تفسير الرازي: ٨٨/١٠، المحتسب: ٢٨٨/١]

اسی طرح سورۃ بقرہ کی آیت: ﴿ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا ﴾ [البقرة: ١٢٧] ابن مجاہد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں یہ آیت اس طرح ہے: 'وإذ يرفع إبراهيم القواعد من البيت ويقولون ربنا'② یہ بھی رسم عثمانی کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔ اسی

---

① ڈاکٹر محمد سالم محیسن نے اپنی کتاب في رحاب القرآن الكريم میں نہایت دقت نظری سے تمام مصاحف عثمانیہ کے تقابل کے بعد ان کے رسم میں باہمی اختلاف کا ایک خاکہ پیش کیا ہے، جس میں انہوں نے مصحف عثمانی کے رسم کا مصحف مدنی کے ساتھ ۱۲ الفاظ میں اختلاف ذکر کیا ہے، اسی طرح مصحفِ عثمانی کا مصحفِ حجازی، شامی اور عراقی سے ۱۰ الفاظ میں اختلاف ذکر کیا ہے۔ [في رحاب القرآن الكريم: ص ٤٠٧-٤١٩]

اسی طرح امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ نے اپنی کتاب 'فضائل القرآن' میں وہ زائد حروف جو رسم عثمانی کے مخالف ہیں، کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے، اس میں انہوں نے بعض صحابہؓ اور تابعینؒ کی قراءات میں سے ایک سو (۱۰۰) روایات ذکر کی ہیں جو رسم مصحف سے خارج ہیں۔ بعض روایات میں ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ ہے اور بعض میں کوئی لفظ زائد ہے۔ مثلاً سعید بن جبیرؒ کی قراءت ﴿ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴾ کی بجائے 'كالصوف المنفوش' ہے۔ اسی طرح ابن عباسؓ کی قراءۃ: "أن تبتغوا فضلا من ربكم في مواسم الحج" ہے۔ اسی طرح حضرت حفصہؓ، عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی قراءۃ "والصلوة الوسطى صلوة العصر" اور حضرت عثمانؓ کی قراءۃ "يأخذ كل سفينة صالحة غصبا".

[فضائل القرآن ومعالمه وآدابه: ١٠٥/٢،١٤٥] یہ تمام قراءات رسم عثمانی کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذہ قرار پائیں گی، کیونکہ یہ شرط اسی وجہ سے ہی قائم کی گئی تھی کہ اخبار آحاد اور قراءات شاذہ، قراءات متواترہ سے الگ ہو جائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالہادی فضلی فرماتے ہیں:

"إن اشتراط مطابقة لمصاحف الأئمة كان وقاية من دخول القراءات الآحادية والشاذة في إطار القراءات المتواترة التي تجوز القراءة بها." [القراءات القرآنية: ص ١١٤]

② اُبی بن کعبؓ کی قراءۃ بھی اسی طرح ہے۔ دیکھئے: الجامع لأحكام القرآن: ١٢٦/٢، البحر المحيط لأبي حيان: ٣٨٨/١

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طرح ﴿وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [ھود: ۱۶] اس میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءۃ 'وباطلا ما کانوا یعملون' ہے۔ یہ بھی خلافِ رسم ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔

[دیکھئے: المحتسب: ۴۴۲/۱، إعراب القرآن للنحاس: ۴۵۲/۱، البحر المحیط: ۲۱۰/۵]

ابوبکر الانباری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اجتمع القراء علی ترك كل قراءة مخالف المصحف.

[البحر المحیط: ۲۰/۷]

''تمام ائمہ قراء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ متروک (شاذ) قرار پائے گی جو رسم عثمانی کے مخالف ہوگی۔''

چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے اس سلسلہ میں مصاحف عثمانیہ کے مخالف جتنے بھی حروف مروی ہیں' وہ تمام کے تمام شاذ قرار پائیں گے۔

دوسرا رکن: عربی وجہ کے ساتھ موافقت[1]

دوسرا رکن جو قراءات شاذہ کو قراءات متواترہ سے الگ کرنے کے لئے ائمہ قراء نے شرط قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ قراءۃ کسی عربی وجہ کے موافق ہو، یعنی وہ قراءۃ کسی فصیح یا فصیح ترین نحوی وجہ کے مطابق ہو، خواہ وہ نحویوں کے ہاں متفق علیہ ہو یا اختلافی ہو، لیکن ایک شرط ہے کہ وہ قراءۃ تواتر سے ثابت ہو اور ائمہ قراء کے نزدیک اسے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو۔ اور رسم عثمانی اس کا متحمل ہو تو اس صورت میں ضعیف نحوی وجہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ بنیادی رکن تو یہی دو ہیں۔ مثلاً امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامِ﴾ اس میں لفظ 'الأرحام' جری حالت کے ساتھ ہے اور یہ کوفیوں کے مذہب کے مطابق بہٖ کی ضمیر مجرور پر عطف ہے، یا بصریوں کے مذہب کے مطابق حرف جار کو دوبارہ لوٹایا گیا ہے، لیکن معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔ یا أرحام کی تعظیم اور صلہ رحمی کی ترغیب دینے کیلئے قسم کی بناء پر زیر دی گئی ہے۔ تو یہاں امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ میں دونوں وجہیں لغت کے اعتبار سے درست ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی قراءات کا تواتر سے ثابت ہونا ہی اصل بنیاد اور مضبوط رکن ہے اس کی موجودگی میں عربی لغت کا کوئی قاعدہ اور قانون کسی قراءۃ کو رد نہیں کر سکتا۔

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأئمة القراءة لا تعمد في شيء من حروف القرآن على الأفشى في اللغة وأقيس في العربية بل على الأثبت في الأثر والأصح في النقل والرواية لأن القراءة سنة متبعة يلزم قبولها والمصير إليها.[2] [جامع البيان في القراءات السبع: ق۱۷۷/ ب]

---

① ضابطہ کا یہ رکن بھی پہلی صدی ہجری سے ماخوذ ہے، ابن الانباری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'نزھة الباري' میں واقعہ نقل کیا ہے کہ دور فاروقی میں ایک اعرابی کو کسی نے سورۃ براءت کی یہ آیت: ﴿إِنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ﴾ لفظ 'رسوله' کے لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا دی تو اس نے کہا! کیا اللہ اپنے رسول ﷺ سے بری ہے؟ اگر ایسے ہے تو مجھے بدرجہ اولیٰ ان سے بری ہونا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اعرابی کو بلایا اور اسے صحیح قراءۃ پر پڑھایا اور اس کے بعد یہ فرمان جاری کیا کہ قرآن صرف وہی پڑھائے جو لغت کا عالم ہو۔ [معجم القراءات القرآنية: ص ۱۰۰، بحواله نزهة الباري: ص ۸]

② لفظ ﴿بارئكم﴾ کے ضمن میں، اس مخطوطہ کی فلم دار الكتب والوثائق القومية، قسم التصوير: ۱۹۶۸ میں موجود ہے۔ اس فلم کی فوٹو کاپی المقری محمد ابراہیم صاحب میر محمدی کی لائبریری میں موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’’ائمہ قراء حروف قرآن کے سلسلہ میں اس پر اعتماد نہیں کرتے کہ وہ لفظ لغوی لحاظ سے عام مستعمل ہے یا عربی قاعدہ کے زیادہ مطابق ہے، بلکہ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ حرف نقل و روایت کے اعتبار سے صحیح ترین اور ثبوت کے اعلیٰ معیار پر ہو۔

نیز امام بیہقی رحمہ اللہ (ت ۴۸۵ھ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول: القراءة سنة متبعة[①] کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قال البيهقي: أراد (أي زيد بن ثابت) أن اتباع من قبلنا في الحروف سنة متبعة لا يجوز مخالفة المصحف الذي هو إمام، ولا مخالفة القراءات التي هي مشهورة وإن كان غير ذلك سائغا في اللغة.“

[سنن الكبرى للبيهقي: ۳۸۵/۲، مطبعة مجلس، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد دكن (الهند)]

’’اس سے زید بن ثابت کی مراد یہ ہے کہ حروف کے سلسلہ میں ہم سے قبل اسلاف کی اتباع سنت متبعہ ہے مصحف عثمانی، جسے مصحف امام کی حیثیت حاصل ہے کی مخالفت جائز نہیں ہے اور نہ ہی ان قراءات کی مخالفت جائز ہے جن کو قبولِ عام حاصل ہے، خواہ ان کے علاوہ دیگر قراءات لغت عربی میں زیادہ مستعمل ہوں۔‘‘

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے اس حقیقت کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے:

”إذ هو الأصل الأعظم والركن الأقوم وهذا هو المختار عند المحققين في ركن موافقة العربية، فكم من قراءة أنكرها بعض أهل النحو أو كثير منهم ولم يعتبر إنكارهم بل أجمع الأئمة المقتدى بهم من السلف على قبولها.“ [النشر: ۱۰/۱]

امام زرقانی رحمہ اللہ کا اس حوالہ سے جامع تبصرہ یہاں بیان نقل کر دینا شاید فائدہ سے خالی نہ ہوگا، وہ فرماتے ہیں:

وهذا كلام وجيه فان علماء النحو إنما استمدوا قواعده من كتاب الله تعالىٰ وكلام رسوله و كلام العرب، فإذا ثبتت قرآنية القرآن بالرواية المقبولة كان القرآن هو الحكم على علماء النحو وما قعدوا من قواعد أن يراجعوهم بقواعدهم إليه لا أن نرجع نحن بالقرآن إلى قواعدهم. المخالفة نحكمها فيه وإلا كان ذلك عكسا للآية وإهمالاً للأصل في وجوب الرعاية. [مناهل العرفان في علوم القرآن: ۴۲۲/۱]

’’یہ بہت عمدہ کلام (ابن جزری اور امام دانی کے اقوال کی طرف اشارہ ہے) ہے، کیونکہ علماءِ نحو نے نحو کے قواعد کتاب اللہ، کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام عرب سے ہی تو حاصل کیے ہیں۔ جب مقبول روایت سے قرآن کی قرآنیت ثابت ہو چکی ہے تو یقیناً اسے علما نحو اور ان کے قائم کردہ قواعد پر اتھارٹی کی حیثیت حاصل ہوگی اور ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قواعد سمیت کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں، نہ کہ ہم ان کے قرآن کے مخالف قواعد کی طرف رجوع کریں۔‘‘

بعض لغویوں اور نحویوں نے اس شرط کی بنیاد پر بعض قراءات متواترہ کا جو انکار کیا ہے ابن جزریؒ نے ان لوگوں کا

① سنن الكبرى للبيهقي: ۳۸۵/۲، كتاب السبعة في القراءات: ٤٩ لابن مجاهد، اس میں ’القراءة سنة‘ کے الفاظ ہیں۔

② اسی طرح ڈاکٹر احمد مکی اپنی کتاب الدفاع عن القرآن ضد النحويين والمستشرقين میں فرماتے ہیں: ”وهي قراءة صحيحة متواترة عن رسول الله ﷺ ولكن طائفة من النحاة الطغاة سامحهم الله وقفوا مواقف المعارضة من هذه الآية الكريمة في أعلى قراءاتها وهي القراءة السبعية... فهذا أبو زكريا الفراء يحكم عليها بالبطلان وهذا أبوعلي الفارسي يحكم عليها بالقبح... وكذلك فعل الإمام ابن خالويه، حين قال: ”وهو قبيح في القرآن وإنما يجوز في الشعر.“ إلى غير ذلك من أوصاف الضعف والشذوذ والرداءة وأكثر من هذا أنهم نسبوها إلى اللحن وأنها زلة من زلات ابن عامر [حاشية المحتسب: ۱۰۵/۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سخت رد کیا ہے۔ [منجد المقرئین: ص ۶۴ وما بعد ھا]

چنانچہ موافقتِ عربی کی اس شرط کا مقصد بھی وہی ہے جو رسم عثمانی کی موافقت کو شرط قرار دینے کا ہے کہ کہیں کوئی قراءۃ شاذہ، متواترہ قراءات کے دائرہ میں داخل نہ ہو جائے، کیونکہ کوئی بھی متواتر قراءۃ ایسی نہیں ہوسکتی جو کسی عربی وجہ کے مطابق ہو' بلکہ کسی قراءۃ کا تواتر سے ثابت ہونا ہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ قراءۃ بذات خود ایک عربی وجہ اور نحوی قانون ہے۔ لہٰذا کسی نحوی یا لغوی کا اس کو قواعد نحو یہ کے مخالف قرار دینا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

گویا کسی قراءۃ کا تواتر سے ثابت ہونا ہی بحیثیت معیار کافی تھا۔ لیکن کسی عربی وجہ سے موافقت کی شرط بطور اطمینان اور احتیاط کے اس لئے لگائی کہ قراءات شاذہ کا قراءات متواترہ سے آمیزش کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جائے۔

اور موافقت عربی کی اس شرط کو اس لحاظ سے تو ایک ضابطہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ جو قراءۃ دیگر دو ضوابط کی حامل ہوگی وہ لازماً کسی نہ کسی عربی وجہ کے بھی مطابق ہوگی' لہٰذا جو قراءۃ کسی بھی عربی قاعدہ کے مطابق نہ ہو تو وہ شاذ تصور ہوگی۔

چنانچہ یہ ثابت ہوا کہ صحیح سند سے ثابت قراءۃ کسی نہ کسی عربی وجہ کے ضرور مطابق ہوگی' بلکہ وہ خود ایک عربی وجہ ہو گی، لیکن اگر وہ کسی بھی عربی وجہ یا نحوی قانون کے مطابق نہیں ہے تو وہ شاذ تصور ہوگی مثلا ﴿ وَعَلَىٰٓ أَبْصَٰرِهِمْ غِشَٰوَةٌ ﴾ [البقرۃ:۹] لفظ غشوۃ کو علماء قراءۃ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے تین طرح نقل کیا ہے۔ ایک غین کے پیش کے ساتھ ، دوسری غین کے زبر کے ساتھ اور تیسری عین کے پیش کے ساتھ۔ اس میں تیسری وجہ یعنی (غُشوۃ) امہات کتب لغت میں سے کسی میں بھی نہیں ہے، لہٰذا یہ لغتِ عرب کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ قرار پائے گی۔

[حول القراءۃ الشاذۃ: ۲۳]

اسی طرح ﴿ خُطُوٰت ﴾ [البقرۃ: ۱۶۸، ۲۰۸] اسے حسن بصری رحمہ اللہ نے خاء کی فتح اور طاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، حالانکہ ائمہ لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خطوۃ (خاء کی فتح اور طاء کے سکون کے ساتھ) کی جمع خَطَوات؛ خاء اور طاء دونوں کے فتح کے ساتھ آتی ہے، لہٰذا یہ بھی لغت عرب کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ قرار پائے گی۔ [أیضا : ۲۴]

اسی طرح ﴿ لا یفلح الکفرون ﴾ [المؤمنون: ۱۱۷] حسن بصری رحمہ اللہ نے اسے 'یَفَلَحْ' یعنی یاء اور لام کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے، حالانکہ کتب لغت میں فلح ، أفلح کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ ایسی تمام قراءات لغتِ عربی کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ قرار پائیں گی۔ [أیضا : ۲۵]

تیسرا رکن: صحت سند

اس سے مراد یہ ہے کہ اس قراءۃ کو روایت کرنے والے شروع سند سے لیکر رسول اللہ ﷺ تک عادل اور ضابط ہوں' اس میں کسی قسم کا شذوذ اور کوئی ایسی علت نہ ہو جو باعث جرح ہو۔ [النشر: ۱۳]

یہاں تک تو سب کا اتفاق ہے' لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا رواۃ کے عادل اور ضابط ہونے کے ساتھ یہ کافی ہے کہ وہ قراءۃ اس فن کے ماہرین کے نزدیک اس قدر مشہور و مستفیض ہو کہ اسے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے اور وہ محتف بالقرائن بھی ہو یا اس کے لئے تواتر کا ہونا ضروری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تمام علماءِ اصول، مذاہب اَربعہ کے فقہاء، محدثین اور اکثر قراءِ کرام کا موقف یہ ہے کہ قراءتِ متواترہ اور شاذہ کے درمیان امتیاز کے لئے اصل معیار تواتر ہے۔ چنانچہ امام نویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ کہنا کہ (قراءۃ کے لئے) تواتر شرط نہیں ہے، یہ قول فقہاء و محدثین اور دیگر علما کے اجماع کے خلاف ایک خودساختہ قول ہے، کیونکہ جمہور علماءِ مذاہب اربعہ کے نزدیک قرآن وہ ہے جو مصحف کے دوگتوں کے درمیان بذریعہ تواتر ہم تک پہنچا ہے۔ چنانچہ جس نے بھی قرآن کی تعریف کی ہے، اس نے قرآن کے لئے تواتر کو شرط قرار دیا ہے، جیسا کہ ابن حاجب رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک قرآن کے لئے متواتر ہونا ضروری ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ، ابن عطیہ رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، امام زرکشی رحمہ اللہ، امام سبکی رحمہ اللہ، امام اسنوی رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ علما کی اکثریت نے اسی بات کی تصریح کی ہے اور اسی بات پر قراء کا اجماع ہے۔ متاخرین[1] میں سے اس کی مخالفت مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ نے کی ہے اور بعض دیگر نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔[شرح طيبة النشر للنويري: ۱۱۹/۱، اتحاف فضلاء البشر: ص ۲] اس کے علاوہ امام غزالی رحمہ اللہ [المستصفى في علم الأصول: ۱۹۳/۱، أبوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي (۴۵۰ھ، ۵۰۵ھ)] ابن قدامہ رحمہ اللہ [روضة الناظر وجنة مناظر: ۳۴ بمع الشرح نزهة الخاطر: ۱۳۹/۱، مكتبة الكليات الأزهرية، القاهرة] ابن حاجب رحمہ اللہ [مختصر المنتهى الأصولي: ۲۲/۲، إمام ابن حاجب المالكي، دارالكتب العلمية] اور صدر الشریعہ رحمہ اللہ [التوضيح في حل عوامض التنقيح: ۲۶/۱، صدر الشريعة: عبيدالله بن مسعود بن محمود بن أحمد المحبوبي البخاري الحنفي (ت ۷۴۸ھ)] وغیرہ نے بھی تواتر کو شرط قرار دیا ہے۔''

نیز قراء کرام میں سے امام الدانی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ) امام ابو القاسم ہندی رحمہ اللہ (۴۶۵ھ) امام ابوالقاسم الصفراوی رحمہ اللہ (ت ۶۳۶ھ) امام ابوالحسن السخاوی رحمہ اللہ (ت ۹۰۲ھ) اور ان کے علاوہ متعدد کبار قراء نے تواتر کو شرط قرار دیا ہے۔[شرح طيبة النشر للنويري: ۱۲۲/۱-۱۲۹]

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ وہ کتاب جو کائنات کے لئے راہبر اور صراط مستقیم اور دین قیم کی اصل بنیاد ہے اور اتنا عظیم معجزہ ہے کہ جن و انس مل کر بھی اس جیسی ایک سورۃ کیا ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے۔ ایسی کتاب کے لئے عادتاً یہ محال ہے کہ وہ تواتر سے ثابت نہ ہو، جبکہ اس کی تمام تر تفاصیل کا بذریعہ تواتر منقول ہونے کے بے شمار اَسباب وعوامل موجود ہیں لہٰذا جو قراءۃ حدّ تواتر کو نہیں پہنچے گی یقینی بات ہے کہ وہ شاذ تصور ہوگی اور اس کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔[المستصفي للغزالي: ۱۹۳/۱، البرهان في علوم القرآن: ۳۵۳/۲، الإتقان في علوم القرآن: ۷۷/۱، علاوہ ازیں اصول کی بے شمار کتب میں اس کی تصریح موجود ہے۔]

مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ اور ابن جزری رحمہ اللہ کا موقف

مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ اور ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جمہور کے برعکس تواتر کو شرط قرار نہیں دیتے جیسا کہ امام نویری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں ان کا موقف واضح طور پر بیان کر دیا جائے۔

[1] مکی بن ابی طالب کا تعلق چوتھی صدی ہجری سے ہے کیونکہ ان کی پیدائش ۳۵۵ھ اور وفات ۴۳۷ھ ہے لہٰذا امام نویریؒ کا انہیں متاخرین میں سے قرار دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جہاں تک مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ کا معاملہ ہے تو ان کے بارے میں ان کی صرف اس عبارت: 'القراءة الصحيحة ما صح سنده' [الإبانة:١٠٣] کی بنیاد پر یہ کہنا کہ وہ تواتر کو شرط قرار نہیں دیتے، درست نہیں ہے، کیونکہ قراءۃ کے اس رکن کے سلسلہ میں ان سے مختلف الفاظ مروی ہیں، مثلا ایک جگہ 'ما صح سندها' کے الفاظ ہیں تو ایک جگہ 'أن ينقل عن الثقات' [الإبانة:٥٨] کے الفاظ ہیں اور ایک دوسرے مقام پر 'إجتماع العامة عليها' [الإبانة: ١٠٠] کے الفاظ ہیں۔

یہاں لفظ ثقات جو جمع ہے اسی طرح 'اجتماع العامة عليها' جس سے ان کی مراد وہ قراءۃ ہے جس پر اہل مدینہ اور اہل کوفہ، یا جس پر اہل حرمین متفق ہوں [الإبانة: ص ١٠١] کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ قراءۃ متواترہ کے لئے صرف صحتِ سند کو کافی قرار نہیں دیتے، نیز ان کی درج ذیل عبارت ان کے موقف کو مزید واضح کرتی ہے:

ما صح نقله في الآحاد.. فهذا يقبل ولا يقرأ به لعلتين؛ إحداهما: أنه لم يؤخذ بإجماع، إنما أخذ بأخبار الآحاد ولا يثبت قرآن يقرأ به بخبر الواحد. [الإبانة: ٥٨]

''جو قراءۃ بذریعہ اخبار آحاد صحیح سند سے منقول ہو... تو ایسی قراءۃ کو قبول تو کیا جائے گا، لیکن دو وجوہات کی بناء پر اس کی تلاوت جائز نہیں ہے۔ ایک یہ کہ وہ بذریعہ اجماع منقول نہیں ہے، بلکہ اخبار آحاد کے ذریعہ سے منقول ہے اور قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوسکتا۔''

یہاں اِجماع کے مقابلہ میں اخبار آحاد کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ صرف صحت سند کو کافی قرار نہیں دیتے، بلکہ ان کی اس سلسلہ میں ساری بحث کے تناظر میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ قراءات متواترہ کے لئے تواتر کو شرط قرار دیتے ہیں۔

جہاں تک محقق ابن جزری رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو ان کا مؤقف یہ ہے کہ قراءت متواترہ کی ہر ہر وجہ کے لئے تواتر سندی شرط نہیں ہے، بلکہ اگر وہ قراءۃ اس فن کے ماہرین کے نزدیک مشہور و مستفیض ہو اور ائمہ کے نزدیک اسے قبول عام کا درجہ حاصل ہو جائے اور ساتھ وہ رسم عثمانی اور لغت عربی کے موافق بھی ہو تو یہ بھی قوت میں متواتر کی طرح قطعی اور یقینی ہوگی اگرچہ وہ تواتر (سندی) کی حد کو نہ بھی پہنچے۔

[المنجد المقرئين: ١٦، النشر في القراءات العشر:١٣]

ابن جزری رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے:

① اگر کوئی قراءۃ تواتر سے ثابت ہو جاتی ہے تو وہ قطعی طور پر قرآن ہے اور اسے قبول کرنا واجب ہے خواہ رسم عثمانی اور لغت عربی کے موافق ہو یا مخالف' گویا اس صورت میں دیگر دو ارکان کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

② دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم ہر اختلافی وجہ قراءۃ میں تواتر کو شرط قرار دیتے ہیں تو متعدد ایسی اختلافی وجوہ خارج ہو جائیں گی جو ائمہ سبع اور دیگر ائمہ سے ثابت ہیں۔ [النشر:١٣]

اگر اس ساری بحث کے تناظر میں غور کیا جائے تو یہ اختلاف محض لفظی معلوم ہوتا ہے اور درحقیقت جمہور اور ابن جزری رحمہ اللہ کے موقف میں نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

① اور من حیث المجموع قرآن اور قراءات عشرہ قطعی اور تواتر سے ثابت ہیں، کیونکہ ان کی نقل و روایت کا اصل انحصار صحیفوں اور اوراق میں رقم کرنے کے علاوہ دلوں اور سینوں میں محفوظ کرنے پر ہے اور قرآن اور قراءات متواترہ کے حافظین کی تعداد ہر دور میں اس قدر رہی ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے قراءات عشرہ کے متواتر ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

درحقیقت فقہاء ومحدثین نے قرآن یا ثبوت قراءۃ کیلئے تواتر سندی کی شرط لگائی ہے تو وہ قرآن کے مجموع[1] کے اعتبار سے ہے، وگرنہ اگر تمام اختلافی وجوہ کے ہر ہر فرد اور ہر ہر ادا کے لئے تواتر کو شرط قرار دیا جائے تو بہت سی اختلافی وجوہ کو رد کرنا پڑے گا، حالانکہ ان میں سے بعض ائمہ سبعہ سے منقول ہیں' اور وہ جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک بھی متواترہ ہیں۔ امام قسطلانی رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کی صراحت کی ہے۔

[تفسیر القاسمي: ۲۹۶/۱]

لیکن یہ سوال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ بعض قراء نے ضابطہ قراءات میں موافقت رسم عثمانی اور لغت عرب کے ساتھ صرف مشہور و مستفیض اور تلقی بالقبول کو ہی کیوں کافی قرار دیا ہے، تواتر کی شرط کیوں نہیں لگائی، حالانکہ قرآنیت کے ثبوت کے لئے تواتر کا ہونا ضروری ہے؟

درحقیقت ہر ہر اختلافی وجہ کے لئے تواتر کی شرط لگانا یہ جمہور کا مذہب نہیں ہے، بلکہ یہ بعض متاخرین کا مذہب ہے، جیسا کہ ابن جزری رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے، ورنہ ابن جزری ائمہ فقہاء کی قرآن کی تعریف میں شرط تواتر کی واضح تصریحات کے باوجود اسے بعض متاخرین کا مذہب کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ اور امام نویری رحمہ اللہ نے جو تواتر کو شرط قرار نہ دینے والوں کا رد کیا ہے تو انہوں نے دراصل ان حضرات کا رد کیا ہے جو صرف صحت سند کو کافی قرار دیتے ہیں، مشہور و مستفیض اور تلقی بالقبول کی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے اور اس موقف کو انہوں نے مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے تو ہم گزشتہ صفحات میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ وہ بھی قرآن اور قراءات متواترہ کے لئے جمہور کی طرح تواتر کو ضروری سمجھتے ہیں۔

اسی طرح ابن جزری رحمہ اللہ بھی قراءات مقبولہ کے لئے تواتر کو شرط قرار دیتے ہیں' منجد المقرئین میں انہوں نے ان لوگوں کا سختی سے رد کیا ہے جو فرش کو متواتر قرار دیتے ہیں' لیکن اصول کو متواتر قرار نہیں دیتے۔ [منجد المقرئین: ص ۵۷] تو ثابت ہوا کہ مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ کی طرح ابن جزری رحمہ اللہ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔

لیکن یہ سوال کہ پھر ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ ضابطہ قراءات میں باقی دو ارکان کے ساتھ تواتر کی شرط کیوں نہیں لگاتے؟ تو اس کا سبب درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ نے قراءات شاذہ اور متواترہ کے درمیان فرق کرنے کے لئے ایک ضابطہ بیان کیا ہے، قرآن کی تعریف نہیں کی۔ تواتر کو قرآن کی تعریف میں کم از کم ایک شرط کے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے، لیکن ضابطہ میں اسے ملحوظ نہیں رکھا گیا، کیونکہ ضوابط میں جو چیز قابل معافی ہوتی 'وہ تعریفات میں قابل معافی نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ تعریفات میں کسی چیز کی حقیقت و ماہیت کو واضح کرنا مقصود ہوتا ہے، اس کی تمام تر جزءیات کا احاطہ مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی تعریف میں ایسا ممکن ہو سکتا ہے، لیکن ضابطہ میں کسی چیز کی حقیقت و ماہیت کی بجائے اس کی ہر ہر جزئی کو پرکھنا اصل مقصد ہوتا ہے، لہٰذا کسی چیز کا ضابطہ اور معیار مقرر کرتے وقت یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ ایسا جامع اور مانع ہو کہ حقیقت و ماہیت کی کوئی جزئی اس سے خارج نہ ہونے پائے۔

ضابطہ میں تواتر کو شرط قرار نہ دینے کی دوسری وجہ طالب علم کے لئے قراءات متواترہ اور شاذہ کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے آسانی پیدا کرنا مقصود تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ طالب علم محض اس ضابطہ کی بنیاد پر بغیر کسی دشواری کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءات متواترہ اور شاذہ کے درمیان امتیاز کرسکتا ہے۔اگر (تعریف کی طرح) ضابطہ میں بھی تواتر کی شرط عائد کر دی جاتی تو اس کے لئے یہ امتیاز نہایت مشکل ہوتا، کیونکہ اس صورت میں اسے قراءات کی ہر جزئی کو پرکھنے کے لئے اتنی بڑی تعداد کی طرف رجوع کرنا پڑتا جن کا روایت کے ہر طبقہ میں جھوٹ پر مجتمع ہونا محال ہو اور آپ خود اندازہ کریں کہ یہ ایک طالب علم کے لئے کتنا مشکل کام ہوتا۔

❸ وہ قراءۃ جو مشہور و مستفیض ہو اور تلقی بالقبول کا درجہ حاصل کر لے اور وہ مختلف بالقرائن بھی ہو، نیز جو کچھ مصحف کے دوگتوں کے درمیان ہے، جس پر صحابہ کے افضل ترین دور میں امت کا اجماع تھا اور اس کے متواتر ہونے پر پوری امت متفق ہے، اس کے رسم کے مطابق ہو اور ساتھ لغت عرب کی موافقت بھی حاصل ہو جائے اور ہر دور میں فن قراءۃ کے ماہرین نے اس کو قبول کیا ہو۔ جب کوئی قراءۃ ان شرائط پر پوری اترتی ہو وہ قراءۃ یقیناً قطعی ہے اور وہ قوت میں تواتر سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔[مناهل العرفان: ۱/۴۲۷]

نیز جمہور سلف و خلف کے نزدیک خبر واحد جب امت میں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل کر لے یا اس کے ساتھ ایسے قرائن مل جائیں جو اس کی قطعیت پر واضح دلیل ہوں تو وہ علم یقینی کا فائدہ دے گی اور قوت میں متواتر کے برابر تصور ہوگی۔[مجموع الفتاوی: ۱۸/۴۱،۴۸، التحرير والتنوير: ۱/۵۳]

ان دلائل کی بنیاد پر یہ بات بالجزم کہی جاسکتی ہے کہ ثبوت قرآن کے لئے تواتر کو شرط قرار دینے والے جمہور فقہا ومحدثین اور قراءۃ متواترہ و شاذہ کے درمیان امتیاز کے لئے تین ارکان مقرر کرنے والے قراء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔امام زرقانی رحمہ اللہ اس حوالہ سے اپنی گفتگو کے آخر میں فرماتے ہیں:

وهذا التوجيه الذي وجهنا به الضابط السالف يجعل الخلاف كأنه لفظي ويسير بجماعات القراء على جدد الطريق في تواتر القرآن "ومن سلك الجدد آمن العثار". [مناهل العرفان: ۱/۴۲۷]

''مذکورہ ضابطہ کی جو توجیہ ہم نے بیان کی ہے اس کے پیش نظر یہ اختلاف محض لفظی رہ جاتا ہے اور وہ قرآن کے تواتر کے سلسلہ میں قراء کو نئے راستوں سے آشنا کرتا ہے۔''اور جو نئے راستوں پر گامزن ہو وہ ٹھوکروں سے محفوظ رہتا ہے۔''

ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات پر تقریباً امت کا اجماع ہے کہ جو قراءۃ مذکورہ تین ارکان کی حامل ہوگی، وہ متواتر ہے اور جس میں کوئی ایک رکن بھی مفقود ہوگا، وہ شاذ قرار پائے گی۔

لیکن ابن مقسم[①] کے متعلق منقول ہے کہ اجماع امت کے برعکس اس کا نظریہ یہ تھا کہ ہر وہ قراءۃ جو رسم عثمانی اور کسی عربی وجہ کے مطابق ہو، اس کی تلاوت جائز ہے، خواہ اس کی کوئی سند ہو یا نہ ہو۔

علماء امت نے اس نظریہ کو انتہائی گمراہ کن قرار دیا۔اور ایسی قراءۃ کو قرآن تو درکنار خبر واحد کی حیثیت بھی نہیں دی، بلکہ ایسی قراءۃ کو قابل رد قرار دیا ہے، اس شخص کو بغداد میں وقت کے حکمران کے سامنے پیش کیا گیا اور اس دور کے فقہا وقراء کی ایک بہت بڑی مجلس میں اس نے اپنے اس فاسد نظریہ سے رجوع کیا اور وہیں اس کی توبہ کا محضر نامہ

① أبوبكر محمد بن حسن بن يعقوب بن الحسن بن الحسين بن محمد بن سليمان بن داؤد بن عبيد الله بن مقسم الإمام المقرئ النحوي، (۳۵۴ھ)، غاية النهاية: ۱/۱۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لکھا گیا۔[غایة النهاية في طبقات القراء: ۱/۱۴۲ - تاريخ بغداد: ۱/۲۸۰]

اسی طرح ایک شخص ابن شنبوذ بغدادی (ت ۳۲۸) کا نظریہ یہ تھا کہ وہ قراءۃ جو صحیح سند سے منقول ہو، خواہ رسم عثمانی کے مخالف ہی ہو، اس کی قراءت جائز ہے۔ تو ابوبکر بن مجاہد (ت ۳۲۴ھ) نے سلطان راضی باللہ (ت ۳۲۹ھ) سے مطالبہ کیا کہ وہ امت کے اجماعی موقف کے خلاف ابن شنبوذ سے رجوع کروائیں۔ چنانچہ سلطان کے حکم پر وزیر محمد بن علی بن مقلہ (ت ۳۲۸ھ) کے دربار میں قضاۃ، فقہا اور قراء کی ایک مجلس منعقد ہوئی، جہاں ابن شنبوذ سے اس کے موقف پر دلیل طلب کی گئی، لیکن یہ کوئی قوی یا ضعیف دلیل بھی پیش نہ کر سکا۔ آخر سزا کے بعد اس نے اپنے اس موقف سے رجوع کرلیا۔[غاية النهاية: ۱/۵۴،۵۵- تاريخ بغداد: ۱/۲۸۰ - في رحاب القرآن الكريم: ۱/۴۴۲]

قراءات شاذہ کی تلاوت کے حکم کے ضمن میں ہم اس باطل نظریہ پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

قراءات شاذہ کو قراءات متواترہ سے ممتاز کرنے کا دوسرا ضابطہ

علماء قراءات نے ارکان ثلاثہ کی بنیاد پر قراءت شاذہ کو قراءات متواترہ سے الگ کر دیا ہے، چنانچہ علما نے تواتر اور عدم تواتر کے اعتبار سے قراءات کی تین اقسام کی ہیں۔ امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

① قراءات سبعہ کے تواتر پر سب کا اتفاق ہے۔
② بقیہ تین قراءات کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے۔
③ قراءات عشرہ کے علاوہ چار قراءات کے شذوذ پر سب کا اتفاق ہے۔[لطائف الإشارات: ۱/۱۷۰]

سبعہ قراءات

ان کے متواتر ہونے کے بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔[اتحاف فضلاء البشر: ۷] ابن سبکی 'جمع الجوامع' میں فرماتے ہیں:

''قراءات سبعہ مکمل طور پر تواتر سے ثابت ہیں' یعنی انہیں رسول اللہ ﷺ سے اتنی بڑی جماعت نے نقل کیا کہ ان کا جھوٹ پر مجتمع ہونا محال ہے اور یہ تواتر شروع سند سے آخر سند تک موجود ہے۔ سبعہ قراءات متواتر ہیں' مد بھی متواتر ہے اور امالہ بھی متواتر ہے اور یہ سب واضح ہے' اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔[مناهل العرفان: ۱/۴۳۶]

بقیہ تین قراءات

صحیح بات یہی ہے کہ سبعہ قراءات کے علاوہ ابوجعفر رحمہ اللہ، یعقوب رحمہ اللہ اور خلف رحمہ اللہ کی قراءات' یعنی تمام قراءۃ عشرہ متواترہ ہیں۔[اتحاف فضلاء البشر: ۷] تمام محققین اصولیین اور قراء، مثلاً مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ، ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ، ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ، شیخ الشافعیہ ابوعمرو عثمان بن الصلاح رحمہ اللہ، الشیخ المالکیۃ ابن الحاجب رحمہ اللہ [البرهان في علوم القرآن: ۱/۳۸۱] ابو العلاء الحسن بن احمد بن الحسن الصمدانی رحمہ اللہ، ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ وغیرہ [النشر: ۱/۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱] نیز حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شافعیہ کا موقف بھی یہی ہے۔[الموسوعة الفقهية: ۳۳/۴۴] ابن سبکی رحمہ اللہ، ابن جریر رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، بلکہ ابو شامہ رحمہ اللہ [1] کی بھی یہی رائے ہے، مقری

① صحیح بات یہ ہے کہ ابن شامہ کے متعلق قراءات عشرہ کی بعض وجوہ کے عدم تواتر کا قول ان کی کتاب میں دسیسہ کاری ہے۔ یا پھر یہ ان کا شروع میں موقف تھا لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا۔[مناهل العرفان: ص ۱/۴۴۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور فقیہ امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں قراءات عشرہ کے تواتر پر اجماع نقل کیا ہے۔[تفسیر بغوي: ۳۰/۱، ۳۱] اسی طرح ابن جزری رحمہ اللہ نے قاضی القضاۃ ابونصر عبدالوہاب اور الاستاذ اسماعیل بن ابراہیم کا قراءات عشرہ کے متواتر ہونے پر فتویٰ ذکر کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ابن حاجب رحمہ اللہ کی طرف بقیہ تین قراءات کے عدم تواتر کا قول منسوب کرنا غلط ہے۔[النشر: ۴۵/۱، ۴۶، ۴۷] ہاں ابن حاجب رحمہ اللہ کے بارے میں یہ درست ہے کہ وہ فروش کو متواتر مانتے ہیں، لیکن اصول کو متواتر تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے اس موقف کا ابن جزری رحمہ اللہ نے سخت رد کیا ہے۔[منجد المقرئین: ۵۷] اور ابن سبکی رحمہ اللہ نے قراءات عشرہ کے ہر ہر حرف کو متواتر، منزل من اللہ اور دین کا لازمی جز قرار دیا ہے۔[النشر: ۴۶/۱]

اور اگر ابو شامہ رحمہ اللہ اور دیگر نے بعض قراءات کے عدم تواتر کی بات کی ہے تو اس کی بنیاد ان کا یہ وہم ہے کہ جب کوئی قراءۃ کسی معین شخص کی طرف منسوب ہو جائے تو وہ خبر واحد بن جاتی ہے، حالانکہ انہوں نے اس بات کی طرف دھیان نہیں دیا کہ ہر وہ قراءۃ جو مشہور قراء میں سے کسی قاری کی طرف منسوب ہے، اس کو پڑھنے والے، اس قاری کے زمانہ میں یا اس سے پہلے ایک بہت بڑی تعداد تھی، بلکہ وہ اس کے دور سے کئی گنا زیادہ تھی۔[المنجد: ۶۸]

ابن سبکی رحمہ اللہ نے بھی ابن جزری رحمہ اللہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے:

”اگر قراء کی اسانید آحاد بھی ہوں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر قراءات متواترہ کی اسانید مخصوص افراد کی طرف منسوب ہو گئی ہیں تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اور لوگوں نے قراءات کو نقل نہیں کیا، بلکہ یہ واقعہ ہے کہ ہر امام کی قراءۃ کو ایک جم غفیر نے اس امام کے اہل علاقہ کے ایک جم غفیر سے روایت کیا۔ اور اسی طرح ہر طبقہ میں یہ تعداد بڑھتی رہی۔ ائمہ کی طرف اور ان کی اسانید میں موجود رواۃ کی طرف ان قراءات کے منسوب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان قراءات کو ضبط کیا تھا اور اپنے شیوخ سے ان قراءات کو مکمل طور پر یاد کیا تھا۔[مناهل العرفان: ۴۳۶/۱]

یہی بات ابن جزری رحمہ اللہ کے شیخ ابو المعالی محمد بن احمد بن اللبیان رحمہ اللہ (ت ۷۷۶ھ) نے نہایت واضح انداز میں کہی ہے۔[المنجد: ۷۰]

اور ابن خلدون رحمہ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ بعض نے اگرچہ ان قراءات کے طرق کے تواتر میں اختلاف کیا ہے، کیونکہ وہ ان کے نزدیک کیفیات ادا سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن ان کے نزدیک بھی اس سے قرآن کے تواتر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔[تفسیر القاسمي: ۳۰۶/۱]

اس وضاحت کے بعد ہم بالجزم کہہ سکتے ہیں کہ قراءت عشرہ کے تواتر پر امت کے تمام علما وفقہا اور قراء متفق ہیں اور ابو شامہ رحمہ اللہ اور ابن الحاجب رحمہ اللہ بھی ان کے درحقیقت عدم تواتر کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الذي وصل إلينا اليوم متواتراً وصحيحا مقطوعاً به قراءات الأئمة العشر ورواتهم المشهورين هذا الذي تحرر من أقوال العلماء وعليه الناس اليوم بالشام والعراق ومصر والحجاز." [المنجد المقرئين: ۲۳]

”وہ قراءات جو آج ہم تک تواتر اور قطعی ذریعہ سے پہنچی ہیں، وہ ائمہ عشر اور ان کے مشہور رواۃ کی قراءات ہیں۔ یہی بات علما کے اقوال سے ثابت ہوتی ہے اور اسی پر آج اہل شام، عراق، مصر اور اہل حجاز کا اجماع ہے۔“

امام البناء دمیاطی رحمہ اللہ قراءات عشرۃ کو متواتر قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وهو الصحيح المختار الذي تلقيناه من عامة شيوخنا وأخذنا به عنهم وبه ناخذ .
[اتحاف فضلاء البشر: ۷]

امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی قراءات عشرۃ کے تواتر پر اجماع نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:
''تمام امصار کے مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان ائمہ نے جو قراءات روایت کی ہیں یا انہیں تصنیفات میں تحریر کیا ہے، ان پر اعتماد کیا جائے گا اور ان قراءات کے صحیح ہونے پر ہر زمانہ میں مسلسل اجماع چلا آرہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا ہوا ہے۔ تمام محققین فضلا اور تمام ائمہ سلف جیسے ابن جریر الطبری رحمہ اللہ اور قاضی ابی بکر بن ابی الطیب رحمہ اللہ وغیرہ اسی موقف کے حامل ہیں۔''

ابن مجاہد رحمہ اللہ کے سات قراءات کو جمع کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ صرف یہی سات قراءات متواترہ ہیں، مجدد، مجتهد العصر، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا ازالہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن مجاہد رحمہ اللہ اور کسی عالم کا بھی یہ اعتقاد نہیں تھا کہ سبعہ احرف سے مراد یہی سبعہ قراءات ہیں، بلکہ انہوں نے سات قراءات کو اس لئے جمع کیا تھا کہ جن حروف پر قرآن نازل ہوا، اس کے ساتھ لفظی موافقت ہو جائے۔

اس کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''علماء سلف اور ائمہ دین نے اس بارے میں کبھی اختلاف نہیں کیا کہ یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ تمام علاقوں میں صرف یہی سات قراءات ہی پڑھی جائیں گی، بلکہ جس شخص کے نزدیک اعمش رحمہ اللہ اور یعقوب حضرمی رحمہ اللہ وغیرہ کی قراءۃ امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ کی طرح ثابت ہو جائے تو وہ ان کی قراءات کرسکتا ہے۔ اس پر تمام معتبر ائمہ کا اتفاق ہے...... اسی وجہ سے ائمہ اہل عراق جن کے نزدیک دس یا گیارہ قراءات ان سات قراءات کی طرح صحیح ثابت ہیں، وہ انہیں کتب میں جمع کرتے اور نماز اور غیر نماز میں تلاوت کرتے ہیں اور یہ بات علما کے درمیان متفق علیہ ہے، کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔'' [النشر: ۱/۳۹،۴۰]

نیز رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ "أنزل القرآن علی سبعة أحرف" چنانچہ ہم قطعی اور یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن سات حروف (وجوہ) پر نازل ہوا ہے اور دلائل سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ قراءات عشرہ کے علاوہ سب منسوخ ہوگئیں تھیں۔ لہٰذا یہ قراءات اپنے ثبوت میں قطعی ہیں اور قرآن کریم کا لازمی حصہ ہیں اور جب تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن اپنے اجزاء اور ابعاض سمیت سب کا سب تواتر سے ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن کا ہر جز تواتر سے ثابت ہے، کیونکہ کل، جز کو مستلزم ہے، مثلاً 'الصراط' میں ایک قراءت سین کے ساتھ اور ایک صاد کے ساتھ ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں قراءات متواتر اور قرآن ہیں، کیونکہ دونوں ایک ہی ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہیں اور اگر ہم یہ کہیں کہ ایک متواتر ہے اور دوسری متواتر نہیں، حالانکہ دونوں کا طریق ورود ایک ہے تو یہ محض ضد اور دو باہم مساوی چیزوں کے درمیان امتیاز نہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ اور جب پورا قرآن متواتر ہے تو پھر اس کے ایک جز کو غیر متواتر قرار دینا گویا پورے قرآن پر عدم اعتماد کا اظہار ہے جو کہ سراسر باطل ہے۔

تمام عقلی و نقلی دلائل اور علماء سلف کے اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قراءات عشرہ ہی متواتر ہیں اور ان کے علاوہ باقی سب شاذ ہیں اور ہم نے قراءات عشرہ کے تواتر کے ثبوت کو اس لئے اہمیت دی ہے، تاکہ شاذ قراءات کے امتیاز میں کوئی دشواری باقی نہ رہے اور ان لوگوں کا رد ہو جائے جو چودہ قراءات کو متواتر کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ 'تعرف الأشياء بأضدادها'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءاتِ عشرہ درج ذیل طرق سے مروی ہیں

الرقم	قراءة	روايت	طريق	
١	نافع المدني	قالون ورش	ابن نشيط أزرق	محمد بن هارون أبي يعقوب يوسف
٢	ابن كثير المكي	البزي قنبل	أبي ربيعة ابن مجاهد	محمد بن إسحق أبي بكر أحمد بن مجاهد
٣	أبي عمر البصري	الدوري السوسي	أبي الزعراء أبي عمران	عبدالرحمن بن عبدوس موسى بن جرير
٤	ابن عامر الدمشقي	هشام ابن ذكوان	الحلواني أخفش	أبي الحسن أحمد بن يزيد هارون بن موسىٰ
٥	عاصم الكوفي	شعبة حفص	الصلحي	أبي زكريا يحيىٰ بن آدم عبيد بن الصلاح النهشلي
٦	حمزه الكوفي	خلف خلاد	أبي الحسن ابن بويان عن إدريس بن عبدالكريم الحداد أبي بكر محمد بن شاذان الحوري	
٧	علي الكسائي الكوفي	أبو الحارث الدوري	محمد بن يحيىٰ البغدادي (الكسائی الصغير) أبي الفضل جعفر بن محمد النصيبي	
٨	أبي جعفر المدني	ابن وردان ابن جماز	فضل بن شاذان أبو أيوب الهاشمي	
٩	إمام يعقوب بن إسحاق	رويس روح	التمار محمد ابن وهب	
١٠	إمام خلف بن هشام	اسحاق إدريس	ابن شاذان المطوعي	

قراءاتِ عشرہ کے علاوہ چار قراءات شاذہ ہیں

بعض نے قراءۃ عشرہ کے علاوہ بھی بعض قراءات کو متواتر کہا ہے لیکن فن قراءۃ کے امام ابن جزری رحمہ اللہ نے نہایت وضاحت سے یہ ذکر کر دیا ہے کہ صرف قراءات عشرہ ہی ارکان ثلاثہ پر پوری اترتی ہیں اور ان کے علاوہ آج کوئی متواتر قراءۃ موجود نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں:

أن الذي جمع في زمننا هذه الأركان الثلاثة هو قراءة الأئمة العشرة التي أجمع الناس على تلقيها بالقبول. أخذها الخلف عن السلف إلى أن وصلت إلى زماننا. فقراءة أحدهم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

كقراءة الباقين في كونها مقطوعا بها . أما قول من قال: إن القراءات المتواترة لا حد لها ، فإن أراد القراءات المعروفة في زماننا فغير صحيح لأنه لا يوجد اليوم قراءة متواترة وراء القراءات العشر . وإن أراد ما يشمل قراءات الصدر الأول فمحتمل . " [المنجد المقرئين: ص ۱۵،۱٦]

''وہ قراءات جو ہمارے دور میں ان تین ارکان کی جامع ہیں، وہ دس ائمہ کی قراءۃ ہے جن کے قبول عام پر تمام لوگوں کا اجماع ہے ۔ انہیں خلف نے سلف سے حاصل کیا، یہاں تک کہ یہ ہم تک پہنچیں، ان میں ہر ایک سے قراءات دیگر قراءات کی طرح قطعی ہے ۔ جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ قراءات متواترہ کی کوئی حد معین نہیں ہے، اگر تو اس کی مراد ہمارے دور کی معروف قراءات ہیں تو یہ بات صحیح نہیں' کیونکہ آج قراءات عشرۃ کے علاوہ کوئی قراءۃ متواتر نہیں ہے اور اگر اس سے مراد صدر اول کی قراءات ہیں تو اس میں احتمال ہے۔''

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"القرآن التي تجوز به في الصلاة بالاتفاق هو المضبوط في المصاحف التي بعث بها عثمان إلى الأمصار ، وهو الذي أجمع عليه الأئمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة و تفصيلًا فما فوق السبعة إلى العشرة غير شاذ وإنما الشاذ ما وراء العشرة وهو الصحيح . "

[ردالمحتار على درالمختار المعروف بحاشية ابن عابدين: ۱۲۴/۲، تحقيق وتخريج محمد صبحي حسن حداد عامر حسين ، دارإحياء التراث العربي ، بيروت ، لبنان ،]

''وہ قرآن جس کے ساتھ بالاتفاق نماز جائز ہے، وہ ہے جو ان مصاحف میں تحریر ہے، جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیا تھا اور یہ وہی ہے جس پر ائمہ عشر کا اجماع ہے اور یہ اجمالی اور تفصیلی ہر لحاظ سے متواتر ہے ۔ سات سے دس تک قراءات شاذ نہیں ہیں، بلکہ شاذ وہ ہیں جو دس کے علاوہ ہیں اور یہی بات صحیح ہے۔''

آخر میں ہم امام زرکشی رحمہ اللہ کی کلام سے یہ سلسلہ گفتگو ختم کرتے ہیں جنہوں نے قراءات شاذہ اور متواترہ کے درمیان ایک واضح ضابطہ متعین کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

"والمعروف أنها ، أي القراءة الشاذة ما وراء السبعة والصواب ما وراء العشر وهي ثلاثة آخر يعقوب وخلف وأبوجعفر يزيد بن القعقاع . فالقول بأن: هذه الثلاثة غير متواترة ضعيف جدا . " [البحر المحيط: ۴۶۷/۱]

''معروف یہ ہے کہ قراءات سبعہ کے علاوہ سب قراءات شاذہ ہیں (یہ نظر یہ غلط اور فاسد ہے)[1] [النشر: ۴۵/۱] صحیح یہ ہے کہ قراءاتِ عشرہ ، یعنی قراءتِ سبعہ اور ان کے ساتھ یعقوب ، خلف اور ابوجعفر کی تین قراءات کے علاوہ باقی شاذ ہیں اور یہ قول کہ یہ تین قراءتیں متواتر نہیں ہیں' انتہائی ضعیف ہے۔''

ان تمام عقلی و نقلی دلائل اور علمائے سلف کے اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قراءات عشرہ ہی متواتر ہیں اور ان کے علاوہ باقی سب شاذ ہیں اور ہم نے قراءات عشرہ کے تواتر کے ثبوت کو اس لئے اہمیت دی ہے، تاکہ شاذ قراءات کے امتیاز میں کوئی دشواری باقی نہ رہے اور ان لوگوں کا رد ہو جائے جو چودہ قراءات کو متواتر کہتے ہیں، کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ تعرف الأشياء بأضدادها ''اشیاء کی معرفت ان کی اضداد سے ہوتی ہے۔'' لہٰذا قراءات شاذّہ کے تعین

[1] عبدالوهاب بن السبكي فرماتے ہیں: "والصحيح إنما ورآء العشر فهو شاذ وما يقابل الصحيح إلا فاسد . "

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے لیے ضروری تھا کہ پہلے قراءات متواترہ کی صحیح کیفیت پیش کی جائے تاکہ قراءات شاذّہ پر نقد کی زد میں قراءات متواترہ کے آنے کا شبہ نہ رہے کیونکہ قراءات متواترہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ وہ کلام الٰہی (قرآن کریم) ہی کی متنوع صورتیں ہیں جو عالم اسلام میں مروج چلی آ رہی ہیں۔*

قراءاتِ شاذّہ کی مختلف اَقسام

گزشتہ صفحات میں مذکور قراءۃ شاذّہ کی تعریف اور ضوابط اصولیہ کی بنیاد پر ہم قراءات شاذّہ کو درج ذیل اقسام میں منحصر کر سکتے ہیں:

1. وہ قراءۃ جس کی سند صحیح ہو اور کسی عربی وجہ کے بھی مطابق ہو اور رسم عثمانی کے بھی موافق ہو، لیکن نہ تو بطریق تواتر ثابت ہو اور نہ ہی ایسے طریق سے جو قوت میں تواتر کے مساوی ہو، مثلاً ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءۃ: «إما تأتينكم رسل منكم» (تائے تانیث کے ساتھ ہے۔)[1] [المحتسب: ۱/۲۴۷] اس کے علاوہ اس کی متعدد مثالیں کتبِ قراءات میں موجود ہیں۔
2. وہ قراءۃ جس کی سند صحیح ہو اور لغتِ عرب کی کسی وجہ کے موافق ہو، لیکن مصاحف عثمانیہ میں کسی مصحف کے رسم کے مطابق نہ ہو۔ مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی قراءۃ ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ﴾ «والذكر والأنثى». [اللیل: ۱،۳] [صحيح البخاري: ۴۹۴۴]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قراءۃ: "وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ «صالحة» غَصْباً وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ «كافرا»" [الکہف: ۷۹،۸۰] [صحيح البخاري: ۴۷۲۵، ۴۷۲۶]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی قراءۃ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ﴾ [الطلاق: ۱] «في قبل عدتهن». [صحيح مسلم: ۱۴۷۱ - الموطأ: ۲/۵۸۷ - جزء فی قراءات النبي ﷺ (إمام الدوري): ۱۶۲ - المستدرك للحاكم: ۲/۲۵۰]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک میں قراءۃ کی اس قسم کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ اور متعدد امثلہ ذکر کی ہیں۔ [الاتقان: ۱/۷۷] اسی طرح ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ نے بھی رسم عثمانی کے مخالف حروف کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے اور رسمِ عثمانی کے مخالف تقریباً ۱۰۰ روایات ذکر کی ہیں۔

[فضائل القرآن: ۲/۱۰۵-۱۴۵]

قراءاتِ شاذّہ کی یہی دو اقسام ہیں، جن کے متعلق ہم آئندہ صفحات میں یہ بحث کریں گے کہ فقہا کے نزدیک ان کی کیا حیثیت ہے؟

[1] اس میں متواتر قراءۃ: ﴿إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ﴾ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- وہ قراءۃ جس کی سند صحیح ہو، رسمِ عثمانی کے مطابق ہو اور لغتِ عربی کے مخالف ہو، امام ابن جزری رحمہ اللہ کے بقول یہ قسم بہت ہی کم ہے، بلکہ مفقود ہے۔ اگر اس کی کوئی مثال ہے بھی تو وہ سہو، غلطی اور عدم ضبط کا نتیجہ ہے، جس سے ائمہ محققین اور حفاظِ قراءۃ واقف ہیں، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی قراءۃ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اور پھر لغتِ عرب کے مطابق نہ ہو۔

بعض نے خارجة عن نافع کی روایت: «معائش» ہمزہ کے ساتھ [1] اسی طرح إبن بكار عن أيوب عن يحيىٰ عن ابن عامر کی روایت: «أدري أقريب» ہمزہ اور یا کے فتح کے ساتھ۔ اسی طرح ابوعلی العطا کی روایت عن العباس عن أبي عمر: «ساحران تظاهّرا» (ظا کی تشدید کے ساتھ) کو اسی قبیل سے قرار دیا ہے۔ ایسی تمام قراءات سہو، غلطی اور عدم ضبط کا نتیجہ ہیں، لہٰذا قابل رد ہیں۔ [النشر: ۱/۱۶]

- بعض قراءات ایسی بھی ہیں جن کی اسانید صحیح ہیں، لیکن درحقیقت وہ قرآن نہیں ہیں، بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دورانِ تلاوت کسی لفظ کی تفسیر اور تشریح کیلئے بعض کلمات کا اضافہ کر دیتے تھے اور بعض ساتھ لکھ بھی دیتے تھے، جس کے لئے 'مدرج' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چونکہ وہ براہ راست رسول اللہ ﷺ سے قرآن حاصل کر رہے تھے، قرآن کے متن کو خوب جانتے تھے، اس لئے ان الفاظ کے اضافہ سے قرآن کے متن میں اضافہ کا کوئی خدشہ نہ تھا۔ ایسے ہی بعض تابعین نے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے کیا۔ [أیضاً: ۱/۳۲، الاتقان: ۱/۷۹]

مدرج قراءۃ کی مثال سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءۃ: «وله أخ أو أخت من أم» میں «من أم» کے لفظ ہے، اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ تفسیری اضافہ ہے۔

- وہ قراءۃ جس کی سند صحیح نہ ہو، خواہ وہ رسمِ عثمانی اور لغتِ عرب کے موافق ہو یا مخالف، ایسی قراءۃ بالاتفاق ضعیف اور قابل رد شمار ہوگی۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان تمام قراءات کو موضوع قرار دیا ہے۔ [الاتقان: ۱/۷۷] امام مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ نے کتب شواذ میں موجود قراءات کی غالب اکثریت کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [النشر في القراءات العشر: ۱/۱۶]

مثال کے طور پر ابن السميفع [2] اور ابو السمال [3] وغیرہ کی قراءات ﴿نُنَحِّيكَ بِبَدَنِكَ﴾ کی بجائے «نُنْجِيْكَ بِبَدَنِكَ» اور ﴿لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ ءايةً﴾ کی بجائے «خَلَفَكَ» لام کی فتح کے ساتھ ہے۔

اسی طرح وہ قراءات جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ [4] کی طرف منسوب ہیں۔ ابو الفضل محمد بن جعفر خزاعی نے یہ قراءات ایک کتاب میں جمع کر کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیں اور اس سے پھر ابو القاسم الهذلی

---

① ابن مجاہدؒ نے القراءات السبعة: ۲۷۸ میں اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔ اسی طرح علی النوری الصفاقسی نے اپنی کتاب غیث النفع میں کہا ہے کہ "معائش تمام قراء کے نزدیک ہمزہ اور مد کے بجائے یا کے ساتھ ہے اور خارجہ، نافع سے ہمزہ کے ساتھ روایت کرنے میں منفرد اور شاذ ہیں اور یہ وجہ انتہائی ضعیف ہے، بلکہ بعض نے اسے لحن قرار دیا ہے۔" [غيث النفع على حاشية سراج القاري: ۲۲۱]

② ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن بن السميفع اليماني: اس کا قراءۃ کے بارے میں اجماع امت سے الگ ضابطہ تھا۔ یہ اسمٰعیل بن مسلم مکی کے حوالہ سے قراءات بیان کرتا ہے جو کہ مجہول اور ضعیف ہے، لہٰذا اس کی قراءات ضعیف شمار ہوں گی۔ [غاية النهاية: ۲/۱۶۱، ۱۶۲]

③ ابو السمال قعنب بن ابو قعنب العدوی البصری: اس کا بھی قراءۃ میں اجماع امت سے الگ ضابطہ تھا۔ یہ جس سند سے قراءۃ بیان کرتا ہے، وہ ضعیف ہے۔ [غاية النهايه: ۲/۲۷]

④ نعمان بن ثابت بن زوطا (ت ۱۵۰ھ) ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں، عراق کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ [غاية النهاية: ۲/۳۴۲]

* النشر في القراءات العشر: ۱/۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نے انہیں نقل کیا۔ ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ابو العلا الواسطی نے کہا ہے کہ میں نے امام دارقطنی رحمہ اللہ اور علما کی ایک جماعت کی تحریرات دیکھیں، جن میں یہ صراحت تھی کہ یہ کتاب موضوع اور خود ساختہ ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان میں سے ایک قراءۃ: «إنما یخشی اللهُ عباده العلماء» لفظ 'اللہ' کی رفعی حالت اور لفظ 'العلماء' کی نصبی حالت کے ساتھ ہے۔ یہ قراءۃ اکثر مفسرین کے ہاں رائج ہوگئی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اس سے بری الذمہ ہیں۔[النشر فی القراءات العشر: ۱۶/۱]

اسی طرح وہ قراءات جو شاطبیہ کے بعض شارحین نے وقف حمزہ کے بارے میں ذکر کی ہیں، وہ بھی قراءات شاذّہ کی ان دو موخر الذکر مردود اقسام میں شامل ہوں گی۔

مثال کے طور پر أسمایهم ، أولیك (ہمزہ کی بجائے یا) شرکاوهم ، أحباوه (ہمزہ مرفوعہ کی بجائے واؤ) بداکم ، أخاه (ہمزہ کی بجائے الف) اسی طرح مرأی کی بجائے مرا اور تری کی بجائے ترا اور اشمأزت کی بجائے اشمزّت اور فادّرأتم کی بجائے فادراتم، ان تمام الفاظ میں ایک ایک کلمہ حذف کیا گیا ہے، جسے وہ تخفیف رسمی کا نام دیتے ہیں۔ یہ تمام قراءات کسی بھی عربی وجہ کے مطابق نہیں ہیں، لہٰذا اگر یہ ثقہ رواۃ سے منقول ہوں تو بھی ان کو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے اور اگر یہ غیر ثقہ سے منقول ہیں تو پھر یہ رد کے زیادہ لائق ہیں۔[أیضاً ۱۶/۱۔۱۷]

حقیقت یہ ہے کہ ان قراءات کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ابن جزریؒ فرماتے ہیں: ''جستجوئے بسیار کے باوجود بھی مجھے کسی صحیح یا ضعیف طریق سے ان کی نص نہیں مل سکی۔'' [أیضاً: ۱/۱۷] اگر حقیقت ایسے ہی ہے جیسا کہ ابن جزریؒ نے بیان کیا ہے تو پھر وقف حمزہ کی طرف منسوب ان الفاظ کو درج ذیل آخری قسم میں شمار کیا جانا چاہئے۔

- چھٹی قسم ان قراءات کی ہے جو رسم عثمانی اور لغت عرب کے موافق تو ہیں، لیکن سرے سے ان کی کوئی سند ہی نہیں ہے۔ ایسی قراءات کو شاذّہ کی بجائے 'مکذوبة' کہا جائے گا اور ایسی قراءات کو قرآن کہنے والا کافر قرار دیا جائے گا۔[منجد المقرئین: ۱۷- لطائف الإشارات: ۷۲]

قراءتِ شاذّہ کی حیثیت ومقام

جب ہم گزشتہ باب پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو درج ذیل نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں:

- تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ثبوتِ قرآن کے لئے تواتر اور نص قطعی کا ہونا شرط ہے۔
- ہر وہ قراءۃ متواتر ہوگی جو مذکورہ تین ارکان کی جامع ہوگی۔
- صرف قراءاتِ عشرہ ہی متواتر ہیں جو ان تین ارکان پر پورا اترتی ہیں، ان کے علاوہ باقی سب قراءات احادیہ اور شاذّہ ہیں۔
- وہ قراءات جو رسم عثمانی کے مطابق ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں، لیکن وہ تواتر اور قبول عام کے مقام پر فائز نہیں ہیں، دراصل یہ وہ قراءات تھیں جو سبعہ احرف کا حصہ تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جبریل کے آخری دورِ قرآن میں بعض مصالح کے پیش نظر انہیں منسوخ کر کے دائرۂ قرآن سے نکال دیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تواتر کے ذریعہ ہم تک نہیں پہنچیں۔
- وہ قراءات جو بطریق آحاد ثابت ہیں، لیکن رسم عثمانی کے مخالف ہیں، دو حال سے خالی نہیں ہیں یا تو یہ قرآن تھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

،لیکن عرضۂ اخیرہ کے وقت منسوخ کر دی گئیں یا یہ شروع سے ہی قرآن نہیں تھیں، بلکہ یہ آیات کی تفسیر تھیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ جن حضرات نے ان قراءات کو بطور قرآن بیان کیا ہے، اس سے ان کا مقصود یا تو اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ پہلے یہ قرآن تھیں، یا انہوں نے غلطی سے انہیں قرآن سمجھ لیا، حالانکہ وہ قرآن کی تفسیر تھی یا عرضۂ اخیرہ کے وقت حاضر نہ ہونے کی وجہ سے انہیں ان کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوسکا، البتہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں جمع قرآن کے وقت سب صحابہؓ ان قراءات کے عدم قرآن ہونے پر متفق ہوگئے۔

❻ ان کے علاوہ جتنی بھی قراءات ہیں، سب باطل اور ضعیف ہیں جن کو بعض اسلام دشمن عناصر نے اپنے اہداف کو بروئے کار لانے کے لئے گھڑا تھا یا پھر وہ سہو، لحن اور لغتِ عرب سے ناواقیت کا نتیجہ ہیں۔ ان کو امت نے کسی بھی حیثیت سے قبول نہیں کیا، لہٰذا یہ ہماری اس بحث سے خارج ہیں۔

یہاں ہمارے زیر بحث صرف وہ قراءات شاذّہ ہیں جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں کہ آیا ان قراءات شاذّہ کو قرآن قرار دیا جاسکتا ہے؟ نماز یا اس کے علاوہ ان کی تلاوت کا حکم کیا ہے؟ اس سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ کیا استنباطِ احکام میں فقہا اور مفسرین نے ان کو قبول کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو کس حیثیت سے، بطور قرآن یا خبر واحد؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ یہ وہ موضوع ہے جس پر ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔

گذشتہ باب کے نتائج کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے اگر ہم غور کریں تو یہ بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ قراءۃ شاذّہ قرآن نہیں ہے، کیونکہ اس میں وہ تمام شرائط مفقود ہیں، جو ثبوتِ قرآن کے لئے ضروری ہیں، لہٰذا پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ قراءۃ شاذّہ قرآن نہیں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں اس حقیقت پر تمام مکاتبِ فکر اسلامیہ کے اقوال پیش کر دیئے جائیں، تاکہ اعدائے اسلام اور مستشرقین کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ قراءۃ شاذّہ کے قرآن نہ ہونے پر امت کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اعلم بأن الكتاب هو القرآن المنزل على رسول الله ﷺ، المكتوب في دفات المصاحف المنقول إلينا على الأحرف السبعة المشهورة نقلاً متواترا؛ لأن ما دون المتواتر لايبلغ درجة العيان ولاتثبت بمثله القرآن مطلقا؛ ولهذا قالت الأمة: لو صلىّ بكلمات تفرد بها ابن مسعود لم تجر صلاته؛ لأنه لم يوجد فيه النقل المتواتر وباب القرآن باب يقين وإحاطة فلاتثبت بدون النقل المتواتر كونه قرآنا."

[أصول السرخسي، أبوبكر محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي: ۱/۲۷۹-۲۸۰]

"جان لیجئے! قرآن کریم وہ کتاب ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ جلدوں کے درمیان مصاحف میں لکھی ہوئی ہے۔ مشہور سات حروف کے مطابق تواتر کے ذریعے نقل ہوکر ہم تک پہنچی ہے، اس لئے کہ جو متواتر کے علاوہ ہے، وہ قطعیت اور عین الیقین کے درجہ کو نہیں پہنچتا، اور ایسی چیز سے قرآن کا ثبوت ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے امت اس بات پر متفق ہے کہ اگر کوئی شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شاذ قراءۃ کو نماز میں پڑھے گا، اس کی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں نقل تواتر موجود نہیں ہے۔ اور جو متواتر نہیں ہے، اسے قرآن نہیں کہا جاسکتا۔"

امام زرکشی رحمہ اللہ نے الکیا طبری رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس پر علما کا اتفاق نقل کیا ہے ان کا بیان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"القراءة الشاذة مردودة لا يجوز إثباتها في المصحف، وهذا لا خلاف فيه بين العلماء."

[البحر المحيط فی أصول الفقه: ۱/۴۷۵، ایڈٹ: عبد الستار أبو غده]

"قراءۃ شاذّہ قابل رد ہیں، ان کو مصحف میں شامل کرنا ممنوع ہے اور علما کے درمیان اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

صاحب مسلَّم الثبوت فرماتے ہیں:

"جو قراءات بذریعہ آحاد نقل ہوئی ہیں، وہ قطعاً قرآن نہیں ہیں۔ [مسلَّم الثبوت لعبدالعلي الهندي: ۱۵۰]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی قراءاتِ شاذّہ کو قطعی طور پر قرآن سے الگ قرار دیا ہے۔

[أصول الفقه الإسلامي للدكتور وهبه الزحيلي: ۱/۴۲۷]

عبدالعلی الانصاری رحمہ اللہ کا بیان ہے:

" القراءة الشاذة ليست من القرآن اتفاقاً ." [فواتح الرحموت لعبدالعلي: ۲/۱۲]

"قراءۃ شاذّہ بالاتفاق قرآن نہیں ہے۔"

مالکیہ کے بہت بڑے فقیہ امام باجی رحمہ اللہ [1] نے بھی متواتر کے علاوہ کسی خبر کو قرآن میں لکھنے کی ممانعت پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ [المنتقیٰ: ۱/۲۴۴]

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے قراءۃ شاذّہ کی تلاوت، اور نماز میں قراءۃ شاذّہ کی تلاوت کرنے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت پر امتِ مسلمہ کے تمام علما کا اجماع نقل کیا ہے اور جن چند افراد نے اس سے اختلاف کیا ہے، انہیں امت کے اجماعی موقف سے منحرف قرار دیا ہے۔ [التمهيد لابن عبد البر: ۸/۲۹۳]

امام ابن حزم رحمہ اللہ قراءاتِ شاذّہ کے عدمِ قرآن ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق واجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"من العجب احتجاجكم بهذه الزيادة التى أنتم مجمعون معنا على أنها لا يحل لأحد أن يقرأ بها ولا أن يكتبها فی مصحفه ."

"تعجب ہے کہ تم قراءۃِ شاذّہ کے اس اضافہ کو استدلال کی بنیاد بناتے ہو، حالانکہ ہمارا اور تمہارا اس بات پر اجماع ہے کہ قراءۃ شاذّہ کی تلاوت اور ان کو مصحف میں لکھنا جائز نہیں ہے۔" [المحلیٰ لابن حزم: ۴/۲۵۵]

قراءاتِ شاذّہ کے قرآن نہ ہونے کی اہم دلیل یہ ہے کہ ان کو قبولِ عام اور تواتر حاصل نہیں ہوا۔ اگر یہ قرآن ہوتیں تو یقیناً بطریقِ تواتر منقول ہوتیں اور امت میں ان کو بھی قراءات متواترہ کی طرح قبول عام حاصل ہوتا، کیونکہ قرآن جس نے پوری دنیا کو ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت بنانے کا چیلنج دیا، لیکن عرب کے مایہ ناز بلغاوفصحا سورت تو کیا ایک آیت بھی بنا کر نہ لا سکے تو ایسا عظیم معجزہ جو آج تک پوری انسانیت کے لئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے اور ہر دور میں اس کے بذریعہ تواتر نقل ہونے میں متعدد اسباب کارفرما رہے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کوئی چیز قرآن ہو اور چند افراد کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ ہو؟ چنانچہ ثابت ہوا کہ تواتر کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے قراءۃ شاذّہ پر قرآن

① ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد القرطبی الباجی (ت۴۷۴ھ) مالکیہ کے بہت بڑے فقیہ اور عظیم محدث تھے۔ اندلس کے شہر باجہ (Beja) میں پیدائش کی وجہ سے باجی کہلائے۔ حصول علم کے لئے اندلس سمیت بغداد، موصل، دمشق اور حلب کا سفر کیا۔ اندلس کے بعض علاقوں میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ علوم اسلامیہ پر انہوں نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ [الأعلام: ۳/۱۸۶]

② محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم المحلی الشافعی (ت۸۶۴ھ) عظیم مفسر اور اصولی گزرے ہیں۔ ابن العماد نے انہیں عرب کا تفتازانی قرار دیا ہے۔ نہایت خودار آدمی تھے، کوئی حکمران ملنے آتا تو ملنے سے انکار کردیتے۔ حکومت وقت کی طرف سے چیف جسٹس کے عہدہ کی پیش کش ہوئی تو ٹھکرا دیا۔ [الأعلام: ۴/۱۱۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ شہاب الدین القسطلانیؒ اس پر علما کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أجمع الأصوليون وغيرهم على أن الشاذ ليس بقرآن لعدم الصدق لفظ القرآن عليه أو شرطه وهو التواتر ." [لطائف الإشارات: ۷۲]

جمع الجوامع کے شارح جلال الدین المحلی [1] فرماتے ہیں:

''قراءۃ شاذّہ اس لئے قرآن نہیں ہے کہ وہ متواتر نہیں ہے، (اگر یہ قرآن ہوتی تو یقیناً بذریعہ تواتر منقول ہوتی) حالانکہ قرآن دنیا کے لئے ایک عظیم معجزہ ہونے ناطے بذریعہ تواتر منقول ہونے کے لئے متعدد اسباب کا حامل ہے۔'' [حاشية العطار: ۲۹۵/۱-۲۹۷]

امام شربینی رحمہ اللہ [2] جلال الدین المحلی کے اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"فلوكان ما نقل آحاداً لتواتر نقله ."

''اگر قراءاتِ شاذّہ قرآن ہوتیں تو یقیناً بذریعہ تواتر منقول ہوتیں'' [شرح الشربيني على جمع الجوامع: ۲۹۷/۱]

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب ثبوت قرآن کے لئے تواتر ضروری ہے تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قراءۃ شاذّہ قرآن نہیں ہے، کیونکہ وہ متواتر نہیں ہے۔''

نیز امام جوینی رحمہ اللہ [البرهان في أصول الفقه: ۲۶۸/۱]، امام سمعانی رحمہ اللہ [قواطع الأدلة في الأصول: ۴۱۵/۱، تحقيق:محمد حسين إسماعيل الشافعي] اور ابن حزم رحمہ اللہ نے نہایت پرزور دلائل سے قراءۃ شاذّہ کا قرآن نہ ہونا ثابت کیا ہے اور کہا کہ اگر قراءۃ شاذّہ قرآن ہوتیں تو یقیناً اس کے ماننے والے اس کی حفاظت اور آئندہ نسلوں کی طرف منتقل کرنے کے لئے اپنی تمام مساعی بروئے کار لاتے ، کیونکہ قرآن عظیم معجزہ، اسلام کے تمام اصولوں اور قوانین کا منبع اور اہل اسلام کے لئے سرمایۂ حیات ہونے کے ناطے اسی کا مقتضی تھا۔

زیدیہ کا موقف بھی یہی ہے کہ جو چیز بطریقِ آحاد منقول ہے، وہ یقیناً قرآن نہیں ہے۔

[البحر الزخار: ۱۲۶/۱۱، أحمد بن يحيىٰ بن المرتضىٰ]

پھر دورِ عثمان رضی اللہ عنہ میں تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہوچکا ہے کہ قرآن صرف ان دوگتوں کے درمیان ہے، اس کے علاوہ جو کچھ تھا، قرآن سے الگ کردیا گیا تھا۔ آج چودہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اسکے ایک حرف پر بھی کسی نے انگشت نمائی نہیں کی اور اعدائے اسلام ہزار ہا کوششوں کے باوجود بھی اس میں ذرا بھر تحریف ثابت نہیں کرسکے۔

اس کے علاوہ مذاہب اربعہ کے تمام فقہا مفسرین اور اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں قراءتِ شاذّہ کی تلاوت جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز میں قرآن کے علاوہ کسی چیز کی تلاوت بطور قرآن جائز نہیں اور ایسا شخص جو قراءۃ شاذّہ کو قرآن سمجھتا ہے، اس کے متعلق علما نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے اور اس وقت تک سخت سزا دی جائے ، جب تک کہ وہ اپنے اس موقف سے رجوع نہ کرلے۔ اس کی تفصیل ہم آئندہ فصل میں مذاہب اربعہ اور دیگر مکاتبِ فکر کی آراء کی روشنی میں پیش کریں گے۔ یہاں مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ علمائے امت کا نماز

---

① یہ دراصل جمع الجوامع کی شرح از جلال الدین محلی پر حسن العطار کا حاشیہ ہے۔

② عبد الرحمن بن محمد بن أحمد الشربيني (ت ۱۳۲۶ھ) شافعیہ کے فقیہ اور اصولی تھے، نہایت متقی اور زاہد آدمی تھے، اصول فقہ میں تقریر علی جمع الجوامع اور بلاغہ میں فیض الفتاح ان کی معروف کتب ہیں۔ [الأعلام: ۲۳۰/۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں قراءۃ شاذّہ کی تلاوت کو ممنوع قرار دینا اور قراءۃ کی تلاوت پر اصرار کرنے والے کیلئے انتہائی سخت رویہ اختیار کرنا قراءۃ شاذّہ کے قرآن نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اور ابن مقسم اور ابن شنبوذ کا واقعہ قراءۃ شاذّہ کے قرآن نہ ہونے پر امت مسلمہ کے اجماع کی روشن مثال ہے۔ اس وقت بغداد عالم اسلام کا مرکز اور دارالخلافہ تھا، وہاں حکومت کے سامنے جب یہ مسئلہ پیش ہوا اور حکومت نے وقت کے تمام فقہا، قرا وغیرہ کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو تمام علما وفقہا نے متفقہ طور پر قراءۃ شاذّہ کے قرآن نہ ہونے کا فیصلہ دیا اور واضح کیا کہ قراءات شاذّہ کی تلاوت حرام، ان کو قرآن سمجھنے والا اور ان کی تلاوت کرنے والا شخص سخت سزا کا مستوجب ہے۔ یقیناً مرکزِ اسلام میں حکومتی سطح پر ہونے والے اس دور کے جید فقہا، علما اور قرا کے اس فیصلہ کی خبر پورے عالم اسلام میں پہنچی لیکن لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی مملکت اسلامیہ کے کسی گوشہ سے اس فیصلہ کے خلاف ایک آواز بھی بلند نہیں ہوئی۔ اجماع کی اس سے بڑی مثال شاید پیش نہیں کی جا سکتی۔

مذکورہ تمام حقائق واضح دلیل ہیں کہ قراءۃ شاذّہ عرضۂ اخیرہ سے لے کر آج تک نہ کبھی قرآن تھی اور نہ آج ہے، لہٰذا مستشرقین کا قراءۃ شاذّہ کی بنیاد پر قرآن میں اختلاف ثابت کرنا انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

ابن مقسم، ابن شنبوذ اور ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے نظریات کا جائزہ

گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے تمام امت کے اجماعی موقف کے خلاف ابن مقسم، ابن شنبوذ اور ابن دقیق العید نے قراءۃ شاذّہ کی تلاوت کو جائز قرار دیا تھا۔ زیر نظر سطور میں ان کے نظریات اور دلائل کا خلاصہ ذکر کرنے کے بعد تفصیل سے اس کا جائزہ لیا جائے گا۔

ابوبکر ابن مقسم العطار رحمہ اللہ (ت ۳۵۴ھ یا ۳۶۲ھ) کا نظریہ

یہ شخص اپنے دور میں کوفیوں کی نحو کا سب سے بڑا حافظ اور مشہور، غریب و شاذ قراءات کا بہت بڑا عالم تھا۔ علوم القرآن پر اس نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ قراءات کے متعلق اس کا نظریہ یہ تھا کہ ہر وہ قراءۃ جو مصحف اور کسی عربی وجہ کے مطابق ہو، اس کی قراءت جائز ہے، خواہ اس کی کوئی سند نہ بھی ہو۔ [غاية النهاية: ۱۲۴/۲] تمام علما نے ان کے اس نظریہ کو باطل اور خودساختہ قرار دیا ہے، جیسا کہ ابو طاہر بن ابو ہاشم فرماتے ہیں:

"بدعة أضل بها عن قصد السبيل." [النشر: ۱۷/۱]

''یہ ایسی بدعت ہے، جس نے اس شخص کو راہ راست سے گمراہ کر دیا ہے۔''

اپنے اس باطل نظریہ کی بنیاد پر یہ شخص قراءات میں دور از کار وجوہ کا استخراج کرتا تھا۔ اور تصحیفِ کلمات کی ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو اس نے آثار سے قطع نظر محض اپنی رائے اور اجتہاد سے اختیار کر رکھی تھیں، حالانکہ ان کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ کسی نے انہیں پڑھا ہے اور نہ روایت کیا ہے۔ اس کی خودساختہ قراءات کی ایک مثال یہ ہے کہ یہ ﴿فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا﴾ کو أنجباء [یوسف: ۸۰] پڑھتا تھا۔

اس کی یہ قراءۃ اجماع کے مخالف اور معنوی لحاظ سے بھی مضحکہ خیز ہے، کیونکہ ناامیدی کے ساتھ نجات کی کوئی بھی مناسبت سمجھ میں نہیں آتی۔ مصطفی صادق الرافعی اس قاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا شمار قراءات کے بہت بڑے علما میں سے ہوتا تھا، پھر اس کے ذہن میں یہ سودا سمایا کہ وہ بھی کوفہ کے ائمۂ نحاۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے کم نہیں ہے ۔ یہی احساس تعلّی اس کے بگاڑ کا سبب بنا اور اس نے اجماع کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی قراءات کیلئے نئی نئی وجوہ اختراع کیں، اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ اس کو یہ احمق 'أنجباء' پڑھتا تھا اور اس طرح اس نے عربی کی فصیح و بلیغ اور خوبصورت ترین وجہ کو ترک کر کے منفرد قسم کی وجہ ایجاد کی اور اس نے نہیں سوچا کہ وہ کیا کر رہا ہے!'' [إعجاز القرآن والبلاغة النبوية: ۱۴۷]

جب اس کے اس باطل نظریہ کی خبر اہل علم کو پہنچی تو انہوں نے اسے زبردست تنقید کا نشانہ بنایا، آخر کار معاملہ حاکم وقت تک پہنچا ۔ حاکم وقت نے اسے طلب کیا اور علما کی ایک مجلس بلائی پھر اسے مجلس کے سامنے پیش کیا گیا اور اس سے اس کے اس نظریہ کی صحت پر دلیل طلب کی گئی، لیکن یہ شخص کوئی قابل ذکر قوی یا ضعیف دلیل بھی پیش نہ کرسکا۔ چنانچہ اسے سخت سزا سے دوچار کرنے کا فیصلہ ہوا، آخر اس نے قرا اور فقہا کے سامنے اپنے اس نظریہ سے توبہ کی، پھر اس کی توبہ کا محضر نامہ لکھا گیا جس پر تمام حاضرین نے دستخط کیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے اس نظریہ اور خود ساختہ قراءات سے دستبردار نہیں ہوا تھا۔ [معجم الأدباء: ۱۵۴/۸]

اور بیان کیا جاتا ہے کہ بعض نیک لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ تمام لوگ مسجد میں قبلہ رو ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن ابن مقسم کعبہ کی طرف پیٹھ کئے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ اس واقعہ کو علما نے اس کے سیدھے راستے سے بھٹک جانے اور امت کے اجماع سے انحراف سے تعبیر کیا ہے۔

مذکورہ تاریخی حقائق ثابت کرتے ہیں کہ یہ نظریہ اور اس بنیاد پر اس کی ایجاد کردہ قراءات اس کے اپنے ذہن کی اختراع تھیں، جس کی تہہ میں نام و نمود، حصول جاہ اور احساس برتری کا مرض کارفرما تھا۔ امت نے اسے باطل کی اتباع اور حق سے انحراف قرار دیا اور کسی نے بھی اس کے نظریہ کو قبول نہ کیا۔ آخر یہ نظریہ اس کی موت کے ساتھ ہی دفن ہوگیا، کیونکہ قراءات کی اصل نقل ہے، لیکن اس کے نظریہ کی بنیاد عقل و رائے اور ذہنی مرض تھا۔ یہ تاریخی حقیقت قراءاتِ شاذّہ کے قرآن نہ ہونے پر ساری امت کے اجماع کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ابن شنبوذ اور اس کا نظریہ

ابن شَنَبوذ یا ابن شَنَّبوذ [غاية النهاية: ۱۲۵/۲] چوتھی صدی ہجری کا ایک بہت بڑا قاری تھا۔ یہ شخص رسمِ عثمانی کے مخالف قراءۃ شاذّہ کی تلاوت کو جائز سمجھتا تھا۔ [النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة: ۲۴۸/۳ ، جمال الدين

① ابن شنبوذ نے دوران تفتیش درج ذیل رسم مصحف کے خلاف قراءات کا اقرار کیا تھا، جن کی یہ تلاوت کیا کرتا تھا:

- «فامضوا» ﴿إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [الجمعه: ۹]
- ﴿وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ ((صالحة)) غَصْبًا﴾ [الكهف: ۷۹]
- ﴿كَ ((الصوف)) الْمَنْفُوْشِ﴾ [القارعة: ۵]
- ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ (وقد) تَبَّ﴾ [لهب: ۱]
- ﴿فَالْيَوْمَ ((ننحيك)) بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ [يونس: ۹۲]
- ﴿وَتَجْعَلُوْنَ ((شكركم)) أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ [الواقعة: ۸۲]
- ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى﴾ ((والذكر والأنثى)) [الليل: ۳]
- ((فقد كذب الكافرون)) ﴿فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾ [الفرقان: ۷۷]
- ﴿إِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَفَسَادٌ﴾ ((عريض)) [الأنفال: ۷۳]
- ﴿فَلَمَّا خَرَّ ((تيقنت الإنس أن الجن)) لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا﴾ [سبا]

معرفة القراء الكبار على الطبقات والأعصار: ۲۲۳/۱،۲۲۴ - غاية النهاية: ۵۵/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

يوسف بن تغري بردي الأتابكي (ت۸۷۴ھ)] اس باطل نظریہ کی بنیاد پر اس نے کچھ حروف اختیار کر لئے، جن کو وہ محراب میں پڑھتا تھا، لوگوں کو ان کی تعلیم دیتا تھا اور اس پر لوگوں سے مناظرے کرتا تھا۔ یہ وہ قراءات تھیں جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی تھیں اور رسم مصحف کے خلاف تھیں۔ [تاریخ بغداد: ۲۸۰/۱] تو ابوبکر الانباری اور کئی دیگر علما نے اس کے رد میں کتب تصنیف کیں۔

چنانچہ جب اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا اور امت میں فتنہ کا اندیشہ پیدا ہوا تو علما نے اس کا سخت رد کیا۔ امام ابن مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے یہ معاملہ حاکم وقت کے سامنے پیش کیا۔ حاکم وقت نے اپنے ایک وزیر محمد بن مقلہ کو یہ مسئلہ حل کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ چنانچہ ۳۲۳ھ ماہ ربیع الآخر کے شروع میں ابن شنبوذ کو اس الزام کی پاداش میں گرفتار کرلیا گیا۔ ۷ ربیع الاول کو محمد بن مقلہ نے ابن شنبوذ کے معاملہ کو حل کرنے کے لئے بغداد کے علما، فقہا اور قراء کا ایک اجلاس بلایا، [معرفة القراء الكبار: ۲۷۸/۱۔۲۷۹] جس میں اس دور کے سب سے بڑے عالم اور مفتی ابوبکر الابہری [الشفاء بالتعريف بحقوق المصطفىٰ: ۲۲۶/۲، العلامة القاضي أبوالفضل عياض بن موسىٰ بن عياض (ت۵۴۴ھ)] عمر بن محمد بن یوسف القاضی اور امام القراء ابن مجاہ [معرفة القراء الكبار: ۲۲۴/۱، ۲۲۵] بھی موجود تھے۔

اس کے بعد مجلس کی کاروائی کا آغاز ہوا، علما نے دلائل سے اس کے نظریہ کو غلط ثابت کیا، لیکن ابن شنبوذ نے اپنے موقف سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا اور مقابل علما کو کم علم ہونے کا طعنہ دیا اور کہنے لگا کہ تمہیں حصول علم کیلئے سفروں کی وہ مشقتیں برداشت نہیں کرنا پڑیں جو مجھے کرنا پڑی ہیں۔ آخر بغداد کے ان تمام علما نے متفقہ طور پر زبردستی اسے اس کے مذہب سے رجوع کروانے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ اس نے کوڑوں کی سخت سزا اٹھانے کے بعد اپنے موقف سے رجوع کرلیا اور پھر ابن میمون کی تحریر سے اس کے رجوع کا یہ محضر نامہ لکھا گیا:

يقول محمد بن أيوب المعروف بابن شنبوذ:

"وقد كنت أقرأ حروفاً تخالف ما في مصحف عثمان بن عفان -رضي الله عنه- المجمع عليه، والذي اتفق أصحاب النبي ﷺ ورضي عنهم على تلاوته، ثم بان لي أن ذلك خطأ فأنا منه تائب وعنه مقلع وإلى الله بريء، إذ كان مصحف عثمان هو الحق الذي لا يجوز خلافه، ولا أن يقرأ بغير ما فيه."

اور اس کے بعد خود ابن شنبوذ نے اس محضر نامہ میں اپنے خط سے یہ الفاظ تحریر کیے:

"يقول محمد بن أحمد بن أيوب بن شنبوذ: ما في هذه الرقعة صحيح وهو علی قولي واعتقادي وأشهد الله عز وجل وسائر من حضر على نفسي بذلك." [معرفة القراء الكبار للذهبی: ۲۲۴/۱ ۲۲۵]

نیز اس نے یہ لکھا:

''اگر میں اس کی مخالفت کروں یا مجھ سے اس محضر نامہ کے خلاف کسی بات کا ظہور ہو تو امیر المؤمنین کے لئے میرا خون حلال ہے...'' [معجم الأدباء لیاقوت الحموی: ۱۷/۱۷،۱۷۲- وفيات الأعيان: ۴۷/۳]

اس کے بعد اجلاس میں موجود ابن مجاہد رحمہ اللہ اور دیگر تمام علمائے قرآن نے محضر نامہ پر لکھا کہ ابن شنبوذ نے محضر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں موجود ہر بات کا اقرار کیا ہے اور اس کے بعد انہوں نے اپنے دستخط کیے۔ ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ وزیر ابن مقلہ نے ابن شنبوذ کو محافظ دستہ کے ساتھ رات کو گھر بھیجا کہ کہیں مشتعل عوام اسے قتل نہ کردیں۔ پھر دو ماہ کے لئے انہیں خفیہ طور مدائن بھیج دیا۔ اس کے بعد جب اسے واپس بلایا تو یہ عوام سے چھپ کر اپنے گھر میں داخل ہوا۔

حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کرنے کی کوشش

بیان کیا جاتا ہے کہ جب ابن مقلہ نے ابن شنبوذ کو اس کی کمر ننگی کر کے اس پر سات درے لگوائے تو اس نے ابن مقلہ کے خلاف یہ بد دعا کی کہ اس کے ہاتھ کٹ جائیں اور اس کا خانہ خراب ہو۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور وہی ہوا جو اس نے بد دعا کی تھی۔ امام ابو شامہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے:

''میں نے ہارون بن مامون کی تاریخ میں یہ بات پڑھی کہ راضی باللہ کے دور میں ابن مقلہ نے ابن شنبوذ کو قراءۃ شاذّہ کی تلاوت کی وجہ سے سات درے لگائے تھے، جس پر ابن شنبوذ نے اس کے خلاف بد دعا کی کہ ''اس کے ہاتھ کٹیں، اس کا معاملہ درہم برہم ہو...'' چنانچہ اس کے بعد ابن مقلہ کو معزول کر دیا گیا اور ابن شنبوذ کے واقعہ کے ایک سال بعد اس پر مصیبت آن پڑی، وہ عتاب کا شکار اور سخت مار اور ذلت سے دوچار ہوا اور انجام کار اس کا ہاتھ اور زبان کاٹ دی گئی۔'' [حاشية الفتاویٰ الکبریٰ لابن تيمية: ۳۷۵/۱]

ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وزیر کے خلاف ابن شنبوذ کی بد دعا قبول ہوئی، اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، گھر برباد ہوگیا اور وہ ایک مدت تک انتہائی بری حالت میں پس زندان رہا۔'' [غاية النهاية: ۵۵/۲]

ان واقعات سے بظاہر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ابن شنبوذ کی رائے درست تھی اور عدالت نے اس پر ظلم کیا، جبھی تو اس کی دعا قبول ہوئی۔ بعض لوگوں نے یہی تاثر پیدا کر کے ابن شنبوذ کو مظلوم ثابت کرنے اور حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس دور کی تاریخ کے دریچوں میں جھانک کر دیکھا جائے تو ابن مقلہ کی معزولی و عتاب اور ابن شنبوذ کی دعاؤں کے درمیان کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔

یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ جو شخص اسلام کا سرچشمہ اور اللہ کی کتاب میں پیدا ہونے والے ایک فتنہ کا دروازہ بند کرنے کیلئے اقدام کرے، اس دور کے علما، فقہا اور قرا کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی ہم نوا ہو اور وہ کسی ایسے شخص کی بد دعا کا شکار ہو جائے جو اجماعِ امت کے خلاف ایک باطل نظریہ کا پیروکار تھا۔ نیز یہاں اس بات کو کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے کہ ابن شنبوذ کو اس انجام تک پہنچانے والے تو بغداد کے علما و فقہا تھے اور اس کی سزا کا فیصلہ کرنے والے تو علما و قرا تھے، وزیر نے تو اس سزا کو نافذ کروایا ہے تو پھر یہ وزیر ہی بد دعا کا شکار کیوں ہوا؟ علما پر اس کی زد کیوں نہیں پڑی؟ جبکہ بغداد کے اصل 'ظالم' تو علما تھے۔ تو معلوم ہوا کہ ابن مقلہ پر حکومت کے عتاب کو ابن شنبوذ کی بد دعا کا نتیجہ قرار دینا قطعاً غلط ہے۔

اس دور کے حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس عتاب کی حقیقی وجہ سیاسی کشمکش معلوم ہوتی ہے، عروج و تنزل و انحطاط سیاست کا لازمی حصہ ہیں، کبھی تخت اور کبھی تختہ اور کبھی جیل کی کال کوٹھڑیوں کے بعد دوبارہ آن بان کے ساتھ حکومت کی زمامِ کار مل جاتی ہے۔ دورِ حاضر کی سیاست میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ اور ابن مقلہ بھی درحقیقت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سیاست کے اسی کھیل کا شکار ہوا تھا، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ۳۱۶ھ میں ابن شنبوذ کے واقعہ سے سات سال پہلے خلیفہ مقتدر کے دور میں ابن مقلہ وزارت کے منصب پر فائز ہوئے اور خلیفہ کا قلمدان انہیں ملا، لیکن صرف دو مہینہ کے بعد ہی اسے اس کے گھر میں قید کر دیا گیا اور ۳۱۸ھ میں یہ شخص کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ دجلہ کے کنارے مقام 'زاہر' میں اس کا شاندار محل، جس پر اس نے ۲ ہزار دینار خرچ کئے تھے، جلا دیا گیا اور وزارت سے پہلے یہ جن گھروں میں مقیم تھا، وہ سب بھی جلا دیئے گئے اور جو کچھ باقی بچا تھا وہ لوگوں نے لوٹ لیا۔[صلة تاريخ الطبري: ۶۹/۲، عريب بن سعد القرطبي] لیکن پھر زمانہ نے کروٹ لی اور ابن مقلہ دوبارہ خلیفہ کا منظور نظر بن گیا۔ ابن مقلہ اپنے عروج وزوال کی اس داستان کو ان اشعار میں بیان کرتا ہے:

تحالف الناس و الزمان ... فحيث كان الزمان كانوا
عادني الدهر نصف يوم ... فانكشف الناس لي و بانوا
يا أيها المعرضون عني ... عودوا فقد عاود الزمان

''لوگوں نے زمانے سے ایکا کر لیا ہے، چلے ادھر کو جدھر کی ہوا ہو۔ آدھے دن کے لئے زمانہ میرا دشمن بنا تو وہی لوگ جو میری محبت کے گیت گاتے تھے، یکا یک چھٹ گئے۔ اے مجھ سے منہ موڑنے والو! واپس آ جاؤ! اب زمانہ واپس آ گیا ہے۔''

اب بتائیں! ابن شنبوذ کے واقعہ سے سات سال پہلے اس کے ساتھ جو یہ المناک واقعات پیش آئے، اس کی آپ کیا توجیہ کریں گے؟

اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ابن مقلہ کا انجام ابن شنبوذ کی بد دعاؤں کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ یہ اس دور کی ہنگامہ خیز سیاست کا تقاضا تھا، جس نے متعدد سیاستدانوں اور وزراء کو اپنی بھینٹ چڑھایا تھا خصوصاً ابن مقلہ جیسا شخص جو کرسیٔ وزارت کا حریص و لالچی اور اپنے مخالفین کے ساتھ بغض وعداوت کا جذبہ رکھتا تھا اور سیاست میں اس کا اہم مقام تھا اور پھر اس نے قرآن کے متعلق ایک فتنہ کا دروازہ بند کر کے پورے بغداد کی ہمدردیاں حاصل کر لیں تھیں۔ ایسے میں عموماً انسان کے حاسدین میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن مقلہ بہت سی خوبیوں کا مالک انسان تھا، اس کی تحریر خوبصورتی میں ضرب المثل تھی۔ امام ثعالبیؒ نے لکھا ہے کہ:

''اس کی کتابت دنیا کی خوبصورت ترین کتابت میں سے تھی، جو دیکھتا مسحور ہو جاتا، اس وقت خوشخطی میں کوئی شخص بھی اس کا ہم پلہ نہ تھا۔'' اس کے بعد وہ لکھتا ہے:

''ایسے نفیس ہاتھ عموماً کاٹ دیے جاتے ہیں۔'' [ثمار القلوب في المضاف والمنسوب: ۲۱۱]

نیز عباسی دور کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس دور میں وزارت کی کرسی اور جیل کا چولی دامن کا ساتھ تھا، چنانچہ صلاح الدین المنجد نے اپنے ایک مضمون 'دورِ عباسی میں بغداد کی جیلیں' میں اس دور کی سیاست کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''وزارت کا انجام اکثر جیل کی کال کوٹھڑی ہوتا تھا، بہت کم ایسا ہوتا کہ کوئی شخص منصبِ وزارت پر فائز ہوا ہو، اور پھر اسے جیل کا منہ نہ دیکھنا پڑا ہو۔ کبھی وہ قتل کر دیا جاتا اور قید سے بچ جاتا اور کبھی جیل اور اس کے بعد گردن زدنی اس کا مقدر ہوتی تھی۔'' [الجمع الصوتي الأول للقرآن: ۲۳۳، بحواله: سجون بغداد زمن العباسيين: ۱۰۸۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیز مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اس کی بعض لوگوں کے ساتھ سیاسی رقابت بھی تھی۔ درج ذیل واقعہ اس حقیقت کی واضح نشاندہی کرتا ہے اور لگتا ہے کہ یہی واقعہ ابن مقلہ کے عتاب کا سبب بنا۔ ابو الفدا صاحب حماۃ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن مقلہ نے ابن رائق کو گرفتار کروانے کی کوشش کی، لیکن ابن رائق اور خلیفہ راضی باللہ کے درمیان مضبوط تعلق داری تھی، جس کی وجہ سے خلیفہ نے ابن مقلہ کو قید میں ڈال دیا۔ پھر کچھ دیر بعد اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ ابن مقلہ نے علاج کروایا اور ٹھیک ہوگیا اور حصولِ وزارت کے لئے کوشش کرنے لگا۔ یہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے قلم باندھ لیتا اور لکھتا رہتا، لیکن کچھ عرصہ بعد اس کی زبان کاٹ دینے کا حکم صادر ہوا، چنانچہ اس کی زبان کاٹ کر اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔ [الجمع الصوتي الأول للقرآن: ۲۳۰، بحواله: المختصر في أخبار البشر: ۸۵/۲]

یہ تمام تاریخی حقائق صاف بتاتے ہیں کہ ابن مقلہ کے معتوب ہونے کا سبب ابن شنبوذ کی بد دعا نہیں تھی، بلکہ ابن رائق کے ساتھ دشمنی مول لینا جیل جانے کا سبب ہوا۔ پھر اس نے زورِ قلم کے زور سے اپنا کھویا ہوا وقار بحال کروانے کی کوشش کی تو دشمنوں اور حاسدوں کو اس کی یہ ادا بھی پسند نہ آئی اور خوشخطی کی اعلیٰ مثالیں رقم کرنے والا نفیس ہاتھ بدن سے جدا کر دیا گیا۔ امام ثعالبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو وہ اس کو دیکھ کر روتا تھا اور ان الفاظ میں نوحۂ غم کرتا تھا:

''اس ہاتھ سے میں نے تین دفعہ خلافت کی خدمت انجام دی۔ اس کے ساتھ دو دفعہ قرآن لکھا اور آج اس طرح کاٹ دیا گیا، جس طرح چوروں کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔'' [ثمار القلوب في المضاف والمنسوب: ۲۱۱]

اور پھر اسے یہ داستانِ ظلم لوگوں کو سنانے سے روکنے کے لئے اس کی زبان بھی کاٹ دی گئی۔ عباسی دور میں ایک ابن مقلہ کی ہی مثال نہیں ہے، بلکہ اس دور کی پوری تاریخ ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ خاندان برامکہ اور بنو عباس کا نہایت معتمد خاص مختار ثقفی جس خوفناک انجام سے دوچار ہوئے، اس کی ہم کیا توجیہ کریں گے؟ یہ سب سیاست کا کھیل تھا، جہاں ہزاروں میں ایک بازی ہارنے والا ابن مقلہ بھی تھا۔ ابن شنبوذ کی دعاؤں کا اس میں کوئی کردار نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے ساتھ جو ہوا بہت مناسب ہوا اور اچھا ہوا کہ دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ کے بعد پنپنے والے اس فتنہ کو اٹھنے سے پہلے ہی دبا دیا گیا۔

ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا نظریہ

ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی قراءۃ شاذّہ کی تلاوت کو جائز قرار دیا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ قراءات شاذّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق آحاد منقول ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قراءات کی تلاوت کی ہے، اگرچہ اس کی تعیین نہیں ہے۔ [النشر في القراءات العشر: ۱۵/۱]

ان کے اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن دقیق العید، ابن شنبوذ اور ابن مقسم کے دلائل کا خلاصہ ذکر کرکے دلائل سے اس کا تجزیہ کیا جائے۔ بنیادی طور ان کے درج ذیل تین دلائل ہیں:

1. کسی قراءۃ شاذّہ کا صحیح سند سے ثابت ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھا ہے۔
2. نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے قراءۃ شاذّہ کو نماز میں پڑھا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسعودؓ کی قراءۃ کو پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔[أیضاً - مجموع الفتاویٰ:۱۳/۳۹۴]

- مسلمان قراءۃ شاذّہ کے قراحسن بصری رحمہ اللہ، طلحہ بن مطرف رحمہ اللہ، اعمش رحمہ اللہ وغیرہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ،لیکن کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔[شرح الکوکب المنیر:۲/۱۳۷]

جواب:

ان اعتراضات کا سبب دراصل قراءۃ شاذّہ کی حقیقت سے ناواقفیت ہے۔گزشتہ صفحات میں بیان کردہ ان کی حقیقت کو اگر ذہن میں رکھا جائے تو تمام اعتراضات خود بخود درفع ہو جاتے ہیں۔

- جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے کہ'رسول اللہ ﷺ نے ان قراءات کو پڑھا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صحیح سند سے ثابت قراءات شاذّہ زبانِ نبوت سے صادر ہوئی ہیں،لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے انہیں بطور قرآن ہی پڑھا ہو، بلکہ اس میں درج ذیل دو احتمال ہیں،جن کو رد نہیں کیا جا سکتا:

① بعض قراءاتِ شاذۃ کے بارے میں یہ امکان موجود ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کی تلاوت کے دوران کسی آیت یا لفظ کی تفسیر کی ہو اور سننے والے صحابی رضی اللہ عنہ نے اسی پیرائے میں اسے بطور قرآن نقل کر دیا ہو، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مصاحف میں تفسیری حواشی بھی نقل کر رکھے تھے اور یہ ممکن ہے کہ ان کے شاگردوں نے ان تفسیری کلمات کو بطورِ قراءۃ نقل کر دیا ہو۔

② اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی قراءۃ ہو،تو اس کے بارے میں ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ قراءۃ عرضہ اخیرہ کے وقت منسوخ ہو گئی تھی، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جس سال آپ ﷺ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ہے،اس سال جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دو دفعہ دور کیا تھا،نیز صحیح روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت کچھ قراءات منسوخ کر دی گئی تھیں اور عرضۂ اخیرہ سے مراد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قراءۃ ہے جو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے۔اسی عرضۂ اخیرہ کے مطابق خلفائے راشدین کے حکم اور مشورہ سے قرآن کو مصاحف میں مدون کیا گیا تھا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا تھا،تو قراءۃ شاذّہ کا قرآن میں موجود نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قراءات عرضہ اخیرہ کے وقت منسوخ ہو گئیں تھیں ،وگرنہ یہ ضرور صحائف ابو بکر رحمہ اللہ اور مصاحف عثمان رضی اللہ عنہ میں موجود ہوتیں۔

- نیز یہ اعتراض کہ 'بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان قراءات کو پڑھا ہے۔' تو اس کی وجہ گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے کہ بعض وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو عرضۂ اخیرہ کے وقت حاضر نہیں تھے ،انہیں ان قراءات کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہو سکا تھا ،اس لئے وہ انہیں پڑھتے رہے،لیکن جب مصحف کی تدوین کے وقت انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ قراءات منسوخ ہو چکی ہیں تو انہوں نے ان قراءات کی تلاوت ترک کر دی اور اس کی دلیل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اجماع ہے کہ قرآن صرف وہی ہے جو ان دو گتوں کے درمیان ہے۔

اس حقیقت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض قراءات جو ان سے صحیح ثابت ہیں،لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وہ مصحف عثمانی میں موجودنہیں ہیں، اگر وہ منسوخ نہ ہوئی ہوتیں تو کم از کم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں ضرور قرآن میں شامل کرواتے، کیونکہ وہ خود قرآن کو جمع کروا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بعض قراءات بھی اس میں شامل نہیں ہیں، حالانکہ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ جمع عثمانی پر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر یہ فرمایا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنی قراءات کو قرآن میں شامل نہ کرنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس سے مکمل اتفاق کرنا، اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ ان کی یہ قراءات عرضہ اخیرہ کے وقت منسوخ ہوگئیں تھیں، اور جمع عثمانی کے بعد کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ثابت نہیں ہے کہ اس نے قراءۃ شاذّہ کی تلاوت بحیثیتِ قرآن نماز میں کی ہو۔ ہاں وہ تعلیم وتعلم کیلئے انہیں ضرور پڑھتے رہے، کیونکہ ان کا حکم باقی تھا، صرف تلاوت منسوخ ہوئی تھی۔

اسی طرح یہ اعتراض کہ ''بعض قراءات شاذّہ وہ ہیں، جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءۃ کو پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔''

امام کمال بن ہمام رحمہ اللہ نے اس اعتراض کو ذکر کرنے کے بعد اس کا نہایت مسکت جواب دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''یہ قراءاتِ شاذّہ ان کے پہلے مصحف میں تھیں جو عرضۂ اخیرہ سے پہلے لکھا گیا تھا۔ جب عرضۂ اخیرہ کے وقت یہ منسوخ ہوگیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی قراءۃ کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی عرضۂ اخیرہ والی قراءت کو اختیار کرلیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اہلِ کوفہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس قراءۃ کو پڑھتے ہیں، وہ ان کی یہی دوسری قراءۃ ہے جو امام عاصم رحمہ اللہ سے مروی ہے اور یہی عرضۂ اخیرہ کے مطابق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محل ترغیب بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ آخری قراءۃ ہی تھی۔ امام طحاوی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بات ذکر کی ہے۔'' [التقریر والتحبیر: ۲/۲۱۵]

باقی رہا یہ اعتراض کہ 'بعض تابعین انہیں نمازوں میں پڑھتے تھے' تو یہ اعتراض بھی درست نہیں ہے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ، اعمش رضی اللہ عنہ اور ابن محیصن رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے رسمِ عثمانی کے مخالف قراءات شاذّہ کو بحیثیت قرآن نمازوں میں پڑھا ہو۔ ہاں بعض تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان قراءات کو نقل ضرور کیا ہے۔

باقی رہیں ان کی وہ قراءات جو رسمِ عثمانی کے مطابق ہیں، تو وہ زیادہ تر جمہور کی قراءۃ کے مطابق ہیں اور بعض جو اختلاف ہے، انہیں وہ اس لئے پڑھتے تھے کہ وہ انہیں سبعة أحرف کا حصہ سمجھتے تھے، لیکن ہم ان قراءات کے متعلق بالجزم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یا تو وہ قراءات ہی نہیں تھیں، بلکہ وہ رواۃ کے عدم ضبط اور سہو کا نتیجہ ہیں یا پھر وہ عرضۂ اخیرہ کے وقت منسوخ ہوگئی تھیں، اگر وہ منسوخ نہ ہوئی ہوتیں تو یقیناً ان قراصحابہ رضی اللہ عنہم سے بذریعہ تواتر ہم تک پہنچتیں، جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ بھیجا تھا۔

اگر یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ ممکن ہے کوئی قراءۃ شاذّہ پہلے مشہور اور متواتر ہو، پھر اسے ترک کر دیا گیا اور وہ شاذ ہوگئی ہو۔

امام سخاوی رحمہ اللہ اور امام جوینی رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا نہایت عمدہ جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ کہ اُمت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمدیہ ﷺ نے نبی ﷺ کے ہر ہر قول، فعل اور وصف کو اپنے عمل اور قول سے جس طرح اہتمام سے آئندہ نسلوں تک منتقل کیا اور وہ اس میں کس قدر حریص تھے! دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال آج تک پیش نہیں کرسکی، کیونکہ اس کے پیچھے یہ عوامل کارفرما تھے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ان کو «بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً» کا حکم دیا تھا۔ انہیں قرآن کی اتباع اور اس کے سیکھنے سکھانے کی تعلیم دی تھی اور اس پر ان سے عظیم انعامات کا وعدہ کیا تھا۔ اپنے پیغمبر ﷺ کی ہر ہر ادا اور اشارہ ابرو کو محفوظ کردینے والے ہر دور میں لاکھوں علمائے امت کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ قرآن کی کسی قراءۃ کو ترک کردیتے اور وہ شاذ بن جاتی۔ یہ تو قرآن کا معاملہ تھا جو منبع شریعت اور تمام قوانین واصول کی بنیاد تھا، اس نے پوری دنیا کو یہ چیلنج دیا تھا کہ ایک آیت بنا کر لے آؤ، ایسا عظیم معجزہ کہ متعدد اسباب اس کے بطریق تواتر منقول ہونے پر موجود تھے، پھر بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کی کوئی قراءۃ ہو اور پوری امت کے ایک دو افراد کے سوا کسی کو اس کا پتہ نہ ہو؟ ہرگز نہیں! ایسا ہونا محال اور ناممکن ہے۔

[جمال القراء وكمال الإقراء: ٤٨٧/١ - البرهان في أصول الفقه: ٦٦٧/١ - قواطع الأدلة في الأصول: ٤١٢/١، ٤١٥]

اِس بحث سے یہ بات پوری طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ قراءات شاذّہ کی تلاوت جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ قرآن نہیں ہیں۔

——— ———

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ

ماہنامہ رشد کی اِشاعت خاص

حرمت رسول نمبر ﷺ

- انتہائی دیدہ زیب فور کلر ٹائٹل
- جید علمائے دین اور ممتاز سکالرز کے علمی مضامین
- معروف مفتیان کرام کے فتاویٰ جات
- حرمت رسول کے متعلق مضامین کا اشاریہ
- ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ضخیم اشاعت، قیمت صرف 30 روپے

حرمت رسول نمبر ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طالبانِ علوم نبوت کیلئے عظیم خوشخبری

جامعة لاهور الإسلامية (نیو کیمپس) میں

امتحانات سے فارغ طلباء کیلئے داخلہ جاری ہے

بمقام خیابانِ جناح، لنک رائے ونڈ روڈ، لاہور (نزد شوکت خانم کینسر ہسپتال)

- مین روڈ پر ۱۲ کنال اراضی پر مشتمل خوبصورت اور وسیع و عریض عمارت
- کشادہ اور خوبصورت ترین جامع مسجد البیت العتیق
- بہترین چارپائیوں اور سیف الماریوں کا انتظام
- مطعم میں کرسیوں اور میزوں کا اہتمام اور معیاری ترین کھانا
- مشفق اور قابل ترین اساتذہ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت کے مواقع
- درس نظامی کے ابتدائی چار سال کی اعلیٰ معیار پر تعلیم کا اہتمام
- درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید و قراءاتِ سبعہ کا چار سالہ مکمل نصاب
- شعبہ حفظ القرآن کی بہترین تعلیم
- تمام طلبائے شعبہ کتب کے لیے سکول کی لازمی تعلیم (نہم تا ایف۔اے)
- کمپیوٹر لیب اور کتب لائبریری
- علاج و معالجہ کی معیاری سہولت
- عمارت کے اندر کینٹین کا انتظام
- کھیل کیلئے وسیع اور کھلے میدان

منجانب: حافظ عبد الرحمٰن مدنی، رئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ......ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، مدیر التعلیم

حافظ فہد اللہ مراد☆

جمع عثمانی رِوایات کے آئینے میں

جمع عثمانی کے سلسلہ میں عام طور پر امام بخاری رحمہ اللہ کی نقل کردہ حدیث بروایت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ پر ہی اعتماد کیا جاتا ہے جس میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ صحف جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے، کی مزید نقول تیار کروا کر حکومتی سطح پر نشر کر دی تھیں لیکن روایات کی تفصیلی جائزہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف نقول ہی نہیں تھیں بلکہ ایک باقاعدہ جمع تھی۔ زیر نظر مضمون میں جمع عثمانی کی حقیقی نوعیت، جو رِوایات کے تناظر میں سامنے آتی ہے، کی وضاحت کی گئی ہے، یقیناً صاحبان فکر و دانش مسئلہ کے اس پہلو پر بھی غور فرمائیں گے اور اپنی مؤقر آراء سے مطلع فرمائیں گے۔ [ادارہ]

نبی مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ «خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ» ۔[صحيح البخاري: ۲۶۵۲] پر جب نظر پڑتی ہے تو سر احسان و نیازمندی کے ملے جلے تاثرات سے جھک جاتا ہے کہ واقعتاً آپ ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ خیر القرون تھا، کیونکہ اس میں بنی نوع اِنسان کی راہ روی اور اسلام کی سربلندی کے لیے وہ محنتیں اور کوششیں ہوئی ہیں کہ جس کی مثال آئندہ جمیع قرون میں پیش کرنا مشکل ہے۔ یقیناً وہ لوگ اس قابل تھے کہ اُنہیں یہ ذمہ داری سونپی جاتی کہ وہ دینِ الٰہی اور شرع اللہ کو اپنی مکمل تشریحات کے ساتھ آئندہ نسلوں تک منتقل کریں، بلاشبہ وہ طائفہ فائزہ اپنے اس مقصد میں بامراد ہوا ہے۔

ان جملہ ذمہ داریوں میں سے اَہم ترین ذمہ داری یہ تھی کہ ہدایت سماوی کے آخری ربانی صحیفہ کو محفوظ اور غیر متبدل شکل میں ہم تک پہنچایا جائے۔ ہمارا یہ قطعی ایمان ہے کہ وہ پیام اَیزدی آج اپنی سو فیصد اَصلی اور حقیقی شکل میں ہمارے درمیان موجود ہے۔ الحمد لله علی ذلك.

اِس سلسلہ میں خیر القرون میں جو سب سے اَہم کام ہوا ہے وہ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ اس کام کی تفصیلی نوعیت کیا تھی۔ ذیل میں آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔

رِوایات کے آئینہ میں جمع عثمانی کی حقیقت

جمع عثمانی کے سلسلہ میں کتب فنون میں کئی ایک رِوایات منقول ہیں۔ ہم ذیل میں صرف انہی روایات کا تذکرہ کریں گے، جن میں دیگر کے مقابلہ میں کچھ زائد فوائد ہوں گے۔ تاکہ روایات میں موجود بحث کا ہر پہلو سامنے آجائے۔ تکرار سے حتی المقدور اِجتناب کریں گے اور ہر روایت کو ذکر کرنے کے بعد یہ التزام کریں گے کہ اس روایت سے حاصل شدہ اِضافی نکات کو آخر میں ذکر کردیں۔

☆ فاضل کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

❶ عن أنس بن مالك قال: إن حذيفه بن اليمان قدم على عثمان وكان يغازي أهل الشام في فتح آرمينية وآذربيجان مع أهل العراق فافزع حذيفة اختلافهم في القراءة. فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارىٰ. فأرسل عثمان إلى حفصة أن أرسلي إلينا بالصحف ننسخها في المصاحف ثم نردها إليك، فأرسلت بها حفصة إلى عثمان. فأمر زيد بن ثابت وعبدالله ابن زبير وسعيد بن العاص وعبدالرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف، وقال عثمان للرهط للقريشين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم". ففعلوا حتى إذا نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة فأرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق.

[صحيح البخاري: ۴۹۸۷]

''جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ آرمینیہ اور آذربیجان کے محاذ پر مسلمانوں کی ہمراہ جنگ میں شریک تھے۔اہل عراق کے قراءت میں اختلاف نے ان کو شدید خوف زدہ کردیا، تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس اُمت کی خبر لیجئے اس سے پہلے کہ یہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف شروع کردیں۔تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ وہ صحف کو میرے پاس بھیج دیں ہم اُسے مصاحف میں نقل کرکے لوٹا دیں گے۔سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیئے۔آپ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔اُنہوں نے اُسے مصاحف میں نقل کردیا اور ساتھ تین قریشی صحابہ کو کہا کہ جب تمہارے اور زید کے مابین اختلاف ہو تو لسان قریش میں لکھو، کیونکہ قرآن انہی کی لغت میں اُترا ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور صحف سے قرآن کریم کو مصاحف میں منتقل کردیا اور صحف سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیئے اور باقی جمیع مصاحف کو جلانے کا حکم دے دیا۔''

فوائد: مذکورہ روایت میں جمع عثمانی کی اِجمالی تصویر دکھائی دیتی ہے۔جس سے درج ذیل باتیں سامنے آئی ہیں:

① آرمینیہ اور آذربیجان کے موقع پر مسلمانوں کا قراءت میں اِختلاف رونما ہونا دوبارہ جمع کا محرک بنا ہے۔

② اِس میں معیار صحف ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا ہے۔

③ کاتبین حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ تھے۔

④ اِن مصاحف کو مرتب کرنے کے بعد دیگر جمیع غیر مصدقہ اور ذاتی مصاحف کو جلا دیا گیا۔

❷ عن زيد بن ثابت قال: فقدت آية من سورة الأحزاب حين نسخنا المصاحف قد كنت أسمع من رسول الله ﷺ يقرأ بها فالتمسناها فوجدناها مع خزيمة بن ثابت الأنصاري: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ ﴾ فألحقناها في سورتها في المصحف.

[صحيح البخاري: ۴۹۸۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سورۃ الاحزاب کی آیت (نمبر۲۳) ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ کوگم پایا۔ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔ ہم نے اس کی مزید تلاش و بسیار کی تو بالآخر یہ ہمیں خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مل گئی۔ پس ہم نے اُسے مصحف میں شامل کرلیا۔''

فائدہ: مذکورہ روایت میں صرف یہ بات مذکور ہے کہ دوران جمع کوئی بھی فرد سورۃ احزاب کی مندرجہ بالا آیت نہیں لایا تھا۔ جسے بعد میں خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے اَخذ کیا گیا۔

عن أنس بن مالك الأنصاری أنه اجتمع لغزوة آذربیجان وآرمینیه أهل الشام وأهل العراق قال: فتذاكروا القرآن فاختلفوا فیه حتی كاد یكون بینهم فتنة. قال: فركب حذیفه ابن الیمان -لما رأى من اختلافهم في القرآن- إلى عثمان فقال: إن الناس قد اختلفوا في القرآن حتى والله أخشى أن يصيبهم ما أصاب اليهود والنصارىٰ من الاختلاف. قال: ففرع لذلك عثمان فزعاً شديداً، فأرسل إلى حفصة فاستخرج الصحيفه التي كان أبوبكر أمر زيداً بجمعها فنسخ منها مصاحف فبعث بها إلى الآفاق فلما كان مروان أمير المدينة أرسل إلى حفصة يسألها الصحف ليحرقها وخشي أن يخالف بعض الكتاب بعضاً فمنعته أياه۔ [کتاب المصاحف:۷۲]

''مالک بن اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل شام اور اہل عراق آرمینیہ اور آذربیجان کے غزوہ پر اکٹھے ہوئے۔ ان کی قرآن کریم پر باہم گفتگو ہوئی جس سے اختلاف اِس قدر شدت اِختیار کرگیا کہ بہت بڑے فتنے کا اَندیشہ پیدا ہوگیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو اَمیرالمؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اورعرض کیا کہ لوگ قرآن کریم میں باہم مختلف ہوگئے ہیں۔ بخدا اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو مسلمان بھی یہود ونصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہوجائیں گے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنا تو بہت زیادہ پریشان ہوگئے اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیج کر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم پر زید کے جمع کردہ، صحائف منگوائے۔ اُن سے مزید مصاحف تیار کروائے اور ہرطرف بھیج دیئے۔ جب مروان مدینہ کے اَمیر مقرر ہوئے تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحف ابی بکر کے متعلق کہا کہ مجھے اَرسال کردیں تاکہ اُنہیں جلا دیا جائے اور مخالفت کتاب کا ڈر ختم کیا جائے۔ لیکن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اُسے تلف کرنے سے روک دیا۔''

فائدہ: اِس روایت میں بخاری والی روایت کی طرح جمع عثمان کا اِجمالی تعارف اور اس کے اَسباب مذکورہ ہیں۔ اِضافہ صرف اِس بات کا ہے کہ مروان نے اپنے دور خلافت میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بغرض تلف صحف ابی بکر کو منگوائے لیکن اُنھوں نے اس سے اِنکار کردیا۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو مروان بن حکم نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وہ مصاحف منگوا لیے اور اُنہیں تلف کردیا۔ [کتاب المصاحف:۷۳]

❷ عن أبي قلابة قال: لما كان في خلافة عثمان جعل المعلم يعلم قرائة الرجل والمعلم يعلم قراءة الرجل فجعل الغلمان يلتقون فيختلفون، حتى ارتفع ذلك إلى المعلمين قال: حتى كفر بعضهم بقراءة بعض، فبلغ ذلك عثمان فقام خطيباً، فقال: أنتم عندي

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تختلفون وتلحنون، من نأى عني من الأنصار أشد فيه اختلافاً ولحناً، اجتمعوا ياأصحاب محمد! فاكتبوا للناس إماماً.

[كنز العمال في سنن الأقوال:۵۸۲/۲، ط/خامسۃ، مؤسسة الرسالة]

''ابی قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں معلّمین قرآن مختلف افراد کی قراءات سکھلاتے، بعد میں جب بچے آپس میں ملتے تو قراءت میں اختلاف کرتے حتیٰ کہ یہ بات معلّمین تک پہنچ گئی۔ ایوب، راوی حدیث کہتے ہیں کہ مجھے یقینی علم نہیں ہے کہ انہوں نے کہا ہو کہ معلّمین نے آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر شروع کردی۔ جب یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس رہ کر اس قدر اختلاف کا شکار ہوگئے ہو اور قرآن میں غلط باتیں کہتے ہو تو وہ لوگ جو مجھ سے دور ہوں گے ان کی کیا حالت ہوگی وہ تو تم سے بھی زیادہ اختلاف اور غلطیوں کا شکار ہوں گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جمع ہوجاؤ اور لوگوں کے لیے ایک مصحف اِمام لکھ دو۔''

فوائد

① مدینہ میں بھی معلمین کے مابین قراءت کے اِختلاف رونما ہوئے تھے۔ جمع قرآن کے اَسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہے۔

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے اِجماع سے یہ کام سرانجام دیا۔

③ دور اور قریب کے جمیع بلاد میں شدت سے اِختلافات پیدا ہونا شروع ہوگئے تھے۔

٭ قال أبوقلابة حدثني مالك قال: كنت فيمن أملي عليهم فربما اختلفوا في آلاية فيذكرون الرجل قد تلقاها من رسول الله ﷺ ولعله أن يكون غائباً أو في بعض البوادي فيكتبون ما قبلها وما بعدها ويدعون موضعها حتى يجيء أو يرسل إليه، فلما فرغ من المصحف كتب إلى أهل الأمصار: "أني قد صنعت كذا، محوت ما عندي، فامحوا ما عندكم." [کتاب المصاحف:۷۵]

''ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ مجھے مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں ان لوگوں میں موجود تھا جو مصاحف کی اِملاء کرواتے تھے۔ جب کبھی کسی آیت میں اختلاف ہوتا تو پھر اس فرد کا ذکر کرتے جس نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ لیا ہوتا۔ اگر وہ غائب ہوتا یا شہر سے باہر بادیہ میں ہوتا تو اس سے ماقبل اور مابعد لکھ لیا جاتا اور اس جگہ کو چھوڑ دیا جاتا یہاں تک کہ وہ آدمی خود آجاتا یا اُسے بلا لیا جاتا۔ جب اس تمام کام سے فارغ ہوگئے تو اسے جمیع اَمصار میں بھیج دیا گیا۔ اور ساتھ یہ لکھا کہ میں نے یہ کام کیا ہے۔ میرے پاس اس کے علاوہ جو کچھ موجود تھا میں نے اُسے ختم کردیا ہے تم بھی ختم کردو۔''

فوائد

① کاتبین مصاحف میں جناب مالک بن اَنس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

② جب کاتبین وحی کے مابین اختلاف ہوجاتا تو اس شخص کا اِنتظار کیا جاتا جس نے وہ آیت بالمشافہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہوتی۔ یعنی پوری طرح تصدیق کرنے کے بعد آیت کو درج کیا جاتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑥ اَمیر المؤمنین کی طرف سے تمام اَمصار و بلاد کی طرف با قاعدہ فرمان جاری کیا گیا کہ مصاحفِ عثمانیہ کے علاوہ دیگر جمیع مصاحف کوختم کردیا جائے۔

عن مصعب بن سعد قال: قام عثمان فخطب الناس فقال: "أيها الناس عهدكم بنبيكم منذ ثلاث عشرة وأنتم تمترون في القرآن، وتقولون قراءة أبيّ وقراءة عبدالله!؟ يقول الرجل: والله! ما تقيم قراءتك فأعزم على كل رجل منكم ما كان معه من كتاب الله شيء لما جاء به، فكان الرجل يجيء بالورقة والأديم فيه القرآن، حتى جمع من ذلك كثرة، ثم دخل عثمان فدعاهم رجلاً رجلاً فناشدهم لسمعت من رسول الله ﷺ وهو أملاه عليك؟ فيقول: نعم، فلما فرغ من ذلك عثمان، قال: من أكتب الناس؟ قالوا: كاتب رسول الله ﷺ زيد بن ثابت، قال: فأي الناس أعرب؟ قالوا: سعيد بن العاص، قال عثمان: فليمل سعيد وليكتب زيد، وكتب زيد، وكتب مصاحف ففرقها في الناس، فسمعت بعض من أصحاب محمد ﷺ يقول قد أحسن."

[المصاحف لابن أبي داود: ١/٨١]

''مصعب بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ اِرشاد فرمایا اور کہا: اَے لوگو! تمہارے نبی ﷺ کو گئے تو ابھی صرف تیرہ برس گزرے ہیں،تم نے ابھی سے قرآن میں شک کرنا شروع کردیا ہے۔اور کہتے ہو قراءتِ اُبی، قراءت عبداللہ اور ایک آدمی کھڑا ہوکر کہتا ہے میں تمہاری قراءت کو درست نہیں مانتا۔ انہوں نے ان میں سے ہر شخص کو قسم دی کہ اس کے پاس قرآن کی صورت میں جو کچھ بھی موجود ہے لے آئے۔تو لوگ ورق اور چمڑے کی ٹکڑے وغیرہ لے کر حاضر ہوتے رہے۔ جب قرآن بکثرت جمع ہوگیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور ہر ایک کو بلا کر اس سے قسم لی کہ کیا تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور آپ ﷺ نے تجھے اِملاء کروایا ہے؟ تو وہ شخص ہاں میں جواب دیتا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کام سے فارغ ہوئے تو کہا۔ لوگوں میں سب سے بڑا کاتب کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اللہ کے رسول ﷺ کے کاتب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ پھر پوچھا سب سے بہتر عربی دان کون ہے؟ عوام نے جواباً کہا: سعید بن عاص رضی اللہ عنہ۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا سعید اِملاء کروائیں اور زید لکھیں۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو لکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُسے لوگوں میں پھیلا دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بعض صحابہ سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کام کیا ہے۔''

فوائد

① لوگوں میں اِنکارِ قراءات کا فتنہ پرورش پا رہا تھا۔

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمیع صحابہ کو قسم دے کر کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ قرآن ہے لے آؤ۔ تو لوگ سب کچھ لے کر حاضر ہوگئے۔

③ جب وہ لوگ لے کر حاضر ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرداً فرداً ہر ایک سے قسم لی کہ کیا یہ تم نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے اور آپ ﷺ نے تمہیں اس کی اِملاء کروائی ہے؟ تو وہ اِثبات میں جواب دیتے۔

④ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ بہترین کاتب اور عربی دان کون ہے لوگوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ بعد ازاں اِن مصاحف کو سرکاری سطح پر بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دیا گیا۔
⑥ دیگر صحابہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کام کی تحسین فرمائی ہے۔

④ عن كثير بن أفلح قال: لما أراد عثمان أن يكتب المصاحف جمع له اثني عشر رجلاً من القريش والأنصار، فيهم أبي بن كعب و زيد بن ثابت، قال: فبعثو إلى الربعة التي في بيت عمر فجيء بها. قال: وكان عثمان يتعاهدهم، فكانوا إذا تدارءوا في شيء أخروه. [تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۲]

''کثیر بن افلح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابت مصاحف کا ارادہ کیا تو قریش اور انصار میں سے بارہ افراد جمع کیے، جن میں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ راوی کہتے ہیں، وہ سب (افراد) اُن صحائف کی طرف بھیجے گئے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پڑے ہوئے تھے۔ ان کو لایا گیا، کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان پر نگرانی کر رہے تھے اور کاتبین جب کسی مسئلہ میں فیصلہ نہ کر پاتے تو اُسے مؤخر کر دیتے۔''

فوائد

① قریش اور انصار کے بارہ لوگوں کو کتابت کے لیے منتخب کیا گیا تھا جن میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔
② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کام کی باقاعدگی نگرانی فرما رہے تھے۔
③ بعض دفعہ کسی آیت میں اختلاف ہو جاتا تھا جس پر مزید تصدیق کے لیے اس کی کتابت مؤخر کر دی جاتی۔
④ جمع و تدوین کا یہ کام انتہائی جانچ پڑتال کے ساتھ پوری نگرانی میں ہو رہا تھا۔

⑤ عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أبيه زيد، قال: لما قتل أصحاب رسول الله ﷺ باليمامة، دخل عمر بن الخطاب على أبي بكر فقال: إن أصحاب رسول ﷺ باليمامة تهافتوا تهافت الفراش في النار، وإني أخشى أن لا يشهدوا موطنا إلا فعلوا ذلك حتى يقتلوا. وهم حملة القرآن. فيضيع القرآن و ينسى، فلو جمعته و كتبته! فنفر منها أبوبكر وقال: أفعل ما لم يفعل رسول الله ﷺ! فتراجعا في ذلك. ثم أرسل أبوبكر إلى زيد بن ثابت، قال زيد: فدخلت عليه و عمر محزئل[1] فقال أبوبكر: إن هذا قد دعاني إلى أمر فأبيت عليه، وأنت كاتب الوحي. فإن تكن معه اتبعتكما، وإن توافقني لا أفعل. قال: فاقتص أبوبكر قول عمر، وعمر ساكت، فنفرت من ذلك، وقلت: نفعل ما لم يفعل رسول الله ﷺ! إلى أن قال عمر كلمة: "وما عليكما لو فعلتما ذلك؟" قال: فذهبنا ننظر، فقلنا: لا شيء والله! ما علينا في ذلك شيء! قال زيد: فأمرني أبوبكر فكتبته في قطع الأدم وكسر الأكتاف والعسب. فلما هلك أبوبكر وكان عمر، كتب ذلك في صحيفة واحدة، فكانت عنده. فلما هلك، كانت الصحيفة عند حفصة زوج النبي ﷺ. ثم إن حذيفة بن اليمان قدم من غزوة كان غزاها بمرج أرمينية، فلم يدخل بيته حتى أتى عثمان بن عفان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس! فقال عثمان: "وما

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ذلك؟" قال غزوت مرج أرمينية، فحضرها أهل العراق وأهل الشام، فإذا أهل الشام يقرؤون بقراءة أبي بن كعب، فيأتون بما لم يسمع أهل العراق، فتكفرهم أهل العراق. وإذا أهل العراق يقرؤون بقراءة ابن مسعود، فيأتون بما لم يسمع به أهل الشام، فتكفرهم أهل الشام. قال زيد: فأمرني عثمان بن عفان أكتب له مصحفاً، وقال: إني مدخل معك رجلا لبيباً فصيحاً، فما اجتمعتما عليه فاكتباه، وما اختلفتما فيه فارفعاه إلي. فجعل معه أبان بن سعيد بن العاص، قال: فلما بلغنا ﴿إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ﴾ [البقرة:٢٤٨] قال: زيد فقلت: "التابوه" وقال أبان بن سعيد: "التابوت" فرفعنا ذلك إلى عثمان فكتب: "التابوت" قال: فلما فرغت عرضته عرضة، فلم أجد فيه هذه الآية: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ [الاحزاب:٢٣] قال: فاستعرضت المهاجرين أسألهم عنها، فلم أجدها عند أحد منهم، ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها، فلم أجدها عند أحد منهم، حتى وجدتها عند خزيمة بن ثابت، فكتبتها، ثم عرضته عرضة أخرى، فلم أجد فيه هاتين الأيتين: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ [التوبۃ:١٢٨،١٢٩] فاستعرضت المهاجرين، فلم أجدها عند أحد منهم، ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها فلم أجدها عند أحد منهم، حتى وجدتها مع رجل آخر يدعى خزيمة أيضاً، فأثبتها في آخر "براءة" ولو تمت ثلاث آيات لجعلتها سورة على حدة۔ ثم عرضته عرضة أخرى، فلم أجد فيه شيئا، ثم أرسل عثمان إلى حفصة يسألها أن تعطيه الصحيفة، وحلف لها ليردنها إليها فأعطته إياها، فعرض المصحف عليها، فلم يختلفا فى شيء۔ فردها إليها، وطابت نفسه، وأمر الناس أن يكتبوا مصاحف۔ فلما ماتت حفصة أرسل إلى عبدالله بن عمر في الصحيفة بعزمة، فأعطاهم إياهافغسلت غسلاً."

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب شمع نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے یمامہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کررہے تھے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا۔ اَصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پراس طرح جانیں نچھاور کی ہیں، جس طرح شمع پر پروانے قربان ہوتے ہیں اور مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اپنے گھروں کولوٹنے کی بجائے اس وقت تک گستاخانِ نبوت کے خلاف برسرِ پیکار رہیں گے جب تک جام شہادت نوش نہیں کرلیتے اور وہ سارے کے سارے وہ لوگ ہیں جو حاملین قرآن ہیں ان کی شہادت سے قرآن کے ضیاع کا خطرہ ہے، کیوں نہ ہو کہ ہم قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرلیں اور لکھ لیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کام کو کرنے سے ہچکچائے اور کہا کہ میں وہ کام کیسے کروں جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، شیخین کے مابین اس موضوع پر گفتگو جاری رہی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے ہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جناب عمر رضی اللہ عنہ پریشان حال بیٹھے ہیں تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ مجھے ایک کام کے بارے میں اِصرار کرتے ہیں جبکہ میں نے اِنکار کردیا ہے۔ آپ کاتب وحی ہیں اگر آپ ان کے ساتھ متفق ہیں تو میں آپ کا ساتھ دوں گا لیکن اگر آپ میری رائے سے اتفاق کریں تو تب میں یہ کام نہیں کروں گا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہم وہ کام کیسے کریں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ کہا: 'اگر تم یہ کرلو تو تم پر کیا بوجھ آپڑے گا' زید رضی اللہ عنہ کہتے، کہ ہم نے غور وخوض کی غرض سے مجلس برخاست کردی۔ جب ہم نے اس کے جملہ پہلوؤں پر نظر دوڑائی تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے جمع کرنے کا حکم دیا جسے میں نے کھجور کے پتوں، ہڈیوں، چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں میں سے جمع کرلیا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ راہی آخرت ہوئے اور خلافت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو اُنہوں نے دوبارہ اُسے ایک صحیفہ میں لکھوایا اور اپنے پاس محفوظ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں منتقل ہوگیا۔ پھر ایک روز سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اچانک آرمینیہ کی جنگ سے لوٹے اور اپنے گھر جانے کے بجائے سیدھے اَمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ اے امیر المؤمنین ،لوگوں کی خبر لیجئے ،سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ماجرا کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا میں ابھی ابھی مرج آرمینیہ سے لوٹا ہوں جہاں اہل شام اور اہل عراق جہاد میں مشغول ہیں۔ اہل عراق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءات پڑھتے ہیں اور اہل شام جناب اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پر ہیں جبکہ دونوں نے ایک دوسرے کی قراءات کو سنا تو اس کا اِنکار کردیا اور بات اس قدر بڑھی کہ دونوں ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر اپنے لیے ایک مصحف لکھنے کا کہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم بطور معاون آپ کو ایک فصیح اللسان اور ذہین شخص فراہم کریں گے، جس پر تم دونوں متفق ہوجاؤ اُسے لکھ لو اور جس پر تمہارا اختلاف ہوجائے تو میری طرف رجوع کرو۔ لہٰذا انہوں نے اَبان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو میرا معاون مقرر کیا، جب ہم ﴿إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ﴾ [البقرہ: ۲۴۸] پر پہنچے تو میں نے کہا: ﴿التابوہ﴾ جبکہ اَبان رضی اللہ عنہ نے کہا: ﴿التَّابوت﴾ ہے۔ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے التابوت تائے طویلہ کے ساتھ لکھا۔ کہتے ہیں کہ جب میں کتابت سے فارغ ہوا تو میں نے پورے مصحف کی مراجعت کی تو میں نے ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ...﴾ آیت نہ پائی۔ تو میں نے مہاجرین سے کہا کہ کسی کے پاس یہ آیت موجود ہے؟ تو ان کے پاس نہ پایا پھر میں نے انصار سے سوال کیا تو خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مل گئی جسے میں نے لکھ لیا اور دوسری بار پھر مراجعت کی تو سورۃ توبہ کی دو آخری آیات نہیں تھیں۔ مہاجرین اور انصار سے اس بارے میں دریافت کیا تو ان کے پاس نہ پائیں بالآخر خزیمہ نامی صحابی کے پاس مل گئیں جسے میں نے درج کرلیا۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ایسی تین آیات مجھے مل جاتیں تو میں ایک علیحدہ سورۃ بنا دیتا۔ اس کے بعد میں نے مزید ایک دفعہ مراجعت کی تو میں نے ہر طرح سے مکمل پایا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا اور وعدہ کیا کہ یہ واپس لوٹایا جائے گا۔ پھر ان دونوں مصاحف کا موازنہ کیا گیا۔ اور دونوں کو متفق پایا تو مطمئن ہوگئے اور لوگوں کو اس کے مطابق سیکھنے کا حکم دے دیا۔ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا وفات پاگئی تو انہوں نے یہ مصحف سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا تو اُنہوں نے حکام کے حوالے کردیا جسے بعد میں دھو دیا گیا۔''

فوائد: جمع عثمان کے سلسلہ میں سب سے تفصیلی روایت یہی ہے۔ ہم جمع ابوبکر کی تفصیلات کو قصداً حذف کررہے ہیں:

① جمع کا سبب آرمینیہ اور آذربیجان کے موقع پر صحابہ کا اختلاف ہوا۔

② زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابان بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہما کو جمع کے لیے مقرر کیا گیا۔ ثانی الذکر انتہائی فصیح اللسان شخص تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ التابوت کی تاء کے رسم میں اختلاف ہوا زید گول اور ابن عاص لمبی لکھنے کے قائل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے موافق تائے طویلہ کے ساتھ لکھوایا۔

⑥ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تکمیل مصحف کے بعد دوبارہ مراجعت کی تو سورۃ احزاب کی آیت (نمبر۲۳)﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا ﴾ گم پائی۔ تلاش کے بعد خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے مل گئی۔ دوسری مرتبہ پھر مراجعت کی تو سورۃ توبہ کی آخری دو آیات گم پائیں جو دوسرے صحابی ابوخزیمہ نامی شخص سے ملیں۔ تیسری مرتبہ مراجعت کی تو مکمل پایا۔

⑦ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوا کر اس سے موازنہ کیا گیا تو دونوں کو یکساں پایا۔

⑧ اس مصحف کو آئندہ تعلیم وتعلم کے لیے مقرر کردیا گیا۔

⑨ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اُس مصحف ابوبکر کو حکام کے حوالے کردیا گیا، جنہوں نے اُسے دھو ڈالا۔

رِوایات مذکورہ کے علاوہ ہمیں کوئی بھی ایسی رِوایت نہیں مل سکی جس میں جمع عثمانی کی نوعیت کے بارے میں کچھ مزید بحث موجود ہو۔

رِوایات کی روشنی میں جمع عثمانی کی حقیقت

جمع عثمانی کے اَسباب ومحرکات

جمع عثمانی کے اَسباب ومحرکات میں دو چیزیں گذشتہ رِوایات میں مذکور ہیں۔

پہلا سبب تو یہ سامنے آتا ہے کہ آرمینیہ اور آذربیجان کے محاذ پر عراق اور شام کے مسلمان جمع تھے۔ اہل عراق چونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے تھے جبکہ اہل شام نے قرآن کریم کی تعلیم سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے لے تھی، اس لیے وہ ان کی قراءت کے موافق پڑھا کرتے تھے۔ اور مذکورہ دونوں حضرات کے اختیارات مختلف تھے، جس وجہ سے لوگ دو طرح سے تلاوت کرتے۔ یہی چیز ان کے اختلاف کا سبب بنی کہ اُنہوں نے اپنی قراءت کو دوسری پر ترجیح دینا شروع کردی، حالانکہ کسی بھی متواترہ قراءت کو دوسری پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ شامی کہنا شروع ہوگئے کہ ہماری قراءت بہتر ہے اور عراقی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پر اظہار فخر کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کا یہ اختلاف اس قدر شدید ہوگیا کہ ایک دوسرے کی تکفیر پر اُتر آئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، جنہیں صاحب السّر ہونے کا بھی اِعزاز حاصل ہے، ان کے درمیان موجود تھے۔ اُنہوں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو فوراً دربارِ خلافت کا قصد کیا اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ کی حساسیت سے آگاہ کیا اور کہا کہ اس اُمت کا کچھ کیجئے ورنہ یہ بھی کلام اللہ کے بارے میں یہود ونصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگے گی۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا اِرادہ فرمایا۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مدینہ میں مختلف معلمین بچوں کو قرآن کریم سکھانے کے لیے مقرر کیے گئے تھے، جو مختلف صحابہ کے شاگرد ہونے کی وجہ سے ان کی قراءات (اختیارات) کے موافق قراءت کرتے تھے۔ بعد اَزاں جب بچے اکٹھے ہوتے اور ایک دوسرے کو قرآن سناتے تو ان کی قراءت میں فرق ہوتا جس پر ہر ایک اپنی قراءت کے بہتر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہونے پر اِصرار کرتا۔ یہ بات جب معلمین تک پہنچی تو وہ بھی اس فتنہ کا شکار ہوگئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اِطلاع ہوئی تو اُنہوں نے خطبہ دیا اور لوگوں کو تنبیہ کی کہ یہ غلط کام ہو رہا ہے۔اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ صحابہ کی جماعت: تم اکٹھے ہوکر لوگوں کے لیے ایک مصحف امام لکھ دو، تاکہ مسلمان اس فتنہ سے بچ سکیں۔

بہرحال اَندرونی سطح پر مدینہ میں بھی اختلاف موجود تھا اور دیگر اَمصار میں بھی، جہاں ایک سے زیادہ اختیارات کے موافق تلاوت ہو رہی تھی، یہ بات سامنے آئی۔ یہ بات ہم نے اس لیے نقل کی ہے کہ عراق اور شام میں تلاوتِ قرآن مجید میں کوئی اختلاف رونما نہ ہوا تھا، کیونکہ عراق میں عوام الناس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پر تھے۔اور شام میں بھی اس لیے رونما نہ ہوا، کیونکہ وہاں تو صرف اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق تلاوت ہو رہی تھی۔ اختلاف اس وقت ہوا جب اہل شام اور اہل عراق آذربیجان میں جمع ہوئے۔ اور مدینہ میں بھی اختلاف کا سبب کئی ایک صاحب اختیار قراء کی موجودگی تھی۔

یہاں ایک اور بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ اختلاف اِنکارِ قرآن کا نہیں بلکہ اَولاً ترجیح قراءت کا تھا، اگرچہ تھا یہ بھی غلط، پھر جب اختلاف شدت اختیار کرنے لگا تو اِنکار کی شکل پیدا ہوئی اور یہ عموماً کم علمی کی بنیاد پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ ہمارے معاشرے میں بیسیوں ایسے اختلافات موجود ہوتے ہیں۔

اَمیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عملی اَقدام

آپ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حالت دیکھی تو جمیع صحابہ کو جمع کیا اور خطبہ اِرشاد فرمایا۔سب سے پہلے یہ پوچھا کہ آیا قرآن سبعہ اَحرف پر نازل ہوا ہے تو اتنے لوگوں نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔[کنز العمال]

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جمع ہوجاؤ اور لوگوں کے لیے ایک اَیسا مصحف تیار کردو جو امام کی حیثیت اِختیار کرلے۔ جب سارے صحابہ نے ان کی جمع مصاحف کی رائے کی تائید کی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے ہر ایک شخص کو قسم دیتا ہوں کہ تمہارے پاس جو کچھ بھی بطور قرآن موجود ہے وہ لے آؤ۔ لوگ واپس گھروں کو گئے اور اُنہوں نے قرآن کی صورت میں جو کچھ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لاکر جمع کردیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر شخص کو قسم دے کر گواہی لی کہ کیا تو نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اِملاء کروائی۔آپ نے اِس طرح جمع کیے ہوئے پورے قرآن کی چھان پھٹک کی۔

کتابتِ قرآن

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے سلسلہ میسر جمیع مواد کو ایک جگہ پوری تصدیق کرکے اکٹھا کرلیا تو پھر لوگوں سے سوال کیا کہ تم میں سے بہترین کاتب کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ پھر دریافت کیا کہ بہترین عربی دان کون ہے؟ تو جواب دیا گیا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اِملاء کروائے اور زید رضی اللہ عنہ لکھیں اور بخاری کی رِوایت کے مطابق مزید دو حضرات عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ کو بھی مقرر کیا اور ان تینوں قریشی صحابہ یعنی ابن عاص رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ کو کہا کہ جب تمہارے اور زید رضی اللہ عنہ کے مابین کسی چیز کا اِختلاف ہو تو مجھے اِطلاع دو۔یعنی رئیس اللجنۃ کی ذِمہ داری خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبھا رہے تھے۔ جیسا کہ ایک موقع پر سیدنا زید رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف ہوا جس کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا فاکتبوا بلغة قریش فإنما نزل بلسانهم۔

لیکن محمد ابن سیرین نے اپنی کئی ایک روایات میں کہا ہے کہ کاتبین جمع عثمانی کی تعداد بارہ تھی۔ جیسا کہ کثیر بن افلح رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''لما أراد عثمان أن یکتب المصاحف جمع له اثني عشر رجلا من قریش والأنصار فیهم أبي بن کعب وزید بن ثابت......''

''کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابت مصاحف کا ارادہ کیا تو اس کے لیے بارہ افراد کو جمع کیا جن میں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔''

ان میں سے کچھ کے نام تو روایات میں موجود ہیں۔ جیسا کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: 'حدثني کثیر بن أفلح أنه کان یکتب لهم' 'یعنی کثیر بن افلح بھی کاتبین میں سے تھے۔' [کتاب المصاحف:۱/۳۱۴]

... اِمام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کان جدي مالك بن أبي عامر ممن قرأ في زمان عثمان و کان یکتب المصاحف.''

[کتاب المصاحف:۱/۲۱۵]

''میرے دادا مالک بن ابی عامر رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن پڑھا اور وہ مصاحف کی کتابت بھی کیا کرتے تھے۔''

... محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أن عثمان جمع اثنتي عشر رجلاً من قریش والأنصار فیهم: أبي بن کعب، وأبو عامر جد مالك بن أنس، وکثیر بن أفلح وأنس بن مالك وعبدالله بن عباس وعبدالله بن عمر وعبدالله ابن عمرو بن العاص'' [نکت الانتصار للباقلاني:۳۵۸،لطائف الإشارات للقسطلاني:۱/۶۱]

''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے قریش اور انصار میں سے بارہ افراد کو کتابتِ قرآن کے لیے جمع فرمایا۔ جن میں اُبی بن کعب، ابو عامر مالک بن انس کے جد امجد، کثیر بن افلح، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم شامل تھے۔''

ابن سیرین رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت کے مطابق کاتبین مصاحف عثمانیہ کی کل تعداد گیارہ بنتی ہے، جو درج ذیل ہیں:

① زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ② ابن بن کعب رضی اللہ عنہ ③ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ
④ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ⑤ عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ
⑥ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ⑦ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ⑧ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
⑨ کثیر بن افلح رضی اللہ عنہ ⑩ مالک بن انس رضی اللہ عنہ ⑪ مالک بن ابو عامر رضی اللہ عنہ

مصر کے مشہور محقق قاری شیخ علی محمد الضباع نے اپنی کتاب سمیر الطالبین في رسم وضبط کتاب المبین میں بارہ افراد کے نام ذکر کیے ہیں جن میں مذکورہ گیارہ کے ساتھ ایک بارہویں شخص ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کو شامل کیا ہے۔ [سمیر الطالبین:۱۱]

ہمارے علم کے مطابق شیخ الضباع نے ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا نام عمارۃ بن غزیہ کی روایت، جسے ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے، کی بنیاد پر شامل کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اسے عمارۃ بن غزیہ کا وہم قرار دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے،فرماتے ہیں:

"ووقع في رواية عمارة بن غزية 'أبان بن سعيد بن العاص بدل سعيد' قال الخطيب: ووهم عمارة في ذلك لأن أبان قتل بالشام في خلافة عمر ولا مدخل له في هذه القصة والذي أقامه عثمان في ذلك هو سعيد بن العاص ابن أخي أبان المذكور." [فتح الباری:۱۱/۲۳]

''عمارۃ بن غزیہ رحمہ اللہ کی روایت میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی جگہ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ہے۔ جس کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عمارۃ کو اس بارے میں وہم ہوا ہے، کیونکہ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام کے محاذ پر شہید ہوگئے تھے مذکورہ واقعہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جن کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع مصاحف کے لیے مقرر فرمایا تھا وہ ابان کے بھتیجے سعید ہیں۔''

ہماری نظر میں اگر بارہ افراد کی اس کمیٹی میں کاتبین اور ان کے معاونین تمام شامل ہیں تو ایک ایسے شخص کو شامل کیا جاسکتا ہے جو باقاعدہ کاتب تو نہیں البتہ ان کی بھرپور معاونت کرتا رہا ہے۔ وہ شخص ھانی ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے بارے میں ایک روایت امام ابوعبید فضائل القرآن میں لائے ہیں:

"عن هانئ مولى عثمان قال: كنت الرسول بين عثمان وزيد بن ثابت، فقال زيد: سله عن قوله: 'لم يتسن' أو 'لم يتسنّه'، فقال عثمان: اجعلوها في الهاء." [فضائل القرآن لابی عبید:۲/۱۰۲]

''ھانی مولیٰ عثمان فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درمیان (جمع کے دوران) قاصد تھا مجھے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کرو کہ لم یتسن کو ھاء کے ساتھ لکھنا ہے یا بدون ھاء؟ تو انہوں نے فرمایا ھاء کے ساتھ لم یتسنہ لکھو۔''

لہٰذا اگر اس کمیٹی میں کوئی بطور معاون بارہواں فرد شامل ہوسکتا ہے تو یہ ھانی مولیٰ عثمان ہیں، ورنہ بارہویں فرد کے بارے میں روایات خاموش ہیں۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور جمع عثمانی

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ جمع عثمانی میں شریک نہیں تھے، کیونکہ اُن کی وفات کے بارے میں روایات مضطرب ہیں جیسا کہ ڈکتور غانم قدوری نے رسم المصاحف میں لکھا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر أعلام النبلاء میں ان روایات کو جمع کردیا ہے، فرماتے ہیں:

محمد بن عمر الواقدی نے کہا ہے کہ روایات اس پر دال ہیں کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں فوت ہوئے۔ میں نے ان کے اہل اور دیگر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ آپ ۲۲ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ ان کی وفات پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج سید المسلمین دنیا سے چلے گئے ہیں۔

واقدی آگے ذکر کرتے ہیں:

"قد سمعنا من يقول: مات في خلافة عثمان سنة ثلاثين."

''ہم نے ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ۳۰ ہجری خلافتِ عثمان میں فوت ہوئے ہیں۔''

اس کے بعد واقدی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وهو أثبت الأقوال عندنا وذلك أن عثمان أمره أن يجمع القرآن."

''(۳۰ ہجری) والی روایت تمام اقوال میں مضبوط قول ہے۔ وہ اس وجہ سے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں جمع قرآن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حکم دیا تھا۔''

واقدی کے اس تبصرے کے بعد امام ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کو لائے ہیں جس کی طرف واقدی نے اِشارہ کیا ہے اور بعد میں کہا ہے کہ یہ روایت سنداً قوی ہے لیکن مرسل ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میرا گمان یہی ہے کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں شامل نہیں تھے اگر ہوتے تو بجائے زید کے ان کی شہرت ہوتی۔ لہٰذا ظاہر یہ ہی ہے کہ ان کی وفات خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ہیثم بن عدی وغیرہ نے تو ان کی وفات ۱۹ رہجری قرار دی ہے۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ، ابوعبید رحمہ اللہ اور ابوعمرو الضریر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ۲۲ ہجری میں وفات پائی ہے۔ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ طبیعت اسی کی طرف مائل ہے۔

[سیر أعلام النبلاء:۱/۴۰۰]

اِمام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنا میلان اس طرف ظاہر کیا ہے کہ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ ۲۲ رہجری میں ہی وفات پا چکے ہیں جس کی سب سے اَہم دلیل اُنہوں نے یہ دی ہے کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے جمع عثمانی میں موجودگی کے بارے میں جو روایت محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے نقل کی ہے وہ مرسل ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔

دیگر اَقوال میں سے واقدی کی رائے کے مطابق سب سے ثابت ترین قول یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ۳۰ رہجری میں وفات پائی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وصحح أبونعيم أنه مات في خلافة عثمان. سنة ثلاثين واحتج له بأن زر بن حبيش، لقيه في خلافة عثمان.“ [الإصابه:۱/۱۸۲]

''ابونعیم نے یہ صحیح قرار دیا ہے کہ آپ کی وفات خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں ۳۰ھ کو ہوئی ہے، کیونکہ زِر بن حبیش رحمہ اللہ نے آپ سے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ملاقات کی ہے۔''

بغوی حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قبل جمعہ کے روز فوت ہوئے۔

[الإصابه:۱ / ۱۸۲]

ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی آپ کی وفات خلافتِ عثمان میں ہی قرار دی ہے۔

ہماری نظر میں یہی بات درست ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی فوت ہوئے ہیں۔اور امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی رِوایت مرسل ہے، درست نہیں۔ کیونکہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی اسی روایت کو سیدنا کثیر بن اَفلح رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔

”عن محمد بن سيرين عن كثير بن أفلح قال: لما أراد عثمان أن يكتب المصاحف جمع له اثني عشر رجلاً من قريش والأنصار، فيهم أبي بن كعب وزيد بن ثابت......“

[کتاب المصاحف:۱/۲۱۳]

مذکورہ رِوایت اس پر دال ہے کہ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ جمع عثمانی میں موجود تھے بلکہ آپ اس کمیٹی کے ایک اَہم رُکن تھے۔ باقی جمیع اَقاویل کی صحیح اور متصل روایت کی موجودگی میں کوئی حیثیت نہیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ اِمام ذہبی رحمہ اللہ ان کی وفات کو خلافت عمر بابت ۲۲ ہجری کیوں قرار دیتے ہیں تو اس کی واضح دلیل موجود ہے کہ ان کی اس مرفوع روایت تک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رسائی نہیں ہو پائی۔

فقدِ آیات کا مسئلہ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے مجمع عام سے خطاب فرمایا اور اختلاف قرآن کے متعلق لوگوں کی صورت حال سے آگاہ کیا تو جمیع صحابہ نے جمع قرآن پر آپ کی موافقت فرمائی اور اپنے پاس لکھا ہوا جمیع قرآنی مواد لے کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قسم دے کر اُن سے شہادت لیتے اور بطور قرآن اُسے محفوظ کرلیا جاتا جب سارا مواد جمع ہوگیا تو صحابہ کی رائے کے موافق کاتبین کے حوالے کردیا اور انہوں نے اُسے ترتیب دے دیا۔ تکمیل قرآن کے بعد جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی دوبارہ مراجعت کی تو آپ نے بعض آیات کو نہ پایا۔ اَب مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ وہ آیات کون سی تھیں۔ اس بارے میں کئی ایک روایات ذخیرہ اَحادیث میں موجود ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”فقدت آية من سورة الأحزاب حين نسخنا المصحف كنت أسمع رسول الله ﷺ يقرأ بها ما التمسناها فوجدناها مع خزيمة بن ثابت الأنصاري ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ﴾ فألحقناها في سورتها في المصحف .“

[صحيح البخاري:٣٧٤٣]

”میں نے سورۃ احزاب کی آیت (نمبر۲۳) ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى ﴾ کو گم پایا جسے ہم نے تلاش کیا تو خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے مل گئی تو ہم نے اُسے مصحف میں شامل کردیا۔“

اِس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں چار مقامات پر نقل کیا ہے:

① كتاب الجهاد والسير باب قول الله عزوجل: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا ...... ﴾

② كتاب المغازي باب غزوة أُحد

③ كتاب تفسير القرآن باب ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ...... ﴾

④ كتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن

مذکورہ چاروں مقامات پر جو روایات نقل ہوئی ہیں ان میں چند ایک باتیں مشترک ہیں۔

پہلی بات: یہ ہے کہ یہ واقعہ جمع عثمانی کا ہے نہ کہ جمع صدیقی کا کیونکہ اس میں نسخ مصاحف کے وقت کا ذکر ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک نسخ مصاحف (یعنی فوٹو کاپی) کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے کیونکہ باب جمع القرآن میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جو جمع صدیقی کے متعلق حضرت زید رضی اللہ عنہ کے الفاظ نقل کیے ہیں وہ 'فتتبع القرآن فأجمعه' کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تلاش و بسیار سے قرآن کو جمع کردو اور پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔ فتتبعت القرآن فأجمعه کہ میں نے پوری طرح تلاش کیا اور اس کو جمع کردیا جبکہ جمع عثمانی میں جو کام ہوا اس کے متعلق حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'حين نسخنا المصاحف' کہ جب ہم مصاحف کو نقل کررہے تھے لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان چاروں روایات میں واقعہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کا بیان ہورہا ہے نہ کہ جمع صدیقی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسری بات: یہ ہے کہ سب میں یہ بھی موجود ہے کہ آیت مفقود سورۃ الاحزاب کی آیت تھی۔

تیسری بات: یہ ہے کہ اس آیت کو لانے والے سیدنا خزیمۃ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ بخاری کی جمیع روایات میں مکمل نام خزیمہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ مذکور ہے سوائے ایک روایت کے جو کتاب تفسیر القرآن کی ہے اس میں صرف خزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ ہے یعنی صرف صحابی کا نام ہے والد کا نام نہیں ہے۔ جبکہ جو شخص سورۃ التوبہ کی آیات لایا تھا اس کا نام ابوخزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ ہے یعنی خزیمہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ ذوالشہادتین ہیں جو کہ جمع عثمانی میں آیت احزاب کو لے کر آئے تھے اور جمع صدیقی میں جو شخص سورۃ التوبہ کی آیت لے کر آئے تھے وہ ابوخزیمہ حارث بن خزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ ابن داؤد نے کتاب المصاحف میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس کی صراحت کی ہے۔

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

''أتى الحارث بن خزيمة بهاتين الآيتين: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ إلى قوله: ﴿ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ إلى عمر، فقال: من معكم على هذا؟ فقال: لا أدري والله! إلا أني أشهد أني سمعتها من رسول الله ﷺ ووعيتها وحفظتها، فقال عمر: وأنا أشهد لسمعتها من رسول الله ﷺ.'' [کتاب المصاحف: ۱/۹۷]

''کہ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ دو آیات ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ...... ﴾ [التوبۃ: ۱۲۸] الی قولہ ﴿ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تمہارے ساتھ دوسرا گواہ کون ہے تو انہوں نے کہا میں نہیں جانتا مگر میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں اور یاد کی ہیں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔''

مذکورہ روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ابوخزیمہ جو آیات سورۃ توبہ لے کر آئے تھے وہ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ تھے جن کے نام کی صراحت اس روایت میں آ گئی ہے۔

اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یعنی سورۃ الاحزاب کی آیات لانے والے جناب خزیمہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں اس کے علاوہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ بھی وضاحت فرما دی ہے کہ جمع صدیقی میں سورۃ التوبہ کی آیات کا مسئلہ تھا اور جمع عثمانی میں سورۃ الاحزاب کی آیت مفقود تھی۔ [فتح الباری: ۱۰/۴۳۹]

البتہ بخاری میں مذکورہ روایات جو جمع صدیقی کے متعلق ہیں ان میں یہ اختلاف موجود ہے کہ سورۃ توبہ کی آیات لانے والے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے یا ابوخزیمہ تھے۔ کتاب التفسیر میں موجود روایت میں ہے کہ یہ خزیمۃ الانصاری رضی اللہ عنہ تھے جبکہ کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن میں سورۃ التوبۃ کی آیات لانے والے ابوخزیمہ تھے اس کے علاوہ بخاری میں دوسرے مقامات پر ان دونوں روایات کے متابعات اور شواہد بھی موجود ہیں۔

یعنی بخاری میں جمع صدیقی کی روایات دونوں ناموں خزیمہ اور ابوخزیمہ سے موجود ہیں اور ترمذی کی روایت صیغہ شک کے ساتھ ہے جس میں خزيمه أو أبو خزيمه کے الفاظ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے راجح اس بات کو قرار دیا ہے کہ جمع صدیقی میں آیت توبہ لانے والے اکیلے صحابی سیدنا ابوخزیمہ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ ہیں اور جمع عثمانی کے 402

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موقع پر سورۃ الاحزاب کی آیت لانے والے صحابی سیدنا خزیمہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ [فتح الباری:۱۸/۱۱]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا مؤقف کو ترجیح تو دی ہے لیکن اس کا سبب ذکر نہیں کیا یعنی وجہ ترجیح موجود نہیں ہے۔ ہماری نظر میں اس کی دو توجیہات ہوسکتی ہیں:

① امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری میں جس جگہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جمع عثمانی کے متعلق اَحزاب والی آیت کا تذکرہ کیا ہے ان جمیع روایت میں صیغہ جزم کے ساتھ یہ منقول ہے کہ اس آیت کے لانے والے سیدنا خزیمہ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ ہے۔ البتہ شک کا اظہار سورۃ التوبہ والی آیت میں ہے لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں یہ بات تو طے ہے کہ سورۃ الاحزاب والی آیات لانے والے صحابی سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جس سے دوسری رِوایات کا مفہوم بھی اَزخود متعین ہوجاتا ہے کہ وہ سیدنا ابوخزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۃ التوبہ کی آیات کے بارے میں جو رِوایت ابن ابی داؤد کتاب المصاحف میں لائے ہیں اس میں خزیمہ یا ابوخزیمہ کے بجائے ایک صحابی کا نام مذکور ہے الفاظ یوں ہیں 'أتی الحارث ابن خزيمة بهاتين الآيتين' یعنی سورۃ التوبہ کی آیات لانے والے صحابی حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ تھے اور یہی وہ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ ہیں جس کی کنیت ابوخزیمہ ہے اور وہ کنیت سے معروف تھے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

عمارۃ بن غزیہ کی روایت کا مسئلہ

جمع عثمانی کے سلسلہ میں اگر کوئی مفصل ترین رِوایت ہے تو وہ تفسیر طبری میں مذکور عمارۃ بن غزیہ کی روایت ہے جسے ہم نے نمبرے پر ذکر کیا ہے۔ لیکن اُس روایت کا مسئلہ یہ ہے کہ اس میں راوی کو بعض مقامات پر شدید وہم ہوا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق ویسے بھی اس نے کئی ایک طرق کو جمع کر دیا ہے جس میں ایک بات تو ہم پیچھے واضح کر چکے ہیں کہ اُنہوں نے جمع عثمانی کے کاتبین میں اَبان بن سعید کو شمار کیا ہے جو کہ راوی کا وہم ہے دوسری بات جو یہاں ذکر کرنا مطلوب ہے وہ یہ کہ اس روایت میں فقد آیات کے مسئلہ کو صرف اور صرف جمع عثمانی کا مسئلہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ دونوں جمع عثمانی میں نہیں ملی تھیں جبکہ یہ بات درست نہیں جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں کہ آیت توبہ جمع صدیقی میں اور آیت اَحزاب جمع عثمانی میں مفقود تھی مزید ایک بات یہ بھی قابل بحث ہے کہ انہوں نے لانے والے دونوں صحابہ کو خزیمہ ہی کہا ہے کسی کی کنیت ذکر نہیں کی بلکہ دوسری آیت کے موقع پر کہہ دیا ہے وهو يدعى خزيمه حالانکہ یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ آیات توبہ لانے والے ابوخزیمہ تھے جبکہ آیت احزاب خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملی تھی۔

تعدادِ مصاحف کا مسئلہ

تعداد مصاحف کے بارے میں بھی کئی ایک اَقوال پائے جاتے ہیں جن میں چار، پانچ، چھ، سات تک کے اَقوال موجود ہیں۔ کتاب المصاحف میں ابن ابی داؤد اس بارے میں دو روایات لائے ہیں۔

① فرماتے ہیں:

”حمزة الزيات يقول: كتب عثمان أربعة مصاحف، فبعث بمصحف منها إلى الكوفة فوضع عند رجل من مراد، فبقي حتى كتبت مصحفي عليه.“ [کتاب المصاحف: ۱۱۵/۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''امام حمزہ الزیات رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار مصاحف لکھوائے جن میں سے ایک مصحف کوفہ روانہ کیا جسے آل مراد کے ایک شخص کے پاس پر رکھا گیا۔ (امام حمزہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں) میں نے اپنا مصحف بھی اُسی سے لکھا۔''

④ امام ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لما كتب عثمان المصاحف حين جمع القرآن كتب سبعة مصاحف فبعث واحداً إلى مكة وآخر إلى الشام وآخر إلى اليمن، وآخر إلى البحرين وآخر إلى البصرة وآخر إلى الكوفة وعين بالمدينة واحداً." [تاریخ دمشق: ١/ ١٩٨]

''جمع قرآن کے وقت جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوائے اُن کی تعداد سات تھی۔ ان میں سے ایک مکہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک کوفہ اور ایک اہل مدینہ کے لیے رکھ لیا۔''

اِس روایت کے مطابق مصاحف کی تعداد سات بنتی ہے۔

اِمام ابن کثیر رحمہ اللہ نے مذکورہ دونوں روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

"وصحح القرطبي أنه إنما نفذ إلى الآفاق أربعة مصاحف وهذا غريب." [ابن کثیر: ١/ ٣٠]

''امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ مصاحف جن کا نفاذ ہوا ہے وہ چار ہیں لیکن یہ بات غریب ہے۔''

امام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ نے بھی چار والے قول کو ہی صحیح قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

"أكثر العلماء على أن عثمان بن عفان ÷ لما كتب المصحف جعله على أربع نسخ وبعث إلى كل ناحية من النواحي بواحدة منهن، فوجه إلى الكوفة إحداهن وإلى البصرة أخرى، وإلى الشام الثالثة، وأمسك عند نفسه واحدة. وقد قيل: أنه جعله سبع نسخ ووجه من ذلك أيضاً نسخة إلى مكة ونسخة إلى اليمن ونسخة إلى البحرين. والأوّل أصح وعليه الأئمة." [المقنع في رسم المصاحف الأمصار: ٣]

''اکثر علماء اسی طرح ہیں کہ حضرت عثمان رحمہ اللہ نے چار نسخے تیار کروائے تھے جن میں ایک کوفہ، ایک شام، ایک بصرہ اور ایک اپنے پاس رکھ لیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سات نسخے تھے جو مذکورہ چار شہروں کے علاوہ باقی مکہ، یمن اور بحرین بھیجے گئے تھے۔ (امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) پہلی بات درست ہے اور اسی پر ائمہ ہیں۔''

یعنی اِمام دانی رحمہ اللہ کی رائے امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے کے خلاف ہے، اِمام دانی رحمہ اللہ چار مصاحف کے قائل ہیں، جبکہ ابن کثیر رحمہ اللہ سات مصاحف کی ترسیل کو درست قرار دیتے ہیں۔ ہماری نظر میں دونوں کی دلیل مذکورہ بالا اِمام حمزہ رحمہ اللہ اور امام سجستانی رحمہ اللہ کے اَقوال ہیں۔ ان کے علاوہ شاید ان آراء کے رجوح کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

ہماری نظر میں مصاحف کی تعداد جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آفاق اَرض کی طرف ارسال فرمائے تھے، پانچ ہے اور کل مصاحف کی تعداد چھ ہے۔ وہ اس لیے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف روانہ فرمائے تھے تو ہر مصحف کے ساتھ باقاعدہ ایک قاری روانہ کیا تھا اور جن قراء کے نام روایات میں موجود ہیں وہ پانچ ہیں جیسا کہ مناہل العرفان میں ہے:

"روي أن عثمان ÷ أمر زيد بن ثابت أن يقرئ بالمدني، وبعث عبدالله بن السائب مع المكي، والمغيرة بن أبي شهاب مع الشامي وأبا عبدالرحمن السلمي مع الكوفي وعامر بن عبدالقيس مع البصري." [مناهل العرفان: ١/ ٤٠١]

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مصحف مدنی پڑھائے، عبدالرحمٰن بن سائب رضی اللہ عنہ کو مکی، مغیرۃ بن شہاب رضی اللہ عنہ کو شامی، ابوعبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ کو کوفی اور عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کو بصری مصحف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے ساتھ روانہ کیا۔‘‘

لہٰذا وہ مصاحف جو عوام الناس کے لیے مختص کیے گئے وہ پانچ تھے، جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے، فرماتے ہیں:

”واختلفوا في عدة المصاحف التي أرسل بها عثمان إلى الآفاق فالمشهور أنها خمسة.“

’’حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو آفاق ارض کی طرف مصاحف ارسال فرمائے ان کی تعداد میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ وہ پانچ ہیں۔‘‘

یعنی جو مصاحف عامة المسلمین کے لیے تھے وہ پانچ ہی تھے اور چھٹا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے خاص فرمایا تھا جسے مدنی خاص کہا جاتا ہے۔

ابن عاشر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، فرماتے ہیں:

”والصواب أنها ستة: المكي الشامي والبصري والكوفي والمدني العام الذي سيره عثمان من محل نسخة إلى مقره والمدني الخاص به الذي حبسه لنفسه وهو المسمى الإمام“

[مناهل العرفان: ۴۰۳]

’’صحیح بات یہ ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ چھ تھے جن میں مکی، شامی، بصری، کوفی، مدنی عام جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محل نسخ یعنی مدینہ والوں کی قراءات کے لیے خاص کیا تھا اور مدنی خاص جسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے خاص فرمایا تھا۔‘‘

ابن حجر رحمہ اللہ اور ابن عاشر کا قول میں کوئی منافات نہیں ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے مصحف امام کا ذکر ہی نہیں کیا یعنی فقط لفظی اختلاف ہے۔

نیز امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں:

”اختلف في عدة المصاحف التي أرسل بها عثمان إلى الآفاق، فالمشهور أنها خمسة“

[الإتقان: ۱/۱۲۱]

’’جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف بلاد میں روانہ کیے تھے انکی تعداد میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ وہ پانچ ہیں۔‘‘

کیا آیات اور سورہ کی ترتیب توقیفی ہے؟

آیات کی ترتیب کے بارے میں تو اُمت مسلمہ کا اِجماع ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الإجماع والنصوص المترادفة على أن ترتيب الآيات توقيفي لا شبهة في ذلك. أما الإجماع فنقله غير واحد منهم: الزركشي في البرهان وأبو جعفر بن الزبير في مناسباته، وعبارته: ترتيب الآيات في سورها واقع بتوقيفه وأمره من غير خلاف في هذا بين المسلمين“ [الإتقان: ۱/۱۲۱]

’’اِجماع اُمت اور نصوص مترادفہ اس پر دال ہیں کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے، اس پر کئی ایک نے اجماع نقل کیا ہے جن میں زرکشی رحمہ اللہ نے برھان میں اور ابوجعفر بن الزبیر نے مناسبات میں کہا ہے کہ سورتوں میں آیات کی ترتیب یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتائی ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔‘‘

امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"فأما الآيات في كل سورة وضع البسملة أوائلها فترتيبها توقيفي بلاشك، ولا خلاف فيه." [البرهان:۱/۲۵۴]

''ہر ایک سورت کی آیات اور ان کے شروع میں بسملہ لکھنا تو قرآن کریم کی جو ترتیب ہے یہ بغیر کسی شک کے نبی مکرم ﷺ کی طرف سے ہے اور اس بارے میں کسی قسم کا بھی اختلاف نہیں۔''

مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ترتيب الآيات في السور هو من النبي ﷺ ولما لم يأمر بذلك في أوّل براءة تركت بلا بسمله."

''آیات کی ترتیب یہ نبی مکرم ﷺ کی طرف سے ہے اسی وجہ سے سورۃ براۃ کو بغیر بسملہ کے لکھا گیا ہے کہ آپ نے وہاں لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔''

قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترتيب الآيات أمر واجب وحكم لازم فقد كان جبريل يقول: «ضَعُوْا آيَةَ كَذَا فِيْ مَوْضِعِ كَذَا». [البرهان:۱/۲۵۴]

''آیات کی ترتیب کو ملحوظ رکھنا واجب اور لازم ہے خود سیدنا جبریل علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ رکھو۔''

اِمام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المدخل اور دلائل النبوۃ میں اس کی دلیل حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دی:

"كنا حول رسول الله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع. إذ قال: «طُوْبٰى لِلشَّامِ». فقيل له: ولِمَ؟ قال: «إِنَّ مَلآئِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ أَجْنِحَتَهَا عَلَيْهِمْ». [البرهان: ۱/۱۵۴]

''کہ ہم اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کے اردگرد قرآن کریم کو ترتیب دے رہے تھے جب آپ نے کہا کہ شام والوں کے لیے خوشخبری ہو، آپ ﷺ سے کہا گیا کیوں اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا: رحمٰن کے فرشتے شام پر اپنے پَر پھیلائے ہوئے ہیں۔''

لہٰذا ترتیب آیات توقیفی ہونے کے متعلق اُمت مرحومہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے ساری کی ساری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ یہ توقیفی ہی ہیں۔

ترتیب سور کا مسئلہ

سورتوں کی ترتیب آیا توقیفی ہے یعنی بذریعہ وحی مقرر کی گئی ہے یا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے مقرر فرمائی ہے اس بارے میں علماء کی تین آراء ہیں:

① قرآن کی ترتیب اجتہادی ہے یعنی صحابہ نے خود اپنے اِجتہاد سے مقرر فرمائی ہے یہ جمہور علماء کی رائے ہے امام مالک رحمہ اللہ اور قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ اپنے ایک قول میں ان کے ساتھ ہیں۔[الاتقان:۱/۱۷۶]

② علماء کی ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ آیات کی طرح سور کی ترتیب بھی توقیفی ہے یعنی خود نبی ﷺ نے مقرر فرمائی ہے۔

③ اس بارے میں تیسری رائے یہ ہے کہ قرآن کا بعض سور کی ترتیب توقیفی ہے اور بعض کی صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقرر فرمائی۔[البرهان:۱/۲۵۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہماری نظر میں درست اور صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن کریم کی ان سور کی ترتیب تو نبی مکرمﷺ کی مقرر کردہ جس کی طرف آپ نے خود اِشارہ بھی فرمایا ہے۔ جبکہ دیگر سور کی ترتیب اِجتہادی ہے۔ توقیفی کہنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں۔

آپﷺ کا ارشادگرامی ہے:

”عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال: «أُعْطِيْتُ مَكَانَ التَّوْرَاةِ السَّبْعَ الطِّوَالَ، وَأُعْطِيْتُ مَكَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِيْنَ وَأُعْطِيْتُ مَكَانَ الإِنْجِيْلِ الْمَثَانِيْ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ»

[مسند أحمد: ١٦٣٦٨، سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني: ١٤٨٠]

”واثلہ بن اسقع روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرمﷺ نے فرمایا: مجھے تورات کے بدلے سبع طوال، زبور کے بدلے مئین، اِنجیل کے بدلے مثانی عطا کی گئی ہیں اور مجھے مفصل سورتوں کے ساتھ فضیلت عطا کی گئی ہے۔“

اس رِوایت کے بارے میں امام ابوجعفر النحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”المختار على أن تأليف السور على هذا الترتيب من رسول الله ﷺ لحديث واثلة وأعطيت مكان التوراة السبع الطوال. “ [مناهل العرفان: ١/٣٥٥،الإتقان: ١/١٧٢]

”واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث ”أعطيت مكان التوراة السبع الطوال“ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سورتوں کی ترتیب بھی اللہ کے رسولﷺ کی طرف سے ہے اور یہی پسندیدہ مذہب ہے۔“

پھر فرماتے ہیں:

”فهذا الحديث يدل على أن تأليف القرآن مأخوذ عن النبيﷺ. “[المرجع السابق]

”یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ سورۃ کی ترتیب یہ نبی مکرمﷺ سے ہی ماخوذ ہے۔“

ابن الحصار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ترتيب وضع الآيات على مواضعها إنما كان بالوحي. “

”سورتوں اور آیات کی ترتیب یہ صرف اور صرف وحی کی بنیاد پر ہے۔“

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ترتيب بعض السور على بعضها أو معظمها لا يمتنع أن يكون توقيفياً: ومما يدل على أن ترتيب المصحف كان توقيفا ما أخرجه أحمد، وأبوداؤد وغيرهما عن أوس بن أبي أوس حذيفة الثقفي. قال: ”كنت في الوفد الذين أسلموا من ثقيف...... “ الحديث. وفيه، فقال لنا رسول الله ﷺ: «طَرَأَ عَلَيَّ حِزْبِي مِنَ الْقُرْآنِ فَأَرَدْتُ أَنْ لَا أَخْرُجَ حَتّٰى أَقْضِيَهٗ». فسألنا عن أصحاب رسول الله ﷺ قلنا: كيف تحزبون القرآن؟ قالوا: نحزبه ثلاث سور وخمس سور وسبع سور وتسع سور، وإحدى عشرة، وثلاث عشرة، وحزب المفصل من قٓ حتى تختم، فهذا يدل على أن ترتيب السور على ما هو في المصحف الآن كان في عهد النبي ﷺ. “ [الاتقان: ١/١٢٦]

”بعض سور کی بعض کے ساتھ جو ترتیب ہے اس بارے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ اسے توقیفی قرار دیا جائے اور ان کی توقیفیت پر مسند احمد اور ابوداؤد کی یہ حدیث دال ہے۔ ”حذیفہ الثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس وفد میں شامل تھا جو ثقیف میں سے مسلمان ہوئے تھے۔ ہمیں رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اچانک مجھے، قرآن کی تلاوت کرنا یاد آگیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں نے ارادہ کیا کہ اس کی تکمیل کر کے ہی نکلوں: کہتے ہیں کہ ہم نے صحابہ سے سوال کیا کہ تم کس طرح قرآن کے حزب بناتے ہو۔ انہوں نے کہا، پہلا حزب تین سورتیں، دوسرا پانچ سورتیں، تیسرا سات سورتیں، چوتھا نو سورتیں، پانچواں گیارہ سورتیں، چھٹا تیرا سورتیں اور سورۃ ق سے آخر تک۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی مصحف کی یہی ترتیب تھی۔''

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومما يدل على أنه توقيفي كون الحواميم رتبت ولاء وكذا الطواسين ولم ترتب المسبحات ولاء، بل فصل بين سورها وفصل (طسم) الشعراء و(طسم) القصص بـ(طس) مع أنها أقصر منهما ولو كان الترتيب اجتهادياً لذكرت المسبحات ولاء، وأخرت طس عن القصص." [الاتقان: ۱/۱۲۶]

''قرآن کریم کی سورتوں کے توقیفی ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ تمام سورتیں جو حٰم اور طٰس سے شروع ہوتی ہیں انہیں اکٹھا ذکر کیا گیا ہے اور مسبّحات کے درمیان کئی دیگر سورتیں بھی موجود ہیں نیز یہ کہ سورۃ قصص اور شعراء کے درمیان سورۃ النمل کو لایا گیا ہے حالانکہ وہ دونوں سے چھوٹی ہے اگر ترتیب اجتہادی ہوتی تو پھر مسبحات کو اکٹھا ذکر کرنا چاہئے تھا اور قصص اور شعراء کے درمیان نمل کو لانے کی بجائے اسے قصص سے مؤخر کرنا چاہئے تھا۔''

امام ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عن سليمان بن بلال قال: سمعت ربيعة يسأل: لم قدمت البقرة وآل عمران وقد نزل قبلهما بضع وثمانون سورة بمكة، وإنما أنزلتا بالمدينة. قال: قدمتا وألف القرآن على علم ممن ألفه به." [الإتقان: ۱/۱۷۳]

''سلیمان بن بلال کہتے ہیں میں نے ربیعہ سے سنا کہ جب ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ بقرہ اور آل عمران کو کیوں مقدم کیا گیا ہے حالانکہ اس سے پہلے اسی زیادہ سورتیں نازل ہوئی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کو اسی ذات کے علم کی وجہ سے مقدم کیا گیا جس نے قرآن کی ترتیب لگوائی ہے۔''

ائمہ کے اِن اَقوال کے علاوہ بعض مزید مرفوع اَحادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔صحیح مسلم شریف میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«اقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ؛ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ». [صحيح مسلم: ۱۳۳۷]

''دو چمکنے والی سورتوں بقرہ اور آل عمران کو پڑھا کرو۔''

اس حدیث میں بھی اللہ کے رسول ﷺ نے موجودہ ترتیب کے موافق سورۃ بقرہ اور آل عمران کے اَسماء ذکر فرمائے ہیں۔

امام محمود کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ترتيب السور هكذا هو عند الله وفي اللوح المحفوظ وهو على هذا الترتيب كان يعرض على جبريل كل سنة ما كان يجتمع عنده، وعرض عليه في السنة التي توفي فيها مرتين."

[مباحث في علوم القرآن: ۱/۱۴۵]

''سورتوں کی ترتیب موجودہ ترتیب کے موافق اللہ کی طرف سے متعین کردہ ہے اور لوح محفوظ میں بھی اسی طرح ہی موجود ہے اسی ترتیب کے موافق ہی اللہ کے رسول ﷺ سیدنا جبریل علیہ السلام سے ہر سال جتنا قرآن ان کے پاس جمع ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دور کرتے اور ایسے ہی عام وفات میں آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا۔''
مذکورہ اَحادیث اور ائمہ کے اَقوال کے باوصف چند ایک دلائل ایسے ہیں جو سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے میں حائل ہیں۔ جس میں ایک دلیل صحابہ کے وہ مصاحف ہیں کہ جن میں سور کی ترتیب موجودہ ترتیب عثمانی کے خلاف ہے۔ جس کی تفصیل 'الإتقان' میں دیکھی جاسکتی ہے۔اس کی دوسری دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جس میں آپ نے سورۃ انفال اور توبہ کو اپنے اِجتہاد سے ترتیب دیا۔ نیز بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات بھی اس کے خلاف دلیل ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''وما يضرك أية قرأت قبل، إنما نزل أول ما نزل منه سورة من المفصل، فيها ذكر الجنة والنار...... . '' [فتح الباری:۱۱/۴۷]

جبکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''لقد تعلمت النظائر التي كان النبي يقرؤهن اثنين في كل ركعة فقام عبدالله ودخل معه علقمة وخرج علقمة فسألناه فقال: عشرون سورة من أول المفصل على تأليف ابن مسعود آخرهن الحواميم حٰم الدخان وعم يتساءلون . '' [فتح الباری:۱۱/۴۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کی ترتیب مقرر نہیں کی تھی ایسے ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب قرآن ،کہ جس میں سورۃ دخان مفصل میں شامل ہے یہ ظاہر کرتی ہے قرآن کریم کی ترتیب اجتہادی ہے نہ کہ توقیفی۔ اِن دلائل کی موجودگی میں یہ کہنا مشکل ہے کہ مکمل قرآن کریم کی ترتیب توقیفی ہے البتہ ان سورتوں کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی ترتیب توقیفی ہے جس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ نے خود اِرشاد فرمایا اور پھر مصحف عثمانی میں ان کو اسی ترتیب کے موافق لکھا گیا ہے۔ والله أعلم بالصواب .

ضروری وضاحت

بجلی کی شدید لوڈشیڈنگ اور دیگر بعض وجوہات کی بناء پر رسالہ ہذا اکتوبر ۲۰۰۹ء سے مارچ ۲۰۱۰ء تک مشتمل ہے۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ [اِدارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا محمد رمضان سلفی☆

علم القراءات اور قواعدِ نحویہ

قرآن کریم وہ معجزہ کلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے آخری پیغمبر حضرت محمدﷺ پر نازل فرمایا ہے، اگر اللہ رب العزت چاہتا تو قرآن کریم کو بنی بنائی اور سلی سلائی کتاب کی صورت میں یکبار بھی اُتار سکتا تھا، تاکہ ہر شخص جیسے چاہتا اسے پڑھ لیتا اور اسے اس سے جو سمجھ آتا اسے مراد الٰہی جان کر اس پر عمل پیرا ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل وخرد سے نوازا ہے اور فہم وفراست اور عقل و دانش کے میدان میں کچھ لوگ ایسے بھی گذرے ہیں جو بڑے عالی دماغ اور بال کی کھال اُتارنے والے تھے وہ چاہتے تو قرآن کریم کو اپنی تاویل کی عینک سے وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھال سکتے تھے، اور ہر دور کے لوگوں کو ان کی مرضی کے مطابق قرآنی مفاہیم ومطالب مہیا کر سکتے تھے۔

لیکن اللہ علام الغیوب نے ایسا نہیں کیا کہ قرآن کریم کے مفاہیم ومطالب کو اہل عقل وشعور کی فہم وفراست پر چھوڑ دیا ہو، بلکہ نزول قرآن کے لئے ایسے رسول کا انتخاب فرمایا ہے جسے خاتم النبیین کے منصب پر فائز کیا اور تعلیم کتاب کی ذمہ داری آپ کے سپرد فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی الفاظ الٰہی سے مراد الٰہی کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے واضح کردے، یوں کتاب الٰہی اہل عقل کی مختلف تعبیرات سے بازیچۂ اطفال بننے سے محفوظ ہو جائے، اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۝ ﴾ [النحل:۴۴]

''(اے نبیﷺ!) ہم نے آپ کی طرف اس نصیحت نامہ کو اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے ان کی طرف نازل کردہ کتاب کی وضاحت کریں۔''

اور کتاب وحکمت کی تعلیم کا فریضہ صاحب قرآنﷺ کے حوالے کرتے ہوئے اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ...... ۝ ﴾ [آل عمران:۱۶۴]

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر اِحسان فرمایا جبکہ ان میں اپنا رسول ان میں سے ہی بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں حکمت سے مراد بقول امام شافعی رحمہ اللہ حدیث وسنت ہے۔[الرسالہ:۱]

تلاوت آیات اور تعلیم کتاب قرآنی مفاہیم ومعارف کی وضاحت وصراحت کو شامل ہے۔ایسے ہی قراءاتِ سبعہ وعشرہ کی تعلیم وتلاوت بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ ائمہ قراء جن قراءات سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں وہ سب رسول اللہﷺ سے ثابت ہیں، اور ان قراءات اور لہجات کی وجہ عرب کے مختلف قبائل تھے جیسے قریش، بنو ہذیل، بنو ثقیف، ہوازن، کنانہ اور بنو تمیم اور بنو اسد وغیرہ۔ان میں سے ہر قبیلہ کا لہجہ اور قراءت قرآن کریم کے بعض کلمات دوسرے قبائل سے مختلف تھے اور رسول کریمﷺ کے کاتبین وحی بھی کسی ایک قبیلہ سے تعلق نہ رکھتے تھے، بلکہ

☆ نائب شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ پر نازل ہونے والی وحی کے لکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق مختلف قبائل سے تھا اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی قراءت اور لہجہ پر قرآن کریم کو پڑھنے کی اِجازت خود رسول اللہ ﷺ نے بذریعۂ وحی عنایت فرمائی تھی۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَقرَأَنِي جِبْرِيْلُ عَلى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ وَيَزِيْدُنِي حَتّى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ». [صحيح البخاري مع الفتح: ۴۹۹۱]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے ایک قراءت پر قرآن کریم پڑھایا میں نے ان سے اس بارہ مراجعت کی اور ان سے (اپنی اُمت کی آسانی کی خاطر) قراءات قرآن میں اِضافے کا مطالبہ کرتا رہا یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سات قراءات تک پڑھنے کی اجازت دے دی۔''

مذکورہ قبائل میں سے ہر ایک کو اگر ایک ہی لغت پر پڑھنے کا پابند بنا دیا جاتا اور جس قراءت کا وہ عادی ہے اس پر قراءت کرنے سے اُسے روک دیا جاتا تو یہ اس کے لئے مشکل اور دشوار ہوتا، اور قراءات کا یہ اختلاف ایسا نہیں جس سے حلال وحرام پر اثر پڑتا ہو یعنی ایک قراءت سے ایک چیز حلال قرار پاتی ہو اور دوسری قراءت سے حرام بن جاتی ہو ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ اختلاف اِمالہ کرنے نہ کرنے، کسی حرف کو پُر کرنے یا باریک پڑھنے یا ایک حرف کو تشدید کے ساتھ پڑھنے یا تخفیف سے پڑھنے کے متعلق تھا، جس میں لفظی تغیر کے باوجود معنی ایک ہی رہتا ہے، نبی کریم ﷺ سے اَخذ کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مختلف تھے۔ بعض وہ تھے جنہوں نے ایک حرف پر آپ سے قرآن کریم کو اَخذ کیا تھا، بعض نے دو حرفوں پر اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے زائد حرفوں پر آپ سے قرآن کریم سیکھا تھا اور وہ اس طرح مختلف ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرکاری تحویل میں مختلف مصاحف نقل کروا کر متعدد اِسلامی ملکوں اور شہروں میں بھیجے تو ہر مصحف کے ساتھ اس صحابی کو بھی مبلغ بنا کر بھیجا جس کی قراءت اس ملک یا شہر کی قرءات کے موافق تھی۔ اس طرح تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کی قراءات اسی طرح مشہور ائمہ قراء تک پہنچیں، جنہوں نے اپنے آپ کو فن قراءت کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

قواعد عربیہ قراءات قرآن کے تابع ہیں

بعض متنورین (روشن خیال طبقہ) جو علم القراءات کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے وہ علم نحو وصرف کے قواعد پر قرآنی قراءتوں پر حاکم بنا دیتے ہیں اور ان کے خیال میں جو قراءت نحو وصرف کے قواعد کے خلاف ہو، اسے یہ کہہ کر ردّ کر دیتے ہیں کہ یہ قواعد عربیت کے خلاف ہے، اور یہ بہت بڑی جسارت ہے کہ غیر قرآن کو قرآن کریم پر حاکم بنا دیا جائے، اور وحی پر مبنی قراءات کی صحت وسقم کا فیصلہ ایسے علوم سے کیا جائے جو سراسر اِنسانی سعی وکاوش کا نتیجہ ہیں، جبکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض یہ بنتا ہے کہ قواعد لغت کی تصحیح قراءاتِ قرآنیہ سے کریں، اس کے برعکس قراءات کی تصحیح قواعدِ عربیت سے کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا، کیونکہ قواعدِ لغت کا انحصار قراءاتِ قرآنیہ اور نصوص سنت پر ہے، اور قراءات کا دارومدار سماع پر ہے اِجتہاد و اِستنباط پر نہیں، متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان قراءات کا سماع نبی کریم ﷺ سے کیا، اور ان سے تابعین رحمہم اللہ نے اَخذ کیا، اور تبع تابعین رحمہم اللہ تک ہوتا ہوا یہ علم ائمہ قراء تک پہنچا اور انہوں نے اسے آگے روایت کیا۔ لہٰذا علم قراءات کے سلسلہ میں ائمہ لغت یا علماءِ نحو کی تقلید نہیں کی جا سکتی،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس لئے کہ اس فن کا تمام تر دارومدار رسول اللہ ﷺ سے سماع پر ہے، جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"القراءة سنة متبعة أن يأخذها الآخر عن الأول ." [السنن الكبرى للبيهقي: ٣٨٥]

یعنی "فن قراءت لائق اتباع ایسی سنت نبویہ ہے جسے بعد میں آنے والا اپنے پیشرو سے اَخذ کرتا ہے۔"

یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ قراءِ کرام کی قراءات کا دارومدار نحوی قواعد یا فقہی مسائل کی طرح اجتہاد اور قیاس واستنباط پر نہیں ہے بلکہ قراءاتِ قرآن صرف رسول اکرم ﷺ سے سماع پر موقوف ہے ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ، قشیری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"القراءات التي قرء بها أئمة القرآء ثبتت عن النبي ﷺ تواترا يعرفه أهل الصنعة وإذا ثبت شيء عن النبي ﷺ فمن رد ذلك فقد رد على النبي ﷺ واستقبح ما قرء به ." [الجامع لأحكام القرآن: ١٥٧/٤/٣]

"یعنی قرآنِ کریم کے قاریوں کی قراءات نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں جیسے فن قرءات کے علماء بخوبی جانتے ہیں، کسی قراءت کے نبی کریم ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہو جانے کے بعد اس کا انکار کرنے والا نبی کریم ﷺ پر انکار کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ اس چیز کو قبیح سمجھتا ہے جسے نبی کریم ﷺ نے شرفِ قراءت بخشا ہے۔"

وہ مزید فرماتے ہیں:

"وهذا مقام محذور ولا يقلد فيه آئمة اللغة والنحو فإن العربية تتلقى من النبي ﷺ ولا يشك أحد في فصاحته ." [المرجع السابق]

"یعنی قراءتِ قرآن کا مقام بڑا نازک ہے، جس میں اہل لغت اور نحویوں کی تقلید نہیں کی جاسکتی، کیونکہ لغتِ عربیہ بھی رسول کریم ﷺ سے ہی لی جائے گی، اور آپ کی فصاحت وبلاغت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔"

شیخ عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فإن علماء النحو إنما استمدوا قواعده من كتاب الله تعالىٰ وكلام رسوله وكلام العرب فإذا ثبتت قرآنية القرآن بالرواية المقبولة كان القرآن هو الحكم على علماء النحو وما قعدوا من قواعد ووجب أن يراجعوهم بقواعدهم إليه، لا أن نرجع نحن بالقرآن إلى قواعدهم المخالفة نحكمها فيه وإلا كان ذلك عكسا للآية وإهمالا للأصل في وجوب الرعاية۔" [مناهل العرفان: ٤٢٢/١]

"علماءِ نحو نے اپنے نحوی قاعدے قرآن کریم، کلام رسول (حدیث نبوی ﷺ) اور کلام عرب سے حاصل کئے ہیں۔ لہٰذا جب معتبر اور مقبول روایت کے ساتھ قرآن کی قرآنیت ثابت ہوجائے تو وہی علماءِ نحو بنائے ہوئے قواعد کا فیصلہ کرے گی۔ اور ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قواعد کی تصحیح کے لئے کلام اللہ (قرآن کریم) کی طرف رجوع کریں، یہ نہیں ہوسکتا کہ ان کے بعض خلافِ قرآن بنائے ہوئے قواعد کو قرآن کریم پر حاکم بنا دیا جائے، ورنہ اس طرزِ عمل سے اس اصول کا ترک لازم آئے گا جس کا لحاظ کرنا ضروری ہے اور یہ آیت قرآنی کے خلاف ہوگا۔"

عقل وقیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قراءات کو قواعد عربیہ پر حاکم بنایا جائے اور قراءات کے ذریعہ سے قواعد کی صحت وسقم کا فیصلہ کیا جائے، کیونکہ قرآن وسنت قواعد عربیہ کے لئے اصل اور مصدر کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ قواعد نحویہ قراءاتِ قرآن سے اَخذ کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ غافر آیت ﴿ لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبٰبَ ۙ أَسْبٰبَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِلٰهِ مُوْسٰی ﴾ [سورۃ غافر: ۳۶، ۳۷] میں 'فَاَطَّلِعَ' کو حفص کی قراءت میں منصوب پڑھا گیا ہے اور اس سے نحاۃ نے یہ قاعدہ اَخذ کیا ہے۔

قاعدہ

تمنی یا ترجی کے جواب میں فعل مضارع پر فا آجائے تو اس فا کے بعد 'أن' مصدریہ مقدر ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔

جبکہ حفص رحمہ اللہ کے علاوہ باقی قراءِ کرام فا کو عاطفہ بناتے ہیں اور 'أبلغ' پر عطف ڈالتے ہوئے 'فأطَّلِعُ' کو مرفوع پڑھتے ہیں۔

اسی طرح قاری عاصم رحمہ اللہ نے سورۃ عبس کی آیت ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓۙ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰىؕ﴾ [سورۃ عبس: ۳، ۴] میں 'فَتَنْفَعَهُ' منصوب پڑھا ہے کیونکہ اس میں مضارع پر فا 'لعل' کے جواب میں ہے، اور یہاں بھی فعل مضارع پر فا کے بعد 'أن' ناصبہ مقدر ہے۔

جبکہ عاصم رحمہ اللہ کے علاوہ باقی قراء نے 'یزکی' پر عطف ڈالتے ہوئے 'فَتَنْفَعُهُ' کو مرفوع پڑھا ہے۔

قاعدہ

اسی طرح علماءِ نحو کے ہاں یہ قاعدہ بھی معروف ہے کہ افعال رجحان "ظن، حسب، خال اور نعم" کے بعد فعل مضارع پر آنے والا 'أن' ناصبہ بھی ہوسکتا ہے اور مخففہ من المثقلہ بھی، اور دوسری صورت میں فعل کو مرفوع پڑھا جائے گا۔

اور یہ قاعدہ سورۃ المائدہ کی آیت ﴿وَ حَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [سورۃ المائدہ: ۷۱] سے لیا گیا ہے، کیونکہ اس آیت میں ابوعمرو بن علاء، حمزہ اور الکسائی نے 'تکون' کو رفع سے پڑھا ہے، اور 'أنْ' کو مخففہ من المثقلہ بنایا ہے، جبکہ ان کے علاوہ باقی قراء نے 'تکون' کو نصب سے پڑھا ہے اور 'أن' کو مصدریہ (ناصبہ) بنایا ہے۔

یاد رہے کہ کلامِ عرب میں 'أن' چار اقسام پر ہے۔

① أن مصدریہ جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے، اور یہ معروف ہے جیسے: "أرید أن تخرج"

② أن مخففہ عن المثقلہ: اور یہ افعال شک ویقین کے بعد آتا ہے جیسے: ﴿ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى﴾ [المزمل: ۲۰]

③ أن تفسیریہ اور یہ ایسے فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے: ﴿ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾ [الصافات: ۱۰۴]

④ أن زائدہ اور یہ تین مقامات میں تاکید کے لئے زائد آتا ہے:

① لَمَّا کے بعد جیسے ﴿فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ﴾ [یوسف: ۹۶]

② قسم اور 'لو' کے درمیان جیسے واللہ أن لو قمتَ قمتُ

③ کاف جارہ اور اس کے مجرور کے درمیان بھی أن زائدہ آتا ہے جیسے کان ظبیة [حجۃ القراءات ابوزرعہ: ۲۴۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاعدہ

علماء تصریف کے ہاں یہ مشہور قاعدہ ہے کہ ہر کلمہ کو اپنی وقفی صورت پر لکھا جاتا ہے اور اسم منقوص پر وقف کی حالت میں یا کو برقرار رکھنا جائز ہے۔

اور یہ قاعدہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت سے اَخذ کیا گیا ہے، انہوں نے سورۃ رعد کی آیت ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ [سورۃ الرعد:۷] میں وقف کی صورت میں یا کو برقرار رکھا ہے، جبکہ دیگر قراء اس پر وقف کے وقت یا کو حذف کرنے کے قائل ہیں۔

قاعدہ

ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف حرف جر دہرائے بغیر جائز ہے۔

یہ قاعدہ کوفی نحاۃ کی نزدیک مسلم ہے اور بعض مصری علماء بھی اس کی حمایت کرتے ہیں اور انہوں نے اس کو قرآن کریم میں سورۃ النساء کی آیت ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ......﴾ [سورۃ النساء:۱] سے اخذ کیا ہے، کیونکہ حمزہ رحمہ اللہ نے 'بہ' کی ضمیر مجرور پر عطف ڈالتے ہوئے 'الأرحام' کو جر کے ساتھ پڑھا ہے اور حرف جر کا اعادہ نہیں ہوا۔

لیکن جو علماء ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کو عطف میں حرف جر کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں اور بغیر اعادہ جار وہ اس عطف کو جائز نہیں سمجھتے، وہ حمزہ قاری رحمہ اللہ کی مذکورہ قراءت پر تین طرح کے اعتراض کرتے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے اور وہ اعتراض حسب ذیل ہیں:

① یہ قراءت معنوی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

② 'والأرحام' کی جر کی صورت میں اس پر با مقدر ہوگی جو کہ با قسمیہ ہوگی اور معنی ہوگا ''رشتہ داریوں کی قسم'' اور یہ جائز نہیں کیونکہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا حرام ہے۔

③ یہ قراءت عربی قاعدے کے خلاف ہے۔

جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے، تو یہ جملہ معنوی اعتبار سے بالکل درست ہے، کیونکہ معطوف میں با مقدر ہے جس پر معطوف علیہ کی با دلالت کرتی ہے، لہٰذا یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے 'کیف أصبحت؟' تو اس کے جواب میں کہا جائے 'خیر' را کی جر کے ساتھ اصل میں ہوگا 'بخیر' أي أصبحت بخیر' اور مذکورہ آیت کا معنی ہوگا: ''تساءلون بالأرحام''۔

رہا دوسرا اعتراض تو وہ سرے سے باطل ہے، کیونکہ یہاں با قسمیہ نہیں بلکہ باسببیہ ہے یعنی وہ رشتہ داریاں جن کی وجہ سے تم سوال کرتے ہو، گویا یہ سوال بالرحم کے قبیل سے ہے۔ قسم کے قبیل سے نہیں ہے، اور کسی چیز کے سبب کے ذریعہ سے سوال کرنا اور کسی کی قسم اٹھانا دو مختلف چیزیں ہیں اگر کہا جائے ''باللہ لتفعلن کذا'' تو یہاں با قسمیہ ہے، لیکن اگر کہا جائے ''أسألك باللہ أن تفعل کذا'' تو یہ اللہ کے حق کے واسطے سے سوال ہے، قسم نہیں ہے۔

اور اگر با کو قسمیہ مان بھی لیا جائے تو بھی قسم اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے، جبکہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے کی ممانعت تو مخلوق کے لئے ہے، مخلوقات میں سے کسی کو اجازت نہیں 414

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھائے۔

رہا یہ اعتراض کہ 'الأرحام' کی قراءت جر کے ساتھ ہو تو یہ عربی لغت کے خلاف ہے، کیونکہ ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف حرفِ جر کو معطوف میں دہرانے کے ساتھ صحیح ہوتا ہے، اور آیت مذکورہ میں حرفِ جر کو دوبارہ نہیں لایا گیا، لہٰذا 'والأرحام' کو جر کے ساتھ پڑھنا اور بغیر اعادہ جار کے اس کا عطف ضمیر مجرور پر ڈالنا عربی قاعدے کے خلاف ہے۔

یہ اعتراض بھی لغو اور باطل ہے، کیونکہ حمزہ رحمہ اللہ کا 'والأرحام' کو جر کے ساتھ پڑھنا ہی اس قراءت کے لغت عرب کے موافق ہونے کے لئے بطورِ دلیل کافی ہے، وہ لغت عربیہ کے بھی ماہر تھے، اور اس قراءت کو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے، گویا یہ قراءت منزل من اللہ ہے۔ لہٰذا بعض علماءِ لغت کا اس قراءت پر انکار کرنا ویسے ہی مردود ہے جیسے جہمیہ وغیرہ کا نصوصِ صفات کا انکار کرنا مردود ہے، کیونکہ وہ ان کی عقلی قیاس آرائیوں کے خلاف ہیں۔

حقیقی بات یہ ہے کہ ضمیر مجرور پر حرف جر دہرائے بغیر اسم ظاہر کا عطف جائز ہے، اور قراءتِ حمزہ رحمہ اللہ قواعدِ عربیہ کے خلاف نہیں ہے، اس بارہ میں ہم بعض ان نحاۃ کے اَقوال ذکر کرتے ہیں جن کے ہاں عطفِ مذکور مطلقاً جائز ہے۔

علمِ نحو کے مشہور و معروف عالم ابن ہشام رحمہ اللہ ضمیر مجرور پر عطف کے وقت اعادہ حرفِ جر کے عدمِ وجوب کا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولا يجب ذلك خلافاً لأكثر البصريين." [شرح شذور الذهب:۴۴۹]

یعنی اکثر بصریوں کے خلاف عطف مذکور میں حرفِ جر کا دوبارہ لانا، کوئی ضروری نہیں ہے۔

شرح جامی میں ہے:

"وهو الذي ذكرناه أعني لزوم إعادة الجار في حالة السعة والاختيار مذهب البصريين، ويجوز تركها اضطراراً وأجاز الكوفيون ترك الإعادة في حال السعة." [شرح جامی:۱۹۶]

"یعنی حرف جر کا دوبارہ لانا بصریوں کے نزدیک ضروری ہے، اگرچہ وہ بھی ضرورت کے وقت اسے لازم نہیں سمجھتے اور اس کے ترک کی اجازت دیتے ہیں، ان کے برعکس سب کوفی نحاۃ کے ہاں ضمیر مجرور پر عطف کے وقت حرفِ جر کا دوبارہ لانا کسی صورت میں بھی ضروری نہیں ہے۔"

ابن مالک رحمہ اللہ جن کی عربی قواعد میں مایہ ناز کتاب الفیہ (جو عربی نظم میں) ہے فرماتے ہیں:

وعود خافض لدي عطف على ضمير خفض لازماً قد جعلا
وليس عندي لازماً إذ قد أتى في النثر والنظم الصحيح مثبتاً

[الفیہ:۸۹]

یعنی ضمیر مجرور پر عطف کے وقت حرفِ جر کا اعادہ بصری نحاۃ کی طرف سے ضروری بتا دیا گیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ لازم اور ضروری نہیں کیونکہ یہ عطف اعادہ جار کے بغیر صحیح ثابت نظم و نثر میں مستعمل ہے۔

جبکہ 'المساعد' میں ہے 'والصحيح الجواز مطلقاً' [۴۷۰/۲]

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ عطف بہرصورت جائز ہے خواہ حرف جر دوبارہ لایا جائے یا نہ لایا جائے۔

کوفی نحاۃ نے اپنے مؤقف پر قرآن کریم کی متعدد آیات قرآنیہ سے بھی استدلال کیا ہے جن سے قراءتِ حمزہ رحمہ اللہ کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرۃ:۲۱۷] میں اسم ظاہر کا عطف 'بہ' کی ضمیر مجرور پر ہے اور حرفِ جر دوبارہ نہیں لایا گیا، اسی طرح اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ﴾ [الحجر:۲۰] اس میں 'من' اسم موصول کا 'لکم' کی ضمیر مجرور پر بغیر اِعادہ کے عطف ہے۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ ...﴾ [النساء:۱۲۷] اس میں 'ما' موصول کا 'فیھن' کی ضمیر مجرور پر حرف جر دوبارہ لائے بغیر عطف ہے۔

ذکر کردہ چند مثالوں سے یہ بات ثابت کرنا مقصود ہے کہ قواعد لغت قراءاتِ قرآنیہ سے اَخذ کیے گئے ہیں، اور قراءات ان قواعد سے مقدم ہیں، اس لیے قراءات کو قواعد پر حاکم بنانا اور ان کی صحت وسقم کا فیصلہ قراءات سے کرنا جو قاعدہ ان کے مطابق ہو اسے قبول کرنا اور جو خلاف ہو اس میں ترمیم کر کے قراءاتِ قرآن کے موافق بنانا ہی قرین قیاس ہے، اس کے برعکس قواعدِ عربیہ کو قراءات پر حاکم بنا دینا اور قراءات کی صحت وسقم کو قواعد لغت کے تابع بنا دینا تو ایسے ہی ہے جیسے فروع کو اپنے اصول پر حاکم بنا دیا جائے اور یہ درست نہیں بلکہ عدل وانصاف کے اصول کے خلاف ہے۔ لٰہذا قراءات کو قواعد سے پرکھنا بھی علمی دیوالیہ پن کی علامت ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ہر علم کے بارہ میں ان علماء کی طرف مراجعت کی جائے گی جنہیں اس علم میں تخصص اور مہارت حاصل ہو مثلاً فن حدیث میں أصحاب الحدیث کی بات ہی معتبر ہوگی، اگر کوئی شخص احادیث پر یا اَحادیث صحیح بخاری پر رائے زنی کرے جو اس فن کا ماہر نہ ہو تو اس کی بات کالعدم سمجھی جائے گی اور اسے کوئی اہمیت حاص نہیں ہوگی بنابریں اَحادیث یا صحیح بخاری کے خلاف لکھی جانے والی کتابیں لائق التفات نہیں ہیں کیونکہ ان کو پرکھنے والے حضرات فن حدیث سے نابلد ہوتے ہیں۔ اسی طرح فقہ حنفی کے مسائل کے بارہ میں فقہاء حنفیہ کی بات کو جو وزن حاصل ہوگا اس فن کے بارہ میں وہ وزن دوسروں کی بات کو خاص نہیں ہوگا، کیونکہ بعض علماء ایک فن میں ماہر ہوتے ہیں اور دوسرے علمی فنون میں انہیں کوئی دسترس خاص نہیں ہوتی، مثال کے طور پر امام رازی رحمہ اللہ عقلیات کے امام ہیں لیکن اَحادیث وآثار کے میدان میں تہی دامن ہیں اس طرح وکیع رحمہ اللہ اور عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ حدیث وآثار کے امام ہیں لیکن علم طب سے واقفیت نہیں رکھتے، سیبویہ رحمہ اللہ وغیرہ لغت عربیہ کے امام ہیں لیکن فن حدیث کو نہیں جانتے، حفص رحمہ اللہ وحمزہ رحمہ اللہ وغیرہ قراء کرام قراءاتِ قرآن کے امام ہیں لیکن علم فقہ کے ماہر نہیں ہیں۔ اس لیے قراءاتِ قرآن کی صحت کے فیصلے کے لئے قراء کرام کی طرف رجوع کیا جائے گا، آئمہ لغت کی طرف نہیں...... کیونکہ یہ ان کا فن نہیں ہے، اسی لیے کہا گیا ہے "لکل مقامٍ مقالٌ ولکل فنٍّ رجالٌ."

اظہار معذرت

رُشد قراءات نمبر دوم کے صفحہ ۸۲۴ پر ڈاکٹر قاری محمد طاہر کا نام غلطی سے محمد طاہر قادری شائع ہو گیا ہے جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ [ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ساجد علی سبحانی

نحوی قواعد کا قرآن سے انحرف اور اس کے اَسباب

دنیائے علم و اَدب میں عربی گرائمر ایک ایسی منفرد گرائمر ہے جس کے مصادر ومنابع کے طور پر سرفہرست قرآن کریم جیسی عظیم آسمانی کتب کا نام لیا جاتا ہے۔[السیوطي ، عبد الرحمن بن أبي بكر: الاقتراح في علم أصول النحو ، تحقيق وتعليق أحمد محمد القاسم: ۴۸]

جو خالق کائنات کی جانب سے بنی نوع اِنسان کے واسطے ایک اَبدی پیغام ہدایت ہونے کے ساتھ فصاحت وبلاغت زبان سے لبریز ایک ایسا زندہ معجزہ ہے کہ عربی زبان کے نابغہ روزگار اُدباء کو بھی اس کے بے مثل اور خدا کا کلام ہونے کا اعتراف کرنا پڑا یہاں تک کہ جب لبید بن ربیعہ (جن کا شمار معلقات سبعہ کے شعراء میں ہوتا ہے) سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شعر سنانے کے لیے کہا تو انہوں نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت کی اور کہا کہ اللہ تعالی کی جانب سے سورۃ بقرۃ اور سورۃ آل عمران نازل ہونے کے بعد مجھے شعر کہنا پسند نہیں رہا۔

[ابن قتيبه ، عبد الله بن مسلم: الشعر والشعراء: ۱۴۹]

یہ ٹھیک ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں عربی گرائمر کے قواعد ومدوّن نہیں کئے گئے تھے اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی، کیونکہ اہل زبان کو قواعد جاننے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مگر یہ تو یقینی ہے کہ عربوں کا کلام عربی زبان کے طبعی قواعد کے مطابق ہوتا تھا لہٰذا ان کا فصاحت وبلاغتِ قرآن کا اعتراف اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ ان کی نگاہ میں کلام الٰہی کا کوئی حصہ قواعد عربیہ کے خلاف نہ تھا ورنہ وہ اس اعتبار سے اسے ضرور تنقید کا نشانہ بناتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عرب قرآن کریم کو زبان کی صحت وسقم کے لحاظ سے Authority سمجھتے تھے اسی وجہ سے نحاۃ Grammarians نے بھی قواعد عربیہ کی تاسیس میں قرآن کریم اور اس کی قراءات کو بہت اُہمیت دی ہے اور مختلف مقامات پر ان سے اِستدلال کیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کو اس قدر اُہمیت دینے کے باوجود کچھ ایسے عربی قواعد بھی تدوین کئے گئے ہیں جن میں قرآن کریم اور اس کی قراءات سے اِنحراف Deviation پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نحوی قاعدے کے مطابق جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو صیغۂ فعل کو مفرد لانا ضروری ہے چاہے فاعل مفرد ہو یا تثنیہ وجمع۔[السيوطي ، همع الهوامع: ۱۴۰۵ھ، ۱۲۰/۱]

لہٰذا قام الزیدون کہنا صحیح ہے اور قاموا الزیدون کہنا غلط ہے یعنی فعل کے ساتھ علامت جمع (واو) کا الحاق صحیح نہیں ہے۔ جبکہ قرآنی اسلوب کے مطابق یہ الحاق صحیح ہے جیسا کہ آیت کریمہ:

﴿وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾ [سورۃ الانبیاء: ۳]

میں فعل (أسروا) کے ساتھ واؤ ملحق ہے حالانکہ اس کا فاعل اسم ظاہر (الذین) ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اَسباب ہیں جن کی وجہ سے بعض نحوی قواعد میں قرآن کریم سے اِنحراف کا مسئلہ پیش آتا ہے؟ قرآن کریم اور عربی گرائمر کا مطالعہ اس مسئلے کے درج ذیل چار اَسباب کی نشاندہی کرتا ہے۔

① نحوی تعصب

عربی گرائمر کا ایک امتیاز یہ ہے کہ اس میں مختلف مکاتب فکر Schools of thought پائے جاتے ہیں۔ اور ان میں بصری، کوفی، بغدادی، اُندلسی اور مصری مکاتب فکر کو شہرت حاصل ہے۔ ہر مکتب فکر مخصوص طرز تفکر کا حامل ہے۔ ان میں سب سے پہلے بصری مکتب معرض وجود میں آیا اور عربی گرائمر کی تدوین کا سہرا اپنے سر لیا۔ اس کے تقریباً ایک صدی بعد کوفی مکتب فکر سامنے آیا۔[نشأة النحو وتاريخ أشهر النحاة:۴،۱۹۵۴م:۲۶]

بصرہ اور کوفہ عراق کے دو اہم شہر شمار ہوتے ہیں۔ یہ دو شہر شروع ہی سے تعصب کا شکار رہے۔ خاندانی اور مدنی تعصب تو زمانۂ تاسیس سے موجود تھا۔ [فتوح البلدان:۱،۱۲۰،۱۲۷،۱۶۸،۲۰۹،۲۱۰]

جبکہ جنگ جمل نے مذہبی تعصب میں بھی اِضافہ کر دیا۔ دیگر شعبہ ہائے حیات کے ساتھ علوم وفنون بھی تعصب کی زد میں آ گئے۔ چنانچہ قرآنی قراءت، شاعری اور عربی گرائمر بھی اس سے متاثر ہوئی۔

[تاريخ العرب قبل الإسلام:۲۱۳،۲۳۰]

مختلف نحوی قواعد میں بصری اور کوفی نحاۃ کے درمیان اختلاف کا اِنکار نہیں کیا جاسکتا۔ ابن الانباری نے اپنی کتاب میں ایک سو اکیس (۱۲۱) اَیسے نحوی قواعد جمع کیے ہیں جن میں ان کے درمیان اختلاف پائے جاتے ہیں۔

[الإنصاف في مسائل الخلاف، أدب الحوزة:۸۳۸،۸۵۶]

اس کے علاوہ ان کے مناظرے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کی مجالس بھی اس تعصب کی نشاندہی کرتی ہیں۔

اسی طرح ملاحظہ کیجئے کہ کسائی کے بعد کوفی مکتب فکر کے بڑے علمدار ابو زکریا فراء، بصری نحو کے امام سیبویہ کے خلاف کتنا تعصب رکھتے تھے۔ اَرباب تاریخ نے لکھا ہے کہ مرتے وقت ان کے سرہانے کے نیچے سیبویہ کی نحوی تصنیف 'الکتاب' رکھی ہوئی تھی۔ اور زندگی میں بھی ہمیشہ ان کے پاس رہتی تھی، کیونکہ وہ ان کی نحوی غلطیاں تلاش کرنے میں اس حد تک سرگرم رہتے تھے کہ ہر نحوی قاعدے میں ان کی مخالفت کو 'کارِ ثواب' سمجھتے تھے۔

[مراتب النحويين:۱۳۹]

یہ حقیقت ہے کہ بصری اور کوفی نحاۃ کے درمیان اختلاف کے کئی اسباب ہیں البتہ مکتبی تعصب کا اِنکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس نحوی تعصب کی وجہ سے عربی گرائمر میں ایسے قواعد شامل ہوئے جن میں قرآن کریم اور اس کی قراءت سے عدول پایا جاتا ہے۔[النحو القرآني، مطابع أبو الفتح:۲۷]

اور جب نحاۃ نے ملاحظہ کیا کہ ان کے وضع کردہ بعض نحوی قواعد اور قرآن کریم میں تضاد پایا جاتا ہے تو ان میں سے بعض نحاۃ قواعد کی مرکزیت کے قائل ہوئے اور مخالف آیات وقراءات کی یا تو تاویل کی اور یا انہیں کسی نہ کسی طرح تنقید کا نشانہ بنایا۔[البحث اللغوي عند العرب :۳۰]

اور اس روش سے کوئی نحوی مکتب فکر مستثنیٰ نہیں ہے۔ اگرچہ اس کی بنیاد بصری نحاۃ نے رکھی ہے۔ اور پھر ان کی پیروی دیگر ماہرین نحو ولغت اور اَرباب تفسیر وقراءات نے کی ہے۔[دراسات لأسلوب القرآن الكريم:۱/۱۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعصب کی یہ حالت تقریباً ایک صدی تک برقرار رہی یہاں تک کہ دونوں فریق بغداد میں جمع ہوئے اور عربی گرائمر میں ایک تیسیر مکتب فکر 'بغدادی' منظر عام پر آیا۔ جس کے نتیجے میں بصری اور کوفی نحاۃ کے درمیان تعصب میں قدرے کمی واقع ہوئی۔

⑩ عربی گرائمر کے مصادر میں بنیادی اِختلاف

عربی گرائمر کو دوسری زبانوں کی گرائمر سے ایک امتیاز اس لحاظ سے حاصل ہے کہ اس کے مصادر یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، شاعری اور نثر میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ شاعری شاعر کے وجدان اور باطن کی ترجمانی کرتی ہے اس کا اُسلوب جذبات واحساسات پر قائم ہوتا ہے تخیل (Imagination) اس کی شناخت ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ شاعری فکر وسوچ سے بالکل خالی ہوتی ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر شاعر اپنے افکار کو شاعری کے قالب میں ڈھالنا چاہے تو بھی شاعری خصوصیات اس پر غالب ہوتی ہیں۔ چنانچہ جذبات سے امتزاج، شعور اور ذاتی تجربات اس کے افکار پر چھائے رہتے ہیں۔

شاعری کی لینگویج وزن اور قافیہ کی پابند ہوتی ہے جس سے اس میں شعری موسیقی (Poetic Music) بھی شامل ہوتی ہے۔ لیکن نثر (Prose) شاعری سے بالکل مختلف ہے۔ صحیح فکر وسوچ، آزاد کلام، الفاظ وجملات کی خاص ترکیب، مناسب طریقے سے اِبتداء اور خاتمہ نثر کی خصوصیات میں سے شمار ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیات ایک ادیب کی پہچان ہیں اور انہی سے کسی کے ادبی مقام کا تعین کیا جاتا ہے۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے تو اسکی Language عربی شاعری اور نثر سے یکسر مختلف ہے۔ نہ تو وہ شاعری کی طرح وزن قافیہ کی پابند ہے اور نہ نثر کی طرح بالکل آزاد کلام بلکہ وہ ایک ایسا یگانہ روزگار کلام ہے جو نہ شعر ہے اور نہ نثر۔ وہ بیک وقت کلام عرب کے تمام اَسالیب حسنہ کی جامع ہے۔ قرآن کریم شاعری اور نثر سے بالکل مختلف ہے وہ آیات کا ایسا مجموعہ ہے جس کی ہر آیت کی انتہاء ایسے مقطع پر ہوتی ہے جس کے بارے میں ذوق سلیم گواہی دیتا ہے کہ وہی کلام کلام کا نکتۂ اختتام ہے۔ [ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، المقدمة: ۲/۲۷]

نتیجہ کلام یہ کہ جس طرح شاعری اور نثر میں مذکور اختلاف کو مدنظر رکھ کر قواعد عربیہ کی تأسیس کے مرحلے میں ان دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔

[A. Shapitlar: Arabic in Linquistica Scmetica present c. Futuro ,Roma. 1961. Vol:2 ,p.126]

اسی طرح اس مقام پر ان دونوں اور قرآن کریم میں بھی فرق کرنا لازم ہے لہٰذا جو قواعد شعر اور عام نثر کی بنیاد پر بنائے گئے ہوں ان کو قرآن کریم پر لاگو کرنا صحیح نہیں ہے۔ ان میں بھی فرق کرنا لازم ہے کیونکہ قرآن کریم عربی زبان کا صرف اَدبی شاہکار نہیں بلکہ ایسا معجزانہ کلام ہے جو عربی شاعر اور نثر کے اسالیب واغراض میں بھی تبدیلی کا باعث بنا۔ اور اسی نے عربی زبان کو ایک living language کے طور پر باقی رکھا ہے۔ [الفصحی لغة القرآن: ۳۴، ۳۵]

نحاۃ نے شعر اور نثر سے قرآن کریم کے اس فرق کو مدِنظر نہیں رکھا اور ایسے قواعد بنا ڈالے جن میں قرآن کریم سے عدول وانحراف پایا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑩ شاعری کو قرآن کریم پر مقدم کرنا

ہر زبان کا اَدب دو حصوں شاعری اور نثر پر مشتمل ہوتا ہے اور شاعری ہر زبان کے ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔قرآن کریم جو معجزۂ الٰہیہ ہونے کے ساتھ عربی ادب کا بے مثل شاہکار بھی ہے اس کے فہم میں بھی عربی زبان کے شعری ادب کی اہمیت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیات کریمہ کی تفسیر میں دورِ جاہلیت سے بھی مدد لیتے تھے۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآنی آیات کے معانی و تفسیر پوچھی جاتی تو وہ زمانہ جاہلیت کی شاعری سے اِستشہاد کرتے ہوئے تفسیر کرتے تھے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان سے پوچھے گئے وہ دوسو پچاس (۲۵۰) سوالات نقل کئے ہیں جن میں نافع بن اَزرق نے ان سے متعدد آیات کریمہ کے معانی کے بارے میں استفسار کیا اور انہوں نے جاہلی شعراء کی شاعری کی روشنی میں جوابات دیئے۔

[الإتقان في علوم القرآن:۳۰۱،۳۳۷]

قرآن فہمی میں عربی شاعری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب تم مجھ سے قرآن کے غریب الفاظ (غیر واضح) کی تفسیر پوچھنا چاہو تو اسے شعر میں تلاش کرو، کیونکہ شاعری عرب کا دیوان ہے۔''

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قرآن فہمی میں عربی شاعری کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تم پر زمانہ جاہلیت کی شاعری کی طرف رجوع لازم ہے کیونکہ اس میں تمہاری کتاب (قرآن) اور تمہارے کلام کے معانی کی تفسیر ہے۔'' [نفس المرجع]

تابعین اور تبع تابعین کا بھی قرآن فہمی کے سلسلے میں یہی طریقہ رہا اور مفسرین کرام نے بھی اپنی تفاسیر میں اس روش پر چلتے ہوئے بہت سی آیات کریمہ کی وضاحت میں عربی شاعری سے مدد لی۔ اسی اہمیت کے پیش نظر نحاۃ نے بھی قواعد کی تاسیس میں عرب شعراء کے کلام سے بہت زیادہ اِستدلال کیا ہے بلکہ اس سلسلہ میں انہوں نے بعض اَسباب کی وجہ سے شاعری کو قرآن کریم پر مقدم گردانا ہے۔ چنانچہ امام النحو سیبویہ کی 'الکتاب' کو ملاحظہ کیجیے اس میں ذکر شدہ آیات کریمہ کی تعداد تقریباً تین سو تہتر (۳۷۳) ہے۔ جبکہ اشعار کی تعداد تقریباً ایک ہزار ساٹھ (۱۰۶۰) ہے۔

[سیبویہ، عمرو بن عثمان بن قنبر، الکتاب، تعلیق وتحقیق، أمیل بدیع یعقوب:۵،۲۶،۳۰،۴۳]

صرف یہ نہیں بلکہ قواعد میں لفظ 'شاہد' کا استعمال نحاۃ کے ہاں شعر سے مختص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 'شواہد' کی کتب میں صرف اشعار کو ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر ادبی اَقسام کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

شاعری کو باقی ادبی اقسام پر مقدم کرنے میں کوفی نحاۃ کا طریقہ کار اس حد تک مبالغہ آمیز رہا کہ اگر وہ نحوی اصول کے خلاف شعر کا ایک بیت بھی سنتے تو اسی کو اصل قرار دیتے اور اسی کے مطابق قاعدہ بناتے۔ [نشأۃ النحو: ۸۴]

نحوی قواعد میں شاعری کو نثر پر مقدم کرنے کے اَسباب

شاعری کو نثر پر مقدم کرنے کے کئی اَسباب ہیں:

① اس کی تدوین بہت پہلے 'معلقات سبعہ' کی شکل میں ہوئی ہے۔

② شاعری عربوں کی خالص فطری زبان کی ترجمان ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ اس میں 'ضرورت' کا باب کھلا ہے اور وزن و قافیہ کی خاطر از باب ضرورت قواعد کی مخالفت کو جائز سمجھتا جاتا ہے۔
⑥ فطری طور پر عربوں کو شاعری سے بہت لگاؤ ہے اس لیے کہا گیا ہے 'الشعر دیوان العرب' شاعری عرب کا دیوان ہے، ان کے کارناموں کی کتاب ہے۔ چنانچہ شاعری ان کی ثقافت کی ترجمان ہے۔ ان کے عقائد، افکار و خیالات اور رہن سہن کے طور طریقے اسی سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔
⑦ نحاۃ ایک مسلمان کی طرح قرآن کریم اور حدیث شریف کا غیر معمولی احترام کرتے ہیں جیسا کہ اصمعی زیادہ دیندار ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث میں سے جواب نہیں دیتے تھے اور اگر لغت کا کوئی لفظ قرآن کریم میں ہوتا تو اس کی لغوی تفسیر کرنے سے گریز کرتے تھے۔ [مراتب النحويين: ۸۳]
⑧ شعر میں وزن اور قافیہ ہونے کی وجہ سے اعراب کی تمام صورتیں ممکن ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا اَسباب دنیائے ادب میں شعر کی اہمیت کو تو ضرور اجاگر کرتے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں کرتے کہ قواعد کی تاسیس میں شاعری کو اولیت اور قرآن کریم کو ثانوی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ قرآن سے بڑھ کر عربی زبان میں کوئی باوثوق نص Reliable text نہیں ہے۔

⑦ قرآنی فواصل کی رعایت نہ کرنا

قرآن کریم کی اِنفرادیت کا ایک سبب اس کے فواصل ہیں۔ قرآنی فواصل آیات کریمہ کے اواخر کو کہا جاتا ہے یہ شعر میں قافیہ اور نثر میں مقاطع کی طرح آیات کریمہ میں تناسب وزن اور حسن پیدا کرتے ہیں۔ ان کے بغیر قرآن کے معانی کا سمجھنا اور اس سے شرعی دلیلوں کا استنباط ممکن نہیں ہے۔ [الإتقان في علوم القرآن: ۲۱۱]

اَدبی اعتبار سے قرآنی فواصل بعض مقامات پر نحوی قواعد کی مخالفت کا سبب بنتے ہیں لیکن یہ چونکہ قرآن کا ایک خاص اسلوب شمار ہوتا ہے اس لیے اس کی وجہ سے وہ فصاحت و بلاغت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا۔ ان کے مقامات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

① حذف و بقاء

قرآنی فواصل کی خاطر جہاں کسی حرف کو حذف کرنا چاہیے تھا لیکن اسے باقی رکھا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

① فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَفُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ﴾ [طہ: ۷۷]

قراءت کے ماہرین کی اکثریت نے 'لَا تَخَافُ' کو حالت رفع کے ساتھ اس بنا پر پڑھا ہے کہ وہ جملہ خبریہ بن کر یا تو 'اضرب' میں فاعل کی ضمیر کے لئے حال ہے اور یا جملہ ابتدائیہ ہے۔ [الکتاب: ۱۱۳/۳]

پھر 'وَلَا تَخْشَىٰ' کو بھی حالت رفعی میں الف کے ساتھ قراءت کرکے اسے 'لَا تَخَافُ' پر عطف کیا ہے۔ جبکہ قراء اعمش، حمزہ اور ہارون ابن ابی لیلیٰ نے 'لَا تَخَفْ' کو جزمی حالت کے ساتھ الف کو حذف کرکے اس بنا پر پڑھا ہے کہ وہ یا تو امر 'اضرب' کے جواب میں ہے، اور جب فعل مضارع اَمر کے جواب میں واقع ہو تو وہ مجزوم ہوتا ہے، یا وہ نہی کا صیغہ ہے۔ پھر اس پر 'وَلَا تَخْشَىٰ' پڑھنا چاہیے کیونکہ حالت جزمی میں فعل ناقص سے الف کو حذف کیا جاتا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔لیکن سورۃ کی اکثر آیات کا فاصلہ چونکہ الف ہے اس لیے 'وَلَا تَخْشٰی' میں بھی الف کو حذف نہیں کیا گیا۔
[مجمع البیان :۳۶/۷]

② اسی طرح آیت کریمہ ﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىۤ ﴾ [الأعلی:٦]
میں 'فَلَا تَنْسٰى' میں بھی فواصل کے سبب الف کو باقی رکھا گیا ہے حالانکہ ایک قول کے مطابق اس پر لائے نہی داخل ہے جس کی وجہ سے جزمی حالت میں الف نہیں لاتے ہیں۔[البحر المحیط:۴۴۵/۸]

③ آیت کریمہ ﴿ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ﴾ [الفجر:۴] میں اکثر قراء نے 'یَسْرِ' کو وقف اور وصل دونوں حالتوں میں بغیر یا کے پڑھا ہے۔[الکتاب:۲۹۷/۴] حالانکہ اس پر حروف جازمہ 'لم ، لما ، لام امر، لائے نہی، إن شرطیہ' میں سے کوئی جازم داخل نہیں ہے۔لہٰذا قاعدے کے مطابق 'یسری' ہونا چاہیے لیکن فواصل آیات کی وجہ سے بغیر یاء کے پڑھا گیا ہے۔

④ قاعدہ یہ ہے کہ جب اسم منقوص پر 'ال تعریف' داخل ہو تو اس سے یاء کو حذف نہیں کیا جاتا۔جیسے 'القاضی' لیکن قرآنی اسلوب کے مطابق یاء کو باقی رکھنا جائز ہے جیسا کہ آیت کریمہ
﴿ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ﴾ [الرعد:۹]
میں المتعال سے یاء کو فواصل کی خاطر حذف کیا گیا ہے۔[المرجع السابق:۲۹۸]
حالانکہ قاعدے کے مطابق المتعالی ہونا چاہیے تھا۔اسی طرح آیت کریمہ
﴿وَیٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴾ [غافر:۳۲]
میں کلمہ 'التناد' سے یا فاصلہ کی خاطر حذف ہے۔[المرجع السابق]

⑤ قاعدے کے مطابق کلام میں جو معنی مقصود ہے اس کے لیے لفظ کو ذکر کیا جائے اور اسے حذف نہ کیا جائے اور حذف کرنے کے نحوی علماء نے، خاص موارد بیان کیے ہیں لیکن قرآن کریم میں صرف فواصل کی خاطر مفعول بہ کو حذف کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر آیۃ کریمہ
﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴾ [اللیل:۵]
یعنی 'أعطی مما أتاها الله واتقاه'[البحر المحیط:۶۸۰/۸] اس میں فعل 'اتقی' کا مفعول فواصل 'الشتی'، 'الحسنی' اور 'للیسری' کی خاطر نہیں لایا گیا ہے۔
اسی طرح آیت کریمہ
﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴾ [الضحی:۳]
یعنی 'وما قلاك منذ اصطفاك'[مجمع البیان:۷۰۵/۱۰]
اس میں بھی مفعول 'ك' کو فواصل 'سجی'، 'الأولی'، 'فترضی' کی خاطر نہیں لایا گیا۔

۞ تقدیم و تاخیر

① گرائمر کے مطابق معمول اپنے عامل کے بعد لایا جاتا ہے۔جیسے مفعول کو فعل کے بعد ذکر کیا جاتا ہے۔اور اگر اس کے برعکس کیا جاتا ہے تو اس کے کچھ عوامل ہوتے ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی قرآن کریم میں فواصل کی خاطر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفعول کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے مثلاً آیت کریمہ

﴿ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ ﴾ [سباء:۴۰]

میں 'إِيَّاكُمْ' کو اپنے عامل 'يَعْبُدُونَ' پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ 'يَعْبُدُونَ' کا فاصلہ ہے۔

[البحر المحیط: ۳۷۹/۷]

③ اصل یہ ہے کہ مفعول کو فاعل کے بعد لایا جائے لیکن آیت کریمہ

﴿ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ ﴾ [القمر: ۴۱]

میں مفعول 'آلَ فِرْعَوْنَ' کو فاعل 'النُّذُرُ' کے بعد لایا گیا ہے، کیونکہ 'النُّذُرُ' فاصلہ ہے۔

④ قاعدہ یہ ہے کہ 'کان' کی خبر کو اس کے اسم کے بعد ذکر کیا جائے لیکن آیت کریمہ

﴿ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ ﴾ [الاخلاص:۴]

میں اس کے برعکس لایا گیا ہے کیونکہ 'أحدٌ' فاصلہ ہے۔

⑤ جس لفظ کا معنی وجود خارجی میں زماناً متاخر ہے اسے قاعدے کے مطابق اس لفظ کے بعد لانا چاہیے جس کا معنی متقدم ہے مگر آیت کریمہ

﴿ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۝ ﴾ [النجم: ۲۵]

میں کلمہ 'الأولی' کو 'الآخرۃ' سے پہلے لایا گیا ہے حالانکہ 'أولی' سے مقصود دنیوی زندگی ہے جسے مذکورہ قاعدہ کے مطابق 'الأخرۃ' سے پہلے آنا چاہیے مگر اس ترتیب کی رعایت فاصلہ کی خاطر نہیں کی گئی۔

[البحر المحیط: ۲۳۲/۸]

اس طرح اللہ تعالی سے استعانت (مدد طلب کرنا) پہلے اور عبادت اس کے بعد معرض وجود میں آتی ہے مگر آیت کریمہ: ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ ﴾ [الفاتحۃ: ۵]

میں عبادت کو پہلے اور استعانت کو اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے کیونکہ 'نَسْتَعِينُ' قرآنی فاصلہ ہے۔

⑥ قاعدے کے مطابق ضمیر غائب اپنے مرجع کے بعد آتی ہے مگر آیت کریمہ

﴿ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۝ ﴾ [طہ:۶۷]

میں کلمہ 'مُوسَىٰ' فعل 'فَأَوْجَسَ' کے لئے فاعل ہے اور 'فِي نَفْسِهِ' ضمیر غائب 'موسیٰ' کی طرف پلٹتی ہے لیکن اسے فاصلے کی خاطر ضمیر کے بعد لایا گیا۔

⑦ جار و مجرور کو فعل کے بعد ذکر کیا جاتا ہے جبکہ آیت کریمہ

﴿ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ ﴾ [البقرۃ:۳]

میں 'مما' جار و مجرور کو فعل 'ینفقون' سے پہلے لایا گیا، کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔

⑧ صفت و موصوف کے باب میں مفرد صفت کو جملہ پر مقدم کیا جاتا ہے لیکن قرآن کریم میں جملہ وصفیہ کو مفرد صفت پر مقدم لایا گیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ

﴿ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝ ﴾ [الاسراء:۱۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں 'یلقٰہ' کو پہلے اور 'منشورا' اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔

③ اِنصراف

جس طرح ضرورت شعری کی خاطر غیر منصرف کو منصرف پڑھا جاتا ہے اسی طرح فاصلہ قرآنی کی خاطر بھی ایسا کرنا جائز ہے۔ مثال کے طور پر آیت کریمہ

﴿ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ قَوَارِيْرَاْ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا○ ﴾ [الدہر: ۱۵،۱۶]

میں 'قواریرا قواریر' نافع، ابوبکر، کسائی نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ حالانکہ پہلا 'قواریر' جمع المنتهی المجموع کا صیغہ ہے اور وہ غیر منصرف ہے جس پر تنوین نہیں آسکتی۔ مگر اسے منصرف پڑھا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔ اور رہا دوسرے 'قواریر' کو منصرف پڑھنے کا تعلق ہے حالانکہ وہ آیت کی اِبتداء میں ہے تو اسے پہلے 'قواریر' سے تناسب کی خاطر منصرف پڑھا گیا ہے۔

④ نیابت

ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کی جگہ اس کے نائب کے طور پر لانا۔ اس کے درج ذیل موارد ہیں۔

① اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لانا، جیسا کہ آیت کریمہ

﴿وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ إِنَّا لَا نُضِيْعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ○ ﴾ [الاعراف: ۱۷۰]

میں 'أجرھم' کے بجائے 'المصلحين' اسم ظاہر لایا گیا ہے، کیونکہ وہ فاصلہ ہے، جیسا کہ اسی سورۃ میں 'تعقلون'، 'تتقون' اور 'غافلين' بھی فواصل ہیں۔

② فاعل کی جگہ مفعول کا صیغہ لانا، مثلاً آیت کریمہ ﴿حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۠ ﴾ [الاسراء: ۴۵]

میں 'ساترا' کے بجائے 'مستورا' لایا گیا ہے، کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔ جیسا کہ اسی سورۃ میں 'غفورا، نفورا اور مسحورا' فواصل ہیں۔

③ مفعول کے بجائے فاعل کا صیغہ ذکر کرنا، جیسا کہ آیت کریمہ

﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۠○ ﴾ [الحاقۃ: ۲۱]

میں 'مرضية' کے بجائے 'راضية' کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ زندگی راضية نہیں بلکہ مرضية (پسندیدہ) ہوتی ہے۔ مگر وہ فاصلہ واقع ہے جیسا کہ 'عالية'، 'دانية' اور 'خالية' بھی فواصل ہیں۔ [البحر المحیط: ۸/۴۵۶]

④ ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ پر لانا، مثلاً آیت کریمہ

﴿ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحٰى لَهَا۠ ﴾ [الزلزال: ۵]

میں فعل 'أوحی' اگرچہ مشہور ہے کہ 'إلى' سے متعدد ہوتا ہے مگر اسے (لام) سے متعدی لایا گیا ہے، کیونکہ 'لها' فاصلہ ہے جیسا کہ عجاج بن رؤبۃ نے بھی 'أوحی' کو 'لها' سے متعدی پڑھا ہے۔

أوحى لها الراء فاستقرت وشدها بالراسيات الثبت

[البحر المحیط: ۸/۱۷۵]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ **عدد**

① صیغہ جمع کے بجائے صیغہ مفرد لانا مثلاً آیت کریمہ ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّـٰتٍ وَنَهَرٍ ۝﴾ [القمر:۵۴] میں 'أنهار' کے بجائے 'نهر' ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے۔[مجمع البيان:۲۹۵/۱۰]

② صیغہ مفرد کے بجائے صیغہ جمع ذکر کرنا مثلاً آیت کریمہ ﴿لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَـٰلٌ ۝﴾ [ابراہیم:۳۱] میں 'لاخل' کے بجائے 'لاخلٰل' ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ ہے جیسا کہ 'البوار'، 'القرار' اور 'الأنهار' بھی فواصل ہیں۔

③ مفرد کے بجائے تثنیہ کا صیغہ لانا، مثلاً آیت کریمہ

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ ۝﴾ [رحمٰن:۴۶]

میں 'جنة' کے بجائے 'جنتان' فاصلہ ہونے کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ایک شاعر نے بھی جنة کے بجائے جنتين پڑھا ہے۔

يسعى بكيداء ولهذمين قد جعل الأرطاة جنتين

[معاني القرآن:۲۶/۳]

⑥ **جنس** (مذکر و مؤنث)

① مذکر کے بجائے مونث لانا مثلاً آیت کریمہ

﴿كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذْكِرَةٌ ۝﴾ [المدثر:۵۴]

میں قاعدے کے مطابق 'تذکیر یا تذکار' کے بجائے (تذکرۃ) تاء تانیث کے ساتھ لایا گیا ہے کیونکہ وہ 'الأخرة'، 'المغفرة' کی طرح فاصلہ ہے۔

② اسم جنس کی صفت لاتے وقت اس میں تذکیر اور تانیث میں سے ہر ایک کا اعتبار کرنا جائز ہے لیکن فاصلہ قرآنی کی خاطر کبھی اس کی تذکیر کو ترجیح دی جاتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ

﴿أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ۝﴾ [القمر:۲۰]

میں 'منقعر'، 'أعجاز' کے لئے صفت ہے اور 'مستمر'، 'نذر'، 'مدکر' فواصل کی خاطر اسے بھی 'منقعر' بغیر تاء تانیث کے ذکر کیا گیا ہے۔[أبو حيان، البحر المحيط:۲۵۵/۸]

اور بعض مقامات پر فاصلہ ہونے کی وجہ سے اس کے لئے صفت میں صیغہ مؤنث لایا گیا ہے مثال کے طور پر آیت کریمہ ﴿أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝﴾[الحاقة:۷]

میں 'خاوية'، 'أعجاز' کے لئے صفت ہے اور دوسرے فواصل یعنی 'كاتبه'، 'باقية' کی طرح اسے تاء تانیث کے ساتھ لایا گیا ہے۔[الزمخشري، جارالله بن محمد بن عمر، المفصل في صنعة الأعراب:۲۶/۳]

⑦ **امالہ**

امالہ یہ ہے کہ الف کو کسرہ کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے تا کہ اس سے یا کی آواز پیدا ہو اب الف کلمہ کے آخر میں ہو تو فعل ہونے کی صورت میں اس میں مطلقا امالہ جائز ہے جیسے دعا، رضیٰ، اور اگر اسم کے آخر میں ہو تو اگر وہ یا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے بدلا ہوا نہ ہو اور تیسری جگہ واقع ہو تو امالہ جائز نہیں اور چوتھی جگہ واقع ہو تو امالہ جائز ہے۔ تو اس قاعدے کے تحت 'الضحی' میں امالہ جائز نہیں ہونا چاہیے لیکن قرآنی فاصلہ کی خاطر آیت کریمہ

﴿وَالضُّحٰیO﴾ [الضحی:۱]

میں 'والضحی' کے الف کو 'سجی'، 'قلی'، 'أولی' میں الف کی طرح امالہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

⑧ عدول

فاصلہ قرآنی کی وجہ سے صیغہ ماضی کے بجائے صیغہ مضارع لایا جاتا ہے مثلاً آیت کریمہ

﴿فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَO﴾ [البقرۃ:۸۷]

میں 'قتلتم' کے بجائے 'تقتلون' ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ فاصلہ واقع ہے۔[أبو حیان: البحر المحیط:۱/۴۳۵]

⑨ فصل

جن کلمات کے درمیان قاعدے کے مطابق کسی دوسرے لفظ کا فاصلہ ڈالنا صحیح نہیں ہوتا قرآنی فاصلہ کی خاطر وہ جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل موارد میں ہے۔

① معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان فاصلہ ڈالنا مثلاً آیت کریمہ

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّأَجَلٌ مُّسَمًّىO﴾ [طہ:۱۲۹]

میں ظاہراً 'أجل مسمی' کا (کلمہ) پر عطف ہے۔[المرجع السابق:۶/۲۵۷]

اس کے باوجود ان کے درمیان 'سبقت' کو ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ 'مسمی'، 'نهی'، 'ترضی' اور 'أبقی' کی طرح فاصلہ قرآنی ہے۔

② قاعدے کے مطابق ذوالحال اور حال کے درمیان کسی لفظ کا فاصلہ نہیں ڈالا جاتا لیکن فاصلہ قرآنی اسے جائز قرار دیتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ

﴿وَالَّذِيْ أَخْرَجَ الْمَرْعٰیO فَجَعَلَهُ غُثَآءً أَحْوٰیO﴾ [الاعلی:۵]

اس میں 'أحوی'، 'مرعی' کے لئے حال ہے اور ان دونوں کے درمیان 'فجعله غثآء' کا فاصلہ ڈال کر 'أحوی' کو آخر میں لایا گیا ہے، کیونکہ وہ قرآنی فاصلہ ہے۔[المرجع السابق:۸/۴۶۵]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم سے نحوی عدول کے مذکورہ چار اسباب یہ ثابت کرنے کے لئے تو کافی ہیں کہ نحو کے کے بعض قواعد میں قرآن کریم سے عدول و انحراف پایا جاتا ہے لہٰذا فنی طور پر چونکہ قرآن کریم نحو کا بنیادی مصدر اور زبان کی صحت وسقم پر کھنے کا معیار ہے اس لیے ضروری ہے کہ جو قواعد قرآنی اسلوب کے خلاف ہیں انہیں اس طریقہ سے Modify کیا جائے کہ وہ اصل سے ہم آہنگ ہو جائیں اور جس مقصد کے لئے نحو کی تدوین کی گئی ہے وہ حاصل ہو سکے۔ اور یہ علمی اعتبار سے ہرگز صحیح نہیں ہے کہ ہم اس کے برعکس، معاذ اللہ یہ کہیں کہ قرآن کریم میں نحوی غلطیاں (Grammatical errors) پائی جاتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا محمد شفیق مدنی☆

قراءاتِ متواترہ کے فقہی اَحکام پر اَثرات

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سات حروف میں نازل فرمایا ہے۔ اور اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن میں سے قرآن کریم کو پڑھنے والوں کے لیے آسانی بہم پہنچانا اور قرآنی الفاظ کے ترجمہ وتفسیر، معنی ومفہوم اور اَحکام ومسائل کے اَخذ و اِستنباط میں اُمت مرحومہ کے لیے وسعت اور آسانی کی راہیں ہموار کرنا خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ قرآن مجید کو فقہ اِسلامی میں اصل الاصول اور ماخذ اوّل کی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ہر دور میں قرآن کی متعدد قراءات پڑھنے، علم قراءات سیکھنے اور بوقتِ ضرورت قراء کی طرف رجوع کرنے کا بہت اہتمام فرمایا ہے تاکہ قراءاتِ متواترہ اور غیر متواترہ کے درمیان فرق کرنے کے ساتھ ساتھ ان قراءات سے شرعی اَحکام پر استدلال اور مختلف قراءات پر مرتب ہونے والے فقہی اَثرات کی نشاندہی کرسکیں۔

قرآن کریم سے اَحکام کے استنباط کرنے میں فقہائے کرام نے قراءاتِ متواترہ کے ساتھ بعض مسائل میں شاذہ قراءت کو پیش نگاہ رکھا ہے لیکن قراءتِ متواترہ کے بارہ میں فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ اس قراءت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ قراءتِ متواترہ اور قرآن کریم دراصل ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اس لیے مختلف متواتر قراءات نماز میں تلاوت اور احکام کے استنباط کرنے میں بالکل برابر کی حیثیت رکھتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اُمت کے مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بعض قراءات قرآنیہ متعدد اور مختلف معانی کا احتمال رکھتی ہیں۔

لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے کہ متنوع قراءات قرآنیہ کی وجہ سے احکام فقہ میں اوامر ونواہی اور حلال وحرام میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے یعنی اختلاف تضاد اور تناقض ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی لفظ میں ایک قراءت کے مطابق کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جارہا ہو اور دوسری قراءت کے مطابق تقاضا ممانعت کا ہورہا ہو یا ایک قراءت میں کسی چیز کو حلال اور دوسری قراءت میں حرام قرار دیا گیا ہو۔ جیسا کہ اِمام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سبعہ اَحرف والی حدیث میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ سبعہ اَحرف کی اجازت صرف ایسے اَمر میں تھی جس میں حلال وحرام کا اختلاف واقع نہ ہو۔ کیونکہ کسی لفظ کے متعدد اور متنوع معانی سے ان کا باہمی تضاد لازم نہیں آتا بلکہ بعض مقامات پر ایک قراءت کا معنی دوسری قراءت کے معنی میں وسعت اور گہری مناسبت پیدا کردیتا ہے۔ اور دونوں معانی کا انطباق ایک ہی ذات یا چیز پر ہورہا ہوتا ہے۔

جیسا کہ سورت فاتحہ میں ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ میں دوسری قراءت ﴿ مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ ہے۔ ایک قراءت

☆ استاذ الفقہ والحدیث، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا معنی روز جزاء کا مالک اور دوسری قراءت کا معنی روز قیامت کا بادشاہ ہے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں دونوں قراءتوں نے مل کر معنی ومطلب میں وسعت اور مزید نکھار پیدا کر دیا۔ اور بعض دیگر مقامات پر ایک قراءت دوسری قراءت کے ساتھ بغیر تضاد اور ٹکراؤ کے نیا فائدہ اور مختلف حکم ثابت کر رہی ہوتی ہے۔ اور کبھی دو قراءتوں کے درمیان ظاہری تعارض بھی واقع ہو جاتا ہے اس لیے فقہاء کے نزدیک کسی لفظ میں دو متواتر قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں انہیں دل سے قرآن تسلیم کرنا اور ان کے مقتضٰی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے اور ان کا معنی ومفہوم اس طرح بیان کیا جائے گا جس طرح کسی ایک مسئلہ میں نازل ہونے والی دو آیات کا بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر دو متواتر قراءتوں میں ظاہری تعارض نظر آئے تو اُن کے درمیان جمع وتطبیق کی کوئی صورت نکالنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح دو آیتوں کے درمیان ظاہری تعارض کی صورت میں نکالی جاتی ہے۔

جیسا کہ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ وضوء میں پاؤں کی طہارت کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، ایک میں دھونے کا حکم ہے اور دوسری میں مسح کرنے کا۔ کیونکہ ان میں دونوں معانی کا احتمال ہے اس لیے اگر بالفرض اس کے بارے میں دو آیتیں نازل ہو جاتیں، ایک کا معنی دھونا ہوتا اور دوسری کا مسح کرنا تو دھونے کے حکم کو مسح کے مقابلہ میں چھوڑنا جائز نہ ہوتا۔ [أحکام القرآن: ۳۴۶/۲]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أما القراءة الأخرى وهي قراءة من قرأ 'وأرجلِكم' بالخفض فهي لا تخالف السنة المتواترة إذا القراءتان كالآيتين." [مجموع الفتاوی: ۱۳۱/۲۱]

''اور دوسری قراءت جو کہ أرجلِکم کے لام کے زیر کے ساتھ ہے وہ سنتِ متواترہ کے مخالف نہیں ہے، اس لیے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔''

علامہ صدیق حسن خاں رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"وقد تقرر أن القراءتين بمنزلة الآيتين فكما أنه يجب الجمع بين الآيتين المشتملة إحداهما على زيادة العمل بتلك الزيادة كذلك يجب الجمع بين القراءتين". [نیل المرام: ص ۵۲]

''یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق دینا ضروری ہے جن میں سے ایک زائد عمل پر مشتمل ہو، اسی طرح دو قراءتوں کے درمیان بھی تطبیق ضروری ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

"بين القراءتين تعارض ظاهر والحكم فيما ظاهره التعارض أنه إن أمكن العمل بهما وجب وإلا عمل بالقدر الممكن، ولا يتأتى الجمع بين الغسل والمسح في عضو واحد في حالة واحدة لأنه يؤدي إلى تكرار المسح لأن الغسل يتضمن المسح والأمر المطلق لا يقتضي التكرار، فينبغي أن يعمل بهما في حالين توفيقا بين القراءتين وعملا بالقدر الممكن".

[فتح الباری: ۳۴۶/۱]

''دو قراءتوں کے درمیان ظاہری تعارض ہے اور ظاہری تعارض والے دلائل کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں پر عمل کرنا ممکن ہو تو یہی ضروری ہوگا ورنہ ممکن حد تک دونوں پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہاں (آیت وضو میں) ایک عضو میں اس کا دھونا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اسی پر مسح کرنا ایک ہی حالت میں جمع نہیں ہو سکتے' کیونکہ اس سے مسح کا تکرار لازم آتا ہے۔ کیونکہ پاؤں کو دھونا مسح کرنے کو بھی شامل ہے جبکہ اس میں امر مطلق تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ چنانچہ جو صورت باقی رہی وہ یہ ہے کہ دونوں قراءتوں پر دو مختلف حالتوں میں عمل کیا جائے تاکہ دونوں قراءتوں کے درمیان تطبیق ہو جائے اور بقدرِ امکان عمل بھی ہو جائے۔''

ذیل میں ہم چند ایسی آیات کا بطور مثال ذکر کرتے ہیں جن میں ایک سے زائد قراءتیں ثابت ہیں' تاکہ ان قراءات پر مرتب ہونے والے فقہی اَحکام کی وضاحت ہو سکے۔

مثال نمبر۱: مقام ابراہیم علیہ السلام پر نماز پڑھنے کا حکم

اِرشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهِمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرۃ: ۱۲۵]

اس آیت کریمہ میں لفظ ﴿ وَاتَّخِذُوْا ﴾ میں دو قراءتیں ثابت ہیں امام نافع اور امام ابن عامر شامی نے اسے خاء کے فتح یعنی فعل ماضی کے صیغہ سے پڑھا ہے۔ جو خبر کا فائدہ دیتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اولادِ ابراہیم نے مقام ابراہیم کو جائے نماز بنایا تھا اور اس میں دوسری قراءت ﴿ وَاتَّخِذُوْا ﴾ صیغہ اَمر کے ساتھ ہے۔ یہ باقی قراءِ کرام کی قراءت ہے۔ جس کی رُو سے اُمت محمدیہ کو مقام ابراہیم پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ چونکہ صیغہ اَمر ہے اور اَمر وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاءِ کرام کے مابین اختلاف ہے کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

امام مالک' امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ نے اپنے ایک قول میں اس کو سنت کہا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے دوسرے قول میں اس کو واجب کہا ہے۔

فقہاء کے مابین اس اِختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں قراءاتِ متواترہ باہم مختلف ہیں' جن فقہاء نے صیغہ خبر والی قراءت سے اِستدلال کیا ہے انہوں نے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز کو سنت قرار دیا ہے اور جنہوں نے صیغہ اَمر والی قراءت سے استدلال کیا ہے انہوں نے اسے واجب کہا ہے لیکن کسی فقیہ نے مقام ابراہیم پر نماز کو ممنوع قرار نہیں دیا بلکہ سب کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔

مثال نمبر۲: مسجد حرام میں لڑائی کا حکم

اِرشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَإِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ﴾ [البقرۃ: ۱۹۱]

اس آیت کریمہ میں تین افعال 'تُقٰتِلُوْهُمْ'، 'يُقٰتِلُوْكُمْ'، 'قٰتَلُوْكُمْ' میں دو متواتر قراءتیں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرائے عشرہ میں سے امام کسائی، امام حمزہ اور خلف نے 'الف' کو حذف کر کے انہیں فعل ثلاثی سے پڑھا ہے۔ جبکہ باقی قراءِ کرام نے 'الف' کے اثبات کے ساتھ باب مفاعلة سے پڑھا ہے۔

فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد حرام میں قتال سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے لیے کافر یا مشرک سے قتال کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ کوئی کافر مسلمان سے قتال کی ابتداء نہیں کرتا کیونکہ ایسی حالت میں مسلمان صرف دفاعی پوزیشن میں ہوگا۔ 'الف' کے اِثبات والی قراءت اس مسئلہ میں بہت واضح ہے۔ البتہ فقہاء کا اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ مسجدِ حرام میں حدود و قصاص کے طور پر مشرک یا کافر کو قتل کرنا جائز ہے یا کہ نہیں، امام مالک رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

فقہاء کے اس اختلاف کا سبب۔ آیت کریمہ میں قراءتِ متواترہ کا تنوع ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ نے دوسری قراءت سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اس کافر مشرک کو حدودِ حرم میں بھی قتل کیا جاسکتا ہے جو موجبِ قتل کام کر کے مسجد حرام میں پناہ گزیں ہو جائے۔ جبکہ باقی فقہاء نے پہلی قراءت کو بنیاد بنا کر اس سے منع کر دیا ہے۔ دونوں قراءتوں کے معانی میں ظاہری تعارض کو بعض علماء نے اس طرح رفع کیا ہے کہ حرم میں عام حالات میں تو کسی کافر کا خون بہانا یا اس پر حد لگانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی کافر مسلمانوں کو مجبور کر دے کہ ان کی کوشش کے باوجود مسجد حرام سے باہر نہ نکل رہا ہو بلکہ فتنہ وفساد اور مسلمانوں سے قتال اور ان کا قتل شروع کر دے تو مسلمانوں کیلئے بھی اس سے قتال اور اس کا قتل جائز ہوگا جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ اور صنعانی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

[نیل الأوطار: ۴/۷۱؛ سبل السلام: ۴/۷۲-۷۳]

مثال نمبر ۳: حائضہ عورت سے اِستمتاع کا حکم

فقہائے کرام کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ ایامِ حیض کے دوران بیوی سے ہم بستری کرنا بالکل حرام ہے البتہ اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ، کیا حیض کا خون منقطع ہونے کے بعد اور غسل سے قبل عورت سے صحبت کی جاسکتی ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ جمہور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے۔

فقہاء کے مابین اِختلاف کا سبب، قراءت متواترہ کا باہمی اختلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

اس آیت کریمہ میں دو قراءتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک قراءت ﴿ يَطْهُرْنَ ﴾ میں طاء کی تخفیف کے ساتھ ہے یہ جمہور قراء کی قراءت ہے جبکہ دوسری قراءت امام حمزہ، کسائی اور خلف کی ہے۔ جس میں ﴿ يَطَّهَّرْنَ ﴾ کو طاء اور ھا کی تشدید اور فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جمہور کی قراءت سے استدلال کر کے طہارت سے مراد انقطاع دم لیا ہے اور بعد والے لفظ 'فإذا تطهرن' کا معنی بھی انقطاع دم کر دیا ہے، جبکہ جمہور فقہاء نے امام کسائی رحمہ اللہ وغیرہ کی قراءت کی بنیاد پر غسل حیض تک جماع کی اِجازت نہیں دی خواہ خون آنا بند ہو چکا ہو۔ اور انہوں نے تخفیف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

والی قراءت کوشد والی قراءت کے معنی میں کر کے دونوں قراءتوں کا معنی ایک کر دیا ہے اور ان کے نزدیک دونوں قراءتوں کے درمیان تطبیق کی صورت یہ بھی ہے کہ شد والی قراءت کا معنی انقطاع دم ہی کرلیا جائے، لیکن شوہر کے لیے غسل سے قبل بیوی سے صحبت جائز نہیں ہوگی کیونکہ بعد میں ﴿ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ﴾ کی شرط اس پر دلالت کرتی ہے اور احناف نے دونوں قراءتوں کے ظاہری تعارض کو دور کرنے کے لیے تخفیف والی قراءت کو دس دنوں کے بعد انقطاع دم پر محمول کیا ہے اور شد والی قراءت کو دس دنوں سے کم مدت میں خون منقطع پر محمول کیا ہے۔

اور احناف کے نزدیک کبھی شد والی قراءات کی بناء پر غسل سے قبل بیوی سے وطی کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن یہ عمل اِستحباب کے خلاف ہے۔

مثال نمبر۴: کاتب اور گواہ کیلئے اِیذا رسانی کی ممانعت

اِسلام نے جہاں مالی معاہدات کو لکھنے کا حکم صادر فرمایا ہے وہاں ایک دوسرے کو تکلیف دینے سے بھی منع کر دیا ہے۔

اِرشاد الٰہی ہے: ﴿لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾ [البقرہ: ۲۸۲]

لفظ 'یضار' کو ابن کثیر اور بصری قراءِ کرام نے راء کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ گویا کہ اس میں لائے نافیہ ہے اور فعل مضارع مرفوع ہے۔ باقی قراءِ کرام نے اِس کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک یہ لائے ناہیہ ہے اور فعل مضارع مجزوم ہے۔ رفع والی قراءت میں حکم کا تعلق صاحبِ حق سے ہوگا کہ وہ کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچائے یعنی انہیں کتابت اور گواہی میں مصروف رکھ کر انکے ضروری کام متاثر نہ کردے جبکہ منصوب قراءت میں حکم کا تعلق کاتب اور شہید سے ہوگا۔ یعنی گواہ گواہی چھپا کر یا جھوٹی گواہی دے کر صاحبِ حق کو نقصان نہ پہنچائے اور کاتب ضرورت کے وقت لکھنے سے انکار کر کے یا لکھوائی جانے والی بات میں تبدیلی کر کے صاحبِ حق پر ظلم نہ کرے۔

لیکن دونوں قراءتوں کے معانی مختلف ہونے کے باوجود ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ دونوں قراءاتیں دوسرے شخص کی ضرر رسانی کی حرمت پر متفق ہیں اور اسلام میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ وہ ضرر اور نقصان کی کسی صورت کی اِجازت نہیں دیتا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ». [سنن ابن ماجه: ۲۳۴۱، قال الشيخ الألباني: صحيح]

اور اس پر تمام فقہاء بھی متفق ہیں۔

مثال نمبر۵: 'سلم' میں داخل ہونا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ...... ﴾ [البقرة: ۲۰۸]

اس آیتِ کریمہ کے کلمہ [السِّلم] میں دو متواتر قراءتیں وارد ہیں:

ابن کثیر مکی اور کسائی رحمہ اللہ نے اسے سین کے فتحہ اور لام کے سکون سے [السَّلْم] سے پڑھا ہے اور باقی قراءِ کرام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسے سین کے کسرہ اور لام کے سکون سے [السِّلْم] پڑھتے ہیں۔
بعض علماء کے ہاں دونوں قراءتیں دولغتیں ہیں جن کا معنی ایک ہی ہے، جبکہ دیگر بعض علماء کے ہاں ہر قراءت کا معنی دوسری قراءت سے مختلف ہے۔
سین کے کسرہ والی قراءت [السِّلم] سے مراد اسلام ہے یعنی اس کا معنی یہ ہوگا کہ اے ایمان والو! اسلام میں اس طرح داخل ہوجاؤ کہ اس کی تمام تعلیمات، احکام وآداب اور اوامر ونواہی کے ذمہ دار اور پابندی کرنے والے بن جاؤ۔ اور سین کے فتحہ والی قراءت [السَّلم] سے مراد صلح اور امن ہے اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اے مؤمنو! تمہارے ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ تم دین کی مدد کیلئے آپس میں اتحاد واتفاق سے رہو اور ایک دوسرے سے دشمنی اور علیحدگی اختیار کرنے کی بجائے صلح جو اور امن پسند بن کر زندگی گزارو۔
واضح رہے کہ دونوں قراءتوں کے درمیان یہ ظاہری تعارض تناقض نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان تطبیق ممکن ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ فتحہ والی قراءت سے ثابت ہورہا ہے کہ بعض دفعہ دشمن سے صلح کرنے میں اسلام کا بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے اور اس سے یہ مقصد بھی حاصل ہوجاتا ہے کہ مسلمان قتل وغارت سے اور ان کا مال اور وطن ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں۔ اور سین کے کسرہ والی قراءت کے مطابق اسلام میں مکمل طریقے سے داخل ہونے بھی بہت بڑی مصلحت ہے کیونکہ اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا کے مطابق عمل کرنا ہم سب پر واجب اور ضروری ہے۔

مثال نمبر ٦: عورت کو چھونے سے وضو کا حکم

فقہاءِ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا کہ نہیں؟ حنفیہ کا خیال ہے کہ محض عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ شافعیہ کا خیال ہے کہ مطلقاً عورت کو مس کرنے سے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ مالکیہ کے نزدیک اگر لذت کی غرض سے ہاتھ لگاتا ہے تو وضو ٹوٹے گا جبکہ حنابلہ کہتے ہیں کہ شہوت کے ساتھ چھونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔
فقہائے کرام کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں مختلف قراءات پائی جاتی ہیں۔
اِرشاد باری تعالی ہے:
﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ [المائدة: ٦]
اس آیتِ کریمہ میں دو قراءتیں ہیں۔ امام حمزہ، کسائی اور خلف نے ﴿لَمَسْتُمُ﴾ کو الف کے بغیر ﴿لَمَسْتُمُ﴾ پڑھا ہے جبکہ جمہور قراءِ کرام نے اس کو الف کے اثبات کے ساتھ پڑھا ہے۔ فقہائے حنفیہ نے جمہور کی قراءت کی بنا پر اس کی تفسیر جماع کے ساتھ کی ہے۔ شافعیہ نے امام حمزہ وغیرہ کی قراءت کی رو سے ہر قسم کے لمس کو ناقض وضو قرار دیا ہے۔ جبکہ فقہائے مالکیہ اور فقہائے حنابلہ کے نزدیک اس سے ہر قسم کا لمس مراد نہیں ہے بلکہ وہ لمس مراد ہے جو وضو کے لئے ناقض ہو یعنی جس میں لذت یا شہوت پائی جاتی ہو۔ بہرحال اِس مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد دراصل قراءت کے اختلاف پر ہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءتِ شاذہ کے فقہی اَحکام پر اَثرات

جس قراءت میں قراءتِ متواترہ کی تمام شرائط نہ پائی جائیں وہ قراءت، قراءتِ شاذہ کہلاتی ہے۔ گویا جس قراءت کی سند صحیح نہ ہو، یا وہ رسم عثمانی کے موافق نہ ہو، یا لغتِ عربی جس کا احتمال نہ رکھتی ہو، یا جس کی سند میں تواتر نہ پایا جاتا ہو، وہ قراءت، قراءتِ شاذہ ہوگی۔ البتہ ایسی قراءات جو لغتِ عرب اور رسم عثمانی کے موافق ہیں لیکن ان کی سندیں موجود نہیں ہیں ان کو شاذہ کے بجائے مکذوبہ یا موضوعہ کہا جاتا ہے۔ قراءتِ شاذہ کو قرآن نہ سمجھتے ہوئے خبر واحد یا تفسیر کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے۔ اور ان سے اَحکام شریعہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے یا کہ نہیں؟ فقہائے اَربعہ کے مابین اس کے بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اِستنباط اَحکام کے سلسلہ میں فقہائے اَحناف قراءتِ شاذہ سے استدلال اور اس کی حجیت پر متفق ہیں۔ البتہ ان کے نزدیک اس کی سند کا صحیح ہونا اس پر عمل کرنے کی شرط ہے اور حنابلہ کے نزدیک بھی قراءتِ شاذہ حجت ہے۔ اس لیے نے اُن کے ہاں بھی اَحناف کی طرح قسم کے کفارہ میں روزے مسلسل رکھنے ضروری ہیں کیونکہ ابن مسعودؓ اور اُبی بن کعبؓ کی قراءت میں 'فصیام ثلاثة أیام متتابعات' کے الفاظ ہیں ان کے ہاں اگر یہ قرآن نہیں تو مرفوع خبر ضرور ہے جسے راوی نے قرآن سمجھ لیا ہے لہٰذا اس کا رتبہ خبر واحد کا ہے اور یہ قرآنی آیت کی نبوی تفسیر ہے، مالکیہ میں قراءت شاذہ کی حجیت اور عدم حجیت پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے، یہی حال شافعیہ کا بھی ہے۔ ان دونوں مکاتب فکر میں اِستنباط اَحکام پر دو دو آراء پائی جاتی ہیں۔ تاہم اَمثلہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے بھی قراءتِ شاذہ سے مسائل کے اِستنباط میں بھرپور اِستفادہ کیا ہے لیکن جہاں مالکیہ نے شاذہ قراءات سے استدلال کو رد کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تائید دیگر اَخبار سے نہیں ہوئی یا اس قراءت کے معنی پر انہیں اِطمینان حاصل نہیں ہوا اور جہاں قراءاتِ شاذہ قوی سند سے ثابت ہے اور کسی اور دلیل سے اس کے معنی کی تائید ہوتی ہے تو اُسے وہ قبول کر لیتے ہیں جیسا کہ اَخیافی بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں اُنہوں نے شاذہ قراءات پر عمل کیا ہے کیونکہ اس کی تائید اِجماع سے ہو رہی ہے۔

اِسی طرح شافعیہ بھی تفسیری قراءاتِ شاذہ کو قبول کرتے ہیں اور اس کے مقتضٰی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں بشرطیکہ اُس کی سند صحیح اور کوئی صحیح روایت اس کے معارض نہ ہو۔ اِس اِجمالی بحث سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اَئمہ اَربعہ اور مذاہبِ اربعہ کے فقہاءِ کرام بعض شرائط کے ساتھ قراءاتِ شاذہ کی حجیت کے قائل ہیں۔ فقہ اِسلامی پر قراءت شاذہ کا کیا اثر پڑتا ہے؟ اور فقہائے کرام نے ان سے کیسے استدلال کیا ہے؟ ذیل میں چند اَمثلہ اس ضمن میں پیش کی جارہی ہیں۔

مثال نمبر۱: صلوٰۃ وسطیٰ کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں نماز پنجگانہ کی پابندی کرنے پر متنبہ فرمایا ہے۔ اس ضمن میں ساتھ ہی صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد کون سے نماز ہے جس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تاکید نماز پنجگانہ کے متصل بعد ہی کر دی گئی ہے؟

صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین میں فقہائے کرام کے مختلف اَقوال ہیں۔حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔مالکیہ میں سے ابن العربی رحمہ اللہ اور ابن عطیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ صلوٰۃ وسطیٰ سے بعض فقہاء کے نزدیک فجر کی نماز مراد ہے۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔

فقہاء کے مابین اس اِختلاف کا سبب قراءتِ شاذہ ہے۔

اِرشادالٰہی ہے:﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ [البقرۃ: ۲۳۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصاحف میں 'والصلوٰۃ الوسطیٰ' کے بعد 'وھی صلوٰۃ العصر' کے اَلفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔فقہاء میں اختلاف کا سبب یہی الفاظ ہیں جو قراءتِ شاذہ کے قبیل سے ہیں۔جن فقہاء کے ہاں اس سے مراد نمازِ عصر ہے وہ اس مقام پر 'واؤ' کو عاطفہ کہتے ہیں اور جن کے نزدیک اس سے عصر کی نماز مراد نہیں ہے انہوں نے 'واؤ' کو مغایرت کا نام دیا ہے۔

مثال نمبر۲: روزوں کی قضائی کا حکم

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے رمضان المبارک میں دو یا دو سے زیادہ روزے رہ جائیں تو ان کی قضاء کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ آیا یہ روزے مسلسل رکھے جائیں گے یا ان کے درمیان وقفہ بھی کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کے بعد ان کی قضا کا بیان بھی کیا ہے۔

اِرشاد ربانی ہے:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾ [البقرۃ: ۱۸۳۔۱۸۴]

قضائے صیام کے مسئلہ میں فقہائے کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ قضائے صیام میں تسلسل کو شرط قرار دیتے ہیں۔ داؤد ظاہری کے نزدیک تسلسل شرط نہیں بلکہ واجب ہے۔اس کے برعکس ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ قضائے صیام میں تسلسل شرط نہیں ہے البتہ مستحب ضرور ہے۔

فقہاء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف کی ایک وجہ قراءتِ شاذہ ہے جو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ 'فعدۃ من أیام أخر متتابعات' اس میں متتابعات کا اِضافہ ہے۔جبکہ قراءتِ متواترہ کے ظاہر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضا میں تسلسل شرط نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان وقفہ بھی کیا جاسکتا ہے۔لیکن قراءتِ شاذہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قضائے صیام میں تسلسل شرط ہے۔دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قراءتِ متواترہ میں قضائے صیام کا حکم مطلق تھا لیکن قراءتِ شاذہ نے اس مطلق حکم کو مقید کر دیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مثال نمبر۳: وجوب عمرہ کا مسئلہ

شریعتِ اسلامیہ کی رو سے زندگی میں ایک دفعہ صاحب حیثیت مکلّف انسان پر حج بیت اللہ کی ادائیگی کو فرض قرار دیا گیا ہے۔لیکن اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ کیا عمرہ بھی زندگی میں ایک دفعہ اَدا کرنا فرض ہے یا کہ نہیں؟

اس مسئلہ کے بارہ میں فقہاء کے درمیان دو مؤقف پائے جاتے ہیں۔ پہلا مؤقف شافعیہ اور حنابلہ کا ہے۔ جو عمرہ کو حج کی مانند فرض قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرا مؤقف حنفیہ اور مالکیہ کا ہے۔جن کے نزدیک زندگی میں ایک دفعہ عمرہ اَدا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

فقہاء کے مابین اس اختلاف کی ایک وجہ قراءتِ شاذہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَ أَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلهِ ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

اِس آیتِ کریمہ میں قراءتِ متواترہ کے پیش نگاہ ﴿العمرۃ﴾ کو نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے جبکہ اس کو رفع کے ساتھ پڑھنا ایک شاذ قراءت ہے۔عمرہ کو فرض قرار دینے والے فقہاء نے نصب والی متواتر قراءت سے اِستدلال کیا ہے کہ عمرہ کے لیے بھی فعل اَمر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔جس کا تقاضا یہ ہے کہ عمرہ کو فرض قرار دیا جائے جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ﴿العمرۃ للہ﴾ میں ایک جملہ خبریہ کا بیان ہے کہ جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ عمرہ خالص اللہ کے لیے ہے اور اس میں مشرکین کی مانند بتوں کو شریک کرنا درست نہیں ہے۔لہٰذا عمرہ فرض نہیں ہے۔

مثال نمبر۴: چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم

اِسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔سوال یہ ہے کہ جب مال مسروقہ اسلام کے مقرر کردہ نصاب تک پہنچ جائے گا تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹیں گے یا بایاں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس آیتِ مبارکہ میں حدِ سرقہ بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے: ﴿ وَ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا أَيْدِيَهُمَا ﴾ [المائدۃ: ۳۸]

یہ اَئمہ عشرہ کی قراءت ہے۔ جو متواترہ ہے جس کی رُو سے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا گیا کہ اس کا کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

لیکن فقہائے اُمت کا اس بات پر اِتفاق ہے کہ جب پہلی دفعہ کسی شخص پر چوری کا جرم ثابت ہوجائے اور چوری کا سامان بھی مقررہ نصاب تک پہنچ جائے تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس اجماع کی ایک دلیل قراءتِ شاذہ کا ورود ہے۔

یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

«وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْمَانَهُمَا» . [السنن الكبرى للبيهقي: ۸/۲۷۰]

اس کا مطلب یہ ہے کہ قراءتِ متواترہ میں چور کا مطلق ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اور یہ قید نہیں ہے کہ کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا۔لیکن قراءتِ شاذہ دائیں ہاتھ کے کاٹنے کو متعین کر رہی ہے۔گویا اس حکم کا مدار اجتہاد پر نہیں بلکہ نص پر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسئلہ نمبر ۵: آغازِ عدت کا مسئلہ

شریعت اِسلامیہ میں شوہر کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں طلاق دے گا۔لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اَیام عدت کا آغاز طلاق دینے کے فوراً بعد شروع ہو جائے گا، یا اَیام عدت کی گنتی طلاق کے بعد آنے والے حیض سے شروع ہوگی؟

فقہاءِ کرام کے ہاں یہ ایک معرکہ آرا مسئلہ ہے۔ جس کی اصل بنیاد یہ ہے کہ 'ثلاثۃ قروء' میں قروء سے مراد حیض ہے یا طہر ہے؟ اس بارہ میں دو آراء پائی جاتی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد طہر ہے۔ اس کے برعکس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کی رائے میں قروء سے مراد حیض ہے۔

اِرشادِ الٰہی ہے: ﴿إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ اس میں ایک شاذ قراءت 'فطلقوھن بقبل عدتھن' بھی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے شک تھا کہ عدت میں اعتبار حیض کا ہوگا یا طہر کا؟ لیکن اس قراءتِ شاذہ کے بعد میرا شک رفع ہو گیا۔ لہٰذا عدت سے مراد طہر ہی ہے۔ یعنی طلاق کے فوراً بعد عدت کا آغاز ہو جائے گا۔ لہٰذا طہر ہی کو قروء کی تفسیر سمجھنا چاہئے کیونکہ اگر ہم حیض کو عدت قرار دیتے ہیں تو طہر کی حالت میں دی جانے والی طلاق عدت کے آغاز میں نہیں ہوگی بلکہ طہر کے اِختتام کے بعد عدت کا حیض سے آغاز ہوگا جو قراءتِ شاذہ کے الفاظ کی رُو سے صحیح نہیں ہے۔

رشد قراءات نمبر (حصہ چہارم)

'ماہنامہ رُشد' قراءات نمبر سوم' کی ضخامت بڑھنے کی وجہ سے بہت سارے علمی ومعیاری مضامین اس میں شامل نہیں ہو سکے اور طباعتی اخراجات کی وجہ سے ان کو الگ نمبر کی صورت میں بھی شائع کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ ذیل میں ان مضامین کی فہرست دی جا رہی ہے۔ شائقین ان کا مطالعہ ادارہ کی ویب سائٹ www.Kitabosunnat.com پر کر سکتے ہیں۔ [ادارہ]

- 'اختلافِ قراءات اور احادیث نبویہ' از پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی
- 'علم تجوید وقراءات...... ایک تعارف' از پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی، جمع وترتیب: نعیم الرحمٰن ناصف
- 'التیسیر للدانی پر امام شاطبیؒ کے زیادات...... تحقیقی مطالعہ' از الشیخ عمر مالم اَبہ، مترجم: قاری صفدر
- 'مسئلہ اختیاراتِ قراء' از ڈاکٹر نبیل ابراہیم، مترجم: قاری فہد اللہ مراد
- 'علم القراءات...... ایک تعارف' از قاری رشید احمد تھانوی
- 'متن قرآنی میں روایتِ ورش اور حفص کا کردار' از محمد فیروز الدین شاہ کھگہ
- 'پاکستان میں مصری اور پانی پتی قراء کے مکاتب' از ڈاکٹر قاری محمد طاہر
- 'منار السبیل فی مسائل التکبیر' از قاری فتح محمد، ترتیب وتہذیب: قاری محمد ابراہیم میر محمدی
- 'المدخل الی علم الوقف' از شیخ القراء قاری محمد تقی الاسلام، تہذیب وتلخیص: قاری محمد ابراہیم میر محمدی
- 'قراءات متواترہ، صحیحہ اور شاذہ کا حکم' از امام ابن جزری، مترجم: قاری محمد ریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبد الكريم إبراهيم صالح*
مترجم: فواد بھٹوی☆، احسان الٰہی ظہیر☆☆

معانی و بلاغت پر قراءات کے اثرات

سبعہ احرف کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے متنوع اسالیبِ تلاوت کی جو آسانی دی، عرضۂ اخیرہ میں 'مترادفات' کے منسوخ ہو جانے کے بعد اب اس کی دو صورتیں باقی ہیں: پہلی صورت قرآن کریم میں متعدد لہجاتِ عرب کی اجازت سے تعلق رکھتی ہے جسے اصطلاح میں 'اصولی اختلافات' کا نام دیا جاتا ہے، جبکہ دوسری صورت معانی کی وضاحت کیلئے کلمات کے اختلافات پر مشتمل ہے جسے 'فرشی اختلافات' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دوسری صورت کو قبول کرنے میں بعض حضرات تأمل کا شکار ہوتے ہیں، حالانکہ قراءتوں کی نوعیت کا یہ دوسرا اختلاف قرآن مجید کی وضاحت وبلاغت سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ بات کو مختلف اسالیب میں بیان کرنا علم فصاحت و بلاغت ہی کا دوسرا نام ہے۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ متنوع قراءات کا انکار کرتے ہیں وہ اختلافِ قراءات کی اس نوعیت سے کیوں تشویش رکھتے ہیں حالانکہ بذاتِ خود روایتِ حفص میں ایک بات کو مختلف مقامات پر دو، تین یا اس سے بھی زیادہ اسالیب سے بیان کیا گیا ہے۔ اس وقیع موضوع پر مطالعہ کیلئے شمارہ ہذا میں ادارہ کے فاضل رُکن قاری مصطفیٰ راسخ کے مضمون 'متنوع قراءات کا ثبوت ...... روایت حفص کی روشنی میں' کی طرف بھی رجوع کرنا چاہئے تاکہ زیر بحث موضوع کے جمیع پہلوؤں کا احاطہ ہو سکے۔ [ادارہ]

قرآن کریم ایک معجزہ ہے جو عرب کے بت پرستوں (جن کو اپنی زبان دانی، فصاحت و بلاغت پر فخر تھا، ان) کی تیز چلنے والی زبانوں کو بند کرنے کے لیے، بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست پر لانے کے لئے، بیماروں کو شفایابی اور زنگ آلود دلوں کے زنگ کو دور کرکے سونے کی طرح چمکتا ہوا بنانے کے لیے نازل کیا گیا۔ اس کتاب کی دیگر کتب سے اِنفرادیت یہ ہے کہ یہ اپنے اَندر کئی اعجازات کو لیے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک محیر العقول اعجاز یہ ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کے کئی معانی اور مفہوم ہیں اور ان معانی و مفاہیم کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں ان مفاہیم و معانی کو قراءات کہا جاتا ہے۔ ہر مسئلے کے لیے کوئی نہ کوئی نص اور دلیل ہوتی ہے لیکن وہ صرف اسی مسئلے کے مؤید اور ثابت کرنے والی ہوتی ہے جبکہ قرآن کی ایک ایک نص (آیت) کو کئی مسائل کی دلیل اور مؤید بنایا جاسکتا ہے۔ ایک قراءت کے مطابق پڑھیں تو اس میں ایک مسئلہ ثابت ہوگا اور جب اسی آیت یا لفظ کی

* اسسٹنٹ پروفیسر کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ اَزہر، رُکن لجنة مراجعة المصحف بمجمع البحوث الإسلامية
☆ متعلّم کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ
☆☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، متعلّم کلیۃ الحدیث، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسری قراءت کو دیکھیں تو اس سے دیگر مسائل بھی ثابت ہوتے ہیں۔ یہ قراءات کا اعجاز ہے جو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قرآن کریم اپنے مضامین اور معانی و مفاہیم کے اعتبار سے تو معجزہ ہے ہی، اس کے ساتھ ساتھ الفاظ وکلمات، اُسلوب نگارش اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی اس قدر عظیم معجزہ ہے کہ قیامت تک آنے والے جن و انس اس کی ایک آیت جیسا کلام بھی بنانے پر قادر نہیں۔

بہت سے غیر مسلم اور مستشرقین یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف عمل ہیں کہ قرآن حکیم بھی دیگر کتب سماویہ کی طرح محرف ہے۔ انہی کے پیدا کردہ اشکالات کا شکار ہوکر کچھ مسلمان متجدد دین اور کم علم لوگ یہ سمجھنے لگے کہ قرآن کریم میں اضافہ ہو چکا ہے (جو کہ تحریف کی ہی ایک شکل ہے) اور پوری اُمت جن قراءات متواترہ میں قرآن کریم کو پڑھ رہی ہے یہ دراصل فتنۂ عجم کی باقیات اور عجمیوں کا کیا ہوا اضافہ ہے۔ چنانچہ ایک نئے متجدد جاوید احمد غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''مدرسۂ فراہی کے اکابر اہل علم نے جو کام اس زمانے میں قرآن پر کیا ہے اس سے یہ بات بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ قرآن کا متن اس کے علاوہ کسی دوسری قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا۔'' [المیزان، باب اصول ومبادی: ۲۹]

گویا جناب جاوید احمد غامدی روایتِ حفص کے علاوہ باقی تمام قراءاتِ متواترہ کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں۔ ان کو انکارِ قراءات (جو کہ دراصل انکارِ قرآن ہے) اور استخفاف حدیث کا علم ان کے اُستاد امین احسن اصلاحی سے ورثہ میں ملا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ اس کے سوا کسی دوسری قراءت پر قرآن کی تفسیر کرنا اس کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کیے بغیر ممکن نہیں۔'' [تدبر قرآن: ۸/۸]

ان دعاوی کا علمی اعتبار سے جائزہ لینے سے پہلے ہم چند ایک اصولی باتیں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو کہ قارئین کے ملحوظ نظر رہنی چاہئیں۔

① دنیا بھر میں قرآن کریم مختلف قراءات میں پڑھا جاتا ہے مثلاً مراکش اور افریقہ کے وسطی علاقوں میں امام ورش کی روایت میں، اور لیبیا اور تیونس کے علاقوں میں روایت قالون میں۔ مزید برآں پوری دنیا کے دینی مدارس اور عرب یونیورسٹیوں میں قراءات متواترہ پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سعودی عرب کی حکومت کے تحت ادارہ 'شاہ فہد قرآن کمپلیکس' مختلف قراءات میں قرآن کریم کو طبع کر رہا ہے۔ اگر یہ قراءات منزل من اللہ نہیں ہیں اور اس کے باوجود یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ حفاظت قرآن باطل ثابت ہو گیا اور قرآن میں تحریف ہو چکی ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے کہ قرآن کریم میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی ہوئی ہے۔

② جو لوگ قراءات کے منکر ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی علم قراءات حاصل نہیں کیا۔ علم قراءات تو درکنار

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روایت حفص جسے یہ لوگ قراءتِ عامہ اور اصل قرآن سمجھتے ہیں وہ بھی ٹھیک طرح سے پڑھنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک جاہل شخص کسی علم کی صحت وسقم پر کیونکر بحث کرسکتا ہے۔ یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی نابینا صرف اپنے اندھے پن کی وجہ سے کسی چیز کے وجود کا ہی انکار کردے حالانکہ ان اشیاء کے وجود وعدم کا فیصلہ بینا شخص ہی کرسکتا ہے۔ اور علم طب سے نابلد کوئی شخص کسی دوا کے خواص پر بحث کرے حالانکہ اس کا حقدار تو صرف ایک ماہر طبیب ہی ہوسکتا ہے۔ بالکل اسی طرح قراءات کی حجیت وعدم حجیت کا فیصلہ بھی صرف ماہرین قراءات ہی کر سکتے ہیں۔

(۷) قراءاتِ متواترہ کی قطعیت پر اُمت کا اجماع ہے اور چونکہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں لہٰذا ان کے ثبوت کے بارہ میں بحث کرنا بعید از علم اور مبنی بر جہل فعل ہوگا۔

(۸) قراءاتِ متواترہ کو بلاغت قرآن کے خلاف کہنے والے اپنے دعویٰ پر ایک بھی دلیل پیش نہیں کرسکے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب امین احسن اصلاحی صاحب نے کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی کہ جس میں قراءات کی وجہ سے، قرآن کی بلاغت، معنویت یا حکمت مجروح ہونے کا ثبوت ہو۔ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد اور باطل ہے۔

ہم اپنے اس مضمون میں انشاء اللہ یہ ثابت کریں گے کہ قراءات متواترہ قرآن کریم کی بلاغت کے منافی نہیں بلکہ اس کے اعجاز بیان میں مزید اضافہ کرتی ہیں لیکن اس سے پہلے ہم جناب غامدی صاحب کی عربی دانی سے پردہ اٹھاتے ہیں تاکہ قارئین موصوف کے علمی مقام کو پہچان سکیں اور یہ جان جائیں کہ وہ بلاغت قراءات پر جرح کرنے کے کس قدر حقدار ہیں۔

سہ ماہی 'ساحل' کے شمارہ جات اپریل، جولائی ۲۰۰۷ء میں فاضل مضمون نگار جناب ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی صاحب نے جناب غامدی کی عربی تحریروں کا جائزہ پیش کیا اور ثابت کیا ہے کہ جناب غامدی ایک جملہ بھی صحیح عربی زبان میں لکھنے پر قادر نہیں۔ یہاں ہم انہی مضامین میں سے چند ایک مثالیں بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش کررہے ہیں۔

غامدی صاحب کی تحریر ''الوضع السياسي للأمة المسلمة'' کے چند ''بلاغی شاہکار'' درج ذیل ہیں:

غلط	درست
(۱)......لم يكن الزعماء السياسيين	لم يكن الزعماء السياسيون
(۲)......لم يبقى لهم الدعوة	لم يبق / لم تبق لهم الدعوة
(۳)......أن السياسة بالنسبة له مجالاً ثانوياً للعمل	أن السياسة بالنسبة له مجال ثانويّ

ان کی تحریر ''مبدء الجهاد'' سے چند نمونے:

(۱) فينهزم المنكرين	فينهزم المنكرون
(۲) وجعلها في موقع مختلفة	وجعلها في موقع مختلف
(۳) فالمقاتلين فيها أفضل على غيرهم	فالمقاتلون فيها أفضل من غيرهم
(۴) قال به النبي ﷺ بأسلوب الجميل	بأسلوب جميل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ إن لجميع الحرمات قصاص　　　إن لجميع الحرمات قصاصاً

⑥ إن كان قوم يظلم مسلمين وهم معاهدين　　　وهم معاهدون

درج بالا شہ پاروں کو دیکھ کر قارئین بخوبی جان چکے ہوں گے کہ جو شخص علم نحو کے بالکل ابتدائی قواعد کو نہیں جانتا وہ علم بلاغت (جو کہ دراصل علم نحو کی ارتقائی صورت ہے) سے کتنا واقف ہوگا کہ بلاغت قراءات پر جرح کر سکے۔

ان قراءات قرآنیہ کے اعجازات کا شریعت کے کئی مسائل میں اثر نمایاں اور واضح ہے۔جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

قراءاتِ قرآنیہ کا عقیدہ کے مسائل پر اثر

اس میں چار قسمیں شامل ہیں:

① توحید کے متعلق　　② افعال عباد کے متعلق

③ نبوت کے متعلق　　④ سمعیات کے متعلق

① قراءاتِ قرآنیہ کے توحید پر اثرات

توحید کا ثبوت مختلف طریقوں سے: مثلاً ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحہ:۴] میں پہلی قراءت اسم فاعل کے وزن پر ﴿مٰلِكِ يوم الدين﴾ ہے یہ قراءت عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر سے نقل کی گئی ہے۔[النشر:۱/۱۷۱، فتح الوحيد للسخاوي:۱۷۵]

دوسری قراءت: ﴿مَلِكِ يوم الدين﴾ الف کو گرانے اور 'حَذِرِ' کے وزن پر عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر کے علاوہ باقی قراء سے نقل کی گئی ہے۔[النشر:۱/۱۷۱، فتح الوحيد للسخاوي:۱۷۵]

اِستدلال

① اگر مٰلِكِ (اسم فاعل کے وزن پر) پڑھیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسا بادشاہ اور حاکم مطلق ہے جو اپنی تمام مملوکہ اشیاء میں اپنی منشاء سے تصرف کرتا ہے، اور قیامت کے دن کرے گا جس دن کسی کو کسی چیز میں تصرف کرنے اور حکم چلانے کی اجازت نہ ہوگی۔

② اگر مَلِكِ ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ ایسا حاکم جو اپنی ملکیت میں اوامر ونواہی کے ساتھ تصرف کرے۔یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دنیا کے دیگر بادشاہوں کی بنسبت ارفع و اعلیٰ اور عزت وتکریم میں ہوگا جبکہ یہ دنیا کے بادشاہ اور حکمران دنیا کے برعکس (ذلیل وخوار) ہوں گے۔

② قراءاتِ قرآنیہ کے اعجاز کا افعال عباد میں اثر

قراءاتِ قرآنیہ کا افعال عباد میں گہرا اثر ہے۔اگر قرآن کریم کے ایک لفظ کو پڑھ کر کسی کم فہم شخص کے ذہن میں کوئی اعتراض اٹھتا ہے تو اس کو یا تو اسی قراءت سے جواب دیا جائے گا، یا پھر کسی دوسری قراءت سے اس لفظ کا معنی کھل کر سامنے آجائے گا اور معترض کے اعتراض کا جواب بھی مل جائے گا۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴾ [مریم:۱۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں دو قراءتیں ہیں۔

① ﴿لِأَهَبَ﴾ ہمزہ کے ساتھ یہ باقی قراء کی قراءۃ ہے۔

② ﴿لِيَهَبَ﴾ 'یا' کے ساتھ یہ ورش، ابوعمرو، یعقوب اور قالون کی قراءۃ ہے۔

[إيزار المعاني:۵۸۲، النشر:۳۱۷/۲]

درج بالا دو قراءتوں کی توجیہ

پہلی قراءت کی توجیہ: جو قراءۃ ہمزہ ﴿لأهب﴾ کے ساتھ ہے یہ ایک ظاہری اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ اولاد دینے والا تو مالک کائنات ہے جو کہ بے اولادوں کو اولاد ہبہ کرتا ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ میں جبریل علیہ السلام وہبیت اولاد کی نسبت اپنی طرف کر رہے ہیں۔

جواب: جبریل علیہ السلام کا ﴿ لأهب لك ﴾ کہنا مجاز عقلی کے طریق سے ہے نہ کہ معنی حقیقی کے اعتبار سے۔ گویا ﴿لأهب لك﴾ کہنے سے ایک وہبیت اولاد کے سبب کی طرف اشارہ کر دیا جو کہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور فعل کی نسبت سبب کی طرف کرنا عام ہے۔ قرآن کریم میں اس کی کثرت سے مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا بتوں کے بارے میں یہ فرمان ہے: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ [ابراہیم:۳۶]

دوسری قراءت کی توجیہ: رہی دوسری قراءت ﴿ليهب لك﴾ 'یا' کے ساتھ اس میں وہبیت اولاد کی نسبت حقیقی واہب (جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے) کی طرف کی گئی ہے۔ اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ﴿ليهب﴾ 'یا' والی قراءۃ اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ اولاد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جبریل علیہ السلام نہیں ہیں وہ تو سبب ہیں۔ یہی محل اتفاق ہے اہلسنت والجماعت کے ہاں۔ پھر دوسری قراءت اس لیے لائی گئی تا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ افعال کی نسبت مجازاً مخلوق کی طرف کرنا جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کوئی بندہ ایسا نہیں کر سکتا۔

[الكشف بمكي:۸۶/۲، ۸۷، روح المعاني:۷۷/۱۶]

③ تنوع قراءات (جو کہ اعجاز قرآن کی وجہ میں سے ایک وجہ ہے) کا نبوت کے ساتھ تعلق

تنوع قراءات انبیاء کی نبوت، خاص کر محمد الرسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کو مختلف اَسالیب کے ساتھ ثابت کرتی ہیں۔ جس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ [التکویر:۲۴] میں دو متواتر قراءتیں ہیں:

① ﴿بِضَنِينٍ﴾ 'ضاد' کے ساتھ یہ جمہور کی قراءت ہے۔

② ﴿بِظَنِينٍ﴾ 'ظاء' کے ساتھ ہے۔ یہ ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی اور رویس جو کہ یعقوب سے روایت کرتے ہیں کی قراءۃ ہے۔ [الاختيار في القراء ات العشر:۲۷۱/۳، النشر:۳۹۸/۲]

درج بالا قراءتوں کی توجیہ

پہلی قراءت کی توجیہ: جمہور کا 'بضنين' ضاد کے ساتھ پڑھنا یہ ماخوذ ہے 'الضن' سے۔ جس کا معنی ہے بخل (کنجوسی) قاموس میں ہے 'ضن به عليه۔ ضنا و ضنانة' کسی کے ساتھ کسی چیز میں انتہائی بخل کرنا۔ صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصباح فرماتے ہیں یہ باب 'ضرب ، یضرب' سے بھی آتا ہے اور اس وقت اس کا معنی ہوگا ''محمدﷺ اس چیز میں بخیل نہیں ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے علم عطا فرمایا ہے بلکہ وہ کھلے دل سے قرآن میں سے تصرف کرنے والے ہیں۔[الکشف:۳۶۴/۲]

نوٹ: لفظ 'الغیب' سے مراد قرآن کریم ہے:

دوسری قراءت کی توجیہ: 'بظنین' ظاء والی قراءۃ یہ ماخوذ ہے 'الظن' سے جس کا معنی 'تہمت' ہے اور اس وقت اس کا معنی ہوگا ''اور محمدﷺ غیب (جو کہ قرآن مجید ہے) پر تہمت لگانے والے نہیں ہیں۔'' بلکہ وہ ثقہ، امین ہیں اور وہ اس قرآن کو اپنی طرف سے بنا کر نہیں لاتے نہ کسی قرآنی حرف کو کسی دوسرے حرف سے اور ایک معنی کو دوسرے معنی کے ساتھ بدلتے ہیں، کیونکہ ان سے پوری زندگی میں جھوٹ بولنا ثابت ہی نہیں ہوا۔

۞ تنوع قراءات کا اعجاز اور اس کا اثر سمیعات (غیبیات) میں

قراءاتِ قرآنیہ کا اثر سمیعات (غیبات) میں واضح ہے۔ غیبیات مطلب ہے ایسے اُمور کا جن کے ہونے کا ایمان کامل کے ساتھ عقیدہ رکھنا اور محض کتاب وسنت اور اجماع کے ثابت کرنے سے ان کو مان لینا اگرچہ انسانی عقل ان غیبیات کے موافق ہو یا نہ ہو۔

غیبیات کیا ہیں؟ غیبیات میں بہت سی چیزیں ہیں جن میں ملائکہ، جن، موت کے بعد کے حالات، حشر و حساب اس کے علاوہ وہ چیزیں جن کا تذکرہ کتاب وسنت میں موجود ہے۔ قراءات میں ان غیبیات کو مختلف اسالیب کے ساتھ اور معنوں کو بدل کر بیان کیا گیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو قرآن کریم کی اس آیت کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ [یونس:۳۰]

﴿تبلوا﴾ میں دو متواتر قراءتیں ہیں۔

۞ ﴿تتلوا﴾ دو تاؤں پہلی متحرک اور دوسری ساکن کے ساتھ – یہ قراءات حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی ہے۔

۞ باقی قراء ﴿تبلوا﴾ پڑھا ہے۔[السبعة لابن مجاهد: ۳۲۵، النشر:۲۸۳]

درج بالا قراءاتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت: اس کا معنی یہ ہوگا کہ بے شک جان طلب کرے گی اور اتباع کرے گی اس چیز سے جو اس نے اپنے اعمال میں سے آگے بھیجا، یا یہ کہ ہر نفس اپنے اچھے بُرے اعمال کو قیامت کے دن ایک صحیفے میں لکھا ہوا پائے گی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ [الاسرا:۱۳،۱۴]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ﴿تتلوا﴾ کی قراءت سے معنی طلب، تتبع اور تلاوت (پڑھنا) کے ہوں گے۔

دوسری قراءت: ﴿تبلوا﴾ پڑھیں تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ ہر جان کو اس کے اچھے اور بُرے اعمال کی خبر ملے گی یا دی جائے گی۔ [الکشف:۵۱۷/۱، شرح هداية:۳۳۹/۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تنوع قراءات کا شرعی احکام میں اعجاز

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علوم اِسلامیہ اور عربیہ کا اتصال اور ربط ہے۔ ان علوم سے مراد علم قراءات اور تشریع اِسلامی کا علم ہے اسی وجہ سے ان دونوں علوم کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق اور مضبوط ناطہ ہے جس کی دلیل تفسیر کی کتب کا مطالعہ کرنے سے کھل کر قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ ان کتب تفسیر میں

① الجامع القرآن للجصاص الحنفی ② الجامع لأحکام القرآن للامام القرطبی

③ احکام القرآن لابن العربی ④ زاد المسیر فی علوم التفسیر لابن الجوزی

اسی طرح علم القراءات اور تشریعی احکام کے علم کے آپس میں ربط کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ کا تذکرہ کئی اَحکام شرعیہ اور اصول فقہ کی کتب میں ملتا ہے جوکہ الإتصال فی علوم القراء ات و تشریع الإسلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کی مثالیں

① مفاتیح الأصول ② شرح الفقه الأکبر للقاري۔ میں موجود ہیں۔

امام نویری رحمہ اللہ کی کلام کا حاصل، فرماتے ہیں:

''ایک فقیہ کو قاری کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسے ہی قاری فقیہ کا محتاج ہوتا ہے۔ تاکہ قاری قراءات کے متعلق اس کی کچھ راہنمائی کرسکے اور اس چیز کو بیان کرے جس پر قراءات کے احکام کے اختلاف کی بنا رکھی جاتی ہے۔''

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ علماء کرام مختلف قراءات سے متعدد معانی اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ اور اس کو حجت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ [اتحاف فضلاء البشر: ۱/۶۷]

مثال

جس طرح کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ مختلف قراءات سے مختلف مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم اس کی مثال دیتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ [البقرہ:۲۲۲]

''اور نہ تم قریب جاؤ اپنی بیویوں کے (حیض ایام میں) حتیٰ کہ وہ طہارت حاصل کرلیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ﴾ طاء اور 'ھا' کے فتح اور دونوں کی تشدید کے ساتھ۔ یہ قراءت شعبہ، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی ہے۔

② ﴿حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ 'طا' کے سکون اور ہائے مضمومہ کے ساتھ۔ یہ قراءت (نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب، ابوجعفر اور حفص کی ہے۔ [النشر: ۱/۲۲۷، اتحاف فضلاء البشر: ۱/۴۳۸]

درج بالا قراءتوں کی توجیہ

<u>پہلی قراءت کی توجیہ، مشدد:</u> ﴿حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ﴾ کا مطلب یہ ہوگا کہ ''اپنی بیویوں سے مجامعت کرنے سے بچو حتیٰ کہ حیض کا خون رُک جائے اور وہ پانی کے ساتھ غسل کرلیں۔''

<u>دوسری قراءت، تخفیف:</u> ﴿حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تم ان بیویوں سے جماع نہ کرو حتیٰ کہ ان سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حیض کا خون رُک جائے۔

اسی وجہ سے فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے:

① جمہور فقہاء: جمہور (مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد رحمہ اللہ، اوزاعی رحمہ اللہ، ثوری رحمہ اللہ) قراءت تشدیدہ کا اعتبار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت کا حیض ختم ہوجانے کے بعد وہ اپنے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک کہ پانی کے ساتھ اچھی طرح غسل نہ کرلے۔[الجامع لأحکام القرآن:۸۸/۳، التفسیر الکبیر:۳۴۹/۶]

وجہ دلالت یہ ہوگی کہ تشدید کا صیغہ فائدہ دیتا ہے وجوب مبالغہ کا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ عورتوں پر حیض کے بعد طہارت حاصل کرنے میں مبالغہ کرنا ضروری ہے جو کہ غسل کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔

قاعدہ: 'زیادة المبنی تدل علی زیادة المعنی' کہ مبانی کی زیادتی معانی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا یہ حیض کے خون سے متعلقہ جگہ کی مکمل طور پر طہارت کا زیادہ تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے اس عورت کے ساتھ وطی کرنے کے لئے حیض کے بعد غسل کرنا واجب ہوا۔

② امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: قراءت خفیفہ کا اعتبار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'طہر' سے مراد مطلق انقطاع دم ہے نہ کہ غسل۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آدمی اپنی بیوی سے حیض کا خون رُک جانے کے بعد اور غسل کرنے سے قبل وطی کرسکتا ہے۔

دلیل: قراءت خفیفہ قراءت تشدیدہ، جو کہ انقطاع دم ہے، سے زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ حیض کے خون کا رُکنا تمام کے ہاں طہارت کی پہلی شرط ہے۔

راجح

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اکثر علماء نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما قاله الإمام أبو حنيفة: "من غرائب التفسير وعجائب التأويل"

[غرائب التفسير وعجائب التأويل لتاج القراء محمود بن حمة الكرماني:۲۱۳/۱]

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ [البقرة:۲۲۲] کے تحت 'حتی یطھرن' کا مطلب انقطاع دم کے بعد غسل ہوگا۔ اور یہ واجب ہوگا۔

قراءات متواترہ کا اعجاز بیانی

ہمارے مضمون کا تعلق اعجاز کی اسی قسم کے ساتھ ہے باقی گفتگو ضمنی اور تمہیدی تھی۔ اب ہم ''قرآن کریم کے اعجاز بیان اور اس میں متعدد قراءات متواترہ کا اثر'' کے متعلق کچھ چیزیں احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں:

① نحوی بحث ② صرفی بحث ③ بلاغی بحث

ان تینوں اقسام میں سے ہماری مراد تیسری قسم ہے۔

قرآن کریم کا اسلوب بلاغی اور قراءات متواترہ کا اس پر اثر

ناقدین و قارئین اس بات سے روز روشن کی طرح آگاہ رہیں کہ تنوع قراءات اسلوب بلاغی کی ہی مختلف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صورتوں میں سے ہے اور ان کا قرآنی اعجازات پر نمایاں اثر ہے۔قرآن کریم واضح عربی زبان میں نازل ہوا اور ایسی قوم پر اترا جو فصاحت و بلاغت اور بیان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔لیکن قرآن مجید نے اپنے بیان کے ساتھ ان کو حیران کر کے رکھ دیا اور کئی طرق سے ان کو مقابلہ سے عاجز و ناتواں بنا دیا ان کی فصاحت و بلاغت بکھیرنے والی زبانی گنگ ہوگئیں حتیٰ کہ انہوں نے قرآن کریم کے اسلوب بیان کی انفرادیت کو تسلیم کرلیا۔اس قرآن کا ہر کلمہ اپنے اندر ایک شیرینی اور مٹھاس رکھتا ہے اور اس کے مختلف خوشے ہیں جو لہلا رہے ہیں اور اس کے موتی بکھرے ہوئے ہیں جو چننے کے قابل ہیں اور اس کے جملوں کا اوّل و آخر آپس میں مربوط ہے۔ان تمام خوبیوں کی بنا پر اس کتاب نے ہدایت اور نور کے لیے عقل اور وجدان کی کھڑکیوں کو کھول دیا۔اسی بناء پر علماء قرآن کے اعجازات کے اسرار کو تلاش کرنے لگے۔ان اسرار میں سے ایک راز اعجاز بلاغی ہے بلکہ اکثر علماء کا خیال ہے کہ بلاغت کے اسالیب اور وسائل حقیقت میں یہی قرآن کے معجزہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’قراءات کتاب اللہ کی وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ ہے۔ہر قراءت سے الگ مسئلہ ثابت ہونا اس کے جملہ فوائد میں سے ایک فائدہ ہے۔کسی چیز کے اعجاز میں مبالغہ اس کے کم حروف اور زیادہ معانی میں ہوتا ہے،کیونکہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ زیادتی الفاظ، زیادتی معانی کا فائدہ دیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر قراءت بمنزلہ آیت کے ہے۔‘‘

[الاتقان:۲/۵۴]

اسی بنا پر قراءات بلاغت کی وجوہ میں سے ایک ایسی وجہ ہے جو کہ واضح بیان کے ذریعے قرآن کے اعجاز کو ثابت کرتی ہے۔ان تمام خصائل حسنہ کی وجہ سے قراءات کا بلاغت کے ساتھ ایک نا ختم ہونے والا تعلق ہے۔

اب ہم موصوف کے دعویٰ کا علمی جائزہ لیتے ہیں کہ آیا واقعی قراءات قرآنیہ قرآن کریم کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کرتی ہیں یا یہ دعویٰ مدعی کی جہالت کا مظہر ہے۔اس کے لیے پہلے ہم بلاغت کی تعریف ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم اعتراض کا جواب مثالوں سے دیں پہلے ہم بلاغت کی تعریف پیش کرتے ہیں۔

بلاغت کی لغوی تعریف

لغوی طور پر یہ ’بلغ ، بلاغۃ فصیح و بلیغ ہونا۔ھو بلیغ بلغاء۔أبلغة الشيء پہنچانا،خبر دینا، اطلاع دینا۔

[القاموس:۹/۱۷]

بلاغت کی اصطلاحی تعریف

بلاغت کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

① پہلی تعریف

اس کی دو قسمیں ہیں:

الف بلاغت کلام: کلام کا فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے مطابق ہونا۔یعنی جو بات مقام و شخص

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے مطابق ہو۔

ب بلاغت متکلم: وہ ملکہ وصلاحیت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مقصود کو کلام بلیغ کے ساتھ تعبیر کرنے پر قادر ہو جائے۔

② دوسری تعریف

"کون الکلام مطابقاً لمقتضی الحال"

''بہترین قسم کے معانی کو واضح اور صحیح عبارت کے ساتھ ادا کرنا۔ اس قسم کی عبارت جو دلوں پر چھا جائے، متکلم کی حالت کے مطابق ہو، اس کی ذہنی کیفیات کے مطابق ہو اور سامعین کی قوت فہم اور موقع محل کے مطابق ہو۔''

تنبیہ

اب وہ معترض جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ قرآن کریم کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کرتی ہیں اس کو اعتراض کرنے سے قبل اس بات سے آگاہ رہنا چاہئے کہ کلام کے فصیح و بلیغ ہونے کے لیے جن اُمور کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان سے واقفیت مختلف علوم کے ذریعے ہوتی ہے۔ معترض کو اعتراض کرنے سے قبل ان علوم کا علم ہونا چاہئے ورنہ وہ اعتراض کرنے کا حقدار نہیں ہے۔

① تعقید معنوی کو علم البیان کے ذریعے جانا جاسکتا ہے۔

② علم لغت: جس کے ذریعے غرابت کلمات کا علم ہوسکتا ہے۔

③ علم معانی: یہ احوال ومقتضیات کو جاننے کا ذریعہ ہے۔

④ علم نحو: ضعف تالیف اور تعقید لفظی کو جاننے کے لئے۔

⑤ علم صرف: مخالفت قیاس کو جاننے کے لئے۔

⑥ تنافر خواہ حروف کا ہو یا کلمات کا، اس کا ادراک ذوق سلیم سے ہوتا ہے جو مذکورہ بالا علوم میں طہارت سے پیدا ہوتا ہے۔

بلاغت کی کتب کثیرہ میں عموماً تین علوم کا تذکرہ ملتا ہے:

① علم بیان ② علم معانی ③ علم بدیع

① علم بیان کے ضمن میں تشبیہ، حقیقت ومجاز، استعارہ اور کنایہ کی بحث ہوتی ہے۔

② علم معانی میں، کلام کی تقسیم خبر و انشاء کی طرف، پھر کلام خبری کی تعریف، تقسیم و اغراض کلام انشائی کی تعریف و تقسیم، وصل وفصل، قصر وایجاز، اتناب مساوات سے بحث کی جاتی ہے۔

③ علم بدیع میں محسنات لفظیہ ومعنویہ کی بحث ہوتی ہے جن میں اقتباس، سجع، تشابہ، مقابلہ، حسن تعلیل، اسلوب حکیم، طور یہ اور اطباق وغیرہ کی مباحث ہوتی ہیں۔

بلاغت کے عناصر لفظ اور معانی ہیں اور تالیف الفاظ انہیں قوت تاثیر اور حسن بخشتی ہے۔ پھر کلمات کا انتخاب حسب مقام ومخاطب کیا جاتا ہے اور مخاطبین کے جذبات کا خیال رکھا جاتا ہے۔

درحقیقت بلاغت ایک فن ہے۔ جس کا دارومدار استعداد فطری، دقت ادراک اور ضعف اسالیب کے امتیاز پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔ بلیغ اور مصور میں بس اتنا فرق ہے کہ بلیغ مسموعات کو لیتا ہے اور مصور مبصرات کو لیتا ہے اس کے علاوہ دونوں برابر ہیں۔مصور جب کسی چیز کی تصویر بناتا ہے تو پہلے مناسب رنگوں کا انتخاب کرتا ہے پھر ان رنگوں کی آمیزش کی فکر کرتا ہے تاکہ وہ تصویر جاذب نظر اور دلکش بن جائے۔

بلیغ جب کوئی قصیدہ، خطبہ یا مقالہ تالیف کرنا چاہتا ہے تو ان کے اجزاء پر غور کرتا ہے اور خفیف ترین الفاظ کو لیتا اور موضوع کے مطابق جامع اور حسین ترین الفاظ کا انتخاب کرتا ہے۔

جب درجہ بالا تمام چیزوں سے واقفیت حاصل کرلی جائے تو پھر قراءات قرآنیہ کے متعلق اٹھنے والے اعتراضات کا جواب مل جاتا ہے اور انسان اپنے عقیدہ کی سالمیت اور اعتراضات سے احترازیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے، کیونکہ عقیدہ کی سالمیت ہی حقیقت میں ایمان کی سلمیت ہے جس کا عقیدہ صحیح ہوگا اس کا ایمان بھی صحیح ہوگا۔جس طرح صوم وصلوٰۃ کی سالمیت کے لیے ایمان کی سلمیت ضروری ہے ایسے ہی ایمان کی سالمیت کے لیے عقیدے کی سالمیت ضروری ہے اور عقیدے کی سالمیت اس وقت حاصل ہوگی جب ہم قرآن وسنت پر یقین رکھیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ چونکہ قراءات کا تعلق عقیدہ کے ساتھ ہے اس لیے جو ان کو مکمل طور پر مانے گا اس کا عقیدہ اسلامی سالم ہوگا بصورت دیگر اس کو اپنے عقیدہ کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔

بلاغت کے متعلق ہم اوپر جتنی چیزیں بیان کرآئیں ہیں قرآن کریم میں وہ ساری کی ساری موجود ہیں ان کو ثابت کرنے کے لیے اب ہم قرآن مجید سے چند آیات پیش کرتے ہیں جن میں مختلف قراءات بھی ہیں اور ان قراءات سے قرآن کریم کی نہ تو بلاغت مجروح ہوتی ہے اور نہ معنویت وحکمت میں کوئی فرق پڑتا ہے۔

تراکیب بلاغی اور فصاحت کلمہ میں قراءات کا اثر

اس میں دو چیزیں ہیں:

① قراءات کی تبدیلی مذکر ومؤنث کے اعتبار سے۔

② قراءات کی تبدیلی حروف کے معانی کے اعتبار سے۔

① قراءات کی تبدیلی مذکر ومؤنث کے اعتبار سے

اسلوب بلاغی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ یہ قراءات تذکیر تانیث کے مابین متغیر ہوتی رہتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا قرآن کریم کی اعجازی وجوہات پر الگ سے ایک اثر ہے۔

مثالیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ [الإسراء:۳۸]

’’یہ تمام (اوپر بیان ہونے والی) باتیں تیرے رب کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿سیئه﴾ میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿ سَيِّئُهٗ ﴾ ہمزہ اور ھاء کے ضمہ کے ساتھ اور ’مذکر‘ کے ساتھ۔ یہ قراءت کوفیوں اور ابن عامر شامی کی ہے۔

② ﴿سَيِّئَةً﴾ ہمزہ کے فتحہ اور تاء تانیث مفتوحہ کے ساتھ۔ یہ قراءت ابوجعفر، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو بصری،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یعقوب کی ہے۔

درج بالا قراءتوں کی توجیہ

یہ دونوں قراءتیں تواتر کے ساتھ بغیر کسی تعارض کے منقول ہیں۔

جن قراء نے تذکیر کے ساتھ تنوین کو گرا کر ﴿سَيِّئُهٗ﴾ پڑھا ہے انہوں نے اس کو ایسا اسم پڑھا ہے جو ہائے ضمیر کی طرف مضاف ہو رہا ہے جو کہ ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ ﴾ کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس ﴿ ذٰلِكَ ﴾ اسم اشارہ کا مشار الیہ یعنی اس ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ ﴾ سے اشارہ کیا گیا ہے سابقہ اوامر ونواہی کی طرف جو کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ سے لے کر ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ [سورۃ الإسراء:۱۷، الایات ص۲۳ سے ۳۸ تک] تک بیان ہوئے ہیں۔

<u>اُوامر میں سے:</u> صرف اللہ کی عبادت کی جائے، والدین کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے سامنے عاجزی و انکساری اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا، دعائے مغفرت کرنا، قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرنا، صلہ رحمی کرنا، سیدھی سادی گفتگو کرنا، ناپ تول میں ترازو اور توازن کو برقرار رکھنا۔ اور عہد کو پورا کرنا وغیرہ۔

<u>نواہی میں سے:</u>

① ﴿ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا ﴾ [الاسراء:۲۳] ''والدین کو اُف بھی نہ کہا جائے اور نہ ان کو ڈانٹا جائے۔''

② ﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [الاسراء:۲۶] ''اور نہ فضول خرچی کر، فضول خرچی کرنا۔''

③ ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ ﴾ [الاسراء:۲۹] اسے کنجوسی کی طرف اشارہ کر کے کنجوسی اور بخل سے منع کرنا۔

④ ﴿ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ﴾ [الاسراء:۲۹] اس کے ساتھ فضول خرچی کی طرف اشارہ کر کے اس سے منع فرما دیا۔

⑤ ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ﴾ [الاسراء:۳۱] اس بیان سے اولاد کے قتل سے منع کر دیا اور ساتھ بتا دیا کہ جس رزق کی وجہ سے تم اولاد کو قتل کر رہے ہو وہ رزق ہم تم کو اور تمہاری اولاد کو بذات خود دیتے ہیں۔

⑥ ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى ﴾ [الاسراء:۳۲] اس قول کے ساتھ زنا، اور اس کے لوازمات سے منع فرما دیا۔

⑦ ﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الاسراء:۳۳] آپس میں قتل و غارت سے منع کر دیا اور قصاص لینے کا حکم دیا۔

⑧ ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ﴾ [الاسراء:۳۴] اس کے ساتھ یتیم کا ناجائز مال کھانے سے روک کر ساتھ کھانے کے جائز ذرائع کی طرف اشارہ کر دیا۔

⑨ ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ [الاسراء:۳۶] اس نہی کے ساتھ لایعنی فضول یا بے مقصد باتوں کے پیچھے پڑنے سے منع فرما دیا۔

⑩ ﴿ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا...... ﴾ [الاسراء:۳۷] اس سے تکبر اور غرور کرنے سے منع فرمایا اور ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے ناممکن ہونے کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

آخر میں فرمایا:

﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ [الاسراء:۳۸] کہ اوپر بیان ہونے والے تمام امور میں سے ہر ایک کا بُرا پہلو تیرے رب کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔

تطبیق

نواہی کا ارتکاب کرنا تو گناہ ہے ہی اور ناپسندیدہ بھی، لیکن اوامر میں سے جن کو بجا نہ لایا جائے وہ اس کا بُرا پہلو ہے اور ناپسندیدہ ہے۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے خبر دی کہ بے شک ﴿ سيئة ﴾ حقیقت میں منہی عنہ ہی ہے جو کہ تیرے رب کے ہاں ناپسندیدہ ہے گویا کہ یہ ایک خیر ہے۔

اور اس کا معنی یہ ہوگا کہ ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ﴾ سے لے کر ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئَةً ﴾ تک تمام بیان ہونے والی خصائل قبیحہ جو کہ اوامر و نواہی کے مفہوم سے واضح ہوتی ہیں، جن کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے یہ تمام تیرے رب کے ہاں مکروہ یا ناپسندیدہ ہیں۔ یعنی غصہ دلانے والی اور اس کی روکی ہوئی ہیں جن کے ارتکاب پر وہ پکڑ کرے گا۔

لغوی بحث: جس نے 'سيئة' کو تانیث، نصب و تنوین کے ساتھ ﴿سيئة﴾ پڑھا ہے وہ اس بنا پر کیونکہ 'سيئة'، 'كان' کی خبر ہے اور اس کا اسم وہ ضمیر ہے جو 'كل' پر لوٹ رہی ہے اور اسم اشارہ اس قراءت میں لوٹنے والا ہے ان منہیات کی طرف جو سابقہ آیتوں میں صریحاً یا ضمناً ذکر ہو چکی ہیں اور 'عند ربك' یہ متعلق ہے 'مکروھا' کا اور مکروھاً خبر بعد الخبر ہے۔

اس قراءت پر معنی کیا ہوگا؟

گذشتہ بیان ہونے والی تمام منہیات جیسے شرک، عقوق الوالدین، اولاد کا قتل آخر تک یہ سیئۃ میں داخل ہیں اور تیرے رب کے ہاں مکروہ، اور عتاب و غضب کی موجب ہیں۔

تنوع قراءتین سے مرتب ہونے والی اعجازی وجہ

جیسا کہ ہم گذشتہ کلام میں ذکر کر آئے ہیں کہ بے شک قراءت تنوین 'سیئۃ' یہ فائدہ دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول 'كل ذلك' اَوامر کے علاوہ منہیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اور رہی دوسری قراءت اضافت کے ساتھ 'سيئة' کی تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ 'ذلك' میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اوامر کی نافرمانی اور نواہی کے ارتکاب سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ہے اعجاز بیان کی وجوہ میں سے ایک وجہ۔

قراءات اور حروف و معانی کی تبدیلی اور مختلف دلالتوں میں اس کا اثر

بے شک قضیۃ تناوب (ایک حرف کا دوسرے کو نائب بنانا اور معنی کا معنی کو) ان قضیوں میں سے ہے جن میں لغت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے جدید وقدیم دونوں قسم کے علماء مشغول رہے ہیں۔

① اکثر بصری نحوی اس بات کے قائل ہیں کہ حرف میں اصل یہ ہے کہ وہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جس کے لیے وہ وضع کیا گیا ہوتا ہے اس کے علاوہ دوسرے معنی پر دلالت نہیں کرتا۔[الإنصاف في مسائل الخلاف:۴۸۱/۲]

② کوفی علماء نحو: کہتے ہیں کہ حرف کو ایک معنی پر منحصر کرنا صحیح نہیں (یا محال ہے) اور انہوں نے استدلال کیا ہے ان مثالوں سے جو قرآن کریم یا کلام عرب میں وارد ہوئی ہیں۔

[إلانصاف أيضاً، معاني القرآن للأخفش:۵۱/۱،الکامل:۲۴۴/۲]

یہ دونوں قول محل نظر ہیں۔ جس نے ایک حرف کو ایک معنی پر منحصر کردیا ہے اس نے تأویل (جو اس مسئلہ میں وارد ہوئی ہیں) میں اسراف سے کام لیا ہے اور جس نے مطلق طور پر اجازت دے دی ہے اس نے لازمی طور پر اس مثال: 'سرت إلى فلان وهو يقصد معه' کو جائز قرار دے دیا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہے تو ایسی وجہ سے ابن جنی البصری نے ایک باب باقاعدہ اس عنوان سے قائم کیا ہے: 'باب في استعمال الحرف بعضها مكان البعض'، 'یہ باب ہے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لانے کا' اور اس میں یہ ذکر کیا کہ اس قاعدے یا اصول کو لوگوں نے عاریۃً بڑی باریک بینی سے قبول کیا ہے اور بطور شواہد باقاعدہ اس میں ایسی مثالیں ذکر کیں جن میں معانی حروف کے درمیان ایک دوسرے کے نائب بنتے ہیں۔

پھر ابن جنی نے قرآن اور اشعار کے ان اسالیب (جن میں حروف اپنے موضوع لہ معنی کے علاوہ استعمال ہوئے ہیں) کا حل بھی بتایا ہے۔

فرماتے ہیں: حرف جو عنقریب تیرے سامنے آئے گا اس کو اس کے باب سے نکال کر دوسرے باب میں استعمال کیا گیا ہے۔[الخصائص:۴۶۵/۲، الجني الداني:۲۳۱]

اب ہم اس مثال کو پیش کرتے ہیں جس میں حروف و معانی کا تناسب ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک پر ایک اعجازی وجہ مرتب ہوتی ہے۔

مثال

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَ هُمْ يَلْعَبُونَ ﴾[الاعراف:۹۸]

''یا انہیں اطمینان ہوگیا ہے کہ ہمارا (مضبوط ہاتھ) عذاب یکا یک ان پر دن کے وقت نہ پڑے گا جب کہ وہ کھیل رہے ہوں گے؟''

پس اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿أو أمن﴾ میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿أَوْ أَمِنَ﴾ واؤ کے سکون کے ساتھ یہ قراءت مدنی قراء ابن کثیر مکی اور ابن عامر شامی کی ہے۔

② ﴿أَوَ أَمِنَ﴾ واؤ کے فتحہ کے ساتھ یہ باقی قراء کی قراءت ہے۔[کتاب السبعة:۲۸۶،النشر:۲۷۰/۲]

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

① جب سکون والی قراءت کا اعتبار کیا جائے واؤ حرف عطف اس وقت اس کے معنی ہوگا تقسیم اور تنویع کا اور معنی اس وقت ہوگا ''کیا بستی والے اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان کے پاس رات کے وقت ہماری پکڑ آئے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس حال میں کہ وہ سوئے ہوئے ہوں یا وہ اطمینان میں ہیں اس بات سے کہ ان پر ہمارا عذاب دن میں اس وقت آئے جب یہ کھیل رہے ہوں۔یعنی کیا وہ ان دونوں پکڑوں میں سے کسی ایک سے اطمینان پکڑ بیٹھے ہیں۔

اب ہم ان کے انکار کی دونوں وجوہ کو بیان کرتے ہیں:

① اگر حرف عطف مانیں تو معنی ہوگا کہ کیا وہ بے خوف ہیں رات یا دن کے وقت عذاب کے آنے سے۔

[اتحاف فضلاء البشر والنشر:۵۴۱/۲،المحرر الوجیز:۴۳/۲]

یہ بھی جائز ہے کہ اس کا معنی اباحت وتخییر کا کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ ءَاثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴾ [الانسان:۲۴]

''یعنی نہ تو اطاعت کر اس قسم کے لوگوں کی (جن کی طرف اشارہ ہے)''

معنی ہوگا ''اگر تم ایک پکڑ سے اطمینان پکڑ لو گے تو دوسری سے بھی اطمینان مت پکڑو۔''

[الحجة لأبي علی:۵۴/۴، الجامع الأحکام القرآن:۲۵۳/۷]

② ﴿أو﴾ واؤ کے فتحہ کے ساتھ۔

یہ واؤ عاطفہ ہے اور اس پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہے جیسا کہ وہ 'ثم' پر داخل ہو جاتا ہے۔مثال اللہ تعالیٰ کا قول ہے:﴿ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ ءَامَنتُم بِهِ ﴾[یونس:۵۱]

ثم حرف عطف پر ہمزہ جو ہم معنی استفہام انکاری ہے، داخل ہوا ہے۔

اسی کی مثل:﴿ أَوَ كُلَّمَا عَٰهَدُوا۟ عَهْدًا نَّبَذَهُۥ فَرِيقٌ مِّنْهُم ﴾ [بقرہ:۱۰۰]

﴿ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا ﴾ [الاعراف:۱۰۰]

تو ان تمام مثالوں کے پیش نظر 'أو أمن اهل القریٰ......' کا معنی ہوگا کہ کیا وہ دونوں (لیل ونہار) کی پکڑ سے بے خوف ہو گئے ہیں۔

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہمزہ ہے جو کہ عاطف کا ایسا جزء ہے جو استفہام کا فائدہ دیتا ہے۔اس وجہ سے یہ 'لیل ونہار' کے عذاب میں سے ایک کے امن سے انکار کرنے کا فائدہ دیتی ہے۔

دوسری قراءت میں ہمزہ استفہام کا ہے جو کہ واؤ عاطفہ پر داخل ہوا ہے۔اسی بنا پر یہ قراءت عذاب کی دونوں ضربوں (لیل ونہار) کے برابر ہونے کا فائدہ دیتی ہے۔

اسی بنا پر اس کی یہ دلالت اعجاز بیانی پر دلالت عزیمہ ہے جو کہ قراءات متواترہ سے ثابت ہوتی ہے۔

① تنوع اسالیب بیان

مختلف اغراض و مقاصد کے لیے مختلف اسالیب بیان کا استعمال عربی زبان کا طرۂ امتیاز ہے۔یاد رہے کہ لغت عرب میں جملے کی اس اعتبار سے دو قسمیں ہوتی ہیں:

① جملہ خبریہ ② جملہ انشائیہ

○ جملہ خبریہ

قرآنی استعمال سے قطع نظر جملہ خبریہ ایسے جملے کو کہتے ہیں جس میں سچ اور جھوٹ دونوں احتمال موجود ہوں۔

○ جملہ انشائیہ

جس کلام میں صدق وکذب دونوں احتمالات نہ ہوں اسے انشائیہ جملہ کہتے ہیں۔

لیکن جملے کی اس تقسیم کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذکورہ دونوں اسالیب کلام ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال نہیں کئے جاسکتے بلکہ یہ تو کلام عرب کی خصوصیت ہے اور کائنات کا بلیغ ترین کلام اس کا بہترین شاہد ہے۔ چنانچہ مختلف قراءات میں مختلف اسالیب استعمال ہوتے ہیں، کیونکہ ہر اسلوب کا ایک خاص مقام اور تاکید ہوتی ہے لہٰذا ایک ہی آیت میں مختلف قراءات سے تنوع اسالیب پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہے۔

قراءۃ اور تنوعِ اَسالیب بیان میں اس کا اَثر

اس میں درج ذیل چیزیں ہیں:

① اسلوب خبر واستفہام کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
② اسلوب خبر وامر کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
③ اسلوب خبر ونہی کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
④ فعل کے مفرد، جمع کی طرف مسند ہونے کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
⑤ صیغۂ خطاب کی صیغۂ متکلم کے اعتبار سے قراءت کی تبدیلی

① خبر واستفہام کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی

مثال نمبر۱

اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وٰسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [آل عمران:۷۳]

”اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا یقین نہ کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو) کہ کوئی اس جیسا دیا جائے جیسا تم دیئے گئے ہو، یا یہ کہ یہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے آپ کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے اسے دے، اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿أن يؤتىٰ أحد﴾ میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿أَنْ يُؤْتىٰ﴾ ایک ہمزہ کے ساتھ یہ جمہور قراء کی قراءت ہے۔

② ﴿ أَأَنْ يُؤْتىٰ﴾ دو ہمزہ کے ساتھ یہ ابن کثیر مکی کی قراءت ہے۔ [السبعة لابن مجاهد: ۲۰۷، النشر: ۲/۲۲۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

جمہور کی قراءت خبر کا فائدہ دیتی ہے۔ابن کثیر مکی کی قراءت استفہام کا فائدہ دیتی ہیں۔اس خبر و استفہام کی دلالت ایسی توبیخ اور انکار پر ہے جو کہ ملتبس ہے اس نہی کو جو آیت کریمہ کی ابتداء میں آئی ہے۔

امام زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿أن يؤتى﴾ متصل ہے رسول کے مقولہ "قل إن الهدى هدى الله" کے ساتھ اس کا معنی یہ ہوگا: "أن ما بكم في الحسد والبغي- أن يؤتى أحد مثل ما أوتيتم في فضل العلم والكتاب دعاكم إلىٰ أن قلتم ما قلتم" یعنی اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب وعلم کی صورت میں فضل مل گیا ہے تو تم حسد اور بغاوت پر کیوں اتر آئے ہو، اور جب اس رسول نے تم کو اس کتاب وعلم کی دعوت دی تو تم نے وہ کچھ کہا جو تم کہہ سکتے تھے۔"

اس پر ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت ﴿أأن يؤتى أحد﴾ دلیل ہے۔

مخاطبت اور توبیخ کے لیے ہمزہ استفہام زیادہ کردیا گیا۔[الكشاف: ١/ ٣٧٤، البحر المحيط: ٢/ ٤٩٤]

وجہ اعجاز

گذشتہ صفحات میں بھی ہم بیان کرآئے ہیں کہ تنوع قراءات اعجازات کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے جو اسلوب قرآنی سے ظاہر ہوتی ہے۔ جمہور کی قراءت نے یہ فائدہ دیا ہے کہ اگر ادوات استفہام کو سیاق پر دلالت کرنے کے بعد حذف کردیا جائے تو کلام پھر بھی استفہام انکاری کا فائدہ دیتی ہے۔

ابن کثیر کی قراءت نے جمہور کی قراءت میں پائے جانے والے استفہام کے انکار میں مکمل طور پر تاکید کا فائدہ دیا۔

مثال نمبر ۲

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ۝ ﴾ [الاعراف:۱۱۳]

اس آیت مبارکہ میں ﴿ اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا ﴾ کو دوطرح پڑھا جاتا ہے۔

الف ﴿ اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا ﴾ (اسلوب خبر کے ساتھ)

ب ﴿ ءَاِنَّ لَنَا لَاَجْرًا ﴾ (اسلوب استفہام کے ساتھ)

دونوں قراءات تواتر کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے منقول ہیں اور دونوں کے معنیٰ میں کسی قسم کا تناقض نہیں۔ ہمارے ہاں معروف قراءت اسلوب خبر والی ہے جس سے جادوگروں کی خود اعتمادی واضح ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری قراءت سے پتہ چلتا ہے کہ جادوگروں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر وہ غالب آجائیں تو انہیں کیا انعام ملے گا؟ اس قراءت سے اس آیت کا اگلی آیت کے ساتھ ربط زیادہ واضح ہوجاتا ہے، کیونکہ فرعون نے جواب میں "نعم" کہا تھا: ﴿ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۝ ﴾ اور "نعم" سوال کے جواب میں ہی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ تبدیلی قراءت سے قرآن کی معنویت اور حکمت مجروح نہیں ہوتی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسلوب خبر و نہی کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی

مثال نمبر ۱

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ [البقرۃ:۱۱۹]

اس آیت مبارکہ میں ﴿ وَلَا تُسْـَٔلُ ﴾ کو دو طرح پڑھا جا سکتا ہے۔

﴿ ولا تُسْـَٔلُ ﴾ (اسلوب خبر کے ساتھ)

﴿ ولا تُسْـَٔلْ ﴾ (اسلوب نہی کے ساتھ)

پہلی قراءت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ) آپ کی ذمہ داری محض ابلاغ ہے اگر یہ نہیں مانتے تو آپ ذمہ دار نہیں۔ جبکہ دوسری قراءت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ کو اتمام حجت کے لیے بھیجا ہے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو جہنم میں جائیں گے۔ اور نہ پوچھیں جہنم میں ان کی حالت کس قدر بُری ہوگی جیسا کہ ہمارے ہاں جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کے متعلق خبر دینے والا کہتا ہے: ''نہ پوچھو اس کی حالت کیسی ہے'' گویا پہلی قراءت سے محض رسول اللہ ﷺ کا بری الذمہ ہونا ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسری قراءت سے کفار کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے انجام بد کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ جو کہ پیغمبر علیہ السلام کے لیے مزید تسلی کا باعث تھا۔

مثال نمبر ۲

اِرشادِ ربانی ہے:

﴿ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ أَحَدًا ﴾ [الکہف:۲۶]

﴿ وَلَا يُشْرِكُ ﴾ میں دو متواتر قراءات ہیں۔

الف: ﴿وَلَا تُشْرِكْ﴾ (صیغہ مخاطب کے ساتھ) (اسلوب نہی کے ساتھ) یہ ابن عامر شامی کی قراءت ہے۔

ب: ﴿وَلَا يُشْرِكُ﴾ صیغہ غائب کے ساتھ۔ (اسلوب خبر کے ساتھ) یہ باقی قراء کی قراءت ہے۔

[التبصرة لمكي: ۲۴۸، الاتحاف: ۲/۲۱۳]

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت خطاب میں 'لا' نہی کا ہے اور نہی کا تعلق ہر شرعی مکلّف کے ساتھ ہے اور 'منهي عنه' شرک ہے۔ اس وقت معنی ہوگا: ''اے مکلّف انسان اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو شریک مت بنا'' اور یہ نہی صرف نبی ﷺ کے لیے نہیں بلکہ دیگر تمام لوگوں کو شامل ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: "إياك أعني واسمعي ياجاره فيكون ماله إلى ذلك"

اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ اس سے مراد نبی ﷺ کی ذات لی جائے اس وقت یہ معطوف ہوگا اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴾ کا [الکہف:۲۳] یا اس کا عطف ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس قول پر ﴿واذكر ربك إذا نسيت﴾ [الکہف:۲۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جب ایسا ہے تو پھر معنی ہوگا اے محمدﷺ! آپ کسی ایک سے سوال نہکریں ان چیزوں کے بارے میں جوکہ اصحاف کہف کے قصہ میں سے ہیں۔[الجامع لأحکام القرآن: ۳۸۸/۱۰، فتح القدیر للشوکاني: ۲۷۹/۳]

دوسری قراءت (صیغہ غائب کے ساتھ) ہوتو اس میں 'ھو' ضمیر مقدر ہوگی جوکہ 'یشرك' کا فاعل ہوگا۔ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف لوٹے گی: ﴿ قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ﴾ [الکہف: ۲۶]

گویا یہ ایک ایسا جملہ ہے جس کا نبی اکرمﷺ کوحکم دیا گیا کہ وہ اس کو ادا کریں۔ کلام غیبوبت کے طریق سے اس وجہ سے لائی گئی، کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ﴾ ہے۔

اس قراءت کے مطابق اس آیت کا معنی ہوگا۔

عزجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ علم وقدرت والے ہیں تو پھر وہ اپنے عالم الغیب کی انفرادیت اور واحدانیت میں کسی کوشریک نہیں کریں گے۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا ﴾ [الجن: ۲۶، معاني القرآن وإعرابه: ۲۸۰/۳]

سدي رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ﴿ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ أَحَدًا ﴾ کا مطلب ہے۔

"ولا یشاور في أمره وقضائه أحداً". [حجة القراءات لابن زنجله: ۴۱۵]

بلاغی اعجاز

① قراءت ابن عامر میں اسلوب خطابی ہے جس میں انسانوں کومخاطب کرکے شرک سے منع کیا گیا ہے۔

② جمہور کی قراءت میں اسلوب خبر ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے ''کہ وہ رب العالمین کی نفی کررہے ہیں اس بات کی کہ میرے ساتھ میرے حکم وقدر میں کوئی شریک نہیں اور نہ میں پسند کرتا ہوں کہ کسی کو اپنے حکم میں شریک کروں۔''

لہٰذا ان دونوں قراءات سے قرآن کریم کا اعجاز بلاغی ثابت ہورہا ہے جوکہ معترضین کے منہ پرطمانچہ ہے۔ ثابت ہوا کہ قراءات قرآنیہ سے قرآن کی معنویت اور حکمت مجروح نہیں ہوتی بلکہ متحقق ہوتی ہے۔

اسلوب خبر وامر کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی

کبھی قراءات میں تبدیلی اس اعتبار سے ہوتی ہے کہ ایک سے مطلق خبر دینا جبکہ دوسری سے 'امر' مراد ہوتا ہے۔

مثال نمبر۱

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ﴾ [انبیاء: ۴]

لفظ ﴿ قٰلَ ﴾ میں دو قراءات ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ قٰلَ ﴾ (اسلوب خبر کے ساتھ)
﴿ قُلْ ﴾ (اسلوب امر کے ساتھ)

پہلی قراءت میں اللہ تعالیٰ نے محمدﷺ کی بات کو نقل فرمایا ہے، جبکہ دوسری قراءت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمدﷺ کو یہ کہنے کا حکم دیا تھا کہ میرا رب آسمانوں اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے۔

دونوں قراءات کے معنی میں کوئی تضاد نہیں بلکہ دوسری قراءت سے واقعہ مزید واضح ہو جاتا ہے، وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی اکرمﷺ کو مذکورہ بات کہنے کا حکم دیا تو پھر محمدﷺ نے یہ کلمات ادا فرمائے اور پتہ چلا کہ رسول اکرمﷺ وحی کے بغیر نہیں بولتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہی کلام فرمایا کرتے۔ جبکہ ہمارے ہاں پہلی قراءت زیادہ معروف ہے۔

اعجاز بلاغی

ان دونوں قراءات میں اگر صیغہ امر کا اعتبار کریں تو پھر معنی ہوگا کہ ان مشرکین نے اس قول ﴿ قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ﴾ [الانبیاء:۴] کو چھپایا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولﷺ کو مطلع کر دیا اور حکم دیا کہ اے محمدﷺ آپ ان کو کہیں: ﴿ قُلْ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ﴾ ''کہ میرا رب تو آسمانوں وزمین کی باتوں کو جانتا ہے۔'' [الجامع لاحکام القرآن:۱۱/۲۷۰، فتح القدیر للشوکانی:۳/۳۹۸]

خلاصہ کلام

ان دونوں قراءتوں کو نبیﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام نے پڑھا لہٰذا یہ دونوں بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں۔
فائدہ: نبیﷺ کو حکم دیا گیا اور آپﷺ نے 'قال کما أمر'، 'کہا جس طرح حکم دیا گیا'۔

مثال نمبر۲

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ قٰلَ رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ ﴾ [الانبیاء:۱۱۲]
اس میں دو قراءتیں ہیں:
الف ﴿قٰلَ رَبِّ﴾ (صیغہ فعل ماضی کے ساتھ)
یہ قراءت حفص عن عاصم ہے۔
ب ﴿قُلْ رَبِّ﴾ (صیغہ امر حاضر کے ساتھ)
یہ قراءت حفص کے علاوہ باقی قراء کی ہے۔

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

صیغہ فعل ماضی کے ساتھ 'قال' پڑھنے والوں نے اس قول کو أرسلنك کی ضمیر کا مسند بنایا ہے جس کا ذکر گذشتہ آیتوں میں گذر چکا ہے۔
اِرشاد ربانی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ [الانبیاء:١٠٧]

اگر اس قول کا اعتبار کیا جائے تو پھر یہ خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی جس کو اس کے رسول نے اپنی دعا میں کہا:

'رب احکم بالحق' [معاني القراءات:١٧٣/٢]

دوسری قراءۃ (صیغہ امر حاضر) کے ساتھ۔

اس میں یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریمﷺ کو ہوگا کہ وہ کہہ دیں «ربي أحكم بالحق» ''اے اللہ! میرے اور ان جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ کردے اور ان کے خلاف میری مدد فرما۔''

[معاني القرآن وإعرابه للزجاج:٨/٣، الجامع لأحكام القرآن:٣٥١/١١]

'اعجاز بلاغی'

ہر قراءت میں ایک ایسی دلالت ہوتی ہے جو بلاغت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس درجہ بالا مثال میں بھی جمہور کی قراءۃ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبیﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ کہیں «رب ربي أحكم بالحق» اور حفص کی قراءۃ میں 'قال' امر کو فعل ماضی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

فعل کے مفرد و جمع کی طرف مسند ہونے کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی:

مثال نمبر۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذۡ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ هَلۡ یَسۡتَطِیۡعُ رَبُّکَ اَنۡ یُّنَزِّلَ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴾ [المائدہ:١١٢]

﴿ هَلۡ یَسۡتَطِیۡعُ رَبُّکَ ﴾ میں دو متواتر قراءات ہیں۔

الف۔ ﴿ هَلۡ یَسۡتَطِیۡعُ رَبُّکَ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

ب۔ ﴿ هَلۡ تَسۡتَطِیۡعُ رَبَّکَ ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)

پہلی قراءت کے مطابق معنی یہ بنتا ہے کہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا آپ کا رب آسمان سے ہمارے لیے دستر خوان نازل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کامل یقین رکھتے تھے لیکن انہوں نے یہ مطالبہ اس لیے کیا تاکہ ایمان مزید پختہ ہو جائے۔

جبکہ دوسری قراءت میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعظیم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں استطاعت کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے اور حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر ایسا کیا۔ حالانکہ ہمارے ہاں پہلی قراءت زیادہ معروف ہے۔

مثال نمبر۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ﴾ [الانشقاق:١٩]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس میں دو قراءتیں ہیں۔

الف: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ ﴾ (باء کے ضمہ کے ساتھ)

یہ قراءت بصری، مدنی، قراء اور ابن عامر، عاصم کی ہے۔

ب: ﴿ لَتَرْكَبَنَّ ﴾ (باء کے فتحہ کے ساتھ)

یہ قراءۃ ابن کثیر مکی، کسائی، حمزہ اور خلف العاشر کی ہے۔

[المبسوط في القراء ات العشر: ۴۰۰، النشر :۳۹۹/۲، اتحاف: ۶۰۰/۲]

درج بالا قراءتوں کی توجیہ

پہلی قراءۃ میں ضمہ لانے کے ساتھ جنس کو متوجہ کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ يَأَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ ﴾ [الانشقاق:٦] میں موجود 'یاء' حرف ندا کا تعلق جنس کے ساتھ ہے۔اس لفظ کا اصل ﴿لتر کبون﴾ ہے۔ پس دو ساکن اکٹھے ہوئے واؤ کو حذف کر دیا باء کو ضمہ دیا، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہاں واؤ موجود تھی۔ اور یہ 'لترکبن' ہوگیا۔ معنی اس وقت ہوگا "لترکبن أیها الناس طبقا عن طبق" یعنی 'حالا بعد حال' اے لوگو! تمہیں ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے۔''

'عن' یہاں بمعنی 'بعد' ہے۔یعنی تم ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں ہوگے۔اور لفظ عن 'مجاوزہ' ''گزرنا' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی 'لترکبن طبقاً مجاوز من لطبق' البتہ تم ضرور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرنے والے ہو۔

دوسری قراءت: (باء کے فتحہ کے ساتھ)

یہ اسلوب خطابی کے قبیل سے ہے۔اس میں خطاب کن لوگوں کو ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

جمہور: اس سے مراد نبیﷺ کی ذات گرامی ہے اور وہ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت، جو کہ مجاہد رحمہ اللہ ان سے نقل کرتے ہیں، میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ ای 'حالا' کہ طبق بمعنی حالت کے ہے اور اس سے مراد نبیﷺ کی ذات اقدس یعنی آپﷺ کی زندگی مطہرہ ہے۔

② دوسرا معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ اے نبیﷺ تم کفار کے ساتھ مقابلہ میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف درجہ بدرجہ گذرتے چلے جاؤ گے۔''

③ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے اللہ کا اپنے نبیﷺ سے فتح ونصرت کا وعدہ ہے۔معنی اس وقت ہوگا 'لترکبن من فتح إلی فتح' البتہ تم ایک فتح کے بعد دوسری فتح کی طرف بڑھو گے 'ولتصیرن من نصر إلی نصر' اور تم ایک مدد کے بعد دوسری مدد کئے جاؤ گے''

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لترکبن سماء بعد سماء' ''تم درجہ بدرجہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاؤ گے۔''

اس میں واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔ اور بھی بے شمار معانی علماء، مفسرین نے بیان کئے ہیں جن کو ہم اختصار کے پیش نظر چھوڑ رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آخر میں امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ (ت:۶۰۶ھ) کا قول بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:
''کہ دوسری قراء ت میں آسمان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس وقت معنی ہوگا 'لترکبن السماء یوم القیامة حالة بعد حالة' کہ قیامت کے دن آسمان درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتا چلا جائے گا۔'' پھر اس کے بعد امام رازی رحمہ اللہ نے اس کی علت یوں بیان کی: ''یہ اس وجہ سے ہے، کیونکہ پہلے آسمان میں شگاف پیدا ہوں گے۔''

اِرشادِ ربانی ہے: ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ [الانشقاق:۱] 'پھر وہ پھٹ پڑے گا۔'
اِرشادِ ربانی ہے: ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴾ [الانفطار:۱] ''پھر وہ لال چمڑے کی طرح سرخ ہوجائے گا۔
ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴾ [الرحمٰن:۳۷] ''یہ ہے آسمان کا درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانا'' اور یہ وجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[التفسیر الکبیر:۳۱/۳۰۵]
نوٹ: جب آسمان مراد لیے جائیں تو اس وقت 'لترکبن' میں 'تاء' تانیث کی ہوگی۔

'اعجاز بلاغی'

گذشتہ دونوں قراءتوں میں سے ہر ایک نے دوسری سے الگ فائدہ دیا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر قراء ت میں کئی دلالتوں اور اعتبارات کا احتمال رہتا ہے۔ اگر صرف ایک لفظ کا اعتبار کیا جاتا اور دوسری قراء ت کو چھوڑ دیا جاتا تو پھر ایک آیت سے ایک ہی دلالت ثابت ہوتی لہٰذا قرآن کا اعجاز بلاغی کھل کر معترضین کے سامنے آ گیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ قراء ات قرآن کی معنویت اور حکمت کو مجروح نہیں کرتیں بلکہ مزید تقویت دیتی ہیں اور پڑھنے، سننے والے کے سامنے قرآن کا مقصود اور سیاق وسباق واضح ہوجاتا ہے۔

صیغۂ خطاب کی صیغۂ متکلم کے اعتبار سے قراء ت کی تبدیلی

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴾ [الصافات:۱۲]
﴿ بَلْ عَجِبْتَ ﴾ میں درج ذیل دو قراء ات ہیں۔
﴿ بَلْ عَجِبْتَ ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)
﴿ بَلْ عَجِبْتُ ﴾ (صیغۂ متکلم کے ساتھ)

پہلی قراء ت میں تعجب کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے اور معنی یہ بنتا ہے کہ اے پیغمبر (ﷺ) آپ ان کے صریح دلائل کے باوجود انکار آخرت پر تعجب کرتے ہیں اور وہ آپ کا مذاق اُڑاتے ہیں۔
جبکہ صیغۂ متکلم والی قراء ت میں تعجب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جس سے ان کے انکار آخرت کے جرم کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔
یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صفت تعجب کی نسبت جائز ہے لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ کا دیکھنا، سننا، کلام کرنا وغیرہ اور دیگر صفات ہمارے جیسی نہیں۔ ایسے ہی اس کا تعجب بھی ہمارے تعجب کی طرح نہیں۔ چونکہ قرآن و حدیث سے اللہ تعالیٰ کی طرف صفت تعجب کی نسبت ثابت ہے لہٰذا ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو ماننا واجب ہے البتہ ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی اسے بندوں کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت تعجب کا اثبات ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"فقال ﷺ: «ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا». [صحیح بخاری:۳۷۹۸]

⑥ کلام کی صفت ایجاز اور قراءات

ایجاز کی تعریف

کثیر معانی کو تھوڑے الفاظ میں اس طرح سمو دینا کہ مقصود بھی پوری طرح واضح ہو جائے۔

کسی کے کلام میں ایجاز کا ہونا اس کے کمال، عقلی برتری اور زبان و فکر پر اس کی قدرت کی دلیل ہوتا ہے۔

ایجاز کی ضد اطناب ہے یعنی قلیل معانی کو کثیر الفاظ میں بیان کرنا۔ دونوں اسالیب کا استعمال موقع و محل کی مناسبت سے کلام کو بلیغ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک جاہل شخص سے بات کرتے ہوئے ایجاز کا استعمال اور ایک عالم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اطناب کو اختیار کرنا کلام کا نقص ہوگا۔

قراءات سے قرآن کریم میں یہ دونوں صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور ایک ہی لفظ کو دو مختلف قراءات میں پڑھنے سے دو مستقل مفاہیم حاصل ہوتے ہیں۔ متعدد قراءات سے پیدا ہونے والے یہ تمام مفاہیم ہی معتبر اور موقع و محل کے مطابق ہوتے ہیں۔

ذیل میں ہم مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں کہ قراءات کس طرح ان دونوں اسالیب کو قرآن کریم میں جمع کرکے اس کی بلاغت میں اضافہ کرتی ہیں:

مضارع کے صیغۂ خطاب کی صیغۂ غائب سے تبدیلی

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ [آل عمران:۱۵۷]

﴿ مِمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

﴿ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

﴿ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ ﴾ (صیغہ خطاب کے ساتھ)

دونوں قراءات کو جمع کرنے سے معنی میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور معنی یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جنہیں تم یا وہ (جہاد پر نہ آنے والے) جمع کرتے ہیں۔ فعل کو کبھی "تا" اور کبھی "یا" کے ساتھ پڑھنا "ایجاز" کی ہی صورت ہے، کیونکہ اس طرح دونوں فریقوں کو الگ الگ الفاظ کے ساتھ متعین کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ صیغۂ غائب کے ساتھ پڑھنے سے معنی یہ ہوگا کہ اے اہل ایمان! اگر تم جنگ و جہاد میں شہید ہو جاؤ یا تم جہاد کی تمنا رکھنے کے باوجود موقع نہ پا سکو اور تمہیں طبعی موت آ جائے، دونوں صورت میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت ہے جو اس متاع حیات دنیوی سے کہیں بہتر ہے جس کو جمع کرنے کی خاطر تم میں سے کچھ لوگ جہاد کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جبکہ صیغہ خطاب والی قراءت کا معنی یہ ہوگا کہ اے اہل ایمان!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موت کا سبب صرف جہاد ہی نہیں، بلکہ یہ تو ہر حال میں آ کر ہی رہے گی لیکن اگر یہی موت تمہیں راہِ خدا میں آ گئی تو اس کے بدلے میں تمہیں جو اللہ کی مغفرت، رحمت اور شہادت ملے گی وہ دنیا کے ان عارضی فوائد سے حد درجہ بہتر ہے جن کو جمع کرنے کی خاطر تم تگ و دو اور محنت و مشقت کرتے ہو۔

فعل کے کسی حرف کو مشدد یا مخفف پڑھنے کی تبدیلی

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ﴾ [طٰهٰ:۸۷]

لفظ ﴿ حُمِّلْنَا ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

﴿ حُمِّلْنَا ﴾ (صیغۂ مجہول اور میم مشدد کے ساتھ)

﴿ حَمَلْنَا ﴾ (صیغۂ معروف اور میم مخفف کے ساتھ)

پہلی قراءت کا معنی یہ بنتا ہے کہ قوم موسیٰ کو سامری نے مجبور کیا اور ابھارا تھا کہ وہ زیورات اکٹھے کریں تاکہ بچھڑا بنایا جا سکے۔

جبکہ دوسری قراءت کا معنی یہ ہے کہ قوم موسیٰ کے لوگوں نے خود ہی زیورات اکٹھے کئے۔

ان دونوں مفاہیم میں تناقض نہیں بلکہ ان کو جمع کرنے سے معنی یہ بنتا ہے کہ سامری نے انہیں اس کام پر تیار کیا وہ اس کے دھوکے میں آ گئے اور برضا و رغبت یہ کام کیا۔ لہٰذا دونوں قراءات واقعہ کی وضاحت اور تفصیل میں باہم معاون ثابت ہوتی ہیں۔

بلاشبہ ان تمام تفصیلات کو ایک ہی لفظ میں سمو دینا ایجاز کی ہی صورت ہے جس کا حصول اس لفظ کو دونوں قراءتوں کے ساتھ پڑھے بغیر ممکن نہیں تو ثابت ہوا کہ قراءات اپنے اس ایجاز کی وجہ سے اعجاز قرآنی کا مظہر ہیں۔

(۲) قراءات اور ''التفات''

سامع کے مزاج میں تازگی اور نشاط پیدا کرنے کے لیے عام طور پر عرب لوگ اپنی باتوں میں رنگینی پیدا کرتے ہیں اور اچانک کلام کا رخ غیابت سے حضور کی طرف اور حضور سے تکلم کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

(۱) ﴿ وَ اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ ...... ﴾ [فاطر:۹]

''اللہ وہ ذات ہے جو ہواؤں کو چھوڑتا ہے۔ پس وہ بادل اٹھاتی ہیں۔ پس ہم اس کو کسی مردہ شہر کے لیے ہانک دیتے ہیں۔''

إمراء القیس کا ایک شعر ہے:

تطاول لیلك بالأثمد و نام الخلي ولم ترقد

وبات وباتت له لیلة کلیلة ذي العائر الأرمد

وذلك من نبإٍ جاءني و خبرته عن أبي الأسود

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''اے میری جان مقام اثمد میں تیری رات بڑی طویل ہوگئی ہے۔محبت سے خالی لوگ تو سوچکے ہیں لیکن تو جاگ رہا ہے۔ اور اس نے رات بسر کی اور اس کی رات نے بھی۔جس طرح آنکھ میں تنکا پڑنے والا اور آشوب چشم میں مبتلا شخص کرتا ہے۔اور یہ خبر میرے پاس آئی ہے اور مجھے ابو الاسود کی موت کی خبر دی گئی ہے۔''

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

ليلك میں شاعر اپنے نفس سے خطاب کرتا ہے۔بات میں شاعر اپنے آپ کو غائب قرار دیتا ہے۔جاءني میں شاعر اپنے کو متکلم بناتا ہے۔

التفات کی صورتیں

جمہور بلاغیین التفات کو چھ صورتوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم مجمل طور پر پہلے بیان کرآئے ہیں اب تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

○ غیوبت سے حضور کی طرف

کبھی لغت عرب میں کلام کرتے کرتے غائب کو حاضر بنادیا جاتا ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ سے لے کر ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ [الفاتحہ:۱،۵] تک ہے۔اسی صورت کے ضمن میں امام بیضاوی رحمہ اللہ تفسیر بیضاوی میں إمراء القيس کے اشعار بطور استشہاد کے پیش کرتے ہیں جن کو ہم اوپر بیان کرآئے ہیں۔

۞ خطاب سے غیوبت کی طرف

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ... ﴾ [یونس:۲۲]

۞ غیوبت سے تکلم کی طرف

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ ﴾ [فاطر:۹]

۞ تکلم سے غیوبت کی جانب

اس کی مثال باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْیٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ﴾ [الاعراف:۱۵۸]

۞ کبھی التفات تکلم سے خطاب کی طرف ہوتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [یٰسین:۲۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۞ خطاب سے تکلم کی جانب التفات

اس کے بارے میں شاہد کے طور پر ہم إمراء القیس کا شعر ذکر کر آئے ہیں۔

التفات کا قراءات میں پایا جانا

اگر قرآنی قراءات میں التفات کو دیکھنا چاہیں تو یہ ہم کو حروف مضارع میں تبدیلی (جو کہ نون، تاء اور یاء) کی صورت میں نظر آئے گا اور ان حروف کی تبدیلی سے پیدا ہوتا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ 'نون' متکلم کے لیے ہے، 'یاء' غائب کے لئے اور 'تاء' خطاب کے لیے ہے۔

ذیل میں ہم قراءات میں اس اسلوب کے استعمال کی مثالیں ذکر کرتے ہیں:

۞ صیغۂ غائب سے خطاب کی طرف التفات

جب غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا جائے اور منقول اِلیہ چیز مذموم ہو تو اس التفات کے عموماً درج ذیل مقاصد ہوتے ہیں:

(۱) زجر وتوبیخ (۲) خوشخبری دینا (۳) منقول عنہ سے منقول اِلیہ کو ممتاز کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴾ [آل عمران:۱۱۵]

اس آیت مبارکہ میں درج ذیل دو قراءتیں ہیں:

الف ﴿ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

ب ﴿ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ تُكْفَرُوهُ ۗ ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)

<u>پہلی قراءت کا</u> معنی یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کی بھی نیکیوں کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ ان میں سے نیک لوگوں کو اچھا اور بُروں کو بُرا بدلہ دے گا۔لیکن اہل کتاب سے مراد یہاں مومن اہل کتاب ہیں۔

اس قراءت کے الفاظ سیاق کے مطابق ہیں۔

<u>جبکہ دوسری قراءت</u> میں اللہ تعالیٰ نے مومن اہل کتاب کو خوشخبری سنانے کے لیے خطاب کا رُخ ان کی طرف موڑ کر براہِ راست انہیں مخاطب کیا ہے۔جس سے معنی میں مزید حُسن پیدا ہو جاتا ہے اور مومن اہل کتاب کی مزید حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

۞ خطاب سے غائب کی طرف التفات

اس قسم کا التفات مخاطب کو یہ احساس دلانے کے لیے ہوتا ہے کہ وہ اس خطاب کا اہل نہیں یا بعض اوقات مخاطب کے ادب کے پیش نظر ایسا کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کے قصہ میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَانْطَلَقَا ۗ حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴾ [الکہف:۷۱]

اس میں دو قراءتیں ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)
﴿ لِيَغْرَقَ أَهْلُهَا ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

دوسری قراءت میں اسلوب التفات استعمال کیا گیا ہے۔
گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کشتی ڈوبنے کی نسبت ادب کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف نہیں کی۔
جبکہ پہلی قراءت صیغۂ خطاب کے ساتھ ہے جو کہ ماقبل أَخَرَقْتَهَا اور مابعد لَقَدْ جِئْتَ کے موافق ہے۔

صیغۂ غائب سے متکلم کی طرف التفات

اس قسم کا التفات عموماً معنی میں تعظیم پیدا کرنے کے لیے ہوتا ہے، کیونکہ اس میں التفات نون متکلم کی طرف ہوتا ہے جس سے کسی ذات کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لیے نحوی نون متکلم کو نون تعظیم بھی کہتے ہیں۔ البتہ موقع ومحل کی مناسبت سے اس التفات کے دیگر معانی مثلاً ثواب کا وعدہ یا عذاب کی وعید وغیرہ بھی مقصود ہوتے ہیں۔

مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ ﴾ [آل عمران:۴۸]
اس میں درج ذیل دو قراءتیں ہیں۔

﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)
﴿ وَنُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ﴾ (صیغۂ متکلم کے ساتھ)

پہلی قراءت سیاق کے مطابق ہے۔ جبکہ دوسری قراءت میں اسلوب التفات استعمال ہوا ہے اور اس میں زیادہ معنویت پائی جاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فعل، فاعل اور مفعول کو ایک ہی لفظ میں جمع کر کے اشارہ فرما دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام معبود نہیں بشر ہیں۔

صیغۂ متکلم سے غائب کی طرف التفات

اس قسم کے التفات کا مقصد سامع کی توجہ مبذول کرانا ہوتا ہے۔

مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ فَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ...... وَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ ﴾ [آل عمران:۵۶،۵۷]
﴿ فَيُوَفِّيْهِمْ ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

﴿ فَيُوَفِّيْهِمْ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)
﴿ فَنُوَفِّيْهِمْ ﴾ (صیغۂ متکلم کے ساتھ)

پہلی قراءت میں صیغۂ متکلم سے غائب کی طرف التفات کیا گیا ہے، تاکہ عذاب کی نسبت اپنی طرف کر کے اس کی شدت کو مزید واضح کیا جائے۔
دوسری قراءت سیاق کے مطابق ہے، حالانکہ یہ قراءت ہمارے ہاں زیادہ معروف نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⊙ قراءات اور ''وصل وفصل''

وصل وفصل کی لغوی تعریف

لغت میں فصل سے مراد دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ ڈالنا ہے اور وصل اس کی ضد ہے۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں وصل سے مراد دو جملوں کو عطف کے ذریعے جوڑنا اور فصل سے مراد دونوں کو الگ الگ مستقل جملے بنانا ہے۔

کلام میں وصل وفصل کا خیال صرف وہی شخص رکھ سکتا ہے جس کے پاس علم بلاغت کا حظ وافر ہو، وہ طبعی طور پر اس کے محاسن کو جانتا اور عمدہ گفتگو کا ذوق رکھتا ہو کیونکہ یہ ایک انتہائی اہم، گہری اور پیچیدہ بحث ہے۔

علم بلاغت میں اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ادیب سے بلاغت کی تعریف پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا:

''بلاغت وصل وفصل کی معرفت کو کہتے ہیں۔''

[دلائل الإعجاز للجرجاني:۲۲۲،الإیضاح في علوم البلاغة، للقزویني: ۹۷]

بعض اوقات ایک قراءت میں لفظی رابط موجود ہوتا ہے اور دوسری میں محذوف۔ قراءات میں اس تبدیلی کا بلاغت قرآنی پر کیا اثر پڑتا ہے؟ درج ذیل مثال سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ [البقرہ:۱۱۶]

﴿ وَقَالُوا ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

۱۔ ﴿ قَالُوا ﴾ (حذف رابط لفظی کے ساتھ)

۲۔ ﴿ وَقَالُوا ﴾ (اثبات رابط لفظی کے ساتھ)

اس سے پچھلی آیات میں چونکہ اہل کتاب یہود و نصاری کا تذکرہ ہو رہا ہے اس لیے عطف والی قراءت میں اصلاً یہ قول اہل کتاب کا ہی ہوگا اور باقی تمام مشرک تبعاً اس میں شامل ہوں گے۔ جبکہ حذف واؤ والی قراءت میں سبھی مشرک لوگ اصلاً شامل ہوں گے۔

اُمید واثق ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد قارئین کے سامنے آغاز مضمون میں مذکور منکرین کے دعاوی کا بطلان بالکل واضح ہو چکا ہوگا۔ آخر میں ہم تمام منکرین قراءت سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے کور چشم کی وجہ سے سورج کے وجود کا انکار کرنے کی بجائے اپنی جہالت کا دوائے علم سے علاج کریں تاکہ وہ انکار قراءت کے اس سنگین جرم سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہی سے بچائے۔ (آمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر عبد الکریم صالح ☆
مترجم: نصیر الرحمٰن *

اَوقافِ قرآنیہ پر قراءات کے اَثرات

اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو سات حروف پر اس لیے نازل فرمایا تاکہ پوری اُمت، خصوصاً اہل عرب کو اس کی تلاوت میں آسانی مہیا ہو سکے، کیونکہ عرب کے مختلف قبائل تھے جن کے مابین لہجات، آوازوں کے اُتار چڑھاؤ اور الفاظ کی اَدائیگی میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ ان تمام کو عام عربی یکجا کرتی تھی جس کے ذریعے اَہل عرب ایک دوسرے سے ہم کلام ہوتے تھے، چنانچہ اگر قرآن کو بھی ایک قراءت میں نازل کر دیا جاتا تو اہل عرب کے لیے اس کی تلاوت اور اس کا فہم مشکل ہو جاتا۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قرآن کا سات حروف میں نزول کا مقصد بطورِ شرف، اُمت پر آسانی اور تخفیف کرنا، اس اُمت کی فضیلت کا اِظہار کرنا اور حضور نبی کریم ﷺ کی دعا قبول کرنا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے سرورِ کونین ﷺ سے کہا:

«إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتَكَ عَلٰى حَرْفٍ» ، فقال ﷺ: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ فَإِنَّ أُمَّتِي لاَ تَطِيْقُ ذٰلِكَ» . [صحيح مسلم: ۱۳۵۷]

مزید یہ کہ قرآن کو مختلف قراءات کے ساتھ پڑھنے سے متنوع اَحکام اور متنوع معانی کا ظہور ہوتا ہے، تنوع قراءات سے قرآن کریم کے مخفی معانی و مفاہیم کی وضاحت اس بات کی گواہی ہے کہ یہ منزل من عند اللہ ہیں۔ لہٰذا قرآن کریم کو چاہے کسی بھی قراءت میں پڑھا جائے وہ اپنے اَندر قرآنیت کا اِعجاز رکھتا ہے اور تعدد وجود تعدد اعجاز پہ دلالت کرتی ہیں۔

خلاصہ

تنوعِ قراءات تعدد آیات کی طرح ہے اور یہ بلاغہ کی اَقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اس کا آغاز جمال اعجاز اور اس کی اِنتہا کمال اعجاز ہے۔

اِختلاف قراءات کا اَثر اَوقاف پر بھی ہوتا ہے جس سے معنی میں ردوبدل بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ وقف بھی اس قراءت کے تابع ہوگا جس میں تلاوت کی جا رہی ہے۔ تو قاری کو چاہئے کہ جب وہ کسی قراءت میں تلاوت قرآن کر رہا ہو تو اس قراءت کے ضمن میں مقامات وقوف کا خیال بھی رکھے کہ کہاں پر رکنا ہے اور کہاں سے آغاز کرنا ہے۔

درج ذیل مثالیں اس کی اَثر انگیزی کی وضاحت کرتی ہیں:

☆ اسسٹنٹ پروفیسر کلیہ القرآن الکریم، جامعہ اَزہر، رُکن لجنة مراجعة المصحف بمجمع البحوث الإسلامية
* متعلّم رابعة كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پہلی مثال

﴿ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴾ [البقرۃ:۱۱۹]

اس آیت میں 'تَسْئَلْ' بصیغۂ نہی پڑھا جائے تو 'نَذِيْرًا' پر وقف کافی ہوگا۔ تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ ان کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرما رہے ہیں جس سے ان کے کثرت عذاب اور زیادتی عقاب کی طرف اِشارہ مقصود ہے۔

یعنی "لا تسأل یا محمد عن أصحاب الجحیم ، فقد بلغوا غایة العذاب التي لیس بعدها مستزاد"

''اے نبی ﷺ تو اصحاب جحیم کے متعلق نہ پوچھ، کیونکہ وہ انتہائی عذاب کو پہنچ چکے ہیں کہ جس کے بعد مزید عذاب کی گنجائش نہیں۔''

اور اگر اس آیت میں وَلَا تُسْئَلُ پڑھا جائے تو اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

① یہ ہے کہ نذیراً پہ وقف کرتے ہوئے ہم اس کے معنی کی مناسبت سے رفع دیں گے کہ 'ولست تسأل' تجھ سے ان کے متعلق مواخذہ یا سوال نہیں ہوگا۔ اس طرح یہ ﴿ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ سے الگ ہوگا اور 'نذیرًا' پر وقف بھی کیا جائے گا۔

② یہ کہ نذیراً پر وقف نہیں کریں گے بلکہ پہلے سے متعلق ہونے کی بناء پر ملا کے پڑھیں گے۔ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ اے نبی نہ ہی تو سائل عنهم ہے اور نہ ہی مسؤول عنهم ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے کفر کو (انذار کے باوجود) جانتا ہے تو ان کے متعلق سوال کرے۔ لہٰذا تجھے سوال کا حق نہیں۔ اور تیرے ان کو ڈرانے اور خوشخبری دینے کے باوجود بھی اگر وہ 'أصحب جحیم' میں سے ہوئے تو تجھ سے کوئی مواخذا نہیں ہوگا، کیونکہ تو نے اپنا فرض اَدا کر دیا تھا۔

دوسری مثال

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ [البقرۃ:۲۲۲]

اَب اس آیت میں قراءات کے اختلاف کی وجہ سے ﴿ حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ ﴾ پر وقف کے بارے میں بھی اختلاف ہوگیا۔ نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر اور حفص کے مطابق عاصم کے نزدیک 'يَطْهُرْنَ' ہوگا کیونکہ اس قراءت کے مطابق طهر سے مراد حیض کے خون کا رک جانا ہے۔ اب اس قراءت کے مطابق 'یطهرن' پر وقف ہوگا کیونکہ اس آیت میں دو چیزوں کے متعلق کلام کیا گیا ہے۔

حمزہ، کسائی (اور ابوبکر کے مطابق عاصم) کے نزدیک يَطَّهَّرْنَ ہے۔ کہ یہاں طهر سے مراد ایام حیض کے بعد کا غسل ہے کہ آدمی اپنی عورت سے غسل حیض کے بعد وطی کرے اس صورت میں یطهرن پر وقف جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ اور اس کے بعد والا ایک ہی کلام ہے۔

تیسری مثال

﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ وَ إِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرۃ:۲۸۴]

اس آیت میں عاصم، ابن عامر، یعقوب، ابوجعفر اور حسن کے نزدیک اگر فَيَغْفِرُ اور وَيُعَذِّبُ پڑھا جائے تو ﴿يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ پر وقف کافی ہوگا اس لیے کہ یہ دونوں مستأنفہ ہیں اور نافع، ابوعمر، ابن کثیر، کسائی، حمزہ اور اَعمش کے نزدیک اگر فَيَغْفِرْ اور وَيُعَذِّبْ پڑھا جائے تو پھر ﴿ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ میں لفظ جلالہ پہ وقف نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں جواب شرط پر معطوف ہیں لہٰذا ان دونوں کو ایک دوسرے سے اَلگ نہیں جائے گا بلکہ ملا کے بغیر وقف کے پڑھا جائے گا۔

چوتھی مثال

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [آل عمران:۳۷]

اس آیت میں قراءات کے اختلاف کی بدولت 'حسنًا' پہ وقف اور عدمِ وقف کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اگر 'وکفلها' بغیر تشدید الفاء پڑھا جائے تو حسنًا پہ وقف ہوگا، کیونکہ حسنًا اور وکفلها دو الگ کلام ہیں وہ اس طرح کہ حسنا تک اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کی پیدائش کا ذکر کیا اور پھر 'کفلها' سے اس بات کی توضیح کی کہ کفالت زکریا نے کی۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ذیشان ہے کہ ﴿ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ﴾ [آل عمران:۴۴]

تو پھر لوگوں نے مریم علیہا السلام کی کفالت کی ذمہ داری پہ آپس میں جھگڑا اور اختلاف کیا اور ہر کوئی اپنے آپ کو مریم علیہا السلام کی کفالت کے لیے موزوں سمجھتا تھا چنانچہ انہوں نے قلموں کے ذریعے قرعہ اندازی کی تو اللہ کے فیصلے کے مطابق زکریا علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکل آیا۔ لہٰذا مریم علیہا السلام کی کفالت زکریا علیہ السلام نے کی۔

اس میں اگر 'كَفَلَهَا زَكَرِيَّاۗءُ' پڑھا جائے تو 'کفلها' کا فاعل 'زکریاء' بنتا ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ حسناً تک اللہ تعالیٰ کے فعل کا ذکر ہے کہ اللہ نے مریم علیہا السلام کی پیدائش ٹھیک ٹھاک طریقے سے کی اور 'کفلها زکریا' الگ جملہ ہے۔

اور اگر 'كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا' پڑھا جائے تو 'حسناً' پہ وقف نہیں ہوگا، کیونکہ یہ مکمل ایک کلام ہے کہ جس میں فاعل صرف اللہ ہے کہ جس نے مریم علیہا السلام کو پیدا کیا اور پھر اس کی کفالت زکریا سے کروائی گویا زکریا اور مریم علیہا السلام دونوں مفعول ہیں۔

علامہ سجاوندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ایک جملے کا دوسرے جملے پہ عطف ڈالا جائے تو بھی بعض کے نزدیک وقف جائز ہے۔

پانچویں مثال

﴿وَ لَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [آل عمران:۷۳]

اس آیت کریمہ میں 'هدى الله' پہ وقف کی بناء ہوگی۔ اس کو بعد والے کے ساتھ ملانے کے بارے میں قراء کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف ہے۔ جو 'أن یؤتی' کو خبر پہ محمول کرے گا وہ 'هدی الله' پہ وقف نہیں کرے گا، کیونکہ 'أن یؤتی' میں أن مفعول ہے 'ولا تؤمنوا' کا۔ یا محل جر میں ہے۔

حاصل کلام

اگر اس آیت کا معنی یہ کیا جائے:

"ولاتصدقوا ولاتقروا بأن یؤتی أحد مثل ما أوتیتم من العلم والحکمة إلا لمن اتبع دینکم."

''یعنی نہ تم تصدیق کرو اور نہ اقرار کرو اس بات کا کہ ان کو بھی تمہاری طرح علم وحکمت دی جائے گی، مگر وہ لوگ کہ جو تمہارے دین کے تابع ہوئے۔''

یا یہ معنی کیا جائے:

"أو لا تؤمنو إلا لمن تبع دینکم ولا تؤمنوا أن یؤتی أحد مثله ولا تصدقوا أن یحاجوکم."

''نہ تم یقین کرو مگر ان لوگوں کا جو تمہارے دین کے تابع ہوئے اور نہ تم یقین رکھو اس بات کا کہ وہ بھی تمہارے مثل دیئے جائیں گے اور نہ تم تصدیق کرو اس بات کی کہ وہ تم سے جھگڑیں گے۔''

اس صورت میں 'هدی الله' پہ وقف نہیں ہوگا اور اگر کوئی 'أن یؤتی' سے پہلے ہمزہ استفہام مقدر مان کے پڑھے یعنی

"ئأن یؤتی أحد مثل ما أوتیتم لا تؤمنون."

یہ استفہام انکاری ہے اور علماء یہود کی طرف سے ان کے عوام پہ ڈانٹ ڈپٹ ہے تاکہ وہ ان کے طریقے کے ساتھ چمٹے رہیں۔

تو اس صورت میں 'هدی الله' پر وقف ہوگا، کیونکہ 'ءَأَنْ' سے نئے جملے کا آغاز ہو رہا ہے۔

چھٹی مثال

﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَ هَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [آل عمران:۱۴۶]

اس آیت میں قٰتَل کے اندر دو قراءتیں ہیں۔

① نافع، ابن کثیر ابوعمرو اور یعقوب کے نزدیک قُتِلَ ہے۔ الف کے بغیر مبنی للمفعول۔

② حمزہ، کسائی، ابن عامر اور عاصم کے نزدیک قَاتَلَ ہے۔ الف کے ساتھ مبنی للفاعل

چنانچہ قراءات میں اختلاف کی بدولت وقف کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے۔

پس جس نے 'قُتِلَ' پڑھا تو اس سے نبی کا قتل مراد ہے اور جو اس نبی کے اَصحاب تھے انہوں نے نبی کے قتل کے باوجود کمزوری نہیں دکھائی۔ چنانچہ اس صورت میں ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ﴾ پہ وقف ہوگا اور ﴿مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ...﴾ سے اگلی بات کا آغاز ہوگا چاہے اس میں قتل کا مفعول صرف نبی ہو یا پھر نبی اور رِبِّيُّوْنَ دونوں۔ اور جب 'قَاتَلَ' پڑھیں گے تو وقف جائز نہیں ہوگا۔ اور اس صورت میں معنی ہوگا کہ

"کم من نبي قاتل معه ربیون وقتل بعضهم فما وهن الباقون لقتل من قتل منهم."

''کتنے ہی اَنبیاء تھے کہ جن کے اصحاب میں سے بعض قتل ہوگئے لیکن پھر بھی باقی بچ جانے والوں نے کمزوری نہ دکھائی''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ساتویں مثال

﴿ وَ قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾[المائدۃ:۴۶]

اس آیت میں 'للمتقین' پر وقف وعدم وقف کے بارے میں اختلاف ہے۔

جس نے 'وَلِيَحْكُمْ' کو 'وَلِيَحْكُمَ' لام مکسور اور میم مفتوحہ کے ساتھ پڑھا وہ اس کو 'وءاتینٰه الانجیل' سے متعلق مانتے ہوئے وقف نہیں کریں گے۔ اس صورت میں معنی ہوگا:

"وآتيناه الإنجيل لكي يحكم أهله بما فيه من حكم الله"

امام مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''چونکہ نزول انجیل پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہے لہٰذا 'ولیحکم' سے ابتدا نہیں کی جائے گی۔ بعض نے تقدیری عبارت یہ مانی ہے:

"وليحكم أهل الأنجيل بما أنزل الله فيه أنزلناه عليهم"

امام دانی رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح مانا ہے اور ان کے نزدیک 'للمتقین' پہ وقف جائز ہے اور 'ولیحکم' سے ابتدا ہوگی اور جس نے 'ولیحکم' (لام کے سکون اور میم کے جزم کے ساتھ) پڑھا اس کے نزدیک للمتقین پہ وقف ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ ﴾ استیئناف کو مستلزم ہے اس لیے 'ولیحکم' سے ابتدا کی جائے گی۔ اس صورت میں معنی ہوگا کہ

"إن الله يأمر أهل الإنجيل بالحكم بما أنزل في الإنجيل كما أمر النبی ﷺ بالحكم بما أنزل الله عليه"

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ... ﴾ [المائدۃ:۴۹]

آٹھویں مثال

﴿ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام:۱۰۹]

اس آیت میں 'وما یشعرکم' پہ وقف کے متعلق اختلاف ہے۔ چنانچہ جس نے 'أنها' کو ہمزہ مکسورہ کے ساتھ 'إنها' پڑھا اس کے نزدیک 'وما یشعرکم' پہ وقف ہوگا۔ مجاہد رحمہ اللہ، ابوعمر رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ لہٰذا وما یشعرکم پہ وقف کرتے ہوئے 'إنها اذا جاءت......' سے ابتدا کی جائے گی، کیونکہ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی خبر سے جملے کی ابتداء ہو رہی ہے کہ جب ان کے پاس آیت آئے تو وہ ایمان نہیں لاتے اور تمہیں ان کے انکار کا شعور نہیں ہے۔

اور اگر 'أنها' ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو وقف نہیں ہوگا۔ یہ موقف نافع، حمزہ اور کسائی کا ہے۔ یعنی 'أنها' پڑھنے والوں کے نزدیک 'وما یشعرکم' پہ وقف نہیں ہوگا۔

ابن اَنباری اور ابن النحاس کے نزدیک جب أنها کے بعد 'نفلها' کو محذوف مانیں گے تو اس سے پہلے وقف جائز

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے، کیونکہ اس میں جواب ہے۔

نویں مثال

﴿ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾[الأعراف:٢٦]

اس آیت میں اگر 'ولباس' کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے تو 'ذٰلك' اس سے بدل یا عطف بیان ہوگا اور 'خیر' اس کی خبر ہوگی۔ اس صورت میں 'وریشا' پر وقف ہوگا۔ اس قراءت کے قاری ابن کثیر، ابوعمرو، عاصم اور حمزہ ہیں۔

اور اگر نصب کے ساتھ 'ولباس' پڑھا جائے تو 'وریشا' پر وقف نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا مابعد 'لباسا' پر معطوف ہورہا ہے۔ اور تقدیری عبارت یوں ہوگی۔

'أنزلنا لباسا وأنزلنا لباس التقویٰ' لہٰذا اس کلام کا بعض حصہ بعض کے ساتھ متصل ہے تو نافع، ابن عامر اور کسائی کے مطابق اس میں 'وریشا' پر وقف نہیں ہوگا۔

دسویں مثال

﴿ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [الإسراء:٩٣]

اس آیت میں 'نقرؤہ' پر وقف تام اور کافی کے متعلق اختلاف ہے۔ نافع، ابوعمرو، عاصم، حمزہ اور کسائی کے نزدیک 'قُل سبحان ربی' یعنی اَمر کے صیغہ کے ساتھ پڑھیں گے تو 'نقرؤہ' پر وقف تام ہوگا، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبیﷺ کو یہ بات کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

اس صورت میں معنی یہ ہوگا:

"قل لهم يا محمد! ما أنا إلا بشر رسول، أتبع ما يوحىٰ إليّ من ربي، ولا أقدر على شيء مما سألتموني وليس لي أن أتخير على ربي، ولم تكن الرسل قبلي يأتون أممهم بكل ما يريدونه ويبغونه، وسبيلي سبيلهم، ويفعل ما يشاء من هذه الأشباه التي ليست في قدرة البشر."

اور اگر خبر پر محمول کرتے ہوئے 'قَالَ سبحان ربی' پڑھا جائے، جیسا کہ ابن کثیر اور ابن عامر نے پڑھا ہے اس صورت میں نقرؤہ پہ وقف کافی ہوگا، کیونکہ اس کے بعد رسول اللہﷺ سے متعلق خبر دی جارہی ہے۔

گیارہویں مثال

﴿ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴾[مریم:٣٤]

اس آیت میں 'قولَ' کو منصوب پڑھا جائے تو 'مریم' پہ وقف کافی ہوگا، کیونکہ قول مصدر ہے جو کہ اپنے سے ماقبل مضمون جملہ کی تاکید کے لیے آیا ہے یہ قراءت عاصم اور ابن عامر کی ہے۔

اسی طرح اگر 'قولُ' رفع کے ساتھ پڑھا جائے تو 'مریم' پر وقف کافی ہوگا۔ کیونکہ قول خبر بن رہا ہے مبتدامحذوف کی 'أي ذلك قول الحق' یعنی یہی بات حق اور سچ ہے یا یہی کلام سچا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے، جیسا کہ نصاریٰ کا گمان ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اگر 'قولُ' کو 'عیسیٰ' سے بدل بنائیں تو وقف نہیں ہوگا، کیونکہ بدل اور مبدل منہ کے درمیان وقف کے ساتھ فاصلہ نہیں آ سکتا۔ یہ قراءۃ نافع، ابن کثیر، ابوعمرو حمزہ اور کسائی کی ہے۔

بارھویں مثال

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴾ [الفرقان:٦٠]

اس آیت میں 'تأمرنا' میں اختلافِ قراءات کی بدولت 'الرحمن' پر وقف کے بارے اختلاف ہے۔

اگر 'ی' کے ساتھ 'یأمرنا' پڑھیں تو 'وما الرحمن' پہ وقف ہوگا اور 'أنسجد' اِبتداء ہوگی۔

أي 'أنسجد لما یأمرنا محمد بالسجود له' چونکہ یہاں استیناف آ گیا کہ وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ کیا ہم محمد ﷺ کے کہنے پہ سجدہ کریں۔ لہٰذا یہاں وقف ہوگا۔ یہ قراءۃ حمزہ اور کسائی کی ہے۔

اور اگر 'تأمُرنا' 'تَ' کے ساتھ پڑھیں تو 'وما الرحمن' پر وقف نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا مابعد، ماقبل، 'وإذا قیل لهم......' سے متعلق ہے یہ قراءت نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر اور عاصم کی ہے۔

اس کی وضاحت یوں ہوگی کہ 'تأمرنا' میں تا خطاب کی ہے جو کہ ان کافروں کی طرف سے نبی ﷺ کے لیے ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے ان کی دعوت اور اللہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! کیا ہم تیرے کہنے پر سجدہ کریں؟ چونکہ اس میں قول اور مقولہ کے درمیان فاصل جائز نہیں اس لیے وقف نہیں ہوگا۔

تیرہویں مثال

﴿ كَذَٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾[الشوریٰ:٣]

اس آیت میں 'من قبلك' پہ وقف کے متعلق 'یوحِیَ' کی وجہ سے اختلاف کیا گیا ہے۔

لہٰذا اگر 'یوحَیٰ' حاء کے فتح کے ساتھ ہو تو وقف ہوگا، کیونکہ اس صورت میں یہ فعل مجہول ہوگا۔ یہ قراءت ابن کثیر کی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ

"كذلك یوحی إلیك یا محمد، مثل ما أوحي إلی الأنبیاء قبلك."

اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے:

"إن الله أعلم مُحمدًا أن هذه السّورة أوحیت إلی من قبلك."

اور اگر 'یوحِی' حاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھیں تو وقف نہیں ہوگا۔ وقف ہوگا تو صرف اور صرف رأس الآیة یعنی 'الحکیم' پر ہوگا۔

اس صورت میں فعل کا فاعل 'اللہ' ہوگا۔ لہٰذا نہ تو فاعل کو چھوڑ کر فعل پر وقف ہوگا اور نہ ہی فاعل پر۔ یہ قراءت ابن کثیر کے علاوہ باقی تمام قراء کی ہے۔

نوٹ

یہ تحریر ڈاکٹر عبدالکریم صالح ﷾ کی کتاب الوقف والابتداء وصلتهما بالمعنی في القرآن الکریم کی مبحث القرائات وأثرها علی الوقوف القرآنیة کا ترجمہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مُحمّد شملول*
مُترجم: ابوبکر☆، صبر اللہ☆

معانی واحکام پر ترتیل قرآن کریم کے اثرات

ربِ کائنات سبحانہ وتعالیٰ نے جہاں ہمیں عبادات (نماز وصیام، زکاۃ و حج) وغیرہ کی تعلیم دی وہاں ہمیں ہماری ناقص عقل، حواس یا وجدان کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ خود ہی طریقۂ عبادت کی بھی تعیین فرما دی۔ اسی طرح تلاوتِ قرآن، جو کہ افضل ترین عبادت ہے، کا طریقۂ تلاوت بھی شارع نے خود متعین فرمایا ہے، دیگر عبادات کی طرح اس کو بھی اگر نبی کریمﷺ کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ کر انجام دیا جائے گا تو اجر وثواب میں کمی یا مکمل محرومی بلکہ گناہ بننے کا اندیشہ ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، دیگر کلاموں کے اُتار چڑھاؤ اور مد وجزر میں پنہاں معنویت کی طرح اس میں یہ خاصہ بدرجۂ اَتم موجود ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر مشہور مصری محقق الاستاذ محمد شملول﷾ کی تصنیف 'إعجاز رسم القرآن وإعجاز التلاوۃ' کی ایک مبحث کو فاضل مترجمین نے اُردو قالب میں ڈھالا ہے جو اپنے موضوع پر ایک اچھوتی تحریر ہے۔

یاد رہے کہ اس قسم کے بعض علمی نکات پر التصویر الفني في محاسن القرآن از سید قطب﷫، اللمعات في تفسير سورة الكهف از شیخ عدنان عبد القادر﷾ اور أثر القراءات القرآنية فی الفهم اللغوي از ڈاکٹر مسعود علی حسن عیسی﷾ اور دیگر بعض کتب میں بھی قلم اٹھایا گیا ہے۔ ان نکات کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ ان سے دین متین میں ہدایت کے کسی پہلو کا تو بہرحال اضافہ نہیں ہوتا لیکن تفسیر بالرائے محمود کے ضمن میں اعجازِ قرآنی کے بعض نئے پہلو ضرور اُجاگر ہوتے ہیں جو بہرصورت قابل ستائش کاوش ہے۔ [ادارہ]

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہے۔ اس کو اس طرح پڑھنا واجب ہے جس طرح یہ نازل ہوا۔

① اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا قَرَأْنَٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ﴾ [القيامة:١٨]

''جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنا کرو۔''

② وقال تعالیٰ: ﴿ وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ﴾ [المزمل:٤]

''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

* ممتاز مصری محقق عالم دین

☆ متعلّمین رابعة كلية القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۳) اِرشادِ نبوی ﷺ
«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُقْرَءَ الْقُرْآنَ كَمَا أُنْزِلَ»
''بیشک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اس طرح پڑھا جائے جس طرح نازل کیا گیا تھا۔''

اس لئے ہم پر واجب ہے کہ قرآن کریم کی اس طرح تلاوت کریں جس طرح یہ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اطمینان اور ترتیل کے ساتھ پڑھایا۔ آپ ﷺ حروف کو کما حقہ صفات اور مخارج کی اَدائیگی کے ساتھ اَدا فرماتے اور مد، غنہ، اظہار، ادغام، اخفاء، تفخیم، ترقیق، حروف کی خوبصورتی اور ابتداء و انتہاء کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔

اِس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت قواعد کے مطابق بالکل ایسی ہونی چاہئے جیسے یہ نازل ہوا ہے تاکہ نصوص قرآنی کے حقیقی معانی کھل کر سامنے آجائیں۔

یہ ایک ایسا موضوع ہے جو اسلامی مفکرین کی توجہ کا مستحق ہے اور بھرپور بحث و مطالعہ کا محتاج ہے۔ یقیناً یہ موضوع قرآن کے عجائبات میں سے ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا چند اَفراد کے بس میں نہیں ہے۔ البتہ اس میں غور وفکر کرنا ہر صاحب علم پر واجب اور ضروری ہے۔

کیونکہ اِرشاد باری ہے:
﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْءَانَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ [محمد:۲۴]
''یہ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔''

ہم اس بارے میں مقدمہ کے طور چند مثالوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

مدات کے معانی پر اَثرات کی مثالیں

کلماتِ قرآنیہ پر مد کرنا حروف کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے، اور زیادتیٔ حروف معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا اَثنائے تلاوت بعض کلمات قرآنی پر مداَصل سے بڑھ کر مد کرنا، اس کلمہ کی عظمت اور اس کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

ذیل میں ہم قرآن کے وہ کلمات پیش کرتے ہیں جن پر مد کرنا واجب ہے، اور یہ مد بیکار نہیں ہے، بلکہ کلمہ کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ ایسے کلمات قرآن کریم میں بہت زیادہ ہیں مگر ہم صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں، جیسے:

(۱) 'الطآمة' ... ﴿فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرَىٰ﴾ [النازعات:۳۴]
''پس جب وہ بڑی آفت (قیامت) آجائے گی۔''

(۲) 'السمآء' ... ﴿وَالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ [البقرۃ:۲۲]
''اور آسمان کو چھت بنایا''

(۳) 'جآن' ... ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَآنٌّ﴾ [الرحمن:۳۹]
''اس دن کسی انسان اور جن سے اس کا گناہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔''

(۴) 'الطآئفین' ... ﴿أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْعَٰكِفِينَ﴾ [البقرہ:۱۲۵]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں،اعتکاف اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

جب ہم ان کلمات پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کسی بہت بڑی چیز پر دلالت کر رہے ہیں نہ کہ عام چیز پر،لہٰذا ثابت ہوا مد زیادتی معنی کے لیے آتی ہے۔ہم 'الطآمة' کا مقارنہ اسکے قریب المعنی کلمہ 'القارعة' کے ساتھ کرتے ہیں جس میں مد نہیں پائی جاتی۔(اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسمیں مد کیوں نہیں حالانکہ یہ بھی تو بڑی چیز پر دلالت کرتا ہے)

اسکا جواب یہ ہے کہ' القارعه' کے معنی میں جس شدت کو پیدا کرنا مطلوب ہے وہ یہ ہے تقرع اذان الناس (یعنی لوگوں کے کانوں کو کھٹکھٹانا) اور یہ ایک ایسی شے جو زمانے کو مستلزم نہیں ، بلکہ اس کا اچانک وقوع ہوتا ہے اور یہ کسی مد یا مدت کی محتاج نہیں ہے۔

اسی طرح جب ہم سورۃ کافرون میں غور کرتے ہیں تو ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ و﴿مَا عَبَدْتُّمْ﴾ میں 'ما' پر مد نہیں پاتے۔ کیونکہ ان کے معبودان باطلہ کی حقارت مقصود ہے جبکہ ﴿مَآ أَعْبُدُ﴾ پر مد ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے معبود کی عظمت کو ثابت کر رہی ہے۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ أَسْلِمْ ﴾ [البقرہ:۱۳۱]

''جب کبھی انہیں ان کے رب نے کہا فرمانبردار ہوجا انہوں نے کہا میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی۔''

اور یہ مد رب سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت پر دال ہے۔

﴿ وَمَا قَدَرُوااللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا ...... الخ﴾ [الانعام:۹۱]

''اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی''

اور یہ لمبی مد رب سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کی عظمت پر دلالت کرنے کے لیے آئی ہے:

مد لازم مثقل کی مثال

③ ﴿صِرٰطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ [الفاتحة:۷]

''ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی''

یہاں ﴿ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ میں مد لازم کلمی مثقل ہے جو چھ حرکات کیبرا بر کھینچی جاتی ہے، جبکہ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ پر مد نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ﴿ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ کے مصداق ﴿ النصٰرىٰ ﴾ ہیں یہ مد ان کی کثرت تعداد پر دال ہے۔

اور ﴿ المَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ کے مصداق صرف یہود ہیں یہاں عدم مد ان کے قلت پر یہ دلالت کرتا ہے۔

نون ساکنہ وتنوین کے احکام کا معانی پر اثر

الاظہار

اِصطلاح قراء میں اظہار کا معنی

نون ساکنہ یا تنوین کے بعد اگر حروف حلقی ء ھ ع ح غ خ میں سے کوئی حرف آجائے تو وہاں اظہار ہوگا قرآن کریم قرآن کریم میں اس کی بے شمار اَمثلہ موجود ہیں۔ جب ہم اس پر غور وفکر کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اظہار میں چونکہ نون ساکن کے بعد حرف کو بہت جلد اَدا کرنا ہوتا ہے اس لیے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مابعد کلمہ کا اس سے اس قدر شدید الصاق ہوتا ہے کہ وہ کسی فاصل کا متحمل نہیں ہوتا جیسا کہ سورۃ الزلزال میں ہے:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَه ﴾ [الزلزال:۷] ''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی تو وہ اسے دیکھ لے گا۔''

﴿ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال:۸] ''اور جس نے ذرا برابر بدی(بُرائی) کی ہوگی تو اسے دیکھ لے گا۔''

ہم دیکھتے ہیں ﴿ذرۃ خیراً یرہ﴾ اظہار بلاغنہ ہے، کیونکہ اس کے بعد والا کلمہ حرف 'خ' سے شروع ہوتا اور یہ حروف حلقی میں سے ہے۔' مثقال ذرۃ کو خیرا یر' کے ساتھ ملانے سے معنی سمجھ آتا ہے۔ کہ ایک ذرا برابر بھی خیر انسان کے ساتھ ملصق رہے گی اور کبھی الگ نہیں ہوگی۔

جبکہ دوسری آیت میں مثقال ذرۃ اور شراً میں غنہ کے ذریعے فاصل لایا گیا ہے جو اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ انسان جب کسی برائی کا اِرتکاب کرتا ہے تو توبہ کے ذریعہ موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس برائی کو اپنے سے جدا کرسکے۔

﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُه ۙ۝ فَهُوَ فِي عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُه ۙ۝ فَأُمُّه هَاوِيَةٌ﴾ [القارعۃ:۶،۹]

''اور پھر جس پلڑے بھاری ہوگی وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا، اور جس کے پلڑے ہلکی ہوگی پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

﴿مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُه ۙ﴾ میں غنۂ نون سے اس اطمینان وراحت کی وضاحت مطلوب ہے جس سے اہل جنت بہرہ مند ہوں گے اور ﴿مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُه ۙ﴾ کے نون میں حروف حلقی 'خ' آنے کی وجہ سے غنہ نہیں ہے اور یہ سرعت اللہ رب العزت کے سریع الحساب والعقاب ہونے کی وضاحت کررہی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّه ۙ كُفُواً أَحَدٌ ﴾ [الاخلاص:۱،۴]

''اور کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

اس پوری سورۃ مبارکہ میں کسی جگہ بھی غنہ کا عدم وجود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ توحید الٰہی ایسے امور قطعیہ میں سے ہے جو زمانے کی مسافتوں سے ماوراء ہے یعنی ہر زمان ومکان میں یہ ثابت وقائم ہے۔

﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ [البقرۃ:۳۸] ''پس ان پر کوئی خوف نہیں۔''

یہاں عدم غنہ اس بات کی وضاحت کررہا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی خوف نہیں کرنا چاہیے۔

﴿اَلَّذِيْ أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَءَامَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾ [قریش:۴] ''جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف میں امن وامان دیا۔''

من جوع کے نون کا غنہ اس بات پر دال ہے کہ بھوک تب ہی متحقق ہوگی جب کھانا کھائے ہوئے کچھ وقت لگا ہو اور من خوف میں غنہ اس لیے نہیں ہے کہ خوف اور بدامنی کی حالت میں انسان اس بات کا متمنی ہوتا ہے کہ اگلے

ہی لمحے بڑی سرعت کے ساتھ خوف امن میں بدل جائے۔

﴿وَمَا اللّٰہُ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ [البقرہ:۷۴] ’’اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال سے غافل نہ جانو۔‘‘

قرآن کریم میں نو مقامات پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد حرف حلقی ’ع‘ ہونے کی وجہ سے یہاں اظہار ہے جو اس کی اطلاع دے رہا ہے کہ باری تعالیٰ ایک لحظہ بھر اپنے بندوں کے اعمال سے غافل نہیں ہوتے لیکن جب اس لفظ کی نسبت بندوں کی طرف ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِنْ هٰذَا﴾ [الأنبیاء:۹۷]

’’پھر بھی وہ بے خبری میں پھیرے ہوئے ہیں۔‘‘

تو یہاں تنوین کے بعد غنہ ہو رہا ہے جو وضاحت کر رہا ہے کہ انسان بہت دیر تک غفلت میں مبتلا رہتا ہے۔

﴿ وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾ [البقرہ:۱۸۶]

’’جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔‘‘

یہاں بھی (قریب اور اجیب) کے درمیان میں غنہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی سرعت اجابت پر دلالت کرتا ہے۔

﴿ وَ مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ﴾ [الفاطر:۱۲]

’’اور برابر نہیں دو دریا، یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے پینے میں خوشگوار اور دوسرا کھاری ہے کڑوا۔‘‘

پہلے تینوں الفاظ میں نون تنوین پر غنہ کر کے پڑھیں گے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ میٹھی اور ذائقہ دار چیز کو راحت اور سکون سے پیتے ہیں اس میں وقت لگتا ہے، اور کھاری کڑوا ہوتا ہے اس کو جلدی پینے کی کوشش کرتے ہیں، اس میں وقت نہیں لگتا۔

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ ﴾ [آل عمران:۷]

’’وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔‘‘

یہاں ’محکمت، اور ھن‘ کے درمیان اظہار کی وجہ سے جلدی پڑھیں گے، کیونکہ یہ قطعی امر ہے اور ’آیات محکمت‘ متشابہات کی وضاحت وتفسیر میں ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ أَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ﴾ [آل عمران:۳۷]

’’پس اس سے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اس سے بہترین پرورش دی۔‘‘

’قبول حسن اور نبات حسن‘ کے درمیان اس لیے غنہ نہیں ہے کہ دونوں چیزیں حضرت سیدہ مریم کے حق میں قطعی ہیں۔ ﴿ وَ مَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ ﴾ [آل عمران:۶۲] ’’اور کوئی معبود برحق نہیں باوجود اللہ تعالیٰ کے۔‘‘

یہ بھی امر قطعی ہے جو بلا فاصلہ واقع ہوا ہے۔

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء:۳]

’’اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی۔‘‘

یہاں بھی امر قطعی ہے جس سے نون تنوین میں غنہ نہیں ہوا۔

﴿ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [البقرہ:۲۲۸]

’’اللہ غالب حکمت والا ہے۔‘‘

﴿ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [آل عمران:۳۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

﴿ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴾ [المائدہ:۵۴]

''اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے۔''

یہ تمام اُسمائے قطعیہ ہیں۔جن کے درمیان کوئی بھی فاصلہ غنہ کی شکل میں نہیں۔

ایک باریک نکتہ

مذکورہ مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر لفظ کا اپنے مابعد اور ماقبل حرف سے کس قدر گہرا اور معجزاتی تعلق ہے جو یہ یقین مزید پختہ کر دیتا ہے کہ یہ واقعی کلام اللہ ہے۔

سورۃ الفلق

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾

یہاں حاسدٍ پر اظہار ہے۔ یہ اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ 'عین الحاسد' اچانک اور فجاءۃ لگ جاتی ہے۔

سورۃ الناس

جب ہم اس سورۃ پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس سورۃ کی ہر آیت میں غنہ موجود ہے تو یہ اللہ رب العزت کی وسعت رحمت کا پتہ دے رہی ہے، کیونکہ جس شر سے پناہ مانگی جارہی ہے وہ اس قدر بڑا اور نفوذ پذیر ہے کہ اللہ رب العزت کے تین ناموں کا واسطہ دیا گیا ہے۔یعنی ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ﴾

لہٰذا یہاں ہر آیت میں غنہ اس اللہ رب العزت کے وسعت حفظ اور شیطانوں کے وسعت شر پر دال ہے۔

اِدغام کے معانی پر اثرات

نون ساکن وتنوین کے قواعد میں سے ایک ادغام بھی ہے جس کا معنی ہے کہ ایک حرف کو دوسرے حرف میں اس طرح داخل کرنا کہ پڑھتے وقت یوں محسوس ہو کہ ایک ہی حرف ہے۔نون کا ادغام چھ حروف ی، ر، م، ل، و، ن میں ہوتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

(۱) ادغام ناقص (۲) ادغام کامل

ناقص کا مفہوم یہ ہے کہ دوران ادغام 'ن' کی صفت غنہ باقی رہے یہ 'یو من' کے چار حروف میں ہوتا ہے اور کامل کا مطلب یہ ہے کہ نون کو بدون غنہ اَدا کیا جائے اور یہ مابعد حروف میں تبدیل ہو جائے یہ 'ل' اور 'راء' میں ہوتا ہے۔ ان دو اقسام میں سے ہر ایک کے فوائد ہیں ادغام کامل تبیین اور وضاحت کا فائدہ دیتا ہے جبکہ ادغام ناقص وسعت معنی کے لیے آتا ہے۔ مثلاً ﴿وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ میں یکن لہ کا ادغام کامل اس بات میں قطعیت کا فائدہ دے رہا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی برابری کی کسی میں قوت نہیں ہے۔ اسی طرح ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾ یہاں 'خیر لك' کا ادغام تام اس کا بیان ہے کہ خیر کا آپ کے ذات کے ساتھ الصاق کامل ہے۔ کبھی بھی آپ سے منفصل نہیں ہوسکتی۔

نیز ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴾ یہاں ویل لکل اور همزة لمزة کا ادغام تام اس اَمر میں نص ہے کہ چغل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خور اور غیبت کرنے والے کے ساتھ عذاب اس طرح ملصق ہوگیا ہے کہ گویا اس کی ذات کا جزء بن گیا ہے۔ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اس آیت میں ادغام ناقص کے ذریعے عمل کے بقاء اور استمرار کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔

صفات حروف کے معانی پر اثرات

ہر حرف کے لیے ایک متعین مخرج ہے جس سے وہ ایک خاص کیفیت کے ساتھ اَدا ہوتا ہے اس کیفیت کو صفت الحروف کہتے ہیں صفات سے بھی معانی پر کئی اَثرات مرتب ہوتے ہیں جو کہ توضیح وتفسیر میں نفع بخش ثابت ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حروف قلب یا مستعلیہ

'س' حروف استعلاء میں سے نہیں جبکہ 'ص' حروف استعلاء میں سے ہے جس کا مفہوم اِرتقاء اور بلندی ہے۔ ان دو حروف کو درج ذیل دو آیات میں دیکھنے سے صفات کے اثرات کا اَندازہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ. ﴾ [الطّور:۳۷]

﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیۃ:۲۲]

لفظ المصیطرون اور المصیطر قرآن کریم میں بلحاظ اصل 'س' کے ساتھ مکتوب ہونا چاہیے لیکن کیونکہ حرف س حروف استعلاء میں سے نہیں ہے اور وہ معنی مقصود صحیح اَنداز میں نہیں اَدا کرپاتا اس لیے کی دوسری قراءت بصاد یعنی المصیطر بھی نازل کردی گئی تاکہ معنی کی تبیین کا حق اَدا ہوسکے۔

حروف قلقلہ وحروف امتداد

قلقلہ سے مراد یہ ہے کہ حروف کو بحالت وقف قدرے جنبش دے کر پڑھنا یہ پانچ حروف ہیں:

ق، ط، ب، ج، د۔ حرف امتداد فقط ضاد ہے۔ یہاں امتداد کا مفہوم یہ ہے کہ زبان کی ابتداء سے انتہاء تک آواز کو اس طرح دراز کرنا کہ تحریک وتقلیل کا شائبہ نہ ہو۔

جب ہم حروف قلقلہ پر غور کرتے ہیں خصوصاً جب قلقلہ کبریٰ ہو تو وہ کلمہ وسعت اور زیادتی کے معنی دے رہا ہوتا ہے یا پھر یہ حروف تاکید کا فائدہ دیتے ہیں، کیونکہ قلقلہ میں قدرے حرف کے تکرار کا احساس ہوتا ہے اور تکرار حرف تاکید کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴾ [العلق:۱،۲]

مذکورہ آیت میں خلق کا 'ق' اپنے قلقلہ کی بدولت اللہ رب العزت کی وسعت تخلیق کی غمازی کررہا ہے جبکہ علق میں جنبش حرف سے منی کے قطرات میں موجود Sperms کی کثرت کی طرف اِشارہ کررہا ہے۔ اسی طرح العذاب، الحق، والأسباط، الأحزاب، أزواج، المیعاد۔ یہ بھی اپنے معنی میں وسعت رکھتے ہیں۔

حرف ضاد کی خصوصیت یہ ہے کہ سکون کی حالت میں اس میں کسی چیز کو قوت کے ساتھ روکے رکھنے کے معنی پائے جاتے ہیں اور عدم قلقلہ کی بناء پر کسی طرح کی حرکت اور جنبش کے لیے مانع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴾ [الفرقان:۴۶]

یہاں حرف ضاد کا سکون اور عدم قلقلہ لفظ 'القبض' کے معنی میں تاکید پیدا کررہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حروف تفخیم وترقیق

بعض حروف کی تفخیم اس کی زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح ترقیق حروف بھی بعض لطیف اشیاء کی گرہ کشائی کرتی ہے۔حروف تفخیم دراصل حروف استعلاء ہی ہیں لیکن بعض حالات میں را بھی مفخم پڑھی جاتی ہے۔ نیز لفظ الجلالہ سے ماقبل فتحہ یا ضمہ ہوتو اسے پر پڑھا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ [الاخلاص:۱] ﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ [ابراھیم:۲۷] البتہ ماقبل کسرہ ہوتو باریک ہوتا ہے جیسے بسم الله ، الحمد لله۔

میرا یہ اعتقاد ہے کہ یہ وسیع دراسۃ کا محتاج ہے جس میں حروف کے اصول اور ان سے وجود پانے والے کلمات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

اِدغام مثلین، متجانسین اور متقاربین کے معانی پر اثرات

اِدغام مثلین: دونوں حروف صفات اور مخرج میں متحد ہوں۔

اِدغام متجانسین: دونوں حروف مخرج میں متحد ہوں اور صفات میں مختلف ہوں۔

اِدغام متقاربین: دونوں حروف مخرج اور صفات میں مختلف ہوں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اِدغام کامل معاملے کی قطعیت پر اور کسی زمانی یا مکانی فاصلہ کے عدم وجود پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا ہم چند مزید مثالیں ذکر کررہے ہیں تاکہ مزید وضاحت ہوجائے۔

اِدغام مثلین

اِرشادربانی ہے:﴿ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء:۷۸]

دورانِ تلاوت یدرککم کے کاف اوّل کا ثانی میں اس طرح ادغام کریں کہ وہ حرف مشدد ہوجائیں یہ ادغام اس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ جب کسی پر موت کا وقت آپہنچے تو پھر اس کے واقع ہونے میں بے اِنتہا سرعت سے کام لیا جاتا۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَأَلْقِهِ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ [النمل:۲۸]

یہاں اذھب بکتٰبی میں باء کا اِدغام یہ اشارہ کررہا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو بہت سرعت اور تیزی کے ساتھ خط پہنچانے کا حکم دیا تھا۔

اِدغام متجانسین

یہ تاء، دال، طاء، ذال، اورمیم میں ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ [البقرہ:۲۵۶]

'قدتبین' میں تاء کا دال میں اِدغام اس بات کی وضاحت کررہا ہے کہ قطعی طور پر ہدایت کا بیان ہوچکا ہے اور الغی (گمراہی) کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قال الله تعالیٰ:﴿ قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا ﴾ [یونس:۸۹]
کلمہ مذکورہ میں تاء کا دال میں ادغام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کے حواریوں کے خلاف بد دعا کے جلد قبول ہو جانے کی طرف اِشارہ کر رہا ہے۔

ادغام متقاربین

یہ چار حروف ل، ر، ق اور ک میں ہوتا ہے جیسے ﴿ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [طٰہٰ:۱۱۴]
قل رب میں لام کا راء میں ادغام تام یہ بیان کر رہا ہے کہ بندۂ مومن کو اللہ رب العزت سے اِضافۂ علم کی دعا میں جلدی کرنی چاہیے۔
اِرشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [النساء:۱۵۸]
بل رفع الله إليه کا اِدغام رفع عیسیٰ علیہ السلام کے سرعت کا متقاضی ہے۔

اشمام

اِشمام یہ ہے کہ ہونٹوں کو اس طرح ملانا گویا کہ قاری ضمہ کے پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن حقیقت میں وہ فتحہ پڑھے یہ قرآن کریم میں سورۃ یوسف میں آیا ہے۔ اِرشاد ربانی ہے:﴿ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ ﴾ [یوسف:۱۱]
لا تأمنا میں اِشمام ہے جو اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ جس طرح سامع کو تردد ہوتا ہے کہ آیا قاری فتحہ پڑھ رہا ہے یا ضمہ اسی طرح جب اخوان یوسف علیہ السلام اِجازت طلب کر رہے تھے تو ان کے قول میں تردد جھلک رہا تھا، کیونکہ وہ بظاہر تو یوسف علیہ السلام کے ناصح ہونے کا اعلان کر رہے تھے لیکن حقیقت میں وہ خائن تھے اسی طرح عملی تردد کی طرف اشمام اشارہ کر رہا ہے۔

سکتات کے معانی پر اثرات

مصحف مدینہ میں موجود ہے کہ امام حفص سے بطریق شاطبی متفق علیہا سکتات کی تعداد پانچ ہے جو درج ذیل ہیں:
① عوجا سکتہ [سورۃ کہف:۱]
② مرقدنا سکتہ [یٰسین:۵۲]
③ من سکتہ راق [سورۃ قیامۃ:۲۷]
④ بل سکتہ ران [المطففین:۱۴]
⑤ مالیہ سکتہ [الحاقہ:۲۸]
جب ہم آیات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مقامات پر اگرچہ ایک لمحہ کے لیے ہی ٹھہرا جائے، ٹھہرنا ضرور چاہیے، کیونکہ یہ امور ہیں ہی کچھ ایسے کہ تدبر، تفحص اور تحقق کا تقاضا کرتے ہیں۔
مثلاً:﴿ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ قَيِّمًا ...﴾ [کہف:۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مذکورہ آیت میں عوجاً کا سکتہ اس لیے ہے کہ کچھ لحظہ ٹھہر کر غور وفکر کرلو کہ اس کتاب کی کیا قدر ومنزلت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی کجی اور ٹیڑھ پن نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستقیم کتاب ہے۔

اِرشادی ایزدی ہے:﴿ مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا ...﴾ [یٰسین:۵۲]

یہاں مرقدنا سے یہ اِشارہ مقصود ہے کہ یہاں ٹھہر کر غور کرو کہ آئندہ جو کلام تم پڑھنے لگے ہو یہ ملائکہ اور اہل ایمان کا کلام ہے نہ کہ کافروں کا۔ کیونکہ اس سے ماقبل کلام میں کافروں نے مسلمانوں سے سوال کیا تھا اس کا جواب دیا جارہا ہے۔

﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾

[المطففین:۱۳،۱۴]

یہاں لفظ بل میں سکتہ یہ دعوت دے رہا ہے کہ غور تو کرو کہ لوگوں نے کس وجہ سے قرآن کریم کو جھٹلایا وہ صرف یہ تھا کہ ان کے دلوں میں قبولیت حق کی صلاحیت نہیں تھی وہ کفر وشرک اور عدوان وبغی سے زنگ آلود تھے۔

صلہ ھا کی ضمیر کے معانی پر اثرات

اِمام حفص ہر اس ہاءِ ضمیر پر صلہ کرتے ہیں جس سے ماقبل اور مابعد متحرک ہو لیکن چند کلمات اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں جو خاص معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے

① يَرْضَهُ

یہ لفظ سورۃ زمر کی اس آیت میں وارد ہوا ہے:

﴿ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ [الزمر:۷]

یہاں عدم صلہ اس بات پر دال ہے کہ جوں ہی بندہ اللہ رب العزت کا شکر بجالاتا ہے تو اللہ رب العزت فی الفور اس پر راضی ہوجاتے ہیں۔

② اَرْجِهْ

یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے:

﴿ قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ ﴾ [الاعراف:۱۱۱]

یہ صلہ اس بات کی طرف اِشارہ کررہا ہے کہ فرعون کے حواری سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے معاملہ کو بہت ہلکا سمجھ رہے تھے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ یہ جادوگر ہیں (نعوذ باللہ)

③ فَاَلْقِهْ

یہ سورۃ نمل کی آیت

﴿ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ ﴾ [سورۃ النمل:۲۸]

میں آیا ہے جو اس بات پر دال ہے کہ سیدنا سلیمان کے ہاں قوم سبا کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

قواعد تجوید کے ذریعہ بعض احکام کا بھی استنباط ممکن ہے

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ [البقرۃ:۱۹۶]

مذکورہ آیت میں ایام فی پر غنہ ہے جو اس بات کی طرف اِشارہ کر رہا ہے کہ ایام حج میں فوراً روزے رکھنا ضروری نہیں بلکہ دوران ایام معاملہ میں وسعت ہے جبکہ وسبعة إذا رجعتم کا عدم غنہ اس بات پر دال ہے کہ حاجی کو گھر پہنچتے ہی فوراً روزے رکھنے چاہئیں کسی قسم کی تاخیر نہیں کر سکتا۔

سورۃ الکہف میں أحکام تلاوت کا معانی پر اثرات

﴿زِدْنٰهُمْ هُدًى﴾ کی دال پر قلقلہ ہے جو اللہ رب العزت کی طرف اعطائے کثرت ہدایت پر دال ہے اسی طرح ﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ [الکہف:۱۴] میں رَبَطْنَا کا قلقلہ ان کے تعلق کی گہرائی کی طرف اِشارہ کر رہا ہے۔

﴿إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ﴾ [الکہف:۱۷] میں طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ کا ادغام اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ سورج طلوع ہی ان کے کہف کے دائیں طرف ہوتا تھا یہ نہیں کہ پہلے طلوع کا مقام کچھ اور ہوتا بعد ازاں کہف سے دائیں طرف پھرتا۔

سورۃ کہف میں اصحاف کہف کی تعداد بذریعہ قواعد تجوید بھی معین کرنا ممکن ہے۔﴿ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ [الکہف:۲۲] یہاں ثلثة اور رابعهم کے درمیان عدم غنہ ہے جو اس بات پر دال ہے کہ اس پر تفکیر کی ضرورت نہیں ہے یہاں جلدی سے گزر جاؤ اس کے بعد ﴿خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ﴾ [الکہف:۲۲] میں غنہ اس پر قدرے غور کی دعوت دے رہا ہے اور ﴿سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ﴾ [الکہف:۲۲] میں ادغام بھی ہے غنہ جو اس کی طرف اِشارہ کر رہا ہے کہ تعداد اس قابل ہے کہ اس پر اس مسئلہ میں بنیاد رکھی جائے۔

﴿فَإِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا﴾ [الکہف:۷۰]

یہاں کا اِظہار اس بات پر دال ہے کہ جس طرح یہاں عدم غنہ ہے اس طرح موسیٰ کو عدم سوال کی نصیحت ہے اور حَتّٰٓى أُحْدِثَ لَكَ کی مد میں اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ یہاں سے اگر علم کی دولت حاصل کرنی ہے تو ایک لمبا عرصہ ساتھ گزارنا پڑے گا۔

ہم نے اس سلسلہ میں ایک ادنیٰ سی کاوش کی ہے اللہ رب العزت قبول فرمائے اور اہل علم کو قرآن کے اس پہلو پر بھی سوچنے کی توفیق دے۔آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تحقیق و تنقید

حافظ ثناء اللہ زاھدی*
مُترجِم: قاری مصطفی راسخ☆

علم روایت میں تقسیم آحاد وتواتر

گذشتہ شمارہ میں محمد آصف ہارون کے قلم سے 'تواتر کا مفہوم اور ثبوتِ قراءت کا ضابطہ' کے زیرعنوان ایک تحقیقی مقالہ شائع کیا گیا تھا۔ زیرنظر مضمون کو اسی اُصولی موضوع کا تسلسل شمار کرنا چاہیے، جس میں فاضل شخصیت، معروف عالم دین مولانا حافظ ثناء اللہ زاہدی ﷾ نے فن خبر میں 'تقسیم آحاد وتواتر' کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے دلائل کے ساتھ بالتفصیل اس بات کو واضح کیا ہے کہ علم روایت میں کسی خبر کی تقویت کا اساسی معیار عددی اکثریت یا اقلیت نہیں، بلکہ راوی کا کردار (عدالت)، صلاحیت (ضبط) اور اتصالِ سند وغیرہ ہے۔ ہمیں ان کے مؤقف سے اس حد تک کامل اتفاق ہے کہ معتزلہ اور بعض متاخر اُصولیین کا، ان بنیادی شرعی معیارات سے قطع نظر، روایت کو افراد کی کثرت وقلت (تواتر وآحاد) کے معیارات پر پرکھنا سلف صالحین کے متفقہ تعامل سے انحراف کی بنا پر ایک واقعی بدعت ہے۔ لیکن علم وتحقیق کے میدان میں جس طرح ہر مؤقف سے کلی اتفاق ضروری نہیں، ہم بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت العلام کی یہ رائے کہ محدثین کے ہاں 'تقسیم آحاد وتواتر' خبر کی کوئی مسلمہ تقسیم نہیں، مناسب نہیں۔ اگر بعض لوگ روایات کی قبولیت وردّ کا معیار عددی اکثریت یا اقلیت کو تسلیم کرتے ہیں تو ان کے ردّ عمل میں سرے سے تقسیم آحاد وتواتر کا انکار کردینا گویا علمائے حدیث کی ایک ہزار سالہ متفقہ رائے سے چشم پوشی ہے، جس کے حوالے سے رُشد قراءات نمبر اوّل و دوم میں 'تعارف علم قراءات' نامی مضمون میں سوال نمبر ۱۸ تا ۲۲ میں اور جناب آصف ہارون کے محولہ بالا مضمون میں تفصیلاً بحث پیش کردی گئی ہے۔

اس اختلاف سے قطع نظر عمومی پہلو سے حضرت حافظ صاحب ﷾ کا یہ مؤقف کہ قبولِ روایت میں اساسی شے عددی قلت وکثرت نہیں بہر حال ایک مفید بحث ہے جس کی 'ضابطہ ثبوت قراءات' سے یک گونہ مناسبت کی وجہ سے رُشد قراءات نمبر سوم میں اسے ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ [ادارہ]

خبر متواتر اور خبر واحد کی تقسیم سے متعلق یہاں چند انتہائی اہم امور پر متنبہ ہونا ضروری ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① متواتر اپنی متعدد تعاریف، اَحکام، مختلف شرائط اور کتب اُصول وغیرہ میں مذکور وسیع اختلاف کے باوجود ایسی شئ ہے کہ اسے اصلاً اور ابتداءً مسلمانوں نے ایجاد اور وضع نہیں کیا اور نہ ہی یہ لفظ کلّی یا جزئی طور پر اپنے اصطلاحی متعلقات کے ساتھ عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اور عہد تابعین رحمہم اللہ میں متعارف تھا۔ بلکہ اس فکر (یعنی خبر متواتر اور خبر

* مدیر مرکز الإمام البخاری للتراث والتحقیق بالجامعة الإسلامیة، صادق آباد
☆ فاضل کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

واحد کی فکر) کی بنیاد کتبِ فلاسفہ ہیں۔ عباسی خلیفہ عبداللہ بن ہارون الرشید المأمون (المتوفی:۲۱۸ھ) نے بڑے اِہتمام سے ان کتب کے ترجمے کروائے جس کے نتیجے میں یہ فکر، اِسلامی اَبحاث اور دینی مقامات میں داخل ہوگئی۔ نیز اس کے حلقہ اَحباب میں شامل عیسائی اطباء اور فرقہ جھمیہ کے علماء وغیرہ نے اس میں اَہم کردار اَدا کیا۔

یہ کتب ،فلسفہ کی چار اَنواع پر مشتمل تھیں:

① ریاضیات: یعنی انجینئرنگ ،جغرافیہ، علم الأعداد اور علم موسیقی وغیرہ۔

② طبیعیات: یعنی نباتات ،معدنیات، حیوانات ، کائنات، جسم ،صورت ، زمان ومکان اور حرکت وغیرہ کا علم۔

③ الٰہیات: یعنی واجب الوجود ،فرشتوں اور نفسیات وغیرہ کی بحث۔

④ منطقیات: اور یہ پانچ ہیں۔ شعر، خطب، جدل، برھان اور مغالطہ کی صنعت، فلاسفہ کے ہاں اس کو صناعات خمسہ کہا جاتا ہے۔

اِن صناعات خمسہ میں سے برہان (جس کو فلاسفہ قیاس برھانی کہتے ہیں) تیرہ (۱۳) مادوں پر قائم ہے۔ ان میں سے ایک متواترات کا مادہ ہے۔ جیسا کہ ابن سیناء کی شفاء المنطق [قسم البرھان:۶۷] میں ، الشمسیة فی المنطق مع شروحھا [ص:۳۰۷،۳۰۸] میں، ایساغوجی [ص:۴۷] میں، المنطق للشیعي محمد رضا المظفر [ص:۲۶۴] میں، محك النظر لابن حزم [ص:۲۳۴] میں، مقاصد الفلاسفة للغزالي [ص:۳۹] میں اور لقطة العجلان للزرکشی [ص:۱۱۳] وغیرہ جیسی کتبِ فلسفہ ومنطق میں تفصیلاً موجود ہے۔

جب مسلمان اہل علم نے ان کتب سے یہ فکر لے لی اور اس کے ظاہری حسن و جمال سے متاثر ہوگئے تو بعض اہل علم نے اس کو، اخبار اور مرویات کو پرکھنے کے محدثین کے نظام تحقیق پر تطبیق دینے کی کوشش کی۔ اور اپنے گمان کے مطابق وہ محدثین کے نظام کو مضبوط اور اس کی بنیادوں کو پختہ کررہے تھے۔ جیسا کہ عام اَہل الرائے اور متکلمین اصولیوں نے کیا۔ جبکہ بعض بدعتی فرقوں نے اپنی بدعات وخرافات کو رواج دینے کے لیے متون اور اَسانید کی تحقیق و تدقیق پر مبنی محدثین کے منہج سے جان چھڑا کر اَخبار کو متواتر اور آحاد میں تقسیم کردیا اور کہا کہ جو کچھ محدثین روایت کرتے ہیں اس میں سے کچھ بھی متواتر نہیں ہے اور اخبار آحاد اس اَمر میں حجت نہیں ہیں۔

پھر مذکورہ دونوں مکاتب فکر، اپنی نیتوں کے اختلاف اور عقائد کے فرق کے باوجود، ان اُمور کی شرح اور تفاصیل بیان کرتے وقت علمی فتنے میں مبتلا ہوگئے جس میں قدیم فلاسفہ ہوئے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے اَخبار کو ابتدائی طور پر متواتر اور آحاد میں تقسیم کردیا پھر ان دونوں کے درمیان ایک اَساسی فارق کے ساتھ تمیز کردی اور کہا:

<u>پہلی قسم</u>: (متواتر) میں تو کمیت و کیفیت کے اِعتبار سے مجہول عوامی کثرت سے قطعیت حاصل ہوجاتی ہے۔

<u>دوسری قسم</u>: (آحاد) میں ظن معلق رہتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے متواتر کی صحیح تعبیر اور یقین تک پہنچانے والی حقیقی شرائط اور اس اصطلاح اور اس کے تابع اَحکام کی معنویت کی تحقیق میں محکم ضوابط کی توضیح میں شدید اختلاف کیا ہے۔

اَکثر لوگوں نے اس مقصد کے لیے متواتر کی تعریف اُسی اَساس اور بنیاد پر کی ہے جو بنیاد اور اَساس کتب فلاسفہ نے مہیا کی تھی یعنی حصول قطعیت کے لیے صرف عوامی کثرت پر اعتماد کرنا۔ چنانچہ انہوں نے متواتر کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"ما رواه قوم لا يحصىٰ عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب ."

''جس کو ایک لاتعداد قوم نے روایت کیا ہو اور ان کے جھوٹ پر اکٹھا ہونے کا گمان نہ ہو۔''

ابتداءً اس اَساس پر یہ تعریف بڑی خوبصورت اور شاندار نظر آتی ہے اور عقل وفکر کو خوش کر دیتی ہے لیکن اگر تحقیق وتدقیق اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ اَساس فاسد اور انتہائی لغو محسوس ہوتی ہے، کیونکہ مکارم اخلاق، محاسن اَقدار اور اعلیٰ خصائل سے عاری فقط عددی اکثریت اغلب معاشروں میں، جہالت، گمراہی، رذالت و دناءت کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ فقط عددی اکثریت کو احکام شرعی سے متعلق رِوایات و اَخبار کے باب میں قطعیت و یقین کی علت بنانا درست اور مناسب نہیں ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ اس فکر کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی علماء میں سے صاحب عقل وبصیرت اس کی تائید کرتے ہیں۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [یوسف:۲۱] ''مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ [زخرف:۷۸] ''لیکن تم میں اکثر کو حق ناگوار گزرتا ہے۔''

﴿وَ أَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [آل عمران:۱۱۰] ''ان کے اکثر افراد نافرمان ہیں۔''

﴿ وَ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [المائدہ:۱۰۳] ''اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں''

﴿ وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ [الانعام:۱۱۱] ''لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔''

﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا﴾ [یونس:۳۶]

''حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس اور گمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔''

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [الفرقان:۴۴]

''کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔''

﴿وَأَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ [الشعراء:۲۲۳] ''اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔''

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [الأنعام:۱۱۶]

''اے نبیﷺ! اور اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔''

قرآن مجید میں اس معنی کی متعدد آیات مبارکہ موجود ہیں جو اس اَمر پر دلالت کرتی ہیں کہ محض عوامی کثرت جھوٹ، جہالت، فسق اور گمراہی کا مجموعہ ہے، ان سے یقینی حکایات اور قطعی اَخبار کا حصول مناسب نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُمور شریعت یا کسی اَمر کے ثبوت اور صدق کے لیے ایسے لوگوں کی روایت پر اعتماد کرنے کا اِنکار کیا ہے۔

اہل علم میں سے اِمام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'البرھان' [۵۷۲،۵۷۸/۱] میں لکھتے ہیں:

"ما من عدد تمسك به طائفة إلا ويمكن فرض تواطئهم على الكذب ."

''کوئی بھی اَیسا عدد نہیں ہے جس پر ایک جماعت نے اعتماد کیا ہو، مگر اس کا جھوٹ پر اکٹھا ہونے کا اِمکان موجود رہتا ہے۔''

امام رازی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'المحصول' [۳۷۷/۴] میں فرماتے ہیں:

"الحق أن العدد الذي يفيد قولهم العلم غير معلوم، فإنه لا عدد يفرض إلا وهو غير

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مستبعد في العقل صدور الكذب عنهم ."

''حق بات یہی ہے کہ علم کا فائدہ دینے والا عدد غیر معلوم ہے، کیونکہ کوئی بھی فرضی عدد ایسا نہیں ہے، مگر عقلاً ان سے جھوٹ کا صدور بعید نہیں ہے۔''

امام سرخسی رحمہ اللہ 'الاصول' [۱/۲۹۴] میں فرماتے ہیں:

"لا يوجد حد من حيث العلم يثبت به علم اليقين ."

''عدد کی کوئی ایسی متعین حد نہیں پائی جاتی جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہو۔''

امام سبکی رحمہ اللہ 'رفع الحاجب' [۲/۳۰۴] میں فرماتے ہیں:

"ويختلف عدد التواتر باختلاف قرائن التعريف، وأحوال المخبرين، والاطلاع عليهما، وإدراك المستمعين، والوقائع ."

''تفصیلات، مستمعین کے ادراک، اطلاع خبر، مخبرین کے احوال اور تعریف کے قرائن مختلف ہونے کے سبب تواتر کا عدد بھی مختلف ہوتا ہے۔''

اَحناف میں سے امام بزدوی رحمہ اللہ، امام سرخسی رحمہ اللہ، امام حسامی رحمہ اللہ، امام اتقانی رحمہ اللہ اور امام خبازی رحمہ اللہ وغیرہ نے تواتر میں معتبر عددی کثرت کو عدالت، اسلام، تباین اماکن، آراء کے اختلاف اور اختلاف طبائع وغیرہ میں مقید کیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک محض عوامی اکثریت متواتر میں قطعیت کی علت ہوتی تو وہ محض عددی اکثریت کو ان شروط واوصاف میں مقید نہ کرتے۔

③ حصول یقین کے لیے مذکورہ عوامی کثرت کو معتبر کہنے والوں نے اس پر اعتماد کرنے میں شدید اختلاف کیا ہے۔ ان کا یہ اختلاف دو اعتبار سے ہے۔

مقدار کے اِعتبار سے

حصول یقین کے لیے بعض نے کہا ہے کہ راویوں کی تعداد پانچ ہو، بعض نے سات، بعض نے دس، اسی طرح بعض نے بارہ، بیس، چالیس، ستر، تین سو، چودہ سو، پندرہ سو، سترہ سو، اور بعض نے کہا کہ اتنی تعداد ہو کہ پورا شہر ان سے بھر جائے یا بعض نے کہا اسے لاتعداد لوگوں نے نقل کیا ہو یا بعض نے کہا کہ پوری اُمت نے اسے روایت کیا ہو وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ اقوال ،كشف الأسرار لعلاء الدين البخاري [۲/۶۵۷]، البحر المحيط للزركشي [۴/۲۳۲]، الإيضاح للمازري [ص۴۲۶]، التمهيد لأبي الخطاب [۳/۲۸]، تحفة المسئول لابن موسىٰ [۲/۳۴۴] اور دیگر اُصول مصادر میں موجود ہیں۔

انہوں نے پانچ کے عدد سے لے کر پوری اُمت کو اس میں شامل کر دیا ہے اور یہ اجماع کا مسئلہ ہے تواتر کا نہیں۔ اِجماع سے کم شئ پر ان کا دل مطمئن نہیں ہوا۔

اس اِختلاف، اضطراب اور تشویش کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسی چیز (محض عوامی کثرت) کو قطعیت کی علت قرار دے دیا ہے جو درحقیقت قطعیت کی حقیقی علت نہیں ہے۔ اس کے ظاہری جمال کو دیکھ کر ہر شخص یہی گمان کرتا ہے کہ یہ حقیقی فکر اور علت ہے حالانکہ یہ صرف وہم اور خیال ہے۔ ﴿كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْئَانُ مَآءً حَتّٰى اِذَا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا﴾ [النور:٣٩]

اَوصاف کے اعتبار سے

بعض کہتے ہیں کہ یہ کثرت لاتعداد ہو اور ذاتی طور پر اس کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ذاتی طور پر کی بجائے اسلام، تقویٰ، عدالت، تباین اماکن، تفرق ھمم اور مختلف طبائع و آراء کی بناء پر جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، اسی طرح دیگر قرائن موجبہ کی وجہ سے جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، جن سے قطعیت اور یقین حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اِمام اتقانی رحمہ اللہ نے 'التبيين' [۵۸۲/۱] میں، بزدوی نے 'الاصول' [۶۵۸/۲] میں، خبازی نے 'المغني' [ص:۱۹۱] میں، سرخسی نے 'الأصول' [۲۸۲/۱] میں، حسامی نے 'المنتخب' [۴۱۷/۱] اور ابویعلی نے 'العدة' [۸۵۶/۳] میں نقل کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض عوامی کثرت جس پر فلاسفہ کے ہاں تواتر کا مدار ہے وہ اپنی اصلی طبیعت میں کسی قطعی یا یقینی شئ کی تحقیق کے لیے مناسب نہیں ہے، ورنہ یہ لوگ اس کی مقدار اور اَوصاف میں اتنا شدید اِختلاف نہ کرتے کہ اختلافی مسائل میں جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

④ فلاسفہ کے تواتر کی معمولی فکر اور قطعی اُمور کی تحقیق میں اس کے غیر صالح ہونے کی وجہ سے متعدد متقدمین ومتاخرین نے عددی کثرت کا اعتبار کرنا ترک کردیا۔ کیونکہ تنہا عددی کثرت سے قطعیت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اِمام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"غير مستبعد في العقل صدور الكذب عنهم"، "ان سے جھوٹ کا صدور عقلاً بعید نہیں ہے۔"

چنانچہ انہوں نے اس کی تعریف میں فقط حصول قطعیت پر اعتماد کیا ہے کہ "ما أفاد القطع" جو قطعیت کا فائدہ دے' یا "ماحصل العلم عنده" "جس سے علم حاصل ہو' یا "كل خبر أوجب العلم ضرورة" "ہر وہ خبر جو علم ضروری کو واجب کردے، وہ متواتر ہے۔"

ان تعریفات میں کلمہ 'ما' اور 'کل' عموم کے صیغے ہیں جو ہر اس عددی کثرت یا قلت کو شامل ہیں جو عدالت، ضبط، اِتقان، قرائن موجبہ یا سامع کے مزاج، صلاحیت اور اَحوال کے ساتھ قطعیت کا فائدہ دے۔ ان کے عموم کا تقاضا ہے کہ ہر وہ شئ جو کسی بھی وجہ سے یقین کا فائدہ دے وہ متواتر اصطلاحی ہے۔

لیکن عام اہل رائے، متکلمین اُصولیین اور اکثر مبتدعہ جیسے اَشاعرہ اور ماتریدیہ وغیرہ نے اپنی کتب اصول میں اس کی مذکورہ تعاریف کی ہیں جو اس کے اِمکان کی تحقیق اور اس کے فہم کو اذہان کے قریب کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن وہ اپنی فقہی اور عقائدی اَبحاث میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ محض عدد کے سقیم نظریے کو ہی ملحوظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اَحادیث پر تواتر اور آحاد کا حکم لگاتے وقت کثرت اور عدم کثرت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ مگر ان اَحادیث میں ایسا حکم نہیں لگاتے جو ان کی خواہش، رائے اور بدعت کے موافق ہو۔ چنانچہ اس میں وہ کہتے ہیں کہ یہ متواتر ہے یا پھر متواتر کے حکم میں ہے۔ اَہل رائے اور مبتدعہ میں یہ معروف شئ ہے۔ ونعوذ بالله من ذلك .

مگر جس شخص کی رگوں میں ارسطو کا فلسفہ خون کی طرح گردش کر رہا ہو اس کا معاملہ ان سے مختلف ہے وہ اس شکل میں ﴿ يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهٗ ﴾ [ابراهيم:١٧] کا مصداق بن جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ جب اَخبار میں قطعیت کے حصول کے لیے عددی کثرت کے علاوہ دیگر اَسباب بھی موجود ہیں تو پھر محض عددی کثرت کے جنون میں مبتلا ہونے کی معقولیت سمجھ میں نہیں آتی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ قطعیت کے دیگر کئی موجبات موجود ہیں۔

اگر تواتر سے صرف قطعیت مقصود ہے تو پھر تنہا عددی کثرت کے ساتھ اس کی تعریف کرنا درست نہیں ہے اور اگر اس کا مقصود اَخبار کی عددی تقسیم ہے تو پھر تواتر کی تحقیق کے لیے جمیع اَحوال میں، عدد کو قطعیت کے ساتھ معلق کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ بسا اَوقات مشہور، عزیز اور غریب سے بھی قطعیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کی عددی تقسیم کے اعتبار سے اس کی ماہیت میں کوئی اضطراب اور محدثین کی اصطلاح میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ اور اگر تواتر کا مقصود کما و کیفا مجہول عددی کثرت اور قطعیت کو جمع کرنا ہے جو ان کا مقصود ہے تو اس جمع میں سب فساد ہی فساد ہے۔ کیونکہ مجہول کثرت جمیع اَحوال میں قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی اور اگر اس سے قطعیت پیدا ہوبھی جائے تو اس کا کوئی ضابطہ نہیں بنایا جاسکتا۔

علمی مصطلحات کا تقاضا ہے کہ اس کی ماہیت، شروط اور نتائج معلوم و منضبط ہوں۔ ورنہ یہ مہملات ہوں گی جن سے نفیس حقائق اور شرعی مفاہیم اَخذ کرنا تو درکنار، ان سے علمی مصالح بھی اخذ نہیں کیے جاسکتے۔ مجہول عددی کثرت اور قطعیت کے درمیان فساد کی یہی وجہ ہے۔ متواتر کی تعبیر اور تعریف میں اختلاف اور اہل علم کی عبارات میں تنوع بھی اسی فساد اور مشکل سے نکلنے کی وجہ سے ہے جس کی طرف ہم نے اِشارہ کیا ہے اور یہ مسلسل قائم ہے۔ جن سے صرف دو وجوہ سے نکلا جاسکتا ہے۔

① یا تو یہ کہا جائے کہ جو بھی قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔ خواہ کسی اعتبار سے بھی فائدہ دے، وہ اصطلاحاً متواتر ہے۔ اور عددی کثرت کے جنون سے نکلا جائے۔ جیسا کہ اِمام رازی رحمہ اللہ 'المعالم' [ص:۴۵] میں فرماتے ہیں:

''تواتر کی تین شروط ہیں:

① مخبر عنہ محسوس ہو ② مخبرین نے ایسی حالت پر خبر دی ہو جس حالت پر ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو اور جھوٹ کے اِمکان سے مانع یہ حالت کبھی تو مخبرین کی کثرت سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی سارے قرائن کے حصول سے حاصل ہوتی ہے۔

یعنی اِمام رازی رحمہ اللہ نے (صرف کثرت رواۃ کی بجائے) تمام قرائن کے سبب، جھوٹ کے اِمکان سے مانع حالت کا اِعتبار کیا ہے اور اسے اِصطلاحاً تواتر کہا ہے۔ لیکن اس صورت میں یہ (متواتر) حجت لازمہ کی حیثیت سے خارج ہوجائے گا اور دیگر عوارض شخصیہ کی مانند ایک عارضہ باقی رہ جائے گا جو بعض معیّن اشخاص کو معین موجبات کے سبب پیش آتے ہیں جیسے خوشی، غمی، غصہ، کھانسی اور بخار وغیرہ۔ جس طرح ان عوارض کو دوسروں تک متعدی کرنے کا مکلّف نہیں بنایا جاسکتا، اسی طرح بعض اشخاص کو حاصل ہونے والی قطعیت کو دیگر پر لازم نہیں کیا جاسکتا۔

❷ یا یہ کہا جائے کہ متواتر وہ ہے جس کے رواۃ کی تعداد فلاں عدد سے کم نہ ہو، جیسا کہ محدثین کے ہاں مشہور، عزیز اور غریب کی تعریف میں کہا گیا ہے اور جمیع اَحوال میں اس (متواتر) کے ساتھ قطعیت کی تحقیق کے جنون سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چھٹکارا پالیا جائے۔ اور یہی کہنا واجب ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے ہاں جو متواتر کے رواۃ میں اسلام اور عدالت وغیرہ جیسی شروط لگاتے ہیں۔ ورنہ یا تو عدد غیر منضبط ہوگا جس سے تقسیم باطل ہوجائے گی یا قطعیت ثابت نہیں ہوگی جس سے تواتر، مشہور، عزیز اور غریب کی تفریق باطل ہوجائے گی اور تواتر شیطانی کھلونا بن جائے گا جسے بیمار دلوں والے اپنی بدعات وخرافات کی ترویج کے لیے استعمال کریں گے۔ اُنہوں نے اسے استعمال کیا، بلکہ مستقبل میں بھی کرتے رہیں گے۔

(٦) مصطلحات کو اِیجاد کرنے کا علمی طریقہ یہ ہے کہ اَسباب، شروط اور موجبات کے ذریعے، جن پر اصطلاح کی معنویت قائم ہوتی ہے، نتائج تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ جیسا کہ عدالت، ضبط، اِتصال سند اور عدم علّت وشذوذ کے ذریعے صحت حدیث تک پہنچا جاتا ہے اور اَرکان، اصل، فرع اور علت کے ذریعے وجود قیاس تک پہنچا جاتا ہے۔ نہ کہ نتائج کے تحقق کے ذریعے اَسباب تک پہنچا جائے۔ کیونکہ شرائط اور موجبات، جن پر نتائج متحقق ہوتے ہیں، یہی اعتبار اور قیاس کے وقوع کے لیے مصطلحات کی تنسیق کرتے ہیں اور مصطلحات کو اَحکام و اِنضباط کی صنعت سے منضبط کرتے ہیں نہ کہ اثبات، تعریف اور تحقیق میں نتائج کے بعد شرائط وعلل بیان کی جائیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں صحت خبر کی وجہ سے عدالت، ضبط اور اتصال سند پر استدلال کرتا ہوں یا کہے کہ میں قیاس کے وجود کی وجہ سے اس کے ارکان پر استدلال کرتا ہوں تو ایسے آدمی کو اپنے دماغ میں موفّق علماء کی فکر کا حامل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اسی طرح اس آدمی کی رائے میں بھی کوئی معقولیت نہیں ہے، جو کہتا ہے کہ متواتر، عدد کثیر اور قطعیت سے عبارت ہے۔ پھر کہتا ہے:

"بأننا بحصول العلم الضروري نستدل على كمال العدد، لا إنا نستدل بكمال العدد على حصول العلم."

''ہم علم ضروری کے حصول کے ساتھ، کمال عدد پر استدلال کرتے ہیں، نہ کہ کمال عدد کے ساتھ حصول علم پر اِستدلال کرتے ہیں۔''

جیسا کہ اِمام علاء الدین البخاری رحمہ اللہ نے کشف الأسرار [۲/۲۵۸] میں، امام جزری رحمہ اللہ نے 'جامع الأصول' [۱/۱۲۲] میں، امام سبکی رحمہ اللہ نے 'جمع الجوامع مع الغيث الهامع' [۲/۴۸۴] میں، امام الکاکی رحمہ اللہ نے 'جامع الأسرار' [۳/۶۴۷] میں، امام فناری رحمہ اللہ نے 'الفصول' [۲/۲۱۵] میں، امام الہمام رحمہ اللہ نے 'التحرير' [ص:۳۱۰] میں اور امام قاآنی رحمہ اللہ نے 'شرح المغني' [۴۷] میں نقل کیا ہے۔

کیونکہ اس سے عدم اِنضباط لازم آتا ہے اور جو شئ محکم اور عامة الناس کے ہاں معتبر اصولوں سے منضبط نہ ہو اسے شخصی فائدہ گردانا جاتا ہے، جو مختلف اَسباب اور مختلف اَوقات میں مختلف لوگوں کو پیش آتا ہے اور وہ حجیت تامہ کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وہ قاعدہ احتجاج اور اِستدلال میں لاکر شئ کی نفی یا اثبات کے وقت مدمقابل پر پیش کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

(٧) خبر شرعی ہو یا غیر شرعی، اِنسان لامحالہ زیادہ سے زیادہ اسے سننا اور سنانا چاہتا ہے۔ فکر صحیح، عقل سلیم اور منہج مستقیم کا تقاضا ہے کہ اللہ کی شریعت میں سے سچ اور جھوٹ کے موجبات اور اَسالیب کو تلاش کیا جائے۔ پھر تحقیق روایات اور تدقیق اَخبار کے لیے ان اصولوں پر اعتماد کیا جائے جن پر شریعت نے اعتماد کیا ہے۔ یہ غیر معقول اَمر ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ ایسے اصولوں پر اعتماد کیا جائے جن پر شریعت نے اعتماد نہ کیا ہو اور اجتماعی یا شخصی اُمور زندگی میں ان کو ان اُمور کا پابند نہ کیا گیا ہو۔ جن اُمور کا شریعت نے اِعتبار کیا ہے وہ صداقت، عدالت، امانت اور ہر وہ شئ جو جھوٹ کی ضد ہو جیسی صفات کا راوی میں پایا جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ [الطلاق:۲] ''اور تم اپنے میں سے دو عادل لوگوں کو گواہ بنالو''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ [المائدہ:۹۵] ''اور تم میں سے دو عادل آدمی اس کا فیصلہ کریں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ [الحجرات:۶] ''اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔''

اور اس معنی کی متعدد نصوص موجود ہیں۔ اسی طرح شریعت نے ضبط، اتقان اور سنی ہوئی شئ کو یاد رکھنے جیسی صفات کا اعتبار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰىهُمَا الْأُخْرٰى﴾ [البقرہ:۲۸۲]

''اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا». [المستخرج على المستدرك:۱۳]

''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اپنے پاس محفوظ کرلیا اور جیسا سنا تھا اسے آگے پہنچا دیا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ». [مسلم:۵]

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے۔''

اسی طرح شریعت نے فہم صحیح (غیر فاطیٔ) کے ساتھ سماع متصل کا اعتبار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ [الانفال:۲۱]

''اور تم ان لوگوں کے مانند نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے ہیں۔''

اسی طرح شریعت نے عدم شذوذ، عدم انحراف، عدم تفرد اور عدم تطرف کا بھی اعتبار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ [النساء:۱۱۵]

''اور جو شخص ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اور غیر سبیل المؤمنین کی پیروی کرتا ہے، ہم اُسے اسی طرف ہی پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ پھر جاتا ہے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔''

اِتنی احتیاط کے باوجود اَخبار کو لاحق خفیہ علتوں کی تحقیق و تدقیق کا حکم دیا گیا ہے، جن کو صرف خواص ہی جانتے ہیں، عامۃ الناس نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [الاسراء:۳۶] ''اور اس چیز کے پیچھے مت چل جس کا تجھے علم نہیں ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿إِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ [الحجرات:٦] ''اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔''
یعنی فاسق آدمی کی خبر کی تحقیق وتدقیق کا حکم دیا گیا ہے جو اس کی ظاہری صحت سے مانع نہیں ہے۔
نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:
«مَنْ أُفْتِيَ بِفُتْيَا مِنْ غَيْرِ ثَبْتٍ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى مَنْ أَفْتَاهُ» [دارمی:١٦١]
''جس شخص نے بغیر ثبوت کے فتویٰ دیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔''

یہ ہے اَخبار و رِوایات کی تحقیق وتدقیق کا ربانی منہج، جس پر محدثین کرام چلتے رہے اور اُمت نے اس روشن منہج پر اعتماد کیا۔ یہی وہ کامل منہج ہے جو حق کی باطل سے، مقبول کی مردود سے اور صحیح کی ضعیف سے تمیز کردیتا ہے۔

لیکن فلاسفہ کا تواتر جو مجہول عوامی کثرت پر قائم ہے وہ متضاد افکار اور تشویشناک تصورات کا مجموعہ ہے۔ اخبار و روایات اور شہادات کی تحقیق و تدقیق میں شریعت نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔ عبادات و معاملات جیسی بندوں کی ضروریات کو اس پر معلق نہیں کیا۔ اللہ کی شریعت کے اصول میں یہ مہجورہ، مرفوضہ اور ملغی (تواتر) ہے۔

⑨ متواتر کی ماہیت کو بیان کرنے کے لیے اصولیوں کی ذکر کردہ تعاریف کا خلاصہ یہ ہے کہ متواتر صدق محض ہے یا متواتر صدق ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ رکھنا انتہائی فاسد ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک متواتر وہ ہے جس کو کثیر اَفراد نقل کریں اگر تو ان کثیر اَفراد کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا محال ہو تو وہ متواتر صدق ہے اور اگر ان کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا ممکن ہو تو وہ متواتر نوعیت اور اِمکان کی کمیت کے اعتبار سے خطا اور غلط ہے اور اگر اس کے ساتھ جھوٹ کے قرائن بھی شامل ہوجائیں تو وہ تواتر کذب ہے۔

جیسا کہ مشہور میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور خبر واحد کبھی صادق اور کبھی کاذب ہوتی ہے۔ اسی طرح متواتر بھی صادق و کاذب ہوتا ہے، کیونکہ تواتر، شہرت اور احادیث سب کے سب خبر کے انتشار اور پھیلاؤ کے ذرائع ہیں۔ جس طرح سچ ان ذرائع سے پھیلتا ہے اسی طرح وہم، خطا اور جھوٹ بھی ان ذرائع سے پھیلتا ہے۔

جس طرح تواتر صدق (اپنی کثیر تعداد کے باوجود) جھوٹ پر اکٹھا ہونے کے عدم امکان کا محتاج ہے۔ اسی طرح تواتر کذب و خطا، جھوٹ اور خطاء پر اکٹھا ہونے کے اِمکان کا محتاج ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ 'شرح نخبة الفكر' [ص:١٠] میں متواتر کی ماہیت کے تحقق کے لئے چار شرائط نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وقد يقال: إن الشروط الأربعة إذا حصلت استلزمت حصول العلم، وهو كذلك في الغالب، وقد يتخلف عن البعض لمانع"

''بسا اَوقات کہا جاتا ہے کہ جب مذکورہ چاروں شروط پائی جائیں تو علم حاصل ہوجاتا ہے۔ غالباً ایسا ہی ہوتا ہے لیکن بسا اَوقات کسی مانع کی وجہ سے حصول علم پیچھے رہ جاتا ہے۔''

امام ابن حجر رحمہ اللہ کے قول: ''وهو كذلك في الغالب'' ''غالباً ایسا ہی ہوتا ہے۔'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جمیع شروط پائے جانے کے باوجود ضروری نہیں ہے کہ متواتر جمیع احوال میں جمیع لوگوں کے لیے علم قطعی کا فائدہ دے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام أجهوري 'شرح نخبة' [ورقہ:۱۵] میں الکمال سے نقلاً فرماتے ہیں:

"المتواتر قد لا يفيد العلم، لكون العلم الذي يحصل به حاصل عند السامع، أو لكونه عالما بنقيضه لامتناع اجتماع النقيضين"

''متواتر بسا اَوقات علم کا فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ کبھی کبھار متواتر سے حاصل ہونے والا علم سامع کو پہلے سے ہی معلوم ہوتا ہے یا سامع اس علم کی نقیض کو جانتا ہوتا ہے۔''

یہ قول اِس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ متواتر کبھی کبھی اپنی نقیض سے متصادم ہوتا ہے اور جو چیز اپنی نقیض سے مناقض ہو وہ صدق وکذب کے باب میں داخل ہوتی ہے اور صدق محض کے دائرہ سے خارج ہوجاتی ہے۔

أبو يعلی الحنبلي 'العدة' [۸۴۵/۳] میں فرماتے ہیں:

"والعلم الواقع بالأخبار المتواترة ليس من شرطه أن يجمع الناس كلهم على التصديق به."

''اَخبارِ متواترہ کے ساتھ واقع ہونے والے علم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کی تصدیق پر تمام لوگ جمع ہوجائیں۔''

آلِ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے 'المسودة' [۴۶۸/۱] میں بھی ایسا ہی کہا ہے۔

امام قرافی رحمہ اللہ نے 'التنقيح' [ص:۳۵] میں، اور ابوعلی الشوشاوی نے 'رفع النقاب' [۳۲/۵] میں ذکر کیا ہے:

"ونحن لا ندعي حصول العلم أي بالمتواتر في جميع الصور، بل ادعينا أنه قد يحصل، وذلك لا ينافي عدم حصوله في كثير من الصور."

''ہم جمیع صورتوں میں (متواتر سے) حصولِ علم کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ بسا اوقات متواتر سے علم حاصل ہوجاتا ہے اور یہ قول کثیر صورتوں میں علم کے عدمِ حصول کے منافی نہیں ہے۔''

اسی طرح اِمام عینی رحمہ اللہ نے 'العمدة' [۳۰۷/۲۰] میں فاطمہ بنت قیس کی حدیث کا حکم لگاتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حدیث متعدد صحیح متواتر وجوہ سے مروی ہے، لیکن اس کے باوجود اکثر حنفی اُصولیوں نے اس کو منکر کہا ہے اور کتب فقہ میں ایسی متعدد اَمثلہ موجود ہیں۔

کائنات میں سینکڑوں ایسے جھوٹ اور شیطانی عقائد ہیں جو تواتر کے ساتھ پھیل رہے ہیں، جنہیں کروڑوں لوگوں نے اپنایا ہوا ہے اور وہ ان کے صدق اور صحت پر یقین راسخ رکھتے ہیں جیسے یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کے عقائد وغیرہ۔

لہٰذا اصولیوں کا اس اَمر پر اِصرار کرنا کہ جھوٹ، وہم اور خطا متواتر نہیں ہوتے یا یہ کہنا کہ متواتر صدقِ محض ہوتا ہے غلط اور فاسد ہے۔

حق بات یہی ہے کہ اَخبار میں صدق وکذب ایسی چیز ہے جو کثرت محضہ کے علاوہ کسی دوسری چیز پر موقوف ہے۔ کثرت تو ایک اَمر اضافی ہے وہ جس طرح سچ کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے اسی طرح جھوٹ کے ساتھ بھی جمع ہوجاتا ہے۔ لہٰذا محقق پر واجب ہے کہ وہ موجبات صدق وکذب کو دقت نظر سے دیکھے اور احتیاط سے حکم لگائے۔ شرع نے اس کے لیے اسلام، عدالت، اَمانت اور تقویٰ وغیرہ جیسی صفات کا اعتبار کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ صفات کے بغیر انسان کی کوئی قیمت نہیں ہے، جیسا کہ محدثین کا مذہب ہے۔ جنہوں نے احادیث رسول کی حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

⑨ متعدد اُصولیوں نے متواتر کی تعریف "أن المتواتر ما أفاد العلم" کی ہے۔ یعنی متواتر وہ ہے جو علم کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فائدہ دے۔ پھر وہ اس کی تقسیم کرنے بیٹھ گئے کہ اخبار متواترہ میں سے بعض بنفسہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور بعض دیگر قرائن کے ساتھ مل کر قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔

اور یہ جملہ بھی ...... اللہ اعلم ...... جلد بازی، تغافل اور سوءِ تفکیر کا نتیجہ ہے، کیونکہ ان کے نزدیک محض عدد بنفسہٖ یا دیگر قرائن کے ساتھ مل کر قطعیت کو لازم نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، بلکہ قطعیت کے حصول کے لیے عدد، موجبات قطعیت کا محتاج ہے اور وہ موجبات یا تو مخبرین (رواۃ) ہیں جن میں اسلام، عدالت، تقوی، اختلاف اماکن، اَھواء اور اَقوال وغیرہ جیسی صفات پائی جاتی ہوں یا وہ اخبار کے مواد کی طبیعت ہے یعنی وہ چیز مشاہدہ، محسوسہ یا اعیان کی جنس سے تعلق رکھتی ہو۔ جیسے مکہ، بغداد، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ یا وہ ایسے حوادثات سے متعلقہ ہو جن کا حس یا مشاہدہ سے کوئی تعلق نہ ہو۔

یا وہ موجبات خبر کا مزاج ہے کہ اُسے قبول کرنا آسان ہے یا مشکل ہے۔

یا وہ سامع کا فہم ہے کہ وہ ذہین وفطین ہے یا غبی اور کند ذہن ہے۔

عدد قلیل ہو یا کثیر، سامع کو قطعیت کا فائدہ دینے کے لیے مذکورہ موجبات کا محتاج ہے۔ اس اِعتبار سے عدد کی چار معروف متداول صورتیں ہیں۔

① عدد کثیر ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجباتِ قطعیت بھی موجود ہوں، اس کو وہ متواتر کہتے ہیں۔

② عدد قلیل ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجبات قطعیت بھی موجود ہوں، اس کو وہ خبر واحد المحتف بالقرائن کہتے ہیں۔

③ عدد قلیل ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجبات قطعیت نہ ہوں۔

④ عدد کثیر ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجبات قطعیت نہ ہوں۔ آخری دونوں صورتوں کو وہ مطلقاً خبر واحد کہتے ہیں۔

یہ ہے اس قضیہ کی حقیقت، اگر تقسیم میں اَساسی اعتبار موجبات قطعیت کا ہے تو پھر اَخبار میں تفریق کے تکلفات کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ ایک خبر بنفسہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور ایک خبر بغیرہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہے یا یہ تقسیم کرنا کہ ایک خبر علم ضروری جبکہ دوسری خبر علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔ کیونکہ قطعیت کے موجبات وقرائن، جو متواتر میں پائے جاتے ہیں بعینہٖ وہی خبر واحد المحتف بالقرائن میں پائے جاتے ہیں۔ اس حیثیت سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ان دونوں کے درمیان تفریق ...... واللہ أعلم ...... یا تو خیال صفراوی ہے یا وہم سوداوی ہے یا پھر یونانی مسیحی فلسفہ کے سامنے عقلی وفکری مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ 'العیاذ باللہ' کہ انہوں نے بھی انہی کی تقسیم کو اپنے اُوپر واجب کرلیا ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور اگر اَساسی اعتبار قلت وکثرت عدد کا ہو تو پھر عدد کی کثرت وقلت کو مخصوص عدد کے ساتھ منضبط ہونا چاہئے، جو اس تقسیم کے لیے مناسب ہو ورنہ تقسیم ٹوٹ جائے گی، اَقسام فاسد ہو جائیں گی اور عدد کا اعتبار باطل ہو جائے گا اور معاملہ توضیح وتفصیل سے ہٹ کر تعمیم اور تجہیل کی طرف لوٹ جائے گا۔

⑩ اس اصطلاح میں پایا جانا والا اِضطراب، تناقض اِبہام اور عدم اِنضباط ایک خطرناک معاملہ ہے۔ جس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی اقدار کو بنیادوں سے لے کر چوٹی تک فاسد کر دیا ہے۔ لہٰذا فلاسفہ کی اس اصطلاح تواتر کی دو وجوہ سے اصلاح کرنا ضروری ہے:

۱۔ اخبار کو قطعیت و یقین کا لحاظ کیے بغیر فقط عددی اعتبار سے تقسیم کیا جائے۔ جیسا کہ محدثین کرام رحمہم اللہ نے مشہور، عزیز اور غریب کی تقسیم کی ہے یعنی اگر عدد تین سے کم نہ ہو تو مشہور، اگر دو سے کم نہ ہو تو عزیز اور اگر دو سے کم ہو تو غریب۔ ان تینوں اقسام پر چوتھی قسم (متواتر) زیادہ کر لی جائے کہ اگر عدد چار سے کم نہ ہو تو وہ متواتر ہے۔ اس سے اخبار کی تقسیم منضبط ہو جائے گی اور اقسام ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں گی۔

باقی رہا قطعیت و یقین کا معاملہ تو وہ مذکورہ تقسیم کے اعتبار سے ایک امر اضافی ہے، کیونکہ اس کے متعدد دیگر موجبات ہیں۔ جن کے تحقق سے یقین متحقق ہوتا ہے اور ان کے عدم سے یقین منعدم ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے مجرد عدد اور قطعیت کے درمیان لازم و ملزوم کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔

۲۔ اخبار کو عدد کا لحاظ کیے بغیر فقط قطعیت و ظنیت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے۔ جیسا کہ معظم اہل علم کا مذہب ہے۔ ان کے نزدیک ہر وہ چیز جو کسی بھی اعتبار سے قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور جو قطعیت کا فائدہ نہ دے وہ متواتر نہیں ہے۔

عدد مجہول اور قطعیت کو جمع کرنا یا مجہول عددی کثرت سے یقین و قطعیت کو پیدا کرنے کی کوشش کرنا، پھر مولود (پیدا کردہ قطعیت) اور والدہ (مجہول عددی کثرت) دونوں کو متواتر یا تواتر کا نام دینا ایک فعل عبث ہے۔ اس طریقہ سے کوئی عدد منضبط نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے قطعیت حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ حقیقت کی بجائے فتنہ کے زیادہ قریب ہے۔

نوٹ

یہ تحریر نور الانوار فی شرح المنار از ملا جیون پر محترم حافظ ثناء اللہ زاہدی ﷾ کی تحقیق ’’ایق تحقیق و تعلیق علی نور الانوار‘‘ جلد ۳ صفحہ ۲۰۱-۲۱۵ کا ترجمہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ فہد اللہ مراد☆

قراء میں تحقیق کا فقدان......لمحہ فکریہ

اِنسان جمیع مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہے اور اس کی اَفضلیت کا سبب دو اشیاء ہیں۔عقل وشعور اور علم۔حیوانوں سے امتیاز کی وجہ عقل وشعور ہے اور ملائکہ سے علم قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَعَلَّمَ ءَادَمَ الأَسۡمَآءَ كُلَّهَا ﴾ [البقرة:۳۱]

''اس نے آدم علیہ السلام کو تمام اَشیاء کے ناموں کا علم دیا۔ اور اسی علم کی بدولت وہ مسجود ملائکہ قرار پائے۔''

اِنسان اگر اپنی انہی دو صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو یہ انعام الٰہی کی ناقدری ہے کہ اُس کی پیدا کی گئی صلاحیتوں سے بہرہ مند نہ ہوا جائے۔ انسان اس حالت سے اس وقت دوچار ہوتا ہے، جب اجتہادی اور تخلیقی عمل چھوڑ کر تقلیدی طرزِ فکر اپنا لے اور باری تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کی گئی نعمت کو بروئے نہ کار لائے، بلکہ چوپائے کی مانند کسی کے ہنکانے پر ہانکتا چلا جائے، یہ رویہ بہرحال محمودِ اِنسانی اَقدار کے خلاف ہے۔ ایک باشعور انسان بغیر کسی دلیل و برہان کے کسی کی پیروی نہیں کرتا، بلکہ اپنی ہتک محسوس کرتا ہے اور اسے باعث عار سمجھتا ہے بخلاف اس کے کہ وہ اس پر فخر کا اظہار کرے۔اس اندازِ فکر کو اہل علم نے تقلید سے تعبیر کیا ہے۔

تقلید کا لغوی معنی ہے:

''کسی چیز کو گلے میں لٹکانا۔'' [أساس البلاغة:۳۷۵]

اور جب یہ لفظ شرعی اِصطلاح کے طور پر بولا جائے تو اس کا مفہوم ہے کسی کی بات کو بغیر دلیل اور بغیر غوروفکر کے قبول کرنا۔ [لسان العرب:۳/۳۶۷]

علماء اُصول نے تقلید کی تعریف یوں کی ہے:

''التقليد: العمل بقول الغير من غير حجة .'' [مسلّم الثبوت:۲/۳۵۰]

''کسی کی بات پر بغیر دلیل عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔''

امام غزالی رحمہ اللہ تقلید کی تعریف کرتے ہیں:

''التقليد هو قبول قول بلا حجة وليس ذلك طريقاً إلى العلم لا في الأصول ولا في الفروع .'' [المستصفى:۲/۴۶۲]

''کسی کی بات کو بلا دلیل قبول کرنا تقلید ہے یہ علم تک رسائی کا طریقہ، نہ اصول میں ہے اور نہ فروع میں۔''

مذکورہ بیانات سے پتہ چلا کہ تقلید نہ تو علم کا نام ہے اور نہ ہی علم تک رسائی کا کوئی ذریعہ ہے۔ اگر کوئی بھی فرد کسی انسان کی بات صرف اس لئے بغیر دلیل تسلیم کرتا ہے کہ وہ بہت بڑا عالم، قاری، محدث یا شیخ ہے، اور اُس سے تقاضائے دلیل، جناب کے حضور میں گستاخی یا بے اَدبی ہے اور اُن کے مرتبہ کے منافی ہے، تو یہ انسان اعلیٰ حضرت کو

☆ فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کسی مرتبہ پر فائز نہیں کررہا بلکہ اس کے حق میں ظلم اور زیادتی کی راہ پر چل رہا کہ وہ مقام جو حق تعالیٰ شانہ کے لائق ہے کہ اُس کی بات بغیر کسی دلیل کے قبول کی جاتی ہے۔ وہ کسی انسان کو عطا کررہا ہے ایسا کرنے والوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾ [التوبۃ:۳۱]

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے۔''

اہل کتاب کا اپنے علماء کو رب بنانا قطعاً اس طرح نہیں تھا کہ انہوں نے اللہ رب العزت کو چھوڑ کر اپنے علماء کی عبادت شروع کردی تھی بلکہ وہ علماء کی باتوں کو بغیر کسی دلیل کے قبول کرتے تھے۔ ان کے علماء اگر اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کردیتے تو وہ اُسے حرام سمجھتے تھے اور کسی حرام کردہ شے کو حلال کردیتے تو وہ اُسے حلال کہتے تھے ان کے اس عمل کو ان کی عبادت قرار دیا گیا ہے تو کیا ہمارا ایسا کرنا اللہ کی عبادت اور قربت الٰہی کا سبب ہوسکتا ہے؟

جس طرح اَحکام میں کسی کی بات کو بغیر دلیل تسلیم کرنا اس کو رب کا درجہ دینا ہے، اسی طرح باقی جمیع علوم شرعیہ جن کو متقدمین علماء نے دلائل کی روشنی میں مرتب کردیا ہے، ان میں بلا دلیل بات کرنا بھی ناجائز ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی کے خلاف بات کہے اور جب اس سے دلیل طلب کی جائے تو کہے: ''میرے شیخ نے یوں کہا ہے یا میرے فرقہ کا یہ مذہب اور طریقہ کار ہے''۔ تو یہ بھی تقلید ہی کے زمرہ میں داخل ہے اور اس پر ہٹ دھرمی کرنے والے شخص کا علم و معرفت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے جہاں یہ رویہ بہت سے لوگوں کا باقی علوم میں ہے اسی طرح علم تجوید و قراءات بھی اس سے محفوظ نہیں رہا۔

قرآن کریم کی نقل کا مدار تلقّی (یعنی شاگرد کا اپنے استاد سے بالمشافہ اَخذ کرنا) پر ہے کہ تلمیذ مُقری سے ہر ہر لفظ کا تلفظ صحیح طور پر سنے، اس کو محفوظ کرے اور ریاضت کرکے اَدا میں پختگی پیدا کرے تاکہ آئندہ آنے والے لوگوں تک قرآن کریم کا تلفظ درست انداز میں منتقل ہوسکے۔ سلف نے جہاں قرآن پاک کی اس طرح تعلیم دی وہاں حروف کا تلفظ صفاتِ حروف کے ساتھ محفوظ کردیا تاکہ کسی کو اُستاد سے سننے میں سہو ہوگیا ہو تو وہ کتب کی طرف رجوع کرکے اس کی تصحیح کرلے، نیز حروف کی اَدائیگی میں طلباء بالعموم جو غلطیاں کرتے ہیں ان کی نشاندہی بھی فرمادی، تاکہ قرآن کریم کی ہر دور میں اپنے اصل اور درست تلفظ کے مطابق تلاوت ہوتی رہے۔ اگر کوئی شخص کسی حرف کو اُس کے اصل تلفظ، جس کے مطابق جمہور قراء تلاوت کرتے ہیں اور متقدمین اور متاخرین کی جمیع کتب میں جو تلفظ مذکور ہے، کے خلاف پڑھے اور کسی طرح چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہ ہو تو ایسے شخص کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

ذیل میں ہم اس کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں:

مثال اوّل

ضاد معجمة کو دال مہملہ کے مشابہ پڑھنا۔

ضاد معجمہ ایک مستقل حرف ہے، اس کا ایک مستقل مخرج ہے اس میں صفات لازمہ میں سے جہر رخوت، استعلاء، اطباق، اصمات اور صفت استطالت پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حرف ضاد کو اس کے مخرج سے مع صفات لازمہ درست اُدا کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مذکورہ بحث میں اہم بات یہ ہے کہ اس کو کس لفظ کے مشابہ اَدا کیا جائے؟ اس حوالہ سے دوطرزِ تلاوت پائے جاتے ہیں:

- جمہور قراء ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں
- بعض دوسرے قراء اسے مشابہ بالدال پڑھتے ہیں۔

جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ ضاد کا مخرج، صفات لازمہ ہے اور متقدمین قراء کی تصریحات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اسے مشابہ بالظاء اَدا کیا جائے، کیونکہ ضاد اور ظاء کی جمیع صفات لازمہ سوائے صفت استطالت کے متفق ہیں تو اس حوالے سے فن تجوید کی سب سے قدیم کتاب الرعایة میں مکی بن اَبی طالب القیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والضاد يشبه لفظها بلفظ الظاء."

''لفظ ضاد ظاء کے مشابہ ہے۔''

اَور مزید فرماتے ہیں:

''ولولا اختلاف المخرجين وما في الضاد استطالة لكان لفظهما واحد." [الرعاية:۷۹]

''اگر ضاد اور ظاء کے مخارج کا اختلاف نہ ہوتا اور ضاد میں صفت استطالت نہ ہوتی تو یہ دونوں لفظ ایک ہی ہو جاتے۔''

- علامہ دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومن أكد على القراء أن يخلصوه من حرف الظاء باخراجه من موضعه وايفائه حقه من الاستطالة." [التحديد، ص۱۶۲]

''قراء کو سب سے زیادہ جس بات کی تاکید ہے وہ یہ کہ ضاد کو ظاء سے خالص کر کے اَدا کریں اور مخرج اور صفت اِستطالت کا حق اَدا کریں۔

علامہ دانی رحمہ اللہ کا یہ قول ذکر کرنے کے بعد شیخ محمد عبدالرحمٰن الیحیی رحمہ اللہ الحجة میں لکھتے ہیں:

''علامہ دانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ ضاد کو ظاء سے خالص کرتے ہوئے اَدا کرو اس بات کی دلیل ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے۔''

- اِمام عبدالوہاب القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأكثر القراء اليوم على إخراج الضاد من مخرج الظاء ويحب أن تكون العناية بتحققها تامة." [الموضح في التجويد:۱۴۴]

''آج کل اکثر قراء ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے مابین تحقیق تام لازم ہے۔''

- امام جزری رحمہ اللہ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"والضاد باستطالة ومخرج، ميز من الظاء و كلها تجى."

''ضاد جہاں بھی آئے اس کو مخرج اور صفت استطالت کے سبب ظاء سے ممتاز کرو۔''

- علامہ محمد مرعشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن جعل الضاد طاء مهملة مطلقا أعنى فى المخرج والصفات لحن جلي وخطا محض وكذا جعلها ظاء معجمة مطلقا لكن بعض الفقهاء قال بعدم فساد الصلاة من جعلها ظاء معجمة مطلقا لتعسر التمير بينهما فهو أهون الخطائين." [كيفية أداء الضاد:۲۳]

''اگر ضاد کو مطلقاً طاء مہملہ سے تبدیل کر دیں تو لحن جلی ہے اور غلط محض ہے اور اسی طرح ظاء کا مسئلہ ہے لیکن بعض فقہاء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا مذہب ہے کہ جو آدمی نماز میں ضاد کی جگہ مشکل کے سبب ظاء اَدا کرلے تو یہ ہلکی غلطی ہے۔‘‘

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

”وليس الفارق بين الضاد والظاء المعجمتين إلا الاستطالة والمخرج .“ [جهد المقل:١٦٩]

’’ضاد اور ظاء مُعجمہ کے مابین مخرج اور صفت اِستطالت کے علاوہ فرق کرنے والی کوئی بھی شے نہیں ہے۔‘‘

علامہ حسن بن قاسم المرادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أما يشبه لفظه بلفظ الضاد من حرفان وهو الظاء واللام و ذلك لأن الظاء يشارك الضاد في أوصافه المذكوره غير الاستطالة فلذلك اشتد شبهه وعسر التميز بينهما واحتاج القارى في ذلك إلى الرياضة التامة ولولا اختلاف المخرجين وما في الضاد من الاستطالة لاتحدا في السمع .“ [المفيد:١٠٨]

’’ضاد کی مشابہت دو حروف ظاء اور لام سے ہے اور ظاء اس کی جمیع صفات میں سوائے استطالت کے شریک ہے اس وجہ سے ان کے مابین مشابہت شدید ہے اور ایک دوسرے سے امتیاز مشکل ہے لہٰذا قاری ریاضت تامہ کا محتاج ہے اگر (ضاد) کا مخرج اور صفت استطالت نہ ہوتی تو دونوں کی آواز بالکل ایک جیسی ہوتی۔‘‘

متقدمین قراء کی یہ تمام تصریحات اس بات پر دال ہیں کہ ضاد کی مشابہت ظاء کے ساتھ ہے اور علامہ جزری رحمہ اللہ نے مقدمہ میں ایک باب قائم کیا جس کا نام، باب فرق بين الضاد والظاء رکھا ہے اور پھر اس کے ذیل میں تمام وہ کلمات جمع کئے ہیں جہاں ضاد اور ظاء جمع ہو رہے ہیں تاکہ قاری ان کو یاد کرکے ان کے مابین خوب فرق کرلے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے مطالعہ میں متقدمین قراء میں سے کوئی ایک صاحب بھی ایسے نہیں ہیں جنہوں نے بھی ضاد کو مشابہ بالدال لکھا ہو جو کہ آج ایک مستقل اَدا کا طریقہ بن چکا ہے اور بے شمار کتب صرف ضاد اور ظاء میں فرق پر لکھیں گئیں ہیں ہم ان میں چند کتب کا ذکر کرتے ہیں۔

ضاد اور ظاء کے فرق پر لکھی گئیں کتب

① کتاب الضاد والظاء والذال والسين والصاد لابی الفهد النحوی البصری رحمہ اللہ (ت ۳۲۰ھ)
② کتاب الفرق بين الضاد والظاء لصاحب بن عباد رحمہ اللہ (ت ۳۸۵ھ)
③ کتاب الفرق بين الضاد والظاء للامام ابی عمرو المعروف بغلام ثعلب رحمہ اللہ (ت ۳۴۵ھ)
④ رسالة أصول الظاء فی القرآن والكلام وذكر مواضعها فی القرآن لمکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ (ت ۴۳۷ھ)
⑤ رسالة فی الظاء ات القرانية لابی عمرو الدانی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ)
⑥ کتاب الاقتضاء للفرق بين الذال والضاد والظاء لمحمد بن سعود والانصاری رحمہ اللہ (ت ۴۷۰ھ)
⑦ کتاب الضاد والظاء لابی بکر القیر وانی رحمہ اللہ (ت ۳۷۱ھ)
⑧ کتاب المعرفة مايكتب بالضاد والظاء لسعد بن علی الزنجانی رحمہ اللہ (ت ۴۷۰ھ)
⑨ منظومة الظاء ات القرآنية للامام الشاطبی رحمہ اللہ (ت ۵۹۰ھ)
⑩ کتاب الفرق بين الضاد والظاء لقاسم بن علی الحریری (ت ۵۱۶ھ)

⑩ کتاب الارتضاء فی الفرق بین الضاد والظاء لابی حیان النحوی الاندلسی رحمہ اللہ (ت ۷۴۵ھ)

اس کے علاوہ بھی ہماری فہرست میں کافی کتب موجود ہیں، لیکن طوالت کا اَندیشہ سدِقلم ہے۔

متقدمین علماء کی یہ جمیع کتب بھی اس بات پر دال ہیں کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے۔

متقدمین اور متاخرین قراء اور علماء جو تشابہ بالظاء کے قائل ہیں

ضاد کا مسئلہ ایسا ہے کہ قرون اُولی سے علماء اور قراء اس کی وضاحت فرماتے رہے ہیں کہ اس حرف کا صحیح تلفظ کیا ہے اور اس کو کس کے مشابہ اَدا کرنا چاہئے؟ ہم نے ستر کے قریب متقدمین اور متاخرین قراء کے اَقوال جمع کئے ہیں جو ضاد کے مشابہ بالظاء ہونے کے قائل ہیں۔ جو طوالت کے خوف سے ترک کر رہے ہیں۔ہم ان میں سے معروف اہل علم کے نام ذکر دیتے ہیں۔

- ابن الاعرابی رحمہ اللہ (ت ۲۳۱ھ)
- مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ (ت ۴۳۷ھ)
- امام دانی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ)
- امام رازی رحمہ اللہ (ت ۶۰۶ھ)
- امام سخاوی رحمہ اللہ (ت ۶۴۳ھ)
- امام بیضاوی رحمہ اللہ (ت ۶۸۵ھ)
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ت ۷۲۸ھ)
- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (ت ۷۷۴ھ)
- اِمام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ)
- علامہ محمد مرعشی رحمہ اللہ (ت ۱۱۵۰ھ)
- علامہ متولی رحمہ اللہ (ت ۱۳۱۳ھ)
- العلامۃ محمد مکی نصر رحمہ اللہ (ت ۱۳۰۵ھ)
- شمس الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ (ت ۱۳۱۹ھ)
- مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
- مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ
- شیخ عبید اللہ افغانی رحمہ اللہ
- الشیخ مصطفیٰ المراغی شیخ الازھر سابقا رحمہ اللہ
- علامہ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
- شیخ عامر السید عثمان رحمہ اللہ
- الشیخ ابراھیم علی شحاتہ السمنووی رحمہ اللہ
- شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ
- العلامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
- شیخ عطیۃ قابل ناصر رحمہ اللہ
- الشیخ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
- الشیخ عبدالفتاح العجمی المرصفی رحمہ اللہ
- الشیخ عبداللہ الجوھری رحمہ اللہ
- الشیخ عبدالحلیم عطاء بدر رحمہ اللہ

مذکورہ بالا جمیع دلائل دیکھ کر بھی اگر کوئی صاحب ضاد کو مشابہ بالدال پڑھے اور دلیل یہ دے کہ میرے استاد یا فرقہ کا یہ مذہب ہے تو اس کی کج فہمی اور ہٹ دھرمی پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر شے کو بالدلیل سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

مثال ثانی:تفخیم غنّہ

حرف نون مجہورہ متوسطہ مستفلہ منفتحہ اور مذلقہ ہے صفات غیر متضادہ میں سے صفت غنہ بھی اس میں پائی جاتی ہے۔نون بذاتہ ایک مرقق حرف ہے، کیونکہ اس میں صفت استفال موجود ہے جو ترقیق نون کی اِجماعی دلیل ہے۔نون

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں پائی جانے والی جملہ صفاتِ لازمہ میں سے ایک صفت غنہ بھی ہے جس کا مفہوم ہے ”صوت أغن مرکب في جسم النون“ [هداية القاري:۱/۱۷۷]

”نون میں موجود ایک گنگاہٹ والی آواز۔“

اس بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ غنہ نون اور میم کی صفت لازمہ ہے۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حرفا الغنة وهما النون والميم“ [التمهيد:۱۰۶]

”حروف غنہ نون اور میم ہیں۔“

امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حرفا الغنه الميم والنون لأنهما غنة من الخيشوم“

”حروف غنہ نون اور میم ہیں اور غنہ خیشوم سے ادا ہوتا ہے۔“

امام مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”النون مواخية اللام لقرب المخرجين ولانحراف اللام إلى مخرج النون ولأنهما مجهورتان رخوتان ولكن في النون غنة ليست في اللام. [الرعاية:۸۴]

”نون اور لام کے مابین اخوت کا تعلق ہے، کیونکہ ان کے مخرج قریب ہیں اور ویسے بھی لام نون کے مخرج کی طرف مائل ہو جاتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ دونوں مجہورہ اور رخوۃ ہیں فرق یہ ہے کہ نون میں غنہ ہے جبکہ لام میں نہیں ہے۔“

شیخ عبد الفتاح المرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أن صوت الغنة صفت لازمة للنون والميم كانتا متحركتين أو ساكنتين أو مظهرتين أو مدغمتين أو مخفاتين. “ [هداية القاري:۱/۱۷۷]

”بلا شبہ غنہ نون اور میم کی صفت لازمہ ہے۔ برابر ہے کہ یہ متحرک، ساکن، مظہر مدغم یا مخفی ہوں۔“

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ غنہ نون اور میم کی صفت لازمہ ہے اور یہ دونوں حروف مستفلہ ہونے کے سبب باریک بھی ہیں۔ اب بعض قراء کا یہ کہنا ہے کہ حالت اخفاء میں نون ساکن کے بعد جب حروف مستعلیہ آئیں تو غنہ موٹا ہوگا ان کا یہ کہنا دلائل کی رو سے درست نہیں ہے، کیونکہ غنہ نون کی صفت ہے اور نون اجماعی طور پر مرقق لفظ ہے جب غنہ موٹا کیا جائے گا تو ضروری ہے کہ نون بھی مفخم پڑھا جائے، جو اجماع اہل لغت اور قراء کے مخالف ہے۔ شیخ عبد الفتاح مرصفی رحمہ اللہ جو تفخیم غنہ کے مؤید ہیں، نے غنہ نون کو الف کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح الف اپنی تفخیم و ترقیق میں ماقبل کا تابع ہے اسی طرح غنہ نون بھی تفخیم و ترقیق میں مابعد کا تابع ہے یعنی جس طرح حروف مستعلیہ کے بعد الف مفخم پڑھا جاتا ہے اسی طرح حرف مستعلیہ سے پہلے غنہ بھی مفخم پڑھا جائے گا۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ قراء نے الف کو ان حروف میں شامل کیا ہے کبھی مفخم اور کبھی مرقق پڑھے جاتے ہیں اور نون کو متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے بھی ان حروف میں شامل نہیں کیا بلکہ خود شیخ مرصفی رحمہ اللہ نے هداية القاري میں جب یہ بحث کی ہے تو فرماتے ہیں:

”الفصل الثالث في الكلام على الحروف المرققه تارة والمفخمة أخرى وهذه الأحرف الثلاثة الالف، واللام من لفظ الجلالة خاصة، والراء. “ [هداية القاري:۱/۱۰۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''تیسری فصل میں ان حروف پر کلام ہوگی جو کبھی مرقق ہوتے ہیں اور کبھی مفخم اور وہ تین حروف الف، لام اسم جلالہ اور راء ہیں۔''

امام جزری رحمہ اللہ نشر میں نون مخفی کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"حرف خفي يخرج من الخيشوم ولا عمل للسان فيه ولا شائبة حرف آخر فيه ."

''وہ ایک حرف خفی ہے جو خیشوم سے نکلتا ہے اور اس میں زبان کا کوئی دخل نہیں ور مابعد کے حرف کا اس میں شائبہ تک نہیں ہے۔'' [بحوالہ تعلیقات مالکیہ:۱۲]

لہٰذا غنہ نون کو الف سے تشبیہ دینا اور مابعد حروف کا اس میں دخل ثابت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اور ویسے بھی کسی حرف کو اس کی صفات لازمہ کے خلاف پڑھنا لحن جلی ہے اور لحن جلی حرام ہے اس کے علاوہ مرجع کی تمام کتب الرعاية، تمهيد، النشر، التحديد، جهد المقل وغیرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا تمسك بالدلائل لائق افتخار اور راہِ صواب ہے۔

مثال ثالث: تاء اور کاف کی غلط اُدائیگی

تاء اور کاف یہ مهموسة، شديدة مستفلة منفتحة اور مصمتة حروف ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ان کی اُدائیگی صفات کی صحیح تعریف کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائے۔ اور ادائیگی صفات کا نام لے کر ایک غلط تلفظ کو رواج دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے تاء اور کاف میں بعض قراء صفت همس کی اُدائیگی کے نام پر 'کھ'، 'تھ'، کی آواز پیدا کر دیتے ہیں، مثلاً 'تا' کو 'اَتَ' کی بجائے 'اَتھ' اور کاف کو 'اَکَ' کی بجائے 'اَکھ' پڑھتے ہیں اور جواباً کہتے ہیں کہ یہ آواز صفت همس کی ادائیگی سے پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ اس کی تعریف ہی کے خلاف ہے علامہ محمد نصر مکی صفت همس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"جريان النفس عند النطق بالحرف لضعفه وذلك من ضعف الاعتماد على مخرجه ."

[نهاية القول المفيد: ۵۶]

''اَدائیگی حرف کے وقت سانس کا جاری ہو جانا یہ حرف کے مخرج پر اعتماد ضعیف ہونے کے سبب ہوتا ہے۔''

مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ حروفِ مهموسة کو ادا کرتے وقت سانس جاری ہو جاتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ سانس کی کوئی آواز نہیں ہوتی لہٰذا تاء اور کاف میں آواز کے ساتھ پڑھنا درست نہیں ہے اگر کوئی اس کی یہ دلیل پیش کرے کہ فلاں قاری صاحب یوں پڑھتے ہیں لہٰذا مجھے انہوں نے یہ سکھایا ہے اور قرآن کو تلقی کے خلاف پڑھنا درست نہیں ہے تو عرض ہے کہ تلقی جو خلاف قواعد ہو اس پر عمل کرنا درست نہیں ہے یہ تو ایک غلطی ہے جسے درست کرنا چاہیے۔

مثال رابع: حرکات ثلاثہ کو غلط اُدا کرنا

ہر حرف کا ایک مستقل مخرج ہے اگر اس کو مخرج سے اُدا نہ کیا جائے تو یہ حرف کسی طرح بھی درست اور صحیح اَدا نہیں ہوسکتا۔ بعینہٖ حرکات ثلاثہ فتحہ، ضمہ اور کسرہ کے بھی مخارج ہیں اگر ان کو کسی دوسرے مخرج سے اُدا کیا جائے تو یقیناً یہ حرکات بھی درست اُدا نہیں ہوں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- فتحہ کا مخرج انفتاح فم و صوت ہے یعنی فتحہ کو ادا کرتے وقت منہ کھولنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے حرف کی آواز بہت کھل کر اور واضح نکلتی ہے۔
- کسرہ کا مخرج انخفاض فم و صوت ہے یعنی کسرہ کی ادائیگی میں ہونٹوں کو نیچے کی طرف مائل کرکے یائے معروف کی سی بو دے کر ادا کرنا۔
- انضمام شفتین یعنی کسرہ کی ادائیگی میں ہونٹوں کو گول کرکے واؤ معروف کی سی آواز نکالنا۔[المرشد:۳۱۵]

قراء کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ حروف کو مخارج سے اُدا کریں اسی قدر یہ بھی ضروری ہے کہ حرکات کو ان مخارج سے اُدا کیا جائے، لیکن آج کل ایک گروہ پاکستان میں ایسا پایا جاتا ہے کہ وہ فتحہ اور ضمہ کو بھی انخفاص فم سے ادا کرتے ہیں اور پھر اس کو ایک لہجہ قرار دے کر با قاعدہ طلباء کو اس کے اختیار کرنے کا التزام کرتا ہے۔ ایسا کرنا فن تجوید کے خلاف ہے اور اساتذہ کو ایسی غلطی کی اِصلاح کروانی چاہیے۔

اس کے علاوہ اُدائیگی حرکات میں جو بہت بڑی غلطی رواج پا رہی ہے وہ حرکات کو مجہول پڑھنا ہے۔ پاکستانی جامعات میں یہ غلطی خصوصاً موجودہ مصری قراء اور بعض حجازی قراء کے لہجوں کو اختیار کرنے سے عام ہو رہی ہے۔ ایسی غلطیاں مجودین کے شایانِ شان نہیں ہیں، لہٰذا اس طرف خصوصی توجہ ضروری ہے۔

چند عمومی غلطیاں اور قراء کے بے جا تکلفات

قرآن کریم کو خوبصورت پڑھنا شرعاً مطلوب ہے۔ نبی کریمﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ». [صحيح البخاري:۷۵۲۷]

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوبصورت کرکے نہ پڑھے۔''

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ خوبصورت پڑھنے کی صلاحیت کے باوجود اگر خوبصورت نہ پڑھے تو اُمت سے خروج کی وعید کا مستحق ٹھہرے گا، لیکن یہ بھی قطعاً لائق ستائش نہیں کہ قرآن کو خوبصورت پڑھنے کے شوق میں فن تجوید اور شریعت کی مقرر کردہ حدود کو پامال کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں قراء نے کتب تجوید و قراءات میں ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو قراء حضرات خوبصورت پڑھنے کے شوق میں کرتے ہیں۔ تکمیل فائدہ کی خاطر ہم ان کو ذکر کرتے ہیں۔

تمطیط: ترتیل میں مدات، حرکات و سکنات میں حد سے زیادہ دیر کرنا یہ عند القراء مکروہ ہے۔

تخلیط: حدر کو اس قدر تیزی سے پڑھنا کہ حروف آپس میں گڈمڈ ہونا شروع ہو جائیں اور سامع کے لئے حروف کے مابین فرق کرنا دشوار ہو جائے تو ایسا کرنا حرام ہے۔

تمضیغ: تلاوت کرتے ہوئے حروف کو چبانا، پورا ادا نہ کرنا بھی حرام ہے۔

تطنین: ہر حرف کی آواز ناک میں لے جانا اگر طبعی طور پر ایسی کیفیت ہے تو یہ مکروہ ہے اور خود تکلف سے لے کر جانا حرام ہے۔

زمزمہ: گانے اور نغمہ کی طرح گھما گھما کر پڑھنا اگر یہ لوٹانا حدود تجوید میں ہو تو مکروہ ہے ورنہ حرام ہے۔

ترقیص: آواز کو نچانا یہ حرام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترعید: آواز کا کپکپانا جیسے قاری سردی سے ٹھٹھر رہا ہو، یہ حرام ہے۔

تقطیع: حرفوں کو کاٹ کاٹ پڑھنا یہ حرام ہے۔ [کمال الفرقان:۹]

یہ غلطی بھی عام ہے کہ عین کو اَدا کرتے وقت انتہائی تکلف اور سختی سے کام لیا جاتا ہے جیسے پڑھنے والے کی جان نکل رہی ہو، ایسا کرنا قواعد ترتیل کے خلاف ہے اور بے جا تکلف ہے بلکہ عین کی صفت متوسطہ کا تقاضا ہے کہ اس کو آرام سے اَدا کیا جائے۔ زیادہ گلے کو کھول کر بھی اَدا نہیں کرنا چاہئے کہ الف بن جائے اور زیادہ سختی بھی نہ کی جائے کہ حرف اپنا حسن کھو بیٹھے۔

بعض قراء کرام خصوصاً مصری حضرات قلقلہ بہت کثرت سے کرتے ہیں، تقریباً ہر ساکن حرف کو قلقلہ سے پڑھتے ہیں اور بعض کبار قراء نے مصری قراء سے کہا بھی کہ

''حروف القلقلة عندنا خمسة وعندكم عشرين.''

''ہمارے نزدیک حروف قلقلہ پانچ ہیں جب کہ آپ کے نزدیک بیس۔''

لہٰذا امام جزری رحمہ اللہ کے قول واحرص علی السکون کے موافق سکون کا خصوصی خیال رکھا جائے اور بے جا قلقلہ سے اِحتراز کیا جائے۔

عموماً مبتدی قاریوں سے یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہ ایسے بعض حروف کو کلمات کے ساتھ مل کر آتے ہیں اور ان کا نفس کلمہ سے تعلق نہیں ہوتا جیسے حروف عاطفہ اور حروف تاکید وغیرہ تو ان کو اس طرح اَدا کیا جاتا ہے، جیسے کلمہ میں شامل ہوتے ہیں یہ غلطی ایسے قراء میں زیادہ ہے جو ترجمہ قرآن اور عربی گرامر سے واقف نہیں ہیں۔ ایسے حروف کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے تاکہ سامع پر التباس نہ ہو اور فساد معنی نہ لازم آئے ایسے کلمات کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① فَسَقٰی: یہ سقی پلانے کے معنی میں ہے اگر ما کو جدا نہ کیا جائے فسق گناہ کرنے کے معنی میں ہوجائے گا۔

② فَجَعَلَھُمْ: یہ جعل بنانے کے معنی میں ہے اگر فاء کو جدا کرکے نہ پڑھا جائے تو یہ فجع مصیبت آنا کے معنی میں ہوجائے گا۔

③ فَتَرَیٰ: یہ رؤیت دیکھنے کے معنی میں ہے اگر ما کو جدا نہ کیا جائے تو فتر جھوٹ گڑھنے کے معنی میں ہوجائے گا۔

④ وَکَفٰی: کفایہ کافی ہونا سے ہے اگر واؤ کو ملا کر نہ پڑھیں تو وکف ٹپکنے کے معنی میں ہوجائے گا۔

⑤ لَمَعَ: یہ مع ساتھ کے معنی میں ہے اور لام تاکید ہے اس کو خیال کرکے نہ پڑھا جائے تو یہ لمع روشن ہونے کے معنی میں ہوجائے گا۔

ہم نے اپنی اِستطاعت کے موافق چند غلطیوں کی طرف نشان دہی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر قراء ان کی طرف توجہ فرمائیں تو تلاوت قرآن کے مسئلہ میں اعتدال آسکتا ہے۔ باقی یہاں کسی پر تنقید مقصود نہیں صرف قراء میں پائے جانے والے ایک نقطۂ نظر کی وضاحت مطلوب تھی کہ تلاوتِ قرآن کے مسئلہ میں تلقّی اگرچہ معیارِ اوّل ہے، لیکن اس کے نام پر تلاوتِ قرآن میں نئی بدعتوں کو رواج دینا حملة القرآن کی شان کے منافی ہے۔ اللہ ہمیں اقرءوا القرآن کما أنزل کے موافق قرآن پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

جیسا کہ تجوید کے مسئلہ میں قراء کا ایک طبقہ تحقیقی انداز کو ترک کیے ہوئے ہے بعینہٖ ایسے ہی قراءات کے عمومی فکری مسائل بھی قراء کے اسی طرزِ فکر کا شکار ہیں اور بات اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کسی شخص کی ایک تحقیقی رائے کو اہمیت دینے کے بجائے اپنے سنے سنائے پرانے نظریات پر ہی یقین کامل رکھے ہوئے اُسے ردّ کردیا جاتا ہے اور ان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسائل کو سمجھنے اور ان کے بارے میں شرح صدر کے ساتھ کسی کے نقطۂ نظر کو تسلیم کرنے یا پھر اپنی حد تک ایک تحقیقی نقد کرنے کے بجائے صرف یہ کہہ کر ردّ کر دینا کہ یہ صحیح نہیں ہے اسی رویہ نے قراء میں تقلیدی روش کی جڑوں کو مضبوط کیا ہے اور عام طور پر قراء الا ماشاء اللہ اپنے ان مسائل کے بارے میں کسی بھی سمجھدار سائل کو مطمئن کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

○ اختیارات قراء کا مسئلہ

اختیارات سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی اِمام روایات مرویہ میں سے اپنی شرائط کے موافق قراءت کے کسی انداز کو اختیار کر لے اور اسی کے موافق تلاوت کرے اور وہ قراءات (یعنی اختیار) اُسی امام کی نسبت سے معروف ہو جائے۔ اختیارات کے بارے میں امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الاختیار ما اختاره القاری من مرویاته وروی قراءة تنسب إلیه." [النشر:۵۲/۱]

''اختیار یہ ہے کہ قاری مختلف روایات میں سے بعض اَشیاء کو اپنے لیے خاص کر لے اسی کے موافق تلاوت کرے اور اسی کو اپنی قراءت کے طور پر روایت کرے۔''

اُب قراء کے ہاں عمومی طور پر یہ نقطۂ نظر پایا جاتا ہے کہ سرے سے اختیار کا مسئلہ ہی غلط ہے اور اس پر ہمیں بعض مؤقر قراءِ کرام کے خطوط بھی موصول ہوئے ہیں کہ اس مسئلہ کو یا اس نظریہ کو پیش نہیں کرنا چاہئے ہماری اس بارے میں رائے یہ ہے کہ ان مسائل میں معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کے بجائے ایک تحقیقی نقطہ نظر اختیار کرنا چاہئے اور نوخیز قراء وعلماء کو اس مسئلہ کو صحیح طور سمجھانا چاہئے تا کہ ایک علمی اور تحقیقی طرز فکر پروان چڑھے اور ہر ایک چیز کو اس کا صحیح مقام حاصل ہو۔

○ خلط قراءات کا مسئلہ

خلط قراءات کا مفہوم یہ ہے کہ مختلف روایات اور قراءات کو آپس میں ایک دوسرے سے ملا کر پڑھنا مثلاً قراءت کرتے ہوئے کسی ایک روایت کا التزام نہ کیا جائے بلکہ کئی روایات کو آپس میں ملا دیا جائے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس بارے میں عمومی طور پر قراء کا نظریہ یہ ہے کہ خلط قراءات غلط ہے اور یہ قرآن کریم میں تغیّر وتبدل کے مترادف ہے جبکہ یہ نظریہ تحقیقی نقطۂ نگاہ سے درست نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے جیسا کہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ کہنا کہ مطلق طور پر خلط قراءات درست نہیں ہے صحیح نہیں ہے لہٰذا قراءِ عظام سے گزارش ہے کہ اس میدان میں بھی قدم رنجا فرمائیں۔ بعض قراء کو یہ شکوہ کرتے بھی سنا ہے کہ لوگ عمومی طور پر جمیع مسائل میں تو مفتیان کرام سے مسائل پوچھتے ہیں لیکن قراءات کے نظری مسائل میں بجائے مفتیان وشیوخ الحدیث کے رجوع قراء کی طرف ہوتا ہے حتیٰ کہ عوام کے بجائے مفتیان کرام اور شیوخ الحدیث عظام بھی قراء کی طرف رجوع کرتے ہیں حالانکہ چاہئے تو یہ کہ جہاں دیگر سینکڑوں مسائل میں ہر شیخ الحدیث کوئی نہ کوئی نقطۂ نظر رکھتا ہے تو قراءات کے مسائل کے بارے میں بھی ان کی کوئی رائے ہونی چاہئے۔

اس سلسلہ میں قراء کی خدمت میں عرض ہے کہ یقیناً ان کا یہ احساس بجا ہے کہ مفتیان وشیوخ قراءات کے مسائل کے بارے میں کوئی نظریہ نہیں رکھتے، لیکن اس بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے تو وہ شخص جو خود قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا عالم نہیں ہے اس کا علم قراءات کے بارے میں صحیح رائے دینا ایک بہت ہی مشکل مسئلہ ہے اگر کسی شیخ الحدیث کی علم قراءات پر بھی گہری نظر ہے تو وہ یقیناً اس کا بہت بڑا امتیاز ہے لیکن جہاں یہ شکوہ قراء کا دیگر علماء عظام سے ہے ایسے یہ ہمارا شکوہ قراء سے بھی ہے کہ عام طور پر قراء کا بھی اس بارے میں کوئی نظریہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ بھی کوئی تحقیقی نقطۂ نظر نہیں ہوتا بلکہ جو اساتذہ سے سنا تھا اُسے ہی حق سمجھتے ہوئے اس پر پکا ایمان ہے اور اس سے کسی بھی طرح ٹس سے مَس ہونے کو تیار نہیں ہیں۔

مذکورہ دونوں مسائل پر تفصیلی بحث دیکھنے کے لیے قراءات نمبر حصہ اوّل میں ہمارے مضمون مسئلہ خلط قراءات کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم کا مسئلہ

قراءات کی بحث میں حدیث سبعہ اَحرف کا کیا مفہوم ہے ایک بنیادی ترین مسئلہ کی شکل اختیار کر گیا ہے اگرچہ حجیت قراءات اور ثبوت قراءات کی بحث سے اس کا تعلق بالکل اضافی ہے اس علمی مسئلہ کے بارے میں قراء عموماً تو کسی رائے کے حامل ہوتے ہی نہیں ہیں لیکن اگر ہیں بھی تو بعض دفعہ ایسی رائے ہوتی ہے جو ویسے ہی قراءات کے عدم حجیت پر دلالت کر رہی ہوتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ سبعہ اَحرف سے مراد قراءِ سبعہ کی قراءات ہیں یہ ایک انتہائی سطح رائے ہے اور اس سے دیگر قراءاتِ ثلاثہ متواترہ کی عدم حجیت کا خود بخود اعلان ہو رہا ہے اس لیے ہمیں اس بات سے شکوہ نہیں ہے کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہونی چاہیئے ہمارا شکوہ یہ ہے کہ رائے جو بھی اختیار کریں وہ دلائل و براہین کی قوت لیے ہوئے ہو اور دیگر آراء کا بھی ایک تجزیہ کیا ہونا چاہیئے بعض دفعہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ قراءات کے ان فکری مباحث میں عموماً قراء امام جزری رحمہ اللہ کی رائے کو حتمی سمجھتے ہوئے پورے زور دار انداز سے پیش کر دیتے ہیں۔ تو یہ انداز بھی ہماری نظر میں درست نہیں ہے کیونکہ شرعی علوم میں ہمیشہ یہی مسلک ہونا چاہیئے کہ کسی مسئلہ کو دلائل کی بنیاد پر پرکھا جائے اور جس کی بھی رائے اَقرب اِلی الصواب ہو اُسے اختیار کر لیا جائے اس سے یہ قطعاً مراد نہیں ہے کہ امام جزری رحمہ اللہ کی آراء ضعیف ہوتی ہیں یا پھر معاذ اللہ ان کی تنقیص مقصود ہے بلکہ مقصد بحث یہ ہے کہ اگرچہ امام جزری رحمہ اللہ ہی کی رائے کو اختیار کیا جائے لیکن دلائل کی بنیاد پر مکمل شرح صدر ہونے کے بعد ویسے بھی تحقیق کی دنیا میں شخصیات کے بجائے دلائل و براہین سے ہی تمسک قابل ستائش امر ہے۔

رسم عثمانی کا مسئلہ

رسم عثمانی کے مسئلہ پر بھی ہماری معلومات نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں کہ آیا رسم توقیفی یا توفیقی یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے عطا کردہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اختیار فرمایا تھا یا یہ کہ اُسے رسم عثمانی کیوں کہا جاتا ہے۔ رسم نبوی کیوں نہیں کہا جاتا یہ ایسے سوالات ہیں کہ قراءات کے متعلق سوچنے والے ہر ذہن میں موجود ہیں اس لیے ہمیں بھی ان موضوعات پر نہ کہ خود تیاری کرنی چاہیئے بلکہ وہ قراءِ کرام جو ماشاء اللہ ہر سال قراءاتِ عشرہ سے سند فضیلت حاصل کر رہے ہوتے ہیں انہیں بھی باقاعدہ طور پر ان موضوعات پر تیاری کروائی جائے اور اگر ہو سکے تو ان سے مقالات تحریر کروائے جائیں تاکہ وہ جب میدان عمل میں جائیں تو دلائل کے اسلحہ سے لیس ہوں، باطل نظریات کے حاملین کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور انہیں منہ توڑ جواب دیں۔ اس مسئلہ پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے 506

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات نمبر حصہ اوّل میں مجلس تحقیق اسلامی کے فاضل رکن قاری محمد مصطفیٰ راسخ کا مضمون رسم عثمانی کی شرعی حثیت کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اس مسئلہ سے جڑا ہوا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جمع عثمانی کی نوعیت کیا تھیں روایات میں مذکور جمع عثمانی کے بارے میں بعض بظاہر متعارض الفاظ کی حقیقت کیا ہے کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سبعہ اَحرف کو ترک کر دیا تھا اور سبعہ اَحرف کے بغیر قرآن کو صرف حرف قریش پر جمع کیا تھا یا یہ ایک مرجوح رائے ہے اور اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے ان تمام موضوعات پر بھی قراء کرام کی خصوصی نظر ہونی چاہئے تاکہ حفاظت قرآنی اور خدمت قرآن کے عظیم مقصد میں ہم کامیاب و کامران قرار پائیں، اس سلسلہ میں جاننے کے لیے قراءت نمبر حصہ سوم میں موجود مضمون (رسم عثمانی روایات کے آئینہ میں) کا مطالعہ فرمائیں۔

اسی طرح قراءِ کرام نے قرآن کریم کے فکری مسائل کے علاوہ اپنے اصلی اور حقیقی موضوع حروف قرآن پر بھی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں یعنی یہ بتایا ہے کہ کون سے اختلافات کو بطور قرآن تسلیم کیا جا سکتا ہے اور کون سی چیزیں قرآن نہیں ہیں یا پھر روایت قرآن کے وقت کسی راوی سے کسی جگہ تسامح تو نہیں ہوا یا روایت کسی دوسری روایت سے خلط تو نہیں ہوگی اس پر بہت کام ہوا قراءِ کرام کی ان تحقیقات عالیہ کو اصطلاحاً تحریرات کہا جاتا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے قراءات کے طلباء الا ماشاء اللہ تحریرات کے بھی ماہر ہونے کے بجائے عرصہ دراز تک تحریرات کا موضوع ہی نہیں سمجھ پاتے کہ تحریرات کہا کس کو جاتا ہے؟ اور جہاں کچھ تھوڑا بہت اہتمام موجود ہے وہ بھی ہماری نظر میں بہت ناکافی ہے کیونکہ جس طرح سلف نے اپنی تحقیقات پیش فرمائیں اور الحمدللہ ہمارے کبار اَساتذہ نے محنت فرما کر انہیں ضبط کیا ہے بلکہ ان کی ہر مسئلہ میں ایک تحقیقی رائے بھی موجود ہے اس طرح ہمیں بھی چاہئے کہ اس امانت کو سو فیصد صحیح طریقے سے منتقل کرنے کے لیے علم تحریرات سے گہری آگاہی حاصل کریں۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے اور قرآن کریم کے خدام میں ہمارا نام درج فرمالے۔ (آمین یا ربِ العالمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبدالباسط منشاوی☆

ائمہ قراءات کے لیل ونہار

ائمہ عشرہ اور ان کے رواۃ کی طرف منسوب قراءات اگرچہ ان کی نسبت سے خبر واحد ہیں لیکن دیگر بے شمار روایات سے تائید کی بناء پر اور علمائے قرآن میں ان کو تلقّی بالقبول حاصل ہو جانے سے ان کا رسول اللہ ﷺ سے ثبوت بہر حال قطعی اور متواتر ہے۔

زیر نظر مضمون میں فاضل مؤلف نے دس مشہور آئمہ اور ان کے رواۃ میں سے ان بعض شخصیات کو موضوعِ بحث بنایا ہے جن پر بعض ائمہ جرح وتعدیل کی طرف سے طعن کیا گیا ہے۔ ان آئمہ کی قراءات چونکہ 'تواتر طبقہ' سے ثابت ہیں چنانچہ انفرادی سطح پر اگر کسی شخصیت پر کوئی جرح ثابت ہو بھی جائے تو بھی اس امام کی طرف منسوب قراءت پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

فاضل مضمون نگار نے اگرچہ ان آئمہ قراءات پر جرح کا بخوبی جائزہ قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے لیکن اگر چند لمحات کیلئے اس جرح کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی عرض ہے کہ وہ ذات کے بجائے ان کے حافظے پر طعن سے تعلق رکھتی ہے اور ضروری نہیں کہ ایک شخص جو ایک فن میں ضعیف الحفظ ہو تو دوسرے فن میں بھی وہ لازماً ضعیف الضبط ہوگا۔ اس نکتہ کی وضاحت قراءات نمبر دوم کے صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۸ اور صفحہ ۵۳۱ پر تفصیلاً دیکھی جا سکتی ہے۔

یہاں ایک نکتہ مزید پیش خدمت ہے کہ اہل فن کے ہاں 'حافظے کی قوت' کے دو معیارات ضبط الصدر اور ضبط الکتاب ہیں۔ حدیث شریف کی تدوین چونکہ کافی بعد میں جا کر مکمل ہوئی ہے اس لیے وہاں راوی کے قوت حافظہ کے لیے ضبط الکتاب کی بحث عام ہے لیکن قرآنِ مجید روزِ اوّل سے مکتوب حالت میں نبی کریم ﷺ دنیا میں چھوڑ کر گئے۔ اس لیے یہاں صدری حافظہ کی کمزوری کے بالمقابل کتابی حافظہ تو ہر صورت میں پہلے سے ہی موجود ہے۔ اس لیے یہاں صدری حافظہ کی کمزوری ضرر رساں نہیں جبکہ قرآن مجید کتابی صورت میں اُمت کے پاس ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ اس مرکزی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ آئمہ قراءات پر تنقید کا غلط شوق پورا کر رہے ہیں، حالانکہ ائمہ جرح وتعدیل نے بھی اگر ان آئمہ قراءات پر حافظہ کے اعتبار سے کوئی طعن پیش کیا ہے تو وہ علم الحدیث کی نسبت سے پیش کیا ہے، ورنہ تمام ائمہ جرح وتعدیل روایتِ قرآن کے ضمن میں ان ائمہ قراءات کو ثقاہت کے اعلیٰ معیار پر تسلیم کرتے تھے، جیسا کہ فاضل مضمون نگار نے اسے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ [ادارہ]

الحمد للہ علی نعمه الظاهرة والباطنة قديما وحديثا، والصلوٰة والسلام علی محمد وآله وصحبه الذين ساروا فی نصرة دينه سيرا حثيثا وعلی أتباعهم الذين ورثوا العلم، والعلماء

☆ سابق متعلّم کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ، مدرّس کلیۃ القرآن جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ورثة الأنبياء أكرم بهم وارثا و موروثا . أما بعد!

① قال الله سبحانه و تعالیٰ:

﴿ وَ أَن لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ وَ اَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰىۖ ثُمَّ يُجۡزٰهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰىۙ ﴾ [النجم: ۳۹، ۴۰، ۴۱]

② و قال تعالیٰ:

﴿ يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ﴾ [المجادلہ: ۱۱]

’’اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے جو تم میں سے ایمان والے ہیں اور اُنہیں علم دیا گیا ہے۔‘‘

③ و قال سبحانه و تعالیٰ فی مقام اٰخر:

﴿ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴾ [الزمر: ۹]

’’کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں، بے شک نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔‘‘

احادیث مصطفیٰ ﷺ

«إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ» [سنن ابن ماجه: ۲۱۸]

’’بے شک اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ بہت سی قوموں کو بلند کرے گا۔‘‘

«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ» . [صحيح البخاري: ۵۰۲۷]

’’تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔‘‘

یہ منشائے قدرت ہے کہ اسلام کو دنیا میں غالب کرتا ہے اور اُسے قائم ودائم رکھتا ہے، اسی طرح اُمت کے وہ اَشراف جنہوں نے شب وروز قرآن وحدیث کی خدمت کی ہوتی ہے، اللہ رب العزت ان کے ناموں کو بھی زندہ اور ہمیشہ بلند رکھتا ہے۔

وہ اَصحاب جنہوں نے قرآن وحدیث کو پڑھنے پڑھانے میں عمر کھپا دی ان کی مکمل تعداد کیا تھا اور اب کتنی ہے؟ صرف اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اِتنی زیادہ تعداد کی مثال دنیا کے کسی طبقے یا کسی اُمت میں نہیں مل سکتی۔

اُمت کی اِن بزرگ ہستیوں میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک علمائے اَلفاظ اور دوسرے علمائے معانی۔

علمائے اَلفاظ سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں، جنہوں نے قرآن مجید کے متن، آیات، اَلفاظ، حروف وحرکات، حتیٰ کہ نقطے اور شد ومد کی خوب حفاظت کی۔ اُنہوں نے قرآن حکیم کے فصیح طرز اَدا کو نہ صرف خود محفوظ رکھا بلکہ آنے والی نسلوں تک باحفاظت یہ علم منتقل کرکے دنیا سے چلے گئے۔ ظاہر ہے اتنی ہمت والا کام اللہ کی توفیق اور مدد کے بغیر ممکن نہیں کہ جس قرآن کو اٹھانے کا اِنکار آسمان وزمین اور پہاڑوں نے کردیا تھا اُسے اگر انسان نے اٹھایا تو صرف اللہ کی منشاء ومرضی اور توفیق کے سہارے پر۔

چونکہ تمام تفاسیر و اَحادیث قرآنی متن کی محتاج ہیں۔ یہ قرآنی متن کی تشریحات ہیں جو قرآن کے تابع ہوتی ہیں۔ قرآن کا متن باقی رہے گا تو حدیث وتفسیر بھی قائم ودائم رہیں گی۔ لہٰذا قرآن مجید کے متن، اَلفاظ وکلمات جہاں تک کہ ہر ہر حرف، اِعراب اور نقطے کی حفاظت ضروری ہوگئی اس کی حفاظت کا کام کرنے کے لیے اَیسے اَفراد کی ضرورت تھی جو اپنی زبانوں اور سینوں کو قرآن کے لیے پیش کریں، جو اپنی زبانوں کو خوب مشق ومحنت کے ذریعہ صحیح طرز اَدا کا عادی بنائیں۔ صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جو اَفضل الذکر ہے جس کی تلاوت عبادت سمجھ کر کی جاتی ہے اور قرآن پاک کے متن کو تلاوت کرنا اور لوگوں کو سنانا، سکھانا اس کام کے لیے افراد تیار کرنا، سب کچھ فریضۂ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نبوت میں شامل تھا۔

جیسا کہ قرآن مجید نے بڑی وضاحت کے ساتھ نبیﷺ کے فرائض کی وضاحت کی ہے:

اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔(دعائے ابراہیم علیہ السلام)

① ﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [البقرۃ:۱۲۹]

''اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول بھیج جو انہی میں سے ہو، وہ ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنائے، بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔''

② ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ ءَايٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرۃ:۱۵۱]

''جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہی سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور کتاب وحکمت سکھلاتا ہے اور وہ کچھ سکھلاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

③ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾ [آل عمران:۱۶۴]

''بلاشبہ اللہ نے مؤمنوں پر بہت احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو سنوارتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

④ ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾ [الجمعۃ:۲]

''وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اُن کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں متن قرآنی کی تلاوت کو مقدم رکھا اور کتاب وسنت کی تفہیم کو مؤخر کیا اور نبیﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے اوّلاً ہر آیت کی تلاوت سیکھی اُسے یاد کیا بعد میں اس کا مفہوم بھی سمجھا اور آپﷺ نے اَپنے اَصحاب کو بھی اسی ترتیب سے ساتھ تعلیم دی۔ حتیٰ کہ اَسلاف نے بھی یہی اَنداز اَپنایا۔ لوگ تمام علوم سیکھنے سے پہلے قرآن مجید صحیح پڑھنا سیکھتے تھے۔

چنانچہ اِمام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو باب الصفا کے قریب ستون کے پاس بیٹھے ہوئے پایا، تو آپ کے پاس چلا گیا۔ پوچھنے لگے لڑکے! تم نے قرآن مجید پڑھ لیا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں، پڑھ چکا ہوں۔ بولے علم میراث سیکھا ہے؟ میں نے اِثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا حدیث بھی لکھی ہے میں نے کہا جی لکھی ہے۔'' [تذکرۃ الحفاظ اُردو، ۱/۱۰۸]

اِمام زہری رحمہ اللہ نے سب سے پہلا سوال قرآن پڑھنے کے متعلق پوچھا: جو اِس بات پر دلالت کررہا ہے کہ تمام علوم سیکھنے سکھانے سے پہلے قرآن مجید کو صحیح پڑھنا آنا چاہئے اور متقدمین ایسا ہی کرتے تھے۔ لہٰذا بعض اَحناف کا یہ کہنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ اکثر محدثین قراءات وتجوید سے ناواقف تھے یا قرآن درست نہ پڑھ سکتے تھے، بالکل فضول بات ہے۔حتیٰ کہ کچھ نے تو ہمارے جلیل القدر امام، امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی اسی طرح کا اعتراض وارد کیا، جس کا جواب الحمدللہ انہیں اسی موقع پر دے دیا گیا کہ کاش مولانا صاحب نے صحیح بخاری پڑھی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ قراءات کے ماہر اور عالم تھے۔ ہاں اُنہیں یہ فن پڑھنے پڑھانے کا موقع میسر نہ آیا یا اِتنا وقت اور فرصت ہی نہ ملی۔ کیونکہ صحیح بخاری میں اِمام صاحب نے دوسو کے لگ بھگ اَیسے کلمات ذکر کیے ہیں کہ جن کا تلفظ عام روایتِ حفص (موجودہ مصحف) کے تلفظ کے خلاف ہے اور علماء نے اِمام ہشام بن عمار دمشقی جو ابن عامر شامی رحمہ اللہ کے جلیل القدر راوی ہیں کا شاگرد بھی بتایا ہے اور اسی طرح امام خلف کوفی رحمہ اللہ، خلاد کوفی رحمہ اللہ، ہشام بن عمار دمشقی رحمہ اللہ اور شعبہ بن عیاش کوفی رحمہ اللہ سے اَحادیث بھی اپنی صحیح میں نقل کی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے متن کی اَداو تلاوت کو اللہ تعالیٰ نے اور بھی ایک جگہ پر مقدم رکھا ہے اور بیان کو مؤخر کیا ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

① ﴿وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلاً﴾ [الفرقان:۳۲]

''اور ہم نے اس قرآن کو ترتیل کے ساتھ نازل کیا ہے۔''

﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْراً﴾ [الفرقان:۳۳]

''یہ آپ کے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ تفسیر بتا دیں گے۔''

ان بالترتیب دو آیتوں میں ترتیل (تجوید سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا) کو مقدم اور اس کی وضاحت یعنی تفسیر کو مؤخر کیا گیا ہے۔

② ﴿اَلرَّحْمٰنُ،عَلَّمَ الْقُرْءَانَ، خَلَقَ الْاِنْسٰنَ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [الرحمٰن:۱تا۴]

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان سکھایا۔''

یہاں پر بھی بیان کو مؤخر کیا گیا ہے۔

③ ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْءَانَهٗ،فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهٗ،ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ [المزمل:۱۶تا۱۹]

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لیے اَپنی زبان کو حرکت نہ دیں اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم جب اُسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ پھر بے شک اس کا بیان بھی ہمارے ذِمہ ہے۔''

بعض اَہل علم کو غلط فہمی ہوگئی کہ فقط سمجھ بوجھ ہونا کافی ہے اور پڑھنے کی بجائے تفقہ زیادہ ہونا چاہئے۔ چاہے کوئی غلط پڑھے یا صحیح۔ حالانکہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔ قرآنی متن محفوظ نہ رہا تو تفقہ کیسے حاصل ہوگی؟ دوسرا یہ کہ تفقہ قرآن صحیح پڑھنے سے مانع نہیں اور قرآن مجید کثرت سے تلاوت کرنا تجوید کے مطابق اَدا کرنا تفقہ کے خلاف نہیں، ورنہ جلیل القدر قراء اور محدثین جنہوں نے اپنی زندگی میں کثرت کے ساتھ شب و روز قرآن کی تلاوت کی۔ اتنے قرآن مکمل، ختم کیے کہ جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ آگے چل ہم اِمام شعبہ بن عیاش رحمہ اللہ کے حالات میں اِنشاء اللہ ذکر کریں گے۔اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جیل میں ۸۱ بار قرآن مکمل کیا۔ آپ ایک نابینے قاری جو خوبصورت آواز میں پڑھتا تھا سے سنتے بھی تھے۔ اِمام صاحب جب سورۃ القمر کی آخری آیات پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ [طبقات حنابلہ،تذکرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اگر جیل میں ۸۱ بار قرآن اُنہوں نے مکمل پڑھ لیا تھا تو باقی زندگی میں کتنا زیادہ پڑھا ہوگا؟

قرآن مجید کے متن کو صحت و صفائی سے پڑھنا ان لوگوں کے پاس کتنا عظیم اَمر تھا ان کو قرآن مجید سے کس قدر لگاؤ تھا؟ اُنہیں سننا اور پڑھنا دونوں کام کتنے اچھے محسوس ہوتے تھے۔

چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

''قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لیے عراق رَوانہ کیا تو دور تک ہمارے ساتھ چلے رہے، پھر فرمانے لگے، جانتے ہو، میں تمہیں یہاں تک وِداع کرنے کیوں آیا ہوں؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں ہمارے عزت اَفزائی کے لئے، فرمایا ہاں یہ درست ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں تمہیں یہ بھی ہدایت کرنے آیا ہوں کہ تم ایک اَیسے شہر جارہے ہو جہاں کے لوگ قرآن حکیم کو اس سوز وگداز سے پڑھتے ہیں کہ اس کے سینوں سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح رونے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ خبردار! بکثرت اَحادیث بیان کرکے ان کی توجہ قرآن سے نہ ہٹا دینا، زیادہ تر قرآن حکیم کی تعلیم پر زور دینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کم اَز کم اَحادیث بیان کرنا، اَب جاؤ تمہارے اس مشن میں، میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ قرظہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم وہاں پہنچے اور لوگوں نے ہم سے حدیث بیان کرنے کی فرمائش کی تو ہم نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اَیسا کرنے سے منع کردیا ہے۔'' [تذکرہ الحفاظ ۷/۱ طبقہ ا]

نوٹ: یہاں ہم یہ وضاحت کرتے چلیں کہ کوئی منکرِ حدیث یہ خیال نہ کرے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے بارے میں کمزور یا غلط عقیدہ رکھتے تھے بلکہ وہ اِحتیاط کرتے تھے تاکہ کوئی شخص اپنی طرف سے غلط بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کردے۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موتیوں کی مانند فرامین انسان کی رہنمائی کے لیے مشعلِ راہ ہیں، بات واضح ہے۔

اِس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن سے محبت کا اَندازبھی لگایا جاسکتا ہے۔

قرآنی متن کو درست شکل کے ساتھ زبان پر لانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ فصیح تھے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم فصیح طرز اَدا کے ساتھ ساتھ خوبصورت آواز میں تلاوت فرماتے تھے اسی طرح آپ کے اَصحاب بھی خوبصورت تلاوت فرماتے تھے۔

یاد رہے کہ خوبصورتی میں صرف خوش آوازی ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ کلمات وحروف کی فصیح اَدا سب سے مقدم عمل ہوتی ہے۔ اس ساری بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ متن کلام اللہ تمام دینی علوم کی بنیاد اور اَساس ہے۔ دین کی ساری عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہے۔ جن نفوس قدسیہ نے اَساس اور بنیاد کو قائم رکھا ان کی عظمت وشان اور بزرگی کسی سے کم نہیں۔ اِسلام میں ان کے نام خدمتِ قرآن کی وجہ سے اِس طرح چمکتے رہیں گے جس طرح آسمان پر سورج، چاند اور تارے چمکتے ہیں۔

یہ لوگ تمام علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے تھے۔ ہر فن مولا ہوتے تھے۔ لیکن ہر کسی نے اپنے طبعی ذوق کے لحاظ سے یا قلت وقت کی وجہ سے ایک فن میں مہارت پیدا کی، وہ اسی علم وفن کا اِمام کہلانے لگا۔

اِسی طرح قراءات وتجوید کے ائمہ نے باوجود صاحب علم وفضل ہونے کے خود اپنے طور قرآن مجید کو پڑھنے پڑھانے کا رستہ اِختیار کیا۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کو اِتنا مصروف کردیا کہ اُنہیں اَحادیث نقل کرنے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فرصت ہی نہ ملی۔جس طرح محدثین نے اَحادیث کی جانچ و پرکھ اَحادیث کے لکھنے، یاد کرنے میں عمریں صرف کردیں،اس زمانے کے علماء وقراء آج کی نسبت کہیں زیادہ تفقہ اورعلوم میں مہارت رکھنے والے تھے۔

کچھ محدثین وقراء ایسے بھی ہیں جن سے اللہ نے قراءات اور اَحادیث دونوں کی خدمت لی۔انہوں نے اپنے وقت کو دوحصوں میں تقسیم کررکھا تھا۔دن کا ایک حصہ قرآن پڑھانے میں اور دوسرا اَحادیث کی نقل و روایت میں گزارتے۔ کچھ ایسے قراء ہیں جوقراءات میں بالاتفاق ثقہ وضابط مانے جاتے ہیں۔حدیث کی نقل و روایت کی طرف وقت نہ دینے کی صورت میں وہ مقام تو نہ پاسکے جوکئی لاکھ حدیثوں کے حافظوں کوملتا ہے۔جب ان پر اَحادیث میں جرح کی گئی تو بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ اَخذ کیا کہ اگر یہ حضرات حدیث میں ضعیف ہیں تو قراءات میں ثقہ کیسے بن گئے؟

ان عظیم المرتبت قراء کی ثقاہت کوچیلنج کرنا یا ان کی اِمامت فی القراءات کا اِنکارکرنا ویسے ہی جیسے کوئی شخص کسی ڈاکٹر سے کپڑے سلوانے چلا جائے یا کسی درزی کی دکان پر دوائی لینے چلا جائے تو اس پر جرح کردے، اگرچہ وہ اپنےفن کا ماہر ہی کیوں نہ ہو۔

کتنے ہی ایسے نحوی ہیں جوحدیث میں بالکل صفر ہیں۔مثلاً سیبویہ نحو کے اِمام ہیں مگرحدیث میں بالکل فارغ ہیں۔اسی طرح کئی ایسے مؤرخ جوتاریخ میں تو مہارت رکھتے ہیں لیکن ان کو نہ قرآن میں مہارت ہوتی ہے نہ حدیث میں۔مگر اَفسوس کہ اگرکسی محافظ قرآن پرحدیث کے سلسلہ میں کوئی جرح مل جائے ، جوبعض اَوقات جرح ثابت بھی نہیں ہورہی ہوتی تو اَیسے اشراف کوضعیف فی الحدیث کے ساتھ ساتھ ضعیف فی القراءات کہہ کراسلام دشمنی کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔حدیث کے منکروں کی ہمیشہ یہ چال رہی ہے کہ اَحادیث کے اِنکارکے ساتھ قراءات جوقرآن مجید کا اعجاز ہے، کے ناقلین کوبدنام شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

یاد رہے کہ ناقلین قراءات میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان پرکی ہوئی جرح پرخودکئی محدثین متفق نہیں ہیں۔بالفرض اگرحدیث میں ضعف ثابت بھی ہوجائے تو نقل قراءات میں ان کا مقام مسلم مانا جاتا ہے۔اس طرح وہ قراء جن کی زبانوں اورسینوں سے اللہ نے حفاظت قرآن جیسا عظیم اورمقدس کام لیا، ان کی شخصیت کومجروح کرنے کی فضول اور ناکام کوشش ہوتی ہے۔سچ ہے کہ قراءات کے ناقلین نے حفاظت کلام اللہ کا حق اَدا کردیا۔

چنانچہ اِمام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے پاس ایک معتزلی آیا۔اس نے کہا: اے ابوعمرو! آپ کو میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔آپ میرے سامنے ﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسىٰ تَكْلِيْماً﴾[النساء:۱۶۴] میں لفظ 'الله' کومفعول اور لفظ 'موسیٰ' کو فاعل بنا کرتلاوت کردو چونکہ وہ اللہ کی صفت کلام کے اِنکاری ہیں۔اس کا خیال تھا کہ میں اس طریقے سے ابوعمرو کے منہ سے نکلوا لوں گا اور بعد میں اس کو ابوعمرو کی قراءت کا نام دے کر ان کی طرف منسوب کردوں گا۔ امام اَبوعمرو بصری رحمہ اللہ نے فوری اس کا ردّ کیا اور کہا کہ بالفرض یہاں تو فاعل ومفعول کومقدم موخر کرلے گا تو قرآن مجید میں ایک جگہ سورۃ الاعراف میں آرہا ہے﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسىٰ لِمِيْقٰتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ [الأعراف:۱۴۳] یہاں پر 'ربه' کو منصوب پڑھنے کا کون سا قاعدہ لاؤ گے۔[فبهت المعتزلي۔شرح عقیدۂ طحاویہ]

یاد رکھیں دین میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ شہرت وعزت نصیب فرماتا ہے۔ان کے پیچھے بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔مثلاً اَخلاص کی دولت، تقویٰ، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، رِزق حلال، زبان کی حفاظت، اَساتذہ کی فرماں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

برداری اور عزت کرنا، خوب محنت سے علم پر توجہ دینا۔ اسی طرح جھوٹ، غیبت، گالی گلوش اور دیگر مکروہات ومنکرات سے بچنا اور حدود اللہ کی حفاظت کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

ائمہ قراءات میں بعض کا قرآن مجید کی خدمت میں مصروف ہونا اور حدیث کو روایت نہ کرنا۔

چند وُجوہات حسب ذیل ہیں:

① قرآن مجید کی خدمت کا ذوق

١۔ مشہور مقولہ "لکل فن رجال" کے تحت ہر شخص کسی نہ کسی علم وفن میں لگاؤ رکھتا ہے، اسی طرح اُمت محمدیہ میں فی زمانہ سینکڑوں اَفراد ایسے ہوئے کہ باوجود جامع العلوم ہونے کے صرف قرآن کے ساتھ اپنے ذوق کی وجہ سے مشغول رہے۔ یہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی بات ہے یا پھر اُسے تقسیم خداوندی کا نام دے دیں کہ جس نے اپنے کلام کے متن کو محفوظ و مامون رکھنے کے لیے اَن گنت افراد کو یہ توفیق بخشی۔

چنانچہ امام ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تابعی کو سامنے رکھ لیں۔ جن کے بارہ میں امام جزری رحمہ اللہ 'نشر' میں یہ فرما رہے کہ وہ بڑے علم وفضل کے مالک تھے لیکن قصداً قرآن پڑھنے پڑھانے کو اختیار کیا۔ اس کا سبب نبی ﷺ کا وہ فرمان ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» . [صحيح البخاري:٥٠٢٧]

قال أبوعبدالرحمن السلمي: "فذلك الذي أقعدني هذا المقعد."

''اسی بات نے مجھے اس مسند پر بٹھا دیا ہے۔'' [النشر في القراءات:١١، معرفة القراء الكبار للذهبي: ١/٥٥]

وقال أبوإسحاق السبيعي: إن أبا عبدالرحمن كان يقرئ الناس في المسجد الأعظم أربعين سنة

''ابواسحٰق سبیعی نے کہا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے مسجد اعظم میں ۴۰ سال تک لوگوں کو قراءات پڑھائیں۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص تھے۔ [معرفة القراء الكبار:١/٥٥]

سلمی تابعی کا یہ قول وفعل، خدمت قرآن اور ذوق قراءات کی بہت بڑی اور واضح دلیل ہے۔

٢۔ اِمام ابوالقاسم الشاطبی رحمہ اللہ کی شخصیت سے کون ناواقف ہوگا؟ جن کے بارہ میں نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'التاج المکلل:٨٨' میں تذکرہ الشاطبی میں یہ بات ذکر کی ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ کو بخاری ومسلم اور مؤطا اِمام مالک اَزبر تھیں۔ علوم اِسلامیہ کے طلبہ دور دراز سے سفر کرکے اَحادیث کے مذکورہ مجموعہ جات کی تصحیح کرواتے تھے۔ مگر امام شاطبی رحمہ اللہ کو قرآن مجید کے ساتھ خاص شغف اور لگاؤ تھا۔ دن رات اس کی خدمت میں کوشاں رہے۔ حتیٰ کہ قیامت تک آنے والوں کے لیے سند بن گئے۔ امام شاطب رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی کتاب القصيدة الشاطبيه 'حرزالأماني ووجه التهاني' سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں نے فیض پایا۔

② قلت وقت بھی ایک وجہ ہے

ائمہ قراءات میں سے اکثر کو اَحادیث پڑھانے کا وقت نہ ملا۔ قرآن سیکھنے والوں نے اُن پر اتنا ہجوم کردیا کہ صبح و شام اسی کام میں لگے رہے حتیٰ کہ عمریں بیت گئیں۔

١۔ اِمام نافع رحمہ اللہ ہی کو دیکھئے کہ دن رات پڑھا رہے ہیں مگر پھر بھی قرآن کے پڑھنے والے طالب علم باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے معروف شاگرد اِمام عثمان بن سعید رحمہ اللہ جن کا لقب 'ورش' ہے، کہتے ہیں کہ میں مصر سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ پہنچا، دیکھتا ہوں کہ کثرت طلباء کی وجہ سے باہر سے آنے والا شخص امام نافع مدنی رحمہ اللہ تابعی سے علم حاصل نہیں کرسکتا تھا، آپ طلباء کو بڑی شفقت، لگن اور محنت سے پڑھا رہے تھے۔ میں حلقہ طلباء کے پیچھے بیٹھ گیا۔ امام نافع رحمہ اللہ کسی کو تیس سے زیادہ آیات نہیں پڑھاتے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہاں داخلہ بہت مشکل ہے۔

میں امام نافع رحمہ اللہ کے قریبی مخلص دوست کبیر، ابوجعفر کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے عرض کیا حضرت! یہ مصر سے آیا ہے کوئی حاجی یا تاجر نہیں صرف پڑھنے کے لیے اِتنا لمبا فاصلہ طے کرکے آیا۔ امام نافع رحمہ اللہ نے جواب دیا: "تریٰ ما ألقي من أبنآء المهٰجرين والأنصار"، ''آپ دیکھ رہے ہیں کہ مہاجرین و انصار کی اَولاد کو تعلیم دینے کی وجہ سے کتنا عدیم الفرصت ہوں۔ حتیٰ کہ جب اِصرار کیا گیا تو رات مسجد نبوی میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ تہجد کے وقت تشریف لائے اور پوچھا کہ وہ مصری مسافر کہاں ہے؟ میں حاضر ہی تھا۔ آپ نے مجھے پڑھنے کا اِشارہ فرمایا۔ اللہ نے مجھے خوبصورت آواز عطا کی تھی میں پڑھ رہا تھا اور پوری مسجد میں آواز پھیل رہی تھی۔

جب میں نے تیس آیات پڑھ لیں تو خاموش ہونے کا حکم فرمایا۔ اتنے میں جو طلبا جمع ہو چکے تھے ایک نے اُٹھ کر کہا اے شیخ! ہم یہاں کے باشندے ہیں یہ بھائی اتنی دور سے آیا ہے لہٰذا میں اپنی دس آیات پڑھنے کا وقت اسے ہبہ کرتا ہوں۔ پھر ایک اور طالب علم نے بھی مجھے دس آیتوں کا وقت ہبہ کیا۔ جس پر امام نافع رحمہ اللہ نے مجھے بیس آیات مزید پڑھنے کی اِجازت دی۔ اب میں روزانہ پچاس آیات پڑھتا تھا۔ اس طرح مکمل قرآن کئی بار شیخ نافع سے پڑھا۔[معرفة القراء الکبار: ۱۲۸/۱]

اِس واقعہ سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ امام نافع رحمہ اللہ کس قدر قرآن کی خدمت میں شب و روز مشغول تھے؟ کہ اَحادیث کی نقل و روایت کے لیے وقت ہی نہ ملا۔

ب قراءِ عشرہ میں اِمام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ آپ کے حلقہ فیض سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے۔ آپ جب بصرہ سے مدینہ گئے تو وہاں بھی یہی کیفیت رہی۔ اِمام حسن بصری رحمہ اللہ نے جب ان کے گرد قرآن مجید سیکھنے والے طلبا کا اَژدھام دیکھا تو حیرانی کے عالم میں فرمانے لگے:

"لا اله الا الله كادت العلماء أن تكون أرباباً؟" [غاية النهاية في طبقات القراء للجزري: ۲۹۱/۱]

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، کیا علماء اَرباب بن گئے؟''

چنانچہ اِمام وکیع رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''ابوعمرو بصری جب کوفہ آئے تو لوگوں کے سامنے حصول علم کے لیے اسی طرح جمع ہوئے جس طرح ہشام بن عروہ کے سامنے ہوئے تھے۔'' [معرفة القراء الکبار: ۱۰۲/۱]

اِمام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ قراءات اور نحو میں بے مثل انسان تھے۔ اُنہوں نے اَحادیث بھی پڑھیں، آگے چل کر ہم انشاء اللہ ان کے اَساتذہ حدیث کا تذکرہ کریں گے۔ لیکن آپ بھی قرآن مجید کی تجوید اور قراءات نقل کرنے میں لگے رہے اور اس فن میں سند بن گئے۔ دیگر علوم کی تدریس کا موقع ہی نہ مل سکا۔

ج اِمام کسائی رحمہ اللہ نحوی، مقری، کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ نحو اور قراءت میں ان کی حیثیت بہت بلند ہے۔ آپ کے پاس تو اتنے تلامذہ حاضر ہوتے تھے کہ فرداً فرداً انہیں پڑھانا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ امام کسائی کرسی پر تشریف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رکھتے، پڑھتے جاتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے طلباء کو اختلاف قراءات بھی نقل کرواتے جاتے۔

[غاية النهاية في طبقات القراء للجزري:۵۳۸/۱]

اِمام خلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان میں ان کے لیے منبر منگوایا جاتا آپ اس پر بیٹھ کر لوگوں کو تعلیم دیتے روزانہ آدھی منزل پڑھ لیتے اس طرح شعبان میں دو قرآن مجید مکمل تلاوت فرما لیتے۔[تاریخ بغداد، خطیب بغدادی:۴۰۸/۱۱]

تقویٰ و للّٰہیت کے چند مختصر واقعات

علم حاصل کرنے کے بعد بھی اگر تقویٰ و پرہیز گاری پیدا نہ ہو تو ایسے علم کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ تقویٰ و طہارت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ علمی فیض جاری ہوگا کیونکہ قرآن وحدیث نورِ ہدایت ہیں یہ خوشبو کی مانند ہیں۔ معصیت الٰہی اور گناہ بدبو کی طرح ہیں۔ لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خوشبو اور بدبو دونوں ایک جگہ جمع ہوں؟

دیکھنا یہ ہے کہ جن اشراف لوگوں نے قرآن مجید کی خدمت کی آج تک لوگ ان کا نام اتنے اَدب واحترام سے لیتے ہیں۔ ان میں تقویٰ وخلوص کی صفت کس درجہ تھی۔ ان کی زبانیں کتنی پاک وصاف تھیں، ان میں کتنا اثر ہوگا؟

الف چنانچہ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کے بارے میں امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کہ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ بڑے عابد وزاہد اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ کثرت سے نوافل اَدا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن عصر تک مسجد میں بیٹھے رہتے۔ کہیں جاتے ہوئے راستہ میں اگر مسجد آجاتی تو رُک کر نفل اَدا کرتے۔ پھر آگے چلتے۔ اِمام عاصم رحمہ اللہ نے ۵۰ سال تک مسجد صحابہ عراق میں قراءات کی تعلیم دی۔''

[غاية النهاية في طبقات القراء للجزري:۳۴۸/۱]

نوافل آدمی کو اللہ کے بہت زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے عبادات میں لذت بڑھ جاتی ہے اور اللہ کی محبت تمام محبتوں پر غالب آجاتی ہے۔

ب امام نافع مدنی رحمہ اللہ جن کے بارے میں پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ اُنہیں خدمت قرآن سے ذرا فرصت نہ تھی۔ قرآن مجید بہت بڑا ذکر ہے جس شخص کو اس ذکر کی مداومت نصیب ہوجائے اس کی قسمت کا کیا کہنا؟

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام نافع مدنی رحمہ اللہ تابعی حد درجہ عابد وزاہد، متقی و پرہیز گار تھے۔ ستر سال تک قرآن پڑھنا پڑھانا بڑی فضیلت کی بات ہے وہ بھی نبی ﷺ کی مسجد میں بیٹھ کر۔ امام قالون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ نافع رحمہ اللہ سب لوگوں سے زیادہ پاکیزہ اَخلاق، عمدہ عادات رکھنے والے اور قرآن خوبصورت اَنداز و آواز سے پڑھنے والے تھے۔ انہوں نے ساٹھ سال تک مسجد نبوی میں نمازیں اَدا کیں۔ امام نافع رحمہ اللہ کے بارے میں کئی علماء نے یہ بات لکھی ہے کہ جب وہ گفتگو کرتے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو منہ سے کستوری جیسی خوشبو آیا کرتی تھی۔ جب ان سے کہا گیا کہ آپ بڑی عمدہ خوشبو استعمال کرتے ہیں تو اُنہوں نے اِنکار کر دیا اور بتایا کہ ایک رات امام الانبیاء کی زیارت حالت خواب میں نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ کے حکم پر میں نے قرآن مجید کی تلاوت سنائی آپ ﷺ نے خوش ہوکر میرے منہ میں اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ سمجھتا ہوں کہ اس دن سے لے کر آج تک میرے منہ سے یہ خوشبو آرہی ہے۔[معرفة القراء الكبار للذهبي: ۱۰۸/۱]

امام نافع رحمہ اللہ جنت البقیع میں امام مالک کے پہلو میں سپرد خاک ہیں۔

ج اِمام حمزہ رحمہ اللہ کوفی جلیل القدر ائمہ میں سے ایک ہیں، حافظ حدیث تھے، صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ تقویٰ و

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ اَپنے طالب علم سے پانی تک نہ پیتے تھے۔زیتون بیچا کرتے تھے۔
ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں کسی گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا پیاس کی شدت تھی۔مگر جب ایک نوجوان گھر سے باہر نکلا تو پہچان گئے کہ اس نے مجھ سے قرآن پڑھا ہے۔بغیر پانی پیئے وہاں سے چل دیئے۔

[نزهة النظر شرح نخبة الفكر: ۵۱،حاشیہ نمبر۱،بحث معروف ومنکر]

یہ کمال تقویٰ ہے،پرہیز گاری ہے کہ کہیں قرآن مجید کا اَجر ختم نہ ہوجائے۔طالب علم سے کوئی معاوضہ نہ لیتے۔حتیٰ کہ چھوٹی سے چھوٹی خدمت لینا بھی گوارا نہ کرتے۔امام شاطبی رحمہ اللہ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

وحمزة ما أزكاه من متورع إماماً صبوراً للقرآن مرتلا

''اورحمزہ کس قدر پاکیزہ اور پرہیز گار،صبر کرنے والے امام ہیں جوقرآن کوترتیل سے پڑھنے والے تھے۔''

آپ کے شاگرد اِمام خلف کہتے ہیں کہ میرے والدگرامی فوت ہوگئے ان پر کچھ قرض تھا۔میں نے حمزہ رحمہ اللہ سے کہا کہ قرض خواہ آپ کا شاگرد ہے اس کہہ کر قرض میں تخفیف کرا دیں۔حمزہ رحمہ اللہ نے فرمایا:وہ میرے پاس قرآن پڑھتا ہے میں یہ کس طرح کرسکتا ہوں دیکھتے نہیں میں طالب علم کے ہاتھ سے پانی منگوانا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔

[أخلاق حملة القرآن للآجری: ۱۷۹،معرفة القراء للذهبي: ۹۶/۱]

عبداللہ عجلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ امام حمزہ رحمہ اللہ ایک سال کوفہ میں رہتے اور ایک سال حلوان میں،مشاہیر حلوان میں سے ایک نے آپ رحمہ اللہ سے مکمل قرآن پڑھا تو اس نے ایک ہزار درہم بھیجے۔آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اُسے واپس لوٹا دو میں قرآن پر اُجرت نہیں لیا کرتا۔اللہ سے اس کے بدلہ میں جنت الفردوس کی اُمید کرتا ہوں۔

[معرفة القراء الكبار للذهبي:۹۴/۱]

اِمام ہشام بن عمار دمشقی رحمہ اللہ،ابن عامر شامی رحمہ اللہ کے راوی ہیں۔
آپ جامع مسجد دمشق میں خطیب تھے۔اِنتہائی درجہ کے نیک،پارسا اور متقی اِنسان تھے۔بڑے خشوع وخضوع سے عباداتِ الٰہیہ میں مشغول رہتے۔
امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
ھدبہ بن خالد اتنی لمبی نماز پڑھاتے کہ کچھ لوگ تنگ ہوجاتے اور عبدان اہوازی ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے۔ہر سجدہ میں تیس سے زیادہ تسبیحات پڑھا کرتے تھے۔
ہدبہ بن خالد کئی باتوں میں مثلاً داڑھی،چہرے مہرے حتیٰ کہ نماز پڑھنے میں وہ سب لوگوں سے زیادہ اِمام ہشام بن عمار رحمہ اللہ سے مشابہت رکھنے والے تھے۔امام ہشام امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاد بھی ہیں۔
اِمام شعبہ بن عیاش رحمہ اللہ کا قرآن مجید سے بے حد شغف تھا۔
اِمام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''ابوبکر (شعبہ بن عیاش) صاحب قرآن وخیر ہیں۔'' [تذكرة الحفاظ: ۲۴۱/۱]
خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
''کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ آپ لوگوں کو مستقل طور پر حدیث کیوں نہیں پڑھاتے،تو فرمانے لگے۔میں نے پچاس سال لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی ہے،پھر اسے کہا پڑھو: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾[الاخلاص: ۱] اس نے پڑھا تو آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نے پھر پڑھنے کا حکم دیا حتیٰ کہ آپ نے اُسے بیس مرتبہ پڑھایا تو اُسے ناگوار گزرا۔''
اِمام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''میں بھی تو ہوں کہ پچاس سال سے لوگوں کو تعلیم دیتا آرہا ہوں اور کبھی ناگواری اور دقت محسوس نہ کی اور تم ایک ہی وقت میں پریشان ہوگئے۔'' [تاریخ بغداد: ۱۴/۳۷۹]
تقویٰ اور عبادت کا یہ عالم تھا کہ ۴۰ سال تک مسلسل شب و روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

[معرفة القراء الكبار للذهبي: ۱/۱۳۸]

آپ نے وفات کے وقت بتایا کہ میں نے گھر کے اس کونے میں ۲۴۰۰۰ ہزار بار قرآن مجید مکمل پڑھا ہے۔

[مرأة الجنان: ۱/۴۴۴]

ستر سال عبادت میں مصروف رہے۔ [تهذيب التهذيب، ابن حجر: ۲/۳۶]
یزید بن ہارون رحمہ اللہ اور امام شعبہ رحمہ اللہ بڑے عالم اور صاحب فضل تھے، چالیس سال تک زمین پر پہلو نہ لگایا۔

[تاريخ بغداد: ۱۴/۳۸۰، معرفة القراء الكبار للذهبي: ۱/۱]

ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''ابوبکر عبادت گزاروں میں سے تھے۔'' [إبراز المعاني شرح شاطبية، ابوشاهد: ۲۴]
یعقوب بن شعبہ رحمہ اللہ اور ابوبکر شعبہ رحمہ اللہ نیکی اور تقویٰ کی صفت میں معروف تھے۔ [تذكرة الحفاظ: ۱/۲۴۱]
یحییٰ بن سعید کہتے ہیں:
''میں نے شعبہ سے بڑا متقی کوئی نہیں دیکھا۔'' [معرفة القراء الكبار: ۱/۱۳۷]
عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں:
''میں نے ابوبکر شعبہ رحمہ اللہ سے زیادہ سنت پر عمل کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔'' [تهذيب التهذيب: ۱۲/۳۶]
عجلی کہتے ہیں:
''وہ صاحب سنت اور عبادت کرنے والے تھے۔'' [تهذيب التهذيب: ۱۲/۳۶]

بعض قراء پر جرح وتعدیل

عام طور پر کچھ لوگوں کے ذہنوں میں اشکال اُبھرتا ہے کہ ائمہ قراءات صرف قرآن مجید کے متن کی حفاظت میں لگے رہے اور حدیث میں اُن کی خدمات کا تذکرہ کیوں نہیں ملتا یا ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ حدیث میں کچھ پر جرح ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر وہ حدیث میں ثقہ نہیں تو قراءات میں کیسے ثقہ بن گئے؟ حالانکہ جرح کرنے والے تمام بزرگ کسی شیخ قراءات پر جرح میں متفق نہیں بلکہ ایک جرح کرتا ہے تو دوسرا شخص حدیث میں اُسے ثقہ بتا رہا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ان اشراف لوگوں نے اتنی زیادہ تعداد میں اَحادیث حفظ نہ کیں جتنی محدثین نے کیں مثلاً امام احمد رحمہ اللہ کے بارے آتا ہے کہ ان کو سات لاکھ سے زیادہ اَحادیث زبانی یاد تھیں یا یہ کہ حدیث پڑھانے کا موقع نہ ملا اور وہ اس میں اتنی مہارت اور پرکھ نہ رکھ سکے جو حدیث میں محدثین رکھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ایسا راوی قرآن مل جاتا ہے جو حدیث میں ضعیف ہے تو ساتھ علماء جرح اس کے قراءات میں ثقہ ہونے کو پورے زور سے بیان کر رہے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیونکہ قرآن مجید کثرت سے پڑھاتے ہوئے وہ لوگ اس میں ثقہ و عادل اور ضابط قرار پائے۔ اسی طرح تو اعتراض بڑھتے بڑھتے جلیل القدر محدثین پر بھی وارد ہوگا کہ انہوں نے قرآنی متن کو محفوظ رکھنے کے لیے خدمات پیش نہ کیں۔ لہٰذا ہمارے نزدیک اس طرح کے اعتراضات محض بے بنیاد اور فضول ہیں۔ کوئی بھی شخص جو دین کے کسی پہلو پر خدمات دے رہا ہے وہ قابل تعظیم ہے اور انتہائی لائق احترام ہے۔ خادمین حدیث کے اپنی جگہ فضائل ہیں اور خادمین قرآن کے اپنی جگہ مناقب ہیں۔ اصل طور پر اللہ کا مقرب وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ائمہ قراءات کا حدیث میں کیا مقام ہے اور اُنہوں نے اَحادیث کن محدثین سے حاصل کیں۔ ان پر ہونے والی جرح کس نوعیت کی ہے؟

① امام عاصم کوفی رحمہ اللہ تابعی

امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کو بعض نے حدیث میں ضعیف کہا ہے اور اکثر نے ثقہ، لیکن سب قراءات میں ثقہ کہہ رہے ہیں۔

شہادت

[illegible] ”عاصم بن أبي النجود الكوفي الأسدي، أحد القراء السبعة تابعي، من أهل الكوفة، ووفاته فيها، كان ثقة في القراءات، صدوقا في الحديث.“

”عاصم بن ابی النجود کوفی اَسدی۔ قراءِ سبعہ میں سے ایک ہیں، تابعی ہیں، اہل کوفہ سے ہیں اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ قراءات میں ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں۔“ [الأعلام، للزركلي: ۳/۲۴۸]

[illegible] ”قال عبد الله بن أحمد بن حنبل سالت أبي عن عاصم بن بهدلة قال: هو عاصم بن أبي النجود وكان رجلاً صالحا وبهدلة هو أبوالنجود وكان رجلاً ناسكاً، قرأ على زر وقرأ زر علىٰ علي وقرأ علي علىٰ عبدالرحمن السلمي وقرأ أبوعبد الرحمن على عبدالله وكان قارءا للقرأن. وأهل الكوفة يختارون قراءة عاصم، قال عبدالله: قال أبي: وأنا أختار قراءة عاصم.“

”عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد احمد سے عاصم بن بهدلة کے برے میں سوال کیا انہوں نے کہا وہ عاصم بن ابی النجود ہیں۔ وہ نیک آدمی ہیں۔ اور بهدلة ابو النجود ہیں اور وہ ثقہ ہیں۔ انہوں نے زر بن جیش سے پڑھا اور زر بن جیش نے علی رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔ اسی طرح عاصم نے سلمی تابعی سے پڑھا۔ انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔ عاصم قرآن کے قاری تھے۔ اہل کوفہ عاصم کی قراءۃ پڑھتے ہیں اور میں بھی عاصم کی قراءت اختیار کرتا ہوں۔“ [تاریخ بغداد، خطیب بغدادی: ۲۵/۲۲۴]

[illegible] ”قال أبواسحق السبيعي: ما رأيت أحداً قط أقرأ للقرآن من عاصم بن أبي النجود.“

”میں نے عاصم بن ابی النجود سے بڑا قرآن کا قاری نہ دیکھا۔“ [تاریخ بغداد: ۲۵/۲۲۴]

وہ کتب جن میں امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کی مرویات آئی ہیں:

① سنن أبي داؤد شريف — [illegible] حدیث — رقم نمبر [illegible]
② سنن ابن ماجه — [illegible] حدیثیں — رقم نمبر [illegible]
③ جامع الترمذي — [illegible] حدیثیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

④ سنن دارقطني ۸۔حدیثیں
⑤ صحیح ابن خزیمة ۱۳۔حدیثیں
⑥ مسند الشافعي ۱۔حدیث
⑦ صحیح ابن حبان ۱۳۔احادیث
⑧ سنن الکبریٰ للبیهقي ۸۔احادیث
⑨ مسند الإمام أحمد تقریباً ۷۰۔احادیث

ایک حدیث:

"قال الإمام أحمد حدثنا یزید أنبانا حماد بن سلمة عن عاصم بن أبي النجود عن أبي صالح عن النبي ﷺ۔ قال: «إِنَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلٰی أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ» .

[صحیح البخاري: ۳۰۰۷،۳۰۸۱]

''امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے یزید نے حدیث بیان کی۔ یزید سے حماد بن سلمۃ نے اور انہوں نے امام عاصم رحمہ اللہ سے، امام عاصم رحمہ اللہ سے ابوصالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مطلع کر دیا ہے کہ تم جو چاہے عمل کرو میں نے تم کو معاف کر رکھا ہے۔''

② اِمام نافع مدنی رحمہ اللہ تابعی

ابن عدی فرماتے ہیں:

''میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی اور میرے خیال میں ان میں کوئی حرج کی بات نہیں۔''

ثقاہت [illegible]

علامہ جسری رحمہ اللہ، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ، ابن سعد رحمہ اللہ نے ثقہ، حاتم اور نسائی نے صدوق الحدیث کہا ہے۔[معرفة القراء: ۱/۱۱۱]

نسائی رحمہ اللہ اور ابن المدنی رحمہ اللہ کے نزدیک:

ان کی مرویات نقل کرنے میں کچھ حرج نہیں۔[میزان الاعتدال:۴/۲۴۲]

ابن حبان رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لم أر في أحادیثه شیئا منکرا وأرجوا أنه لا بأس به ."

''میں ان کی مرویات میں کوئی منکر بات نہیں دیکھتا، میرا خیال ہے کہ ان کے قبول کرنے میں کچھ بھی حرج نہیں۔''

[تهذیب: ۱/۴۰۷]

اِمام نافع وجوہ قراءات، عربیت کے عالم اور حدیث پر مضبوطی سے عمل کرنے والے تھے۔[شرح الشاطبی: ۱۱]

علامہ اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کان من القراء الفقهاء العباد"

'نافع قراء، فقہا اور عبادت گزاروں میں سے تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مشہور محدث لیث بن سعد رحمہ اللہ اور امام مالک مدنی رحمہ اللہ دونوں مشہور محدث ہیں امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔
اسی طرح امام قالون رحمہ اللہ اور ورش بھی أشہر تلامذہ میں سے ہیں۔[طبقات القراء: ۳۳۱/۲، معرفة القراء: ۱۰۷/۱]

⑦ امام حمزہ بن مجیب الزیات رحمہ اللہ

بعض نے کہا ہے کہ اُنہوں نے کچھ صحابہ کو بھی دیکھا ہے۔[طبقات القراء: ۲۶۱/۱]

اِمام حمزہ رحمہ اللہ کوفی بڑے عالم و فاضل، متقی، پرہیز گار اور عابد و زاہد تھے۔قرآن، حدیث، تجوید، اَدب، فرائض وغیرہ میں غیر معمولی دسترس رکھتے تھے۔

① ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سچے اور زاھد تھے۔''[تہذیب التہذیب:۲۸/۳]

② علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان رأسا في القرآن والفرائض"

''آپ علوم قرآن اور فرائض میں بہت ماہر تھے۔''[العبر فی خبر من غبر: ۲۲۶/۱]

آپ کے کچھ اَساتذہ یہ ہیں

امام اَعمش رحمہ اللہ، حمران بن اعین رحمہ اللہ، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ، ابوعبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ۔

[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱۔غایة: ۲۶۱/۱۔معرفة: ۱۱۲/۱]

حدیث کے اساتذہ

حکم بن عیینہ رحمہ اللہ، حبیب ابن ابی ثابت رحمہ اللہ، عمرو بن مرہ رحمہ اللہ، طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ، عدی بن ثابت رحمہ اللہ، حماد بن اعین رحمہ اللہ، ابواسحٰق السبیعی رحمہ اللہ، اَعمش رحمہ اللہ، منصور بن معتمر سلمی رحمہ اللہ، مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ۔

[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱۔غایة: ۲۶۱/۱۔معرفة: ۱۱۲/۱]

امام حمزہ رحمہ اللہ کے تلامذہ

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، حسین جعفی رحمہ اللہ، عبداللہ بن صالح العجلی رحمہ اللہ، سلیم بن عصیبی رحمہ اللہ، وکیع بن جراح رحمہ اللہ، یحییٰ بن یمان رحمہ اللہ، ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، شریک بن عبداللہ رحمہ اللہ، امام کسائی رحمہ اللہ، محمد بن ابوعبید ھذلی رحمہ اللہ، امام فراءنحوی رحمہ اللہ، یحییٰ یزیدی رحمہ اللہ، امام خلف رحمہ اللہ، خلاد رحمہ اللہ۔

قال سفيان الثوري:

"يا أبا عمارة إمام القراءة والفرائض فلا تعرض لك فيهما."

''اے ابوعمارۃ قراءت اور فرائض میں ہم آپ سے کوئی تعارض نہیں کریں گے۔''[طبقات ابن سعد: ۲۶۸/۶]

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا:

"ما قرأ حرفا إلا بأثر"، ''حمزہ نے کوئی کلمہ بغیر نقل کے نہیں پڑھا''[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"قد انعقد الجماع بأخذه تلقي قراءة حمزة بالقبول والإنكار على من تكلم فيها."

''امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءات کے اَخذ وقبول پر اَہل علم کا اِجماع ہے۔ اس پر کسی قسم کی تنقید کو وہ درست قرار نہیں دیتے۔'' [میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱]

عبداللہ بن موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ سے بڑا قاری نہ دیکھا۔'' [معرفة القراء: ۱۱۴/۱]

اِمام کسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"وهو إمام من أئمة المسلمين و سيد القراء والزهاد لورأيته فقرت عينك به من نسله."

''امام حمزہ رحمہ اللہ مسلمانوں کے امام قاریوں اور زاہدوں کے سردار تھے۔ اگر تم انہیں دیکھتے تو تمہاری آنکھیں عبادت و ریاضت کی وجہ سے ٹھنڈی ہو جائیں۔'' [معرفة القراء: ۱۱۴/۱]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"غلب حمزة الناس على القرآن والفرائض."

''امام حمزہ قرآن اور فرائض میں تمام لوگوں پر فائق تھے۔'' [میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱۔ طبقات القراء: ۲۶۳/۱]

امام حمزہ رحمہ اللہ کو ابن سعد رحمہ اللہ نے محدث، امام جزری رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ نے حافظاً للحدیث لکھا ہے۔

[طبقات بن سعد: ۳۰۸/۶، طبقات القراء: ۲۶/۱، معرفة القراء: ۱۱۲/۱]

امام ابوشامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"أبوعمارة حمزة بن حبيب الزيات من رجال صحيح مسلم وهو إمام أهل الكوفة بعد عاصم." [إبراز المعاني شرح شاطبي: ۲]

ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ورويت عنه أحاديث وكان صدوق حاجب بسنة."

''حمزہ متعدد حدیثوں کے راوی ہیں۔ صدوق اور متبع سنت تھے۔'' [طبقات ابن سعد: ۲۶۸/۶]

ابن معین رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ، عجلی رحمہ اللہ، ساجی رحمہ اللہ نے صدوق کہا ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' [میزان: ۲۸۴/۱۔ تهذيب: ۲۸/۳]

شعیب بن حرب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"وقد قال شعيب بن حرب: كنت ألوم من يقرأ بقراءة حمزة حتى دخلت فقرأت عليه."

''شعیب بن حرب کہتے ہیں کہ جو شخص امام حمزہ کی قراءت پڑھتا تھا، میں اسے ملامت کرتا تھا کہ میں آپ کے پاس آیا تو آپ سے پڑھنے لگا۔''

"فلما رءاه شعيب، سمع قراءته، رضيه وقبله وكان يقول بعد ذلك لأصحاب الحديث، تسألوني عن الحديث ولا تسألوني عن الدر. فقيل له: وما الدر؟ قال: قراءة حمزة."

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''جب شعیب نے امام حمزہ رحمہ اللہ کو دیکھا اور ان سے قراءت سنی تو ان سے خوش ہوگئے اور انہیں (حمزۃ کو) بوسہ دیا۔ اس کے بعد شعیب، اصحاب الحدیث کو کہا کرتے تھے کہ تم مجھ سے حدیث کے بارے میں سوال کرتے ہو اور موتیوں کے بارہ میں سوال کیوں نہیں کرتے؟ آپ سے پوچھا گیا کون سے موتی؟ شعیب نے جواب دیا کہ امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت موتی ہیں۔'' [جمال القراء و کمال الأقراء للسخاوي:۴۷۳/۲]

سلیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''وقال سليم، رأيت سفيان الثوري يقرأ على حمزة ويقول: سفيان قرأت على حمزة أربع ختمات. قال سليم: و سمعت حمزة يقول: أتاني سفيان بن سعيد الثورى، وسألني أن آخذ عليه. فاقرأته فقرأ على أربع ختمات.''

''سلیم کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو دیکھا جو امام حمزہ رحمہ اللہ سے پڑھ رہے تھے اور سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام حمزہ رحمہ اللہ سے چار بار مکمل قرآن پڑھا۔ سلیم رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام حمزہ رحمہ اللہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ میرے پاس آئے، اور مجھ سے قرآن پڑھنے کو کہا میں نے اسے پڑھایا، پس سفیان رحمہ اللہ نے مجھ سے چار بار قرآن مکمل پڑھا۔'' [حوالہ سابقہ]

⑦ امام حفص بن سلیمان رحمہ اللہ

آپ امام عاصم کے تلامذہ میں سے سب سے بڑے قاری تسلیم کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وحفص بالإتقان كان مفضلا.''

''کہ حفص کو شعبہ پر مضبوطی روایت میں فضیلت دی جاتی ہے۔''

شہادات

الف حفص بن سلیمان بن المغیرہ الأسدی

''قاری أهل الكوفة وكان أعلم أصحاب عاصم بقراءته.''

''حفص بن سلیمان بن المغیرۃ الأسدی اہل کوفہ کے قاری ہیں آپ عاصم کی قراۃ کو عاصم کے تمام شاگردوں سے زیادہ جاننے والے تھے۔'' [الأعلام، للزركلي:۲۶۴/۲]

ب۔ حفص بن سلیمان الاسدی الغافری القاری:

''صاحب عاصم ثبت في القراءة والحروف''

''حفص بن سلیمان الاسدی الغافری القاری امام عاصم کے راوی ہیں۔'' [المغني في الضعفآء: ۱/۹ے]

ج۔ حفص بن سلیمان صاحب عاصم بن ابی النجود:

''وكان يقرئ لبغداد في مسجد الصحابة بالقرب من قنطرة العتيقة.''

''قنطرۃ عتیقہ کے قریب مسجد صحابہ بغداد میں وہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔'' [تاریخ بغداد: ج۱۲]

د۔ حفص کی ایک روایت

''فتلا ابن عباس هذه الآية: 'محمد رسول الله' ...... إلى ...... أخرج شطأه. قال ابن عباس: ذلك أبوبكر ......فآزره فاستغلظ فاستوى...... ذلك عمر بن الخطاب ......على سوقه...... ذلك عثمان بن عفان ......يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار...... ذلك علي ابن أبي طالب ......قال كنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نعرف المنافقين على عهد رسول الله ﷺ ببغضهم على ابن أبي طالب."

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت کی۔ محمد رسول الله جب أخرج شطاه پر پہنچے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ فازره فاستغلظ فاستوى۔ سے مراد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ على سوقه سے مراد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ يعجب الزارع ليغيظ بهم الكفار سے مراد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں منافقوں کو پہچانتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ پر ان منافقوں کے بغض کی وجہ سے۔''

[خطیب بغدادی: ج ۱۳]

د "حفص بن سليمان الأسدي أبوعمر البزار الكوفي الفاضري صاحب عاصم متروك الحديث مع إمامية في القراءات"

''آپ عاصم کے راوی ہیں۔ آپ کی حدیث ترک کی گئی۔ مگر قراءات میں امام ہیں۔'' [تقريب التهذيب: ۲۵۱/۱]

اِمام حفص نے اگر چہ حدیث کا علم حاصل کیا لیکن حدیث میں وہ خاص مقام حاصل نہ کر سکے اس لیے اکثر محدثین نے ان کو ضعیف فی الحدیث کہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کی قراءات میں جلالت علمی پر سب کا اِجماع ہے۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حفص قراءات میں ثقہ ثبت اور ضابط تھے۔ مگر احادیث میں یہ حال نہ تھا۔ چنانچہ ان پر کلام کیا گیا ہے۔''

[غاية النهاية في طبقات القراء: ۲۵۴/۱]

حفص رحمہ اللہ اگر چہ حدیث میں ضعیف ہیں لیکن یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ اُنہیں شاید مسائل دینیہ سے واقفیت نہ تھی۔ وہ حفاظ حدیث کے درجہ تک نہ جا سکے۔ اس زمانے کا اَدنیٰ عالم دین بھی آج سے زیادہ فہم دین رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اِمام حفص رحمہ اللہ سے قرآن مجید کی قراءت و تجوید اور حفاظت کلام اللہ کا جو کام لیا۔ اس مرتبے تک پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اگر اُنہیں حدیث میں ضعیف سمجھتے ہوئے قراءت میں بھی ضعیف سمجھیں تو ہمارے پاس جو مصحف ہے اس میں اسی رِوایت حفص کے موافق اِعراب لگائے ہیں اس میں کی جانے والی تلاوت اور نمازیں ضائع ہو جائیں گی۔

یہ بات واضح رہے کہ طبقہ محدثین میں ان کا مقام و مرتبہ متنازع ضرور ہے مگر علم قراءات میں ان کے علو مرتبت پر سب متفق ہیں۔

(۵) اِمام احمد بزی رحمہ اللہ

آپ ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے راوی ہیں چالیس سال مسجد حرام کے مؤذن رہے۔ [غاية النهاية: ۱۱۹/۱]

امام بزی رحمہ اللہ قراءات میں بالاتفاق امام ہیں۔ البتہ حدیث میں ان کا معاملہ مختلف فیہ ہے۔ بعض نے ضعیف، بعض نے ثقہ کہا ہے۔

الف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ و امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''بزی قراءات میں امام و ضابط ہیں۔'' [لسان الميزان: ۴۲۵/۱، میزان الاعتدال: ۱۴۴/۱]

بزی رحمہ اللہ نے ان علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

مومل بن اسماعیل رحمہ اللہ، مالک بن سعید بن حسن رحمہ اللہ، ابوعبدالرحمٰن المقری رحمہ اللہ، سلیمان بن حرب رحمہ اللہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[معرفة القراء الكبار: ۱/۱۷۴، طبقات القراء: ۱/۱۱۹]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں ان سے روایت کی ہے۔[معرفة القراء: ۱/۱۷۵]

ابن حبان رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔[لسان المیزان: ۱/۲۸۳]

بزی رحمہ اللہ سے یہ لوگ اَحادیث نقل کرتے ہیں:

ابوبکر احمد بن عبیہ بن ابی عاصم النبیل رحمہ اللہ، یحییٰ بن محمد رحمہ اللہ، محمد بن علی بن ولید الضایغ رحمہ اللہ، احمد بن محمد بن مقاتل رحمہ اللہ وغیرہم۔

امام بزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ دینِ اِسلام سے خارج ہے۔ جب تک کہ توبہ نہ کرلے۔[معرفة القراء: ۱/۱۷۸]

⑦ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ تابعی

پیچھے یہ ذکر ہوچکا ہے۔ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے پاس کس کس طرح تلامذہ قراءات جمع ہوا کرتے تھے۔ آپ حدیث کے بڑے عالم ہیں۔ مگر نقل و روایت کی طرف نہ آسکے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن کی خدمت نے انہیں بہت زیادہ مشغول کردیا۔

امام سخاوی رحمہ اللہ نے آپ کے اَساتذہ حدیث کے نام ذکر کیے ہیں۔

فرماتے ہیں:

”وكان أبو عمر من الطبقة الرابعة من التابعين بالبصرة. قال أبوعبيدة: كان أبوعمرو من التابعين، رأى أنس بن مالك وسمع منه وكان رأساً في أيام الحجاج.“

”ابوعمرو رحمہ اللہ بصرہ میں تابعین کے چوتھے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ابوعمرو رحمہ اللہ تابعی ہیں انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان سے سماعت کی وہ حجاج کے زمانہ میں بڑے علماء میں شامل تھے۔“

[جمال القراء و كمال الأقراء: ۲/۴۴۷]

اَساتذۂ حدیث

حسن بصری رحمہ اللہ، محمد بن سیرین رحمہ اللہ، ابوسلمہ رحمہ اللہ، نافع مولی ابن عمر رحمہ اللہ، عکرمۃ بن خالد رحمہ اللہ، یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ، ابراہیم التیمی رحمہ اللہ، مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ، ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ، عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، فرقد السبخی رحمہ اللہ، محمد بن مسلم سعید المقری رحمہ اللہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ رحمہ اللہ، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ، جعفر بن محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ، ہشام بن عمر رحمہ اللہ، موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ، یونس بن جبیر رحمہ اللہ، سعید بن جبیر رحمہ اللہ، عمرو بن مرۃ رحمہ اللہ، یعقوب بن عطاء رحمہ اللہ، محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ۔

”قال أبو علي أهوازي: ولولا خشية الإطالة لذكرت عن كل واحدٍ منهم حديثاً.“

”اگر مجھے طوالت کا خطرہ نہ ہوتا تو ان میں سے ہر ایک سے حدیث ذکر کرتا۔“ [جمال القراء و كمال الاقراء: ۲/۴۵۴]

خدا کی قدرت دیکھیں کہ ائمہ جرح وتعدیل ایک طرف ان پر جرح کررہے اور دوسری جانب ان کی اِمامت فی القراءۃ کو تسلیم کرتے ہوئے ان عظیم قراء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کررہے ہیں۔ جو اس بات کا بیّن ثبوت کہ وہ اپنے زمانہ سے لے کر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب تک بالاتفاق قراءت کے امام ہیں۔خود محدثین ان کی ثقاہت، عدالت اور امامت فی القراءت پر ایمان واثق رکھتے ہیں۔

چونکہ قرآن مجید کا اپنا سلسلۃ السند ہے جو ثقہ، عادل، معتبر اور ضابط راویوں کی لڑی پر مشتمل ہے۔

قراءِ اُمت کے بغیر قرآن ثابت ہی نہیں ہوتا۔اگر چہ ہمارے پاس مکمل قرآن کتابی شکل میں موجود ہے مگر کون بتائے کہ امام حفص نے لفظ 'مجرها' میں امالہ نقل کیا ہے کون بتائے گا کہ 'ءاعجمي' کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہے۔قراء کے بغیر کیسے پتہ چلے گا کہ 'أولئك' میں واو پڑھا جائے یا نہیں۔'أو لا اذبحنه' میں لام کے بعد الف کے تلفظ کو حذف کرنا ہے یا باقی رکھنا ہے۔عام شخص تو الف لکھا ہوا دیکھ کر اس کا تلفظ کرے گا اور اس جملے کو نفی میں بدل دے گا اور کلام اللہ میں خرابیاں پیدا کرے گا۔

ناقلین قرآن کی عدم موجودگی میں نبی ﷺ سے ایک آیت بھی ثابت نہیں ہوسکتی۔پورا قرآن تو درکنار۔

امام مالک رحمہ اللہ جیسے عظیم فقیہ ومحدث امام نافع رحمہ اللہ سے قراءت پڑھنے گئے۔حالانکہ خود بڑے عالم تھے۔عربی بولتے تھے۔مگر قرآن پڑھنے کے لیے نافع کی مجلس اختیار کی۔ایک بار بسم اللہ کے جہر کے بارہ میں اپنے شیخ امام نافع رحمہ اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ اہل مدینہ کے ہاں بسم اللہ کا جہر ہے یعنی نماز میں، تو امام مالک رحمہ اللہ نے کہا سچ ہے کہ ہر علم کا مسئلہ اس علم کے جاننے والوں سے پوچھنا چاہیے۔مگر افسوس کہ قراءات اور ان کے متعلقہ اُمور ومسائل کے صحیح غلط ہونے کا فیصلے وہ لوگ کر رہے ہیں، جنہوں نے نہ تو کسی شیخ قراءات سے قرآن پڑھنا سیکھا۔نہ قرآن کی کوئی سند ان کے پاس ہے۔امام مالک رحمہ اللہ نے ثابت کردیا کہ قراءات میں قراء ہی حجت ہیں۔

آخر میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا بنائے۔آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن بشیر الحسینوي*

قرائے عشرہ اور ان کے رواۃ کی ثقاہت
ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کی روشنی میں

إمام نافع[1] بن عبدالرحمن المدنی رحمہ اللہ

مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام نافع رحمہ اللہ کس درجے کے قاری ہیں۔

(١) امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: نافع إمام الناس في القراءۃ ''نافع قراءت میں لوگوں کے امام ہیں۔''
[معرفۃ الکبار للذہبي: ۸۹/۱، سیر أعلام النبلاء للذہبي: ۳۳۷/۷]

(٢) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نافع ثبت في القراءۃ ''نافع قراءت میں پختہ ہیں۔''
[میزان الإعتدال للذہبي: ۲۴۲/۴، لسان المیزان لابن حجر: ۲۲۶/۹]

(٣) امام اصمعی رحمہ اللہ نے کہا: کان نافع من القراء العباد الفقہاء الستۃ ''نافع چھ فقہاء، عبادت گزار قاریوں میں سے تھے۔'' [معرفۃ القراء الکبار للذہبي: ۲۴۴/۱]

(٤) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقۃ' [تہذیب الکمال: ۲۳/۱۹]

(٥) امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے 'صدوق' کہا ہے۔ [معرفۃ القراء الکبار: ۲۴۶/۱]

(٦) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(٧) امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا: 'لیس بہ بأس' [تہذیب الکمال: ۲۳/۱۹]

(٨) ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: 'کان ثبتاً' ثقہ تھے۔ [تہذیب التہذیب: ۳۶۴/۱۰]

(٩) قالون رحمہ اللہ نے کہا: ''امام نافع رحمہ اللہ لوگوں میں سے اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھے تھے۔ آپ زاہد اور بہت بڑے قاری تھے آپ نے مسجد نبوی میں ساٹھ سال نماز پڑھی۔'' [صبح الأعشی للقلقشندي: ۲۱۶/۱]

(١٠) امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: أدرکت أہل المدینۃ وہم یقولون قراءۃ نافع سنۃ ''میں نے مدینہ والوں کو پایا ہے وہ کہتے تھے کہ امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت سنت ہے۔'' [تہذیب التہذیب: ۳۶۳/۱۰]

(١١) امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: من أراد سنۃ فلیقرأ لنافع ''جو شخص سنت کا ارادہ رکھتا ہے وہ نافع رحمہ اللہ کی قراءت حاصل کرے۔'' [أحسن الأخبار: ۲۲۳۸]

(١٢) امام احمد بن صالح المصری رحمہ اللہ نے کہا: أصح القراءات عندنا قراءۃ نافع بن أبي نعیم ''ہمارے

☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، مدرس جامعہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، گندیاں اوتاڑ، قصور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نزدیک سب سے بہترین قراءت نافع کی ہے۔'' [أحسن الأخبار:۲۲۳]

⑩ صالح بن احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ امام احمد سے پوچھا کہ أي القراءة أعجب إليك؟ فقال قراءة نافع ''کون سی قراءت آپ کو زیادہ اچھی لگتی ہے انہوں نے کہا کہ نافع کی قراءت۔'' [جمال القراء: ۴۴۸/۲، معرفة القراء:۱۰۸/۱]

امام نافع رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ستر تابعین سے قراءت سیکھی ہے جس پر دو تابعی بھی جمع ہوتے اس کو میں نے لے لیا اور جس قراءت میں کوئی مفرد ہو اس کو میں نے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسی قراءات کو جمع کیا۔ [نحاية الاختصار:۱۹/۱]

امام نافع رحمہ اللہ نے اپنی قراءت پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی۔ [التذكرة لابن غلبون:۱۱، قراءت القراء:۲۲]

امام اسحٰق بن محمد عیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب نافع رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آپہنچا تو ان سے ان کے بیٹوں نے کہا ہمیں وصیت کیجئے تو انہوں نے فرمایا ''اللہ سے ڈر جاؤ، آپس میں معاملات درست کرلو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان لانے والے ہو۔'' [معرفة القراء:۱۱۱/۱، غاية النهاية:۳۳۳/۲]

امام نافع رحمہ اللہ اپنے شاگردوں سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے، انہیں آداب سکھاتے تھے اور باوضو ہو کر کلاس میں بیٹھتے تھے۔ [أحسن الاخبار:۲۲۸]

امام لیث رحمہ اللہ نے کہا: نافع رحمہ اللہ لوگوں کے امام تھے ان سے جھگڑا نہیں کیا جاتا تھا۔ [أحسن الأخبار:۲۲۹]

إمام عبداللہ[۲] بن کثیر المکی رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① إمام المكيين في القراءة ''قراءت میں، مکہ میں رہنے والے لوگوں کے امام ہیں۔'' [معرفة القراء الكبار:۱۹۷/۱]

② امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقة' [معرفة القراء الكبار:۱۹۸/۱]

③ امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: ابن كثير المقرئ ثقة ، له أحاديث صالحة ''ابن کثیر المقری ثقہ ہیں ان کی بیان کردہ احادیث صحیح ہیں۔'' [الطبقات الكبرى: ۴۸۴/۵، معرفة القراء الكبار:۲۰۳/۱، سير أعلام النبلاء: ۳۱۹/۵، تهذيب الكمال:۴۳۹/۱۰]

④ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقة' [تهذيب الكمال:۴۳۹/۱۰، سير أعلام النبلاء: ۳۱۹/۵]

⑤ امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقة' [تهذيب الكمال:۴۴۰/۱۰، سير أعلام النبلاء : ۳۱۹/۵]

إمام ابو عمرو[۳] بن العلاء المصری رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: الإمام الكبير المازني البصري النحوي، شيخ القراء بالبصرة ''بہت بڑے امام مازنی رحمہ اللہ بصری نحوی، بصرہ کے قاریوں کے شیخ'' [معرفة القراء الكبار:۲۲۳/۱]

② امام ابو عمرو الشیبانی رحمہ اللہ نے کہا: ما رأيت مثل أبي عمرو بن العلاء ''میں نے ابو عمرو بن علاء جیسا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(کوئی) نہیں دیکھا'' [معرفة القراء الکبار: ۱/۲۳۱]

④ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقۃ' [أیضاً]

⑤ امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے کہا: کان أعلم الناس بالقراءات والعربیة والشعر وأیام العرب، وکانت دفاتر ملء بیت إلی السقف، ثم تنسك فأحرقها. کان من أشراف العرب، مدحه الفرزدق وغیره. [سیر أعلام النبلاء: ۶/۴۰۸]

⑥ قال ابوحاتم رحمہ اللہ: لیس به بأس

⑦ وقال أبو عمر الشیباني رحمہ اللہ: ما رأیت مثل أبي عمرو

⑧ امام شعبہ رحمہ اللہ نے کہا: أنظر ما یقرأ به أبوعمرو مما یختاره فاکتبه، فإنه سیسیر للناس أستاذا، قال إبراهیم الحربي: کان أبوعمرو من أهل السنة. [سیر أعلام النبلاء: ۶/۴۰۸]

امام عبداللہ [۴] ابن عامر شامی رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: إمام الشامین في القراءة ''شام میں رہنے والے لوگوں کے قراء ات میں امام ہیں۔'' [معرفة القراء الکبار: ۱/۱۸۶]

② امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقۃ' [تاریخ الثقات: ۲۶۲، معرفة القراء الکبار: ۱/۱۹۶، تهذیب الکمال: ۱۰/۲۴۵]

③ امام نسائی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔ محمد بن سعد رحمہ اللہ نے کہا: کان قلیل الحدیث [تهذیب الکمال: ۱۰/۲۴۵۔۲۴۶]

④ یحییٰ بن حارث زماری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن عامر رحمہ اللہ شام کے قاضی تھے دمشق کی مسجد کی تعمیر پر ان کی ذمہ داری تھی اور وہ مسجد کے رئیس تھے جب مسجد میں کسی بدعت کو دیکھتے تو اس کو تبدیل کر دیتے تھے۔ [سیر أعلام النبلاء: ۵/۲۹۳]

⑤ امام اہوازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ابن عامر رحمہ اللہ امام، عالم، ثقہ تھے۔ اس علم میں جو ان کے پاس تھا جس کو روایت کیا اس کے حافظ تھے اور جس کو زبانی یاد کیا اس میں پختہ تھے، پہچان رکھنے والے، اچھا فہم رکھنے والے تھے اس چیز میں جس کو لے کر آتے تھے، سچے تھے اس چیز میں جس کو اعلیٰ درجے کے مسلمانوں سے نقل کرتے، تابعین میں سے پسندیدہ تھے، اکثر روایت کرنے والوں میں سے تھے، ان کے دن میں تہمت نہیں لگائی گئی اور ان کے یقین میں شک نہیں کیا گیا، ان کے امانت داری میں شک نہیں کیا گیا۔ ان پر روایت کرنے میں طعن نہیں کیا گیا، ان کا روایت کو نقل کرنا صحیح ہے، ان کی بات فصیح ہے، اپنے مرتبے میں بلند ہیں، اپنے کام میں درستگی کو پانے والے ہیں، اپنے علم میں مشہور ہیں، ان کے فہم کی طرف رجوع کیا گیا ہے، ان کی بیان کردہ احادیث کی تعداد شمار نہیں کی جاسکتی اور انہوں نے کوئی ایسی نہیں کہی جو حدیث کے مخالف ہو۔'' [غایة النهایة: ۱/۴۲۵]

جب سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق کی جامع مسجد میں صبح کی نماز پڑھاتے تو لوگ ان کے پاس قرآن حکیم پڑھنے کے لیے جمع ہوجاتے تو وہ لوگوں کے دس دس کے گروہ بنا دیتے تھے اور ہر دس پر ایک کو نگران مقرر کر دیتے اور خود کھڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوجاتے ۔لوگوں کوغور سے دیکھتے تھے بعض بعض پر پڑھتے تھے جب ان میں سے کوئی غلطی کرتا تو اپنے نگران کی طرف رجوع کرتا جب نگران بھی غلطی کرتا تو وہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتا اوراس غلطی کے بارے میں آپ سے سوال کرتا، اور عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ بھی دس کے گروہ پر نگران تھے آپ ان میں بڑے تھے جب سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وفات پاگئے تو ان کے نائب ابن عامر رحمہ اللہ بنے تھے، آپ ان کی جگہ پر کھڑے ہوئے، آپ پر تمام لوگوں نے قراءت کی، شام والوں نے آپ کوامام پکڑلیا اورانہوں نے آپ کی قراءات کی طرف رجوع کیا۔‘‘

[أحسن الأخبار:۲۵۴-۲۵۵]

امام ابوعبید رحمہ اللہ کہتے ہیں:’’اہل شام کے قراء میں سے ابن عامر بھی تھے وہ اپنے زمانے میں دمشق والوں کے امام تھے اسی کی طرف ان کی قراءت گئی۔‘‘[أحسن الأخبار:۲۵۳]

إمام عاصم[۵] بن أبي النجود الكوفي رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: إمام أهل الكوفة ’اہل کوفہ کے امام ہیں۔‘[معرفة القراء الكبار:۲۰۴/۱]

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: رجل صالح ، خير ، ثقة ۔[كتاب العلل وهداية الرجال:۱۶۳/۱، معرفة القراء الكبار:۲۰۶/۱، تهذيب الكمال:۲۹/۹]

③ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: محله الصدق

④ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت نے ان کوثقہ کہا ہے۔

⑤ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا: في حفظه شيء ’ان کے حافظے میں کچھ (خرابی) تھی۔‘[معرفة القراء الكبار:۲۰۹/۱]

⑥ ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: ’ثقہ‘

⑦ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا: ’لا بأس به‘

⑧ عجلی رحمہ اللہ نے کہا: صاحب سنة و قراءة القرآن ، وكان ثقة ، رأسا في القراءة

⑨ امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ نے کہا: في حديثه اضطراب ، وهو ثقة

⑩ ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: صالح وهو أكثر حديثا من أبي قيس الأودي ، وأشهر منه ، وأحب إلي منه ، وقال محله الصدق صالح الحديث .

⑪ ابوزرعہ رحمہ اللہ نے کہا: ’ثقہ‘

⑫ نسائی رحمہ اللہ نے کہا: ’ليس به بأس‘ [تهذيب الكمال:۲۹۰/۹-۲۹۱]

⑬ ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

⑭ ابن شاھین رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔[تهذيب التهذيب:۳۶/۵]

إمام حمزہ[۶] بن حبیب الزیات الکوفی رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: كان إماماً حجةً ، قيما بحفظ كتاب الله ، حافظاً للحديث ، بصيراً

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

للفرائض والعربية، عابداً خاشعاً قانتاً لله تخين الورع، عديم النظير. [معرفة القراء الکبار: ۲۵۴/۱]

① یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے 'ثقہ' اور
② نسائی نے 'لیس به بأس' کہا ہے۔
③ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے 'ثقہ' اور
④ عجلی نے کہا 'ثقة رجل صالح'
⑤ ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: كان رجلاً صالحاً عنده أحاديث وكان صدوقاً صاحب سنة ''صالح آدمی تھا اس کے پاس احادیث تھیں، صدوق اور سنت والا تھا۔'' [تهذيب التهذيب: ۲۴/۳]
⑥ ماجی رحمہ اللہ کا قول: صدوق سيء الحفظ ليس بمتقن في الحديث [تهذيب التهذيب: ۲۴/۳] جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

امام نافع رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① **امام قالون رحمہ اللہ:** [۷]

اصل نام یہ ہے عیسیٰ بن مینا المدنی ابوموسیٰ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان کی قراءت کے اچھا ہونے کی وجہ سے ان کو قالون کا لقب ملا اور قالون رومی لفظ ہے جس کا معنی 'اچھا' ہے۔ یہ ہمیشہ امام نافع رحمہ اللہ پر قراءت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قراءت میں ماہر بن گئے۔ [معرفة القراء: ۳۲۶/۱]

امام نقاش رحمہ اللہ نے کہا کہ قالون سے کہا گیا۔ آپ نے کتنی دیر نافع رحمہ اللہ سے پڑھا ہے۔ انہوں نے کہا اس قدر زیادہ پڑھا ہے کہ جسے میں شمار نہیں کرسکتا مگر یہ مجھے یاد ہے کہ فارغ ہونے کے بعد میں بیس سال ان کے پاس رہا ہوں۔'' [غاية النهاية: ۵۴۲/۱]

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: امام قالون رحمہ اللہ بہرے تھے وہ قرآن پڑھاتے تھے اور طلباء کی غلطی اور الحن کو ہونٹوں سے سمجھ لیتے تھے۔'' [غاية النهاية: ۵۴۳/۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مقرئ المدينة تلميذ نافع هو الإمام المجود النحوي ''مدینہ کے مقری، نافع کے شاگرد تھے وہ امام مجود اور نحوی تھے۔'' [سير أعلام النبلاء: ۳۲۶/۱۰]

② **امام ورش رحمہ اللہ:** [۸]

اصل نام عثمان بن سعید المصری ہے۔ سخت سفید ہونے کی وجہ سے ان کو ورش کا لقب ملا۔ [البدور الزاهرة: ۱۳]

امام ابن جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: شيخ القراء المحققين، وإمام أهل الأداء المرتلين، انتهت إليه رءاسة الإقراء بالديار المصرية في زمانه ''محقق قراء کے شیخ ہیں، قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے والوں میں سے ہیں، ان کے زمانے میں، ان پر مصر میں قراءت کی ریاست ختم ہوگئی۔'' [غاية النهاية: ۴۴۶/۱]

امام یونس بن عبدالأعلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: كان جيد القراءة حسن الصوت 'وہ بہترین قراءت کرتے تھے اچھی آواز والے تھے۔' [غاية النهاية: ۴۴۷/۱، معرفة القراء: ۳۲۶/۱، سير أعلام النبلاء: ۲۹۶/۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: شیخ القراء بالدیار المصریة 'مصر کے شہروں کے قراء کے شیخ تھے۔' [سیر أعلام النبلاء: ۲۹۵/۹]

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وکان ثقة في الحروف، حجة 'قراءت میں ثقہ حجت تھے۔' [سیر أعلام النبلاء: ۲۹۶/۹]

آپ مصر سے مکہ صرف قراءت کے لئے آئے تھے نہ حج کے لئے اور نہ ہی تجارت کی غرض سے۔

[معرفة القراء: ۳۲۵/۱]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① امام البزی رحمہ اللہ [۹]

ان کا اصل نام احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی بزۃ المؤذن المکی ابوالحسن ہے۔

چالیس سال حرم کے مؤذن رہے۔ [معرفة القراء: ۳۶۶/۱]

امام بزی رحمہ اللہ نے کہا: فمن قال مخلوق، فهو علیٰ غیر دین الله و دین رسول الله ﷺ حتی یتوب "جس نے کہا کہ (قرآن) مخلوق ہے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر نہیں ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔" [الشریعة للآجري: ۸۸، معرفة القراء: ۳۷۰/۱]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'مقرئ مكة و مؤذن' مکہ کے مقری اور اس کے مؤذن تھے۔

ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا: أستاذ محقق ضابط متقن [غاية النهاية: ۱۰۹/۱]

تنبیہ: امام بزی رحمہ اللہ سے تکبیروں والی روایت مستدرک حاکم [۳۴۴/۳] میں آئی ہے۔ اس کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے کہا: هذا حديث منكر [علل ابن أبي حاتم: ۷۶/۲]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: هذا من مناكير البزي [میزان الاعتدال: ۱۴۹/۱] حافظ ابن حجر نے ذہبی کی بات پر خاموشی اختیار کی ہے۔ [لسان المیزان: ۲۸۳/۱]

حدیث میں ضعیف تھے لیکن قراءت میں امامت کے مرتبہ پر فائز تھے۔ [اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: قراءات نمبر رشد ۲، ص ۵۳۰-۵۳۱، ۳۵۶-۳۵۸]

② امام قنبل رحمہ اللہ [۱۰]

اصل نام محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد بن سعید المکی المخزومی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام شیخ المقرئین [معرفة القراء: ۴۵۲/۱]

نیز لکھتے ہیں: انتهت إليه رءاسة الإقراء بالحجاز 'حجاز میں قراء کی ریاست امام قنبل پر ختم ہوگئی۔'

[معرفة القراء: ۴۵۳/۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابوعمرو رحمہ اللہ کے دو شاگرد

○ **امام دوری رحمہ اللہ** [11]

ان کا اصل نام ابوعمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز الدوری النحوی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الإمام مقرئ الإسلام [معرفة القراء: ۳۸۶/۱]

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق' [الجرح والتعديل: ۱۸۴/۳]

امام ابوعلی الاہوازی رحمہ اللہ نے کہا: وهو ثقة في جميع ما يرويه. وعاش دهرا وذهب بصره في آخر عمره، وكان ذا دين وخير ''وہ اپنی تمام مرویات میں ثقہ تھے اور ایک زمانہ زندہ رہے۔ آخری عمر میں ان کی نگاہ ختم ہوگئی۔ وہ دین اور بھلائی والے تھے۔'' [معرفة القراء: ۳۸۸/۱، سير أعلام النبلاء: ۵۴۳/۱۱]

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا وہ ابوعمرو الدوری سے لکھتے تھے۔

[تاريخ بغداد: ۲۰۳/۸، سير أعلام النبلاء: ۵۴۲/۱۱]

احمد بن فرح الضریر رحمہ اللہ نے کہا: میں نے دوری سے سوال کیا کہ آپ قرآن کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ [تاریخ بغداد: ۲۰۳/۸]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: الإمام العالم الكبير، شيخ المقرئين'' [سير أعلام النبلاء: ۵۴۱/۱۱]

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا 'ضعیف' امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے ضعیف کہنے سے مراد یہ ہے کہ آثار کو ضبط کرنے میں ضعیف ہیں۔ رہے قراءت میں تو اس میں وہ ثبت امام تھے۔ اسی طرح قراء کی ایک جماعت کے نزدیک وہ قراءت میں ثقہ ہیں لیکن حدیث میں نہیں۔ جیسے نافع رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور حفص رحمہ اللہ ہیں انہوں نے قراءت کا اہتمام کیا ہے اور انہیں تحریر کیا ہے جبکہ اس طرح کی محنت حدیث میں نہیں کی، اسی طرح حفاظ کی ایک جماعت حدیث میں پختہ ہے لیکن قراءات میں پختہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس آدمی کی حالت ہے جو ایک فن میں ظاہر ہوا اور کسی دوسرے فن میں اس قدر اہتمام نہیں کیا۔ [سير أعلام النبلاء: ۵۴۳/۱۱]

○ **امام سوسی رحمہ اللہ** [12]

ان کا اصل نام ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ السوسی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء: ۳۹۰/۱]

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق' [الجرح والتعديل: ۴۰۴/۴، تهذيب التهذيب: ۳۹۲/۴]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: الإمام المقرئ المحدث، شيخ الرقة [سير أعلام النبلاء: ۳۸۰/۱۲]

وقال النسائي 'ثقة'

[تهذيب التهذيب: ۳۹۲/۴، تهذيب الكمال: ۴۲۸/۳، ذكره ابن حبان في الثقات: ۳۱۹/۸]

حافظ ذہبی نے کہا: وكان صاحب سنة 'وہ سنت والے تھے' [سير أعلام النبلاء: ۳۸۱/۱۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام ابن عامر رحمہ اللہ کے دو شاگرد

امام ہشام رحمہ اللہ [۱۳]

ان کا اصل نام ہشام بن عمار بن نصیر القاضی الدمشقی، ابوالولید ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا: شیخ أهل دمشق و مفتیهم وخطیبهم ومقرئهم ومحدثهم ''دمشق والوں کے شیخ، ان کے مفتی، ان کا خطیب، ان کے مقرئ اور ان کے محدث تھے۔'' [معرفة القراء: ۱/۳۹۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے اپنی صحیح بخاری میں روایت لی ہے۔

ابن معین نے ان کو 'ثقه' کہا، نسائی نے 'لا بأس به' کہا، دارقطنی نے 'صدوق' کہا۔

[معرفة القراء: ۱/۳۹۷،۳۹۸]

ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق' [الجرح والتعدیل: ۹/۶۶]

قال العجلی 'ثقه' وقال في موضع آخر 'صدوق'

قال النسائی: 'لا بأس به' [تہذیب الکمال: ۷/۴۱۲] وقال في موضع آخر: 'صدوق'

[المعجم المشتمل، الترجمة: ۱۱۲۰]

قال عبدان بن أحمد الجوالیقي: ما کان في الدنیا مثله

قال بن أبي حاتم 'صدوق' [تهذیب التهذیب: ۷/۴۱۲،۴۱۳]

امام ابن ذکوان رحمہ اللہ [۱۴]

ان کا اصل نام عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی الدمشقی ابوعمرو ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: مقرئ دمشق وإمام جامعها 'دمشق کے مقرئ تھے اور اس کی جامع مسجد کے امام تھے۔'

ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق'

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ دمشقی نے کہا: عراق، حجاز، شام، مصر اور خراساں میں میرے نزدیک ابن ذکوان کے زمانے میں ان سے بڑا کوئی قاری نہیں تھا۔ [معرفة القراء: ۱/۴۰۴،۴۰۵]

قال ابن معین: 'لا باس به' [تهذیب الکمال: ۴/۸۳، ذکره ابن حبان في الثقات: ۸/۳۶۰]

امام عاصم رحمہ اللہ کے دو شاگرد

امام شعبہ رحمہ اللہ [۱۵]

اصل نام، ابوبکر شعبہ بن عیاش بن سالم الکوفی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق، ثقة'، ربما غلط، صاحب قرآن وخیر. [معرفة القراء: ۱/۲۸۱]

ابن المبارک رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے سنت کی طرف زیادہ دوڑانے والا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔ [العلل ومعرفة الرجال: ۲/۳۲]

امام ابوعبداللہ المعیطی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کو دیکھا مکہ میں ان کے پاس سفیان بن عیینہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آئے اور دو زانوں ہوکر بیٹھ گئے ایک آدمی آیا وہ سفیان کے بارے میں پوچھنے لگا انہوں نے کہا کہ مجھ سے اس وقت تک سوال نہ کر جب تک یہ شیخ (شعبہ بن عیاش) بیٹھے ہوئے ہیں۔[معرفة القراء:۲۸۳/۱]

یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے کہا: ابوبکر میں خیر تھی، وہ فاضل شخص تھے، اس نے اپنے پہلو کو چالیس سال تک زمین پر نہیں رکھا۔[معرفة القراء:۲۸۴/۱]

⑥ امام حفص[16] بن سلیمان بن مغیرہ البزاز رحمہ اللہ الکوفی، ابوعمرو

عبدالفتاح عبدالغنی قاضی رحمہ اللہ نے کہا: 'کان ثقة' [البدور الزاهرة:۱۳]

قراءت میں پختہ تھے۔[معرفة القراء:۲۸۷/۱]

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: 'ما به بأس' [تاریخ بغداد:۱۸۷/۸]

ابو ہشام رفاعی رحمہ اللہ نے کہا: امام حفص رحمہ اللہ، عاصم رحمہ اللہ کی قراءت کو ان سے زیادہ جانتے تھے۔

[معرفة القراء: ۲۸۸/۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: 'انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تھا' [کتاب الضعفا الصغیر:۳۲]

صالح الجزرہ رحمہ اللہ نے کہا: 'لا یکتب حدیثه' اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔[تاریخ بغداد:۱۸۸/۸]

زکریا ساجی رحمہ اللہ نے کہا: 'له أحادیث بواطیل' [تاریخ بغداد:۱۸۸/۸]

ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا: 'عامة أحادیثه غیر محفوظة' [الکامل فی ضفاء الرجال:۷۹۲/۲]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا کہ: أما في القراءة فثقة ثبت ضابط لها بخلاف في الحديث ''لیکن یہ قراءت میں ثقہ پختہ، اس کو ضبط کرنے والے تھے حدیث میں ان کے بارے میں اختلاف ہے۔'' [معرفة القراء:۲۸۸/۱]

سعد العوقی رحمہ اللہ نے کہا: لو رأيته مقرت عينك به علما وفهما ''اگر آپ اس کو دیکھ لیں تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اس کے ساتھ، علم اور فہم کی وجہ سے'' [معرفة القراء:۲۸۹/۱]

علی بن مدینی رحمہ اللہ نے کہا: ترکت عمداً 'میں اُس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا' [تاریخ بغداد: ۸/ ۱۸۷]

خلاصہ یہ ہے کہ قراءت میں ثقہ امام تھے لیکن حدیث میں کمزور تھے۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① خلف[17] بن ہشام البزار ابومحمد البغدادی رحمہ اللہ

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'المقری أمر الأعلام' [معرفة القراء:۴۱۹/۱]

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔[تاریخ بغداد:۳۲۶/۸، ۳۲۷]

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا: 'کان عابداً فاضلاً' [تاریخ بغداد:۳۲۷/۸]

حمدان بن ھانی المقری رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے خلف بن ہشام سے سنا کہ مجھ پر نحو کا ایک باب مشکل ہوا تو میں نے ۸۰ ہزار درہم خرچ کر دیئے یہاں تک کہ میں اس میں ماہر بن گیا۔[معرفة القراء:۴۲۱/۱]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: "الإمام الحافظ الحجة شیخ الإسلام، المقرئ"

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۵۷۶]

نیز کہا: وله اختيار في الحروف صحيح ثابت ليس بشاذ أصلا ''قراءت میں ان کا اختیار کرنا صحیح ثابت نہیں اور اصل کے اعتبار سے شاذ نہیں ہے۔'' [سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۵۷۷]

امام ابوالحسن احمد بن جعفر بن زیاد السوسی رحمہ اللہ نے کہا کہ ابوجعفر الفضیلی نے ہشام کا ذکر کیا تو کہا: 'كان في أصحاب السنة' [تهذيب الكمال: ۲/۳۹۵]

② **خلاد[۱۸] بن خالد و يقال ابن خليد الصيرفی الکوفی ابوعیسیٰ رحمہ اللہ**

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: "وكان صدوقاً في الحديث والقراءة" [معرفة القراء: ۱/۴۲۳]

امام کسائی رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① **ابوالحارث رحمہ اللہ[۱۹]**

اس کا اصل نام لیث بن خالد البغدادی ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء: ۱/۴۲۴]

② **حفص الدوری رحمہ اللہ**

ابوجعفر ① کے دو شاگرد

① **ابن وردان رحمہ اللہ[۲۰]**

اصل نام ابوالحارث عیسیٰ بن وردان المدنی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء: ۱/۲۴۷]

② **ابن جماز رحمہ اللہ[۲۱]**

اصل نام ابوالربیع سلیمان بن مسلم بن جماز المدنی ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: 'هو الإمام' [معرفة القراء: ۱/۲۹۳]

یعقوب رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① **رویس رحمہ اللہ[۲۲]**

اصل نام ابوعبداللہ محمد بن متوکل اللؤلؤی البصری اور رویس ان کا لقب ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء: ۱/۳۲۸]

ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا: 'مقرئ حارق ضابط ، مشهور' [غاية النهاية: ۲/۲۰۶]

امام دانی رحمہ اللہ نے کہا: 'هو من أحذق أصحابه' [غاية النهاية: ۲/۲۰۶]

ابوعبداللہ القصاع رحمہ اللہ نے کہا: 'كان (روسياً) مشهوداً جيلاً' [غاية النهاية: ۲/۲۰۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑫ روح رحمہ اللہ [۴۳]
اصل نام ابوالحسن روح بن عبدالمؤمن البصری النحوی ہے۔
حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء: ۲۱۷/۱]
"ذكره ابن حبان في الثقات" [تهذيب الكمال: ۲۴۶/۹]

خلف رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① اسحاق بن ابراہیم بن عثمان الوراق المروزی ثم البغدادی ابو یعقوب رحمہ اللہ
ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقة' [غاية النهاية: ۱۴۱/۱]
محمد بن اسحاق السراج رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقة'
ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق ثقة' [تهذيب الكمال: ۱۷۴/۱]
قال الدارقطني: من الثقات، قال: 'ثقة مأمون' [سؤالات حمزة السهمي للدارقطني]

② ادریس رحمہ اللہ [۴۴]
اصل نام ابوالحسن ادریس بن عبدالکریم البغدادی الحداد ہے۔
حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء: ۴۹۹/۱]
قال الدارقطني رحمہ اللہ: 'ثقة، وفوق الثقة بداية' [معرفة القراء: ۵۰۰/۱]
امام احمد بن المنادی رحمہ اللہ نے کہا: كتب الناس عنه لثقة وصلاحه ''لوگوں نے اس سے (علم) لکھا ہے۔ اس کے ثقہ اور اچھا ہونے کی وجہ سے'' [معرفة القراء: ۵۰۰/۱]

حواشی / حوالہ جات

① ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے [الطبقات الکبریٰ: ۴۵۱، التاریخ الکبیر: ۸۷/۸، المعارف: ۵۲۸، الجرح والتعدیل: ۴۵۶/۸، ۴۵۷، مشاهير علماء الأمصار: ۱۴۱، كتاب الثقات: ۵۳۲/۷، ۵۳۳، تهذيب الكمال: ۲۸۱/۲۹، ۲۸۴، سير أعلام النبلاء: ۳۳۶/۷، ۳۳۸، ميزان الاعتدال: ۲۴۲/۴، تاريخ الإسلام: (وفيات ۱۶۱-۱۷۰) ۴۸۴-۴۸۶، تهذيب التهذيب: ۴۰۷/۱۰، ۴۰۸]

② ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبری: ۴۸۴/۵، التاریخ الکبیر: ۱۸۱/۵، الجرح والتعديل: ۱۴۴/۵، تهذيب الأسماء واللغات: ۲۸۳/۱، سير أعلام النبلاء: ۳۱۸/۵، ۳۲۲، تهذيب التهذيب: ۳۶۷/۵، ۳۶۸]

③ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [التاريخ الكبير: ۵۵/۹، كتاب الثقات: ۳۴۴/۷، ۳۴۷، سير أعلام النبلاء: ۴۰۷/۲، ۴۱۰، وفيات الأعيان: ۱۳۶/۳، ۱۴۰، البداية والنهاية: ۱۱۲/۱، تهذيب التهذيب: ۱۷۸/۱۲، ۱۸۰، شذرات الذهب: ۲۲۷/۱، ۲۳۸]

④ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبری: ۴۴۹/۷، التاريخ الكبير: ۱۵۶/۵، تاريخ الثقات: ۲۶۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الجرح والتعدیل: ۱۲۲/۵، ۱۲۳، کتاب الثقات: ۳۱/۵، تهذيب الكمال: ۱۴۳/۱۵، ۱۵۰، تذكرة الحفاظ: ۱۰۳/۱، سير أعلام النبلاء: ۲۹۲/۵، ۲۹۳، تهذيب التهذيب: ۲۷۴/۵، ۲۷۵]

(۵) ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الكبرىٰ: ۳۸۴/۵، التاريخ الكبير: ۱۸۱/۵، كتاب السبعة: ۶۵، ۶۶، الجرح والتعدیل: ۱۴۴/۵، تهذيب الكمال: ۴۶۸/۱۵، ۴۷۱، سير أعلام النبلاء: ۳۱۸/۵-۳۲۲، تهذيب التهذيب: ۳۶۷/۵، ۳۶۸، شذرات الذهب: ۱۵۷/۱]

(۶) ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الكبرىٰ: ۳۸۵/۶، تاريخ يحيىٰ: ۱۳۴/۲، التاريخ الكبير: ۵۴/۳، تاريخ الثقات: ۱۳۳، الجرح والتعديل: ۲۰۹/۳، ۲۱۰، تهذيب الكمال: ۳۱۴/۷، ۳۲۳، سير أعلام النبلاء: ۹۰/۷، ۹۲، ميزان الاعتدال: ۲۰۵/۱، ۲۰۶، تهذيب التهذيب: ۲۷/۳، ۲۸]

(۷) ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعدیل: ۲۹۰/۲، معجم الأدباء: ۱۵۱/۱۲، ۱۵۲، سير أعلام النبلاء: ۳۲۶/۱۰، ۳۲۷، تاريخ الإسلام: (وفیات ۲۱۱-۲۲۰) ۳۵۰-۳۵۲، العبر: ۳۰۰/۱، ميزان الاعتدال: ۳۲۷/۳، البداية والنهاية: ۲۸۳/۱، غاية النهاية: ۶۱۵/۱، ۶۱۶، شذرات الذهب: ۴۸/۲]

(۸) ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح و التعديل: ۱۵۳/۱، معجم الأدباء: ۱۱۶/۱۲-۱۲۱، سير أعلام النبلاء: ۲۹۵/۹، العبر: ۲۵۳/۱، غاية النهاية: ۵۰۲/۱، ۵۰۳، حسن المحاضرة: ۴۸۵/۱، شذرات الذهب: ۳۴۹/۱، تاج العروس: ۳۶۴/۴]

(۹) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الضعفاء الكبير: ۱۲۷/۱، الجرح والتعديل: ۷/۲، كتاب الثقات: ۳۶/۸، سير أعلام النبلاء: ۵۰/۱۲-۵۱، العبر: ۳۵۸/۱، ميزان الاعتدال: ۱۴۴/۱-۱۴۵، البداية والنهاية: ۶/۱۱، غاية النهاية: ۱۱۹/۱-۱۲۰، لسان الميزان: ۲۸۳/۱-۲۸۴]

(۱۰) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تذكره الحفاظ: ۶۵۹/۲، الوافي بالوفيات: ۲۲۶/۳-۲۲۷، البداية والنهاية: ۹۹/۱۱، العقد الثمين: ۱۰۹/۲-۱۱۰، معجم الأدباء: ۱۷/۷-۱۸، الوفيات: ۱۹۰، غاية النهاية: ۱۶۵/۲-۱۶۶، تبصير المنتبه: ۱۱۳۹/۳]

(۱۱) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الكبرىٰ: ۳۲۴/۷، الجرح والتعديل: ۱۸۳/۳-۱۸۴، تاريخ بغداد: ۲۰۳/۸-۲۰۴، تهذيب الكمال: ۳۴/۷-۳۷، سير أعلام النبلاء: ۵۴۱/۱۱-۵۴۳، ميزان الاعتدال: ۵۶۶/۱، غاية النهاية: ۲۵۵/۱-۲۵۷، شذرات الذهب: ۱۱۱/۲]

(۱۲) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعدیل: ۴۰۴/۴، کتاب الثقات: ۳۱۹/۸، طبقات الحنابلة: ۱۷۶/۱-۱۷۷، الانتساب: ۳۳۵/۳، تهذيب الكمال: ۵۰/۱۳-۵۲، سير أعلام النبلاء: ۳۸۰/۱۲-۳۸۱، شذرات الذهب: ۱۴۳/۲]

(۱۳) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الكبرىٰ: ۴۷۳/۷، التاريخ الكبير: ۱۹۹/۸، الجرح والتعديل: ۶۶/۹-۶۷، تهذيب الكمال: ۲۴۴/۳۰-۲۵۵، سير أعلام النبلاء: ۴۲۰/۱۲-۴۳۵، تذكرة الحفاظ: ۴۸۱/۲]

(۱۴) ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعديل: ۵/۵، كتاب الثقات: ۳۶۰/۸، تهذيب الكمال:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸۰/۱۴-۲۸۳، الکاشف:۲/ ۶۳، شذرات الذھب:۲/ ۱۰۰]

(۱۴) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۶/ ۳۸۲، التاریخ الکبیر: ۹/ ۱۴، الجرح والتعدیل: ۳۴۸/۹-۳۵۰، کتاب الثقات:۷/ ۶۶۸-۶۷۰، تہذیب الکمال:۳۳/ ۱۲۹-۱۲۵، سیر أعلام النبلاء:۸/ ۴۹۵-۵۰۸]

(۱۵) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [التاریخ الکبیر:۲/ ۳۶۳، کتاب الضعفاء الصغیر: ۳۲، الجرح والتعدیل: ۱۷۱/۳-۱۷۴، تاریخ بغداد:۸/ ۱۸۶-۱۸۸، تہذیب الکمال:۷/ ۱۰-۱۲، غایۃ النھایۃ:۱/ ۲۵۴-۲۵۵]

(۱۶) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۷/ ۳۲۸، التاریخ الکبیر: ۳/ ۱۹۶، الجرح والتعدیل: ۳۷۴/۳، تاریخ بغداد: ۸/ ۳۲۳-۳۲۸، التھذیب الکمال:۸/ ۲۹۹-۳۰۳، سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۵۷۶-۵۸۰، غایۃ النھایۃ:۱/ ۲۷۴-۲۷۴، شذرات الذھب:۲/ ۶۷]

(۱۷) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [التاریخ الکبیر: ۳/ ۱۸۹، الجرح والتعدیل: ۳/ ۳۶۸، غایۃ النھایۃ: ۲۷۴/۱-۲۷۵، شذرات الذھب:۲/ ۴۷]

(۱۸) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تاریخ بغداد:۱۳/ ۱۶، غایۃ النھایۃ:۲/ ۳۴، شذرات الذھب:۲/ ۹۵]

(۱۹) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [غایۃ النھایۃ:۱/ ۶۱۶، النشر:۱/ ۱۷۹]

(۲۰) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعدیل: ۴/ ۱۳۲، میزان الاعتدال: ۲/ ۲۲۳، غایۃ النھایۃ: ۱/ ۳۱۵، النشر:۱/ ۱۷۹]

(۲۱) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تاریخ الأسلام: (وفیات:۲۳۱-۲۴۰) ۳۳۲، غایۃ النھایۃ:۲/ ۳۳۴-۳۳۵]

(۲۲) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [التاریخ الکبیر: ۳/ ۳۱۰، الجرح والتعدیل: ۳/ ۲۹۹، تہذیب الکمال: ۲۲۶/۹-۲۲۷، غایۃ النھایۃ:۱/ ۲۸۵، تہذیب التھذیب:۳/ ۲۹۶]

(۲۳) ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تاریخ بغداد: ۷/ ۱۴-۱۵، طبقات الحنابلہ: ۱/ ۱۱۶، سیر أعلام النبلاء: ۴۴/۱۴-۴۵، النشر:۱/ ۱۲۶، غایۃ النھایۃ:۱/ ۱۵۴، شذرات الذھب:۲/ ۲۱۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفتی جمیل احمد تھانوی☆

محافل قراءات......اعتراضات کا جائزہ

رُشد قراءات نمبر اوّل میں آداب تلاوتِ قرآن کے ضمن میں ’قرآن مجید کو قواعد موسیقی پر پڑھنے کی شرعی حیثیت‘ کے عنوان سے قاری فہد اللہ مراد کی تحریر شائع کی گئی تھی۔ بعدازاں قراءات نمبر دوم میں بعض دیگر عیوبِ تلاوت کے ذیل میں ’مروّجہ محافل قراءات......ناقدانہ جائزہ‘ کے نام سے مضمون پیش کیا گیا۔ اسی تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے شمارہ ہذا میں شیخ القراء قاری اَحمد میاں تھانوی﷾ کے والدِ گرامی حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی﷫ کا مضمون شائع ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے، جس میں حضرت مفتی صاحب نے مروّجہ ’محافل قراءات‘ میں افراط وتفریط دونوں انتہاؤں کے مابین معتدل رائے کی نشاندہی فرمائی ہے۔ [ادارہ]

ماضی قریب میں، جامعہ قاسمیہ کراچی کی مساعی جمیلہ سے حجاز، عراق، مصر، شام، انڈونیشیا وغیرہ کے قاری صاحبان کی تشریف آوری پر پاکستان کے کئی شہروں میں عالمی مجالس قراءت منعقد ہوچکی ہیں جن سے بہت سے لوگ براہ راست خوب محظوظ ہوئے۔

ہمارے بعض تعلیم یافتہ صاحبان کی طرف سے اس پر کچھ اعتراضات سننے میں آئے ہیں۔ اب تک جو اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کو مع جوابات پیش کیا جاتا ہے ممکن ہے ہم سب کو غور وفکر کرنے کے بعد اَصل حقیقت تک رسائی میسر آجائے۔

اِعتراض نمبر ۱

قرآن کریم کا مقصود معانی و اَحکام ہیں۔ بغیر معانی کے صرف اَلفاظ کو اور پھر الفاظ کی بھی ایک صفت یعنی عمدہ ادائیگی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس لیے مجلس قراءت کو یہ اہمیت دینا اِسلامی شان کا کام نہیں ہوسکتا۔

جواب: قرآن اَلفاظ اور معنی کے مجموعے کا نام ہے

یہ خیال کہ قرآن کریم کا مقصود معانی واحکام ہیں، صحیح نہیں۔ بلکہ قرآن مجید الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآناً عربیاً [سورۃ یوسف:۲] ’’عربی قرآن‘‘ فرمایا ہے۔ یعنی عربی عبارت کے الفاظ بھی قرآن ہیں۔ حضور اکرمﷺ کے فرائض کے بارے میں اِرشاد ہے: ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ اور ﴿ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ [آل عمران:۱۶۴] ’’لوگوں پر قرآن مجید کی آیتوں کو بھی تلاوت فرماتے ہیں‘‘ اور ’’ان کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں‘‘ تلاوت الفاظ بھی حضورﷺ کا ایک فریضہ ہے اور تعلیم اَحکام بھی۔ ہر ہر حرف کے پڑھنے اور سننے پر دس دس نیکیاں ملنا بلا معانی سمجھے بھی حدیث میں وارد ہے۔

☆ سابق صدر دار الافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور، والدِ گرامی استاذ القراء قاری احمد میاں تھانوی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اَلفاظِ قرآن بھی مقصود ہیں

لہٰذا قرآن مجید کا تو لفظ لفظ اور حرف حرف بھی مقصود ہی ہے جیسے معانی و اُحکام کی حفاظت اور ان پر عمل کرنا فرض ہے ایسے ہی لفظ لفظ، حرف حرف بلکہ حرکت حرکت تک کی حفاظت اور اس کی تلاوت فرض ہے۔اور پھر ہر ہر حرف عربی ہے عربی طریقہ سے اس کے مخرج (حرف کے نکلنے کی جگہ) سے اس کی صفتوں (حرف کی اَدائیگی کی کیفیت) کے ساتھ اَدا کرنا بھی فرض ہے۔ورنہ پھر یہ حرف وہ حرف ہی نہ رہے گا دوسرا بن جائے گا (اس لیے کہ صفت یا مخرج کے بدلنے کی وجہ سے حرف حرف سے بدل جاتا ہے) اور اس کو خدائی کلام کہنا خدا تعالیٰ پر نعوذباللہ تہمت باندھنے کے مترادف ہو جائے گا اور اس سے معانی و مفہوم میں خلل واقع ہو کر بعض دفعہ احکام میں تغیر و تبدل اور تحریف تک نوبت پہنچ جائے گی۔

مثلاً 'قال' 'کہا یا فرمایا' کی جگہ 'کال' 'ناپ کر دیا' پڑھنے سے لفظ و مفہوم دونوں میں بڑی زبردست تبدیلی ہو گئی ہے۔ اَب اگر اس کو قرآن مجید کا لفظ اور اس کے معنی کو قرآن مجید کا مفہوم کہا جائے تو سوچیے کہ یہ خدا تعالیٰ پر تہمت اور اس کے کلام بے مثال کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

قرآن کے اَلفاظ و حرکات کی صحیح اَدائیگی فرض ہے

بلکہ حرکت کے بدل جانے سے بھی سخت تبدیلی اور بعض دفعہ کفریہ کلمہ بن جاتا ہے۔ لفظ الله أکبر میں تین زبر ہیں اگر کسی کو کھینچ دیا گیا اور وہاں الف پیدا ہو گیا تو یہ کلمہ کفریہ بن جاتا ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر پہلے الف کے زبر کو کھینچ دیا اور آللہ پڑھ دیا تو معنی یہ ہوں گے کہ کیا اللہ سب سے بڑے ہیں؟ یہ استفہام اِنکاری یا شکیہ ہو کر کلمہ کفر بن گیا۔ گو اس مفہوم کا قصد نہ ہونے سے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اس طرح أکبر کے الف کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کیا سب سے بڑے ہیں؟ اور 'ب' کے زبر کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے کہ الله إکبار ہیں اور إکبار شیطان کا نام ہے یا کبر کی جمع بمعنی ڈھول۔

اس لیے قرآن مجید کے ہر حرف و حرکت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا فرض ہے جو طریقہ سند کے ساتھ حضور ﷺ سے ثابت شدہ ہے اس کو ہرگز ہرگز ہلکا نہیں سمجھا جا سکتا۔ صرف ترجمہ رٹ لینا اور لفظ غلط پڑھنا قرآن مجید نہیں ہو سکتا بلکہ الٹا گناہ کا سبب ہو سکتا ہے کیونکہ قرآنی الفاظ تو صحیح ہیں غلط ہم نے اَدا کیا (مطلب یہ ہے کہ قرآنی لفظ وہ ہے جو صحیح مخرج اور صحیح صفت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اس لیے جب صحیح مخرج اور صفت ادا نہیں ہو گی تو لفظ لفظ سے بدل جائے گا جیسے ق، ک سے اور ط، ت سے بدل جاتی ہے اور جب 'ق' تھا ہم نے 'ک' پڑھا تو یہ قرآنی لفظ نہ ہوا) اور ترجمہ خدائی کلام نہیں بلکہ انسان کا سمجھا ہوا مفہوم ہے وہ بھی اسی کے مطابقت سے درست ہو گا ورنہ غلط ہو گا۔

تلاوت میں خوش آوازی مطلوب ہے

پھر اَحادیث شریفہ میں قرآن شریف کو خوش آوازی سے پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے اور خوب عرب یعنی عربی لہجوں میں پڑھنے کی ہدایت اور عجمی لہجوں کی ممانعت ہے۔ اس لیے حروف کو مخارج صحیحہ سے پوری صفتوں کے ساتھ، صحیح حرکتوں سے، عربی لہجوں میں خوش آوازی سے اَدا کرنا نہایت اَہم، دین کا جزو اور ایک اِسلامی فریضہ ہے اس کو نا قابل اہتمام قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

—— مارچ ۲۰۰۱ء ——

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اَلفاظ و معانی دونوں کی رعایت ضروری ہے

ہاں احکام الٰہی (قرآنی الفاظ سے اَحکام کو سمجھنا) کا حاصل کرنا اور پوری طرح حاصل کرنا، ظاہر و باطن (آیت کے ظاہری اور پوشیدہ معنی کی تحقیق) مقدم، مؤخر (کون سی آیت پہلے نازل ہوئی کون سی بعد میں)، ناسخ و منسوخ (کس آیت نے کس آیت کے حکم کو منسوخ کیا ہے)، اشارات وصراحت سے حاصل کرنا تفسیرات نبویہ سے ان کو سمجھنا یہ الگ ایک فریضہ ہے ایک کی اہمیت کے پیش نظر دوسرے کی اہمیت کونظر اَنداز کردینا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ نہ اوّل بغیر دوسرے کے کامل ہے نہ دوسرا بغیر اوّل کے کامل ہوسکتا ہے دونوں میں سے ہر ایک مقصود بھی ہے قابل قدر و حفاظت بھی ہے قابل اہتمام بھی ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فریضہ بھی ہے۔

یہ ایک فریضہ (یعنی قرآن کے اَلفاظ کی تلاوت) ہے اور فہم اَحکام دوسرا فریضہ ہے جس کو فقہ میں حل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی بے پروائی برتنا ٹھیک نہیں جیسے احکام سے ٹھیک نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اَحکام کی تنفیذ اور عمل پر بے انتہا زور دینے کی ضرورت ہے مگر اس کا یہ مطلب قرار دینا صحیح نہ ہوگا کہ الفاظ وحروف اور حرکات کو غلط کر کے تلاوت کی گنجائش ہو۔

اِعتراض نمبر۲

ایسی مجالس میں ہر قاری دوسرے سے بڑھ کر عمدہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے یہ ایک ریا ہے جو گناہ ہے ثواب کا کام نہیں۔ بلکہ ریا کو حدیث شریف میں شرک خفی فرمایا گیا ہے۔ اس لیے یہ مجالس ریا کاری یعنی شرک خفی کی مجالس ہوئیں ان کو دین اور ثواب کے کام کی مجالس قرار دینا درست نہیں۔

جواب: قاری کی تلاوت میں چار اِحتمال

رِیا اور نمود و نمائش کا مدار نیت پر ہے، اور نیت دل کی کیفیت ہے، جس کا علم دوسروں کو نہیں ہوسکتا، یہ تو خود پڑھنے والے کو دیکھنا ہے کہ اس کی نیت ثواب کی ہے یا کسی دینی خدمت کی ہے یا محض یہ ہے کہ لوگ اس کی تعریفیں کریں اور عزت و اِحترام سے پیش آئیں۔

① اگر اپنی تعریف و احترام کی خواہش سے ہی پڑھتا ہے تو یہ ریا ہے، گناہ ہے، خود اس کو ثواب نہیں ہوگا۔

② اگر نیت ثواب کی اور قرآن مجید کی عظمت کے اظہار کی ہے تو ثواب کی بات ہے، ریا نہیں ہے۔

③ اور اگر دکھا کر ہی سہی مگر مسلمانوں کا دل خوش کرنے کی نیت ہے تو یہ بھی کار ثواب ہے اور حدیث سے ایسے واقعات ثابت ہیں (جیسا کہ آئندہ صفحہ پر حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ آرہا ہے) یہ بھی ریا نہیں۔

④ اور اگر لوگوں کو دکھانے، سنانے کے لیے بھی اس نیت سے پڑھتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں قرآن شریف کی عظمت پیدا ہو، اس کی طرف رغبت وشوق اور جذبۂ خلوص و محبت متوجہ ہو، جس سے سب کو خوش آوازی کے ساتھ صحیح پڑھنے کا شوق پیدا ہو، جو شریعت میں پسندیدہ ہے تو اس نیت سے خوش آوازی سے پڑھنا ریا نہیں، ایک دینی خدمت ہے۔

ان چار طرح کی نیتوں میں صرف ایک ریا ہے باقی تین کارِ ثواب ہیں۔ یہ نصیحت تو کی جاسکتی ہے کہ قاری صاحبان اوّل کی نیت ہرگز نہ رکھیں۔ دوم، سوم، چہارم کی نیت رکھ لیں لیکن خود یوں طے کردینا کہ ان کی نیت ریا کاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی ہی ہے یہ انتہائی سخت جملہ ہے اور مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے خصوصاً جب اس کے علاوہ دیگر احتمالات موجود ہوں۔ ان سب سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ناجائز احتمال کی تعیین کر لینا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

بدگمانی سے بچو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾[الحجرات:۱۲] ''بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''

ممکن ہے کہ کوئی صاحب قرائن پر مدار رکھے۔ تو عرض ہے کہ غیر یقینی قرائن دلیل نہیں ہو سکتے اس طرح تو دوسرے احتمالات کے بھی قرآئن موجود ہوتے ہیں تو ان سے ان کو رد کیوں نہیں کیا جاتا۔ بیش از بیش (زیادہ سے زیادہ) قرائن سے یہ ثابت ہوگا کہ ممکن ہے کہ وہ بھی خیال ہو، یہ بھی خیال ہو، تو یہ مخلوط نیت (ملی جلی نیت ہے) ہے خالص ریا نہیں ثواب کا کام رہے گا گو خالص سے کم ہو۔

مسلمان کا دل خوش کرنے کے لیے عمدہ آواز سے پڑھنا

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ تم کو آل داؤد کے مزامیر عطا کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کے تحت فتح الباری شرح صحیح بخاری کے صفحہ ۸۱ پر ابویعلی کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر گزرے۔ وہ گھر میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے دونوں کھڑے سنتے رہے پھر تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے یہ واقعہ بتایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ساعت فرما رہے ہیں تو میں اس سے بھی زیادہ بنا سنوار کر پڑھتا۔

اس جواب پر حضور ﷺ کا سکوت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنے کے لیے بنا سنوار کر پڑھنا ریا نہیں ہے بلکہ کار ثواب ہے۔ ریا اس وقت ہوتی ہے جب اپنی تعریف اور اپنے احترام کی نیت سے پڑھا جائے۔

حدیث شریف «اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» . [صحيح البخاري:۱] ''عمل نیتوں سے ہیں'' یعنی مباحات اچھی نیت سے اچھے افعال بن جاتے ہیں اور بری نیت سے برے۔ اس عمل کو بھی نیت اچھا برا بنا سکتی ہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں کے دل خوش کرنے کے لیے نمود و نمائش اور خوش آوازی کا مظاہرہ ہو تو وہ خود ثواب ہے۔ جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا اور اس کو ریا کہنا درست نہ ہوگا۔

محفلِ قراءت کے فوائد

ہم لوگ عجمی (غیر عرب کو عجمی کہتے ہیں کیونکہ عجمی کے معنی گونگے کے آتے ہیں اور عرب اپنے علاوہ سب کو عجمی اس لیے کہتے تھے کہ وہ عربی بولنے پر قادر نہیں تو گویا کلام ہی نہیں کر سکتے) ہیں ہمارے ملک میں بہت سے حروف و الفاظ مسخ (الفاظ کی صورتیں بگڑ کر) ہو کر غلط در غلط استعمال ہوتے ہیں۔ اب قرآن مجید کے الفاظ کو بھی اسی طرح پڑھنا سخت ترین گستاخی و بے ادبی ہے۔

گر تو قرآن بدین نمط خوانی ۔۔۔ می بری رونق مسلمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''اگر اسی طریقہ پر تو قرآن پڑھتا رہا تو مسلمانوں کی رونق ختم کردے گا۔''

ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ قرآن مجید کو صحیح صحیح پڑھا جائے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو اور نمازیں بھی درست ہوسکیں۔ تو اس کا ذوق شوق پیدا کرنے کے لیے محافل قراءات منعقد کرنے کے سوا اور کیا تدبیر ہوسکتی ہے تاکہ بے عیب خدا کے بے عیب کلام کو بے عیب طریقہ سے پڑھنے کا شوق اور ایک والہانہ جذبہ عام مسلمانوں کے دلوں میں انگڑائیاں لینے لگے۔

ایسی مجلسیں اس ذوق وشوق کے لیے منعقد کرنا خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب غیر مسلم اَثرات کے تسلط سے عام مسلمان اِسلامی باتوں سے بے توجہی بلکہ بعض تو نفرت رکھنے لگے ہیں۔ کیا اس کی اَشد ضرورت نہیں ہے؟ اور یہ کام کیا ثواب کا کام نہیں ہے؟ کیا اِسلام و اِسلامیات پر مائل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے؟ تو ایسی نیت کے ساتھ نمودونمائش بھی کیا کارِثواب نہ ہوگی۔

ایک کالج کے طالب علم نے بتایا کہ ان کے ہاں ایک دھریہ لا مذہب ماسٹر صاحب نے اس مجلس کا قرآن مجید سن کر بے ساختہ کہا کہ یہ سن کر مجھے دولت ایمان نصیب ہوگئی۔ جب سے بڑے بڑے شہروں میں مجالس قراءات کا اہتمام ہونے لگا ہے بہت سے اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور دفتروں میں تصحیح قرآن کی تعلیم بھی شروع ہوگئی ہے۔

قراءت سننے والوں کا فائدہ ہی فائدہ

فرض کیجئے کہ پڑھنے والوں کی نیت نیکی اور خیر کی بالکل ہی نہ ہو صرف خودستائی وشہرت کی ہو، خالص ریا ہی ریا ہو، تو اس کا گناہ تو پڑھنے والوں کو ہوگا ان کو تصحیح نیت کی نصیحت کرنا تو مناسب ہوسکتا ہے مگر ان کی اس نیت سے پڑھنے کا گناہ سننے والوں کو نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انہیں تو ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی رہیں گی اور وہ اخروی فوز وفلاح کے حقدار بنتے رہیں گے، سننے والوں پر تو اس کا اَثر نہیں ہوسکتا (پڑھنے والے کی نیت کی خرابی کا سننے والا کی ثواب پر کوئی اثر نہیں ہوتا) اگر کوئی شخص ریا سے نماز پڑھتا ہے تو دیکھنے والا تو مجرم نہیں بن سکتا، اس لیے یہ بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔ اس کو آڑ بنا کر قرآن مجید کے سننے سے محروم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی۔

اِعتراض نمبر۳

خوش آوازی، اتار چڑھاؤ اور کمی زیادتی گانے کی صورت ہے اور شریعت میں گانا حرام ہے۔ قرآن مجید کو حرام سے مخلوط (ملانا) کرنا اس کی توہین ہے۔ اس لیے یہ مجلسیں کارثواب نہیں بلکہ گناہ عظیم بن رہی ہیں۔ ان میں شرکت کسی طرح جواز کی گنجائش نہیں رکھتی۔

تلاوت میں خوش آوازی اختیار کرنے کا حکم

یہ غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ خوش آوازی اور گانے میں فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اَصلاً ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ گانا بے شک حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام ہے لیکن خوش آوازی جائز اور اس کا سننا بھی جائز ہے۔ خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کا تو حکم ہے ہر شخص پر لازم ہے کہ جس قدر خوش آوازی سے قرآن پڑھ سکتا ہو پڑھے۔

امام ابوداؤد، امام نسائی و ابن ماجہ و امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے صحیح کہہ کر یہ حدیث روایت کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو، کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کا حُسن بڑھا دیتی ہے۔''

[أحیاء العلوم: ۱/۲۵۱]

اگر پڑھنے والا اچھی آواز والا نہ ہو تو جہاں تک اس سے ہو سکے اچھی آواز بنائے۔[فتح الباری: ۷/۶۴]

اور صفحہ ۸۱ پر ہے کہ ابوداؤد نے سند صحیح سے حضرت ابوعثمان مہدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان گیا تھا میں نے کسی چنگ ورباب اور بانسری کی آواز ان کی آواز سے بہتر نہیں سنی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ «لَيْسَ مِنَّا مَن لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ» . [صحيح البخاري: ۷۵۲۷]

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن شریف کو خوش آوازی سے نہ پڑھے۔''[جمع الفوائد: ۲/۱۲۳]

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس خوش آواز آدمی کی طرف، جو بلند آواز سے بنا سنوار کر قرآن مجید کو پڑھتا ہے، اس سے بھی زیادہ توجہ فرماتے ہیں جتنی گانے والی باندی کی طرف اس کا مالک کرتا ہے۔''[کنز العمال: ۱/۱۵۰]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن مجید کو عربوں کے لب ولہجہ کے مطابق پڑھو اور یہود ونصاریٰ اور فاسقوں کے لہجوں سے بچو۔ اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔''

لہٰذا قرآن شریف میں خوش آوازی بہت پسندیدہ ہے اس کا حکم بھی ہے اور ثواب بھی۔ ہر شخص قرآن مجید پڑھنے میں اپنی آواز جس قدر عمدہ بنا سکتا ہو بنائے۔ اس پر وہ ثواب کا حقدار ہے۔ گانا اس سے بالکل مختلف چیز ہے گو اس میں بھی خوش آوازی کی جاتی ہے مگر تجوید سے قرآن مجید پڑھنے سے اس کی کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

گانے اور تجوید میں فرق

﴿قُرْءَانًا عَرَبِيًّا﴾ [سورۃ یوسف: ۲] اور ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾ [الشعراء: ۱۹۵]

کے خدائی اِرشادات اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے تو پڑھا جائے مگر عرب کے قاعدہ وقانون کے اندر رہتے ہوئے۔ جب ان قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو اس میں گانے کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ حروف کو قواعد سے زیادہ کھینچ دیا جائے یا حرکتوں کو لمبا کر کے پیش کو واؤ، زبر کو الف، زیر کو یا کی صورت دی جائے جہاں ادغام نہ ہو وہاں کر دیا جائے جہاں ہو وہاں نہ کیا جائے۔ انہیں قواعد سے نکال نکال (یعنی خلاف قواعد تجوید پڑھنے کو گانا کہیں گے اور تجوید کے قواعد کا لحاظ کر کے خوش آوازی سے پڑھنا گانا نہیں ہے) کر یا ان سے آگے بڑھا کر پڑھنے کو گانا کہا جاتا ہے۔

غلطی یہاں سے ہی لگ جاتی ہے کہ جو لوگ خود قواعد سے واقف نہیں وہ تجوید اور گانے میں فرق نہیں کر پاتے اور وہ گانا آواز کو بنانے سنوارنے کو قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خوش آوازی کی دوصورتیں

خوش آوازی کی دوصورتیں ہیں:

① حروف، حرکات اور صفات کے قواعد کے اندر رہ کر خوش آوازی کرنا۔ یہ قرآن مجید میں ثواب ہے۔

② دوسرا یہ کہ قواعد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے کھینچ کھینچ کر حرفوں اور حرکتوں کو کئی گنا زیادہ کر کے سُر پیدا کرنا۔ یہ گانا ہے۔ یعنی گناہ کا کام ہے۔ کیونکہ گانے کے سُر بغیر کھینچے پیدا نہیں ہوتے اور تجوید کے قواعد عربی زبان کے ہی قواعد ہیں۔ بلکہ اس میں تو ہر ہر حرف میں سندِ صحیح کے ساتھ وہ طریقہ لیا گیا ہے جو حضور ﷺ سے حاصل ہوا ہے اور حضور ﷺ کو حضرت جبریل علیہ السلام سے حاصل ہوا ہے۔ یعنی جس طریقہ پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہے۔ اس لیے ماہرین تجوید کے پڑھنے کو گانا کہنا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کہنے میں خطرہ بھی ہے کہ یہ الزام اوپر تک جاسکتا ہے۔ (یعنی نبی ﷺ اور جبریل علیہ السلام بلکہ اللہ تعالیٰ تک۔ اس لیے کہ تجوید کے قواعد کی پابندی کے ساتھ قرآن پڑھنا ﴿ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهُ ﴾ کی آیت اور «زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ» والی حدیث سے ثابت ہے۔)

ہاں جو لوگ قواعد عربیت و تجوید سے ہٹ کر اور حرفوں اور حرکتوں کو کھینچ کر خوش آوازی پیدا کریں گے وہ ضرور گانا شمار کیا جائے گا اور اس کو توہین اور گناہ کہنا درست ہوگا۔ مگر جائز و ناجائز کی سرحدوں سے غفلت برت کر ایک دوسرے پر الزام تھوپ دینا صحیح نہیں ہوسکتا۔

اعتراض نمبر ۴

یہ مجلس ریا اور غنا دو گناہوں پر مشتمل ہے۔ اس کی شرکت کی دعوت گناہ کی شرکت کی دعوت ہے۔

مجلس قراءت میں شرکت کی دعوت کارِ ثواب ہے

اُوپر ہم نے عرض کر دیا ہے کہ ریا (دکھلاوے) کا تعلق نیت سے ہے اور نیت چار قسم کی ہوسکتی ہے جن میں سے صرف ایک ریا ہے وہ بھی اگر مخلوط (یعنی اس نیت کے ساتھ دوسری نیت بھی ملی ہوئی ہو) ہو تو محض ریا نہیں۔ اس لیے ریا کا دعویٰ کرنا بے دلیل ہے اور پھر اگر ریا ہو بھی تو اس کا اثر پڑھنے والے پر ہوتا ہے سننے والے کا کام سننا ہے اس میں ریا نہیں ہوسکتی۔ یہاں دعوت سننے کی دی جاتی ہے جس میں ریا ناممکن ہے۔

اور جن کو پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے ان کو دیگر نیتوں سے ہی دعوت ہوسکتی ہے ریا والی نیت سے تو دعوت دینا ممکن ہی نہیں، کیونکہ وہ نیت دوسروں کی ہو ہی نہیں سکتی۔ صرف پڑھنے والے کی ہوسکتی ہے۔

رہی دوسری بات گانا و غنا کی تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کو گانا کہنا خطرناک بات ہے۔ اور اس کا بھی کافی وشافی جواب دیا جا چکا ہے۔

اعتراض نمبر ۵

دعوت دے کر جمع کرنا فرض و واجب امور کے لیے تو درست ہے جیسا کہ تبلیغ احکام، وعظ اور تعلیم و تربیت کے لیے حضور ﷺ جمع فرماتے تھے مگر اُمور مستحبہ کے لیے، جن کے اِجتماع کی خیر القرون (بہترین زمانہ یعنی حضور ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا دور) میں اصل نہ ہو، دعوت دے دے کر جمع کرنا ممنوع و مکروہ ہے۔ اسی بنا پر نفلوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جماعت لیلۃ القدر ولیلۃ البراء (پندرہ شعبان) ولیلۃ العیدین میں اجتماع کرنے کو فقہائے احناف نے مکروہ وممنوع قرار دیا ہے اور مجلس میلا دوسیرت میں ایک وجہ کراہت کی یہ بھی ہے۔ اس بنا پر اگر اس مجلس میں کوئی اور خرابی نہ ہو تو نفس اجتماع و دعوت ہی ممنوع ہوتی ہے۔

تجوید کے ساتھ قرآن پاک کا لوگوں تک پہنچانا واجب ہے

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ اُمورِ مستحبہ کے لیے واجبات کا سا اہتمام بے شک ممنوع و مکروہ ہے۔ لیکن آیت ﴿يَآأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ إِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾[المائدة: ٦٧]

''اے رسول ﷺ جو کلام آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اس کو لوگوں تک پہنچادیں۔ اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو رسول ﷺ ہونے کا حق اَدا نہیں کیا۔''

اور حدیث «بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً» . [صحیح البخاري: ٣٤٦١]

''میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔'' سے قرآن مجید کے ہر ہر جزو کی تبلیغ اور لوگوں تک پہنچا دینا حضور ﷺ پر اور پھر تمام اہل علم پر واجب ہے۔

قرآن مجید کے اجزاء میں اس کے الفاظ، حرکتیں اور ان کی حقیقی کیفیات بھی داخل ہیں، کیونکہ بغیر الفاظ وحروف وحرکات اور ان کی کیفیات کے کلام کا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔ اور کلام کی تبلیغ فرض و واجب ہے اس لیے اس کا بھی لوگوں تک پہنچانا اُمورِ واجب میں سے ہے۔ اس کو فقط مستحب قرار نہیں دیا جائے گا۔

پوری تجوید منزل من اللہ ہے

پھر تجوید کی یہ کیفیات بھی نازل شدہ ہیں کسی کی خود تصنیف کردہ نہیں ہیں۔ سورۃ قیامۃ میں حضور ﷺ کو ارشاد ہوا: ﴿ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴾[قیامۃ: ١٨] ''پھر جب ہم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام پڑھیں تو آپ ﷺ اس پڑھنے کی پیروی کیجیے'' حضور ﷺ کو حکم تھا کہ جبرئیل علیہ السلام کی طرح پڑھیں۔ آپ ﷺ نے اسی طرح پڑھا، اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے تابعین رحمہم اللہ کو اور پھر اس طرح آگے صحیح سند کے ساتھ آج تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔

اور ﴿ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ﴾ [البقرہ: ١٢١] ''اللہ کی کتاب کو ایسے تلاوت کرتے ہیں جیسے اس کا حق ہے۔'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسے پڑھیں جیسے کہ نازل کیا گیا ہے۔ [تفسیر ابن جریر: ۵/۱۷۰]

علامہ علی قاری نے المنح فکریہ صفحہ ۲۹ میں ابن خزیمہ کی صحیح سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایسے ہی پڑھا جائے جیسے وہ نازل ہوا ہے۔

لہٰذا تمام حروف وحرکات اور اَلفاظ کے طور طریق (اَلفاظ کے پڑھنے کا لہجہ واَنداز) اپنی سندوں (پڑھنے والے سے لے کر حضور ﷺ تک مستقل سلسلہ سند کے ساتھ کس نے کس سے سیکھا ہے) سے حضور ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام سے ثابت اور نازل شدہ ہیں۔ جس طرح اَلفاظ ومعانی کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے ان کو پہنچانا بھی اور خود ان پر عمل کرنا بھی واجب ہے ان کو دوسری چیزوں پر قیاس کرکے محض مستحب نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے ان کے لیے اجتماع وجلسہ کرنا ایسے ہی درست ہے جیسے تبلیغ اَحکام کے لیے درست ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءت قرآن عملی تبلیغ ہے

بلکہ قراءت قرآن کی تبلیغ علمی سے زیادہ عملی کی ضرورت ہے، کیونکہ ان کا تعلق عمل سے ہی زیادہ ہے۔ علمی تبلیغ تو کتابیں پڑھانے سے اور عملی تبلیغ مشق کرانے اور کر کے دکھانے سے ہوتی ہے اور پھر تمام مسلمانوں کو شوق دلانا الگ ہے۔ حضور ﷺ نے بھی فرمائش کر کے قراءت سنی ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابوداؤد و سنن ترمذی کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''تم مجھ کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں سناؤں، حالانکہ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں'' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت سننے کا قصہ بھی اوپر پیش ہو چکا ہے۔[جمع الفوائد:۲/۱۴۳]

حضور ﷺ کا لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنانا

آپ ﷺ نے خود بھی لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنایا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر مسلم و ترمذی کی حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب جمع ہو جاؤ میں تم کو ایک تہائی ۱/۳ قرآن مجید سناؤں گا۔ جو جمع ہونے تھے ہو گئے''

حضور ﷺ تشریف لائے، سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمائی اور اندر تشریف لے گئے۔ ایک صحابی نے دوسرے سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی آسمانی حکم آیا ہے اس لیے پھر اندر داخل ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم کو ایک تہائی قرآن مجید سناؤں گا تو سن لو یہ سورۃ ایک تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔)

لہٰذا ایسے اجتماعات کو غیر اہم قرار دینا اور یہ کہنا کہ غیر اہم کو اہم بنانا مکروہ و ممنوع ہے، صحیح بات نہ ہوگی۔ یہ بھی اَدائے واجب کے لیے اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تبلیغی اِجلاسوں میں سے ایک اجلاس ہے۔

مقرر کرنا

قوتِ عمل سے محروم قومیں جذبۂ دینی کی تسکین کے لیے مذہب کے نام پر ایسے مظاہرے کیا کرتی ہیں اور ان مظاہر کو عمل کا نام دے کر ان کی غلام بن کر رہ جاتی ہیں۔ قرآن اس لیے نازل ہوا تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو مشعل راہ بنایا جائے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔ قوالیوں، میلادوں اور دیگر شرک و بدعات کی رسوم کی طرح مجلس قراءات کو بھی دینی شعار بنالیا ہے۔

محافل قراءات کو کھوکھلے مظاہرے کہنا غلط ہے

تعجب ہے کہ ایسے لفظ ان لوگوں کے قلم سے نکلتے ہیں جو کچھ نہ کچھ دینی رجحان بھی رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ انہیں قطعاً خیال نہیں ہوتا کہ وہ بے اصل، بے بنیاد اور مخالف اِسلام باتوں کو منہ سے نکال رہے ہیں۔ جبکہ ان مجالس میں قراءت کرنے والے قراء الفاظ و حروف و حرکات قراءات اور ان کی صحت و عمدگی کو سناتے ہیں جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیے قرآن وحدیث میں حکم موجود ہے، ترغیب وتحریص (رغبت دلانے اور ابھارنے کا حکم ہے) موجود ہے۔

معلوم نہیں ایسا کہتے یا لکھتے وقت ان کے دماغ پر کیا خیال مسلط ہو جاتا ہے۔ کھو کھلے مظاہرات ایک ایسی چیز کو کہا جارہا ہے جس کو حضور ﷺ یوں فرماتے ہیں: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ» . [صحيح البخاري: ٧٥٢٧]

''وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے۔''

یہ عجیب منطق ہے کہ الفاظ، حروف اور حرکات جو قرآن مجید کا جزء ہیں اور پھر ان سب کا صحیح صحیح اپنے مخارج وصفات اور قواعد عربیت وطریقہ نبویہ کے موافق ہونا ہی نازل شدہ ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

اور عقلاً بھی نازل شدہ ہونا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ حروف وحرکات اپنی صفات (حروف کی اُدائیگی کی کیفیت یعنی اس کا موٹا اور باریک ہونا اس میں آواز کا جاری رہنا یا بند ہونا وغیرہ) سے خالی ہو کر نازل ہو ہی نہیں سکتے لامحالہ مع صفات نازل ہوئے ہیں۔ تو اس نازل شدہ طریقہ کے موافق ادا کرنے کو کھو کھلے مظاہرات قرار دیا جارہا ہے۔ حالانکہ جیسے قرآن کے مضامین کی حفاظت فرض ہے اسی طرح دوسرے اَجزاء مثلاً الفاظ، حروف، حرکات اور کیفیات کی حفاظت بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن کے شمع ہدایت ہونے اور سنوار کر پڑھنے میں کوئی تعارض نہیں

رہی یہ بات کہ قرآن مجید بنی نوع اِنسان کے لیے شمع ہدایت ہے جبکہ ہم نے اسے زندگی سے خارج کر رکھا ہے۔ تو بے شک اس کا اہتمام ہونا چاہیے اور ہر ممکن حد تک کوشش کی جانی چاہیے کہ ہماری کل زندگی اَحکام الٰہی کے مطابق گزرے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا یا اس کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ اور جذبہ وشوق پیدا کرنا آخر اس میں رکاوٹ کب پیدا کرتا ہے؟ تجوید سے پڑھنے میں عمل کی بندش کب پیدا ہوتی ہے؟

اور اگر یہ خیال ہو کہ جب عمل نہیں ہو رہا تو تجوید سے تلاوت بھی نہ ہو۔ تو یہ ایک بے جا بات ہوگی۔ ایک جرم کے اِرتکاب میں دوسرے جرم کا اِرتکاب قرین عقل نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ اَحکامات قرآن کو بجا لایا جائے اور اس کی ادائیگی کے تمام طور طریقوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

اور اگر پھر بھی ان اعتراضات کو دہرایا جائے تو یہ ایک طرح سے ان احادیث پر بھی (یعنی حضور ﷺ تو تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیں اور ہم اس سے روکیں) اعتراض بن جائے گا جن میں اس کی اہمیت اور ترغیب بلکہ حکم وارد ہے۔ اس لیے ذرا سوچ سمجھ کر یہ بات کہنی چاہیے۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن شمع ہدایت ہے اور اس کا اتباع برابر فرض ہے۔ الفاظ، حروف اور حرکات کی درستی اس کی اُہمیت کو کم نہیں کرے گی بلکہ اس شمع ہدایت پر مزید چار چاند لگائے گی۔

اِعتراض نمبر ۸

وزیر خزانہ نے مشورہ دیا ہے کہ آرٹ کونسلیں حُسن قراءت کو اپنانا شروع کریں۔ اگر ایسا ہوا تو یہ قرآن مجید پر ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور ظلم ہوگا اور یہ مجالس اس کا ذریعہ بنیں گی۔

مجلس قراءت کو لہو ولعب کا سبب قرار دینا درست نہیں

اگر وزیر خزانہ صاحب کا مقصود یہ ہو کہ تصویر کشی کے حرام فعل سے لوگ باز آ جائیں اور صرف قرآن پر توجہ دیں تو اس میں ظلم کیوں کر ہے؟ ہاں قرآن مجید کو بطور لہو ولعب استعمال کرنا گناہ ہے اور اس کی بے حرمتی ہے۔ ہر عبادت کو لہو ولعب بنانا اس کی بے حرمتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ بن جاتا ہے۔ مگر اس وجہ سے، کہ کوئی کوئی ایسا ہی کر سکتا ہے، تمام عبادتوں کو بیک قلم منسوخ کر دینا کوئی صحیح بات نہیں بن سکتی۔

خود قرآن مجید نے اپنے بارے میں کہا ہے ﴿ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ﴾ [البقرہ:۲۶]

''بہت کو اس کے ذریعہ گمراہ کیا جاتا ہے اور بہت کو ہدایت دی جاتی ہے۔''

تو کیا اس لیے کہ بعض لوگ قرآن مجید کا انکار اور ہنسی مذاق کر کر کے کافر و گمراہ ہو جاتے ہیں، نفس قرآن مجید کو ہی بند کر کے رکھ دیا جائے۔

یہ فعل تو ان لوگوں کا ہے، اس کے مجرم وہ ہوں گے اور کھیل بنانے کا گناہ ان کو ہوگا۔ کیا قرآن مجید کو بہترین آواز اور لہجے میں پڑھنے والا ان کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ قرآن مجید کو کھیل بنا لیں۔

اعتراض نمبر ۹

① چراغاں ② گیٹ ③ جھنڈیاں ④ اسٹیج ⑤ صدر

⑥ تالیاں ⑦ اچھل کود، قہقہوں سے داد ⑧ کسی کے آنے جانے پر نعرے۔

یہ سب طور طریقے کافرانہ ہیں۔ اور تلاوت قرآن کو کافرانہ طور طریقوں سے آلودہ کرنا قرآن مجید کی توہین ہے۔ اس کے علاوہ اسراف کا گناہ الگ ہے۔

محافل قراءات میں قدر ضرورت روشنی کی اجازت

یہ اعتراض آٹھ باتوں پر مشتمل ہے۔ مگر ان میں سے بعض کے درجے صحیح نہیں۔ اس لیے ہر ایک کی الگ الگ وضاحت پیش کرتے ہیں۔

① روشنی اس قدر ہو کہ آنے جانے اور بیٹھنے اُٹھنے والوں کو سہولت ہو اور ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ اس قدر تو ضرورت کے تحت ہے اور اس کو اسراف بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مجمع کی کمی بیشی کے مطابق ہو سکتی ہے۔ ہاں جو ضرورت یا سہولت سے زائد ہو وہ ضرور اسراف میں داخل ہے اس سے منتظمین کو روکنا چاہیے۔ لیکن منتظمین کی اس حرکت سے مجلس کے حاضرین پر کوئی گناہ ہو، یا قرآن مجید پڑھنے سننے کا ثواب نہ ہو اور صرف اس کو بنیاد بنا کر محافل قراءات سے محرومی اختیار کی جائے یہ بات قرین عقل نہیں ہے۔

محفل قراءت کے لیے گیٹ بنانا، جھنڈیاں لگانا اسراف ہے

② اس کی ضرورت کوئی نہیں ہوتی یہ محض رسم اور اسراف ہے۔

③ جھنڈیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے ہم شان پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ تاویل غلط ہے 550

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہر بات کی شان اس کے درجہ کے مطابق ہوتی ہے، دینی کاموں کی شان دینی طریقوں سے ہوسکتی ہے۔

ان کافرانہ طور طریق سے ان کی شان نہیں بڑھتی بلکہ اور گھٹتی ہے جیسے مرد کو عورت کا لباس و زیور پہنانے سے اس کی شان بڑھتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ تمام دینی و اسلامی جلسے اور اجتماعات کا یہی حال ہے۔ (اس لیے اس قسم کی محافل میں ان کاموں سے احتراز کرنا چاہئے۔)

قراء کے لیے اسٹیج کی حقیقت

⑭ اس کی مروّجہ صورت بھی رسم کافرانہ نہیں تو فاسقانہ ضرور ہے۔ ہاں یہ شکل کہ قاری صاحبان یا مقررین ایسی اونچی جگہ پر ہوں کہ جہاں سے لوگ ان کو دیکھ سکیں تسکین کا سبب ہے۔ گزشتہ زمانوں میں تو آواز پہنچانے کے لیے اونچائی کی ضرورت ہوتی تھی مگر اب لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے یہ ضرورت نہیں رہی۔ صرف دیکھنے کی تسکین کے لیے حاجت ہے جو قدرے اونچا ہونے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ اس سے زائد اہتمام کرنا اسراف سے خارج نہیں ہوسکتا۔

صدر مجلس کی حقیقت

⑮ یہ بھی صرف ایک رسم کے طور پر رہ گیا ہے۔ اس کی شرعی اصل صرف اس قدر ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم لوگ سفر میں ہو تو ایک شخص کو امیر مقرر کرلیا کرو اس سے انتظام قائم ہوگا۔ امیر مقرر کرلینے کے بعد جب تک وہ امیر ہے یا جب تک سفر باقی ہے اس کی اطاعت واجب ہوگی۔

شاید لوگوں نے اس پر قیاس کرکے جلسہ کے انتظامات کے لیے ایک شخص کو امیر مقرر کیا ہے۔ مگر اس کی اطاعت کرنا ضروری تھا۔ اب صرف ضابطہ میں نام ہوجاتا ہے اطاعت کوئی نہیں کرتا۔ ایک رسم باقی رہ گئی ہے۔ اور ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر یا حلقہ و ادارہ میں منتظم ہے وہی امیر ہے کسی دوسرے کو اس کے یہاں حکم چلانے کا حق نہیں ہوتا بلکہ ان کو اس کے تابع رہنا ضروری ہے، جیسا کہ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو دعوت دے کر بلایا ہے ان کو اپنے حکم کے ماتحت قرار دینے کے بجائے ان کے اعزاز کے لیے خود انہی میں سے ایک کو منتخب کرکے عارضی منتظم قرار دیا جاتا ہے۔

خواہ وہ منتظم صاحب البیت، (گھر والا) صاحب ادارہ منتخب کردے یا سب سے انتخاب کرالے، لفظوں کے ساتھ یا ایک کے لفظ اور دوسرے کے سکوت کے ساتھ جیسے عام عرف ہے۔ مگر اب لوگوں نے اس کو اس کے درجہ سے نکال کر صرف رسم بنالیا ہے، اس لیے یہ اس وقت تک قابل ترک ہے جب تک امیر بنانے کی صورت پر عمل نہ ہونے لگے۔

مجلس قراءت میں تالی بجانا منع ہے

⑯ یہ سراسر کافرانہ روش اور قابل ترک ہے، بلکہ مذاق کی سی صورت بن جاتی ہے۔

مجلس قراءت میں اچھل کود کرنے کی ممانعت

⑰ اظہار مسرّت و شکر کے لیے کسی بات کا عمل، گو صحیح ہو مگر کھیل کود کے کاموں کی طرح ہو، اس کا اظہار قرآن مجید کی شان کے خلاف اور ہنسی مذاق اور کھیل بنانے کے مترادف ہے۔ ایسی باتوں کی روک تھام از حد ضروری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حسنِ قراءت پر داد دینے کا عمدہ طریقہ

یہاں دو باتیں ہیں جن پر اظہارِ مسرت کیا جاسکتا ہے۔ ایک قرآن مجید کے الفاظ، تو ان کے لیے سبحان الله ، جل شأنه ، جل جلاله ، ایسے الفاظ کا استعمال درست ہوگا۔ جو کلام الٰہی کی عظمت اور خود خدا تعالیٰ کی عظمت ظاہر کریں یا ان کی تصدیق میں صدق الله و رسوله وغیرہ الفاظ ہوں۔

اور دوسرا پڑھنے والے کو داد دینے کے لیے جزاك الله ، مرحبا الفضل فوقك وغیرہ الفاظ کا استعمال کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ غرض کلام الٰہی کے اَدب اور شانِ ربانی کے لحاظ کے ساتھ جذبات کے اِظہار کا مضائقہ نہیں مگر کافرانہ وفاسقانہ یا لہو ولعب کی حرکتوں سے بچانا لازم ہے۔ لیکن چند لوگوں کی ایسی حرکت کی وجہ سے مجلس کو معیوب قرار دینا یا بند کرانا محض زیادتی ہے۔

قاری کی آمد پر نعرۂ تکبیر، الله أكبر ، کہنا جائز نہیں

⑦ یہ بات بھی روکنے کی مستحق ہے، کیونکہ ذکر اللہ و ذکر رسول ﷺ کو کسی اور کے لیے اِستعمال کرنا ذکر کی بے حرمتی ہے۔ فقہائے اَحناف نے لکھا ہے کہ اگر چوکیدار اپنے بیدار رہنے کی دلیل میں لا إله إلا الله محمد رسول الله بلند آواز سے پڑھے گا تو یہ منع ہے۔ جو تاجر مال کی عمدگی ظاہر کرنے کے لیے اللهم صلى على محمد پڑھے گا تو یہ بھی منع ہے۔ لہٰذا اسی طرح کسی کے آنے جانے پر اللہ و رسول ﷺ کے نام کے نعرے ان کی بے حرمتی کی وجہ سے ممنوع ہوں گے۔ اس کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔

اِعتراض نمبر ۱۰

قرآن مجید کی تلاوت پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام کام ہیں۔ اس کی دعوت دینا بھی گناہ ہے اور جو لوگ کچھ رقم دیتے ہیں وہ جائز کام کے لیے دیتے ہیں اس کو اس میں صرف کرنا یا مندرجہ نمبر ۹ میں صرف کرنا، اور اگر وہ اس کام کے لیے دیں تو گناہ ہے۔ یہ مجلس اس سب پر مشتمل ہوتی ہے۔

محفل قراءت میں تلاوت پر اُجرت حرام ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے احناف کے ہاں ہر عبادت کی اُجرت حرام ہے۔ مگر متاخرین میں سے بعض علماء نے دیگر اماموں کے مذہب پر فتویٰ دے کر صرف اِمامت، اَذان، تعلیم قرآن و دینیات اور ملازمت وعظ پر اُجرت کی اِجازت دی ہے، نفس تلاوت اس میں داخل نہیں۔ اس لیے ہر کسی تلاوت پر اجرت لینا، دینا دونوں حرام ہیں۔

قاری کے لیے کرایہ آمدورفت لینا جائز ہے

لیکن دینی مصلحت کے تحت جب کسی کو دور سے بلایا جائے تو آمدورفت اور خورد ونوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں اور وہ ناجائز بھی نہیں ہے۔ اور یہ بھی صحیح کہ ناجائز میں دینے والے کی اِجازت سے بھی خرچ کرنا جائز نہیں اور اِجازت کے بغیر تو جائز میں بھی نہیں اس لیے ان سب باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ لیکن ان کوتاہیوں کے مجرم منتظمین ہیں اور انہی پر گناہ ہے، سامعین پر اس کا اثر نہیں ہوسکتا۔ پھر ہر مجلس میں ان خرابیوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ منتظمین کو فہمائش (سمجھانے) کرنے کی ضرورت ہے مگر اس وجہ سے مجالس کو بند کردینا درست نہیں ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اُمید ہے کہ اَب سب باتوں پر خلوص کے ساتھ غور کیا جائے گا تا کہ برائیوں کی اِصلاح ہو اور بھلائیوں کی ترغیب ہو۔ واللہ اعلم۔

صدق اللہ العظیم بعد از تلاوت مستحب ہے

سوال: تلاوت قرآن کریم کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا جائز ہے یا ناجائز؟ (سائل محمد سعادت اللہ کراچی)

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... حامدا و مصلیا و مسلما

اَسکولوں اور کالجوں میں اِسلامی تعلیمات کا معاملہ صفر (نہ ہونے کے برابر) ہے اور دن رات اِسلام اور اہل اسلام پر غلط سلط اِعتراضات کئے جاتے ہیں اور انگریزوں کا جعلی اسلام ذہنوں میں جمایا جاتا ہے۔ اِسلام اور سچے پکے مسلمانوں سے نفرت پیدا کر کے مسلمانوں کے دماغ دین سے کھوکھلے کیے جا رہے ہیں۔ برس ہا برس سے یہ سازش چل رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ اَب گو نصاریٰ (عیسائی یعنی انگریزوں کی حکومت نہیں رہی) کا تسلط نہیں رہا مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگئی ہے جن کا نام مسلمانوں کا سا ہے مگر عیسائیت ان کے دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔ کسی غلط فہمی کی وجہ سے اسلام میں اگر ذرا سی بات بھی قابل اعتراض معلوم ہو جائے تو پورے اِسلام پر دشنام طرازی کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے۔ انگریز چلے گئے مگر اپنے ایجنٹ ایسے بنا کر چھوڑ گئے کہ جو کام وہ نہ کر سکتے تھے اور ان سے نہ ہو سکے وہ ان ایجنٹوں کے ہاتھوں ہو رہے ہیں۔

جتنے فرقے پارٹیاں آپ دیکھ رہے ہیں سب اسی کے پھل پھول ہیں چونکہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اسلام سے بالکل بے خبر بلکہ متنفر ہیں لہٰذا لوگ ان کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں بلکہ اب تو یہ ہوگیا ہے کہ اگر کوئی اعتراضات کرنے لگتا ہے تو اسے کوئی نہیں پوچھتا، بلکہ وہ اسلام کے خلاف بکواس کر کے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ خالفوا تعرفوا 'مخالفت کرو مشہور ہو جاؤ گے' محاورہ پر بھرپور عمل ہے اور مخالفت بھی اس کی جس کے پیروکار بہت ہوں اور سب چلا اٹھیں۔ اسی گر سے اہل باطل کام لے رہے ہیں اور روز ایک نیا فرقہ وجود میں آتا ہے۔

ابھی حال ہی میں کوئی عبدالروف صاحب جو کراچی یونیورسٹی کے لیکچرار ہیں، انہوں نے بھی ذرا سی غلط سلط عربی سیکھ کر اَسکول کالج کے دینی اعتبار سے صفر لوگوں میں یہ شوشہ چھوڑا کہ علماء دین اور قاری صاحبان جو تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم پڑھتے ہیں، یہ بدعت ہے۔ اور بدعت کہتے ہوئے کسی عالم کی پوری تقریر جھاڑ دی اور ان سب کو مجرم بلکہ بدعتی و مشرک و اسلام سے خارج کہہ ڈالا اور ایک کتابچہ داغ دیا۔ کسی صاحب نے وہ کتابچہ دفتر 'الاشرف' میں بھیج دیا، ہم اس کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں۔

کتابچہ کے صفحہ نمبر ۹ پر مذکور ہے کہ انہوں (موصوف عبدالروف صاحب) نے تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم نہ کہا تو ان کے ایک شاگرد نے اِعتراض کیا کہ آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ہے یعنی صدق اللہ العظیم نہیں کہا۔ اس پر بہت غصہ آیا کہ بہت سے نادان اسے قرآن کریم کی آیت سمجھنے لگے ہیں لہٰذا اس کا رد کر دیا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان صاحب کو بدعت کی حقیقت معلوم نہیں ہے یا اسے سمجھے نہیں۔ حضور ﷺ نے بدعت کی جو تعریف فرمائی ہے وہ صفحہ ۲ پر درج کر دی گئی ہے:

''جس نے ہمارے اس کام یعنی دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے یعنی اس کا ثبوت قرآن مجید و حدیث میں نہیں ہے تو وہ عمل بھی عنداللہ مقبول نہیں ہے اور اس کا کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

① حدیث کے لفظ أحدث کا ترجمہ نکالنا نہیں بلکہ پیدا کرنا ہے۔ نکالی ہوئی کا مطلب تو اندر سے پوشیدہ چیز نکالنا ہے وہ تو بدعت نہیں ہوسکتی آگے کا لفظ ما لیس منه کا ترجمہ 'جو اس میں سے نہیں ہے'، اس پر صادق نہیں آتا ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ غلط ہے، جو اس سے ماخوذ ہے وہ تو اس کے اَندر ہے وہ بدعت کیسے ہوسکتا ہے۔

① ذرا ذہن کو صاف کرکے سنئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيلًا ﴾ [سورۃ نساء:۱۲۲] یعنی ''قول میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے۔''

② اور اِرشاد ہے: ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا ﴾ [سورۃ نساء:۸۷] ''اور بات میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے؟'' دونوں آیتوں میں استفہام اِنکاری ہے۔ یعنی کوئی سچا نہیں آپ ہی سچے ہیں اب اللہ تعالیٰ کے قول کے بعد یہ کہنا صدق الله العظیم یعنی عظمت والا اللہ ہی سچا ہے کیا یہ ان دونوں آیتوں کی تصدیق نہیں ہے؟ اب تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ تعالیٰ کی بات کو سچا بتلا رہا ہے تو یہ شرک و بدعت ہے یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے؟ اب یہ فرمائیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو شرک و بدعت کہتا ہے وہ خود کیسا ہے؟

③ اَمر کا ترجمہ ہر کام نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو فرض و واجب ہو، کیونکہ اَمر تو حکم کو کہتے ہیں اور اَمر فرض یا واجب ہے لہٰذا جو چیز دین نہ ہو اسے دین بنائیں یا جو چیز فرض و واجب نہیں اسے فرض و واجب بنائیں تو اس پر حکم ہے کہ 'فهو رد' یعنی ''وہ مردود ہے'' لہٰذا جو غیر کام فرض واجب سمجھ کر نہ کیا گیا وہ بدعت نہیں ہوگا جیسے تمام مستحبات اور تمام جائز کام اور تمام نوافل و اَذکار وغیرہ جو دین ہیں، جب تک ان کو فرض و واجب نہیں کہے گا اسے بدعت کہنا درست نہیں ہوگا جیسے عمدہ عمدہ کپڑے، مکان، ہوائی جہاز، ریل وغیرہ اور بڑی بڑی مساجد یہ سب کام دین کے لیے تو ہیں مگر فرض و واجب نہیں۔ اس لیے یہ کام بدعت نہیں کہلائے جاسکیں گے۔

④ ما لیس منه یعنی جو دین نہ ہو اور جو کام اس سے ماخوذ ہوگا وہ بدعت نہیں ہوسکتا جیسے مذاہب اَربعہ کے فقہی مسائل۔

⑤ پھر بدعت کو شرک کہنا بالکل ناواقفی کی دلیل ہے۔ شرک تو عبادت میں یا حق تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ یا اَزل تا اَبد میں شریک کرنے کو کہا جاتا ہے۔ بدعت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت نہیں ہوتی۔ مصنف صاحب چونکہ دینی علوم سے ناواقف ہیں صرف عصری علوم دل و دماغ پر پیوستہ ہیں اس لیے وہ مسئلے کو سمجھ نہیں پائے۔ واللہ اعلم

'صدق الله العظیم' پڑھنے کے دلائل

تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد جو قراء عام طور پر 'صدق الله العظیم' پڑھتے ہیں اس کو ایک صاحب نے بدعت قرار دیا تھا۔ جس کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مضمون لکھا تھا کہ اس کو بدعت کہنا درست نہیں جو سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کوئی خط لکھا جس کا ذکر حضرت رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے، اس کا مفصل جواب لکھنے کا اِرادہ کیا تھا لیکن پھر ترک کردیا کہ ماننے کے لیے چند دلائل کا سن لینا ہی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ چنانچہ بعد اَز قراءت 'صدق الله العظیم' کہنے کے چند دلائل حضرت رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

دلیل ۱: امام غزالی رحمہ اللہ جن کو سب مسلمان انتہائی معتبر مانتے ہیں، آدابِ تلاوت میں رقم طراز ہیں:

"لیقل عند فراغه من القرأة صدق الله تعالیٰ وبلغ رسول الله ﷺ"

''قراءت سے فارغ ہونے پر کہے، سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسول ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دلیل ۲: اس کی شرح اتحاف السادۃ میں ہے:

"ولیقل عند فراغه من کل سورة صدق الله العظیم و بلّغ رسوله الکریم و نحن علی ذلك من الشاهدین، أو یقول صدق الله تعالیٰ و بلّغ رسوله ﷺ." [اتحاف السادۃ:۴/۴۹۱]

"اور قاری ہر سورت سے فارغ ہونے پر کہے: صدق الله العظیم ویلغ رسول الکریم...... الخ ، اللہ برتر نے سچ فرمایا، ان کے رسول کریم ﷺ نے پہنچایا اور ہم اس پر گواہوں میں سے ہیں یا یہ کہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور ان کے رسول ﷺ نے پہنچایا"

حدیثوں میں اور بھی الفاظ آئے ہیں جو ان آیات کے موافق ہیں یہ بہت حدیثوں میں ہے۔

دلیل ۳: کنز العمال میں ہے، از ابوداؤد و ترمذی: "من قرأ منکم ﴿وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ﴾ فانتهی إلی آخرها ﴿أَلَيۡسَ اللّٰهُ بِأَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ﴾ فلیقل: بلی! وأنا علی ذلك من الشاهدین." [کنز العمال:۱/۶۰۸]

"تم میں سے جو سورۃ والتین والزیتون پڑھے اور آخر میں ألیس الله باحکم الحاکمین تک پہنچے تو ضرور کہے: اور میں اس پر گواہوں میں ہوں۔"

اِسی طرح حدیثوں میں بہت سورتوں کے بعد ایسے جملے آئے ہیں۔ اگر کوئی دینی علوم سے نابلد ان جملوں کو قرآن سمجھ بیٹھے تو یہ بدعت کیوں ہوگا۔ قصور اس کا ہے نہ کہ پڑھنے والے کا۔

دلیل ۴: سورۃ آل عمران میں ہے: ﴿قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ إِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا﴾ [آل عمران:۹۵]

"آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تم ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو۔" اس آیت میں حضور ﷺ کو اور سب کو صدق اللہ کہنے کا حکم ہے۔

دلیل ۵: سورۃ اَحزاب میں اِرشاد ہے: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ﴾ [الأحزاب:۲۲] "یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ، رسول ﷺ نے سچ فرمایا" اس آیت میں تو اللہ و رسول ﷺ دونوں کے صادق ہونے کا اِقرار ہے۔

دلیل ۶: سورۃ یٰسین میں ہے: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَ صَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴾ [یس:۵۲]

"یہ ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور رسول کریم ﷺ نے تصدیق کی۔"

دلیل ۷: سورہ نساء میں ہے: ﴿وَمَنۡ أَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا﴾ [النساء:۸۷]

"اور کون زیادہ سچا ہے بات میں اللہ تعالیٰ سے۔"

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ کون سچا ہے؟ اگر ہے تو لاؤ، بتاؤ۔ اس کے جواب میں مسلمانوں کو یہ کہنا چاہئے کہ: 'صدق الله العظیم' اگر نہ کہا جائے تو شبہ رہے گا کہ یہ باوجود تنبیہ کے نہ کہنا اِنکار تو نہیں۔ یعنی صدق الله نہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کے صادق ہونے کا انکار تو نہیں کہ باوجود تنبیہ کے نہیں کہتا۔ اس لیے کہنا ہی بہتر ہے۔

دلیل ۸: سورۃ الحشر میں ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا﴾ [الحشر:۷]

"جو تم کو رسول ﷺ دیں، لے لو اور جس سے منع کریں رُک جاؤ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا حکم ہے اس کا کرنا لازم ہے اور جس کا منع فرمایا ہے اس سے رُکنا لازم ہے اور جس میں دونوں باتیں نہ ہوں، نہ حکم نہ منع، وہ جائز ہے۔ لہٰذا 'صدق الله العظیم' کہنا جائز ہے، کیونکہ نہ اس کا حکم ہے کہ یہ فرض، یا واجب ہو، نہ منع ہے کہ حرام یا مکروہ ہو اور نہ ہی بدعت، کہ یہ تو تصدیق رب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر فتحی العبیدی
مترجم: قاری محمد صفدر☆

جمع قراءات کا مفہوم، ارتقاء اور شرعی حیثیت

قرآن مجید کے منزل من اللہ سات حروف چونکہ قرآن مجید ہی کا حصہ ہیں چنانچہ ان کی تلاوت نماز میں ہو یا غیر نماز میں، انفرادی سطح پر ہو یا کسی اجتماعی محفل میں، ایک قراءت کے ساتھ ہو یا مختلف قراءات کو جمع کر کے (بغیر خلط کے)، سلف صالحین سے کوئی باقاعدہ عمل ثابت ہو یا نہیں یہ تمام اُمور اُصولی طور پر جائز اور مباح ہیں۔ مثلاً خیر القرون میں محافل قراءات کا انعقاد اجتماعی سطح پر بالعموم نہیں ہوتا تھا یا کسی ایک مجلس میں مختلف قراءات اکٹھا کر کے پڑھنے کا رواج موجود نہیں تھا، لیکن یہ چیزیں عمومی اعتبار سے حفاظتِ قرآن اور قرآن وعلوم قرآن کی آگے منتقلی میں معاون ثابت ہوتی ہیں اور کتاب وسنت یا خیر القرون سے اس کا کوئی تعارض بھی نہیں، چنانچہ علمائے اُصول اس قسم کے معاملات کو 'مصالح مرسلۃ' کے نام سے محمود شمار کرتے ہیں اس ضمن میں 'جمع قرآن صدیقی وعثمانی' کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک مجلس میں متعدد قراءات کو لوگوں کی تعلیم کیلئے اکٹھا کر کے پڑھنا ایک ایسی مفید مصلحت ہے جس کے ثمرات آج عوامی سطح پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ عوام الناس کا علم القراءات کو سیکھنے کا شوق پیدا ہونا بنیادی طور پر انہی محافل قراءات کی برکات سے تعلق رکھتا ہے۔

ان تمام اُمور کے باوجود اگر محافلِ قراءات اور ان میں پیش کی جانیوالی تلاوتوں میں ریاکاری یا کوئی غیر شرعی امر مدنظر ہو تو وہ بہرحال معیوب ہے۔ زیر نظر مضمون ڈاکٹر فتحی العبیدی ﷾ کے پی ایچ ڈی کے مقالہ جمع القراءات المتواترۃ کی ایک فصل کا انتخاب ہے، جس میں انہوں نے کسی محفل میں متعدد قراءات کو اکٹھا پڑھنے کے مسئلے پر تحقیقی بحث کی ہے۔ شائقین کو اس علمی کاوش کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ [ادارہ]

جمع القراءات یا الجمع بالقراءات یا الجمع بین القراءات یہ دو اَجزاء پر مشتمل مرکب ہے۔ اِصطلاحی تعریف سے پہلے ہر دو جز کی لغوی تعریف درج ذیل ہے:

قرآن کا لغوی معنی

لفظِ قراءۃ، مصدرِ سماعی ہے اِس کے کئی معانی ہیں۔

① اِبلاغ (کوئی بات پہنچانا)، کہا جاتا ہے: "قرأ فلان علیك السلام یقرأہ"، ''فلاں تمہیں سلام کہہ رہا تھا''

② لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا یا تلاوت کرنا اور تلفظ کرنا یا مطالعہ کرنا۔

عرب کہتے ہیں۔ قرأ الکتاب یقرأہ قراءۃ کہ فلاں نے کتاب میں لکھی ہوئی چیز کو پڑھا۔

☆ سابق متعلّم کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و مدرّس کلیۃ القرآن، جامعہ محمدیہ، لوکوورکشاپ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءۃ کا اِصطلاحی معنی

۔۔: پیش کرنا، ظاہر کرنا۔

① یہ معنی عام ہے، برابر ہے نماز میں یا غیر نماز میں قرآن کا کوئی حصہ یا مکمل قرآن پڑھنا۔

② کسی کلمہ قرآنی کی خاص قراءت یا معین وجہ۔ مثلاً ملك میں اِمام عاصم کی قراءت بالالف۔

③ سارے قرآن کی قراءۃ مثلاً قراءۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

④ قرآن مجید کا کوئی اَیسا کلمہ جس کو نقل کرنے میں کسی اِمام کے تمام راوی اور طریق متفق ہوں۔

۔۔: قراءت کی فنی تعریف

اِمام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"القراء ۃ علم بکیفیۃ أداء کلمات القرآن واختلافھا بعز والناقلة."

"علم قراءت وہ علم ہے جس میں قرآنی کلمات کی کیفیت اَداء کے بارہ میں اِس طرح بحث کی جاتی ہے کہ اِس کی نسبت ناقل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف کی گئی ہے۔"

جمع کا لغوی معنی

لفظ جمع، جمع یجمع 'ضرب' سے مصدر ہے اِس کے لغوی معانی مندرجہ ذیل ہیں:

① جمع کرنا، ملانا۔ 'التألیف، الضم'

کہا جاتا ہے۔ جمع المتفرق 'فلاں نے مختلف اَجزاء کو جمع کیا' اور ملانا بھی اَیسے ہی ہے کہ اِس میں بعض چیزوں کو ایک دوسرے سے قریب کردیا جاتا ہے۔ اِس معنی میں لفظ 'جمع' قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ فرمان اِلٰہی ہے: ﴿فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا﴾ [الکہف:۹۹]

نیز فرمایا: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ﴾ [التغابن:۹] اِس آیت میں یوم جمع سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ قیامت کے دن مخلوقات کو اِکٹھا کیا جائے گا۔

② لوگوں کی ایک جماعت

اِس معنی میں بھی یہ لفظ قرآن میں اِستعمال ہوا ہے ﴿وَمَآ أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ﴾ [آل عمران:۱۶۶]

نیز فرمایا: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ﴾ [القمر:۴۵]

③ کپڑے پہننا

کہا جاتا ہے جمع علیه ثیابه 'اس نے کپڑے پہنے' یہ لفظ اِس معنی میں ایک لمبی حدیث میں ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جمعت علی الثیاب 'میں نے کپڑے پہنے'

④ اِسم مزدلفہ

مزدلفہ کو جمع اِس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں حجاج کرام جمع ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین پر اُتارے جانے کے بعد آدم وحواء علیہما السلام اسی جگہ پر جمع ہوئے تھے اور حدیث میں ہے۔

اِبن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بعث بي رسول الله ﷺ بسحر من جمع فی ثقل نبی الله ﷺ".

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''آپ ﷺ نے مجھے مزدلفہ کے دن سحری کے وقت اپنے سامان کے ساتھ روانہ کیا۔''

⑤ کھجوروں کی ایک قسم

مختلف قسم کی کھجوروں کا اِختلاط۔ جس میں اَیسی ردی قسم کی کھجوریں ہوں جو ناپسندیدہ ہوں۔ حدیث 'ربا' میں جمع اس معنی میں آیا ہے۔' آپ ﷺ نے خیبر سے وصولی کے لیے عامل بھیجا وہ عمدہ کھجوریں لائے آپ ﷺ نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں اَیسی ہیں، اُنہوں نے کہا نہیں ہم دو صاع دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں لیتے ہیں یا تین صاع ردی کھجوریں دے کر دو صاع عمدہ کھجوریں لیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَفْعَلْ بِعِ التَّمْرَ (یَعْنِي الرَّدِيءَ) بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا».

''اَیسا نہ کرو (ردّی) کھجوریں درہموں کے عوض بیچو پھر درہموں سے عمدہ کھجوریں خریدو۔''

⑥ لشکر کے معنی میں

حدیث میں لفظ جمع اِستعمال ہوا ہے۔ دو آدمیوں نے تیمّم کیا پھر اُنہیں پانی ملا ایک نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ دوسرے نے نہیں لوٹائی پھر آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے نماز نہ لوٹانے والے سے کہا۔ تو نے سنت کو پالیا اور تیری نماز تجھے کافی ہوئی اور دوسرے سے کہا:

«أَمَّا أَنْتَ فَلَكَ مِثْلُ سَهْمِ جَمْعٍ». [سنن النسائی: ۴۳۳، قال الشیخ الألبانی: صحیح]

''تیرے لیے تو لشکر کے حصہ کے برابر مالِ غنیمت ہے۔''

⑦ عزمِ مُصمّم

کہا جاتا ہے۔ جمع أمره ''وہ کام میں پختہ اِرادے سے لگ گیا''

⑧ رُشد (بلوغت)

مجازاً کہا جاتا ہے۔ جمعت الفتاة الشباب 'لڑکی بالغ ہوئی۔''

⑨ مجہول کھجور

کہا جاتا ہے: ''قد کثر الجمع في أرض بني فلان''

''فلاں کی زمین میں اَیسی کھجوریں ہیں جن کا نام معلوم نہیں''

⑩ جماع کرنا

کہا جاتا ہے۔ ما جمعت بامرأة قط ''میں نے کبھی جماع نہیں کیا۔''

⑪ سرخ گوند

یہ بعض درختوں پر پانی کی طرح بہنے والا رقیق مادہ ہوتا ہے جو بعد میں جم جاتا ہے۔

⑫ تھنوں میں روکے ہوئے دودھ والی بکری۔

جمع قراءات کی اِصطلاحی تعریف

متقدمین ومتاخرین اَہل اَداء نے جمع قراءات کی کوئی تعریف نہیں کی کیونکہ وہ جمع کے جملہ قواعد و مسائل کی بحث وتمحیص میں مشغول تھے اِسی وجہ سے متقدمین کی عموماً جمع کے بارہ میں تالیفات نہیں ملتیں کیونکہ وہ جمع کی تطبیق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(عملی) صورت میں مصروف تھے اور ان کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ تمام وجوہِ قراءات عملی شکل میں پڑھی جاسکیں اور ان میں پختگی پیدا کی جاسکے۔عصر حاضر کے بعض محققین نے قراء کے ہاں جمع قراءات کی تعریف کی ہے۔ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

① اُن کے نزدیک جمع یہ کہ ہے قاری قرآن مجید کا کچھ حصہ یا تمام قرآنِ سبعہ یا عشرہ متواترہ کی دو یا اس سے زائد رِوایات سے پڑھے۔

② اُن کے نزدیک جمع یہ ہے کہ کسی بھی آیتِ قرآنیہ کو مختلف اَجزاء میں تقسیم کرکے اس میں موجود اِختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح باربار پڑھنا کہ ہر وجہ دوسری وجہ سے مختلف ہو، جمع قراءات کہلاتا ہے۔

اَقوال کا خلاصہ رماحاصل

قاری ایک مجلس یا ختم میں اِس طرح پڑھے کہ قراءِ سبعہ یا عشرہ میں سے کسی ایک کے لیے دو یا زیادہ رِوایاتِ متواترہ کو علماء کے بیان کردہ جمع کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق محدود دائرے میں رہتے ہوئے قرآن کا کچھ حصہ یا سارا قرآن پڑھنا جمع کہلاتا ہے۔

جمع کے طریقے

علماءِ قراءات کے جمع کے متعین کردہ معروف طریقے تین ہیں:

① جمع وقفی ② جمع حرفی ③ جمع الجمع

طرق و رِوایات کو الگ الگ پڑھنا اِفراد یا مفرد کہلاتا ہے جبکہ کئی رِوایات اور قراءات یا ایک قراءات کو اکٹھا پڑھنا جمع کہلاتا ہے۔

طریقہ اَفراد

ہر اِمام کے ہر ہر راوی کے رِوایت کو الگ الگ علی الترتیب پڑھنا خواہ کسی وجہ میں رُواۃ کا اِتحاد ہی کیوں نہ ہو۔

طریقہ جمع

جمع قراءات میں شرعاً اِختیار ہے جس کو چاہیں مقدم و مؤخر کریں۔مگر قراء میں معمول یوں ہے کہ جس ترتیب سے قراءِ رواۃ، شاطبیہ میں مرتب ہیں اسی ترتیب سے پڑھنا۔اس کی مخالفت، فن کی ناواقفی، غلطی اور واجب اِستحسانی کا ترک سمجھا جاتا ہے۔

جمع قراءات کے تین طریقے مروّج ہیں:

① جمع وقفی

اِس کی کیفیت یہ ہے کہ سب سے پہلے قالون کی رِوایت پڑھنا شروع کریں اور کسی آیت یا علامت وقف پر وقف کرکے دیکھیں کہ ان کے ساتھ شروع سے آخر تک کوئی شریک ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شریک ہوتو اُسے بھی ساتھ ہی فراغت ہوگئی اَب باقی جتنے رہ گئے ہیں اُن میں سے جو ترتیب میں مقدم ہے اس کے لیے پھر وہیں سے شروع کریں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جہاں سے پہلے شروع کیا تھا اور وہیں وقف کریں جہاں پہلے وقف کیا تھا یہاں بھی دیکھیں کہ اوّل سے آخر تک کوئی شریک ہے یا نہیں؟ جو شریک ہوا اسے بھی فارغ سمجھیں۔ پھر باقی میں سے جو ترتیب میں مقدم ہو اُس کے لیے بھی وہیں سے پڑھیں۔غرض اِس طرح سب کے لیے پھر پڑھیں جو شریک ہوتا جائے۔ اُسے چھوڑتے جائیں یہاں تک کہ تمام قراء کا اِختلاف پورا ہوجائے۔ یہ اَہل شام کا مذہب ہے۔

محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ مذہب اِختلافات کے اِستحضار میں اَضبط واَوثق اور بلحاظ زمانہ اَطول ہے۔''

جمع وقفی اور قراءاتِ منفردہ میں فرق

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جمع وقفی میں جن حضرات کی قراءت بوجہ شرکت وموافقت پڑھی ہوئی قراءت میں مندرج ہوجائے گی اُن کے لیے دوبارہ نہیں پڑھا جائے گا جبکہ قراءاتِ منفردہ میں موافقت کے باوجود مندرج نہیں ہوتی۔

جمع حرفی

اِس کی کیفیت یہ ہے کہ قالون کے لیے پڑھنا شروع کریں اور جب لفظ مختلف فیہ پر پہنچیں تو جمیع قراء کے اِختلاف کو ترتیب وار پورا کرکے آگے پڑھیں اس طرح ہر لفظ مختلف فیہ پر پہنچ کر اُسی لفظ کو لوٹاتے رہیں یہاں تک کہ تمام قراء کا اِختلاف پورا ہوجائے اور ہر لفظ میں ترتیب کا لحاظ رکھیں (اور ہر لفظ مختلف فیہ میں سب سے پہلے اس قاری کی وجہ پڑھے جس کی وجہ اس سے پہلے لفظ میں سب کے اخیر میں پڑھی تھی تاکہ خلط پیدا نہ ہو) اور اگر کہیں اِختلاف دوکلموں سے متعلق ہو جسے خلف مرتب کہتے ہیں تو دونوں کلموں کو ملا کر اختلاف پورا کرنا واجب ہے مثلاً 'فتلقیٰ آدم' میں رفع ونصب دونوں ہیں لیکن یہ اِختلاف 'کلماتٍ' پر موقوف ہے۔ جو آدم کا رفع پڑھتے ہیں کلمات کا نصب پڑھتے ہیں اور اس کے برعکس۔ یہ اَہل مصر کا مذہب ہے۔

محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَدائے اِختلاف کلمات کے لیے یہ مذہب مضبوط تر اور بلحاظ اَخذ نہایت آسان وسہل اور مختصر ہے مگر اس میں رونق تلاوت اور حسن اَدا باقی نہیں رہتا۔''

جمع الجمع یا جمع مرکب یا جمع عطفی

اِس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قالون کے لیے صحیح جگہ پر وقف کریں اور غور کریں کہ من أوله إلی آخرہ کون موافق ہے اور کون کون سی جگہ مختلف فیہ ہے؟ جو بالکل موافق ہو اُس کی روایت سے فراغت ہوئی، پھر جو مختلف فیہ ہوں اُن میں دیکھیں کہ محل وقف کے زیادہ قریب کس کا اِختلاف ہے جس کا ہو اُس کے لیے محل اِختلاف سے محل وقف تک پڑھیں پھر باقیوں کے لیے بھی اِسی طرح۔

اگر ایک ہی جگہ سے کئی قاریوں کا اِختلاف شروع ہو رہا ہو تو اُس وقت جو ترتیب میں مقدم ہوگا اُس کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھیں اور دیکھیں کہ اِس کا کوئی موافق ہوا یا نہیں جو موافق ہوا اُس سے فراغت ہوئی اور مختلفین میں جس کا اِختلاف محل وقف کے زیادہ قریب ہو اُس کے لیے پڑھیں۔ الغرض محل مختلف فیہ میں ترتیب الأقرب فالأقرب اور محلِ واحد میں ترتیبِ رجال واجب ہے۔ اور اگر ایک شخص کی دو وجوہ ایک ہی کلمہ میں ہوتو حکماً وہ دو شخصوں کے قائم مقام ہوگا اور دو وجہوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو دو مختلف شخصوں کی مختلف رِوایتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے ان دو وجہوں کی ترتیب بھی قراء کے نزدیک واجب اِستحسانی ہے اور یہ طریقہ پہلے دو طریقوں سے مرکب ہے جو علماء مصر وشام نے اِختیار کیا ہے۔

اِن مذکورہ طریقوں میں اصل تو پہلا ہی ہے لیکن آج کل اِختصار کی غرض سے اکثر جمع الجمع ہی پڑھتے ہیں۔ جزری رحمہ اللہ کے دور سے یہی طریقہ رائج ہے۔

جمع الجمع کی چار ضروری شرائط

خوبی وقف

مطلب یہ کہ وقف نامناسب موقع پر نہ ہو چنانچہ 'وما من إله إلا إله واحد' اور 'وما أرسلنٰك إلا رحمة للعلمين' ہر دو مقامات میں 'إلا' سے پہلے وقف کرکے وجوہ پوری نہ کی جائیں کیونکہ معنی نامناسب ہوگا۔

خوبی اِبتداء

یعنی نامناسب مواقع سے اِبتداء بھی نہ ہو۔ چنانچہ إن الله فقير، وإياكم أن تؤمنوا، إن الله ثالث وغیرہ سے اِبتداء کرنا درست نہیں کیونکہ معنی مرادِ الٰہی کے مخالف ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

حسنِ أدا اور تجوید

حسن اَداء اور تجوید کی پوری پوری رِعایت اور پابندی کی جائے۔

خلطِ قراءات

قراءات میں ترکیب اور خلط نہ ہونے پائے۔

نوٹ: 'جمع کے طریقے اُستادِ محترم قاری محمد اِبراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کی کتاب 'المدخل إلى علم القراءات والقصيدة الشاطبية' سے ماخوذ ہیں۔

جمعِ قراءات کا تاریخی اِرتقاء

موجودہ تاریخی مصادر میں اِس بات کی تصریح موجود نہیں کہ جمع قراءات کا آغاز کب ہوا۔ اِمام جزری رحمہ اللہ نے قراء کے حالات وواقعات کو سامنے رکھتے ہوئے جمع قراءت کے زمانہ کی تعیین کی کوشش کی ہے مگر وہ بھی اس میں حتمی کامیابی حاصل نہیں کرسکے۔ یہ کہنا شاید ممکن ہے کہ اُنہوں نے صدرِ اوّل سے اپنے زمانے (اَواخر آٹھویں صدی ہجری تک اَوائل نویں صدی ہجری) کو سامنے رکھتے ہوئے قراء کے حالات اپنی اَہم کتاب 'طبقات القراء' میں ذکر کیے ہیں۔ لیکن جمع قراءت کی کوئی متعین تاریخ کا علم نہ ہوسکنے کی وجہ سے اُنہوں نے تقریباً چوتھی صدی ہجری کی بات کی ہے۔ یہ بات 'منجد المقرئين' اور 'النشر' میں موجود ہے کہ قراءت کے جمع کی اِبتداء پانچویں صدی ہجری میں ہوئی جو کہ اَبوعمرو عثمان بن سعید دانی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء)، اَبوالفتح عبدالواحد بن حسین بغدادی المعروف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن شیطا رحمہ اللہ (۴۰۵ھ/۱۰۱۴ء)، اَبو علی حسن بن علی اَہوازی (۴۴۶ھ/۱۰۵۴ء) اور اَبو القاسم یوسف بن علی ہذلی (۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) کا زمانہ ہے۔

بعض محققین کا کہنا ہے کہ جمع قراءات کے اوّلین بانی اُندلسی ہیں لیکن اِس میں بھی بانی کے نام کا تعین نہیں۔ حقیقت میں اس بارے میں مزید علمی تحقیق کی ضرورت ہے۔

جمع قراءات کا سبب

مجلس واحد یا ختم واحد میں جمع کا سبب یہ ہے کہ فن قراءت کے طلباء اور شوق رکھنے والے متاخرین کے لیے سلف کا تعلیمی طریقہ بہت گراں تھا۔ سلف تو فرداً فرداً تمام قراءات و رِوایات کو پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اس میں مشقت تھی کہ ہر ایک قاری اور راوی کے لمبے چوڑے قواعد وضوابط کو یاد کرنا اور اس کام کے لیے کئی کئی سال صرف کرنا پڑتے تھے۔ اس قدر لمبا عرصہ اَب ہر طالب علم کیلئے پڑھنا ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے فن قراءت میں رغبت رکھنے والے اَیسے لوگ بہت کم ہوگئے۔ یہاں تک خطرہ لاحق ہوا کہ اس فرض کفایہ کی اَدائیگی کرنے والے لوگ بھی میسر نہ ہوں۔ اسی وجہ سے علماء قراءت نے جدید تعلیمی نہج اَپنایا جو دونوں چیزوں کا جامع تھا۔ اس میں فن قراءات کے طلباء کے لیے بھی آسانی ہے اور علم قراءت کی آسانی بھی ہے تاکہ کم وقت میں قراءت حاصل کی جاسکیں اور قراءت کی حفاظت کا فریضہ بھی سرانجام دیا جاسکے۔ اس کی عملی صورت جمع قراءت کی شکل میں سامنے آئے۔ اس جمع کی خاص کیفیت اور مخصوص شرائط میں جیسا کہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

نوٹ: یہ بات ذِہن میں رہے کہ جمع مذکورہ کی صورت میں اِفراد کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ اِفراد کی پہچان کے بغیر جمع قراءات ناممکن ہے۔ حقیقت میں جمع قراءت سلف وخلف کے مذاہب طریقہ تعلیم کا حسین امتزاج ہے۔

قدیم قراء نے اپنی کتابوں میں 'صغراوی' کی جمع قراءات کے بارے میں بحث کا جواب نہیں دیا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ روایت اور جمع قراءت کی عملی تطبیق میں مشغول تھے۔ ذیل میں ہم اس موضوع پر چند کتب کا تذکرہ کرتے ہیں۔

① ترتیب الأداء وبیان الجمع في الإقراء اَز ابو الحسن علی بن سلیمان انصاری قرطبی رحمہ اللہ (۷۳۰ھ/۱۳۲۹ء) المعروف علی قرطبی۔ آپ فاس کے شیخ القراء تھے۔ یہ کتاب تاحال مخطوطہ کی شکل میں ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ نے قرطبی کے ذکر میں اِس کتاب کا تذکرہ کیا ہے یہ شاید اِس موضوع پر پہلی کتاب تھی۔

② الجوهر الفرد المصون في جمع الأوجه من الضحى إلى قوله ﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ اَز ابو العزائم سلطان بن اَحمد مزاحی رحمہ اللہ (۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء) یہ کتاب بھی تاحال مخطوط ہے۔

③ نزهة الناظر والسامع في إتقان الأرداف والأداء للجامع اَز ابو العلاء ادریس بن محمد حسنی المعروف منجرۃ رحمہ اللہ (۱۱۳۷ھ/۱۷۲۴ء) یہ کتاب بھی تاحال مخطوط شکل میں ہے۔ اس میں زیادہ تر 'ترتیب الأداء' اس علی قرطبی کے مسائل کی تلخیص ہے۔

④ قالون الجمع والأرداف اَز ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد بن قاسم زفری سریثی حسینی۔ آپ بارہویں تیرہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں۔ آپ کا تعلق مغرب اقصیٰ میں قصر کبیر نامی شہر کے قریب بسنے والے قبیلہ آل سرین سے تھا آپ شیخ محمد بن عبدالسلام فاسی رحمہ اللہ (۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء) کے شاگرد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ منظوم کتاب تقریباً ۲۲۳ اشعار پر مشتمل ہے۔تا حال مخطوطہ ہے۔

⑥ التوضيح والإنكشاف في حل قالون الجمع والإرداف از ابوالعباس احمد بن مکی بن محمد بن عمر سیر ماتی ساتی رحمہ اللہ المتوفی اوائل ۱۴ھ۔ یہ مذکورہ کتاب کی ۳۹ صفحات پر مشتمل شرح ہے۔تا حال مخطوطہ ہے۔

⑦ عمدة القارئين والمقرئين في الرد على ما أنكر مشروعية الجمع بين السعادة في ختمة واحدة في القرآن المبين از ابوالعباس احمد بن احمد شقانصی تونسی رحمہ اللہ (۱۲۲۸۔۱۲۳۵ھ/۱۸۱۳۔۱۸۱۹م)۔ یہ بہت اہم کتاب ہے۔اس کتاب میں مؤلف نے شیخ صالح الکواش کے فتویٰ جمع قراءات مجلس واحد یا ختم واحد میں حرام اور بدعت کا رد کیا ہے۔

⑨ تحفة المقرئين والقارئين في بيان حكم جمع القراءات في كلام رب العلمين از ابراہیم بن احمد مارغنی رحمہ اللہ (۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰م)

اِس کتاب کا علمائے مصر کی طرف سے قراءات کے جمع سے متعلق اُٹھائے گئے سوال کا جواب ہے۔علماء نے اس جواب کو پسند کیا اور ۱۳۴۵ھ میں اِسے دوسرے کئی رسائل کے ساتھ طبع کیا گیا۔یہ کتاب ایک مقدمہ، ایک مقالہ اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔مقدمہ میں جمع قراءات اور ترکیب کا فرق بیان کیا ہے۔مقالہ میں جمع قراءات کا حکم بیان کیا ہے جبکہ خاتمہ میں ان کے تو سنہ میں موجودگی کے وقت شیخ صالح اور شیخ شقانصی وغیرہ مشاوک زیتونہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔

⑩ هدية القراء والمقرئين از خلیل محمد غنيم الجنايني (آپ چودہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں) اِس کتاب کا سببِ تالیف یہ ہے کہ شیخ خلف حسینی نے اَپنے زمانہ میں جمع قراءت کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ اس رائے کو بعض نے پسند اور بعض نے ناپسند کیا۔۱۳۴۰ھ میں جامع ازھر کے شیخ نے ایک علمی مجلس کا اِنعقاد کیا جس میں تمام حاضرین نے شیخ کی رائے سے اِتفاق کیا اور اُنہوں نے جمع قراءات کو ممنوع قرار دیا۔تب خلیل جنایني نے یہ کتاب لکھی اور اس میں جمع قراءات مجلس واحد کے جواز کا فتویٰ دیا۔

⑪ الآيات البينات في حكم جمع القراءات از ابوبکر حسینی رحمہ اللہ (آپ چودہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں) یہ کتاب خلیل جنایني کی کتاب 'هدية القراء' کے رد میں ہے۔یہ جمع قراءت کی اِجازت نہیں دیتے۔

⑫ البرهان الوقاد في الردّ على ابن الحداد از خلیل محمد غنیم جنایني۔ یہ کتاب ابوبکر حداد کی کتاب 'الآيات البنات' کے ردّ میں ہے۔اِس میں جمع قراءت کے جواز کی تائید کی گئی ہے۔

⑬ أفحام أهل العناد بتأييد ابن الحداد از محمد سعودی ابراہیم (چودہویں صدی ہجری)

اِس کتاب میں ایک ختم میں جمع قراءت کو جائز کہنے والوں کا ردّ ہے۔

⑭ الأدلة العقلية في حكم جمع القراءات النصلية از عبدالفتاح ھندی (چوہودیں صدی ہجری)

ان کے نزدیک مجلس واحد میں جمع قراءت جائز ہے۔

ایک مجلس میں جمع قراءات کا حکم شرعی

ایک ہی مجلس یا ختم میں بطریقہ جمع الجمع قرآن مجید کی تلاوت کے حکم شرعی کے بارہ میں علماء کے دو گروہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

① قائلین ② مانعین

اِس اختلاف کا سبب کتاب و سنت میں جمع سے متعلق کوئی واضح نص نہ ہونا ہے۔ جمع الجمع کا طریقہ چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں رِواج پذیر ہوا۔ جس کا لازمی نتیجہ اس بارہ میں بحث و تمحیص کا جنم لینا تھا۔ لہٰذا اس کے حکم شرعی کی وضاحت کے لیے قراء خاص کر میدان عمل میں آئے۔

ذیل میں ہم مذکورہ دونوں گروہوں کے دلائل و استدلال کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قائلین اور اُن کے دلائل

جمہور علماء و محققین سلف و خلف نے ایک مجلس یا ختم میں جمع الجمع کے طریقہ سے تلاوت کو جائز قرار دیا ہے مثلاً ابن مہران (۳۸۱ھ/۹۹۱م)، مکی بن اَبی طالب (۴۳۷ھ/۱۰۴۵م)، اَبوعمرو دانی (۴۴۴ھ/۱۰۵۲م)، اَبوالقاسم شاطبی (۵۹۰ھ/۱۱۹۳م)، جعبری (۷۳۲ھ/۱۳۳۱م)، قسطلانی (۹۲۳ھ/۱۵۱۷م)، اَبوعبداللہ محمد بن عبدالسلام فاسی (۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹م)، 'مؤلف القول الوجیز فی جمع الزاری علی حملة الکتاب العزیز' شیخ شقانصی (۱۲۲۸-۱۲۳۵ھ/۱۸۱۳-۱۸۱۹م)، مؤلف عُمدة القارئین، محمد الجناینی مؤلف هدیة القراء والمقرئین، البرهان والوقاء اور عبدالفتاح هندی مؤلف الأدلة العقلیه رحمہم اللہ''

حنابلہ کا موقف

حنابلہ میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراءات کو حفظ اور تعلیم کی غرض سے جمع کرنا قراء کی ایک جماعت کا اِجتہاد ہے۔''

مذکورہ بات سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی جمع قرآن کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔ اگر اُیسا نہ ہوتا تو وہ ضرور اس کی صراحت کرتے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول پیش کرنے کی دو وجوہات ہیں:

① مغنی اَز ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ/۱۲۲۳م) وغیرہ میں حنبلی فقہی مصدر میں جمع قراءات کے بارہ میں کوئی بحث موجود نہیں۔

② ابن تیمیہ رحمہ اللہ حنبلی فقیہ مانے جاتے ہیں اور ان کے متعدد فتاویٰ جات موجود ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق جمع قراءت، بغرض حفظ و دَرس و تدریس جائز ہے اِس کے علاوہ نہیں۔ ممکن ہے اُن کے نزدیک باقی صورتوں میں تلاوت بطریق تعبّد ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُنہوں نے ان صورتوں میں جمع قراءات کو بدعت مکروہ کہا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس حکم شرعی کے متعلق رائے میں مذکورہ تفصیل ہے۔

مالکیہ کا موقف

مالکیہ کے معروف مصادر فقہی مثلاً 'البیان والتحصیل' اَز ابوالولید بن رشد (۵۲۰ھ/۱۱۲۶م)، مختصر خلیل (۷۷۶ھ/۱۳۷۴م) اَور اُن کی شروحات میں جمع الجمع کا مسئلہ کہیں ذکر نہیں۔ لیکن اس کے باوجود انکی طرف جواز

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا قول ہی منسوب کیا جائے گا کیونکہ ماضی قریب میں مالکی مفتی ابراہیم مارغنی (۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء) نے مالکی اُصولوں کی روشنی میں اباحت کا فتویٰ دیا ہے۔

قائلین کے دلائل

قائلین جمع قراءت نے شرعی دلائل سے استدلال کیا ہے۔

① عام شرعی اُصولی قواعد سے مجلس واحد میں جمع قراءت ممنوع نہیں اور قاعدہ ہے:

"إن الوسيلة تعطىٰ حكم مقصدها."

''اَصل چیز تک پہنچنے کے لیے اِستعمال میں آنے والے وسیلہ کا حکم بھی اَصل چیز والا ہوتا ہے۔''

نیز فقہاء کا قول ہے:

"ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب"

''جس کے بغیر واجب کی تکمیل ممکن نہ ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔''

مطلب یہ کہ سلف کا تعلیمی طریقہ تو یہ تھا کہ وہ ہر ہر روایت کو بطریق افراد پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن یہ متعلمین کیلئے بہت مشکل تھا۔ ممکن تھا کہ لوگ فن قراءت کو ویسے ہی چھوڑ دیتے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تمام مسلمان گنہگار ہوتے کیونکہ قراءات کی تعلیم وتعلم فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ جمع الجمع کو طلباء قراءات کی آسانی کو سامنے رکھتے ہوئے جاری کیا گیا تاکہ واجب کی اَدائیگی ہوسکے۔ یوں فنِ قراءت محفوظ ہوگیا۔ زمانہ سلف سے اَب تک قراءات کے حفظ وتدریس کے لیے ایک ہی طریقہ جمع الجمع رائج ہے۔

یہ اَب فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ وسیلہ کو مقصد کا حکم دیا جاتا ہے اور اس فرض کفایہ کی اَدائیگی اور قراءات کے بقاء کا صرف ایک ہی طریقہ جمع الجمع (نمایاں) ہے۔ تو یہ بات ظاہر ہے کہ جمہور کے ہاں جواز کراہت تحریمی کا مقابلہ ہے لہٰذا فرضِ کفایہ ہے۔

② سنت نبویہ ﷺ سے جمع کے بارہ میں دلائل

نبی ﷺ جبریل علیہ السلام سے ہر سال دور کیا کرتے تھے۔ لیکن وَفات والے سال دو مرتبہ دور کیا۔

مطلب یہ کہ ایک سال اِس مدت تک جتنا پڑھا ہوتا وہ سارا ایک ہی مرتبہ تمام قراءت منزلہ کے مطابق سناتے۔ یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ جبریل علیہ السلام کو ایک آیت متعدّد وجوہات میں جمع کرکے سناتے۔ رہی وہ آیات جن میں صرف ایک ہی وجہ ہے تو اُن کا ایک ہی بار پڑھنا ظاہر ہے۔ عرضۂ اخیرہ میں آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو سارا قرآن سنایا۔ یہ بالجمع تھا کیونکہ یہ دَور ایک ہی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو بالجمع پڑھ کر سنایا کیونکہ آپ کے سارے دَور اِبتداء سے اِنتہاء قرآن تک ۲۶، ۲۴ یا ۲۱ ہیں، علماء کا اِس میں اِختلاف ہے اور قرآن میں آیات مختلفہ جن میں کئی ایسی ہیں جو مذکورہ اَعداد سے کہیں زیادہ ہیں۔ اُن کا بطریق اِفراد پڑھنا ممکن نہیں لہٰذا دَوروں کی تعداد اور آیات مختلفہ کی تعداد میں تعارض کو ختم کرنے کا یہی حل ہے کہ یہ دَور بالجمع تھے۔

اِسی طرح سلف سے منقول نصوص بھی جمع کے دلائل ہیں۔ مطلب یہ کہ جمع الجمع کے ظہور سے قبل کے علماء اَپنے اَساتذہ کو پورا پورا قرآن ایک ایک رِوایت میں سناتے تھے۔ اور اُن میں سے ہر روایت کئی وجوہ پر مشتمل ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھی اور سلف نے یہ وجوہ اُپنے مشائخ سے جمعاً لی ہیں نہ کہ فرداً۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک ہی اُستاد کو پورا قرآن سناتے تھے۔ اَب ایک رِوایت کا لحاظ رکھتے ہوئے تمام وجوہ سمیت تلاوت ایک ہی ختم میں پوری نہیں ہوتی اور نہ ہی ان سے کوئی اَیسی نص ملتی ہے کہ اُنہوں نے ایک رِوایت کی اَوجہ مختلفہ میں سے صرف ایک ہی وجہ پڑھی تھی۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ/۱۵۶۵م) کے قول:

''آپﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک ہی مجلس میں بالجمع قرآن پڑھنا ثابت نہیں۔''

اور ہمارے قول کہ آپﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا منقول ہے، میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ آپﷺ سے جمع پڑھنے پڑھانے کے بارہ میں کوئی نص ہم تک نہیں پہنچی اور نہ ہی جمع کی کیفیات میں سے کوئی معین کیفیت ہم تک پہنچی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ نبیﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے قرآن بذریعہ وَحی حاصل کیا جس کی تفصیلات سے ہم ناواقف ہیں اس کی کیفیت صرف آپﷺ جانتے تھے۔ رہی بات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تو اُن سے بھی کوئی نص جمع کے بارے میں منقول نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک رِوایت کے ساتھ پورا قرآن مفرد طریقے سے منقول ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک رِوایت کئی وُجوہات پر مشتمل ہوتی ہے وہ لازمی طور پر جمع کر کے ہی پڑھی جاتی تھی۔ جب آپﷺ اور سلف سے جمع کی اَصل منقول ہے تو ہم کہیں گے۔ جمع قراءت جو چوتھی صدی ہجری سے تاحال قراء کے ہاں معروف ورائج ہے۔ یقیناً نص جمع جس کے مطابق آپﷺ نے عرضۂ اَخیرہ میں جبرئیل علیہ السلام کو سنایا یا شیوخ سے سلف نے حاصل کیا یہ جمع کی مشروعیت اور جواز کی زبردست دلیل ہے اور اگر یہ محض اس کے مماثل یا مشابہ ہے تو یہ اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔

یوں قیاس سے مجلسِ واحد یا ایک ہی ختم میں جمع قراءاۃ کا مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قیاس بھی چار دلائل شرعیہ (کتاب وسنت، اجماع، قیاس) میں سے ایک ہے۔

③ چوتھی صدی ہجری سے اَب تک ایک مجلس یا ختم میں بطریق جمع پڑھتے پڑھاتے تقریباً ایک ہزار سال گزر گئے ہیں لیکن کبھی بھی فقہاء نے اس کا اِنکار نہیں کیا نیز اس عمل پر تاحال دوام ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ چنانچہ فقہاء کا عدم اِنکار جمع کے جواز پر اِجماع ہے اگر اِجماع صریح نہیں تو کم از کم اِجماع سکوتی تو ہے اور یہی اِجماع جمع کے آغاز کے قریبی زمانوں سے جاری ہے اور متاخرین ائمہ نے بھی مجلس واحد میں قراءات کو جمع کر کے پڑھنے پر کوئی قدغن نہیں لگائی اور بعض علماء کے ایک ختم میں جمع کرنے کے اِنکار سے مذکورہ اِجماع مجروح نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مانعین کے پاس اس کی کوئی مستند دلیل شرعی نہیں جو ان کے مؤقف کی تائید کرتی ہو لہٰذا ان کا اِنکار معتبر نہیں ہوگا اور اِجماع قوی شرعی دلیل کی طرح جمع کی مشروعیت پر قائم رہے گا۔

④ قیاس اولویت کو دلیل بناتے ہوئے بھی جمع قراءات کے جواز کا اِستدلال کیا جاسکتا ہے کیونکہ بعض علماء نے قراءات میں خلط/ترکیب کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر عربی قواعد کی روشنی میں ترکیب ٹھیک ہو تو جائز ہے لیکن بطورِ تلاوت ہو، نہ کہ بطورِ نقل روایت۔''

جب ترکیب/خلط جائز ہے تو جمع قراءت جو مذکورہ شرائط کو کامل طریقے سے پورا کرتا ہے بالاولیٰ درست ہوگا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیونکہ اس میں قراءت رِوایت یا طریق کو خلط نہیں کیا جاتا۔

خلاصہ کلام

مذکورہ تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مجلس واحد میں قراءات کو جمع کرکے پڑھنا جائز ہے اور اِس کی مشروعیت سنت نبوی ﷺ اجماع اور قیاس سے ثابت ہے مزید یہ کہ عام شرعی اُصول بھی اِس کا اِنکار نہیں کرتے۔

مانعین جمع قراءت کے دلائل اور اُن کا جائزہ

بعض فقہاء اور کئی علماء نے کہا ہے کہ ایک ختم یا مجلس میں جمع قراءات ناجائز ہے۔

ان میں حنفیہ ہیں۔'الحاوی القدسی' کے مؤلف قاضی اَحمد بن محمد غزنوی (۶۰۰ھ/۱۲۰۳م) نے کہا ہے:

''تلاوت قرآن کرتے ہوئے قراءات معروفہ یا شاذہ کو ایک ہی دفعہ کلمات کو دوہرا کر پڑھنا مکروہ ہے۔''

اُن کے نزدیک جمع قراءات مکروہ ہے۔

عوامی مجالس میں قراءات مجہولہ (غیر معروفہ) کی تلاوت کرنے سے اَحناف سختی سے منع کرتے ہیں اِس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عوام شبہات کا شکار ہوں گے اور بسا اَوقات وہ قراء کے قراءاتِ متواترہ صحیحہ پڑھنے کو غلط کہہ کر گناہ میں واقع ہوجائیں گے۔

شوافع کی بڑی فقہی کتب مثلاً المجموع شرح المهذب اَز نووی ؒ (۶۷۶ھ/۱۲۷۷م) اور 'نهاية المحتاج شرح المنهاج' اَز رملی ؒ (۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵م) وغیرہ میں جمع قراءت مجلس واحد کے حکم شرعی سے متعلق کوئی نص موجود نہیں۔لیکن 'التبیان' اَز نووی ؒ میں ہے:

''جب قاری کسی قراءت کی اِبتداء کرتا ہے تو اس کے لیے مستحسن ہے کہ وہ اسی قراءت میں پڑھتا رہے یہاں تک کہ کلام مکمل ہوجائے۔ ہاں جب کلام مکمل ہوجائے تو پھر دوسری قراءت کی تلاوت شروع کرسکتا ہے۔لیکن بہتر یہی ہے کہ مجلس واحد میں وہ پہلی قراءت ہی پڑھے۔''

مذکورہ بالا عبارت سے یہ مفہوم اَخذ ہوتا ہے کہ قراءت میں ترکیب اور خلط خلاف اَولیٰ ہے۔بہتر یہی ہے کہ ایک مجلس میں قاری ایک ہی قراءت پڑھے۔اس بات کا مؤید 'المجموع' میں موجود خود نووی ؒ کا قول بھی ہے، فرماتے ہیں:

''جب قاری سبعہ میں سے کسی قراءت کو شروع کرتا ہے تو مستحب ہے کہ وہ اِسی میں قراءت (تلاوت) پوری کرے اگر بعض آیات سبعہ میں اور بعض غیر سبعہ سے تلاوت کرتا ہے تو جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دوسری آیت پہلی سے مربوط نہ ہو۔''

مذکورہ پہلی دلیل اَور اس کے مفہوم سے یہ بات سمجھ آئی کہ جمع کا شرعی حکم خلافِ اَولیٰ ہے۔لیکن اَولیٰ یہی ہے کہ مجلس واحد میں ایک ہی قراءت میں پڑھے اور یہ بات اِمام نووی ؒ کا قول:

''بہتر یہی ہے کہ مجلس واحد میں ایک ہی قراءت میں پڑھے'' سے مترشح ہوتا ہے۔

شاید کہ شوافع کے نزدیک مجلس واحد وغیرہ میں جمع قراءات خلافِ اَولیٰ یعنی مکروہ ہے۔

اور محققین نے ابن حجر عسقلانی ؒ (۸۵۲ھ/۱۴۴۸م) کے قول:

"المنع من خلط القراء ات فى التلاوة (تلاوت میں خلط قراءت ممنوع ہے) سے اولویت کی بنیاد پر جمع قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ممنوع قرار دی ہے نہ کہ حتمی طور پر۔“

معلوم ہوا شوافع کے نزدیک مجلس واحد میں جمعاً تلاوت کرنا خلاف اَولیٰ ہے لیکن یہ نتیجہ اَخذ کرنے کے لیے جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خلط قراءت و روایت پر صریح اِنکار کے علاوہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُنہوں نے اِنکار کیا ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ کے مذکورہ قول میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو جمع کے شرعی ہونے پر اِنکار کرے یا جمع پر اعتراض ظاہر کرے۔ (محققین اور ہماری رائے میں) فرق واضح ہے۔

مانعین میں سے شعرانی (۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) بھی ہیں اُنہوں نے اَپنے زمانے میں جمعاً پڑھنے والوں کی مخالفت کی۔ اسی طرح شیخ صالح کورش (۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) نے جمع کو حرام یا مکروہ کہا ہے نیز ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے کہ درس وتدریس کی غرض سے جمع ٹھیک لیکن بغرض تلاوت درست نہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔ اسی طرح 'القول السدید في حکم التجوید' کے مؤلف شیخ اَحمد حجاز بھی کہتے ہیں۔

”والجمع بین القراءة بمجلس واحد یسمیٰ تخلیطاً ولا یصح عند أهل الأداء .“

”ایک ہی مجلس میں قراءت کرتے ہوئے جمع کرنا خلط کہلاتا ہے جو اَہل اَداء کے ہاں درست نہیں۔“

اَبوشامہ (۶۶۵ھ/۱۲۶۶ء) فرماتے ہیں:

”فی زمانہ ایک آیت کو جمع کرتے ہوئے قراءت مختلفہ میں بار بار پڑھا جانا مجھے پسند نہیں کیونکہ جمعاً قراءت کرنا بعد کی ایجاد ہے۔“

نوٹ: جمع قراءت کو مکروہ کہنے کے باوجود اُنہوں نے اپنی قراءت کو بالجمع ثابت کیا ہے۔ اس تناقض کا کیا جواب ہے؟

اِشکال کا جواب

اَبوشامہ رحمہ اللہ کے دونوں اَقوال (کراہت+ جواز) دونوں ایک ہی وقت کے نہیں ہیں۔ ان میں سے لازماً ایک مقدم اور ایک مؤخر ہے اور اِشکال صرف اسی صورت میں ختم ہوگا جب اَبوشامہ کا دونوں میں سے کسی ایک قول سے رجوع مانا جائے گا۔ غالب گمان یہی ہے کہ اَبوشامہ کا کراہت والا قول بعد کا ہے کیونکہ عموماً پڑھنا، پڑھانا تالیف و تصنیف سے مقدم ہوتا ہے یعنی اَبوشامہ رحمہ اللہ نے 'المُرشد الوجیز' میں کراہت جمع کا قول نقل کیا ہے۔

علامہ محمد بن خلف حسینی حداد رحمہ اللہ چودہویں صدی ہجری کے مصری شیخ القراء، محمد سعودی اِبراہیم مؤلف 'افحام اَهل العناد'، محمد خالد مؤلف مقالہ 'الجمهوریه' اُنہوں نے اپنے مقالہ میں حکومت سے مجلس واحد میں جمع قراءات کے بارہ میں شکوہ کیا ہے اور اس اَمر پر زور دیا ہے کہ اِس کام کو مزید شائع نہ ہونے دیا جائے کیونکہ اس طرح لوگ تدبر قرآن سے دور ہوں گے۔

مذکورین نے مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں مجلس واحد میں قراءت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

① نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور سلف سے مجلس واحد میں جمع قراءت کرنا ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہ ہے اور بدعت کا سب سے کم مرتبہ کراہت ہے اور کسی بھی مکروہ چیز پر ہمیشگی کرنا فسق ہے۔

② ایک قراءت کا دوسری قراءت پر عطف ڈالنا نظم قرآن میں فساد کا موجب ہے کیونکہ جمع میں اَجزاء قرآنی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ یوں قرآن میں تحریف اور قیاس کا دروازہ کھل جائے گا، لہٰذا جمع قراءات کے عمل کو روکنا لازم ہے۔ فرض کیجئے ہم بحث ومباحثہ سے بچنے کے لیے تسلیم کرلیں کہ فی نفسہٖ جمع قراءات جائز ہے لیکن اس کا نتیجہ ایسی چیز پر منتج ہوگا جو کلام اللہ میں جائز نہیں۔

۵ مجلس واحد میں جمع قراءات سامعین کو تدبر قرآن سے دور کرتا ہے۔ قرآنی تاثیر کو دل میں اُترنے سے مانع ہوتا ہے اور دل اطمینان سے خالی رہتے ہیں کیونکہ بار بار آیات اور کلمات قرآنیہ کو مختلف طریقہ ادا سے پڑھا جاتا ہے۔

مانعین کے دلائل کا تجزیہ و تعاقب

قائلین جمع قراءات فی مجلس واحد نے مانعین کے دلائل کا کئی طرح سے جواب دیا ہے۔

۱ یہ کہنا کہ جمع قراءات آپﷺ سے ثابت نہیں۔ اس بارہ میں کوئی دلیل نہیں۔ ہاں اس جمع کی اَصل عمل نبویﷺ سے ثابت ہے۔ نبیﷺ نے جبریل علیہ السلام کو سناتے ہوئے جمع کیا، اگرچہ اس جمع کی کیفیت سے ہم ناآشنا ہیں۔ اسی طرح یہ کہنا کہ سلف سے منقول نہیں یہ بات بھی باطل ہے جمع کی اَصل اُن سے بھی ثابت ہے۔ اگرچہ آپﷺ نے وجوہِ قراءات کو جمع کیا اور سلف سے ہم تک منقول ہے یہ مروّجہ جمع ہے لہٰذا عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں بنتی کیونکہ اس کی مشروعیت فعل نبویﷺ سے ثابت ہے اگرچہ اس جمع کی جمع نبوی سے محض مشابہت ہی ہے چنانچہ اس صورت میں بھی اس کا مشروع ہونا قیاس سے ثابت ہے اور قیاس سے ثابت شدہ کسی مسئلہ کا ردّ ممکن نہیں کیونکہ قیاس بھی دلیل شرعی ہے۔ بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ جمع قراءات آپﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور بعد کے لوگوں سے ثابت نہیں تب بھی یہ بدعت نہیں کیونکہ مذکورین کے مابعد کا ہر ہر فعل بدعت نہیں۔ اگر ہم یہ تسلیم کربھی لیں کہ یہ بدعت ہے تو ہر بدعت مذموم نہیں کیونکہ بدعت کی مندرجہ ذیل پانچ اَقسام ہیں۔

۱ بدعتِ واجبہ

یہ وجوبی قواعد کے تحت آتی ہے اور شریعت میں اس کی دلیل قران کو مصحف میں جمع کرنا اور کتاب اللہ کی فہم کے معاون علوم کی نشر و اِشاعت وغیرہ۔

۲ بدعتِ محرمہ

یہ قواعد تحریم کے زُمرے میں آتی ہے اس کی شرعی دلیل مثلاً مذاہب، خوارج کے باطل عقائد، اللہ کی ذات کے بارہ میں تجسیم کا قول، اور کسی ایسے حکم پر اجماع جو شریعتِ اِسلامی کے مخالف ہو۔

۳ بدعتِ مندوب

یہ قواعد ندب کے ماتحت ہے اس کی شرعی دلیل مساجد میں تراویح کی جماعت اور ہر ایسی اچھی بات جو صدرِ اوّل میں نہ تھی اور شریعت کی مخالف بھی نہیں جیسے مدارس کا قیام اور ہسپتال وغیرہ۔

۴ بدعتِ مکروہ

یہ قواعد کراہت کے ذیل میں آتی ہے اس کی شرعی مثال مساجد کو خوبصورت بنانا اور قرآن کی تزئین و آرائش وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ بدعتِ مباح

یہ قواعد اباحت کے ضمن میں آتی ہے اس کی شریعت سے مثال پاکیزہ چیزوں میں اِتنا توسع جو اُنہیں مکروہ یا حرام تک نہ لے جائے مثلاً دلی چاہت کے مطابق کھانا اور عمدہ لباس پہننا۔

مذکورہ تقریر کے مطابق مجلسِ واحد میں جمع قراءت بدعت واجبہ علی الکفایہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بدعت کی مذکورہ تقسیم علماء کے مابین اِختلافی ہے مثلاً اِمام ابواسحاق شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ/۱۳۸۸م) نے اِس کا اِنکار کیا ہے اور عز بن سلام (۶۶۰ھ/۱۲۹۱م) نے مذکورہ تقسیم بدعت کو جو مصالح مرسلہ کا نام دیا ہے یہ بھی بدعت ہے کیونکہ شریعتِ اِسلامیہ میں اُن کے بارہ میں کوئی نص موجود نہیں؟

جواب: مذکورہ سوال یا اِعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ تو اَیسی چیز جس کی شریعت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ محض اس کے نام رکھنے کا اِختلاف ہے۔ اُصولِ شریعت سے مناسبت رکھتے ہوئے بدعت کا لفظ اِستعمال ہو یا مصالح مرسلہ کا لفظ اِستعمال ہو یہ صرف لفظی اِختلاف ہے حقیقت میں اِس کا کوئی اثر نہیں کیونکہ اِصطلاحات میں کوئی حد بندی نہیں کی جاسکتی لہٰذا مذکورہ تقسیم بدعت عمدہ ہے اور جمع کو بدعت واجبہ علی الکفایہ کہنے سے اس کی مشروعیت مجروح نہیں ہوتی خاص کر جب یہ مقاصد شریعت کے ساتھ میل کھاتا ہے اور وہ مقصد متعلمین پر آسانی کرنا ہے اُن سے مشقت اور حرج کو رفع کرنا ہے جبکہ بدعت مذمومہ عموماً مقاصد شریعت سے مناسبت نہیں رکھتی۔

اِمام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بدعت کی دو اَقسام ہیں:

① جو کتاب وسنت اور اجماع کی مخالفت کرے یہ بدعت مذمومہ ہے۔

② اَیسے اچھے کاموں میں (جو خلاف شرع نہ ہوں) اُن کے جواز میں اختلاف نہیں۔

③ یہ کہنا کہ آیات پر آیات کا عطف فساد معنی، خلط قراءت، تحریف اور آیات کو ایک دوسرے جدا جدا کرتا ہے، صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ اُمور یا قباحتیں اِس وقت لازم آتی ہیں جب قاری تلفیق رخلط کرکے پڑھے یا جمع کرتے ہوئے غلطی کرے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خلط جو کلام اللہ میں معنوی فساد کو جنم دیتا ہے اور جمع شرعی میں بہت بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ اَہل اَدا جانتے ہیں کہ جمع شرعی کی کئی شروط ہیں جبکہ ترکیب رخلط رتلفیق اس سے خالی ہے۔

یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس قول سے مراد خلط اور جمع شرعی میں فرق نہ کرنا ہے، چنانچہ جو شخص جمع شرعی کے طریقہ اور باریکیوں سے واقفیت حاصل کیے بغیر جمع کرتا ہے تو اس بارے میں یہی خیال کیا جائے گا کہ اس نے محض سن کر خلط قراءت کیا۔

ترکیب کی وضاحت

ترکیب کا مطلب یہ ہے کہ قاری ایک حکم یا کئی اَحکام ایک رِوایت یا قراءت سے لے اور چند اَحکام کسی اور قراءت یا رِوایت سے لے اور ان تمام کو ایک ہی بار ایک ہی اَیسی کیفیت سے پڑھے جو کسی بھی قاری یا اس کے راوی سے منقول نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترکیب کی مثالوں سے وضاحت

ذیل میں ایک مثال کے ذَریعے ترکیب کی وضاحت کی جاتی ہے۔

آیت		وجہ	مندرج
①	مآ أغني عنه ماله وما كسب	قالون قصر فتح	دوری بصری بوجہ+سوسی
②	عنه	مکی صلہ	–
③	مآ أغني	قالون، توسط، فتح	دوری بصری
④	مآ أغنیٰ	کسائی	خلف العاشر
⑤	مآ أغنیٰ	ورش فتحہ	–
⑥	مآ أغنیٰ	ورش تقلیل	–
⑦	مآ أغني	حمزہ	–

مذکورہ آیت میں قاری کے لیے لازم ہے کہ وہ وَجہ پڑھنے کے لیے لفظ 'ما' سے اِعادہ کرے (وگرنہ کلام مثبت ہوجائے گا جو مرادِالٰہی کے خلاف ہے) کیونکہ جمع میں عمدہ اِبتداء اور معنی کی رِعایت رکھنا اِنتہائی لازمی شرط ہے۔ چنانچہ اس کیفیت میں جمع کرنا جائز ہے جب کوئی معنوی فساد، تخلیط، یا تحریف نہیں ہوگی، کیونکہ ہر وجہ بنفسھا مستقل ہے دوسری سے اسے کوئی تعلق نہیں، پھر ہر وَجہ میں آیت کے آخر پر وقف کرنا قراءت، رِوایت اور وجہ کو جدا جدا کرتا ہے۔ ہاں جمع کرتے ہوئے خلط کرنا اور اَوجہ کا ایک دوسری پر عطف ڈالنا وقف کی صورت میں عدم فصل کی حالت میں جائز ہے اور اگر آپ بات کے ذریعے ان میں فصل کردیں تو پھر ہر وجہ ایک مستقل آیت کی صورت میں ہوگی۔ اس میں کوئی ترکیب یا خلط نہیں ہوگا اور نہ ہی سامع کو معنوی فساد نظر آئے گا۔ اگر قاری مذکورہ آیت کو مندرجہ ذیل طریقے سے ترکیب سے پڑھے تو غلط ہے کیونکہ اس صورت میں، قراءت، رِوایت اور وجہ میں اَیسا خلط ہوگا جو قراء یا ان کے رواۃ سے ثابت نہیں۔

مآ أغني	مد منفصل میں قصر کے ساتھ۔ اغنی میں امالہ
مآ أغني	مد منفصل میں توسط کے ساتھ۔ اغنی میں تقلیل
مآ أغني عنه	مد منفصل میں طول کے ساتھ۔ عنہ میں صلہ

مذکورہ حالات کی ترکیب اور قراءت و رِوایات کا خلط ممنوع اور غیر منقول ہے۔ اور اسی طرح اگر جمع کرنے والا لفظ 'ما' کے بغیر 'اغنی' سے اِعادہ کرتا ہے تو یعنی بعض میں ما أغني اور بعض وجوہ میں اغني پڑھے تو بھی ٹھیک نہیں کیونکہ معنوی فساد لازم آتا ہے۔ یہی صورت تحریف یا بطلان معنی والی ہے اس کا گناہ پڑھنے والے کے ذمہ ہوگا لہٰذا کسی کے لائق نہیں کہ وہ مہارت حاصل کیے بغیر رِوایات وقراءات کو ائمہ ورواۃ کی طرف منسوب کرکے پڑھے۔

③ یہ کہنا کہ جمع سامع کو تدبر قرآن سے دور کرتی ہے، بھی صحیح نہیں کیونکہ جب بار بار ایک آیت پڑھنے یا سننے کا موقع ملتا ہے تو تدبر کا موقع بھی زیادہ ملتا ہے اور اس کی دلیل سنت نبوی ﷺ میں موجود ہے۔

جیسا کہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بار بار پڑھا۔ اسی طرح بعض صحابہ ﷺ بھی بعض آیات کو بار بار پڑھتے تھے مثلاً ابن مسعود ﷺ ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ بار بار پڑھتے تھے۔ کسی آیت یا اس کے کسی حصے کو جمع کرتے ہوئے بار بار پڑھنے کی دو بڑی وجوہات ہیں۔

① مکرر پڑھنے سے زیادہ ثواب، عبرت اور خوبصورتی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ امام شاطبی ﷫ فرماتے ہیں:

"…………… وتزداد یزاد فیہ تجملا"

قرآن مجید کو بار بار پڑھنا اسے مزید خوبصورت بناتا ہے۔

② اَحکام قراءت کی پختگی اور کماحقہ اُدا کی مشق کرنا۔

③ اگر اَحناف کے ہاں جمع قراءت کی کراہت کی وجہ عوام کا فتنہ میں مبتلا ہونا اور قراءتِ صحیحہ متواترہ میں جہالت کی وَجہ سے غلطی کرنا ہے۔ تو یہ بات مطلق طور پر جمع کی کراہت کے لیے صحیح نہیں کیونکہ جمع کرنا تو خاص علمی مجالس میں بھی ممکن ہے جہاں عوام موجود نہ ہوں اور ہم بھی یہی پسند کرتے ہیں کہ جمع خاص علمی مجالس میں کرنا چاہئے تاکہ جمع کے عیوب سے بھی بچا جاسکے اور عوام بھی دین کے بارہ میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز اُن دلائل کے علاوہ مذکورہ قوی شرعی دلائل سے بھی مانعین جمع قراءات کے مؤقف کی کمزوری نمایاں ہوتی ہے۔

فریقین کے دلائل کے تجزیہ کے بعد یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ جمع قراءت میں کوئی بھی شرعی مانع موجود نہیں لہٰذا جمع شرعاً جائز ہے بلکہ اس کے کئی فوائد ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ نیز جمع قراءت سے قاری اور سامع کو بعض آیات کی تفہیم وتفسیر میں بھی آسانی ہوتی ہے مثلاً فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَ إِذَآ أَرَدْنَآ أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيرًا﴾

"جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا اِرادہ کرتے ہیں تو اس بستی کے مالداروں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اس بستی میں فسق کرتے ہیں چنانچہ ان پر عذاب لازم ہوجاتا ہے اور ہم اُنہیں تباہ و برباد کردیتے ہیں۔" [الاسراء:١٦]

اِس آیت میں لفظ 'أمرنا' میں دو متواتر قراءتیں ہیں۔

① 'أمرنا' یہ نافع، مکی، بصری، شامی، عاصم، حمزہ، کسائی، اَبوجعفر اور خلف العاشر ﷭ کی ہے۔

② 'ءامرنا' یہ یعقوب کی قراءت ہے۔ اس کا معنی ہے ہم نے اُنہیں بہت مال دیا لیکن اُنہوں نے اس مال کی وجہ سے گناہوں کا اِرتکاب کیا۔

نوٹ: قائلین جمع قراءات نے جمع صوتی (ریکارڈنگ) میں جمع اِفراد کو لازم قرار دیا ہے تاکہ رِوایات مختلفہ میں تخلیط نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء نے مکتوب مصحف کو ایک سے زائد قراءت پر لکھنا مکروہ خیال کیا ہے چنانچہ ریکارڈنگ (جمع صوتی) میں بالاولیٰ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ میرے نزدیک یہ منع کرنا بہت عمدہ ہے۔ افادہ عام کے لیے ریکارڈنگ محدود پیمانے پر ہو بلکہ اَولیٰ یہی ہے کہ جمع قراءات صرف کلاسوں اور مخصوص دروس میں ہی ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نقطۂ نظر

مفتی محمد طاہر مکی☆

پاکستان میں اختلافِ قراءت والے قرآنی مصاحف کی اِشاعت

كلية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے درس و تدریس کے ۲۰ سالہ دور کے بعد عوام الناس میں علم القراءات کے مختلف گوشوں سے تعارف وواقفیت کیلئے ماہنامہ 'رُشد' کی مسلسل تین خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا۔ جن میں قراءات سے متعلق جملہ پہلوؤں پر اس قدر تفصیلی مباحث عوامی سطح پر پیش کی گئیں کہ بعض تبصرہ نگاروں کے مطابق قراءات سے متعلق اتنا بڑا علمی کام پہلی دفعہ عالم اسلام کے مجلّات میں منظر عام پر آیا ہے۔ تقریباً ۳۰۰۰ صفحات پر مشتمل ان اشاعتوں کو فن قراءات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ مجلّہ کی 'مجلس ادارت' جس میں تمام مکاتب فکر کے نامور قراء کرام شامل ہیں، نے انتہائی سوچ و بچار کے بعد تمام لٹریچر کی چھانٹی کر کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ مضامین کا شاندار مجموعہ تیار کر دیا، جس کی اشاعت کے بعد 'فتنۂ انکارِ حدیث' کی طرح 'فتنۂ انکارِ قراءات (انکارِ قرآن)' بھی ان شاء اللہ ختم ہو جائے گا۔

یہ بات بڑی عجیب ہے کہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ کو منکرین حدیث وقراءات فتنۂ عجم قرار دیتے ہیں بلکہ سینکڑوں مکتبوں کی طرف سے ان قراءتوں پر مشتمل شائع شدہ قرآنوں کو قرآن مجید ہی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ حرمین شریفین کے زائرین اکثر اوقات وہاں متعدد قراءات میں شائع شدہ مصاحف دیکھنے کے ساتھ ساتھ پوری دُنیا سے آنیوالے حجاج کرام کو مختلف قراءات کے مطابق قرآن پڑھتے ہوئے سنتے ہیں۔ اگر یہ قراءات قرآن نہیں تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان قرآنِ مجید کی سعادت ہی سے محروم ہیں۔ غور فرمایئے کہ ان متجدّدین کو اکثر یہ شکوہ رہتا ہے کہ علمائے کرام ایک دوسرے پر فتوی بازی کا شغل کرتے ہیں، ایک دوسرے کو گمراہ کہتے اور اُمت میں تفریق پیدا کرتے ہیں جبکہ مسئلہ قراءات میں عالم اسلام کے علماء متفق ہیں مگر مٹھی بھر منکرین حدیث ان کے برعکس دانستہ یا نادانستہ طور پر کروڑوں مسلمانوں کو قرآن سے محروم قرار دے کر انہیں گمراہ اور گم گشتہ راہ قرار دینے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔

ماہنامہ رُشد کی ان علمی وتحقیقی اشاعتوں کے حوالے سے اربابِ علم و دانش کیا رائے رکھتے ہیں؟ اس کیلئے قراءات نمبر ۲ اور ۳ میں اہل علم کے تبصرہ جات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے، لیکن منکرین حدیث نے ان تحقیقی اشاعتوں کے بعد شدید بوکھلاہٹ کا اظہار یوں کیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں پراپیگنڈہ مہم کے طور پر حقائق سے ہٹ کر غیر علمی انداز میں طعن وتشنیع کا آغاز کیا، خصوصاً کراچی میں دار الموطا نامی ادارے نے عوام اور حکومتی اداروں میں منفی لٹریچر تقسیم کر کے اس کارِ مذموم میں 'قیادت کا فریضہ' سر انجام دیا ہے، چونکہ دیگر ناقدین کے اعتراضات بھی اسی لٹریچر کا چربہ ہیں لہٰذا ہم نے مناسب سمجھا کہ دار الموطا کے تقسیم کردہ کتابچہ کو من وعن شائع کرتے ہوئے ادارے کے مؤقف کے ساتھ ساتھ دیگر علمی وعوامی شخصیات کا اس پر تنقیدی جائزہ پیش کریں اور فیصلہ معزز قارئین پر چھوڑ دیا جائے۔ [ادارہ]

سوال

جناب حضرت مفتی محمد طاہر مکی صاحب، صدر قرآنی مرکز ودار الموطا کراچی و مفتی مدینۃ العلوم اورنگ آباد۔

☆ صدر قرآنی مرکز ودار الموطا، کراچی ...... معروف منکر حدیث عمر عثمانی کے خلفِ رشید

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

السلام علیکم ورحمة الله و بركاته!

جنابِ گرامی!

لاہور سے اَہلحدیثوں کے ایک اِنتہاپسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے کے صفحہ ۶۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلافِ قراءت پرمبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش کا، قالون کا، دوری کا) پاکستان سے باہر شائع ہوچکے ہیں۔ اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶رقاریوں کے اختلافات والے ۱۶رقرآنی مصاحف وہ شائع کردے گا۔ اس طرح کل ۲۰رقرآنی مصاحف ہوجائیں گے (یعنی ان سب میں باہمی اختلافات ہیں۔ کیونکہ اگر ان ۲۰رمصاحف میں آپس میں اختلافات نہ ہوتے تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ مصاحف کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت ہی کیوں ہوتی؟)

پوری تاریخ اِسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ ورنہ خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ برصغیر میں کبھی ایسا ہوا۔ حتیٰ کہ کسی غیرمسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ برصغیر میں اب اس غالی اَہلحدیث گروپ کی طرف سے یہ پہلی جرأت کی جارہی ہے۔ کیا اس سے عام مسلمانوں کو تشویش نہیں ہوگی؟ اور کیا قرآن کی عظمت میں کمی نہیں آئے گی؟ اور کیا مسیحیوں اور غیرمسلموں کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ جس طرح چار انجیلوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا پتہ نہیں اسی طرح ان چار یا بیس قرآنوں میں حضرت محمد ﷺ کے اصل قرآن کا کیسے پتہ چلے گا؟ کیا اب ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا؟

پھر یہ چار یا بیس (۴ یا ۲۰) قرآنی مصاحف کس لئے؟

سائل ذاکر حسین، کراچی

الجواب بعون الله الذی أنزل الكتاب

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا. وقال: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة:۲]، ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ [الطور:۳۴]، ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾[النساء:۸۲] أما بعد:

جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اِظہار کردیا ہے کہ اختلافِ قراءت پرمبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک، حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں، نہ خمینی انقلاب کے بعد بھی، کسی نے نہیں کی۔ غرض اختلافِ قراءت کو متن قرآن میں داخل کرکے مصحف کی شکل میں شائع کرنے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔

پہلی مرتبہ یہ حرکت مشہور مستشرق جیفرے نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بھی متن قرآن میں نہیں بلکہ قرآن کریم کے حاشیہ پر اِختلافِ قراءت درج کرکے شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا، مگر اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جنگ عظیم میں بمباری کے دوران اس کے سارے کام کو تباہ کردیا۔

حیرت ہے اَب اسلام کے کچھ نادان دوست اس کام کی جرأت کریں جس کی جرأت غیرمسلم تک نہ کرسکے۔ ان نادان دوستوں کی پُشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانی (ترکی) تک کے اجماعِ اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اس کا موقع فراہم ہوجائے گا کہ وہ قرآن کریم کو متنازعہ بنانے، اور چار انجیلوں کی طرح قرار دینے کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

سب کو معلوم ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابوالاسود دُولی نے قرآن کریم پر اعراب (زیر، زبر، پیش) لگائے تھے۔ پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود دُولی کے دو شاگردوں یحیٰی بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا اور تمام اموی خلافت میں دارالخلافہ دمشق سے افریقہ کے الجزائر و مراکش اور یورپ کے ہسپانیہ تک اور ادھر عراق و ایران سے بخارا و سندھ تک، تیسری طرف حرمین شریفین اور نجد و یمن تک، چوتھی طرف ترکی، آرمینیا اور کوہ قاف کی انتہاؤں تک، تمام خلافتِ بنوامیہ میں اعراب والا یہی ایک قرآن کریم رائج ہوا۔ ان کے بعد سلیمان کی خلافت آئی جس کے مشیرِ اعظم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔ پھر اس کے بعد خود عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اپنی خلافت میں بھی یہی حجاج کی نگرانی میں لگائے گئے اعراب (زیر، زبر، پیش) والا مصحف (قرآن کریم) رائج رہا۔ کبھی کسی کو اعتراض کرنے کی یا اس کے برخلاف اختلافی قراءت والا مصحف پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد عباسی دور میں بھی پورے عالم اسلام میں یہی اعراب والا مصحف رائج رہا۔ پھر خلافت عثمانیہ (ترکی) میں یہی رائج رہا۔ غرض جب تک مسلمانوں کا خلافت کی صورت میں اجتماعی شیرازہ برقرار رہا۔ تمام اُمت کا اسی مصحف پر اجماع رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، خلافت سے چل کر ان کے بعد خلافت عبدالملک، خلافت ولید، خلافت سلیمان و خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تابعی خلافت سے ہوتے ہوئے آج تک یکساں اعراب والا یہی قرآن کریم با جماع و تواتر ہر خلافت اسلامی میں جاری رہا اور تراویح میں پڑھا اور سنایا جاتا رہا۔ ہاں خلافت کے خاتمہ کے بعد اسلام کے دشمنوں کو قرآن کریم کی عظمت کے خلاف طرح طرح کے پلان بنا کر کامیاب ہونے کی توقع ہوئی جس کی تاریخی طور پر پہلی معلوم کوشش مستشرق آرتھر جیفرے کی تھی جو قرآن کریم کے حاشیہ پر اختلاف قراءت پیش کر کے حفاظت قرآن کے متعلق مسلمانوں کے گہرے ایمان کو متزلزل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ مسلمان مسیحیوں سے یہ سوال نہ کر سکیں کہ اگر انجیلیں چار ہیں تو پھر ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کون سی ہے؟ جیفری اور اس کے اندھے مقلدین کی کوششیں اگر کامیاب ہوجائیں تو پھر اس سوال پر مسیحی پلٹ کر خود مسلمانوں سے سوال کر سکیں گے کہ جناب آپ کے چار+سولہ= بیس قرآنوں میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی قرآن کون سا ہے؟ جب مسلمان اس کا جواب دے دیں گے تو پھر ہم مسیحی چار انجیلوں میں سے مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کا جواب بھی دے دیں گے۔

افسوس ان تکلیف دہ سازشوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور بصیرت سے محروم نادان دوست خود ہی ان کے جال میں پھنس گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو غافل نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے کام میں تعاون کر کے سعادت عظمیٰ میں شریک ہوں ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ [محمد:۷] لیکن اگر کوئی بدقسمت محروم رہنا چاہتا ہے تو ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ [محمد:۳۸] کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بغیر کسی کی مدد کے اللہ اپنا کام کر کے دکھاتا ہے۔

آرتھر جیفرے یہ سازش کر رہا تھا مگر اللہ کی بے آواز لاٹھی نے دوسری جنگ عظیم میں دوطرفہ بمباری کی زد میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لاکر جیفرے کے کیے گئے تمام کام کو، اوراس عمارت کو، جس میں یہ کام ہورہا تھا، مکمل تباہ کردیا۔

ہاتھی والوں سے بیت اللہ (کعبہ) کو بچانے کے خدائی معجزہ کی طرح کلام اللہ (قرآن کریم) کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لیے یہ تازہ ترین معجزہ تھا: ﴿ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ [یوسف:۲۱] ﴿فَاَتٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ○ فَاَذَاقَھُمُ اللّٰہُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ [الزمر:۲۵،۲۶]

ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد سائل کے لیے ہمارا جواب وہی ہے جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے امداد الفتاویٰ (دارالعلوم کراچی ایڈیشن) کی پہلی جلد میں ہے کہ مصاحف کی شکل میں اختلافِ قراءت کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلافِ قراءت پرمبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔

اس جواب کے ساتھ یہ خوش خبری بھی معلوم ہوئی ہے کہ حکومت پنجاب نے اختلافِ قراءت کے حوالہ سے قرآن کریم کے اختلافی مصاحف چھاپنے کا پروگرام رکھنے والوں کے خلاف نوٹس لیا ہے جس کے لیے وہ تحسین کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دانستہ یا نادانستہ بہرصورت دشمن کا آلۂ کار بننے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مزید بصیرت کے لیے مولانا تھانوی کا (جو خود بھی سبعہ کے قاری تھے) فتویٰ (سوال و جواب مکمل) یہاں بھی درج کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ جواب مسلم آبادی کے ستر فیصد اکثریتی حصہ پر مشتمل حنفی مسلک کی مکمل ترجمانی ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ عالمگیر، فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ شامی ردّالمختار وغیرہ سے ظاہر ہے۔

محمد طاہر (دارالافتاء، مدینۃ العلم، کراچی)

کتب مدرك نمی شود تعلق بسماع ازماهر دارد۔ من از قراء پانی پت که دراین فن از دیگراں امتیاز خاص دارند ایں حرف شنیده ام در ادائے شاں صریح امتیاز محسوس میشودهم از ظاء وهم از دال هذا وجواب خامس تتمه هم دار دواں اینکم حکم بفساد صلوٰة برفتویٰ متأخرین عام نیست بلکه مخصوص است به قادر بر ادائے صحیح اما غیر قادر پس نمازش و همچنیں امامتش صحیح خواں را و غلط خواں را درهر دو صورت صحیح است خواه بصوتِ دال خواند خواه بصوتِ ظاء که آں لغت او گشته باز در صورت غلط ادا نمودن آیا ترجیح دال مفخم راست که اگرچه غلط است لاکن ممتاز است بخلاف ظاء که ممتاز هم نیست یا ظاء معجمه راست که اگرچه ممتاز نیست لیکن حرف قرآن ست بخلاف دال ایں کلام دیگر ست و درهر دو جانب جماعتے است از اهل علم و لکل وجهة هو مولیها۔

۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ (النور صفحہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ) [امداد الفتاویٰ: ۱/۱۹۴]

منع از غلو در قراءة سبعه بوقت احتمال فتنۂ عوام۔

سوال (۲۴۲) بعض مقامات میں سبعہ قراءۃ کا چرچا حد سے تجاوز کر چلا ہے۔ بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کو مختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اُس کو صریحاً بغرض ریا پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے جس سے سوا نمود کے کوئی نفع نہیں۔ کیا اس طرح پڑھنے پڑھانے میں اس زمانۂ پرآشوب میں یہ خوف نہیں ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جہال و مخالفین اسلام ان اختلافات کو سن کر مشوش ہوں گے اور خوف فتنہ نہیں ہے؟۔ چنانچہ بعض حفاظ نے تو ایک رکعت میں روایت حفص پڑھی، دوسری رکعت میں روایت قالون، کسی نے ٹوکا تو کہہ دیا کہ تم نہیں جانتے۔ ایسی صورتیں اچھی معلوم نہیں ہوتیں۔ کیا یہ فعل قابل روکنے کے نہیں ہے۔ براہ نوازش اگر قابل ممانعت ہے تو اس کا جواب ذرا تفصیل سے الامداد میں طبع ہوجائے تو بہتر ہے میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کی تعلیم بند ہو بلکہ زور دیا جائے کہ تجوید کا نام قراءت ہے اور عوام کو اسی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی، حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اس کو سبع پڑھائی جائے۔ سفہاء اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جائے اور قراءت جاننے والوں کو چاہئے کہ ہر کس و ناکس کو سوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھایا کریں۔

الجواب

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [الأنعام:۱۰۸] في تفسير بيان القرآن۔ اس سے قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح (بلکہ مستحب بھی ۱۲ منہ) جب حرام کا سبب بن جائے وہ حرام ہوجاتا ہے۔.....الخ (وهذا المبحث) [امداد الفتاویٰ، جلد اوّل فصل فی التجوید: ۱۹۵]

كله صالح لأن يلاحظ فيه ۱۲) وروى البخاري عن عليّ قال: حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يُكذب الله ورسوله. (في حقيقة الطريقة). [صحيح البخاري: كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم......]

بعضے بیباک عوام کے سامنے بے تکلف دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام اُن کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہوجاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ و رسول کی تکذیب کا تحقق ہوا۔ والثاني أشد من الأوّل. اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے۔

وروى مسلم عن ابن مسعود رضى الله عنه أنه قال: ما أنت بمحدث قوما لا يبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة. فی حقيقة الطريقة۔ [مقدمة صحيح مسلم]

اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے ص۸۲ وفي رد المحتار تحت مسئلة كراهة تعيين السورة في الصلوٰة من الدر المختار ما نصه حاصل كلام هذين الشيخين بيان وجه الكراهة في المداومة وهو أنه إن رأى ذلك وحتما يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل. [ج۱ص۵۶۸]

آیت اور حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام و جُہلا میں مفسدہ و فتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو اُس کا ترک خواص پر واجب ہے باقی فتنہ کا حدوث یا عدم حدوث یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے سوال میں بعض حالات میں جو فتنہ سبعہ پر مرتب ہوتا ہوا مذکور ہے وہ مشاہدہ ہے پس فتویٰ شرعی ہوگا۔ کہ خاص اُن احوال میں سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم و دعوائے کمال دریاء و تصنع و تفاخر ہو تو یہ فتنہ اس کے لیے مزید برآں ہے لہٰذا اس باب میں جو مشورہ سوال میں مذکور ہے۔ واجب الاتباع ہے۔ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ [تتمہ خامسہ ص ۴۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محمد عطاء اللہ صدیقی☆

اِختلافِ قراءت پر مبنی مصحف کی اِشاعت کے خلاف منفی پراپیگنڈہ......حقائق کیا ہیں؟

اِسے فکر وتدبر کی موت کہا جائے، فہم و اِدراک کا قصور یا پھر شیطانی فطرت کے فتور کا نام دیا جائے کہ یکے از سفیہان عروس البلاد (کراچی) کو الہام ہوا ہے (ملہم قادیان کے ہفوات ذہن میں رہیں) کہ خطۂ پنجاب (لاہور) سے 'غالی اہل حدیثوں' کا ایک گروہ قاریوں کے اختلاف والے ۱۶ قرآنی مصاحف شائع کرنے کا پورا منصوبہ بنا چکا ہے جس سے مسلمانوں میں 'سخت تشویش' کے پیدا ہونے کے 'خطرات' پائے جاتے ہیں۔ ماہنامہ 'رُشد' کے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے میں جب سے اس ذات شریف نے اس 'خبر' کا مطالعہ کیا ہے 'غیرتِ ایمانی' کا ایک جوار بھاٹا ان کے قلب کو گرمائے جارہا ہے۔ موصوف نے پاکستان کے مسلمانوں کو اس فتنۂ ملہمہ کے متعلق 'باخبر' کرنے کے لیے ہاہا کار کا ایک بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس ضمن میں موصوف نے کراچی کے ایک مفتی حضرت محمد طاہر مکی صاحب کی فتویٰ ساز فیکٹری سے فرمائشی مال کے طور پر ایک طویل فتویٰ بھی حاصل کیا ہے جس پر ان کے علم وفضل کا چوکھا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ قبلہ مفتی صاحب، خدا ان کے 'علم وفضل' کا سایہ اس 'جاہل اُمت' کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔ (آمین) نے تمام مالہ وما علیہ کا عرق ریزی سے مطالعہ کرنے کے بعد مسلمانوں کو بروقت 'خبردار' کیا ہے کہ مصاحف کی شکل میں اِختلافِ قراءت کو شائع کرنے سے منع کرنا ان پر 'واجب' ہے، مفتی صاحب قبلہ نے اپنے فتویٰ میں عوام کو یہ 'خوشخبری' بھی سنائی ہے کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے حکومت پنجاب نے اختلافِ قراءت کے حوالے سے قرآن کے اختلافی مصاحف چھاپنے والوں کے خلاف نوٹس لے لیا ہے۔ وہ ذاتِ شریف جن کی ذاتی کاوشوں کے نتیجے میں دانائے روزگار (اس کی وضاحت آگے آرہی ہے) مفتی محمد طاہر مکی صاحب کے اِلہامی قلم سے مذکورۃ الصدر فتوی کا ظہور عمل میں آیا ہے اور جن کی درخواست پر حکومت پنجاب نے اس معاملے کا 'نوٹس' لینے کی زحمت گوارا کی ہے، ذاکر حسین کے نام نامی سے متہم ہے۔ انہوں نے 'استفادہ عوام' کے لیے (ہمیں حسن ظن ہے کہ اپنی جیب سے) ماہنامہ 'رُشد' کا متعلقہ صفحہ ۶۷۸، مفتی صاحب کا طویل فتویٰ، اپنی درخواست (بزبانِ انگریزی) اور حکومت پنجاب کی طرف سے جاری کردہ نوٹس کو شائع کرا کے پھیلا دیا ہے۔ ہم اپنے بخت کی سرفرازی پر نازاں ہیں کہ اس عظیم 'تبلیغی لٹریچر' کا مطالعہ کرنے والوں میں ہمارا مرتبہ 'سابقون الاوّلون' میں شمار کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر حسین کی 'شکایت' کی حقیقت سے قارئین کو آگاہ کیا جائے۔ مذکورۃ الصدر فتویٰ، حکومتی نوٹس اور دیگر متعلقہ دستاویزات کے متعلق ناقدانہ تبصرہ بھی ان سطور کا بنیادی موضوع ہے۔ اگر

☆ 'ماہنامہ محدث' کے نامور سکالر، معروف کالم نویس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوسکا تو پردہ نشینوں کے سازشی اَذہان اور اس تحریک خبیثہ کے حقیقی محرکات پر اظہارِ خیال کیا جائے گا۔

ذاکر حسین، جن کا ابھی ذکر ہوا ہے اور جو ہماری گذارشات کے 'ممدوح خاص' ہیں، کراچی میں ناظم آباد میں کہیں گوشہ نشین ہیں۔ نہیں معلوم کہ ماہنامہ 'رُشد' کا جون ۲۰۰۹ء کا شمارہ ان کے ہاتھ کیسے لگا۔ ممکن ہے کسی پردۂ نشین 'شکاری' نے انہیں غلیل کے طور پر استعمال کیا ہو اور موصوف 'گولہ باری' پر اتر آئے ہوں۔ ان کے تحصیل علم یا علمی مشاغل کا حدود اَربعہ بھی ہمیں معلوم نہیں۔ البتہ مفتی محمد طاہر مکی صاحب کو سائل کے طور پر انہوں نے جو مکتوب تحریر کیا ہے اور پھر زبانِ افرنگ میں انہوں نے جو دو عدد خطوط وفاقی وزیر مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو تحریر کئے ہیں، ان سے ان کے مبلغ علم، انگریزی زبان پر قابل رشک 'عبور'، ابلاغی استعداد اور ذوق نشر و اشاعت سے ایک عام قاری 'متاثر' ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمارے ممدوح کی انگریزی دانی نے ہمیں خاص طور پر 'متاثر' کیا ہے۔ ہماری مدیر 'رُشد' سے گذارش ہے کہ وہ ان کے خطوط کو قارئین کی اطلاع کے لیے شائع کر دیں تاکہ انہیں بخوبی اندازہ ہوجائے کہ اختلافاتِ قرآت پر مبنی مصاحف کی مزعومہ اشاعت پر جن صاحب نے گرفت کی ہے ان کا علمی مقام کس قدر 'بلند' ہے۔

یہاں ہم ذاکر حسین کا 'سوال' لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے مفتی محمد طاہر مکی صاحب کی خدمت میں فتویٰ کے حصول کے لیے اِرسال کیا:

سوال:

''جناب حضرت مفتی محمد طاہر مکی صاحب ،صدر قرآنی مرکز و دارالموطا کراچی و مفتی مدینۃ العلوم اورنگ آباد۔

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته، وبعد:

جنابِ گرامی!

لاہور سے اہلحدیثوں کے ایک اِنتہا پسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے کے صفحہ ۶۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش، قالون اور دوری) پاکستان سے باہر شائع ہوچکے ہیں۔ اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلافات والے ۱۶ قرآنی مصاحف وہ شائع کردے گا۔ اس طرح کل ۲۰ قرآنی مصاحف ہوجائیں گے (یعنی ان سب میں باہمی اختلافات ہیں۔ کیونکہ اگر ان ۲۰ مصاحف میں آپس میں اختلافات نہ ہوتے تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ مصاحف کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت ہی کیوں ہوتی؟)

پوری تاریخ اسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ ورنہ خلافتِ راشدہ سے اموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ برصغیر میں کبھی ایسا ہوا۔ حتیٰ کہ کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ برصغیر میں اب اس غالی اہلحدیث گروپ کی طرف سے یہ پہلی جرأت کی جارہی ہے۔ کیا اس سے عام مسلمانوں کو تشویش نہیں ہوگی؟ اور کیا قرآن کی عظمت میں کمی نہیں آئے گی؟ اور کیا مسیحیوں اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ جس طرح چار انجیلوں میں حضرت مسیح کا پتہ نہیں اسی طرح ان چار یا بیس قرآنوں میں حضرت محمدﷺ کے اصل قرآن کا کیسے پتہ چلے گا؟ کیا اب ایک خدا، ایک رسولﷺ، ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا؟

پھر یہ چار یا بیس (۴ یا ۲۰) قرآنی مصاحف کس لئے؟

سائل (ذاکر حسین، کراچی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر حسین قبلہ مفتی صاحب کی رگِ نازک اور حساسیت سے بخوبی واقف ہیں۔ اسی لیے انہوں نے سوال کی پہلی سطر میں ہی ان کے غیظ وغضب کو بھڑکانے کے لیے 'اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ' کے الفاظ کا استعمال ضروری خیال کیا۔ ایک 'اہل حدیث' اور وہ بھی 'انتہا پسند گروپ'۔ جب ذاکر حسین نے مفتی صاحب کو پہلے ہی ہلے میں یقین دلا دیا کہ سائل اہل حدیثوں کے ایک انتہاپسند گروپ کی تازہ جرأت کے متعلق فتویٰ طلب کرتا ہے تو گویا مفتی صاحب کا کام انہوں نے آسان کردیا۔ ایک 'انتہا پسند گروپ' کے متعلق مفتی صاحب اگر فتویٰ صادر نہ فرماتے تو ان کی 'اعتدال پسندی' اور 'ایمانی غیرت' معرضِ خطر میں پڑ جاتی۔ مفتی صاحب کے فتویٰ میں ان کا 'جوشِ ایمانی' شاید اسی 'انتہاپسندی' کے استیصال کے خلاف ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دیتا ہے۔ ذاکر حسین کی مؤثر اشتعال انگیزی کے اثرات ان کے فتویٰ پر واضح دکھائی دیتے ہیں۔ہمیں مفتی صاحب کی 'وسعتِ علمی' پر ترس آتا ہے کہ موصوف کو 'اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ' کے متعلق جاننے کے لیے ذاکر حسین جیسے سائل کی جذباتی اپیل کا زیر بار اِحسان ہونا پڑا۔ 'محدث' اور جامعہ لاہور الاسلامیہ کو ایک دنیا جانتی ہے۔ اسے ایک 'انتہا پسند گروپ' کا نام دینا ایک انتہائی لغو جسارت، دریدہ دہنی اور خبثِ باطن کے اظہار کی مذموم کاوش ہے۔

سائل نے اپنے سوال میں علمی اُسلوب اختیار کرنے کی بجائے فرقہ وارانہ اور مسلکی اختلاف کی جذباتی فضا پیدا کرکے اپنا مطلوبہ جواب حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ذاکر حسین نے اپنے سوال میں حقائق کو مسخ کرکے پیش کیا ہے۔ ماہنامہ 'رُشد' کے جون کے شمارے میں صفحہ نمبر ۶۷۸ پر کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ یہ ادارہ ''اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلافات والے ۱۶ قرآنی مصاحف شائع کرے گا۔'' ذاکر حسین کا یہ جملہ تلبیس کوشی، ژاژ خائی اور دروغ بافی کی قابل نفرت مثال پیش کرتا ہے، یہ بات صریحاً جھوٹ پر مبنی اور بے بنیاد ہے۔ 'رُشد' کے صفحہ ۶۷۸ پر جو کچھ شائع ہوا ہے اور اس کو جس انداز میں ان صاحب نے پیش کیا ہے، ان دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ ذاکر حسین شائع شدہ مواد کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے، کیونکہ اس میں کسی طرح کا بھی ابہام، اغلاق یا پیچیدگی نہیں ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مفہوم روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ ایک اوسط فہم کا مالک انسان بھی اسے بہت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اگر ذاکر حسین اس کو بالفرض نہ سمجھ سکا تو ایسے گیدی خر کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی مفتی صاحب کے درِ علمی پر دستک دیتا اور فتویٰ کی خیرات طلب کرتا پھرے۔ ایسے مجہول کا اصل مقام تو کسی آہن گر کی خراد ہوسکتی ہے، کسی دارالافتاء کا طواف اس سے بعید ہے۔

ذاکر حسین نے اپنے سوال میں وضاحتاً بتایا ہے ''اگر ان ۲۰ مصاحف میں آپس میں اختلافات نہ ہوتے تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ مصاحف کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت ہی کیوں آتی؟'' نجانے موصوف نے یہ سوال داغنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ آخر کس کافر نے انکار کیا ہے کہ یہ 'اختلافات' نہیں ہیں؟ جو اصل بات مفتی صاحب سے پوچھنے کی تھی وہ یہ تھی کہ یہ 'اختلافات' کس نوعیت کے ہیں اور ان 'اختلافات' کے قرآن مجید کے متن اور معانی پر کیونکر اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

ان سوالات کے سیر حاصل جوابات 'رُشد' کے مضامین میں جابجا پڑھنے کو ملتے ہیں۔ اس رسالے کے صفحہ نمبر ۶۷۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو معترض نے بھی ضرور ان کو دیکھا ہوگا۔ اُسے چاہیے تھا کہ اپنے سوال میں ان نکات کو بھی پیش کرتا۔ مگر وہ ایسا کیوں کرتا؟ جب ایک شخص شروع سے ہی بدنیت ہو، اُس سے ایسے انصاف کی توقع کیونکر کی جاسکتی ہے؟ اس نے مفتی صاحب سے سوال اس نیت سے تھوڑا پوچھا تھا کہ اسے انشراحِ صدر مطلوب تھا، وہ تو اس فتویٰ کو اپنی پراپیگنڈہ فیکٹری میں آتش گیر مادے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس 'سوئے ظن' کے متعدد قرائن پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اس سائل کے خبث باطن کو بھانپنا کوئی مشکل امر نہیں ہے یہ تو سر بازار اس کی رسوائی کا تماشا پیش کر رہا ہے۔

سائل ذاکر حسین (غلیل) سوال کے دوسرے حصے میں مورخ بن کر سامنے آئے ہیں۔ وہ مذکورہ اشاعت مصحف کو 'اس زمانہ کی نئی بدعت' قرار دیتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کی تاریخ تو ایک طرف حتیٰ کہ ''کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ برصغیر میں اس غالی اہل حدیث گروپ نے یہ پہلی جرأت کی ہے۔'' گویا موصوف کے خیال میں یہ' غالی اہل حدیث' 'اسلام دشمنی' میں غیر مسلموں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ اسلامی تاریخ کا جائزہ اور اس گروہ کی عدیم النظیر جرأت کی نشاندہی کے بعد سائل نے مسلمانوں کے درمیان تشویش پھیلنے کے خطرات سے مفتی صاحب کو متنبہ کیا ہے۔ پھر انہوں نے مفتی صاحب کے خوابیدہ ضمیر پر تابڑ توڑ سوالات کے میزائل داغے ہیں۔

اُٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا نہ پھر کبھی

والا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر سوال کی صورت میں اپنے اس خدشے کا اظہار کرکے بات ختم کی ہے کہ اب ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا۔ پھر یہ ۳ یا ۲۰ قرآنی مصاحف کس لیے؟

کیا سائل ذاکر حسین، جن کو ابھی تک ہم نے اپنے مفروضے اور ان کے دستخطوں کی وجہ سے 'سائل' بیان کیا ہے، نے 'اس زمانہ کی نئی بدعت' اور 'غالی اہل حدیث گروپ کی پہلی جرأت' کے متعلق جس طرح خدشات کا اظہار کیا ہے ان کی کوئی حقیقت بھی ہے؟ کیا یہ معاملہ مسلمانوں کے لیے واقعی قابل تشویش ہے؟ کیا یہ کوئی ایسی 'اسلام دشمن' حرکت ہے جس کی جرأت اب تک کسی غیر مسلم کو بھی نہ ہوئی تھی؟ کیا اس طرح کے مصاحف کی اشاعت واقعی کوئی 'پہلی جرأت' یا پہلا اقدام ہے؟ کیا اس معاملے کا چار انجیلوں سے عقلی طور پر موازنہ کیا جاسکتا ہے؟ کیا اس سے قرآن کریم کی عظمت میں واقعی کوئی کمی واقع ہوجائے گی؟ کیا ان مصاحف کی اشاعت کے بعد اصل قرآن کا پتہ لگانا مشکل ہوجائے گا؟ کیا ہم سائل کے اس خدشہ میں شریک ہوسکتے ہیں کہ اب ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا؟ سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ یہ سارے سوالات کسی سنجیدہ ذہن کی علمی تحقیق کے نتائج ہیں یا پھر ایک شیطانی سوچ اور فسادی ذہن کی خرافات ہیں جسے وہ تلبیس کوشی کے پردے میں مسلمانوں کی 'تشویش' کا نام دے رہا ہے؟ ہم اس معاملے کا باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد اپنے نتائج فکر بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

فتویٰ

مفتی طاہر مکی صاحب نے ذاکر حسین کے سوال کے جواب میں جو فتویٰ تحریر کیا ہے اور بعد میں افادۂ عوام کے لئے اِس کی تشہیر پر مال خرچ کیا ہے اس کا مکمل متن دو صفحات کے بعد اسی مضمون میں ملاحظہ کریں۔ (یا اس سے پچھلا مضمون دیکھیں جس میں سوال و جواب دونوں مکمل طور پر موجود ہیں۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فتویٰ کے متن کا پوسٹ مارٹم

ہم نے 'نقد' یا 'تنقید' کی بجائے شعوری طور پر 'پوسٹ مارٹم' (جراحی پس از مرگ) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ایک مردہ لاش کی توہین کے لیے یا تو اس پر کوڑے برسائے جاتے ہیں اور یا پھر 'پوسٹ مارٹم' کے ذریعے اس کا تیاپانچہ کرکے رکھ دیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک زیرنظر 'فتویٰ' ایک 'مردہ لاش' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ مفتی محمد طاہر صاحب اپنے قلم معجزہ رقم سے اس میں زندگی ڈالنے کی کوشش تو کرتے رہے ہیں مگر اس تحریر میں جان نہیں ڈال سکے۔ جب ان کی 'مسیحائی' کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے اس 'مردہ لاش' کو بے گوروکفن چھوڑ کر فرار ہونے میں عافیت سمجھی۔ سائل ذاکر حسین بے چارے کو محض یہ کہہ کر ٹرخا گئے کہ ''ہمارا جواب وہی ہے جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے امداد الفتاویٰ کی پہلی جلد میں ہے۔''

اگر ذاکر حسین کوئی افسانوی کردار نہیں ہے تو مفتی صاحب سے اتنا تو دریافت کرسکتا تھا۔ ''قبلہ! اگر اس سوال کا آپ نے یہی جواب دینا تھا تو خواہ مخواہ طوالانی تمہید باندھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟'' مفتی صاحب نے اپنے نام نہاد فتویٰ کے آغاز میں جس انداز میں مسئلہ مذکورہ کے تاریخی ارتقاء پر مضمون نگاری شروع کی تھی اس سے ہمیں بجا طور پر توقع تھی کہ وہ 'غالی گروپ' کی 'گمراہی' ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت اور آثار سے حوالہ جات کے انبار لگا دیں گے اور پھر آخر میں نہایت حکیمانہ اور مفتیانہ اُسلوب میں سائل کے لیے بالخصوص اور دیگر عوام کالانعام کی ہدایت کے لیے بالعموم انتہائی موثر اور نتیجہ خیز جواب تحریر فرمائیں گے۔ مگر

اے بسا آرزوئے کہ خاک شد

سچی بات یہ ہے کہ قبلہ مفتی صاحب کا 'الجواب' آخر تک پڑھ چکنے کے بعد بھی ہم اصل 'فتویٰ' کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ہم نے بہت سے مفتیانِ کرام کے فتویٰ جات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے مگر ایسا 'نادرۂ روزگار' فتویٰ ہمارے علم میں نہیں ہے۔ 'علم و دانش' کے کسی ایسے ہی 'جواہر پارے' کی تفہیم سے عاجز آکر شاید غالب جیسے نکتہ دان کو کہنا پڑا۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے
ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

ہماری مندرجہ بالا شگفتہ خاطری سے اگر کوئی صاحب یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ مفتی صاحب نے حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی رائے کو نقل کرنے پر ہی اکتفا کرکے اپنی پیدائشی نالائقی کا ثبوت دیا ہے تو ہم ان صاحب کی خدمت میں یہی عرض کریں گے کہ وہ مفتی صاحب کے متعلق قائم کئے جانے والے اس سوئے ظن سے توبہ کرلیں۔ مفتی صاحب نے حضرت تھانوی کے فتویٰ کے پیچھے پناہ لے کر اپنے تئیں بڑی 'حکیمانہ' (شاطرانہ) چال چلی ہے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ان کی ذاتی رائے کو شاید قبولیت عام نہ ملے اور بہت سارے علماء کسی پیشہ وارانہ رقابت یا معاصرانہ چشمک کی وجہ سے ان کی رائے کو درخور اعتنا نہ سمجھیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی رائے کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے گریز کی حکمت عملی اپنائی۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کم از کم اہل دیوبند میں سے تو کوئی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کی جسارت کرکے اپنی جگ ہنسائی اور تحقیر کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ ان کی عزت ومنزلت بلاشبہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حلقے میں ایسی ہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دیوبند کے مدرسے نے ان سے بڑا عالم دین پیدا نہیں کیا مگر مفتی طاہر صاحب کے شاطرانہ ذہن نے انہیں خودفریبی میں مبتلا کیا۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت تھانوی ؒ کی رائے اور فتاویٰ کا لوگ احترام کرتے ہیں مگر کیا لوگوں نے اپنے ذہنوں کو تالا لگا رکھا ہے؟ کیا وہ یہ بھی نہیں دیکھیں گے کہ مفتی محمد طاہر نے تھانوی صاحب کے فتویٰ کو جس تناظر میں بیان کیا ہے کیا واقعی اس مخصوص صورتِ حال میں اس کا اطلاق اور انطباق درست ہے؟

نام نہاد سائل ذاکر حسین کے 'سوال' کا علامہ مفتی محمد طاہر مکی مدظلہ تعالیٰ نے کیا جواب عنایت فرمایا بلکہ اس معاملے میں اپنا 'فتویٰ' کیا صادر فرمایا، اس کو انہی کے الفاظ میں ہم ضرور بیان کریں گے۔ مفتی صاحب قبلہ نے اس سوال اور فتویٰ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ہے تاکہ اہل پاکستان کو اس 'نئی بدعت' اور اہل حدیثوں کے ایک غالی گروپ کو اس 'پہلی جرأت' سے باز رکھنے کی 'نیک جدوجہد' کو عملی شکل دی جاسکے۔ اس فتویٰ سے پہلے ماہنامہ 'رُشد' کے اس حصے کو دیکھنا ضروری ہے جس میں مذکورہ مصاحف کی 'مبینہ اشاعت' کا فخریہ اعلان کیا گیا ہے۔ اگرچہ سائل ذاکر حسین کا فرض تھا کہ وہ ان 'قابلِ اعتراض' سطور کو بھی اپنے 'علمی سوال' کا حصہ بناتا مگر معلوم ہوتا ہے وہ فتویٰ کے حصول کے لیے سوال نویسی کی 'مطلوبہ استعداد' بہم نہیں پہنچا سکا۔ اس ضمن میں قبلہ مفتی صاحب 'شکریہ' کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کمال محنت سے سوال و جواب کے ساتھ ماہنامہ 'رُشد' کا صفحہ نمبر ۶۷۸ بھی 'استفادۂ عوام' کے لیے چھاپ دیا ہے جو اس فتویٰ کے اجراء کا 'باعث حقیقی' ہے۔

ماہنامہ 'رُشد' کا مذکورہ صفحہ ۶۷۸ حسب ذیل ہے:

''جمع کتابی کے سلسلہ میں کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دیگر اداروں کی خدمات

کلیۃ القرآن الکریم ، جامعہ لاہور الاسلامیہ:

'کلیۃ القرآن'، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمتِ قرآن کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے ہیں، وہاں جمع کتابی کے سلسلہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس میں وہ کام کیا ہے کہ جو تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ، جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جارہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتبِ قراءات میں موجود ہیں، لیکن باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں، کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنتِ شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قراءات میں سولہ مصاحف تیار کر لیے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔ یہ کام کویت کے عالمی ادارہ حامل المسك الإسلامية کی سربراہ تنظیم لجنة الزكاة للشامية والشويخ کے ایما کیا گیا ہے، جس کی مراجعت کے لیے مذکورہ تنظیم کے ذمہ داران کا لجنة مراجعة المصاحف، مصر سے تعاقد ہے اور آج کل یہ مشروع اسی ادارہ کے زیر اہتمام تنفیذی مراحل میں ہے۔

ان مصاحف کی تیاری میں مجمع الملك فهد کی طرف سے شائع کردہ روایتِ حفص کے مصحف کو اساس بنایا گیا ہے اور قراءاتِ عشرہ کے متعدد اختلافات کے مطابق علم رسم، علم ضبط اور علم الفواصل کی فنی تفصیلات کا لحاظ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کرتے ہوئے رسمِ مصحف میں تبدیلیاں کردی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم متعدد علوم سے متعلق ان کتب کی ایک فہرست ذکر کرتے ہیں، جن کی روشنی میں اس سارے علمی کو سرانجام دیا گیا''۔

ہم کاوش بسیار کے باوجود سائل ذاکر حسین کی اس خبر کہ ''اب موجودہ قرآن کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلاف والے ۱۶ قرآنی مصاحف وہ (یعنی انتہا پسند گروپ) شائع کردے گا'' کو تلاش نہیں کرپائے ہیں۔ اس کے برعکس مذکور بالا تحریر میں تو واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ یہ کام کویت کے ایک ادارے کے 'ایما پر کیا گیا ہے' اور پھر یہ سطر بھی دیکھئے (ممکن ہے کوئی شپرہ چشم اس کو نہ دیکھ سکے) ''آج کل یہ مشروع (یعنی مصحف) اس ادارہ (کویتی) کے زیر اہتمام تنفیذی مراحل میں ہے۔'' کیا ان سطور کی موجودگی میں یہ گمراہ کن نتیجہ نکالنے کی کوئی گنجائش یا عقلی دلیل باقی رہ جاتی ہے کہ ان مصاحف کی اشاعت کا کام اہل حدیثوں کا کوئی پاکستانی گروہ خود کرنا چاہتا ہے؟ پھر سائل نے 'مجمع الملك فهد' کا حوالہ بھی یکسر نظر انداز کردیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اسکے اصلی محرکات پر بھی ہم بات کریں گے۔ اِن شاء اللہ

اب ہم آتے ہیں مفتی محمد طاہر مکی صاحب کے 'فتویٰ' کی طرف۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم قبلہ مفتی صاحب کے 'فتویٰ' سے کچھ مطلب کی سطور نکال کر یہاں نقل کردیں، ان کے سیاق وسباق کو بیان نہ کریں اور مفصل 'فتویٰ' کو بطور ضمیمہ اس مضمون کے آخر میں درج کردیں۔ اصولاً ایسا ہی کرنا چاہئے بصورتِ دیگر مضمون کا توازن قائم نہیں رہ سکتا اور خوامخواہ بے جا طوالت کی صورت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ مگر یہاں ہم اس معاملے کی نزاکت کے پیش نظر مفتی صاحب کے فتویٰ کو ہو بہو نقل کرکے اس پر اپنی ناقدانہ رائے پیش کریں گے تاکہ ہم پر یہ الزام عائد نہ کیا جاسکے کہ ہم نے ان کے مؤقف کو مسخ شدہ حالت میں منتخب کرکے پیش کیا ہے۔ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

الجواب بعون الله الذي أنزل الكتاب

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا . وقال: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾[البقرة:۲]، ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾[الطور:۳۴]، ﴿ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾[النساء:۸۲] أما بعد .

جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اظہار کردیا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک، حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں، نہ خمینی انقلاب کے بعد بھی، کسی نے نہیں کی۔ غرض اختلافِ قراءت کو متن قرآن میں داخل کرکے مصحف کی شکل میں شائع کرنے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔

پہلی مرتبہ یہ حرکت مشہور مستشرق جیفری نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بھی متن قرآن میں نہیں بلکہ قرآن کریم کے حاشیہ پر اختلاف قراءت درج کرکے شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا، مگر اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جنگ عظیم میں بمباری کے دوران اس کے سارے کام کو تباہ کردیا۔

حیرت ہے اب اسلام کے کچھ نادان دوست اس کام کی جرأت کریں جس کی جرأت غیر مسلم تک نہ کرسکے۔ ان نادان دوستوں کی پُشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(ترکی) تک کے اجماع امت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اس کا موقع فراہم ہوجائے گا کہ وہ قرآن کریم کو متنازعہ بنانے، اور چار انجیلوں کی طرح قرار دینے کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

سب کو معلوم ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابو الاسود الدؤلی نے قرآن کریم پر اعراب (زیر، زبر، پیش) لگائے تھے۔ پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابو الاسود الدؤلی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا اور تمام اموی خلافت میں دارالخلافہ دمشق سے افریقہ کے الجزائر ومراکش اور یورپ کے ہسپانیہ تک اور ادھر عراق و ایران سے بخارا و سندھ تک، تیسری طرف حرمین شریفین اور نجد ویمن تک، چوتھی طرف ترکی، آرمینیا اور کوہ قاف کی انتہاؤں تک، تمام خلافتِ بنوامیہ میں اعراب والا یہی ایک قرآن کریم رائج ہوا۔ ان کے بعد سلیمان کی خلافت آئی جس کے مشیر اعظم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔ پھر اس کے بعد خود عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اپنی خلافت میں بھی یہی حجاج کی نگرانی میں لگائے گئے اعراب (زیر، زبر، پیش) والا مصحف (قرآن کریم) رائج رہا۔ کبھی کسی کو اعتراض کرنے کی یا اس کے برخلاف اختلافی قراءت والا مصحف پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد عباسی دور میں بھی پورے عالم اسلام میں یہی اعراب والا مصحف رائج رہا۔ پھر خلافت عثمانیہ (ترکی) میں یہی رائج رہا۔ غرض جب تک مسلمانوں کا خلافت کی صورت میں اجتماعی شیرازہ برقرار رہا۔ تمام اُمت کا اسی مصحف پر اجماع رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی، صحابہ کرام کی، خلافت سے چل کر ان کے بعد خلافت عبدالملک، خلافت ولید، خلافت سلیمان و خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تابعی خلافت سے ہوتے ہوئے آج تک یکساں اعراب والا یہی قرآن کریم باجماع وتواتر ہر خلافت اسلامی میں جاری رہا اور تراویح میں پڑھا اور سنایا جاتا رہا۔ ہاں خلافت کے خاتمہ کے بعد اسلام کے دشمنوں کو قرآن کریم کی عظمت کے خلاف طرح طرح کے پلان بنا کر کامیاب ہونے کی توقع ہوئی جس کی تاریخی طور پر پہلی معلوم کوشش مستشرق آرتھر جیفرے کی تھی جو قرآن کریم کے حاشیہ پر اختلاف قراءت پیش کر کے حفاظت قرآن کے متعلق مسلمانوں کے گہرے ایمان کو متزلزل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ مسلمان مسیحیوں سے یہ سوال نہ کرسکیں کہ اگر انجیلیں چار ہیں تو پھر ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کون سی ہے؟ جیفری اور اس کے اندھے مقلدین کی کوششیں اگر کامیاب ہوجائیں تو پھر اس سوال پر مسیحی پلٹ کر خود مسلمانوں سے سوال کرسکیں گے کہ جناب آپ کے چار + سولہ = بیس قرآنوں میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی قرآن کون سا ہے؟ جب مسلمان اس کا جواب دے دیں گے تو پھر ہم مسیحی چار انجیلوں میں سے مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کا جواب بھی دے دیں گے۔

افسوس ان تکلیف دہ سازشوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور بصیرت سے محروم نادان دوست خود ہی ان کے جال میں پھنس گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو غافل نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے کام میں تعاون کر کے سعادت عظمیٰ میں شریک ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ [محمد:۷] لیکن اگر کوئی بدقسمت محروم رہنا چاہتا ہے تو ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ [محمد:۳۸] کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بغیر کسی کی مدد کے اللہ اپنا کام کر کے دکھاتا ہے۔

آرتھر جیفرے یہ سازش کر رہا تھا مگر اللہ کی بے آواز لاٹھی نے دوسری جنگ عظیم میں دوطرفہ بمباری کی زد میں لاکر جیفرے کے کیے گئے تمام کام کو، اور اس عمارت کو، جس میں یہ کام ہو رہا تھا، مکمل تباہ کر دیا۔

ہاتھی والوں سے بیت اللہ (کعبہ) کو بچانے کے خدائی معجزہ کی طرح کلام اللہ (قرآن کریم) کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لیے یہ تازہ ترین معجزہ تھا: ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [یوسف:۲۱] ﴿فَأَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ○ فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر: ۲۵،۲۶]

ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد سائل کے لیے ہمارا جواب وہی ہے جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے امداد الفتاویٰ (دار العلوم کراچی ایڈیشن) کی پہلی جلد میں ہے کہ مصاحف کی شکل میں اختلافِ قراءات کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلافِ قراءات پر مبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔''

ہمیں یہ اعتراف کرتے ہوئے کوئی باک نہیں ہے کہ قبلہ مفتی محمد طاہر مکی صاحب سے ہمارا پہلا تعارف اس 'فتویٰ' (اگر اسے فتویٰ کہا جاسکتا ہے) کی صورت میں ہوا ہے۔ ان کے علم و فضل کی کیفیت کیا ہے اور ان کے علمی مشاغل کیا ہیں اور انہیں کس قدر 'رسوخ فی الدین' حاصل ہے، اس کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہے۔ البتہ انہوں نے معاملہ زیر بحث کے متعلق جو 'فتویٰ' صادر فرمایا ہے اس کو پڑھ کر نہ صرف ان کی شخصیت کا کوئی اچھا تاثر نہیں ملا بلکہ ہمیں ان کے اس اقدام پر شدید افسوس ہوا ہے۔ انہوں نے 'پاکستان میں اختلاف قراءات والے قرآنی مصاحف کی اشاعت' کے عنوان سے جو کتابچہ بشمول فتویٰ شائع کیا ہے، اس پر ان کا تعارف کچھ اس طرح درج ہے:

''علامہ مفتی محمد طاہر مکی۔ صدر قرآنی مرکز دار المؤطا، کراچی''

ہمیں ان کے نام کے ساتھ یہ 'علامہ' اور 'مفتی' کے الفاظ محض تشہیری سابقوں سے زیادہ معلوم نہیں ہوتے اور پھر 'مکی' کا لاحقہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں بھی شاید حصولِ تعلیم کے لیے گئے ہوں گے۔ یہ فتویٰ تحریر کر کے ہم سمجھتے ہیں انہوں نے ان سارے سابقوں اور لاحقوں کی مٹی پلید کی ہے۔ ہمیں معلوم ہے قبلہ محمد طاہر صاحب ہماری اس 'جسارت' کو شخصی توہین قرار دیں گے اور یہ بات ان کے 'قلب اقدس' پر ناگوار گزرے گی۔ مگر جس درجہ میں وہ 'علامہ اور مفتی' کے اعلیٰ مناصب کی اہانت کے مرتکب ہوئے ہیں، ہمارے الفاظ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ ان پر تنقید ایک ناخوشگوار فریضے کی تکمیل سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

پردہ نشیں خلیل

ہم نے ذاکر حسین مذکور کے 'سوال' اور مفتی صاحب کے 'الجواب' (فتویٰ) کے مندرجات کو سمجھنے میں کافی دماغ سوزی کی ہے۔ ان دونوں دستاویزات کے اُسلوب نگارش، انتخاب الفاظ، جملوں کی دروبست، سوالات اور جوابات کی یکسانیت اور پھر اس فتویٰ کے آخر میں پیش کی گئی 'خوش خبری' پر جس قدر زیادہ غور وفکر کیا، اتنا ہی ہمارا یہ شک کہ سوال اور جواب ایک ہی شخص کے تحریر کردہ ہیں، یک میں بدلتا گیا۔ ہمارے وجدان کی پہلی صدا جو شروع میں صدا کے جرس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے زیادہ نہ تھی بالآخر پیہم شعور میں بدلتی چلی گئی۔

اگر قارئین نے ہمارے اس مضمون کے شروع کے پیراجات میں ذاکر حسین کے ساتھ 'غلیل' اور 'نام نہاد' کے الفاظ پر ذرا بھی غور کیا ہو، تو وہ ہماری اس الجھن، اضطراب اور تشکیک کا اندازہ ضرور کر چکے ہوں گے۔ اس مضمون کو لکھنے کے دوران تدریجی طور پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ سوال بھی قبلہ مفتی صاحب کے 'ذہن رسا' کی تخلیق ہے اور پھر 'الجواب' کے مصنف تو وہ بہرحال ہیں ہی۔ مفتی صاحب کو 'ذاکر حسین' کی بیساکھیاں کیوں استعمال کرنی پڑیں، مناسب ہوگا کہ ہم اس پر اپنا تجزیہ آخر میں پیش کریں۔ پردہ نشینوں کے چہرے سے نقاب اٹھنا بھی ضروری ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ کو پیش کرنے کی اغراض

ہم بڑی دیانتداری سے محسوس کرتے ہیں کہ مفتی محمد طاہر صاحب نے حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ کو اپنے فساد انگیز خیالات کی تائید کے طور پر استعمال کرکے عقلی بددیانتی اور ایک بڑے عالم دین کے فتویٰ کا اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لیے استحصال کیا ہے۔ مفتی طاہر صاحب نے اپنے نام نہاد فتویٰ کے ساتھ 'امداد الفتاویٰ' سے حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ کا عکس بھی منتھی کردیا جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ فتویٰ جیسا کہ ہم دیکھیں گے، خاص احوال اور عوام میں ممکنہ فتنہ وفساد کے خدشہ سے مشروط ہے۔ ہم بڑے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مفتی طاہر صاحب نے اہل حدیث کے ایک گروہ کی طرف سے ۱۶ مصاحف کی اشاعت کے مبینہ پروگرام پر جو واویلا مچایا ہے، اس میں یہ دونوں شرائط معدوم ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، مذکورہ مصاحف کی اشاعت (اگر ہوگی تو) کویت یا سعودی عرب میں ہوگی۔ پاکستان کے عوام میں اس کی وجہ سے کسی فتنہ کا پھیلنا دریں حالات موجودہ بعید از قیاس ہے۔ سعودی عرب، لیبیا، مراکش اور کویت وغیرہ میں روایت ورش، قالون اور دوری میں پہلے ہی مصاحف شائع ہوچکے ہیں اور ان کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں میں کسی فتنہ کے پھیلنے کی اطلاع نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے ممدوح قبلہ مفتی صاحب کو اس کی اطلاع ہے ورنہ وہ اس کی نشاندہی ضرور کرتے۔ خیر ان کو تو شاید مذکورہ مصاحف کی اشاعت کی بھی خبر نہیں ہے، کیونکہ موصوف کی تحقیق کا خصوصی مرکز بلکہ تختۂ مشق پاکستان کے اہل حدیثوں کا ایک غالی گروہ ہے۔ حضرت کسی دوسری طرف نگاہ التفات کرنا اپنی مفتیانہ شان سے فروتر خیال فرماتے ہیں۔ ان کی نگاہ حکمت تو ماہنامہ 'رُشد' کے صفحہ ۶۷۸ پر ہی ٹکی رہی اور کسی تجاہل عارفانہ کے زیر اثر وہ اس رسالہ کے وہ صفحات دیکھنے سے عاجز وقاصر رہے جن پر لیبیا، سعودی عرب، مراکش وغیرہ میں روایت حفص کے علاوہ دیگر روایات قراءت میں شائع شدہ مصاحف کے عکس دیئے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ 'رُشد' کے ذمہ داروں کو کسی مفتی محمد طاہر کی طرف سے ایسے بے بنیاد اعتراضات اور منفی پراپیگنڈہ کا پہلے ہی خدشہ تھا، اسی لیے انہوں نے اتمام حجت کے لیے ان مصاحف کے پہلے صفحات کے عکس بھی شائع کردیے۔ [دیکھئے مضمون، قراءات متداولہ کا مختصر تعارف از حافظ محمد مصطفی راسخ، ماہنامہ رشد، قراءات نمبر حصہ اول] مگر فتنہ پسند نگاہیں مقام فتنہ پر ہی مرتکز رہنے کی عادی ہوتی ہیں۔ اس نفسیاتی بیماری کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔

بے حد ضروری ہے کہ ہم قارئین کے سامنے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ مع سوال نقل کردیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سوال:

''بعض مقامات میں سبعہ قراءۃ کا چرچا حد سے تجاوز کر چلا ہے۔ بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کو مختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اُس کو صریحاً بغرض ریا پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے جس سے سوا نمود کے کوئی نفع نہیں۔ کیا اس طرح پڑھنے پڑھانے میں اس زمانۂ پرآشوب میں یہ خوف نہیں ہے کہ جہال ومخالفین اسلام ان اختلافات کو سن کر مشوش ہوں گے اور خوف فتنہ نہیں ہے؟ چنانچہ بعض حفاظ نے تو ایک رکعت میں روایت حفص پڑھی، دوسری رکعت میں روایت قالون، کسی نے ٹوکا تو کہہ دیا کہ تم نہیں جانتے۔ ایسی صورتیں اچھی معلوم نہیں ہوتیں۔ کیا یہ فعل قابل روکنے کے نہیں ہے۔ براہ نوازش اگر قابل ممانعت ہے تو اس کا جواب ذرا تفصیل سے الامداد میں طبع ہو جائے تو بہتر ہے میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کی تعلیم بند ہو بلکہ زور دیا جائے کہ تجوید کا نام قراءت ہے اورعوام کو اسی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی، حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اس کو سبع پڑھائی جائے۔ سفہاء اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جائے اور قراءت جاننے والوں کو چاہئے کہ ہر کس و ناکس کو سوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھایا کریں۔''

الجواب

''قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [الانعام:١٠٨] في تفسير بيان القرآن۔ اس سے قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح (بلکہ مستحب بھی ١٢منہ) جب حرام کا سبب بن جائے وہ حرام ہوجاتا ہے۔......الخ (وهذالمبحث كله صالح لأن يلاحظ فيه ١٢) وروى البخاري عن عليّ قال: حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يكذب الله ورسوله . في حقيقة الطريقة .

[صحيح البخاري: ١٢٧]

بعضے بیباک عوام کے سامنے بے تکلف وقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام اُن کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہوجاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ ورسول کی تکذیب کا تحقق ہوا۔ والثاني أشد من الأوّل۔ اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے۔

وروى مسلم عن ابن مسعود أنه قال: "ما أنت بمحدث قوما لا تبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة . في حقيقة الطريقة . " [صحيح مسلم: ١٤]

اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے ص٨٢

وفي رد المحتار تحت مسألة كراهة تعيين السورة في الصلوٰة من الدر المختار ما نصه: "حاصل كلام هٰذين الشيخين بيان وجه الكراهة في المداومة وهو أنه إن رأى ذلك وحتما يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل . "[ج١ص٥٦٨]

آیت، حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام وجہلا میں مفسدہ و فتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو اُس کا ترک خواص پر واجب ہے۔ باقی فتنہ کا حدوث یا عدم حدوث یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے سوال میں بعض حالات میں جو فتنہ سبعہ پر مرتب ہوتا ہوا مذکور ہے وہ مشاہدہ ہے پس فتویٰ شرعی ہوگا۔ کہ خاص اُن احوال میں سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم و دعوائے کمال و ریاء و تصنع و تفاخر ہو تو یہ فتنہ اس کے لیے مزید برآں ہے لہٰذا اس باب میں جو مشورہ سوال میں مذکور ہے۔ واجب الاتباع ہے۔ ١٤ ذی الحجہ ١٣٣٥ھ (تتمہ خامسہ: ٤١)۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفتی محمد طاہر صاحب نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا جو فتویٰ اپنے الجواب میں نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

''مصاحف کی شکل میں اختلافِ قراءت کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلافِ قراءت تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔''

علمی بددیانتی

نہیں معلوم وہ یہ الفاظ 'مصاحف کی شکل میں اختلاف قراءت کو شائع کرنا تو درکنار' کہاں سے ڈھونڈ لائے ہیں۔ یہ الفاظ ان کے اپنے ہیں۔ ان کا مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ مفتی صاحب نے ان الفاظ کو اپنی تحریر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ گویا یہ تھانوی صاحب نے ارشاد فرمائے ہیں۔ یہی بات ہے جسے بدترین تلبیس کوشی اور عقلی بددیانتی کا نام دیا جاتا ہے، کسی عالم دین کو یہ روا نہیں ہے کہ وہ اپنی بات کو کسی اور عالم دین کی بات بنا کر پیش کرے۔ اسے آپ روایت بالمعنی کے پردے میں بھی چھپا نہیں سکتے۔ مفتی صاحب کے سامنے 'امداد الفتاویٰ' کی پہلی جلد تھی۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ روایت باللفظ کی رعایت رکھتے ہوئے حضرت تھانوی صاحب کے الفاظ کو ہی درج کر دیتے۔

مولانا تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ میں ایک اہم شرط یہ بھی موجود ہے کہ قاری کی نیت بھی اظہارِ علم و دعویٰ کمال وریا و تصنع و تفاخر ہو، تو اس صورت میں قرآت سبعہ کا استعمال منع ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کو جو سوال پیش کیا گیا اور اس میں جو مشاہداتی اَحوال بیان کئے گئے تھے وہ اس سائل اور بیان کردہ صورتِ حال سے خاص تھے۔ ہمارے مشاہدات اور احوال اگر سائل مذکورہ کے مشاہدات و احوال سے قطعی طور پر مختلف ہیں، تو پھر اس فتویٰ کی اطلاقی صورت بھی وہ قائم نہیں رہے گی۔ یہ ایک اُصولی بات ہے جس کی ہر سلیم الفطرت اور صاحب عقل شخص تائید کرے گا۔ مثلاً راقم الحروف بڑے وثوق سے بیان کرسکتا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں نمازِ تراویح کے دوران اُسے ماہر قراء کی طرف سے مختلف قراءتوں (ورش، حفص وغیرہ) میں قرآن مجید سننے کا موقع میسر آیا ہے۔ یہ سب کچھ نہایت سنجیدہ مذہبی ماحول اور خشوع اور خضوع کے ماحول میں کیا گیا۔ کسی بھی لمحے راقم کو یہ خیال نہ آیا کہ اس سے مقتدیوں میں کوئی فتنہ برپا ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ حاضرین میں سے بھی کسی نے اس بات کی نشاندہی نہیں کی۔ قراء حضرات کی طرف سے دعوائے کمال اور اظہارِ تصنع کا معاملہ بھی قابل مشاہدہ نہ تھا۔ فتنہ کے عدم حدوث کے احوال مترتب تھے۔ عوام میں کوئی مفسدہ اور فتنہ اعتقادیہ رونما ہوا نہ کسی نے اس کا خدشہ محسوس کیا۔ مفتی صاحب اپنی مخصوص بنی بنائی ذہنی فضا سے باہر جھانک کر ذرا ارشاد تو فرمائیے کہ ایسی صورت حال میں مولانا تھانوی صاحب کا فتویٰ قراءت سبعہ کا کیونکر مانع ہوا؟ ہمیں یقین ہے کہ ان حالات میں اگر حضرت تھانوی صاحب سے استفسار کیا جاتا تو وہ اس کی قطعاً ممانعت نہ فرماتے۔

'مصاحف کی شکل میں اختلافِ قراءت کو شائع کرنا' تو سبعہ کی تلاوت سے بھی زیادہ سہل ہوا۔ اگر یہ مصاحف کویت یا سعودی عرب میں شائع ہوجاتے ہیں تو پاکستان میں اس کے پڑھنے والے نہ ہونے کے برابر ہوں گے۔ قراءتِ سبعہ کی تلاوت سننے والے پھر بھی لاکھوں نہیں تو ہزاروں تو ضرور ہوں گے، مگر شائع کردہ اختلاف قراءت کو صرف وہی صاحبان دیکھنا چاہیں گے جو قراءت کے فن کی باریکیوں اور سبعہ احرف کے دلائل اور تفصیلات سے واقف ہوں گے۔ اب بھی پاکستان میں کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جن کے پاس سعودی عرب کی طرف سے شائع کردہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف قراءت پر مبنی قرآن مجید موجود ہیں۔ مگر وہ فتنہ موہوم جو ہمارے ممدوح کے دماغ کو قلبلا رہا ہے اور قلب کو برما رہا ہے، اس کا وجود ابھی تک تو معدوم ہے۔ شاید مفتی صاحب کی کاوش اس کے ظہور کا باعث بن جائیں، اس کے متعلق حتمی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی۔ کیا مفتی صاحب اتنے بے توفیق ہوگئے ہیں کہ اس طرح کی معمولی باتیں بھی سمجھنے کے لیے انہیں دوسروں کی معاونت درکار ہے؟ اگر معاملہ یہی ہے تو ہمارا انہیں مخلصانہ مشورہ ذرا مبتذل آپ ہی یہی ہے۔ بقول شاعر: ؎

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنے

نادان دوستوں کی جرأت......ایں چہ بوالعجبی است

مفتی محمد طاہر مکی صاحب کے 'الجواب' کا وہ حصہ جس نے ہمیں شدید ذہنی اذیت اور روحانی کرب میں مبتلا کیا ہے اُسے ہم دوبارہ نقل کرتے ہیں، یہ الفاظ نہیں، کسی ننگی تلوار کی کاٹ ہے جو اعضاء و جوارح میں پیوست ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ ان کے قلم سے نکلے ہوئے محض چند جملے نہیں بلکہ انگارے ہیں جو کسی کے پیکر ایمان کو خاکستر بنا کے رکھ سکتے ہیں۔ ذرا دیکھئے تو سہی، ان مفتی صاحب نے کیا لکھا ہے:

> ''حیرت ہے اب اسلام کے کچھ نادان دوست اس کام کی جرأت کریں جس کی جرأت غیر مسلم تک نہ کرسکے۔ ان نادان دوستوں کی پُشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانی (ترکی) تک کے اجماعِ امت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اس کا موقع فراہم ہوجائے گا کہ وہ قرآن کریم کو متنازعہ بنانے، اور چار انجیلوں کی طرح قرار دینے کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچاسکیں۔''

ہمیں حیرت ہے کہ کوئی مفتی شرع متین یہ تکفیری جملے بقائم ہوش و حواس کیونکر لکھ سکتا ہے؟ ان جملوں کا سیدھا سادھا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اس 'نئی بدعت' کے مرتکب 'نادان دوست' اب دائرۂ اسلام سے خارج ہوچکے ہیں۔ اب انہیں اپنے اسلام کی تجدید کی ضرورت ہے۔

کسی بھی 'بدعت' کا مرتکب جو 'درحقیقت قرآن دشمنی' پر منتج ہوتی ہو، دائرۂ اسلام میں شامل کیسے رہ سکتا ہے؟ ایسے شخص کا 'ارتداد' ثابت ہوگیا۔ (أستغفر الله!)

اس 'ثبوت' کی تصدیق کا منطقی نتیجہ؟...... 'شخص مذکور واجب القتل ہے؟'

لا حول ولا قوة إلا بالله . إنا لله وإنا إليه راجعون .

ہمیں حیرت ہے کہ اس نام نہاد 'مفتی' اسلام کا کلیجہ کیوں نہ پھٹ گیا اور اس کے دست و بازو شل کیوں نہ ہوگئے جب اس کے شیطانی قلم کی نوک سے ان جگر پاش جملوں کا ظہور ہوا۔ ہمارے لیے یہ ناقابل تصور تھا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں محدث عبداللہ روپڑیؒ کی اولاد پر 'قرآن دشمنی' کا بے ہودہ اور اہانت آمیز الزام بھی لگ سکتا ہے؟ کیا ان مفتی صاحب کو احساس بھی ہے کہ ان کی اس حرکت سے اہل اسلام کے دل کتنے مجروح ہوئے ہیں؟ یہ کوئی فتویٰ نویسی نہیں ہے۔ یہ تو ایک خطرناک مہم جوئی اور سوچی سمجھی سازش ہے۔ یہ ایک رکیک تکفیری مہم اور قلمی دہشت گردی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جس کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب پاکستان کے علماء کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کریں اور اس بارے میں ان کی توجہ مبذول کرائیں۔ 'قرآن دشمنی' کا گھٹیا الزام لگانے والے ان مفتی صاحب کے خلاف اِزالۂ حیثیت عرفی کا مقدمہ بھی ضرور درج کرایا جائے تاکہ اس قبیل کے مفتی صاحبان کی قلمی دہشت گردی کا بروقت ازالہ کیا جاسکے۔

کچھ تو خوفِ خدا سے کام لیا ہوتا

ذاکر حسین کے نام پر کئے گئے سوال میں ماہنامہ 'رشد' نکالنے والوں کو 'اہل حدیثوں کا انتہا پسند اور غالی گروپ' کہا گیا تھا، مفتی صاحب نے انہیں 'اسلام کے کچھ نادان دوست' قرار دیا ہے۔ پھر حیرت ہے وہ 'ان نادان دوستوں' کو 'قرآن دشمنی' کا مرتکب بھی قرار دیتے ہیں۔ انہیں یہ الزام تراشی کرتے ہوئے نہ تو قرآن وسنت کی تعلیمات کا خیال رہا، نہ انہوں نے اپنے منصب کا لحاظ کیا اور نہ ہی ان کے دل میں روزِ محشر کی جوابدہی کا احساس پیدا ہوا۔ ان کے جی میں جو کچھ نزول ہوا، اسے بے ساختہ قرطاس ابیض پر انڈیلتے چلے گئے۔ جسے پڑھ کر ہر نفیس الطبع شخص کی طبیعت منقبض ہوتی ہے۔ مفتی صاحب کو اندازہ نہیں ہے کہ یہ اسلام کے 'کچھ' 'نادان دوست' نہیں ہیں جن پر انہوں نے ناوک افگنی کا شوق پورا کیا ہے اور جنہیں وہ اپنی فتویٰ بازی (فتویٰ نویسی اور فتویٰ بازی چیزے دیگر اند) کا تختۂ مشق بناتے چلے گئے ہیں۔ یہ 'رُشد' نکالنے والے بھی کوئی معمولی درجہ کے لوگ نہیں ہیں۔ ان کا مختصر تعارف بھی کرائیں گے۔ مگر ان 'نادان دوستوں' کی فہرست میں سعودی عرب اور کویت کے سینکڑوں کبار علماء وفضلاء بھی شامل ہیں جن کے علم وفضل کا ایک زمانہ معترف ہے اور جو عالم اسلام میں انتہائی قدرومنزلت کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ مفتی صاحب جب مزعومہ بدعت اور مبینہ 'قرآن دشمنی' کو ان سے منسوب کر رہے تھے، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہائی مغلوب الغضب تھے اور ان کا عالی دماغ یکسر ماؤف ہوچکا تھا۔ انہیں شاید اندازہ ہی نہیں ہے کہ ان کے شرانگیز فتویٰ کی زد میں عالم اسلام کی کتنی عظیم ہستیاں آجائیں گی۔ ہمیں حیرت ہے کہ ایسے مغلوب الغضب، خداخوفی کے احساس سے یکسر عاری، پراپیگنڈہ باز، نہایت غیر ذمہ دار شخص کو دارالافتاء کی صدارت کا اہل کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔ وائے افسوس! کیسے کیسے مفتی صاحبان سے ہمارا پالا پڑا ہے۔ مفتی صاحب کے خیال میں ''ان نادان دوستوں کی پشت پر کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ اجماعِ اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوئی ہے۔'' معلوم ہوتا ہے کہ ان مفتی صاحب کی ساری مہارت مخالفین کے خلاف الزامات گھڑنے تک محدود ہے۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ 'اس دماغ' کی نشاندہی کرتے جو اس 'قرآن دشمنی پر مبنی بدعت' کا حقیقی محرک ہے مگر پس پردہ کام کررہا ہے۔ آخر کون سی مصلحت عامہ تھی جس نے انہیں 'اس دماغ' کی نشاندہی سے باز رکھا؟ تھوڑی سی ریاضت ہی درکار تھی وہ اس اہم راز کو طشت از بام کرسکتے تھے۔ مجاہدۂ نفس کے زور پر وہ اس عالم ناسوت میں اپنے کشف کے گھوڑے دوڑاتے تو عین ممکن تھا کہ ویٹی کن سٹی کے کسی کونے کھدرے یا تل ابیب کے کسی سرکاری اصطبل میں وہ اس دماغ کو 'معروف سازش' دیکھ سکتے تھے۔ ہمیں ان کے 'کشفی نتائج' کی برآمدگی کے بارے میں تجسس رہے گا۔ اُمید ہے وہ اس عظیم 'دینی خدمت' سے سبکدوش ضرور ہوں گے۔

نجانے یہ مفتی صاحب کے ذہن کا کوئی فتور ہے یا پھر ان کے خاطر اقدس میں جاگزیں کوئی انہونا خدشہ۔ انہوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف قراءت پر مبنی مصاحف کی اشاعت کو مستشرق آرتھر جیفری کی کوششوں سے تشبیہ دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جیفری کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ مسلمان مسیحیوں سے یہ سوال نہ کر سکیں کہ اگر انجیلیں چار ہیں تو پھر ان میں حضرت مسیح کی اصل انجیل کون سی ہے؟ جیفری اور اس کے اندھے مقلدین کی کوششیں اگر کامیاب ہو جائیں تو پھر اس سوال پر مسیحی پلٹ کر خود مسلمانوں سے سوال کر سکیں گے کہ جناب آپ کے ۲۰ قرآنوں میں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اصل قرآن کون سا ہے؟ مفتی صاحب کے خدشات درست نہیں ہیں۔ فرض کیجئے اگر یہ درست بھی ہوں تب بھی مذکورہ مصاحف کی اشاعت کو 'جیفری کے اندھے مقلدین کی کوشش' قرار دینا قیاس مع الفارق کی افسوسناک مثال ہے۔ انہوں نے اپنے موہومہ خدشات کی بنا پر سوالات و جوابات کا جو تانا بانا تیار کیا ہے وہ تارِ عنکبوت کی طرح کمزور ہے۔ یہ فقط ایک منتشر اور شکست خوردہ ذہن کے الجھاؤ ہیں۔ مفتی صاحب نے مستشرق جیفری کا واقعہ تو بیان کر دیا ہے مگر انہوں نے جیفرے کے دور اور آج کے دور کے استشراق کا صحیح تناظر پیش نہیں کیا۔ دورِ حاضر کے مستشرقین کے یہ کلامی مسائل نہیں ہیں۔ آج کے دور کے مستشرق کو قرآن مجید کی قراءت کی اشاعت سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ یہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے کلامی مسائل تھے۔ آج کے دور کا مستشرق بالخصوص ۹/۱۱ کے بعد قرآن مجید کا وہ نسخہ تیار کرنے میں مصروف ہے جس میں جہاد کے بارے میں آیات نہ ہوں۔ وہ ان آیات کو 'دہشت گردی' سے جوڑنے کے منصوبوں کو روبہ عمل دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسلام کو انسانی حقوق، آزادئ نسواں، جمہوریت اور دہشت گردی کے معاملات کے تناظر میں دیکھ رہا ہے۔ امریکہ میں لاکھوں کی تعداد میں قرآن مجید کے ایسے نسخہ جات چھاپ کر تقسیم کئے گئے ہیں جن میں جہاد سے متعلق ۱۸ آیات شامل نہیں ہیں۔ پاکستان میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن کے پاس یہ نسخے موجود ہیں۔ مفتی صاحب کو دورِ حاضر کے مستشرقین کی حکمت عملیوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ وہ جس بات پر پریشان نظر آتے ہیں اگر اس میں کچھ بھی صداقت ہوتی تو اب تک عیسائیوں نے اختلاف قراءت پر مبنی قرآن مجید دیکھ کر یہ واویلا ضرور مچایا ہوتا، کیونکہ یہ کام کئی برسوں سے بعض مسلم ممالک میں ہو رہا ہے۔

خواہ مخواہ کا واویلا

یہ انیسویں صدی کا زمانہ نہیں ہے۔ وہ مغربی استعمار کا دور تھا۔ یورپی مستشرقین کو فوجی استعمار کی پشت پناہی حاصل تھی۔ عالم اسلام کا معتد بہ حصہ مغرب کی غلامی میں تھا۔ مسلمانوں کو انگریزی علوم و زبان پر قدرت نہیں تھی۔ اسی لیے وہ مستشرقین کی شرانگیزی کا مؤثر جواب نہیں دے پاتے تھے۔ آج کا زمانہ مختلف ہے۔ آج یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کی تعداد پچاس لاکھ سے زیادہ ہے۔ وہ ان ممالک میں بے حد متحرک ہیں۔ ان کی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جو مستشرقین کے کاموں پر نہ صرف نگاہ رکھتی ہیں بلکہ اس کا مقدور بھر جواب بھی دیتی ہیں۔ اب کوئی ولیم میور یا جیفرے مسلمانوں کے ملک میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف کتابیں شائع کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ڈنمارک میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکوں کے بعد مسلمانوں نے عالمی سطح پر جس ردعمل کا مظاہرہ کیا اس کو پیش نظر رہنا چاہیے۔ پھر یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اکیسویں صدی کے مغرب کو مذہب یا مذہبی معاملات میں وہ دلچسپی نہیں ہے۔ اہل مغرب کی اکثریت سیکولرازم کو اپنا 'مذہب' بنا چکی ہے۔

ہمیں معلوم نہیں کہ مفتی طاہر مکی صاحب چار انجیلوں کے درمیان فرق سے کس حد تک باخبر ہیں، لیکن ہم اتنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جانتے ہیں کہ جو شخص ان چار انجیلوں یعنی یوحنا، لوقا، متی اور برناباس سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے وہ مفتی صاحب کے وضع کردہ سوالات کو طفلانہ اور مضحکہ خیز قرار دے گا۔ حسن اتفاق سے راقم الحروف نے اس موضوع پر اتنا کچھ دیکھ رکھا ہے کہ وہ اس موضوع پر اعتماد کے ساتھ بات کر سکتا ہے۔ راقم کی لائبریری میں انجیل برناباس کا نسخہ موجود ہے جسے اُس نے تھوڑا عرصہ پہلے صفحہ بہ صفحہ دیکھا ہے۔ اس نسخے کے شروع میں اس کا مفصل موازنہ دیگر انجیلوں سے کیا گیا ہے۔ ان تمام انجیلوں کا کم از کم ایک چوتھائی حصہ ایسا ہے جو دوسری انجیل سے مماثلت نہیں رکھتا۔ بہت سے واقعات ایسے ہیں جو مختلف انجیلوں میں مختلف انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان چاروں انجیلوں کا شاید ہی کوئی ایک صفحہ ایسا ہو جو دوسری انجیلوں کے الفاظ سے سو فیصد مماثلت رکھتا ہو۔ دراصل یہ تمام انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے مرتب کیں۔ یوحنا، لوقا، متی اور برناباس ان حواریوں کے اسمائے گرامی ہیں۔ یہ بالکل اس طرح ہیں جس طرح ہمارے ہاں امام مسلم رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، اور دیگر ائمہ محدثین کے نام پر صحاح ستہ موجود ہیں۔

چار انجیلوں کا قرآن مجید سے درحقیقت کوئی موازنہ ہی نہیں ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اختلاف قراءات پر مبنی صحائف کیا ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوں گے؟ ایسا یقیناً نہیں ہے۔ یہ اختلاف محض چند الفاظ کے مختلف رسم الخط کے حوالہ سے ہے۔ کسی بھی روایت قراءت کی رو سے قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بدلتی ہے نہ اس کا مطلب۔ یہاں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ ماہنامہ 'رشد' کی خصوصی اشاعت میں اس پر قابل قدر مواد موجود ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس مضمون کے آخر میں چند ایک مثالوں سے اس بات کو مزید واضح کردیں۔ مفتی صاحب خاطر جمع رکھیں۔ مسلمان مسیحیوں کے کسی بھی سوال کا شافی جواب دے سکتے ہیں۔ اختلاف قراءت کی حفاظت سے قرآن مجید کے متن کی حفاظت قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ ان کا پراپیگنڈہ بے بنیاد اور کھوکھلا ہے۔

قرآن مجید کے متن میں مبینہ تبدیلی؟ پراپیگنڈہ مہم

مفتی طاہر مکی نے ذاکر حسین کو شکایت کنندہ بنا کر اس کے دستخطوں سے جو خطوط وفاقی وزیر برائے مذہبی امور جناب حامد سعید کاظمی صاحب اور گورنر پنجاب کے نام ارسال کیے، ان کا متن سو فیصد ایک تھا۔ ان خطوط میں (ضمیمہ میں اصل خطوط دیئے گئے ہیں) یہ تاثر دیا گیا ہے کہ خدانخواستہ قرآن مجید کے متن میں کوئی تبدیلی کی جارہی ہے۔ یہ تاثر انتہائی گمراہ کن ہے، کلام لغو اور جھوٹ ہے۔ اختلاف قراءات کو قرآن مجید کے متن میں تبدیلی قرار دینا بدترین پراپیگنڈہ ہے۔ دور حاضر میں اس طرح کا پراپیگنڈہ صیہونی تنظیمیں مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے کرتی ہیں۔

ذاکر حسین نے تو اپنے انگریزی خط کا عنوان محض "Holy Quran" دیا تھا، مگر وزارت مذہبی امور کی جانب سے حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کو جو خط لکھا گیا، اس کا عنوان درج ذیل رکھا گیا:

"Mistakes in the text of the Holy Quran Produced in the
Monthly Magazine in the Monthly Mahnama Rushd,2009.

یہ خط ۲۰ ستمبر ۲۰۰۹ء کو وزارت مذہبی امور کے ڈپٹی ڈائریکٹر سید مشاہد حسین خالد نے تحریر کیا۔ (دیکھئے ضمیمہ نمبر ۲) خط کے عنوان سے مکتوب نگار کی قابلیت اور 'ذہانت' کا بھی خوب پتہ چلتا ہے۔ ذرا انگریزی زبان میں تحریر کردہ "Monthly Mahnama" کی ترکیب پر غور فرمایئے، پھر "Monthly Magazine" کے غیر ضروری الفاظ بھی کم مضحکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خیز نہیں ہیں۔ اس عنوان میں سب سے زیادہ قابل اعتراض الفاظ "Mistakes in the Text" اور "Produced" ہیں۔ خط کا عنوان یہ بتا رہا ہے: ''قرآن مجید کے متن میں وہ غلطیاں جو ماہنامہ 'رشد' میں شائع کی گئیں' اس عنوان میں "Alleged" یعنی 'مبینہ' کا لفظ تک نہیں لکھا گیا۔ نجانے فاضل وزیر مذہبی نے اپنی وزارت کے اس ذہین افسر کے خط کے عنوان کو بغور دیکھا ہے یا نہیں۔ اتنے حساس موضوع پر لکھے جانیوالے خط کا یہ عنوان بے حد افسوس ناک ہے۔

شوکاز نوٹس

گورنر پنجاب کے سیکرٹریٹ سے جو خط پنجاب کے محکمہ اوقاف کی طرف ارسال کیا گیا، اس کا عنوان بھی دیکھئے:

"Alleged Variation in the Quranic Text"

یعنی 'قرآن مجید کے متن میں مبینہ تحریف' (دیکھئے ضمیمہ نمبر:۴)

خط کا یہ عنوان بھی غلط تاثر دے رہا ہے۔ یہاں بھی اختلاف قراءت کو متن میں تبدیلی سمجھا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ غالب نے شاید ایسے ہی عنوانات کے بارے میں کہا تھا:

غلطی ہائے مضامین مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

گورنر پنجاب کے دفتر سے خط موصول ہونے کے بعد حکومت پنجاب کے محکمہ اوقاف کی طرف سے حافظ حمزہ مدنی، مدیر ماہنامہ 'رشد' کو شوکاز نوٹس ارسال کیا گیا۔ (دیکھئے ضمیمہ نمبر:۵) جس کا تفصیلی جواب دے دیا گیا۔ (دیکھئے ضمیمہ نمبر:۶) محکمہ اوقاف کے ذمہ داران نے شوکاز نوٹس صریحاً غلط فہمی کی بنیاد پر جاری کیا۔ ان کے خیال میں ماہنامہ 'رشد' کے اصحاب نے مصحف شائع کرنے سے پہلے حکومت سے اجازت نہیں لی تھی۔ ظاہر ہے یہ بات درست نہیں۔ ذاکر حسین کے بے ہودہ خط میں جو غلط تاثر دیا گیا تھا، اس کی شافی وضاحت بھی کر دی گئی، یہ تمام خطوط اس مضمون کے آخر میں ضمیمہ جات کے طور پر دیئے گئے ہیں۔

مفتی محمد طاہر مکی اپنے نام نہاد فتویٰ میں بغلیں بجاتے ہوئے اپنے قارئین کو خوشخبری دیتے ہیں: ''یہ خوش خبری بھی معلوم ہوئی ہے کہ حکومت پنجاب نے اختلاف قراءت کے حوالہ سے قرآن کریم کے اختلافی مصاحف چھاپنے کا پروگرام رکھنے والوں کے خلاف نوٹس لیا ہے۔'' اس کی حقیقت ہم نے بیان کر دی ہے، مزید تبصرے کی گنجائش نہیں ہے۔

اَحناف کی ترجمانی کا دعویٰ

مفتی محمد طاہر نے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا فتویٰ درج کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ 'حنفی مسلک کی مکمل ترجمانی' یہی ہے۔ یہ دعویٰ گمراہ کن ہے۔ مفتی صاحب نے حضرت تھانوی صاحب کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے محض ڈھال بنا کر پیش کیا۔ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فتویٰ مذکورہ میں جن احوال و کوائف و شرائط کا ذکر کیا ہے، وہ مذکورہ صورت حال پر قابل اطلاق ہی نہیں ہیں۔ کیا قاری محمد طاہر مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کو قاری اَحمد میاں تھانوی صاحب سے زیادہ سمجھتے ہیں؟ قاری اَحمد میاں تھانوی صاحب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نواسے ہیں اور دور حاضر میں فن قراءت میں ان کا شمار اَساتذہ میں ہوتا ہے۔ قاری محمد طاہر صاحب نے کیا ماہنامہ 'رُشد' کا پہلا صفحہ نہیں دیکھا جس میں مجلس مشاورت میں قاری احمد میاں تھانوی صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا نام بھی شامل ہے۔

مفتی محمد طاہر مکی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے فتویٰ میں یہ بھی بتاتے کہ وہ مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ اور اَحناف کے دیگر بزرگوں کے عقائد، خیالات اور فتاویٰ پر کس قدر عمل کرتے ہیں؟ کیا وہ خود حنفی مسلک کے ترجمان ہیں؟ ظاہر ہے اگر وہ یہ سب کچھ لکھ دیتے تو پراپیگنڈہ کی فیکٹری کیسے قائم کر سکتے تھے۔ جن لوگوں کو معلوم نہیں ہے وہ یہ جان لیں کہ قبلہ علامہ محمد طاہر مکی صاحب، عامر عثمانی صاحب کے شاگرد رشید ہیں جو منکر حدیث ہونے کی وجہ سے مشہور (یا بدنام) ہیں۔ دیوبند مسلک کے بزرگوں نے ان سے بریت کا اعلان کر دیا تھا۔ وہ انہیں راندۂ درگاہ اور مردود سمجھتے ہیں۔ مفتی صاحب کے لیے ایک شعر، وہ شاید اِسے عامیانہ قرار دیں مگر یہ ان کے حسب حال ہے:

نہ تم طعنے دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مفتی طاہر مکی کا اصل مسئلہ

مفتی طاہر مکی صاحب کا سارا مسئلہ ہی یہ ہے کہ وہ فتنہ انکار حدیث میں مبتلا ہیں۔ ماہنامہ 'رشد' میں اختلاف قراءت کی اشاعت کے لیے صحیح احادیث کو جواز بنایا گیا ہے۔ ایک منکر حدیث کو مشتعل کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ کسی مسئلے کے جواز وعدم جواز کے لیے احادیث کو بطور دلیل کے پیش کر دیا جائے۔

اختلاف قراءت کے حق میں معروف احادیث درج ذیل ہیں:

① صحیح بخاری، کتاب فضائل قرآن کی ایک حدیث میں سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ» . [صحیح بخاری:۴۹۹۲]

''تحقیق یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس پڑھو اس میں سے اس طریقے پر جو تمہارے لیے آسان ہو۔''

اس حدیث میں سات حروف پر قرآن کے نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟

② حضرت ابی بن کعب ﷛ فرماتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگتا ہوں میری اُمت یہ طاقت نہیں رکھتی پھر جبریل علیہ السلام دوبارہ حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ﷺ کی اُمت قرآن کو دو حرفوں پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگتا ہوں میری اُمت میں اس قدر طاقت نہیں ہے'' پھر وہ تیسری مرتبہ آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو تین حروف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے معافی اور مغفرت طلب کی کہ میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی حتی کہ فرمایا:

ثم جاءه الرابعة فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِیءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا» . [صحيح مسلم: ١٩٠٦]

پھر وہ چوتھی بار آئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن حکیم کو سات حرفوں پر پڑھے۔ پس وہ جس حرف پر بھی پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہو گی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كنت بالمسجد، فدخل رجل يصلي فقرأ قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر فقرأ قراءة سواء قراءة صاحبه، فلما قضينا الصلوة، دخلنا جميعا على رسول الله ﷺ. فقلت: إن هذا قرأ قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر، فقرأ قراءة سوىٰ قراءة صاحبه، فأمرهما رسول الله ﷺ فقرأ فحسن النبي ﷺ شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب ولا إذ كنت في الجاهلية، فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني، ضرب في صدري ففضت عرقا، وكأنما أنظر إلى الله فرقا. فقال لي: «يَا أُبَيُّ! إِنَّ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِيْ فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي، فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ.» [صحيح مسلم: ۸۲۰]

”میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا، اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا ”اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی“ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی، اس پر آپؐ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی، اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے اُبی میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا، کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔“

اس روایت میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں اشخاص کے اختلاف تلاوت کو بار بار اختلاف قراءت سے تعبیر فرما رہے ہیں اور اسی کو آنحضرت ﷺ نے سات حروف کے اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ قراءت کے اختلاف اور حروف کے اختلاف کو عہد رسالت میں ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کے خلاف کوئی دلیل ایسی نہیں جو دونوں کی جداگانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور جب قراءات کا محفوظ ہونا تواتر اور اجماع سے ثابت ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ احرف سبعہ آج بھی محفوظ ہیں۔

اگر حدیث وسنت سے محبت کرنے والے کچھ مسلمانوں نے اختلافِ قراءت کو 'محفوظ' کرنے کی نیت سے اس کی اشاعت کا پروگرام بنایا ہے، تو اس میں اعتراض کی گنجائش کہاں ہے اور اس کی مخالفت میں خواہ مخواہ فتویٰ بازی اور درخواست نویسی کا مشغلہ کیوں اختیار کیا جائے؟ مجھے ذاتی طور پر یہ تسلیم کرنے میں بھی تامل ہے کہ سبعہ اَحرف کی تلاوت تو جائز ہے مگر اس کی اِشاعت جائز نہیں ہے۔ اس دلیل میں داخلی تضاد موجود ہے۔

کیا ماہنامہ 'رشد' نے نئی 'بدعت' ایجاد کی ہے؟

مفتی طاہر مکی نے علمی بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے سارے حقائق اور تفصیلات پیش نہیں کیں۔ اُس نے 'رشد'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے اختلاف قراءت پر مبنی مصاحف کی اشاعت کو 'تاریخ اسلام میں نئی بدعت' قرار دیتے ہوئے پراپیگنڈہ کا طومار باندھنے کی کوشش کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں اختلاف قراءت پر مبنی مصاحف کی اشاعت بہت عرصہ سے ہورہی ہے۔ ماہنامہ 'رشد' کی جون ۲۰۰۹ء کی خصوصی اشاعت میں ایسے ۲۱ مصاحف کے پہلے صفحہ کے عکس بھی شائع کردیئے گئے ہیں۔کیا مفتی صاحب کی نگاہ سے یہ صفحات نہیں گذرے؟ کیا اسے تجاہل عارفانہ کہیں یا صریح دروغ گوئی اور بیہودہ پراپیگنڈے کا سفلی مذاق؟ عالم اسلام میں الجزائر، لیبیا، تیونس، لبنان، مراکش، سوڈان، سعودی عرب، شام، پاکستان میں اختلاف قراءت پر مبنی مصاحف اشاعت پذیر ہوچکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اس سے کسی طرح کی گمراہی یا فساد پیدا ہوا، نہ ہی اب تک یہود ونصاریٰ نے اس بناء پر مسلمانوں کو مطعون کیا ہے تو پھر یہ کراچی کے مفتی طاہر مکی کیوں نچلے نہیں بیٹھ سکتے؟ وہ غلط بیانی کرکے کیوں اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں؟

اِختلاف قراءت کی مثالیں

وہ صاحبان جو 'اختلاف قراءت' کا حقیقی مفہوم سمجھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے لیے قرآن مجید کے درج ذیل مقامات اور الفاظ کے متعلق اختلاف قراءت کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے قرآن مجید کے متن یا مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

① ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحہ:۳]

اس آیت مبارکہ کے لفظ 'ملك' میں دو قراءتیں ہیں: امام عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر 'مٰلِكِ' جبکہ دیگر قراءِ کرام 'مَلِكِ' پڑھتے ہیں۔

② ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ﴾ [البقرۃ:۹]

اس آیتِ مبارکہ کے لفظ 'وما یخدعون' میں دو قراءتیں ہیں: امام نافع، ابن کثیر مکی اور ابوعمرو بصری 'وَمَا يُخٰدِعُوْنَ' جبکہ دیگر قراء کرام 'وَمَا يَخْدَعُوْنَ' پڑھتے ہیں۔

③ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ [البقرۃ:۱۰]

اِس آیت مبارکہ کے لفظ 'یکذبون' میں دو قراءتیں ہیں: امام نافع، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی، ابوجعفر اور یعقوب 'يُكَذِّبُوْنَ' جبکہ دیگر قراءِ کرام 'يَكْذِبُوْنَ' پڑھتے ہیں۔

④ ﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ [البقرۃ:۴۸]

اس آیت مبارکہ کے لفظ 'ولا یقبل منها' میں دو قراءتیں ہیں: امام ابن کثیر، ابوعمرو بصری اور یعقوب 'وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا' جبکہ دیگر قراءِ کرام 'لَا يُقْبَلُ مِنْهَا' پڑھتے ہیں۔

⑤ ﴿فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ﴾ [البقرۃ:۳۶]

اس آیت مبارکہ کے لفظ 'فأزلهما' میں دو قراءتیں ہیں: امام حمزہ 'فَأَزَالَهُمَا' باقی 'فَأَزَلَّهُمَا' پڑھتے ہیں۔

وزارت مذہبی امور کے ذمہ داران سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس موضوع کو علمی انداز میں دیکھیں اور پھر اپنی رائے قائم کریں۔اگر وہ اب تک اختلاف قراءت کو قرآن کے متن میں تحریف یا تبدیلی سمجھتے آئے ہیں تو اب ان کی غلط فہمی دور ہونی چاہئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اُردو اَدب سے اختلافِ قراءت کی مثالیں

جن لوگوں نے برصغیر پاک و ہند میں اُردو زبان و ادب کے ارتقاء اور تاریخ کو دیکھ رکھا ہے، انہیں بخوبی معلوم ہے کہ گذشتہ سات سو برسوں میں اُردو زبان میں مروّج بہت سے الفاظ یا تو متروک ہوگئے یا پھر ان کی املا میں تبدیلی آ گئی۔ بعض الفاظ کی صوتی ہیئت میں بھی تبدیلی واقع ہوگئی۔ عربی زبان بھی اس اصول سے کلیتاً مستثنیٰ نہیں ہے۔ عربوں کی قبائلی زندگی سے واقف مؤرخین نے ان کے لسانی میلانات و اظہاری پیرایوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ قرآن مجید قریش کی زبان میں نازل ہوا لیکن حدیث سے یہ ثابت ہے کہ بعض الفاظ مختلف قراءت میں بھی نازل ہوئے۔ اس میں حکمتِ بالغہ شاید یہی تھی کہ قریش کے علاوہ دیگر قبائل بھی قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ لسانی انس محسوس کریں اور انہیں اس کے مطالب سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی 'تاریخ ادب اردو' ایک مستند تاریخی حوالے کی کتاب ہے۔ جالبی صاحب نے دکن میں اُردو کے ارتقاء پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی شعراء کے کلام کے نمونے دیئے ہیں۔ ان میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کی آج بدلی ہوئی صورتیں مروّج ہیں۔ مثلاً 'مجھ' کو ہی دیکھئے۔ دکن کے شعراء کے کلام میں یہ 'مج' اور 'منجھ' بیان ہوا ہے۔ مثلاً:

شاہ برہان الدین جانم کی مثنوی (صفحہ نمبر ۳۰۱) کا ایک شعر ہے۔

مرشد کوں او پوچھیا بات
دکھلا دیو مُج حق ذات

دکن کے قدیم شاعر شاہ داول کا شعر دیکھئے۔

پوچھیا مرشید کوں یک سوال
گزریا اَج رات منجھ پر حال

اس شعر میں 'پوچھیا' کی جگہ اب 'پوچھا'، 'مرشید' کی جگہ 'مرشد'، 'کوں' کی بجائے 'کو'، 'گذریا' کی بجائے 'گذرا' لکھا جاتا ہے۔

شاہ داول کی مثنوی کا یہ شعر بھی غور طلب ہے۔

اندلا اگر مجذوب ہے، صورت طبع ناخوب ہے
جیسا اچھو محبوب ہے پیو باج کوئی پیارا نہیں

اس شعر میں 'اچھا' کے لیے 'اچھو' استعمال ہوا ہے۔ یہاں 'پیو' کا مطلب 'باپ' نہیں بلکہ شوہر ہے۔ آج یہ لفظ ہندی اور پنجابی میں بولا جاتا ہے، اس کی املا نہیں بدلی مگر اس کا مطلب بدل گیا ہے۔

اسی دور کے ایک شاعر کا یہ مصرعہ بھی توجہ کا طالب ہے۔

کہتے ہیں مجہ منجم اب تجہ خطر ہے جؤکا

یہ 'مجھ' کے لیے تیسری املا 'مجہ' اور 'تجھ' کو 'تجہ' لکھا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دکنی شاعر غلام قادر شاہ کی غزل کا ایک شعر۔

نہ جاگے روزِ محشر کے اُوسے پھر کیا جگانا ہے
پیا جن جام وحدت کا نہ راکھے خوف سلولی کا

اس زمانے میں 'اُسے' کو 'اُوسے' اور 'رکھے' کو 'راکھے' لکھتے تھے۔ یہ اختلاف املاء ہی اختلاف قراءت کی صورت ہیں۔ ہمارا موضوع اُردو زبان و ادب نہیں ہے ورنہ اس پر مفصل حوالہ جات پیش کیے جاسکتے تھے۔ جس طریقے سے دکن، دہلی اور لاہور کی اُردو میں شروع شروع میں اختلاف املا تھا، اسی طرح عرب کے قدیم معاشرے کے مختلف قبائل کی زبان میں بعض الفاظ کی املا اور صوت میں معمولی فرق ہوا کرتا تھا، اسی طرح 'اختلاف قراءت' کی رعایت کی گئی۔ اگر آج کچھ لوگ اس سے قرآن مجید کے متن میں تحریف کا مطلب نکالتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو اپنی عقل کا علاج کرانا چاہئے نہ کہ ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنانا چاہئے جو صحیح احادیث کی روشنی میں 'سبعہ احرف' پر تحقیقی کام کررہے ہیں۔

آخری گذارش

مفتی محمد طاہر مکی صاحب اگر واقعی عالم دین ہیں اور اِس مسئلے کے متعلق اُن کی پریشانی کا محرک 'انکارِ حدیث' کا جذبہ نہیں ہے، تو انہیں چاہئے تھا کہ فتویٰ بازی، خطوط نویسی اور منفی پراپیگنڈہ کی مہم برپا کرنے سے پہلے وہ ماہنامہ 'رشد' کے اکابرین سے رابطہ کرتے اور اپنے ذہنی ابہام کے متعلق وضاحت طلب کرتے۔ اگر وہ مطمئن نہ ہوتے تو پھر اس کا طریقہ یہی تھا کہ علمی دیانت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی معروضات کو بیان کردیتے۔

بات طویل ہوگئی ہے۔ اس مضمون کو تحریر کرنے کا مقصود یہی ہے کہ ماہنامہ 'رشد' میں اختلاف قراءت پر مبنی مصاحف کی اشاعت کے اعلان کو بنیاد بنا کر مفتی محمد طاہر مکی اور بعض دیگر افراد کی طرف سے جو منفی پراپیگنڈہ کیا گیا ہے، اس کے پس پردہ مقاصد کا پردہ چاک کیا جائے اور اس علمی مسئلے کی حقیقت کو اس کی اصل صورت میں بیان کردیا جائے تاکہ کسی کے ذہن میں خوامخواہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ہمیں یہ خوش اعتقادی تو نہیں ہے کہ مفتی محمد طاہر صاحب اپنے منفی پراپیگنڈہ کی مہم سے باز آکر کسی شرمندگی کا اظہار کریں گے لیکن ہمارا خیال ہے کہ انہیں یہ احساس ضرور ہو جائے گا کہ آج کی دنیا میں حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کرنے سے رائے عامہ کو گمراہ نہیں کیا جاسکتا۔

وما علينا إلا البلاغ

نوٹ:

ذاکر حسین، وفاقی وزارت مذہبی اُمور، گورنر سیکرٹریٹ، صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور اور ادارۂ رُشد کے مابین خط و کتابت اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں...

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۱

3

To, SEPTEMBER 16, 2009

Allama Hamid Saeed Kazmi
Federal Minister
Ministry of Religious Affairs,
Government of Pakistan
Islamabad.

Subject: Holy Quran.

Excellency

With a heavy heart I would like to bring to your kind notice that, as reported, some kind of change has been brought in the basics of the Holy Quran.

In this context "Mahnama Rushd" can be cited as proof vide their publication for the month of June 2009. This monthly Magazine is published from Lahore under the supervision of Hafiz Abdur Rahman. The office of the Magazine is situated at the following address: -

J-99, Model Town, Lahore.
Phone #: 35866476, 35866396

We have no instance in the sub-continent or elsewhere for the Holy Book being manuscripted or recited by any Qari differently, except indeed which revered for centuries now. Be it a home or a Medrassah, i.e. in short every nook and corner of the world. Muslim read and respect the text revealed upon the Holy Prophet (P.B.U.H).

ڈاکٹر حسین کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھیجا گیا خط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۱

want to publish 4 (four) controversial Quranic texts. They have intention to go for 16 (sixteen) such controversial Quranic versions. This will lead to chaos among the common muslims. Morever non muslims specially Christians and gews will admean that Quran has also beeen changed and published in several versions like their own four testaments.

You will kindly agree with me that if publications of the above cited changed version of the Holy Book is allowed in our country, it will definitely create confusion and chaos, and also will tantomount to desecrations of our Holy Quran which at any cost this crazynation will never tolerate.

I hope you will please give this letter the attention it deserves, most solemnly indeed. I would also humbly desire you to take a legal course much before any individual or publishing house go beyond the prescribed tenets of Islam, as also inscribed in our constitution.

Thanking You,

Zakir Hussain
A-132, Block-"S"
North Nazimabad,
Karachi 74700.
Phone#: 021-36631341
Mobile#: 0321-2491913

ذاکر حسین کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھیجا گیا خط

مارچ ۲۰۱۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۲

Government of Pakistan
Ministry of Religious Affairs
Islamabad

No.F.[illegible]/2009/ADQ)

Islamabad the [illegible] Sept, 2009

To:

Hafiz Abdur Rehman,
Editor Incharge, the Monthly Mohnama Rushd,
J-99, Model Town, Lahore

SUBJECT:- MISTAKES IN THE TEXT OF THE HOLY QURAN PRODUCED IN THE MONTLY MAGHAZINE IN THE MONTHLY MAHNAMA RUSHD, 2009.

Dear Sir,

I am directed to say that a complaint has been received from Mr. Zafar Hussain r/o of A-132, Block "S" North Nazimabad, Karachi (copy enclosed) in which some changes in the text and the basics of the Holy Quran has appeared in your magazine " Mohnama Rushd" of the month of June, 2009.

2. You are, therefore, requested that a copy of the same may be provided to this Ministry for examination and necessary action.

(Syed Mushahid Hussain Khalid)
Assistant Director (Quran)
Ph:051-9206325

Copy for information to:-

Mr. Zafar Hussain r/o of A-132, Block "S" North Nazimabad, Karachi

(Syed Mushahid Hussain Khalid)
Assistant Director (Quran)

وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو موصول ہونے والا خط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Telephone : 852387/63210

INSTITUTE OF HIGHER STUDIES
IN SHARIAH & JUDICIARY

المعھد العالی للشریعۃ والقضاء

الرقم ۰۸-۱۰-۰۹

التاریخ ....

جناب سید مشاہد حسین خالد اسسٹنٹ ڈائرکٹر (قرآن)

وفاقی وزارت مذہبی امور، اسلام آباد

بحوالہ نمبر No. F. 10(1) 2009/ADQ Dated: 30-09-2009

جناب عالی!

مورخہ 15 اکتوبر 2009ء آپ کے دفتر میں ملاقات ہوئی جس میں آپ کو ماہنامہ رشد، لاہور کے 'قراءات نمبر' کے دو حصے برائے ملاحظہ دیے گئے۔ اب تحریری گذارشات حسب ذیل ہیں:

یہ کہ ہمارے ادارے کا کام صرف تحقیق ہے جس طرح سرکاری یونیورسٹیاں ریسرچ کا کام M.Phil اور PhD سکالرز سے کروا رہی ہیں۔ قرآن مجید کے مذکورہ بالا لہجوں اور علوم کے بارے میں تحریر کردہ مقالات کی ایک فہرست، ماہنامہ رشد لاہور کے 'قراءات نمبر' (حصہ دوم) ص ۸۴۲ تا ۸۲۳ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

واضح رہے کہ ریسرچ کا یہ کام ہمارا ادارہ کنگ فہد کمپلیکس، مدینہ منورہ اور انٹرنیشنل ریکارڈنگ کمپنی (حماۃ السنۃ، کویت) سے لے کر رہا ہے۔ ہمارا اپنا کوئی پروگرام پرنٹنگ / ریکارڈنگ کا نہیں ہے۔

درخواست دہندہ جن لہجوں کو شاذ مردود قرار دے رہے ہیں وہ امت مسلمہ کے درمیان اجماعی ہیں۔ چہاروں مسالک کے یکصد کے قریب مفتیان کرام کے فتاوی جات ص ۲۲ تا ۸۹، ماہنامہ رشد (حصہ دوم) میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کا شائع کردہ 1935ء والا قرآن کریم جو مرکزی حکومت کی طرف سے معیار مقرر ہے، بھی ایسے متعدد متنوع لہجوں کی جگہ جگہ نشاندہی کرتا ہے جس سے شکایت کنندہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔

مندرجہ بالا وضاحتوں کے بعد امید ہے کہ آپ ہمارے کام کی قرآنی اور علمی ثقاہت سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔

والسلام

حافظ عبد الرحمن مدنی

حافظ عبد الرحمن مدنی
(ڈائرکٹر جنرل)

89 (J) MODEL TOWN, LAHORE (14)

ادارۂ رُشد کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور کو بھیجا گیا وضاحتی جواب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۴

SO(C-II)GS/1-1/2008(PSG)

GOVERNOR'S SECRETARIAT
PUNJAB

Dated Lahore, the 02nd October, 2009

ALLEGED VARIATION IN THE QURANIC TEXT

I am directed to enclose herewith a petition addressed to the Governor Punjab by Mr. Zakir Hussain R/O A-132, Block "S", North Nazimabad, Karachi on the subject cited above.

2. I am further directed to request that the matter may kindly be looked into for taking further necessary action in this behalf in accordance with the relevant policy, under intimation to this Secretariat.

(TARIQ SHEHZAD)
DEPUTY SECRETARY (Coordination)

Dy. No:	523
Date	5/10/09
Secy/	
C.A.A.	
D.A.	✓
D.E.	
D.F.	
D.P.	
D.R.A.	
A.S.	
D.S.	✓
Z.A.	
O.S.D.	
S.O.	

Secretary,
Government of the Punjab,
Auqaf & Religious Affairs Department.

CC:

Mr. Zakir Hussain,
R/O A-132, Block "S",
North Nazimabad, Karachi 74700.

SO (BM) Put up.

Addl: Secretary (Auqaf)
Dy. No. 81
Dated 5-10-2009.

D.S. (A)
Dy. No. 961
Dated 6-10-09

گورنر سیکرٹریٹ کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کو لکھا گیا خط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۵

No. SO(B&M)10-1/A&RAD/2009

GOVERNMENT OF THE PUNJAB
AUQAF AND RELIGIOUS AFFAIRS
DEPARTMENT

Tel: 99210878 (0333-4227678) Dated: Lahore the 16[th] October 2009.
Fax: 99214465

To

Hafiz Hamza Madni,
Mahnama Rushd,
J-99, Model Town,
Lahore.

Subject: **SHOW CAUSE NOTICE.**

I am directed to state that the Governor's Secretariat Punjab has forwarded a copy of an application of Mr. Zakir Hussain wherein he has pointed out that a team of intellectuals of your institution i.e Jamia Lahore Islamia has prepared 16 controversial prints of Holy Quran and planning to launch the same in the market.

It is, therefore, brought in.to your notice that :-

i) It is mandatory for any publisher/firm/recording company to get himself/itself registered with this department U/S 3 of the "Publication of Holy Quran (Elimination of Printing & Recording Errors)Act No. LIV of 1973".

ii) Before publication of the print of Holy Quran, every publisher shall get his specimen copy compared with the text of the standard copy of the Holy Quran under sub-section 3 of Section 5 of the Act ibid.

iii) The print of Quran Majeed published in 1935 by the Anjuman Hamayat-e-Islam has been declared a standard copy of Holy Quran by the Federal Government under the Rule.

صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو جاری کیا گیا شوکاز نوٹس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر: ۵

It is also evident from your monthly magazine" Mahnama Rushd" for the Month June 2009 that your institution has prepared 16 prints of Holy Quran. The applicant is of the view that the text of these prints of Holy Quran is controversial.

As per record of this department your firm is not registered with this department, therefore, the aforesaid prints of Holy Quran have been printed unauthorizedly violating the aforesaid provisions of the Act ibid.

You are directed to provide each copy of the aforesaid prints of Holy Quran for examination/proof reading by the registered proof readers of the Government of the Punjab. You are further directed to appear in person before the Additional Secretary of this department during the office hours within seven days positively on receipt of this notice alongwith your written reply of the show-cause notice as to why legal action may not be taken against you under Section 6 of the Act ibid.

(MUHAMMAD AYUB BUTT)
Section Officer (IBM)
16. 10. 2009

NO & DATE EVEN

A copy is forwarded for information to :-

1. Mr. Tariq Shehzad, Deputy Secretary (Coordination), Governor's Secretariat Punjab w.r.t his letter No. SO(C-I)GS/1-1/2008 (PSG) dated 02.10.2009.
2. Mr. Shakir Hussain , A-132, Block-S, North Nazimabad, Karachi.

(MUHAMMAD AYUB BUTT)
Section Officer (IBM)

صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو جاری کیا گیا شوکاز نوٹس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر: ٦

تلفون: [illegible]

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL — مجلس التحقیق الاسلامی

نمبر ——
تاریخ ——
مرفقات ——

To

Mr. Muhammad Ayub Butt,
Section Officer (RBM),
Govt. of the Punjab,
Auqaf and Religious Affairs
Department

Subject: **SHOW CAUSE NOTICE**

Kindly refer to your Show Cause Notice No. SO (RBM) 10-1 A & RAD - 2009 dated 16th October, 2009 regarding the application of Mr. Zakir Hussain.

2. It is pertinent to point out that the application against the undersigned and the team of the intellectual of *Jamia* Lahore Islamia that they have prepared 16 controversial prints of Holy Quran and plan to launch in the market is absolutely baseless. There are reasons to believe that the applicant namely Zakir Hussain has deliberately indulged in mischief-mongering, vilification campaign and false propaganda against our Institution which is recognized and respected at the national and international level for its contribution for spreading the message of Quran and Sunnah. We have neither prepared nor plan to launch any print of the Holy Quran. Therefore, the charge that we have violated any section of the "Publication of Holy Quran" (Elimination of Printing & Recording Errors) Act No. IV of 1973, is not based on facts. We don't have any Publishing House.

3. It may be mentioned for the information of all concerned that the religious scholars attached with the Jamia Lahore Islamia are law abiding citizens of this country. They are fully aware that the publication of Holy Quran can not be done in Pakistan without getting registration under the aforesaid Act. This institution is headed by Hafiz Abdul Rehman Madni who is one of the Veteran and respectable religious Scholar and Theologian. The Ulema and Religious scholars of all sects have been full of praise and

99 - J MODEL TOWN, LAHORE - 14

ادارۂ رُشد کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کو بھیجا گیا شوکاز نوٹس کا جواب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فون: ۵۸۶۶۴۷۶-۵۸۶۲۳۸۵

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقيق الإسلامي

الرقم ——————

التاريخ ——————

المرفقات ——————

appreciation for him for his contribution for the maintenance of secretarian harmony and religious solidarity among various sects of Muslims including Shia Muslims.

4. It is pointed out that this fellow Zakir Hussain has totally misunderstood what has been published in the monthly Magazine "RUSHD" of June, 2009. We are sending the relevant article published in this issue for your information and scrutiny. You can better understand how far misleading are the observations of the applicant Zakir Hussain.

5. The undersigned and Hafiz Abdul Rehman Madni, the head of the Institution, visited the Auqaf and Religious affairs department on 26-10-2009 to see the Additional Secretary of this department. He was not available in the office. You are requested to kindly intimate the convenient date when we can call on him again.

6. It is further requested that the copy of the application of Mr. Zakir Hussain may kindly be provided so that we can examine the text of his application. We are serious about pursuing this man and sue him for defamation under the law.

(Dr. HAFIZ HAMZA MADNI)
Mahnama "RUSHD" Lahore

No. & date Even:

A copy is forwarded for information to: -

1. Mr. Tariq Shehzad, Deputy Secretary (Coordination), Governor's Secretariat Punjab w.r.t his letter No.SO(C-II)GS/1-1/2008(PSG) dated 02-10-2009, with the request to arrange meeting of the team of scholars of Jamia Lahore Islamia to explain this issue in person.
2. Mr. Zakir Hussain, A-132, Block-S, North Nazimabad, Karachi, in advance. We reserve the right to sue him in the court of Law.

(Dr. HAFIZ HAMZA MADNI)
Mahnama "RUSHD" Lahore

99 - J MODEL TOWN, LAHORE - 14

ضمیمہ نمبر:۲

ادارۂ رُشد کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف ومذہبی اُمور کو بھیجا گیا شوکاز نوٹس کا جواب (ختم شد)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی ☆

حکیم الأمت مولانا اَشرف علی تھانوی ؒ اور علم تجوید وقراءت

دار الموطا کراچی کی طرف سے شائع شدہ پمفلٹ میں علم قراءات کے حوالے سے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ دیوبندی حضرات، بالخصوص حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قراءات کے سلسلہ میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ شیخ القراء جناب ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی، جو حضرت اشرف علی تھانوی کی نواسے اور رشد کی مجلس مشاورت میں شامل ہیں، نے اس حوالے سے اپنی ذمہ داری محسوس کی اور شفقت فرماتے ہوئے حضرت حکیم الامت کی قراءات سبعہ وعشرہ سے متعلق صریح رائے کیا تھی؟ جہاں تک علماء دیوبند کی قراءات قرآنیہ سے متعلق رائے کا تعلق ہے تو اس کے لئے رشد قراءات نمبر۲ میں دیوبند مکتبہ فکر کے نمائندہ اداروں اور فاضل شخصیات کے فتاوی کا ضرور جائزہ لینا چاہیے۔ خصوصا حالیہ شمارہ میں دار العلوم دیوبند ہندوستان، دار العلوم کراچی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتوی بھی لائق مطالعہ ہے۔ [ادارہ]

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی ؒ ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے کہ جنہوں نے تمام علوم دینیہ پر اپنی مستند تحقیقات، تصنیفات کا بہت بڑا ذخیرہ اُمت کی اِصلاح وتربیت کے لیے مرتب فرمایا۔ حکیم الامت نے علوم القرآن والتفسیر پر بھی گراں قدر تحقیقی وعلمی کام سرانجام دیا آپ کی تصانیف میں تفسیر بیان القرآن جامعیت، نافعیت اور اِنفرادیت کے اعتبار سے بےنظیر اور بےمثال ہے۔

علم التجوید پر آپ کے رسائل میں جمال القرآن تو گذشتہ ایک صدی سے برصغیر کے تمام دینی مدارس کے نصاب تجوید کا اَہم حصہ قرار دیا جاتا ہے یہ ایک ایسا جامع رسالہ ہے جو علم التجوید کی بنیادی مباحث کا اِحاطہ کیے ہوئے ہے۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل اِس رسالہ کے مضامین کو چودہ لمعات میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں قواعدِ تجوید کے ساتھ ساتھ علم الوقف وعلم الرسم پر بھی اِختصار کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔

حضرت نے ایک عربی رسالہ حقیقت التجوید اور ھدیۃ الوحید کے مضامین سے اپنے اس رسالہ کو مرتب فرمایا ہے۔ ۱۳۳۳ھ سے آج تک اس رسالہ کی بیسیوں شروح لکھی جا چکی ہیں۔ اس کے اِختصار اور جامعیت کی وجہ سے اس کو ایک بہترین متن کا درجہ حاصل ہے۔ ہر زمانہ میں اَساتذہ تجوید نے اس کی توضیح وتشریح کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ سب سے پہلے تھانہ بھون کے قاری محمد یامین صاحب نے اِس پر حاشیہ لکھا پھر تو یہ سلسلہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا تا آنکہ قاری محمد طاہر رحیمی مہاجر مدنی نے ایک مفصل شرح کمال الفرقان شرح جمال القرآن مرتب فرمائی۔ یہ ایک ضخیم شرح ہے جس میں تجوید کے تمام مضامین پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جمال القرآن اُردو میں لکھا جانے والا

☆ نائب مہتمم دار العلوم الاسلامیہ، لاہور، رئیس لجنۃ تصحیح المصاحف محکمہ اَوقاف پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پہلا رسالہ ہے جس کے تراجم برصغیر کی بہت سی زبانوں میں کیے گئے ۔ ہندی، بنگالی، گجراتی کے علاوہ عربی، فارسی میں بھی اِس کے مضامین کو منتقل کیا گیا ہے۔آج پاکستان، ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایک بھی قاری ایسا نہ ہوگا جس نے جمال القرآن سے استفادہ نہ کیا ہو۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مدرسۃ صولتیہ مکہ مکرمہ کے طلباء کے لیے ایک منظوم رسالہ تجوید القرآن مرتب فرمایا جو سات اَبواب پر مشتمل ہے اس میں ۱۲۰۰/اشعار ہیں اس رسالہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بڑے خوبصورت اَنداز میں تجوید کے تمام قواعد مخارج وصفات ترقیق تفخیم اِظہار اِدغام کا تذکرہ نہایت عمدہ پیرایہ میں کیا ہے اور اَبواب کو مزید وضاحت کے لیے فصول میں تقسیم کیا ہے۔رسالہ تجوید القرآن ایک مختصر حاشیہ حضرت قاری محبّ الدین بن قاری ضیاء الدین الہ آبادی رحمہ اللہ نے مرتب فرمایا ہے۔ رسالہ کے شروع میں مولانا محمد سعید کیرانوی نے اس رِسالہ کی اہمیت پر ایک مختصر نوٹ لکھا ہے۔

۱۹۸۵ء میں استاذی حضرت قاری اِظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ نے اس منظومہ پر ایک مفصل حاشیہ مرتب فرمایا جو کہ مجموعۂ نادرہ کے نام سے قراءات اکیڈمی نے شائع کیا۔

مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے طلباء کے لئے ۱۳۱۹ھ میں حضرت تھانوی نے ایک منظوم رسالہ یادگار حق القرآن مرتب فرمایا۔۱۶۳/اَشعار پر مشتمل اس رسالہ میں تجوید کے مختصر قواعد بیان فرمائے ہیں اس رسالہ پر بھی قاری محبّ الدین صاحب الہٰ آبادی رحمہ اللہ کا مختصر حاشیہ موجود ہے۔بعد اَزاں حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مفصل حاشیہ اس رسالہ پر مرتب فرمایا ہے۔

قراءاتِ سبعہ کی تعلیم مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں قاری عبداللہ مکی الہٰ آبادی سے حاصل کی جو کہ شیخ ابراہیم سعد مصری کے تلمیذ ہیں اور انہوں نے شیخ حسن بدیر الجریسی سے قراءت کی تکمیل کی ہے اور الجریسی امام القراءات الشیخ احمد محمود المتولی کے ممتاز تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے قراءاتِ سبعہ کے تعلیم وتعلم کو آسان بنانے کے لیے ایک نہایت جامع مختصر رسالہ تنشیط الطبع فی إجراء السبع مرتب فرمایا۔اس رسالہ میں قراءاتِ سبعہ کے بارے میں سادہ اور آسان انداز میں نہایت قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ زمانہ قدیم میں اجراءِ قراءات کے لیے کوئی آسان رسالہ اُردو میں موجود نہ تھا۔طلباء قراءات کو جمع الجمع میں اجراء کے لیے بہت مشکل پیش آتی تھی۔حکیم الامت نے طلباء کی آسانی کے لیے جمع الجمع میں قراءِ سبعہ کی تمام وجوہ قراءات کو ترتیب سے لکھ دیا ہے۔سب سے پہلے امام قالون کی پہلی وجہ لکھتے ہیں اس میں آنے والے اِختلاف کی نشاندہی کلمہ قرآنی کے اوپر کرتے ہیں اور کلمہ قرآنی کے نیچے ان قراء کا ذکر کرتے ہیں جن کا اختلاف ہوتا ہے۔آخری خانہ میں ان قراء کا ذکر فرماتے ہیں جو اس وجہ سے موافق ہوتے ہیں۔

اِس طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی ۴۶ آیات کی تمام وجوہ مرتب فرمائیں۔اس کتاب پر حضرت استاذی قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مفصل حاشیہ تحریر فرمایا اور مزید بہت سے فوائد کو شامل فرما دیا بعد ازاں عزیز القدر قاری نجم الصبیح تھانوی نے اس ترتیب پر پوری سورۂ بقرہ مکمل کر دی اس رسالہ کی وجہ سے طلباءِ قراءات کو اجراءِ قراءات میں بہت سہولت ہوگئی۔حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس رسالہ کو سات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصول، خطبہ وتمہید، تتمہ کے ساتھ مکمل کیا۔

اجراء قراءات میں امام ورش رحمہ اللہ کے لیے جب مد بدل اور مد لین جمع ہو جائیں تو کئی وجوہ بن جاتی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان وجوہ ورش کا مکمل نقشہ کتاب میں شامل کیا ہے اور حاشیہ میں قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے ان نقشوں کے ذریعہ تمام وجوہ جائزہ وغیر جائز کو واضح کردیا ہے۔ ایک اور مستقل رسالہ وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی کے نام سے مرتب فرمایا جسے بعد میں اپنی کتاب تفسیر بیان القرآن کے ساتھ شامل کردیا۔ یہ رسالہ عربی میں ہے اور اس کے بارے میں خود حکیم الامت فرماتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں ایسا مختصر رسالہ لکھوں جو سبعہ قراءات متواترہ کے لیے کافی ہو۔ اس کے معنی اور اعراب ہوں۔ کیونکہ ہندوستان میں کتب اس فن سے خالی ہیں۔ میں اللہ پر توکل کرکے وجوہات کا ذکر کروں گا اور قراءات کی ان توجیہات کا بھی ذکر کروں گا جو ان کے پیش نظر تھیں نیز صرف ونحو اور تفسیر کی توجیہات بھی ذکر کروں گا۔

اس رسالہ کا مآخذ تفسیر روح المعاني اور کتاب المکرر في القراءات ہیں۔ اس رسالہ میں حکیم الامت نے نہایت اختصار کے ساتھ قراءات کی توجیہ بیان فرمائی ہیں۔ اس رسالہ کو دیکھ کر مولانا کی اس فن سے گہری دلچسپی اور فن قراءات پر مہارت تامہ کا احساس ہوتا ہے۔

علوم القرآن پر حکیم الامت کی دیگر بہت سی تصانیف ہیں مثلاً سبق الغایات فی نسق الآیات، أدب القرآن الکریم، رفع الخلاف في حکم الأوقاف اور بھی بہت سے رسائل ہیں جن کی تفصیل کے لیے حکیم الامت کی تصانیف کی فہرست دیکھی جاسکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری فہد اللہ مراد☆

جمع کتابی سے متعلق چند توضیحات

'جمع کتابی' کے حوالے سے رُشد قراءات نمبر اول میں محترم قاری فہد اللہ مراد کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس بنیاد پر ملک کے مختلف منحرف حلقوں میں شدید اضطراب کی ایک لہر چل پڑی۔ضرورت اس امر کی تھی کہ فتنہ پرداز قراءات نمبر اول دوم میں علوم القراءات کے متعلق پیش کردہ تحقیقی مقالات کے حوالے سے علمی بحث ومباحثہ کے میدان میں اترتے لیکن انہوں نے اس کے بجائے منفی ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے ہوئے عوامی حلقوں میں سوچی سمجھی سکیم کے تحت ایک غلط بحث کو یوں جنم دیا کہ رشد قراءات نمبر اول میں شائع شدہ محولہ بالا مضمون کو بنیاد بنا کر ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا اور مضمون ۶۷۸ پر ادارہ کے حوالے سے موجود ایک 'خبر' کو توڑ مروڑ کر یوں پیش کیا کہ بعض مصلحین بھی ایک نئی بحث کا شکار ہو گئے۔

مجلّات کی دنیا میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی رسالے میں شائع شدہ کوئی مضمون کبھی بھی ادارہ کا مکمل نمائندہ موقف نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اندرونی ٹائٹل پر ہی اس بات کی وضاحت 'رشد' نے خود بھی کی ہوئی ہے کہ ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں۔اس کے باوجود منکرین حدیث نے ایک ایسی بات، جس کی نہ تو ادارہ نے کلی ذمہ داری قبول کی اور نہ ہی صاحب مضمون نے اسے بیان کیا تھا، نکال کر علم قراءات کے فروغ کے لئے کام کرنے والے اداروں کے سرپرست حضرات سے غلط سلط انداز میں اپنے مطلب کے فتوے حاصل کیے۔ ہمارا احساس اس سلسلے میں یہ ہے کہ معزز مفتیان اپنی علمی دانش وآگاہی کی بناء پر بخوبی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ قراءات عشرہ کے قرآن ہونے کا مسئلہ اپنی جگہ اٹل ہے، البتہ امور شرعی کے نفوذ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بصیرت وحکمت سے کا استعمال چونکہ مطلوب شرعی ہے چنانچہ قرآن مجید کی حفاظت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کئے گئے ہر کام میں اصول مصلحت وسد ذرائع کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ہم قراءات نمبر کی ان خصوصی اشاعتوں کے اختتام پر ضروری سمجھتے ہیں کہ مختلف قراءات میں قرآنی نسخوں کی اشاعت کے مسئلہ کے حوالے سے پیدا شدہ اس علمی بحث میں اپنا نقطہ نظر بھی مؤقر اہل علم ومفتیان کے سامنے رکھ دیں تاکہ مسئلہ کے بارے میں موجود آراء میں اس پہلو کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک معتدل رائے قومی سطح پر اختیار کی جائے۔

جناب قاری فہد اللہ کی زیر نظر تحریر اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ موصوف نے اپنے مضمون پر اٹھنے والے بعض اعتراضات کی توضیح بھی خود کر دی ہے جبکہ فتنہ پردازوں کی طرف سے اٹھائی جانے والی نئی بحث کے حوالے سے معتدل نقطہ نظر قارئین رشد کے سامنے رکھ دیا ہے۔ [ادارہ]

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

'رشد قراءات نمبر ایک' میں راقم نے ایک مضمون 'حفاظت قرآن کریم کے قدیم وجدید ذرائع' کے عنوان سے تحریر کیا تھا جس میں صدر اوّل سے لے کر آج تک قرآن کریم کی حفاظت کے پہلو سے جو کام سرانجام پائے ہیں، ان کا اجمالی تذکرہ کیا تھا اور ساتھ ساتھ اس وقت دنیا میں ہماری اطلاعات کے مطابق خدمت قرآن کے مبارک سلسلہ میں جو کام ہورہے ہیں ان کا تعارف کروایا تھا۔ جس پر پاکستان میں موجود غلام احمد پرویز کی روحانی اولاد نے ایک فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے علمائے اہل السنّت کی طرف رجوع کیا اور مضمون میں موجود بعض سطور کو غلط رنگ دے کر علماء عظام سے اس کی بابت فتویٰ طلب کیا۔ ابھی تک مختلف ذرائع ہمیں تین فتاویٰ جات موصول ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک فتویٰ دارالعلوم کراچی سے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ کا ہے، ایک جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے مولانا مفتی محمد شعیب عالم حفظہ اللہ کا ہے جبکہ تیسرا فتویٰ 'مفتی' طاہر مکی، صدر قرآنی مرکز کراچی کا ہے۔ پہلے دو فتاوی جات میں تو مسئلہ ہذا کے بارے میں علمی وتحقیقی انداز اپنایا گیا ہے لیکن تیسرے فتوی میں شرعی ذمہ داری ادا کرنے کی بجائے شوق فتویٰ نویسی کا پہلو زیادہ جھلکتا ہے۔

پہلے دو فتاویٰ جات کے بارے میں گزراشات

پہلے دونوں فتاویٰ میں جہاں بڑی شدت کے ساتھ قراءات عشرہ متواترہ کی حجیت کی بحث کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ان کے منزل من اللہ اور قرآن ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے، ان کو قبول کرنا واجب اور ان پر اعتماد لازم ہے اور ان کا مخالف گمراہ اور سبیل المؤمنین سے ہٹا ہوا ہے۔ وہاں ان میں یہ بات بھی یکساں ہے کہ پاکستان میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات میں مصاحف چھاپنا خلاف مصلحت ہے لہٰذا اس سے گریز کرنا چاہیے۔

اوّلاً: اس مرحلہ پر ہم بھی اپنے مؤقر علماء کرام کے ہمنوا ہیں کیونکہ پاکستان کا تو کوئی ادارہ یہ کام نہیں کر رہا لیکن جو ادارے یہ کام کر رہے ہیں ان کی خدمت میں بھی ہم نے عرض کیا ہے کہ اس کام کو عوامی سطح پر قطعاً نہ لایا جائے اور اگر عوامی سطح پر لانا چاہتے بھی ہوں تو اس قدر عوام میں شعور وآگہی پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ فتنے کا اندیشہ ختم ہوجائے۔

ثانیاً: اس کے ساتھ ساتھ ہم مسئلہ کی حقیقی نوعیت بھی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ مذکورہ مصلحت جس کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ عوام میں انکارِ قرآن کا دروازہ نہ کھل جائے یا یہ چیز تحریف قرآن کے سلسلہ میں اہل ضلالت کیلئے مہمیز کا کام نہ دے تو اس بارے میں عرض ہے کہ کیا یہ حکم پورے عالم اسلام کیلئے ہے یا صرف پاکستان کیلئے؟ اگر عالم اسلام کے لیے ہے تو پھر یہ مصلحت کب کی ختم چکی کہ سعودی عرب کا قرآن کریم کی طابعت سرکاری ادارہ '**مجمع ملک فہد**' تو کب سے چار متداولہ روایات کے قرآن کریم کروڑوں کی تعداد میں مسلسل طبع کر رہا ہے تو سب سے پہلے تو ان کو متنبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز دار القراءات الیانیہ (اردن) بھی اس سلسلہ میں کام کر رہا ہے اور اس نے ان چار کے علاوہ دیگر دو غیر متداولہ روایات میں بھی مصاحف شائع کردیے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور وہ یہ سارا کام لجنة مراجعة المصاحف مصر کی زیرِ نگرانی ہورہا ہے۔ باقی اگر یہ خاص پاکستان کے ماحول کا مسئلہ ہے تو تب بھی مسئلہ کی دو نوعیتیں ہیں:

① کیا مصلحت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کام کو مطلقاً ختم کردیا جائے اور تا قیامت اس خطہ میں اس کی

اشاعت وترویج پر پابندی عائد کردی جائے؟ یعنی کیا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کام کو مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے دبا دیا جائے؟

② یا پھر مصلحت کا معنی یہ ہے کہ اس کام میں شرعی کوقدغن نہیں بلکہ یہ ایک مطلوب شرعی ہے کہ اس کی اشاعت و ترویج کی جائے۔صرف وقتی طور پر ایسا کرنا کئی قسم کے اِشکالات کوجنم دیتا ہے، اس لیے پہلے ماحول سازگار کیا جائے پھر اس کی اشاعت ہو

ہماری نظر میں اگر مصلحت کا تعلق مذکورہ بالا دوسری قسم سے ہے تو یہ بات صحیح اور درست ہے اور قرین قیاس ہے کہ پہلے ماحول بنایا جائے بعد میں کوئی ایسا کام کیا جائے اور اسی مصلحت کے پیش نظر ہم نے اپنے مضمون میں یہ تجویز دی تھی کہ اگر یہ کام کر بھی لیا جائے تو عملی سطح پر صرف لائبریریوں کی حد تک محدود ہونا چاہئے۔ باقی اگر ہمارے محترم اس سے ایسی مصلحت مراد لیتے ہیں جو ہم نے نمبر ا میں ذکر کی ہے تو معذرت کے ساتھ ہمارا ان سے متفق ہونا مشکل ہے کیونکہ یہ نقطہ نظر صریح شرعی نصوص اور نظریہ سلف سے متصادم ہے۔ کیونکہ قراءات کے مسئلہ میں اختلاف کوئی پہلی بار پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوا بلکہ نزول قرآن کے دور میں اور آپﷺ کی موجودگی میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین قراءات کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا قصہ موجود ہے تو اس موقع پر آپﷺ نے اختلاف کو ختم کرنے کی غرض سے کسی ایک کو یہ حکم نہیں دیا کہ آئندہ تم میں سے کوئی ایک اپنی قراءات ترک کردے بلکہ آپﷺ نے فرمایا:

«إقرء یا هشام فقرأ هذا القراء ة التی سمعته یقرء ها قال رسول اللهﷺ هكذا انزلت ثم قال رسول الله ﷺ إن هذا القرآن انزل علی سبعة أحرف » [صحیح بخاری:۲۴۱۹:۵۰۴۱]

یہاں پر اللہ کے رسولﷺ نے دونوں صحابہ کو سنا اور پھر ہر ایک قرآن کریم کا درجہ اور ساتھ یہ کہا کہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے۔

حتیٰ کہ بعض دفعہ صحابہ آپﷺ کی تصریح کے باوجود شک وشبہ کا شکار ہو گئے تو تب بھی آپﷺ نے مصلحت کی بنیاد پر اسے ختم نہیں فرمایا بلکہ صحابہ کو سمجھایا اور علمی و روحانی دونوں طریقوں سے ان کا علاج فرمایا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے، سیدنا اُبی بن کعب نے ایک شخص کو مسجد میں اپنے سے مختلف قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر دوسرا شخص آیا اُس نے پہلے شخص سے بھی مختلف قراءات کی۔ نماز سے فراغت کے بعد تینوں صحابہ آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سیدنا اُبی رضی اللہ عنہ نے آپﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

«إن هذا قرأ قراء ة أنكرتها علیه و دخل آخر و دخل آخر فقرأ سوی قراء ة صاحبه فأمرهما رسول اللهﷺ فقرء ا فحسن النبیﷺ شانهما فسقط فی نفسی التكذیب ولا اذ كنت فی الجاهلیة فلما رأی رسول اللهﷺ ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقاً وكانما أنظر إلی الله فرقاً فقال لی یا أبی أرسل إلی أن یقرأ القرآن علی حرف.........» [صحیح مسلم:۸۲۰]

مذکورہ بالا روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف قراءت ہوا تو آپﷺ نے اُسے اپنے عمل سے قرآن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

درجہ عطا فرمایا۔ جس سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اس قدر شبہات میں گھر گئے کہ انہیں ایسا کبھی جاہلیت میں بھی نہیں ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر ان کا روحانی علاج کیا اور اللہ نے ان کی شرح صدر فرما دی۔

آپ یہاں غور فرمائیں کہ تکذیب قرآن کے اندیشے کے باوجود وصف بھی آپ ﷺ نے کسی ایسے مصلحت کا سہارا نہیں لیا بلکہ آپ ﷺ نے اسی کو ہی عظیم مصلحت سمجھا کہ قراءات قرآن کی اشاعت و ترویج ہونی چاہئے۔ بلکہ ایک موقع پر تو اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کے ایسے طرز عمل سے سخت ناراض بھی ہوئے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جو میری قراءت کے خلاف تھی۔ میں نے اُسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور آپ کو خبر دی۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی ناگواری کو محسوس کیا، آپ نے فرمایا:

«کلاکما محسن، ولا تختلفوا فإن من کان قبلکم إختلفوا فیه فأهلکم» [صحیح بخاری:۳۴۷۶]

کہ یہ سنتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ متغیر ہوگیا کہ تم قرآن میں اختلاف کرتے ہوئے حالانکہ دونوں درست ہیں اور ساتھ فرمایا پہلی امتوں کی ہلاکت کا سبب بھی یہ چیز بنی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس یہ معاملہ پیش کیا گیا تو «وغضب حتی عرف الغضب في وجهه» کہ رسول اللہ ﷺ اس قدر غضبناک ہوگئے کہ غصہ آپ کے چہرہ انور سے آشکار ہو رہا تھا۔

تو یہاں آپ ﷺ کے غضبناک ہونے کا سبب یہ ہے کہ قراءات قرآنیہ کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو رہا ہے حالانکہ یہ سب کا سب قرآن ہے جب آپ ﷺ کے سامنے اختلاف ہوا اور آپ نے اس کا حل کسی مصلحت کی بناء پر یہ قرار نہیں دیا کہ اس اختلاف کو ختم کر دیا جائے بلکہ آپ نے اُس اختلاف قرآن کریم کا درجہ دیا اور اُمت میں اس کو جاری و ساری فرمایا۔ لہٰذا مصلحت عوام یہ قطعاً نہیں ہے کہ ان کو قراءات قرآنیہ کے علم سے دور رکھا جائے بلکہ مصلحت اس بات میں ہے کہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دی جائے اور قراءات قرآنیہ سے آگاہ کیا جائے تاکہ انہی بھی علوم قرآنیہ کے شناور بننے کی جستجو پیدا ہو۔

✳ مذکورہ بالا اَحادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرعی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ قراءات کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کی جائے۔ مزید ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس مصلحت کی بنیاد پر یہ ساری بحث اٹھائی گئی ہے اس کی حقیقت کو بیان کر دیا جائے۔

اصولین کی اصطلاح میں مصالح کی تین اقسام ہیں:

① مصالح معتبرہ (یعنی شرعی مصلحتیں)

② مصالح مطعی (جن کا شرع نے اعتبار نہیں کیا)

③ مصالح مرسلہ (مصالح مرسلہ سے مراد وہ مصالح ہیں جو فقہی ہوتی ہیں اور یہ مصالح فقہی مسائل کی طرح جزوی اور وقتی ہوتی ہیں جبکہ مصالح معتبرہ شرعی مصالح وہ شریعت کی طرح دائمی ہوتی ہیں۔

ہماری رائے میں غلطی یہاں ہوتی ہے کہ بعض مواقع پر شرعی مصلحتوں کو، جو دائمی ہوتے ہیں، بھی مصالح مرسلہ کی طرح وقتی خیال کر لیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصلحت کی بنیاد پر قرائات کے اختلاف کو ختم کر دیا تھا اور صرف ایک قراءت پر اُمت کو جمع کر دیا تھا۔ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو کیا جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے جاری کردہ کسی بھی قراءات کو ختم نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ابن حزم رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے 615

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے قراءات کو ختم کردیا تھا تو ایسا شخص ان کے خروج عن الملة کا قائل ہے۔

لہٰذا وہ مصلحت شرعی کہ جس کی بنیاد پر اللہ کے رسولﷺ نے قراءات کو اُمت میں رائج کرنے کی تعلیم دی ہے اور صحابہ کے اختلافات کو بطور قرآن ثابت رکھا ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ آج قراءات قرآنیہ کو مروج کیا جائے نہ کہ انہیں مصلحت کے نام پر ختم کردیا جاوے جو حقیقتاً مصالح شرعیہ کے منافی ہے اور یہ مصلحت شرعی یعنی قراءات کو باقی رکھنا دائمی اور ابدی ہے۔ اس کے پھیلانے کے طریقہ کار کو سوچنا چاہیے نہ کہ ختم کرنے کے۔☆

اگر کئی دہائیاں پہلے محافل قراءات وغیرہ کے سلسلے میں بھی یہی مصلحتیں پیش نظر رہتیں تو آج ان محافل کا

رشد قراءات نمبر دوم میں زیر عنوان 'تعارف علم القراءات'.....سوالات وجوابات' از حافظ حمزہ مدنی کے مضمون سے مصلحت کے متعلق موجود ایک سوال اور اس کے جواب کو ذیل میں افادۂ قارئین کی غرض سے من وعن پیش کیا جاتا ہے۔ سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قراءات کی اجازت اوّلاً تھی، بعد میں منسوخ یا موقوف کردی گئی؟ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: بعض منکرین قراءات، جو کہ ابتدائی دور کے لحاظ سے متنوع قراءات کو تسلیم کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کو مختلف اندازوں میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی، لیکن بعدازاں اس رخصت کو منسوخ کردیا گیا، کیونکہ جس غرض سے ان قراءات کو پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ غرض پوری ہو چکی تھی، چنانچہ ان قراءات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی رائے کے ساتھ منسوخ یا موقوف کردیا۔ اس نقطہ نظر کے حاملین کے ہاں بنیادی طور پر یہ ذہنیت پائی جاتی ہے کہ شریعت کے وہ احکام، جو مصالح ومقاصد کے پیش نظر دیے گئے ہیں وہ وقتی ہوتے ہیں جنہیں مقاصد کے حصول کے بعد منسوخ یا موقوف کیا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں کے ہاں عام طور احادیث میں مذکور احکامات اسی قبیل سے ہیں۔

اس بات کی وضاحت یہ ہے کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ شرع میں ذکر کردہ مصالح سے متعلق اَحکام صرف نبی کریمﷺ کے زمانہ کی رعائت اور حالات کے اعتبار سے مشروع کیے گئے تھے، چنانچہ اُس دور کے حالات سے منسلک احکامات بنیادی طور پر شریعت سے خارج ہوتے ہیں۔ شریعت میں مذکور مصالح جنہیں اصطلاح اصولیین میں 'مصالح معتبرۃ' کہتے ہیں، سے متعلق احکام کے بارے میں ان لوگوں کے ذہن کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ ان شرعی مصالح کو فقہی واجتہادی مصالح، جنہیں اُصولیوں کی اِصطلاح میں 'مصالح مرسلۃ' کہتے ہیں، کی طرح سمجھتے ہیں، حالانکہ اہل سنت کے ہاں شرعی مصلحت دائمی وابدی، جبکہ فقہی مصلحت وقتی وعارضی ہوتی ہے۔

علمائے اصول کے ہاں 'مصالح مرسلۃ' کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ تمدن کی تبدیلی سے پیدہ شدہ نئے حالات میں فقہاء کرام بسا اوقات شریعت کی کسی نص کے انطباق میں شرعی مقاصد (شریعت کی بیان کردہ عمومی مصالح) کا لحاظ رکھتے ہوئے معاملہ کی نوعیت اور مسئلہ کے ہمہ گیر پہلوؤں کی رعائت میں شریعت میں موجود اس واقعہ سے ملتے جلتے واقعات (نظائر) کے بارے میں وارد شرعی نصوص پر قیاس کرکے اجتہاد و استنباط سے کچھ حدود و قیود کا اضافہ یا کمی کردیتے ہیں۔ تمدن کے نئے تقاضوں سے جو انسانی ضروریات سامنے آتی ہیں، مجتہد کے لیے شرعی مقاصد اور تعلیمات دین کی روشنی میں ان کی رعائت کرنا شارع کا مطلوب ہے، جسے اجتہاد کے مبارک عمل سے پورا کیا جاتا ہے۔ فقہاء کے استنباطات واجتہادی آراء کا شرعی نصوص واحکام سے بنیادی ترین فرق یہ ہے کہ ہمارے نبیﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں، اسی لیے آپ کی لائی ہوئی شریعت بھی ابدی ہے، جسے منسوخ یا موقوف کرکے اب نئی شریعت قیامت تک نہیں لائی جاسکتی، برابر ہے کہ وہ کسی نئے حکم کے وجود میں لانے کی صورت میں ہو یا شریعت میں پہلے سے موجود کسی حکم کو ختم کرنے کے کی شکل میں، لہٰذا شریعت میں مذکور مصالح ورخصتیں بھی روزِ اول سے دائمی حیثیت ہی رکھتی ہیں، جبکہ فقہاء کے ذکر کردہ مصالح کی حیثیت بہرحال یہ نہیں ہے۔

الغرض اجتہاد کے بنیادی مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ یہ شرع کے اندر ہوتا ہے، باہر نہیں اور یہ شرع کے نسخ کا نام نہیں، بلکہ اس کا کام نئے تمدنی تقاضوں کے لیے شریعت کی توضیح وتشریح کرنا ہے، چنانچہ شرع میں جن مقاصد اور جزوی یا کلی مصالح کو سامنے رکھ شرعی احکام دیے گئے ہیں، اب قیامت تک آنے والے انسانوں کے مصالح کا ایک خلاصہ سامنے رکھتے ہوئے ان شرعی احکام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ابدی ہدایت پیش کردی ہے، جس میں قیامت تک تمام زمانوں اور لوگوں کی جمیع ضروریات اور طبعی وتمدنی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انعقاد اور قراءات متواترہ کے متعلق عوام میں جو ایک شعور پیدا ہو چکا ہے کبھی نہ ہوتا، ہمارے اَسلاف ؒ کی ساری

تقاضوں کا لحاظ کرلیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ علیم وخبیر نے جن مقاصد ومصالح کی رعائت کرکے اپنے علم وحکمت کی روشنی میں جو احکامات پیش کردیئے ہیں، بعد کے زمانوں کے بعض مصالح کی ان میں رعائت نہیں کی گئی انتہائی خطرناک بات ہے۔ اس تناظر میں ہمارا کام بس یہی ہے کہ ہم اپنے مخصوص علاقائی اور وقتی تقاضوں کی رعائت میں شرع کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔ اس صورت میں جو فقہی واستنباطی راہنمائی سامنے آئی گی وہ بھی علاقائی اور وقتی ہی ہوگی، اسے ابدی اور کلی قرار دینا انتہائی غلط ہوگا۔ عالمگیریت اور ابدیت صرف شرعی احکامات کا خاصہ ہے، فقہی واجتہادی احکام کی یہ صفت نہیں ہے۔

اسی لیے علمائے اصول کے ہاں شرعی مصلحت کو 'حکمت' کہا جاتا ہے، جو رب حکیم کی صفتِ علیم وخبیر کی روشن مثال ہوتی ہے، جبکہ انسانی مصلحت کو 'حکمت' کے بجائے 'اجتہادی مصلحت' کی متوازی اصطلاح سے بیان کیا جاتا ہے۔ شریعت کی اسی عالمگیریت اور جامعیت کو واضح کرنے کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ نے معارج الوصول فی بیان أنَّ أصولَ الدِّین وفروعَه قد بیَّنه الرّسول ﷺ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا مطالعہ اس ضمن میں انتہائی مفید ہوگا۔

مذکورہ تمہیدی باتوں کے بعد اب ہم آتے ہیں سوال کے جواب کی طرف تو میں واضح کرنا چاہوں گا کہ منکرین قراءات، جن کی اپنی دینی بنیادیں مضبوط نہیں، انہوں نے فقہی مصلحت کے انداز پر قراءات کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا تھا، وہ تو بنیادی طور پر ایک ہی وجہ یا ایک ہی لہجہ کے ساتھ نازل ہوا تھا لیکن محمد ﷺ نے متاخرین فقہاء کی طرح قرآن مجید کے اندر لوگوں کی مشکلات یا مصلحت وحکمت کی پیش نظر کچھ چیزوں کی گنجائش اپنی طرف سے دے دی تھی۔ ہمارے نقطہ نظر کے مطابق یہ بات اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر یہ معاملہ ایسے بھی ہو، جیسے ذکر کیا جارہا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ اگر کوئی بات قرآن یا سنت میں اپنے اجتہادی پیش نظر کہیں تو اہل سنت والجملۃ کے عقیدے کے مطابق چونکہ اس کے اوپر وحی کی نگرانی ہوتی ہے، چنانچہ وہ چیز نتیجتاً وحی بن جاتی ہے، جیسے کہ کنَّا نعزِل والقرآن ینزل [صحیح مسلم ۱۴۴۲] کی مثال ہے۔ اب صحابہ ؓ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے تو عزل نہیں کیا کرتے تھے، لیکن زمانہ نزول وحی میں صحابہ ؓ کا عزل کرنا اور قرآن مجید کا نازل ہونا اور اللہ کے رسول ﷺ کا اس پر خاموش رہنا یہ خود ایک تقریری حدیث کی بنیاد ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس نوع کو اپنی جامع صحیح کے کتاب الاعتصام میں باقاعدہ ایک باب قائم کرکے واضح کیا ہے۔

اس بات کو ایک اور انداز سے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاموشی سے شرعی حکم کے قرار (تقریر) پاجانے کی اصل توجیہہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سکوت کا معنی یہ بنتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اُس بات پر سکوت فرمایا ہے، جس پر آپ خاموش رہے ہیں، گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی تصدیق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں، جیسا کہ روایات میں موجود ہے کہ بسا اوقات محمد ﷺ نے اجتہاد فرمایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اجتہاد کے حوالے سے جو کمزوری کا پہلو تھا اسے بیان فرمادیا، تو اگر اللہ تعالیٰ کمزوری کو بیان فرمادیں تو ایسی صورت میں وہ چیز شریعت نہیں بنتی، لیکن اگر واضح نہ فرمائیں تو ایسی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ کی خاموشی سے وہ شے شریعت قرار پاجاتی ہے، جسے اصطلاحاً تقریر کہا جاتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز پر خاموش رہ جانے سے جو شے ٹھیک قرار پاتی ہے اسے اِصطلاحاً 'استصواب' کہا جاتا ہے۔

اس حوالے سے اُصولیوں کا ایک قاعدہ ہے: "السکوت فی مَعْرِضِ البَیَانِ بیانٌ"

"جب کسی جگہ بیان کی ضرورت ہو اور بیان کرنے والا ضرورتِ بیان ہونے کے باوجود بیان نہ کرے تو عدم بیان اس چیز کے شرعی جواز کی دلیل ہوتا ہے۔"

چنانچہ جن لوگوں کے ذہن میں یہ اشکال موجود ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قراءاتِ قرآنیہ کو وحی کے بجائے اپنے اجتہاد سے جائز کردیا تھا، اگر یہ بات بھی کی جائے تو بھی آپ ﷺ کی اجازت نتیجتاً وحی بن جاتی ہے۔ البتہ امر واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ روایات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قراءات کے اختلاف کو اپنے اجتہاد سے پیش نہیں فرمایا، بلکہ باقاعدہ اللہ تعالیٰ سے ان کے نزول کا تقاضا دعائیں کر کرکے فرمایا تھا، جیسا کہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے حوالے سے صحیح روایات میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بنی غفار کے تالاب کے پاس دونوں تشریف لائے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ بار بار تقاضا کرکے اللہ تعالیٰ سے اختلاف قراءات کو طلب فرماتے رہے، میکائیل مزید تقاضے کا مشورہ دیتے جاتے اور جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے حروف لے کر آتے جاتے =

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مختلف قرار پاتیں، آج تجوید وقراءات کے ہزاروں مدارس وکلیات اس مملکت خداداد میں موجود نہ ہوتے اور ادارہ رشد کا قراءات قرآنیہ کے سلسلہ میں قراءات نمبرز کی اشاعت جیسا عظیم کام بھی سامنے نہ آتا۔ کچھ عرصہ پہلے دیگر روایات میں صرف 'تلاوت' ہی ایسا ہی جرم تھا جیسا کہ آج مختلف روایات میں مصاحف کی اشاعت!

حتیٰ کہ ہر طلب پر ایک ایک کر کے سات حرف کا نزول ہوا۔[صحیح ابن حبان:۷۴۴] اسی طرح دیگر تمام وہ روایات، جن میں قراءات کے سلسلہ میں صحابہ ؓ کے باہمی اختلاف کا ذکر ہے، ان میں موجود ہے کہ جب وہ اپنا اختلاف لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ ہر ایک کی قراءت سننے کے بعد یوں فرمایا: "هكذا أُنزِلَتْ، هكذا أنزلت"۔[صحیح البخاري:۵۰۴۱] خصوصا خود حدیث 'سبعة أحرف' کے الفاظ "أنزِلَ القرآنُ على سبعةِ أحرُفٍ" میں غور کیا جائے تو سمجھ آتا ہے کہ پہلی روایت کے مطابق ایک حرف کا آسمان سے آنا، پھر دوسرے حرف کا آسمان سے اترنا اور پھر تیسرے حرف کا آسمان سے نازل ہونا، حتی کہ معاملہ کا سات حروف تک اسی نوعیت پر پہنچ جانا، اسی طرح دوسری قسم کی روایات میں صحابہ ؓ کے مابین مختلف اندازوں سے پڑھنے کے بارے میں ہر ایک کے حوالے سے آپ کا یوں تصدیق کرنا: "هكذا أنزلت ، هكذا أنزلت"[صحیح البخاري:۵۰۴۱] اور حدیث 'حروف سبعہ' میں قرآن کا سات حروف کے ہمراہ نازل ہونے کا ذکر ہونا، یہ سب کچھ بتاتا ہے کہ قراءات کا یہ تمام اختلاف بنیادی طور پر آسمانوں سے نیچے اترا ہے، کیونکہ لغت میں نزول کا یہی معنی لکھا ہے کہ شے کا اوپر سے نیچے اترنا۔ ثابت ہوا کہ معاملہ یہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے ان کو جائز قرار دیا اور اللہ کے تصویب کے ساتھ ان کو شریعت کا مقام ملا۔

الغرض جب یہ مقدمہ متعین ہوگیا تو اس حوالے سے یہ سوال کرنا بنیادی طور پر درست نہیں رہتا کہ قراءات کی اجازت رسول اللہ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے دی تھی اور جب یہ مشکل ختم ہوگئی تو پھر اس اجازت کو بعد ازاں حضرت عثمان نے صحابہ سمیت یا بالفاظ دیگر امت نے ختم (منسوخ یا موقوف) کردیا۔ یہ بات اس لیے غلط ہے کہ ان قراءات کی اجازت وحی سے ملی تھی، وحی کا ذریعہ صراحتاً اللہ کی طرف سے نزول کا ہو یا وحی کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد اور اس پر اللہ کی تصویب کے قبیل سے ہو، ہر دو صورت میں اس گنجائش کو ختم کرنے کے لیے وحی ہی سے نسخ ثابت کرنا ضروری ہے اور اگر وحی سے اس کا نسخ ثابت نہ کیا جاسکے تو کسی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جیسے ہمارے ہاں مصالح مرسلہ اور سد الذرائع کی مباحث چلتی ہیں اور حالات کے تحت اگر پیش نظر وقتی وعارضی مشاکل ومصالح ختم ہوجائیں تو ہم ان اجتہادی آراء کو ختم کردیتے ہیں یا نئے حالات کے مطابق بدل دیتے ہیں، تو دین وشریعت کی مباحث میں بھی اسی طرح کا معاملہ حضرت عثمان ؓ اور صحابہ ؓ نے کیا تھا۔ امام ابن حزم ؒ نے الإحكام في أصول الأحكام اور الفصل في المِلَل والاهواء والنِّحل میں اس قسم کے عقیدے کو شدید ترین گمراہی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عثمان ؓ اور صحابہ ؓ نے قطعا ایسا نہیں کیا، بلکہ اگر وہ یوں کرتے تو اس عمل سے ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتے۔[الاحکام:۵۶۵/۱]

اگر اس معاملے کو کسی اصول کے طور پر تسلیم کرلیا جائے تو دین حنیف کے بے شمار وہ احکامات، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی مشاکل کو سامنے رکھتے ہوئے رخصتوں کے ضمن میں پیش کیے ہیں، ان کے بارے میں ملحدین کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائے گا کہ جب وہ مشاکل ومصالح ختم ہوجائیں یا حالات کا پس منظر بدل جائے تو دین کے اس قسم کے اَحکامات کو اجماعی یا انفرادی اجتہاد سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کے علم وحکمت کے اوپر صریح اعتراض اور رسول اللہ ﷺ کے ختم نبوت کے واضح انکار کے مترادف ہے۔ منکرین حدیث نے اسی مکروفریب سے قرآن میں خصوصا اور حدیثوں میں عموما واردشدہ بے شمار جزئی احکامات کا اپنے تئیں انکار یا اجتہاد کے نام پر نسخ کرڈالا ہے، جیسے قتال کا انکار، کتاب وسنت میں واردشدہ حدود وتعزیرات کا انکار، حجاب کا انکار، اسبال ازار کا جواز، ڈاڑھی کا انکار، تصویر اور بت سازی کا جواز اور دیگر وہ کچھ جس سے پورے دین اسلام کا نقشہ الٹ کر رہ گیا ہے اور ایک نئے سیکولر اور لبرل اسلام کی تصویر سامنے آرہی ہے۔ میں اس ضمن میں قرآن مجید میں واردشدہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کرنا ہی بیان کے لیے کافی سمجھتا ہوں:

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾[النساء:۱۶۶]

نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ کسی شے کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی ذات، تمام جن وانس حتی کہ تمام فرشتوں تک کی حاجت نہیں، چہ جائیکہ ایک شے کو اللہ بطور اپنے حکم کے پیش کردیں اور سمجھا جائے کہ اللہ کے حکم کو پوری امت مل کر ختم کرسکتی ہے۔ اھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی عوام کے حوالے سے اس حد تک تشویش بھی مناسب نہیں کیونکہ اولاتو وہ دینی الجھنوں کے لئے علماء سے رجوع کرتے ہیں اور علماء کرام کا قراءات متواتر کے قرآن ہونے پر اجماع ہے۔ثانیاعوام میں روایات مختلفہ میں تلاوت آج سے نہیں تقریباً نصف صدی سے جاری ہے۔ قاری عبدالباسط اور قاری عبدالصمد المصری اور قاری محمد صدیق منشاوی رحمہ اللہ کی مختلف روایات میں تلاوت کے کیسٹیں ہر گھر میں موجود ہیں اور آج ان کو دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے۔انہوں نے بھی متعدد روایات میں تلاوت کی طرح اسی غرض سے ڈالی تھی تا کہ عوامی سطح پر قراءاتِ قرآنیہ کو رواج ملے۔
فجزاهم الله خير الجزاء

باقی رہا یہ مسئلہ کہ کیا پاکستان کی سطح پر قرآن کریم کی مختلف قراءات میں اشاعت کے حوالے سے کچھ کام ہوا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ آج سے تقریباً بیس سال پہلے حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ نے جمیع قراءات قرآنیہ میں الگ پاروں کی شکل میں قراءات کے اختلافات کو جمع کر دیا تھا۔ ہمارا یہ یقین ہے کہ اگر ان کو وسائل میسر ہوتے تو وہ باقاعدہ مصاحف کی شکل میں بھی انہیں شائع فرما دیتے، اس کے علاوہ قراءت اکیڈمی لاہور نے قرآن کریم کے حاشیہ پر جمیع قراءت کو بھی کئی برس قبل شائع کر دیا تھا یہ مصحف اگرچہ شامی مصحف کی فوٹو کاپی ہے لیکن عرض یہ ہے کہ اس کام کو سب سے اس طرز یعنی حاشیہ قرآن پر قراءات کے اختلاف کو سب سے پہلے ہندوستان میں کیا گیا۔باقی رہی عالم اسلام کی بات تو چار متداول روایات، روایت بزی وقنبل، دار القراءات البانیہ سے قرآنی متن کے طور پر شائع ہو چکی ہیں اور دو مزید غیر متداول روایات ہشام اور ابن ذکوان پر کام جاری ہے۔علاوہ ازیں دار الصحابہ مصر تمام روایات متواترہ کو قرآن کریم کے حاشیہ پر الگ الگ اور مشترک طور پر دونوں صورتوں میں شائع کر چکا ہے۔

مولانا مفتی شعیب عالم صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر قرآن کریم کے رسم وضبط کا خیال رکھے بغیر قرآن کریم کی اشاعت کی جائے تو یہ حرام اور ناجائز ہے اور اگر رسم وضبط کا خیال کر بھی لیا جائے پھر بھی فقہی مصلحت کی بنیاد پر قرآن کریم کی اشاعت نہیں ہونی چاہئے۔
قرآن کریم کی اشاعت بارے میں تو ہم نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ پاکستان کا کوئی ادارہ یہ کام نہیں کر رہا، باقی رہا یہ مسئلہ کہ علم الرسم، ضبط اور علم الفواصل کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ جن محققین نے کویت کے لیے ایک تحقیقی کام کیا ہے اور وہ تمام بحمد للہ قراءات قرآنیہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ علم الرسم، علم الضبط اور علم الفواصل کے بھی ماہر تھے۔جہاں تک پاکستانی مصاحف میں علم الرسم، علم الضبط اور علم الفواصل کا جو معیار ہے اگر ہم وہ بیان کر دیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ان محققین نے رسم وضبط کا کس حد تک اہتمام کیا ہے!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ ان محققین قراءات نے کویت کیلئے جو کام کیا ہے اس میں رسم، ضبط، علم الفواصل اور عد الآی کیلئے اصل مصادر و مراجع کے ساتھ ساتھ 'مجمع ملک فہد' کی طرف سے شائع شدہ مصاحف کو بنیاد بنایا ہے جن کی صحت پر عالم اسلام کے تمام محقق اہل فن کا اتفاق ہے۔

مولانا شعیب ﷾ سے شکوہ

مولانا شعیب عالم ﷾ اپنے تفصیل فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں:

''مذکورہ اقدام کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پرسکون ماحول میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ سوالات کی کثرت اس آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہے۔ جب یہ طوفان در و دیوار کے ساتھ ٹکرائے گا اس وقت اس کی شدت ہر کس و ناکس جان لے گا۔ کاش ہم اس کی آمد سے قبل بادلوں کے بدلتے ہوئے تیور اور سمندر کی مضطرب موجوں سے اس کا اندازہ لگا سکیں کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش و جسارت آگے چل کر کتاب اللہ کے ابدی وعدے کو غیر مؤثر بنانے کی اسکیم کا حصہ ہو۔''

اس پیراگراف میں جو تاثر دیا گیا ہے اس سے خود مولانا بھی بخوبی آگاہ ہیں اور قارئین بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کے مخاطبین کو شدید تکلیف ہوئی ہے کہ ہم تو وہ کام کر رہے ہیں جو خود آپ جیسے علماء اور جامعہ العلوم الاسلامیہ جیسے مدارس کا تھا تو آپ نے ہمارے بارے میں بھی مذکورہ جذبات کا اظہار کر دیا ہے ان محولہ سطور میں جو بات زیادہ قابل اعتراض اور قابل توجہ ہیں ہم عرض کئے دیتے ہیں۔

محترم مولانا نے فرمایا کہ اس اقدام کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پرسکون ماحول میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ سوالات کی کثرت اس آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہے۔

تو سب سے پہلے تو کسی ایسے اقدام کا اعلان ہوا ہی نہیں ہے اور پھر اس سے مسلمانوں کے پُرسکون ماحول میں قطعاً کوئی اضطراب پیدا نہیں ہوا، جن کے ماحول میں اضطراب پیدا ہوا ہے وہ اس پرویز کی روحانی اولاد ہے جس کی تکفیر خود اہل السنۃ والجماعت کر چکے ہیں۔ یہ بے چینی ان منکرین حدیث وقرآن کو ہوئی ہے جو کہ حدیث کے انکار کی بہت بڑی بنیاد ان روایات کو بھی بناتے ہیں جن میں قراءات قرآنیہ کی تائید موجود ہے تو ان کے بحر مردار میں تلاطم یقینی ہے اگر میرے محترم مولانا کو اس کا اندازہ نہیں ہے تو 'طلوع اسلام' اور 'البلاغ' کے چند سابقہ شمارے اُٹھا کر دیکھ لیں کہ ان کے وجود بیمار میں کس قدر ہیجان کی کیفیت ہے اور آپ کے ہاں سوالات کی کثرت بھی انہی کے چیلے چانٹوں کی طرف سے ہے اور خود مذکورہ سائل ذاکر حسین بھی اسی طبقہ کا فرد ہے جس کی بیمار ذہنی کا اندازہ آپ اس سوالات کے مختلف اسالیب سے کر سکتے ہیں۔

باقی یہ طوفان جن کی در و دیوار کو سے ٹکرائے گا وہ آپ اور ہم نہیں ہیں وہ یہ منکرین حدیث ہیں جن کے چیخنے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چلانے کے باوجود اللہ کے اس نور کی تکمیل ہو کر رہے گی۔ ﴿وَاللہ مُتِمُّ نُوْرِہ﴾

جناب شیخ! آپ کے ان الفاظ نے ہمارے قرآنی جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے ''کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش و جسارت آگے چل کر کتاب اللہ کے ابدی حفاظت کے وعدے کو غیر مؤثر کرنے کی اسکیم ہو۔''

اگر آپ ان جملوں کی گہرائی پر غور فرمائیں تو اندازہ ہوگا کہ خادمین قرآن کیلئے یہ کس قدر تکلیف کا باعث ہیں، کیا ہمارے اَسلاف جو آپ کے بھی اَسلاف ہے انہوں نے جو بھی کام کیا ہے اُسے 'جسارت' کے لفظ سے خراج تحسین پیش کرنا چاہئے؟ ہم نے حضرت قاری عبد اللہ مکی، حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی، حضرت قاری عبد المالک المکی رحمہ اللہ، حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ، حضرت قاری شریف صاحب، حضرت قاری حسن شاہ حضرت قاری محی الاسلام ،حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ، حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کی برسوں کی محنتوں کو الفاظ کا جامہ پہنا کر قراءات نمبرز کی شکل میں آپ کی نذر کیا ہے۔ یا پھر یہ کہ کیا قرآن کریم کی وہ اشاعت جو دیگر روایات میں اس وقت پورے عالم اسلام میں ہو رہی ہے۔ کیا اُسے 'جسارت' کہنا چاہئے اور اس سارے کام کو قرآن کریم کی ابدی حفاظت کو غیر مؤثر کرنے کی اسکیم کہنی چاہئے یقیناً یہ بہت بڑا کلمہ ہے جو اہل قرآن کی صدیوں کی محنت کو یک لخت خاک میں ملا دیتا ہے۔ اللہ ہمیں صحیح صورت حال کو سمجھنے کی توفیق دے اور ہمیں بھی محافظین قرآن کی قابل رشک صف میں روزِ قیامت کھڑا فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

تیسرے فتوی کے بارے میں گزارشات

منکرین حدیث کے گروہ سے کسی خیر و بھلائی کی امید تو کبھی نہیں رہی، لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ 'منکروں کا ٹولہ' ایک وقت بنیادی انسانی اور اخلاقی قدروں سے بھی تہی دامن ہو جائے گا۔

ان سطور سے ہمارا مقصود اُپنے ان اَلفاظ کی وضاحت کرنا ہے جنہیں حضرت مکی نے اپنی فریضہ کی انجام دہی میں بہت اچھالا ہے، لیکن سب سے پہلے ہم ذاکر حسین کے اِستفتاء اور حضرت کے فتویٰ میں بکھیرے گئے علمی و تحقیق فن پاروں کی بھی نشاندہی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ علم و حکمت کے متلاشی اپنی پیاس بجھانے کی غرض سے اس علم کے 'بحر الکاہل' کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

بلا تاخیر ہم ذاکر صاحب کے سوال اور مفتی صاحب کے جواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔

بعد از سلام کچھ یوں گویا ہوئے ہیں۔

''لاہور سے اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے۔''

سب سے پہلے تو ہم ان کے مشکور ہیں کہ انہوں نے مفتی صاحب و مسلمانان پاکستان کے علم میں اِضافہ فرمایا ہے کہ 'لاہور سے ماہنامہ رُشد نکلتا ہے' باقی رہی بات 'اہلحدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ' کی تو ہمارے مجلّہ کے ٹائٹل، بیک ٹائٹل، سرورق پر کسی جگہ بھی مکتوب نہیں ہے کہ یہ اہلحدیثوں کا نمائندہ مجلّہ ہے، بلکہ اگر جناب والا بیک ٹائٹل کو بغور نہیں سرسری نظر سے بھی پڑھ لیتے تو واضح ہو جاتا کہ صاحبان 'رُشد' کس نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ رُشد کے الحمد للہ اغراض میں یہ بات شامل ہے کہ رُشد کا مقصد کسی خاص فقہی مکتبۂ خیال کے بجائے دینِ اسلام کی ترجمانی کرنا تاکہ وحدت اُمت مرحومہ کو قائم رکھا جا سکے۔ رہا 'انتہا پسند گروپ' تو یہ جملہ ان منکرین حدیث و قران نے اپنے پرانے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دکھوں کے مداوے کے طور پر درج کیا ہے کیونکہ الحمدللہ ادارہ اپنے مؤقر جریدے ماہنامہ 'محدث' کے ذریعہ 'فتنہ انکارحدیث' کی سرکوبی کرتا رہتا ہے، باقی رہی یہ بات کہ پاکستان کے جمیع مکاتب فکر ہمیں کس نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ آپ 'رُشد' قراءات نمبر حصہ دوم،سوم میں علماء کے فتاویٰ،تبصرہ جات سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

''جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے صفحہ ۶۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلاف قراءت پر مبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش کا، قالون کا، دوری کا) پاکستان سے باہر شائع ہو چکے ہیں۔''

جبکہ صفحہ ۶۷۸ پر یہ عبارت یا اس سے ملتی جلتی عبارت یا کسی بھی اُسلوب میں ہم نے یہ خبر دی ہو کہ مصاحف شائع ہو چکے ہیں، سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ مجھے تو حیرت جناب مفتی صاحب پر ہے کہ خود انہوں نے بھی یہ زحمت نہ فرمائی کہ کم سے کم تصدیق کے لیے سارا مجلّہ نہیں کم از کم صفحہ نمبر ۶۷۸ کو ہی دیکھ لیتے کہ ذاکر صاحب کی بصارت کہیں ٹھوکر ہی نہ کھا گئی ہو۔ سائل بعد از نکتہ اوّل یوں گویا ہوتے ہیں:

''اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلافات والے قرآنی مصاحف وہ شائع کردے گا۔''

ہم اپنے مؤقر سوال نویس اور جواب نویس سے کم از کم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ہم نے صفحہ نمبر ۶۷۸ پر کس جگہ لکھا ہے کہ رُشد عنقریب اسے شائع کر رہا ہے یا مستقبل میں اس کو شائع کرنے کا پروگرام رکھتا ہے، بلکہ ہم نے تو اُن عالمی اداروں کی خدمت میں بھی یہ عرض کیا ہے کہ اگر علمی سطح پر اس کام کو کربھی لیا جائے تو اس کو لائبریریوں تک ہی محدود رکھا جائے، اگر عوامی سطح پر لانا بھی ہے تو پہلے عوام میں اس قدر آگہی وشعور پیدا کیا جائے تا کہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ رہے۔ باقی کلیۃ القرآن کے فضلاء نے جو ایک علمی کام سرانجام دیا ہے اس کے بارے میں بھی کھلے لفظوں لکھا ہے کہ کویت کے ایک عالمی ادارے کے لیے کیا ہے اور ان سے سفارش کی ہے کہ وہ مصاحف کے سلسلہ میں معروف عالمی اداروں سے نظرثانی کئے بغیر شائع نہ کریں۔ جیسا کہ اسی قراءات نمبر ا کے صفحہ نمبر ۶۸۱ پر ہماری سفارشات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اصل میں جو تکلیف طبقہ مذکورہ یعنی 'منکرین کے ٹولے' کو ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے کہا کہ انکارحدیث کے فتنے کا بھی اس سے سدباب ہوگا۔ ان کے پیٹ میں مروڑ اس بات سے اُٹھا ہے کہ کہیں ہماری غیرمسلم چاکری، اور اُن سے مسلمانوں میں فتنے پھیلانے کے لیے جو من وسلویٰ بٹورتے ہیں اُس کے سلسلہ پر ختم شد کی مہر ثبت نہ ہوجائے۔

اِس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

''تاریخ اسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ خلافت راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی برصغیر میں ایسا ہوا ہے حتیٰ کہ کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔''

سائل ذاکر کی تاریخ بینی اور پھر قرآنی معلومات بھی بہت خوب ہیں کہ اختلافِ قراءات کے ساتھ آج تک دنیا میں کوئی مصحف نہیں شائع ہوا۔تو اس سلسلہ میں مشورہ مخلصانہ یہ ہے کہ آپ نے ہماری ان چند سطروں کی نقاب کشائی کیلئے جو چند دنوں میں اِسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کر ڈالا ہے بہتر یہ تھا کہ آپ صرف خلافتِ راشدہ کے دور کا ہی تحقیقی مطالعہ فرما لیتے تو بخوبی علم ہوجاتا کہ مصاحفِ عثمانیہ میں بھی باہم فرق تھا۔ اور مزید گزارش ہے کہ اپنی اس تاریخی ریسرچ میں ہو سکے تو قراءات نمبر حصہ اوّل کے مضمون 'مروجہ قراءاتِ قرآنیہ اور مطبوع مصاحف کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائزہ' کو بھی شامل فرمالیں یا پھر کم از کم قراءات نمبر حصہ دوم کے ٹائٹل کو ہی دیکھ لیں تاکہ تاریخ اسلامی کے قرآنی پہلو کا بھی آپ کو علم ہوسکے۔ باقی یہ کہ آپ کو بات کی سمجھ کس قدر آتی ہے تو اس بارے میں ہم سوائے نیک خواہش کے اور دعا کے کچھ بھی نہیں کرسکتے۔

اس کے بعد ہم الجواب کی طرف آتے ہیں اور فاضل مفتی صاحب کی اِفتاءِ نظری کا جائزہ لیتے ہیں۔ خطبہ کے بعد تمہید کا آغاز ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

''جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اظہار کردیا ہے کہ اختلاف قراءت پر مبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں نہ خمینی کے بعد کسی نے بھی نہیں کی۔''

اس پر یہ مثل خوب صادق آتی ہے: 'چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ'

کہ چھوٹے میاں ایران کا تذکرہ بھول گئے تھے بڑے میاں نے اسے بھی شامل کردیا۔ ہماری گذارش ہے کہ دوبارہ دنیا کا نقشہ گھما کر تسلی کرلیں ممکن ہے کوئی ملک رہ گیا تاکہ بعد کی پشیمانی سے قبل از وقت بچا جاسکے۔

دوسری لطیفے کی بات یہ ہے کہ بڑے میاں یہاں کوئی اپنی بات ذکر نہیں کررہے بلکہ چھوٹے میاں کی ہے بات کو دوہرا رہے ہیں۔ جیسا کہ ان مذکورہ بالا اِقتباس سے واضح ہے لیکن لگتا ہے فتویٰ لکھتے وقت شاید ہوا تیز چل رہی تھی کہ جو مقدس سوال نامہ سامنے سے غائب ہوگیا ہے کیونکہ سوال میں سائل نے ایران کا اور ایران کے دونوں اَدوار قبل اَز انقلاب اور بعد اَز اِنقلاب کا تذکرہ نہیں کیا جو شاید سہواً ہوگیا ہے اور اسی طرح سائل ذی ـــــ وقار نے برصغیر کا تذکرہ کیا جو بڑے میاں عمداً، سہواً یا نشۃً بھول گئے ہیں۔ بہرحال قارئین درست فرمالیں۔

اس کے بعد پھر مفتی صاحب کے کیا کہنے! بس قرآنی معلومات کی بوچھاڑ کردی ہے۔ کرتے بھی کیوں نہ، وہ قرآنی مرکز کے صدر نہیں ہیں؟

فرماتے ہیں:

''پہلی مرتبہ، یہ حرکت مشہور مستشرق آرتھر جیفرے نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔''

لگتا ہے ان کی نظر 'رُشد' قراءات نمبر اول کے مضمون 'اختلافِ قراءاتِ قرآنیہ اور مستشرقین' پر پڑ گئی ہے کیونکہ جن صدر صاحب کو یہ نہیں پتہ کہ قرآن کے اعراب پر کس نے کام کیا ہے ان کی جانے بلا کہ مستشرقین کے کام کی نوعیت کیا ہے؟ مزید فرماتے ہیں:

''ان نادان دوستوں کی پشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اَیسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانیہ (ترکی) تک کے اِجماعِ اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی ہے۔''

یقیناً ہماری پشت پر ایسا ہاتھ ہے جو ہمیں یہ کام کرنے پر مجبور کررہا ہے، وہ یہ کہ جمہور ائمہ مسلمین صحابہ سے لے کر آج کے دن تک ہمارے ساتھ ہیں جو قراءاتِ عشرہ متواترہ کو بالاتفاق قرآن مانتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعت میں سے ایک بھی امام یا ادنیٰ عالم بھی قراءاتِ عشرہ کے قرآن ہونے کے بارے میں متردّد نہیں ہے۔ باقی رہا وہ اجماع کہ جس کے بارے میں ہمارے موصوف نے دعویٰ کیا ہے ہماری نظر میں دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ اس بات کو اجماع کہتے ہیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان کے ممدوح سائل یا ان کا حلقہ منکرین حدیث کا اتفاق ہو یا پھر جس بات کا اُنہیں علم نہ ہو اُسے اجماع کہتے ہیں۔ ہم ان کے نظریہ اجماع کی توضیح کے منتظر رہیں گے کیونکہ جو اجماع اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں ماخذ شرع کے طور پر معروف ہے وہ تو یہ ہے کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ بالاتفاق کلام اللہ اور مروی عن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ لہٰذا جب ایک چیز قرآن ہے تو اس اشاعت ترویج پر مخلص مسلمان کا فریضہ جو ہم نے قراءات نمبر کی صورت میں بحمدللہ ادا کیا ہے جو کہ منکرین قرآن وحدیث کسی صورت بھی ہضم نہیں کر پائیں گے۔

اب ہم حضرت مفتی صاحب اس عبارت تک الحمدللہ پہنچ چکے ہیں جس نے جناب والا کے 'علم وفضل' کا ہم پر پول کھولا۔ چنانچہ حضرت رقم طراز ہیں:

''سب کو معلوم ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی زیر نگرانی میں ابوالاسود دؤلی نے قرآن کریم پر اعراب (زبر، زیر، پیش) لگائے تھے پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود دؤلی کے دو شاگردوں یحیٰی بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

تاریخ اسلام کے بارے میں اپنی معلومات کا یوں آغاز ہوتا ہے۔ الہام ہوتا ہے خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت معاویہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابوالاسود دؤلی نے قرآن پر اعراب لگائے۔

مؤرخ موصوف کے نزدیک شاید گاڑی کے دو پہیوں کی طرح خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ و خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ چل رہی تھی اور دونوں بزرگ مشوروں سے گورنروں کا تعین کر رہے تھے کیونکہ دونوں کی خلافت اکٹھی شروع ہوئی تھی۔ حالانکہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا نام تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد دیا گیا ہے۔ باقی رہا زیاد کی تقرری کا مسئلہ اور قرآن پر اِعراب لگانے کا کام تو وہ ایک علیحدہ واقعہ ہے۔ جس کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے سرے سے کوئی تعلق نہیں اور زیاد بن ابی لزیاد رضی اللہ عنہ کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۵ھ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پانچ سال بعد بصرہ کا گورنر بنایا تھا۔

باقی رہا اِعراب قرآن کا مسئلہ تو اس کی تفصیل صاحب ارشاد الطالبین نے یوں بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

«والصحیح کما نص علیه جماعة من العلماء منهم الدانی و ابوداؤد وابوحاتم أن أول من وضعه ابوالاسود الدؤلی بأمر زیاد بن ابی زیاده والی البصرة فی خلافت معاویه بن ابی سفیان»

''صحیح اور درست بات یہ ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت جس میں امام دانی رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ اور ابوحاتم رحمہ اللہ شامل ہیں نے تصریح کی ہے کہ قرآن کریم کے اعراب کا واضع ابوالاسود الدؤلی ہے جس نے یہ کام زیاد بن ابی زیادہ کے حکم پر کیا تھا جو خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بصرہ کا گورنر تھا۔'' [ارشاد الطالبین:۵]

اس کے سبب وضع کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں زیاد کے بیٹے عبیداللہ کو اپنے ہاں بلایا جب اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو کلام میں غلطیاں کیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے واپس بھیجا دیا اور ساتھ اس کے والد کو ملامتی خط بھی لکھا کہ آپ کا بیٹا گفتگو میں لحن کرتا ہے۔ اس پر زیاد نے ابوالاسود الدؤلی کی طرف پیغام بھیجا اور کہا کہ عجم نے لغت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عرب کو خراب کر دیا ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز وضع کر دیں جس سے لوگ اپنی کلام کو درست کر سکیں اور قرآن کریم کو بھی اعراب لگا سکیں تو ابوالاسود نے اس سے انکار کر دیا تو زیاد نے ابوالاسود کے راستے میں ایک شخص کو بٹھا دیا اور اُسے کہا کہ جب ابوالاسود گزرے تو کلام اللہ میں کچھ جان بوجھ کر غلط پڑھنا لہٰذا جب ابوالاسود گزرے تو اس نے ﴿إِنَّ اللهَ بَرِيْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ﴾ [التوبۃ:۳] میں لفظ 'رسوله' کو لام کے جر کے ساتھ پڑھا تو ابوالاسود زیاد کی طرف لوٹ کر آئے اور کہا میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اس کی ابتداء قرآن کریم کے اعراب سے کروں۔ [ارشاد الطالبین:۶]

لہٰذا مذکورہ واقعہ بالکل واضح کر رہا ہے کہ یہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

ویسے ہمیں جو ان کے بارے میں احساس ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دو دو خلیفوں کا نام ذکر کرنے کا شوق ہے جیسا کہ آئندہ ہم ذکر کرتے ہیں یا پھر یہ بات ہے انہوں نے کئی افراد سے پوچھا ہوگا کہ یہ واقعہ کس خلیفہ کے دور کا ہے لوگوں میں سے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور بعض نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہوگا۔ انہوں نے بجائے تحقیق کرنے عوام پر چھوڑ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ضرور ہے باقی اگر کسی کو زیادہ ہی تحقیق کا شوق ہو تو وہ خود تحقیق کر لے کیونکہ مفتی کا کام فتویٰ دینا ہوتا نہ کہ صحیح فتویٰ دینا۔

آگے پھر مفتی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مفتی دوراں وصدر قرآنی مرکز قرآن کریم کے بارے میں بنیادی معلومات غلط دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود الدؤلی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

اب حضرت مفتی صاحب نے اِنتہائی بالغ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم کے کام کا انتہائی باریک بینی اور لطافت سے تعارف کروایا ہے۔ فرماتے ہیں:

کہ یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

حالانکہ ان دو محترم شخصیات نے اعراب قرآن پر سرے سے کوئی کام کیا ہی نہیں ہے جبکہ موصوف نے اُسے اعراب کے کام کی انتہا تک پہنچا دیا ہے اور جو کام ان دو حضرات نے کیا تھا میرے ممدوح کو بالکل ابجد سے بھی واقف نہیں۔ آیئے ہم بتائے دیتے ہیں کہ ان بزرگوں نے کیا خدمت انجام دی تھی۔

اَصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم پر جس طرح اعراب نہیں لگے ہوئے تھے جنہیں ابوالاسود الدؤلی نے پہلی مرتبہ نقطوں کی شکل میں ظاہر کیا تھا کہ زبر کے لیے حرف کے اوپر ایک نقطہ، زیر کے لیے حرف کے نیچے اور پیش کے لیے حرف کے سامنے ایک نقطہ لگایا تھا۔ اس کی مزید تفصیلات فن ضبط کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے حروف پر حروف معجمہ اور مہملہ کے فرق کے لیے بھی نقطے موجود نہیں تھے (یعنی س اور ش، اور ص ض وغیرہ) کے امتیاز کے لیے بھی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان کے حکم پر حجاج بن یوسف نے مذکورہ دونوں شخصیات سے یہ نقطے لگوائے تھے جنہیں نقط الإعجام کہا جاتا ہے اور جو نقطے ابوالاسود نے لگوائے تھے انہیں نقط الإعراب کہتے ہیں۔ تفصیل کے لیے 'الطراز فی شرح ضبط الحراز' تحقیق دکتور اَحمد بن اَحمد

شر شال کے باب اوّل کا مطالعہ کیجئے ، البتہ ہم 'الدین النصیحه' کے تحت یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اعراب قرآن پر ابوالاسود الدؤلی کے بعد سب سے زیادہ اور اہم کام خلیل بن احمد الفراہیدی کا ہے۔

مفتی صاحب کے فتویٰ سے ہمیں اس بات کا بھی بخوبی اندازہ ہوگیا ہے کہ کج بحثی میں مہارت بھی خاص لوگوں کا امتیاز ہے جس میں جناب اعلیٰ کو یدطولیٰ حاصل ہے کیونکہ ایک بات کا بار بار تکرار، غیر مربوط عبارت اور املاء کی غلطیوں کی بھرمار کے بعد بھی وہ بہت خوش نظر آتے ہیں۔

مفتی صاحب کے فتویٰ نادرہ کا حجم تقریباً ساڑھے چھ صفحات ہیں۔ جس ساڑھے پانچ صفحات میں مذکورہ بالا علمی شہ پاروں کو آپ نے تمہید کا نام دیا ہے اور ڈیڑھ سطر کا فتویٰ بغیر کسی دلیل و برھان کے لکھ مارا ہے۔

لیکن ساڑھے پانچ صفحات کی تمہید کے بعد بھی دل نہیں بھرا، تاسف و یاس کے ملے جلے تاثرات سے فرماتے ہیں:

''ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد......'' مجھے یوں محسوس ہوا کہ تمہید میں بے شمار 'علمی فوائد' لکھنے کے بعد ان کے پاس تمہید کے لیے اچھا خاصا مواد موجود تھا وہ انہوں نے تو قارئین پر رحم کرتے ہوئے مختصر لکھا ہے۔ اس پر ہم بھی ان کے بہت مشکور ہیں۔

ہم اپنے معزز قارئین کو جناب کے الفاظ میں دیئے گئے فتویٰ کو من وعن نقل کر دیتے ہیں:

''مصاحف کی شکل میں اختلاف قراءات کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلاف قراءات پر مبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔''

مجھے نہیں معلوم کہ حضرت نے یہ ڈیڑھ سطر لکھ کیا تیر امارا ہے یہی کچھ انہوں نے لکھنا تھا تو ہمارے مضمون کو ہی بغور تعصب کی عینک اتار کر پڑھ لیتے اس میں بھی یہ بات موجود تھی!!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ محمد زبیر تیمی ☆

'سید سلیم شاہ' اور 'انور عباسی' کی خدمت میں

حجیت قراءات کا مسئلہ ضروریات دین سے تعلق رکھتا ہے جس کے بارے میں ادنی شک وشبہ کا اظہار بھی انسان سے عقیدہ وایمان کے متصادم ہے۔ رشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کے بعد اگر چہ اب الحمدللہ علم القراءات ایک جانا پہچانا علم بن چکا ہے، لیکن جن شخصیات نے اس بوٹے کو اپنے لہو سے سینچا ہے ان میں جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی شخصیت اس اعتبار سے انتہائی نمایاں ہے کہ علم القراءات کی علمی فکری بحثوں کے حوالے سے علماء کرام کے سامنے غالباً پہلی دفعہ آپ نے انتہائی ذمہ داری وتحقیق کے ساتھ حدیث سبعہ احرف کے مفہوم وتعبیر پر اردو زبان میں قلم اٹھایا اور متعدد علمی شخصیات کی آراء کے اختلاف کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی علمی رائے مفتیان واہل علم کے سامنے پیش کی۔ لیکن استخفاف حدیث کا ذہن چونکہ اس قسم کے کام پر کبھی مطمئن نہیں ہوسکتا چنانچہ حضرت کی آراء پر 'ادارہ المورد' کی اشراقی ذہنیت کے حامل دانشور انور عباسی نے اپنی کتاب 'انسانیت ہدایت کی تلاش میں' بھرپور تنقید کی ہے۔ چونکہ سبعہ احرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں حالیہ اشاعتوں میں اتنا کچھ شائع ہو چکا ہے کہ اس کے بارے میں مزید لکھنا تحصیل حاصل ہوگا۔

محترم حافظ محمد زبیر جو کہ جاوید احمد غامدی کے منحرفانہ افکار کے حوالے سے علمی حلقوں میں معروف ہیں، انہوں نے اس تحریر کو قارئین رشد کے لئے خصوصی طور پر لکھا ہے جس میں ادارہ طلوع اسلام کی فکر سے متاثر سکالر سید سلیم شاہ کی ذہنی الجھنوں اور انور عباسی کے بعض اعتراضات کا جائزہ قارئین رشد کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ [ادارہ]

سید سلیم شاہ صاحب فرام آزاد کشمیر کا ایک مضمون 'اہل رُشد کی خدمت میں' کے عنوان سے 'رُشد' کے سابقہ دو قراءات نمبرز پر ۱۱ صفحاتی تبصرہ کی صورت میں موصول ہوا اور یہ مضمون ماہنامہ 'طلوع اِسلام' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ تبصرہ ونقد اپنی جگہ بجا لیکن جناب کا لب ولہجہ تمسخر، تحقیر اور اِستہزاء پر مبنی ہے۔ اگر کسی اخباری کالم میں ہم جناب کے تبصرے کا جواب دیتے تو شاید پطرس بخاری اور ابن انشا کی یاد تازہ ہو جاتی لیکن معاملہ کسی کامیڈی ڈرامے یا تھیٹر شو کا نہیں ہے بلکہ ایک دینی وسنجیدہ رسالے کا ہے۔ شاہ صاحب کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ 'مولوی' اپنے اُوپر ہونے والے طنز کا مسکت جواب دینے کی اہلیت واستطاعت رکھتے ہیں اور اردو اَدب کے ستون مولوی ڈپٹی نذیر احمد' مولانا عبد الحلیم شرر' مولانا اَبو الکلام آزاد اور بابائے اردو مولوی عبد الحق وغیرہ انہی مولویوں کے ہی پیش رَو ہیں کہ جن کا مذاق اڑانے کی آپ کوشش کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے تہذیب وشائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے علمی بحث کرنی ہے تو ہم اس کیلئے تیار ہیں اور اگر آپ نے نقد وتبصرے کی آڑ میں طنز کرنا ہے تو ہمیں اس کا جواب

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دینا بھی بفضل اللہ تعالیٰ آتا ہے۔

جناب سید سلیم شاہ صاحب نے اپنے ۱۱ صفحات پر مشتمل تبصرے میں یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح 'رُشد' کے قلم کاروں میں سے ہر مضمون نگار کا ایک جملہ اپنے تبصرے میں ڈال ہی دیں تاکہ تبصرہ جامع مانع ہو سکے۔ اگر تو انہوں نے اپنے تبصرے کو جامع مانع ہی بنانا تھا تو قراءات اور تفاسیر کی کم از کم ایک ہزار کتابوں کا ایک ایک جملہ بھی اپنے تبصرے میں نقل کر دیتے تاکہ منکرین قراءات کو ۱۴ صدیوں کی تاریخ قراءات' ہزاروں علماء' فقہاء اور قراء کی علمی تحقیقات پر نقد کا ایک ۱۱ صفحاتی اِنسائیکلو پیڈیا تو میسر آ جاتا۔

سلیم شاہ صاحب نے اپنے مضمون کی اِبتداء شیخ اَحمد دیدات کے ایک واقعے سے کی ہے۔ اس واقعے کے مطابق اَحمد دیدات نے ایک پادری کو مناظرے کے دوران یہ کہہ کر لاجواب کر دیا کہ تم قرآن کا کوئی ایسا نسخہ دکھاؤ جو دوسرے سے مختلف ہو؟ سلیم شاہ صاحب کا کہنا یہ ہے کہ اگر ماہنامہ 'رُشد' کے قراءات نمبرز اس پادری نے پڑھے ہوتے تو اس کو جواب دینا آسان تھا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر سلیم شاہ صاحب کو مختلف ممالک سے شائع شدہ قرآن کے مختلف نسخے دیکھنے کا موقع ملا ہوتا تو انہیں یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا۔ سلیم شاہ صاحب اگر سعودی عرب یا بیروت سے شائع شدہ قرآن کے نسخے میں سورۃ روم کی آیت '۵۴' دیکھنے کی زحمت کریں تو اس میں 'ضعف' کا لفظ 'ض' کی فتحہ کے ساتھ تین دفعہ منقول ہوا ہے جبکہ پاکستانی مصاحف میں اسی آیت میں 'ضعف' کا لفظ 'ض' کی ضمہ کے ساتھ مکتوب ہے۔ یہ کوئی طباعت کی غلطی نہیں ہے جو دو چار مصاحف میں ہو بلکہ سعودی عرب اور پاکستان سے شائع شدہ جمیع مصاحف میں ایسا اختلاف موجود ہو گا۔ علاوہ ازیں کیا سلیم شاہ صاحب نے مراکش' موریطانیہ' لیبیا' تیونس' الجزائر اور افریقہ کے شائع شدہ مصاحف دیکھ لیے ہیں؟ جو یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ساری دنیا میں شائع شدہ مصاحف میں سے دو میں بھی زیر' زبر کا اختلاف نہیں ہے؟۔ کیا سلیم شاہ صاحب نے قراءاتِ سبعہ عشرہ میں بیروت اور بلادِ عرب سے شائع شدہ مصاحف نہیں دیکھے؟۔ جس چیز کا انسان کو علم نہ ہو اس میں 'بڑ یاں' مارنے کی قرآن نے 'رجماً بالغیب' میں مذمت کی ہے۔

مغرب اقصیٰ میں صدیوں سے مصاحف' ورش کی روایت کے مطابق شائع ہو رہے ہیں جو ہمارے مصاحف سے بہت مختلف ہیں۔ لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ اس سے قرآن کے معنی ومفہوم میں تضاد پیدا ہوتا ہو جیسا کہ بائبل میں اختلاف کا معاملہ ہے۔ بائبل اور قرآن کے اختلافات میں ایک بنیادی فرق تو یہ ہے کہ بائبل کا اختلاف صحیح سند سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔ اگر وہ صحیح سند سے ان انبیاء تک ثابت ہو جائے تو اس کو ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہودیوں اور عیسائیوں پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں سے یہ کہیں کہ تم تورات اور انجیل کے فلاں فلاں لفظ کو یوں بھی پڑھ لو اور اس طرح پڑھنے میں معانی میں کوئی تضاد بھی پیدا نہ ہوتا ہو تو اس کے ماننے میں مسلمانوں کو کیا مانع لاحق ہو سکتا ہے؟۔ تورات و انجیل کے باہمی اختلافات میں تو مسئلہ یہ ہے کہ سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے۔ جبکہ قرآن میں اختلاف قراءات کے ایک ایک حرف کی آپ ﷺ تک باقاعدہ سینکڑوں اَسناد موجود ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بائبل کا اختلاف تضاد کا اختلاف ہے جبکہ قرآن کی قراءات کا اختلاف تفسیر و بیان کا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ قراءات کے جمیع اختلافات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روایت حفص میں بھی موجود ہیں۔ ہم جناب سلیم شاہ صاحب سے یہی سوال کرتے ہیں کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى إِمَّآ أَنْ تُلْقِيَ وَ إِمَّآ أَنْ نَّكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقٰى ﴾ [طه: ٦٥] کہا تھا یا ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى إِمَّآ أَنْ تُلْقِيَ وَ إِمَّآ أَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١١٥] سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں یہ دونوں آیات موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کو یاد نہ رہا کہ جادوگروں نے کیا کہا تھا یا محمد ﷺ بھول گئے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان تک کیا پہنچایا تھا۔ اسی طرح یہود نے کیا کہا تھا؟ ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾ [بقرہ: ٨٠] یا ﴿ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾ [آل عمران: ٢٤] اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر اپنا عصا مارا تھا تو 'فانفجرت' ہوا تھا یا 'فانبجست' اور یہ دونوں الفاظ آپ کے قرآن میں موجود ہیں۔ دیکھیں آیات ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾ [بقرہ: ٦٠] اور ﴿ أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾ [الأعراف: ١٦٠] اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا کہا تھا: ﴿ وَ لُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ أَتَأْتُوْنَ الْفٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف: ٨٠] یا ﴿ وَ لُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ إِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الْفٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [العنكبوت: ٢٨] اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں کیا کہا تھا: ﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ [بقرہ: ١٢٦] یا ﴿ وَ إِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾ [ابراهيم: ٣٥]۔ دونوں آیات میں 'هذا بلدا' اور 'هذا البلد' کا فرق واضح ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں اختلافات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں جن میں سے بیسیوں کی مثالیں اس شمارے کے ایک مضمون بعنوان 'اوجہ سبعہ کا روایت حفص میں استقصاء' میں مل جائیں گی۔ سوال تو یہ ہے کہ سلیم شاہ صاحب قرآن میں قراءت کے اس اختلاف کے باوجود بھی اسے اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟

ہوسکتا ہے کہ سلیم شاہ صاحب منطق کی کسی شاخ کا سہارا لے کر قرآن کے ان مقامات کی کوئی تاویل پیش کر دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر باہم متعارض ومخالف ہیں اور قراءات کے اختلافات بھی یہی ہیں' اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں بلکہ اس سے کچھ کم ہی ہیں کیونکہ پہلی آیت کی جو مثال ہم نے دی ہے اتنے بڑے اختلافات تو قراءات عشرہ میں بھی نہیں ہیں۔ قراءات کے جتنے اختلافات ہیں' اس سے کچھ زائد ہی روایت حفص یعنی سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں اور مستشرقین انہی اعتراضات کی بنیاد پر قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ اب کیا مسلمانوں کو صرف اس بنیاد پر کہ ما بین الدفتین قرآن میں اختلاف ہے' اس کا انکار ہی کر دینا چاہیے یا اس کا مسکت جواب دینا چاہیے؟

اگر قراءات پر سینکڑوں اعتراضات ہیں تو قرآن پر ہزاروں موجود ہیں۔ مستشرقین کے ان ہزاروں اعتراضات کے باوجود سلیم شاہ صاحب قرآن کو اللہ کی کتاب کیوں مانتے ہیں۔ اگر اس اصول کو مان لیا جائے کہ کسی شے پر عقلی' منطقی یا نقلی اعتراض وارد کر دینے سے اس کا وجود اور نسبت ہی مشکوک ہو جاتی ہے تو پھر قرآن تو کیا اسلام بھی اور اسلام تو کیا خدا کا وجود بھی مشکوک ومشتبہ ہے کیونکہ اس پر بھی فلاسفہ کے سینکڑوں اعتراضات موجود ہیں۔ برطانوی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ نے اپنی کتاب (History of God) کی بنیاد اس اعتراض پر رکھی ہے کہ دنیا میں خدا کے وجود

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو ماننے والے مذاہب میں سے دو کا بھی تصورِ خدا ایک جیسا نہیں ہے۔ یہودیوں کا اپنا خدا ہے' عیسائیوں کا اپنا' ہندوؤں اور سکھوں کا اپنا اور مسلمانوں کا اپنا' اور اس پر بھی مستزاد یہ کہ مسلمانوں میں معتزلہ' مجسمہ' ماتریدیہ' اشاعرہ' سلفیہ' شیعہ اور صوفیاء کا تصور خدا بھی ایک نہیں ہے۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا ایک ایسی مبہم حقیقت ہے کہ دنیا میں دو افراد بھی کسی ایک خدا پر متفق نہیں ہیں۔ کیا اس بنیاد پر خدا کا ہی انکار کر دیا جائے کہ دنیا کے مذاہب میں بالخصوص اور مسلمانوں میں بالعموم خدا کی ذات وصفات کے بارے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف ثابت کر کے کسی چیز کو اڑانے کا رویہ سیکولرازم اور دہریت نے پیدا کیا ہے ورنہ تو دنیا کی کس چیز میں اختلاف نہیں ہے اور اسی اختلاف میں ہی تو امتحان مقصود ہے۔ اگر کچھ فلاسفہ خدا کے عدم وجود کے دلائل دیں گے اور کچھ متکلمین اس کو ثابت کریں تو کیا ایک عامی کو اس اختلاف کی بنیاد پر خدا ہی کا اِنکار کر دینا چاہیے۔

بہر حال واقعہ موسیٰ ہی کو قرآن کے مختلف پاروں میں ایک ساتھ دیکھ لیں۔ ایک ہی بات' واقعہ اور حادثہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء اور اشخاص کے اقوال کو بطور حکایت اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے نہ کہ ان کے ایک ایک لفظ کی رعایت رکھی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی صحابہ کرام ﷺ آپ کے مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے اسے آگے بیان کر دیتے تھے لہٰذا صحابہ کے اس بیان میں باوجود آپ کے الفاظ کو نقل کرنے کے اہتمام کے' راویاں میں بھی باہمی اختلاف ہو جاتا ہے لیکن منکرین حدیث اس چیز کو احادیث میں اختلاف کے نام پر اِنکار حدیث کی دلیل بنا لیتے ہیں۔

منکرین حدیث جو اعتراضات حدیث پر وارد کرتے ہیں بعینہ وہی تمام اعتراضات مستشرقین بھی قرآن پر وارد کرتے ہیں مثلاً اَحادیث میں عریانی وفحاشی ہے۔ یہی بات مستشرقین نے قرآن کے بارے کہی ہے اور اس کی مثالیں بیان کی ہیں اور سورہ یوسف کو تو معاذ اللہ! داستان عشق تک کہا گیا ہے۔ منکرین احادیث کہتے ہیں کہ اَحادیث میں سائنس کی مخالفت ہے اور یہی بات مستشرقین قرآن کے بارے بھی ثابت کرتے ہیں اور اس کی مثالیں بھی بیان کرتے ہیں کہ قرآن سورہ کہف میں یہ کہتا ہے کہ سورج گدلے پانی کے چشمے میں غروب ہو رہا تھا۔ یہ ہمارا اس وقت کا موضوع نہیں ہے ورنہ ہم ان اعتراضات کا ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کرتے۔ ہوسکتا ہے سلیم شاہ صاحب قرآن کے دفاع میں ان اعتراضات کا مستشرقین کو کوئی جواب دیں لیکن جب یہی کام محدثین' حدیث کے حوالے سے کریں تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اب تاویلیں شروع کر دی ہیں؟

اَمر واقعہ یہ ہے کہ پہلے سے ایک عقیدہ جہالت کی بنیاد پر ذہنوں میں بچپن سے راسخ ہے کہ قرآن میں زیر' زبر' پیش اور شوشے کا فرق نہیں ہے۔ اب اس عقیدے کے اثبات کے لیے کچھ اُصولوں کی روشنی میں قراءات کا اِنکار کیا جا رہا ہے حالانکہ انہی اصول وضوابط کی روشنی میں قرآن کا انکار بھی لازم آتا ہے لیکن وہاں اَندھا عقیدہ تحقیق کے رستے حائل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں ایک ہی واقعہ' حادثہ اور قائل کے قول کو بیان کرنے میں الفاظ کا فرق ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن میں اختلاف ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر قراءات میں ایسا ہو تو اس بنیاد پر قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سبعہ اَحرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہو تو یہ روایات ناقابل اعتبار قرار پاتی ہیں لیکن ساری امت اگر حروف مقطعات کے معنی ومفہوم کی تعیین میں ناکام ہو جائے تو پھر بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان کو بطور قرآن سینے سے لگایا جاتا ہے۔ وعلی ھذا القیاس .

منکرین قراءات' چاہے وہ انور عباسی صاحب ہوں یا شاہ صاحب' اکثر و بیشتر کا معاملہ یہ ہے کہ جب بھی وہ اِنکار قراءات پر کام کریں گے تو ان کے کام کا ۷۰ تا ۹۰ فی صد حصہ سبعہ اَحرف کی روایت پر اعتراضات کے ضمن میں ہوتا ہے کیونکہ اسی ایک پہلو سے وہ قراءات کو مشکوک قرار دے سکتے ہیں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن اپنے ثبوت کے لیے سبعہ احرف کی روایت کا محتاج نہیں ہے۔آج روایت حفص اور روایت ورش کو کروڑوں مسلمان پڑھ رہے ہیں ۔ ان روایات کے ماہرین ان کی اسناد اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچا رہے ہیں ۔دونوں روایات کے مطابق لاکھوں مصاحف صدیوں سے لکھے جا رہے ہیں اور سالہا سال سے شائع ہو رہے ہیں۔اب بھی ان روایات کو قرآن ثابت کرنے کے لیے سبعہ اَحرف کی روایت کی کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟۔قراءات کے ثبوت میں سبعہ اَحرف تو ایک اضافی دلیل ہے اور مانا کہ اس کے معنی و مفہوم میں علماء وقراء کا اختلاف ہے۔لیکن آپ حضرات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اپنے قرآن میں حروف مقطعات کے معنی و مفہوم پر دو بندوں کا اتفاق تو ثابت کر دیں۔کیا اس بنیاد پر کہ قرآن کی جن آیات کے معنی و مفہوم میں ۱۴ صدیوں سے علماء و مفسرین میں اتفاق نہ ہو سکا' ان آیات کا ہم اِنکار کر دیں؟ اگر نہیں تو کیا اُصول تحقیق کا یہی تقاضا ہے کہ جب منکرین قراءات کے اُصولوں کی روشنی میں قراءات پر تنقید کرنے کا دعویٰ قائم ہو جائے تو کسی دفاع کی بجائے قراءات کا ہی انکار کر دیا جائے اور اگر انہی منکرین قراءات کے انہی اصولوں کی روشنی میں قرآن مجید پر بھی وہی اعتراضات قائم ہو جائیں جو بعینہ قراءات پر قائم ہوتے ہیں تو قرآن کو اس لیے ثابت قرار دیا جائے کہ اس پر ہمارا اندھا اعتقاد (blind faith) ہے۔اگر مسئلہ اندھے اعتقاد کا ہے تو پھر تو دنیا کا ہر مذہب' چاہے وہ ہندو ہو یا سکھ' حق پر مبنی ہے۔

سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں تین مقامات پر 'ص' کے اوپر چھوٹا سا 'س' بھی لکھا ہوا ہے ۔ ﴿بصطة﴾ [بقرہ:۲۴۷] ﴿المصیطرون﴾ [الطور:۳۷] ﴿بمصیطر﴾ [الغاشیة:۲۲] اب یہ لفظ 'ص' کے ساتھ ہے یا 'س' کے ساتھ؟ یہ ہمیں شاہ صاحب بتائیں گے۔ اسی طرح پاکستان میں طبع شدہ مصاحف میں سورہ روم کی آیت ۵۴ میں 'ضُعْف' ضمہ کے ساتھ لکھا ہے،اور کنارے پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس کو 'ضَعْف' فتحہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کون سا درست ہے؟ یہ شاہ صاحب طے کریں گے اور پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے ان مصاحف کی تصحیح کا فریضہ سرانجام دیں گے جن کے بارے وہ یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ اس میں زیر' زبر کا فرق نہیں ہے ،اور عامة الناس کو یہ بھی بتائیں گے کہ پادری صاحب کو قرآن میں اختلاف دکھانے کے لیے دو نسخوں میں اختلاف دکھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پاکستان میں شائع شدہ لاکھوں مصاحف میں ایک ہی نسخے میں ما بین الدفتین بھی بہت سے اختلافات دکھائے جا سکتے ہیں۔

سلیم شاہ صاحب ہماری یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ وہ قرآن کے لفظ ﴿مجرٖھا﴾ [ھود:۴۱] کو کیسے پڑھیں گے۔ اگر تو وہ اس لفظ کو پڑھتے وقت اس میں امالہ کرتے ہیں یعنی اس کو 'مجرے ھا' پڑھتے ہیں تو یہ رسم یعنی لکھے ہوئے کے خلاف ہے کیونکہ شائع شدہ مصاحف میں اس لفظ میں 'راء' کے نیچے کھڑی زیر ہے اور طبع شدہ لفظ کے مطابق اس کی قراءت 'مجری ھا' بنتی ہے۔اگر تو شاہ صاحب اسے لکھے ہوئے کے مطابق 'مجری ھا' پڑھتے ہیں تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پاکستان میں وہ پہلے شخص ہوں گے جو قرآن کے اس لفظ کو یوں پڑھنے کا شرف حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس نکتے میں ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں بھی عوام الناس قراء کے محتاج ہیں۔ قرآن کی حفاظت کتابت سے نہیں ہوئی بلکہ نقل سے ہوئی ہے۔ کتابت تو اس کی حفاظت کا ایک اضافی ذریعہ ہے۔ ہمارے معاشرے کا ۹۹ فی صد طبقہ ایسا ہے جو آج بھی مسجد کے قاری صاحب سے قرآن حاصل کر رہا ہے نہ کہ براہ راست قرآن سے سیکھ رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصل قرآن قراء ہی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عامۃ الناس سے' اور عامۃ الناس قرآن کے حصول میں قراء کے تابع ہیں۔

الحمدللہ! آج کسی بھی بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث' حنفی' مالکی' شافعی یا حنبلی کو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ روایت حفص کے علاوہ بھی قرآن ہے یا نہیں؟ اگر انہیں یہ سوال پیدا ہو بھی جائے تو وہ اپنے علماء اور قراء پر اس مسئلے میں اعتبار کرتے ہیں اور وہ تمنا عمادی صاحب سے پوچھنے نہیں جاتے کہ یہ قرآن ہے یا نہیں۔ اس طرح بیس روایات کے قرآن ہونے پر امت کا اتفاق حاصل ہو جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے اختلاف کہ جن کی تعداد و رائے کو امت کے اتفاق کے بالمقابل کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج اللہ کے فضل سے مرکز اسلام' مسجد نبوی اور دنیا کی کئی ایک بڑی اور معروف مساجد میں بھی نماز میں متنوع قراءات میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

ہم جناب سلیم شاہ صاحب کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی تحقیقات کے کچھ نمونے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے تاکہ جو ان کا میدان نہیں' اس میں وہ آئندہ بھی علم کے موتی بکھیرتے ہوئے اہل علم سے داد تحقیق وصول کرتے رہیں۔ ہم نے جناب غامدی صاحب پر تنقید کے دوران اپنے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اُنہوں نے لفظ 'قراءت' کو 'قرأت' لکھا ہے جو عربی زبان کے اعتبار سے غلط ہے۔ جناب شاہ صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہم قاری (صفدر) صاحب اور حافظ (زبیر) صاحب کی بات مان لیتے ہیں۔ لیکن کیا وہ اس کی وضاحت کریں گے کہ اصل لفظ اگر بڑی تاء سے قراءت ہے تو چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیونکر درست ہوگا؟ (جس طرح کلمہ التابوت اور التابوۃ دونوں طرح درست نہیں ہے) پھر رشد حصہ دوم میں مولانا مبشر احمد ربانی نے (ص ۵۴)' قاری صہیب میر محمدی صاحب نے (ص ۶۰۔۷۵)' قاری صہیب احمد صاحب نے (ص ۳۹۴ تا ۳۹۷) اور بڑے حافظ صاحب یعنی حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب نے (ص ۶۷۷) یہ لفظ چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیوں لکھا؟ شاید آپ منطق کی کسی شاخ کو کھینچ تان کر اسے بھی درست قرار دیں' حالانکہ آپ کے نزدیک درست لفظ ایک ہی ہے۔ آپ کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علمی اردو لغت (وارث سرہندی) میں تین جگہوں پر' شان الحق صاحب کی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری اور فیروز سنز کی اردو انگلش ڈکشنری میں یہ لفظ قرأت ہی لکھا ہے نہ کہ قراءت۔ ان سب کو بھی جانے دیں لیکن اس کی کیا توجیہ ہوگی کہ آپ کے لیے مکمل سند رکھنے والے شیخ المشائخ إمام القراء أبو محمد محي الإسلام عثماني پانی پتی نور اللہ مرقدہ کی کتاب شرح قراآت ص ا حصہ اول کے ص ۲۹ پر تین جگہوں پر لفظ قراءت کو 'قرائت' لکھتے ہیں جو بالکل مختلف ہے اور باقی جگہوں پر چھوٹی تا 'ۃ' سے، غالباً یہاں آپ کتابت کی غلطی قرار دیں۔ چونکہ بقول عطاء الحق قاسمی کج بحثی کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم خاموش ہو جائیں گے۔ کتاب کا ٹائٹل ہی آپ لوگوں کے نزدیک غلط ہوگا۔ کیونکہ آپ تو قراءت جمع 'قراءات' ہی کو درست مانتے ہیں۔ قراآت کس طرح درست ہوسکتا ہے۔"

[اہل رشد کی خدمت میں: ۱۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہمارے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام کسی ایسے جاہل کو سمجھانا ہے جسے علم وتحقیق کا شوق چڑھ گیا ہو۔ شاہ صاحب کو ہم کیسے سمجھائیں کہ لفظ 'قراءت' اور 'قراءۃ' دونوں طرح درست ہے۔ چلیں! قرآن سے سمجھتے ہیں۔ قرآن نے لفظ 'نعمت' اور 'نعمة' دونوں طرح استعمال کیا ہے۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۳۱ میں یہ لفظ 'نعمت' لمبی تاء کے ساتھ اور سورۃ ضحیٰ آیت ۱۱ میں یہ لفظ 'نعمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ بقرۃ ۲۱۸ آیت میں لفظ 'رحمت' لمبی تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے جبکہ سورۃ الأحقاف آیت ۱۲ میں یہ لفظ 'رحمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کے قرآن میں بیسیوں مقامات ہیں جن میں کسی جگہ ایک ہی کلمے کا رسم الخط لمبی تاء کے ساتھ اور دوسری جگہ گول تاء کے ساتھ ہے۔

سلیم شاہ صاحب کو جو یہ غلط فہمی لگی کہ 'التابوت' اور 'التابوة' میں کون سا درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب میں دونوں درست ہیں لیکن قرآن میں ان میں سے ایک کا لکھا جانا تھا اور قریش اس کو لمبی تاء سے لکھتے تھے لہٰذا قرآن میں لمبی تاء سے لکھا گیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے تیز گام کی رفتار سے دونوں رسالوں کا مطالعہ فرمایا ہے۔ ان کے تبصرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوران مطالعہ کئی مقامات پر نفس مضمون کی باریکی تک نہ پہنچ سکے۔ اور کسی مضمون نگار کی عبارتوں کا جو سرسری مفہوم ان کے دل و دماغ میں سما گیا بس اس کی بنیاد پر انہوں نے تنقید کی بنیادیں کھڑی کرنا شروع کر دیں۔ 'رُشد' کے کسی بھی مضمون میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ عربی زبان میں 'التابوت' اور 'التابوة' میں سے ایک ہی درست ہے۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جناب سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قرأت' کو درست ثابت کرنے کے لیے اردو اور انگلش ڈکشنریوں کے حوالے دینا شروع کر دیے۔ 'قرأت' تو عربی لفظ ہے' چاہیے تو یہ تھا کہ محقق صاحب اس لفظ کی تحقیق میں کسی عربی ڈکشنری کا حوالہ دیتے لیکن سلیم شاہ صاحب جیسے محقق اگر فارسی اور پشتو کی کسی ڈکشنری کا بھی حوالہ دے دیتے تو ہمیں حیرت نہ ہوتی کیونکہ فی زمانہ محققین کی ایک جماعت کے ہاں 'چولیاں' تحقیق کا بنیادی تقاضا شمار ہوتی ہیں اور بقول حافظ محمد زبیر' چولیاں مارنے میں بھی اپنا ہی مزہ ہے'۔ سلیم شاہ صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ عربی زبان میں لفظ 'قراءت' اور 'قرأت' میں فرق ہے۔ پہلا لفظ قرأ یقرأ سے مصدر ہے جس کا معنی 'پڑھنے' ہیں جبکہ دوسرے لفظ کا تلفظ 'قِرْأَة' کیا جاتا ہے اور امام لغت امام اصمعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۶ھ) کے نزدیک لفظ 'قِرْأَة' وباء کے معنی میں ہے اور اس کو بعض حضرات لمبی تاء کے ساتھ 'قِرْأَت' بھی لکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ یعنی 'قرأت' واحد مونث غائب کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اس معنی میں کہ وہ عورت حیض والی ہوئی۔ اسی طرح اگر اس لفظ کو آخر میں گول تاء کے ساتھ لکھیں یعنی 'قرأة' تو یہ 'کفرة' کے وزن پر قاری کی جمع ہو گی۔ [لسان العرب: ۱۳۲/۱؛ تهذيب اللغة: ۲۶۳/۳]

سلیم شاہ صاحب یہ کوئی پشتو نہیں ہے' عربی زبان ہے جہاں زیر' زبر سے معنی میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے اور یہ تو ایک الف کا حذف ہے۔ اور ایک الف ہی کے حذف سے تثنیہ کا صیغہ واحد کا بن جاتا ہے اور آپ اب بھی فرماتے ہیں کہ غامدی صاحب نے اگر ایسے لکھ ہی دیا ہے تو فرق کیا پڑتا ہے۔

سلیم شاہ صاحب نے خواہ مخواہ لفظ 'قراءت' اور 'قرائت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الفاظ کا معنی ایک ہی بنتا ہے سوائے اس فرق کہ پہلے لفظ میں ہمزہ کرسی کے بغیر ہے اور دوسرے لفظ میں ہمزہ کو یاء کی کرسی دی گئی ہے۔ کتابت کے ایسے اختلافات تو سلیم شاہ صاحب کے قرآن کے ہر دوسرے نسخے میں موجود ہیں۔ کبھی انہیں سعودی عرب اور پاکستان کے شائع شدہ مصاحف کا تقابلی مطالعہ کرنے کی فرصت ملے تو انہیں اپنے اس عقیدے کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ قرآن کے دو نسخوں میں شوشے کا بھی فرق نہیں ہے۔ اس اختلاف کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ پاکستان کے طبع شدہ مصاحف میں کئی ایک مقامات پر رسم عثمانی کے مطابق کتابت نہیں پائی جاتی جبکہ سعودی مصاحف خاص طور پر مصحف مدینہ رسم عثمانی کے مطابق ہے اور ایک محقق شدہ نسخہ ہے۔ سلیم شاہ صاحب یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ بعض الفاظ میں رسم کے اختلاف سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ بعض الفاظ میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور شاہ صاحب جس لفظ کی بات کر رہے ہیں یعنی 'قرأت' اس میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کا معنی 'قراءت' کی طرح پڑھنا نہیں ہے بلکہ حیض یا وباء کا مفہوم اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قراءات' اور 'قرآآت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الف کے بعد اگر ہمزہ ہو تو اس کو 'آ' بھی لکھ سکتے ہیں اور اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کبھی کبھار تو اس قسم کے بے تکے اعتراضات پر مبنی مضامین کا جواب دیتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ فضول میں وقت ضائع کر رہے ہیں لیکن پھر یہ سوچ ذہن میں آتی ہے کہ کوئی سادہ مسلمان ان نام نہاد محققین کی تحقیق سے بھٹک نہ جائے تو دل کو کچھ تسلی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہمارے مضمون کی وجہ سے بھٹکنے سے بچ گیا تو شاید ہمارا وقت بھی قیمتی بن جائے۔

آئیں! ہم قراءات کے مسئلہ کو ایک اور پہلو سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جناب انور عباسی اور سید سلیم شاہ صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ جو قرآن ان کے پاس ہے' ان کے نزدیک اس کے قرآن ہونے کی دلیل کیا ہے؟۔ یعنی انہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ وہی قرآن ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو دیا گیا تھا اور اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ پس جو معیار وہ اپنے قرآن کے لیے بتائیں گے' اسی معیار پر قراءات کو بھی پرکھ لیں۔ اگر تو ہم اس قرآن (جسے قراء روایت حفص کہتے ہیں) کو اس لیے مانتے ہیں کہ پوری اُمت اس قرآن کو مانتی ہے تو یہ بات درست نہیں ہے۔ مغرب اقصی اور افریقہ کے سینکڑوں شہر اور کروڑوں کی آبادی ایسی ہے جو ہمارے قرآن (روایت حفص) سے ناآشنا ہے اور اگر وہاں سلیم شاہ صاحب یا انور عباسی صاحب عوامی مقامات (public place) پر اپنے قرآن کی تلاوت کریں گے تو عوام الناس مرنے مارنے پر تل آئیں گے کیونکہ وہ قراءات کے اختلافات سے واقف نہیں ہیں۔ ہاں! ان ممالک کے علماء ان اختلافات سے واقف بھی ہیں اور ان کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت بھی دیتے ہیں۔ پس قرآن درحقیقت وہ ہے جس پر علماء' فقہاء اور قراء کے طبقے کا اتفاق ہو کہ یہ قرآن ہے اور جمیع فقہائے مالکیہ' شافعیہ' حنفیہ' حنابلہ' اہل الحدیث اور اہل الظاہر قراءات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ جہاں تک شاہ صاحب کے قرآن (روایت حفص) کا معاملہ ہے تو امت مسلمہ کے عامۃ الناس کا اس کے قرآن ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ مشرق میں روایت حفص کو قرآن سمجھا جاتا ہے تو مغرب اقصی اور افریقہ میں روایت ورش کو اور کچھ ممالک میں روایت دوری کو قرآن سمجھا جاتا ہے۔ اور انہی روایات کے مطابق متعلقہ ممالک میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصاحف چھپتے ہیں' لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور انہی رِوایات کو ان کے بچے حفظ بھی کرتے ہیں۔

اَنور عباسی صاحب کی خدمت میں چند گزارشات

جناب اَنور عباسی صاحب نے بھی اپنے مضمون میں سارا زور سبعہ اَحرف کے معنی و مفہوم کے تعین میں اختلاف ثابت کرنے میں لگا دیا ہے کہ جس کی چنداں ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کے معنی و مفہوم میں اختلاف ہے' یہ بات تو سب کو معلوم ہے جس طرح ہر کسی کو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن کے معنی و مفہوم کے تعین میں علماء کا اختلاف ہر دور میں رہا ہے اور رہے گا۔لیکن صحابہ ؓ سے لے کر آج تک مفسرین کے اختلاف کے باوجود کوئی بھی مسلمان تفسیر کے اس اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن کا اِنکار نہیں کرتا۔ ہاں! مستشرقین مسلمانوں کو قرآن کی ہر تیسری آیت کے معنی و مفہوم میں اختلاف کا طعنہ ضرور دیتے ہیں۔ایک جرمن مستشرق ڈاکٹر پیون کہ جس نے ۱۳ سال یمن کے قدیم مصاحف پر تحقیقی کام کیا ہے' قرآن کی عربی کے بارے کہتا ہے:

" The Qur'an claims for itself that it is 'mubeen,' or clear, but if you look at it, you will notice that every fifth sentence or so simply doesn't make sense. Many Muslims will tell you otherwise, of course, but the fact is that a fifth of the Qur'anic text is just incomprehensible. This is what has caused the traditional anxiety regarding translation. If the Qur'an is not comprehensible, if it can't even be understood in Arabic, then it's not translatable into any language. That is why Muslims are afraid. Since the Qur'an claims repeatedly to be clear but is not-there is an obvious and serious contradiction. Something else must be going on."

(Retrieved from "http://en.wikipedia.org/wiki/Gerd_R._Puin)

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے جناب اَنور عباسی کی قراءات کے بارے تحقیق کو تحقیق کہنا ہم تحقیق کی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ درحقیقت یہ دو چار افراد کی تحقیق کا خلاصہ ہے جو انہوں نے نقل کر دیا۔اپنے طے شدہ تحقیقی نتائج کے حصول کے لیے دو افراد جناب جاوید احمد غامدی اور شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق سے انہوں نے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔جناب غامدی صاحب کے نظریہ قراءات کا مفصل جواب ہم ماہنامہ 'رُشد' جون ۲۰۰۹ء کے دو مضامین میں نقل کر چکے ہیں' اَنور عباسی صاحب ان کی طرف رجوع فرما لیں۔جہاں تک انور عباسی صاحب کے دوسرے مصدر و مأخذ کا تعلق ہے یعنی محترم شہزاد سلیم صاحب تو ان کی تحقیق کے نمونوں میں سے ایک نمونہ بھی پیش خدمت ہے۔

جناب اَنور عباسی صاحب حضرت حذیفہ بن یمان ؓ والی روایت کہ جس میں حضرت عثمان ؓ کو جامع قراءات قرار دیا گیا' کو من گھڑت سمجھتے ہیں اور اس کی دلیل ان کے پاس جناب شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق ہے۔انور عباسی صاحب' شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

① یہ روایت غرب ہے۔اس کی ابتدائی دو کڑیاں صرف ایک ایک روای سے جڑی ہوئی ہیں۔اسے صرف انس بن مالک روایت کرتے ہیں اور ان سے صرف ابن شہاب زہری نے روایت کی ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ تقریباً نصف صدی تک صرف چند اشخاص ہی کو اس روایت کا علم تھا۔

⑦ اس روایت کا کوئی متن بھی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی متنازع شخصیت کے بغیر نہیں ہے۔ان کی موجودگی ہی اس روایت کو مشکوک بنائے دے رہی ہے۔

⑧ اس روایت کو اور زیادہ مشکوک اس حقیقت نے بنا دیا ہے کہ ابراہیم بن سعد ہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت کر رہے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان کی آپس میں ملاقات ہوئی ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عمر زہری کی وفات کے وقت بمشکل سولہ سال تھی اور زہری ایلہ کے مقام پر رہتے تھے جبکہ ابراہیم بن سعد کی رہائش مدینہ میں تھی۔

⑨ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک لاکھوں کی تعداد میں قرآن اسلامی مملکت میں پھیلے ہوئے تھے ۔ ان کی موجودگی میں اختلاف قراءت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا جیسا کہ اس روایت میں بتایا گیا ہے۔اس میں پریشانی والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔

⑩ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہوا تھا تو اس کا ایک آسان اور سیدھا حل یہی ہوسکتا تھا کہ اس جگہ قرآن کے نسخے بھیج دیے جاتے ۔

⑪ یہ حقیقت تو ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو' جو خود بھی قریش نہیں تھے' کہا کہ اس قرآن کو قریش کی زبان میں لکھنا۔اگر یہ قرآن' اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے! یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کی روایت قبول نہیں کر سکتے۔'' [انسانیت ہدایت کی تلاش میں : ۲۸۵، ۲۸۷]

اس تبصرے کی بنیاد ٦ نکات ہیں۔ہم ترتیب وار ان نکات کا جواب نقل کر رہے ہیں:

❶ جناب انور عباسی صاحب نے اس لفظ کو 'غرب' لکھا ہے حالانکہ اصل اصطلاح 'غریب' کی ہے۔شہزاد سلیم صاحب نے اپنے انگریزی مضمون میں یہ اصطلاح صحیح نقل کی ہے لیکن شاید انور عباسی صاحب انگریزی سے ترجمہ کرتے ہوئے اس کا صحیح تلفظ محفوظ نہ کر سکے ۔ جب کسی محقق صاحب کے دین کے مصادر و مآخذ کی انتہاء اردو اور انگریزی کتابیں اور انسائیکلو پیڈیاز ہوں تو اس قسم کی چھوٹی موٹی غلطیاں تو ہو ہی جاتی ہیں۔اگر کسی صاحب علم سے یہ لفظ یوں نقل ہوا ہوتا تو ہم ضرور اسے طباعت کی غلطی پر محمول کرتے لیکن اصول حدیث کی الف باء سے ناواقف شخص کے بارے طباعت کی غلطی کی تاویل کرنے سے ہماری طبیعت اباء کرتی ہے۔جناب شہزاد سلیم صاحب کا یہ مضمون المورد کے انگریزی رسالہ 'Rennaisance' کے فروری ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔شہزاد سلیم صاحب نے اپنے اس مضمون میں 'غریب' حدیث کو 'weak report' یعنی ضعیف روایت کہا ہے۔اگر کسی مدرسے یا دار العلوم کے شیخ الحدیث کے سامنے یہ علمی نکتہ رکھا جائے تو بجائے کسی تبصرہ کرنے کے ایسے محقق پر اس کی ہنسی نہ رکے۔'غریب' روایت کا صحت وضعف کے ساتھ کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔محدثین ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے جب حدیث کی قسمیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیان کرتے ہیں تو پھر خبر متواتر' خبر واحد' مشہور' عزیز اور غریب کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں اور جب بات کسی حدیث کی قبولیت و عدم قبولیت کی ہوتی ہے تو پھر صحیح لذاتہٖ' صحیح لغیرہٖ' حسن لذاتہٖ' حسن لغیرہٖ' ضعیف' معلول' شاذ' مضطرب' مرسل' منقطع' معلق' معضل' منکر اور موضوع وغیرہ جیسی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

اس روایت کے 'غریب' ہونے کی وجہ جناب شہزاد سلیم صاحب کی بہ نادر تحقیق ہے کہ اس کی ابتدائی دو کڑیاں یعنی ابن شہاب زہری اور انس بن مالک صرف ایک ایک روای سے جڑی ہوئی ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں اور ابن شہاب' حدیث کے امام ہیں لہٰذا اگر یہ روایت غریب بھی ہو تو متعلقہ افراد کی جلالت علمی کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کا دعویٰ پہلے پچاس سالوں میں صرف انہی دو اشخاص نے کیا ہے تو یہ قطعاً درست نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کی بیسیوں روایات موجود ہیں کہ جن میں پہلی دو کڑیوں میں ان دو اشخاص کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ہمارا مقصود یہاں ان روایات کا احصاء کرنا نہیں ہے لیکن نمونے کے طور پر ہم دو روایات مع اسناد بیان کر دیتے ہیں تا کہ شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں جناب انور عباسی صاحب کے علم میں اضافہ ہو سکے۔

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو سعيد بن أبي عمرو قالا: حدثنا أبو العباس: محمد بن يعقوب حدثنا أحمد بن عبد الحميد الحارثي حدثنا الحسين يعني ابن علي الجعفي عن محمد بن أبان وهو زوج أخت حسين عن علقمة بن مرثد عن العيزار بن جرول عن سويد ابن غفلة عن علي قال: اختلف الناس في القرآن على عهد عثمان قال: فجعل الرجل يقول للرجل: قراءتي خير من قراءتك قال: فبلغ ذلك عثمان فجمعنا أصحاب رسول الله ﷺ فقال: إن الناس قد اختلفوا اليوم في القراءة وأنتم بين ظهرانيهم فقد رأيت إن أجمعهم على قراءة واحدة. قال: فأجمع، رأينا مع رأيه على ذلك. قال: وقال علي: "لو وليت مثل الذي ولي، لصنعت مثل الذي صنع."

[السنن الكبرى للبيهقي' كتاب الصلاة' باب الدليل على أن ما جمعته مصاحف الصحابة =؛ الشريعة للآجري' كتاب الإيمان و الصلاة بأن الجنة والنار مخلوقتان' باب ذكر اتباع علي بن أبي طالب ÷]

اس روایت میں نہ تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور نہ ہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله قال: حدثني عمي قال: حدثنا أبو رجاء قال: أخبرنا إسرائيل عن أبي إسحاق عن مصعب بن سعيد قال: قام عثمان فخطب الناس فقال: أيها الناس عهدكم بنبيكم منذ ثلاث عشرة وأنتم تمترون في القرآن وتقولون قراءة أبي و قراءة عبد الله. يقول الرجل: وا! ما تقيم قراءتك فأعزم على كل رجل منكم ما كان معه من كتاب الله شيء لما جاء به، وكان الرجل يجيء بالورقة والأديم فيه القرآن حتى جمع من ذلك كثرة، ثم دخل عثمان فدعاهم رجلا رجلا، فناشدهم لسمعت رسول الله ﷺ وهو أملاه عليك؟ فيقول: نعم، فلما فرغ من ذلك عثمان قال: من أكتب الناس؟ قالوا: كاتب رسول الله ﷺ زيد بن ثابت قال: فأي الناس أعرب؟ قالوا: سعيد بن العاص قال عثمان: فليمل سعيد واليكتب زيد، فكتب زيد وكتب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصاحف ففرقها في الناس فسمعت بعض أصحاب محمد يقول: قد أحسن .
[كتاب المصاحف؛ باب جمع عثمان ، كنز العمال ۵۸۴/۲]

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے علاوہ ابو قلابہ بصری (متوفی ۱۰۴ھ) نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو نقل کیا ہے۔

[مشكل الآثار للطحاوي؛ باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ ؛ المقنع في رسم مصاحف الأمصار؛ باب ذكر من جمع القرآن في الصحف أولا ومن أدخله بين اللوحين]

❷ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کا کوئی بھی متن ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی متنازع شخصیت کے بغیر موجود نہیں ہے۔ ہم اس دعویٰ کے رد میں اوپر دو ایسی احادیث نقل کر چکے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو بیان کر رہی ہیں اور ان کی سند میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔ امام الحدیث ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو متنازع شخصیت ثابت کرنے کا اعتراض درحقیقت سلیم شہزاد صاحب کے استاذ جناب غامدی صاحب کا ہے اور جناب غامدی صاحب نے اپنے ایک من گھڑت فلسفے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی شخصیت کو متنازع بنانے کی کوشش کی ہے جس کا مفصل جواب ہم ماہنامہ ’رُشد‘ جون ۲۰۰۹ء میں نقل کر چکے ہیں۔ انور عباسی صاحب اس کی طرف رجوع فرمالیں۔

❸ اس روایت پر ایک اعتراض یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ممکن نہیں ہے کیونکہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ مدینہ میں رہتے تھے اور امام زہری رحمہ اللہ ’ایلہ‘ کے مقام پر‘ علاوہ ازیں ابن شہاب رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی عمر ۱۶ ر سال تھی۔

جناب محقق شہزاد سلیم صاحب نے اس کہانی کو ثابت کرنے کے لیے ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ’تہذیب التہذیب‘ کی طرف اِشارہ کر دیا لیکن انہیں ابن حجر رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے کی توفیق نہ ہوئی کیونکہ ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف ان کی اس کہانی کے بالکل برعکس ہے۔ جناب شہزاد سلیم صاحب جس کتاب کے متفرق بیانات کو جوڑ کر ایک کہانی وضع کر رہے ہیں‘ اسی کتاب کے مصنف کی یہ رائے ہے کہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ثابت ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی صراحت کی ہے۔ [تهذيب التهذيب : ۳۹۶/۹] ابن حجر رحمہ اللہ تو کیا جمیع محدثین نے اس سماعت کی صراحت کی ہے سوائے جناب شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں محقق جناب انور عباسی صاحب کے۔ ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے:

”وقال ابن عدي... وله أحاديث صالحة مستقيمة عن الزهري وغيره“ [تهذيب التهذيب:۱۰۷/۱]

”وسئل أبو زكريا أيهم أحب إليك في الزهري إبراهيم بن سعد أو ابن أبي ذئب فقال إبراهيم: أحب إلي من أبي ذئب في الزهري“ [سير أعلام النبلاء:۳۰۶/۸‘ مؤسسة الرسالة]

”قال عباس الدوري قلت ليحى بن معين: إبراهيم بن سعد أحب إليك في الزهري أو ليث ابن سعد؟ فقال: كلاهما ثقتان .“[تهذيب الكمال :۹۱/۲]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی تصدیق کی ہے۔ [سير أعلام النبلاء:۳۰۵/۸] جناب شہزاد سلیم صاحب دعوے تو ایسے کر رہے ہیں جیسے امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شاگرد رہ چکے ہیں۔ شہزاد سلیم اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے محقق جناب انور عباسی صاحب ابن عیینہ رحمہ اللہ (۱۰۷۔۱۹۸ھ) کے اس قول پر غور کریں:

"وقال ابن عيينة كنت عند ابن شهاب فجاء ابراهيم بن سعد فرفعه وأكرمه ."

[تهذيب التهذيب: ۱۰۶/۱]

ابن عیینہ رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ اور ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور جناب شہزاد سلیم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی ملاقات آپس میں ناممکن ہے۔ فی زمانہ کسی صاحب کا ایسا دعویٰ معروف محدث ابن عیینہ رحمہ اللہ کے مقابلے میں قابل قبول ہوسکتا ہے لیکن صرف اس صورت جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ وہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے پرسنل سیکرٹری رہ چکے ہیں اور ان کی تمام ملاقاتوں کی ڈائری بھی لکھتے تھے۔

شہزاد سلیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن شہاب زہری 'ایلۃ' نامی مقام پر رہتے تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بقول ابن شہاب زہری رحمہ اللہ شروع میں شام میں مقام 'ایلۃ' کے رہائشی تھے۔ [تهذيب الأسماء: ۱۲۳' المكتبة الشاملة' الإصدار الثالث] اس کے بعد ان کا اکثر و بیشتر وقت مدینہ میں گزرا ہے' اسی لیے وہ مدنی کے لقب سے مشہور ہوئے لیکن علم کی تحصیل کے لیے دوسرے شہروں کے سفر بھی کرتے تھے۔ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ۱۲۴ھ میں وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں 'شغب و بدا' کی دو وادیوں کے پیچھے ایک مقام 'ادامی' یا 'ادم' پر منتقل ہو گئے تھے۔ معروف مؤرخ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال محمد بن عمر: ولد الزهري سنة ثمان وخمسين في آخر خلافة معاوية بن أبي سفيان وهي السنة التي ماتت فيها عائشة زوج النبي ﷺ وكان الزهري قد قدم في سنة أربع وعشرين مائة إلى أمواله بثلية بشغب وبدا فأقام فمرض هناك فمات فأوصى أن يدفن على قارعة الطريق ومات لسبع عشرة ليلة من شهر رمضان سنة أربع وعشرين ومائة وهو ابن خمس وسبعين سنة ." [الطبقات الكبرى: ۱۸۵/۱، تهذيب الأسماء: ۱۲۴]

'شغب و بدا' کہاں واقع ہے؟ اس کے بارے مؤرخین کی معروف رائے یہی ہے کہ یہ مقام سرزمین حجاز کی آخری اور فلسطین کی ابتدائی زمین پر تھا اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال: وأخبرنا الحسين بن المتوكل العسقلاني قال: رأيت قبر الزهري بأدامي وهي خلف شغب وبدا وهي أول عمل فلسطين وآخر عمل الحجاز وبها ضيعة الزهري الذي كان فيها ." [الطبقات الكبرى: ۱۸۶/۱، تاریخ دمشق: ۳۸۱/۵۵، سير أعلام النبلاء: ۳۴۹/۵؛ وفيات الأعيان: ۱۷۸/۴؛ تهذيب الكمال: ۴۴۲/۲۶]

پس ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اور ابراہیم بن سعد دونوں مدینہ ہی میں تھے نہ کہ ایک 'ایلۃ' میں اور دوسرے مدینہ میں جیسا کہ شہزاد سلیم صاحب کا خیال ہے۔

❹ شہزاد سلیم صاحب نے چوتھا اعتراض یہ وارد کیا ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ کے بقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک لاکھوں مصاحف سلطنت عثمانیہ میں پھیل چکے تھے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر چہ اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ایسا کہا ہے تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قراءات کے اختلافات کے قائل نہیں تھے؟ جیسا کہ انور عباسی صاحب اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

واقعہ یہ ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ قراءات کے اختلافات کے قائل تھے انہوں نے امام کسائی رحمہ اللہ کی روایت کو قراءات ثابتہ میں شمار کیا ہے اور اس سے استدلال بھی کیا ہے۔[المحلی : ۵/۱۰۷ دار الفکر] اسی طرح وہ قرآن کی تعریف میں متواتر قراءات کو بھی شامل مانتے ہیں۔[الإحکام في أصول الأحکام' القاعدة الثانیة' القسم الأول' الأصل الأول في تحقیق معنی الکتاب] امام ابن حزم رحمہ اللہ کا نقطہ نظر اصل میں یہ ہے کہ جمیع قراءات متواترہ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ان کے مطابق مصاحف بلاد اسلامیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے پہلے ہی پھیل چکے تھے اور جو اختلاف قراءت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مابعد کے زمانوں میں سامنے آیا تو وہ بعض روافض کی شرارت ہے جنہوں نے متواتر قراءات کے منہج پر نئی نئی قراءات وضع کرنی شروع کر دی تھیں۔ یہ امام صاحب کا کل موقف ہے کہ جس کے ایک حصے کا پیوند جناب شہزاد سلیم صاحب نے اپنی تحقیق میں لگایا ہے اور پھر وہاں سے انور عباسی صاحب نے نقل کر لیا ہے۔ امام صاحب کا یہ موقف بہت طویل ہے اور اس کا اردو ترجمہ ماہنامہ 'رُشد' میں شائع ہو چکا ہے۔ جہاں سے ان کی بات کا آغاز ہوتا ہے' ہم وہاں سے کچھ حصہ نقل کر دیتے ہیں جس میں قطعی طور پر انہوں نے قرآن کی جمیع قراءات کو ثابت قرار دیا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں:

"أما قولهم: إننا مختلفون فی قراءة کتابنا فبعضنا یزید حروفا وبعضنا یسقطها فلیس هذا اختلافا بل هو اتفاق منا صحیح، لأن تلك الحروف وتلك القراءات کلها مبلغ بنقل الکواف إلی رسول الله ﷺ أنها نزلت علیه فأي تلك القراءات قرأنا فهي صحیحة وهي محصورة کلها مضبوطة معلومة لا زیادة فیها ولا نقص." [الفصل في الملل:۲/۶۴']

❺ پانچویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نسخے بھجوانے کا ہی کام تو کیا گیا ہے لیکن بھیجنے سے پہلے سرکاری نسخہ تیار کیا گیا ہے اور پھر اس کی کاپیاں مختلف بلادِ اسلامیہ میں بھجوا کر لوگوں کو اس سرکاری مصحف کے مطابق قراءت کا پابند کیا گیا ہے۔ جمع عثمانی سے پہلے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے پاس ذاتی مصاحف تھے' اس سے تو انکار نہیں ہے لیکن ان مصاحف میں ایسی قراءات بھی موجود تھیں جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں یا آپ ﷺ کے بعض تفسیری نکات کو بھی بعض صحابہ قرآن سمجھ کر تلاوت کر رہے تھے یا بعض روافض نے بعض موضوع قراءات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دی تھیں لہٰذا ان مصاحف کی درستگی بھی وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا سرکاری نسخہ جاری فرمایا کہ جس میں منسوخ قراءات اور تفسیری نکات کے علاوہ مروی صحیح قراءات کو رسم میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی اسلامی ملک میں کثرت سے قرآن شائع ہو رہے ہوں اور مختلف کمپنیوں نے جو قرآن شائع کیے ہوں' ان میں طباعت کی غلطیاں ہوں یا رسم کے اختلافات ہوں تو اسلامی مملکت اگر سرکاری نسخہ تیار کر کے لوگوں کو اس کے مطابق قراءت کا پابند کرے تو اس میں غلطی یا ناممکن ہونے کا کیا پہلو نکلتا ہے۔ ایسا تو ۱۴ صدیوں بعد آج بھی ہو رہا ہے۔ سعودی عرب اور مصر میں طبع شدہ مصاحف میں اغلاط کی کثرت کی وجہ سے پرائیویٹ کمپنیوں اور اداروں پر مصحف شائع کرنے کی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

❻ جناب شہزاد سلیم صاحب کو تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قریشی نہیں تھے لیکن پھر بھی ان پر قریش کی زبان میں قرآن لکھنے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اردو اور انگریزی مصادر سے استفادہ کے نتیجے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں وجود میں آنے والے معاصر محققین پر نقد اس لحاظ سے بھی بہت مشکل ہو جاتی ہے کہ ناقد کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ ان کی کس کس چیز کی اصلاح کرے۔ اگر کوئی صاحب علم غلطی کرے تو اس کی اصلاح کرنا بہت آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ اس فن کے بنیادی مقدمات سے واقف ہوتا ہے۔ جب کسی محقق صاحب کو کسی فن کی الف باء کا ہی علم نہ ہو تو اس کی اصلاح کرنا ایک بڑا ہی صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جمع عثمانی میں صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دو وجوہات سے دیا گیا تھا ایک تو وہ کاتب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔[صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب كاتب النبي صلی اللہ علیہ وسلم] اور دوسرا وہ اہل عرب میں کتابت میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔ لہٰذا کتابت کی ذمہ داری حضرت زید رضی اللہ عنہ پر تھی اور انہیں املاء حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کرواتے تھے کیونکہ وہ أفصح اللسان تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن سے پہلے لوگوں سے سوال کیا:

”أي الناس أفصح؟ قالوا: سعيد بن العاص، ثم قال: أي الناس أكتب؟ قالوا: زيد بن ثابت. قال: فليكتب زيد واليمل سعيد.“ [كتاب المصاحف' باب جمع عثمان المصاحف]

اب کتابت اور املاء میں فرق تو آنجناب کے ہاں ضرور واضح ہوگا۔ قرآن لکھنا کیسے ہے؟ یہ تو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم نے طے کرنا تھا لیکن لکھنا کس نے ہے؟ یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ دور کیوں جاتے ہیں ہم بھی تو اپنی ہدایات کے مطابق آخر بینرز' اشتہارات' کتبے اور بل بورڈز وغیرہ لکھواتے ہی ہیں تو کیا ہمارے اور کاتب کے مابین کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ہمارے کاتب عموماً جہلاء ہوتے ہیں لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب ہونے کے ساتھ ماہر قاری قرآن اور عالم بھی تھے۔

دوسرا اعتراض جناب شہزاد سلیم صاحب نے یہ کیا ہے کہ قرآن' اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے۔

اس کے بارے ہماری عرض یہ ہے کہ جمع عثمانی میں کتابت کا کام ایک مستقل کام تھا' یہ جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں تھی بلکہ اس سے مراجعت تھی۔ اسی لیے ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب قرآن لکھ کر فارغ ہو گئے تو انہوں نے اس کی مراجعت فرمائی اور اس میں سورۃ احزاب کی آیت مبارکہ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ [الأحزاب:۲۳] غائب پائی تو مہاجرین اور انصار میں تلاش کے بعد خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مل گئی۔ اب دوسری دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی مراجعت فرمائی تو سورہ توبہ کی آخری دو آیات ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ [التوبة:۱۲۸] کے بارے انہیں احساس ہوا کہ وہ بھی غائب ہیں۔ اب ان کی تلاش شروع ہوئی تو یہ آیات ایک اور انصاری صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی۔ اب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ مراجعت فرمائی تو انہیں یہ احساس ہوا کہ اب کوئی آیت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحف ابی بکر منگوائے اور جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مصحف کی مراجعت فرمائی گئی تو دونوں میں کہیں بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ [مقدمة تفسير طبری: ۱/۶۰، ۶۱] صحیح بخاری کی روایت اجمالی ہے اور درحقیقت اس چوتھی مراجعت کو مجازاً 'نسخ' کے الفاظ سے بیان کر رہی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے رشد کے اسی شمارہ میں قاری فہد اللہ صاحب کے مضمون بعنوان ''جمع عثمانی روایات کے تناظر میں'' کا مطالعہ فرمائیں۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ جس شخص کو عربی کے دو لفظ صحیح طرح سے نہ پڑھنے آتے ہوں' یا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وہ علوم اسلامیہ کی الف باء سے بھی واقف نہ ہو سوائے چند ترجمہ شدہ کتابوں اور انگلش آرٹیکلز سے استفادہ کے' اسے قرآن جیسے نازک موضوع پر گفتگو کرنے سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جس میں ایسے جہلاء پیدا ہوں گے جنہیں دینی علوم میں تو رسوخ نہ ہو گا لیکن اپنی معاشرتی حیثیت (social status) کی وجہ سے لوگوں میں نمایاں ہوں گے۔ یہ جہلاء بغیر علم کے تحقیق کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ آپ ﷺ کے الفاظ ہیں:

«اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا' فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ' فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا» . [صحیح البخاری: ۱۰۰]

''لوگ جہلا کو اپنا بڑا بنالیں گے اور ان جاہلوں سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے جاری کریں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

آخر میں ہم پھر وہی سوالات دہرائیں گے جو ہر منکر قراءت پر ایک قرض ہیں اور ہر منکر قراءت ان کا جواب دینے سے بدکتا ہے۔ اور جب تک قراءات پر ناقدانہ تحقیقی مضمون میں ان سوالات کا جواب نہیں آجاتا اس وقت تک اس مضمون کو تحقیقی کہنا تحقیق کی توہین ہے کیونکہ بنیادی مسئلہ تو وہیں کا وہیں موجود ہے۔ سوالات یہ ہیں کہ

کیا کروڑوں مسلمانوں کے پڑھنے سے بھی کوئی چیز مثلاً روایت ورش قرآن ثابت نہیں ہوتی؟ اگر نہیں تو روایت حفص کیا صرف اس بنیاد پر قرآن ثابت ہو جاتی ہے کہ اسے کروڑوں مسلمان پڑھتے ہیں؟

کیا کروڑوں مسلمان غلط قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ اگر ہاں! تو ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر:۹] کے کیا معنی ہوئے؟

صدیوں سے قرآنی مصاحف مختلف قراءات کے مطابق لکھے جا رہے ہیں اور اب تو پہلی اور دوسری صدی ہجری کے بھی بعض مصاحف ملے ہیں کہ جن میں مختلف قراءات کے مطابق رسم موجود ہے' اس موضوع پر رشد کے اسی شمارے میں میرے مضمون 'قدیم مصاحف قرآنیہ' کا مطالعہ فرمائیں۔ کیا چودہ صدیوں میں غیر قرآن کو مسلمان بطور قرآن لکھتے رہے' شائع کرتے رہے' نماز اور غیر نماز میں پڑھتے رہے' اپنے بچوں کو حفظ کرواتے رہے' اس کے مطابق تفسیر مثلاً کشاف اور جلالین وغیرہ کے نسخے شائع ہوتے رہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے کوئی اقدام نہ فرمایا؟

کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ صرف ۱۲۴ ر سال کے لیے لیا تھا اور ابن شہاب زہری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴ھ) کے بعد قرآن غیر محفوظ ہو گیا تھا؟

قرآن کے بطور قرآن ثابت ہونے کا معیار کیا ہے؟ کیا قرآن (روایت حفص) کے بطور قرآن ثابت ہونے کے معیار پر روایت ورش' روایت قالون اور روایت دوری پوری نہیں اترتیں؟

کیا قاری کی تعلیم کے بغیر لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں دو بندوں کا اتفاق ممکن ہے؟ اگر نہیں تو قرآن میں اصل نقل ہوئی یا کتابت؟ اگر نقل ہے تو پھر قراء پر قرآن (روایت حفص) کے معاملے میں اعتماد اور قراءات کے قبول کرنے میں عدم اعتماد کا دوہرا معیار کیوں؟

کیا قراءات اپنے ثبوت کے لیے سبعہ احرف کی حدیث کی محتاج ہیں؟ اگر نہیں تو صرف سبعہ احرف کے معنی و مفہوم متعین نہ ہونے کی بنا پر قراءات کا انکار کیوں؟ اور قرآن کی کسی آیت کے معنی و مفہوم میں مسلمانوں کا اتفاق نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوتو اس کا انکار کیوں نہیں کیا جاتا؟

کیا ہمارے تمام مفسرین قرآن سے جاہل تھے جو قراءات کو بطور قرآن تفاسیر میں نقل کرتے رہے؟ (تفصیل کے لیے دیکھیے شمارہ ہذا ص ۲۲ پر قاری عمر فاروق کا مضمون 'احادیث مبارکہ میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات)

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل الحدیث اور اہل الظاہر سب قراءات کے قائل ہیں تو ان کے علاوہ اُمت رہ کیا جاتی ہے جو قراءات کی قائل نہیں ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے 'فتنہ عجم' کو امت مسلمہ میں اتنا عام کر دیا کہ کیا خواص اور کیا عوام، سب ہی اسے چودہ صدیوں سے قرآن سمجھ کر پڑھ رہے ہیں؟

کیا مراکش، لیبیا، تیونس، الجزائر، موریطانیہ، سوڈان، صومالیہ، یمن، مغربی ممالک اور براعظم افریقہ کے کروڑوں مسلمان اُمت مسلمہ میں شامل نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو وہ تو اس قرآن (روایت حفص) کی تلاوت نہیں کرتے؟ بلکہ قراءات (روایت ورش، قالون اور دوری) کی تلاوت کرتے ہیں۔

کیا عالم عرب وعجم کے تمام معروف قراء کی مختلف 'قراءات' میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس مشرق ومغرب میں عام نہیں ہیں؟ کیا عامۃ الناس ان قراءات کو نہیں سنتے؟ کیا رمضان کے مہینے میں حرم مدنی میں لاکھوں افراد مختلف قراءات میں قرآن نہیں سنتے؟

کیا سعودیہ، مراکش، لیبیا، سوڈان، موریطانیہ، الجزائر، تیونس اور افریقہ وغیرہ کی مسلمان حکومتوں نے اپنی سرپرستی میں لاکھوں مصاحف قراءات میں شائع نہیں کروائے؟

کیا عالم اِسلام کا دنیا بھر میں قرآن کی طباعت و اشاعت کا معتبر و مستند ترین اِدارہ 'مجمع الملك فهد' لاکھوں کی تعداد میں روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری میں مصاحف شائع نہیں کر رہا؟

اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور صدیوں سے ہو رہا ہے اور مسلمانوں میں عامۃ الناس ہی نہیں بلکہ ان کے اَرباب اہل حل وعقد اور اَصحاب علم وفضل بالاتفاق ایسا کر رہے ہیں تو قرآن کی حفاظت کے چہ معنی دارد؟

قراءات کا اِنکار صفاتِ الٰہی کا اِنکار ہے

قراءات کا اِنکار درحقیقت اللہ کی صفات اِنکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جابجا اپنی ذات کو 'شهيد' عليم' خبير' قدير ' بصير ' مهيمن' مؤمن ' عزيز' مقتدر ' ملك' لطیف اور قادر وغیرہ جیسی صفات سے متصف کیا ہے۔ اگر اللہ کی ذات علیم و خبیر اور شہید و بصیر ہے تو اس کے علم میں لازماً یہ بات ہونی چاہیے کہ اُمت محمدیہ ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ جب اللہ کی صفت علم و شہادت میں یہ بات موجود ہے کہ اُمت مسلمہ نے کتنا بڑا جرم کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کے سلسلے میں ہر صدی میں قراءات کی سینکڑوں کتابوں کے لکھے جانے اور ہر سال ہزاروں قاریوں کی پیدائش کے سلسلہ کو روکنے کے لیے اب تک کیا کیا ہے؟ کیا معاذ اللہ ! اللہ تعالیٰ چودہ صدیوں سے ان قاریوں کے آگے اتنے بے بس رہے ہیں کہ اس کا فیصلہ نہ کر سکے کہ قاری اس کی طرف قرآن گھڑ کر منسوب کرنا چھوڑ دیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللہ کی صفات میں سے ایک صفت 'مھیمن' بھی ہے یعنی وہ اپنی مخلوق اور اپنے بھیجے ہوئے دین کا نگران بھی ہے۔ اگر چودہ صدیوں سے مدارس میں کروڑوں مسلمانوں نے قراءات پڑھی یا پڑھائی ہیں یا لاکھوں مصاحف مختلف قراءات میں شائع ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں یا بیسیوں مسلمان ممالک میں قراءات کو عوامی مقبولیت اور تلقی بالقبول حاصل ہے تو پھر بھی یہ دعویٰ کرنا کہ یہ قراءات' قرآن کے نام پر جھوٹ ہے' کیا اللہ کی صفت 'مھیمن' کا انکار نہیں ہے؟ مروّجہ قراءات کا اِنکار کیا اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ! اپنی آخری کتاب کی حفاظت میں قاریوں کے مقابلے میں مجبور ہیں۔ یعنی اللہ کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے نام پر قرآن گھڑا گیا اور اُمت میں عام بھی ہو گیا اور چند ایک لوگوں کے سوا اُمت کے خاص و عام نے اسے قبول بھی کر لیا۔ کیا عجیب تماشا ہے؟ اور اس فکر کی ندرت پر ذرا غور کریں۔

اسی طرح قراءات کا اِنکار اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا بھی اِنکار ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ [الحاقہ: ۴۴،۴۷]

"اور اے نبیﷺ! اگر آپ بعض اقوال گھڑ کر ہماری طرف (بطور قرآن) منسوب کر دیتے تو ہم آپﷺ کا داہنا ہاتھ پکڑتے اور پھر ہم آپ کی شاہ رگ کاٹ دیتے اور پھر تم (مشرکین) میں سے کوئی ایک بھی آپ کو ہم سے بچانے والا نہ ہوتا۔"

اللہ کے رسولﷺ کہ جن پر قرآن نازل ہو رہا تھا' ان کے بارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بفرض محال اگر وہ بھی قرآن گھڑ کر ہماری طرف منسوب کریں تو ہم ان کو بھی جان سے مار ڈالیں گے اور اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہو گا تو قاریوں کی کیا مجال ہے کہ وہ قراءات کے نام پر قرآن گھڑیں اور اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں۔ بلکہ یہاں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جو لوگ قراءات کو مانتے ہیں اور منکرین قراءات کے بقول اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے گھر یعنی حرمین شریفین کی امامت نصیب فرماتے ہیں۔ پچھلی چودھوی صدیوں کی طرح آج بھی ائمہ حرم ایک سے قراءاتِ سبعہ عشرہ کے قائل ہیں اور ان میں بعض ایک تو حرمین میں ہی نمازوں میں ان قراءات کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد! منکرین قراءات اپنے خدا کی بے بسی کا ذرا اندازہ تو لگائیں کہ ان کے خدا کے گھر میں ان قاریوں کو امامت حاصل ہے جو ان کے بقول قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور نہ صرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اپنی مہریں لگا کر ان قراءات کو 'مجمع ملك الفهد' کی زیر سرپرستی قرآنی مصاحف کے نام پر شائع بھی کر رہے ہیں اور مسجد نبوی میں ان قرأت میں نماز بھی پڑھا رہے ہیں۔ فیا للعجب!

اللہ تعالیٰ ان قاریوں کی شاہ رگ کاٹنے کی بجائے اُمت مسلمہ میں ان کی عزت و احترام میں اِضافہ فرمائیں' اُمت کے بچوں کا اُستاذ' ان کی نمازوں کا اِمام اور اسلامی معاشروں کا مقتدا بنائیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کی صفت قدرت میں کمی واقع ہو گئی جو وہ قاریوں سے بدلہ لینے سے قاصر آ گئے ہیں؟

اسی طرح اللہ کی بقیہ صفات کو بھی لے لیں اور ان پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قراءات کا اِنکار دراصل اللہ کی صفات کا اِنکار ہے اور ایک ایسے خدا کو ماننا ہے جو اس دنیا سے بے نیاز اور بے خبر اندھی بہری ایک مجرد ہستی کا نام ہے جس میں فلاسفہ کے بقول کسی مثبت صفت کا وجود نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عمران اسلم ☆

سید سلیم شاہ کے مزعومہ تضادات کا جائزہ

تاریخ اِسلامی کے تمام اَدوار اس بات کے شاہد ہیں کہ شریعتِ اِسلامیہ کے بہت سے مسائل اَیسے ہیں جن پر اہل علم حضرات ایک دوسرے سے مختلف آراء کا اِظہار کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مابعد اَدوار کے تمام لوگ اس اختلاف کو علمی اَنداز میں قبول کرتے اور کتاب وسنت سے قریب تر مؤقف کو اَپنانے میں کسی قسم کی پس وپیش کو خاطر میں نہیں لاتے رہے۔لیکن موجودہ دور میں ایک ایسے تجدد پسند طبقے کا ظہور ہوا جس نے اس علمی اختلاف کو اپنی مکروہ خواہشات کے تانے بانے بننے کے لیے اِستعمال کیا۔ اورتو اور ایسے ڈھیروں مسائل پر بھی تجدد پسندی کی چادر اوڑھا دی گئی جن پر صدیوں سے پوری اُمت متفقہ طور پر عمل کرتی آئی ہے۔

انہی مباحث میں سے ایک 'تعدد قراء ات' کے نام سے جانا جاتا ہے۔دنیا بھر کے کروڑہا مسلمان قرآن کریم کی ایک سے زیادہ قراء ات کو من وعن تسلیم کرتے اوران کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں یہ موضوع عوامی سطح سے ذرا بلند ہے البتہ علمی حلقے علم قراء ات کے تمام مباحث سے آشنا ہیں اس اَمر کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس اَہم ترین موضوع کو عوام تک رسائی بھی دی جائے لہٰذا اَراکین رُشد نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔ دیگر اَہل علم حضرات کے تعاون اور اَراکین رشد کی انتھک محنت کی تیسری کڑی 'رُشد قراء ات نمبر سوم' کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔رُشد کے اس کام کو جہاں بہت سے عوامی اور علمی حلقوں کی جانب سے داد وتحسین موصول ہوئی وہیں 'تعدد قراء ات' کو فتنۂ عجم قرار دینے والوں کی سٹی بھی گم گئی کہ اس قدر بھاری بھرکم اور نا قابل تردید دلائل سے جان چھڑائی جائے تو کیسے؟ لہٰذا جب تمام تر کوشش کے بعد بھی ان کا کوئی جواب نہ بن پایا تو اِنتہائی بھونڈے طریقے سے 'رُشد' میں اغلاط اور تضادات کا خارزار دکھا کر غم غلط کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہی کہا تھا، میری آنکھ دیکھ سکتی ہے   کہ مجھ پہ ٹوٹ پڑا سارا شہر نابینا

'رُشد قراء ات نمبر' کو دیکھ کر آپے سے باہر ہونے والوں میں سے ایک نام سید سلیم شاہ صاحب کا ہے،جنہوں نے 'رُشد' کی غوطہ زَنی کے بعد اس کی ڈھیروں 'اَغلاط' کی نشاندہی کی ہے ان کی گرانقدر آراء کا بوجھ ماہنامہ 'طلوعِ اسلام' کے شمارہ جنوری ۲۰۱۰ء نے اُٹھایا ہے۔سید صاحب 'رُشد' کے دو قراء ات نمبر دیکھ کر کافی غصے میں دکھائی دیتے ہیں اور اِن بھاری بھرکم جلدوں کو 'علمی رعب ودبدبہ' کا نام دے رہے ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے 'رُشد' نے تو اتمام حجت کرتے ہوئے 'رُشد وہدایت' کی طرف دعوت دے دی ہے،اب آپ کی مرضی چاہیں تو اس سے سرفراز ہوں یا 'علمی رعب ودبدبے' کا نام دے کر اپنے دل کو تسلی دینے کی راہ نکالیں۔

① سید صاحب سبعہ اَحرف میں نزول قرآن میں سہولت کس کے لیے تھی اِس سلسلے میں 'رُشد' کی آراء پر اظہار کرتے

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوئے لکھتے ہیں کہ بخاری شریف کی اس حدیث کا مفہوم ماضی بعید میں تو معلوم نہ ہوسکا تھا، تاہم ماہنامہ 'رُشد' نے جو ہماری راہنمائی فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے:

- حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ ''عربی زبان کے حوالے سے لوگوں کو یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تاقیامت اَہل عرب کے لیے ہی باقی ہے............''
- جبکہ دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ ''اس مشقت کے حوالے سے آسانی کی وجہ صحابہ رضی اللہ عنہم بنے لیکن وہ آسانی صرف صحابہ کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے ہے۔''
- آگے ایک جگہ پر حمزہ صاحب پھر لکھتے ہیں کہ ''قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے قرآن مجید میں عربی زبان کے حوالے سے کوئی مشکل کا اِحساس پایا جائے اور اس مشکل کے اِعتبار سے کچھ سہولت دے جائے تو اس حوالے سے خاص اَہل عرب کے لیے ہی اس مشقت کا اِزالہ کیا جائے گا۔''
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بھی کہتے ہیں کہ ''یہ سہولت پوری اُمت کے لیے تھی۔''
- ڈاکٹر عبدالعزیز القاری بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔

سید صاحب نے کافی جانفشانی کے بعد 'رُشد' میں سے اَیسی عبارتیں ڈھونڈ ماری ہیں جن کو اگر سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کیا جائے تو ان میں باہم تضاد نظر آتا ہے، لیکن حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے ہم اُن تمام عبارتوں کو نقل کرنے کے بجائے صرف اِس قدر وضاحت کرتے چلیں کہ سبعہ اَحرف پر نزول قرآن کی حکمت پوری اُمت کے لیے آسانی اور سہولت کے طور پر تھی لیکن اس کی وجہ وہ مشقت بنی جو اہل عرب کو بعض الفاظ بولنے میں درپیش تھی۔ اب اَصلاً مشقت تو اہل عرب کی دور ہوئی لیکن سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہوگئی۔ اس سلسلے میں واردشدہ بیشتر اَحادیث کی رو سے بھی یہی اَندازہ ہوتا ہے کہ یہ آسانی اور سہولت پوری اُمت کے لیے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کے لیے سہولت کا مطالبہ کرنے کا سبب تو اہل عرب ہیں البتہ عمومی طور پر پوری اُمت کے لیے سہولت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ملاحظہ ہو:

عن أبي بن كعب أن النبي ﷺ كان عند أضاءة بني غفار فأتاه جبريل فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى حَرْفٍ . قال: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ إِنَّ أُمَّتِي لا تُطِيْقُ ذٰلِكَ» . ثم أتاه الثانية فذكر نحو هذا، حتى بلغ سبعة أحرف . قال«إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا» . [سنن أبي داؤد: ۱۴۷۸]

''حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اَضاءۃ بنی غفار کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یقیناً اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن پڑھایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ سے معافی اور بخشش کا سوال کرتا ہوں، میری اُمت اس (ایک حرف) پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔'' سیدنا جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ پھر آئے اور ویسا ہی ذکر کیا یہاں تک کہ سات حروف تک بات پہنچ گئی۔ (جبریل علیہ السلام) کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حروف پر پڑھائیں تو جو بھی وہ حرف پڑھیں گے درستگی کو پا لیں گے۔''

مختلف قراءات کا نزول مختلف عربی لہجات کے پیش نظر ہوا ہے اور یہ عربی لہجات اَہل عرب کے اَندر تھے، اہل عجم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، اور اہل عرب کے اَندر ہی یہ مشکل تھی کہ ایک لہجے کا پابند اگر دوسرے لہجے والے کو کیا جاتا تو اس کے لیے اس لہجے کو اختیار کرنا مشکل سمجھا جاتا تھا چنانچہ اس میں اہل عرب کو گنجائش دے دی گئی۔

جبکہ اہل عرب کے علاوہ تمام عجم جو لہجہ بھی اِختیار کریں گے وہ انہیں تکلفاً سیکھنا پڑے گا۔لہٰذا ذکر کردہ تمام عبارات کو سیاق وسباق کے ساتھ پڑھا جائے تو حقیقتاً اندازہ ہوگا کہ مشقت کا اِزالہ تو اہل عرب سے ہوا لیکن سہولت سے مستفید پوری اُمت ہوگی۔

(۴) رشد میں بیان کردہ سبعہ احرف سے متعلقہ مختلف آراء کو سید صاحب نے عجب رنگ دیا ہے۔ کہتے ہیں:

- حمزہ صاحب اسے لہجات کا اِختلاف قرار دیتے ہیں۔
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں۔
- محمد فیروز الدین شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔

اس سب اِختلاف کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

’’کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ’سبعہ اَحرف‘ کے مفہوم میں متقدمین میں اختلاف تھا تو ’رُشد‘ نے آکر کیا خاص کارنامہ سرانجام دیا؟ اگر اس مسئلے کو حل کیا ہوتا تو کیا بات تھی ’رُشد‘ کے مطالعے سے ہمیں تو یہی معلوم ہوا کہ: ان تمام حقائق کے باوجود جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوئی جو ’سبعہ اَحرف‘ کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کردے جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بند ہوجائیں۔

[رشد ۱/۱۴۳]

سبعہ اَحرف والی حدیث کے بارے میں پینتیس اَقوال ہوں یا چالیس ان سب پر ’رُشد‘ کا ایک ہی قول بھاری ہے۔اَب جبکہ اس چیستاں کا کوئی ایسا معقول مفہوم دریافت ہی نہیں ہوسکا تو ’اہل رُشد‘ کی مرضی ہے کہ اس پر تمام عمر آپس میں یا کسی پر منکر حدیث کا لیبل لگا کر سر پھٹول کرتے پھریں۔‘‘

سید صاحب نے ان عبارات کو ایک دوسرے کے مقابل پیش کر کے جو طوفان برپا کیا ہے اور اپنے تئیں جو بہت دور کی کوڑی لائے ہیں اس کے جواب میں ہم اتنا ہی کہیں گے کہ سبعہ اَحرف کے مفہوم میں بیان کیا جانے والا تمام کا تمام اختلاف لفظی ہے جس کا عشرہ قراءات کے ساتھ تعلق اِضافی ہے۔ جو سبعہ اَحرف سے مراد لغات لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کو مانتے ہیں۔ جو لہجات مراد لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کے قائل ہیں اور جو سبعہ سے اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد لیتے ہیں وہ بھی اُنہیں من وعن تسلیم کرتے ہیں مسئلہ تو صرف وابستگان ’اِشراق‘ اور ’طلوع اِسلام‘ کا ہے جو اس رائی جتنے اختلاف کو پہاڑ بنانے پر تلے ہیں۔ بصد ادب عرض ہے کہ سید صاحب! سبعہ اَحرف میں بیان کیا جانے والا اختلاف ہمیں دل و جان سے قبول ہے لیکن اس حوالے سے ’رُشد‘ نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ اسی شمارے میں حافظ فہد اللہ مراد صاحب کا وہ مضمون ہے جس میں اس سے متعلقہ تمام اِشکالات کو دور کرتے ہوئے سبعہ اَحرف کا حقیقی مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ ہم آپ کے زیر بارِ احسان ہوں گے کہ ’طلوع اِسلام‘ کی بغل سے نکلیں اور غیر جانبداری سے اس مضمون کا مطالعہ کر ڈالیں امکان ہے اس ’چیستاں کا معقول مفہوم‘ سمجھنے میں مشکل نہیں ہوگی۔

حدیث سبعہ اَحرف سے متعلقہ اَب تک جو اختلاف سامنے آیا ہے وابستگان علم تو اسے ایک علمی اختلاف قرار دیتے ہیں اور علمی انداز ہی میں اسے حل کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن جناب مصر ہیں کہ حمزہ صاحب اسے لہجات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا اختلاف قرار دیتے ہیں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب لغات کا جبکہ فیروز الدین شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔تو شاہ صاحب آپ ایک بار پھر رُشد پر سرسری نظر دوڑایئے جس میں صفحہ نمبر ۲۶۸ اور۲۷۳ پر آپ کو ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب کا لہجات کے بجائے لغات کا موقف بھی مل جائے گا اسی طرح رُشد: ۲۶۹/۱، ۲۷۰پر اُنہوں نے اس کے لیے لغت ولہجہ دونوں لفظ اِستعمال کیے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ اُسے لغات کا اختلاف قرار دیں، لہجات کا اِختلاف قرار دیں یا پھر دونوں سے ہٹ کر کوئی اور اِختلاف اس سے عشرہ قراءات پر کوئی حرف نہیں آتا۔

جہاں تک آپ نے عبدالعزیز القاری صاحب کے مضمون کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ 'حدیث سبعہ اَحرف کی ایسی کامل اور شافی تفسیر نہیں کی جاسکتی جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بند ہوجائیں'

اگر ہم عبدالعزیز القاری صاحب کی اس سے ملحقہ مکمل عبارت نقل کریں تو احساس ہوگا کہ سید صاحب نے اس عبارت سے جو معنی کشید کرنے کی کوشش کی ہے فی الحقیقت ایسا کچھ نہیں ہے۔عبدالعزیز القاری کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

یہ ہے وہ حدیث !!...... جو اہل علم میں 'حدیث حروف سبعہ' کے نام سے معروف ہے۔تمام ائمہ اعلام (صحابہ، تابعین اور محدثین) کا اس حدیث کی روایت اور اُمت کے لیے نقل کرنے پر اتفاق و اجماع ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کی مذکورہ اَسانید اور روایت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ حدیث سنداً 'متواتر' ہے جس کو ہر طبقہ سے جمہور محدثین اور ہر زمانہ سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے۔لہٰذا اس حدیث کے تواتر میں نہ کوئی شک ہے اور نہ ہی کوئی اِضطراب ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جملہ رِوایات (قطع نظر اس سے کہ صحیح ہوں یا ضعیف) 'سبعہ' کے لفظ پر متفق و مجتمع ہیں۔ اسی طرح تمام اَحادیث آپﷺ کے اس فرمان 'علی سبعۃ أحرف' کو بالاتفاق نقل کرتی ہیں، ماسوائے سمرۃ بن جندب کی حدیث کے، جو عفان بن حماد کے طریق سے روایت ہونے والی حدیث ہے۔جس کی تردید بھی اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔

اِن تمام حقائق کے باوجود! جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوتی جو 'سبعہ اَحرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کردے جس سے نزاع ختم ہو اور اختلاف کے دروازے بند ہوجائیں۔لہٰذا مقصد کی تکمیل اور جواب کی تلاش وجستجو کے لیے اب ایسے علماء و محققین کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں جو استنباط معانی میں تدبر و تفکر، دقت نظر اور غور وخوض کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں۔

جب معاملہ اس قدر عظیم ہو کہ اس حدیث کو مشکلات اور متشابہات میں بھی شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ ایک جماعت نے اس حدیث کے سمجھنے کو اور اس کے معانی و مفاہیم کے اِدراک کے اہم کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کیا ہے تو مجھ جیسے کمترین کی طرف سے یہ عزم درست معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم حدیث کے معانی و مدلول پر اس قدر غور وفکر کیا جائے کہ عقل وفہم اس کے مشابہ ہونے کا اِنکار کردے اور قوم مسلم اس کی جامع مانع تفسیر کرکے سرفراز ہو۔ بایں وجہ کہ اس حدیث کا کتاب الٰہی سے گہرا تعلق ہے اور اپنے مدلول کے قابل قدر اور عالی مقام ہونے سے گہرا واسطہ ہے۔''

[رشد قراءات نمبر: ۱۲۳/۱]

سید سلیم صاحب کی عبارتوں میں قطع و برید ملاحظہ کیجئے کہ عبدالعزیز القاری تو 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم کی شافی وضاحت کے لیے علماء و محققین کی جانب رجوع کا درس دیں اور اس کی جامع و مانع تفسیر کرکے قوم مسلم کو سرفراز کرنے کے عزم کا اِظہار کریں اور سید صاحب بھرپور ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعے ان کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے ایک جملہ ذکر کرکے نعرہ بلند کردیں کہ اس چیستاں کا کوئی مفہوم دریافت ہی نہیں ہوسکا۔

چلیے اگر جناب سید مصر ہیں تو مانے لیتے ہیں کہ پوری اُمت سبعہ اَحرف کا مفہوم متعین کرنے میں ناکام رہی ہے، تو کیا اس کی بنیاد پر ثابت شدہ متنوع قراءات کا بھی اِنکار کردیں؟۔تو جناب ہم تو اپنے اَندر اس قدر جراٗت و بے باکی نہیں پاتے کہ حدیث سبعہ اَحرف کے علاوہ ثبوت قراءات کے ضمن میں پیش کی گئی احمد عیسیٰ المعصراوی اور ابوعمر حفص کی جمع کردہ ۳۳۲ اَحادیث کا بھی اِنکار کردیں، جن کے ہوتے ہوئے متعدد قراءاتِ قرآنیہ کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

④ سید صاحب کی یہاں تک 'رشحاتِ علم' ملاحظہ کرکے تو ہم اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ موصوف کا علمی دنیا سے بہرحال کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے لیکن سید صاحب کو ہماری یہ خوش فہمی زیادہ دیر تک راس نہیں آئی اور 'رُشد' کی چند مزید عبارتوں کا تضاد نقل کرکے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ لکھتے ہیں:

* حافظ اَنس نضر مدنی کا اِصرار ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالمشافہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھا۔ صحابہ سے تابعین، تابعین سے تبع تابعین نے یہ حروف سیکھے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف ومشہور قراءِ سبعہ تک پہنچ گیا۔

حمزہ مدنی اور فہد اللہ مراد صاحب کا بھی اِصرار ہے کہ سبعہ اَحرف کا مصداق موجودہ قراءات سبعہ (بلکہ عشرہ) ہیں۔

جبکہ قاری محمد صفدر صاحب کا خیال ہے کہ اَحرف سبعہ اور قراءاتِ سبعہ کوئی الگ الگ چیز نہیں۔

جبکہ مولانا محمد تقی عثمانی کی رائے ہے کہ ''بعض حضرات (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ) 'سید صاحب اگر تھوڑی تکلیف کریں تو تقی عثمانی صاحب کو اِطلاع کردیں کہ آپ (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ) لکھنا بھول گئے ہیں' یہ سمجھتے ہیں کہ اس (یعنی سبعہ اَحرف) سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراءتیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل ہی غلط اور باطل ہے۔''

سید صاحب حافظ عبدالستار حماد صاحب پر تو کچھ زیادہ ہی ناراض نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک جگہ پر کہا ہے کہ ''بہرحال قراءاتِ متواترہ جنہیں اَحادیث میں 'اَحرف سبعہ' سے تعبیر کیا گیا ہے وہ آج بھی موجود ہیں اور اس کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔''

جبکہ اگلے ہی صفحہ پر لکھتے ہیں: سبعہ اَحرف سے مراد ان سات اَئمہ کی قراءات ہرگز نہیں۔

اس قدر لکھنے کے بعد شاہ صاحب یوں گویا ہوتے ہیں:

''ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ کسی شیخ الحدیث صاحب کے کسی بھی قول کو غلط قرار دیں۔ ان کا یہ قول یقیناً درست ہوگا کہ 'سبعہ اَحرف' سے مراد ان سات ائمہ کی قراءات نہیں اور یہ بھی بلا وشک وشبہ درست ہوگا کہ سبعہ اَحرف سے مراد ہی قراءاتِ متواترہ ہیں جو آج کل موجود ہیں۔''

سید صاحب نے ان عبارات کو جس اَنداز سے پیش کیا ہے اور اس کے بعد جن 'خیالات عالیہ' کا اِظہار کیا ہے اس سے یہ اَندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ شاہ جی اس موضوع کی اَبجد سے بھی واقف نہیں ہیں اور ایک معقول بات کو انتہائی نامعقول اَنداز میں پیش کررہے ہیں۔ ظاہری بات ہے جب رات کو دن اور دن کو رات ثابت کرنے کا شوق چڑھا ہو تو معقولیت سے زیادہ اَلفاظ میں ہیر پھیر اور زبان کی تیزی کام آتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تمام اَہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ 'سبعة أحرف' سے مراد مشہور 'سات قراءات' نہیں ہیں، بلکہ ان سات قراءات کو سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں امام ابوبکر بن مجاہد نے جمع کیا، انہوں نے حرمین (مکہ ومدینہ) عراقیین (کوفہ وبصرہ) اور شام کے مشہور سات قراءِ کرام کو جمع کر دیا، کیونکہ اس زمانے میں یہی پانچوں شہر علوم وفنون کے مرکز تھے، اور فقہ واُصول فقہ، حدیث واُصول حدیث اور علوم دینیہ کا گہوارہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان پانچ شہروں کے سات مشہور قراءِ کرام کی قراءات کو جمع کر دیا تاکہ سات کا عدد حدیث مبارکہ میں مذکور 'سبعة أحرف' کے موافق ہو جائے۔ ان کا یا ان کے علاوہ کسی بھی اہل علم کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ مذکورہ قراءات سبعہ ہی 'أحرف سبعة' ہیں، یا ان کے ہاں سات قراءات کے علاوہ کوئی اور قراءت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ:۳۸۹/۱۳]

اِس علم سے وابستہ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ذکر کردہ عبارتوں میں کوئی تضاد یا اِشکال نہیں ہے سبعہ اَحرف سے مراد سات ائمہ کی قراءات ہرگز نہیں ہیں، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اور بھی متعدد قراءات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں لیکن اگر ہمارے پاس سبعہ اَحرف سے متعلقہ کوئی چیز موجود ہے تو یہی عشرہ قراءات ہیں۔ اس حوالے سے اَحرف سبعہ اور قراءاتِ عشرہ کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں۔

④ جناب سید موصوف کا یہ بھی کہنا ہے:

قاری صہیب اَحمد صاحب ابن ساعاتی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''قراءاتِ سبعہ متواترہ ہیں، ہاں قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہے جیسا کہ مالک اور ملک وغیرہ''

لیکن اَگلے صفحہ پر امیر بادشاہ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''قرآن سارے کا سارا متواتر ہے۔''

اِس سلسلہ میں ہم وضاحت کرتے چلیں کہ قرآن مجید کے تواتر کے ذیل میں جو اَقوال بیان کیے گئے ہیں وہ تواتر کی مختلف تعریفات کی بناء پر ہیں اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم تواتر کے ساتھ منقول ہے، البتہ تواتر کے مفہوم کے بارے میں اَہل فن کا اختلاف ہے کہ تواتر کا اطلاق کس پر ہوگا؟ اس سلسلہ میں دو گروہ سامنے آئے ہیں:

① عام اصولی محدثین تواتر کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

''هو الخبر الذي رواه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب.'

''ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کو اتنے اَفراد روایت کریں کہ جن کا شمار ناممکن ہو اور جس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔''

اس موقف کے قائلین کے ہاں قرآن مجید کا بعض حصہ غیر متواتر ہوگا۔

② جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک تواتر کا مفہوم یہ ہے:

''كل ما أفاد القطع فهو متواتر.'' [الفصول في مصطلح حديث الرسول:۱۳]

''ہر وہ (خبر) جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔''

جمہور کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔

جن لوگوں نے تواتر سے مراد حصول علم قطعی یقینی لیا ہے اُن کے ہاں پورے کا پورا قرآن متواتر ہے۔ اس اِعتبار سے قرآن بعض اَوقات خبر واحد المحتف بالقرائن سے بھی ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسی خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو وہ اِستدلال میں تواتر سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہے اور تواتر کی اصطلاحی تعریف کے ضمن میں ذکر کردہ دوسرے گروہ نے اسی خبر واحد کو تواتر سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی مطالعہ کے لیے 'رُشد قراءات نمبر حصہ دوم'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں محترم آصف ہارون کے مضمون 'تواتر کا مفہوم اور ثبوتِ قرآن کا ضابطہ' اور ڈاکٹر حمزہ مدنی کے اِنٹرویو کے سوال نمبر ۱۶ تا ۲۲ کے جوابات کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کا فیصلہ قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ سید صاحب کی علمیت پر کیا رائے قائم کرتے ہیں۔

⑤ شاہ صاحب کی زبان سے 'رُشد' میں موجود ایک اور بہت بڑا 'تناقض' ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

- حافظ اُنس نضر مدنی ایک جگہ اِرشاد فرماتے ہیں: وہ قراء ات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو انہیں قراء ات شاذہ کہا جاتا ہے، بطورِ قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں۔
- لیکن فوراً ہی اگلے صفحے پر یہ تحقیق بھی قارئین کی نظر کرتے ہیں کہ تیسری قسم یعنی آحاد قراء ت جو اگرچہ شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علماء اُسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔''

اِختلاف کا وقوع پذیر ہونا ایک قدرتی اَمر اور دیانتداری کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ممکن حد تک اِختلاف کو ذکر کرنے کے بعد راجح مؤقف کی نشاندہی ضروری ہے۔ یہاں بھی معاملہ اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

پوری اُمت کا اس اَمر پر اِتفاق ہے کہ قراء اتِ شاذہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں اور بطورِ قرآن ان کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن چند علماء نے ایک غلط فہمی کی بناء پر قراء اتِ شاذہ کو بطور قرآن پڑھنے کی اِجازت دی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر کوئی شخص حرمت کا اِرتکاب کرتے ہوئے نماز میں قراء ۃ شاذۃ کی تلاوت کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ تو چونکہ کچھ فقہاء نے بعض صورتوں میں ایسے شخص کی نماز کو جائز قرار دیا ہے تو اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ فقہاء نماز میں قراء ۃِ شاذہ کی تلاوت کو جائز سمجھتے ہیں، اس غلط فہمی کی بناء پر بعض فقہاء کی طرف غلط طور پر قراء ت شاذہ کی تلاوت کے جواز کا قول منسوب ہوگیا۔

الدکتور محمد سالم محیسن نے لکھتے ہیں:

''جو شخص اس مسئلہ کے بارے میں علماء وفقہاء کے اَقوال کی روشنی میں غور کرے گا، وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ نماز یا اس کے علاوہ قراء ۃِ شاذہ کی تلاوت حرام ہے۔'' [رحاب القرآن: ۴۳۸]

ایک نہایت موٹی عقل والے شخص کو بھی یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ انس صاحب نے اگر کہا ہے کہ بعض علماء قراء اتِ شاذہ کی تلاوت کے جواز کے قائل ہیں جبکہ راجح مؤقف کے مطابق وہ خود کہہ رہے ہیں کہ بطورِ قرآن اس کی تلاوت نہیں ہوسکتی تو جناب اس پر اس قدر بگڑنے کی کیا تک بنتی ہے۔

⑥ سلیم صاحب کو یہ بھی اعتراض ہے:

- اِنکارِ قراء ات کے حکم کے تحت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب صریحاً لکھتے ہیں کہ اِنکارِ قراء ات کے باعث کوئی کافر نہیں ہوگا
- جبکہ قاری صہیب اَحمد صاحب کا اِرشاد ہے کہ منکر قراء ات کافر ہے۔

منکرِ قراء ات کافر ہے یا نہیں، یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس میں ہر شخص کو رائے دینے کا اختیار حاصل ہے۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اگر اِنکار قراء ات پر تکفیر کے بجائے سخت گمراہی کا فتویٰ لگاتے ہیں تو وہ استحقاق رکھتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ منکرینِ حدیث کے بارے میں انکا مؤقف دوٹوک اور واضح ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک اور جگہ پر قراء اتِ قرآنیہ کے اِنکاری کے متعلق پوچھے گئے سوال پر فتویٰ دیا ہے اور اپنی اسی بات کو ذکر کرنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لکھتے ہیں:

''رہے منکرین حدیث جیسے غلام احمد پرویز اور اس کے ہم فکر لوگ تو یہ سنت و حدیث کی تشریعی حیثیت بگاڑنے اور قرآن پاک میں تحریف معنوی کی وجہ سے کافر ہیں ان کا قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرنا بھی قرآن کی تحریف کی قبیل سے ہے کسی بھی علمی اشکال پر مبنی نہیں ہے۔'' [رشد:۲/۴۸۳]

جناب سلیم صاحب آپ کے اِرشاد: ''رِوایات کی روشنی میں قرآن کے حکم کو تبدیل کرنا ان حضرات کے لیے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔'' سے بخوبی سمجھ آرہا ہے کہ آپ کا تعلق کس صنف سے ہے اور ڈاکٹر صاحب آپ کے متعلق کس قسم کے نقطہ نظر کے حامل ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے منکر قراءات کے کافر ہونے یا نہ ہونے کا تو اس سلسلے میں 'رُشد' کیا کہتا ہے ملاحظہ کیجئے:

''مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص ان قراءات کا کھلم کھلا اِنکار کرتا ہے، وہ منکر قرآن ہونے کی وجہ سے صریحاً کافر ہے، البتہ جسے تاویل کی غلطی نے اس طرف مائل کیا ہے تو وہ بھی گمراہ، بلکہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔'' [رشد:۲/۱۲۴]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، جس حرف کے مطابق قرآن کی تلاوت کرو گے درست قراءت کرو گے، اس کے متعلق جھگڑا نہ کیا کرو، کیونکہ قرآن کریم میں جھگڑنا کرنا کفر ہے۔'' [مسند أحمد:۴/۲۰۴]

حافظ عبدالستار حماد کے الفاظ میں 'رُشد' کے مؤقف کی وضاحت ملاحظہ ہو:

جب قرآن کریم کے کسی حرف کے متعلق جھگڑا، اختلاف کرنا کفر ہے تو اس سے اِنکار کرنا تو بالاولیٰ کفر ہوگا، لیکن ہم اِسے ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں: ہمارے رجحان کے مطابق اس اِنکار کی تین وجوہات ممکن ہیں:

① جہالت کی وجہ سے اِنکار کرنا ② کسی تاویل کی بنیاد پر انکار کرنا ③ تکبر وعناد کی بناء پر اِنکار کرنا

اگر کوئی شخص جہالت و لاعلمی کی وجہ سے قراءت متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اسے کافر قرار دینے کے بجائے اس کی جہالت دور کی جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دورانِ سفر اپنے باپ کی قسم اٹھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاعلمی اور جہالت کے پیش نظر انہیں کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے تجدید ایمان کے لیے کہا بلکہ ان کی جہالت دور کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ دادا کی قسم اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔'' [صحیح البخاري، الادب:۶۱۰۸]

لیکن اس جہالت کی کچھ حدود و قیود ہیں مطلق جہل کو کفر سے مانع نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس سے مراد وہ جہالت ہے جسے کسی وجہ سے اِنسان دور نہ کرسکتا ہو خواہ وہ خود مجبور و لاچار ہو یا مصادر علم تک اس کی رسائی ناممکن ہو، لیکن اگر کسی انسان میں جہالت کو دور کرنے کی ہمت ہے اور اسے اس قدر ذرائع و وسائل میسر ہیں کہ وہ اپنی جہالت دور کرسکتا ہے، اس کے باوجود وہ کوتاہی کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے انسان کی جہالت کو کفر سے مانع قرار نہیں دیا جاسکے گا۔

چنانچہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیا کرتے جب تک اپنا رسول نہ بھیج لیں'' [الاسراء:۱۵]

اس آیت کے تحت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بندوں پر اِتمام حجت کے لیے دو چیزوں کو لانا ضروری ہے:

① اس کی طرف سے نازل شدہ تعلیمات کو حاصل کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔

② ان پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ [مجموع فتاویٰ:۱۲/۴۷۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِس سے معلوم ہوا کہ جہالت و لاعلمی کو اتمام حجت کے سلسلہ میں ایک رکاوٹ شمار کیا گیا ہے، اس لیے ہمیں چاہئے کہ اگر کوئی جہالت کی وجہ سے قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اس کی جہالت دور کی جائے۔

اگر قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کسی معقول تاویل کی بناپر کرتا ہے تو اسے بھی معذور تصور کیا جائے گا، لیکن تاویل کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ میں عربی قاعدہ کے مطابق اس تاویل کی کوئی گنجائش ہو اور علمی طور پر اس کی توجیہہ ممکن ہو۔ اگر کسی کو اس تاویل سے اتفاق نہ ہو تو اسے کافر کہنے کی بجائے تاویل کنندہ کی تاویل کا بودا پن واضح کر دیا جائے لیکن ہر تاویل، تکفیر کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی، اگر تاویل کی بنیاد محض عقل و قیاس اور خواہشات نفس ہیں تو اس قسم کی تاویل کرنے والا معذور نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اِبلیس لعین سے سوال کیا تھا کہ تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو تاویل کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔[الأعراف:۱۲]

اس طرح باطنی حضرات کی تاویلات ہیں جن کی بنیاد پر انہوں نے شرعی واجبات سے راہِ فرار اختیار کیا ہے۔ بہرحال اگر کسی نے متواتر قراءات کا اِنکار معقول تاویل کی وجہ سے کیا ہے تو اُسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص تکبر وعناد اور بدنیتی کی بناء پر قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے ایسا انسان بالاجماع گمراہ اور اہل ایمان کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔ [رشد:۱۵۸/۲]

یہی رائے جمہور کی بھی ہے کہ قراءاتِ متواترہ کے بارے میں علم ہونے کے باوجود جو شخص ان کا اِنکار کرے گا اسے بلاتردد کافر قرار دیا جائے گا۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’أن الإجماع منعقد على أن من زاد حركة أو حرفا في القرآن أو نقص من تلقاء نفسه مصرا على ذلك يكفر.‘‘ [منجد المقرئين:ص۹۷، ۲۴۴]

’’اور اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے قرآن کریم میں کسی حرکت یا حرف کا اِضافہ کرے یا کمی کرے (تنبیہ کیے جانے اور تواتر تسلیم ہوجانے کے باوجود) اس (کمی وزیادتی) پر مصر ہو تو وہ کافر ہے۔‘‘

⑤ سید صاحب مزید لکھتے ہیں:

قرآن اور قراءات مختلف ہیں یا ایک، اس کے بارے میں اَحمد میاں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ’’آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ قراءات ہیں اور یہ قرآن ہے اگر آپ قرآن اور قراءات کو الگ الگ کریں گے تو اس میں قرآن کس کو کہیں گے؟‘‘

حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ ’’قرآن اور قراءات میں فرق ہے قرآن کہتے ہیں ان الفاظ کو جو منزل من اللہ ہیں اور قراءات اس قرآن کی خبر کو کہتے ہیں۔‘‘

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا خیال ہے کہ ’’قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اَندر ثبت ہے اور رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے جبکہ قراءات زبان سے اس کی اَدائیگی کا نام ہے قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں‘ مدنی صاحب بھی قراءات اور قرآن کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں۔‘‘

اِس قدر لکھنے کے بعد سید صاحب کچھ زیادہ ہی سیخ پا ہوگئے ہیں اور محترم حافظ زبیر صاحب کی زندگی کا مشن جاوید

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اَحمد غامدی صاحب کی مخالفت قرار دے رہے ہیں۔ اس کا جواب تو محترم حافظ صاحب کی وہ رشحات علم ہی ہیں جو آپ کو گاہے گاہے آئینہ دکھاتی رہتی ہیں۔ وہ آپ کی آنکھوں میں اس لیے کھٹکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے مستند ذرائع سے لیس ہو کر اَبطال باطل اور اِستحاق حق کا فریضہ جو اَدا کر رہے ہیں اور وہ آپ کے بگھارے ہوئے فلسفے کے غبارے سے ہوا نکالنے میں کسی قسم کی دقیقہ فروگزاشت جو نہیں کرتے۔

رہی بات قرآن اور قراءات کے مابین فرق کی تو اس سلسلے میں گذارش ہے کہ قرآن اور قراءات کے مابین وہی فرق ہے جو حدیث اور سنت کے درمیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اَقوال، اَفعال اور تقریرات کو سنت کا نام دیا جاتا ہے تو اس کی خبر کو حدیث کا۔ اس اِعتبار سے آپ سنت اور حدیث کے مابین فرق بھی قرار دے سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حدیث اور سنت کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ بنیادی طور پر یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ بالکل اسی طرح قراءات کے اَندر ہم جو چیز پڑھ رہے ہیں وہ قرآن ہے اور اس پڑھنے کا نام قراءات ہے۔ 'الحمد للہ رب العالمین' قرآن مجید کو کہا جائے گا اور جس علم میں اُسے بطورِ روایت نقل کیا جائے گا اسے علم قراءات کا نام دیں گے۔ جن حضرات نے قرآن اور قراءات کے مابین فرق بیان کیا ہے انہوں نے اسی پہلو کو سامنے رکھ کر ایسا کہا ہے۔ ورنہ قرآن کو قراءات سے یا قراءات کو قرآن سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

⑦ سید صاحب کی نگاہِ عیار نے دو جملے اور ڈھونڈ مارے ہیں جن سے قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں 'ڈھیروں شکوک وشبہات' پیدا ہو رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

٭ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں جو مکمل قرآن لکھوایا تھا ڈاکٹر حمزہ مدنی اس کی ایک حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ ''مابعد اَدوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو کوئی اَیسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو''۔

٭ جبکہ اگلے ہی صفحہ پر حضرت عثمان ؓ کے جمع کردہ قرآن کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ ''اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات کو بھی قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوت قرآن میں بطورِ قراءات داخل کرلیا جاتا۔ حضرت عثمان ؓ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تغییری کلمات کا اِختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔''

سید صاحب نے یہاں دو جملوں 'ایسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو' اور 'حضرت عثمان ؓ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی' کو نشانے پر رکھتے ہوئے اس میں کجی کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کرام اگر جمع قرآنی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اور مابعد اَدوار کی تمام کیفیات پیش نظر رہیں تو اس قسم کے خیالات کا ابطال کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم جہاں لوگوں کے ذہنوں کی تختیوں پر نقش تھا وہیں یہ اَلفاظ کی صورت میں بھی مختلف لوگوں کے پاس موجود تھا، اور رسول اللہ ﷺ کا اَیسا کرنے کا مقصد اس اَندیشے کو زائل کرنا تھا کہ مابعد اَدوار میں باقاعدہ ایک معیار کی عدم موجودگی میں اس میں کمی یا بیشی نہ کر دی جائے۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے تمام صحابہ کے اتفاق سے اس مختلف جگہوں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک جگہ پر مرتسم کر دیا اور اُسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔ پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ مصحف آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوگیا۔ یاد رہے کہ یہ مصحف لوگوں کے پاس موجود نہیں تھا صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا۔ اب آپ حمزہ صاحب کی ذکر کردہ وہ مکمل عبارت ملاحظہ کریں جس کا ایک حصہ نقل کرکے سید صاحب اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھنے لگے ہیں۔

''قرآن مجید کی ابتدائے کتابت کے دور میں فرمایا تھا: «لَا تَکْتُبُوْا عَنِّيْ، وَمَنْ کَتَبَ عَنِّيْ غَیْرَ الْقُرْآنِ فَلْیَمْحُهُ» .[صحیح مسلم: ۵۳۲۶] کہ مجھ سے قرآن کریم کے علاوہ کچھ نہ لکھو، تاکہ وحی باللفظ کا وحی بالمعنی سے اختلاط نہ ہوجائے، چنانچہ جب اختلاط کا اندیشہ ختم ہوگیا تو آپ نے حدیث لکھنے کی اجازت دیدی، جیسا کہ روایات میں موجود ہے۔ اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو بھی قرآن کے ہمراہ لکھ لیتے تھے، جنہیں بعد ازاں قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوتِ قرآن میں بطورِ قراءات داخل کرلیا جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تفسیری کلمات کا اختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔ لوگوں میں ان تفسیری توضیحات کے ضمن میں شدید اختلاف چل رہا تھا کہ بعض لوگ اُنہیں قراءت کا درجہ دے کر باقاعدہ تلاوت کرتے۔''

اگر ہم ایک حوالے سے جناب سید کے مشکور نہ ہوں تو انتہائی نامناسب ہوگا کہ انہوں نے تضاداتِ رُشد پیش کرکے اہلِ رُشد کو 'بے حال' کرنے کے بعد اپنی گذارشات کے اخیر میں 'رُشد' کے دو تین مضامین کو 'قابل قدر' بھی قرار دے دیا ہے۔ جس میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، قاری حبیب الرحمٰن صاحب اور محترم عبدالعزیز القاری صاحب کے مضامین شامل ہیں اور ان مضامین کی پسندیدگی کی وجہ وہ عبارتیں ہیں جن کو سید صاحب نے سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کرنے کے بعد کھینچ تان کر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'سبعہ احرف' کا مفہوم ابھی تک واضح نہیں ہو پایا ہے۔

سید صاحب آپ نے ڈاکٹر عبدالعزیز القاری کے مضمون کو قابل قدر قرار دیا ہے۔ تو ہم سبعہ اَحرف اور قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق انہی کا موقف پیش کرتے چلیں۔ ڈاکٹر عبدالعزیز القاری لکھتے ہیں:

''اَحرف سبعہ قراءات کی متعدد وجود ہیں جو باہم مختلف ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور قاری کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک وجہ پر قرآن کی تلاوت کرے اور اس کی یہ تلاوت قرآن کی تلاوت ہی سمجھی جائے گی۔ سبعہ کے عدد سے مراد یہ ہے کہ وجوہ قراءات (جو کہ منزل من اللہ ہیں) قرآن کے کسی ایک کلمہ میں اختلاف وتغیر کی اَنواع میں سے کسی ایک نوع کے ضمن میں زیادہ سے زیادہ سات تک ہوسکتی ہیں اسی طرح یہ بات لازمی نہیں کہ قرآن میں ہر جگہ پر تعداد سات ہی ہو۔ بلکہ لازم یہ ہے کہ بعض جگہ کم تو ہوسکتی ہے لیکن کسی بھی جگہ زیادہ سے زیادہ ایک کلمہ میں تبدیلی کی سات انواع ہی ہوسکتی ہیں۔''

اخیر میں ہم سید صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ جناب! حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق بحث معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے جس کی تشریح وتعبیر میں اہل علم کے متعدد اَقوال موجود ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ سلف و خلف میں کوئی اَہل علم بھی تعددِ قراءات یا متنوع اَسالیب تلاوت کے نزول کا اِنکاری نہیں، بحث صرف سبعہ اَسالیب تلاوت کے بارے میں ہے جو ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے اس کا تعلق بھی اضافی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عمران اسلم☆

'اہل اشراق' کے قراءاتِ قرآنیہ پر حالیہ اِعتراضات

'الاشراق' کے اکتوبر ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں غامدی صاحب کے خوشہ چیں محمد رفیع مفتی صاحب نے قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے اپنی بعض نگارشات کا اِظہار کیا ہے، جس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

- قراءتوں کے ردو قبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے۔
- بعض قراءتوں سے معنی و مفہوم میں فرق واقع ہوجاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔
- تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی گئی۔

ان اِعتراضات کی حقیقت کیا ہے، بالترتیب ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

موصوف مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

قراءتوں کے ردّ و قبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے، بس اہل فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں جن پر پورا اترنے والی قراءت کو قبول کیا جاتا اور باقی کو رد کر دیا جاتا ہے۔ یہ شرائط درج ذیل ہیں:

① قراءت مصحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق ہو۔
② لغت، محاورے اور قواعد زبان کے خلاف نہ ہو۔
③ اس کی سند معتبر اور مسلسل واسطے سے نبی اکرمﷺ تک پہنچتی ہو۔

سب سے پہلے تو ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ مفتی صاحب نے اپنے پورے فتویٰ میں بار ہالفظ قراءت کو 'قرأت' لکھا ہے، حالانکہ اس سے قبل محترم حافظ زبیر صاحب اپنے مضمون میں غامدی صاحب کی اس غلطی کی جانب توجہ دلا چکے ہیں۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ جس جگہ پر قراءت کی جمع 'قراءات' استعمال ہونی چاہیے تھی وہاں بھی 'قرأت' ہی سے کام چلایا گیا ہے۔ لیکن ذخیرۂ اَحادیث کے بعد لغت کی کتابوں کو کھنگالنے کے بعد بھی جس طرح ہم غامدی صاحب کے فرمان کہ 'امت میں یہ نقطۂ نظر بھی موجود ہے کہ قرآن کریم کی قراءت صرف ایک ہے' میں حلقۂ اِشراق کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا ایسا نقطۂ نظر تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے، یہاں بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہوا۔ مفتی صاحب کے لفظ 'قرأت' پر اِصرار کی وجہ ہم تو یہی سمجھ پائے ہیں کہ وہ لفظ 'قراءت' کا استعمال کر کے اپنے 'روحانی پیشوا' جاوید احمد غامدی صاحب کی شان میں گستاخی نہیں کرنا چاہ رہے تھے، جو اپنی کتاب 'میزان' میں اسے 'قرأت' درج کر چکے ہیں، اور سادہ سی بات ہے کہ جب غامدی صاحب کی اندھا دھند تقلید میں اُمت کے معتد بہ طبقے کو صرف ایک 'قراءت' کا قائل قرار دیا جاسکتا ہے تو اس قدر معمولی 'غلطی' دہرانے میں کیا مضائقہ ہے۔

جناب مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ قراءتوں کے ردّ و قبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے بس اہلِ فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم عرض کرتے چلیں کہ وہ تمام قراءات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ کسی منصوص معیار کے بجائے اہلِ فن کے مقرر کردہ انہی قواعد کی رو سے پہنچی ہیں، جن میں غامدی صاحب کی اِختیار کردہ 'قراءت

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حفص' جو اصل میں روایتِ حفص ہے، بھی شامل ہے۔ اگر روایتِ حفص ان قواعد سے ہٹ کر کسی منصوص معیار کے مطابق اہلِ اشراق تک پہنچی ہے تو ضرور آگاہ کریں تاکہ پوری اُمت اپنے اختیار کردہ موٴقف پر نظر ثانی کر سکے۔

ہم ان قواعد سے متعلق کسی قسم کی بحث سے قبل اس قدر وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ان قواعد کو مقرر کرنے کی ضرورت کیونکر پیش آئی اور صرف انہی قواعد پر پورا اترنے والی قراءت ہی کو قبولیت کیوں حاصل ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب مختلف قراءات سے متعلق فتنہ وفساد رونما ہونے لگا اور ایک دوسرے کی تکفیر کی جانے لگی تو انہوں نے اُمت کو فتنہ اور اِختلاف سے بچانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع سے تمام وہ قراءات جو عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھیں یا وہ تفسیری کلمات جو بعض صحابہ نے اپنے اپنے مصاحف میں بطور حواشی درج کر رکھے تھے، کو ان تمام سے الگ کر دیا۔ پھر یہ مصاحف ماہرینِ قراءات کی معیت میں مختلف علاقوں میں بھیج دیئے گئے اور باقی تمام مصاحف کو تلف کرنے کا حکم دے کر اس فتنہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمہم اللہ کا ایک جم غفیر جب ان قراءات کو سیکھ کر اپنے علاقوں میں پہنچا تو ان سے سیکھنے والے ظاہر ہے کہ عدل وثقاہت اور حفظ واتقان میں ایک جیسے نہیں تھے۔ بعض جو عدالت وحفظ کے اس معیار پر نہ تھے، انہوں نے بعض قراءاتِ شاذہ اور ضعیفہ کو قرآن سے ملانا شروع کر دیا، بعض نے اِجماعِ امت سے ہٹ کر اپنے اپنے معیارات مقرر کر لیے۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر امت میں اختلافات کا خطرہ پیدا ہوا تو ائمہ عظام کی جانب سے قرآنِ کریم کو غیرِ قرآن سے الگ کرنے کے لیے گہرے غور وخوض اور دقت نظری کے بعد چند اصولی ضوابط اور معیارات مقرر کر دیئے گئے۔ پوری امت انہی اصولوں پر اعتماد کا اظہار کرتی رہی ہے اور انہی کو قراءات کے رد وقبول کا معیار قرار دیتی رہی ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ ان تین شرائط کے متعلق فرماتے ہیں:

> ''اس اصول کے مطابق جو بھی قراءت ہوگی وہ قراءتِ صحیحہ اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا، مسلمانوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر تینوں شرائط میں سے کسی ایک شرط میں خلل آ جائے تو وہ قراءت شاذہ، ضعیف یا باطل ہوگی۔'' [النشر: ۹/۲]

ایک جگہ پر فرماتے ہیں:

> ''ہر وہ قراءت جو عربی (نحوی) وجہ کے موافق ہو، رسم مصحف کے مطابق ہو (خواہ یہ مطابقت تقدیری ہو) اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءت صحیح ہوگی۔ اس کو رد کرنا جائز نہیں ہوگا۔'' [منجد المقرئین: ۱۵]

ان تین قواعد کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

کسی قراءت کے صحیح ہونے کے لیے اولین معیار یہ ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک متواتر ہو۔ جو قراءت سنداً اس معیار پر پوری نہ اترے اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا، ہمارے ہاں تواتر کا وہی مفہوم درست ہے جو کہ جمہور اہل الحدیث کے ہاں معروف ہے یعنی 'ما أفاد القطع فهو متواتر' (اس ضمن میں تفصیلی بحث کے لیے رشد قراءات نمبر حصہ اول میں مضمون 'تواتر کا مفہوم اور ثبوت قراءات کا ضابطہ' کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے نیز اس شمارہ میں مکتوب بنام حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحف عثمانی کے رسم کی موافقت

وہ مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے رسم کے موافق ہو۔ یہ موافقت حقیقی بھی ہوسکتی ہے اور تقدیری بھی۔ مصحفِ عثمانی کے رسم کی اس قدر اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کے مشورہ سے جب تمام اُمت کو ایک رسم پر جمع کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ مصاحف کا رسم ان تمام حروف پر مشتمل ہو جو عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رکھے گئے تھے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھیے کہ سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾[الفاتحۃ:۳] میں [مٰلِكِ] کو [مَلِكِ]اور [مٰلِكِ] دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے اور یہ دونوں قراءات ،متواترہ ہیں، روایتِ حفص میں اسے [مٰلِكِ] میم پر کھڑا زبر اور روایت ورش میں [مَلِكِ] میم پر زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ لیکن جس مقام میں اختلاف قراءت کے متعلق متواتر سند نہ ہو وہاں رسم الخط میں گنجائش کے باوجود دوسری قراءت پڑھنا ناجائز اور حرام ہے مثلاً سورۃ الناس کی دوسری آیت رسم عثمانی کے مطابق اس طرح ہے، ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ [الناس:۲] اس مقام پر تمام قراء مَلِكِ النَّاسِ ہی پڑھتے ہیں اسے کوئی بھی مٰلِكِ النَّاسِ نہیں پڑھتا، کیونکہ یہاں اختلافِ قراءت منقول نہیں ہے۔

ابوبکر الانباری فرماتے ہیں:

"اجتمع القراء علی ترك كل قراءة مخالف المصحف ." [البحر المحيط:۶۰/۷]

''تمام ائمہ قراء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ متروک (شاذ) قرار پائے گی جو رسم عثمانی کے مخالف ہوگی۔''

لغتِ عرب کی کسی وجہ کی موافقت

اس شرط کو دوسری دونوں شروط کا لوازمہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ قراءت جو متواتر سند کے ساتھ منقول ہو مصحف عثمانی کے خط کے بھی موافق ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ لغتِ عرب میں بھی اس کی کوئی وجہ موجود ہو، اگرچہ وہ زیادہ معروف نہ بھی ہو۔

یاد رہے کہ قرآن کریم کی ایسی کسی قراءت کا وجود نہیں ہے جو متواتر ہو اور رسم عثمانی کے بھی موافق ہو لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ موجود نہ ہو۔ اور اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ ایک ایسی ثابت شدہ متواتر قراءت جس میں بقیہ دونوں شروط تو پائی جا رہی ہیں لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ نہ مل رہی ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ پوری لغت عرب میں اس کا وجود نہیں ہے، یہ بات قطعی ہے کہ ہر وہ قراءت جو تواتر کے ساتھ منقول ہو اور مصحف عثمانی کے موافق ہو وہ نازل کردہ قرآن ہے۔ یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جو وجودِ لغت کا پتہ دے رہی ہے اور جس کے ثبوت میں کوئی بحث نہیں ہے۔

ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ائمہ قراء حروف قرآن کے سلسلہ میں اس بات پر اعتماد نہیں کرتے کہ وہ لفظ لغوی لحاظ سے عام مستعمل یا عربی قاعدہ کے زیادہ مطابق ہے بلکہ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ حروف نقل وروایت کے اعتبار سے صحیح ترین اور ثبوت کے اعلیٰ معیار پر ہو، کیونکہ قراءت میں رسول اللہ ﷺ سے ائمہ تک کے سلسلہ تواتر (قطعیت) کی اتباع کی جائے گی اور اس کی طرف لوٹنا اور اسے قبول کرنا ضروری ہے۔ [جامع البيان في القراء ات السبع:ق۱۷۷/ب]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کسی بھی قراءت کو قبول کرنے کے لیے یہ وہ معیار اور کسوٹی ہے جو ائمہ کرام نے مقرر کیا ہے۔ جس قراءت میں ان تین ارکان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہوگا اسے شاذ قرار دیا جائے گا۔ ان تین شروط کی جانچ پرکھ کے ساتھ اس خیال کی شدت کے ساتھ نفی کی جاسکتی ہے کہ امت میں کوئی ایسی قراءت عام ہوجائے جو بطور تفسیر نقل کی گئی تھی یا عرضۂ اخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھی۔

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مختلف قراءتوں کے اس تصور کو قبول کرنے کے بعد یہ خیال غلط قرار پاتا ہے کہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے الفاظ میں ایک زیر، زبر اور ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے اور مزید یہ کہ بعض قراءتوں میں معنی و مفہوم میں بھی فرق واقع ہوجاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔''

جناب مفتی صاحب نے بڑی شد و مد کے ساتھ یہ تو دعویٰ کر دیا ہے کہ قراءات کے بدلنے سے معنی و مفہوم اور شریعت کا حکم بدل جاتا ہے لیکن اس کے لیے کسی ایک بھی قراءت کو بطور دلیل نقل کرنا گوارا نہیں کیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی بھی ایسی متواتر، حتیٰ کہ شاذ قراءت کا بھی وجود نہیں ہے جس سے شریعت کا حکم بدل جاتا ہو۔ امت کے ہر دور میں اَحکام فقہ اور قواعد نحو میں مختلف قراءاتِ قرآنیہ سے بھرپور مدد لی گئی ہے، قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلہ میں تو قراءات کو ایک اَہم ماخذ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور اس بات پر اِجماع نقل کیا گیا ہے کہ ہر ایک قراءت کو مستقل آیت شمار کیا جائے گا اور اگر ان کے مابین تعارض ہوتا ہے تو ان کا تعارض بالکل اسی طرح حل کیا جائے گا جیسا کہ دو آیات کا کیا جاتا ہے۔ اَحکام القرآن للجصاص میں ہے:

"وهاتان القراءتان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتهما الأمة تلقيا من رسول الله ﷺ."

''یہ دونوں قراءتیں ایسی ہیں کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور امت نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے۔'' [احکام القرآن للجصّاص: ۳۲۵/۲]

علامہ قنوجی لکھتے ہیں:

"وقد تقرّر أن القراءتين بمنزلة الآيتين فكما أنه يجب الجمع بين الآيتين المشتملة إحداهما على زيادة بالعمل بتلك الزيادة، كذلك يجب الجمع بين القراءتين."

[نيل المرام: ۳۵]

''یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، تو جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق کرنا ضروری ہے، جن میں سے ایک آیت کسی زائد معنی پر مشتمل ہو، اسی طرح دو قراءتوں میں بھی جمع و تطبیق واجب ہے۔''

علامہ سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وتعارض القراءتين بمنزلة تعارض الآيتين." [الإتقان: ۳۰/۲]

''دو قراءتوں کا تعارض دو آیتوں کے تعارض کی طرح ہے۔''

تفسیر روح المعانی میں ہے:

"ومن القواعد الأصولية عند الطائفتين أن القراءتين المتواترتين إذا تعارضتا في آية واحدة فلهما حكم آيتين." [۶۶/۶]

''اصولی قواعد میں سے ایک یہ ہے (دونوں طائفوں کے نزدیک) کہ متواتر قراءتیں جب ایک آیت میں متعارض ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائیں تو ان کا حکم دو آیتوں کی طرح ہے۔''

مزید برآں قرآن کریم کا متنوع حروف پر نازل ہونا اُمت محمدیہ کے فضائل وخصائص میں سے ہے، کیونکہ پہلی کتبِ سماویہ ایک حرف پر نازل ہوئیں اور وہ امتیں ان کتب کو صرف ایک ہی حرف پر پڑھ سکتی تھیں اور ان متعدد احرف سے جہاں قرآن کریم کی تلاوت میں آسانی مقصود تھی وہاں ان میں بہت سے فوائد اور حکمتیں بھی پنہاں تھیں۔

تمام قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ قراءات کا تعدد تحریف وتغییر کا نتیجہ ہے اور نہ ہی ان سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کے معانی کی تصدیق کرتی ہیں۔

بعض قراءات سے متنوع معانی سامنے آتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی مقاصد شریعت اور بندوں کی مصلحتوں میں سے کسی مصلحت کو محقق کرنے والے حکم پر دلالت کرتا ہے۔

ایسی قراءات میں سے ایک، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَكُلَّ إِنسَٰنٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ كِتَٰبًا يَلْقَىٰهُ مَنشُورًا ﴾ [الاسراء:۱۳]

اس آیت مبارکہ میں لفظ 'يَلْقٰهُ' میں دو قراءات ہیں۔

① 'يَلْقٰهُ' (بفتح الياء والقاف مخففة) اس قراءت کی صورت میں اس آیتِ مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ آدمی اس صحیفے کے پاس اس حال میں پہنچے گا کہ وہ مفتوح (کھلا ہوا) ہوگا۔ اگر وہ شخص جنتی ہوگا تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور اگر جہنمی ہوگا تو اسے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

② 'يُلَقّٰهُ' (بضم الياء وتشديد القاف) اس قراءات کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ کتاب انسان کو اس حال میں دی جائے گی کہ وہ مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معانی معمولی سے فرق سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، کیونکہ کتاب کے پاس جانا یا کتاب کا دیا جانا ایک ہی شے ہے۔ اور دونوں صورتوں میں ہی وہ کتاب مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْذِبُونَ ﴾ [البقرة:۱۰]

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ 'يَكْذِبُوْنَ' میں دو قراءاتیں ہیں۔

① 'يَكْذِبُوْنَ' (بفتح الياء وسكون الكاف وكسر الذال) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی طرف سے جھوٹی خبریں دیتے ہیں۔

② 'يُكَذِّبُوْنَ' بضم الياء وفتح الكاف وتشديد الذال المكسورة) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ رسولوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معنی میں نہ تو تناقض ہے اور نہ ہی تضاد ہے بلکہ دونوں قراءات میں سے ہر ایک نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

منافقین کے اُوصاف میں سے ایک ایک وصف بیان کیا ہے۔
پہلا وصف: وہ اللہ تعالی، رسول اللہﷺ اور لوگوں کی خبروں میں جھوٹ بولتے ہیں۔
دوسرا وصف: وہ اللہ تعالی کی طرف سے رسولوں کی دی گئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔
اور منافقین کے بارے میں یہ دونوں صفات ہی برحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان دونوں صفات (کذب اور تکذیب) کو ہی اپنے اَندر جمع کرلیا تھا۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعددِ قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت کی بناء پر ہے۔ تحریف وتغیر کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی قراءات سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے، بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کی تصدیق کرتی ہیں۔

مفتی صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی گئی۔ اور زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن السلمی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''ابوبکر وعمر، عثمان، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور تمام مہاجرین والانصار کی قراءت ایک ہی تھی۔ وہ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ یہ وہی قراءت ہے جس پر رسول اللہﷺ نے اپنی وفات کے سال جبریلِ اَمین علیہ السلام کو دومرتبہ قرآن سنایا۔ عرضۂ اَخیرہ کی اس قراءت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ دنیا سے رخصت ہونے تک وہ لوگوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھاتے تھے۔'' [الاتقان فی علوم القرآن:۱/۳۳۱]

حلقۂ اِشراق کی طرف سے پیش کی جانے والی قراءتِ عامہ کی دلیل اور زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن السلمی کے قول کی حقیقت تو حافظ زبیر صاحب اپنے مضمون 'قراءتِ متواترہ ...... غامدی مؤقف کا تجزیہ' میں واضح کر چکے ہیں۔ ہم 'شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات' کے مصداق مکرر عرض کیے دیتے ہیں۔

غامدی صاحب قرآن کو ثابت کرنے چلے ہیں اور اس کے ثبوت کی دلیل کے طور پر اُن کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ ایک تابعی کا قول ہے کہ جس کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے۔ امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرہان' میں اس قول کی کوئی سند بیان نہیں فرمائی ہے۔ اگر تو ایک تابعی کا یہ قول ایک سے زائد قراءات کے اِنکار پر مبنی ہے جیسا کہ غامدی صاحب کا گمان ہے تو تابعی کے ایک ایسے قول کو، کہ جس کی سند بھی موجود نہ ہو، صحاح ستہ کی قراءات متواترہ کے ثبوت میں موجود صحیح، مستند، مرفوع اور اُمت میں معروف ومقبول روایات پر ترجیح دینا، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

امام قراءت، امام اَبوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی اس کا معنی ومفہوم وہ نہیں ہے جو کہ غامدی صاحب سمجھ رہے ہیں۔ امام زرکشی رحمہ اللہ نے جب اس قول کو اپنی کتاب 'البرھان' میں بیان کیا ہے تو انہیں تو وہ بات سمجھ میں نہ آئی جو کہ غامدی صاحب اِس قول سے نکال رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض روایات میں 'قراءتِ عامہ' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله ﷺ قرأ ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر:۱۷] مثل القراءة العامة. [صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، حديث: ۳۳۴۱]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ کو قراءتِ عامہ کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھا ہے۔''

جامعہ دمشق کے استاذ الحدیث ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا، اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

'قراءة العامة' أي القراءة المشهورة التي يقرأ بها عامة القراء الذين رووا القراءات المتواترة. '[صحيح البخاري: ۱۲۱۶/۳، دار ابن كثير اليمامة، بيروت]

''قراءاتِ عامہ سے مراد وہ مشہور قراءت ہے کہ جس کے مطابق ان عام قراء نے، کہ جنہوں نے قراءاتِ متواترہ کو نقل کیا ہے، قرآن کو پڑھا ہے۔''

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءتِ عامۃ' سے مراد بھی معروف ومتواتر قراءات ہی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ میں 'مُدَّكِر' کو اہل عرب کے استعمالات کی رعایت رکھتے ہوئے 'مذکر' پڑھنا چاہیے، کیونکہ اس لفظ کا مادہ بھی 'ذکر' ہی ہے، لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں دو اَساسی باتوں کو واضح کیا ہے ایک تو یہ کہ قرآن کی قراءت میں اصل، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سماع ہے نہ کہ عرب کا محاورہ، دوسری بات انہوں نے یہ بیان کی کہ مسلمانوں نے جن طرق سے قرآن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے، ان سب میں یہ لفظ 'مُدَّكِرٍ' ہی پڑھا گیا ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ کے دس اَئمہ نے بھی اسے 'مُدَّكِرٍ' ہی پڑھا ہے۔

اِمام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ کی قراءت کو واضح کرنے کے لیے 'کتاب التفسیر' میں چار اَبواب باندھے ہیں، جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی چھ اَحادیث بیان کی ہیں، انہی میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ سے یہ سوال بھی ہوا تھا کہ اس لفظ کو 'مذکر' پڑھنا چاہیے یا 'مدکر'؟

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءتِ عامۃ' سے مراد وہ قراءت ہے جو قراءت شاذہ نہیں ہے یعنی قراءاتِ متواترہ۔ 'قراءاتِ شاذہ کے بالمقابل 'قراءتِ عامۃ' ایک ہی ہے لیکن اپنی اَصل کے اعتبار سے یہ کئی ایک روایات پر مبنی ہے۔

علاوہ اَزیں امام ابوعبد الرحمن سلمی رضی اللہ عنہ سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے امام عاصم رحمہ اللہ کو جو قراءت پڑھائی تھی وہ دو روایتوں، روایتِ حفص اور روایتِ شعبہ پر مشتمل تھی۔ جبکہ غامدی صاحب کی قراءتِ عامہ صرف روایتِ حفص کو شامل ہے۔ پس اِمام ابوعبد الرحمن السلمی سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ روایت شعبہ کا ثبوت اس بات کی دلیل کے طور پر کافی ہے کہ امام صاحب کی قراءتِ عامہ صرف روایتِ حفص پر مشتمل نہ تھی۔ اس رسالہ کے بعض دوسرے مضامین میں ان اَسناد کے بارے میں تفصیلاً بحث موجود ہے۔ [رشد قراءات نمبر: ۱/۱۱۱۵]

ضرورت تو اس بات کی تھی کہ اپنے مؤقف کے اِثبات کے لیے حافظ صاحب کے مضمون کا علمی طور پر محاکمہ پیش کیا جاتا اور اس کا کافی وشافی جواب دیا جاتا، لیکن چونکہ حلقۂ اشراق روز اول سے اپنے مؤقف کے خلاف محکم براہین کے ہوتے ہوئے بھی 'میں نہ مانوں' کی پالیسی پر بڑی جرأت کے ساتھ کاربند رہا ہے لہٰذا یہاں بھی اپنے اُصول کی خلاف ورزی کو مناسب خیال نہیں کیا۔ بہرحال ہم علامہ زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے مزید چند ایک گزارشات پیش کرتے ہیں۔

اولاً: یہ کہ اِمام زرکشی رحمہ اللہ نے ابوعبد الرحمن السلمی کا مذکورہ قول جمع قرآن کی بحث میں ذکر کیا ہے جس سے ان کا مقصود ترتیبِ سور اور آیات کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یکساں عمل نقل کرنا ہے نہ کہ قرآن کی قراءات کے متعلق بحث

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کرنا کہ قراءتِ عامہ سے مراد صرف روایتِ حفص ہے۔

ثانیا: یہ کہ غامدی صاحب کے اِس قول سے استدلال کے مطابق تو تمام مہاجرین وانصار کی ایک ہی قراءت یعنی روایتِ حفص ہونی چاہیے تھی اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو پھر لوگوں میں قراءت کے حوالے سے اختلاف ہی کیوں رونما ہوا تھا ایک شخص قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ترجیح دے رہا تھا تو دوسرا قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو، حالانکہ آپ کے بقول تو ان سب کی قراءت ایک تھی۔ اس سلسلے میں علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل في بيته حتى أتى عثمان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس. قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرء ون بقراءة أبي بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرء ون بقراءة عبدالله بن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام فيكفر بعضهم بعضاً."

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوہ سے واپسی ہوئی تو وہ واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اورعرض کیا: اے امیر المؤمنین! لوگوں کی خبر لیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیا گیا ہوا تھا وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جسے اہلِ عراق نے نہیں سنا ہوا تھا اور اہلِ عراق عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا اس اِختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔'' [عمدۃ القاری:۱۶]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شاید خود اس خطرے سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات کی اِطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ کے اَندر ایسے واقعات پیش آئے کہ جب مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہوئے تو اِختلاف کی سی ایک کیفیت پیدا ہورہی تھی۔ [الاتقان فی علوم القرآن:۶۱/۱]

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین قراءات کے اختلافات موجود تھے اور انہوں نے اپنے اپنے اختیارات اپنا رکھے تھے اور قراءتِ عامہ صرف روایتِ حفص کو ہی نہیں بلکہ دیگر متواتر قراءات کو بھی شامل تھی۔ اس سلسلہ میں ہم علامہ زرکشی رحمہ اللہ کے ان اَقوال کو پیش کرتے ہیں جو متعدد قراءات قرآنیہ سے متعلق ان کا مؤقف واضح کرنے اور نا قابل تردید دلائل کے ساتھ پنجہ آزمائی کر کے ثابت شدہ قراءات کا اِنکار کرنے والوں کے لیے کافی ہوں گے۔

- امام صاحب فرماتے ہیں:

"إن القراء ات توقيفية وليست اختيارية."

''قراءات توقیفی ہیں نہ کہ کسی کی اپنی اختیار کردہ ہیں۔''

- مزید فرماتے ہیں:

"وقد انعقد الإجماع على صحة قراءة هؤلاء الأئمة وأنها سنة متبعة لا مجال للإجتهاد فيها." [البرهان فی علوم القرآن: ۳۲۲/۱]

''قراءعشرہ کی قراءت کی حجیت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، یہ قراءت، سنت متبعہ (یعنی توقیفی) ہیں اور ان میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔

- قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”أن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصحابة في المصحف .“[البرهان فی فی علوم القرآن:۱/۲۲۳]

”یہ سبعہ حروف نبی کریم ﷺ سے بڑے مشہور ومعروف ہیں۔ ائمہ نے سبعہ حروف کو ضبط کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی انہیں مصاحف میں ثابت رکھا۔“

ایک جگہ پر اَحرف سبعہ سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

”سبعہ اَحرف پر انزال قرآن کی اجل حکمت اور اہم غرض یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کی بابت عرب پر تیسیر وآسانی پیدا کر دی جائے۔ اَحرف سبعہ پر انزالِ قرآن منجانب اللہ امت محمدیہ پر توسع ورحمت اور تخفیف وتیسیر کا معاملہ ہے، کیونکہ اگر عرب کا ہر قبیلہ فتح وامالہ، تحقیق وتخفیف، مد وقصر وغیرہ کے متعلق اپنی عادی وطبعی لغت کو چھوڑ کر چار و ناچار دوسرے قبیلہ کے لغت کے موافق پڑھنے کا مکلّف قرار دیا جاتا تو اس میں بہت تنگی ومشقت لازم آتی۔“

[البرھان فی علوم القرآن:۱/۲۷۷]

لہٰذا اِمام زرکشی رحمہ اللہ کا کہنا کہ 'تمام مہاجرین وانصار قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے' اس میں صرف روایتِ حفص داخل نہیں تھی بلکہ قراءتِ عامہ تمام متواتر قراءات کو شامل تھی اور اسی کے مطابق صحابہ وتابعین اور مابعد اَدوار کے تمام لوگ متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو سیکھتے اور سکھاتے چلے آرہے ہیں۔

اس تمام تر وضاحت کے بعد ہم اس قدر ہی کہہ سکتے ہیں خدا تعالیٰ مفتی موصوف اور ان کے کارپردازان کو نفس مسئلہ سمجھنے کی توفیق دے اور حقائق کے ادراک کے بعد کھلے دل سے تسلیم کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر محمود اختر

جمع عثمانی رضی اللہ عنہ اور مستشرقین

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہے۔[1] اسی طرح صرف قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب ہے۔[2] اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کے باوجود مسلمانوں نے اس کی حفاظت کی ضرورت سے آنکھیں بند نہیں کیں۔ نہ صرف اس کا ایک ایک حرف اور حرکت محفوظ ہے بلکہ اس کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے بھی تسلسل اور تواتر سے پوری صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ہی اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔ اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے قرآن کے متن کے غیر معتبر ہونے کے نقطہ نگاہ کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں عہدِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

(۱) مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ پر مستشرقین کے اعتراضات میں سے نمایاں یہ ہیں۔

مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے سلسلے میں نولڈیکے (Noldeke) کے نقطہ نگاہ کو دیگر لوگوں نے اپنایا ہے اور یہ نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قبل قرآن مجید کا کوئی معیاری اور مرتب نسخہ موجود نہ تھا اور مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل ہی تھا۔ لہٰذا اگر مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ صحیح نہ تھا تو مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔[3] رچرڈ بل (Richard Bell) نے کہا ہے کہ قرآن مجید عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اختلافات کا شکار تھا اور مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل ہونے کی وجہ سے ناقص ہی ہے۔[4]

منٹگمری واٹ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کے متفرق اجزاء کو اکٹھا نہیں کیا جا سکا تھا۔[5]

S.E. Frost کہتے ہیں کہ قرآن مجید، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارہ برس بعد تک بھی جمع نہیں ہو سکا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے حل کا حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تعلیمات کا کھوج لگایا جائے۔[6] اس وقت جو نسخہ معرض وجود میں آیا وہ دیگر مذاہب، زرتشت۔ یہودیت اور عربی روایات کے علاوہ عوامی داستانوں کے ردی ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔[7]

Encyclopaedia of Islam میں Koran کے مقالہ نگار BUHL کا بھی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل تھا لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کوئی باقاعدہ مرتب نسخہ نہ تھا۔[8] آرتھر جیفری کہتے ہیں کہ ایک طویل عرصے تک قرآن مجید کے اصل متن کا تعین نہ ہو سکا۔ لوگ مختلف طریقوں سے قرآن مجید پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد مجاہد رحمہ اللہ نے متنِ قرآن مجید کا تعین کیا وہ

☆ ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ تاثر دیتا ہے کہ ایک طویل عرصہ تک متن متعین نہ ہونے کی وجہ سے اس میں سے بہت کچھ ضائع ہوگیا ہوگا۔ یہ مستشرق لکھتے ہیں کہ متنِ قرآن مجید کے تعین کا مسئلہ ابھی تک مسلمانوں کے ہاں اپنے بچپن کے دور میں ہے۔[9]
بہل یہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ نوآموز اور ناتجربہ کار کاتبوں کی طرف سے کچھ لاپرواہیاں اور غلطیاں ہوئیں۔[10]

⊙ نولڈیکے (Noldeke)، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدوین قرآن کی ساری کاروائی کو مشکوک بناتے ہوئے کہتا ہے:

....As to how they were conducted we have no trustworthy information, tradition being here too much under the influence of dogmatic presuppositions[11]

⊙ مستشرقین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کی حیثیت کم کرنے کے لئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ساری کاروائی سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کی۔ ورنہ جمع قرآن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ تھی۔

..... But essentially political object of putting an end to controversies by admitting only one form of the common book of religion and of law this measures was necessary.[12]

بلاشر[13] (Blachere) اور آرتھر جیفری[14] (Arthur Jeffery) نے بھی یہی نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے۔

⊙ اس طرح کا ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس کمیٹی کے باقی تینوں ممبران قریشی تھے۔ یہ تینوں حضرات طبقہ امراء سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ ایک مشترکہ مصلحت کی خاطر متحد ہو گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا تلفظ قرآن کا معیار بنے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کے ہم نوا بن گئے اور وہ ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش کے خواص میں سے نہیں ہیں۔[15]

⊙ اس مصحف پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مخصوص مقاصد کے سلسلے میں قرآن مجید کے کچھ حصے اس سے خارج کر دیئے۔

نولڈیکے (Noldeke) لکھتا ہے۔

It seems to me highly probable that this second redaction took this simple form, Zaid read off from the codex which he had previously written.....[16]

اسی بنیاد پر وہ قرآن مجید کے موجودہ نسخے کو نامکمل قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

Othman's Koran was not complete some passages are evidently fragmentry and few detached pieces are still extent which were originally part of the Koran. although have been omitted by Zaid. Amongst these are some which there is no reason to suppose Mohammad desired to suppress.[17]

وہ مزید لکھتا ہے۔

Zaid may easily have overlooked a few stray fragments , but he purposly ommited any

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

thing he believed to belong to the Koran is very unlike.(18)

تاویل القرآن کے مؤلف،ضربت عیسوی نے اسی بات کو دہراتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام آیات قرآن سے خارج کر دیں جن میں اہل بیت کے مناقب بیان کئے گئے تھے۔اسی طرح کہا گیا کہ قرآن مجید میں کچھ منافقین کے نام تھے۔اب ان لوگوں کی اولادیں مسلمان ہوگئیں تو مصلحت کی خاطر ان کے نام قرآن سے نکال دیے گئے۔(19)

یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبۃ کی آیت ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ...﴾ [التوبۃ: ۱۲۸] حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے پاس سے نہ ملی(20)

اس روایت سے بھی مستشرقین یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شاید اس طرح کی اور بھی آیات شاملِ قرآن ہونے سے رہ گئیں ہوں۔Tritton لکھتا ہے کہ دو ایسی سورتیں ہیں جو اس سے قبل موجود تھیں لیکن اب نہیں ہیں(21)

مستشرقین کہتے ہیں کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے نسخے کے علاوہ دیگر تمام مصاحف جلوا ڈالے اس طرح قرآن مجید کا بہت سا حصہ اس عمل میں ضائع ہوگیا اور قرآن کا حقیقی متن اگر ہم جاننا چاہیں بھی تو نہیں جان سکتے۔(22)

اس سلسلے میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'ما قبل عھد عثمان' کی قرأتیں اب ضائع ہوچکی ہیں(23) یہی موقف Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے اختیار کیا ہے(24) پادری فنڈر (Funder) نے میزان الحق میں اسی نقطہ نگاہ کو اپنایا ہے(25)

مارگولیتھ (Margoliuth) کا خلاصہ تحقیق بھی یہی ہے(26)

یہ نقطہ نگاہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو ایک متفقہ متن اور متفقہ تلفظ تیار نہ کر سکے۔(27) اگرچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اختلافات ختم کرنے کے لیے باقی نسخے جلوا دیے تھے۔لیکن اختلافات ختم کرنے کے لیے جلانے یا ضائع کرنے کا یہ عمل بالکل بے اثر تھا۔کیونکہ قرآن مجید تو لوگوں کے حافظے میں موجود تھا(28)

الف اس مصحف کی تیاری کے بعد بھی دیگر مصاحف موجود رہے۔(29)

ب اس طرح قرآن مجید کے متن میں اختلافات بھی موجود رہے۔(30)

یہی شخص لکھتا ہے کہ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ حقیقی قرآن نہیں ہے(31) وہ لکھتا ہے کہ اس مصحف کی کوئی ترتیب بھی نہ تھی۔(32) جو مصاحف دیگر ممالک کو روانہ کئے گئے ان میں بھی ہم آہنگی نہ تھی۔(33)

In this way there arose a perplexing confusion of readings and in place of the striving for uniformity that one would have expected people became accustomed to unlimited liberty in these matters so that did not hesitate to substitute for particular words their synonyms or to insert short explainatory additions. This freedom was all the more unbredled in its development as the unmayed caliphs had little feeling on such question and preferred to take care that passions were not aroused by state interference in such matters.(34)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ⓔ Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے تفسیر طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تیار کروائے ہوئے نسخے کو مستند اور صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے سورۃ 3 کی آیت نمبر ۱۰۰ اپڑھی جس میں اصل متن کے علاوہ کچھ اضافی الفاظ بھی تھے۔[35] اس بنا پر مقالہ نگار لکھتا ہے

If this is correct it is no wonder that others took still greater liberties. Various circumstances contributed to the continual variations in the form of the text.[36]

نولڈیکے لکھتا ہے کہ اس میں slight clerical errors باقی رہ گئیں تھیں[37]

مارگولیتھ (Margoliuth) (بقول اس کے) اس ابہام اور اغلاط کے بارے میں لکھتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس لئے کام پر لگایا کہ انتہائی ابہام کی موجودگی میں وہی اس متن کی وضاحت کر سکتے تھے۔ اس کے الفاظ میں:

Perhaps because in the extreme ambiguity and imperfection of the arabic script he alone could interpret the first edition with certainity.[38]

ⓕ پادری فنڈر نے یہ اعتراضات نقل کئے ہیں۔
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کا متن تیار کروایا۔ حالانکہ شیعہ انہیں کافر قرار دیتے ہیں۔
- اگر اصل قرآن اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قرآن ایک ہی تھا تو دوسرے قرآنوں کو جلایا کیوں گیا؟
- شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن کو خود گم کر دیا گیا۔[39]

ان تمام افکار و آراء کا بنیادی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ناقص ہی تھا۔ اس میں تصرفات بھی کر دیئے گئے اور اس کی ترتیب بھی بدل دی گئی۔

مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا جائزہ ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے لیں گے۔

① ان کی تحقیقات کے ذہنی فکری اور مذہبی پس منظر، ان کے مقاصدِ تحقیق اور ان کی تحقیقات کے مآخذ کا جائزہ لے کر واضح کیا جائے گا کہ ان کی تحقیقات کی اصلیت کیا ہے؟

② تاریخی شواہد کی روشنی میں واضح کیا جائے گا کہ ان لوگوں کے نتائجِ تحقیق محض ان کے خود ساختہ خیالات ہی ہیں۔ تاریخی حقائق ان کے نقطہ نگاہ کی تائید نہیں کرتے۔

③ عقلی و منطقی دلائل سے ان کے نقطہ نگاہ کا ردّ کیا جائے گا۔

صحیفِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا تجزیہ

قرآن حکیم یا اسلام کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے ذہنی پس منظر اور طریق کار کے بارے میں کچھ حقائق کو ملحوظ رکھنا ہوگا ورنہ ہم ان کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ جہاں تک اسلامی تحقیق کے دوران ان کے رویے اور ذہنی پس منظر کا تعلق ہے مستشرقین نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں اور وہ اس وقت 'قلمی صلیبی جنگ' (Crusade by Pen) میں مصروف ہیں۔[40]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ لوگ خالی الذہن ہو کر تحقیق نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے خلاف تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ہم غیر جانبدرانہ نہیں رہ سکے۔ اس صورت میں ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کی تحقیقات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔[41]

تحقیق کا بین الاقوامی مسلمہ اصول ہے کہ تحقیق شروع کرنے سے قبل اور تحقیق کے دوران محقق خالی الذہن اور غیر جانبدار رہے۔ پہلے سے طے شدہ کسی مقصد کو ذہن میں رکھے بغیر تحقیق کی جائے۔ اگر پہلے سے طے شدہ کوئی مقصد ذہن میں رکھ کر تحقیق کی جائے گی تو اسے تحقیق نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ مستشرقین کے ہاں اس بات کا مکمل فقدان ہے۔ وہ پہلے ایک مقصد طے کرتے ہیں پھر ہر طرح کے مآخذ سے اپنے مقصد کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلائل تلاش کرتے ہیں۔[42] ان کے ذہن میں مقصد یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں ثابت کریں کہ قرآن ایک طویل عرصے تک جمع نہیں کیا گیا اس کے لیے وہ محض اپنے ظن و گمان کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ مسلمان، متنِ قرآن کو محفوظ کرنے کے بارے میں غیر محتاط اور بے نیاز رہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور تک قرآن جمع نہیں کیا گیا[43] اس بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ ان تمام بنیادی حقائق و مسلمات کو بھول جاتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے ساتھ ہی قرآن کو سینوں اور کتابت کی صورت میں محفوظ کرنے کا بہترین اہتمام موجود تھا۔[44] ایک طرف مستند مآخذ کی روشنی میں ثابت شدہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن پہلے دن ہی سے محفوظ چلا آ رہا ہے، دوسری طرف بغیر کسی دلیل کے صرف ایک فقرے میں کہہ دینا کہ قرآن محفوظ نہیں ہے کسی طرح قرین انصاف نہیں ہے۔ عقل اور انصاف کا تقاضا ہے کہ حفاظتِ قرآن کے قابلِ اعتماد اہتمام اور مستشرقین کے ظن و گمان کو ہم پلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کوئی شخص تمام سائنس دانوں اور محققین کی تحقیقات کے بارے میں کہہ دے کہ میں ان کو نہیں مانتا تو اسے نہ ماننے کی کوئی دلیل بھی تو دینی چاہیئے۔ بغیر کسی دلیل کے اس کا دعویٰ ماننا قرین انصاف نہیں ہے۔ مثلاً اگر تاریخی واقعات کی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا گیا ہو تو اسے جھٹلانے کے لیے تاریخی شواہد پیش کرنے چاہئیں۔ اگر عقلی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا جائے تو اس کا توڑ بھی عقلی بنیاد پر کیا جانا چاہیئے۔ کسی شخص یا گروہ کا عقلی و نقلی شواہد کو جھٹلا دینا اور کہنا کہ میں ان دلائل کو نہیں مانتا، کسی صورت بھی قابلِ فہم نہیں ہے۔

مستشرقین کا قرآن کی عدم صحت کے بارے میں نقطہ نگاہ اس لئے بھی قابل قبول نہیں ہے کہ ان کے نقطہ نگاہ میں کوئی اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔ جس طرح مشرکینِ مکہ میں کوئی تو قرآن کو شاعر کا کلام کہتا تھا کوئی آپ ﷺ کو ساحر کہتا، کوئی مجنون کہتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ مشرکین کے اعتراضات کے بے بنیاد ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ کسی ایک موقف پر اکٹھے نہیں ہو سکے تھے سب کی زبانیں مختلف تھیں۔ مستشرقین کی حالت بھی بالکل ایسی ہی ہے۔ قرآن کی محفوظیت کے حوالے سے یہ لوگ تضادات کا شکار ہیں۔ مستشرقین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی سے ہی غیر محفوظ ہے اور لکھا نہیں گیا لہٰذا بعد میں اس کے اکٹھا ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں تو اکٹھا ہو گیا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے اصل متن کو باقی نہیں رہنے دیا۔ ایک تیسرا گروہ کہتا ہے کہ پہلے دونوں ادوار میں تو قرآن مکمل طور پر موجود تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ جن مآخذ کی مدد سے ان لوگوں نے تاریخ تدوینِ قرآن پر تحقیق کی وہ ان سب کے ہاں مشترک ہیں لیکن ان میں سے ایک نے ان مآخذ سے ایک موقف اختیار کیا ہے دوسرے نے اس کے بالکل برعکس نقطہ نگاہ اختیار کرلیا۔ یہ کیا تماشا ہے کہ ان میں سے ہر ایک گروہ کو قرآن عہدِ نبوی میں محفوظ ہوتا دکھائی دیتا ہے جبکہ انہی مآخذ سے دوسرا گروہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی اور زمانہ مابعد میں مکمل طور پر محفوظ نہیں ہوسکا۔ ایک ہی عینک سے ایک گروہ کو ایک تصویر سیدھی نظر آتی ہے اور دوسرے کو ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے۔ درحقیقت عینک ایک ہی ہے فرق بینائی کا ہے۔ جس کے اندر حقائق کو تسلیم کرنے کی صلاحیت و استعداد موجود ہے، اس عینک سے ان کی بینائی تیز ہوجاتی ہے اور جس کی آنکھوں میں بصارت کی قوت ہی نہیں ہے ان کے سامنے اندھیرا ہی رہتا ہے عینک کا شیشہ تو محض شیشہ ہے فرق تو دیکھنے والے کی بینائی کا ہے۔

تاریخ تدوینِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کے ردّ کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ خود تضادات کا شکار ہیں۔ قرآن کی صحت کے حق میں یہ بہت بڑی دلیل دی جاسکتی ہے کہ اس کے مخالفین اس کے بارے میں باہم متصادم و متضاد ہیں۔ اگر وہ سچے ہوتے تو وہ متفق الخیال ہوتے۔ باہم متصادم اعتراضات کر کے وہ محض دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

یہ لوگ ایک طرف کہتے ہیں کہ ماقبل عہدِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں جو قراءات مروج تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ نکال دیں۔ اسی طرح قرآن کے بہت سے حصے جن میں اہلِ بیت کے مناقب تھے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نکال دیئے۔ اس کے علاوہ بھی کئی حصے نکال دیئے گئے۔ دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسخہ وہی تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیار کروایا تھا۔

ایک طرف کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے تیار کردہ مصحف کے علاوہ باقی مصاحف جلوا دیئے دوسری طرف کہتے ہیں کہ اس مصحف کے بعد بھی دیگر مصاحف مروّج رہے۔ پھر تو یہ کہا جاسکتا ہے اگر بالفرض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں سے کچھ حصے نکال بھی دیئے تھے تو اس کے باوجود قرآن تو محفوظ ہی رہا کیونکہ ان حصوں کو نکالنے کے باوجود لوگ باقی بچ جانے والے مصاحف سے ان حصوں کو دوبارہ حاصل کرسکتے تھے۔

مستشرقین، اسلام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے تشکیک کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتابوں میں اسلامی تاریخ سے ثابت شدہ مسلمات کے بارے میں محض اپنے ظن و گمان کی بنیاد پر شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں مسلّمہ حقائق کے مقابلے میں ان کی کتابوں میں (Might be, Perhaps, may be, It may have so, It is assumed) کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ گویا ظن و تخمین اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ اگر ہم خالص عقل اور انصاف کی بنیاد پر ہی فیصلہ کریں تو عقل و انصاف یہی کہتا ہے کہ ایک طرف مسلمہ حقائق اور نصوص ہوں دوسری جانب اس طرح کا ظن و گمان ہو تو یقینی بات کو تسلیم کرنا چاہئے یا ظنی اور تصوراتی بات کو؟

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مستشرقین کے بارے میں اگرچہ یہ چرچا ہے کہ وہ معروضی اور غیر جانبدرانہ تحقیق کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک شخص ایک مخصوص مقصد کے تحت ایک نظریہ پیش کرتا ہے تو ان کی بہت بڑی تعداد اس کی تقلید میں وہی نظریہ اختیار کرلیتی ہے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مستشرقین کی اتنی بڑی تعداد نے یہ نقطہ نگاہ پیش کیا ہے حالانکہ یہ نقطہ نگاہ ایک فرد کا ہوتا ہے ایک جماعت کا نہیں ہوتا۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اکثر مستشرقین اسلامیات کے بنیادی مأخذ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ عربی زبان جانے بغیر اسلام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ تحقیق کا مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی نقطہ نگاہ بنیادی مآخذ پر مبنی ہونا چاہئے۔ خصوصاً قرآن کی صحت جیسے اہم ترین موضوع پر اظہارِخیال کرتے ہوئے وہی بات کرنی چاہئے جو واضح، قطعی اور ناقابلِ تردید ہو۔

کسی مسئلہ پر مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ہمیں اس اصولی بات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ وہ کس معیار کے مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی نقطہ نگاہ اختیار کرتے ہیں۔ مستشرقین کے ہاں مآخذ کی تقسیم اور درجہ بندی کا کوئی اصول موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں نے قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ میں باضابطہ طور پر مآخذ کی درجہ بندی کی ہے۔ شیخ عبدالحق اور دیگر لوگوں نے طبقاتِ کتب حدیث کا تعین کیا ہے۔ جو مقام پہلے اور دوسرے درجہ کی کتبِ حدیث کو حاصل ہے تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب کو حاصل نہیں ہے۔ احادیث و روایات کی قبولیت کے لئے معیار مقرر کیا ہے۔ محدثین نے قبول حدیث کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں۔ جرح و تعدیل کے واضح اصول موجود ہیں۔ اسماء الرجال کا علم محض اس لئے منظم و مرتب ہوا کہ جن لوگوں کے ذریعہ سے احادیث نقل ہوئی ہیں ان کے احوال کو جانا جا سکے۔ مستشرقین اس قسم کی کسی درجہ بندی سے نہ تو واقف ہیں نہ وہ تحقیق کے دوران اس طرح کی کوئی تمیز ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بخاری شریف اور الجاحظ اور الاغانی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ان کے مطلب کی بات الاغانی جیسی غیر معتبر کتاب سے ملتی ہے اور بخاری شریف میں اس سے مختلف بات موجود ہے تو وہ الاغانی سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔

مستشرقین ایک طرف کہتے ہیں کہ قرآن کا متن ایک طویل عرصے تک محفوظ نہیں کیا گیا دوسری طرف ولیم میور (Willium Muir) جیسا شخص پورے شد و مدّ سے ثابت کرتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں مکمل طور پر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ مستشرقین کے بارے میں ان بنیادی حقائق کے ذکر کے بعد اب ان کے نقطہ نگاہ کا حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔ سب سے پہلے اس پہلو پر روشنی ڈالی جائے گی کہ جمع عثمانؓ کی بنیاد بننے والا 'مصحفِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ' ناقص تھا یا ایک کامل نسخہ تھا۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ مستشرقین نے عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ میں تیار ہونے والے نسخے کو مشکوک بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسخہ کی نقل تھا دوسری طرف مصحف صدیق کے بارے میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی ناقص تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان کا نقطہ نگاہ یہ بھی ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنے کا کوئی مناسب بندوبست نہیں تھا اور اس دور میں قرآن مجید کا کوئی مکمل نسخہ تیار نہیں ہو سکا تھا۔ آئندہ سطور میں اس پہلو پر حقائق پیش کئے جائیں گے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں بھی ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ تھا اس سلسلے میں چند حقائق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

زبدۃ البیان فی رسوم مصاحفِ عثمان رضی اللہ عنہ میں روایت ہے:

"كان دأبُ الصحابة من أوّل نزول الوحي إلى آخره المسارعة إلى حفظه."(46)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یعنی نزولِ قرآن کے آغاز ہی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے حفظ کرلیا جاتا۔ اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرے کے ذہنی رجحانات کا جائزہ لیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس دور میں قرآن اور صحابہ رضی اللہ عنہم لازم وملزوم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی بیان کرتے وقت الگ سے ان کے حافظِ قرآن ہونے کی صفت کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی جاتی تھی۔ کیونکہ اکثر لوگ کسی نہ کسی طرح حافظِ قرآن تھے۔ حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب اُحد کی لڑائی کے بعد شہدائے اُحد کو دفن کرنے کا مرحلہ آیا تو کپڑے کی قلت کی وجہ سے ایک ہی کپڑے میں کئی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اکٹھے لپیٹ کر دفن کیا گیا۔ ایک کپڑے میں ایک سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لپیٹتے وقت آپ دریافت فرماتے کہ ان میں سب زیادہ قرآن کس کو آتا تھا۔ ترمذی شریف میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

فكثر القتلى وقلّت الثّياب قال: فكفن الرجل والرجلان والثلاثة في الثوب الواحد ثم يُدفنون في قبر واحد. قال فجعل رسول الله ﷺ يسأل عنهم «أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا». فيقدمه إلى القبلة (47)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہت سے شہید ہوئے اور کفن کے لیے کپڑوں کی قلّت ہوگئی تو ایک دو یا تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ دریافت فرماتے کہ'' ان میں سے سب سے زیادہ قرآن کس کو یاد تھا؟'' پس جس شخص کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہوتا اسے قبلہ کی طرف رکھتے''

حضور ﷺ کا اس انداز سے سوال فرمانا 'أیھم اکثر قرانًا' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہدائے اُحد میں قرآن سب کو یاد تھا۔ اکثر کو یاد تھا۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ یاد تھا۔ ورنہ آپ محض کی زیادتی ہی کے دریافت فرمانے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ یہ بھی دریافت فرماتے کہ ''ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو یاد نہیں''

اس استفسارِ نبوی ﷺ سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ حفظِ قرآن اور تعلیم کتاب اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم میں عام تھی کہ وہ ہر ایک کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے کہ کس کو کتنا قرآن آتا ہے۔

بیئرِ معونہ کا واقعہ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کی تعلیم کے لیے جارہے تھے کہ ان کو شہید کردیا گیا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت کے لیے مسلمانوں میں سے ستر حفاظ کو بھیجا گیا کہ وہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں۔ کیا یہ بات اس کی دلیل نہیں کہ اس وقت اس سوسائٹی میں حُفّاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ ایک مقام پر لوگوں کی تعلیم کے لیے بھیجے جانے والوں کی تعداد ستر تھی تو روزانہ جو جماعتیں اور وفود تعلیم قرآن کے لیے مختلف قبائل کو جاتے تھے انہیں نگاہ میں رکھیں تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سوسائٹی میں حُفّاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ مدینہ طیبہ کے اندر بھی تو مقامی ضرورت کے لیے حفاظ موجود ہوتے ہوں گے۔

۱۱ہجری میں مسیلمہ کے مقابلے میں مہاجرین و انصار کے کل ۳۰۰ افراد شہید ہوئے جن میں سے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم حافظِ قرآن تھے (48)

ابن الندیم نے ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ حضراتِ گرامی شامل ہیں:

عبداللہ بن عمرو بن العاص، قیس بن صعصعہ، سعد بن منذر بن اوس، عبداللہ بن عمر، عقبہ بن عامر الجہنی، ابوالدّرداء، تمیم داری، معاذ بن الحارث الانصاری، عبداللہ بن سائب، سلیمان بن ابی حشمہ، ابی بن کعب، زید بن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ثابت، معاذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن الصامت، عثمان بن عفان، عبداللہ بن طلحہ، ابوموسیٰ الاشعری، عمرو بن العاص، ابوہریرہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن الیمان، عبادہ بن صامت، ابوحلیمہ، مجمع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، سعد بن عبادۃ، ابن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن ذوالجناوین، عبید بن معاویہ، ابوزید رضی اللہ عنہم (49)

عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (م 65ھ) جن کے بارے میں روایات بیان کی گئی ہیں کہ انہوں نے قرآن لکھا بھی تھا اور وہ حافظِ قرآن بھی تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی تھی کہ میرا حافظہ کمزور ہے اور انہوں نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی تھی کہ انہیں احادیث لکھنے کی اجازت دیں۔ (50) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک ضعیف الحافظہ شخص قرآن کا حافظ تھا تو تیز حافظے والوں کا کیا عالم ہوگا۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ رات کو پڑھا جانے والا قرآن دن کو دوسروں کو سناتے تھے۔ (51) سعد بن منذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فتح الباری میں روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں تین روز میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دی جائے۔ (52) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات میں اسے ختم کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں منع فرما دیا اور ایک ماہ میں ختم کرنے کی اجازت دی۔ (53)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات میں اسے ختم کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں منع فرما دیا اور ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم فرمایا۔ (54) مشہور صحابی تمیم داری رضی اللہ عنہ بھی حافظِ قرآن تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پڑھاتے تھے۔ طبقات میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ نمازِ تہجد میں سات راتوں میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ (55) علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے، جو فن رجال و تاریخ کے بہت ماہر تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال سے بہت گہری واقفیت رکھتے تھے۔ طبقات القراء میں لکھتے ہیں:

"فأما من حفظه كله منهم وعرض على النبي ﷺ فجماعة من نجباء أصحاب محمد ﷺ انتدبوه قراءة وانتصبوا لأداءه فكان من حملتهم سبعة أئمة أعلام قرأت عليهم أسانيد القران."(56)

ان کے اس کلام سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت سے لوگ حافظِ قرآن تھے۔ گذشتہ سطور میں ابن الندیم کے حوالے سے حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی بیان کئے گئے ہیں اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں دیگر بہت سے حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔ (57)

کنز العمال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو لکھا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے سے حفاظِ قرآن کے ناموں پر مبنی فہرستیں مرکز کو روانہ کریں تا کہ بیت المال سے ان کے وظائف مقرر کئے جائیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تنہا اپنے علاقے سے تین سو سے کچھ اوپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی پر مشتمل فہرست ارسال کی۔ (58)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفتاح السعادۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔

"علي ابن أبي طالب رضى الله عنه عرض القرآن على النبي ﷺ وهو من الذين حفظوا القرآن أجمع بلا شك عندنا. وقد أبعد الشعبي في قوله إنه لم يحفظه. قال يحيى ابن آدم: قلت لأبي بكر بن عياش: يقولون إن عليًا لم يقرأ القرآن. فقال: أبطل من قال هذا."(59)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے تمام قرآن پڑھا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں قرآن مکمل طور پر یاد تھا۔ امام شعبی رحمہ اللہ کو اس شخص پر بہت حیرت ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآن پورا یاد نہ تھا یحیٰی بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پورا قرآن یاد نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ قول باطل ہے"

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن الذين جمعوا القرآن على عهد النبي ﷺ لا يحصيهم عدد ولا يضبطهم أحد."(60)

"بیشک جن لوگوں نے عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن جمع کیا تھا ان کی تعداد شمار کرنا مشکل ہے"

گذشتہ سطور میں جن اصحاب رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کئے گئے ہیں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ان میں ابوموسیٰ اشعری، مجمع بن جاریہ، قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، ام ورقہ بن نوفل، اور ابنتہ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہم کے ناموں کا اضافہ کیا ہے۔(61)

مذکورہ بالا جن اصحاب رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی پیش کئے گئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم لکھ کر محفوظ کیا تھا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے جمع قرآن پر جمع فی الصدر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس شبہ کا ازالہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ حفاظِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تو شمار میں لانا مشکل ہے۔ جنگ یمامہ میں ستر حفاظ شہید ہوئے۔ بئیر معونہ کے موقع پر ستر حفاظ شہید ہوئے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے حفاظ کی تعداد تیس تک تو فتح الباری اور عمدۃ القاری میں موجود ہیں۔(62)

لہٰذا یہاں جمع کتابی مراد ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بیان قابل ذکر ہے۔

المراد بالجمع الكتابة فلا ينفي أن يكون غيرهم جمعه حفظا عن ظهر قلب وأما هؤلاء فجمعوه كتابة وحفظوه عن ظهر قلب.(63)

کتابتِ وحی کے سلسلے میں تفصیلی روایات ملتی ہیں کہ نزول وحی کے فوراً بعد اس کو لکھ لیا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنت أكتب الوحي لرسول الله ﷺ وكان إذا نزل عليه الوحي أخذته برَحَاءٌ شديدة وعرقا مثل الجمان، ثم سرّي عنه، فكنت أدخل عليه بقطعة الكتف أو كسوة، فأكتب وهو يملي عليّ، فما أفرغ حتّى تكاد رجلي تنكسر من ثقل القرآن حتّى أقول لا أمشي علىٰ رِجلَيّ أبداً، فإذا فرغت، قال: اقرأه فإن كان فيه سقط أقامه ثم أخرج به إلى الناس.(64)

"میں رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی تھی۔ اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی نہیں چل سکوں گا۔ جب میں فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپؐ اس کی اصلاح فرما دیتے پھر اسے لوگوں کے لئے لے آیا جاتا''

عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن کے مکمل شکل میں موجود ہونے پر مزید دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کے بارے میں لاتعداد روایات موجود ہیں کہ آپؐ مختلف نمازوں میں کون کون سی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدد سورتوں کے فضائل بیان فرمائے۔ مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے قرآن کی مخصوص سورتیں تلاوت کرنے کی ترغیب دی۔ فضائلِ سورت پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کا متن عہدِ نبوی ﷺ میں مرتب شکل میں مکمل طور پر موجود تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورتوں میں آیات کی تعداد، ان کی طوالت اور ان کے نام عہدِ نبوی ﷺ میں معروف تھے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ، جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اور آخری سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اگر مفروضے کے طور پر مستشرقین کی بات ایک لمحہ کے لیے مان لی جائے کہ قرآن مکمل حالت میں عہدِ نبوی ﷺ میں ہی موجود نہیں رہا تھا، تو اس صورت میں جبریل علیہ السلام، حضور ﷺ کو یاد دلا دیتے کہ قرآن کے فلاں فلاں حصے غائب ہو گئے ہیں۔ اس حوالے سے Rodwell نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ لکھواتے تھے وہ ایک صندوق کے اندر جمع کرتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت وہ سارا کچھ ایک جگہ اکٹھا موجود تھا۔[64(a)]

جمع القرآن فی عہد النبی ﷺ کے لئے مزید تفصیلات کے لئے بخاری، کتاب فضائل القرآن ، باب جمع القرآن ، باب كاتب النبي ﷺ باب أنزل القران علىٰ سبعة أحرف ، باب تأليف القران ، باب كان جبريل يعرض القران على النبي ﷺ ، باب القراء من أصحاب رسول الله ﷺ احادیث نمبر 4978 تا 5005 کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ نزولِ وحی کے فوراً بعد کتابت قرآن کے بارے میں مزید تفصیلات مسند احمد، ترمذی ، نسائی، ابوداؤد، ابن حبان، حاکم کی مستدرک کے علاوہ فتح الباری میں موجود ہیں۔[(65)] علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں بھی تفصیلات بیان کی ہیں۔[(66)] طبرانی نے بھی عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کے مکمل طور پر لکھے جانے اور حافظوں میں محفوظ ہونے پر اپنی اوسط میں ثقہ رجال سے روایت بیان کی ہے۔[(67)]

اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے:

قال عثمان رضى الله عنه كان رسول الله ﷺ مما يأتي عليه الزّمان وهو ينزل عليه السور ذوات العدد فكان إذا نزل عليه الشيء دعا بعض من كان يكتب فيقول: «ضَعُوْا هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ فِيْ السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا» . فَإِذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ:«ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي سُوْرَةٍ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا» .[(68)]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی ایک یا ایک سے زائد سورتیں نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارے میں بھی فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں شامل کر دیں۔''

مسند احمد حنبل میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

«أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَضَعَ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰذَا لِمَوْضِعِ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَالْاِحْسٰنِ ...﴾ »۔[69]

''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو جو فلاں سورت کی ہے۔ فلاں مقام پر درج کر دوں۔ اور وہ آیت یہ تھی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسٰنِ...﴾ [النحل:۹۰]

بخاری شریف میں روایت ہے کہ:

لما نزلت ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ قال النبي ﷺ: «اُدْعُ لِي زَيْدًا وَيَجِيْءُ بِاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْكَتِفِ -أَوْ الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ-» . ثُمَّ قَالَ: اُكْتُبْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ......﴾» .[70]

''جب آیت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ......﴾ [النساء: ۹۵] نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زید کو میری طرف بلایا جائے اور وہ تختی اور قلم اور کتف اور دوات لے کر آئیں پھر فرمایا ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ﴾ لکھو''

ان روایات میں غور کریں تو دو اہم باتیں سامنے آتی ہیں کہ

① نزول وحی کی کیفیت جوں ہی ختم ہوتی ۔حضور ﷺ فوراً نازل شدہ وحی کو لکھوا لیتے۔

② یہ کتابت اس انداز سے ہوتی تھی کہ ایک مکمل نسخہ معرض وجود میں آ رہا تھا۔ اوّل الذکر کے متعلق مجمع الزوائد کی روایت پیش کی جاسکتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کیفیت وحی ختم ہوجاتی ہے تو فكنت أدخل عليه بقطعة الكتف ...... کہ میں لکھنے کا سامان قلم، دوات اور سلیٹ وغیرہ لے کر حاضر ہوجاتا۔[71]

محققین نے بہت سی ایسی روایات کا ذکر کیا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نزولِ وحی کے بعد جس کام کے لئے سب سے زیادہ مستعد و بے قرار رہتے تھے وہ کتابتِ وحی کا فریضہ ہی ہوتا تھا۔

یہ حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن کے کسی حصے کا ضائع ہو جانا محال تھا اس قسم کے شواہد یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ جو ہستی اس سلسلے میں اس قدر محتاط ہو کیا اس نے قرآن غیر مربوط اور نامکمل شکل میں ہی امت کو دیے دیا ہوگا؟ حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے تاہم عالمِ اسباب میں بھی حضور ﷺ کے ذریعے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔ عرضہ اخیرہ میں حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ قرآن سنایا اس کے بعد چھ ماہ کے عرصے میں کیا حضور ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول ہی نہ ہوئی کہ جو کتاب میں دے کر جا رہا ہوں کیا وہ مکمل شکل میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ جبکہ آپ ﷺ کو حضرِ اجل کا خیال ذہن میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس قسم کی فروگذاشت تو ایک معمولی ذمہ دار شخص بھی نہیں کرسکتا۔

نزولِ قرآن کی کیفیت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ قرآن مجید کو حضور ﷺ نے ترتیب بھی دیدی تھی۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی کچھ آیات ایک ہی دن نازل ہوئیں اور حضور ﷺ نے یہ آیات ایک کاتب مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھوا دیں۔ انہیں لکھوانے کے بعد آپ ﷺ نے معمول کے مطابق پڑھوا کر سن بھی لیا۔ اس کے بعد باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان آیات کو لکھ لیا۔ پھر اس کے بعد کچھ اور آیات نازل ہوئیں۔ جن میں کچھ سورۃ بقرہ اور کچھ سورۃ آل عمران کی تھیں۔ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے ان کا مقام بتا دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس کے مطابق ان آیات کو لکھوا دیا۔ پڑھوا کر سنا اور پھر ان کی اشاعت فرما دی۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ جب سورۃ البقرۃ کی گیارھویں آیت لکھی گئی تو حضور ﷺ نے اسے سنا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ نے صرف اسی ایک آیت کو سنا۔ یا اس سے پہلے کی دس آیات بھی سنیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یا کم از کم وہ آیت سنی جو گیارھویں آیت کے متصل واقع ہے۔ اس کو بھی سنا۔ ظاہر ہے کہ صرف گیارھویں آیت سننے سے یہ تو واضح ہو جائے گا کہ یہ آیت گیارھویں یعنی اپنے نمبر پر لکھی گئی ہے یا نہیں؟ جب تک کہ کاتب کے پاس پہلے کی نازل شدہ اس سورت کی تمام کی تمام دس آیات لکھی ہوئی موجود نہ ہوں اور ان کا ربط ان آیات کے ساتھ نہ ہو۔

اس کے ساتھ اس روایت کو ذہن میں رکھیں جس میں سورۃ النساء کی آیت

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس بات کا اطلاق اگر ہم تمام کاتب صحابہ رضی اللہ عنہم پر کریں تو یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہ جاتی کہ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن مجید کے مکمل (Up to date) نسخے تیار ہو رہے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنا نؤلف القر ان من الرقاع .(72)

اس بیان کی تشریح امام بیہقی رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں۔

" المراد بالتأليف ما نزل من الاٰيات المفردة في سورها وجمعها ."(73)

یعنی جن سورتوں کی جو جو آیات اس وقت تک نازل ہو چکی ہوتی تھیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو سورتوں کے ان ان مقامات پر ترتیب دے کر لکھا کرتے تھے جہاں جہاں انہیں ہونا چاہئے تھا۔ مختلف سورتوں میں جو جدید اضافے وحی کے ذریعے ہوتے رہتے تھے انہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر جوڑتے تھے اور یوں قرآن کی ان سورتوں کے وہ نسخے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جمع ہوتے جاتے تھے تدریجاً مکمل ہوتے رہے۔

اس روایت کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ."

''یہ شیخین کی شرط پر صحیح حدیث ہے''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ تالیف سے مراد یہ ہے کہ ہم آیات کو ان کے اصل مقام پر رکھ رکھ کر جوڑا کرتے تھے جہاں جہاں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔(74)

عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں قرآن جمع کرتے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ سورۃ براۃ کی آخری آیات کسی سے نہ مل سکیں' بھی اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ یہ آیات کس سورت کی ہیں اور انہیں کس جگہ لکھنا ہے۔ ورنہ تو یہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

''دو آیات مل نہیں رہی تھیں جب وہ مل گئیں تو ہم نے انہیں سورۃ براۃ کے آخر میں لکھ دیا۔''

عہد صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن......مقصد اور نوعیت

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں قرآن کی کتابت اور جمع قرآن کی کاروائی میں مقصد اور نوعیت کے اعتبار سے نمایاں فرق ہے۔ اس دور میں جمع قرآن کے اقدام کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن لکھا ہوا موجود ہی نہ تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہوا موجود تھا۔ اس کے لاتعداد نسخے مکمل شکل میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موجود تھے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن لکھا ہوا مرتب شکل میں موجود تھا تو پھر عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دوبارہ اس کاروائی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔اس بات کو ہم روایات کی روشنی میں واضح کریں گے۔

الاتقان میں خطابی کا قول نقل کیا گیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

"إنما لم يجمع ﷺ القرآن في المصحف ... وقد كان القرآن كتب كله في عهد رسول الله ﷺ لكن غير مجموع في موضع واحد ."(75)

''نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو ایک مصحف کی شکل میں جمع نہیں فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید مکمل طور پر لکھا تو جا چکا تھا۔لیکن وہ یکجا نہیں تھا''

اسی طرح ایک اور روایت بھی الاتقان میں ہے:

وقال الحارث المحاسبي في كتاب فهم السنن كتابة القرآن ليست بمحدثة فإنه ﷺ كان يأمر بكتابته ولكنه كان مفرقا في الرقاع والأكتاف والعسب فإنما أمر الصديق بنسخها من مكان إلى مكان مجتمعا وكان ذلك بمنزلة أوراق وجدت في بيت رسول الله ﷺ فيها القرآن منتشر فجمعها جامع وربطها بخيط حتّى لا يضيع منها شيءٌ. (76)

''حارث محاسبی فہم السنن میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی کتابت کوئی نئی بات نہ تھی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔لیکن اس وقت یہ رقاع، اکتاف اور عسیب میں متفرق و منتشر حالت میں تھا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے مرتب طریقے سے یکجا کرنے کا حکم دیا۔اور یہ ان اوراق کی طرح تھا جو حضور ﷺ کے گھر سے پائے گئے تھے ان میں قرآن منتشر طور پر لکھا ہوا تھا۔اسی کو جامع نے جمع کر دیا۔اور ایک دھاگے کے ساتھ اس طرح پرو دیا کہ اس میں سے کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا''

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں روایت بیان کی ہے:

جمع القرآن ثلاث مرات إحداها بحضرة النبي ﷺ ثم أخرج بسند على شرط الشيخين عن زيد ابن ثابت قال: كنا عند رسول الله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع ...... الثانية بحضرة أبوبكر .(77)

''قرآن تین مرتبہ جمع کیا گیا ہے۔پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے عہد میں جمع ہوا تھا۔پھر انہوں نے ایک سند پر جو شیخین کی شرط کے مطابق ہے، بیان کیا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر قرآن کو مختلف پرچوں سے مرتب کیا کرتے تھے۔ دوسری مرتبہ قرآن جمع کرنے کا کام عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوا۔تیسری مرتبہ یہ کام عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے قرآن کو کتابی شکل میں اس لئے نہیں دیا تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں قرآن ابھی نازل ہو رہا تھا۔ظاہر ہے کتابی شکل تو اسی وقت دی جا سکتی تھی جب یہ یقین ہو جاتا کہ اب مزید وحی نازل نہیں ہونی اور آئندہ جو وحی نازل ہونی تھی اسے کس جگہ رکھنا تھا۔یہ اسی وقت ممکن تھا جب کہ قرآن مکمل نازل ہو چکا ہوتا۔

ان تمام حقائق وشواہد کی موجودگی میں یہ سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید لکھا ہوا ہونے کے باوجود عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دوبارہ اس کام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔عہدِ نبوی ﷺ میں جونہی کوئی آیت نازل ہوتی فوراً اسے لکھوا لیا جاتا۔لیکن چونکہ وحی کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔اس لئے حضور ﷺ نے قرآن کو بین الدفتین یا ایک کتاب کی شکل نہیں دی کہ اسے سرکاری نسخہ کہا جاتا۔لیکن یہ بین الدفتین شکل عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دی گئی۔عہدِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نبوی ﷺ اور عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ کے مصحف میں فرق صرف اسی قدر تھا کہ حضور ﷺ با قاعدہ ایک معیاری نسخہ، جسے سرکاری حیثیت حاصل ہو، امت کو دے کر نہیں گئے۔ لیکن ایک سرکاری نسخے کے نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرتب نسخہ نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت تو لاتعداد نسخے معرض وجود میں آ چکے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سرکاری نسخہ تیار کروا دیا۔ چونکہ مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ کو مشکوک بنانے کے لیے مستشرقین مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی غلط انداز سے پیش کرتے ہیں اس لئے مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کی تیاری کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔

عہدِ صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن مجید کا طریق کار اور شرائط

اس وقت یہ طریق کار اختیار کیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا:

"اقعدا على باب المسجد، فمن جاء كما بشاهدين على شيءٍ من كتاب الله فاكتباه. (78)

''مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور جو شخص کتاب اللہ کا کوئی حصہ لے کر آئے اور اس پر دو گواہ پیش کرے تو وہ حصہ لکھ لیا کرو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے۔ (79)

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ دو عادل گواہ حفظ کے لیے اور دو عادل گواہ کتابت کیلئے۔ یعنی کل چار گواہ پیش کئے جائیں تو قرآنی آیت کا ٹکڑا قبول کیا جائے ورنہ قبول نہ کیا جائے۔ (80)

جمہور علماء اس کی دلیل میں ابن ابی داؤد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب کے طریق سے روایت کی ہے۔

قدم عمر ، فقال: من كان تلقى من رسول الله ﷺ شيئًا من القرآن فليأت به ، وكانوا يكتبون ذلك في الصحف والألواح والعسبِ وكان لا يقبل من أحد شيئًا حتّٰى يشهد شهيدان. (81)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے قرآن کا کچھ حصہ حضور ﷺ سے سن کر یاد کیا ہو وہ پیش کرے۔ لوگ ان دنوں قرآن کریم کی آیات کو صحیفوں تختیوں اور کھجور کی چھوٹی ٹہنیوں پر لکھا کرتے تھے۔ جب تک دو گواہ شہادت نہ دیتے تب تک آپ کسی کی پیش کردہ آیات کو قبول نہیں کرتے تھے''

علامہ سخاوی رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

المراد أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله ﷺ. (82)

مقصد یہ ہے کہ دو گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ یہ آیات حضور ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں کس قدر احتیاطی تدابیر اختیار کی گئیں اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ

اس کے باوجود کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تینوں حفاظِ قرآن تھے۔ (83) وہ چاہتے تو اپنی یاداشت اور حفظ کی بنیاد پر ایک نسخہ لکھ دیتے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے حکم صادر فرما دیتے کہ آئندہ سے یہ نسخہ سرکاری نسخہ کہلائے گا۔ لیکن انہوں نے امت کا اجماع منعقد کرنے کی خاطر ایک باضابطہ اور باقاعدہ طریقہ اختیار کیا۔ کسی کو اس طریق پر نہ اعتراض ہو سکتا تھا اور نہ کسی نے اعتراض کیا۔

احتیاط کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ایک آیت لے کر آئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیکن یہ آیت آپ نے اکیلے ہی پیش کی۔ کسی اور نے ان کی تائید نہیں کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ یہ آیت قرآن میں شامل نہیں کی گئی۔ (84)

احتیاط کی تیسری مثال سورۃ التوبۃ کی آخری آیت ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کی کمیٹی کے دیگر ارکان کی طرح یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی یاد تھی لیکن انہوں نے اسی معیار پر عمل کیا۔ اور یہ آیت چونکہ اسی معیار پر پورا نہیں اتر رہی تھی۔ اس لئے اسے قبول نہیں کیا گیا۔ اسی وقت انہیں شامل قرآن کیا گیا جب وہ معیار پر پورا اتری۔ (85)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ

''میں نے ان آیات کو صرف ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پایا'' (86)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خبر واحد کے ساتھ قرآن کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بذات خود یہ آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ اور ان کو یہ معلوم تھا کہ یہ آیات کہاں اور کس سورۃ سے متعلق ہیں۔ اس ضمن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاش تائید و تقویت کے لئے تھی۔ اس لئے نہیں کہ آپ قبل ازیں ان آیات سے آگاہ نہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جمع و تدوین قرآن کا کام ایک سال کی مدت میں تکمیل کو پہنچا اس کام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنظر استحسان دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کام کے بارے میں فرمایا۔

"رحم الله أبا بكر ، هو أوّل من جمع كتاب الله بين اللوحين . (87)

''اللہ تعالیٰ، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو بین اللوحین جمع کیا''

ان تمام تفصیلات سے ایک انصاف پسند انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کیا مسلمان طویل عرصہ تک قرآن مجید کے متن کو محفوظ کرنے کے بارے میں لاپرواہ رہے اور کیا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں کوئی نسخہ مرتب نہیں ہوا تھا۔ ایک طرف اس قدر اہتمام و احتیاط سے تیار ہونے والا نسخہ ہے اور دوسری طرف مستشرقین کی یہ رَٹ کہ قرآن کا کوئی نسخہ عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ تک تیار نہ ہوسکا، کسی طرح بھی قرین حقیقت اور قرین عقل و انصاف نہیں ہے۔

عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت تک اسلامی مملکت وسیع علاقے تک پھیل چکی تھی۔ اور عرب کے علاوہ عجم کے علاقے اسلامی حکومت کا حصہ بن چکے تھے۔ قرآن مجید لوگوں کا مرکز و محور تھا۔ لوگوں کی سہولت کے لیے بعض مقامات پر ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت بھی موجود تھی۔ دوسری طرف 'سبعہ احرف' بھی موجود تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سات حروف کے ساتھ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے شاگردوں کو بھی انہی کے مطابق پڑھایا۔ جب اسلامی مملکت کی حدود عجم تک وسیع ہوئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم ان علاقوں میں بھی پھیل گئے۔ ہر مفتوحہ علاقے میں سرکاری طور پر معلمین متعین کئے جاتے تھے (88) اس طرح معلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے سبعہ احرف کے مطابق قرآن پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم عرب و عجم کے وسیع علاقے میں پھیل گئے۔ جب تک لوگ سبعہ احرف کی حقیقت سے آگاہ تھے اس وقت تک مسئلہ پیدا نہ ہوا۔ لیکن جب یہ اختلاف دور دراز علاقوں تک پھیل گیا اور جن لوگوں پر یہ بات واضح نہ تھی کہ سبعہ احرف کی سہولت کا اصل مقصد کیا تھا۔ اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ ہوسکی کہ قرآن کریم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سات حروف میں نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے [89] ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر اور جائز قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے دوسری طرف یہ مسئلہ بھی تھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے ایک نسخہ، جو مدینہ طیبہ میں موجود تھا، کے علاوہ پورے عالم اسلام میں کوئی معیاری نسخہ موجود نہ تھا جو پوری امت کے لیے معیار اور حجت بن سکے۔ کیونکہ اس نسخے کے علاوہ دوسرے نسخے انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ اس لئے جھگڑوں کے حل کی کوئی قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ کونسی قراءت درست اور کونسی غلط ہے؟ متن قرآن پر کسی اختلاف سے بچنے کے سلسلے میں یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رونما ہوا۔ ان کے اس کارنامے کی تفصیلات، روایات میں موجود ہیں۔

حضرت خذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھے وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قرائتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ واپس آتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور پوری صورت حال واضح کی۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب اللہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے۔ آپ اس اختلاف کا علاج فرمالیں۔ میں آرمینیہ کے محاذ پر مصروفِ جہاد تھا کہ میں نے دیکھا کہ شام کے رہنے والے لوگ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی۔ اور اہل عراق، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوتی۔ اس بناء وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ [90]

اس سلسلے میں علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل بيته حتّى اتى عثمان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس. قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرؤون بقرائة أبيّ بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرؤون بقراءة عبدالله ابن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام، فيكفر بعضهم بعضا ...... [91]

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوۃ سے واپسی ہوئی تو واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین لوگوں کی خبر لیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیہ گیا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا ہوتا۔ اس اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان کا واقعہ بخاری شریف میں یوں بیان ہوا ہے:

عن ابنِ شهاب أن أنس بن مالك حدثه أن حذيفة بن اليمان قدم على عثمان وكان يغازي أهل الشام في فتح أرمينية وآذربيجان مع أهل العراق، فأفزع حذيفة اختلافهم في القرائة، فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اليهود والنصارىٰ. فأرسل عثمان إلى حفصة أن أرسلي إلينا بالصحف ننسخنها في المصاحف، ثم نردها إليك. فأرسلت به حفصة إلىٰ عثمان، فأمر زيد بن ثابت وعبدالله ابن زبير وسعيد بن العاص وعبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف، وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما أنزل بلسانهم. ففعلوا، حتّى إذا نسخوا الصحف في المصاحف، فردّ عثمانَ الصحف إلىٰ حفصة، وأرسل إلىٰ كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سوامن القرآن في محل صحيفة أو مصحف أن يحرق.(92)

''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آذر بائیجان کے معرکے کے بعد حاضر ہوئے انہیں قرائاتِ قرآن میں باہمی اختلاف نے بہت پریشان کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگے۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس قرآن حکیم کے نوشتہ صحیفے اور اجزاء بھیج دیں ہم انہیں نقل کر لیں گے اور ایک مصحف کی شکل میں جمع کر لیں گے پھر انہیں آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا کہ وہ ان صحائف کو ایک مصحف میں نقل کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جماعت قریش کے تینوں افراد (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ) کو فرمایا کہ جب تم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں قرآن کریم کی کسی آیت کے لکھنے میں اختلاف ہو تو پھر اسے لغتِ قریش میں لکھنا کیونکہ قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب یہ حضرات ان صحائف کو نقل کر چکے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اصل صحائف کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا دیا۔ اور ہر علاقے میں ایک ایک مصحف ارسال کر دیا اور یہ حکم صادر فرما دیا کہ ان کے علاوہ جو مجموعے اور صحیفے لوگوں کے پاس لکھے ہوئے موجود ہوں ان کو جلا دیا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہونے والے ان اختلافات کے بارے میں ابن اشتہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

اختلفوا في القرآن على عهد عثمان رضى الله عنه حتّى اقتتل الغلمان والمعلمون، فبلغ ذلك عثمان ابن عفان فقال: عندي تكذبون وتلحنون فيه، فمن نأى عني كان أشد تكذيباً وأكثر لحناً، يا أصحاب محمّد اجتمعو فاكتبوا للناس إماما.(93)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی شاید اس خطرے سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ منورہ کے اندر ایسے واقعات پیش آئے کہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہونے سے اختلاف کی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی (94) جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ میری قراءت تمھاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بات کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ 'میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق باقی نہ رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔''

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ

''أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون فمن نأى عني من أهل الأعصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد (ﷺ)! فاكتبوا للناس إماماً.''(95)

تم لوگ مدینہ منورہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب و اختلاف کرتے ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ مل کر قرآن کریم کا ایک ایسا نسخہ تیار کرو جو سب کے لیے واجب الاقتداء ہو۔

مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وضاحت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کا ایک مصحف تیار کروانے کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاسی پالیسی یا ذاتی مقاصد کے لئے یہ سب کچھ کیا۔ آذر بائیجان سے واپسی کے فوراً بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا امیر المؤمنین کے پاس آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اس اختلاف سے بڑے پریشان تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ بھی اس کی سنگینی کو فوراً سمجھ گئے۔ اس صورتحال میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی اور انفرادی مصاحف ختم کر کے قرآن کریم کے معیاری نسخے عالم اسلام میں نہ پھیلائے گئے تو زبردست فتنہ رونما ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے مندرجہ ذیل کام کئے۔

(۱) قرآن کریم کے سات معیاری نسخے تیار کروائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کیا۔

(۲) یہ سات نسخے درحقیقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والے نسخے کی نقل تھے۔ متن کے اعتبار سے ان دونوں مصاحف میں کوئی فرق نہ تھا۔ صرف رسم الخط کا فرق تھا۔ اس میں قریش کی لغت کو بنیاد بنایا گیا۔ ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں 'ساتوں حروف' سما سکیں۔ چنانچہ یہ مصاحف نقاط اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھا جا سکتا تھا۔ (جمع عثمانی کی حقیقی نوعیت صرف یہ نہیں ہے کہ وہاں نسخ ہوا تھا بلکہ وہ بھی ایک باقاعدہ جمع تھی۔ تفصیل کے لئے مذکورہ شمارہ میں مضمون 'جمع عثمانی روایات کے تناظر میں' ملاحظہ فرمائیں، نیز رسم مصحف خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ ہے یا توقیفی ہے اس بارہ میں قراءات نمبر حصہ اول اور دوم میں مضمون 'رسم عثمانی کی شرعی حیثیت' دیکھ سکتے ہیں۔) (ادارہ)

(۳) جتنے انفرادی نسخے لوگوں نے تیار کر رکھے تھے ان سب کو نذر آتش کر دیا گیا۔ اگر لوگوں کے انفرادی نسخے باقی رہتے تو اختلاف کی بنیاد باقی رہتی۔ لوگ پھر بھی الگ الگ نسخوں کو بنیاد بنائے رکھتے۔ اس لئے انہیں ختم کرنا ہی قرین مصلحت تھا۔

(۴) یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جو نسخے لکھے جائیں وہ اسی کے مطابق تیار کئے جائیں۔

(۵) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخے میں الگ الگ سورتیں تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مرتب کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔(96)

ان اقدامات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام عالم اسلام میں رسم الخط اور ترتیب سوَر کے اعتبار سے تمام مصاحف میں یکسانیت ہو۔ اس بات کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ہوجاتی ہے۔ جو ابن داوٗد نے کتاب المصاحف میں نقل کی ہے۔

قال علي: لا تقولوا في عثمان إلّا خيراً، فوالله! ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملإ منا . قال: ما تقولون في هٰذهِ القرلة فقد بلغني أن بعضهم يقول: إن قراءتي خير من قراءتك وهذا يكاد أن يكون كفراً . قلنا: فما ترٰى؟ قال: أرىٰ أن نجمع الناس علىٰ مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف . قلنا: فنعم ما رأيت .(97)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے علاوہ نہ کہو کیونکہ انہوں نے اللہ کی قسم مصاحف کے بارے میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ جو کفر کے قریب تر پہنچتی ہے۔'' اس پر ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تا کہ کوئی افتراق واختلاف باقی نہ رہے۔ ہم سب نے کہا کہ آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی۔''

اس روایت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے الفاظ 'أن نجمع الناس على مصحف واحد' ہمارے موضوع کے اعتبار سے خاص توجہ کے حامل ہیں کہ آپ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ایک مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لیے یکساں اور معیاری ہو اور اس کے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار یا منسوخ یا کسی شاذ قراءت پر اصرار کی کسی کے پاس گنجائش باقی نہ رہے۔

علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے مصحف پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

هٰذَا مَا جَمَعَ عَلَيهِ جَمَاعَةٌ مِّن أَصحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْهُم زَيد بنُ ثَابَتٍ وَ عَبدُالله ابنُ زبَير وَسعَيد بنُ العَاصِ (97-a)

اس کے بعد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی درج ہیں جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس کام پر اجماع کیا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کو امت مسلمہ میں عظیم محقق اور بلند پایہ عالم کی حیثیت حاصل ہے ہمارے اس موضوع زیر نظر کے بارے میں آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند صالح بندوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اس کی جمع وتدوین کی خدمت سرانجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر متفق ہو جائیں اور عظیم جماعتیں اس کی تعلیم وتلاوت میں مشغول رہیں تا کہ سلسلہ تواتر ٹوٹ نہ جائے۔ اس کی تکمیل اس طرح ظہور میں آئی کہ عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور اجماع سے تمام مصاحف میں سے ایک مصحف (جو عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے تیار کروایا تھا) پر اتفاق کیا گیا۔ جس میں شاذ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراءتیں نہیں لی گئیں بلکہ متواتر قراءتیں ہی لی گئیں اور قبائل عرب کی سات زبانوں (سبعہ احرف) میں سے جن پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ (اور اس کے پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی ان لوگوں کو جو لغت قریش کے پڑھنے سے عاجز ہوں) ایک لغت قریش کو لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصحف متروک کر دیئے گئے''(97-b)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے الفاظ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے 'مشورہ اور اجماع' سے ایک نسخہ تیار کیا گیا، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے یہی بات ثابت ہوئی کہ یہ کاروائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذاتی کام نہ تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ شامل تھے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا کام بلاوجہ نہیں کیا تھا نہ ہی اس میں آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی خصوصی مخفی مقصد تھا۔ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کوئی نئی چیز نہ تھا بلکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسخہ کی نقل تھا۔

ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورے اہتمام سے تمام مسلمانوں کی شمولیت اور اجماع سے ایک متفقہ سرکاری نسخہ قرآن تیار کروایا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو 'جمع قرآن' کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس سوال کا جواب ایک تو اب تک پیش کی گئی تفصیلات سے مل جاتا ہے کہ تلاوتِ قرآن میں 'سبعہ احرف' کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا اس اختلاف کو دفع کرنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل تفصیل سے بھی مل جاتا ہے۔

جمع صدیق رضی اللہ عنہ اور جمع عثمانی رضی اللہ عنہ میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابن التین کہتے ہیں۔

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے میں یہ فرق تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے جمع کیا تھا کہ قرآن کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ اس وقت متفرق و منتشر صحیفوں میں تھا۔ انہوں نے ان سب اوراق کو لے کر آیات اور سورتوں کی اسی ترتیب کے ساتھ جس ترتیب کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھایا تھا اور پڑھایا تھا ایک شیرازہ میں جمع کر دیا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب وجوہ قراءت میں لوگوں کو اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو اس وقت قرآن کو صحیح قراءت کے ساتھ جو عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی اور جس کی صحت میں مطلق شبہ نہ تھا نقل کرا دیا تاکہ اختلافاتِ قراءت رفع ہو جائیں۔ انہوں نے ترتیب میں نہ تقدیم کی نہ تاخیر۔ نہ اس میں کسی تاویل کو دخل دیا۔ صرف قراءت میں لوگوں کے شبہ یا فساد کرنے سے قرآن کو محفوظ کر دیا''(98)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ابن التین کے علاوہ بھی کچھ علماء کا یہی نقطہ نگاہ نقل کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن جمع کرنے کی یہ شکل ہوئی کہ جس وقت وجوہِ قراءت میں بکثرت اختلاف پھیل گیا اور یہاں تک نوبت آ گئی کہ لوگوں نے قرآن مجید کو اپنی اپنی قراءتوں میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ عرب کی زبانیں بڑی وسیع ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک زبان کے لوگ دوسری زبانوں والوں کو برسرِ عام غلط قرار دینے لگے اور اس معاملے میں سخت مشکلات پیش آنے لگیں اور بات بڑھ جانے کا خوف پیدا ہو گیا اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کے صحف کو ایک مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا اور تمام عرب کی زبانوں کو چھوڑ کر محض قبیلہ قریش کی زبان پر اکتفا کر لیا۔ اس بات کے لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دلیل یہ دی کہ قرآن مجید کا نزول دراصل قریش کی زبان میں ہوا تھا۔ اگر چہ دقت اور مشقت دور کرنے کے لیے اس کی قراءت غیر زبانوں میں بھی کر لینے کی گنجائش دے دی گئی تھی۔ لیکن اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رائے میں وہ ضرورت مٹ چکی تھی۔لہٰذا انہوں نے قرآن کی قراءت کا انحصار محض ایک ہی زبان یعنی زبانِ قریش میں کر دیا۔(99)

قاضی ابو بکر 'الانتصار' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات کو مٹایا جو اس وقت موجود تھے اور آپ نے آئندہ نسلوں کو فساد سے بچایا۔(100)

علامہ حارث محاسبی لکھتے ہیں کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ قرآن کریم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا۔ لیکن درحقیقت یہ بات درست نہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو صرف یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود ہونے والے مہاجرین وانصار کے باہمی اتفاق رائے سے عام لوگوں کو ایک ہی وجہ قراءت پر آمادہ بنایا۔(101)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں اس سلسلے میں لکھا ہے:

إنما فعل عثمان هذا ولم يفعله الصديق لأن غرض أبي بكر كان جمع القرآن بجميع حروفه ووجوهه التي نزل بها وهي لغة قريش وغيرها وكان غرض عثمان تجريد لغة قريش من تلك القرآن و قد جاء ذلك مصرحا في قول عثمان لهٰؤلاء الكتاب فجمع أبوبكر غير جمع عثمان.»(102)

''یہ جو کچھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا کہ لغت قریش کے علاوہ دیگر لغات قرآن مجید کے رسم الخط سے حذف کر دیے۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا جمع کرنا تھا۔ یہ کام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تھا کیونکہ ان کی غرض تو قرآن کا جمع کرنا تھا ان تمام وجوہ ولغات کے ساتھ جن پر قرآن نازل ہوا اور وہ لغت قریش اور اس کے علاوہ دیگر لغات بھی تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ لغت قریش کو بقیہ لغات سے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس بات کی تصریح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود ہے جو انہوں نے کاتبین قرآن کو فرمایا تھا۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور تھا۔''

ان روایات کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے علمائے اسلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمل کی یہی تشریح کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مقصد قرآن مجید کے کسی 'حرف' کو ختم کرنا نہ تھا بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگ درست حروف کا انکار کر رہے ہیں۔ اور بعض لوگ آپس میں جھگڑنے لگے تھے۔ اسی مقصد کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے معیاری نسخہ تیار کروایا۔ یہی نقطہ نگاہ ابن حزم رحمہ اللہ نے الفصل في الملل (103) میں، مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے تفسیر حقانی (104) کے مقدمہ البیان میں اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے 'مناهل العرفان'(105) میں نقل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تو ایسا رسم الخط اختیار فرمایا کہ اس کے اختیار کرنے سے ایک ہی لفظ کو تمام جائز حروف میں پڑھنے والے اپنے اپنے 'حرف' کے مطابق پڑھ سکیں۔ یہ اقدام 'سبعہ احرف' کو محفوظ کرنا تھا نہ کہ انہیں ضائع کر دینا۔

اگرچہ قرآن کریم بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم کو زبانی یاد تھا۔ تاہم لوگوں نے اپنے اپنے ہاں لکھا بھی ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نسخہ تیار کروایا تھا اس میں اس بات کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا کہ سبعہ احرف کے نتیجے میں لکھے گئے ان ذاتی مصاحف کو ختم کر دیا جائے۔ لوگوں کے پاس ذاتی مصاحف بھی موجود رہے۔(106) عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کے زمانے میں اس قسم کا کوئی امکان نہ تھا کہ قرآن کے بارے میں مسلمان کسی مشکل کا شکار ہو جائیں گے کیونکہ اس وقت تک اسلام ابھی ایک علاقے تک محدود تھا لیکن جب اسلام بلاد وامصار میں پھیل گیا تو حافظے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ساتھ ساتھ کتابت کی بھی یکساں اہمیت محسوس کی جانے لگی۔ بلادو امصار کے مسلمانوں کو اب ایک ایک طریقے کے مطابق قرآن پڑھایا گیا کہیہ بات ان میں عملاً معروف نہ ہوئی کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے۔اس لئے ان میں اختلافات پیدا ہونے لگے۔ساتھ ہی انفرادی طور پر تیار کئے ہوئے مصاحف بھی کسی نہ کسی حرف کے مطابق تھے اور ان کے آپس میں اختلافات تھے۔لیکن ایک معیاری نسخہ موجود نہ تھا۔

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مقاصد کے لئے قرآن جمع کروایا تھا؟

گذشتہ صفحات میں ہم نے عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخہ کی تیاری کا پس منظر،ضرورت اُس کی تیاری اور اس کے بعد اس کے نفاذ کی تفصیلات بیان کر دی ہیں۔ان تفصیلات کی روشنی میں مستشرقین کے پیدا کردہ کئی ایک ابہام خود بخود ہی دم توڑ دیتے ہیں۔مثلاً ان تفصیلات سے مندرجہ ذیل اعتراض خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

① مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تیاری محض بے مقصد کام نہ تھا بلکہ اس کی تیاری کا جواز اور ضرورت موجود تھی۔
② یہ نسخہ کوئی نیا نسخہ نہ تھا بلکہ مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کی مکمل نقل تھی۔
③ بعض پہلوؤں سے یہ مصحف،مصحف صدیق رضی اللہ عنہ سے مختلف تھا (مصحف صدیق رضی اللہ عنہ میں سبعہ احرف سے تعرض نہیں کیا تھا جبکہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا ہے کہ جس میں تمام جائز قراءتیں سما سکیں)

مستشرقین کے مزید اعتراضات کے جواب ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ ہمارے جوابات مندرجہ ذیل ترتیب کے حامل ہیں۔

① کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مقاصد کے لیے قرآن مجید کو جمع کروایا تھا؟ اور کیا یہ ان کی ذاتی کاروائی تھی اور دیگر اراکین کمیٹی ان کے ہمنوا بن گئے تھے؟
② کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید سے وہ حصے حذف کر دیے تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب کا ذکر تھا؟
③ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا 6/7 حصہ ضائع کر دیا اور صرف 1/7 حصہ باقی رہنے دیا۔
④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ الاحزاب کی آیت من المؤمنین رجال......صرف حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی ملی۔
⑤ یہ اعتراض کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے اور دوسری طرف کہا گیا کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا اس طرح قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟
⑥ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کی جو کاروائی کی اس کی ضرورت نہ تھی۔
⑦ اگر قرآن عہد نبوی اور اس کے بعد عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں جمع ہو چکا تھا تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔
⑧ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا تیار کروایا ہوا مصحف پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں 'لحن' ہے۔لوگ خود ہی درست کرلیں گے۔گویا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس کاروائی کی ناکامی کا اعتراف کرلیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مصلحت اور مقاصد کے تحت قرآن مجید کا نسخہ تیار کروایا تھا؟

اس اعتراض کا ردّ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں کر سکتے ہیں:

① یہ کاروائی محض آناً فاناً عمل میں نہیں آ گئی بلکہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی شکایت اور حالات کی سنگینی کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف کی تیاری کا حکم فرمایا تھا۔ (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شکایت اور آذر بائیجان کے سفر کی رپورٹ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے)

② آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کاروائی اکیلے ہی نہیں کی بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مشورہ اس میں شامل تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ کاروائی ذاتی طور پر نہیں کی بلکہ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ بخاری شریف اور الاتقان میں ان حضرات کی تعداد چار بیان کی گئی ہے۔ان میں

① حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ② حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

③ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ④ حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ

شامل تھے۔ (107) جبکہ ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین کے طریق پر کثیر بن افلح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف لکھوانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس غرض سے بارہ مشہور آدمی قریش اور انصار میں سے جمع کئے اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ قرآن لکھیں (108)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس سلسلے میں تفصیلات بیان کی ہیں اور ان دو متناقض روایات کی وضاحت کی ہے کہ اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد چار تھی یا بارہ؟ ان کی اس وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر یہ کام چار اصحاب رضی اللہ عنہم ہی کے سپرد تھا لیکن دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی مدد پر مامور کر دیا گیا تھا۔ان اصحاب رضی اللہ عنہم میں ابی ابن کعب، کثیر بن افلح، مالک بن ابی عامر، انس بن مالک، ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے (109)

بارہ اصحاب رضی اللہ عنہ والی روایت کا تنقیدی جائزہ صبحی صالح نے 'مباحث فی علوم القرآن' میں لیا ہے۔وہ اس روایت کو معتبر نہیں سمجھتے ڈاکٹر صبحی صالح نے اس ضمن میں مستشرقین جن میں بلاشر وغیرہ شامل ہیں، کے خیالات کا بڑے مؤثر انداز سے ردّ کیا ہے۔آئندہ سطور میں ہم مستشرقین کے اس موقف کا ردّ ڈاکٹر صبحی صالح کے بیان کی روشنی میں کریں گے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض سیاسی مقاصد کے حصول اور سیاسی پالیسی کے طور پر قرآن میں مداخلت کی تھی اور اپنی مرضی کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا۔ اور اس کمیٹی کے ارکان، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آلہ کار بن گئے اور گھ جوڑ کر کے ایک نیا نسخہ تیار کرلیا (110)

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کا اصل محرک وہ اختلافات تھے جن کی نشاندہی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان سے واپسی پر کی تھی۔لیکن مستشرقین اس کاروائی کا محرک سیاسی مقاصد کا حصول قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں بلاشر پیش پیش ہے جس نے جمع و تدوین قرآن کے بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نیت پر حملے کئے ہیں یہ تمام حملے بالکل بے بنیاد ہیں۔مستشرقین کے پاس کوئی بنیاد نہیں ہے کہ جس سے ثابت کیا جا سکے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیش نظر سیاسی مقاصد کا حصول تھا اور آپ نے یہ کاروائی اس لئے بھی کی کہ مہاجرین کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اہمیت جتائی جا سکے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر صبحی صالح نے بلاشر کا حوالہ دیا ہے۔(111)

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ اتہام محض مستشرقین کی الزام تراشی ہے اور عبث قیاس آرائیوں کا آئینہ دار ہے اور کسی تاریخی روایت سے ان کے اس دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی ۔ کوئی دانشمند شخص یہ بات درست تسلیم نہیں کر سکتا کہ امام بخاری جیسے محدّث کے مقابلے میں جو کہ ثقاہت و امانت اور حفظ و ضبط میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، مستشرقین کی ان بے سروپا باتوں کو ترجیح دی جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں جو کمیٹی بنائی تھی اس بارے میں بھی مستشرقین نے بے سروپا باتیں کی ہیں ۔ یہ کمیٹی چار حضرات پر مشتمل تھی(112) ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ محدث ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات نقل کرنے کے شائق رہتے ہیں اگرچہ ان میں واضح تضاد پایا جاتا ہو اس پر مزید یہ کہ وہ مسئلہ زیر بحث میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ چار اشخاص پر مشتمل کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو دو صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی۔ اس طرح ایک کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے ان خیالات پر ایک مستشرق ہی نے کلام کیا ہے۔ یہ مستشرق شوالے (Schwally) ہے ۔ اس نے جرح وقدح کی ہے۔ مستشرق بلاشر (Blachere) اس پر تعجب وحیرت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرت ابن ابی داؤد رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی کمیٹی کا بھی ذکر کیا ہے جس کے ایک رکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حالانکہ وہ اس کاروائی سے دو برس قبل وفات پا چکے تھے(113) کمیٹی کی تشکیل اور اس کے ارکان کی تعداد میں اس طرح کی روایات کا ذکر کرنے کا مقصد ان کے نزدیک یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی ساری تاریخ کو مشکوک بنا دیا جائے۔

اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد کے علاوہ مستشرقین نے ان حضرات کی ذات پر بھی اعتراضات کئے ہیں ۔ اس سلسلے میں بلاشر نے طرح طرح کی قیاس آرائیوں سے کام لیا ہے وہ پہلے تینوں قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح امراء وخواص میں شمار کرتا ہے۔ یہ مستشرقین یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت و کردار کا کیا عالم تھا اس معاشرے کا نقشہ بھی ان کے ذہنوں میں موجود نہیں ہے۔ اس معاشرے میں عوام اور خواص کا تصور کہاں باقی رہ گیا تھا۔ اس معاشرے میں تو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلیفہ ہوتے ہوئے لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے ۔ خلیفہ ثانی جن کی ہیبت سے دشمنوں کے دل کانپتے تھے۔ راتوں کو بھیس بدل کر لوگوں کی خدمت کے لیے مدینہ کی گلیوں کا چکر لگایا کرتے تھے ۔ ہم خود مستشرقین کی کتابوں سے ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ یہ بزرگ تقویٰ اور پرہیز گاری میں کس مقام پر فائز تھے۔ کیا یہ لوگ تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی قرآن میں من مانی تبدیلیاں کرنے کی خاطر مختلف حربے اختیار کر سکتے تھے۔ اس معاشرے میں نہ اس قسم کی کسی کاروائی کا امکان ہوسکتا تھا اور نہ ہی 'خواص وعوام' کی کوئی تقسیم وہاں موجود تھی۔ جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت سے برسر منبر مواخذہ ہوسکتا تھا وہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی کاروائیوں پر لوگ کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟(114)

بلاشر مزید لکھتا ہے کہ یہ تینوں مکی صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے وہ ایک مشترکہ مصلحت کے حصول کی خاطر باہم متفق ہو گئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کتابت قرآن کے کام کی تکمیل کسی ایسے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شخص کے ہاتھوں ہو جو مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا رہنے والا ہو۔ بلاشر اس من گھڑت قصہ کی تکمیل یوں کرتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان مکی صحابیوں رضی اللہ عنہم کے ہم خیال بن گئے تھے اور ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔حضرت زید رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش مکہ کے طبقہ خواص میں شامل نہیں ہیں اس لئے وہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوشامد کو قرین مصلحت خیال کرتے تھے۔ (115)

بلاشر کے یہ خیالات دور از عقل وقیاس اور لایعنی ہیں ان خیالات میں تناقض و تضاد پایا جاتا ہے۔ اگر ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاشرے کے تقویٰ اور احتیاط کی ایک جھلک ذہن میں رکھیں تو اس قسم کی حرکت کسی ذی ہوش انسان کے قلب و دماغ سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔اس کے علاوہ اس کے نظریات کے بطلان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ بلاشر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تینوں مکی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ گٹھ جوڑ میں ملوث کر کے انہیں بلاوجہ متہم کیا ہے۔اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلاشر کے خیالات کے ردّ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

① تحقیق ہمیشہ استدلال کی بنیاد پر ہوتی ہے۔استدلال یا تو تاریخی شواہد کی بنا پر ہوتا ہے یا مختلف شواہد سے بالواسطہ طور پر نتائج اخذ کئے جاتے ہیں لیکن بلاشر کے اس نقطہ نگاہ کے پیچھے کوئی بلاواسطہ یا بالواسطہ استدلال موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف انصاف اور اصول کا تقاضا ہے کہ جب وہ کوئی دلیل اپنے نقطہ نگاہ کی تائید میں پیش نہیں کرتا تو اس کی بات تسلیم نہ کی جائے۔خصوصاً جب وہ ایسی بات کر رہا ہو جو مسلّمات کے برعکس ہو۔اس صورت میں مسلمانوں ہی کے اس نقطہ نگاہ کو درست تسلیم کیا جائے گا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کے پیچھے نہ کوئی سازش کارفرما تھی ،نہ کوئی گٹھ جوڑ ہوا اور نہ ہی اس کاروائی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خصوصی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے (116)

② صحابہ رضی اللہ عنہم جہاں تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے وہاں وہ قرآن وحدیث کے بارے میں حد درجہ محتاط بھی تھے۔وہ حضور علیہ السلام کے ان ارشادات کی اہمیت خوب جانتے اور ان پر عمل پیرا تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» . (117)

’’جس نے میرے بارے میں جھوٹ بات کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔‘‘

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے «مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . »(118)

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

③ یہی مستشرق خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کے ارکان حد درجہ متقی اور محتاط تھے۔

بلاشر (Blachare) لکھتا ہے:

’’اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ کمیٹی کے ارکان کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا۔ اگرچہ وہ ان دنوں تنقید و تبصرہ کے طرز و انداز سے پوری طرح آشنا نہ تھے‘‘(119)

اس کی دونوں باتوں میں تضاد ہے ایک طرف ان کو ذمہ دار اور متقی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف قرآن جیسی کتاب میں تحریف کی سازش میں ملوث قرار دیتا ہے۔ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات ہی درست ہوسکتی ہے اور ہم اس بات کو درست کہیں گے جسے تاریخ اور دلائل وشواہد درست قرار دیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم اس سلسلے میں ولیم میور کی وضاحت بھی پیش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ساتھی مستشرقین کے موقف کو رڈ کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس نظر ثانی میں علماء نے آیات اور قراءتوں میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخے سے مقابلہ کیا (120) اس کمیٹی میں قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کو اس لئے شامل کیا گیا کہ قرآن انہی کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا۔ (121) میور نے بھی اس مصحف کی تیاری کا یہ جواز تسلیم کیا ہے کہ آذر بائیجان میں لوگوں کے اندر قرآن کی تلاوت پر اختلافات دیکھنے میں آئے تھے۔ (122)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر چند لوگوں سے مل کر اپنی پسند کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا اس الزام کا رڈ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں بھی کر سکتے ہیں۔

① حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کے کام کا آغاز کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کمیٹی کے سامنے آیت رجم پیش کی۔ لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے قرآن میں شامل نہیں کیا (125) اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ مستشرقین بیان کرتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیثیت استعمال کر کے یہ آیت قرآن میں شامل کرواسکتے تھے۔ لیکن یہ آیت چونکہ قرآن کا حصہ نہ تھی اس لئے اسے شامل قرآن نہیں کیا گیا۔ (یہ اب منسوخ ہو چکی تھی)

② حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ... ﴾ [التوبۃ: ۱۲۸] صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ملی۔ لیکن جب تک اس آیت کے بارے میں بھی وہ شرائط پوری نہ ہوئیں جو اس وقت ملحوظ رکھی جا سکتی تھیں اس وقت تک اسے قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہی معاملہ عہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سورۃ الاحزاب کی آیت ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ... ﴾ [الأحزاب: ۲۳] کے ساتھ پیش آیا تھا۔ (124)

③ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کچھ ذاتی مخصوص مقاصد تھے تو ان کی تکمیل کے لیے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان صحابہ کی بجائے کمیٹی میں شامل کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کر سکتے تھے۔

④ مشہور مستشرق اسپرنگر نے مسلمانوں کے فن اسماء الرجال جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو محفوظ کرنے کے لئے جاری کیا تھا اور جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکی، کے بارے میں لکھتا ہے۔ ”مسلمانوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو محفوظ کرنے کے لیے پانچ لاکھ لوگوں کے حالات زندگی محفوظ کر لئے۔“ (125) ایسی محتاط قوم سے یہ بات کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے کہ اس نے ملی بھگت کر کے قرآن کریم میں تغیر و تبدل کرلیا۔

⑤ اسلامی معاشرہ اس وقت طبقاتی طور پر امیر اور غریب میں منقسم نہ تھا۔ اس معاشرے میں ہر امیر اور غریب کو یکساں مقام حاصل تھا۔ یہاں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو یا سیدی کہہ کر پکارتے تھے۔ یہاں تو بیت المقدس کے سفر میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو اونٹ پر بٹھا کر اس اونٹ کی نکیل تھام کر پیدل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہوتے نظر آتے ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ عراق کی زمینیں فوجیوں میں تقسیم کرنے کی بجائے ریاست کی تحویل میں رہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے لئے انہوں نے خود فیصلہ نہیں کر لیا بلکہ مجلس شوریٰ میں پندرہ روز تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مزاحمت کا جواب دیتے رہے اور اسی وقت فیصلہ ہوا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دلائل سے قائل کر لیا۔

⑥ جس معاشرے میں ایک بڑھیا برسر منبر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلالی خلیفہ وقت کو کسی مسئلے پر ٹوک سکتی ہو اور عام آدمی اسی خلیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ سکتا ہو کہ اپنا خطبہ جاری کرنے سے پہلے مجھے جواب دیں کہ ہم سب کی قمیصیں تو چھوٹی سی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی قمیص بیت المال کے کپڑے سے اتنی لمبی کس طرح بن گئی ہے؟ اور خلیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب دینا پڑتا ہے (126) اس معاشرے میں یہ کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے قرآن حکیم میں تغیر ہو گیا اور وہ خاموش بیٹھے رہے۔ اسی معاشرے میں وہ لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اسباب کے فقدان کے باوجود محض اسلام کا سر بلند کرنے کے لیے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی بجائے اس سے ٹکر لے کر خود بھی شہادت پائی اور اہل وعیال کو شہید کروالیا۔ اس طرح کے افراد سے کیوں کر بدگمانی کی جا سکتی ہے کہ وہ تحریف قرآن پر خاموش رہے۔

⑦ اس سلسلے میں ایک بنیادی بات یہ ہے:
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیاسی پالیسیوں کے ساتھ بعض لوگوں نے اختلاف کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق 'جامع القرآن' کا خطاب دیا گیا۔ (127) اگر جمع قرآن بھی سیاسی پالیسی کا حصہ ہوتا تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ پیدا کرتے وقت آپ رضی اللہ عنہ پر تحریف قرآن کا الزام بھی لگاتے۔ یہ مصحف امت میں اتحاد کا باعث ہی بنا نہ کہ افتراق کا۔

⑧ تحریف قرآن کی جسارت تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسی ممتاز ہستی پر یہ الزام عائد کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل امتیازات کا ذکر ہر مسلمان کے قلب و ذہن میں موجود ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ ذی النورین ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے نمبر پر ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو بشارت دی تھی کہ آج کے بعد کوئی عمل عثمان رضی اللہ عنہ کو جہنم میں نہیں لے جا سکتا (128) ان کے علاوہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے امتیازات کا ذکر کیا گیا ہے۔

⑨ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت کا تو یہ عالم تھا کہ آخری ایام میں جب باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرکاری محافظ قبول نہ کئے کہ میری خاطر کسی مسلمان کا خون نہیں بہنا چاہیے (129) کیا اس بات کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ذاتی غرض کی خاطر قرآن میں تحریف کر دی۔

شبہ نمبر 3

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ آیات قرآن مجید سے حذف کر دی تھیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مناقب بیان کئے گئے تھے؟(130)

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حقائق پیش کئے جاسکتے ہیں:

(۱) یہ اعتراض عقل کے سراسر خلاف ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کروایا اس پر تمام امت نے اتفاق کیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کسی بھی حلقے سے اس سے اختلاف نہیں کیا گیا۔ صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ انہیں جمع قرآن کی کاروائی میں شریک کیوں نہیں کیا گیا۔ قرآن کے متن میں کسی طرح کی کمی بیشی کا اعتراض کسی بھی حلقے کی جانب سے نہیں کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاندانی چپقلش رکھنے والے اور انہیں شہید کرنے والے لوگوں میں سے کسی نے آپ رضی اللہ عنہ پر اس پہلو سے اعتراض نہیں کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کمی بیشی کردی۔ خصوصاً بنو امیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان مخاصمت کو ذہن میں رکھیں تو نظر آتا ہے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اسی قران پر متفق رہے جسے بعد میں انہی لوگوں نے 'صحیفہ عثمانی' کا نام دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت اور عصمت پر متفق ہیں۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن دو مرتبہ لکھا دونوں کے عہد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ لیکن کبھی بھی قرآن کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی اختلاف کیا۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سے کسی کا دور بھی جبر وتشدد کا دور نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجبوراً چپ ہوگئے۔ نہ ہی اس بات کا امکان ہوسکتا تھا کہ قرآن سے آیات ومضامین حذف کئے جارہے ہوں اور لوگ خاموشی سے بیٹھے ہوں۔ بات انہی اہل بیت کے بارے میں کی جارہی ہے جنہوں نے ایک شخص یزید کی بیعت محض اس بنا پر نہ کی کہ وہ فاسق و فاجر تھا اور اسی فاسق کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے پورے خاندان کی جانیں لٹادیں۔

(۴) اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں کچھ نہ کرسکے تو بعد میں جب وہ خود خلیفہ بنے تو اس وقت بھی تو وہ سب کچھ کرسکتے تھے۔ اس وقت تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ بلکہ اگر وہ ایسا کر دیتے کہ بقول مستشرقین اصل قرآن، امت کو لوٹا دیتے تو وہ امت کے ہیرو بن جاتے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ 'جامع القران' کا خطاب تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیا ہے(131) حضرت علی رضی اللہ عنہ امت سے کہہ سکتے تھے کہ لوگو! یہ ہے قرآن کا وہ حصہ جو پہلے تینوں خلفاء نے غائب کر دیا تھا اور اس کا صرف مجھے ہی علم تھا۔ ہم تو اس کے بالکل برعکس دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پورے عہد حکومت میں کبھی اس کا تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ہمیں تو اس کے بالکل برعکس بیانات ملتے ہیں۔

(۵) یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جرأت مند انسان تھے۔ کیا کوئی شخص یہ بات گوارا کرسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی تاثر قائم کرے کہ انہوں نے تحریف قرآن کی کاروائی آنکھوں سے دیکھ لی اور کسی کو روکا تک نہیں یا بزدلی یا مصلحت کا مظاہرہ کیا۔ قرآن مجید تو ان کے بارے میں کہتا ہے۔

﴿يُجٰهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ [المائدة: ۵۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''وہ جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے''

٦ رمضان المبارک کی راتوں میں جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرواتے اور قرآن مجید سناتے تھے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوتے تھے[132] اگر قرآن میں کوئی ردّ بدل ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اعتراض کر سکتے تھے۔

یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید میں ردّ بدل کر دیا تھا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جبر کے ذریعے قرآن کریم کے قدیم نسخے معدوم کر دیئے تو یہ بات دیکھنا ضروری ہے کہ آیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دخل اس قدر بڑھا ہوا تھا اور ان کی طاقت اس قدر وسیع ہوگئی تھی کہ اتنی بڑی قوم کے قبضہ اور حافظہ سے ہر ایک سورت اور ہر آیت کو انہوں نے مٹا دیا۔ گویا انہوں نے دیگر مصاحف جبر کے ذریعے ختم نہیں کئے بلکہ اس کام میں لوگوں کی مرضی شامل تھی کیونکہ ایسا کرنا ہی قرین عقل تھا۔

اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے لوگوں سے قرآن کے نسخے چھین لئے تھے تو یہ کیوں کر سمجھا جا سکتا ہے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی جو نقلیں عام مسلمانوں میں مشتہر اور مروج ہو چکی تھیں وہ بھی انہوں نے سب لوگوں سے واپس لے لی ہوں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مسلمانوں میں لاتعداد نقلیں اس وقت تک عام ہو چکی تھیں۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو یہ لوگ تو حق کے لیے بڑے دلیر تھے وہ مقابلہ کر کے اس تحریف کو روک سکتے تھے۔ یہ بات سب کو معلوم ہی ہے کہ مسلمانوں نے تو جس بات کو بھی حق سمجھا اس کے لیے جنگ کرنے سے بھی احتراز نہیں کیا۔

اگر ہم بطور تنزل اتنا بھی مان لیں کہ ان میں سے کسی مسلمان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نسخہ قرآن میں کوئی نقص معلوم ہوا تھا۔ تو وہ اتنا ضرور کرتا کہ (اور یہ کرنے میں اس کے لیے کوئی دقت بھی نہ تھی) جو صحیح نسخہ اس کے پاس یا کسی اور کے پاس معلوم ہوتا اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چھپا کر ہی محفوظ کر لیتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ ہی اس 'صحیح نسخہ' کی نقلیں فوراً پھیل جاتیں۔ خصوصاً عہد علی رضی اللہ عنہ میں تو اس کو کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔

- مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ کی بنیاد وہ نسخہ تھا جو اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں تھا[133] عقل کہتی ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر تبدل کر دیا تھا تو پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کا مصحف واپس کبھی نہ کیا جاتا کیونکہ اس کی موجودگی میں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ساری کاروائی رائیگاں جا سکتی تھی۔
- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ نے تو ایک نیا قرآن تیار کر لیا ہے حالانکہ میرا مصحف تو کچھ اور تھا۔
- ''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باقی تمام مصاحف نذر آتش کر دیئے'' اور اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کو کوئی چیلنج نہ کر سکے لیکن اتنی بات تو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا نسخہ مروان بن حکم کے دور تک موجود تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن کے نسخے کی تیاری (24ھ تا 35ھ)[134] اور مروان کی کاروائی (64ھ تا 65ھ)[135] کے درمیان کئی برس کا عرصہ گزرا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر و تبدل کروا دیا تھا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ قرآن کی اصل صورت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موجود تھا۔فوراً اصل کی کاپیاں تیار کراوئی جاسکتی تھیں۔
یہ بات بھی نا قابل تسلیم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور جبر وتشدد کا دور تھا۔ ایسا خیال کرنا تاریخی غلطی ہوگی۔ جس خلیفہ نے محض اس لئے بلوائیوں کے ہاتھوں شہادت قبول کر لی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انکی حفاظت کے لیے ان کے دروازے پر کھڑا ہو۔ اور ان کی حفاظت کرتے ہوئے کسی مسلمان کی جان ضائع ہو۔ وہ ہستی وہ محض ذاتی مقاصد کے تحت تیار کردہ قرآن' کو لوگوں میں مروّج کرنے کے لیے لوگوں پر تشدد کرے گی؟۔
اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والے نسخے سے اصل قرآن حاصل نہ کیا جاسکا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اثرات بڑے گہرے تھے تو یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ جو خلیفہ بلوائیوں کے ہاتھوں، کسی میدان میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں شہید ہو رہا ہے اور اس کی شہادت کا بدلہ بھی نہیں لیا جارہا، جبر کے زیر اثر اس کے دور رس سیاسی اثرات کے بارے میں کیا تصور کیا جا سکتا ہے؟
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے فرقوں میں خون ریز لڑائیاں ہو رہی تھیں، اس وقت بھی ان سب کا قرآن ایک ہی تھا۔ اگر اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تغیر و تبدل کروایا تھا تو ان سب فرقوں کا ایک ہی قرآن پر متفق ہونا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف ہی تلف کئے ہوں گے لوگوں کے حافظوں سے تو قرآن محو نہیں کیا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے 'مصحف' کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
حضرت علی رضی اللہ عنہ جو روافض کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں وہ پونے چھ برس تک برسر اقتدار رہے۔ ان کا حکم چلتا تھا ان پر کیا دباؤ تھا کہ انہوں نے اصل قرآن جاری نہیں فرمایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت ملی۔ وہ بھی امام معصوم سمجھے گئے ہیں ان سب باتوں کے باوجود کسی کو یہ کس طرح جرأت ہوسکتی ہے کہ ایسی بات کہے(136)
علامہ فرماتے ہیں:
''قرآن میں کوئی حرف زائد یا کم یا تبدیل ہونا، ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں جب کہ قرآن میں تغیر کی وجہ سے ان حضرات پر جہاد، اہل شام سے لڑائی سے زیادہ ضروری واہم تھا''(137)
کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق آیات قرآن مجید سے نکال دی تھیں۔ مستشرقین کے اس موقف کا جواب ہم انہی کے ایک ساتھی ولیم میور کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔

ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں:
''یہ اعتراض عقل کے سراسر منافی ہے خصوصاً بنو امیہ اور دوست داران علی رضی اللہ عنہ کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلاف کے باوجود دوستداران علی رضی اللہ عنہ اسی قرآن پر متفق رہے۔ جسے بعد میں انہی لوگوں نے صحیفہ عثمانی سے نامزد کردیا نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام شیعہ سنی فرقے قرآن کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں''(138)
پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دونوں کے عہدوں میں اسی قرآن پر اکتفا کیا گیا اور حضرت علیؓ بھی موجود تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی معارضہ نہیں فرمایا۔
میور لکھتے ہیں آخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے تحریف میں کون سے مفاد وابستہ تھے۔ خصوصاً جب کہ ایسے اقدام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی صورت میں انہیں مسلمانوں کی برہمی کا اندیشہ بھی ہوسکتا تھا[139]

ولیم میور مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے اس اعتراض کے بارے میں لکھتے ہیں:

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قرآن پر نظر ثانی ہوئی اور پھر اسے شائع کیا گیا تو ان مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود تھی جو رسول ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ سے اسی طرح قرآن کو سنتے رہے جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کو دکھا کر شائع کیا۔ اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوئی اعتراض نہ کیا[140]

② اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر قرآن کی آیات نازل ہوئی ہوتیں جن پر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بر بنائے مصلحت خاموش ہوگئے تو لازم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصار واصحاب ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس زیادتی پر فریاد کرتے[141]

آخر میں ولیم میور لکھتے ہیں:

پس ان معارضات سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن سے کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر دال ہو۔ اس سلسلے میں میور کا تیسرا معارضہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلبہ کی بین دلیل ہے۔ کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ ناقص قرآن پر اکتفا کرلیتے اور ناقص بھی ایسا کہ جس سے ان کے امام (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کی آیات قلم زد کر دی گئی ہوں۔ آخر محبان علی رضی اللہ عنہ ایسے قرآن پر کیوں متفق ہوگئے جو ان کے مخالف اور ان کے پیشواؤں کے مقاصد بیان کرنے میں ناقص رہا۔ وہ لوگ تو اسے دینی دستاویز کے طور پر پڑھتے رہے اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی قرآن کو پھیلانے کا حکم دیا۔ خود اپنے قلم سے بھی اس کے نسخے لکھے اور انہیں دور دراز علاقوں میں پھیلایا[142]

اس تفصیل سے پادری فنڈر کے ان اعتراضات کا جواب مل جاتا ہے جن کا ذکر اس مضمون کے صفحہ 4 پر کیا گیا ہے۔

مستشرقین کا ایک اعتراض یہ ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب مصحف تیار کروایا تو انہوں نے سات قراءتوں میں سے چھ کو منسوخ کر دیا۔ اور لوگوں کو ایک ہی قراءت (حرف) پر جمع کر دیا۔ اس طرح ان کے بقول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 1/7 قرآن باقی رہنے دیا اور 6/7 ضائع کر دیا[143] اس اعتراض کا جب ہم تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے یا تو مستشرقین کی کم علمی کارفرما ہے یا ان کی دانستہ حقائق سے چشم پوشی ہے۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اصل مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں:

① مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید قرآن کا ہر لفظ سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تھی۔ حالانکہ اصل صورتحال ایسی نہ تھی۔

② سبعہ احرف محض الفاظ کی ادائیگی کا فرق تھا۔ ایک لفظ دوسرے لفظ کے مترادف تھا۔ سات میں سے کوئی ایک اختیار کرلیا گیا تو قرآن کا لفظ ادا ہوگیا۔ اس فرق سے معانی کا بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

③ اس نقطہ نگاہ کا اصل جواب یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو لوگوں کو متواتر اور ثابت شدہ قراءتوں پر جمع کیا تھا۔ یہ تو حقیقت ہی کے برعکس ہے کہ انہوں نے سات قراءتیں یا سبعہ احرف کو ختم کر کے ایک 'حرف' پر لوگوں کو جمع کیا تھا۔(144)

مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا تھا کہ اس میں وہ ساری قراءتیں اور حروف سما سکیں۔ آپ نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا بلکہ صحیح تر لفظوں میں آپ کے مصحف کا اصلی مقصد یہ تھا کہ شاذ قراءتوں کے پھیلنے کا سدّ باب کیا جائے اور جائز و ثابت شدہ قراءتوں میں قرآن کو محدود کیا جائے۔(145)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا رسم الخط اختیار کیا جس میں 'ساتوں حروف' سما سکیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں اپنی کتاب، 'كتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل' میں مدلل بحث کی ہے اور اس قسم کے اعتراضات کا ردّ خالص عقلی اور منطقی انداز میں کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن میں تغیر و تبدل ہو گیا تھا۔ امام موصوف نے خود یہود و نصاریٰ کی طرف سے کئے گئے کچھ اعتراضات کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ان کا ردّ فرمایا ہے(146) انہوں نے مندرجہ ذیل اعتراضات نقل کئے ہیں:

① مسلمان اپنی کتاب کی نقل کو کس طرح صحیح کہہ سکتے ہیں حالانکہ اس کی قراءت میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ بہت سے حروف بڑھاتے ہیں اور بعض انہیں نکال ڈالتے ہیں۔

② مسلمان ایسی اسانید سے جو تمھارے یہاں انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہیں روایت کرتے ہیں کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے چند گواہوں نے اور ان کے ایسے تابعین رحمہم اللہ نے جن کی تم تعظیم کرتے ہو اور اپنا دین ان سے اخذ کرتے ہو، قرآن کو ایسے زائد مبدلہ الفاظ میں پڑھا ہے تم لوگ ان الفاظ میں پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مصحف تمھارے مصحف کے خلاف تھا۔

ان میں ایک بات یہ ہے کہ مسلمان علماء کے چند گروہ جن کی مسلمانوں کے ہاں تعظیم کی جاتی ہے اور ان سے اپنا دین اخذ کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بہت سی صحیح قراءتوں کو نکال ڈالا۔ جب انہوں نے وہ مصحف لکھا جس پر انہوں نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور ان سات حرفوں میں سے جن میں مسلمانوں کے نزدیک قرآن نازل کیا گیا ہے اسے صرف ایک حرف پر کر دیا۔

روافض کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو بدل ڈالا۔ اور اس کو گھٹا بڑھا دیا۔(147)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ان اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے لیکن اس مقام پر ہم صرف اس پہلو کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کوئی ناروا تغیر کیا تھا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سات میں سے چھ حروف کو مٹا دیا تھا۔(148)

وہ فرماتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں ہوئے ہیں کہ تمام جزیرہ العرب مسلمانوں، قرآنوں، مساجد اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قراء حضرات بچوں، بڑوں اور دور و نزدیک کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یمن جو ایک وسیع علاقہ تھا۔ بحرین، عمان جن کی آبادی وسیع تھی اور متعدد دیہاتوں شہروں پر مشتمل تھی مکہ، طائف، مدینہ، شام، جزیرہ، مصر، کوفہ، بصرہ، ان تمام مقامات پر اس قدر قرآن اور قاری موجود تھے کہ ان کا شمار خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں کر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سکتا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا قصد کرتے بھی جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو بھی ہرگز ایسا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے۔ (149)

علامہ ابن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کیا تو یہ بھی باطل ہے گذشتہ سطور میں قرآن، مساجد، حفاظ اور قرآء کی جس کثرت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی روشنی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس پر قادر ہی نہیں ہو سکتے تھے اور نہ انہوں نے کبھی ایسا کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہیں تو محض اس بات کا اندیشہ ہوا تھا کہ کوئی فاسق آدمی بعد میں آکر دین میں کوئی گڑبڑ نہ کردے۔ یا اہل خبر میں سے ہی کوئی شخص وہم کا شکار ہو کر قرآن مجید کا کوئی حصہ بدل ڈالے۔ کسی بھی صورت میں ایسا اختلاف ہو سکتا تھا کہ جو گمراہی تک پہنچا دے۔ انہوں نے قرآن لکھ کر مختلف سمتوں میں بھجوائے کہ اگر کہیں اختلاف پیدا ہو تو اس نسخے کی طرف رجوع کر لیں۔ کیونکہ یہ نسخے محض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذاتی صوابدید کے مطابق نہیں لکھے گئے تھے بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفقہ نسخے تھے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چھ حروف مٹا دئے وہ جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا کرنا چاہتے بھی تو وہ اس پر قادر ہی نہ تھے۔ پھر مسلمانوں کا تو متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن سے کسی ایک شوشے کو بھی خارج کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ ساتوں حروف ہمارے ہاں اس وقت بھی موجود ہیں جیسے یہ پہلے دن موجود تھے۔ یہ سبعہ احرف مشہور و ماثور قراءتوں کی شکل میں آج بھی محفوظ و ثابت ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن بدل دینے کے بارے میں امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک لاکھوں قرآن موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لاکھ کوشش کرتے تب بھی وہ تمام کے تمام قرآن سرکاری تحویل میں نہیں لے سکتے تھے۔ جب اتنی کثیر آبادی اور وسیع علاقے کے لوگوں کو ایک انداز سے قرآن یاد ہو گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تبدیلی کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔

علامہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نابغہ یا زہیر کے شعر میں کوئی کلمہ گھٹانا بڑھانا چاہے تو بھی قادر نہ ہو گا اور اس تبدیلی کرنے والے شخص کا پول جلد ہی کھل جائے گا اور ثابت شدہ نسخے اس کی مخالفت کریں گے۔ پھر قرآن جو کہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے اس میں اس قسم کی تبدیلی کیوں کر ممکن ہو سکتی ہے۔

مستشرقین نے تمام زور استدلال اس پر صرف کر دیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مصحف ناقابل اعتبار، غیر مرتب اور نامکمل تھا۔ اس کے لیے وہ مختلف قسم کے حربے اختیار کرتے ہیں گذشتہ صفحات میں ہم نے اس اعتراض کا تحقیقی جائزہ پیش کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب والے حصے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن سے نکال دیئے تھے۔ اسی طرح اس نقطہ نگاہ کا جواب بھی دے دیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 6/7 حصہ قرآن ضائع کر دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی کئی ایک آیات اب قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں جو پہلے موجود تھیں۔

اعتراض زیر نظر کا جواب اس حقیقت کی روشنی میں بھی دیا جا سکتا ہے کہ عرضہ اخیرہ تک کئی ایک آیات منسوخ ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ولا شك أن القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الأخيرة فقد صحّ النّص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زرّ بن حبيش قال: قال لي ابن عباس: أي القراءتين تقرأ؟ قلت: الأخيرة. قال: فإن النبي ﷺ كان يعرض القرآن على جبريل × في كل عام مرّة. قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرّتين، فشهد عبدالله يعني ابن مسعود ما نسخ منه وما بدّل.(150)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ قرار دے دی گئیں۔صرف حضرت ابی بکرۃ ؓ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں گی۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی ؓ نے جو مصحف تیار کروایا وہ عرضہ اخیرہ کے مطابق تھا۔حضرت عثمان غنی ؓ نے قران مجید میں کسی قسم کا اپنی طرف سے ایسا تصرف نہیں کیا کہ جسے تحریف کہا جائے۔

اس سلسلے میں ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں۔

بنابریں ہم پوری طمانیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحف عثمان غنی ؓ اور زید بن ثابت ؓ کے اس نسخے میں اصلاً کوئی تعارض نہ تھا۔جس میں حضرت زید ؓ نے قراءۃ کی مختلف صورتوں میں سے صرف قریش کے لہجہ کو ملحوظ رکھا(151) بعض لوگوں نے مصحف عثمانی ؓ کے بارے میں یہ ابہام پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں رسم الخط کے بارے میں کہیں اختلاف ہوتو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے(152) اور دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا تو پھر قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟

اس ابہام کا ازالہ اس طرح ہوجاتا ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان غنی ؓ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریر ؒ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف یعنی 'حرفِ قریش' کو باقی رکھا لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان غنی ؓ کے اس ارشاد پر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے 'حرفِ قریش' کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم کروا دیا تھا بلکہ مجموعی طور پر تمام روایات کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان غنی ؓ کا مطلب یہ تھا کہ اگر قرآن کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہوتو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ کی اس ہدایت کے بعد صحابہ ؓ نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا۔اس اختلاف کا ذکر امام زہری نے یوں فرمایا ہے۔

حضرت زید بن ثابت ؓ اور باقی اراکین کمیٹی کے درمیان اختلاف ہوا کہ تابوت کو تابوۃ لکھا جائے یا تابوت۔چنانچہ اسے قریش کے طریقے کے مطابق تابوۃ لکھا گیا(153)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے حضرت زید بن ثابت ؓ اور قریشی صحابہ ؓ کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے رسم الخط کا اختلاف مراد تھا نہ کہ لغات کا۔

مصحف عثمان ؓ کے بارے میں ایک ابہام یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ نے سبعہ احرف کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحف عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل نہیں ہو سکے۔
حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إنَّ جبريل قال: «يَا مُحَمَّدُ! اِقْرَأْ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ». قال ميكائيل: استزده. حتّى بلغ سبعة أحرف. قال:«كُلٌّ شَافٍ كَافٍ، مَا لَمْ تَخْلِطْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ رَحْمَةً بِعَذَابٍ». نحو قولك تعالى: أقبل وهلُمَّ واذهب وأسرع وعجل. (154)

''حضرت جبریل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس آئے اور کہا پڑھیے ایک حرف پر۔ میکائیل علیہ السلام نے کہا ان کے لیے اضافہ کیجئے تو کہا پڑھیے دو حرفوں پر۔ میکائیل علیہ السلام نے پھر کہا ان کے لیے اضافہ کریں تو اضافہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ سات حروف کے اضافے تک پہنچ گئے اور کہا کہ ان پر پڑھیے ہر ایک حرف ان کے لیے کافی و شافی ہے بجز اس کے کہ کوئی آیت رحمت میں مخلوط ہو جائے۔ مثلاً تعال هلمّ اور أقبل (کہ یہ الفاظ متعدد ہیں لیکن معنی سب کا ایک ہے) اور مثلاً اذهب اسرع اور عجل (کہ ان کا معنی بھی ایک ہی ہے)''

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد مزید تفصیل بیان کی ہے

ورقا بن ابی نجیح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ آیت ﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا﴾ [الحدید: ۱۳] کو 'امهلونا' کو 'أخّرونا' جیسے لفظوں سے پڑھنے کی اجازت دے دیا کرتے تھے اور ان تینوں کے معانی 'مہلت دو' ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف لغات پر پڑھنے کی اجازت محض ابتدائی دور میں تھی کیونکہ بعض لوگوں کے لئے لغت قریش کا تلفظ ممکن نہ تھا۔ مثلاً ہذیل والوں کے لیے یمن کی لغت دشوار تھی۔ مگر الفاظ کی یہ وسعت صرف اسی حد تک تھی کہ متحد و یکساں ہی رہیں۔ یہ ایک رخصت تھی جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا تا آنکہ لوگوں کے باہمی میل جول اور روابط کے بڑھنے سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغات پر قادر ہو گیا حتی کہ تمام لغات کا مرجع و مدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت بن گئی تو باقی منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی ابتداء میں جن عاجز افراد کو عذر و مجبوری کی بناء پر دوسری لغت میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ بھی ختم کر دی گئی۔ (155)

قرآن مجید کے حقیقی متن کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید سے خارج کیا گیا ہو۔ جو چیز چھوڑ دی گئی تھی وہ قرآن مجید کا متن نہ تھی۔

مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کا لکھوایا ہوا مصحف پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ «إن في القرآن لحناً سنقيمه العرب بألسنتهم» (156)

اس اعتراض اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کے بارے میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

① لم يصح عن عثمان أصلاً یعنی یہ روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بالکل بھی ثابت نہیں ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا جواب یہ ہے کہ

② مصحف عثمان رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔ رسم عثمانی رضی اللہ عنہ وحی سے بھی ثابت ہے۔ غلطی پر اجماع (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے) ہو ہی نہیں سکتا۔

③ اس روایت کے آغاز میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: 'أحسنتم وأجملتم' (تم نے اچھا اور عمدہ کام کیا)۔ اس مجموعہ میں اگر غلطی ہوتی تو آپ غلطی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی تحسین کس طرح کر سکتے تھے۔

ابو عبیدہ نے عبدالرحمٰن بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ کاتبان مصاحف پیش کرتے تھے تو اس میں 'لم یتسنَّ' لاتبدیل للخلق اور وأمھل الکافرین لکھا ہوا تھا آپ نے قلم دوات منگوا کر تینوں جگہوں کی غلطی کی اصلاح کر دی۔ اس روایت سے لحن والی روایت کی نفی ہو جاتی ہے کہ آپ نے نہایت احتیاط سے کام لیا اور کتابت کی معمولی غلطی کو بھی رہنے نہیں دیا۔

④ اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں 'لحن' سے مراد غلطی نہیں بلکہ قرآن کے وہ صحیح الفاظ مراد ہیں جو عرب کی زبان پر چڑھے ہوئے نہ تھے اور ان کی طرزِ گفتار کے مطابق نہ تھے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں فرمایا کہ قرآن مجید میں ایسے انداز کے الفاظ ہیں جن کو عرب بار بار پڑھنے سے قابو پا لیں گے۔ اور ان کی زبان رفتہ رفتہ اس طرز کے عادی بن جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ لحن دو معنوں میں مشترک ہے۔ ایک معنی غلطی ہے اور دوسرا معنی طرز کلام ہے۔ درحقیقت اس روایت میں دوسرا معنی مراد ہے یہی معنی امام راغب نے مفردات القرآن میں بیان کیا ہے کہ اسے 'لحن محمود' کہا جاتا ہے۔

اس کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ 'خَیرُ الحَدِیثِ مَاکَانَ لَحناً' (اچھی بات وہ ہے جو خاص طرز سے کہی جائے) یہی معنی خود قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿ وَلَتَعرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ ٱلۡقَوۡلِ ﴾ [محمد:۳۰] میں استعمال کیا گیا ہے۔

بخاری شریف میں موجود حضور ﷺ کا ایک بیان مبارک بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ «لعل بعضکم ألحن بحجته» جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین مقدمہ میں سے کبھی ایک فصیح طرزِ کلام کا ماہر ہوتا ہے۔ میں اس کی بات سن کر فیصلہ کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر وہ حقیقت میں اس شخص کا حق نہ ہو تو یہ ڈگری اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس وضاحت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لحن کا معنی غلطی نہیں بلکہ ایک خاص طرز تلفظ ہے۔

ایک وضاحت یہ بھی یہ کہ گئی ہے کہ لحن سے رسم الخط کا لحن مراد ہو کہ رسم مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں بعض جگہ ملفوظ اور مکتوب الفاظ موافق نہیں لیکن عرب اہل لسان اپنی زبان سے اس کو درست پڑھ لیں گے۔ جیسے کہ انگریزی زبان میں مکتوب اور ملفوظ الفاظ میں فرق ہوتا ہے لیکن اہلِ زبان انہیں پڑھتے درست ہی ہیں۔

محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس روایت کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور اس کے راوی ضعیف ہیں (157)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراضات کے جواب کے سلسلے میں آخر میں ہم ولیم میور کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں وہ لکھتا ہے کہ 'قرآن کی ترتیب خود اس کی شاہد ہے کہ جامعین نے اس میں پوری دقت نظر کا لحاظ رکھا' اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسری کے ساتھ مربوط کر دی گئیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں رہتا۔ جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جامعین قرآن میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان وا خلاص کا جذبہ کارفرما تھا اور اسی ایمان کے ولولہ میں وہ صرف سورتوں بلکہ آیات کی ترتیب میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچاتے ہوئے نکل گئے (158)

ولیم میور آخر میں نتائج اخذ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی وہ نہ صرف حرفاً حرفاً صحیح ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یک جا ہوتے گئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں کوئی آیت وحی میں سے اوجھل ہوسکی۔ اور نہ جانبین نے از خود کسی آیت کو قلم انداز کیا (159)

پس! یہی قرآن ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دیانت و امانت کے ساتھ دوسروں کو سنایا۔ (160)

کیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف سے متفق نہ تھے؟

اس سلسلے میں ترمذی شریف کی ایک روایت ہے جس میں امام زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو شکایت تھی کہ کتابت قرآن کا کام ان کے سپرد کیوں نہیں کیا گیا جبکہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا (161) اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس نقطہ نگاہ کا ردّ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت کوفہ میں تھے اور حضرت عثمانی غنی رضی اللہ عنہ ان کے انتظار میں اس کام کو مؤخر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کو یہ کام سونپا تھا۔ لہٰذا انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھ سے تکمیل کو پہنچے۔ (162)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس توجیہہ کی علاوہ اس نقطہ نگاہ کا ردّ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس وقت جو مسئلہ درپیش تھا اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے علمی مقام و مرتبے کو عمل دخل کم تھا بلکہ اس کے مقابلے میں اس مسئلے کا تعلق تجربے سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام علمائے قرآن اور قراءِ قرآن کے بارے میں ارشاد فرمائے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے لیکن عہد عثمانی رضی اللہ عنہ کا مسئلہ کچھ اس سے مختلف تھا۔ کیا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے یہ اعزاز کچھ کم تھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فوقیت رکھنے والے حضرات، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پہلے 'جمع القران' کے کام پر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کو مامور فرمایا تھا۔ جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف کی تیاری پر مامور فرمایا اس وقت تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے اندر موجود نہ تھے اور ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن جب حضرات شیخین نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور فرمایا تھا اس وقت تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مصحف کی تیاری پر کوئی پہلی مرتبہ متعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد شیخین میں بھی ان کو اس کام کے لیے موزوں ترین قرار دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے متقدمین ہی کی اقتداء میں انہیں تعینات کیا تھا۔ دونوں مواقع پر انہی کا انتخاب اس سبب سے تھا کہ عرضۂ اخیرہ میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (163)

اس لئے حضرات، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے منصب میں موازنہ کرتے ہوئے ہمیں ان مذکورہ بالا حقائق کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

احراق مصاحف کے بارے میں ولیم میور کہتا ہے کہ یہ ایک ناانصافی کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے مجمع علیہ نسخے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے علاوہ تمام مصاحف تلف کروا دیئے۔ لیکن میور لکھتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دور میں کسی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف وتصحیف کی ہے۔ اگر حقیقت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے ہی کرتے تو یہ راز ضرور آشکار ہو کر رہتا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام متاخرین شیعہ نے اپنے اغراض کے لیے وضع کر لیا۔ (164)

——————*

مصادر ومراجع

۱۔ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ [الحجر: ۹]

”بے شک ہم نے اس نصیحت کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں“۔

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْءَانَهُ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهُ﴾ [القیامۃ: ۱۷،۱۸]

”بے شک اس قرآن کو جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اس کی تلاوت کریں۔ اس کے پڑھنے کی آپ اتباع کریں۔“

۲۔ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبٰطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ [فصلت: ۴۲]

”باطل اس کے سامنے سے یا نہ اس کے پیچھے سے اس میں داخل نہیں ہو سکتا“۔

3. Noldeke, Theodor, Sketches from Eastern History, Khayat, Beruit, P.51.
4. Bell, Richard, Introduction to the Quran, Edinburgh, 1963. P. 40-43.
5. Watt, Montgomery, Mohammad at Makka, Oxford 1953. P.9
6. Frost , S.E., The Sacred Writings of world's great Religions, P.307
8. Buhl, Encyclopaedia of Islam, Lieden, E.J.Brill, 1978.vol.II,P.1067.
9. Jeffery, Arthur, Material for Histroy of The Text of The Quran, P.I
10. IBID, P.I
11. Noldeke, T., Sketches from Eastern History , P. 51
12. IBID, P.50 Nicholson, Literary History of The Arabs, Unwin London,1907 P. XII. XIII, (preface)

۱۳۔ حقانی، عبدالحق، مولانا، البیان فی علوم القرآن (مقدمہ تفسیر حقانی)، دارالاشاعت تفسیر حقانی دہلی 1932، صفحہ 258
صبحی صالح، ڈاکٹر، مباحث فی علوم القرآن، صفحہ 279-280

14. Jeffery , Arthur, P.5

۱۵۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 258، صبحی صالح، صفحہ 279-280

16. Noldeke, P.50
17. IBID, P.52
18. IBID, P.52

۱۹۔ ضربت عیسوی، تاویل القرآن، پنجاب سوسائٹی، لاہور، 1921ء صفحہ(106-107)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۰۔ ایضاً، صفحہ(107-106)

21. Tritton, A.S, Islam Belief and practice, Hutchnison London, 1962. P. 60
22. Noldeke, P. 52
23. Jeffery, Arthur, P. 10
24. Buhl, vol. II, P. 1073

۲۵۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، صفحہ(44-36)

26. Margoliuth, D.S. Mohammadanism, Butterworth London, 1928 P.70
27. Buhl, vol. II, P. 1073
28. Buhl, vol. II, P.1073
29. Bell, Richard, Introduction to the Quran, P. 42-44
30. IBID. P. 42-44
31. Buhl. vol II, P. 1073
32. IBID. vol II, P. 1073
33. IBID. vol II, P. 1073
34. IBID. vol II, P. 1073
35. Buhl, vol II, P.1073
36. IBID. vol II, P. 1073
37. Noldeke, P.53
38. Margoliuth, Mohammadanism, P.70

۳۹۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، صفحہ(40-36)

40. Loon, Hendrich, van, Tolerence, The Sun Dial Press, New York, 1939.P.114, Hitti, P.K., Islam and The weat, Van Nostrand, New York, 1962, P.48-49
41. Scott, S.P., History of Moorish Empire in Europe,Philadelphia,1904, P. 269 Toynbee, A.J. Civilization on Trial , Oxford University Press, Oxford,1957. P.187, Hitti, P.K., P.57, 59, 61,62 Ross, Denison, Islam , Earnest Benn, London 1926 P. 37.Carlyle, Thomas. On Hero and Hero Worship and The Heroic in History, Humphrey Milford, London,1904 P.73,74, Stubbe, Henry, Rise and Progress of Mohametanism, Orientalia. Lahore, 1975-P.156

اس سلسلے میں مزید معلومات کیلئے پی ایچ ڈی کے مقالہ 'تدوین قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کا محققانہ جائزہ' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۲۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1976، صفحہ 260۔اس سلسلے میں تفصیل کیلئے حوالہ نمبر 41 میں مذکور ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

43. Jeffery, Arthur, P. I (Preface)

44..................???

۴۵۔ (i) اس سلسلے میں دیکھئے السباعی، مصطفیٰ، السنۃو مکانتھا في التشریع الاسلامی، مکتبہ دارالعروبہ، قاہرہ 1961ء صفحہ 446

(ii) شبلی نعمانی، مولانا سیرت النبی، اعظم گڑھ، 1332ء، جلد اوّل، صفحہ(70-69)

(iii) ہیکل، محمد حسین، حیاتِ محمد صلعم، مکتبہ النبضۃ العربیہ، قاہرہ، 1947ء صفحہ 28۔

۴۶۔ رحمانی، عبداللطیف، تاریخ القرآن، پروگریسوبکس، لاہور، 1983ء صفحہ 47

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۴۷۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام جامع ترمذی، دمشق، 1965، جلد گیارہ صفحہ 121 (بحوالہ زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان)

۴۸۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، جلد اوّل، صفحہ 73

۴۹۔ ابن ندیم، الفہرست، صفحہ 66

۵۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 47

۵۱۔ ابن سعد، حافظ، الطبقات الکبریٰ، جلد چہارم، صفحہ 10

۵۲۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 47

۵۳۔ ایضاً ۵۴۔ الاتقان، جلد اول، صفحہ 62 ۵۵۔ ابن سعد، جلد سوم، صفحہ 59

۵۶۔ الاتقان، جلد اول، صفحہ 67 ۵۷۔ ایضاً

۵۸۔ علی المتقی، کنز العمال، مو سسہ الرسالۃ، بیروت، 1969 جلد اوّل، صفحہ 217

۵۹۔ مفتاح السعادۃ، جلد اوّل، صفحہ (384-385)

۶۰۔ عینی، بدرالدین، علامہ، عمدۃ القاری، جلد دہم، صفحہ 28

۶۱۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ 28 ۶۲۔ ایضاً، ۶۳۔ ایضاً

۶۴۔ الہیثمی، نورالدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الکتاب العربی، بیروت، 1967 جلد اوّل، صفحہ 152

۶۵۔ تقی عثمانی مولانا، علوم القرآن، صفحہ 179 ۶۶۔ ایضاً، صفحہ 179

۶۷۔ ایضاً، صفحہ 179 ۶۸۔ الہیثمی، جلد اوّل، صفحہ 152

۶۹۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 60 ۷۰۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، جلد دوم، صفحہ 846

۷۱۔ سیوطی، جلد نہم، صفحہ 5 ۷۲۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 59

۷۳۔ ایضاً ۷۴۔ حاکم، جلد دوم، صفحہ 229

۷۵۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ (58-59) ۷۶۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 60

۷۷۔ مستدرک، جلد سوم، صفحہ 229 (کتاب فضائل القرآن)

۷۸۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 55 ۷۹۔ ایضاً۔

۸۰۔ ایضاً ۸۱۔ ایضاً ۸۲۔ ایضاً

۸۳۔ ایضاً ۸۴۔ ایضاً ۸۵۔ ایضاً

۸۶۔ ایضاً ۸۷۔ عسقلانی، جلد نہم، صفحہ 9

۸۸۔ ابن الجوزی، سیرۃ العمرین ۸۹۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61

۹۰۔ ایضاً ۹۱۔ عمدۃ القاری، باب جمع القرآن، جلد دہم، صفحہ 16

۹۲۔ بخاری، باب جمع القرآن، جلد سوم، صفحہ 146 ۹۳۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61

۹۴۔ ایضاً ۹۵۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 15

۹۶۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61 ۹۷۔ ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۹۸۔ ایضاً
۹۹۔ ایضاً
۱۰۰۔ ایضاً
۱۰۱۔ ایضاً
۱۰۲۔ عمدۃ القاری، جلد ہشتم، صفحہ 655
۱۰۳۔ کتاب الفصل فی الملل والاھوء والنحل، مطبع الادبیہ، مصر، 1320
۱۰۴۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 52، 51
۱۰۵۔ زرقانی، عبدالعظیم، مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 272-268
۱۰۶۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61
۱۰۷۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146، باب جمع القرآن
۱۰۸۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61، مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، موسسہ الرسالۃ، بیروت، 1978
۱۰۹۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 5
۱۱۰۔ صبحی صالح، صفحہ 79
۱۱۱۔ ایضاً
۱۱۲۔ ایضاً
۱۱۳۔ ایضاً، صفحہ 79
۱۱۴۔ ایضاً، صفحہ 80-79
۱۱۵۔ ایضاً، صفحہ 80
۱۱۶۔ ایضاً
۱۱۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، جلد اول، صفحہ 80
۱۱۸۔ ابن کثیر، جلد اول، صفحہ 5 (مقدمہ)
۱۱۹۔ صبحی صالح، صفحہ 81

120. Muir, Willium, Life of Mahomet, Smith, London, 1860, P.XIII
121. IBID, PXIII
122. IBID, PXIII
123. IBID, PXIII
124. IBID, PXIII
125. Spranger
126. Spranger

۱۲۷۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)
۱۲۸۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء، نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی، جلد دوم، صفحہ 153-151
۱۲۹۔ ابن الاثیر، الجزری، الکامل فی التاریخ، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، 1348ھ، جلد سوم، صفحہ 60
۱۳۰۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور 1892ء، صفحہ 44-36
۱۳۱۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)
۱۳۲۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)
۱۳۳۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146 (باب جمع القرآن)
۱۳۴۔ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، جلد اول، صفحہ 378
۱۳۵۔ ایضاً
۱۳۶۔ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل فی الاھوء والنحل، جلد دوم، صفحہ 78
۱۳۷۔ ایضاً

138. Muir, P.XIV.
139. IBID, PXIV.
140. IBID, PXIV.
141. IBID, PXVII.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

142. IBID, PXVII.

۱۴۳۔ کے، ایل، ناصر، پادری، قرآن شریف کے متن کا تاریخی مطالعہ، صفحہ 25، گوجرانوالہ، س۔ن، صفحہ 25

۱۴۴۔ مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 254-253

۱۴۵۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 354

۱۴۶۔ الملل والنحل، جلد دوم، صفحہ 88-76

۱۴۷۔ ایضاً

۱۴۸۔ ایضاً

۱۴۹۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ 77

۱۵۰۔ الجزری، ابو الخیر، النشر فی القراءات العشر، المکتبۃ التجاریہ مصر، جلد دوم، صفحہ 38

151. Muir, PXIX

۱۵۲۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 62

۱۵۳۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 61

۱۵۴۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 85

۱۵۵۔ قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، قاہرہ، 1967ء، جلد اول، صفحہ 43

۱۵۶۔ آلوسی، محمود، علامہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار احیاء التراث الاسلامیہ، بیروت، جلد اوّل، صفحہ 28

۱۵۷۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 28

158. Muir, PXXI.

159. IBID, PXXI.

160. IBID, PXXI.

۱۶۱۔ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب جمع القرآن، باب القراء من اصحاب النبیؐ، جلد ششم، صفحہ 299

۱۶۲۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 15-13

۱۶۳۔ ایضاً

164. Muir, PVII.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محمد زبیر تیمی ☆

آرتھر جیفری اور کتاب المصاحف

رشد قراءات نمبر حصہ اول میں قراءات قرآنیہ کے بارے میں آرتھر جیفری کے نقطہ نظر کا ایک بھر پور علمی جائزہ جناب ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری صاحب نے اپنے مضمون 'اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین' میں لیا ہے۔ حافظ محمد زبیر جناب ڈاکٹر اکرم چوہدری صاحب کے براہِ راست شاگرد ہیں۔

ڈاکٹر اکرم چوہدری صاحب کے مضمون میں آرتھر جیفری کے نقطہ نظر کا کافی وشافی اصولی و بنیادی ردموجود ہے۔ حافظ صاحب نے اپنے اُستاد محترم کے اس موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے آرتھر جیفری کے قرآن پر جزوی اور فروعی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ آرتھر جیفری کے نقطہ نظر کا کافی وشافی اصولی و بنیادی ردموجود ہے۔ حافظ صاحب نے اپنے استاذ محترم کے اس موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے آرتھر جیفری کے قرآن پر جزوی اور فروعی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد کی کتاب 'کتاب المصاحف' پر تحقیقی کام کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ جس طرح عیسائیوں میں انجیل کے ایک سے زائد نسخے موجود ہیں اور موجودہ چار انجیلیں بھی تقریباً ۷۰ کے قریب اناجیل میں سے انتخاب ہیں۔ اس طرح صدر اول میں کئی قسم کے قرآن موجود تھے۔ آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Materials for the History of the Text of the Quran' میں ۱۵ صحابہ اور ۱۳ تابعین کے ۱۲۸ ایسے نسخوں کا تعارف کروایا ہے جو مصحف عثمانی سے بھی مختلف تھے اور ان میں باہم ۲۴۰۰ اختلافات تھے۔ حافظ صاحب نے اس کتاب کا ایک تفصیلی جواب اپنے اس مضمون میں دیا ہے اور صحابہ وتابعین کی طرف منسوب ان مصاحف کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ [ادارہ]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا تعارف

ان کا نام عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی ہے۔ کنیت ابو بکر ہے۔ ۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۱۶ھ میں وفات پائی۔ جس دن ان کی وفات ہوئی ۳ لاکھ افراد ان کے جنازے میں شریک ہوئے اور تقریباً ۸۰ مرتبہ ان کا جنازہ پڑھا گیا۔ [کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۱۵۔۱۶]

ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد محترم امام ابو داؤد رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ امام ابو داؤد علم کے حصول کی خاطر سفر میں اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ امام صاحب اپنے بیٹے کو خراسان، اصبہان، فارس، بصرۃ، بغداد، کوفہ، مکہ، مدینہ، شام، مصر، جزیرہ، جبال اور ثغور کے علاقوں میں لے کر گئے جہاں وہ اساتذہ سے روایات سنتے بھی تھے اور لکھتے بھی تھے۔ [أیضاً: ص ۱۸]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ پر جرح وتعدیل

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے جرح وتعدیل دونوں منقول ہیں۔

☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی تعدیل

جمہور ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کو ثقہ راوی قرار دیا ہے:

- ابو حامد بن اسد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث جیسا عالم نہیں دیکھا۔
- ابو الفضل صالح بن احمد الحافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان اہل عراق کا امام ہے۔ انہوں نے مختلف شہروں سے علم حاصل کیا، سلطان نے ان کیلئے ایک منبر بنایا ہے جس پر بیٹھ کر وہ اسکے سامنے حدیث بیان کرتے ہیں۔
- خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سمجھدار، عالم، حافظ اور زاہد آدمی تھے۔
- امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثقہ تھے لیکن حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرتے تھے۔
- ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصحاب حدیث کے ہاں مقبول ہیں۔ ان کے والد نے ان کے بارے میں جو کلام کیا ہے، مجھے نہیں معلوم انہوں نے اس میں کیا دیکھ کر اس کے بارے میں ایسی بات کی ہے۔
- خلیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حافظ، امام وقت، نشان علم، متفق علیہ اور امام ابن امام تھے۔[أیضاً: ۳۴، ۳۵]

ابن ابی داؤد پر جرح

بعض ائمہ سے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ پر جرح بھی منقول ہے۔ ان میں انکے والد محترم امام ابو داؤد رحمہ اللہ پیش پیش ہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ اپنے بیٹے کے بارے میں فرماتے ہیں: [ابني عبد الله هذا كذاب] یعنی میرا یہ بیٹا عبد اللہ جھوٹا ہے۔

- ابن صاعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے میں ہمیں وہی بات کافی ہے جو اس کے والد محترم نے اس کے بارے میں کہی ہے۔

ابراہیم اصبہانی رحمہ اللہ نے بھی ابن ابی داؤد کو 'کذاب' کہا ہے۔[سیر أعلام النبلاء: ۲۲۶/۲۵، ۲۲۶ مؤسسة الرسالة]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے میں ابراہیم اصبہانی رحمہ اللہ اور ابن صاعد رحمہ اللہ کے اقوال کی بنیاد بھی امام ابو داؤد کا قول ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے میں ابن صاعد رحمہ اللہ اور ابن جریر رحمہ اللہ کے اقوال کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ان میں عداوت ومخاصمت معروف تھی۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے پر کذب کی جو تہمت لگائی ہے اس کے کئی ایک جواب دیے گئے ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ اگر یہ تہمت صحیح سند سے ثابت ہو تو اس سے مراد دنیاوی کلام میں جھوٹ ہے نہ کہ حدیث نبوی میں۔ اور امام صاحب کا یہ قول عبد اللہ کی جوانی کے وقت کا ہے۔ بعد میں جب عبد اللہ خود امام اور شیخ بن گئے تو یہ بری عادت بھی ان سے جاتی رہی۔[کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ:۲۴]

ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کا کہنا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کے بارے میں یہ بات اس لیے کہی تھی کہ وہ اپنے علم کے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہم تھے اور اپنے علمی دعووں میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے تھے۔ اس کی تصدیق ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے اس مکالمے سے بھی ہوتی ہے جو ان کے اور شیخ ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کے مابین ہوا اور خود ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ایک دن ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ سے کہا: مجھے امام مالک رحمہ اللہ کے غرائب میں سے کوئی حدیث بیان کریں۔ شیخ ابو زرعہ رحمہ اللہ نے وہب بن کیسان کی حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسماء ؓ سے روایت بیان کی: 'لا تحصي فيحصي عليك' اس روایت کو انہوں نے عبد الرحمٰن بن شیبہ سے بیان کیا حالانکہ وہ 'ضعیف' راوی ہے۔ میں نے اس پر شیخ ابوزرعہ ؒ سے کہا: آپ اس روایت کو مجھ سے نقل کریں: میں اسے احمد بن صالح سے' وہ عبد اللہ بن نافع اور وہ مالک ؒ سے نقل کرتے ہیں۔ اس پر شیخ ابوزرعہ ؒ ناراض ہو گئے اور میرے والد سے شکایت کرتے ہوئے کہا: دیکھو! تیرا بیٹا مجھے کیا کہتا ہے؟ [سير أعلام النبلاء: ۲۲۵/۲۵] ابن ابی داؤد ؒ کا یہ بھی کہنا تھا کہ ابراہیم الحربی ؒ کو جتنی روایات یاد تھیں وہ سب انہیں بھی یاد تھیں اور ان کے پاس ابراہیم الحربی ؒ سے زیادہ علم تھا کیونکہ وہ ستاروں کا علم نہیں جانتے تھے۔ [أيضاً: ۲۲۳]

عبد الرحمٰن بن یحییٰ المعلمی ؒ کا کہنا ہے کہ ابن ابی داؤد ؒ اپنے آپ کو قضاء کا اہل بتلاتے تھے جس پر ان کے والد محترم نے انہیں جھوٹا کہا ہے۔ بظاہر ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کی تاویل بہتر محسوس ہوتی ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

ابن ابی داؤد ؒ کا علمی مقام

علم دین کے معاملے میں بہت حریص تھے۔ ابن شاہین ؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ کوفہ آئے تو ان کے پاس ایک درہم تھا۔ اس درہم سے تیس مد لوبیا خریدا۔ ہر روز ایک مد کھا لیتے تھے اور اس کے بالمقابل ابو سعید الشج ؒ سے ایک ہزار احادیث لکھتے تھے۔ اس طرح ایک مہینے میں تیس ہزار احادیث جمع کر لیں۔ ابو علی حسین بن علی الحافظ ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی داؤد ؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے اصبہان میں ۳۶ ہزار احادیث اپنے حافظے سے بیان کیں۔ انہوں نے مجھے سات احادیث میں وہم کا الزام دیا۔ جب میں عراق واپس آیا تو ان سات میں پانچ کو میں نے اسی طرح اپنی کتاب میں لکھا دیکھا جیسا کہ میں نے انہیں بیان کیا تھا۔ [أيضاً: ۲۲۲]

کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں جن میں کتاب التفسیر' کتاب المصابیح فی الحدیث' کتاب نظم القرآن' کتاب فضائل القرآن' کتاب شريعة التفسير' کتاب المصاحف' کتاب الناسخ والمنسوخ' کتاب البعث اور کتاب شریعۃ المقاری وغیرہ معروف ہیں۔

کتاب المصاحف کا تعارف

اس کتاب کے دو نسخے معروف ہیں۔ ایک نسخہ ظاہریہ اور دوسرا نسخہ شستربیتی۔ پہلا نسخہ 'دار الكتب الظاهرية' مصر میں موجود ہے۔ کاتب اور تاریخ کتابت کا علم نہیں ہے کیونکہ مخطوطے کا پہلا صفحہ غائب ہے۔ کتاب کی قراءت سے متعلقہ سماعت کی اسناد سے یہ اشارے ملتے ہیں کہ یہ نسخہ ۵۴۱ھ سے پہلے لکھا گیا تھا۔ سماعتِ کتاب کی اسناد اور تواریخ نسخے میں موجود ہیں۔ یہ نسخہ ۹۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر ورق میں ۲۰ سے ۲۳ سطریں ہیں۔

دوسرا نسخہ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق اس کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۸۳ ہے۔ ہر ورق میں تقریباً ۲۱ سطریں ہیں۔ اس نسخے کے کاتب محمد المقدسی نابلسی ہیں۔ تاریخ کتابت سے فراغت ۱۹ ذی القعدہ ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق یہ نسخہ بھی نسخہ ظاہریہ سے منقول ہے جبکہ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کا کہنا ہے کہ یہ نسخہ ایک دوسرا نسخہ ہے جو نسخہ ظاہریہ سے منقول نہیں ہے کیونکہ اس میں شروع کا صفحہ موجود ہے اور کئی ایک مقامات پر نسخہ ظاہریہ سے اختلافات بھی موجود ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بھی کسی دوسرے مستقل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نسخے سے منقول ہے۔ بذاتہ یہ کوئی مستقل نسخہ نہیں ہے کیونکہ یہ ۱۱۵۰ھ میں لکھا گیا ہے۔

پہلے نسخے سے مزید دو نسخے تیار کیے گئے۔ ان میں سے ایک ۱۳۴۲ھ میں تیار ہوا اور 'دارالکتب المصریة' مصر میں موجود ہے اور دوسرا ۱۳۴۶ھ میں تیار ہوا جو 'مکتبة علمیة عالیة' پاکستان میں موجود ہے۔ لیکن ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بقول ان دونوں نسخوں میں کتابت کی کافی اغلاط موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اصل یعنی نسخہ ظاہریہ کی موجودگی میں ان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اس بحث کا خلاصہ کلام یہی ہے کہ اصل نسخہ' نسخہ ظاہریہ ہی ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ نے اپنی تحقیق میں اسی نسخے کو بنیاد بنایا ہے۔

ابن ندیم' حاجی خلیفہ' زرکلی' رضا کحالہ اور فواد سیزگین نے اس کتاب کی امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی طرف نسبت کو صحیح قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کے نسخہ ظاہریہ کے ہر جزء کے آخر میں اس کتاب کی سماعت کی اسناد موجود ہیں جو اس کتاب کی صحیح نسبت کی بہترین دلیل ہیں۔

کتاب المصاحف کا منہج تالیف

مذکورہ کتاب پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ ہر جزء کو مصنف نے کئی ایک ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ مصنف کا طریقہ کار یہ ہے کہ شروع میں کسی باب کے لیے ایک عنوان باندھتے ہیں۔ اس کے بعد اس باب سے متعلق اپنی سند سے ان احادیث اور آثار کا تذکرہ کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے اساتذہ اور شیوخ سے نقل کی ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ مصنف نے کوئی باب باندھا ہے اور اس کے تحت کوئی روایت یا اثر نقل نہیں کیا۔ جیسا کہ مصاحف تابعین کے باب کے ذیل میں انہوں نے 'مصحف طلحة بن مصرف الأیامی' کے نام سے باب باندھا ہے لیکن اس کے تحت کسی روایت یا اثر کو نقل نہیں کیا۔ شاید ان کے نزدیک اس مصحف کے بارے میں کوئی ثابت شدہ روایت موجود نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

مصنف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے مروی قراءات کو مصحف کے عنوان کے تحت نقل کرتے ہیں۔ مثلاً مصنف نے 'مصحف علی بن ابی طالب' کے نام سے ایک باب باندھا ہے اور اس کے ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک قراءت بایں الفاظ نقل کر دی ہے:

حدثنا عبد الله حدثنا محمد بن عبد الله المخرمي حدثنا مسهر بن عبد الملك حدثنا عيسى ابن عمر عن عطاء بن السائب عن أبي عبدالرحمن عن علي أنه قرأ: [اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ وَ آمَنَ الْمُؤْمِنُوْنَ].

اسی طرح مصنف نے 'مصحف الأسود بن یزید و علقمة بن قیس النخعیین' کے عنوان کے تحت درج ذیل روایت نقل کی ہے:

حدثنا أبوبكر عبد الله بن أبي داؤد حدثنا يعقوب بن سفيان حدثنا عبيد الله عن شيبان عن الأعمش عن إبراهيم قال: كان علقمة و الأسود يقرآنها [صراط من أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين].

ایسا بھی کثرت سے ہوتا ہے کہ مصنف کوئی عنوان باندھنے کے بعد اس کے ذیل میں صرف ایک ہی روایت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے مصحف عليٍ بن أبي طالب رضي الله عنه' مصحف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبد الله بن عمرو ÷' مصحف عبيد بن عمير الليثي' مصحف عطاء بن أبي رباح' مصحف مجاهد بن جبير' مصحف أسود بن يزيد وعلقمه بن قيس نخعيين' مصحف محمد بن أبي موسى شامي' مصحف حطان بن عبد الله رقاشي بصري اورمصحف صالح بن كيسان مديني رحمهم الله کے ذیل میں صرف ایک ایک ہی روایت نقل کی ہے۔

مصنف نے جو کچھ کتاب میں نقل کیا ہے وہ سب ان کی اپنی رائے نہیں ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے مصاحف کے اختلافات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم اپنے پاس موجود مصحف عثمانی ہی کا اعتبار کریں گے اور جو روایات صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کے اختلاف قراءات کے بارے میں منقول ہیں' ان سے مصحف عثمانی میں کمی بیشی جائز نہ ہوگی۔ مصنف علام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال عبد الله بن أبي داؤد: لا نرى أن نقرأ القرآن إلا لمصحف عثمان الذي اجتمع عليه أصحاب النبي ﷺ فإن قرأ الإنسان بخلافه في الصلاة أمرته بالإعادة.

کتاب ہذا میں مؤلف ایک عنوان باندھنے کے بعد اس کو ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کی روایات نقل کر دیتے ہیں مثلاً مرفوع' مرسل' مقطوع' صحیح' حسن' ضعیف' منقطع وغیرہ۔

کتاب المصاحف کے مشمولات کا اجمالی تعارف

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کتاب المصاحف پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ پہلے جزء میں مصاحف کی کتابت' مصاحف کے خطوط' مصاحف کی جمع و تدوین' جمع عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بارے میں مختلف ابواب کے تحت روایات اور آثار جمع کیے گئے ہیں۔

دوسرے جزء میں بعض آیات قرآنیہ کا قرآن کا حصہ ہونے کی روایات' مصحف عثمانی میں اغلاط کے بارے مروی آثار' مصاحف عثمانیہ کے باہمی اختلافات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعض مصاحف (یعنی قراءات) کے تعارف پر مشتمل ہے۔ اس باب میں پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مصاحف کا تذکرہ ہے یعنی مصحف عمر بن خطاب' مصحف علی بن ابی طالب' مصحف ابی بن کعب' مصحف عبد اللہ بن مسعود اور مصحف عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

تیسرے جزء میں ۵ صحابہ یعنی عبد اللہ بن زبیر' عبد اللہ بن عمرو' ام المؤمنین عائشہ' ام المؤمنین حفصہ' ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہم اور ۱۲ تابعین یعنی عبید اللہ بن عمیر' عطاء بن ابی رباح' عکرمہ مولیٰ ابن عباس' مجاہد بن جبر' سعید بن جبیر' اسود بن یزید' علقمہ بن قیس' محمد بن ابی موسیٰ' حطان بن عبد اللہ' صالح بن کیسان' طلحہ بن مصرف اور سلیمان بن مھران رحمہم اللہ کے اختلاف مصاحف (یعنی قراءات) کا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں اس حصے میں ایک اہم ترین بحث یہ بھی ہے کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے نبی ﷺ کی ان قراءات کا تذکرہ کیا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نقل کی ہیں۔ اس حصے کی تیسری اہم ترین بحث مصاحف عثمانیہ کے مختلف الفاظ کے رسم کی ہے۔ چوتھی بحث مصحف عثمانی کے اجزاء اور تقسیم کے بارے میں ہے۔

کتاب کا چوتھا حصہ مصحف کو لکھنے' اس پر اجرت لینے' ان کی خرید و فروخت' ان کو خوشبو لگانے' حالت جنابت میں چھونے اور علم الضبط سے متعلقہ بعض مسائل پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں مختلف عنوانات کے تحت ان موضوعات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

متعلقہ روایات اور آثار بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب کا پانچواں حصہ مصاحف کے تبادلے ان کی خرید وفروخت' ان کو لٹکانے' بغیر وضو چھونے' زمین پر رکھنے مصحف میں دیکھ کر امامت کروانے' ان کو رہن رکھوانے' ان کی وراثت اور انہیں جلانے وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں مختلف عنوانات کے تحت ان موضوعات سے متعلقہ روایات اور آثار بیان کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کو سب سے پہلے آرتھر جیفری نے ایڈٹ کر کے ۱۹۳۷ء میں شائع کیا۔ بعد ازاں جامعہ ام القری کے پروفیسر ڈاکٹر محبّ الدین عبدالسبحان واعظ نے اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے کے طور پر اس کتاب کے نسخہ ظاہریہ کو بنیاد بناتے ہوئے اس کا ایک محقق نسخہ شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کا یہ مقالہ دو جلدوں اور ۹۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۹۹۵ء میں اور دوسری ۲۰۰۲ء میں ہوئی۔ یہ کتاب 'دار البشائر الإسلامیة' بیروت' سے شائع ہوئی ہے۔ یہ مقالہ 'کتاب المصاحف' پر بہت ہی علمی اور وقیع کام ہے۔ درج ذیل ایڈریس پر pdf فائل کی صورت میں موجود ہے:

http://www.kabah.info/uploaders/Masahif.rar
http://majles.alukah.net/showthread.php?t=1325

آرتھر جیفری کا تعارف

آرتھر جیفری ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۲ء کو آسٹریلیا کے شہر میلبورن میں پیدا ہوا۔ اس کی وفات ۲ اگست ۱۹۵۹ء میں کینیڈا میں ہوئی۔ وہ ایک متعصب پروٹسٹنٹ عیسائی تھا۔ شروع میں قاہرہ میں مشرقی علوم کے سکول میں سامی زبانوں کے استاذ کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۹۳۸ء میں کولمبیا یونیورسٹی سے منسلک ہو گیا۔ کئی ایک کتابوں اور مقالات کا مصنف ہے جو درج ذیل ہیں:

1. Eclecticism in Islam, Arthur Jeffery, 1922
2. The Quest of the Historical Muhammad, Arthur Jeffery, 1926
3. Materials for the History of the Text of the Qur'an, Arthur Jeffery, 1936
4. A Variant Text of the Fatiha, Arthur Jeffery, 1939
5. The Orthography of the Samarqand Codex, Arthur Jeffery, 1943
6. The Textual History of the Qur'an, Arthur Jeffery, 1946
7. Islam: Muhammad and His Religion, Arthur Jeffery, 1958

ان کتابوں میں جیفری کی معروف ترین کتاب 'Materials for the History of the Text of the Qur'an' ہے جو ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب 'کتاب المصاحف' کو بنیاد بنا کر لکھی گئی ہے۔ جیفری کی تمام کتابوں اور مقالہ جات کا مرکزی خیال تقریباً ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ بائبل کی طرح قرآن مجید بھی کوئی مستند مذہبی کتاب نہیں ہے۔ آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب 'کتاب المصاحف' کو ایڈٹ (edit) کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں اس نے اپنے عربی مقدمے میں قرآن کے بارے میں کئی ایک فرسودہ خیالات ونظریات کا اظہار کیا ہے۔ آرتھر جیفری کی تحقیق سے مزین 'کتاب المصاحف' ۱۹۳۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس اشاعت کے شروع میں اس نے اپنی کتاب 'Materials' کو بھی شائع کیا۔ یہ کتاب ۶۰۹ صفحات پر مشتمل ہے اور درج ذیل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایڈریس پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

http://books.google.com.pk/books?id=17kUAAAAIAAJ&printsec=frontcover&dq=materials+for+the+history+of+the+text+of+the+quran#v=onepage&q=&f=false

بعد ازاں ۱۹۶۰ء ۱۹۶۳ء اور ۱۹۷۵ء میں بھی یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ 'Materials' اور آرتھر جیفری کی بعض دوسری کتب درج ذیل ایڈریس پر بھی موجود ہیں:

http://www.bible.ca/islam/library/Jeffery/

آرتھر جیفری نے 'کتاب المصاحف' کا جو مقدمہ لکھا ہے وہ درج ذیل ایڈریس پر موجود ہے:

http://www.muhammadanism.org/Arabic/book/jeffery/kitab_masahif_introduction.pdf

آرتھر جیفری کا علمی مقام ومرتبہ

کیا آرتھر جیفری اس کا اہل تھا کہ وہ 'کتاب المصاحف' کو ایڈٹ کر کے شائع کرے؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ آرتھر جیفری اخلاقی اور علمی دونوں پہلوؤں سے اس وقیع علمی کام کا اہل نہ تھا۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ نے اس مسئلے پر اپنے مقالے میں عمدہ گفتگو کی ہے جس کے چند ایک اہم نکات درج ذیل ہیں:

① آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کی تحقیق میں 'نسخہ ظاہریہ' کو بنیاد بنایا اور اس کا تقابل 'نسخة دار الکتب المصریة' سے کیا ہے۔ آرتھر جیفری کا دعویٰ ہے کہ 'نسخة دار الکتب المصریة' کا نسخہ ایک دوسرا نسخہ ہے حالانکہ وہ 'نسخہ ظاہریہ' ہی کی ایک نقل ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ دونوں نسخوں میں پہلا صفحہ موجود نہیں ہے۔

② آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف میں کئی ایک مقامات پر اپنی طرف سے ابواب کے عنوانات داخل کر دیے ہیں حالانکہ اگر اس نے ایسا کام کیا بھی تھا تو اسے یہ وضاحت کرنا چاہیے تھی کہ فلاں ابواب کے عنوانات اس کے اپنے اختیار کردہ ہیں۔ مثلاً اس نے 'باب من کتب الوحي لرسول الله'، 'باب من جمع القرآن' اور 'ما اجتمع علیه کتاب المصاحف' جیسے عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔

بعض اوقات تو ابواب کے نام اپنی طرف سے کتاب المصاحف میں شامل کر کے وہ تحریف قرآن کے نکتہ نظر کی نسبت ابن ابی داودؒ کی طرف کرنا چاہتا ہے جیسا کہ اس نے 'باب ما غیر الحجاج في مصحف عثمان' یعنی حجاج نے مصحف عثمان میں جو تبدیلی کر دی تھی' کے نام سے ایک باب باندھا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کی تحقیق شدہ کتاب میں اس نام سے کوئی باب موجود نہیں ہے اگرچہ اس سے متعلقہ ایک روایت ضرور موجود ہے۔[کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۴۶۳، ۴۶۴]

③ بعض مقامات پر آرتھر جیفری نے اپنی طرف سے کچھ الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے مثلاً کتاب المصاحف کے اصل نسخہ میں 'اختلاف خطوط المصاحف' کا عنوان تھا جسے اس نے 'باب اختلاف خطوط المصاحف' کر دیا۔ اسی طرح اس نے کئی ایک مقامات پر 'باب' کے لفظ کا اضافہ کیا ہے حالانکہ وہاں اس لفظ کا نہ ہونا زیادہ قرین قیاس بات ہے۔

④ بعض مقامات پر اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے 'عن' کے لفظ کو 'بن' سمجھ لیا جس سے روایت کی اصل سند مخفی ہو گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ بعض مقامات پر اسناد کے رجال کی تعیین میں بھی وہ خطا کا مرتکب ہوا ہے۔

⑥ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے ایک جگہ اپنی کتاب میں فرمایا: حدثنا عمی و یعقوب بن سفیان یعنی ہم سے ہمارے چچا اور یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے۔ یعقوب بن سفیان' ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔ آرتھر جیفری کو جب یعقوب بن سفیان کا ترجمہ (حالات زندگی) نہ ملا تو اس نے اس عبارت میں سے واؤ کو حذف کر کے یعقوب بن سفیان ہی کو ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا چچا بنا دیا حالانکہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے چچا محمد بن اشعث سجستانی ہیں۔ [کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۹۷،۹۸]

آرتھر جیفری کا قرآن کے بارے نقطہ نظر

آرتھر جیفری کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن تحریری شکل میں موجود نہیں تھا اور اپنے اس موقف کی بنیاد اس نے ایک باطل روایت کو بنایا ہے جو صحیح روایات کے منافی ہے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ مستشرقین کی تحقیق کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور یہ بات قرآن سے بھی ثابت ہے۔ آرتھر جیفری نے لکھا ہے کہ اہل مغرب کی تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ مسلمانوں کے لیے اپنی زندگی کے آخری حصے میں ایک کتاب (یعنی قرآن) مرتب کر رہے تھے۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ قرآن در حقیقت اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے۔ حضرت ابو بکر رحمہ اللہ کے زمانے میں جمع قرآن کے کام کے بارے اس کا خیال یہ ہے کہ یہ ایک ذاتی جمع تھی نہ کہ سرکاری۔ اس کے گمان میں سرکاری سطح پر قرآن کی جمع کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا۔ آرتھر جیفری نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ بعض اسکالرز کی تحقیق کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا کام صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کیا تھا لیکن چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت متنازع تھی لہٰذا بعض اصحاب نے جمع قرآن کے کام کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے لیے کچھ ایسی روایات وضع کر لیں جن کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن پر مامور کیا گیا تھا۔ آرتھر جیفری ۱۹۴۶ء میں بیان کردہ اپنے ایک لیکچر میں کہتا ہے:

"To begin with it is quite certain that when the Prophet died there was no collected, collated, arranged body of material of his revelations. What we have is what could be gathered together somewhat later by the leaders of the community when they began to feel the need of a collection of the Prophet's proclamations and by that time much of it was lost, and other portions could only be recorded in fragmentary form. There is a quite definite and early Tradition found in several sources which says, "The Prophet of Allah was taken before any collection of the Qur'an had been made". Muslim orthodoxy holds that the Prophet himself could neither read nor write. But in our generation both Professor Torrey of Yale and Dr. Richard Bell of Edinburgh, working independently of each other, have concluded that the internal evidence in the Qur'an itself points to the fact that he could write, and that for some time before his death he been busy preparing material for a Kitab, which he would leave to his people as their Scripture, to be to them what the Torah was to the Jews or the Injil to the Christians. There is, indeed, an uncanonical tradition current among the Shi'a, that the Prophet had made a collection of passages of his revelations written on leaves and silk and

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

parchments, and just before his death told his son-in-law Ali where this material was kept hidden behimd his couch, and bade him take it and publish it in Codex form. It is not impossible that there was such a beginning at a collection of revelation material by the Prophet himself; and it is also possible that Dr. Bell may be right in thinking that some at least of this material can he detected in our present Qur'an. Nevertheless there was certainly no Qur'an existing as a collected, arranged, edited book, when the Prophet died…Here, however, we have our first stage in the history of the text of the Qur'an. There could not be a definitive text while the Prophet was still alive, and abrogation of earlier material or accessions of fresh material were always possible. With his death, however, that situation ended, and we have what was preserved of the revelation material, partly in written form, partly in oral form, in the hands of the community, and tending to become the special care of a small body of specialists…The text thus obtained Tradition regards as officially promulgated by Abu Bakr, and so the first Recension of the text of the Qur'an. Modern criticism is willing to accept the fact that Abu Bakr had a collection of revelation material made for him, and maybe, committed the making of it to Zaid b. Thabit. It is not willing to accept, however, the claim that this was an official recension of the text. All we can admit is that it was a private collection made for the first Caliph Abu Bakr. Some scholars deny this, and maintain that Zaid's work was done for the third Caliph, Uthman, but as 'Uthman was persona non grata to the Traditionists, they invented a first recension by Abu Bakr so 'Uthman might not have the honour of having made the first Recension."

(http://www.bible.ca/islam/library/Jeffery/thq.htm)

آرتھر جیفری کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے مصاحف

آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Material' میں کتاب المصاحف کے اس حصے کو بنیاد بنایا ہے جس میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے مصاحف کا تذکرہ ہے۔آرتھر جیفری اپنی مزعومہ تحقیق کے مطابق یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں مسلمانوں کا کسی ایک قرآن پر اتفاق نہ تھا بلکہ ان میں سے اکثر کے پاس اپنا ذاتی مصحف تھا اور یہ ذاتی مصحف ایک ایسے قرآن پر مشتمل تھا جو دوسرے کے پاس موجود نہ تھا۔آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کو بنیاد بناتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ روایات وآثار سے ۱۵ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ۱۳ تابعین رحمہم اللہ کے ان ذاتی مصاحف کا پتہ چلتا ہے جن کی آیات مصحف عثمانی اور مروجہ قراءات کے خلاف ہیں۔

آرتھر جیفری نے درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف مصاحف کی نسبت کی ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	حضرت عمر رضی اللہ عنہ	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
حضرت سالم رضی اللہ عنہ	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ

جیفری نے درج ذیل ۱۳ تابعین کی طرف بھی بعض مصاحف کی نسبت کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت اسود رحمہ اللہ
حضرت علقمہ رحمہ اللہ
حضرت حطان رحمہ اللہ
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ
حضرت طلحہ رحمہ اللہ
حضرت عکرمہ رحمہ اللہ
حضرت مجاہد رحمہ اللہ
حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ
حضرت ربیع بن خیثم رحمہ اللہ
حضرت اعمش رحمہ اللہ
حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ
حضرت صالح بن کیسان رحمہ اللہ
حضرت حارث بن سوید رحمہ اللہ

مصاحف صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی حقیقت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے بھی اور اپنے طور پر بھی قرآن کی کتابت کرتے تھے۔مثال کے طور پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کاتب ہونے کی حیثیت سے ایک سرکاری کاتب کا درجہ رکھتے تھے۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"إن زيد بن ثابت قال: أرسل إلى أبوبكر رضى الله عنه قال إنك كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ فاتبع القرآن فتتبعت۔" [صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب كاتب النبي ﷺ: ۴۹۸۹]

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک پیغام بر کے ذریعے یہ کہلوا بھیجا کہ تم (اللہ کے رسول ﷺ کے (زمانے میں ان) کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔پس تم قرآن کو تلاش کرو (اور جمع کرو)۔پس میں نے قرآن کو تلاش کیا (اور جمع کیا)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آپ ﷺ سے قرآن کو نقل کرتی تھی اور بعض اوقات یہی صحابہ احادیث بھی لکھ لیا کرتے تھے۔پس آپ ﷺ نے ایک خاص دورانیے میں احادیث لکھنے سے منع کر دیا تاکہ قرآن کے ساتھ احادیث خلط ملط نہ ہو جائیں۔جب صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے اسلوب ومزاج سے اچھی طرح واقف ہو گئے تو پھر آپ ﷺ نے احادیث لکھنے کی اجازت جاری فرما دی۔ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ قال: «لَا تَكْتُبُوا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ». [صحيح مسلم' كتاب الزهد و الرقاق' باب التثبت في الحديث وحكم كتابة العلم: ۵۳۲۶]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مجھ سے (قرآن کے علاوہ) نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے' وہ اسے مٹا دے۔''

آپ ﷺ کے زمانے میں کچھ صحابہ سرکاری کاتبین وحی تھے لہٰذا سرکاری طور پر جمع شدہ قرآن موجود تھا۔علاوہ ازیں صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے طور پر بھی قرآن جمع کرتے تھے۔اکثر وبیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن کے مختلف اجزاء لکھی ہوئی صورت میں موجود تھے۔یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں جمع صدیقی کے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس کھجور کی شاخوں' چمڑوں اور پتھروں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال ." [صحيح البخاري' كتاب فضائل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

القرآن' باب جمع القرآن: ۴۹۸۶]

''پس میں نے قرآن کو تلاش کیا اور اسے کھجور کی شاخوں' چمڑوں' پتھروں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا۔''

یہ واضح رہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس مکمل مصاحف لکھی ہوئی صورت میں نہ تھے بلکہ ان کے پاس قرآن کے متفرق اجزاء تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جمع صدیقی کے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بعض آیات کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی نہ ملتی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فقدت آية من الأحزاب حين نسخنا المصحف قد كنت أسمع رسول الله ﷺ يقرأ بها، فالتمسناها فوجدناها مع خزيمة بن ثابت الأنصاري."[صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن: ۴۸۰۷]

''جب ہم نے مصحف کو لکھ لیا تو سورۃ احزاب کی ایک آیت ہم نے کم پائی جسے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ پس ہم نے اس آیت (کی لکھی ہوئی صورت) کو تلاش کیا تو ہم نے اسے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا۔''

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سرکاری طور پر ایک ایسے مصحف کی تیاری کا حکم دیا گیا جس میں قرآن کی جمیع آیات و سور کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہو۔ اس مصحف کی تیاری کا تذکرہ بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"أن زيد بن ثابت رضى الله قال: أرسل إلي أبوبكر مقتل أهل اليمامة فإذا عمر بن الخطاب عنده، قال أبوبكر إن عمر أتاني فقال: إن القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن و إني أخشى أن يستحر القتل بالقراء بالمواطن فيذهب كثير من القرآن و إني أرى أن تأمر بجمع القرآن. قلت لعمر: كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ؟ قال عمر: هذا، و الله! خير. فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك، ورأيت في ذلك الذي رأى عمر. قال زيد: قال أبوبكر: إنك رجل شاب عاقل، لا نتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ. فتَتَبَّعْ القرآن فاجْمَعْه. فوالله! لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن. قلت: كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ؟ قال: هو والله! خير، فلم يزل أبوبكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر أبي بكر ÷ وعمر ÷ فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللحاف وصدور الرجال۔"[صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن: ۴۹۸۶]

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل یمامہ کی جنگ کے وقت بلوا بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں قراء کی کثیر تعداد شہید ہوئی ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ بعض دوسرے مقامات پر بھی قراء کی ایک بڑی تعداد شہید ہو جائے اور ہم سے قرآن کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ آپ (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک جگہ) جمع قرآن کا حکم جاری فرمائیں۔ میں (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم وہ کام کیسے کرو گے جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہی خیر ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اس کام کے لیے مشورہ دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کے لیے میرے سینے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو کھول دیا اور اس مسئلے میں میری رائے بھی وہی ہو گئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ تم ایک نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو اور ہم تم میں کوئی عیب بھی نہیں دیکھتے اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی تھے۔ پس تم قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو۔ (حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اللہ کی قسم! اگر وہ حضرات مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام مجھ پر جمع قرآن کی نسبت آسان تھا۔ میں (زید رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ حضرات وہ کام کیسے کریں گے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کام خیر ہی خیر ہے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے اس کام پر مجبور کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی ویسے ہی کھول دیا جیسا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کھولا تھا۔ پس میں قرآن کو تلاش اور اسے کھجور کی شاخوں، چمڑوں، پتھروں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا۔''

ایک اور روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کام میں شریک تھے اور یہ حضرات جمع صدیقی کے دوران اس وقت تک کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے کوئی آیت مبارکہ قبول نہ کرتے تھے جب تک کہ وہ صحابی اس بات پر دو گواہ نہ پیش کر دے کہ اس نے وہ آیت مبارکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی اور پڑھی تھی۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن هشام بن عروة عن أبيه قال: لما استحر القتل بالقراء يومئذ فرق أبوبكر على القرآن أن يضيع فقال لعمر بن الخطاب و لزيد بن ثابت: "اقعدوا على باب المسجد فمن جاء كما بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه." [كتاب المصاحف' باب جمع أبي بكر الصديق ÷ في المصحف]

''ہشام بن عروۃ رحمہ اللہ اپنے والد عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب قراء کی بڑے پیمانے پر شہادت ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات سے گھبرا گئے کہ قرآن ضائع نہ ہو جائے۔ پس انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ سے کہا: مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو تمہارے پاس کسی چیز (یعنی لکھی ہوئی ہو اور پڑھی ہوئی) پر دو گواہ لے کر آئے کہ وہ کتاب اللہ میں سے ہے تو اسے لکھ لو۔''

اس روایت کی شرح ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ حضرت ابو صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام قرآن لکھی ہوئی شکل میں جمع کر لیا گیا لیکن یہ مرتب نہیں تھا بلکہ ایک مصحف کی بجائے مختلف صحیفوں کی صورت میں تھا۔ مثال کے طور پر اس کو آسانی کے لیے یوں سمجھ لیں کہ جیسے قرآن کی ۱۱۴ سورتیں ہیں، اب یہ تمام سورتیں تو موجود ہوں لیکن متفرق طور پر، یا اس کی مثال یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ جیسے قرآن کے تیس پارے ہیں۔ اب یہ تیس اجزاء متفرق طور پر ہوں تو ان کو 'صحف' کہیں گے اور اگر ان کو ایک جلد میں جمع کر دیں تو اس کو 'مصحف' کہیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں 'صحف' تھے نہ کہ 'مصحف'۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم ففعلوا حتى نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة." [صحيح بخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن: ۳۵۰۶]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کسی لفظ کو لکھنے (کے رسم) میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس ان چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کام کیا اور تمام 'صحف' کو 'مصاحف' میں نقل کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

زمانے میں تیار شدہ) صحف حضرت حفصہ ؓ کو لوٹا دیے (کیونکہ حضرت ابو بکر ؓ سے وہ حضرت عمر ؓ کے پاس آئے تھے اور حضرت عمر ؓ سے پھر حضرت حفصہ ؓ کو ملے تھے)۔''

حضرت ابو بکر ؓ کے زمانے میں صحابہ ؓ کے جزوی و انفرادی صحیفے ان کے پاس موجود رہے۔ حضرت عمر ؓ کے زمانے میں جب سلطنت وسیع ہوئی تو مختلف صحابہ ؓ مختلف شہروں کی طرف ہجرت کر گئے۔ بعض صحابہ کو حضرت عمر ؓ نے خود بھی بھیجا تھا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کو کوفہ کی طرف بھیجا گیا۔ ان کبار صحابہ ؓ نے اپنے اپنے شہروں میں اپنے صحائف کے مطابق قرآن کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر صحابی ؓ نے جو حرف اللہ کے رسول ﷺ سے نقل کیا تھا اس کے مطابق اپنے شاگردوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ اس طرح مختلف اسلامی شہروں میں مختلف قرآنی قراءات کا ظہور ہوا جس سے مختلف بلاد و امصار کے قرآن کی قراءات کے حوالے سے ایک تنازع پیدا ہو گیا۔ ہر شہر کے لوگ اپنے شہر کی قراءت کو صحیح اور دوسری کو غلط کہنے لگے حالانکہ ان میں سے اکثر قراءات احرف سبعہ کے ذیل میں اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت تھیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن أبي الشعثاء قال: كنت جالسا عند حذيفة وأبي موسى وعبد الله بن مسعود فقال حذيفة: أهل البصرة يقرؤون قرائة أبي موسى، وأهل الكوفة يقرؤون قرائة عبد الله، أما والله! أن لو قد أتيت أمير المؤمنين لقد أمرته بغرق هذه المصاحف. فقال عبدالله: إذا تغرق في غير ماء." [كتاب المصاحف، باب كراهية عبد الله بن مسعود ÷ ذلك]

''ابو شعثاء ؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرت حذیفہ، حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت حذیفہ ؓ نے کہا: اہل بصرہ ابو موسی اشعری ؓ کی اور اہل کوفہ عبد ابن مسعود ؓ کی قراءت پڑھتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر میں امیر المؤمنین کے پاس آؤں تو انہیں ان جمیع (اختلافی) مصاحف کے غرق کرنے کا حکم دے دوں۔ اس پر ابن مسعود ؓ نے کہا: تب تو تم بھی بنا پانی کے غرق ہو جاؤ۔''

اس روایت کی سند ایک مدلس راوی کے عنعنہ کی وجہ سے 'ضعیف' ہے لیکن اس روایت کے متن کی تائید بعض صحیح روایات سے بھی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق قراءات کے یہ اختلافات محاذ جنگ اور سرحدی علاقوں میں بھی بہت نمایاں ہو گئے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

"أن حذيفة بن اليمان قدم على عثمان و كان يغازي أهل الشام في فتح أرمينية وأذربيجان مع أهل العراق فأفزع حذيفة اختلافهم في القراءة فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى." [صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۴۹۸۸]

''حضرت حذیفہ بن یمان ؓ حضرت عثمان ؓ کے پاس آئے اور وہ اہل عراق و اہل شام کے ساتھ مل کر آرمینیہ اور آذر بائیجان کی فتح کے لیے جنگ کر رہے تھے۔ اس موقع پر صحابہ ؓ کی قراءات کے اختلافات سے حضرت حذیفہ ؓ گھبرا گئے اور انہوں نے حضرت عثمان ؓ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس امت کو پکڑیں اس سے پہلے کہ یہ بھی یہود و نصاری کی طرح اللہ کی کتاب میں اختلاف کرنے لگے۔''

یہ بھی واضح رہے کہ متفرق احرف کی قراءت کے علاوہ اس عرصے میں یعنی جمع عثمانی سے پہلے کچھ ایسی قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی رائج و عام تھیں جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن سمرة رضی الله عنه قال: "عرض القرآن علی رسول الله ﷺ عرضات فيقولون: إن قراءتنا هذه العرضة الأخيرة."

هذا حديث صحيح علی شرط البخاري بعضه، وبعضه علی شرط مسلم ولم يخرجاه.

تعليق الذهبی فی التلخيص: صحيح. [المستدرك علی الصحيحين' كتاب التفسير: ٢٥٠/٢]

''حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: قرآن مجید اللہ کے رسول ﷺ پر کئی مرتبہ پیش کیا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا کہنا یہ تھا کہ ہماری یہ قراءت (یعنی جمع عثمانی والی) عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے۔(امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ) اس روایت کا بعض حصہ بخاری کی شرط پر اور بعض مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اپنی 'تعلیق' میں اس روایت کو 'صحیح' کہا ہے۔''

اس بارے میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف تھا کہ کون سی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن مجاهد عن ابن عباس قال، قال: "أي القراءتين كانت أخيرا قراءة عبدالله أو قراءة زيد؟" قال، قلنا: "قراءة زيد." قال: "لا إلا أن رسول الله ﷺ كان يعرض القرآن علی جبريل كل عام مرة فلما كان في العام الذي قبض فيه عرضه عليه مرتين و كانت آخر القراءة قراءة عبدالله."

تعليق شعيب الأرنؤوط: صحيح. [مسند أحمد' باب مسند عبد الله بن العباس ÷: ٢٧٥/١' مؤسسة قرطبة' القاهرة، ٢٤٩٤]

''حضرت مجاہد رحمہ اللہ' ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا: دونوں قراءات میں کون سی قراءت آخری ہے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی۔ہم نے جواب دیا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید اللہ کے رسول ﷺ پر ہر سال ایک مرتبہ پیش کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ پیش کیا اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت آخری قراءت ہے۔''

بعض صحیح روایات کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان روایات کو بیان کرنے کے بعد ان میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ یہ دونوں اقوال ہی اپنی جگہ درست ہیں۔ دونوں صحابہ یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قراءات عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی۔

[فتح الباري: ٤٤/٩]

غالب گمان یہی ہے کہ یہ منسوخ قراءات عموماً ان مترادفات کے قبیل سے تھیں جن کی اجازت آپ ﷺ کے زمانے میں تیسیر و عدم حرج کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے دی گئی تھی۔اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ 'سبعة أحرف' میں کچھ 'حروف' عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں جن کی تلاوت ہم آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔

جمع عثمانی سے پہلے اسی طرح ایک اور مشکل (جو کسی حد تک بعد میں بھی رہی) یہ بھی درپیش تھی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی تفسیر کو اپنے مصاحف میں لکھ کر قرآن کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خدشے کے پیش نظر قرآن کے علاوہ کچھ لکھنے سے منع کیا تھا' اس کا عملی مظہر کچھ اس طرح سامنے آنے لگا تھا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تفسیری نکات کو بھی بطور قرآن نقل کر رہے تھے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ام سلمہ' حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن نے اپنے کاتب کو یہ ہدایت کی وہ قرآن لکھتے وقت سورۃ بقرۃ میں 'وصلاۃ العصر' کے الفاظ بھی لکھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبي يونس مولى عائشة أم المؤمنين أنه قال: أمرتني عائشة رضي الله عنها أن أكتب لها مصحفا ثم قالت: "إذا بلغت هذه الآية: ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ فآذني فلما بلغتها آذنتها فأملت علي: [حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى و صلاة العصر وقوموا لله قانتين .] ثم قالت: "سمعتها من رسول الله ﷺ"

[كتاب المصاحف' باب مصحف عائشة زوج النبي ﷺ]

''یونس مولیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ میں ان کے لیے ایک مصحف لکھوں۔ پھر یہ کہا کہ جب میں اس آیت یعنی 'حٰفظوا علی الصلوٰت و الصلوٰۃ الوسطیٰ' پر پہنچوں' تو انہیں مطلع کروں۔ پس جب میں (یعنی کاتب) اس آیت مبارکہ پر پہنچا تو انہیں خبر دی۔ پس انہوں نے مجھے یہ آیت اس طرح املا کروائی: حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى وصلاة العصر وقوموا لله قانتين' اور پھر فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ایسے ہی سنا ہے۔''

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کوشش کی وہ سرکاری طور پر ایک ایسا مصحف تیار کروائیں جس میں عرضہ اخیرہ کے مطابق جمیع احرف قرآنیہ کو نقل کر دیں تاکہ عوام الناس اللہ کے رسول ﷺ سے منقول صحیح قراءات سے واقف ہو سکیں اور جہالت میں ایک دوسرے کی قراءت کا رد نہ کریں۔ علاوہ ازیں اس مصحف کی تیاری سے یہ بھی مقصود تھا کہ جن منسوخ قراءات یا تفسیری نکات کی تلاوت تا حال جاری ہے' ان کو ختم کیا جائے اور تمام مسلمانوں کو سرکاری مصحف کے مطابق قراءت کا پابند بنایا جائے۔ اسکے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ یعنی حضرت زید بن ثابت' عبد اللہ بن زبیر' سعید بن العاص اور عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا۔ اس سرکاری مصحف کی تیاری کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی کئی ایک کاپیاں تیار کروائیں اور مختلف شہروں میں بھیج دیں۔ علاوہ ازیں ایک کام یہ بھی کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس موجود ان کے ذاتی مصاحف کو جمع کر کے جلا دیا گیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم." ففعلوا ذلك. حتى نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة، و أرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق"

[صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن: ۴۹۸۷]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کسی لفظ کو لکھنے (کے رسم) میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس ان چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کام کیا اور تمام 'صحف' کو 'مصاحف' میں نقل کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیار شدہ) صحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک مصحف مختلف اسلامی شہروں میں بھیج دیا اور اس کے علاوہ قرآن کے ہر صحیفے یا مصحف کے بارے یہ حکم جاری کیا کہ اسے جلا دیا جائے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ بات واضح رہے کہ جمع عثمانی پر سب صحابہ کا اجماع و اتفاق تھا۔ اختلاف صرف اس مسئلے میں تھا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس اپنے مصاحف میں کچھ اضافی احرف ایسے تھے جو جمع عثمانی میں موجود نہ تھے۔ پس وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جمع عثمانی کے ساتھ اپنے ان احرف کی تلاوت کو بھی جاری رکھنا چاہتے تھے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان احرف کے مطابق تلاوت کی اجازت دینے کے قائل نہ تھے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے حوالے سے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف نہیں بلکہ کئی مصاحف تیار کروائے تھے اور انہیں مختلف شہروں کی طرف بھیج دیا تھا۔ ان مصاحف کی تعداد میں علماء کے ہاں اختلاف ہے۔ بعض نے چار' بعض نے پانچ اور بعض نے چھ اور بعض نے سات بھی نقل کی ہے۔ [کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۲۳۸۔۲۳۹]

کتاب المصاحف کی کئی ایک روایات سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کے لیے جو مختلف سرکاری مصاحف تیار کروائے تھے ان میں اختلاف تھا کیونکہ ان مصاحف میں متعلقہ شہروں کی قراءات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مصاحف کی تیاری کی گئی تھی۔ جو نسخہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اسے 'مصحف امام' کا نام دیا گیا۔ اس موضوع سے متعلق روایات کے مطالعہ کے لیے کتاب المصاحف کے عنوانات 'باب ما كتب عثمان من المصاحف' اور 'الإمام الذي كتب منه عثمان المصاحف' وهو مصحفه' اور 'اختلاف مصاحف الأمصار التي نسخت من الإمام' کا مطالعہ فرمائیں۔

علمائے فن کا اس پر اتفاق ہے کہ صرف اسی قراءت کو بطور قرآن ثابت سمجھا جائے جس میں درج ذیل تین شرائط پائی جاتی ہوں:

① وہ صحیح سند سے ثابت ہو اور قراء کے ہاں معروف ہو۔
② مصاحف عثمانیہ میں کسی مصحف کے رسم کے مطابق ہو۔
③ قواعد لغویہ عربیہ کے موافق ہو۔

ہمارے نزدیک کسی قراءات کی قرآنیت کیلئے رسم عثمانی کی موافقت ایک اساسی شرط ہے۔ جس کی بنیاد مصاحف عثمانیہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، لہٰذا علمائے امت نے ہر دور میں اس کی پابندی کو لازم قرار دیا ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لئے اسی شمارے میں موجود مضمون 'قراءات شاذہ اور ثبوت قرآن کا ضابطہ' از محمد اسلم صدیق اور مکتوب بنام شیخ الحدیث مولانا عبد المنان نور پوری' مفید رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

ہم یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ایسی قراءات کی تعداد بہت ہی کم ہے جو جمع عثمانی میں نہیں تھیں لیکن صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں۔ آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Materials' میں کتاب المصاحف کی بنیاد پر قراءات کے جو بے شمار اختلافات نقل کیے ہیں' ان میں سے اکثر و بیشتر روایات منقطع اور ضعیف ہیں۔ اور منقطع اور ضعیف روایت کی بنیاد پر کسی مصحف یا قراءت کی نسبت کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا ہمارے نزدیک کوئی علمی رویہ اور اسلوب نہیں ہے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءات اور مصاحف کے اختلافات کی صحیح روایات بھی موجود ہیں لہٰذا اگر کسی صحیح روایت سے کسی معروف قاری صحابی کے مجرد اختلاف قراءت یا اختلاف مصحف کا علم حاصل ہوتا ہے تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس روایت کو نقل کرنے میں ہم کوئی حرج محسوس نہیں کرتے لیکن بطور قرآن تلاوت نہیں کی جا سکتی۔
ذیل میں ہم مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی طرف منسوب مصاحف وقراءات کا تفصیلی جائزہ لے رہے ہیں۔

مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض صحیح روایات وآثار میں مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ملتا ہے۔لیکن کیا یہ ایک مکمل مصحف تھا یا قرآن کی چند سورتوں پر مشتمل تھا؟ اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔بعض روایات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ ایک نامکمل مصحف تھا۔ 'کتاب المصاحف' کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله قال: حدثنا عم قال: حدثنا ابن رجاء قال: أخبرنا اسرائيل عن أبي إسحاق عن خمير بن مالك عن عبد الله قال: "لما أمر بالمصاحف ساء ذلك عبد الله بن مسعود." قال: "من استطاع منكم أن يغل مصحفاً فليغلل فإنه من غل شيئا جاء بما غل يوم القيامة." ثم قال عبد الله: "لقد قرأت القرآن من في رسول الله ﷺ سبعين سورة وزيد بن ثابت صبي أفأترك ما أخذت من في رسول الله ﷺ"

[کتاب المصاحف' باب كراهية عبد الله بن مسعود ذلك]

اس روایت سے تین باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔پہلی بات تو یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمع عثمان رضی اللہ عنہ پر راضی نہ تھے۔دوسری بات یہ کہ انہوں نے اپنا مصحف چھپا لیا تھا اور لوگوں کو اپنے مصاحف چھپانے کا حکم بھی جاری کیا تھا۔تیسری بات ان کا یہ اقرار ہے کہ انہوں نے ستر سورتیں اللہ کے رسول ﷺ سے براہ راست حاصل کی ہیں۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کی سند میں خمیر بن مالک راوی کے بارے میں کوئی جرح و تعدیل موجود نہیں ہے لیکن اس روایت میں بیان شدہ پہلی اور تیسری بات کی تصدیق کئی ایک دوسری روایات اور آثار سے بھی ہوتی ہے جو کتاب المصاحف اور بعض تفاسیر میں موجود ہیں۔لہٰذا من جملہ روایت کے شواہد موجود ہیں اور 'حسن' درجے کی روایت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہی کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ وہ بعد میں جمع عثمان پر راضی ہو گئے تھے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'کتاب المصاحف' میں 'باب رضا عبد الله بن مسعود بجمع عثمان المصاحف' کے عنوان سے ایک باب بھی باندھا ہے اور اس کے تحت ایک روایت بھی نقل کی ہے۔اس روایت کے مطابق جمع عثمان کے وقت بعض لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

"إنا لم نأتك زائرين' و لكنا جئنا حين راعنا هذا الخبر' فقال: إن القرآن أنزل على نبيكم من سبعة أبواب على سبعة أحرف أو حروف' و إن الكتاب قبلكم كان ينزل أو نزل من باب واحد على حرف واحد معناهما واحد." [کتاب المصاحف' باب رضا عبدالله بن مسعود بجمع عثمان المصاحف]

اس وقت ہمارے پاس حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف کہیں موجود نہیں ہے لہٰذا بغیر کسی سند کے یہ کہنا کہ ان کے مصحف میں فلاں آیت یوں تھی یا ایسے لکھی ہوئی تھی ایک غیر مستند دلیل ہے۔ہاں بعض اسناد سے ان سے چند ایک ایسی قراءات ضرور مروی ہیں جو رسم عثمانی کے خلاف ہیں۔روایت حفص عن عاصم رحمہ اللہ درحقیقت حضرت عبد اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے ثابت ہے اور اس کی اسناد قراء کے ہاں معروف و متواتر ہیں۔ پس تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت وہی تھی جسے آج امت روایتِ حفص کے نام سے پڑھ رہی ہے۔ لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سینہ بسینہ مروی اس متواتر روایت کے بالمقابل ان سے مروی ان قراءات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے جن میں اکثر کی اسناد منقطع ہیں اور وہ اخبار آحاد کی قبیل سے ہیں۔

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تحت ۲۰ روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان روایات میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مختلف قراءات کا تذکرہ ہے۔ کسی ایک روایت میں بھی یہ موجود نہیں ہے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں یوں لکھا تھا۔ اکثر روایات میں پڑھنے کے الفاظ ہیں اور بعض روایات میں تو صیغہ 'عن' کے ذریعے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ الفاظ نقل کر دیے گئے ہیں جن سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ان کی قراءت تھی یا تفسیر یا راوی نے ان ہی سے یہ الفاظ سنے ہیں یا کسی اور سے نقل کیے ہیں۔ جن روایات میں 'قرأ' یا 'یقرأ' کے الفاظ ہیں ان میں بھی یہ وضاحت موجود نہیں ہے کہ ان الفاظ کو بطور تلاوت پڑھا ہے یا اپنے شاگردوں کو منسوخ الفاظ کی تعلیم دینا مقصود تھا جیسا کہ فی زمانہ شیوخ اپنے شاگردوں کو قراءات شاذۃ سے آگاہی کے لیے ان کی تعلیم دیتے ہیں۔

کتاب المصاحف میں مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذیل میں سب سے زیادہ قراءات کے اختلافات بیان کیے گئے ہیں۔ اس عنوان کے تحت کل ۲۰ روایات بیان ہوئی ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ نساء میں "إن الله لا يظلم مثقال نملة" پڑھا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے مطابق اس کی سند میں ایک راوی عطاء البزار 'مجہول' ہے۔ دوسری توجیح یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے 'ذرة' کی تفسیر 'نملة' سے کی ہے۔ تیسری توجیح کے مطابق یہ ان مترادفات کے قبیل سے ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے تھے۔

دوسری روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ آل عمران میں "واركعي واسجدي في الساجدين" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند میں یحییٰ بن کثیر اور جویبر 'ضعیف' راوی ہیں لہٰذا روایت قابل قبول نہیں ہے۔ تیسری روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ میں 'في مواسم الحج' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ اس کے راوی عطاء رحمہ اللہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے لہٰذا روایت قابل قبول نہیں۔ چوتھی روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں 'بل يداه بسطان' تھا۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے۔ حکم بن عتيبة رحمہ اللہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ پانچویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ میں "وتزودوا وخير الزاد التقوى" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے کیونکہ سفیان رضی اللہ عنہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ چھٹی روایت کے مطابق سورۃ بقرۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں "من بقلها و قثائها وثومها وعدسها وبصلها" تھا۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے کیونکہ ہارون رحمہ اللہ کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ ساتویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ میں "في مواسم الحج فابتغوا حينئذ" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے کیونکہ عطاء رحمہ اللہ کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ آٹھویں روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورہ بقرہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”من بقلها وقثائها و فومها و عدسها و بصلها“ تھی۔ اس روایت کی سند بھی ’منقطع‘ ہے۔ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ نویں روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ عصر کو ”والعصر إن الإنسان لفي خسر وإنه فيه إلى آخر الدهر إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالصبر“ پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند بھی ’منقطع‘ ہے۔ میمون بن مھران کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ دسویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ بقرۃ میں ”أولئك لهم نصيب ما اكتسبوا“ پڑھتے تھے۔ اس روایت کی سند بھی ’منقطع‘ ہے۔ سفیان رحمہ اللہ اصحاب عبد اللہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں اور کوئی نام صراحت سے بیان نہیں کرتے اور اصحاب عبد اللہ کی بھی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس قراءت کی نسبت موجود نہیں ہے۔ گیارہویں روایت کے مطابق منصور السلمی رحمہ اللہ سورۃ بقرۃ میں ’ولکل جعلنا قبلة يرضونها‘ پڑھتے تھے۔ اس روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے لہٰذا سند ’منقطع‘ ہے۔ بارہویں روایت کے مطابق ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ’انہوں‘ نے سورۃ بقرۃ میں ”وأقيموا الحج و العمرة للبيت“ پڑھا۔ روایت کی سند ’منقطع‘ ہے کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ کس نے ایسے پڑھا ہے۔ تیرہویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ”وأقيموا الحج والعمرة للبيت“ تھا۔ اس روایت کی سند میں ’ثویر‘ نامی راوی ’ضعیف‘ ہے لہٰذا سند کمزور ہے۔ چودہویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں ”وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم قبله“ پڑھا ہے۔ روایت کی سند ’منقطع‘ ہے کیونکہ ابورزین رحمہ اللہ نے اس کی صراحت نہیں کی کہ انہوں نے یہ قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ پندرہویں روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ”ولا تخافت بصوتك ولا تعال به“ تھا۔ اس روایت کی سند بھی ’منقطع‘ ہے کیونکہ ابورزین نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماعت کی صراحت نہیں کی۔ سولہویں روایت میں بھی سابقہ قراءت ہی بیان ہوئی ہے۔ اس روایت کی سند بھی ’منقطع‘ ہے۔ ابوعبیدہ بن معن رحمہ اللہ اور ابومحمد بن طلحہ رحمہ اللہ کی طرف سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قرءات سننے کا تذکرہ نہیں ہے۔ سترہویں روایت کے مطابق سورۃ ھود میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ”كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى“ بغیر واو پڑھا ہے۔ روایت کی سند ’منقطع‘ ہے۔ سفیان رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت سننے کی صراحت نہیں کی۔ انیسویں روایت کے مطابق ’ان‘ کی قراءت سورۃ بقرۃ میں ”فزلزلوا يقول حقيقة الرسول و الذين آمتوا“ تھی۔ روایت کی سند ’منقطع‘ ہے کیونکہ ادریس کوفی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ کن کی قراءت تھی۔ بیسویں روایت کے مطابق قرآن کی ۴۸ سورتوں میں اعمش نے اپنے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اختلافات قراءات نقل کیے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم ان اختلافات کو نقل نہیں کر رہے۔ اس روایت کی سند ’منقطع‘ ہے کیونکہ اعمش نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماعت کی صراحت نہیں کی۔ اکیسویں روایت کے مطابق سورۃ مائدۃ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ”إنما وليكم الله و رسوله والذين آمتوا والذين يقيمون الصلوة“ تھی۔ اس روایت کی سند بھی ’منقطع‘ ہے۔ جریر بن عبد الحمید کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Materials' میں ’الفھرست لابن ندیم‘ اور ’الاتقان للسیوطی‘ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ایک نامکمل فہرست بھی پیش کی ہے۔ ان دونوں فہرستوں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب سے مختلف ہے لیکن ان دونوں فہرستوں کی اپنی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورتوں کی ترتیب والی روایت مضطرب ہوئی اور نا قابل قبول ہے۔ ابن ندیم رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۸ھ) کی پیش کردہ فہرست کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۹ سورتیں غائب ہیں۔ ابن ندیم رحمہ اللہ نے فضل بن شاذان (متوفی ۲۶۰ھ) کے حوالے سے مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی درج ذیل فہرست پیش کی ہے۔

قال الفضل بن شاذان: وجدت في مصحف عبد الله بن مسعود تأليف سور القرآن على هذا الترتيب البقرة، النساء، آل عمران، المص، الأنعام، المائدة، يونس،ءة بر،النحل، هود، يوسف، بني إسرائيل، الأنبياء، المؤمنون، الشعراء، الصافات، الأحزاب، القصص، النور، الأنفال، مريم، العنكبوت، الروم، يس، الفرقان، الحج، الرعد، سبأ، الملیکة، إبراهيم، ص، الذي كفروا، القمر، الزمر، الحواميم المسبحات، حم المؤمن، حم الزخرف، السجدة، الأحقاف الجاثية، الدخان، إنا فتحنا، الحديد، سبح، الحشر، تنزيل السجدة، ق، الطلاق، الحجرات، تبارك الذى بيده الملك، التغابن، المنافقون، الجمعة، الحواريون، قل أوحي، إنا أرسلنا نوحا، المجادلة، الممتحنة، يا أيها النبي، لم تحرم، الرحمن، النجم، الذاريات، الطور، اقتربت الساعة، الحاقة، إذا وقعت، ن، والقلم، النازعات، سأل سائل، المدثر، المزمل، المطففين، عبس، هل أتى على الإنسان، القيامة، المرسلات، عم يتساءلون، إذا الشمس كورت، إذا السماء انفطرت، هل أتاك حديث الغاشية، سبح اسم ربك الأعلى، والليل إذايغشى، الفجر، البروج، انشقت، اقرأ باسم ربك، لا أقسم بهذا البلد، والضحى، ألم نشرح لك، والسماء والطارق، والعاديات، أرأيت، القارعة، لم يكن الذين كفروا من أهل الكتاب، الشمس وضحاها، والتين، ويل لكل همزة، الفيل، لإيلاف قريش، التكاثر، إنا أنزلناه، والعصر إن الإنسان لفى خسر، إذا جاء نصر الله، إنا أعطيناك الكوثر، قل يا أيها الكفرون لا أعبد ما تعبدون، تبت يدا أبى لهب وتب ما أغنى عنه ما له و ماكسب، قل هو الله أحد الله الصمد، فذلك مائة وعشر سور. وفي رواية أخرى: الطور قبل الذاريات. قال أبوشاذان قال ابن سيرين: وكان عبد الله بن مسعود لا يكتب المعوذتين في مصحفه و لا فاتحة الكتاب. وروى الفضل بإسناده عن الأعمش، قال في قوله: قرأة عبدالله حم سق. "

[الفهرست لابن نديم' باب ترتيب القرآن في مصحف عبدالله بن مسعود : ۳۹]

فضل بن شاذان رحمہ اللہ ایک شیعہ امامیہ فقیہ اور متکلم ہیں جن کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ ان کی اس روایت پر آرتھر جیفری کے انتقاد اعلیٰ کے اصولوں کی تطبیق کی جائے تو یہ روایت 'ضعیف' ثابت ہوتی ہے۔ اس روایت کا متن ہی اس کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ بیان ہے کہ یہ کل ۱۱۰ سورتیں ہیں حالانکہ یہ کل ملا کر ۱۰۵ سورتیں ہوئیں اور اس فہرست میں ۹ سورتیں یعنی سورۃ فاتحہ' سورۃ الحجر' سورۃ الکہف' سورۃ طٰہٰ' سورۃ نمل' سورۃ شوریٰ' سورۃ زلزال' سورۃ الفلق' سورۃ الناس غائب ہیں۔ خود اس روایت کا متن اس کی تصدیق سے انکاری ہے۔

علاوہ ازیں فضل بن شاذان رحمہ اللہ کی سن وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تیسری صدی ہجری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کوئی مصحف دیکھا۔ اب اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تیسری صدی ہجری میں وہ جو مصحف دیکھ رہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں وہ واقعتاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے بھی کہ نہیں؟

ابن ندیم رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۸ھ) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے یعنی چوتھی' پانچویں صدی ہجری میں کئی ایک ایسے مصاحف دیکھے ہیں جن کے بارے میں لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ہے لیکن ان میں سے دو مصحف بھی آپس میں نہیں ملتے۔ ابن ندیم رحمہ اللہ کا کہنا یہ بھی ہے کہ میں نے دوسوسال پرانا یعنی تیسری صدی ہجری کا ایک مصحف دیکھا ہے جس کی نسبت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے اور اس میں سورۃ فاتحہ بھی موجود ہے۔ ابن ندیم رحمہ اللہ کی عبارت یہ ہے:

”قال محمد بن إسحاق رأيت عدة مصاحف ذكر نساخها أنها مصحف بن مسعود ليس فيها مصحفين متفقين و أكثرها في رق كثير النسخ وقد رأيت مصحفا قد كتب منذ مائتي سنة فيه فاتحه الكتاب . “(أيضاً)

امام سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے 'الاتقان' میں مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما میں سورتوں کی ترتیب کی جو فہرست بیان کی ہے وہ درج ذیل ہے:

قال ابن أشتة أيضاً: وأخبرنا أبو الحسن بن نافع أن أبا جعفر محمد بن عمرو بن موسى حدثهم قال: حدثنا محمد بن إسماعيل بن سالم حدثنا علي بن مهران الطائي حدثنا جرير ابن عبد الحميد قال: ”تأليف مصحف عبد الله بن مسعود: الطوال البقرة والنساء وآل عمران والأعراف والأنعام والمائدة و يونس . والمئين: براة والنحل وهود ويوسف والكهف وبني إسرائيل و الأنبياء وطه والمؤمنون والشعراء والصافات . والمثاني: الأحزاب والحج والقصص وطس والنمل والنور والأنفال ومريم والعنكبوت والروم ويٰس والفرقان والحجر والرعد والسبأ والملائكة وإبراهيم وص والذين كفروا ولقمان والزمر والحواميم حم المؤمن والزخرف والسجدة وحمعسق والأحقاف والجاثية والدخان وإنا فتحنا لك والحشر وتنزيل السجدة و الطلاق ون والقلم والحجرات وتبارك والتغابن وإذا جاءك المنافقون والجمعة والصف وقل أوحى وإنا أرسلنا والمجادلة والممتحنة ويا أيها النبي لم تحرم والمفصل: الرحمن والنجم والطور والذاريات واقتربت الساعة والواقعة والنازعات وسأل سائل والمدثر والمزمل والمطففين وعبس وهل أتى والمرسلات والقيامة وعم يتساءلون وإذا الشمس كورت وإذا السماء انفطرت والغاشية وسبح والليل والفجر والبروج وإذا السماء انشقت واقرأ باسم ربك والبلد والضحى والطارق والعاديات وأرأيت والقارعة ولم يكن والشمس وضحاها والتين وويل لكل همزة وألم تر كيف ولإيلاف قريش وألهاكم وإنا أنزلناه وإذا زلزلت والعصر وإذا جاء نصر الله والكوثر وقل ياأيها الكفرون وتبت وقل هو الله أحد وألم نشرح وليس فيه الحمد ولا المعوذتان . '[الإتقان في علوم القرآن' النوع الثامن عشر في جمعه و ترتيبه: ص ۲۲۴]

اس روایت کے مطابق مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں سورۃ فاتحہ نہ تھی جبکہ ابن ندیم رحمہ اللہ نے جو مصحف دیکھا اس میں سورۃ فاتحہ بھی موجود تھی۔ اس بحث کا خلاصہ کلام وہی ہے جو ابن ندیم رحمہ اللہ نے نکالا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے بارے میں مروی روایات میں سے کوئی دو روایات یا ان کی طرف منسوب مصاحف میں سے کوئی دو مصحف بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپس میں متفق نہیں ہیں۔پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ان مصاحف یا روایات کی نسبت میں اضطراب ہے اور مضطرب روایت محدثین کے ہاں 'ضعیف' ہی کی ایک قسم ہے۔ پس ہم یہی ماننے پر مجبور ہیں کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وہی قراءات موجود تھیں جو ان سے سینہ بسینہ صحیح ومتواتر سند کے ساتھ آج تک قراء نقل کرتے چلے آ رہے ہیں اور روایت حفص بھی انہی میں سے ایک ہے۔ان میں سے چند ایک اسناد ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ء ص ۱۹۵ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مصحف اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۹ھ یا ۲۲ھ یا ۳۰ھ)

مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے وجود کے بارے میں بھی روایات و آثار ملتے ہیں۔لیکن روایات سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ ان کا یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضبط کرلیا تھا۔جمع عثمانی سے قبل حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مصحف کیسا تھا یا کن سورتوں پر مشتمل تھا یا اس کا رسم الخط کیا تھا' اس بارے ہمیں کوئی مستند روایات نہیں ملتی۔ جو روایات ان کے مصحف کے احوال کے بارے مروی ہیں وہ باہم متضاد ہیں لہٰذا انتقاد اعلی کے اصول اور مضطرب المتن ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول اور ضعیف ہیں۔

ابن ندیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الفہرست' میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے برعکس بیان کی ہے۔اس روایت کے مطابق فضل بن شاذان (متوفی ۲۶۰ھ) کسی مبہم ثقہ صاحب سے مصحف ابی رضی اللہ عنہ کی سورتوں کی ترتیب نقل کرتے ہیں۔اس ترتیب کے مطابق ان کے مصحف میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۱۰ سورتیں یعنی سورۃ العنکبوت' سورۃ لقمان' سورۃ الدخان' سورۃ الذاریات' سورۃ التحریم' سورۃ مزمل' سورۃ مدثر' سورۃ البلد اور سورۃ العصر غائب ہیں۔علاوہ ازیں دو سورتوں سورۃ الخلع اور سورۃ الحید کا اضافہ بھی ہے۔اس روایت میں کل ۱۰۶ سورتوں کا بیان ہے حالانکہ روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کل ۱۱۶ سورتیں ہوئیں یعنی مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کی مانند یہ روایت بھی اپنی تکذیب خود ہی کر رہی ہے۔[الفہرست' باب ترتیب القرآن في مصحف أبي بن كعب : ص ۴۰]

امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الإتقان' میں مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سورتوں کی جو ترتیب بیان کی ہے وہ ابن ندیم رحمہ اللہ کی ترتیب سے مختلف ہے۔امام سیوطی رحمہ اللہ نے یہ روایت ابن اشتہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۹۱ھ) سے نقل کی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب 'کتاب المصاحف' میں بیان کی ہے۔ابن اشتہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب اس وقت مفقود ہے لہٰذا اس خبر کی بنیاد ہمارے پاس 'الاتقان' ہی ہے۔ابن اشتہ رحمہ اللہ نے یہ روایت محمد بن یعقوب' انہوں نے ابو داؤد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے ابو جعفر الکوفی رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔ ابو جعفر الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔ابن اشتہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس فہرست میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۱۰۶ سورتوں کا بیان ہے اور ۸ سورتیں یعنی سورۃ الفرقان' سورۃ فاطر' سورۃ زخرف' سورۃ قمر' سورۃ مجادلہ' سورۃ انسان' سورۃ بروج وغیرہ غائب ہیں علاوہ ازیں دو سورتوں سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کا اضافہ بھی ہے۔[الإتقان' باب النوع الثامن عشر من جمعه و ترتيبه: ص ۲۲۳] یہ دونوں روایات مضطرب ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب المصاحف ہی کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مصحف اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے پاس بھی یہ مصحف موجود نہ تھا چہ جائیکہ کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سینکڑوں سال بعد اپنے پاس مصحف ابی رضی اللہ عنہ کے ہونے کا دعویٰ کرے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی روایت کے الفاظ ہیں:

”حدثنا عبد الله قال حدثنا أبو الربيع قال أخبرنا ابن وهب أخبرني عمرو قال: قال بكير حدثني بسر بن سعيد عن محمد بن أبي أن أناسا من أهل العراق قدموا إليه فقالوا: إنما تحملنا إليك من العراق' فأخرج لنا مصحف أبي قال محمد: قد قبضه عثمان. قالوا: سبحان الله! أخرجه لنا. قال: قد قبضه عثمان. [كتاب المصاحف' باب جمع عثمان المصاحف]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے تحت چار روایات کا تذکرہ ہے۔ جن میں چار مقامات قرآنیہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اختلاف قراءت کا ذکر ہے۔ دوسری اور تیسری روایت میں ان کے ذاتی مصحف کا بھی بیان ہے۔ اس مصحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعد میں ضبط کر لیا تھا۔ پہلی روایت کے مطابق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سورہ نساء میں 'فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى' پڑھا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق سورۃ بقرۃ میں ان کے مصحف میں 'للذين يقسمون من نسائهم' کے الفاظ درج تھے۔ تیسری روایت کے مطابق سورۃ بقرۃ ہی میں ان کے مصحف میں 'فلا جناح عليه أن يطوف بهما' لکھا ہوا تھا۔ چوتھی روایت کے مطابق وہ سورہ بقرۃ میں 'فصيام ثلاثة أيام متتابعات' پڑھتے تھے۔ پہلی تین روایات کی سند 'منقطع' ہے۔ آخری روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرکاری مصحف جاری کرنے کے بعد یہ مصحف اپنے قبضے میں لے لیا تھا لہٰذا قرآن کی تلاوت میں یہ روایت دلیل نہیں بنتی۔ ہمارے خیال میں یہ در اصل تفسیری نکتہ تھا جو بطور قراءت نقل ہو گیا۔

علاوہ ازیں روایت حفص عن عاصم کی صحیح و متواتر سند حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک بھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس متواتر سند کی موجودگی میں ان کی ایسی قراءات کی کیسے تصدیق کی جا سکتی ہے جو 'ضعیف' اور اخبار آحاد کی قبیل سے ہیں۔ یہ سند ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ء' ص ۱۹۵ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

مصحف علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ)

کتاب المصاحف میں ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'جمع علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ' کے نام سے ایک عنوان باندھا ہے اور اس کے تحت ایک روایت نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق اللہ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھا لی تھی کہ اس وقت تک اپنی چادر نہ اوڑھیں گے جب تک قرآن جمع نہ کر لیں۔ قرآن جمع کرنے سے ان کی مراد کیا تھی؟ اس بارے میں جمہور اہل سنت علماء کا کہنا ہے کہ اس سے ان کی مراد قرآن کو یاد کرنا تھا۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

”حدثنا عبد الله قال حدثنا محمد بن إسماعيل الأحمسي قال حدثنا ابن فضيل عن أشعث عن محمد بن سيرين قال: لما توفي النبي ﷺ أقسم على أن لا يرتدي برداء إلا لجمعة حتى يجمع القرآن في مصحف ففعل، فأرسل إليه أبوبكر بعد أيام أكرهت أمارتي يا أبا الحسن؟ قال: لا والله! إلا أني أقسمت أن لا أرتدي برداء إلا لجمعة، فبايعه ثم رجع. (قال أبوبكر: لم يذكر المصحف أحد إلا أشعث وهو لين الحديث و إنما رووا حتى أجمع القرآن يعني: أتم حفظه فإنه يقال للذي يحفظ القرآن قد جمع القرآن). [كتاب المصاحف' باب جمع علي بن أبي طالب]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس روایت کی سند میں اشعث راوی 'ضعیف' ہے۔ علاوہ ازیں اس کی سند 'معضل' بھی ہے یعنی اس میں ابن سیرین رحمہ اللہ کے بعد دو راوی غائب ہیں۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی 'فتح الباری' میں اس جمع سے مراد حفظ ہی لیا ہے۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا یہ بھی ہے کہ جن روایات میں 'بین اللوحین' جمع کرنے کا تذکرہ ہے وہ راوی کا وہم ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ابن سیرین رحمہ اللہ کی روایت کو 'ضعیف' کہا ہے۔[فتح الباري: ۱۳/۹]

بفرض محال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا کوئی مصحف ترتیب دیا بھی تھا تو جمع عثمانی پر ان کی رضا سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله قال حدثنا سهل بن صالح قال حدثنا أبو داؤد و يعقوب قالا: أخبرنا شعبة عن علقمة بن مرثد عن سويد بن غفلة قال: قال علي في المصاحف: "لو لم يصنعه عثمان لصنعته." قال أبو داؤد: عن رجل عن سويد] [كتاب المصاحف' باب اتفاق الناس مع عثمان على جمع المصاحف]

اس روایت میں ایک راوی 'مبہم' ہے لہٰذا سند ضعیف ہے لیکن اس کی تائید بعض دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ اگر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعتاً کوئی علیحدہ سے مصحف تھا تو آج اہل تشیع کے پاس وہ مصحف موجود ہوتا لیکن وہ بھی اہل سنت کی طرح مصحف عثمانی ہی کی تلاوت کرتے ہیں اور اسی کو مصحف سمجھتے ہیں۔

یہ بات بہر حال کثرت طرق سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع عثمانی ہی کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے جمع کیا تھا لیکن ان کی یہ جمع اس وقت کہاں ہے؟ اس کے بارے کچھ علم نہیں ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الاتقان' میں اس جمع کی طرف اشارہ کیا ہے۔[الإتقان' باب النوع الثامن عشر من جمعه و ترتيبه]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عنوان کے ذیل میں صرف ایک ہی روایت نقل کی گئی ہے جس کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ میں "آمن الرسول بما أنزل إليه و آمن المؤمنون" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند میں بعض راوی 'ضعیف' ہیں۔ لہٰذا یہ روایت نا قابل قبول ہے۔ اس روایت کو امام سیوطیؒ نے 'الدر المنثور' میں مصنف کی سند سے یوں نقل کیا ہے: "آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه وآمن المؤمنون"، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب المصاحف کے ناسخین سے 'من ربه' کے الفاظ لکھنے میں رہ گئے تھے۔ اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی ذاتی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔

روایت حفص عن عاصم کی صحیح و متواتر سند حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک بھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس متواتر سند کی موجودگی میں ان کی ایسی قراءات کی کیسے تصدیق کی جاسکتی ہے جو 'ضعیف' اور اخبار آحاد کی قبیل سے ہیں۔ یہ سند ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ء ص ۱۹۵ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مصحف عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (متوفی ۶۸ھ)

آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق مؤرخ 'زنجانی' نے 'ابو الفتح شہرستانی' کی تفسیر کے مقدمے سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ترتیب نقل کی ہے جو مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف ہے۔ شہرستانیؒ کے بیان کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مصحف کی سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے بالمقابل درج ذیل تھی:

" 96, 68, 93, 73, 74, 1, 111, 81, 87, 92, 89, 94, 55, 103, 108, 102, 107, 105, 109,

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

112, 53, 80, 97, 91, 85, 95, 106, 101, 75, 104, 77, 50, 90, 86, 54, 38, 7, 72, 36, 25, 35, 19, 20, 26, 27, 28, 17, 10, 11, 12, 15, 6, 37, 31, 34, 39, 40, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 51, 88, 18, 16, 71, 14, 21, 23, 13, 52, 67, 69, 70, 78, 79, 82, 84, 30, 29, 83, 2, 8, 3, 59, 33, 24, 60, 48, 4, 99, 22, 57, 47, 76, 65, 98, 62, 32, 63, 58, 49, 66, 64, 61, 5, 9, 110, 56, 100, 113, 114." (Materials:Codex of Ibne Abbas)

ابو الفتح شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) ایک شیعہ مفسر اور عالم دین ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام 'مفاتیح الأسرار ومصابیح الأبرار' ہے۔ ہمارے علم کی حد تک یہ تفسیر تاحال غیر مطبوع ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تفسیر کے مقدمے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس مصحف کی نسبت کی سند دیکھنی چاہیے۔ آرتھر جیفری نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بغیر سند کے کوئی روایت کسی مفسر کے محض بیان کر دینے سے کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟ جبکہ معاملہ بھی قرآن کا ہو۔

اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کوئی مصحف اس ترتیب پر مبنی تھا تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بعض سلف صالحین کے بارے میں یہ مروی ہے کہ انہوں نے جمع عثمانی کو ترتیب نزولی کے مطابق جمع کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس ترتیب کو دیکھ کر پہلی نظر میں ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ صاحب مصحف ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص ذاتی طور پر ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ مصحف عثمانی کی ترتیب کے مطابق ہی مصحف کی تلاوت اور نشر و اشاعت کا قائل ہو۔

قرآن کی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا اجتہادی۔ اس مسئلے میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے کے مطابق سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے اور اس کے دلائل بھی قوی ہیں۔ آگے چل کر ہم اس مسئلے پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

کتاب المصاحف میں مصحف عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تحت ۳۳ روایات نقل ہوئی ہیں۔ پہلی پانچ روایات کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'فلا جناح علی ألا یطوف بهما' پڑھا ہے اور چھٹی روایت کے مطابق 'ألا یطوف فیهما' پڑھا ہے۔ ان روایات کے بعض طرق 'صحیح' ہیں۔ لیکن یہ روایات اخبار آحاد ہیں اور رسم عثمانی کے خلاف ہیں لہٰذا ناقابل قبول ہیں۔ رسم عثمانی میں 'لا' موجود نہیں ہے لہٰذا بطور قرآن نہیں پڑھنا چاہیے البتہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ قراءت ان احرف میں سے ہو جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے۔

اگلی چار روایات کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرۃ میں 'لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلا من ربکم في مواسم الحج' پڑھا ہے۔ ان روایات کے بعض طرق 'صحیح' ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے نہ کہ قراءت۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں یہی نقل کیا ہے۔ کتاب المصاحف کی بعض روایات سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصود شان نزول کی طرف اشارہ کرنا تھا نہ کہ قراءت کو بیان کرنا جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قال ابن عباس: "نزلت ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ في مواسم الحج."

[کتاب المصاحف' باب مصحف عبد الله بن عباس]

گیارہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ آل عمران میں 'إنما ذلکم الشیطان یخوفکم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أولیاءہ' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'ضعیف جداً' ہے۔ ایک راوی طلحہ الحضرمی 'متروک' ہے۔ بارہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'أولئك لهم نصيب مما اكتسبوا' پڑھا ہے۔ اس کی سند 'صحیح' ہے لیکن یہ رسم عثمانی کے خلاف ہے لہٰذا ناقابل قبول ہے۔

گیارہویں روایت کے مطابق ان سے سورۃ بقرۃ میں 'وأقيموا لحج و العمرة للبيت' منقول ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ یہ بطور تفسیر منقول ہے یا بطور تعلیم یا بطور تلاوت۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن سعيد بن جبر عن ابن عباس "وأقيموا الحج والعمرة للبيت." (أيضاً)

ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کی سند کا ایک راوی حسین بن معدان 'مجہول' ہے۔

بارہویں روایت کے مطابق ان سے سورۃ شوریٰ میں 'و شاورهم في بعض الأمر' منقول ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

"عن عمرو بن دينار عن ابن عباس "وشاورهم في بعض الأمر." (أيضاً)

اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس آیت کو بطور تلاوت نقل کیا یا پڑھا ہے۔ یہ ان کی تفسیر بھی ہو سکتی ہے اور اپنے شاگردوں کو منسوخ تلاوت کی آگاہی بھی۔ تیرہویں روایت بھی اسی معنی ومفہوم کی ہے۔ ان روایات کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہیں۔ مذکورہ بالا روایت کے الفاظ سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے جسے بعض حضرات نے غلطی سے بطور قراءت نقل کر دیا ہے۔

چودہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ حج میں 'و ما أرسلنا من قبلك من رسول ولا نبي محدث' پڑھا۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن عمرو قال: قرأ ابن عباس: "و ما أرسلنا من قبلك من رسول و لا نبي محدث." (أيضاً)

بظاہر یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر معلوم ہوتی ہے جو غلطی سے بطور قراءت نقل ہو گئی کیونکہ نسخہ شربیتی میں 'قرأ' کی بجائے 'قال' کے الفاظ منقول ہیں۔ پندرہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ یس میں 'يا حسرة العباد' پڑھا ہے۔ اس کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں۔ سولہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورۃ اعراف میں 'كأنك حفي بها' منقول ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن عمرو عن ابن عباس: "كأنك حفي بها." (أيضاً)

اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بطور قراءت پڑھنے کی صراحت نہیں ہے لہٰذا اسے ان کی تفسیر پر محمول کیا جا سکتا ہے یا یہ ان مترادفات کے قبیل میں سے ہے جو منسوخ ہو چکے ہیں۔ روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ یہ بھی امکان ہے کہ ان احرف میں سے ہو جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے۔

سترہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ سورۃ بقرۃ میں 'و إن عزموا السراح' پڑھا کرتے تھے۔ یہ ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی 733

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ اٹھارہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ سورۃ آل عمران میں 'و ما یعلم تأویله إلا الله ویقول الراسخون آمنا به' پڑھا کرتے تھے۔ اس روایت کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

انیسویں اور اکیسویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'فإن آمنوا بالذی آمنتم به' پڑھنے کا حکم دیا۔ بیسویں روایت میں ہے کہ انہوں نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا۔ اکیسویں روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله نا نصر بن علي قال أخبرني أبي نا شعبة قال: قال لي الأعمش: "ما عندك في قوله: ﴿ فَإِنْ ءَامَنُوا بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِ ﴾؟ فقلت له: حدثني أبو حمزة قال: قال ابن عباس: "لا تقل: فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به، فإنه ليس لله مثل، ولكن قل: فإن آمنو بالذي آمنتم به فقد اهتدوا." [أيضاً]

اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن مصاحف عثمانیہ کے خلاف ہونے کہ وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ ' ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هذا الحرف مكتوب في الإمام وفي مصاحف الأمصار كلها ﴿ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِ ﴾ و هي كلمة عربية جائزة في لغة العرب كلها، و لا يجوز أن يجتمع أهل الأمصار كلها وأصحاب النبي ﷺ معهم على الخطأ، و خاصة في كتاب الله عزوجل و في سنن الصلاة. [أيضاً]

بائیسویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وصلاۃ العصر' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے 'الصلوۃ الوسطی' کی تفسیر 'صلاۃ العصر' سے کی تھی۔ [صحيح البخاري' كتاب التفسير' باب حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى] محسوس یہی ہوتا ہے کہ اسے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے تلاوت سمجھ کر نقل کر دیا۔ بہر حال جمع عثمانی میں ان الفاظ کو مصحف میں نہیں رکھا گیا تھا جو ان کے غیر قرآن ہونے کا بین ثبوت ہے۔

تیئسویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ نساء میں 'طیبات کانت أحلت لهم' پڑھا تھا۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ روایت کے الفاظ سے بظاہر محسوس ہوتا ہے یہ ان کی تفسیر ہے یعنی قرآنی آیت کے معنی ومفہوم میں زمانے کا تعین کر رہے ہیں۔

اگلی چار روایات کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ نساء میں 'فما استمتعتم به منهن إلی أجل مسمی' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے مصاحف میں نقل نہیں کروایا۔ ان احرف کے قبیل سے بھی ہو سکتی ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبدالله نا حماد بن الحسن نا الحجاج يعني ابن نصير نا شعبة عن أبي سلمة عن أبي نضرة قال: قرأت على ابن عباس: فما استمتعتم به منهن فقال ابن عباس: إلى أجل مسمى

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قال: قلت: ما هكذا أقرؤها . قال: والله لقد نزلت معها ، قالها ثلاث مرات .[أيضاً]

آخری روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز میں 'إذا جاء فتح الله و النصر' پڑھا۔اس روایت کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قرآن غیر مقبول ہے۔روایت کے الفاظ ہیں:

"عن أبي نوفل بن أبي عقرب قال سمعت ابن عباس يقرأ في المغرب: إذا جاء فتح الله والنصر ."[أيضاً]

ان احرف کے قبیل سے ہو سکتے ہیں جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔

مصحف ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۴ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کسی عنوان کے تحت نہیں کیا ہے۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کا بھی کوئی مصحف تھا۔آرتھر جیفری نے اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے طور پر 'کتاب المصاحف' کی تین روایات کو بنیاد بنایا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی روایت یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سے ہے لیکن اس میں صرف ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی قراءت کا تذکرہ ہے۔ان کے کسی مصحف کا ذکر نہیں ہے۔[کتاب المصاحف' باب اتفاق الناس مع عثمان علی جمع المصاحف]

دوسری روایت یہ ہے:

"حدثنا عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن عبد الله بن أبي شيبة قال حدثنا ابن أبي عبيدة قال حدثنا أبي عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت عن أبي الشعثاء قال: كنت جالسا عند حذيفة وأبي موسى وعبد الله بن مسعود فقال حذيفة: أهل البصرة يقرؤون قراءة أبي موسى' وأهل الكوفة يقرؤون قراءة عبد الله' أما والله أن لو قد أتيت أمير المؤمنين لقد أمرته بغرق هذا المصاحف' فقال عبد الله: إذا تغرق في غير ماء ."[كتاب المصاحف' باب كراهية عبد الله ابن مسعود ذلك]

اس روایت کا دارومدار حبیب بن ابی ثابت پر ہے اور وہ تیسرے درجے کا 'مدلس' راوی ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے لہٰذا روایت 'ضعیف' ہے۔[كتاب المصاحف مع تحقيق الدكتور محب الدين واعظ: ص ۱۸۱]

اس روایت کے نفس مضمون کی تائید بہت سی دوسری صحیح روایات سے بھی ہوتی ہے۔اس روایت کے بارے میں اپنا تبصرہ ہم پچھلے صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

تیسری روایت درج ذیل ہے:

حدثنا عبدالله قال حدثنا زياد بن يحى أبو الخطاب الحساني حدثنا كثير يعني ابن هشام حدثنا جعفر حدثنا عبدالأعلى بن الحكم الكلابي قال: "أتيت دار أبي موسى الأشعري فإذا حذيفة بن اليمان وعبد الله بن مسعود وأبوموسى الأشعري فوق أجار لهم فقلت: هؤلاء والله الذين أريد فأخذت أرتقي إليهم، فإذا غلام على الدرجة فمنعني فنازعته، فالتفت إلي بعضهم. قال: خل عن الرجل، فأتيتهم حتى جلست إليهم، فإذا عندهم مصحف أرسل به عثمان وأمرهم أن يقيموا مصاحفهم عليه . فقال أبوموسى: ما وجدتم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

في مصحفي هذا من زيادة فلا تنقصوها وما وجدتم من نقصان فاكتبوه . "

[كتاب المصاحف' باب ما كتب عثمان من المصاحف]

اس روایت کی سند میں عبد الاعلی بن الحکم الکلابي کے بارے کوئی جرح وتعدیل مروی نہیں ہے لیکن نفس مضمون کی تائید میں کئی ایک اور روایات بھی موجود ہیں۔ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے یہ معروف ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے زمانے میں بصرۃ کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی روایت میں بھی جمع عثمان سے پہلے اہل بصرہ کے مصحف کا تذکرہ ہے اور اس روایت کی سند کو ابن حجر رحمہ اللہ نے 'صحیح' کہا ہے۔ اس لیے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے کسی مصحف کا وجود ماننے میں کوئی تأمل نہیں ہونا چاہیے لیکن ان کی طرف منسوب قراءت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیح سند ہی سے مروی ہوں تو ان کی نسبت ان کی طرف کی جائے۔

مصحف أم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا (متوفی ۴۵ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے لیے بھی آرتھر جیفری کی بنیاد کتاب المصاحف ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'کتاب المصاحف' میں مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا کے تحت سات روایات بیان کی ہیں۔ ان میں سے بعض طرق 'صحیح' اور بعض 'ضعیف' ہیں۔ ان روایات کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لیے ایک مصحف تیار کرواتے وقت کاتب کو یہ ہدایت جاری کی کہ وہ سورہ بقرہ میں 'حافظوا علی الصلوات و الصلوۃ الوسطی و صلاۃ العصر' لکھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله حدثنا أبو الطاهر قال: أخبرنا ابن وهب قال: أخبرني مالك عن زيد بن أسلم عن عمرو بن رافع أنه قال: "كنت أكتب مصحفاً لحفصة أم المؤمنين فقالت: إذا بلغت هذا الآية فآذني ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ قال: فلما بلغتها آذنتها . فأملت: حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى وصلاة العصر وقوموا لله قانتين . "[كتاب المصاحف' باب مصحف حفصة زوج النبي ﷺ]

ہم اس کے بارے یہ واضح کر چکے ہیں کہ درحقیقت تفسیر رسول ﷺ تھی جو غلطی سے بطور قراءت نقل ہوگئی۔ ایسی ہی روایات مصحف عائشہ رضی اللہ عنہا اور مصحف ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ذیل میں بھی ابن ابی داؤد رحمہ اللہ لائے ہیں جس سے اس روایت کی حقیقت مزید مشتبہ ہوجاتی ہے یعنی ایک ہی واقعہ تین ازواج کی طرف منسوب کیا گیا جس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کے متن میں اضطراب ہے۔ آرتھر جیفری کے انتقاد اعلیٰ کے اصول کو بھی سامنے رکھا جائے تو اس واقعے کا ثبوت مشتبہ قرار پاتا ہے کیونکہ ایک ہی واقعے کی نسبت تین مختلف ازواج مطہرات کی طرف کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس روایت کو 'صحیح' قرار بھی دیا جائے تو یہ مصحف درحقیقت مصحف عثمانی ہی کی ایک نقل تھا سوائے ایک مقام کے اختلاف کے۔

مصحف أنس بن مالک رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۳ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق ابن جزری رحمہ اللہ کی کتاب 'النشر' میں یہ موجود ہے کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا۔ آرتھر جیفری نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس روایت کی سند کمزور ہے لیکن اس نے وہ روایت نقل نہیں کی۔(Materials: Codex of Anas bin Malik)

ہمارے خیال میں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ان کے پاس کوئی ایسا مصحف تھا جو مصحف عثمانی کے رسم وقراء ت کے مخالف تھا۔ مجرد اس بنیاد پر کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مروی ہو کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کرتے تھے' یہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان کا مصحف' مصحف عثمانی سے علیحدہ کوئی اور ہی مصحف تھا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"إن زيد بن ثابت قال: أرسل إلي أبوبكر ÷ قال: إنك كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ فاتبع القرآن فتتبعت." [صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب كاتب النبي ﷺ]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن کے مرکزی کردار بھی۔ پس اگر کچھ ضعیف اور منقطع روایت میں یہ بات مذکور ہو کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کچھ حروف قرآنیہ کو رسم عثمانی کے خلاف تلاوت کیا تو کیا ان منقطع روایات کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس مصحف کے بالمقابل قبول کر لیا جائے جو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع کیا جبکہ جمع عثمانی کی ان کی طرف نسبت بھی قطعیت سے ثابت ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بھی اور اپنے طور پر بھی قرآن کو لکھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کے پاس آپؐ کے زمانے میں لکھے ہوئے نامکمل مصاحف موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہی جزوی مصاحف ہی سے تو ایک مکمل مصحف کی تیاری ہوئی تھی۔ جمع صدیقی میں یہ بات بطور شرط مقرر کی گئی تھی کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے اس وقت تک آیات قرآنیہ نہیں لی جائیں گی جب تک کہ وہ دو صحابہ رضی اللہ عنہم کی گواہی اس بات پر نہ پیش کر دے کہ اس نے یہ آیات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی لکھی تھیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال." [صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن]

"حدثنا عبد الله قال حدثنا أبو الطاهر قال: أخبرنا ابن وهب أخبرني ابن أبي الزناد عن هشام ابن عروة عن أبيه قال: لما استحر القتل بالقراء، يومئذ فرق أبوبكر على القرآن أن يضيع. فقال لعمر بن الخطاب و لزيد بن ثابت: اقعدا على باب المسجد فمن جاءكما بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه." [كتاب المصاحف' باب جمع أبي بكر الصديق ÷ في المصحف]

اس روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ کی ملاقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت عروۃ فقہائے مدینہ میں سے ہیں اور ان کی پیدائش تقریباً ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس روایت کے جمیع راویوں کو ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں 'ثقہ' قرار دیا ہے۔ بہرحال تابعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے طور پر اس روایت کی سند مضبوط ہے۔

امام سخاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کا معنی یہ بیان کیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"ومعنی هذا الحدیث و الله أعلم من جاءكم بشاهدین علی شيء من كتاب الله الذی كتب بین یدي رسول الله ﷺ وإلا فقد كان زید جامعاً للقرآن ."[كتاب المصاحف مع تحقیق الدكتور محب الدین واعظ: ص ١٥٧ – الإتقان' باب النوع الثامن عشر في جمعه و ترتیبه: ص ۲۰۵-۲۰۶]

ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کا معنی یہ بیان کیا ہے:

"وكأن المراد بالشاهدین: الحفظ والكتاب، أو المراد: أنهما یشهدان علی أن ذلك المكتوب كتب بین یدی رسول الله ﷺ، أو المراد: أنهما یشهدان علی أن ذلك من الوجوه التي نزل بها القرآن' و كان غرضهم أن لا یكتب إلا من عین ما كتب بین یدي النبي ﷺ لا من مجرد الحفظ ."[فتح الباري: ۹/۱۴-۱۵]

امام سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"أو المراد: أنهما یشهدان علی أن ذلك مما عرض علی النبي ﷺ عام وفاته ."[الإتقان' باب النوع الثامن عشر في جمعه وترتیبه:۲۰۶]

مصحف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۳ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے لیے آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کے بیانات وروایات کو دلیل بنایا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'كتاب المصاحف' میں 'مصحف عمر بن خطاب ÷' کے عنوان کے تحت ١١ روایات بیان کی ہیں جن میں تین مقامات قرآنیہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اختلافِ قراءت کو نقل کیا گیا ہے۔

ان ١١ روایات میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی خاص مصحف تھا جس سے وہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ ان روایات سے بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ تین مقامات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متواتر قراءات کے خلاف تلاوت کی ہے۔

سورۃ فاتحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 'صراط من أنعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و غیر الضالین' سورہ آل عمران میں 'الم الله لا إله إلا هو الحی القیام' اور سورہ مدثر میں 'في جنت یتساءلون یا فلان ما سلكك في سقر' پڑھا ہے۔ پہلی روایت کی سند 'صحیح' دوسری روایت 'حسن لغیرہ' اور تیسری 'ضعیف' ہے۔

پہلی اور دوسری روایت کثرت طرق سے مروی ہے اور کئی ایک مفسرین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو منسوخ حروف کی تلاوت پر محمول کیا جائے گا یا یہ ان احرف میں سے بھی ہو سکتے ہیں جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔ تیسری روایت کی توضیح وتوجیح کی ضرورت نہیں ہے' اس کے الفاظ ہی یہ بتلانے کے لیے کافی ہیں کہ قرآن نہیں ہے۔

مصحف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۵ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری نے اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے طور پر امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) کے ایک قول کو بنیاد بنایا ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اپنی تاریخ 'المعارف' میں لکھتے ہیں:

"وكان آخر عرض رسول الله ﷺ القرآن علی مصحفه وهو أقرب المصاحف من

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحفنا .'' [المعارف' کتاب أخبار الصحابة =' باب زید بن ثابت]

یہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا مجرد ایک بیان ہے جس کی تائید میں انہوں نے کسی مصدر یا حوالے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس بیان سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ مصحف رسم وقراءت میں' مصحف عثمانی سے مختلف تھا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ [صحیح البخاري' کتاب فضائل القرآن' باب کاتب النبي صلی اللہ علیہ وسلم] لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان کا مصحف سرکاری مصحف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں جمع قرآن کے انہیں منتخب کیا۔

آرتھر جیفری نے اس مصحف کے ثبوت کے لیے دوسرا حوالہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) کی ایک عبارت کو بنایا ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

''وکذا ظاهر ما في مصحف عبد الله وزید بن ثابت کما أخرج ابن الأنباري في المصاحف عن الأعمش ما أفاء الله علی رسوله من أهل القری فلله و للرسول و لذي القربی و الیتامی و المساکین و ابن السبیل .'' [روح المعاني، الحشر:۱۰]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ 'ابن الانباری رحمہ اللہ' کی روایت میں بھی 'مصحف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' کے الفاظ تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ 'ابن الانباری رحمہ اللہ' نے مصحف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا ہے تو پھر بھی یہ امکان ہے کہ ان کی مراد اس سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت ہو جیسا کہ ہم ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں جا بجا 'مصحف' بول کر قراءت مراد لیتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت اعمش رحمہ اللہ (۶۱ تا ۱۴۸ھ) کی ہے اور ان کی ملاقات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۵ھ) سے ثابت نہیں ہے لہٰذا روایت 'منقطع' ہے۔

علاوہ ازیں اگر کوئی اس قسم کے مصاحف موجود بھی تھے تو وہ جمع عثمانی سے پہلے تھے۔ جمع عثمانی کے بعد ایسے تمام مصاحف جلا دیے گئے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

و قال عثمان للرهط القرشیین الثلاثة: ''إذا اختلفتم أنتم و زید بن ثابت في شيء من القرآن فاکتبوه بلسان قریش فإنما نزل بلسانهم .'' ففعلوا حتی نسخوا الصحف في المصاحف، فرد عثمان الصحف إلی حفصة، و أرسل إلی کل أفق بمصحف مما نسخوا و أمر بما سواه من القرآن في کل صحیفة أو مصحف أن یحرق . [صحیح البخاري' کتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن]

مؤرخ أحمد بن إسحاق الیعقوبی (متوفی مابعد ۲۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''وجمع عثمان القرآن و ألفه' و صیر الطوال مع الطوال و القصار مع القصار من السور وکتب في جمع المصاحف من الآفاق حتی جمعت ثم سلقها بالماء الحار و الخل و قیل أحرقها فلم یبق مصحف إلا فعل به ذلك خلا مصحف ابن مسعود .''

[تاریخ یعقوبي' کتاب وفود العرب' باب أیام عثمان]

مصحف عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (متوفی ۷۳ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کی دلیل کے طور پر آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بیان کو نقل کیا ہے۔ ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'مصحف عبد الله بن زبیر' کے عنوان کے تحت آٹھ روایات بیان کی ہیں۔

پہلی تین روایات کے مطابق انہوں نے سورۃ بقرۃ میں 'لاجناح علیکم أن تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج' پڑھا ہے۔ یہ 'حسن' درجے کی روایات ہیں لیکن یہ قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ انہوں نے اسے بطور تفسیر پڑھا ہے نہ کہ قرآن۔

چوتھی روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ انبیاء میں 'حرام علی قریة' اور سورۃ انعام میں 'و لیقولوا درست' اور سورۃ کہف میں 'في عین حامیة' پڑھا ہے۔ یہ تینوں قراءات متواتر اور ثابت شدہ ہیں۔

پانچویں روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ مدثر میں 'في جنات یتساءلون یا فلان ما سلکك فی سقر' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن یہ قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہے لہٰذا بطور قرآن اس کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور غالب گمان یہی ہے کہ بطور تفسیر قرآن پڑھا ہے۔

چھٹی روایت کے مطابق ان کی قراءت میں سورۃ مائدۃ میں 'فیصبح الفساق علی ما أسروا في أنفسهم نادمین' ہے۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن یہ قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہے لہٰذا بطور قرآن ناقابل قبول ہے۔ اس کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ بطور تفسیر قرآن پڑھا ہے۔

ساتویں روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ آل عمران میں 'و لتکن منکم أمة یدعون إلی الخیر یأمرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و یستعینون الله علی ما أصابهم' پڑھا ہے۔ یہ قراءت بھی رسم عثمانی کے خلاف ہے لہذا بطور قرآن تلاوت جائز نہیں۔ آٹھویں روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ فاتحہ میں 'صراط من أنعمت علیهم' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند کمزور ہے۔ عقبہ یشکری 'ضعیف' راوی ہے۔ علاوہ ازیں ان مترادفات کے قبیل سے ہوسکتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہوں۔ ان آٹھ روایات میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔

مصحف عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۵ھ)

مصحف عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے وجود کے ثبوت میں آرتھر جیفری کی بنیاد کتاب المصاحف ہے۔ کتاب المصاحف میں 'مصحف عبد الله بن عمرو' کے عنوان کے ذیل میں ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ اس روایت کے مطابق ابو بکر بن عیاش کو شعیب بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے اپنے پردادا کے مصحف سے چند ایسے حروف دکھائے جو مرجہ قراءت کے خلاف تھے۔ اس روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کا کوئی مصحف تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله حدثنا محمد بن حاتم بن بزیع حدثنا زکریا بن عدي حدثنا أبو بکر بن عیاش قال: "قدم علینا شعیب بن شعیب بن محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص فکان الذي بیتي و بینه. فقال یا أبا بکر: ألا أخرج لك مصحف عبد الله بن عمرو بن العاص؟ فأخرج حروفاً تخالف حروفنا." [کتاب المصاحف' باب مصحف عبداللہ بن عمرو ÷]

اس سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس اپنے ذاتی جزوی مصاحف بھی تھے جو قرآن کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بعض سورتوں پر مشتمل تھے۔ غالب گمان یہی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے مصحف کے علاوہ مصاحف کو حضرت عثمانؓ کے سرکاری نسخے کے اجراء کے بعد جلا دیا گیا تھا۔ بفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے علاوہ بھی بعض صحابہؓ نے اپنے مصاحف دینے سے انکار کر دیا تھا یا انہیں چھپا لیا تھا تو پھر بھی حقیقت یہ ہے کہ یہ امت میں رائج نہ ہو سکے اور مرور زمانہ کے ساتھ ناپید ہو گئے۔ علاوہ ازیں ان مصاحف میں درج شدہ قراءات کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے جیسا کہ مصاحف عثمانیہ میں درج ہر لفظ کی تصدیق پہلے دو صحابہؓ سے کروائی گئی اور پھر اسے لکھا گیا۔

مصحف ام المومنین عائشہ ؓ (متوفی ۵۸ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے لیے بھی آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤدؒ کی روایات کو دلیل بنایا ہے۔ 'کتاب المصاحف' میں مصحف عائشہؓ کے عنوان کے تحت آٹھ روایات بیان کی گئی ہیں۔

تین روایات کے مطابق مصحف عائشہؓ میں سورۃ بقرۃ میں 'حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلاۃ العصر' کے الفاظ تھے جبکہ دو روایات کے مطابق انہوں نے کاتب کو یہ ہدایت جاری کی کہ وہ ان کے ذاتی مصحف کو تیار کرتے وقت مذکورہ الفاظ لکھے۔ دو روایات کے مطابق حضرت عائشہؓ عہد نبوی میں یہ قراءت پڑھتی تھیں۔ یہ کل سات روایات ہوئیں۔ ان روایات میں سے بعض طرق 'صحیح' ہیں۔ لیکن یہ قراءات رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

> ”حدثنا عبد الله حدثنا أبو طاهر قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرني مالك عن زيد بن أسلم عن القعقاع بن حكيم عن أبي يونس مولى عائشة أم المؤمنين أنه قال: أمرتني عائشة + أن أكتب لها مصحفا ثم قالت: ”إذا بلغت هذه الآية: ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ فآذني.“ فلما بلغتها، آذنتها. فأملت علي: ”حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى وصلاة العصر وقوموا لله قانتين.“ ثم قالت: ”سمعتها من رسول الله ﷺ. [كتاب المصاحف' باب مصحف عائشة زوج النبي ﷺ]

اس روایت اور کتاب المصاحف کی دوسری روایات سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا مصحف سوائے ایک مقام کے مصحف عثمانی ہی کی نقل تھا کیونکہ انہوں نے مصحف کی تیاری کا کام کاتب پر چھوڑ دیا تھا اور صرف ایک مقام پر کاتب کو خود املاء کروائی تھی۔ اب کاتب نے بقیہ مصحف کہاں سے تیار کیا ہے؟ ظاہری بات ہے مصحف عثمانی ہی سے نقل کیا ہے۔

جہاں تک سورۃ بقرۃ کے اختلاف کا معاملہ ہے تو یہ درحقیقت اللہ کے رسول ﷺ کی تفسیر ہے' جسے بعض ازواج نے بطور قرآن نقل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کے سرکاری نسخے کے اجراء کے بعد ایسی تفاسیر رسول ﷺ جو بطور قراءت رائج ہو گئی تھیں' ختم ہو گئیں۔

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس تفسیر رسول ﷺ کو بطور تفسیر ہی قرآن میں باقی رکھا ہو جیسا کہ بعض صحابہؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ تفسیری نکات کو اپنے مصاحف میں باقی رکھتے تھے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو 'إدراج' کہتے ہیں۔ حدیث پڑھنے پڑھانے والے اس اصطلاح سے خوب اچھی طرح واقف ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آٹھویں روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں سورۃ احزاب میں 'إن الله و ملائکته یصلون علی النبي و الذین یصلون الصفوف الأول' تھا۔ اس روایت کی سند 'ضعیف' ہے۔ سند میں ابن ابی حمید راوی 'ضعیف' ہے اور راویہ حمیدہ 'مجهول' ہے۔ علاوہ ازیں متن میں اضطراب بھی ہے۔ علاوہ ازیں محسوس یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی تفسیر ہی تھی نہ کہ قراءت۔

مصحف سالم رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق بعض ضعیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی کوئی مصحف تھا۔ آرتھر جیفری نے اس روایت کا تذکرہ نہیں کیا لیکن اس روایت کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الاتقان' میں ابن اشتہ رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ابن اشتہ رحمہ اللہ کی اس روایت کو بیان کرتے وقت اسے 'غریب' اور 'منقطع' قرار دیا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قلت: و من غریب ما ورد في أول من جمعه ما أخرجه ابن أشتة في کتاب المصاحف من طریق کهمس عن ابن بریدة قال: أول من جمع القرآن في مصحف سالم مولی أبي حذیفة...... إسناده منقطع أیضاً و هو محمول علی أنه کان أحد الجامعین بأمر أبي بکر." [الإتقان' النوع الثامن عشر في جمعه وترتیبه: ص ۲۰۵]

مصحف ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا (متوفی ۶۲ھ)

اس مصحف کے ثبوت کے بارے میں آرتھر جیفری کی بنیاد ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی بعض روایات ہیں۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف ام سلمہ رحمہ اللہ کے عنوان کے تحت چار روایات نقل کی ہیں۔

ان روایات کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لیے ایک مصحف تیار کرواتے وقت کاتب کو یہ ہدایت جاری کیں کہ وہ سورہ بقرہ میں 'حافظوا علی الصلوات و الصلوۃ الوسطی و صلاۃ العصر' لکھے۔ بعض روایات 'صحیح' اور بعض 'ضعیف' ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله حدثنا أبو الطاهر حدثنا ابن نافع عن داؤد بن قیس عن عبد الله بن رافع مولی أم سلمة أنها قالت له: اکتب لي مصحفا فإذا بلغت هذه الآیة فأخبروني ﴿ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ﴾ قال: فلما بلغتها آذنتها، فقالت: اکتب "حافظوا علی الصلوات و الصلاة الوسطی و صلاة العصر." [کتاب المصاحف' باب مصحف أم سلمة + زوج النبي ﷺ]

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے مصحف کی ایک نقل تھی کیونکہ ام سلمہ رحمہ اللہ نے کاتب کو مصحف تیار کرنے کا کہا ہے اور صرف ایک جگہ اختلاف نقل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی اس ایک مقام کے علاوہ کاتب اس مصحف کی کتابت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رہنمائی نہیں لے رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے مصحف کی ایک نقل تھی۔

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسے تفسیر رسول ﷺ کے طور پر اپنے مصحف میں باقی رکھا ہو کیونکہ روایت میں اس کی وضاحت نہیں ہے کہ ان الفاظ کی زیادتی کی وجہ کیا تھی؟ ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عموماً یہ معمول تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ وہ اپنے مصاحف میں تفسیری نکات کو بھی قلمبند کر لیتے تھے۔ دوسرا احتمال اس کے بارے یہ بھی ہے کہ یہ تفسیر رسول ﷺ تھی جو غلطی سے بطور قراءت نقل ہو گئی اور بعض صحابیات وصحابہ رضی اللہ عنہم جمع عثمانی کے بعد بھی اس کو بطور قراءت نقل کرتے رہے۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف' مصحف عثمانی سے علیحدہ کوئی مصحف نہیں تھا بلکہ یہ اس کی نقل اور کاپی تھا۔

مصحف عبید بن عمیر اللیثی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴ھ)

ان کے مصحف کے وجود کی دلیل کے طور پر آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کے بیان کو بنیاد بنایا ہے۔ 'کتاب المصاحف' میں ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'مصحف عبید اللہ بن عمیر' کے نام سے عنوان تو باندھا ہے لیکن اس کے تحت کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے ان کے مصحف کے وجود کے بارے میں کوئی اشارہ ملتا ہو۔

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف عبید بن عمیر اللیثی رحمہ اللہ کے تحت ایک ہی روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سمعت عبيد بن عمر يقول: أول ما نزل من القرآن ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَكَ ﴾" [كتاب المصاحف، باب و أما مصاحف التابعين فمصحف عبيد بن عمير الليثي]

اس کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن اس روایت سے نہ تو ان کے کسی مصحف کے وجود کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی کسی قراءت کے ثبوت کا۔ حضرت عبید رحمہ اللہ دراصل قرآن کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت کے بارے میں بتلانا چاہتے ہیں یعنی قرآن نقل نہیں کر رہے بلکہ سورت کا نام نقل کرنا چاہتے ہیں اور سورتوں کو کوئی سا بھی مناسب نام دینے میں کیا اختلاف ہو سکتا ہے؟۔

انہوں نے 'سورۃ العلق' کو اس نام سے پکارا ہے جو اس کی پہلی آیت کے مترادفات کے قبیل سے ہے۔ متقدمین عموماً کسی سورت کے نام کے طور پر اس کی پہلی آیت وغیرہ کو نقل کر دیتے تھے۔ یہاں انہوں نے سورت کے نام کے طور پر پہلی آیت کے مترادف کو نقل کیا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسے 'اقرأ باسم ربك الذی خلق' کہتے تو احسن واحوط تھا۔

آرتھر جیفری نے انہیں صحابی رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے حالانکہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں پیدا ہو چکے تھے لیکن آپ ﷺ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ [سير أعلام النبلاء: ۱۵۷/۴] ابن اَبی داؤد رحمہ اللہ نے بھی ان کو تابعین رحمہم اللہ میں شمار کیا ہے۔ [كتاب المصاحف، باب و أما مصاحف التابعين فمصحف عبيد بن عمير]

مصحف اسود بن یزید رحمہ اللہ (متوفی ۷۴ھ)

مصحف اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ کے مصحف کی موجودگی کے بارے میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد کے بیان کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔ آرتھر جیفری کا کہنا یہ ہے کہ ابن ابی داؤد نے چونکہ مصحف اسود کا نام لیا ہے لہٰذا اس نام کا کوئی مصحف بھی موجود تھا۔ یہ آرتھر جیفری کی وہ جہالت ہے جو اس کے لیے تلاش حق میں رکاوٹ بن گئی۔

ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی قراءات کو بھی مصحف کا نام دے دیتے ہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے نزدیک مصحف سے مراد مصحف ہی ہے تو پھر بھی اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحف کا وجود ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ایسا کوئی مصحف کسی زمانے میں موجود تھا۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف اسود بن یزید رحمہ اللہ کے عنوان کے تحت ایک ہی روایت نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق اسود رحمہ اللہ 'صراط من أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين' پڑھتے تھے۔ یہ قراءت مصحف عثمانی کے برخلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ اس روایت میں ان کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔

اسود بن یزید رحمہ اللہ کے اساتذہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں لہٰذا یہ بات قرین قیاس ہے کہ انہوں نے یہ قراءت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے اس کی تلاوت کرتے تھے۔ یہ تلاوت ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک نقل ہوتے رہے۔ ان احرف میں سے بھی ہو سکتی ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔

مصحف علقمہ بن قیس رحمہ اللہ (متوفی مابعد ۶۰ھ)

مصحف علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کا کل اعتماد و مصدر کتاب المصاحف پر ہے۔ امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ اس روایت کے مطابق علقمہ رحمہ اللہ سورہ فاتحہ میں 'صراط من أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين' پڑھتے تھے۔ یہ قراءت مصحف عثمانی کے برخلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں ان کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ قراءت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ علقمہ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام ملتا ہے لہٰذا قوی طور پر یہ امکان موجود ہے کہ انہوں نے یہ قراءت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہو اور جمع عثمانی سے پہلے ان کے زمانے میں اس کی تلاوت کرتے ہوں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ قراءت ان مترادفات کے قبیل سے ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن تک بعض صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ ان کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔

آرتھر جیفری نے 'کتاب المصاحف' کی ایک اور روایت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جس سے علقمہ رحمہ اللہ کے مصحف کا اشارہ ملتا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ اپنی کتاب میں درج ذیل روایت لائے ہیں:

”حدثنا عبد الله حدثنا شعيب بن أيوب حدثنا يحی حدثنا الحسن بن ثابت قال سمعت الأعمش يقول: أخرج إلينا ابراهيم مصحف علقمة فإذا الألف والياء فيه سواء.“[کتاب المصاحف' باب اختلاف خطوط المصاحف]

اس روایت میں حسن بن ثابت راوی 'صدوق' ہے اور غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کا کوئی متابع موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت 'ضعیف' ہے۔

آرتھر جیفری نے اس روایت کو مصحف علقمہ رحمہ اللہ کی دلیل کے طور پر نقل تو کر دیا لیکن وہ اس کے معنی و مفہوم سے ناواقف تھا۔ اس روایت کا معنی یہ ہے کہ سورۃ طہ میں ' إن هذان لسحران' میں الف اور یاء دونوں کے ساتھ قراءت درست ہے۔ یاء کے ساتھ یہ قراءت 'إن هذين لسحران' بنے گی جو ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی متواتر قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔ لہٰذا یہ آیت مبارکہ الف کے ساتھ ہو یا یاء کے ساتھ' دونوں صورتوں میں متواتر قراءت کے مطابق ہو گی۔ پس اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علقمہ ؒ کے پاس کوئی ایسا مصحف تھا جو مصحف عثمانی کی قراءت کے خلاف تھا۔

مصحف حطان بن عبد اللہ رقاشی ؒ (متوفی مابعد ۷۰ھ)

مصحف حطان بن عبد اللہ رقاشی ؒ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد ؒ کے بیان کو ہی بطور دلیل نقل کیا ہے۔ آرتھر جیفری کا کہنا ہے' چونکہ ابن ابی داؤد ؒ نے اپنی کتاب میں مصحف حطان کے الفاظ کا تذکرہ کیا ہے لہٰذا اس نام سے کوئی مصحف بھی ضرور موجود تھا۔ ابن ابی داؤد ؒ نے اپنی کتاب میں اس عنوان کے تحت بھی ایک ہی روایت بیان کی ہے۔ اس روایت کے مطابق حطان بن عبد اللہ' سورۃ آل عمران میں 'و ما محمد إلا رسول قد خلت من قبله رسل' پر حلف اٹھاتے تھے۔ اس روایت کی سند' صحیح' ہے۔

ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق کتاب المصاحف کے نسخہ شربیتی میں 'رسل' کی بجائے 'الرسل' کے الفاظ ہیں جو متواتر قراءت کے مطابق ہیں۔ لہٰذا کسی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ نسخہ ظاہریہ کے الفاظ 'رسل' کے ہیں جو رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔ پس نسخہ ظاہریہ کے الفاظ کو کاتب کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔ اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حطان بن عبد اللہ ؒ کا کوئی مصحف بھی تھا۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہے:

"حدثنا عبد الله حدثنا عبد الله بن سعيد حدثنا ابن علية عن أبى هارون الغنوى قال: كان حطان بن عبد الله يحلف عليها "و ما محمد إلا رسول قد خلت من قبله رسل."[كتاب المصاحف' باب مصحف حطان بن عبدالله]

مصحف سعید بن جبیر ؒ (۴۵ھ تا ۹۵ھ)

مصحف سعید بن جبیر ؒ کے وجود کے بارے میں بھی آتھر جیفری نے 'كتاب المصاحف' ہی کے بیان کو دلیل بنایا ہے۔ ابن ابی داؤد ؒ نے اس عنوان کے تحت تین روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان روایات کے مطابق حضرت سعید بن جبیر ؒ نے سورہ بقرۃ میں 'و على الذين يطوّقونه' اور سورۃ مائدۃ میں 'أحل لكم الطيبات و طعام الذين أوتوا الكتاب من قبلكم' اور سورۃ اعراف میں 'فإذا هي تلقم ما يأفكون' پڑھا ہے۔

پہلی روایت کی سند' صحیح' دوسری کی سند میں ایک راوی محمد بن زکریا' مجہول' اور تیسری میں حسن بی ابی جعفر' ضعیف' ہے۔ تینوں روایات رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔ ان روایات میں حضرت سعید بن جبیر ؒ کے کسی مصحف کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر ؒ کے اساتذہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا نام کثرت سے ملتا ہے۔ 'يطوّقونه' والی قراءت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔ اس لیے اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ انہوں نے یہ قراءت ان سے لی ہو۔ پہلی قراءت ان قراءات میں سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں یا پھر ان احرف میں سے بھی ہو سکتی ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے رہ گئے۔

مصحف طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۲ھ)

مصحف طلحہ بن مصرف الیامی رحمہ اللہ کے ثبوت میں بھی آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف ہی کو بنیاد بنایا ہے۔ اس عنوان کے تحت ابن ابی داؤد نے کسی روایت کو نقل نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے خیال میں نسخہ ظاہریہ کے کاتب سے کچھ سہو ہوا ہے اور اس نے کتاب المصاحف کے کچھ اوراق نقل نہیں کیے۔ بہر حال ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ کے کسی مصحف یا اختلاف قراءات کا علم حاصل ہوتا ہو۔

مصحف عکرمہ رحمہ اللہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما (۲۵ھ تا ۱۰۵ھ)

مصحف عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کا مصدر و ماخذ کتاب المصاحف ہی ہے۔ اس عنوان کے تحت ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے دو روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلی روایت میں حضرت عمران بن حدیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: 'عن عكرمة أنه كان يقرؤها: و على الذين يطوّقونه .' دوسری روایت میں عاصم الأحول کہتے ہیں: عن عكرمة أنه كان يقرأ هذا الحرف : قَتْل فيه۔

ان دونوں روایات میں عکرمہ رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی دو قراءات کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ بقرۃ میں انہوں نے 'و على الذين يطوقونه' اور 'قَتْل فيه' پڑھا ہے جبکہ متواتر قراءات 'يطيقونه' اور 'يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه' ہے۔ یہ 'حسن' درجے کی روایات ہیں لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔ ان روایات میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب کسی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے جاتے ہیں کہ فلاں تابعی رحمہ اللہ قرآن کے فلاں لفظ کو یوں پڑھتے تھے یا انہوں نے یوں پڑھا تو اس میں دونوں امکانات موجود ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے اسے بطور قرآن پڑھا ہو اور دوسرا یہ کہ اسے بطور علم پڑھا ہو۔ جیسا کہ آج کے زمانے میں اگر کوئی مقری اپنے شاگردوں کو قراءات شاذہ بطور علم پڑھائے تو یہ جائز ہے۔

مصحف مجاہد بن جبر رحمہ اللہ (۲۰ھ تا ۱۰۳ھ)

مصحف مجاہد رحمہ اللہ کے وجود کے ثبوت میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بیان کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت بھی ایک ہی روایت کا تذکرہ کیا ہے۔ حمید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عن مجاهد أنه كان يقرأ 'فلا جناح عليه ألا يطوف بهما'.

اس روایت میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ ایک قراءت کا بیان ہے جو رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین سبحان کے مطابق اس کی سند میں دو راوی یوسف بن عبد الملک اور معمر 'مجہول' ہیں۔ یہ قراءت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے انہی سے لی ہے۔ کیونکہ مجاہد رحمہ اللہ ' ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد بھی ہیں۔ یہ قراءت ان حروف میں سے ہو سکتی ہے جو جمع عثمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔

مصحف عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (۲۷ھ تا ۱۱۵ھ)

مصحف عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کی کل دلیل کتاب المصاحف کا بیان ہی ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت بھی ایک ہی روایت نقل کی ہے۔ طلحہ بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں: عن عطاء أنه قرأ 'یخوفکم أولیاءه'، یعنی حضرت عطاء رحمہ اللہ نے سورہ آل عمران میں 'یخوفکم أولیاءه' پڑھا ہے۔

اس روایت سے ان کے کسی مصحف کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں ان کی ایک قراءت کی طرف اشارہ ضرور ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کی سند انتہائی درجے 'ضعیف' ہے۔ سند میں طلحہ بن عمرو 'متروک' راوی ہے۔ علاوہ ازیں یہ قراءت مصاحف عثمانیہ کے رسم کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔

مصحف ربیع بن خیثم رحمہ اللہ (متوفی ۶۳ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے نہیں کیا۔ آرتھر جیفری کا کہنا یہ ہے کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) نے اپنی تفسیر 'روح المعانی' میں اس مصحف کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا بیان یہ ہے:

وقال سفیان: نظرت في مصحف الربیع فرأیت فیه "فمن لم یجد من ذلك شیئاً فصیام ثلاثة أیام متتابعات." [روح المعاني، المائدة :۸۹]

اس روایت میں کسی سند کا تذکرہ نہیں ہے یعنی سفیان رحمہ اللہ نے یہ بات کب اور کس سے کہی اور کس نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اس کی کوئی تحقیق موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ایک مجہول روایت کی بنیاد پر کسی تابعی رحمہ اللہ کے لیے مصحف کے وجود کا اثبات کیسے ممکن ہے؟۔ اس روایت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اس کی کوئی سند موجود بھی ہو تو یہ ان تفسیری نکات کے قبیل سے ہے جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اپنے مصاحف میں لکھ لیتے تھے۔

مصحف سلیمان الأعمش رحمہ اللہ (۶۱ھ تا ۱۴۸ھ)

مصحف سلیمان بن مهران الأعمش رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کا انحصار ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بیان پر ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت تین روایات نقل کی ہیں۔ ان روایات کے مطابق الأعمش رحمہ اللہ نے سورہ آل عمران میں 'الم الله لا إله إلا هو الحی القیام' اور سورۃ بقرۃ میں 'فیضاعفُه' اور سورۃ انعام میں 'أنعام و حرث حرج' پڑھا ہے۔

پہلی روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ قراءت غیر مقبول ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان مترادفات کے قبیل میں سے ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو گئے تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی تلاوت ثابت ہے یا ان احرف میں سے ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے۔ دوسری روایت کی سند 'حسن' ہے اور یہ متواتر قراءت ہے۔ یہ نافع، ابوعمرو، حمزہ، کسائی اور خلف رحمہم اللہ کی قراءت ہے۔ تیسری روایت کی سند میں شعیب بن ایوب 'مدلس' راوی ہے اور 'عن' سے روایت کر رہا ہے لہٰذا 'ضعیف' ہے۔ علاوہ ازیں رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی یہ قراءت غیر مقبول ہے۔ یہ ان مترادفات کی قبیل سے ہو سکتی ہے جو منسوخ ہو چکے ہیں۔ ان روایاتِ ثلاثہ میں أعمش رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحف جعفر صادق رحمہ اللہ (۸۳ھ تا ۱۴۸ھ)

اس کا تذکرہ امام ابن ابی داود رحمہ اللہ نے کتاب المصاحف میں نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق مؤرخ 'زنجانی' نے 'شہرستانی' کی تفسیر کے مقدمے سے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ترتیب نقل کی ہے جو مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں اس ترتیب میں پہلی سورت یعنی سورت فاتحہ بھی غائب ہے۔ کل ۱۱۳ سورتیں بیان ہوئی ہیں۔ شہرستانی کے بیان کے مطابق امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے مصحف کی سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے بالمقابل درج ذیل تھی:

" 96, 68, 73, 74, 111, 81, 87, 92, 89, 93, 94, 103, 100, 108, 102, 107, 109, 105, 113, 114, 112, 53, 80, 97, 91, 85, 95, 106, 101, 75, 104, 77, 50, 90, 86, 54, 38, 7, 72, 36, 25, 35, 19, 20, 56, 26, 27, 28, 17, 10, 11, 12, 15, 6, 37, 31, 34, 39, 40, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 51, 88, 18, 16, 71, 14, 21, 23, 32, 52, 67, 69, 70, 78, 79, 82, 84, 30, 29, 83, 2, 8, 3, 33, 60, 4, 99, 57, 54, 13, 55, 76, 65, 98, 59, 110, 24, 22, 63, 58, 49, 66, 61, 62, 64, 48, 9, 5." (Materials: Codex of Ja'far Al-Sadiq)

ابو الفتح شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) ایک شیعہ مفسر اور عالم دین ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام 'مفاتیح الأسرار و مصابیح الأبرار' ہے۔ ہمارے علم کی حد تک یہ تفسیر تا حال غیر مطبوع ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تفسیر کے مقدمے میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف اس مصحف کی نسبت کی سند دیکھنی چاہیے۔ آرتھر جیفری نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بغیر سند کے کوئی روایت کسی مفسر کے محض بیان کر دینے سے کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟ جبکہ معاملہ بھی قرآن کا ہو۔

اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا کوئی مصحف اس ترتیب پر مبنی تھا تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بعض سلف صالحین کے بارے میں یہ مروی ہے کہ انہوں نے قرآن کو ترتیب نزولی کے مطابق جمع کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس ترتیب کو دیکھ کر پہلی نظر میں ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ صاحب مصحف ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص ذاتی طور پر ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ مصحف عثمانی کی ترتیب کے مطابق ہی مصحف کی تلاوت اور نشر و اشاعت کا قائل ہو۔ قرآن کی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا اجتہادی۔ اس مسئلے میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے کے مطابق سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے اور اس کے دلائل بھی قوی ہیں۔ لیکن اگر کوئی اس ترتیب کو اجتہادی مانتا ہے تو اس سے گمراہی لازم نہیں آتی۔ اور اگر مصحف عثمانی کی سورتوں کی ترتیب کو اجتہادی مان لیا جائے تو اس ترتیب سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔[الاتقان' النوع الثامن عشر من جمعه و ترتیبه: ص ۲۱۶-۲۱۹] یہ واضح رہے کہ اس بارے علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔[أیضاً: ص ۲۱۱-۲۱۶]

مصحف صالح بن کیسان رحمہ اللہ (متوفی مابعد ۱۴۰ھ)

اس مصحف کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے بھی آرتھر جیفری نے ابن ابی داود رحمہ اللہ کے بیان کا سہارا لیا ہے۔ ابن ابی داود رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ایک روایت نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق صالح بن کیسان نے آل عمران میں 'جائهم البینت' اور 'جاء تهم البينات' دونوں طرح پڑھا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے سورہ مریم میں 'یکاد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السموات' اور 'تكاد السموات' دونوں طرح پڑھا ہے۔ دوسری قراءت ثابت نہیں ہے جبکہ باقی تینوں متواتر ہیں۔ دوسری قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ان روایات میں صالح بن کیسان رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ان کی عمر ۱۶۰ سال سے زائد تھی۔

مصحف حارث بن سوید رحمہ اللہ حوالی (۱۰۰ھ)

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس مصحف کا تذکرہ نہیں کیا۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق ایک تفسیری روایت سے ہمیں اس مصحف کا علم ہوتا ہے جسے مفسرین نے سورۃ فتح کی آیت ۲۶ کے تحت نقل کیا ہے۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وفي مصحف الحرث بن سويد صاحب عبد الله: 'و كانوا أهلها وأحق بها.' وهو الذي دفن مصحفه أيام الحجاج." [الکشاف، الفتح: ۲۶]

اس روایت کی کوئی سند ہمیں نہ مل سکی۔ لہٰذا بغیر سند کے یہ روایت مجہول اور ناقابل قبول ہے۔ علاوہ ازیں خود روایت میں موجود ہے کہ ان کا مصحف دفن کر دیا گیا تھا لہٰذا وہ حجت کیسے بن سکتا ہے؟۔

مصحف محمد بن ابی موسیٰ

اس مصحف کا تذکرہ آرتھر جیفری نے نہیں کیا ہے اگرچہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس نام سے عنوان باندھا ہے۔ کتاب المصاحف میں اس عنوان کے تحت ایک روایت منقول ہے۔ اس روایت کے مطابق ابن ابی موسیٰ نے سورۃ مائدۃ میں 'و لكن الذين يفترون على الله الكذب و أكثرهم لا يفقهون' پڑھا ہے۔ محمد بن ابی موسیٰ کے بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ 'مجہول' راوی ہے۔ امام عراقی رحمہ اللہ نے 'غیر معروف' کہا ہے لہٰذا روایت کی سند کمزور ہے۔ محمد بن ابی موسیٰ کا وجود ہی مشکوک ہے چہ جائیکہ ان کے کسی مصحف کا وجود اس روایت سے ثابت کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پروفیسر محمد رفیق چودھری☆

قراءتوں کا اِختلاف اور منکرینِ حدیث

یہ ایک مسلّمہ اَمر ہے کہ قرآن مجید کی ایک سے زیادہ قراءتیں ثابت ہیں۔ لیکن اہل قرآن کہلانے والے منکرین حدیث ان اختلافِ قراءات کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے اور یہ کہ خود نبیﷺ نے قرآن کو کتابی صورت میں مرتب اور مدوّن کیا اور اس پر اعراب و نقطے لگوائے تھے جبکہ یہ بات خلافِ واقعہ ہے۔

جناب پرویز صاحب لکھتے ہیں:

''ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد 'اختلاف قراءت' کے فتنہ کے متعلق کچھ سمجھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی''
[طلوع اسلام، ص ۵۶، شمارہ جنوری ۱۹۸۲ء، لاہور]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''قرآن مجید جس شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اسے خود رسول اللہﷺ نے اسی طرح مرتب اور مدوّن شکل میں اُمت کو دیا تھا۔'' [طلوع اسلام، ص ۴۲، شمارہ جنوری ۱۹۸۲ء، لاہور]

اسی طرح ایک اور منکرِ حدیث رحمت اللہ طارق صاحب نے لکھا ہے:

''اختلاف قراءت کا فتنہ ہی لے لیجئے جس کا مودودی صاحب جیسا شخص نہ صرف معترف اور معتقد ہے بلکہ سرگرم مبلغ اور پُر جوش ناشر ہے۔'' [اعجاز قرآن واختلاف قراءت، مرتبہ تمنا عمادی: ۴۲/۷]

طارق صاحب نے مزید لکھا ہے:

﴿ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ [النساء: ۸۲]

''یعنی قرآن اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پایا جاتا۔''

ظاہر ہے کہ اس 'اختلاف' میں صرف مطالب و مفاہیم کا اختلاف ہی نہیں بلکہ الفاظ و قراءت کا اختلاف بھی شامل ہے۔ اس قرآنی دعویٰ کی روشنی میں تو صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن اگر مفہوم کے اختلاف و تضاد سے پاک ہے تو قراءتوں کے اختلاف سے بھی پاک ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کتاب کی حفاظت کا اِعلان کیا ہے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

''اگر اس عظیم الشان دعوٰی کے باوجود بھی قرآن میں قراءتوں کے اختلاف کو تسلیم کرلیا جاتا تو پھر آخر قرآن کی صداقت کا معیار کیا رہ جاتا ہے۔'' [اعجاز قرآن اور اختلاف قراءت، مرتبہ تمنا عمادی: ۷/۴۲]

اس کے بعد طارق صاحب فرماتے ہیں:

''اعراب کے معنی ہیں الفاظ پر زیر، زبر اور پیش لگانا۔ سلف صالحین کا تو یہ عقیدہ تھا اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ یہ بنیادی اور عظیم کام خود آنحضرتﷺ سرانجام دے گئے تھے بلکہ آپﷺ نے حکم دیا تھا کہ أعربو القرآن یعنی قرآن پر اعراب لگاؤ۔'' [بحوالہ مشکوۃ: ۲۱۶۵، اعجاز قرآن اور اختلاف قراءت، مرتبہ تمنا عمادی: ۷/۵۱]

☆ ناظم مکتبہ قرآنیات، اردو بازار و مدرّس دار الہدیٰ انٹرنیشنل، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم اَب منکرین حدیث کے ان دعاوی کا علمی جائزہ لیں گے۔ان حضرات کے مذکورہ بالا دعاوی میں چند در چند بنیادی غلطیاں ہیں۔ انکی پہلی بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ مصحف کوقرآن سمجھتے ہیں جبکہ مصحف اورقرآن میں فرق ہے۔

قرآن وہ ہے جواُمت کے حفاظ وقراء کے حافظے میں ہے اوراس کی تحریری شکل کومصحف کہا جاتا ہے۔

ان منکرینِ حدیث کی دوسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ لکھے ہوئے قران یعنی مصحف کو اصل قرار دیتے ہیں اور جوقران اُمت کے حفاظ وقراء کے سینوں میں ہے اُسے کوئی مقام اور حیثیت دینے کے لیے تیارنہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اصل ہے اور مصحف ثانوی درجہ رکھتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ جب تک کسی مصحف کی تصدیق حفاظ وقراء کے ذریعے حاصل نہ ہووہ معتبر ہی نہیں ہے۔(بلکہ تصدیق کے بغیر کوئی تحریر بھی قابل قبول نہیں ہوتی) کیونکہ آج بھی دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والے مصاحف کی تصحیح اور تصدیق کا کام حفاظ وقراء حضرات ہی کرتے ہیں ان کی تصدیق کے بغیر ہم کسی مصحف کو معتبر قرار نہیں دے سکتے۔

منکرین حدیث کی تیسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ تاج کمپنی وغیرہ کا شائع شدہ مصحف نقل ہے اُس مصحف کی جسے حضرت محمد ﷺ نے مرتب اور مدوّن فرمایا تھا جو ایک جلد میں سورتوں کی ترتیب سے مسلسل لکھا ہوا تھا جس پر اعراب اور نقطے بھی لگے ہوئے تھے بلکہ رموز اَوقاف کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو اُمت مسلمہ کے عقیدے کے مطابق ہے کہ ایسا فی الواقع نہیں ہے نہ تو نبی ﷺ نے ایک جلد کی کتابی صورت میں مصحف لکھوایا، نہ اس پر اعراب اور نقطے لگوائے اور نہ رموز اوقاف کا اہتمام کیا۔یہ سارا کام بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ وغیرہم کے زمانے میں ہوا۔

لیکن جولوگ صحیح اَحادیث کا کھلم کھلا اِنکار کرسکتے ہیں وہ تاریخ جمع وتدوین قران کو کیسے تسلیم کرسکتے ہیں؟

منکرین حدیث کومعلوم ہونا چاہئے کہ قرآن نے نبی ﷺ پر اُس کی تلاوت اور تعلیم کی ذمہ داری ڈالی ہے اُسے لکھوانے کا پابند نہیں کیا۔

نبی اُمّی ﷺ نے جیسے قرآن زبانی طور پر اُترا ویسے ہی زبانی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا اور سکھایا تھا۔یہی اصل قرآن ہے جو آج تک اہل ایمان کے سینوں میں محفوظ رہا ہے اور قیامت تک انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

﴿ بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ﴾ [العنکبوت:۴۹]

”بلکہ یہ قرآن ایسی واضح آیتوں کا مجموعہ ہے جوان لوگوں کے سینوں میں ہے جن کو علم عطا ہوا ہے۔“

ویسے احتیاط کے طور پر آپ ﷺ نے مختلف چیزوں جیسے کاغذ، چمڑا وغیرہ پر منتشر صورت میں قرآن کو لکھوا بھی دیا تھا۔کیا منکرین حدیث یہ بتا سکتے ہیں کہ قرآن میں کہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس قرآن کو جمع کرنے اور اسے کتابی صورت میں مرتب اور مدوّن کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ڈالی تھی، جسے پورا کیا گیا تھا؟

ہمارے منکرین حدیث کی گمراہی کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ مستشرقین (Orientalists) کی چند گمراہ کن کتابیں پڑھ کر اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ غلطی در غلطی کا اِرتکاب کرتے ہیں۔ان لوگوں کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ وہ قران مجید، صحیح احادیث، اِجماع اُمت اور مستند تاریخی مواد کو براہِ راست اُمتِ مسلمہ کے معتمد علماء و فقہا کے ذریعے سمجھنے کی سعی کریں۔

بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کو فتنہ قرار دینا منکرین حدیث کی مجبوری بھی ہے۔اس کی وجہ صاف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ظاہر ہے کہ چونکہ مختلف قراءتوں کا وجود احادیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہوتا ہے اور ان لوگوں کو حدیث اور اجماع کے الفاظ ہی سے چڑ ہے۔

صورت واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانۂ مبارک میں عربی عبارت پر نقطے اور اعراب لگانے کا رواج بالکل نہ تھا۔ آج بھی عرب ممالک میں عربی کتب پر اعراب نہیں لگائے جاتے۔ مصاحف پر نقطے اور اعراب لگانے کا کام تو بہت بعد کے ادوار میں انجام پایا تھا۔

آج دنیا میں نبی ﷺ کا وہ نامۂ مبارک اصلی حالت میں موجود ہے جو آپ ﷺ نے شاہ مصر مقوقس کو لکھا تھا۔ جو مہر شدہ تھا۔ اس کی نقل اب سیرت کی کتابوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے اور اب انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔ اس نامۂ مبارک کی عبارت پر بھی نہ تو اعراب لگے ہوئے ہیں اور نہ نقطے۔

اسی طرح آج امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ کچھ مصاحف دنیا میں موجود ہیں اور اُن پر نہ نقطے ہیں اور نہ اعراب۔ اسی مصحف عثمانی کی ایک فوٹو کاپی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کے کتب خانے میں بھی موجود ہے جس کا راقم نے خود مشاہدہ کیا ہے اور اس میں اعراب اور نقطے موجود نہیں ہیں۔

ہمارا چیلنج ہے کہ منکرین حدیث نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کا کوئی ایسا مصحف دکھا دیں جس پر اعراب اور نقطے موجود ہوں: هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

رہی بات اختلاف قراءت کی تو اس کے خلاف طارق صاحب نے جن دو دلیلوں کا سہارا لیا ہے وہ ہمارے نزدیک غلط ہیں۔

اُن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے:

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ [النساء:۸۲]

''اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے آیا ہوتا تو وہ اس کے اندر بڑا اختلاف پاتے۔''

تو اس کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ قرآن ہر قسم کے اختلاف سے پاک ہے، لہٰذا وہ قراءت کے اختلاف سے بھی پاک ہے۔ لیکن اُن کا یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ مذکورہ آیت میں اختلاف کا لفظ 'تضاد' (Contradiction) کے معنوں میں آیا ہے نہ کہ اختلاف (Variety) کے معنوں میں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے مضامین اور اس کی تعلیمات میں باہمی کوئی تضاد نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ ایک جگہ توحید کی تعلیم دے اور دوسرے مقام پر شرک کو جائز قرار دے یا کسی جگہ آخرت کا عقیدہ بیان کرے اور کہیں وہ اس عقیدے کی نفی کردے۔ اس کا کوئی مضمون اور اُس کی کوئی تعلیم تضاد سے آلودہ نہیں۔

خود طارق صاحب کو بھی اختلاف کے ان معنی کا احساس تھا اس لیے انہوں نے اپنی عبارت میں ایک جگہ 'اختلاف وتضاد' کو مترادف بھی لکھ دیا ہے تاکہ لوگوں کو دھوکا اور فریب دیا جاسکے۔

عربی زبان کی طرح ہماری اُردو زبان میں اختلاف کا لفظ تنوع کے معنی میں بھی آتا ہے۔

ذوق کا مشہور شعر ہے:

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن ۔۔۔ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اس شعر میں اختلاف کا لفظ تنوع (Variety) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

قرآن میں اختلاف کا لفظ تنوع کے معنی میں سورۃ الروم آیت ۲۲ میں استعمال ہوا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ﴾ ''اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا اختلاف یعنی ایک دوسرے سے مختلف ہونا۔''
قراءتوں کا اختلاف بھی تنوع (Variety) کا اختلاف ہے اور یہ تضاد نہیں ہے۔
قرآن مجید سے متعلق بیسیوں اختلافات موجود ہیں مگر وہ سارے تنوعات (Varieties) کے اعتبار سے ہیں نہ کہ تضادات (Contradictions) کے لحاظ سے اور اس سے اُس کی صداقت اور عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔
مثال کے طور پر قرآن مجید میں درج ذیل اختلافات پائے جاتے ہیں:

① مختصر اور طویل سورتوں کا اختلاف (کوئی سورت چھوٹی ہے اور کوئی بڑی)
② چھوٹے بڑے رکوعات کا اختلاف (کوئی رکوع چھوٹا اور کوئی بڑا ہے)
③ سورتوں کی آیت کی تعداد میں اختلاف (کسی سورت میں چند اور کسی میں سینکڑوں آیتیں ہیں)
④ سورتوں کے ناموں کا اختلاف (ایک ہی سورت کے کئی دوسرے نام ہیں جیسے سورۃ بنی اسرائیل کو سورۃ الاسراء بھی کہا جاتا ہے۔)
⑤ سورتوں کے آغاز میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے اور نہ لکھنے کا اختلاف۔ (ہر سورت کے شروع میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا گیا ہے مگر سورۃ توبہ اس سے خالی ہے)
⑥ سورتوں کے افتتاح کا اختلاف: (کوئی سورت حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہے، کوئی حمد باری تعالیٰ سے کوئی کسی اور مضمون سے)
⑦ ایک ہی واقعے کو بیان کرنے میں اختلاف: (کبھی ایک ہی تاریخی واقعہ مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان ہوا ہے جیسے 'قصہٴ آدم و حواؑ' ہر جگہ مختلف انداز اور مضمون کی کمی بیشی کے ساتھ بیان ہوا ہے۔)
⑧ ایک ہی لفظ کو مختلف طریقوں سے لکھنے کا اختلاف: لفظ 'رحمت' کو بعض جگہ 'رحمة' [الانبیاء:۱۰۷] اور بعض جگہ 'رحمت' [الروم:۵۰] لکھا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ لعنت کو کسی جگہ 'لعنة' [البقرہ:۱۶۱] اور کسی جگہ 'لعنت' [آل عمران:۶۱] لکھا ہوا ہے۔ لفظ الرسول کو کہیں 'الرسول' [البقرہ:۱۴۳] کو کہیں 'الرسولا' [الاحزاب:۲۲] لکھ دیا گیا ہے۔
⑨ حضرت محمد ﷺ کو خطاب کرنے میں اختلاف آپ ﷺ کو کسی جگہ 'يٰاَيُّها الرسول' (اے رسول ﷺ)، کہیں 'يٰاَيُّها النبي' (اے نبی ﷺ) اور کہیں 'يٰاَيُّها المزمل' (اے چادر میں لپٹے ہوئے) کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔
⑩ مصر کے جادوگروں کی بات کو بیان کرنے میں اختلاف:
ایک مقام پر ہے کہ انہوں نے یوں کہا تھا: ﴿ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴾ [الشعراء:۴۸]
دوسری جگہ پر ہے کہ یوں کہا گیا تھا: ﴿ رَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴾ [طہٰ:۷۰]
⑪ بعض 'افعال' کو بیان کرنے میں اختلاف:
ایک مقام پر ہے کہ قوم فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرتے تھے: ﴿ يُقَتِّلُوْنَ ﴾ [الاعراف:۱۴۱]
انہی کے بارے میں دوسری جگہ ہے کہ وہ ذبح کرتے تھے: ﴿ يُذَبِّحُوْنَ ﴾ [البقرہ:۴۹]
⑫ ایک ہی واقعے میں صیغوں اور ضمیروں کے استعمال میں اختلاف:
ایک مقام پر جمع کا صیغہ ہے: ﴿ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴾ [الشعراء:۱۵]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''بے شک ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔''

﴿ إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَ أَرٰى ﴾[طٰہ:۴۶] ''بے شک میں سنتا اور دیکھتا ہوں''

⑮ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ یا اژدھا بننے کا اختلاف:

وہ اژدھا تھا۔ ﴿ ثُعْبَانٌ ﴾ ''اژدھا'' [الاعراف:۱۰۷]

وہ سانپ تھا۔ ﴿ حَيَّةٌ ﴾ ''سانپ'' [طٰہ:۲۰]

⑯ ایک ہی 'شخص' کو دو الگ الگ نام دینے کا اختلاف:

پہلے اُسے ﴿ إِبْلِيسَ ﴾ [طٰہ:۱۱۶] کہا گیا، پھر اُسی کو ﴿ الشَّيْطٰنُ ﴾ [طٰہ:۱۲۰] کہہ دیا۔

اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام کو ایک جگہ ﴿ إِلْيَاسَ ﴾ [الصافات:۱۲۳] کہا گیا، پھر دوسری جگہ اُنہی کو ﴿ إِلْ يَاسِينَ ﴾ [الصافات:۱۳۰] کہا گیا ہے۔

⑰ سجدۂ تلاوت کے مقامات میں اختلاف:

کیا سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں یا ایک ہی سجدۂ تلاوت ہے۔

⑱ اسماء حسنیٰ میں اختلاف:

الْأَوَّلُ ...... [الحدید:۳] الْأٰخِرُ ...... [الحدید:۳] الظّٰهِرُ ...... [الحدید:۳] الْبَاطِنُ ...... [الحدید:۳]

⑲ قرآن کے صفاتی ناموں میں اختلاف:

الْفُرْقَانُ ...... [الفرقان:۱] الذِّكْرُ ...... [الحجر:۹]

⑳ قیامت کے ناموں میں اختلاف:

الْوَاقِعَةُ ...... [الواقعہ:۱] الْقَارِعَةُ ...... [القارعہ:۱]

㉑ رموزِ اوقاف کا اختلاف:

کہیں گول تا 'ۃ' ہے، کہیں وقف لازم 'م' ہے کہیں وقف جائز 'ج' اور کہیں وقف مطلق 'ط' ہے۔

مگر ایسے تمام اختلافات جو کہ حقیقت میں تنوعات (Varieties) ہیں، کے باوجود قرآن مجید کی حقانیت، صحت اور عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا وہ ہر لحاظ سے برحق، صحیح اور محفوظ ہے۔

پھر جب مذکورہ 'اختلافات' کے ہوتے ہوئے قرآن کی صداقت متاثر نہیں ہوتی تو کیا ایک قراءتوں کے اختلاف سے اُس کی صداقت متاثر ہو جائے گی اور وہ مشکوک ٹھہرے گا؟ حالانکہ قراءتوں کا اختلاف بھی تنوع ہے نہ کہ تضاد۔

اوپر طارق صاحب نے اختلافِ قراءت کے خلاف جو یہ حدیث پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ حکم دیا تھا:

« أَعْرِبُوا الْقُرْآنَ » . [شعب الإيمان للبيهقي: ۵۴۸/۳]

تو اوّل تو یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عبداللہ بن مقبری ہے جو کہ ضعیف راوی ہے جیسا کہ مرعات شرح مشکوٰۃ جلد۴ کے ص ۳۵۲ پر تصریح کی گئی ہے۔ دوسرے لفظ 'أعربوا' کا ترجمہ 'اعراب لگاؤ' بالکل غلط اور عربیت کے خلاف ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ صرف ونحو کی اصطلاحات عہد نبوی ﷺ میں ہرگز موجود نہ تھیں۔ یہ اعراب رفع نصب جر اور تنوین وغیرہ کی اصطلاحیں بعد کی پیداوار ہیں جو نحویوں نے ایجاد کی تھیں۔ قرآن و حدیث کو نحویوں کی اصطلاحات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش گمراہی کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

سورۃ النور میں آیا ہے:

﴿ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ ﴾ [النور:٣٦]

اس کو اگر نحویوں کی زبان سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے في بیوت کو في بیوت (مرفوع) پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ مفہوم صرف منکرین حدیث کی کھوپڑی میں آ سکے گا، کسی صاحبِ علم کے دماغ میں ہرگز نہیں آ سکتا کیونکہ فی (حرفِ جار) کے بعد کا اسم مجرور ہی ہونا چاہئے او في بیوت کو فی بیوت پڑھنا بالبداہت عربیت کے خلاف ہے اس طرح آیت کا اصل مطلب غارت ہوکر رہ جائے گا۔

زیر بحث ضعیف حدیث میں أعربوا القرآن کا درست ترجمہ یہ ہے:

"قرآن پاک کے معانی واضح کرو۔"

کیونکہ عربی زبان میں أعرب یعرب إعراباً کے معنی بات کو واضح کرنے اور اچھی طرح بیان کرنے کے ہیں نہ کہ الفاظ پر اعراب لگانے کے۔

مشہور و مستند عربی لغت 'لسان العرب' میں ہے:

"الإعراب والتعريب معناهما واحد، وهو: الإبانة. يقال: إعراب عنه لسانه وعرب أي أبان وأفصح. أعرب الكلام وأعرب به: بينه رجل عربي اللسان إذا كان فصيحا."

[لسان العرب، ابن منظور]

عقل کے اندھے منکرین حدیث اگر کبھی اپنے ہاں کا کوئی لکھا ہوا قرآن ہی کھول کر دیکھ لیتے تو ان کو اس کے اندر بھی قراءتوں کا اختلاف نظر آ جاتا جہاں کئی قرآنی الفاظ کی دو دو قراءتیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ (مگر یہ لوگ تو قرآن کا متن نہیں پڑھتے محض اس کے انگلش تراجم پڑھتے ہیں۔)

مثال کے طور پر سورۃ البقرہ آیت ۲۴۵ میں ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُطُ ﴾ میں يَبْصُطُ کو يَبْسُطُ بھی پڑھا جاتا ہے اور اس کے لیے حرف صاد کے اوپر چھوٹا سین (س) ڈال دیا جاتا ہے۔

اسی طرح سورۃ الغاشیہ آیت ۲۲ میں ہے: ﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾

اس میں بِمُصَيْطِرٍ کو بِمُسَيْطِرٍ بھی پڑھا جاتا ہے اور اس لفظ کے حرف صاد پر بھی چھوٹا سین لکھا ہوا ہے۔

لیکن منکرین حدیث بڑے ڈھیٹ اور بے شرم واقع ہوئے ہیں۔ ایک طرف وہ صحیحین کی معتبر اَحادیث کو نہیں مانتے مگر دوسری طرف ہوائے نفس کی خاطر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کو دلیل بناتے ہیں۔ صحیح اَحادیث کے مقابل میں تاریخ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی من مانی تفسیر اور دور از کار تاویلیں کرتے ہیں۔ علمائے اِسلام پر اعتماد کرنے کی بجائے مستشرقین کو اپنا مرشد مانتے ہیں۔ حکومت وقت کی خوشامد ان کا پیشہ ہے اور اپنا مؤقف بار بار بدلنا ان کا شیوہ ہے۔ آپ ان کے کسی ایک اعتراض کا جواب دے دیں وہ جھٹ سے دوسرا اعتراض گھڑ کر پیش کردیں گے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِهِمُ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر محمد عبداللہ صالح☆

مصاحفِ عثمانیہ اور مستشرقین کے اعتراضات

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں قریش کی لغت کے مطابق قرآن مجید کا ایک صحیح نسخہ تیار کروایا تا کہ پوری امت مسلمہ ایک ہی طرح سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکے اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ در اصل حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے شکایت کی تھی کہ بعض علاقوں میں قرآن مجید کو پڑھنے کے انداز میں اختلاف کی بنا پر حالات تشویشناک ہیں چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کا ایسا نسخہ کمال احتیاط کے ساتھ تیار کروایا، کہ جس میں تمام جائز قراءاتیں سما سکتی تھیں۔

مگر مستشرقین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی، اس مصحف کی تیاری، پس منظر اور خود مصحف عثمانی پر اعتراضات کرتے ہیں، اور ان اعتراضات کا ماحاصل یہ ہے کہ عہد عثمانی سے قبل قرآن کا کوئی نسخہ معرض وجود میں نہ آسکا۔ ذیل میں ہم مستشرقین کے اعتراضات نقل کرتے ہوئے ان کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

نولڈ یکے (Noldeke) اپنے مقالہ میں قرآن حکیم کی تاریخ حفاظت پر یوں رقم طراز ہے۔

''مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ سے قبل قرآن مجید کا کوئی معیار اور مرتب نسخہ موجود نہ تھا۔ اور یہ مصحف، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مصحف کی نقل ہی تھا (لہٰذا اگر مصحفِ صدیقی حقیقی مصحف نہ تھا تو مصحفِ عثمانی کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔)''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدوین قرآن کی ساری کاروائی مشکوک بناتے ہوئے لکھتا ہے:

"as to thay were conductad we no have Trustworthly information, Tradition being have much under the influence of dog matic persupposition."

مزید یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جمع قرآن کی ان مساعی کو سیاسی مقاصد کے حصول کا رنگ دیتا ہے:

"but for the assentially political object of putting an end to controversies by admitting one from of the common book religion and of law, this measuere was necessar."

آگے چل کر نولڈ یکے کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے نسخے کے علاوہ دیگر تمام مصاحف جلوا دیئے اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا اور قرآن کا حقیقی متن اگر ہم جاننا چاہیں تو معلوم نہیں ہو سکتا۔ مزید اس طرح کے وہ بہت سے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"Slight clerical errors there may have beenthought some times in vary strange order." {Ibid.605}

مصحف عثمانی کو مشکوک بنانے کی کوشش میں ایک اور مشہور مستشرق ایف بہل (F.Buhal) بھی پیش پیش نظر آتا ہے۔ وہ اپنے مقالہ میں لکھتا ہے:

''مصحف عثمانی در اصل مصحف صدیقی کی نقل تھا۔ لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ مصحف صدیق کوئی باقاعدہ مرتب نسخہ نہ تھا۔''

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[Encyclopaedia of islam ,iv.1073]
''اس سلسلے میں نوآموز اور ناتجربہ کار کاتبوں کی طرف سے کچھ لاپروائیاں اور غلطیاں سرزد ہوئیں۔'' [Ibid,1073]
''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے تیار کروائے ہوئے نسخے کے علاوہ تمام نسخوں کو ضائع کروا دیا۔ اس طرح قرآن کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ [Ibid,1070]
''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو ایک متفقہ قرآن اور متفقہ تلفظ بھی تیار نہ کر سکے۔'' [Ibid,1070]
اگرچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختلافات ختم کرنے کے لئے باقی نسخوں کو جلوا دیا تھا۔ لیکن اختلاف ختم کرنے کے لئے جلانے یا ضائع کرنے کا یہ عمل بے اثر تھا، کیونکہ قرآن لوگوں کے حافظے میں موجود تھا۔ [Ibid,1073]
''مصحف عثمانی حقیقی قرآن نہیں، اس مصحف کی کوئی ترتیب بھی نہ تھی۔ علاوہ ازیں جو مصاحف دیگر علاقوں کو روانہ کئے گئے ان میں ہم آہنگی بھی نہ تھی۔ [Ibid,1073]
الیف بہل نے تفسیری طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تیار کردہ نسخے کو مستند اور صحیح نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

"even Oth man himself, according to one story --- did not adhere to the text authorised by him. but read sura iii 100 with an addition not now found in it. and if this is correct, it is no wonder that others took still greater liderties, various circumstances contributed to the continual variation in the from of text." [Ibid,1073]

نولڈ یکے اور بہل کی طرح ایک اور مشہور مستشرق مارگولیتھ (Margoliouth) اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مرتب کئے ہوئے مصحف پر شکوک وشبہات کا اظہار کرتا ہے۔ مارگولیتھ اس مصحف میں ابہام اور اغلاط کے بارے میں لکھتا ہے۔
''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کام پر اس لیے لگایا کہ انتہائی ابہام کی موجودگی میں وہی اس متن کی وضاحت کر سکتے تھے۔'' [Margoliouth.D.S., Mohammadanism.70]
اس کے اپنے الفاظ میں:

"Perhaps because in the extreme ambiguity with and imperfection ot the scrip he aione could interpert the first edition with certainity." [Ibid,70]

اسی طرح مارگولیتھ کہتا ہے کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے نسخے کے علاوہ دوسرے نسخے جلوا دینے کے عمل سے قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اب ہمیں قرآن کا حقیقی متن نہیں مل سکتا۔'' [Ibid,۷۰]
قریب قریب یہی انداز دیگر مستشرقین

(1) Wath, Montgomery, Mohammad at Makka,9 (2) Frost ,SE, the sacred Writing of world,s Great Religions, 307 (3) Jaffery, arthur, Matevial for the study of History of the Tost of the Quran,a (4)Nicholoson,R,A, Literary History of the Arabs. (5)Trition,A.S, Islam Belief and parctice,60.
(۶) فنڈر، پادری، میزالحق:۳۶،۴۰،[(7) Bell, Richerd , Introduction tothe Quran.42,44

نے بھی اختیار کیا ہے اور انہوں نے بھی اس سے ملتے جلتے اعتراضات اٹھائے ہیں بعض مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا تذکرہ ''البیان'' [حقانی، عبدالحق، البیان فی علوم القرآن:۲۵۸] میں بھی ملتا ہے۔ اور بعض کا تذکرہ ڈاکٹر صبحی صالح [صبحی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صالح، ڈاکٹر، مباحث فی علوم القرآن:۷۹،۸۰] نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ تاویل القرآن [ضربت، عیسوی، تاویل القرآن:۱۰۶،۱۰۷] میں بھی ان اعتراضات کو دھرایا گیا ہے۔

مستشرقین کا نقطہ نظر بیان کرنے کے بعد اب ہم ذیل میں اسلامی مآخذ سے عہد عثمانی میں جمع قرآن کی نوعیت، مقاصد، پس منظر اور طریقہ کار کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں تاکہ مستشرقین کے اعتراضات کا رد بھی ہو سکے اور حقیقت حال بھی سامنے آجائے۔

پس منظر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت تک اسلامی مملکت وسیع علاقے تک پھیل چکی تھی اور عرب کے علاوہ عجم کے تمام علاقے اسلامی حکومت کا حصہ بن چکے تھے۔ قرآن مجید جہاں مسلمانوں کی زندگی کا لازمی جزو تھا۔ تو دوسری طرف ''سبعہ احرف'' بھی موجود تھے۔ حضور سے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہی ''سات حروف'' کے ساتھ قرآن پڑھا تھا۔ صحابہ نے اپنے شاگردوں کو بھی انہی کے مطابق پڑھایا تھا۔ حضور کی وفات کے بعد، بلکہ آپ کی موجودگی میں صحابہ ان علاقوں میں بھی پھیل چکے تھے۔ جب مملکت کی حدود عجم تک وسیع ہوتی چلی گئیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان علاقوں میں پہنچ گئے۔ ان میں سرکاری طور پر بھیجے ہوئے معلمین بھی تھے اور دعوت وتبلیغ کی غرض سے جانے والے بھی۔

[صبحی صالح، ڈاکٹر، حوالہ مذکورہ:۸۱]

اس طرح ''سبعہ احرف'' عرب وعجم کے تمام علاقے میں پھیل گیا۔ جب تک لوگ ''سبعہ احرف'' کی حقیقت سے آگاہ تھے اس وقت تک اس سے کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی۔ لیکن جب یہ اختلاف دور دراز کے علاقوں تک پہنچ گیا اور ان پر یہ بات واضح نہ تھی کہ ''سبعہ احرف'' کی سہولت کا مقصد کیا ہے اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ تھی کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسروں کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے۔ [سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن:۸۱]

ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی کریں گے، دوسری طرف یہ مسئلہ بھی تھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے ایک نسخہ، جو کہ مدینہ طیبہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھا، اس کے علاوہ پورے عالم اسلام میں اس سے معیاری نسخہ نہ تھا۔ جو پوری امت کے لئے حجت بن سکے۔ کیونکہ دوسرے نسخے انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ اس لیے ان جھگڑوں کے تصفیے کی اگر کوئی قابل اعتماد صورت تھی تو وہ یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دیئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ کونسی قراءت درست اور کون سی قراءت غلط ہے؟ یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا۔

ان کے اس کارنامے کی تفصیلات روایات میں موجود ہیں۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمیںیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراءتوں میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خدمت میں حاضر ہو کر پوری صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے آپ اس اختلاف کا علاج فرما لیں۔ انہوں نے مزید کہا "کہ میں آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھا کہ میں نے دیکھا کہ شام کے رہنے والے لوگ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے تھے جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوئی تھی۔ اس بنا پر وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ [الاتقان فی علوم القرآن: ٦١]

اس سلسلے میں علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل في بيته حتى أتى عثمان فقال يا أمير المؤمنين! أدرك الناس۔ قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرئون بقرائة أبي بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرئون بقرائة عبدالله بن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام فيكفر بعضهم بعضاً۔ [عینی، بدر الدین، علامہ، عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری: ١٦]

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوہ سے واپسی ہوئی تو وہ واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! لوگوں کی خبر لیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیا گیا ہوا تھا وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جسے اہل عراق نے نہیں سنا ہوا تھا اور اہل عراق عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا اس اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔"

حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آذر بائیجان کے معرکے کے بعد حاضر ہوئے اور انہیں قراءاتِ قرآن میں باہمی اختلاف نے بہت پریشان کیا تھا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس قرآن مجید کے نوشتے اور صحیفے بھیج دیں، ہم انہیں نقل کر لیں گے اور ایک مصحف کی شکل میں جمع کر لیں گے پھر انہیں آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعد بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا کہ وہ ان صحائف کو ایک مصحف میں نقل کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جماعت قریش کے تینوں کاتبوں کو فرمایا کہ جب تم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں قرآن کریم کی کسی آیت کے لکھنے میں اختلاف ہو تو پھر اسے لغتِ قریش میں لکھنا، کیونکہ قرآن مجید لغتِ قریش میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب یہ حضرات ان صحائف کو نقل کر چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اصل صحائف کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹا دیا اور ہر علاقے میں ایک ایک نقل شدہ مصحف ارسال کر دیا، اور یہ حکم صادر فرمایا کہ ان کے علاوہ جو مجموعے اور صحیفے لوگوں کے پاس لکھے ہوئے موجود ہوں ان کو جلا دیا جائے۔ [بخاری: محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح: ١١١، ١٤٦٦]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شاید خود اس خطرے سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ کے اندر ایسے واقعات پیش آئے کہ جب مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہوئے تو اختلاف کی سی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ [جلال الدین، سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ١، ٦١]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کی اطلاع دی تو آپ نے فوراً اقدام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک یقینی مصحف پر جمع کر دیں تا کہ کوئی اختلاف اور افتراق باقی نہ رہے۔ صحابہ نے اس رائے کو پسند کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

”أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون، فمن نأى عني من أهل الأمصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد ﷺ فاكتبوا الناس إماما۔“

تم لوگ مدینہ میں میرے قریب رہتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ مل کر ایک نسخہ ایسا تیار کرو جو سب کے لئے واجب الاقتداء ہو۔“

[فتح الباری: كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ۴۹۸۸]

مصحفِ عثمان کے بارے میں ہم نے جو وضاحت بیان کی ہے اس سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ متفقہ مصحف تیار کروانے کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔ ایسا نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاسی پالیسی یا ذاتی ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا آذربائیجان سے واپسی پر فوراً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اس اختلاف سے پریشان تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ اس کی سنگینی کو فوراً سمجھ گئے۔ اس ساری صورت حال کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل کام کیے۔

اولاً: قرآن کریم کے معیاری نسخے تیار کروائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کر دیا۔

ثانیاً: ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں ”ساتوں حروف“ سما سکیں۔ چنانچہ یہ مصاحف نقاط اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھا جا سکتا تھا۔ جتنے انفرادی نسخے لوگوں نے تیار کر رکھے تھے ان سب کو نذرِ آتش کر دیا۔

ثالثاً: یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جو مصاحف لکھے جائیں وہ انہی مصاحف کے مطابق تیار کئے جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخہ میں الگ الگ سورتیں تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اکٹھا کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔ [سیوطی، جلال الدین: الاتقان فی علوم القرآن: ۶۱/۲]

ان اقدامات کا مقصد یہ تھا کہ کہ تمام عالم میں رسم الخط اور ترتیب سور کے اعتبار سے تمام مصاحف میں یکسانیت ہو اور ان مصاحف کو دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکے کہ کونسی قراءت درست اور کونسی غلط ہے۔ اس بات کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ جو ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں نقل کیا ہے۔ [ایضا حوالہ مذکور: ۶۱]

قال علي:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"لا تقولوا في عثمان إلا خيرا فوالله ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملأ منا قال: ما تقولون في هذه القراءة فقد بلغني أن بعضهم يقولون إن قراءتي خير من قراءتك ولهٰذا يكادون أن يكون كفراً. قلنا: فما ترى؟ قال: أرى أن نجمع الناس علي مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف۔ قلنا: فنعم ما أريت .

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے علاوہ نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے بارے میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے۔ حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کفر کے قریب تر پہنچا دیتی ہے۔ اس پر ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے انہوں نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں۔ تاکہ کوئی اختلاف وافتراق باقی نہ رہے ہم سب نے کہا کہ "آپ نے اچھی رائے قائم کی ہے۔"

اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے الفاظ "أرى أن نجمع الناس علي مصحف واحد" ہمارے موضوع کے اعتبار سے خاص توجہ کے حامل ہیں۔ کہ آپ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ایک معیاری مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لئے یکساں طور پر حجت بن سکے اور اس کے بعد کسی صحیح قرآن کے انکار، یا منسوخ یا کسی شاذ قراءت پر اصرار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

مولانا تقی عثمانی نے مصحف کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی تیاری کے وقت بنیادی طور پر انہی صحیفوں کو سامنے رکھا گیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لکھے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مزید احتیاط کے لئے وہی طریقہ اختیار فرمایا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضور کے زمانے کی جو متفرق تحریریں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس موجود تھیں انہیں دوبارہ طلب کیا گیا اور مصحف لکھتے وقت ان کا از سر نو مقابلہ کیا گیا۔ اس مرتبہ سورۃ الاحزاب کی ایک آیت ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوْا... ﴾[الاحزاب :۲۳] کے علیحدہ لکھی ہوئی صرف حضرت ابو خذیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ آیت کسی کو یاد نہ تھی، کیونکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے مصحف لکھتے وقت سورۃ احزاب کی آیت نہ ملی جو حضور کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا ہم نے اسے تلاش کیا تو وہ حضرت حذیفہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی۔[تقی عثمانی، مولانا: علوم القرآن: ۱۹۱]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اچھی طرح یاد تھی اس طرح اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ یہ آیت کہیں اور لکھی ہوئی نہ تھی، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو صحائف لکھے گئے ظاہر ہے کہ یہ آیت ان میں موجود تھی۔ نیز دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن کریم کے جو انفرادی نسخے موجود تھے ان میں یہ آیت بھی شامل تھی۔ لیکن چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی طرح اس مرتبہ بھی تمام متفرق تحریروں کو جمع کیا گیا تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس علیحدہ لکھی ہوئی بھی ملیں لیکن سورۃ الاحزاب کی یہ آیت سوائے حضرت ابو خذیمہ رضی اللہ عنہ کے کسی اور کے پاس الگ لکھی ہوئی دستیاب نہ ہوئی۔[سیوطی، جلال الدین: حوالہ مذکور ۱/۶۱]

یہ تمام تفصیلات مولانا تقی عثمانی نے پیش کی ہیں۔[تقی عثمانی، مولانا، حوالہ مذکور، ۱/۱۹۱]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن کے جمع کرنے کی یہ شکل ہوئی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جس وقت وجوہِ قراءت میں بکثرت اختلاف پھیل گیا اور یہاں تک نوبت آگئی کہ لوگوں نے قرآن مجید کو اپنی اپنی زبان میں پڑھنا شروع کر دیا اور ظاہر ہے کہ عربی کی زبانیں بہت وسیع ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک زبان کے لوگ دوسری زبانوں کو برسر غلط بتانے لگے اور اس معاملے میں سخت مشکلات پیش آنے لگیں اور بات بڑھ جانے کا خوف پیدا ہو گیا اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے صحف کو ایک ہی قبیلۂ قریش کی زبان پر اکتفاء کر لیا۔ اس بات کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دلیل یہ دی کہ قرآن مجید کا نزول دراصل قریش کی زبان میں ہوا تھا۔ اگرچہ دقت اور مشقت دور کرنے کے لئے اس کی قراءت غیر زبانوں میں بھی کر لینے کی گنجائش دے دی گئی تھی۔ لیکن اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے میں وہ ضرورت مٹ چکی تھی۔ لہٰذا انہوں نے قرآن کی قراءت کا انحصار محض ایک ہی زبان میں کر دیا۔ [سیوطی، جلال الدین، حوالہ مذکور: ۱۶۱]

قاضی ابوبکر ''الانتصار'' میں لکھتے ہیں:

''کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات کو مٹایا جو اس وقت موجود تھے اور آپ نے آئندہ نسلوں کو فساد سے بچا لیا۔''

[ایضاً: ۶۱/۱]

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری فی شرح البخاری میں لکھتے ہیں:

"إنما فعل عثمان هذا ولم يفعل الصديق لأن غرض أبي بكر كان جمع القرآن بجميع حروفه ووجوهه التي نزل بها، وهى على لغة قريش وغيرها وكان غرض عثمان تجريد لغة قريش من تلك القراءات، وقد جآء ذلك مصرحاً في قول عثمان لهؤلآء الكتاب فجمع أبوبكر غير جمع عثمان"

''یہ جو کچھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا، یہ کام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تھا، کیونکہ ان کی غرض تو قرآن مجید کو جمع کرنا تھا جس میں تمام وجوہِ لغات شامل تھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض بھی یہ تھی کہ لغت قریش کو بقیہ لغات سے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس بات کی تصریح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود ہے کہ جو انہوں نے کاتبین سے فرمایا تھا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا جدا جدا تھا۔''

[عینی، بدر الدین، علامہ، حوالہ مذکور: ۶۵۵/۵]

ان روایات کی تصریح کرتے ہوئے علماء اسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کی یہی تشریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصد قرآن مجید کے کسی حروف کو ختم کرنا نہ تھا، بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگوں نے درست حروف کا انکار شروع کر دیا تھا اور بعض آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے تھے اور اسی مقصد کے لئے آپ نے قرآن مجید کا معیاری نسخہ تیار کروایا تھا۔

یہی نقطہ نگاہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''الفصل فی الملل'' میں۔ [ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل: ۸۲،۸۱/۲]

مولانا عبد الحق نے تفسیر حقانی [حقانی، عبد الحق، حوالہ مذکور: ۵۲۸۵۱] کے مقدمہ میں، علامہ زرقانی نے مناہل العرفان [زرقانی، عبد العظیم، محمد، مناہل العرفان فی علوم القرآن: ۲۸۸،۲۶۹،۲۷/۱] میں نقل کیا ہے۔

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کی کاروائی سیاسی مقاصد کے پیشِ نظر کی؟

گذشتہ صفحات میں ہم نے عہدِ عثمانی میں قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخہ کی تیاری کا پس منظر، ضرورت، اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تیاری اور اس کے بعد اس کے نفاذ کی تفصیلات بیان کر دی ہیں۔ ان تفصیلات کی روشنی میں مستشرقین کے پیدا کردہ ابہام خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ مصحف عثمانی کی تیاری محض بے مقصد کام نہ تھا، بلکہ اس کی تیاری کی بھر پور ضرورت موجود تھی۔ یہ نسخہ کوئی نیا نسخہ نہ تھا بلکہ مصحف صدیقی کی مکمل نقل تھی۔ بعض پہلوؤں سے یہ مصحف صدیقی سے مختلف تھا (مصحف صدیقی میں ''سبعہ احرف'' سے تعرض نہیں کیا جاسکتا تھا جبکہ مصحف عثمانی میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا کہ جس میں تمام جائز قراءتیں سما سکیں۔ مستشرقین کے مزید اعتراضات کے جوابات ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا جو نسخہ تیار کروایا تھا اس پر مستشرقین نے کئی ایک اعتراضات کیے ہیں ہم نے ان اعتراضات کا ذکر چند صفحات میں کیا ہے یہ اعتراضات نوعیت کے اعتبار سے باہم متصادم ہیں، اس مصحف کے حوالے سے بعض لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں ''سبعہ احرف'' ختم کر دیئے گئے اور اس کے اندر چھ حصے قرآن مجید ضائع کر دیا گیا۔[Jeffery,Arthur Op,.5.6]

بعض دوسرے لوگوں نے اس کے برعکس بات کی ہے کہ مصحف عثمان میں کوئی خاص بات نہ تھی اور جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مصحف میں کوئی ربط وترتیب نہ تھی اسی طرح یہ مصحف بھی محض اوراق کا مجموعہ ہی تھا اس کی تیاری کے بعد بھی قرآن مجید میں اختلافات موجود رہے کیونکہ دیگر مصاحف بھی لوگوں کے زیر تلاوت رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات کو ختم کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا۔[Vide Bell, Richard, Intosduction the Quran ,23]

ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کی کوئی ضرورت نہ تھی۔[Ibid,23]

مصحف عثمانی کی ضرورت اور اسی بارے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ

''اگرچہ قرآن حکیم بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زبانی یاد تھا تاہم لوگوں نے اپنے ہاں بھی لکھا ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نسخہ تیار کیا تھا اس میں اس بات کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا کہ ''سبعہ احرف'' کے نتیجے میں لکھے گئے ذاتی مصاحف کو ختم کر دیا جائے۔ لوگوں کے پاس ذاتی مصاحف بھی موجود رہے۔[سیوطی، جلال الدین، حوالہ مذکور: ۱/۶۱]

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب زمانے میں یہ احساس نہ تھا کہ مسلمان کسی مشکل کا شکار ہو جائیں گے، کیونکہ اس وقت تک اسلام ابھی ایک مخصوص علاقے تک محدود تھا لیکن جب اسلام بلاد وامصار میں پھیل گیا تو حافظے کے ساتھ ساتھ کتابت کی یکساں اہمیت محسوس کی جانے لگی اور بلاد وامصار کے مسلمانوں کو کسی ایک طریقے کے مطابق قرآن مجید پڑھایا گیا یہ بات ان میں عملاً معروف نہ ہوئی کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لیے پڑھاتے وقت ان میں اختلاف پیدا ہونے لگے ساتھ ہی انفرادی طور پر تیار کیے ہوئے مصاحف بھی کسی نہ کسی ''حرف'' کے مطابق تھے اور ان کے آپس میں اختلافات تھے لیکن ایک معیاری نسخہ موجود تھا۔

آئندہ سطور میں ہم مستشرقین کے اس موقف کا رد ڈاکٹر صبحی صالح کے بیان کی روشنی میں کریں گے کہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محض سیاسی مقاصد کے حصول اور سیاسی پالیسی کے طور پر قرآن مجید میں مداخلت کی تھی اور اپنی مرضی کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا اور ارکان کمیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آلہ کار بن گئے اور گھ جوڑ کر کے ایک نسخہ تیار کرلیا۔

[صبحی صالح، ڈاکٹر، حوالہ مذکور: ۷۹]

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کا اصل محرک وہ لوگ تھے جن کی نشاندہی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے آذر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بائیجان سے واپسی پر کی تھی لیکن مستشرقین اس کاروائی کا محرک سیاسی مقاصد کے حصول قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں ''بلا شر'' پیش پیش ہے۔ جس نے جمع وتدوین قرآن کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نیت پر حملے کئے ہیں یہ تمام حملے بالکل بے بنیاد ہیں۔ مستشرقین کے پاس کوئی بنیاد نہیں کہ جس سے ثابت کیا جاسکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیش نظر سیاسی مقاصد کا حصول تھا اور آپ نے یہ کاروائی اس لیے بھی کی کہ مہاجرین کی اہمیت جتائی جاسکے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صبحی صالح نے بلاشر (Blasher) کا حوالہ دیا ہے۔[ایضا:۷۹]

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ تمام اتہام محض مستشرقین کی الزام تراشی ہے اور عبث قیاس آرائیوں کا آئینہ دار ہے اور کسی تاریخی روایت سے ان کے اس دعوی کی تائید نہیں ہوتی۔ کوئی دانشور شخص یہ بات درست تسلیم نہیں کرتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدث کے مقابلے میں، جو کہ ثقاہت وامانت اور حفظ وضبط میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، مستشرقین کی ان بے سروپا باتوں کو اہمیت دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں جو کمیٹی تشکیل دی اس بارے میں بھی مستشرقین نے بے سروپا باتیں کی ہیں یہ کمیٹی چار حضرات پر مشتمل ہے۔[ایضا:۷۹]

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ محدث ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ پر مختلف روایتیں نقل کرنے کے شائق ہیں اگر چہ ان میں واضح تضاد پایا جاتا ہو۔ اس پر مزید یہ کہ وہ مسئلہ زیر بحث امام بخاری رحمہ اللہ کے ذکر کردہ چار اشخاص کی کمیٹی کا ذکر نہیں کرتے بلکہ اس سلسلے میں قائم شدہ دیگر کمیٹیوں کا ذکر کرتے ہیں مثلاً وہ ایک کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جس کے رکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے اسی طرح وہ ایک اور کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی۔ اس کاروائی سے دو برس قبل حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے اسی طرح ایک اور کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو بارہ اصحاب پر مشتمل تھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے خیالات پر صرف ایک ہی مستشرق نے کلام کیا ہے۔ یہ مستشرق (Schwally) ہے اس نے جرح وقدح کی ہے۔ مستشرق بلاشر اس پر تعجب وحیرت کا اظہار کرتا ہے ابن ابی داؤد نے ایک ایسی کمیٹی کا بھی ذکر کیا ہے۔

جس کے رکن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اس کاروائی سے دو برس قبل وفات پا چکے تھے۔[ایضا:۷۹]

کمیٹی کی تشکیل اور اس کے ارکان کی تعداد میں اس طرح کی روایات کے ذکر کرنے کا ان کے نزدیک مقصد یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی ساری تاریخ کو مشکوک بنا دیا جائے۔ اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد کے علاوہ مستشرقین نے ان حضرات کی ذات پر بھی اعتراضات کیے ہیں اس سلسلے میں بلاشر نے طرح طرح کی قیاس آرائیوں سے کام لیا وہ پہلے تینوں قریشی صحابہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اُمراء وخواص میں شامل کرتا ہے۔ یہ مستشرقین اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت وکردار کا کیا عالم تھا؟ اس معاشرے کا نقشہ بھی ان کے ذہنوں میں موجود نہیں ہے اس معاشرے میں عوام وخواص کا تصور کہاں باقی رہ گیا تھا۔ اس معاشرے میں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ ہوتے ہوئے لوگوں کی بکریوں کا دودھ دھوآتا تھا۔ خلیفۂ ثانی جس کے ڈر سے دشمن تھرتھر کانپتے تھے، راتوں کو بھیس بدل کر لوگوں کی خدمت کے لئے مدینہ کی گلیوں میں چکر لگایا کرتے تھے۔ ہم خود مستشرقین ہی کی کتب سے ایسی مثالیں پیش کرسکتے ہیں کہ یہ بزرگ تقوی وپرہیز گاری میں کس مقام پر فائز تھا کیا یہ لوگ تقوی کے اس مقام پر فائز ہوتے ہوئے قرآن میں من مانی تبدیلی کرنے کی خاطر مختلف حربے استعمال کرسکتے ہیں۔

اس معاشرے میں نہ اس قسم کی کاروائی کا امکان ہوسکتا تھا اور نہ ہی ''خواص وعوام'' کی کوئی تقسیم وہاں موجود تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت سے بر سر منبر مواخذہ ہوسکتا تھا وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی کاروائی پر لوگ کیونکر خاموش رہ سکتے ہیں۔[ایضا:۸۰]

❶ بلاشر مزید لکھتا ہے کہ یہ تینوں مکی صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے اس لیے وہ ایک مشترکہ مصلحت کے حصول کی خاطر باہم متفق ہو گئے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کتابت قرآن مجید کا کام کسی ایسے شخص کے ہاتھوں ہو جومکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا رہنے والا ہو۔ بلاشر اس من گھڑت قصے کی تکمیل یوں کرتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش مکہ کے طبقہ خواص میں شامل ہیں اس لیے وہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رضا کو قرین مصلحت خیال کرتے تھے۔[ایضا:۸۰]

بلاشر کے خیالات بعید عقل وقیاس اور لایعنی ہیں۔ ان خیالات میں تناقص وتضاد پایا جاتا ہے۔ اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرے کے تقویٰ اور احتیاط کی کوئی جھلک ذہن میں رکھیں تو اس قسم کی حرکت کسی ذی ہوش انسان کے قلب ودماغ سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نظریات کے بطلان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ بلاشر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تینوں مکی صحابہ کے ساتھ گٹھ جوڑ میں ملوث کر کے انہیں بلاوجہ متہم کیا ہے۔ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں۔ بلاشر کے خیالات کے رد کے لئے مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

تحقیق ہمیشہ استدلال کی بنیاد پر ہوتی ہے، استدلال یا تو تاریخی شواہد کی بنا پر ہوتا ہے یا مختلف شواہد سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ لیکن بلاشر (Blasger) کے اس نقطہ نگاہ کے پیچھے کوئی بالواسطہ استدلال موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف انصاف اور اصول کا تقاضا ہے کہ جب وہ کوئی دلیل اپنے نقطہ نظر میں پیش نہ کرے تو اس کی بات تسلیم نہ کی جائے خصوصاً جب وہ ایسی بات کر رہا ہو جو مسلمات کے برعکس ہو اس صورت میں مسلمانوں ہی کے اس نقطہ نگاہ کو درست تسلیم کیا جائے گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کے پیچھے نہ کوئی سازش کارفرما تھی نہ کوئی گٹھ جوڑ ہوا تھا او نہ ہی اس کاروائی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذاتی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے۔[ایضا:۸۰]

صحابہ کرام جہاں تقویٰ کے اعلی درجے پر فائز تھے وہاں وہ قرآن وحدیث کے بارے میں حد درجہ محتاط بھی تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی اہمیت کو خوب جانتے تھے اور ان پر عمل پیرا تھے کہ آپ نے فرمایا تھا:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔[مسلم:۱۱۰]

''جس نے میرے بارے میں جھوٹ بات کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

«مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِه فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»[ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم:۱/۵، مقدمہ]

''جس نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

جبکہ مستشرقین خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کے ارکان حد درجہ محتاط اور متقی تھے بلاشر لکھتا ہے:

''اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ کمیٹی کے ارکان کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا اگرچہ وہ ان دنوں کی تنقید وتبصرہ کے طرز وانداز سے پوری طرح آشنا نہ تھے۔''[صبحی صالح: ڈاکٹر، حوالہ مذکور:۸۱]

اس کی دونوں باتوں میں تضاد ہے ایک طرف ان کو ذمہ دار اور متقی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف قرآن جیسی کتاب میں تحریف کی سازش میں ملوث قرار دیتا ہے ظاہر ہے دونوں میں سے ایک بات درست ہوسکتی ہے اور ہم اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بات کو درست کہیں گے جسے تاریخ اور دلائل وشواہد ثابت کریں۔ ہم اس سلسلے میں ولیم میور کی وضاحت پیش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ساتھی مستشرقین کے موقف کو رد کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس نظر ثانی میں علماء نے آیات اور قراءات میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخوں سے مقابلہ کیا۔(Mior,Willian)

اس کمیٹی میں قریش صحابہ کو شامل اس لیے کیا گیا کہ قرآن انہیں کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا۔(Ibid.Wiii)

میور نے بھی اس مصحف کی تیاری کا جواز تسلیم کیا ہے کہ آذربائیجان میں لوگوں کے اندر قرآن پاک کی تلاوت پر اختلاف دیکھنے میں آئے تھے۔(Ibid.Wiii)

❷ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر چند صحابہ سے مل کر اپنی پسند کا نسخہ تیار کروالیا تھا اس الزام کا رد ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں کرسکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کے کام کا آغاز کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کمیٹی کے سامنے آیت رجم پیش کی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے قرآن مجید میں شامل نہیں کیا۔[تفصیلات کے لئے ناسخ ومنسوخ، جلال الدین سیوطی کی کتاب الاتقان کا مطالعہ کریں۔]

اگر ایسا ہی مسئلہ ہوتا جیسا کہ مستشرقین بیان کرتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیثیت استعمال کرکے یہ آیت قرآن مجید میں شامل کرسکتے تھے لیکن چونکہ یہ آیت قرآن مجید کا حصہ نہ تھی اس لیے اسے شامل قرآن نہیں کیا گیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ...○﴾ [التوبة:۱۲۸] صرف ایک ہی صحابی سے ملی جب تک اس آیت کے بارے میں بھی وہ شرائط پوری نہ ہوئیں جو اس وقت ملحوظ رکھی گئی تھیں، اس وقت تک اسے شامل قرآن مجید نہ کیا گیا۔

یہی معاملہ عہدِ عثمانی میں سورۃ الاحزاب کی آیت: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ... ○﴾ [الأحزاب:۲۳] کے ساتھ پیش آیا تھا۔[عہد نبوی میں حفاظت قرآن، ملاحظہ فرمائیں، صبحی صالح کی کتاب علوم القرآن]

اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کچھ ذاتی مقاصد تھے تو ان کی تکمیل کے لئے دوسرے صحابہ کو (ان صحابہ کی بجائے) کمیٹی میں شامل کرکے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرسکتے تھے۔

مشہور مستشرق اسپرنگر مسلمانوں کے فن اسماء الرجال (جو انہوں نے حضور کے ارشادات کو پرکھنے کے لئے جاری کیا تھا اور جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہ کرسکی) کے بارے میں لکھتا ہے:

''مسلمانوں نے پیغمبر اسلام کے اقوال محفوظ کرنے کے لئے پانچ لاکھ لوگوں کے حالات زندگی محفوظ کرلئے۔''

[شبلی نعمانی، مولانا، سیرت النبی:۴۲/۱]

ایسی محتاط قوم سے یہ بات کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے کہ اس نے ملی بھگت کرکے قرآن مجید میں تغیر وتبدل کیا ہے۔

اسلامی معاشرہ اس وقت طبقاتی طور پر امیر اور غریب میں منقسم نہ تھا کہ کچھ صحابہ کو امراء کے طبقہ سے اور کچھ کو غرباء کے طبقہ سے منسوب کیا جائے۔

جس معاشرے میں ایک بڑھیا برسرِ منبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلالی خلیفہ وقت کو کسی مسئلہ پر ٹوک سکتی ہے اور عام آدمی خلیفہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا خطبہ جاری کرنے سے پہلے مجھے جواب دیں کہ ہم سب کی قمیصیں تو چھوٹی ہیں اور آپ کی قمیص بیت المال کے کپڑے سے اتنی لمبی کس طرح بن گئی؟ اور خلیفہ کو اس کا جواب دینا پڑتا ہے۔[سیوطی، جلال

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الدین،حوالہ مذکور:۲/۱۴۴،۱۴۷]

اس معاشرے میں کیونکر گمان کیا جاسکتا ہے کہ ان کے سامنے قرآن حکیم میں تغیر ہوگیا اور وہ خاموش بیٹھے رہے؟

اسی سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیاسی پالیسیوں کے ساتھ بعض لوگوں نے اختلاف کیا لیکن آپ کو بالاتفاق ''جامع القرآن'' کا خطاب دیا۔[ایضا:۱/۶۱]

اگر جمع قرآن بھی سیاسی پالیسیوں کا حصہ تھا تو لوگ آپ کے خلاف فتنہ پیدا کرتے وقت آپ پر تحریف قرآن مجید کا الزام بھی لگاتے۔ یہ مصحف امت میں اتحاد کا باعث ہوا نہ کہ افتراق کا۔

تحریف قرآن مجید کی جسارت تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسی ممتاز ہستی پر یہ الزام عائد کیا جائے۔[ایضا:۲/۱۵۱،۱۵۳]

آپ کی شرافت کا تو یہ عالم تھا کہ آخری ایام میں جب باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا آپ نے سرکاری محافظ قبول نہ کیے اور فرمایا میری خاطر کسی مسلمان کا خون نہیں بہنا چاہیے۔[ابن اثیر،الکامل فی التاریخ:۳/۶۰]

کیا اس بات کی کوئی گنجائش ہوسکتی ہے کہ انہوں نے ذاتی غرض کی خاطر قرآن مجید میں تحریف کر دی ہو۔ علامہ مقری اپنی کتاب ''نفخ الطیب'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے مصحف پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

هذا ما جمع عليه جماعة من أصحاب رسول الله ﷺ، منهم زيد بن ثابت وعبدالله ابن مسعود وسعيد بن العاص . [مقری، تنضح الطیب:۱/۳۹۸]

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے الفاظ کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور اجماع سے ایک نسخہ تیار کیا گیا''

خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کاروائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی کام نہ تھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ شامل تھے۔[ولی اللہ،شاہ، ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء:۲/۵]

۴ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ آیات قرآن مجید سے حذف کر دی تھیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب جمع کئے گئے تھے۔[فنڈر، پادری، میزان الحق:۳۶،۴۴]

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حقائق پیش کئے جاسکتے ہیں:

یہ اعتراض سراسر عقل کے خلاف ہے خصوصاً بنو امیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان مخاصمت کو ذہن میں رکھیں تو نظر آتا ہے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اسی قرآن پر متفق رہے جسے بعد میں لوگوں نے ''مصحف عثمانی'' کا نام دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت اور عصمت پر متفق ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن مجید دو مرتبہ لکھا، دونوں کے عہد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے لیکن کبھی بھی قرآن کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی اختلاف کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کسی ایک کا دور بھی جبر و تشدد کا دور نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجبوراً چپ ہو گئے، نہ ہی اس بات کا امکان ہوسکتا تھا کہ قرآن سے آیات ومضامین حذف کیے جا رہے ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور لوگ خاموشی سے بیٹھے رہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کے عہد میں کچھ نہ کر سکے تو بعد میں جب وہ خود خلیفہ بنے تو اس وقت بھی تو وہ سب کچھ کر سکتے تھے اس وقت تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا اگر وہ ایسا کر دیتے کہ (بقولِ مستشرقین) اصل قرآن امت کو لوٹا دیتے تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا، اور وہ امت کے ہیرو بن جاتے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ''جامع القرآن'' کا خطاب تو صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملا ہے۔

[حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر و مفسرین: ۹۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ امت سے کہہ سکتے تھے کہ لوگو یہ ہے قرآن کا وہ پہلا حصہ جو پہلے تین خلفاء نے غائب کروا دیا تھا اور اس کا علم صرف مجھے ہی تھا۔ لیکن انہوں نے تو اس کا تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ہمیں تو اس کے بالکل برعکس بیانات ملتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت ہی جرأت مند انسان تھے کیا کوئی شخص یہ بات گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے قائم کر لے کہ انہوں نے تحریفِ قرآن کی کاروائی آنکھوں سے دیکھ لی ہو اور کسی کو روکا تک نہیں یا تو بزدلی کا مظاہرہ کیا یا مصلحت کا جبکہ قرآن مجید ان کے بارے میں کہتا ہے:

﴿ يُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ...۝ ﴾ [المائدة: ٥٤]

''وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے۔''

رمضان المبارک کی راتوں میں جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرواتے اور قرآن مجید سناتے تھے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔

اگر قرآن مجید میں کوئی ردوبدل ہوا تھا تو آپ اسی وقت اعتراض کر سکتے تھے نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا کرتے تھے۔ [بخاری، محمد بن اسماعیل، حوالہ مذکور: ۲۳۴/۱]

مصحفِ عثمانی کی بنیاد وہ نسخہ تھا جو اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں تھا۔ [ایضا: ۱۴۶/۳]

عقل کہتی ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر و تبدل کر دیا تھا تو پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کا مصحف واپس کبھی نہ کیا جاتا، کیونکہ اس کی موجودگی میں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری کاروائی رائیگاں جا سکتی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ نے تو ایک نیا قرآن تیار کر لیا ہے، حالانکہ میرا مصحف کچھ اور تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باقی تمام مصاحف نذرِ آتش کر دیئے اور اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کو کوئی چیلنج نہ کر سکے لیکن اتنی بات تو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا نسخہ مروان بن حکم کے دور تک موجود تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن کے نسخے کی تیاری (۲۴ھ تا ۳۵ھ)۔ [ایضا: ۳۷۸/۸] اور مروان کی فرمانروائی کے درمیان کئی برس کا عرصہ گزرا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم میں تغیر و تبدل کر دیا تھا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ قرآن کی اصلی صورت میں موجود تھا۔ لہٰذا اصل نقول تیار کروائی جا سکتی تھیں۔ یہ بات بھی ناقابلِ تسلیم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور جبر و تشدد کا دور تھا، ایسا خیال کرنا تاریخی غلطی ہو گی۔ جس خلیفہ نے بلوائیوں کے ہاتھوں محض اس لیے شہادت قبول کی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ان کی حفاظت کرے اور ان کے دروازے پر کھڑا ہو اور حفاظت کرتے ہوئے کسی مسلمان کی جان ضائع ہو، وہ ہستی ذاتی مقاصد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے تحت تیارہ کردہ قرآن کو لوگوں میں مروّج کرنے کے لئے لوگوں پر تشدد کرے گی؟

❼ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والے نسخے سے اصل قرآن مجید کو حاصل نہ کیا جا سکا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اثرات بڑے گہرے تھے تو یہ بات بھی بڑی خلاف واقعہ ہے، کیونکہ جو خلیفہ بلوائیوں کے ہاتھوں کسی میدان میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں شہید ہو رہا ہے اور اس کی شہادت کا بدلہ بھی نہیں لیا جا رہا ہے اس کے سیاسی اثرات کے بارے میں کیا تصور کیا جا سکتا ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے فرقوں میں خون ریز لڑائیاں ہو رہی تھیں، اس وقت بھی ان سب کا قرآن ایک ہی تھا۔ قرآن پر متفق ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف ہی تلف کئے تھے لوگوں کے حافظے سے تو قرآن محو نہیں ہوا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس نقطہ نگاہ کا جواب یوں دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو روافض کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں پونے چھ برس تک برسر اقتدار رہے ان کا حکم چلتا تھا ان پر کیا دباؤ تھا کہ انہوں نے اصل قرآن جاری نہیں فرمایا؟

امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت ملی وہ بھی معصوم سمجھے گئے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ کس طرح جراءت ہو سکتی ہے کہ ایسی بات کہی جائے۔[ایضا:۷۸]

علامہ فرماتے ہیں:

”قرآن پاک میں کوئی حرف کم ہونا، زائد ہونا، تبدیل ہونا ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں تغیر کے مرتکب ہونے کی وجہ سے ان حضرات سے جہاد، اہل شام سے لڑائی کرنے سے زیادہ ضروری اور اہم تھا۔“

(Mior, William, Op.Cit.xiv)

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے متعلقہ آیات قرآن مجید سے نکال دی تھیں؟ مستشرقین کے اس موقف کا جواب ہم انہیں کے ایک ساتھی ولیم میور کے حوالے سے پیش کریں گے۔ میور لکھتے ہیں کہ

یہ اعتراض سراسر عقل کے منافی ہے۔ خصوصاً بنو امیہ سے اور حامیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حامیان حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی قرآن مجید پر متفق رہے۔ جسے بعد میں انہی لوگوں نے ”صحیفہ عثمانی“ سے موسوم کیا، نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام شیعہ سنی فرقے قرآن مجید کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں۔(Mior, William, Op.Cit.xiv)

آخر میں ولیم میور لکھتے ہیں:

”پس ہمارے ان معارضات سے ثابت ہے کہ موجودہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر دال ہو۔“

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا ۶/۷ حصہ ضائع کر دیا؟

مستشرقین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصحف تیار کروایا تو انہوں نے سات قراءتوں میں سے چھ کو خارج کر دیا اور لوگوں کو ایک ہی قراءت (حرف) پر جمع کر دیا۔ اس طرح ان کے بقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۷/۱ قرآن باقی رہنے دیا ۷/۶ حصہ ضائع کر دیا۔ [ناصر، کے ایل، قرآن شریف کے متن کا تاریخی مطالعہ:۴۵]

اس اعتراض کا جب ہم تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس کے پیچھے مستشرقین کی کم علمی کارفرما ہے یا ان کی دانستہ حقائق سے چشم پوشی۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اصل مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں۔

مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید قرآن مجید کا ہر ہر لفظ سات سات قراءتوں سے پڑھنے کی اجازت تھی حالانکہ ایسی صورت حال نہ تھی۔

'سبعہ احرف' محض الفاظ کی ادائیگی کا فرق تھا۔ ایک لفظ دوسرے لفظ کے مترادف تھا، سات میں سے کوئی اختیار کرلیا گیا تو قرآن مجید کا لفظ ادا ہوگیا اس فرق سے معانی میں بھی کوئی واضح فرق نہیں پڑتا تھا۔

مزید جو اس نقطہ نگاہ کا اصل جواب ہے وہ یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے درحقیقت لوگوں کو متواتر اور ثابت شدہ قراءتوں پر جمع کیا تھا۔ یہ تو حقیقت ہی کے برعکس ہے کہ انہوں نے سات قراءتیں یا ''سبعہ احرف'' کو ختم کرکے ایک ''حرف'' پر لوگوں کو جمع کیا تھا۔ [ایضا:۱/۲۵۴]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم الخط جس میں کہ 'سات حروف' سما سکیں اس کی مثالیں دوسری جگہ بیان کر دی گئی ہیں، ذیل میں ان کو مکرر بیان کیا جاتا ہے ''امام ابن حزم رحمہ اللہ'' نے بھی اس سلسلے میں اپنی کتاب " الفصل فی الملل والنحل" میں مدلل بحث کی ہے اور اس قسم کے اعتراض کا رد خالص عقلی اور منطقی انداز میں کیا ہے کہ کیا فی الواقع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن میں تغیر ہوگیا تھا۔ امام موصوف نے خود یہود و نصاریٰ کی طرف سے کئے گئے کچھ اعتراضات کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ان کا رد فرمایا ہے۔ [ابن حزم، حوالہ مذکورہ:۲/۶،۷۸]

❻ مستشرقین نے تمام زورِ استدلال اس پر صرف کر دیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف نا قابل اعتبار، غیر مرتب اور نامکمل تھا اس کے لئے وہ مختلف قسم کے حربے اختیار کرتے ہیں۔ مزید جو اعتراض یہ کرتے ہیں کہ حیات نبی ﷺ کے آخری عرصہ میں متعدد آیات منسوخ ہوگئی تھیں۔ اس سلسلے میں ابن جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولا شك أن القرآن نسخ منه فی العرضة الأخيرة فقد صح النص بذلك عن غير من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زر بن حبيش قال: قال لي ابن عباس: أي القراءتين تقرأ؟ قلت: الآخرة. قال: فإن جبريل كان يعرض القرآن على النبي ﷺ عام رمضان. قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرتين فشهد عبد الله (يعني ابن مسعود) ما نسخ منه وما بدل. [الجزری، ابو الخیر، النشر فی القراءات العشر:۲/۳۸]

''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن میں زمانہ وحی میں نسخ اور تغیرات اللہ کے حکم کے مطابق ہوتے رہے ہیں اور متعدد صحابہ سے ایسی مرویات بھی وارد ہیں اور ہم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ دونوں قراءتوں میں سے کونسی تلاوت کرتے ہیں تو میں نے جواب دیا ''میں آخری عرضۂ اخیرہ والی تلاوت کرتا ہوں پھر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور فرماتے حتیٰ کہ جس سال آپ کی وفات ہوئی تب سے آپ پر ایک سال میں دو دور کرنا لازم ہوا تھا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی گواہی دی ہے کہ اس موجودہ قرآن میں اب کوئی منسوخ آیت نہیں نہ ہی کوئی تغیر ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ تو ہے کہ عرضۂ اخیرہ سے قبل بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالی کی طرف سے منسوخ ہوگئیں۔ حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے مترادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں، لیکن مستشرقین کا اس نسخ اور تبدیلی سے استدلال کرتے ہوئے قرآن کو محرف بنانا صحیح نہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کروایا تھا وہ عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھا۔ جب کہ تمام منزل وحی تبدیلیوں کے بعد اپنا اصل مقام پا چکی تھی۔

بناء بریں ہم پوری طمانیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحف عثمانی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس نسخے میں اصلاً کوئی تعرض نہ تھا جس میں زید نے قراءت کی مختلف صورتوں میں سے صرف قریش کے لہجہ کو محفوظ رکھا۔

(Mior, William, Op.Cit.xiv)

۷ بعض لوگوں نے مصحف عثمانی کے بارے میں ابہام پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ لکھنے والوں میں رسم الخط کے بارے میں کہیں اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے۔

[سیوطی، جلال الدین، حوالہ مذکورہ: ۶۲/۱]

اور دوسری طرف یہ کہا گیا کہ انہوں نے اپنے ساتوں حروف کو باقی رکھا تو پھر قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا کیا مطلب ہوا؟

کیا مصحف عثمانی لغتِ قریش کے مطابق لکھا گیا؟

اس ابہام کا ازالہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس جملہ سے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء نے بھی یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف یعنی حرف قریش کو باقی رکھا''۔ لیکن در حقیقت اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ انہوں نے حرف قریش کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم کروا دیا تھا بلکہ مجموعی طور پر تمام روایات کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا:

''اگر قرآن مجید کی کتابت کے دوران 'رسم الخط' کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے 'رسم الخط' کو اختیار کیا جائے۔ اس مفہوم کو اخذ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب کتابت قرآن مجید کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم کے دوران ان میں صرف ایک اختلاف پیش آیا اس اختلاف کا ذکر امام زہری رحمہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور باقی اراکین کمیٹی کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ تابوت کو 'تابوۃ' لکھا جائے یا 'تابوت' لکھا جائے چنانچہ اسے قریش کے رسم الخط کے مطابق '' تابوۃ'' لکھا گیا۔ [ایضا: ۶۱/۱]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے رسم الخط کا اختلاف مراد تھا نہ کہ لغات کا۔ اس سلسلے میں امام طحاوی رحمہ اللہ سے بھی کافی تفصیلات موجود ہیں۔

۸ مصحف عثمانی پر ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کا لکھوایا ہوا نسخہ پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إن في هذا القرآن لحنا ستقيمه العرب بألسنتهم."

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[آلوسی، محمود سید، علامہ، روح المعانی تفسیر القرآن والسبع المثانی: ۲۸/۱]

اس اعتراض اور حضرت عثمان ؓ کے ان الفاظ کے بارے میں علامہ آلوسی ؒ فرماتے ہیں:

''لم یصحّ عن عثمان أصلا'' یعنی یہ روایت حضرت عثمان ؓ سے بالکل ثابت نہیں ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں دوسرا جواب یہ ہے:

مصحف عثمانی پر صحابہ کرام ؓ کا اجماع تھا، 'رسم' پر بھی اجماع ثابت ہے جبکہ امت کا غلطی پر اجماع (حدیث کی رو سے) نہیں ہوسکتا۔

اس روایت کے آغاز میں بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: 'أحسنتم و أجملتم' تم نے اچھا اور عمدہ کام کیا۔ اس مجموعہ میں اگر غلطی ہوتی تو آپ ؓ غلطی کی کس طرح تحسین فرماتے۔

ابوعبیدۃ ؓ سے عبد الرحمان بن ہانی ؓ نے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عثمان ؓ کے پاس تھا کہ کاتبان نے حضرت عثمان ؓ کے سامنے مصاحف پیش کیے جن میں 'لم یتسن'، 'لا تبدیل للخلق' اور 'وأمھل الکافرین' لکھا ہوا تھا۔ آپ نے قلم دوات منگوا کر تینوں جگہوں پر غلطی کی اصلاح کر دی اس روایت سے اس شبہ کی نفی ہوتی ہے کہ آپ نے احتیاط سے کام نہ لیا۔ بلکہ آپ نے تو کتاب کی معمولی سی غلطی بھی نہ رہنے دی۔

❾ بعض مستشرقین کا کہنا ہے کہ ابن مسعود ؓ مصحف عثمانی سے متفق نہ تھے۔

اس سلسلے میں ترمذی شریف میں ایک روایت ہے جس میں امام زہری ؒ سے منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کی شکایت تھی کہ کتاب کا کام ان کے سپرد کیوں نہ کیا گیا جبکہ حضرت زید بن ثابت ؓ کے مقابلے میں انہوں نے زیادہ طویل عرصے تک حضور ﷺ کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔ [ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی: ۲۲۹/۴]

اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے ''فتح الباری'' میں بھی اس نقطہ نگاہ کا رد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

حضرت عثمان ؓ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور ابن مسعود ؓ اس وقت کوفے میں تھے اور حضرت عثمان ؓ ان کے انتظار میں اس کام کو موخر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی حضرت زید بن ثابت ؓ کو یہ کام سونپا تھا انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھ سے تکمیل کو پہنچے۔ حافظ ابن حجر ؒ کی اس توجیہ کے علاوہ اس نقطہ نگاہ کی تردیدیوں بھی کی جاسکتی ہے کہ حضرت عثمان ؓ کو اس وقت جو مسئلہ درپیش تھا اس میں صحابہ کے مقام مرتبے کا عمل دخل کم تھا بلکہ اس کے مقابلے میں اس مسئلے کا تعلق تجربے سے زیادہ تھا۔ [ابن حجر، عسقلانی، حوالہ مذکور: ۱۳/۷، ۱۵]

حضور نے جن صحابہ کرام ؓ کو 'علمائے قرآن' سے موسوم کیا تھا اور قراء ارشاد فرمایا تھا ان میں عبد اللہ بن مسعود ؓ بھی تھے۔ لیکن عہد عثمانی کا معاملہ اس سے کچھ مختلف تھا۔ کیا زید بن ثابت ؓ کے لئے یہ اعزاز کم تھا کہ حضرت ابن مسعود ؓ پر فوقیت رکھنے والے حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ نے حضرت عثمان ؓ سے پہلے 'جمع القرآن' کے نام پر حضرت زید بن ثابت ؓ کو ہی مامور فرمایا۔ اس وقت تو حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ مدینہ کے اندر موجود تھے اور ان کی موجودگی کے باوجود حضرت زید بن ثابت ؓ کو منتخب فرمایا۔ اس کا مطلب یہی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مصحف کی تیاری پر پہلی مرتبہ متعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد شیخین میں بھی ان کو اس کام کے لئے موزوں ترین قرار دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے متقدمین ہی کی اقتداء میں انہیں تعینات کیا تھا۔ دونوں مواقع پر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس سبب سے تھا کہ انہیں عرضۂ اخیرہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب رہا۔[ایضا:۱۴،۱۳،۱۵]

اس لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے منصب میں موازنہ کرتے ہوئے ہمیں ان مذکورہ بالا حقائق کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

⑮ 'احراقِ مصحف' کے بارے میں ولیم میور کہتا ہے کہ یہ ایک ناانصافی کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے مجمع علیہ نسخہ کے علاوہ تمام مصاحف تلف کروا دیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ در اصل اس میں ان کا مقصد فقط حفاظتِ کتابِ الٰہی تھا، وہ اس سے کسی ممکنہ تحریف کے مرتکب نہیں ہوئے تھے لہٰذا اس دور میں کسی نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن مجید میں تحریف کی ہے۔ اگر بفرضِ محال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسا ہی کرتے تو یہ راز ضرور آشکار ہو کر رہتا۔ حقیقت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام متاخرین شیعہ نے اپنے اعتراض کے لئے وضع کر لیا ہے۔

[Mior,William,Op.Cit.vii]

اس سلسلے میں مزید تفصیلات کے لئے تفسیر 'روح المعانی' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراضات کے جواب کے سلسلے میں ہم ولیم میور کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ جس میں وہ لکھتا ہے:

''قرآن مجید کی ترتیب خود اس کی شاہد ہے کہ جامعین نے اس میں پوری دقتِ نظر کا لحاظ رکھا اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کر دی گئیں ہیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں رہتا، جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جامعین قرآن میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان واخلاص کا جذبہ کارفرما تھا اور اس ایمانی ولولہ میں وہ نہ صرف سورتوں بلکہ آیات کی ترتیب☆ میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچائے ہوئے نکل گئے۔

[Ibid,xxi]

پھر ولیم میور آخری نتائج اخذ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''ہم پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عہد عثمانی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی وہ نہ صرف حرفاً حرفاً درست ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یکجا ہو گئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں کوئی آیت اصل وحی الٰہی سے اوجھل ہوئی اور نہ اس قسم کے کسی شائبہ کی گنجائش ہے، نہ وہی جامعین نے از خود کسی آیت کو قلم سے انداز کیا ہے۔[Ibid,xxi]

پس! یہی وہ قرآن ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دیانت سے وامانت کے ساتھ دوسروں کو سنایا۔[Ibid,xxi]

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین درحقیقت 'مصحف عثمانی' پر بے جا اعتراضات کر کے مسلمانوں کو بدظن کرنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بدگمان کرنا تو دور رہا خود ان کے اقوال ہی باہم اس قدر مختلف ہو گئے کہ جن میں ایک

☆ اس عبارت میں ولیم میور نے صحابہ کی تعریف کے پس پردہ ایسا سنگین الزام وارد کیا ہے جس کو محترم مقالہ نگار بھانپ نہیں سکے اور وہ ہے ''سورتوں کی ترتیب کیساتھ ساتھ آیات کی ترتیب میں بھی صحابہ کا عمل دخل''!! اس بارے میں اختلاف موجود ہے کہ آیا سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا صحابہ نے دی ہے؟ لیکن اس پر مکمل اتفاق ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں۔[ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ اگر مصحف کی تنقیص کی گئی تو دوسرے مقام پر خود اسی ہی قلم سے توصیف وتحمید کے الفاظ بھی نکلے ہیں اور وہ مسلمانوں کو بدظن کرتے کرتے خود اپنے جال میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ اس مصحف کو جھٹلانا تو درکنار! خود اس اس 'حفاظت قرآن' سے متاثر ہو کر ان کے قدم ڈگمگا گئے ہیں۔ تو یہ ہے قرآن کا اعجاز! کہ کوئی حملے کی نیت بھی کرے تو اپنی ہی ہستی کو جھٹلا بیٹھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ان مستشرقین کو یہ باتیں بھی دین حق کی جانب راغب نہیں کرتیں۔ اللہ نے کس قدر صحیح فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ [النور: ۴۰]

''جس کیلئے اللہ تعالیٰ ہدایت کا سامان نہ کریں اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔''

(بشکریہ ماہنامہ محدث لاہور، ۱۹۹۳، جنوری)

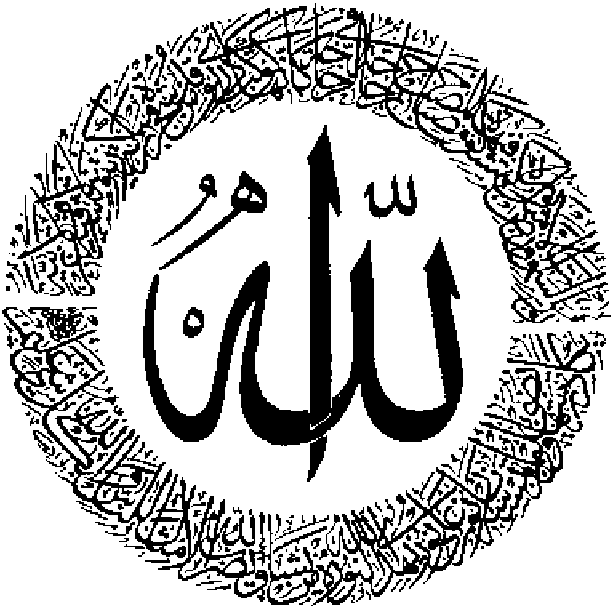

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مدثر حسین☆

تحریف قرآن، منصف مزاج مغربی مفکرین کی نظر میں

رُشد قراءات نمبر حصہ اوّل و دوم میں اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین کے شبہات کے جائزہ کے حوالے سے اب تک تین مضامین طبع ہو چکے ہیں۔ضرورت اس امر کی تھی کہ اس موضوع پر قراءات نمبر میں قراءات کے حوالے سے مستشرقین کے نظریات کے تعاقب پر مزید مضامین شامل اشاعت ہوں۔ چنانچہ رُشد قراءات نمبر سوم میں اس موضوع پر چھ عدد مزید مضامین شامل طباعت ہیں۔ ان مضامین میں سے زیر نظر تحریر اس اعتبار سے انفرادیت کی حامل ہے کہ محترم مقالہ نگار نے مغربی مفکرین میں سے ان منصف مزاج لوگوں کے افکار کو بحث کا موضوع بنایا ہے جو قرآن کریم کو عام مستشرقین کے مؤقف کے برعکس ایک محفوظ کتاب کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

اس موضوع کے حوالے سے اگرچہ مواد نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ بالعموم تمام مستشرقین قرآن کریم محمدﷺ کا ذاتی کلام مانتے ہیں چنانچہ اسے شرعی مقام دینے کو تیار نہیں لیکن اس کے باوجود فاضل مقالہ نگار انتہائی تتبع کے بعد اس موضوع کے حوالے سے ضروری حوالہ جات تلاش کر کے اس مضمون کو ترتیب دیا ہے۔ جس سے قرآن کریم کے بارے اہل مغرب کے دونوں نظریات آ گئے ہیں۔ [ادارہ]

اِستشراق کی اَصل حقیقت اس وقت سامنے آئی جبکہ اِستشراق، ألسنة مشرقية کی واقفیت اور اِسلامی علوم وآداب کے یک رُخی مطالعہ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ آگے بڑھ کر اسلام اور پیغمبر اسلامﷺ سے بغض وعناد، اس کا جزوِ لازم ٹھہرا، پھر یہی بغض وعناد، پہلے پہل تو مشنری جذباتیت کا آئینہ دار رہا لیکن کچھ عرصہ بعد اُس نے متعین مقاصد کے تحت علمیت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ گویا اس دوسرے مرحلہ میں اِستشراق نے ایک تحریک، ایک مستقل روّیہ اور سلوک (Discipline) کی شکل اِختیار کرلی اور اس روّیہ اور سلوک کے اِحاطہ میں رہتے ہوئے تمام ضروری مباحث کو موضوعِ سخن بنایا گیا، مثلاً اِسلام اور اس کی تعلیمات کو مجبوراً یا تکلّفاً غلط طور پر پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ زمانے کے عہد بہ عہد اِرتقا کے ساتھ وہ تعلیمات ہم آہنگ نہیں ہوسکتیں۔قدیم تہذیبوں اور قدیم زبانوں کو پھر سے زندہ کرنے کے لیے مصر، عراق، شمالی افریقہ اور دوسرے علاقوں میں سرگرمیوں کو منظّم کیا گیا تاکہ یہ تہذیبیں اسلامی تہذیب وتمدن کے لیے چیلنج بن سکیں، عربی زبان کے لیے کہا گیا کہ قرآنی عربی عہد جدید کی ضرورت وحالات سے مطابقت پیدا نہیں کرسکتی اس لیے مقامی زبانیں اور مردہ لغات کو آگے بڑھانا بلکہ عربی رسم الخط کو رومی رسم الخط سے تبدیل کردینا چاہیے۔پیغمبر اسلامﷺ کی سیرت وکردار کے بارے میں اُن نکات کو اُچھالا گیا، جن سے عام ذہن کے لوگ بھی اچھا تاثر نہ لے سکیں اور ان کے لائے ہوئے مشن کو ناقابل اِلتفات گردانا جائے، اسلامی تہذیب

☆ لیکچرار گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وثقافت کی تعمیر وترکیب میں بیرونی عناصر کی کارفرمائی ثابت کی جائے تاکہ اِسلامی ثقافت، مجموعہ خرافات ٹھہرے وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام مطالعات کا ہدف بہرحال مستشرقین کے نزدیک اپنے عزائم کی تکمیل کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اِمتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حکمتِ عملی تبدیل ہوتی رہی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مستشرقین جذباتیت کے تنگ دائرہ سے نکل کر عقلیت، علمیت اور اِستدلال کے اَوزان وپیمانے استعمال کرنے لگے، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق اپنے رویہّ پر اُنہوں نے خود نظر ثانی کی اور بدنیتی کے باوجود مخالفت ومخاصمت کا اظہار رفتہ رفتہ سلیقہ سے کیا جانے لگا۔

اِستشراقی تحقیقات کا پس منظر

اِستشراق اور صاحبان اِستشراق (مستشرقین) کی پوری تاریخ پر ایک عمومی نظر ڈالی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک اِستشراق اپنی حقیقت و ماہیت میں چونکہ اسلام کے خلاف ہے اور ہر دور کے (غیر مسلم) مستشرقین کی تمام سرگرمیاں، اپنے علمی تنوع کے باوجود اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ، اسلامی تاریخ اور اسلامی علوم و آداب کے حوالہ سے بہرحال معاندانہ رہی ہیں اور چونکہ مستشرقین کی پوری جماعت میں شامل افراد اپنی اصل ونسل میں یہودی ہیں یا عیسائی، اس لیے یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ اسلام اور یہودیت وعیسائیت کے مابین آویزش کے ساتھ ہی اِستشراقی جذبہ وفکر کی نمو ہوگئی تھی۔

باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی اہل مغرب کی طرف سے، اِسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف بالخصوص، بغض وعداوت کا اظہار موقع بہ موقع، تاریخ کے مختلف اَدوار میں ہوتا رہا اور وفور جذبات سے سرشار، رومی، بازنطینی، مسیحی اور یہودی روایتیں صدیوں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں، اَفواہوں کے دوش پر سفر کرتی رہیں اور کبھی کبھار تحریر وتصنیف اور وقائع و اَسفار کے قالب میں ڈھلتی رہیں اور ان کی اپنی آئندہ نسلوں کا سرمایہ افتخار قرار پائیں۔ چنانچہ ظہورِ اسلام کے بعد سے کوئی چار ساڑھے چار سو سال تک اِسلام اور بانی اسلام ﷺ کے حوالے سے اُن کی مخالفت ومخاصمت کا عام اَنداز یہی رہا اور اس تمام عرصہ میں بلکہ اس کے بعد بھی مغربی دنیا اس قابل نہ ہوسکی کہ حقائق وواقعات کا صحیح اِدراک کر سکے اور مسلمانوں کی تاریخ وثقافت کو علم کی روشنی میں جان سکے۔ اس صورتِ حال کا بظاہر ایک سبب، ان کے دلی جذبات کے علاوہ یہ تھا کہ صحیح معلومات کے لیے اصل اسلامی مآخذ تک رسائی ممکن نہ تھی، پھر تعصب، سنی سنائی باتوں، غلط فہمیوں اور خودساختہ مفروضات نے انہیں اس قابل ہی نہ رکھا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں۔ اس پر مستزاد تصادم وکشمکش کے وہ واقعات تھے جو تاریخ میں بار بار دہرائے گئے۔ خاص طور پر آنے والے زمانے میں صلیبی محاربات کا سلسلہ دشمنی وعداوت ان پر ایسا نشہ طاری کر گیا جو آج تک نہیں اُترا۔ صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت پاش پاش ہوگئی بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی وفکری محاذ پر اِسلام اور دنیائے اسلام کو زک پہنچائی جائے۔ اس کی تدبیر اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، پیغمبر اسلام ﷺ اور اسلامی معاشرہ کو ہدف تنقید بنایا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لیے جذباتی طوفان پہلے سے موجود تھا، پھر لاطینی آبادکار اور مسلم علاقوں سے آئے ہوئے عیسائی اور یہودی، اِسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ

علم، معلومات رکھتے تھے وہ کتنی ہی خام و ناکارہ سہی، ان کے لیے بہرحال مفید مطلب تھیں۔

اِستشراقی تحقیقات کے اَسباب ومحرکات

تحریک استشراق کے پس پردہ محرکات کو مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

① اسلام اور اَدیانِ غیر میں بڑے بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اسلام کا نظریہ حیات، اس کا نظام فکروعمل، اس کے تہذیب وتمدن کا اظہار، یہودیت، عیسائیت اور دوسرے مشرکانہ مذاہب سے یکسر مختلف ہے۔ پھر دانائے سُبل، ختم الرُسل ﷺ نے اسلام کی جو دعوت پیش کی اُس نے روزِ اوّل ہی سے ادیانِ باطلہ کی نفی کردی تھی اس لحاظ سے یہ اَمر تعجب خیز نہیں کہ دوسرے مذاہب کے علمبردار، اسلام، اہل اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں سخت معاندانہ جذبات رکھتے ہیں اور اپنے بُغض وعناد کا اظہار ہر ممکن طریقہ سے کرتے ہیں۔ اُن کا یہ روّیہ اور ان کی شقاوت وقساوت دراصل نظریاتی اور فکری بنیادوں پر استوار ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک جگہ اس حقیقت کبریٰ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ''تم دیکھو گے اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔'' جہاں تک مستشرقین کا تعلق ہے، ان کے پورے گروہ میں نمایاں ترین عناصر، یہود، نصاریٰ اور مشرکین ہیں۔ انہیں اسلام، اہل اسلام اور عالم اسلام کی سرفرازی کسی طور پر پسند نہیں بلکہ وہ ہر آن زک پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے تحریک استشراق کی اٹھان اسلام دشمنی کے زیر سایہ ہوئی اور مستشرقین کی مساعی کا ہدف یہ ٹھہرا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو دنیا کے سامنے کریہہ المنظر بنا کر پیش کیا جائے۔

② نظریاتی سبب کے علاوہ ایک سبب تاریخی بھی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا انقلاب آن کی آن میں پھیلتا چلا گیا وار اس کے علمبرداروں نے انتہائی مختصر مدت میں اسلام کا پرچم دنیا کے دُور دراز علاقوں میں جاکر لہرا دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنی پیش قدمی میں اِسلام نے اپنی راہ کی تمام مزاحمتوں کو اس آسانی کے ساتھ ختم کردیا کہ دنیائے مغرب آج تک انگشت بہ دنداں ہے۔ خاص طور پر اُس وقت کی معلوم دنیا کی دو بڑی طاقتوں روم وفارس کا سرغرور یوں سرنگوں کیا کہ وہ صدیوں خمیدہ رہا۔ بہرحال اسلام کی اِنتہائی تیز رفتاری کے ساتھ وسعت واِشاعت نے جہاں ایک طرف دنیائے مغرب کی مذہبی ونظریاتی رفعتوں کو پامال کیا وہاں دوسری طرف اسلام کی عسکری فتوحات نے ان کی شوکت وسطوت کو پارہ پارہ کردیا۔ بازنطینی سلطنت کے زرخیز خطوں (شام، فلسطین، مصر وغیرہ) پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، اور چرچ کے مضبوط قلعے فتح ہوگئے۔ شمالی اُفریقہ کو فتوحات، اُندلس اور سسلی کی عرب فتوحات نے دنیائے مغرب کو زیروزبر کردیا اور یوں اسلام اور مغرب کے درمیان عداوت کی مستقل بنا پڑ گئی۔ یہ تاریخی منظر مستشرقین کی معاندانہ سرگرمیوں اور مخاصمانہ کاروائیوں کا بھی نقطہ آغاز ثابت ہوا۔

③ محاربات صلیبی کو اگر ہم تحریک استشراق کا فوری سبب قرار دیں تو غلط نہ ہوگا۔ صلیبی جنگوں کو تاریخ یورپ بلکہ تاریخ عالم اور تاریخ اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس کی تفصیل کا تو یہاں موقع نہیں ہے البتہ اس حد تک نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ دنیائے اسلام کے خلاف دنیائے یورپ کی متحدہ کوششیں چونکہ ناکام ونامراد ہوئیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور (۱۰۹۶ء سے ۱۲۹۲ء تک) کے معرکہ ہائے صلیب و ہلال کے نتائج ارباب کلیسا کے حق میں اچھے نہ نکلے۔ اس لیے انہوں نے عسکری محاذ پر شکست کھانے کے بعد گویا یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کیلئے علمی وفکری محاذ کو منظم کیا جائے۔ یہی فیصلہ بالآخر تحریک استشراق کی شکل میں سامنے آیا۔ اس سلسلہ میں لارڈ ایلی کا یہ تبصرہ قابل ذکر ہے:

''فوجی اعتبار سے تو اب صلیبی جنگیں ختم ہو چکی ہیں مگر یورپی لوگ دین اسلام اور اس کی تہذیب کے بارے تحریراً جن خیالات کا اظہار کریں گے اُن میں تعصب کے اثرات ہمیشہ باقی رہیں گے۔''

ایک فرانسیسی (Plerre Martino) اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''جب عیسائی ترکوں کے خلاف جنگ ہار گئے تو وہ ہرزہ سرائیاں کرنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے عیسائیت کی شکست کا بدلہ میدان ادب میں لے لیا۔''

چنانچہ تحریک استشراق کی صورت میں اہل یورپ اور ارباب کلیسا کی تمنائیں پوری ہوئیں اور اس طرح تحریک استشراق کے جلو میں دنیائے مغرب کا یہ منظم حملہ، واقعتاً عسکری محاذ پر اُن کے صلیبی حملوں سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ مختصر یہ کہ اسلام دشمنی کی جو چنگاریاں پہلے سے دبی ہوئی تھیں وہ لو دینے لگیں اور رفتہ رفتہ ان کی آتش عداوت دامن مشرق کو جلانے لگی۔

④ مستشرقین من حیث المجموع چاہے قدیم ہوں یا جدید، مغرب کے ہوں یا مشرق کے، اپنی اصل ونسل کے اعتبار سے بہرحال یہودی، عیسائی اور مشرک ہی رہے ہیں۔ گویا اختلاف دین و مذہب کی بنا پر اُن کے جذبات وخیالات تو پہلے سے ہی مذہبی بغض وعداوت (Religious Hostity) کے آئینہ دار تھے۔ اس پر مستزاد یہ اَمر ہوا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حقیقی مآخذ سے دور، صدیوں جہالت و بے خبری اور عدم واقفیت کا شکار رہے۔ اس کا واضح نتیجہ ایک طرف تو یہ سامنے آیا کہ اسلام اور داعی اعظم علیہ السلام کے بارے میں کم وبیش ۱۹ویں صدی کے آخر تک دانستہ یا نادانستہ طور پر وہ جو کچھ لکھتے رہے اور پھیلاتے رہے، وہ صریحاً ظن و تخمین، وہم وگمان کی پیداوار تھا۔ چنانچہ بے سروپا روایات، من گھڑت حکایات، فسانہ وفسوں، لچر قصے کہانیاں اور اسی طرح کا بلاتحقیق خام مواد مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام کی نفرت انگیز تصویر پیش کرنے کے لیے بڑی دلیری کے ساتھ صدیوں استعمال کرتے رہے۔ پھر دوسری طرف جب جہالت و بے خبری کا پردہ چاک ہوا اور مستشرقین اسلامی مآخذ کی تحقیق وتفتیش میں منہمک ہوئے، تب بھی انہوں نے دانستہ طور پر قرآن واحادیث سے کھیلنے میں کوئی تکلف نہیں کیا نیز مشرقی مصادر کی ترتیب وتبویب کے سلسلہ میں تمام تر محنتوں کے باوجود فاش قسم کی غلطیاں کرتے رہے۔ بہرحال ان تمام باتوں کا مقصد ایک تھا، یعنی تشکیک وتذبذب کے بیج بو کر اسلام اور سرور عالم ﷺ کے بارے میں مسلمانوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا اور انہیں آمادہ بہ نفرت کرنا۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ مستشرقین اپنی تحقیقات کے پردہ میں بقول ایک مصنف ایسے خیالات کو خاموشی کے ساتھ اسلام کے نظام فکر میں داخل کردیں جس کا ادراک راسخ العقیدہ لوگوں کے سوا دوسرے نہ کرسکیں۔ انہوں نے یہ خیال کرلیا کہ ان کی تحقیقات سے مرعوب ہوکر ان کی ہر بات کو بلا چون و چرا درست مان لیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے علوم اسلامی کا ہر میدان اپنی جولانگاہ کے لیے منتخب کیا اور علوم اسلامیہ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں انہوں نے خلطِ مبحث سے کام نہ لیا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑤ مسلمانوں کا زوال و انحطاط بحیثیتِ مجموعی تحریک استشراق کے فروغ کا باعث ہوا۔ ادھر عالم اسلام سیاسی انتشار کا شکار ہوا، اُندلس مسلمانوں کے قبضہ سے نکلا اور پھر سیاسی انحطاط، معاشرتی و اخلاقی زوال اور تہذیب و ثقافت کے تنزل کا باعث ہوا تو اُدھر مسیحی یورپ کی ہمتیں بلند ہوئیں، بلکہ اندلس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے واپس لے کر تو اتنا غرور پیدا ہوا کہ صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پھر پندرہویں صدی عیسوی کے بعد سے اُنہیں سیاسی عروج حاصل ہونے لگا تو اقوامِ یورپ نے ایشیا، افریقہ اور دوسرے مشرقی علاقوں پر قبضہ جمانا شروع کر دیا اور یوں استعماریت کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ اس کا نتیجہ واضح تھا۔ مغربی تہذیب کا غلبہ ہوتا چلا گیا اور مغربی تمدن اپنا اثر جمانے لگا تو مسلم ثقافت مغلوب ہونے لگی اور تمدنی چمک دمک ماند پڑ گئی اور اس طرح مستشرقین کو موقع ملا کہ وہ اپنے ہتھیار تیز کر لیں۔ اُنھوں نے مسلمانون کی زبانیں سیکھیں، ان کے اُفکار و علوم سے واقفیت حاصل کی اور اتنی استعداد پہنچائی کہ مسلمانوں کے مآخذ کو استعمال کر سکیں اور یوں اپنی تحریک کو آگے بڑھا سکیں۔

⑥ پندرہویں صدی عیسوی کے بعد یورپ نے پھر سے انگڑائی لی، اُس کے عہدِ تاریک کا خاتمہ ہوا، اور انکے ہاں علم و تحقیق، بیداری اور تہذیب و تمدن کی ترقی کا دور شروع ہوا۔ یہ ان کے سیاسی فروغ سے ہم آہنگ تھا اور انہیں ضرورت تھی کہ ایشیا اور افریقہ میں انہوں نے اپنی جو کالونیاں قائم کی ہیں انہیں مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے مادی وسائل اور اسلحہ سے زیادہ توجہ علمی و ذہنی کاوشوں پر صرف کی جائے۔ چنانچہ استعمار مغرب کے تحفظ کیلئے بجائے خود تحریک اِستشراق کی سرگرمی ناگزیر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے مفتوح ممالک کے تمام علوم و فنون کو حاصل کرنے اور تحقیقات کے پردہ میں اپنے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے یورپی حکمرانون نے تحریک اِستشراق کی مکمل سرپرستی کی۔ یہ سرپرستی صرف مالی صورت میں نہیں تھی بلکہ مستشرقین کو وہ تمام سہولتیں مہیا کی گئیں جو ان کی تحقیق و تفتیش کیلئے ضروری تھیں۔

⑦ مذہبی اور سیاسی محرکات کے ساتھ تجارتی مفادات بھی تحریک استشراق سے وابستہ تھے۔ اقوام یورپ اور مشرقی ممالک میں رابطہ کی اِبتداء تجارتی تعلقات سے ہی ہوئی تھی۔ پھر امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ وہی تجار بالآخر سیاہ و سفید کے مالک اور حکمران بن بیٹھے۔ تاہم منڈی والی تجارت میں وہ اب بھی منہمک تھے۔ استشراقی سرگرمیوں کے نتیجہ میں کتابوں کی طباعت و اشاعت، مؤرخین کی کتابوں کی جلد فروخت اور مستشرقین کی تعداد میں مسلسل اضافہ اہل یورپ کے تجارتی مفادات کے تحفظ و فروغ کا باعث بھی ہوا۔

اَسباب و محرکات کا یہ مختصر سا تجزیہ تحریک استشراق کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے اور ان کے مالہ و ماعلیہ کو جاننے کے لیے کافی ہے۔

کتابیات

① دار المصنفین، اعظم گڑھ، مجلّہ 'معارف' جلد دوم، ۱۹۸۶ء

② ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پیر کرم شاہ الازہری، ۱۴۱۸ھ

③ رسول نمبر، مجلّہ نقوش، لاہور

④ حیات محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل، دار الحلبی، مصر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مستشرقین کی تحقیقات کے مقاصد

مستشرقین کا وجود کوئی اتفاقی اَمر نہ تھا وہ ایک ایسے معاشرے کے اصحاب فکر وعمل تھے جو صدیوں سے عالم اسلام کے ساتھ حالت جنگ میں تھا اور اسے مغلوب کرنے پر تلا بیٹھا تھا، جس نے اپنی کمزوری رفع کرنے اور دشمن پر برتری حاصل کرنے کا ایک جامع منصوبہ تیار کرکے اس پر عمل درآمد شروع کردیا تھا اور مستشرقین اس منصوبے کا ہراول دستہ تھے جس کا فرض یہ تھا کہ وہ دشمن کے خزانوں سے اپنے ملک کو مالا مال کریں، اپنی تہذیب کو غالب کریں اور علوم وفنون کی دنیا میں برتری حاصل کریں۔ چنانچہ ہم مستشرقین کی تحقیقات کے مقاصد کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بیان کرسکتے ہیں۔

دینی مقاصد

آج تحریک اِستشراق ایک علمی تحریک کے طور پر متعارف ہے لیکن کسی محقق کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ اس تحریک کا آغاز جس مقصد کے تحت ہوا تھا وہ دینی تھا۔ علوم اِسلامیہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت اپنے دین کے حوالے سے ان کے پیش نظر تین مقاصد تھے۔

① دین اسلام کو دنیا کی اقوام میں عموماً اور یہودی ومسیحی اَقوام میں خصوصاً پھیلنے سے روکا جائے۔

② مسلمانوں کو مسیحی بنانے کیلئے تگ و دو کی جائے۔

③ مستشرقین نے ضروری سمجھا کہ اَصل مسیحی عقائد معلوم ہونے کیلئے کتاب مقدس کے یورپی زبانوں میں ترجموں پر اعتماد کرنے کی بجائے عبرانی زبان کے نسخوں پر اعتماد کیا جائے اور چونکہ عبرانی زبان زندہ زبان کے طور پر کہیں مروج نہ تھی اور عبرانی اور عربی ایک دوسرے کے بالکل قریب تھیں اس لیے ان حالات میں عبرانی زبان کو سیکھنے کیلئے عربی زبان کا سیکھنا ضروری تھا۔

علمی مقاصد

مستشرقین بے شمار علمی مقاصد کیلئے بھی علوم شرقیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے مادی علوم سے جی بھر کر استفادہ کیا علم الافلاک، جغرافیہ، تاریخ، سائنس، طب، ریاضی، فلسفہ کی کتابوں کو عربی زبان سے مغربی زبانوں میں منتقل کیا۔ انہوں نے علم کے میدان میں جو کچھ حاصل کیا اس نے مغرب کا نقشہ بدل دیا اور یورپ اور امریکہ کو وہاں تک پہنچا دیا جہاں تک پہلے کوئی انسانی معاشرہ نہ پہنچا تھا۔ لیکن وہ اسلام کے روحانی علوم سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے۔

اقتصادی مقاصد

اِسلامی اور مشرقی ممالک میں موجود بہت سے مالی فوائد اہل مغرب کو اپنی طرف متوجہ کررہے تھے اور ان فوائد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اہل مشرق کی زبانوں، جغرافیہ، زرعی وسائل، انسانی خصوصیات اور ان کے دیگر حالات سے آگاہی حاصل کریں تاکہ جب وہ مقاصد کی خاطر مشرق کا سفر کریں تو انہیں مشرقی لوگوں سے میل جول اور لین دین میں آسانی ہو۔ اسی بناء پر مالی کمپنیاں، تجارتی ادارے اور حکومتیں ان علاقوں کے تفصیلی جائزے کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

با قاعدہ وفود بھیجتی تھیں۔

سیاسی مقاصد

اَقوام مغرب کے مشرق میں سیاسی مقاصد کو صرف دو عنوانوں کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

① سارے عالم اسلام پر سیاسی غلبہ ② مملکت اِسرائیل کا قیام

اِن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے استعماری طاقتوں نے مستشرقین اور این جی اوز پر پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ ان تنظیموں نے اس دولت کے بل بوتے پر تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، فلاحی اِداروں اور غریبوں کیلئے امدادی منصوبوں، اخبارات و رسائل اور ذرائع اَبلاغ کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور خود اُمتِ مسلمہ سے بھی ان کو کئی بے ضمیر لوگ مل گئے۔

قرآن کریم کے متعلق بعض مستشرقین کی مثبت آراء

دنیا کی تمام مذہبی کتبِ مقدسہ پر قرآن کو ہر حیثیت سے برتری حاصل ہے۔عہد نامہ قدیم و جدید کی تدوین میں تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ لگا۔ بادشاہوں سے لے کر فقیروں تک ہزاروں اَفراد نے اس کی تدوین میں حصہ لیا۔ اس کا مستند ترین حصہ تورات دو جداگانہ کتب (الوہی اور یہوی) کا اشتراک ہے اور تحریف وتصریف سے پُر ہے اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا جاتا ہے جبکہ اس میں وہ واقعات بھی درج ہیں جو ان کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔عہد نامہ قدیم کی حقیقی اہمیت صرف یہ ہے کہ وہ یہود کی مذہبی تاریخ کو بیان کرتا ہے۔

عہد نامہ جدید کی حقیقی نوعیت یہ ہے کہ متعدد نامعلوم افراد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات اپنے اپنے نقطہ نظر سے ترتیب دی ہے، یہ مؤلفین خود عینی شاہد تک نہیں ہے۔صدیوں بعد سنی سنائی باتوں کو واقعاتی رنگ دیا اور یہ کتب آسمانی قرار پا گئیں جبکہ قرآن ایک فردِ واحد پر نازل شدہ وحی الٰہی کا مجموعہ ہے۔ جس کی حفاظت کا شعوری اہتمام دورِ نبوی سے ہی کیا جا رہا ہے نہ صرف اسے تحریری طور پر محفوظ کیا گیا بلکہ نبی مہربان ﷺ سے لے کر آج تک کروڑوں افراد نے اسے سینوں میں محفوظ کیا۔ حضور اکرم ﷺ کے اس دُنیا سے رخصت ہونے کے بعد، دو سال کے اَندر اندر، خلیفۂ اوّل نے اس کے تمام اَجزاء کو جمع کرکے اس کا مکمل نسخہ مدون کیا۔ دنیا میں پایا جانے والا کوئی نسخہ اس اوّلین نسخے سے ادنیٰ سا بھی اختلاف نہیں رکھتا۔

قرآنِ عظیم تقدس کا حامل، جس کی قراءت باعث ثواب، جس پر عمل باعث نجات اور جس نے اَربوں کھربوں اَفراد کو گذشتہ چودہ سو سال میں ملکوتی فعالیت عطا کی اور جس کے توسط سے یہ ہم تک پہنچا اس نے خود اس کے مصنف ہونے سے اِنکار کیا لیکن مستشرقین اس کو تصنیفِ نبوی قرار دینے پر مصر ہیں، اس کی تعلیمات اور اخلاق پر حملہ آور ہیں اور اس کی بیان کردہ نعمتوں پر طنز کرتے ہیں۔ مشہور مستشرق کارلائل جس نے آنحضور ﷺ کو انبیاء کا ہیرو تسلیم کیا، جو اسلام کی موافقت میں قلم اٹھانے میں سرفہرست ہے جب قرآن کا ذکر آتا ہے تو ساری خوش فہمی رفع کردیتا ہے۔ اس نے لکھا۔ (نعوذ باللہ)

As toilsome reading as everundertook, a wearisome confused Jumble, crude, incordite, aerdless iterations, long-windness, entanglements, most curde

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

incondite, insupportable stufidity, in short nothing but a sence of duty could carry any European through Koran: "Thomas Karlyle; on Heros, Hero-worship and Heroic in the Histtory, P 64,65"

''میری زندگی کی سب سے محنت طلب خواندگی، ایک اکتا دینے والا، پریشان بے ترتیب مجموعۂ خام، ناپختہ، لامتناہی تکرار، طویل گفتگو، الجھاؤ، انتہائی خام اور غیر نفیس ناقابل دفاع حماقت مختصراً یہ کہ سوائے ادائے فرض کے احساس کے، کسی یورپین کو کوئی چیز قران کو پڑھنے پر آمادہ نہیں کرسکتی۔'' [صفحہ ۶۴، ۶۵]

پیشتر متشرقین کی مشترکہ رائے ہے کہ قرآن داعی اسلام کی تصنیف ہے۔

لیکن ایسے مستشرقین کی تعداد بھی کم نہیں جو اپنے ہم مذہب و مسلک مستشرقین کی رائے کے برعکس یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن وحی الٰہی ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں ہی مدون و مرتب ہو چکا تھا اور مسلمانوں نے نہ تو عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں اور نہ ہی عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اور ترمیم کی ہے بلکہ وہ مسلمانوں کی ان کوششوں کو سراہتے ہیں جو مسلمانوں نے قران کریم کی حفاظت کے لیے کیں اور اسے ایک ایسی ناقابل یقین حقیقت قرار دیتے ہیں کہ جس کی مثال اس دنیا میں ناپید ہے۔ ہم ذیل میں ان چند مستشرقین کے اعترافات نقل کررہے ہیں جو باقی مستشرقین کے برعکس تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم وحی الٰہی ہے اور نبی مہربان ﷺ کے زمانے میں ہی مرتب و مدون ہو چکا تھا۔

ولیم میور کا اعتراف

ولیم میور اسلام دشمنی میں مشہور ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور دین اسلام پر حملے کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ وہ قرآن کریم کو کلام الٰہی تسلیم کرنے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ نہیں لیکن یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ آج مسلمانوں کے ہاتھوں میں جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو حضور ﷺ کے دور میں تھا۔ ولیم میور لکھتا ہے:

But the preservation of the Koran during the life of Muhammad(SAW)was not dependent on any such uncertain archives, the devine revelation was the cornor stone of Islam... during his life time, repeat with accuracy the entirerevelation screipulous. P. 5/1.

[Mevr, william, the life of Muhammad, Smith, London 1860.]

اس اقتباس سے یہ نتائج سامنے آتے ہیں:

① عہد نبوی میں قرآن محض منتشر و متفرق ٹکڑوں پر ہی نہ تھا۔

② وحی الٰہی مسلمانون کی زندگیوں کی بنیاد تھی نمازوں میں قرآن پڑھنا فرض تھا اور بہت سے لوگوں کے حافظوں میں موجود تھا اس وقت قدر و منزلت کا معیار یہ تھا کہ کس کو کتنا قرآن زبانی یاد ہے۔

③ عرب حفظ کرنے کے عادی تھے اور ان کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ قرآن سے غیر معمولی لگاؤ تھا اور اسے سرگرمی سے حفظ کرنے لگے تھے۔

④ ان کی قوت حافظہ اس قدر قوی تھی کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اندر ہی وحی الٰہی کمال صحت کے ساتھ ان کو حفظ ہوگئی تھیں۔ ایک اور جگہ ولیم میور (William Muir) ایک دوسرے مستشرق (Vun Hammer) کے الفاظ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نقل کرتا ہے:

That we hold the Koran to be as surely Muhammad word, as the Muhammadans hold it to be the word of God. [IBAD. P 27/1.]

"ہمیں اس بات پر کہ قرآن محمد کے الفاظ ہیں، اتنا ہی یقین ہے جتنا مسلمانوں کو اس بات پر کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔"

منگمری واٹ کا شمار بھی ان متعصب مستشرقین میں ہوتا ہے جو اسلام پر نشتر زنی کرتے ہیں لیکن وہ بھی نیم دلی سے یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ ملت اسلامیہ نے صحیفہ آسمانی کی حفاظت کے لیے بے مثال کوششیں کیں۔

"Muhammad conntinued to recieve revolation at prequent interals. He and his followers memorized them and they were repeated in the ritual worship or prayer which he introduced most of them were probobly written down during Muhammad life time." [Bells introduction to the Quran, w,montgomery & Richerd bell, P:28, Edin burgh, London,2005.]

"محمد ﷺ پر مختلف وقفوں کے ساتھ وحی آتی رہی ہے آپ اور آپ کے متبعین اسے یاد کرتے اور انہیں اپنی نمازوں میں دھراتے تھے۔ غالباً وحی کا اکثر حصہ محمد ﷺ کی زندگی میں ہی لکھا جاچکا تھا۔"

پھر ترتیب قران کے حوالے سے لکھا ہے:

It seems likely that to a great extent the surahs or chapters of Quran were given their present form by Muhammad him self. [IBID, P:29]

"یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ قران کی سورتوں کو موجودہ ترتیب محمد ﷺ نے خود دی تھی۔"

ایک اور مستشرق T.W.Arnold اس موضوع پر لکھتے ہیں:

The text of recension substantly corrosponds to the actual utter of Muhammad him self. [Arnold,T.W; The preaching of islam, P:9, constable, London 1913.

"اس عملی شاہکار (یعنی قرآن پاک کا متن) اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔"

مستشرق Wherry لکھتے ہیں:

The text of the Quran is the purest of all the words of a like antiquity.

[Wherry,EM; A comprehonsive commentary on the Quran, P:349 trubner&co, London,1896.]

"قرآن پاک کا متن کسی انتہائی نادر چیز کی طرح الفاظ کے اعتبار سے بالکل محفوظ ہے۔"

ڈاکٹر مورس بوکائے رقم طراز ہیں:

Thanks to its undisputed authenticity, the text of the Quran holds a unique place among the text books of revelation.

[Bucaille, Mowrice; the Bible, the Quran& science, P:13 London.]

"ممنون ہیں کہ قرآن کا مستند ہونا ایک تسلیم شدہ مسئلہ ہے اس لیے اس کتاب کو الہامی کتابوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔"

روڈی پرٹ (Rudi Paret) لکھتا ہے:

"ہمارے لیے یہ یقین رکھنے کا کوئی سبب نہیں کہ قرآن کریم میں کوئی آیت ایسی بھی ہے جو حضرت محمد ﷺ سے مروی نہیں۔"

یورپ کا مشہور مستشرق Baroness Magrate Vontein قرآن کریم کے حوالے سے لکھتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''اگرچہ تمام مذہبی صحائف اللہ کی طرف سے نازل ہوئے تاہم صرف قرآن ہی ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی ردوبدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔''

کونٹ بزی دی کاسٹر اپنی کتاب 'الاسلام' میں، جو کہ فرانسیسی زبان میں لکھی گئی اور عربی ترجمہ کے ساتھ ۱۸۹۸ء میں مصر سے شائع ہوئی، لکھتے ہیں:

''اس کلام نے نوعِ انسانی کو لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز کیا ہے۔ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مطمئن کیا اور وہ خدا کے معترف ہوگئے۔ یہ وہی کلام ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے پڑھے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اس سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا۔''

پالمر (Palmer) اگرچہ عثمانی دور سے قبل کے قرآن میں تو کئی ایک شکوک پیدا کرتا ہے لیکن مصحف عثمانی کی تیاری کے بعد لکھتا ہے:

Othman's recension had remained. The authorised text.... from the time it was made until the present day.

''مصحف عثمانی اپنے آغاز سے لے کر اب تک ایک مستند متن کے طور پر باقی ہے۔''

وھیری اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

''تمام قدیم صحیفوں میں قرآن زیادہ غیر مخلوط اور خالص ہے۔''

④ قرآن کا معروف انگریزی مترجم پامر (Palmor) کہتا ہے۔

''سیدنا عثمان کا ترتیب دیا ہوا متن اس وقت سے آج تک طے شدہ اور مسلم صحیفہ رہا ہے۔''

③ لین پول (Lanepoole) کہتا ہے۔

''قرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اسکی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے ہر حرف جو ہم آج پڑھتے ہیں اس پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ یہ تیرہ صدیوں سے غیر مبدل رہا ہے۔'' [مجلہ فھم القرآن لاہور، اپریل ۲۰۰۱ء بحوالہ مضمون ابوالحسن ندوی]

میونخ یونیورسٹی جرمنی میں قرآن مجید میں تبدیلی نہ ملنے کا واقعہ

مشہور عالم دین اور محقق ڈاکٹر حمید اللہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جو کہ ان کی کتاب خطبات بہاولپور میں بھی مذکور ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

۱۹۳۳ء میں میونخ یونیورسٹی نے ایک ادارہ قرآن مجید کی تحقیق کے لیے قائم کیا۔ ڈاکٹر آٹو پریٹشل (Auto pretizel) اس ادارے کے تیسرے ڈائریکٹر تھے۔ اس ادارے نے قرآن کریم کے قدیم سے قدیم ترین نسخے دنیا کے مختلف ممالک سے اکٹھے کئے کچھ نسخے ایک سو سال کے، کوئی دو سو سال پہلے کے، تیسری، چوتھی اور پانچویں صدی کے غرض یہ جتنے بھی نسخے مختلف میوزیم اور لائبریریوں سے جمع ہوسکتے تھے، اصل یا فوٹو کاپی کی شکل میں جمع کر لئے۔ اس طرح کل ۴۲۰۰۰ نسخے اکٹھے کئے گئے۔ علماء اور محققین کی ایک بڑی جماعت کو ان نسخوں پر بٹھایا انہوں نے ایک طویل عرصہ تک مقابلہ اور موازنہ کیا تاکہ ایک نسخے کا دوسرے نسخے سے اختلاف یا فرق ڈھونڈ سکے، اس تحقیق پر کئی سال لگے اور بعد میں اس کی عارضی رپورٹ بھی شائع کی گئی۔ ان بیالیس ہزار نسخوں میں صرف دو جگہ کتابت کی غلطی نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آ ئی۔ ایک جگہ تو یہ فرق نظر آیا کہ بسم اللہ میں ایک جگہ الرحمٰن کا لفظ چھوٹا تھا اور دوسرا یہ کہ کہیں الف لام (تعریف) لکھی ہوئی تھی اور کہیں نہیں لیکن الفاظ وہی تھے ان میں کوئی فرق نہیں تھا۔

ایسی ہی تحقیق جرمنی میں بائبل کے بارے میں بھی کی گئی اورصرف یونانی زبان کے نسخے جمع کیے گئے۔اس لیے کہ یونانی زبان سے قبل بائبل کا کسی اور زبان میں سراغ نہیں ملتا، اور باقی تمام زبانوں کے نسخوں سے صرف نظر کیا گیا۔اس کے باوجود صرف یونانی بائبل کے نسخوں میں ہی دو لاکھ غلطیاں برآمد ہوئیں۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ قرآن کریم کی صداقت صرف ہمارے نزدیک ہی مسلّم نہیں ہے بلکہ متعصب سے متعصب معاندین بھی اپنی تمام کوششوں کی ناکامیوں کے بعد ان عظیم حقائق کے معترف ہوگئے ہیں کہ قرآن کریم ہی واحد آسمانی صحیفہ ہے جو تحریف وتبدیلی سے محفوظ ہے اور اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔

(۱) عہد حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس نسخہ کا ہو بہو عکس ہیں جسے نبی ﷺ نے لکھا کردیا تھا۔

(۲) یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں قطعاً ناکام رہی ہیں جو قرآن کے اندر بعد کے زمانہ میں کسی اضافہ وغیرہ کو ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھیں۔

(۳) قرآن حکیم کا متن بعینہٖ وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے امت کو دیا تھا اور جو خود آپ ﷺ کے استعمال میں رہتا تھا۔

یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ جس کتاب کی حفاظت کے لیے اتنی کوششیں کی گئیں اس کتاب کی صحت کو مشکوک ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن مجید کی صحت پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کی بدگمانیوں کا ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب پر قرآن مجید کو قیاس کیا ہے، حالانکہ قرآن کو ایسے حالات کبھی بھی پیش نہیں آئے کہ قرآن مجید کے حفاظ کبھی مفقود ہوئے ہوں یا اس کے نسخے ختم ہوگئے ہوں یا اس پر ایسی آفت آئی ہو کہ اس کی زبان ختم ہوگئی ہو اس کے برعکس مسیحیوں نے سمجھ لیا کہ ہماری طرح ان کی کتاب بھی ضائع ہوتی رہی ہے اور نئے سرے سے اس کے متن کا کھوج لگا کر ہر بار مرتب کی جاتی رہی ہے۔

ان تمام حقائق کے اعتراف کے باوجود اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ یورپ کا کوئی مستشرق کتنا ہی صاف اور کھلے دل کا نظر آئے، اس کے اندر اسلام دشمنی کا جرثومہ ضرور ہوتا ہے اور وہ اپنی بظاہر غیر جانبدارانہ اور غیر متعصّبانہ تحقیق میں کہیں نہ کہیں اسلام کے خلاف ضرور بات کرے گا اور پادریوں سے وراثت میں ملنے والا مرض ابھی تک ختم نہیں ہوا۔

جن مستشرقین نے قرآن کے وحی الٰہی ہونے اور تحریف سے مبرا ہونے کا اقرار کیا ہے، ڈاکٹر موریس بوکائے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’قرآن مجید میں دو نمایاں حیثیتیں ہیں اور ان دونوں حیثیتوں میں وہ تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ پہلی حیثیت یہ کہ اس کے انتساب کی صحت میں کوئی شک نہیں اور یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ پیغمبر عرب ﷺ سے اس کی نسبت صحیح نہیں۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ قرآن کو مسلمان عربی زبان کی حفاظت کا مرجع سمجھتے ہیں اور اپنے مذہبی اصول کی تطبیق کا مآخذ مانتے ہیں۔‘‘

مستشرقین کے قلم سے اس بات کا اعتراف کہ قرآن مجید محفوظ اور تحریف وتبدیلی سے پاک ہے اس حقیقت کا بین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت ہے کہ عصمت وصیانت قرآن ایک ایسی قوی حقیقت ہے جو دشمنوں سے بھی اپنا آپ کو منوا لیتی ہے۔

کتابیات

1 Arnold, T.W; The preaching of Islam, Constable,1913, London.

2 Palmer, E; The Quran, Oxford University press, London, 1928.

3 Bucaille, Maurice; The Bible, The Quran secience. London.

4 Karlyle Thomas; On Heros, Hero-worship and Heroic in the history; London.

5 W, Montgomery & Richard Bell; Bell's introduction to Quran, Edin Burgh, London, 2005.

6 Mur, William, The life of Muhammad, smith, London; 1860.

7 Wherry, E.M; A comprehencive commentry on the Quran comprising sales translation Kegan Paul, Trubner & Co. London, 1896.

8 ثناء اللہ خان، مرتب، قرآن حکیم اور مستشرقین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

9 ڈاکٹر عبد القادر حسن، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، بیت الحکمت، لاہور، 2006ء

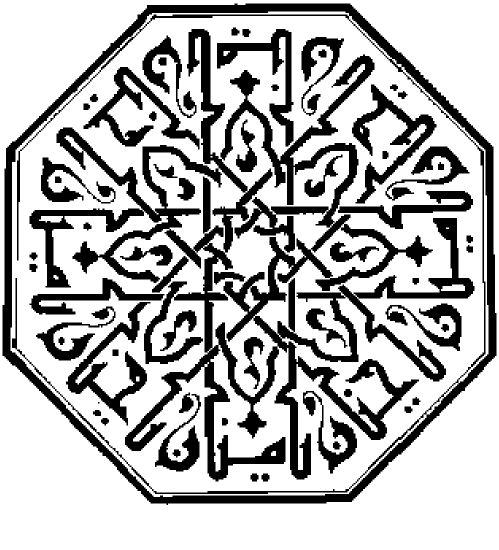

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ محمد زُبیر تیمي☆

قدیم مصاحف قرآنیہ......ایک تجزیاتی مطالعہ

قدیم مصاحف کے مطالعے میں اہم ترین سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی مصحف کے قدیم ہونے کے دلائل کیا ہو سکتے ہیں؟ مختلف علماء نے کسی مصحف کے زمانہ کتابت کو معلوم کرنے کے لیے دو ذرائع کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

① عربی زبان کی کتابت میں حروف' خط' رسم اور تحریر کی خصوصیات اور ان کے ارتقاء کے متعدد مراحل کی روشنی میں کسی مصحف کے زمانے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ عربی زبان کے حروف کی کتابت کے ارتقائی مراحل جاننے کے لیے آثارِ قدیمہ ایک اہم مصدر ہیں مثلاً حجاج بن یوسف کے زمانے میں جاری کیے گئے دراہم پر موجود عربی تحریر' اس دور میں سکے جاری کرنے کی ڈائیوں کی تحریریں' بنو اُمیہ کے دور کے سکوں کی تحریریں' مروان بن حکم کے بنائے گئے قبہ پر موجود عربی تحریریں' بنو امیہ کے دور میں قائم کیے گئے قبہ صخرہ کی عربی تحریریں وغیرہ۔ عربی زبان کے حروف اور رسم کے ارتقائی مطالعہ کے لیے درج ذیل مصادر کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے:

- الکتابات في العصر الراشدي المسکوکات (٢٠-٤٠ھ)
- البردیتان المؤرختان (٢٢ھ)
- مصادر الحروف العربیة علی النقود الأمویة المعربة وغیر المعربة (٤١-١٣٢ھ)
- الدراهم الإسلامیة الساسانیة للحجاج بن یوسف الثقفي في المتحف العراقي
- کتابة قبة نسیج من الحریر للخلیفة مروان بن الحکم (٦٤ھ)
- کتابة قبة الصخرة (من الفیفساء) مؤرخة (٧٢ھ)
- کتاب دراسات في تاریخ الخط العربي منذ بدایته إلی نهایة العصر الأموي' صلاح الدین المنجد
- أصل الخط العربي و تطوره حتی نهایة العصر الأموي' سهیلة یاسین' جامعة بغداد
- مصاحف صنعاء من القرن الأول الهجري والثاني و الثالث' مجموعة مقالات متنوعة' کویت
- صبح الأعشي للقلقشندی
- الفهرست لابن ندیم
- The Quranic Art of Calligraphy and Illumation, Martin Lings, Wester Ham Press, England.
- The Abbasid Tradition Qurans of the 8th to 10th centyries, Francois Derocthe.

☆ فاضل کلیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ...... ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ تحقیق، قرآن اکیڈمی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

② کاربن ۱۴ ٹیسٹ کے ذریعے بھی کسی مصحف کے زمانہ کے بارے معلومات جمع کی جاتی ہیں۔ اس طریقے کے ذریعے ان اَشیاء کے زمانہ فنا کو معلوم کیا جاتا ہے جن میں کوئلہ' لکڑی' ہڈی' درختوں کے پتے یا چمڑا وغیرہ استعمال ہوا ہو۔ چونکہ قدیم مصاحف چمڑوں پر لکھے جاتے تھے لہٰذا ان کے زمانہ کتابت کو معلوم کرنے کے لیے اس طریقے کو بھی کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ فزکس' کیمسٹری اور ٹیکنالوجی کے اِرتقاء کی پیداوار ہے لہٰذا ایک سائنسی طریقہ ہے۔ اگر چہ یہ اس قدر مستند نہیں ہے جس قدر پہلا طریقہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کاربن ٹیسٹ کے ذریعے کسی شے کی موت کا زمانہ معلوم ہوتا ہے نہ کہ پیدائش کا۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ قرآن کے کسی قدیم نسخے کا ایک ورق لے کر اس ورق کے ضائع ہونے والے بعض حصے کا ضائع ہونے کا زمانہ معلوم کیا جاتا ہے لیکن وہ مصحف لکھا کب گیا' یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ان دو ذرائع میں درج ذیل کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے:

③ چوتھی صدی ہجری سے چودہویں صدی ہجری کے مابین لکھے جانے والے مصاحف کے آخر میں بعض اوقات کاتب کا نام اور تاریخ کتابت بھی درج ہوتی ہے جس سے اس مصحف کی کتابت کے زمانے کے بارے یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

④ کسی مصحف کے آخر میں بعض اوقات کاتب کا نام درج ہوتا ہے۔ اس کاتب کی تاریخ پیدائش و وفات سے بھی اس مصحف کے زمانے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

⑤ تاریخی اخبار و آثار سے بھی کسی مصحف کے زمانہ کے بارے ظن کی حد تک علم حاصل ہوتا ہے۔

قدیم مصاحف کا اجمالی تعارف

مسلمان محققین کی تحقیق کے مطابق اس وقت عالم اسلام اور عالم کفر کی لائبریریوں میں تقریباً ۹۶ ایسے نادر مصاحف موجود ہیں جو پہلی پانچ صدی ہجری کے دورانیے میں لکھے گئے ہیں۔ ان مصاحف میں سے عراق میں ۱۸' ترکی میں ۱۶' مصر میں ۱۴' تیونس میں ۸' امریکہ میں ۸' برطانیہ میں ۸' ایران میں ۶' افغانستان میں ۵' روس میں ۴' ہندوستان میں ۴' سعودی عرب' فلسطین' مغرب اقصیٰ' پاکستان' یمن اور ویٹی کن سٹی میں سے ہر ایک میں ایک ایک نسخہ موجود ہے۔ ان میں سے بعض نسخے کامل ہیں جبکہ بعض ناقص۔ صنعاء' یمن سے حال ہی میں دریافت شدہ ایک صد سے زائد قدیم مصاحف ان کے علاوہ ہیں۔ ذیل میں ہم ممالک کے اعتبار سے بعض قدیم نسخہ قرآنیہ کا تعارف پیش کر رہے ہیں:

ترکی میں قدیم مصاحف

① خط کوفی میں ایک مصحف توپ کاپی سرائے میوزم' استنبول میں موجود ہے جس کا نمبر '1' ہے۔ اس مصحف پر لکھا ہے کہ اس مصحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کی املاء پر لکھا تھا جنہوں نے اللہ کے رسول علیہ السلام سے قرآن حاصل کیا تھا۔ بعض محققین کا کہنا یہ ہے کہ یہ مصحف بذاتہ قدیم تو ہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی مصحف نہ لکھا تھا لہٰذا اس کے کاتب کوئی اور ہیں۔

② خط کوفی میں ایک نسخہ توپ کاپی سرائے میوزم میں موجود ہے جو چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۴۷ ہے۔ اس کا نمبر 36E.H.29 ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کتابت سے ہے۔

⑥ توپ کاپی سرائے میوزم سے ملحق لائبریری 'أمانة خزينة' میں بھی ایک نادر نسخہ موجود ہے۔ اس نسخے پر لکھا ہے کہ اسے ۵۲ھ میں عقبہ بن عامر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ اس کا نمبر '40' ہے۔ اس نسخے میں کاتب کے نام اور تاریخ کتابت کا اضافہ بعد میں کسی نے کیا ہے۔ لہٰذا بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ نسخہ اس تاریخ سے بعد کے زمانے میں لکھا گیا ہے۔

⑦ 'أمانة خزينة' میں ایک نسخے کے آخر میں لکھا ہے کہ اس کے کاتب جعفر بن محمد بن زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۴۸ھ) ہیں۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۶۲ ہے۔ نامکمل مصحف ہے۔ اس کا نمبر '39' ہے۔

⑧ آثارِ اسلامیہ میوزم' استبول میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک مصحف موجود ہے جس کا نمبر '457' ہے۔ شروع' درمیان اور آخر سے اس کے کچھ اوراق غائب ہیں۔ اس مصحف کے بارے قدیم مصاحف کے ماہر ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کا کہنا ہے کہ میں نے جتنے بھی قدیم مصاحف کا مشاہدہ کیا ہے' یہ ان میں سے سب سے زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ مصحف اپنے اندازِ تحریر کی روشنی میں پہلی صدی ہجری کے اواخر میں لکھا گیا ہے۔

⑨ جامعہ استنبول کی لائبریری میں ایک مصحف معروف عربی خطاط ابن بواب بغدادی (متوفی ۴۱۳ھ) کے خط سے لکھا ہوا موجود ہے۔ اس کا نمبر '449' ہے۔

⑩ مذکورہ بالا لائبریری میں خط کوفی میں ۳۶۱ھ میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی موجود ہے جس کا نمبر A"6778 ہے۔

برطانیہ میں قدیم مصاحف

① برمنگھم میں چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ایک قدیم نادر نسخہ موجود ہے جس کے بارے محققین کا کہنا ہے کہ یہ دوسری صدی ہجری کا نسخہ ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۳۹ ہے۔ یہ ایک نامکمل نسخہ ہے۔ اس کا نمبر '1563' ہے۔ اسی طرح دوسری صدی ہجری کا ایک اور قدیم نسخہ چمڑے کے اوراق پر لکھا ہوا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۹ ہے۔ اس کا نمبر '1572' ہے۔ یہ بھی ایک نامکمل مصحف ہے۔

② پانچویں صدی ہجری سے متعلق ایک نسخہ پرنسٹن یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۲۰۶ ہے۔ اس کا نمبر '1156' ہے۔

③ برطانوی میوزیم' لندن میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک نامکمل نسخہ موجود ہے جس کے اوراق کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ ماہرین فن کے ہاں یہ اموی دور خلافت کے آخری دور کا نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ برطانوی میوزم میں یہ سب سے قدیم مخطوطہ ہے۔

④ علاوہ ازیں میوزیم میں ۴۰۲ھ میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی موجود ہے جس کے کاتب کا نام سعد بن محمد بن اسعد کرخی ہے۔ ۴۲۷ھ میں لکھا ہوا ایک نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عراق میں قدیم مصاحف

دوسری صدی ہجری کا کوفی خط میں لکھا ہوا ایک نسخہ عراقی میوزم لائبریری' بغداد میں موجود ہے۔ اس مصحف کے ۳۰ اوراق موجود ہیں۔ ایک نامکمل مصحف ہے۔ اسی طرح تیسری صدی ہجری کا ایک اور نامکمل مصحف بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔

روضہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ' کربلا میں ایک قدیم مصحف موجود ہے۔ یہ چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ امام سجاد رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸ھ) کی طرف منسوب ہے۔ 'الحضرة العباسية' میں دوسری اور تیسری صدی ہجری کے کئی ایک قدیم مصاحف موجود ہیں۔

تیونس میں قدیم مصاحف

① دار الکتب الوطنیة' تیونس میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک قدیم نسخہ موجود ہے جو ۲۹۵ھ میں لکھا گیا۔ یہ نسخہ خط کوفی میں ہے۔
② اس لائبریری میں معز بن بادیس صنہاجی (متوفی ۴۹۴ھ) کا نسخہ بھی موجود ہے جو خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اس لائبریری میں کئی ایک قدیم مصاحف موجود ہیں۔
③ نیلے رنگ کے چمڑے پر خط کوفی میں ایک نسخہ 'قیروان' میں موجود ہے۔ یہ تیسری صدی ہجری کا مصحف ہے۔

آئرلینڈ میں قدیم مصاحف

'تشستر بیتی' لائبریری ڈبلن میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جو تیسری صدی ہجری کا ہے۔ اس کے ۹ اوراق موجود ہیں۔ اسی طرح اس لائبریری میں خط نسخ میں ۲۸۶ صفحات پر مشتمل ایک قدیم نسخہ بھی موجود ہے جس کے کاتب ابن بواب بغدادی (متوفی ۳۹۱ھ) ہیں۔ اس کا نمبر 'K.16' ہے۔ اسی طرح ۴۲۶ھ میں لکھا ہوا ایک قدیم نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

ہندوستان میں قدیم مصاحف

① رضا لائبریری' رامپور میں نفیس وعمدہ کتابت میں ایک نسخہ موجود ہے۔ یہ ۳۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ اس کی کتابت حضرت علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔
② قدیم خط نسخ میں لکھا ہوا ایک نفیس نسخہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی کتابت امام جعفر الصادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۴۷ ہے۔
③ ایک بہت ہی نادر نسخہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے کاتب معروف بغدادی خطاط محمد بن علی بن حسن بن مقلہ رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۰ھ) ہیں۔ یہ نسخہ ۲۱۵ اوراق پر مشتمل ہے۔

مراکش کے قدیم مصاحف

خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا پانچویں صدی ہجری کا ایک مصحف قصر شاہی' رباط میں موجود ہے۔ اس کا نمبر '3594ز' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یمن کے قدیم مصاحف

امام یحییٰ لائبریری میں ایک قدیم نسخہ موجود ہے جس کے آخر میں لکھا ہے کہ اس کے کاتب حضرت علی بن اُبی طالب ؓ ہیں۔ علاوہ ازیں صنعاء کے وہ مصاحف بھی ہیں جو حال ہی میں دریافت ہوئے ہیں۔ ہم آگے چل کر ان پر مستقل عنوان کے تحت کلام کریں گے۔

تاشقند کے قدیم مصاحف

خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک قدیم مصحف 'الإدارة الدينية الإسلامية' لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے بارے معروف ہے کہ یہ حضرت عثمان ؓ (۳۵ھ) کا وہ مصحف ہے جس کی تلاوت کے دوران ان کو شہید کیا گیا تھا۔ اس مصحف پر خون کے دھبوں کے نشانات بھی ہیں۔ اس کے صفحات کی تعداد ۳۵۳ ہے۔ نقطوں سے خالی ہے۔ اس کے بارے ڈاکٹر المنجد کا کہنا یہ ہے کہ یہ دوسری یا تیسری صدی ہجری کا مصحف ہے۔

ایران کے قدیم مصاحف

① فخر الدین نصیری لائبریری' تہران میں ایک قدیم نسخہ موجود ہے جس کے کاتب محمد بن الحسین بن علی (متوفی ۳۰۱ھ) ہیں۔ یہ ایک نامکمل مصحف ہے اور خط کوفی میں ہے۔

② دار الکتب الرضویہ (مکتبہ استان قدس) مشہد میں ۴۱ اوراق پر مشتمل ایک قدیم نسخہ موجود ہے جس کی کتابت حضرت حسین بن علی ؓ کی طرف منسوب ہے۔ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ دوسری صدی ہجری کا مصحف معلوم ہوتا ہے۔ اس کا نمبر '14' ہے۔

③ اسی لائبریری میں '12' نمبر نسخے کی کتابت بھی حضرت حسین بن علی ؓ کی طرف ۴۱ھ میں منسوب ہے جبکہ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ دوسری صدی ہجری کے اواخر یا تیسری صدی ہجری کی ابتداء کا مصحف معلوم ہوتا ہے۔

④ چمڑے پر لکھا ہوا تیسری صدی ہجری کا ایک مصحف بھی یہاں موجود ہے۔ علاوہ ازیں '15' نمبر نسخے کی کتابت حضرت علی بن الحسین بن علی ؓ کی طرف منسوب ہے جبکہ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ تیسری صدی ہجری کا مخطوطہ ہے۔

⑤ روضہ حیدریہ میں خط کوفی میں چمڑے پر لکھے ہوئے کئی ایک نامکمل مصاحف موجود ہیں جن کی کتابت کی نسبت حضرت علی ؓ کی طرف کی جاتی ہے۔ ۱۲۴ اوراق پر مشتمل ایک نامکمل نسخے کی کتابت کی نسبت حضرت حسن بن علی ؓ کی طرف بھی کی گئی ہے۔

⑥ خط کوفی میں لکھا ہوا ایک نسخہ بھی یہاں موجود ہے جو تیسری صدی ہجری کا ہے۔

⑦ ۳۰۱ھ میں لکھا گیا نسخہ بھی موجود ہے جس کے کاتب کا نام محمد بن الحسینی المجاهدی ہے۔ علاوہ ازیں ۴۱۹ھ میں خط کوفی میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی موجود ہے جس کے کاتب علی بن محمد محدث ہیں۔

مصر میں قدیم مصاحف

① جامع ازہر میں 'رواق المغاربة' لائبریری میں ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ایک قدیم مصحف موجود ہے جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۵۔۳۱ھ کے مابین لکھا گیا ہے۔اس کے صفحات کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔

⑥ دو قدیم مصاحف مکتبہ ازہریہ' قاہرہ میں موجود ہیں۔پہلا سورۃ انفال سے سورۃ رعد تک ہے جبکہ دوسرا سورۃ مؤمنین سے سورۃ سبا تک ہے۔ دوسرے نسخے کے آخر میں کتابت سے فراغت کی تاریخ ۱۸ ذو القعدۃ ۴۶۵ھ لکھی ہوئی ہے۔یہ نامکمل مصاحف ہیں۔

⑦ ایک بہت ہی قدیم نسخہ دار الكتب المصرية میں موجود ہے۔ہرن کے چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ اس میں نہ نقاط ہیں نہ اعراب' نہ سورتوں کے نام ہیں اور نہ ہی آیات کی تعداد جیسا کہ پہلی صدی ہجری کے رسم کا معاملہ رہا ہے۔اس کے کاتب ابوسعید حسن بصری ؒ متوفی ۷۷ھ ہیں۔اس لائبریری میں کئی ایک اور بھی قدیم مصاحف موجود ہیں۔

⑧ شہد حسینی میں ایک بہت ہی قدیم نسخہ موجود ہے جس کی نسبت حضرت عثمان ؓ کی طرف کی جاتی ہے۔بعض محققین کے نزدیک یہ نسخہ پہلی یا دوسری صدی ہجری کا ہے۔

فلسطین کے قدیم مصاحف

مسجد اقصی کی لائبریری میں ایک قدیم نسخہ خط کوفی میں موجود ہے جس کے کاتب محمد بن الحسن بن الحسن بن علی بن اَبی طالب ؒ ہیں۔علاوہ ازیں چمڑے پر رمضان ۱۹۸ھ میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی یہاں موجود ہے۔

افغانستان کے قدیم مصاحف

① کابل میوزیم میں ایک نسخہ موجود ہے جو چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔یہ تیسری صدی ہجری کا ایک نامکمل مصحف ہے جو ۸۷ اوراق پر مشتمل ہے۔اسی طرح کا ایک اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک نامکمل نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔یہ بھی تیسری صدی ہجری کا ہے۔اس کے علاوہ بھی کئی ایک نامکمل قدیم مصاحف یہاں موجود ہیں۔

② ہرات میوزیم لائبریری میں خط کوفی و نسخ میں لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جس کے کاتب محمد بن علی ابن مقلہ معروف بغدادی خطاط (متوفی ۹۴۰ھ) ہیں۔یہ نسخہ ۳۳۷ اوراق پر مشتمل ہے۔

پاکستان میں قدیم مصاحف

نیشنل میوزیم' کراچی میں ایک نادر نسخہ موجود ہے جس کی نسبت حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت کی طرف کی جاتی ہے۔یہ مخطوطہ ہرن کے چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔

امریکہ میں قدیم مصاحف

① ہارورڈ یونیورسٹی کے میوزم میں خط کوفی میں لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جو تیسری صدی ہجری کا ہے۔علاوہ ازیں چوتھی صدی ہجری میں چمڑے پر لکھے ہوئے کئی ایک نسخے بھی یہاں موجود ہیں۔

② بیئر بونٹ مورگان لائبریری' نیویارک میں تیسری صدی کا ایک نامکمل نسخہ موجود ہے۔یہ خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا ہے اور اس کے ۱۱۱ صفحات موجود ہیں۔اس کا نمبر 'M657' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سعودی عرب میں قدیم مصاحف

مکتبہ عارف حکمت' مدینہ منورہ میں شتر مرغ کے چمڑے پر لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جو۴۸۸ھ میں لکھا گیا ہے۔اب یہ نسخہ شاہ عبدالعزیز لائبریری میں منتقل ہوگیا ہے۔

فرانس میں قدیم مصاحف

نیشنل لائبریری' پیرس میں خط کوفی میں چمڑے پر لکھے ہوئے آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے متعدد مصاحف موجود ہیں۔ یہ مصاحف '5179, 5178, 5124, 5123, 5122, 5103' نمبروں کے تحت موجود ہیں۔اس کے علاوہ بھی یہاں کئی ایک مصاحف موجود ہیں۔

شاہ عبدالعزیز لائبریری کے قدیم مصاحف

شاہ عبدالعزیز لائبریری کی بنیاد ۱۳۹۳ھ(۱۹۷۳ء) میں شاہ فیصل بن عبدالعزیز آل سعود نے رکھی اور اس کا افتتاح ۱۴۰۳ھ(۱۹۸۲ء) میں شاہ فہد بن عبدالعزیز نے کیا۔ یہ لائبریری مدینہ منورہ میں شارع ام المؤمنین خدیجہ ؓ پر واقع ہے۔یہ لائبریری بحث وتحقیق' اسلامی کتب اور مخطوطات کے ذخائر کے اعتبار سے دنیا کی چند ایک لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔اس لائبریری میں ۱۴ہزار مخطوطے (manuscripts) موجود ہیں۔علاوہ ازیں مخطوطات کی فوٹو کاپیاں اور مائیکرو فلمز اس کے علاوہ ہیں۔اس لائبریری کا ایک ہال دنیا کی نادر کتابوں پر مشتمل ہے اور اس میں تقریباً ۲۵ ہزار کتب ہیں۔

اس لائبریری میں 'مکتبة المصحف الشریف' کے نام سے ایک ذیلی لائبریری موجود ہے جس میں قرآن کے ۱۸۷۸ نادر مخطوطے موجود ہیں۔ ان میں ۱۸۴ ایسے ہیں جو قرآن کی تدوین کے تاریخی مراحل کی کڑیوں کو ایک تسلسل کے ساتھ بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ مصاحف پانچویں صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک پھیلے ہوئے ہیں۔سب سے زیادہ مصاحف ۱۱ویں صدی ہجری کے ہیں۔ان کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔

اس لائبریری میں سب سے قدیم مصحف ۴۸۸ھ کا ہے جو ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔اس کے کاتب علی بن محمد بطلیوسی ہیں۔اس کے بعد ۵۴۹ھ میں ابوسعد محمد اسمعیل بن محمد کے ہاتھ سے لکھا ہوا مصحف بھی موجود ہے۔جدید ترین مصحف ۱۴۰۵ھ کا ہے جو محمد صدیق فضل اللہ افغانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔اس لائبریری میں غلام محی الدین کے ہاتھ سے ۱۲۰۴ھ میں لکھا ہوا ایک بہت بڑا مصحف بھی موجود ہے جس کا وزن ۱۵۴ کلوگرام ہے۔ اس کا سائز '80*142.5 cm' ہے۔

مصاحف عثمانیہ

مصحف عثمانی کس سن میں لکھا گیا تھا؟ اس بارے علماء کا اختلاف ہے۔راجح قول کے مطابق اس کی تکمیل ۳۰ ہجری میں ہوئی تھی۔اسی طرح حضرت عثمان ؓ کے مصاحف کتنے تھے؟اس بارے بھی علماء کا اختلاف ہے۔امام دانی ؒ اور امام زرکشی ؒ کے قول کے مطابق ان کی تعداد چار تھی جن میں سے ایک حضرت عثمان ؓ کے پاس مدینہ میں تھا جبکہ بقیہ تین کوفہ' بصرہ اور دمشق میں بھیجے گئے تھے۔ابن ابی داود ؒ اپنی کتاب میں ان کی تعداد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بارے بعض قراء وعلماء سے دو روایات لائے ہیں۔ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد چار تھی جبکہ دوسری روایت کے مطابق سات تھی جو مکہ' شام' یمن' بحرین' بصرۃ' کوفہ اور مدینہ کے لیے تھے۔تاریخ یعقوبی میں ان کی تعداد ۹ بھی بیان ہوئی ہے جبکہ ابن جزری رحمہ اللہ نے ان کی تعداد آٹھ بیان کی ہے۔جمہور علماء کے قول کے مطابق ان مصاحف کی تعداد ۶ تھی۔جو مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس روکا تھا اسے 'مصحف امام' کا نام دیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے تاریخی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب بلوائیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا تو وہ اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گئے۔جس دن اور جس وقت ان کی شہادت واقع ہوئی ہے' اس وقت وہ قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے اور ان کے خون کے قطرے ان کے سامنے موجود مصحف میں سورہ بقرۃ کی آیت ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [البقرۃ: ۱۳۷] پر گرے۔اس وقت سے 'مصحف امام' کے بارے کئی ایک اختلافات امت مسلمہ کی تاریخ میں چلے آرہے ہیں۔اس وقت بھی تقریباً پانچ مصاحف کے بارے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ 'مصحف امام' ہے اور ان میں سے ہر ایک پر خون کے قطرے بھی موجود ہیں۔

پہلا مصحف جس کے بارے یہ گمان ہے کہ وہ مصحف امام ہے' مصحف مصر ہے۔اس پر خون کے قطرات کے نشانات بھی موجود ہیں۔معروف مصری مؤرخ ابو العباس مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ) نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ مصحف ۵ محرم ۳۷۸ھ کو عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانے سے جامع عمرو بن العاص میں منتقل کیا گیا۔ بعد ازاں یہ مصحف 'مدرسہ قاضی فاضل' میں پڑا رہا۔اس کے بعد یہ اس قبے میں منتقل کر دیا گیا جو سلطان غوری نے تعمیر کیا تھا جہاں یہ ۱۲۷۵ھ تک رہا۔اور بالآخر مختلف مراحل سے گزرتا ہوا ۱۳۰۴ھ میں دیوان اوقاف' مصر میں پہنچ گیا۔اب یہ مصحف مسجد حسینی' مصر میں موجود ہے۔بعض محققین کا کہنا یہ ہے کہ اس مصحف کا مصحف امام ثابت ہونا ایک مشکل امر ہے۔ ہاں! اس بات کا امکان موجود ہے کہ یہ ان مصاحف میں سے ایک ہو جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں کی طرف بھیجا تھا۔لیکن اس امکان کا بھی یوں رد کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر کی طرف کوئی مصحف بھیجا ہی نہیں تھا۔اس لیے بعض محققین نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ یہ ان مصاحف میں سے ہوسکتا ہے جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی مصحف کی نقل تھے۔

مصحف بصرہ دوسرا مصحف ہے جس کے بارے مصحف امام ہونے کا گمان کیا جاتا ہے۔ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مسجد امیر المؤمنین' بصرہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ مصحف دیکھا ہے جس پر ان کے خون کے دھبوں کے نشانات موجود تھے۔اس مصحف کی حفاظت پر سلاطین کی طرف سے 'بنوزیان' مقرر تھے۔ابو الحسن علی مرینی نے ۷۳۸ھ میں بنوزیان سے یہ مصحف واپس لے لیا تھا۔اس کے بارے بھی محققین کی تحقیق ہے کہ جو مصحف ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا ہے وہ مصحف امام نہیں تھا بلکہ ان مصاحف میں سے ایک تھا جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کی طرف بھیجا تھا۔

مصحف تاشقند کے بارے بھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ یہ مصحف امام ہے۔یہ مصحف تاشقند میں 'مكتبة الإدارة الدينية' میں محفوظ ہے۔اس کے اوراق کی تعداد ۳۵۳ ہے اور یہ مصحف نقاط و اعراب وغیرہ سے خالی ہے۔یہ مصحف تاشقند کیسے پہنچا؟ اس کے بارے دو آراء پائی جاتی ہیں۔ایک رائے کے مطابق مصر کے مملوک بادشاہ بیبرس نے یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصحف قبیلة ذهبیة کے سردار برکت خان کو ہدیہ دیا تھا اور یہ ۶۲۱ھ میں سمرقند پہنچا۔ برکت خان کے بارے معروف ہے کہ وہ پہلا منگول سردار ہے جس نے اسلام قبول کیا تھا۔ دوسری رائے کے مطابق یہ وہی مصحف ہے جسے ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا تھا اور تیمور لنگ اسے (۷۷۱۔۸۰۷ھ) سمرقند لے آیا تھا۔ اس رائے کے قائلین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مصحف امام اور سمرقند کے مصحف کے رسم میں مشابہت بہت زیادہ ہے لہٰذا اس کے مصحف امام ہونے کے امکانات قوی ہیں۔

پہلی رائے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ مصر کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی مصحف بھیجا ہی نہیں تھا تو مصر سے سمرقند یہ کیسے آ گیا؟ مصر کے مصحف کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ (متوفی بعد ۸۰ھ) نے مصر کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرکاری نسخے کے مطابق پہلی مرتبہ ایک نقل تیار کروائی تھی جو مصحف مصر کے نام سے معروف ہوئی۔ دوسری رائے پر یہ اعتراض سامنے آیا ہے کہ سمرقند کے مخطوطے کے رسم الخط سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دوسری یا تیسری صدی ہجری کے مصاحف میں سے ایک مصحف ہے لہٰذا اس کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں ہے۔ اس مصحف کی سطریں اس قدر سیدھی ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کسی پیمانے کی مدد سے اس کی سطریں قائم کی گئی ہیں۔ تاشقند کا مصحف شیخ زاید بن سلطان آل نہیان کی سرپرستی میں مطبعہ المنار، دمشق سے شائع ہو چکا ہے۔ ذیل میں ہم اس مطبوع مصحف کا ایک صفحہ نقل کر رہے ہیں:

مصحف حمص کے بارے بھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ مصحف امام ہے۔ شیخ اسماعیل بن عبد الجواد الکیالی نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حمص کے قلعے کی مسجد میں مصحف عثمانی دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کے بقول اس مصحف میں انہوں نے خون کے آثار بھی دیکھے ہیں۔ یہ مصحف خط کوفی میں ہے۔ رسم و خط کے ماہرین کی رائے ہے کہ مصحف حمص پہلی صدی ہجری کے بعد لکھا گیا ہے۔

مصحف استنبول پانچواں مصحف ہے جس کے بارے مصحف امام ہونے کے بارے گمان کیا جاتا ہے۔ اس مصحف کے اوراق پر خون کے دھبوں کے نشانات آج تک واضح طور پر موجود ہیں۔ بعض ماہرین کا کہنا یہ ہے کہ یہ سرخ نقاط خون کے قطروں کے نشانات نہیں ہیں۔

مصاحف صنعاء

۱۹۷۲ء میں مسجد جامع کبیر' صنعاء' یمن میں بالائی منزل کی ایک دیوار کی مرمت کے دوران مزدوروں کو قرآن اور عربی کتب کے بہت سے قدیم نسخے ملے۔ اس وقت انہوں نے ان نسخوں کی اہمیت نہ جانی اور انہیں ۲۰ کے قریب ٹماٹر کی بوریوں میں بند کر کے مسجد کے ایک منارے کی سیڑھیوں کے پاس رکھ دیا۔

کافی عرصے بعد یمن میں محکمہ آثار قدیمہ کے صدر جناب قاضی اسماعیل اکوع نے ان پارچہ جات کی اہمیت محسوس کی اور ان کے معائنے کے لیے مغربی جرمنی سے عربی حروف کی پہچان کے ماہر جرمن مستشرق ڈاکٹر پیون (Dr. Gerd Puin) کو بلوایا۔ ڈاکٹر پیون نے ۱۹۸۳ء سے لے کر ۱۹۹۶ء تک ۴۰ ہزار صفحات میں سے ۱۵ ہزار صفحات پر کام کیا جن میں سے ۱۲ ہزار صفحات قدیم مصاحف کے تھے۔ ڈاکٹر پیون کے بقول کاربن ٹیسٹ کے نتیجے میں یہ معلوم ہوا کہ ان مصاحف میں پہلی اور دوسری صدی ہجری کے نسخے بھی شامل ہیں۔ بہر حال اس کام کے دوران قدیم مصاحف کے تقریباً ۱۵ ہزار صفحات کو صاف' مرتب اور منظم کیا گیا جو اس وقت جامع کبیر کے سامنے قائم شدہ 'دار المخطوطات' میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر حمدون غسان کے بقول اب تک تقریباً ۱۰۰۰ سے زائد مصاحف مرتب کیے جا چکے ہیں۔

ڈاکٹر پیون نے علم تاریخ قراءات' قرآنی رسم الخط میں اختلافات کے علم اور علوم قرآنیہ سے جہالت کی بنیاد پر اپنی اس تحقیق سے منفی نتائج برآمد کرنے کی کوشش کی کہ جس میں اس کو کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر پیون نے اپنے موضوع تحقیق سے تجاوز کرتے ہوئے انتہائی سطحی انداز میں قرآن کی 'عربی مبین' کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> "My idea is that the Koran is a kind of cocktail of texts that were not all understood even at the time of Muhammad. Many of them may even be a hundred years older than Islam itself. Even within the Islamic traditions there is a huge body of contradictory information, including a significant Christian substrate; one can derive a whole Islamic anti-history from them if one wants. The Qur'an claims for itself that it is 'mubeen,' or clear, but if you look at it, you will notice that every fifth sentence or so simply doesn't make sense. Many Muslims will tell you otherwise, of course, but the fact is that a fifth of the Qur'anic text is just incomprehensible. This is what has caused the traditional anxiety regarding translation. If the Qur'an is not comprehensible, if it can't even be understood in Arabic, then it's not translatable into any language. That is why Muslims are afraid. Since

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

the Qur'an claims repeatedly to be clear but is not-there is an obvious and serious contradiction. Something else must be going on."

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رسالہ اصول تفسیر میں اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے کہ قرآن میں تفسیر کا اختلاف اختلاف تنوع ہے نہ کہ اختلاف تضاد لہٰذا ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ، عبارت نص، دلالت نص، اقتضائے نص، دلالت اولی اور مفہوم مخالف جیسی اصولی ابحاث کے تناظر میں اگر قرآن کی تفسیر کے ممکنہ متنوع پہلو سامنے آتے ہیں تو اس میں تو قرآن کا اعجاز ہے نہ کہ نقص کلام۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں قرآن میں اختلاف تضاد نہ ہونے کے برابر ہے۔ تضاد کا اختلاف مابعد کے ادوار میں نمایاں ہوا ہے جب باطنیہ، روافض، صوفیاء، خوارج، معتزلہ اور دوسرے کلامی فرقوں نے اپنے مذہبی اور سیاسی نظریات کی تائید کے لیے قرآنی آیات کو تختہ مشق بنایا۔

مصاحف صنعاء اور معاصر مصاحف کا تقابلی مطالعہ

جرمن مستشرقین کے منفی پروپیگنڈا کے نتیجے میں بعض علماء نے مصاحف صنعاء کے بارے صحیح معلومات عوام الناس اور علمی حلقوں تک پہنچانے کے لیے تحقیق کا فریضہ سرانجام دیا۔ ڈاکٹر غسان حمدون نے 'وزارة الثقافة والسياحة الهيئة العامة للآثار والمخطوطات والمتاحف' الجمهورية اليمنية' سے اجازت لے کر ان قدیم مصاحف کا مطالعہ کیا اور ان کے بعض صفحات کا معاصر مصاحف کے ساتھ تقابل بھی پیش کیا ہے۔

پہلی صدی ہجری اور معاصر مصحف کا تقابلی جائزہ

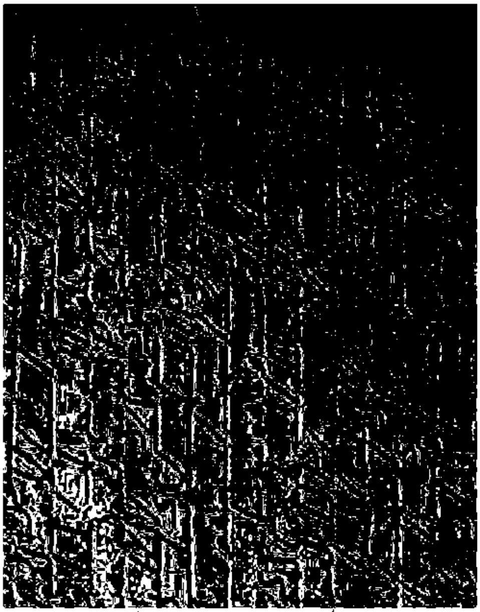

ڈاکٹر پیون کی تحقیق کے مطابق یہ تصویر پہلی صدی ہجری کے مصحف کی ہے۔ یہ سورۃ اعراف کی آیات ۳۷ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

درمیان سے ۴۴ کے درمیان تک پر مشتمل ہے۔نویں لائن میں ۱۰ آیات کے ختم ہونے کی علامت بھی ہے۔ اس مخطوطے اور معاصر مطبوع مصحف میں سوائے ایک کلمہ کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ 'کل ما' کا کلمہ مخطوطے میں منفصل ہے جبکہ مطبوع مصحف میں یہ ایک ہی حرف کی صورت میں 'کلما' موجود ہے۔ اس سے نفس کلام پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ رسم الخط کے اس قسم کے اختلافات تو علمائے رسم الخط یعنی ابن ابی داؤد' ابوداؤد سلیمان بن نجاح اور امام دانی رحمہ اللہ میں بھی مل جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مجمع ملک فہد کے مصحف مدینہ میں بھی بعض کلمات کے رسم الخط میں اختلاف کی صورت میں علماء نے ترجیح کے اصول قائم کیے ہوئے ہیں۔ مصحف مدینہ کے آخر میں ہے:

"وأخذ هجاؤه ممّا رواه علماء الرسم عن المصاحف التي بعث بها الخليفة الراشد عثمان ابن عفان رضى الله عنه إلى البصرة والكوفة والشام ومكة' والمصحف الذي جعله لأهل المدينة' والمصحف الذي اختص به نفسه' وعن المصاحف المنتسخة منها. وقد روي في ذلك ما نقله الشيخان أبوعمرو الداني وأبوداؤد سليمان بن نجاح مع ترجيح الثاني عند الاختلاف."

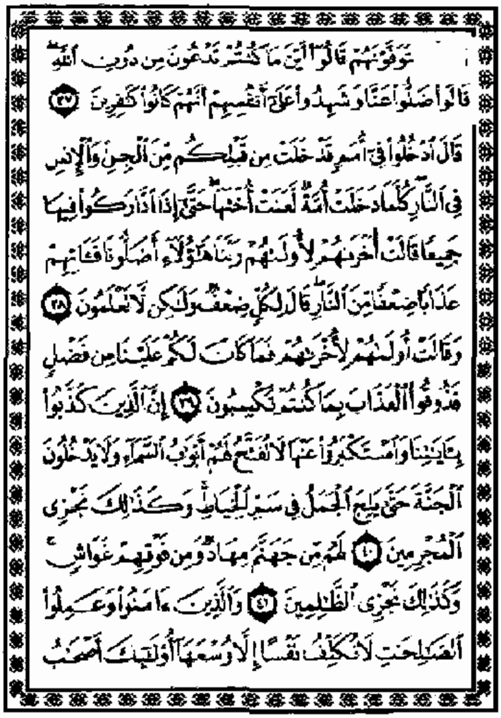
تَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾
قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ
فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا
جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ
عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾
وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ
الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي
الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

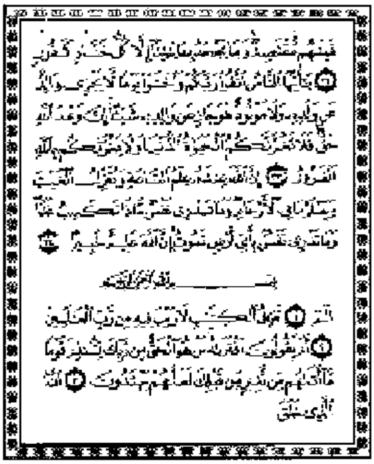

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

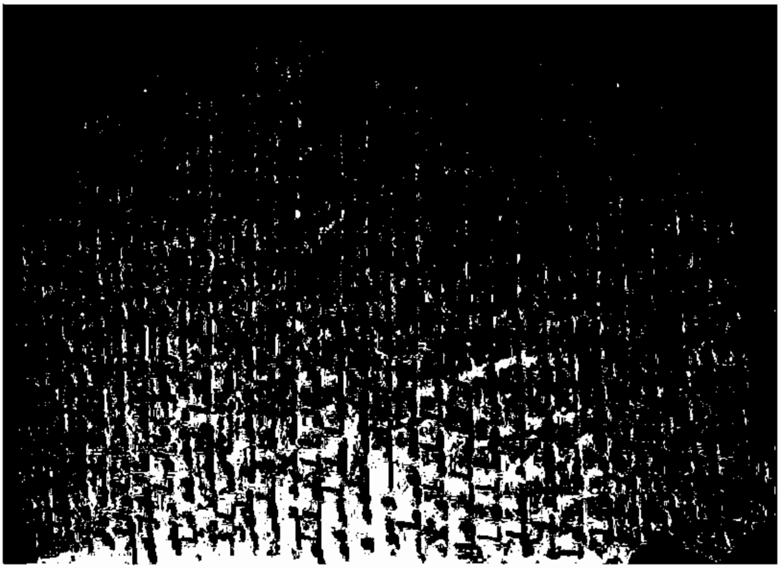

كهفهم ذات
اليمين وإذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم في فجوة
منه ذلك من آيات الله من يهد الله فهو المهتد ومن
يضلل فلن تجد له وليا مرشدا (17) وتحسبهم أيقاظا
وهم رقود ونقلبهم ذات اليمين وذات الشمال وكلبهم
باسط ذراعيه بالوصيد لو اطلعت عليهم لوليت منهم
فرارا ولملئت منهم رعبا (18) وكذلك بعثناهم
ليتساءلوا بينهم قال قائل منهم كم لبثتم قالوا لبثنا
يوما أو بعض يوم قالوا ربكم أعلم بما لبثتم فابعثوا
أحدكم بورقكم هذه إلى المدينة فلينظر أيها أزكى
طعاما فليأتكم برزق منه وليتلطف ولا يشعرن
بكم أحدا (19) إنهم إن يظهروا عليكم يرجموكم
أو يعيدوكم في ملتهم ولن تفلحوا إذا أبدا (20)

وكذلك أعثرنا عليهم ليعلموا أن وعد الله حق وأن
الساعة لا ريب فيها إذ يتنازعون بينهم أمرهم فقالوا
ابنوا عليهم بنيانا ربهم أعلم بهم قال الذين غلبوا على
أمرهم لنتخذن عليهم مسجدا (21) سيقولون ثلاثة
رابعهم كلبهم ويقولون خمسة سادسهم كلبهم رجما
بالغيب ويقولون سبعة وثامنهم كلبهم قل ربي أعلم
بعدتهم ما يعلمهم إلا قليل فلا تمار فيهم إلا مراء ظاهرا
ولا تستفت فيهم منهم أحدا (22) ولا تقولن لشيء
إني فاعل ذلك غدا (23) إلا أن يشاء الله واذكر ربك
إذا نسيت وقل عسى أن يهدين ربي لأقرب من هذا رشدا
(24) ولبثوا في كهفهم ثلاث مائة سنين وازدادوا تسعا
(25) قل الله أعلم بما لبثوا له غيب السماوات والأرض
أبصر به وأسمع ما لهم من دونه من ولي ولا يشرك
في حكمه أحدا (26) واتل ما أوحي إليك من كتاب
ربك لا مبدل لكلماته ولن تجد من دونه ملتحدا (27)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مستشرقین قراء ات متواترہ یا رسم الخط کے مذکورہ بالا معمولی اختلافات کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن کے مابین اختلافات کو نمایاں کرتے ہیں اور اپنے تئیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن میں ہر دور میں اختلاف رہا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ عامی مسلمانوں کا قرآن کے بارے عقیدہ یہی ہے کہ انہوں نے روایت حفص میں بطور قرآن جو کچھ پڑھ لیا ہے' اس میں کسی زیر' زبر' پیش یا حرف کا اضافہ بھی جائز یا ممکن نہیں ہے۔ ٹوبی لیسٹر Toby Lester لکھتا ہے:

"Some of the parchment pages in the Yemeni hoard seemed to date back to the seventh and eighth centuries A.D., or Islam's first two centuries-they were fragments, in other words, of perhaps the oldest Korans in existence. What's more, some of these fragments revealed small but intriguing aberrations from the standard Koranic text. Such aberrations, though not surprising to textual historians, are troublingly at odds with the orthodox Muslim belief that the Koran as it has reached us today is quite simply the perfect, timeless, and unchanging Word of God."

یہ عقیدہ مسلمان اہل علم میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان عوام بھی اپنے عقیدے میں اہل علم ہی کے تابع ہیں۔ آج اگر کسی بریلوی' دیوبندی یا اہل حدیث عامی کو قرآن کی کسی ایسی قراءت کے بارے معلوم ہوتا ہے جس سے وہ پہلے واقف نہیں تھا تو اس کی حقیقت جاننے کے لیے وہ اپنے مسلک کے اہل علم ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اہل علم کے اطمینان دلانے پر اسے اطمینان حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ پس قرآن کے بارے اصل عقیدہ اہل علم کا ہے اور جمیع اہل علم اور فقہی مکاتب فکر حنفیہ' مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ' اہل الحدیث اور اہل الظاہر وغیرہ قرآن کی متواتر قراءات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ اسی طرح رسم الخط کے ماہر علماء رسم الخط کے اختلافات اور ان کی باریکیوں سے بھی واقف ہیں۔ پس مستشرقین جب قرآن میں اس قسم کے اختلافات ثابت کرتے ہیں تو ماہرین فن کا عمومی رویہ یہی ہوتا ہے کہ ابھی بچے ہیں' اس فن کی باریکیوں سے واقف نہیں ہیں' جلد ہی سمجھ جائیں گے۔ جبکہ مستشرقین اپنے اس منفی پروپیگنڈے سے عوام الناس کے عقیدے کو متزلزل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ رسم عثمانی' قراءات' آیات کی تعداد' علم الضبط کے اختلافات کو آسان فہم انداز میں دنیاوی طور پر پڑھے لکھے عوامی حلقوں میں جدید اسلوب بیان میں عام کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ اس قسم کے اختلافات کے سامنے آنے پر لوگ ان کو قبول کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں۔ دوسری اہم ضرورت اس امر کی ہے کہ حروف' خط' رسم الخط اور تحریر کے متعلقہ علوم میں ماہرین فن پیدا کیے جائیں تا کہ امت مسلمہ کو قرآنی مخطوطات کی تحقیق و تدوین اور تہذیب و تنقیح کے لیے ایسے غیر مسلم مستشرقین کی خدمات کی ضرورت محسوس نہ پڑے جو اپنی تحقیق کو اسلام دشمنی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

مختلف صدیوں کے قدیم مصاحف کی تصاویر

اگلے صفحات میں ہم مختلف صدیوں میں لکھے گئے مصاحف میں سے چند ایک کی تصاویر پیش کر رہے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

fragments, in other words, of perhaps the oldest Korans in existence. What's more, some of these fragments revealed small but intriguing aberrations from the standard Koranic text. Such aberrations, though not surprising to textual

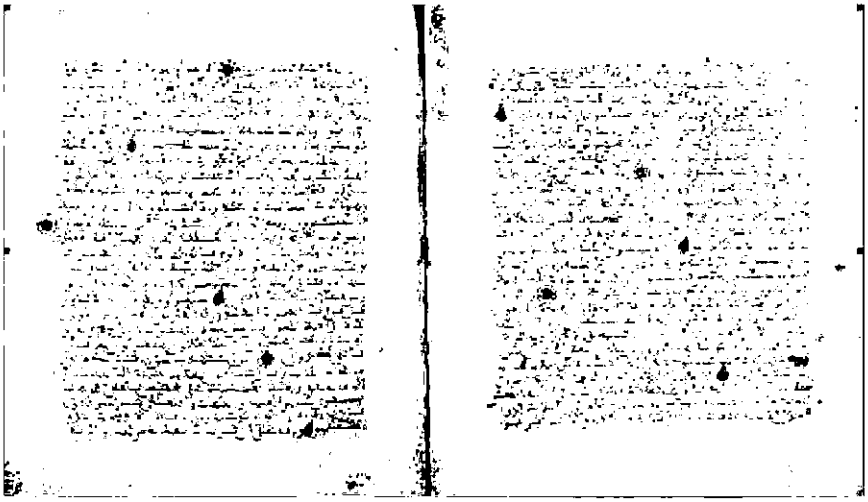

historians, are troublingly at odds with the orthodox Muslim belief that the Koran as it has reached us today is quite simply the perfect, timeless, and unchanging Word of God."

یہ عقیدہ مسلمان اہل علم میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان عوام بھی اپنے عقیدے میں اہل علم ہی

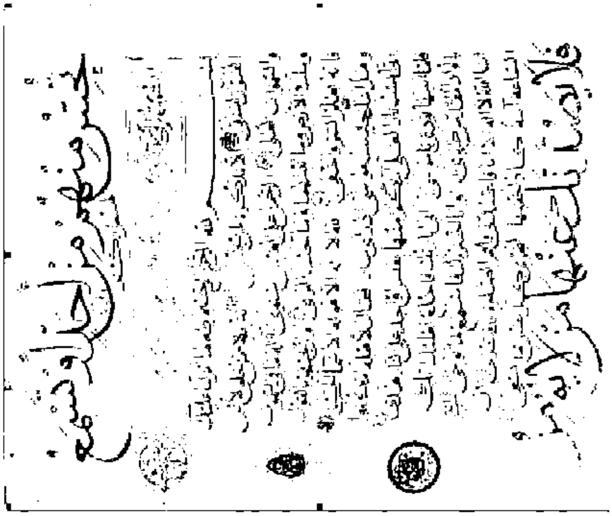

کے تابع ہیں۔ آج اگر کسی بریلوی' دیوبندی یا اہل حدیث عامی کو قرآن کی کسی ایسی قراءت کے بارے معلوم ہوتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جس سے وہ پہلے واقف نہیں تھا تو اس کی حقیقت جاننے کے لیے وہ اپنے مسلک کے اہل علم ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اہل علم کے اطمینان دلانے پر اسے اطمینان حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ پس قرآن کے بارے اصل عقیدہ اہل علم

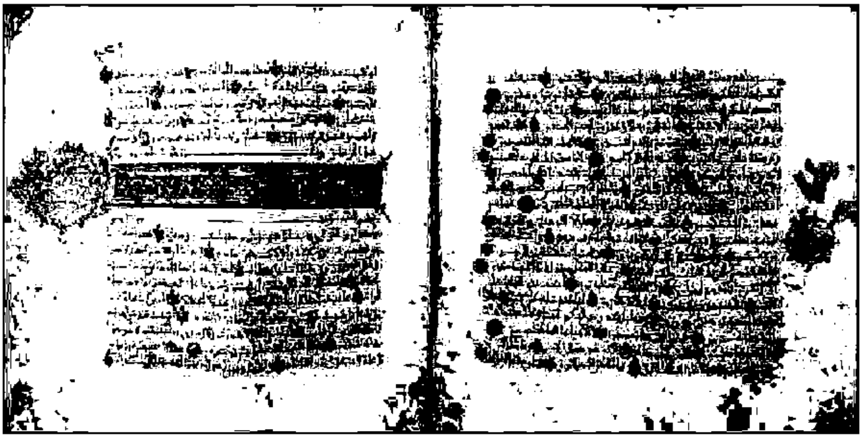

کا ہے اور جمیع اہل علم اور فقہی مکاتب فکر حنفیہ' مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ' اہل الحدیث اور اہل الظاہر وغیرہ قرآن کی متواتر قراءات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ اسی طرح رسم الخط کے ماہر علماء رسم الخط کے اختلافات اور ان کی باریکیوں سے بھی واقف ہیں۔ پس مستشرقین جب قرآن میں اس قسم کے اختلافات ثابت کرتے ہیں تو ماہرین فن کا عمومی رویہ یہی ہوتا ہے کہ ابھی بچے ہیں' اس فن کی باریکیوں سے واقف نہیں ہیں' جلد ہی سمجھ جائیں گے۔ جبکہ مستشرقین اپنے اس منفی پروپیگنڈے سے عوام الناس کے عقیدے کو متزلزل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ رسم عثمانی' قراءات' آیات کی تعداد' علم الضبط کے اختلافات کو آسان فہم

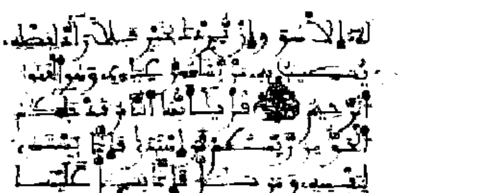

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انداز میں دنیاوی طور پر پڑھے لکھے عوامی حلقوں میں جدید اسلوب بیان میں عام کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ اس قسم کے اختلافات کے سامنے آنے پر لوگ ان کو قبول کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں۔دوسری اہم ضرورت اس امر

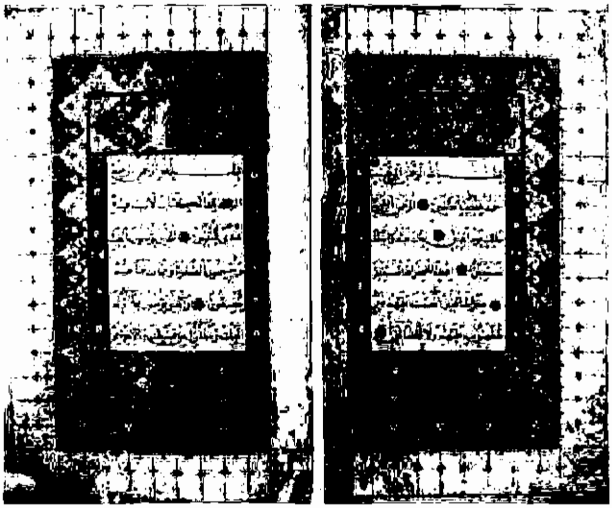

کی ہے کہ حروف' خط' رسم الخط اور تحریر کے متعلقہ علوم میں ماہرین فن پیدا کیے جائیں تا کہ امت مسلمہ کو قرآنی مخطوطات کی تحقیق وتدوین اور تہذیب و تنقیح کے لیے ایسے غیر مسلم مستشرقین کی خدمات کی ضرورت محسوس نہ پڑے جو اپنی تحقیق

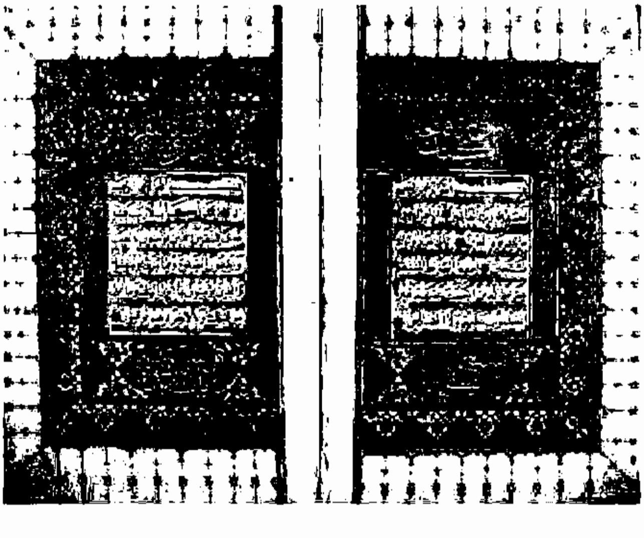

کو اسلام دشمنی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بارہویں صدی ہجری کا مصحف

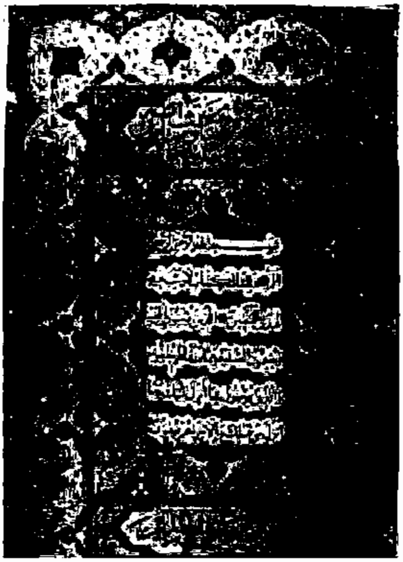

مصادر ومراجع

یہ مضمون درج ذیل مصادر ومراجع سے اخذ واستفادہ پر مبنی ہے:

١۔ المخطوطات القرآنية في صنعاء من القرن الأول والثاني الهجريين' ڈاکٹر غسان حمدون۔

٢۔ المصاحف المخطوطة في القرن الحادى عشر الهجري بمكتبة المصحف الشريف في مكتبة الملك عبد العزيز' دكتور عبد الرحمن بن سليمان المزيني' المكتبة الشاملة۔

3- Aqdam ul Makhtootat Al-arbia fi Maktabat el Aalam, Unknown, Retrieved 10 December, 2010, from - "http://www.alyaseer.net/vb/showthread.php?t=5199"

4- Azwa Ala Mushaf e Usman Wa Rehlata ho Sharqan wa Garban, Dr. Sahr Al-sayyad Abdul Aziz Salim, Retrieved 10 December, 2010, from "http://elislam.8k.com/Tagweed/ketab7/T7.HTM"

5- Sana'a manuscripts, Unknown, Retrieved 30 December, 2010, from "http://en.wikipedia.org/wiki/Sana%27a_manuscripts"

6- Retrieved 30 December, 2010, from http://makhtoot.com/vb/t428.html

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر سحر السید عبد العزیز سالم*
مُترجِــم: فواد بادشاہ☆

مصحفِ عثمانی کی اِشاعت اور شرق وغرب میں منتقلی

تمام مصادرِ عربیہ اس بات پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کے فوراً بعد صحابہ کرام ؓ کو کتابت وحی کا حکم دیتے اور ہر نازل شدہ قرآنی آیت کو فوراً ضبط کرلیا جاتا تھا۔

اس کتابت کا سہرا بالاتفاق چار صحابہ کرام ؓ کے سر پر رکھا گیا۔

① حضرت ابی بن کعب ؓ ② حضرت معاذ بن جبل ؓ
③ حضرت زید بن ثابت ؓ ④ حضرت ابوزید ؓ

یہ چاروں صحابہ انصار میں سے تھے جبکہ دو کے بارے میں اختلاف ہے جن میں ایک ابودرداء ؓ اور دوسرے عثمان ؓ ہیں۔

اس وقت کے حالات کے پیش نظر صحابہ کرام قرآن کو مختلف ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجوروں کی لکڑیوں اور چمڑے وغیرہ پر لکھ لیتے تھے۔ گویا کہ نصوص قرآنی کا مواد ان چیزوں کے اندر محفوظ تھا۔ اسی وجہ سے آیات قرآنی جدا اور بکھری ہوئی تھیں اور بہت سے صحابہ نے ان آیات کو اپنے سینوں میں بھی محفوظ کیا ہوا تھا۔ لہٰذا اس طرح قرآن کریم کے محفوظ کرنے کے دو طریقے ہوئے:

① طریقہ صوتی ② طریقہ کتابی

لیکن اس زمانے میں کاتبین کی قلت کے پیش نظر پہلی صورت 'طریقہ صوتی' زیادہ آسان تھی۔ اس وجہ سے لوگ اکثر اپنے حافظوں پر اکتفا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے متصل بعد سلطنت اسلامیہ کی حالت میں تبدیلی رونما ہوئی حتیٰ کہ خلیفہ اوّل ابوبکر ؓ کو کئی فتنوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں سب سے بڑا فتنہ مرتدین کا تھا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے بغیر تردد اور سوچ و بچار کے ان کے خلاف خروج کیا اور انہی کے خلاف جنگ یمامہ ہوئی جس میں تقریباً ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں سے ۴۵۰ حفاظ تھے۔ اس وقت ابوبکر صدیق ؓ نے قرآن کریم کو ضائع ہونے کے ڈر سے جمع کرنے کا ارادہ کیا اور یہ ذمہ داری زید بن ثابت ؓ کے سپرد کی کیونکہ وہ قرآن کو پختہ طریقے سے یاد کرنے والے اور کاتبین وحی میں سے تھے۔ اس طرح ابوبکر ؓ اس خدمت عظمیٰ کیلئے آگے بڑھے اور عمر فاروق ؓ نے ان کی معاونت کی۔ ادھر زید بن ثابت ؓ نے اپنے اس معاہدے کے مطابق جو انہوں نے امیر المؤمنین ابوبکر صدیق ؓ سے کیا تھا، اس کو پورا کرنے کے لیے قرآن کریم کو جمع کرنا شروع کردیا جب تک کوئی اپنے لکھے ہوئے پر

* أستاذة التاريخ الإسلامي والحضارة الإسلامية، كلية الآداب، جامعة الاسكندرية، مصر
☆ متعلّم رابعة كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دو گواہ نہ لے آتا تھا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت اس لکھے ہوئے کو قبول نہ کرتے تھے۔ اس طرح وہ اپنے اس کام میں کامیاب ہو گئے اور قرآن کریم کو ایک کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے 'جامع القرآن' کے نام سے متعارف ہوئے اور اس جمع شدہ قرآن کو عرف میں 'مصحف' کہا جاتا ہے۔

یہ مصحف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کی شہادت کے بعد اس مصحف کو اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا جو کہ بذاتِ خود قرآن کی قاریہ تھیں۔

غالب گمان یہی ہے کہ یہ مصحف خط لین (مکی خط) میں لکھا گیا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مصحف خط جاف (مدنی خط) اور خط لین (مکی خط) دونوں میں لکھا گیا۔

مصحف عثمانی اِسلامی شہروں میں

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ آرمینیہ اور آذربائیجان جیسے عظیم الشان علاقے سلطنت اِسلامیہ کا حصہ بنے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں قراءت کا اختلاف پایا جو کہ مختلف لہجوں کی بنا پر تھا۔ یہ سارا ماجرا دیکھ کر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فوراً مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا:

"أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا اختلاف اليهود والنصارىٰ." [صحيح البخاري: ۴۹۸۸]

''اے امیر المؤمنین! اس وقت امت کا تدارک کرو قبل اس کے کہ وہ آپس میں اختلاف کریں جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اختلاف کیا۔''

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے الفاظ سن کر بڑے متاثر ہوئے اور ارادہ کر لیا کہ کیوں نہ قرآن کو ایک نسخے کی شکل میں مرتب کیا جائے اور پھر مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف ابوبکر رضی اللہ عنہ منگوایا تا کہ اس کو دیکھ کر از سرِ نو ایک نیا مصحف مرتب کیا جائے۔ اب اس مہم عظیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہ کام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ جب کاتبین اپنی کتابت سے فارغ ہو کر اس مصحف کو منظرِ عام پر لائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف عثمانی کے علاوہ باقی عام و خاص تمام مصاحف کو جلانے کا حکم دے دیا۔

مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ مکمل کب ہوا؟

اس میں اختلاف ہے کہ مصحف عثمانی کب پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس میں جو قول راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مصحف ۳۰ ہجری کو مکمل ہوا۔

یہ مصاحف کس نام سے معروف ہوئے؟

مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لیے جو مصاحف ایک ہی قراءات پر لکھے گئے وہ 'مصحف آئمہ' اور 'مصاحف عثمانیہ' کے نام سے معروف ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لکھے جانے والے مصاحف کتنے تھے؟

اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھوائے ، ان کی تعداد کیا تھی۔

ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف مرتب کروائے ان کی تعداد چار تھی۔ جن میں سے ایک کوفہ روانہ کیا گیا، دوسرا بصرہ میں، تیسرا دمشق میں اور چوتھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

اسی مؤقف کی تائید امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرھان' میں اور امام حذو الدانی رحمہ اللہ 'المقنع' میں کرتے ہیں۔

امام سجستانی رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں:

① مصاحف عثمانی حمزہ الزیات کی قراءت پر لکھے گئے اور یہ کل چار تھے۔

② ان مصاحف کی تعداد سات تھی جو کہ مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ اور مدینہ کی طرف روانہ کئے گئے۔

امام یعقوبی فرماتے ہیں مصاحف عثمانی کی تعداد ۹ تھی۔

ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصاحف عثمانیہ کل آٹھ تھے جن میں سے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے رکھا اور باقی مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیئے۔ جو مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے خاص کیا تھا اس کو 'الامام' کہا جاتا ہے۔

جمہور علما کے نزدیک مصاحف عثمانیہ کی تعداد چھ تھی۔

مصحف عثمانی شخصی

مصادر عربیہ اس پر متفق ہیں کہ جب محاصرین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھراؤ کیا جو کئی دنوں تک رہا اس کے آخری دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف خاص کو پکڑا اور اپنی گود میں رکھا اور تلاوت کرنے لگے۔ اسی حالت میں دشمنوں نے حملہ کیا جسم سے خون کے قطرات ٹپکے اور 'مصحف امام' کے اوراق میں سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [البقرۃ:۱۳۷] پر گرے۔

یہاں سے مصحف عثمانی شخصی کے متعلق کئی دعوے سامنے آئے جو درج ذیل ہیں:

① مصحف مصر کے متعلق

وہ مصحف جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قطرات نمایاں تھے وہ مصحف مصر ہے۔

مقریزی: یہ مصحف عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانے سے نکلا تھا۔ اس کے بعد اس کو ۵ محرم ۳۷۸ ہجری کو عزیز باللہ کے دور خلافت میں جامع عمرو کی طرف منتقل کر دیا گیا (لیکن اس کے منتقل ہونے کے متعلق کوئی تاریخی نص نہیں ملتی۔ پھر مدت طویلہ تک یہ مصحف (جو بعض لوگوں کے گمان کے مطابق مصحف عثمان ہے) مدرسہ القاضی الفاضل جو کہ مشہد حسینی کے قریب تھا اس میں محفوظ رہا۔ پھر یہ مدرسہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا اور اس مصحف کو سلطان غوری کے تعمیر کردہ قُبہ جو کہ اسی مدرسہ القاضی فاضل کے سامنے تھا اس میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۲۷۵ ہجری تک یہ مصحف اسی جگہ محفوظ رہا پھر یادگار نبویہ کو مسجد زینبی کی طرف لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے اس قیمتی خزانے کو ایک قلعہ میں رکھ دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۳۰۴ ہجری میں اس مصحف کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا اور وہاں سے اگلے سال قصر عابدین میں پھر اسی سال مسجد حسینی میں منتقل کیا گیا۔

امام سمھود: یہ بات یا دعویٰ بعید از قیاس ہے کہ یہ مصحف حقیقتاً وہی مصحف ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے خاص کیا تھا۔ ہاں البتہ یہ احتمال ہے کہ یہ ان مصاحف میں سے ہو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف اسلامی شہروں کی طرف روانہ کئے تھے۔

اعتراض: امام سمھود کے اس قول پر ہماری طرف سے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ ایک وہم ہے جس کی حقیقت کی طرف ہم اشارہ کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف مختلف شہروں کی طرف بھیجے تھے تو اس وقت مصر کی طرف کوئی مصحف نہیں بھیجا تھا۔

ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ، سجستانی رحمہ اللہ، ابوعمرو دانی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر کی طرف کوئی نسخہ روانہ نہیں کیا تھا۔

ڈاکٹر سعد ظاہر: میں نے مصحف مصر کو غور سے پڑھا ہے، میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس مصحف کا خط بعد والے زمانے کا تھا نہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے کا؟

ہماری رائے یہ ہے کہ وہ مصحف مصاحف عثمانیہ سے نقل شدہ ہے جیسے مصحف شام ہے۔ کیونکہ عہد اموی میں تصانیف و تدوین کا سلسلہ زوروں پر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے مصحف سے کئی مصاحف تیار کروا کے مختلف شہروں کی طرف روانہ کئے ان شہروں میں مصر بھی قابل ذکر ہے۔

⑦ مصحف بصرہ کے متعلق

ابن بطوطہ: مصحف بصرہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے 'مسجد امیر المؤمنین' جو کہ بصرہ میں ہے، میں مصحف کا مشاہدہ کیا وہ واقعی وہی مصحف تھا جو شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پڑھ رہے تھے اور خون کے قطرات اس ورقے پر موجود تھے جس میں اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ ہے۔ [البقرۃ: ۱۳۷]

لیکن ہم اس قول کو بعید از قیاس تصور کرتے ہیں کہ یہ حقیقتاً وہی مصحف ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاص تھا کیونکہ بنی زیان نے اس کو اپنے بادشاہوں کے خزانے میں محفوظ کیا ہوا تھا جو کہ تلمسان میں تھا۔ ۷۳۸ھ (۱۳۳۷ء) کو ابوالحسن علی المرینی نے تلمسان کو فتح کیا اور اس خزانے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ جب 'ابن بطوطہ' نے عراق میں مصحف دیکھا اس وقت اس مصحف کو ۱۲۹۵ء سے مغل خاندان کی حکومت قائم ہونیکے بعد ایران میں رکھا گیا۔ اگر ہم بالفرض مان لیں کہ وہ مصحف جو ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا وہ مصحف عثمان ہی ہے جو کہ بغداد سے سقوط بغداد کے بعد ۶۵۶ھ میں بصرہ کی طرف منتقل کر دیا گیا اور وہاں مغل خاندان کے ہاتھوں میں رہا، تو پھر مصحف عثمان رضی اللہ عنہ جس پر خون کے قطرات تھے اس کا مغرب میں مرینی خاندان کے خزانے میں موجود ہونے کا دعویٰ ناممکن ہے۔

مغربی مصحف کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ مصحف اولاً جامع قرطبہ میں رہا پھر وہاں سے مؤحدین نے ضائع ہونے کے ڈر سے اس کو مراکش میں منتقل کر دیا اور وہاں اس کو عجائب گھر میں رکھ دیا گیا۔ اس وقت اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اوراق مصحف عثمانی سے کچھ کم تھے۔یہی بات ہمیں شک میں ڈالتی ہے کہ ابن بطوطہ کا دیکھا ہوا مصحف کیا واقعتاً مصحف عثمانی شخصی ہے۔اس وقت پھر ہمارے لیے سوائے ایک فرضی بات کے کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ یہ مصحف جو بصرہ میں محفوظ تھا یہ ان مصاحف میں سے ہو جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عراق میں بھیجا تھا اور خون کے قطرات اس پر عمداً حقائق پر پردہ پوشی کرنے کے لیے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ مصحف خلیفہ شہید کا مصحف ہے، بکھیرے گئے تھے۔

⑥ 'مصحف تاشقند' کے متعلق

تاشقند میں مکتبہ ادارہ دینیہ اوراق پر لکھے ہوئے ایک مصحف کو محفوظ کیے ہوئے تھا جس کے بارے میں گویا دعویٰ ہے کہ یہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔اس مصحف کا امتیاز یہ ہے کہ یہ نقطوں سے خالی ہے اور اس کا ہر صفحہ ۱۲ لائنوں پر مشتمل ہے۔اوراق کی تعداد ۳۵۳ ہے اور اس کی لمبائی ۶۸ سم چوڑائی ۵۳ سم ہے۔

مصحف امام سمرقند وہاں سے ۱۸۶۹ء کو تاشقند پہنچا؟

اس سوال کو حل کرنے کے لیے دو مفروضے ہیں:

① (۶۲۱ تا ۷۰۹ہجری) کے درمیان جب قبیلہ ذھبیہ کی حکومت سمرقند میں قائم ہوئی اس وقت یہ مصحف سمرقند پہنچا پھر پیرس کے مغل خاندان کے سردار برکت خان کو تحفے میں دے دیا گیا۔

② مؤرخین کے اقوال کے مطابق یہ وہی مصحف ہو جس کی ابن بطوطہ نے بصرہ میں زیارت کی تھی۔پھر وہاں سے (۷۷۱ تا ۸۰۷ہجری) کے درمیان میں تیمور لنگ کے ہاتھوں سمرقند منتقل ہوا۔

پہلا فرضی قول مطلق طور پر باطل ہے کیونکہ مصحف مصر کی نسبت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا مشکوک معاملہ ہے۔اس صورت میں مصحف پیرس کی نسبت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کمزور پڑ جائے گی کیونکہ مصر میں بادشاہوں کے زمانے میں کل دو مصحف محفوظ تھے جو مصاحف عثمانیہ میں سے تھے لیکن یہ بات حقیقت حال کے بالکل الٹ ہے۔کیونکہ مصحف 'امام' جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قطرات گرے تھے وہ صرف ایک تھا، جس کو اس حقیقت کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے جو کہ حقیقت نہیں ایک مفروضہ ہے۔کیونکہ اس دعوے کا رد تین طرح سے ہوتا ہے۔

① مصر میں دو مصحف تھے جبکہ مصحف 'امام' جو خون عثمان رضی اللہ عنہ سے رنگین ہوا وہ ایک تھا۔

② دوسرا یہ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی شہروں کی طرف مصاحف روانہ کیے تو اس وقت مصر کی طرف کوئی مصحف نہیں بھیجا تو پھر یہ مصر میں موجود دو مصاحف کہاں سے آ گئے؟

③ مصر میں پہلا مصحف عبدالعزیز بن مروان نے لکھوایا جو کہ مصحف عثمان کے مطابق تھا۔

بعض ناقدین نے اس کو قبول کیا ہے اور بعض نے اس کو بھی کمزور کہا ہے۔جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ مصحف بصرہ سے سمرقند منتقل کیا گیا، وہ اس کو ان مصاحف میں سے ایک شمار کرتے ہیں جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف بلاد اسلامیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔اس میں وہ رسم الخط کو سند اور دلیل بناتے ہیں کہ مصحف تاشقند کا رسم الخط مصحف 'امام' کے رسم الخط کے بہت زیادہ قریب ہے۔ان لوگوں کا اس دوسرے قول کی تائید کرنا اس بات کو منحصر ہے کہ مصحف سمرقند ممکن ہے کہ وہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ہو جو کہ بصرہ کی طرف روانہ کیا گیا ہو۔جو لوگ اس دوسرے مفروضے کو کمزور تصور کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مصحف تاشقند کی صنعت و فنکاری اور رسم الحروف اس

بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس مصحف کا تاریخ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ خط تو دوسری یا تیسری صدی ہجری کا ہے۔

دعویٰ نمبر ۴: مصحف حمص کے متعلق

شیخ اسماعیل بن عبد الجواد کیالی نے حمص کی مسجد قلعہ میں اس مصحف کو دیکھا جو کہ وہاں محفوظ کیا ہوا تھا اور شیخ کیالی بیان کرتے ہیں کہ یہ مصحف خط کوفی میں لکھا گیا ہے اور اس پر خون عثمان رضی اللہ عنہ کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن علم الخط اور نقوش وکتابت کے خاص علماء کا خیال ہے کہ خط کوفی جس کے ساتھ مصحف حمص لکھا گیا ہے یہ بعد کے زمانے کا ہجو پہلی صدی ہجری کے بعد لکھا گیا۔

دعویٰ نمبر ۵: مصحف استنبول کے متعلق

استنبول کے عجائب گھر میں کاغذ پر لکھا ہوا ایک مصحف محفوظ ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مصحف وہی ہے جو شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھا اور خون کے قطرات کے نشانات اب تک اس کے اوراق پر نمایاں ہیں۔ لیکن اس مصحف کے اوصاف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ سُرخ نقطے جس کو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قطرات تصور کرتے ہیں سوائے لکیروں اور دائروں کے کچھ بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس مصحف کو مصاحف عثمانیہ میں سے شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس طرح کی لکیریں اور دائرے مصاحف عثمانیہ کے خصائص میں سے نہیں۔

مصادر عربیہ میں سے بعض اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ مصحف عثمان کے بعض اوراق جن پر خون کے قطرات تھے وہ ۵۵۲ھ تک جامع قرطبہ میں محفوظ رہے پھر ان کو عبدالمؤمن بن علی خلیفہ موحدین نے مراکش منتقل کیا۔ ابن مرین کے زمانے تک یہ مغرب میں ہی رہے۔

لیکن ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ مصحف، مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے چند اوراق پر مشتمل تھا پھر اس کے ساتھ مصحف اندلس کے چند اوراق شامل کئے گئے۔ اس بات کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسی تاریخی نص ہو جس میں مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کا اندلس اور مغرب میں جانا ثابت ہو۔

اس بارے میں ہم 'امام سمھودی' کی عبارت جو کہ ان کی کتاب 'وفاء الوفا' میں ہے، کو نقل کرتے ہیں: ''وہ مصحف جو شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھا وہ آپ کی شہادت کے بعد دو آدمیوں میں سے ایک کی طرف منتقل ہوا۔ ان دونوں آدمیوں کا نام خالد ہے۔ ① محرز کی روایت کے مطابق خالد بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ② دوسرے ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق خالد بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ اُم عمرو بنت جندب کے بطن سے ہیں۔ پہلے خالد بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے کیونکہ ان کی والدہ رملہ بنت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہٰذا اس دوہری قرابت کی وجہ سے یہ مصحف خالد بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ دوسرا یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس پر وثوق تھا کہ یہ اس مصحف کے بارے میں لاپرواہی نہیں برتے گے۔ اس وجہ سے بھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھر عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے بھائیوں کو ہبہ کیا گیا اور یہ وہی گھر تھا جو کہ 'سمودی' کی روایت کے مطابق انہوں نے اپنی اولاد پر صدقہ کیا تھا۔ اسی وجہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ گھر عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے مشہور ہوا اور یہ اولادِ عثمان رضی اللہ عنہ میں سے سب زیادہ اس گھر میں ان کے ساتھ رہتے۔ اسی گھر میں عمرو کے بیٹے خالد نے پرورش پائی اور قیام کیا۔ اسی گھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے۔

راجح

ان دونوں صورتوں کی وجہ سے ہم راجح یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے خالد کے پاس رہا۔

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پوتا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نواسہ ہونے کی وجہ سے۔

② اپنے باپ عمرو کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں مقیم ہونے کی وجہ سے۔

لہٰذا یہ مؤقف اس بات کی تائید کرتا ہے کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے باہر نہیں گیا۔ بلکہ مصحف خالد بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ یا خالد بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ امیہ نے قرابت اور اس کی حفاظت سے اطمینان کی وجہ سے اس کو آلِ عثمان سے نہ چھینا۔

ابن عبدالمالک انصاری کی رائے، جس کی تائید ہم بھی کرتے ہیں، یہ ہے کہ ''یہ مصحف جس پر خونِ عثمان رضی اللہ عنہ گرا تھا تاتاریوں کے حملوں میں گم ہوگیا تھا اور یہ حملے ان تین فتنوں میں سے ایک ہیں جو مدینہ پر ہوئے۔

پہلا فتنہ: پہلا حملہ ۵۰ ہجری کو عہد معاویہ میں ہوا۔

دوسرا فتنہ: ۶۳ ہجری کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خلافت کے لیے بیعت لی اس وقت پیش آیا۔

تیسرا فتنہ: یہ حادثہ خلیفہ ابن جعفر منصور کے زمانے میں پیش آیا۔ ۱۴۵ ہجری کو خاندان علوی میں سے محمد نفیس الزکیہ بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب منصور کو پتا چلا تو اس نے چار ہزار فوج عیسیٰ بن موسیٰ کی قیادت میں مدینہ کی طرف روانہ کی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو مدینہ پر حملہ کردیا۔ جس سے اہل مدینہ کو سخت نقصان ہوا۔ اسی سلسلے میں کئی احتمالات اٹھتے ہیں۔ ہم تیسرے احتمال کو راجح خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ 'امام مسعودی' امام مالک بن انس سے سنداً نقل کرتے ہیں۔ ''کہ مصحف عثمان اس تیسرے حادثے میں غائب ہوا جس کی اس کے بعد کوئی خبر نہیں ملی۔'' مشہور یہی ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔

اسی طرح مسعودی ذکر کرتے ہیں کہ قاسم بن سلام جو کہ ۲۲۳ھ میں فوت ہوئے انہوں نے مصحف عثمان جس پر خون کے قطرات لگے ہوئے تھے، اس کو بعض بادشاہوں کے خزانے میں دیکھا تھا۔ ابن مرزوق 'مسند صحیح' میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام ابوبکر محمد بن یعقوب بن شیبہ بن صلت تھا، وہ اپنے والد احمد سے بیان کرتا ہے کہ اس کے دادے نے ۲۲۳ھ میں ایک مصحف دیکھا جس میں خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قطرات تھے جو کہ اکثر اوراق پر بکھرے ہوئے تھے۔ زیادہ تر سورۃ نجم اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [البقرۃ: ۱۳۷] پر تھے۔ اس مصحف کی لمبائی دو ہاتھ چار انگلیاں تھیں اور ہر ورقہ ۲۸ لائنوں پر مشتمل تھا۔ یہ بات ابوبکر محمد بن یعقوب خلیفہ معتصم عباسی کے دور کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس روایت میں درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:
① مصحف 'امام'، خلیفہ معتصم کے زمانے میں عراق میں محفوظ تھا۔
② مصحف کی لمبائی دو ہاتھ اور چار انگلیاں تھیں اور ہر ورقہ ۲۸ سطروں پر مشتمل تھا۔
③ خون کے قطرات نے مصحف کے بہت زیادہ اوراق کو رنگین کیا ہوا تھا۔

ان تمام سے یہ پتا چلتا ہے کہ 'مصحف امام' امام مالک رحمہ اللہ کی زندگی میں مدینہ میں ہی محفوظ رہا۔

ہمارا یہ قول کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پاس رہا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہ مصحف جن لوگوں کے پاس رہا یہ امویوں کے اقرباء ہیں تو پھر ان امویوں کا ۵۰ ہجری کو خالد بن عمرو بن عثمان جو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں، ان کے گھر پر حملہ کرنا بہت مشکل امر ہے۔ کیونکہ خالد بن عمرو کا گھر حقیقت میں امیر معاویہ کی بیٹی جو کہ خالد بن عمرو کی ماں ہے اس کا گھر ہے۔ پھر ۶۳ ہجری میں یزید کا شامی فوجوں کو اسی اپنی بہن کے گھر پر حملہ کا حکم دینا اور ان سے مصحف عثمان چھیننا بھی محال ہے۔

دوسری طرف امام مالک رحمہ اللہ کا مؤقف ہے کہ یہ مصحف غائب ہوگیا تھا۔

اس بحث کا خلاصہ ہم یوں بیان کرتے ہیں کہ 'مصحف امام' خاندان بنی امیہ کی حکومت کے لمبا زمانہ میں مدینہ میں دار عثمان میں محفوظ رہا اور امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق عباسی خاندان کے دور حکومت کی ابتداء میں، جو ۱۶۹ھ کے قریب کا زمانہ بنتا ہے، اس میں مدینہ سے غائب ہوا۔

لہٰذا ہم بالجزم کہتے ہیں کہ یہ 'مصحف امام' بنو عباس کے زمانے میں عراق کی طرف منتقل ہوگیا۔ پھر مشرقی مؤرخ سمہودی اور مغربی مؤرخین ابن مرزوق اور ابن عبدالملک انصاری دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ۲۲۳ھ میں 'مصحف امام' جس پر خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قطرات تھے، عراق میں ہی محفوظ تھا۔ عبدالملک انصاری کا کہنا کہ یہ مصحف عبدالرحمٰن الداخل کے دور میں اندلس منتقل ہوا۔

اس مصحف کے بارے میں اندلس کے مؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔

<u>ابن بشکوال:</u> اندلس میں عبدالرحمٰن الداخل کے ہاتھوں منتقل ہونے والا مصحف ان مصاحف میں سے ایک ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہروں کی طرف روانہ کئے تھے۔ اور رہا یہ دعویٰ کہ اس پر خون کے اثرات اور قطرات تھے یہ محض دعویٰ اور وہم ہے جس کی کوئی اساس اور اصل نہیں ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مصحف شام کی طرف بھیجا جانے والا مصحف ہو۔

<u>ابن عبدالملک انصاری:</u> یہ مصحف جس کو امویوں نے جامع قرطبہ میں محفوظ کیا ہوا تھا پھر ۵۵۲ھ میں مراکش منتقل کردیا گیا۔ یہ خلیفہ شہید کا خاص نسخہ نہیں ہے۔

ان مختلف آراء کے پیش نظر اختلاف کو فریقین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

<u>فریق اوّل:</u> یہ وہ لوگ ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مصحف جو جامع قرطبہ میں موجود تھا، مصحف عثمان رضی اللہ عنہ تھا۔ جسے انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور شہادت کے وقت وہ اس مصحف سے تلاوت فرما رہے تھے اور اسی پر خون کے قطرات گرے تھے۔ اس فریق میں امام رازی رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ اور ادریسی شامل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فریق ثانی: ابن بشکوال، ابن عبدالملک انصاری یہ پہلے قول کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مصحف اندلس ان چار مصاحف میں سے ایک ہے جن کو عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور یہ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ یہ مصحف، مصحف شامی کا عین تھا جو کہ عبدالرحمٰن الداخل کے دور حکومت میں اندلس میں لایا گیا۔

راجح

ہمارا میلان بھی اس رائے کی طرف ہے کہ مصحف جامع قرطبہ ہی 'مصحف امام' ہے یا اس کے چند اوراق ہیں۔ لیکن اس بات پر ہمارا تائید کرنا محال ہے کہ وہ 'مصحف امام' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ کیونکہ مصادر عربیہ اس بات پر متفق ہیں کہ ان مصاحف کو ایک ہی قراءت پر لغت قریش میں لکھنے والے کاتبین میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے۔

مصحف کوفہ: اس کے بارے میں ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ علی بن ابی طالب کی خلافت کے دوران ضائع ہوگیا تھا۔

مصحف مکہ: اس مصحف کے متعلق ہمیں آٹھویں صدی ہجری تک تو خبریں ملتی ہیں۔ اسی وقت ابن جبیر نے مکہ میں اس کی زیارت کی۔ ابوالقاسم تجیبی سبتی نے بھی اس کی تائید کی ہے لیکن یہ ۶۹۶ھ کی بات ہے۔ اسے سمہودی نے اپنی کتاب 'وفا الوفا' میں ان سے اس بات کا جزم کیا ہے۔ اس بنا پر یہ ممکن نہیں کہ مصحف مکہ وہی مصحف ہو جو کہ جامع قرطبہ میں تھا۔

مصحف بصرہ: اس کے بارے میں ہم پیچھے تفصیلی بحث کر چکے ہیں کہ وہ مصحف جو ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا تھا وہ عین وہی مصحف تھا جو کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ بصرہ سے سمرقند اور تاشقند کی طرف اس کو منتقل کردیا گیا۔ ابن بطوطہ کی مصحف بصرہ کے بارے میں روایت اس رائے کیمتعارض ہے کہ مصحف 'امام' وہ ہے جو جامع قرطبہ میں تھا۔

اب ہم ابن بشکوال، ابن عبدالملک کے قول اور سابقہ اقوال کے درمیان مناقشہ کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ دعویٰ کہ مصحف قرطبہ وہی مصحف عثمانی ہے جو دمشق کی طرف روانہ کیا گیا تھا اور وہاں سے ۱۳۸ھ کو عبدالرحمٰن الداخل کے ہاتھوں اندلس میں منتقل کردیا گیا۔ یہ قول باطل اور مردود ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت میں ہم اس کو ثابت کرتے ہیں۔

اوّل: جنہوں نے مصحف دمشق کو دیکھ کر اوصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مصحف عثمانی دمشقی ہے یہ بعد والے زمانے کی بات ہے جو کہ عبدالملک انصاری کی رائے کے معارض ہے۔ کیونکہ اس مصحف کو ابن جبیر نے دیکھا اور اس کے وہی اوصاف بیان کئے جو کہ ہروی نے ۶۱۱ھ کے مشاہدے کے دوران بتائے۔ ایسے ہی ابوالقاسم سبتی نے ۶۹۷ھ میں، ابن فضل اللہ للمعمری نے آٹھویں صدی ہجری میں اور ابن بطوطہ نے زیارت کی۔

دوم: ابن الملک انصاری جو مصحف قرطبہ کا حجم بیان کرتے ہیں وہ اس مصحف کے حجم سے مختلف ہے جس کو ابوبکر بن شیبہ نے عراق میں دیکھا تھا۔ جیسا کہ مصحف عراق پر خون کے قطرات اکثر جگہوں پر نمایاں تھے۔ مصحف عثمانی شخصی کے چار اوراق جب مصحف اندلس کے ساتھ ملائے گئے تو اس کو ان چار اوراق کی وجہ سے مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی۔ یہ مصحف عبدالرحمٰن الناصر کے عہد تک تو جامع قرطبہ میں رہا۔ جب خلیفہ مستنصر کا دور شروع ہوا تو اس نے ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جمادی الثانی ۳۵۴ھ میں صاحب الصلاۃ ثقہ مامون محمد بن یحییٰ بن عبدالعزیز المعروف ابن الخراز کی طرف منتقل کروا دیا جو کہ اس کے بارے میں بہت زیادہ حریص تھے۔ کافی عرصہ ان کے پاس رہا جب موحدین کی حکومت میں اندلس پستی اور زوال کی طرف جانا شروع ہوا تو اس مصحف کے متعلق عبدالمؤمن بن علی جو کہ موحدین کے خلیفہ اوّل تھے، کو بہت زیادہ فکر لاحق ہوئی۔ ادھر قشتیالیوں نے جامع قرطبہ کو کھیل کا میدان بنایا اور اس کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس صورت حال نے خلیفہ عبدالمؤمن بن علی کو اس مصحف کو بچانے اور اس کی حفاظت کے لیے ابھارا۔ لہٰذا انہوں نے اس کو مراکش روانہ کرنے کے لیے یہ کام دو آدمیوں ابوسعید اور ابویعقوب جو کہ خلیفہ کے بیٹے تھے ان کے ذمہ لگایا۔ انہوں نے ۱۱ شوال ۵۵۲ھ میں اس مصحف کو مراکش میں لے جا کر محفوظ کیا۔ اس عظیم کارنامہ پر خلیفہ عبدالمؤمن بن علی کے وزیر ابوزکریا یحییٰ بن احمد بن یحییٰ بن عبدالملک بن طفیل نے خلیفہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ قصیدہ لکھا:

جزى الله عن هذا الأنام خليفة به شربوا ماء الحياة فخلدوا

''اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے خلیفہ کو اجر عظیم سے نوازے جس کے ذریعے ان لوگوں نے ماء حیاۃ پیا پس وہ ہمیشہ رہے۔''

وحياه ما دامت محاسن ذكره على مدرج الأيام تتلى و تنشيد

''ہمیشہ زندہ و جاوید رہے اس کا ذکر گردش زمانہ میں اور اس کے محاسن ہمیشہ باقی رہیں اور ان کو بیان کیا جاتا رہے اور گایا جاتا رہے۔''

موحدین نے اس مصحف کو بڑی حفاظت اور عزت و احترام سے رکھا۔ اس کے لیے قیمتی غلاف تیار کیا۔ وہ اس کو ایک سرخ اونٹنی پر رکھے ھودج میں بند کر کے اس ھودج پر چار سرخ نشانات لگاتے اور اس ھودج کے پیچھے پیچھے خلیفہ، اس کا بیٹا پھر ان کے پیچھے دیگر لوگ چلتے۔

یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ جب موحدین سفر، نقل و حمل کا ارادہ کرتے تھے تو ساتھ اس مصحف کو ھودج میں رکھ کے لے جاتے۔ اس کے بعد اس مصحف کو خلیفہ موحد باللہ، ابوالحسن علی بن مأمون ادریس نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔

۶۴۶ھ میں علی کو تلمسان میں قتل کر دیا گیا موحدین کا لشکر خالی ہو گیا۔ بادشاہ کے خزانے میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ عرب لشکر عظیم پر قابض ہوئے اور انہوں نے اس مصحف کریم کو بھی لوٹ لیا اور تلمسان میں نیلامی کے لیے کتابوں کے بازار میں رکھ دیا۔ اس کی قیمت ۱۷ درھم رکھی گئی۔ جبکہ اس کے بہت سے اوراق ضائع ہو گئے۔ جب تلمسان کے امیر ابویحییٰ جو کہ بنی عبدالواد سے تعلق رکھنے والے تھے ان کو پتا چلا تو اس نے اس مصحف کو خریدا اور بڑی حفاظت کے ساتھ رکھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے اس کے وارث بنے۔ ۷۰۲ھ تک یہ انہی کے قبضے میں رہا۔

اسی طرح مصحف عثمان تلمسان کے شاہی خزانے (جو کہ بنی عبدالواد کا تھا) میں محفوظ رہا حتیٰ کہ ابوالحسن علی بن عثمان بن ابویعقوب المرینی رمضان کے آخر میں (۷۳۷ھ، ۱۳۳۶ء) تلمسان پر قابض ہوا اور ۷۳۸ھ کو اس کو مکمل طور پر فتح کر لیا۔ مصحف عثمان ان کے ہاتھ لگا اس نے اس کو بڑے اہتمام اور تکریم کے ساتھ رکھا۔ موحدین کی عادت کو برقرار رکھتے ہوئے جب یہ لڑائی کے لیے نکلتے تھے تو اس کو لشکر کے آگے آگے رکھتے تھے۔ بالاتفاق یہ مصحف ۷ جمادی الاوّل ۷۴۱ھ میں نہر سلادو کے پڑوس میں ہونے والی جنگ طریف میں (جیسا کہ عیسائیوں کی معتبر کتابوں میں ہے) پرتگالوں کے ہاتھوں میں بطور مال غنیمت کے چلا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد مرینیوں کے اندر ہمت نہ رہی۔ جب مرینی بادشاہ نے دیکھا کہ اب اس مصحف کو واپس لانے کے لیے ہمارے اندر سکت باقی نہیں ہے تو اس نے تاجر ابوعلی حسن بن جمی کو آزمور شہر میں پُرگالوں کی طرف بھیجا کہ ان کو کہے کہ مال لے کر اس مصحف کو واپس کر دیں۔ ابوعلی حسن بن جمی اس کام میں کامیاب ہوگیا اور اس مصحف کو ۷۴۵ھ میں فاس شہر میں بادشاہ ابوالحسن مرینی کی خدمت میں لاکر پیش کردیا۔

ابن مرزوق مرینیوں نے اس مصحف کو پرتگالوں سے چھڑانے کے لیے ایک ہزار سونے کے دینار وقف کیے۔ اس طرح یہ مصحف دوبارہ فاس شہر کی طرف لوٹ آیا۔ اس کے دونوں گتوں پر قیمتی پتھروں کو اتار کر اسکی خوبصورتی کو پُرتگالوں نے ختم کردیا تھا۔۔ اسی طرح یہ مصحف مرینیوں کے خزانے میں رہا اور یہ اس کا آخری زمانہ تھا۔ اس کے بعد تاریخ میں اس کے متعلق کوئی خبر نہیں ملتی۔ واللہ أعلم

نوٹ

یہ مقالہ ندوۃ بعنوان تاریخ الأمة الإسلامیة بین الموضوعیة والتحیز میں پڑھا گیا، یہ ندوہ ۲۱ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں زقازیق، مصر میں منعقد ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عمران اسلم☆

کیا حدیثِ سبعہ أحرف متشابہات میں سے ہے؟

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کے موقف کا تجزیہ

حدیث سبعہ أحرف کے بارے میں منکرین قراءات بالخصوص حلقہ اشراق کا خیال یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی بنیاد پر ثابت ہونے والی قراءات کی کوئی حقیقت نہیں، ہماری اس سلسلہ میں رائے یہ ہے کہ اہل علم کے ہاں محکم ومتشابہ کی تین مختلف قسمیں ہیں جن میں سے ایک وہ ہے جو من وجہ محکم اور من وجہ متشابہ ہو، پس یہ حدیث اوّل تو متشابہات میں سے ہے نہیں اور اگر بعض اہل علم نے اسے متشابہ کہا بھی ہے تو بھی ان کا یہ قول محکم ومتشابہ کی مذکورہ تیسری قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس حدیث کا یہ معنی تو سب آئمہ کے نزدیک متفق علیہ اور محکم ہے کہ یہ حدیث قرآن کریم کے الفاظ کے بارے میں ہے اور قرآن کو پڑھنے کے اختلافات کے ثبوت کے بارے میں متعین طور پر دلالت کرتی ہے، لیکن وہ اختلافات کس طرح ۷ کے عدد میں سموئے جاتے ہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے اور بعض اہل علم نے اس پہلو کے اعتبار سے اس حدیث کو متشابہ یا ظنی الدلالہ قرار دیا ہے۔ پس اس حدیث کو من وجہ متشابہ قرار دینے سے اس حدیث کی صحت یا ثبوت قراءات سے متعلق دلالت کس طور پر متشابہ یا غیر متعین نہیں۔ قارئین رُشد کو انہی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے زیرنظر موضوع کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ اس موضوع پر اس سے قبل ماہنامہ رُشد قراءات نمبر کے حصہ اوّل میں صفحہ ۴۹۹ تا ۵۰۳ اور ۵۱۲ تا ۵۱۴ اور حصہ دوم کے صفحہ ۳۴۷ تا ۳۵۱ اور شیخ القراء قاری محمد طاہر رحیمی صاحب کا مستقل مضمون صفحہ نمبر ۲۴۳ شامل اشاعت ہے۔ [ادارہ]

حدیث سبعہ أحرف کے بارے میں متجددین کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے، اور اس کا مفہوم ایک ایسا معمہ ہے جسے کوئی شخص اس اُمت کی پوری تاریخ میں کبھی حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور اِستدلال کیا جاتا ہے اِمام سیوطی رحمہ اللہ کے اس قول سے کہ جس میں انہوں نے فرمایا:

”إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فالمراد به أكثر من ثلاثين قولا حكيتها في الإتقان والمختار عندي أنه من المتشابه الذي لا يدرى تأويله“[زهر الربى شرح سنن النسائي: ۱۵۰/۱]

”قرآن کریم کا نزول سات حروف پر ہوا ہے، اور اس کی مراد میں تیس سے زیادہ اَقوال بیان کئے گئے ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب 'الإتقان' میں رقم کیا ہے۔ میرے نزدیک ان میں سے مختار قول یہ ہے کہ حدیث سبعہ اَحرف متشابہات میں سے ہے جس کی تاویل معلوم نہیں ہوسکی۔“

اس میں تو دو رائے نہیں ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے سبعہ اَحرف کے مفہوم کو منجملہ متشابہات میں سے قرار دیا ہے

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ اُنہوں نے اسے متشابہ کہا ہے تو کس اِعتبار سے؟ کیا متشابہ اُمور سے آگاہ ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ اور کیا امام صاحب کا حدیث سبعہ کو متشابہات میں سے قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ پوری اُمت متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے بیک جنبش قلم صرف نظر کرلے؟ اس کی وضاحت کے لیے ہمیں امام موصوف کی کتاب 'الإتقان فی علوم القرآن' کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جس میں اُنہوں نے محکم و متشابہ سے متعلق تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس مسئلے پر متعدد اَقوال کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں:

المحكم ما عرف المراد منه، إما بالظهور وإما بالتأويل، والمتشابه: ما استأثر الله بعلمه، كقيام الساعة، وخروج الدجال، والحروف المقطعة في أوائل السور.

''جس اَمر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعہ سے معلوم ہوجائے وہ محکم ہے اور جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے خاص کیا ہے جیسے قیامت کا قائم ہونا اور دجال کا خروج اور سورتوں کے اَوائل کے حروف مقطعہ یہ سب متشابہ ہیں۔''

المحكم ما وضح معناه، والمتشابه نقيضه

''جس چیز کے معنی واضح اور کھلے ہیں وہ محکم ہے اور جو اس کے برعکس ہے وہ متشابہ ہے۔''

المحكم ما لا يحتمل من التأويل إلا وجها واحدا، والمتشابه ما احتمل أوجها.

''جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہوسکے وہ محکم ہے اور جس کی تاویل کی کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہو وہ متشابہ ہے۔''

المحكم ما كان معقول المعنى، والمتشابه: بخلافه، كإعداد الصلوات، واختصاص الصيام برمضان دون شعبان.

''جس بات کے معنی عقل میں آتے ہیں (یعنی ان کو عقل قبول کرتی ہے) وہ محکم ہے۔ اور جو اَمر اس کے خلاف ہو وہ متشابہ ہے مثلاً نمازوں کی تعداد اور روزوں کا ماہ رمضان ہی کے لیے خاص ہونا اور شعبان میں نہ ہونا۔''

پھر اس میں بھی تفصیلی بحث موجود ہے کہ آیا متشابہ اُمور سے آگاہ ہونا ممکن ہے یا نہیں؟

یہ اِختلاف دراصل قرآنی آیت ﴿ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ...... ﴾ [آل عمران:۷] پر وقف کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں رونما ہوا ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ 'والراسخون فی العلم' معطوف ہے اور 'یقولون' اس کا حال واقع ہوا ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ اور راسخون فی العلم جانتے ہیں۔ اور دوسرا خیال یہ ہے کہ 'والراسخون فی العلم' مبتدا اور 'یقولون' اس کی خبر ہے۔ اور 'والراسخون' میں جو 'واؤ' ہے وہ عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ متشابہات کی مراد اصلی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

الإتقان کا جائزہ لیں تو ہمیں اس سے متعلق تین طرح کے اَقوال ملتے ہیں۔

① متشابہ قرآن کے علم پر آگاہ ہونا ممکن ہے۔
② اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔
③ متشابہ اُمور سے بعض راسخون فی العلم آگاہ ہوسکتے ہیں۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے دلائل کی روشنی میں ان تینوں اَقسام کی تفصیلی وضاحت کی ہے اور اخیر میں علامہ راغب رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے، جس میں وہ کہتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"جميع المتشابه على ثلاثة أضرب: ضرب لا سبيل إلى الوقوف عليه، كوقت الساعة، وخروج الدابّة، ونحو ذلك. وضرب للإنسان سبيل إلى معرفته، كالألفاظ الغريبة والأحكام القلقة. وضرب متردد بين الأمرين، يختص بمعرفته بعض الراسخين في العلم ويخفى على من دونهم، وهو المشار إليه بقوله ﷺ لابن عباس: اللهم فقهّه في الدين."

''متشابہ تین اَقسام میں منقسم ہیں:

① جس کومعلوم کرسکنے کی کوئی سبیل ہی نہیں۔مثلاً قیامت کا وقت اور دابة الأرض کے نکلنے کا زمانہ یا اَیسے اور اُمور۔

② متشابہات کی دوسری قسم وہ ہے کہ انسان ان کی معرفت کا راستہ پا سکتا ہے جیسے غریب الفاظ اور دقت میں ڈالنے والے اَحکام۔

③ متشابہات کی تیسری قسم وہ ہے جو مذکورہ بالا قسموں کے مابین تذبذب کی حالت میں پائی جاتی ہے۔

اس کی شناخت بعض راسخین فی العلم کے لئے مخصوص ہے اور جو ان سے علم وفضل میں کمتر ہوتے ہیں، ان پر اس کے معانی منکشف نہیں ہوتے۔''

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اگر حدیث سبعہ اَحرف کو متشابہات میں سے قرار دیا ہے تو متشابہات کی اس تیسری قسم میں سے کہ جن کی شناخت بعض راسخین فی العلم کے لیے خاص ہے۔ نہ کہ متشابہات کی اس قسم میں سے کہ جس کو معلوم کرسکنے کی کوئی سبیل ہی نہیں۔ ان کے قول سے یہ اِستدلال کرنا کہ اُنہوں نے اُسے متشابہات میں سے قرار دے کر یہ معنی مراد لیا ہے کہ دنیا کا کوئی شخص سبعہ کے معانی کی وضاحت نہیں کرسکتا تو یقینی طور پر یہ بدیہی حقائق سے چشم پوشی ہے۔اِمام سیوطی نے اپنی کتاب میں متشابہات کے جو فوائد گنوائے ہیں متجددین حضرات اگر وقت نکال کر ان پر ایک نگاہ ڈالنے کی زحمت گوارا کرلیں تو ممکن ہے امام صاحب کا موقف سمجھنے میں مدد ملے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ متشابہات کے فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

متشابہات کا ایک فائدہ یہ ہے:

"الحث للعلماء على النظر الموجب للعلم بغوامضه، والبحث عن دقائقه، فإن استدعاء الهمم لمعرفته ذلك من أعظم القرب."

''یہ علماء کو ایسے غور پر آمادہ کرنے کا موجب ہے جس سے قرآن شریف کی مخفی باتوں کا علم حاصل ہوتا اور اس کی باریکیوں کی کرید کرنے کا شوق پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دقائق قرآن شریف کی طرف ہمتوں کا مائل ہونا بہت بڑا اقرب ہے۔''

دوسرا فائدہ یہ ہے:''ظهور التفاضل، وتفاوت الدرجات إذا لوكان القرآن كله محكما لا يحتاج إلى التاويل ونظر لا ستوت منازل الخلق، ولم يظهر فضل العالم على غيره."

''متشابہ اُمور سے انسانوں کا فہم میں باہم کم وبیش ہونا اور ان کے درجوں کا تفاوت عیاں ہوتا ہے ورنہ اگر تمام قرآن شریف اسی طرح کا محکم ہوتا جس میں تاویل اور غور کی حاجت نہ پڑتی تو اس کے سمجھنے کے بارے میں تمام خلق کا درجہ یکساں اور مساوی ہو جاتا اور عالم کی بزرگی غیر عالم پر ظاہر نہ ہوسکتی۔''

اسی طرح ایک فائدہ یہ ہے:

"أنه يوجب مزيد المشقة في الوصول إلى المراد، وزيادة المشقة توجب مزيد الثواب."

[الإتقان:۲/ ۲۲،۲۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''متشابہات کا وارد کرنا معنی مراد کی تہہ تک پہنچنے میں مزید مشقت کرنے کا موجب ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہوا تنا ہی ثواب بھی زیادہ ملے گا۔''

سابقہ بحث سے اس بات کی تو وضاحت ہوگئی کہ ان کے ہاں متشابہات میں متعدد اِحتمالات موجود ہوتے ہیں، ان میں سے جہاں ایک احتمال یہ ہوتا ہے کہ متشابہات کی شناخت بعض راسخین فی العلم کے لئے مخصوص ہے تو وہیں ایک احتمال یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اس قسم کے متشابہات میں پڑنے کو سخت ناپسند اور اہل زیغ کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فإذا رأيت الذين يتبعون ما تشابه منه، فأولئك الذين سمى الله فاحذروهم."

''تم جب ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن مجید کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے، لہٰذا تم ان سے بچ جاؤ۔''

جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق اپنی آراء کا اِظہار فرمایا ہے۔علامہ موصوف صحیح بخاری کی شرح 'التوشیح' میں حدیث سبعہ اَحرف کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

"اختلف في المراد بها على نحو أربعين قولا بسطتها في الإتقان وأقربها قولان: أحدهما: أن المراد سبع لغات وعليه أبو عبيد، وثعلب، والأزهري، وآخرون، وصححه ابن عطية، والبيهقي.

والثاني: أن المراد سبعة أوجه من المعاني المتفقة بألفاظ مختلفة نحو: أقبل، وتعال، وهلم، وعجل، وأسرع." [التوشیح شرح جامع الصحیح: ۳۱۷۲/۷]

''اَحرف سبعہ کی مراد سے متعلق چالیس کے قریب اَقوال بیان کئے گئے ہیں جن کو میں نے الإتقان میں ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک ان میں سے اَقرب ترین دو قول ہیں:

(۱) یہ کہ اس سے مراد سات لغات ہیں۔ یہ قول ابو عبید رحمہ اللہ، ثعلب رحمہ اللہ، ازہری رحمہ اللہ اور دیگر حضرات کا ہے، جسے ابن عطیہ رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

(۲) یہ کہ اس سے مختلف اَلفاظ کے ساتھ متفق معانی کی سات وُجوہ مراد ہیں۔جیسا کہ: أقبل، وتعال، وهلم، وعجل، وأسرع۔''

اس کے ساتھ ہی لکھتے ہیں:

"والمختار أن هذا الحديث من المشكل الذي لا يدرى معناه، كمتشابه القرآن والحديث، وعليه ابن سعدان النحوي." [ایضاً]

''میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ یہ حدیث ان مشکلات میں سے ہے جس کا معنی معلوم نہیں کیا جا سکا، یہ قرآن کریم اور حدیث کے متشابہ کے مانند ہے اور یہی مذہب ابن سعدان النحوی کا ہے۔''

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے اگرچہ یہاں یہ تو کہہ دیا ہے کہ اس کا معنی مجھے معلوم نہیں ہوسکا ہے لیکن ساتھ ساتھ وہ حدیث سبعہ کے مفہوم میں بیان کیے جانے والے اَقوال میں سے قریب ترین کی طرف اِشارہ بھی کر رہے ہیں جس کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ امام موصوف کے ہاں یہ ان متشابہات میں سے نہیں جس کو معلوم کرنے کی کوئی سبیل ہی نہیں ہے۔اگر اِمام صاحب کی مراد متشابہات کی پہلی قسم ہوتی تو وہ حدیث سبعہ کی وضاحت کر کے نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ مذکورہ بالا وعید کا یقینی مصداق ٹھہرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لہٰذا امام سیوطی رحمہ اللہ کے قول کو بنیاد بنا کر متنوع قراءاتِ قرآنیہ کا اِنکار کرنا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔ امام موصوف تو قراءاتِ قرآنیہ کے متبحر عالم اور عشرہ قراءات کی بھرپور تائید کرنے والے ہیں۔ اپنی کتاب الإتقان میں انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

’’القراء ة سنة متبعة یأخذها الآخر عن الأول. ‘‘ [۷۵/۱]

’’قراءت سنتِ متبعہ (سنتِ متواترہ) ہے جسے بعد میں آنے والے متقدمین سے حاصل کریں گے۔‘‘

اسی طرح الإتقان ہی میں متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے متعلقہ اِمام جزری رحمہ اللہ کے قول کو نقل فرماتے ہیں:

”کل قراءة وافقت العربیة ولو بوجه، ووافقت أحد المصاحف العثمانیة ولو احتمالا، وصح سندها، فهي القراءة الصحیحة التي لا یجوز ردها ولا یحل إنکارها، بل هی الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن، ووجب علی الناس قبولها سواء کانت عن الأئمة السبعة، أم عن العشرة، أم عن غیرهم من الأئمة المقبولین‘‘.[الإتقان:۱۵۴/۱]

’’ہر ایک ایسی قراءت جو کسی وجہ سے بھی عربی زبان کے موافق ہو اور مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی مصحف کے ساتھ خواہ اِحتمالی طور بھی مطابق ہو۔ پھر اس کی سند صحیح ثابت ہو تو ایسی قراءت کو نا قابل رد اور صحیح قراءت شمار کیا جائے گا۔ اس کے ماننے سے اِنکار کرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ وہ قراءت انہی حروف سبعہ میں شامل ہوگی جن پر قرآن کا نزول ہوا ہے اور لوگوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہوگا۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ قراءت ساتویں یا دسوں اماموں کی طرف مروی ہوئی ہے یا ان کے ماسوا دوسرے مقبول اماموں کی جانب سے۔‘‘

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے اس قول کو قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق سب سے بہتر کلام قرار دیا ہے۔

اور تو اور امام صاحب کی قراءاتِ قرآنیہ پر لکھی جانے والی متعدد کتب اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ سبعہ اَحرف کی تعیین سے متعلق مختلف تشریحات کے باوصف ثابت شدہ قراءاتِ قرآنیہ سے سرمو انحراف قرآنی آیات سے اِنحراف کے مترادف ہے۔ ان کی قراءات پر لکھی جانے والی کتب درج ذیل ہیں:

① شرح الاستعاذة والبسملة ② الإنصاف في تمییز الأوقاف

③ الدر النشیر في قراءة ابن کثیر ④ الألفیة في القراءات العشرة.

⑤ شرح حرز الأماني ووجه التهاني (للشاطبي)

علاوہ اَزیں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’التحبیر فی علم التفسیر‘ میں ایک مستقل نوع ’قراء ات النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘ کے نام سے قائم کی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ سے بیان کردہ متعدد قراءات کو لائے ہیں۔ جن میں سے چند ذیل میں ملاحظہ ہوں:

۞ خارجہ کے طریق سے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بغیر الف کے ﴿فرُهُنٌ مَقْبُوضَةٌ﴾[البقرۃ:۲۸۳] پڑھایا۔

۞ داود بن الحصین کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یا کے فتح کے ساتھ ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ﴾[آل عمران:۱۶۱] پڑھا۔

۞ زہری رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع کے ساتھ ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾[المائدۃ:۴۵] پڑھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- عبد الرحمٰن بن غنم الأشعری کے طریق سے ایک روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ﴾ اور ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ﴾ [المائدۃ:۱۱۲] سے متعلق سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے تا کے ساتھ ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ﴾ پڑھایا تھا۔
- ابن زبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صاد کے ساتھ ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ [الغاشیۃ:۲۲] پڑھا۔

اس سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ متنوع قراءات پر اِصرار کرنے والے ہیں نہ کہ ان کا اِنکار کرنے والے۔ حافظ زبیر صاحب اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

امام سیوطی رحمہ اللہ کیا قراءات کو نہیں مانتے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے وہ قراءاتِ عشرہ کے قائل ہیں۔ ان کی 'الإتقان' اٹھا کر دیکھ لیں تو قراءات کے بارے میں ان کا مؤقف واضح ہوجائے گا۔ غامدی صاحب کے علم میں اِضافہ کے لیے ہم ذکر کیے دیتے ہیں کہ اِمام سیوطی رحمہ اللہ تو در کنار ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سلف وخلف میں سے قراءات کا اِنکار کسی امام نے نہیں کیا اور نہ متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو ماننے میں انہیں کوئی شبہ ہے، اختلاف صرف سبعہ اَحرف کی تعیین میں ہے، جسے غامدی صاحب نے کم فہمی سے متنوع قراءات کو نہ ماننے کی بنیاد کے طور پر پیش کردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سبعہ اَحرف کے مفہوم کے ضمن میں پیش کردہ تمام اَقوال کے قائلین کے درمیان ایک شے بہرحال قدر مشترک ہے کہ وہ تمام قرآن کریم میں پڑھنے کے متعدد اَسالیب کے قائل ہیں۔ [رُشد قراءات نمبر دوم، ص۵۱۳]

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کے ہاں قراءات قرآنیہ میں اختلاف قراء کی کیا حیثیت ہے؟ اس کا جائزہ ان کی تفسیر 'تفسیر جلالین' کی چند امثلہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ حافظ فیاض حسن جمیل اپنے مقالہ 'الإمام جلال الدین السیوطی وأھم آثارہ فی علم القراءات' میں رقمطراز ہیں:

- قرآن کریم کی آیت ﴿يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ [البقرۃ:۹] میں متنوع قراءات سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ آیت میں موجود لفظ ﴿وَمَا يَخْدَعُونَ﴾ میں ایک قراءت ﴿وَمَا يُخٰدِعُونَ﴾ ہے۔ [تفسیر جلالین: ۵،۶]
- قرآن کریم کی ایک آیت ﴿وَلَا تُقٰتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قٰتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِينَ﴾ [البقرۃ: ۱۹۱] میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ آیت میں موجود تینوں افعال ایک قراءت میں بغیر الف کے ہیں: ﴿وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يَقْتُلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِينَ﴾ [تفسیر جلالین: ۳۷]
- قرآن کریم کی ایک اور آیت ﴿وَرٰوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ.....الآیۃ﴾ [یوسف: ۲۳] میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ آیت کے لفظ ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ میں ایک قراءت ہاء کے کسرہ اور تاء کے ضمہ کے ساتھ ﴿هِيْتُ لَكَ﴾ بیان کی گئی ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور' میں بھی اَحادیث نبویہ کی مدد سے مختلف قراءات قرآنیہ تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں۔ بطور مثال ان میں سے چند پیش خدمت ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اولاً: امام سیوطی رحمہ اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿صِرٰطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ﴾ [الفاتحہ:۷]

میں درج ذیل موقف بیان کرتے ہیں:

① وکیع، ابوعبید، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری رحمہم اللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے طرق سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نماز میں "صرط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین" پڑھا کرتے تھے۔

② اسی طرح ابوعبید، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں "صرط من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین" کی قراءت کرتے تھے۔

③ ابن الأنباری ابو الحسن رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہاء اور میم کے کسرہ اور ثبوت یاء کے ساتھ "عَلَیۡهِمِیۡ" پڑھا کرتے۔

④ ابن الانباری أعرج رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ہاء اور میم کے ضمہ اور واؤ کے الحاق کے ساتھ "عَلَیۡهُمُوۡ" پڑھتے۔

⑤ ابن الانباری، عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ہاء کے کسرہ، میم کے ضمہ اور واؤ کے الحاق کے ساتھ "عَلَیۡهِمُوۡ" پڑھتے ہیں۔

⑥ ابن الانباری ابن اسحاق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہاء اور میم کے ضمہ اور واؤ کے بغیر "عَلَیۡهُمۡ" کی قراءت کرتے ہیں۔

⑦ ثعلبی، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ﴿أَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ﴾ کی قراءت کی۔

[الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور:۱/۴۰،۴۱]

امام سیوطی رحمہ اللہ سورۃ بقرۃ کی آیت ﴿وَاِنۡ یَّاۡتُوۡکُمۡ اُسٰرٰی تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیۡکُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ ...الآیة﴾ [البقرۃ:۸۵] کے تحت رقمطراز ہیں:

① اس آیت کے ضمن میں سعید بن منصور رحمہ اللہ، ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﴿وَاِنۡ یَّاۡتُوۡکُمۡ اُسۡرٰی تَفۡدُوۡهُمۡ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

② سعید بن منصور رحمہ اللہ، حسن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ﴿اُسۡرٰی تُفٰدُوۡهُمۡ﴾ بالامالہ پڑھتے تھے۔

③ ابن ابی داؤد اعمش رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہماری قراءت ﴿وَاِنۡ یُّؤۡخَذُوۡا تَفۡدُوۡهُمۡ﴾ کی ہے۔ [الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور:۲۱۲]

المختصر امام سیوطی رحمہ اللہ کے قول کی بنیاد پر متنوع قراءاتِ قرآنیہ کا انکار سراسر حقائق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے سچ تو یہ ہے کہ امام صاحب قراءات عشرہ کی بھرپور تائید اور تفسیر قرآن اور دیگر تشریعی مسائل میں ان سے مدد لینے والوں میں سے ہیں۔ غامدی صاحب اگر پھر بھی قراءاتِ عشرہ کے انکار پر بضد ہیں تو اپنا شوق ضرور پورا کریں لیکن امام سیوطی رحمہ اللہ کے سر اس قسم کا الزام تھوپنے سے باز رہیں۔ انہوں نے حدیث سبعہ احرف کو متشابہات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں سے شمار کیا ہے تو صرف اور صرف اس اعتبار سے کہ عشرہ قراءات کو 'سبعہ اَحرف' میں کیسے سمویا جائے۔

سبعہ اَحرف پر بیان کیے جانے والے اَقوال

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث سبعہ اُحرف کو اس اعتبار سے متشابہ قرار دیا جاتا ہے کہ اس کے مفہوم میں بہت زیادہ اَقوال کا ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ اُمت میں سبعہ اَحرف کا کوئی مفہوم متعین نہیں ہوسکا ہے۔لیکن اگر غیر جانبداری اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو اس حقیقت سے اِنکار ممکن نہیں ہے کہ شریعت اِسلامیہ کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر اُمت کی طرف سے ایک ایک مسئلے پر پچاس سے بھی زیادہ آراء بیان کی گئی ہیں اور ان آراء میں سے بہت سی ایسی بھی ہیں جن کا نفس مسئلہ سے تعلق ہی نہیں ہوتا تو کیا اس کی بناء پر اصل مسئلہ ہی کو ترک کر دیا جاتا ہے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے۔بالکل اسی طرح سبعہ اَحرف کے مفہوم پر بیان کئے جانے والے اکثر اَقوال سبعہ اَحرف سے مطابقت ہی نہیں رکھتے۔ بطور مثال ہم چند ایک اَقوال ذکر کرتے ہیں جن سے یہ ثابت کرنے میں دشواری نہیں ہوگی کہ حدیث سبعہ احرف کے ساتھ ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے:

① یہ کہ سبعہ اَحرف سے یہ سات اَشیاء مراد ہیں۔مطلق، مقید، عام، خاص، مؤول، ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، استثناء اور اس کی اَقسام۔ یہ بعض اصولیین کا مذہب ہے۔

② یہ کہ اس سے مراد حذف وصلہ، تقدیم وتاخیر، قلب واستعارہ، تکرار وکنایہ، حقیقت ومجاز، مجمل ومفسر، ظاہر اور غریب ہیں۔ یہ بعض اہل لغت کا مذہب ہے۔

③ یہ کہ سبعہ اَحرف سے مراد تذکیر وتانیث، شرط وجزا، تصریف واعراب، اَقسام اور جواب اَقسام، جمع وتفریق، تصغیر وتعظیم اور اختلافات ادوات۔ یہ بعض نحویوں کا مذہب ہے۔

④ یہ کہ اس سے مراد معاملات کی سات اَقسام ہیں، جو یہ ہیں: زہد وقناعت، حزم وخدمت، سخاوت واستغناء، مجاہدہ ومراقبہ، خوف ورجاء، صبر وشکر اور محبت وشوق۔ یہ بعض صوفیوں کا مذہب ہے۔

⑤ یہ کہ سبعہ اَحرف سے مراد وہ سات علوم ہیں جن پر قرآن حکیم مشتمل ہے۔

علم الإثبات والإیجاد، علم التوحید والتنزیہ، علم صفات الذات، علم صفات الفعل، علم صفات العفو والعذاب، علم الحشر والحساب اور علم النبوات والامامات۔

حدیث سبعہ اَحرف کے ضمن میں بیان کیے جانے والے اکثر اَقوال کے قائلین مجہول ہیں اور ان میں سے بہت سے سارے اَقوال ایسے ہیں جنہیں حدیث سبعہ کے ذیل میں پیش کرنا حقائق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔

سبعہ اَحرف سے مراد

لغوی طور پر حرف کا لفظ چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

① حافہ ② ناحیہ ③ وجہ
④ طرف ⑤ حد ⑥ کسی چیز کا ٹکڑا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

① حرف بمعنی وجہ

یہ لغوی معنی کے مطابق ہے یعنی قرآن سات وجوہ پر نازل ہوا ہے اور ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ [الحج:١١] ’’بعض لوگ اللہ کی عبادت ایک وجہ پر کرتے ہیں۔‘‘ بھی اسی معنی میں ہے۔ پھر آگے اس کی توضیح فرمائی ہے کہ اگر ان کو خیر حاصل ہوتی ہے تو ایمان پر جمے رہتے اور عبادت کرتے ہیں اور اگر سختی ،نقصان اور آزمائش کی حالت پیش آجاتی ہے تو کفر اختیار کر کے عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔

② حرف بمعنی قراءت

حرف کا یہ معنی مجازی ہے اور یہ اس بناء پر کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کسی شے کا وہ نام بھی رکھ دیتے ہیں جو اس چیز کا جزو، قریب، مناسب، سبب یا اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا نام ہو۔ بس چونکہ مختلف قراءات حروف میں تغیر سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً حرکات کی تبدیلی، ایک حرف کا دوسرے سے ابدال، تقدیم وتاخیر، اِمالہ، زیادتی وکمی اس لیے عرب کے استعمال پر اعتماد کرتے ہوئے رسالت مآب ﷺ نے قراءت کو حرف فرما دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں جو سبعہ اَحرف کا لفظ استعمال ہوا ہے، وہ لغوی اعتبار سے وجہ کے معنی میں ہے اور مجازاً قراءات کے معنی میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے جو مشہور اختلاف ہوا تھا اس کے ضمن میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فرمایا: وھو یقرأ علی حروف کثیرۃ، پھر بعد ازاں اسی اختلاف حروف کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: فقرأ علیه القراءة التي سمعته يقرأ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ’علی حروف‘ کہا پھر انہی حروف کو ’القراءۃ‘ سے تعبیر فرمایا۔

اسی طرح حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ’’فقرأ قراءۃ أنکرتھا علیه‘‘ ’’اس نے اپنے ساتھی کے علاوہ کوئی دوسری قراءۃ پڑھی ہے۔‘‘ [صحیح مسلم:۸۲۰]

اس تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ حدیث میں ’حروف‘ سے مراد معانی ومطالب کے بجائے قراءت اور تلاوت سے متعلقہ پڑھنے کے سات اَسالیب مراد ہیں، اور یہ حروف ائمہ عشرہ کی قراءات میں موجود ہیں۔

علاوہ اَزیں سلف وخلف میں سے تمام لوگوں نے سبعہ اَحرف کی تشریحات پیش کی ہیں جو اس کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ سبعہ اَحرف متشابہات میں سے نہیں، کیونکہ اگر یہ متشابہات میں سے ہوتی تو جمیع اہل علم کو اس کی حقیقت بیانی کی ضرورت ہی نہیں تھی، سبعہ اَحرف کے مفہوم میں پیش کئے جانے والے تمام اَقوال بہر حال اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ان کے قائلین قرآن کریم میں پڑھنے کے متعدد اَسالیب کے قائل ہیں۔

نتیجہ بحث یہ ہے کہ تعدد قراءات یا متنوع اَسالیب تلاوت (سبعہ اَحرف) کے نزول پر تو پوری اُمت کا اجماع ہے، بحث صرف سبعہ اَسالیب تلاوت (سبعہ اَحرف) کی تعیین کے بارے میں ہے، جو کہ ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءات کے ثبوت سے اس کا تعلق بھی اضافی ہے۔ سلف وخلف کے تمام علماء کرام متنوع قراءات قرآنیہ کو تسلیم اور ان کی بھرپور تائید کرنے والے ہیں۔ علماء کرام کے درج ذیل اقوال ملاحظہ کیجیے:

ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اگر ہم قراءاتِ سبعہ میں غور وخوض کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قراءتِ متواترہ، مشہورہ اور (علماء فن کے ہاں) مقبولہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔نسل درنسل لوگوں نے ان کونقل کیا اور یہ قراءات مصحف عثمانی کے موافق ہیں۔ جوقراءات مصحف عثمانی کے مطابق مشہور اور متواتر ہیں ان پرنسل درنسل لوگوں نے اجماع نقل کیا ہے۔'' [فتح الغفار:۱/۸۷]

قاضی عبدالجبار فرماتے ہیں:

''صحابہ نے لوگوں کومصحف عثمانی پر جمع کیا انہوں نے منزل متواتر قراءات میں سے کچھ بھی ہم تک پہنچنے سے نہیں روکا۔ قراءات متنوعہ ثبوت کے اعتبار سے متواتر ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور صحیح ترین قراءات کا علم حاصل کرنا ہم پر واجب ہے۔'' [المغنی:۵۹،۶۰]

احمد الونشریشی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ہم سب پر واجب ہے کہ منقول قراءات متواترہ پر ایمان لائیں۔ یہ بات دینی اور عقلی طور پر ناممکن ہے کہ ان میں تصحیف (غلطی) یا تحریف ہوئی ہو۔'' [المعیار المعرب:ص۸۷]

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متواتر کا اِنکار صحیح نہیں، کیونکہ اِس پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے۔ قراءات کا تواتر ایسے حتمی امور میں سے ہے جن کا جاننا واجب ہے۔'' [شرح الفقہ الاکبر:۱۶۷]

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ نے اللہ کی اجازت کے ساتھ جو قراءات بھی احرف سبعہ میں سے امت کو پڑھائیں ہمارے نزدیک صحیح ہیں صحابہ کرام نے ان قراءات کو (عقیدہ) قرآن کے ساتھ پڑھا۔ جب کسی پڑھنے والے کی قراءت رسم مصحف کے مطابق ہوتو ہمارے لئے جائز نہیں کہ اسے غلط کہیں۔'' [الإبانة:ص۶۰]

اِمام ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ (کے پڑھنے پڑھانے) پر اعصار (زمانوں کے زمانے) اور اَمصار (شہروں کے شہر) گزر چکے ہیں۔ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی تھی کیونکہ یہ اِجماع سے ثابت شدہ ہیں۔'' [أبحاث قراءات القرآن الکریم:ص۲۵]

اِمام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی بھی عالم نے قراءاتِ عشرہ کا انکار نہیں کیا ہاں جس کوقراءات کا علم نہیں یا وہ قراءت اس کے نزدیک ثابت نہیں جیسا کہ بلادِ مغرب کی قراءات تو ایسے آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی تلاوت کرے، کیونکہ قراءات سنت (متبعہ) ہیں جسے پچھلے اگلوں سے نقل کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جس قراءت کا علم نہیں اس کا انکار کر دیا جائے۔'' [منجد المقرئین:ص۱۲۹]

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آج جو قراءات ہم تک پہنچی ہیں وہ صحیح اور متواتر ہیں ان کے بارہ میں یہ بات قطعی طور پر ثابت شدہ ہے کہ وہ ائمہ عشرہ اور ان کے رواۃ کی قراءات ہیں۔ یہ بات علماء کے اَقوال کا ماحاصل ہے اور یہی مذہب آج کل شام، عراق، مصر اور حجاز کے لوگوں کا ہے۔'' [النشر:۱/۹]

اگر غامدی صاحب کے بقول عرضۂ اَخیرہ کے بعد اُمت صرف ایک ہی حرف کے ابقاء پر متفق ہوگئی ہوتی تو ناممکن ہے کہ اس کے بعد علماء خوامخواہ ان اَحرف سبعہ کی تفسیر کے متعلق چالیس اَقوال کی حد تک باہم اختلاف کرتے اور یہ بھی ناممکن تھا کہ تمام علماء اس امر پر متفق الرائے ہو جاتے کہ یہ ساتوں اَحرف باقی وثابت ہیں جبکہ اجماعِ علماء حجت ہے لہٰذا ان ساتوں ہی اَحرف کو باقی وثابت تسلیم کرنا ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری رحیم بخش پانی پتیؒ☆

جمع قرآن و تشکیل قراءات کی مختصر تاریخ

قراء پانی پت میں شیخ القراء قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کا نام نامی غیر معروف نہیں۔ ان کی شخصیت کا یہ امتیاز ہے کہ متعدد متواتر قراءات میں سے ہر ایک کے بارے میں انہوں نے علیحدہ علیحدہ کتابچے تحریر فرمائے۔ آپ کی یہ کاوش عرب و عجم میں اپنے موضوع پر منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ اس موضوع پر بعض عرب محققین کا شائع ہونے والا تمام کام بنیادی طور پر حضرت قاری صاحب کے اسی کام سے ماخوذ ہے۔ عوامی سطح پر پاکستان میں پانی پتی اسلوب تلاوت کو متعارف کروانے کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔ آپ کے سینکڑوں تلامذہ حلقہ ہائے حفظ قرآن کو عرصہ دراز سے جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں اور عوامی سطح پر پانی پتی لہجہ و سلسلۂ قراءات کو باقی رکھنے کی بنیاد بنے ہوئے ہیں۔ موصوف رحمہ اللہ کی زیر نظر تحریر ان کی کتاب الخط العثماني في الرسم العثماني سے ایک بحث کا انتخاب ہے۔ حضرت کی بلند بالا شخصیت اور موضوع کی افادیت کے پیش نظر ان کی یہ تحریر ہم رُشد کے صفحات میں شائع کر رہے ہیں۔ [ادارہ]

تمہید: قرآن کی کتابت وتدوین کے تین دور ہیں:

<u>عہد نبوی</u>: جب کوئی آیت یا کئی آیتیں یا کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو آپ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بلا کر لکھوا دیتے تھے اور وہ کسی آیت کو کاغذ کے ٹکڑے پر اور کسی کو ہڈی پر اور کسی آیت کو کھجور وغیرہ کی لکڑی اور کسی کو پتھروں کے ٹکڑوں پر اس طرح مختلف چیزوں پر لکھ لیتے تھے اور اس ذریعہ سے تمام قرآن مجید آپ کے زمانے میں ہی محفوظ ہوگیا تھا لیکن اصل دارومدار حفظ پر تھا، یعنی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم بغیر دیکھے ہی پڑھتے تھے اور اپنے سینوں میں قرآن مجید کو محفوظ رکھتے تھے۔

عہد صدیقی: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمع کیا گیا جس کا سبب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب (جھوٹے نبی) نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے جہاد کیا اور کافی جانیں تلف ہونے کے بعد اس کا وقت آیا اور وہ مارا گیا اور اس جنگ میں پانچ سو کے قریب قرآن مجید کے حفاظ وقراء شہید ہوگئے اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے قراء کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے اس لئے آپ قرآن کو مختلف چیزوں سے نقل کرا کر ایک جگہ جمع کر دیجئے انہوں نے فرمایا میں وہ کام کس طرح کروں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو خود کیا اور نہ اس کے لئے حکم فرمایا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدا کی قسم یہ تو بہتر ہی بہتر ہے بدعت قطعاً نہیں ہے'' اس پر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ خدمت ان کے سپرد کی۔ آپ نے بھی پہلے بہت اندیشہ ظاہر کیا پھر حضرات شیخین کے اصرار پر کمر ہمت باندھی اور قرآن کو اس کے تمام

☆ پاکستان میں علم قراءات کے پانی پتی سلسلہ کے بانی استاد...... مصنف کتب کثیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حروف وقراءات سمیت یکجا جمع کر دیا لیکن اس بار بھی تمام قرآن مجید ایک جلد میں جمع نہیں ہوا بلکہ صحیفوں کی شکل میں محفوظ ہو گیا تھا۔ پھر یہ صحیفے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں آئے اور ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

عہد عثمانی: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پورا قرآن ایک جلد میں بین الدفتین جمع کیا گیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ قرآن کے پڑھنے والے آپس میں اختلاف کرنے لگے اور جو جملے نبی ﷺ نے تفسیر اور مطلب کے طور پر بیان فرمائے تھے بعض نے ان کو بھی قرآن کہنا شروع کر دیا اور ہر ایک یہ کہتا کہ میری قراءت عمدہ تر ہے یہاں تک کہ آذربایجان اور آرمینیہ ۳۰ھ کا جہاد پیش آیا جس میں حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے جب موصوف نے قرآن کے الفاظ میں اختلاف والی گفتگو سنی تو گھبرائے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قرآن کی حفاظت کا انتظام کیجیے ورنہ لوگ تورات وانجیل کی طرح اس میں بھی اختلاف پیدا کر دیں گے اور کچھ مضمون اپنے پاس سے بھی شامل کر دیں گے اس پر آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے صدیقی عہد کے سب صحیفے منگوائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو اس کام پر مقرر کیا کہ پورا قرآن اس دور کے موافق ایک جلد میں نقل کر دیں جو نبی ﷺ نے آخری بار حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کیا تھا اور اس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان سب کا سردار بنا دیا اس پر ان حضرات نے پورے قرآن کے کئی نسخے تیار کئے جو ایک روایت کے مطابق پانچ اور دوسری کے مطابق آٹھ تھے اور بڑے بڑے شہروں (کوفہ، بصرہ، شام، مکہ، بحرین، یمن) میں ایک ایک نسخہ روانہ فرمایا اور ایک نسخہ مدینے والوں کو عنایت فرمایا اور ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لئے رکھ لی اور اسی قرآن کو 'امام' کہتے ہیں اور حکم دیا کہ ان قرآنوں کے سوا جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے اس کو قیام امن ونظام کی غرض سے جلا دیں یا دفنا دیں اور سب انہی قرآنوں کے موافق پڑھیں اور ان قرآنوں کو صحابہ نے نقطوں اور حرکتوں سے خالی رکھا تھا تا کہ ایک ہی قرآن سے وہ سب قراءتیں اور حروف ووجوہ نکل سکیں جو ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے پہنچی تھیں اس وقت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے سبب یہ بات ضروری قرار دے دی گئی کہ اب جو شخص بھی قرآن پڑھے یا لکھے وہ اس میں ان مصاحف ہی کی متابعت وموافقت کرے پھر بعد میں قرون اخیرہ میں نقطے اور حرکتیں لگائی گئیں (جن کا تفصیلی بیان بعد میں آئے گا)۔

ب: یاد رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے علاوہ باقی تمام لغات کو منسوخ نہیں کیا تھا اس لئے کہ روایت حفص ہی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا بعض اور لغات بھی موجود ہیں چنانچہ ان کے لئے مجریها، هود، ع ۴ میں اور اس کے بعد والے الف کا امالہ ہے حالانکہ امالہ عام اہل نجد کا لغت ہے اسی طرح فعل کے وزن میں عین کا ضمہ حجازی اور سکون تمیمی لغت ہے اور روایت حفص میں دونوں ہی لغات موجود ہیں اسی طرح ہمزہ ساکنہ کی تحقیق تمیمی لغت ہے وغیرہ وغیرہ پس معلوم ہوا کہ آپ نے قریش کے علاوہ باقی تمام لغات ختم نہیں کیے تھے بلکہ تفسیری الفاظ مدرجہ کے ساتھ ساتھ ان لغات کو منسوخ کیا تھا جو غیر فصیح تھے اور قریش کے یہاں معتبر نہیں تھے مثلاً ہذیل کے یہاں حتی کے بجائے عتی اور اسد کے یہاں تعلمون، اعهد وغیرہ میں علامت مضارع کا کسرہ اور بنو تمیم کے یہاں ردت، ردو میں راء کا کسرہ اور غیر اٰسن کے بجائے غیر یاسن وغیرہ ہے البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں رسم الخط (طریق کتابت) قریشی ہی رکھا تھا جس کی چند وجوہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

① پہلے زمانہ میں وسعت و رخصت اور سہولت و آسانی کے لئے قرآن مجید کو سات لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی اور ہر قبیلہ اپنے اپنے لغت میں تلاوت کرتا تھا اس لئے مختلف قبائل کے عوام نے کم علمی کی وجہ سے ایک دوسرے کی لغت کی تردید و تنقیص شروع کردی تھی۔

② بعض حضرات نے تفسیری جملے و الفاظ بھی شاملِ قراءت کر لئے تھے۔

③ اسی طرح کچھ لوگوں نے ناواقفیت کی بناء پر منسوخ التلاوۃ آیات بھی اپنی قراءت میں شامل کر لی تھیں۔

④ دشمنان دین کی کوشش سے کئی من گھڑت الفاظ و مضامین بھی شامل ہوگئے تھے۔

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا کہ قرآن مجید کے کئی نسخے صرف لغت قریش ہی کے رسم الخط کے موافق غیر معرب و منقط (اعراب اور نقطوں کے بغیر) لکھوا کر معلمین سمیت مختلف اطراف و ممالک میں بھیجے جائیں تاکہ سب لوگ انہی کے موافق تلاوت کریں۔

اور لغت قریش کا رسم الخط اس بناء پر اختیار کیا کہ قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ اسی کے موافق اترا تھا نیز قرآن سب سے پہلے اسی لغت کے موافق نازل ہوا تھا پھر آسانی و رخصت کی غرض سے دوسری لغات میں پڑھنے کی اجازت ہوگئی تھی اور مصاحف کو نقطوں اور حرکتوں سے خالی اس لئے رکھا گیا کہ ایک ہی قرآن سے مختلف لغات و حروف سبعہ اور منقول قراءات سب کی سب آسانی سے نکل سکیں۔

پس آپ نے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان میں بعض اختلافی الفاظ و کلمات منزلہ کو متفرق طور پر لکھوایا اور یہ بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے لکھے گئے پھر آپ نے ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لئے رکھ لی اور ایک نسخہ اہل مدینہ کو عنایت کیا اور ایک ایک مصحف کوفہ، بصرہ، شام، بحرین، یمن کی طرف معلمین قراءات سمیت روانہ فرمایا مدنی مصحف کے معلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، کوفی کے حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ، بصری کے عامر بن قیس رضی اللہ عنہ، شامی کے مغیرہ بن ابی شہاب رحمہ اللہ اور مکی کے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ تھے اور حکم بھیج دیا گیا کہ سب لوگ انہی قرآنوں کے موافق معلمین سے قراءات سیکھیں۔ پس ہر شہر والوں نے اپنے اپنے مصحف کے موافق پڑھا اور ہر مصحف کی قراءت کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

مصاحف عثمانیہ کی تاریخ مصحف مدنی

مصاحف عثمانیہ کا جو نسخہ مدینہ میں رکھا گیا وہ تاحین حیات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہا آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر خلافت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور وہاں سے اندلس پہنچا۔

وہاں سے مراکش کے دارالسلطنت ''فاس'' میں پہنچا (تاریخ ادریسی تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ پہنچا۔ جنگ عظیم اوّل میں فخری پاشا گورنر مدینہ اس کو دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا جہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی

مکی نسخہ ۶۵۷ھ تک مکہ معظمہ میں رہا محمد بن جبیر اندلسی رحمہ اللہ نے ۵۷۹ھ میں مکہ میں اس کی زیارت کی تھی مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں انہوں نے سیاحت کی یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا آپ کی زیارت غالباً انیسویں صدی کے آخر میں تھی کشاف المھدي نمبر ۱۵۷ میں ہے کہ سلطان عبدالحمید خان ۱۸۷۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں تخت نشین ہوئے اور تقریباً تیس برس تک انہوں نے حکومت کی ان کے زمانے میں مسجد جامع دمشق کو آگ لگ گئی اس میں یہ مصحف بھی جل گیا۔

مصحف عثمانی

احمد مقری مؤرخ نے ۱۰۳۷ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر سلاطین بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا اہل قرطبہ نے سلطان عبد المومن کو دیا عبد المومن کے حکم سے ابن بشکوال نے دار السلطنت مراکش کو منتقل کیا یہ منتقلی ۱۱ شوال ۵۵۲ھ کو ہوئی ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس رہا اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمستان پر فوج کشی کی اور مارا گیا اسی فوج کشی میں وہ گم ہوگیا لیکن پھر تلمستان کے شاہی خزانہ میں پہنچا وہاں سے ایک تاجر خرید کر فارس لایا وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف بصری

یہ نسخہ کتب خانہ خدیو جو مصر میں ہے وہاں موجود رہا اس کو سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے وزیر نے ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خریدا۔

مصحف یمنی

کتب خانہ جامع ازہر مصر میں موجود ہے۔

مصحف بحرین

فرانس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مصحف کوفی

کتب خانہ قسطنطنیہ میں موجود ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تین مصاحف اور ہیں جن میں سے مصحف عثمانی دوم جامع سیدنا حسین رضی اللہ عنہ قاہرہ میں ہے اور مصحف عثمانی سوم جامعہ ملیہ دہلی میں موجود تھا اگر ہنگامہ تقسیم ہندوستان میں تلف نہ ہوا ہو تو موجود ہوگا۔ مصحف چہارم انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں موجود ہے اس پر لکھا ہوا ہے ''کتبہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ'' یہ نسخہ میجر روانس کو ملا اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیا اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اس کے ۱۸۱ صفحات ہیں اور فی صفحہ ۱۶ سطریں ہیں۔

قرآن کے اعراب، نقطے، خموس واعشار، اجزاؤ منازل، رکوعات وغیرہ

اسلام سے پہلے اہل عرب میں حرکات اور نقطے مشہور نہ تھے بلکہ وہ اپنے قدرتی وفطرتی ملکہ وطبعی محاورہ کے زور سے اعراب وغیرہ صحیح طور پر ادا کرلیا کرتے تھے پھر جب اسلام خوب پھیل گیا اور عرب کا عجم سے اختلاط ہوا تو عرب وعجم دونوں کی تلاوت میں خطا اور غلطی واقع ہونے لگی اس لئے علماء نے حرکتوں اور نقطوں کی علامات مقرر کردیں تاکہ غلطی سے بچاؤ ہوجائے۔ چنانچہ اعراب کی تفصیل یہ ہے کہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں زیاد بن سمیہ (جو بصرہ کے والی تھے۔ انہوں) نے یہ حالت دیکھ کر ابوالاسود ۶۹ھ (شاگرد حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ تلاوت وزبان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اصلاح کیلئے چند علامات (اعراب سے متعلق)وضع کردیں۔آپ نے اس درخواست کوقبول نہ کیا زیاد نے یہ تدبیر کی کہ اپنے ملازمین میں سے ایک شخص سے کہا کہ تم الاسود کے دروازے پر بیٹھ جاو اور جان بوجھ کر قرآن غلط سلط پڑھنا شروع کردو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اوریوں پڑھا "إِنَّ اللّٰهَ بَرِيْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلِهٖ" (لام اورھاء کے زیر سے) کہ خدا تعالیٰ اہل شرک اوراپنے رسول دونوں ہی سے بیزار ہیں (معاذ اللہ) ابوالاسود نے جو یہ سنا تو نہایت بے تابی سے کہا خدا تعالیٰ اپنے رسول کی بیزاری سے بری اور پاک ہے پھر آپ فوراً زیاد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے تمہاری درخواست قبول کرلی میرا خیال ہے کہ عربیت میں ایک کتاب بناؤں جس کے ذریعے عوام وخواص سب کے سب اس خرابی کی درستی کرلیں جوان کے کلام میں رونما ہوگئی ہے اورسب سے پہلے قرآن کے اعراب لگاؤں اس لئے آپ میرے پاس کاتب بھیج دیں زیاد نے ابوالاسود کے پاس تیس کاتب بھیجے جن میں سے ایک کوآپ نے منتخب کرلیا اوراس سے کہا کہ اپنے ساتھ مصحف اورسیاہی کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی رکھ لوپس جہاں میں زبر پڑھوں وہاں (اس دوسرے رنگ سے) ایک نقطہ حرف کے اوپر اور جہاں زیر پڑھوں وہاں ایک نقطہ حرف کے نیچے لگا دینا اور جہاں پیش پڑھوں وہاں ایک نقطہ حرف کی اگلی جانب میں یا اس کے درمیان میں لگا دینا۔مثلاً الحمد للہ اور غنہ (تنوین) کے موقع پر دودو نقطے لگا دینا (جن میں سے ایک حرکت کا ہوگا اوردوسرا تنوین کا) پھر اگر یہ تنوین والا کلمہ کسی ایسے کلمہ کے ساتھ مل کر آئے جس کے شروع میں حرف حلقی ء ، ہ ، ع ، ح ، غ ، خ میں سے کوئی ہوتو دونوں نقطوں کوملا دینا مثلاً عذاب ، أليم ، ولكل قوم ، هاد ، سميع ، عليم ، لعلى ، حكيم ، لعفو ، غفور ، عليم ، خبير تاکہ بُعد اور اظہار کا پتہ چل جائے اور اگر تنوین والے کلمے کے متصل راء ، لام ، میم ، نون میں سے کوئی آرہا ہوتو دو نقطے یکے بعد دیگرے ملاکرلکھ دینا اور ان حرفوں پر تشدید بھی لگا دینا۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تنوین ان حروفوں میں مدغم ہوتی ہے اس لئے تم اس صورت میں نقطوں کوقریب قریب کر دینا اورتنوین کے بعد والے حرف کو مشدد لکھ دینا۔ پھر آپ نے نہایت سکون واطمینان سے پڑھنا شروع کیا اورکاتب اسی ہدایت کے موافق نقطے لگا تا رہا جب ایک جزو پورا ہو جاتا تو ابوالاسود اس پر نظر ثانی کرتے یہاں تک کہ اسی طرح پورے قرآن کے اعراب لگا دیئے اورسکون کو بلا علامت چھوڑ دیا۔لوگوں نے اس طریق اعراب کواخذ کیا اوراس کوشکل وتشکیل کے نام سے موسوم کردیا۔ پھر ان نقطوں کے مختلف طریقے رائج ہوگئے بعض نے مربع اوربعض نے مدور شکل کواختیار کرلیا۔

اس کے بعد لوگوں نے حرکات کے متعلق چند علامتیں اورزیادہ کیں حتیٰ کہ خلیل بن احمد فراھیدي نحوی ۱۷۰ھ نے ضبط حرکات کا یہ طریقہ جاری کیا جواس وقت مروّج ہے کہ زبر حرف کے اوپر ایک لمبی سی شکل کا نام ہے اورزیر حرف کے لئے ایسی ہی شکل حرف کے نیچے ہوتی ہے اور پیش کے لئے حرف کے اوپر چھوٹا سا واؤ ہوتا ہے اورتنوین کی صورت میں یہی شکلیں دو دو بار ہوتی ہیں اور جزم جیم کے سرے کی طرح ہے اورہمزہ کی نشانی عین تبری (ع) کا سرا ہے (یعنی ء) اوراقلاب کی نشانی کے لئے باء سے پہلے نون ساکن اورتنوین پرچھوٹا سا میم بناتے ہیں (من بعد) اورتشدید والے حرف پر ملے جلے تین دندانے ہوتے ہیں جس کی اصل شد (تشدید والا ہوا) ہے پھر دال کوگرا کرشین کے دندانے باقی رکھ لئے۔نیز خلیل نے روم اوراشمام کی علامت بھی ایجاد کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن کی تنقیط (نقطے)

۴۰ھ سے کچھ عرصہ بعد تک لوگ عثمانی مصاحف سے صحیح طور پر پڑھتے رہے پھر عراق میں نقطوں کی غلطی بکثرت واقع ہونے لگی حجاج بن یوسف ثقفی (متوفی شوال ۹۵ھ) نے عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں کاتبین مصاحف سے یہ مطالبہ کیا کہ جو حروف لکھائی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (مثلاً د ذ، ر ز، س ش وغیرہ) ان کیلئے بھی علامتیں مقرر کر دیں حجاج نے نصر بن عاصم لیثي اور یحییٰ بن یعمر عدوانی کو بلایا (یہ دونوں حضرات ابوالاسود کے شاگرد ہیں) اور ان سے اس کام کو انجام دینے کے لئے کہا چونکہ بعض حضرات عثمانی مصاحف پر زیادتی کو ناپسند کرتے تھے اور بعض حضرات پہلی اصلاح (جو ابوالاسود نے کی تھی اس) کے قبول کرنے میں بھی توقف وخاموشی اختیار کرتے تھے اس لئے ان دونوں حضرات نے سوچ بچار اور فکر و تامل کی اجازت چاہی اور پھر یہ طے کیا کہ اصلاح ثانی (علامات نقط) میں بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ ان کے ذریعہ تلاوت میں سہولت اور تفہیم معنی میں آسان ہوگی اور قرآنی حروف کی اصل اور ان کے مادہ میں نہ تو کوئی زیادتی ہوگی اور نہ ہی کوئی تبدیلی۔

پس ان حضرات نے حروف مشتبہ الکتابت کی تمیز کے لئے ہر حرف کے نقطوں کی تعداد مقرر کر دی مثلاً ش کے لئے اس کے تین دندانوں کی مناسبت سے تین نقطے مقرر کئے وغیرہ وغیرہ اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقط کر دیا یہ سلسلہ تمام لوگوں میں آج تک اسی طرح چلا آتا ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ فاء اور قاف کے بارہ میں اہل مشرق و مغرب کا اختلاف ہے پس اہل مشرق تو فاء کے لئے ایک نقطہ اور قاف کے لئے دو نقطے اوپر لگاتے ہیں اور اہل مغرب فاء کے نیچے اور قاف کے اوپر صرف ایک ایک نقطہ لگاتے ہیں لیکن اس اصطلاح میں کوئی ضرر نہیں جب کہ التباس واختلاط سے امن واحتراز (بچاؤ) حاصل ہے۔ ابن سیرین کے پاس ایک قرآن تھا جس میں یحییٰ بن یعمر نے نقطے لگائے تھے۔

③ تخمیس وتعشیر

(آیتوں کے پانچ پانچ اور دس دس ہونے کی نشانی) قتادہ تابعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آیتوں کے پانچ اور دس ہونے کی علامتیں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ بھی لگاتے تھے داتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ شہروں میں تابعین رحمہم اللہ کے عہد سے ہمارے اس زمانہ تک نقطے اور حرکات لگانے کی اجازت دیتے چلے آئے ہیں جو قرآن اصل الاصول تھے ان میں بھی اور ان کے علاوہ دوسرے قرآنوں میں بھی اور سورتوں کے شروع کی اور ان کی آیتوں کے شمار کی اور اسی طرح خموس واعشار کے موقعوں کی علامت لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ کام بھی سب سے پہلے نصر بن عاصم لیثي رحمہ اللہ نے کیا جو بصرہ کے جلیل القدر تابعی ہیں۔

④ اجزاء قرآن

(۳۰ پارے) قرآن پاک کے ختم کی مدت میں سلف صالحین کی عادت کم وبیش مختلف تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ عموما تین روز سے کم میں ختم کرنا مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے جبکہ الفاظ وحروف صحیح طور پر ادا نہ ہوں چنانچہ حدیث میں ہے جس نے تین روز سے کم میں قرآن ختم کیا وہ قرآن کے مطالب سے بےخبر رہا۔ [ابوداؤد: ۱۳۹۰]

یہ حکم ظاہری معانی کے اعتبار سے ہے ورنہ دقائق واسرار کے لئے تو عمریں کی عمریں بھی ناکافی ہیں ایک جماعت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نے ظاہر حدیث کے موافق تین دن میں ختم کرنا ہمیشہ اپنا معمول بنا رکھا تھا اور ایک جماعت پورے ماہ میں ختم کرتی تھی جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا قرآن حکیم کو ہر مہینہ میں ختم کرو میں نے عرض کیا میرے میں زیادہ قوت ہے فرمایا کہ سات دن میں ختم کرو اور اس پر زیادتی نہ کر۔[ابوداؤد: ۱۳۹۰]

شائد اسی سے اخذ کر کے حجاج کے زمانہ میں تیس پاروں کی اصطلاح مقرر ہوئی جو سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآنی کلمات کے شمار کے موافق مساوی یا قریب بہ مساوی ہیں پس ان تیس پاروں کے شمار میں عام مہینوں کے دنوں کے شمار کی موافقت ہے پھر ہر پارہ کے چار حصے کئے گئے اسی لئے مروجہ نسخوں میں ربع (چوتھائی) نصف (آدھے) ثلث (تین ربع) کے حصے شمار حروف کے اعتبار سے درج ہیں۔

⑦ منازل فمی بشوق (سات منزلیں)

حذیفہ ثقفی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا آپ حضرات قرآن کی منزل کے حصے کو کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم قرآن کے سات حصے کرتے ہیں:

① تین سورتیں (بقرۃ سے نسآء تک)
② پانچ سورتیں (مائدۃ سے براءۃ تک)
③ سات سورتیں (یونس سے نحل تک)
④ نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک)
⑤ گیارہ سورتیں (شعراء سے یٰسین تک)
⑥ تیرہ سورتیں (والصآفات سے حجرات تک)
⑦ مفصل سورتیں (ق سے آخر قرآن تک) [ابوداؤد، ۱۳۹۳: قال الالبانی: ضعیف]

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہفتہ میں ختم قرآن کی ترتیب ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کیلئے مقرر فرمائی تھی پھر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اسی ترتیب سے نماز تہجد میں پڑھتے تھے شاید منازل فمی بشوق (میرا منہ مبتلائے شوق قرآن ہے) انہی احادیث سے اخذ کر کے حجاج کے زمانہ میں مستقل اصطلاح بنادی گئی ہو جو شب جمعہ کو شروع ہو کر شب جمعرات کو ختم ہوتیں ہیں، فمی بشوق کی فاء فاتحہ کی، میم مائدۃ کی، یاء یونس کی، باء بنی اسرائیل کی، شین شعرآء کی، واو والصّٰفّٰت کی اور قاف سورہ ق کی رمز ہے بعض حضرات نے دوسری منزل مائدہ کے بجائے نسآء بتائی ہے پس اب مجموعہ فنی بشوق ہوگا ان منازل میں کلمات وحروف کے بجائے سورتوں کے اخیر اور ان کی تمامیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

⑧ منازل أحزاب (سات منازل احزاب)

یہ ساتوں فایط عزو میں جمع ہیں فاء فاتحہ کی، ہمزہ انعام کا، یاء یونس کی، طاء طٰہٰ کی، عین عنکبوت کی، زاء زمر کی، واو واقعہ کی رمز ہے۔ یہ سات منازل جمعہ سے شروع ہو کر جمعرات تک ختم ہوتی ہیں حضرت عثمان، حضرت زید، حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا معمول یہی تھا اور اعراب تجزیہ تنقیط قرآن وغیرہ کی تمام خدمات خلفاء بنو امیہ کے عہد میں سرانجام ہوئی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فائدہ

ان منازل کے عمل میں جمعیت دارین کے متعلق عجیب وغریب تاثیر ہے (شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ) اور قبولیت دعا وقضاء حاجات میں بھی مؤثر ہیں۔ (ابن عباس)

فائدہ

اہل مصر ومغرب قرآن کو ساٹھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو حزب کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو تقریباً نصف پارہ ہوتا ہے۔ پھر ہر حزب کے چار حصے بنا لیتے ہیں، جن میں سے ہر ایک کو ربع حزب یا مقرءا کہتے ہیں۔

ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ آئمہ کے زمانہ میں قرآن کے اجزاء دو طرح بنائے جاتے تھے۔

① ایک سو بیس: جن میں سے ایک ایک جزو کا افراد روایات میں خیال کیا جاتا تھا اور اس طرح ہر روایت چار ماہ کی مدت میں ختم کرتے تھے۔

② دو سو چالیس اجزاء جن میں سے ایک ایک جزو کا جمع الجموع میں خیال کیا جاتا تھا اور اس طرح آٹھ ماہ میں پورے قرآن کی جمع الجموع مکمل کر لیتے تھے۔ [النشر: ۲، باب إفراد القراءات وجمعها]

⑦ علامات رکوع

یہ علامات بھی خموس واعشار کی طرح شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں بلکہ ان کو مشائخ فقہاء اور علماء ما وراء النہر نے مقرر کیا ہے۔ (ان کے تقرر کا زمانہ تقریباً تین سو (۳۰۰ھ) کا شروع ہے) جب ہمارے مشائخ حنفیہ بالخصوص مشائخ بخارہ نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے تراویح کی مقدار قراءت کے اندازہ کیلئے تعاشیر (آیتوں کے دس دس ہونے کی نشانیاں) لگائی ہوئی ہیں اور وہ ہر دس آیتوں پر ایک رکعت کرتے ہیں اور اس طرح پورے مہینے میں سنت کے موافق ایک ختم کرتے ہیں (کیونکہ بیس تراویح یومیہ کے حساب سے پورے ماہ کی کل رکعتیں چھ سو بنتی ہیں اور آیتوں کا شمار چھ ہزار سے کچھ زائد ہے پس اس طرح ہر رکعت میں دس دس آیتیں پڑھنے سے پورے مہینے میں ایک قرآن ختم ہوتا ہے) تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان علامتوں میں کوئی خاص حسنِ کامل فائدہ اور زیادہ نفع نہیں کیوں کہ ان میں مضامین ومعانی کا لحاظ قطعاً نہیں حتیٰ کہ بعض اوقات یہ نشانی ایسے موقع پر ہوتی ہے، جہاں رکعت کا ختم کرنا مناسب نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ایک دو آیتوں کا ملانا ضروری ہوتا ہے تاکہ مضمون پورا ہو جائے۔ نیز ان علامتوں کی رعایت سے ختم قرآن آخری رات میں ہوتا ہے حالانکہ شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ستائیسویں شب میں ختم کرنا زیادہ عمدہ ہے (کیوں کہ شب قدر کی زیادہ احادیث اسی رات کے متعلق آئی ہیں لیکن اس کا التزام بدعت ہے) اس لئے ان حضرات نے رکوع کی علامتیں وضع کیں اور قرآن کے پانچ سو چالیس (۵۴۰) رکوع مقرر کئے جن میں دو باتوں کی رعایت وپابندی رکھی۔

اوّل یہ کہ کوئی رکوع قراءت کی فرض مقدار سے کم نہ ہو چنانچہ کوئی رکوع بھی ایسا نہیں جو تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت سے کم ہو اور قرآن کی آخری چھوٹی چھوٹی سورتیں سب کی سب مستقل رکوع ہیں۔

دوم یہ کہ ہر رکوع ایک پورے مضمون پر مشتمل ہو جس میں کلمات کے شمار ومقدار کا لحاظ بھی ملحوظ ہو۔ ہاں اگر کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون کو رکوع سے کافی لمبا دیکھا تو اس کے دو یا اس سے زیادہ رکوع بنا دیئے اسی طرح اگر کسی مضمون کو رکوع سے کافی چھوٹا دیکھا تو اس کو پورے رکوع کے بجائے اس کا ایک جزو بنا دیا یہ بات تمام رکوعوں میں ملحوظ ہے۔

البتہ سورۃ واقعہ لع کے پہلے رکوع میں قدرے خدشہ ہے کیونکہ وہ لأصحب الیمین پر ختم ہوتا ہے حالانکہ مضمون اس کے بعد کی دو آیتوں کے ملانے سے پورا ہوتا ہے۔ اس کا حل یوں ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ رکوعات ائمہ فن سے منقول نہیں بلکہ اجتہادی وفقہی ہیں نیز ان کے مقامات اور شمار میں بھی اختلاف ہے چنانچہ متاخرین کے نزدیک کل رکوع پانچ سو اٹھاون (۵۵۸) ہیں اس لئے اس کا اتباع واجب نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ رکوع وثلة من الأخرین پر پورا ہوتا ہے اسی پر رکعت کا ختم کرنا مناسب ہے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ شروع میں تو بعض کم علم لوگوں نے اس کو مقرر کر دیا ہو لیکن پھر بعد والوں نے اسی کو معمول ولازم بنا لیا ہو۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس جگہ قصہ یا مضمون پورا ہوتا ہے یا جہاں امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز میں رکوع کیا ہے وہاں یہ شکل (ع) لکھ دیتے ہیں جو رکوع کا مخفف ہے لیکن یہ بعید ہے۔ علامت رکوع (ع) پر تین ہندسے لکھتے ہیں جن میں سے اوپر والا ہندسہ سورت کے رکوع کی اور نیچے والا پارہ کے رکوع کی اور درمیان والا آیتوں کی تعداد ظاہر کرتا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

[مبسوط شمس الأئمة سرخسي رحمہ اللہ (المتوفی ۴۹۰ھ یا ۵۰۰ھ): ۲/۱۴۶، قاضی خان (۵۹۲ھ): ۱/۲۱۷، ۲۱۸، برحاشیہ، عالمگیریہ، عالمگیری: ۱، التیسیر البیان]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی☆
مُترجِم: قاری فیاض احمد*

رسم عثمانی اور قراءات کے درمیان تعلق

شیخ القراء ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی ﷾ رُشد قراءات نمبر کی تینوں اشاعتوں میں مجلس مشاورت کے بنیادی ارکان میں سے ہیں۔ آپ کی شخصیت علم قراءات کے حوالے سے علمی وعوامی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زاید اسلامک سینٹر سے چند سال قبل علوم اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری 'رسم عثمانی' کے حوالے سے حاصل کی۔ آپ کا تحقیقی مقالہ امام ابوالقاسم شاطبی رحمہ اللہ کے قصیدہ عقیلة أتراب القصائد کی شرح از ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تحقیق وتعلیق پر مشتمل تھا۔ حضرت قاری صاحب کا زیر نظر مضمون درحقیقت اسی عربی مقالہ کی ایک فصل کا انتخاب ہے جو موصوف نے خود رُشد کے صفحات کیلئے مرحمت فرمایا۔ رسم عثمانی کے موضوع پر مطالعہ کے شائقین کو مذکورہ مقالے کی طرف ضرور رجوع کرنا چاہئے۔ [ادارہ]

نزول قرآن کے وقت سیدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی راہنمائی فرمایا کرتے تھے کہ 'اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ پر رکھا جائے'۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصاحف عثمانیہ جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۵ھ) کے دور میں لکھے گئے وہ اسی ترتیب پر لکھے گئے جو ترتیب لوح محفوظ میں موجود ہے۔ مصاحف عثمانیہ کے بارے میں یہ بھی ثابت ہے کہ وہ نقطوں، شکلوں سے خالی تھے اور حذف و اثبات اور فصل ووصل وغیرہ کے بارے میں مختلف تھے، اور یہ مصاحف راجح قول کے مطابق ان سبعہ احرف کے مطابق تھے جن پر قرآن نازل ہوا اور یہ بھی احتمال موجود ہے کہ یہ مصاحف ان قراءات کے مطابق تھے جو عرضۂ اخیرہ میں باقی رہ گئی تھیں۔

مصاحف عثمانیہ کی تعداد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ چار اقوال زیادہ مشہور ہیں:

① چار مصاحف تھے ② پانچ تھے ③ چھ تھے ④ سات تھے۔

مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۷ھ) فرماتے ہیں:

''جب انہوں نے مصاحف تیار کیے تو سات بنائے بعض پانچ کہتے ہیں لیکن سات کے رواۃ زیادہ ہیں۔''

[الإبانة للمكي بن أبي طالب: ٦٥]

Ⓑ امام شاطبی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۰ھ) 'العقیلة' میں فرماتے ہیں کہ وہ سات تھے۔

وسار في نسخ منها مع المدني	كوف و شام و بصر تملأ البصرا
وقيل مكة و البحرين مع يمن	ضاعت بها نسخ في نشرها قطرا

☆ نائب مہتمم دار العلوم الاسلامیہ، لاہور، رئیس لجنة تصحيح المصاحف محکمہ اوقاف پاکستان
* فاضل ومدرّس کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''مصاحف عثمانیہ کی تعداد سات تھی:
① مصحف مدنی ② مصحف کوفی ③ مصحف شامی ④ مصحف بصری ⑤ مصحف مکی ⑥ مصحف بحرینی ⑦ مصحف یمنی۔''
اور یہ بات ہی فائدہ سے خالی نہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ ایک ایک قاری بھیجا، جو اس شہر والوں کو اس مصحف سے وہ قراءات پڑھاتا تھا جو عرضۂ اخیرہ میں باقی رہ گئی تھیں۔

سالم محیسن اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:
''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ قاری اس لیے بھیجا تھا کیونکہ قراءات میں اصل اعتماد تلقی اور مشافہہ پر ہے نہ کہ مصحف پر۔'' [الفتح الرباني: ۴۷]

اب ہم ذیل میں بالاختصار قراءات اور رسم عثمانی میں تعلق کا تذکرہ کرتے ہیں۔
اس کی سات فصلیں ہیں:

پہلی فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں قراءات تو دو ہیں لیکن رسم ایک ہی طرح ہے۔

دوسری فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں قراءات بھی دو ہیں اور ان کی رسم بھی دو طرح سے ثابت ہے۔

تیسری فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں دو قراءات ہیں ایک اثبات الف کے ساتھ اور دوسری حذف الف کے ساتھ لیکن رسم صرف حذف الف کے ساتھ ہے۔

چوتھی فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں دو قراءات ہیں ایک اثبات یاء کے ساتھ اور دوسری حذف یاء کے ساتھ لیکن رسم میں یاء کو حذف کر کے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ وہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے۔

پانچویں فصل:

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں تمام مصاحف عثمانیہ میں واؤ کو حذف کر کے صرف ضمہ پر اکتفاء کیا گیا تاکہ ضمہ اس پر دلالت کرے۔

چھٹی فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن ھاء تانیث (ھاء مدورۃ) ہے۔ لیکن بعض قراءات کی موافقت کی وجہ سے رسم میں تاء تانیث لکھی گئی ہے۔

ساتویں فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جو موصولہ (ملا کر لکھے گئے) یا مقطوعہ (کاٹ کر لکھے گئے) ہیں۔ ہم اس باب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں بالاختصار چند مثالیں پیش کریں گے۔

پہلی فصل

اَب ہم ان مثالوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔جن میں قراءات ایک سے زائد ہیں مگر رسم ایک ہی ہے۔ چونکہ مصاحف عثمانیہ نقطوں اور زیر، زبر، پیش سے خالی تھے اسی وجہ سے بعض دفعہ ایک ہی رسم میں ایک سے زائد قراءات سما جاتی تھیں۔

مثلاً: ﴿ نَغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ﴾[البقرۃ: ۵۸]:اس میں تین قراءات ہیں۔

① امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت ' يُغْفَرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ' ہے

② امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت ' تُغْفَرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ' ہے۔

③ باقی تمام قراء کی قراءت ' نَغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ' ہے۔

مثلاً: لفظ ﴿ لِجِبْرِيْلَ ﴾ [البقرۃ:۹۷] ہے۔اس میں چار قراءات ہیں:

① امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت 'لِجَبْرِيْلَ' ہے۔

② امام شعبہ رحمہ اللہ کی قراءت 'لِجَبْرَئِلَ' ہے۔

③ امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ کی قراءت 'لِجَبْرَئِيْلَ' ہے۔

④ باقی تمام قراء کی قراءت 'لِجِبْرِيْلَ' ہے۔

مثلاً: لفظ ﴿ اِثْمٌ كَبِيْرٌ ﴾[البقرۃ: ۲۱۹] ہے۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ کی قراءت ' اِثْمٌ كَثِيْرٌ ' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'اِثْمٌ كَبِيْرٌ' ہے۔

مثلاً: لفظ ﴿ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ ﴾ [الأنفال: ۱۱] ہے۔

اس میں تین قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت ' اِذْ يُغْشِيْكُمُ النُّعَاسَ' ہے۔

② امام ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی قراءت ' اِذْ يَغْشٰكُمُ النُّعَاسُ ' ہے۔

③ باقی تمام قراء کی قراءت ' اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ' ہے۔

مثلاً: لفظ ﴿ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْ ﴾[یونس: ۳۵] ہے۔

اس میں چھ قراءات ہیں:

① امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ اور امام قالون رحمہ اللہ (ایک وجہ میں) کی قراءت [لاَّ يَهَدِّيْ] (هاء کے اختلاس کے ساتھ) ہے۔

② امام ابوجعفر رحمہ اللہ اور امام قالون رحمہ اللہ (دوسری وجہ میں) کی قراءت 'لاَّ يَهْدِّي' ہے۔

③ امام ابن کثیر رحمہ اللہ، امام ابن عامر رحمہ اللہ اور امام ورش رحمہ اللہ کی قراءت 'لاَّ يَهَدِّيْ' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

④ امام شعبہ﷫ کی قراءت 'لاَّ یِهِدِّیْ' ہے۔

⑤ امام حفص﷫ اور امام یعقوب﷫ کی قراءت 'لاَّ یَهِدِّیْ' ہے۔

⑥ امام حمزہ﷫، امام کسائی﷫، امام خلف العاشر﷫ کی قراءت 'لاَّ یَهْدِیْ' ہے۔

مذکورہ بالا تمام مثالوں میں غور کرنے سے یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ جب ان الفاظ پر نقطے اور زبر، زیر، پیش نہ ہوں تو ایک ہی رسم سے یہ تمام قراءات سمجھی جاسکتی ہیں۔ خصوصاً آخری مثال پر غور کریں۔ اس میں خصوصاً قالون کی پہلی وجہ والی قراءت میں ھاء پر اختلاس ہے۔ یہ اختلاس صرف اور صرف اساتذہ کے پڑھانے سے ہی سمجھ آسکتا ہے۔ صرف کتابت سے اس کی وضاحت ممکن نہیں۔ اس لیے ہمارا دعویٰ ہے کہ قراءات صرف اور صرف تلقی اور مشافہت سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

دوسری فصل

اب ہم ان مثالوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن میں قراءات کے ساتھ ساتھ رسم بھی ایک سے زائد ہیں۔

① مثلاً: لفظ ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللهُ وَلَداً سُبْحٰنَهٗ ﴾ [البقرۃ:۱۱۶] ہے۔

اس آیت میں قراءات دو ہیں:

① امام ابن عامر شامی﷫ اس کو بغیر واو کے ''قَالُوا اتَّخَذَ اللهُ وَلَداً سُبْحٰنَهٗ'' پڑھتے ہیں۔

② باقی تمام قراء اس کو واو کے ساتھ ''وَقَالُوا اتَّخَذَ اللهُ وَلَداً سُبْحٰنَهٗ'' پڑھتے ہیں۔

اسی طرح اس آیت کا رسم بھی دو طرح ہے:

① مصحف شامی میں 'قَالُوا' واو کے بغیر لکھا ہوا ہے۔

امام شاطبی﷫ اپنی کتاب 'العقیلة' میں فرماتے ہیں:

''شام وقالوا بحذف الواو قبل یری'' [رقم البیت: ۵۵]

یعنی شامی مصحف میں 'قَالُوا' واو کے بغیر لکھا ہے۔

② باقی تمام مصاحف یہ لفظ 'واو' کے ساتھ 'وَقَالُوا' ہے۔

اس لفظ کو دونوں طرح لکھا گیا ہے تاکہ دونوں قراءات نکالی جاسکیں اگر اس کا رسم ایک طرح ہوتا تو دونوں قراءات نکالنی ممکن نہیں تھیں۔

② مثلاً: لفظ ﴿ وَسَارِعُوْا ﴾ [آل عمران: ۱۳۳]

اس لفظ میں بھی دو قراءات ہیں:

① امام نافع﷫ اور امام ابن عامر شامی﷫ کی قراءت 'سَارِعُوْا' واو کے بغیر ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'وَسَارِعُوْا' واو کے ساتھ ہے۔

اسی طرح اس کا رسم بھی دو طرح سے ہے:

① مصحف مکی وعراقی میں 'واو' کے ساتھ 'وَسَارِعُوْا' ہے۔

امام شاطبی﷫ اپنی کتاب 'العقیلة' میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وسارعوا الواو مكي عراقية [رقم البيت: ٦١]

② باقی تمام مصاحف میں واؤ کے بغیر 'سَارِعُوْا' ہے۔

اس لفظ میں بھی دونوں طرح رسم ہے تاکہ دونوں قراءات نکل آئیں:

مثلاً: لفظ ﴿ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾[الأعراف: ٣]

اس میں تین قراءات ہیں:

① امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'قَلِيْلاً مَّا يَتَذَكَّرُوْنَ' ہے۔

② امام حفص رحمہ اللہ، امام حمزہ رحمہ اللہ، امام کسائی کی قراءت 'قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ' ہے۔

③ باقی تمام قراء کی قراءت 'قَلِيْلاً مَّا تَذَّكَّرُوْنَ' ہے۔

لیکن اس میں رسم دو طرح مروی ہے:

① مصحف شامی میں [يَتَذَكَّرُوْنَ] ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقيلة' کے شعر نمبر ۷۴ میں فرماتے ہیں: 'وما يتذكرون و أنجاكم لهم زبرا'

② باقی تمام مصاحف میں 'تَذَكَّرُوْنَ' ہے۔

اس لفظ کو دو رسموں میں اسی لیے لکھا گیا ہے تاکہ تینوں قراءات نکالی جا سکیں۔

مثلاً: لفظ ﴿ تَجْرِيْ تَحْتَهَا ﴾[التوبة: ١٠٠] ہے۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت 'تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'تَجْرِيْ تَحْتَهَا' ہے۔

اس طرح اس میں رسم بھی دو طرح سے مروی ہے:

① مصحف مکی میں 'تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا' ہے۔

اس بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقيلة' کے شعر نمبر ۷۷ میں فرماتے ہیں:

'من تحتها آخرا مكيهم زبرا'

② باقی تمام مصاحف میں 'تَجْرِيْ تَحْتَهَا' ہے۔

ان دونوں رسموں سے دونوں قراءات نکالی جا سکتی ہیں۔

مثلاً: لفظ ﴿ كَانُوْا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾[غافر: ٢١]

اس میں دو قراءات ہیں:

① ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'كَانُوْا هُمْ أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'كَانُوْا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً' ہے۔

اسی طرح اس میں رسم بھی دو طرح ہے:

① مصحف شامی میں 'كَانُوْا هُمْ أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقیلة' کے شعر نمبر ۱۰۷ میں فرماتے ہیں۔

أشد منكم له أو أن لكوفية

یعنی شامی کے لیے منکم ہے۔

② باقی تمام مصاحف میں 'كَانُوْا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً' ہے۔

مثلاً: لفظ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾[الحدید: ۲۴] ہے۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ، امام ابوجعفر رحمہ اللہ اور ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'فَاِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ' ہے۔

اسی طرح اس میں رسم بھی دو طرح ہے:

① مصحف مدینہ وشام میں 'فَاِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ' ہے۔

اسی بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقیلة' کے شعر نمبر ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

دع للشام والمدنى هو المنيف ذرا

یعنی شامی ومدنی مصاحف میں بغیر 'ھو' کے لکھا ہے۔

ان تمام مثالوں سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ان الفاظ کو دو طرح لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں قراءات سمجھ آجائیں۔

تیسری فصل

اَب ہم ان کلماتِ قرآنیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن میں دو قراءات ہیں۔ ایک اثبات الف کے ساتھ اور دوسری حذف الف کے ساتھ لیکن ان دونوں کا رسم حذف الف کے ساتھ ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جس لفظ کا رسم حذف الف کے ساتھ ہے وہاں سے اثبات الف کی قراءت کیسے نکلتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ الف محذوفہ کے اوپر چھوٹا الف اسی لیے ڈالا جاتا ہے تاکہ اثبات الف کی طرف اِشارہ ہوجائے۔ جس طرح علامہ خراز اپنی کتاب 'دلیل الحیران شرح مورد الظمان' میں فرماتے ہیں:

وألحقن ألفا توسطا مما من الخط اختصارا اسقطا

''یعنی جس لفظ سے اختصاراً الف حذف کردیا گیا ہو اس پر چھوٹا الف (جسے ہم کھڑا زبر کہتے ہیں) لگا دو۔ (مثلاً العٰلمین)''

❶ مثلاً لفظ ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾[الفاتحۃ: ۴]

تمام علماء رسم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں میم کے بعد الف حذف کیا جائے گا۔ جس طرح امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب [العقیلة کے شعر ۴۶] میں فرماتے ہیں:

'وقل بالحذف ملك يوم الدين مقتصرا'

یعنی ملك يوم الدين میں حذف الف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس لفظ میں دو قراءات ہیں۔

① امام نافع رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ، ابن عامر رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت 'مَلِكِ' ہے۔اس قراءت کے مطابق یہ اسم فاعل مبالغہ کا صیغہ بنتا ہے۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے متعلق 'مَلِكِ'(یعنی بادشاہ) کہنا زیادہ بہتر ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مواقع پر اپنے آپ کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔مثلاً ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ﴾ 'آج کس کی بادشاہی ہے' اسی طرح ﴿الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ﴾ [الحشر: ۲۳] اسی طرح ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ [الناس:۲] 'لوگوں کے بادشاہ'

② باقی تمام قراء کی قراءت 'مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ' ہے۔

امام شافعی اپنی کتاب 'الشاطبية' میں فرماتے ہیں:

'وَمٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ راويه ناصر' (یعنی اس کو الف کے ساتھ عاصم اور کسائی نے پڑھا ہے)

اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ اپنی 'الدرة' میں فرماتے ہیں:

'وَمٰلِكِ حُزْ فُزْ' (یعنی اس کو الف کے ساتھ یعقوب اور خلف العاشر نے پڑھا ہے۔)

اس لفظ کو الف کے ساتھ پڑھنے سے یہ اسم فاعل کا صیغہ بن جائے گا۔جس کا معنی یہ ہے کہ (وہ اللہ) قیامت کے دن کا مالک ہے۔(پوری کائنات میں جیسے چاہے تصرف کرسکتا ہے۔اسی معنی میں قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ [آل عمران:۲۶]

''اے اللہ تو بادشاہی کا مالک ہے،جس کو چاہے بادشاہی دے......''

اس مثال سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر یہ لفظ الف کے ساتھ یعنی 'مَالِكِ' لکھ دیا جاتا،تو حذف الف والی قراءت کیسے نکلتی۔ اس لیے اس کو حذف الف کے ساتھ لکھا ہے تاکہ حذف و اثبات والی دونوں قراءات نکالی جاسکیں۔ڈاکٹر سالم محیسن اپنی کتاب 'الفتح الربانی' [صفحہ نمبر ۱۳۶] میں فرماتے ہیں کہ محذوف الفاظ کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم

بعض قراءات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے الف حذف کرنا۔یعنی الف کو حذف صرف اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ دوسری قراءات بھی نکالی جاسکیں۔مثلاً 'وَمَايَخْدَعُوْنَ' کا الف اس لیے حذف کیا گیا تاکہ 'وَمَايُخٰدِعُوْنَ' کی قراءت نکالی جاسکے۔(اس طرح 'مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ' کی مثال ہے)

دوسری قسم

بعض کلمات کا دوسرے کلمات سے فرق کرنے کے لیے الف حذف کرنا۔یعنی صرف اس لیے الف حذف کرنا تاکہ دوسری جگہ سے اس کا فرق ہوجائے۔مثلاً لفظ 'كِتٰب' ہے،اس کا الف صرف فرق کے لیے محذوف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تیسری قسم

بعض کلمات سے اختصار کی وجہ سے الف حذف کرنا۔ یعنی صرف اس لیے الف حذف کرنا تاکہ اختصار ہو جائے۔ مثلاً 'الرَّحْمٰن' میں میم کے بعد والا الف پورے قرآن میں صرف اختصار کی وجہ سے حذف ہے۔

مثلا: لفظ ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ﴾ [البقرة: ١٩١]

اس مثال میں تین افعال ہیں اور ان تینوں افعال سے الف حذف کیا گیا ہے۔ جس طرح امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'العقيلة' کے شعر نمبر ۴۸ میں فرماتے ہیں:

وقُتلوهم وأفعال القتال بها ثلاثة قبله تبدو لمن نظرا

یعنی وَقٰتِلُوْهُمْ اور اس کے ساتھ باقی دو افعال ان تینوں سے الف کا حذف واضح ہے۔

ان کلمات میں دو قراءات ہیں:

① امام حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور خلف العاشر رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔ ﴿وَلَا تَقْتُلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يَقْتُلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قَتَلُوْكُمْ﴾ (یعنی ان افعال کو باب قَتَلَ يَقْتُلُ سے بنایا گیا ہے۔)

② باقی تمام قراء کی قراءت ہے: ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ﴾ (یعنی ان افعال کو باب قَاتَلَ يُقَاتِلُ سے بنایا گیا ہے۔)

سالم محیسن اپنی کتاب [الفتح الرباني: ١٥٠] میں فرماتے ہیں:

ان کلمات میں الف اس لیے حذف کیا گیا تاکہ حذف الف والی قراءت بھی نکل آئے حالانکہ رسم قیاسی کا تقاضا یہ تھا کہ ان کلمات کو الف کے ساتھ لکھا جاتا۔ لیکن الف کے ساتھ لکھنے میں حذف الف والی قراءت نہیں نکل سکتی۔

❸ مثلاً: لفظ ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ [النساء: ٤٣]

بعض علماء رسم نے اس لفظ میں حذف الف کی باقاعدہ صراحت کی ہے۔

جس طرح امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقيلة' کے شعر نمبر ۵۸ میں فرماتے ہیں:

'مراغما قاتلوا لامستم بهما'

یعنی نافع نے حذف الف روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام دانی رحمہ اللہ اپنی کتاب [التیسیر کے صفحہ نمبر ۹۲] میں لکھتے ہیں:

"قرأ حمزة والكسائي 'أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ' في النساء والمائدة بغير ألف والباقون بالألف"

یعنی اس لفظ میں دو قراءات ہیں:

① امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی کی قراءت 'أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ' (بغیر الف)

② باقی تمام قراء کی قراءت 'أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ' (بالالف)

امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ اپنی کتاب [الحجة کے صفحہ نمبر ۲۰۵] میں فرماتے ہیں:

''حذف الف والی قراءت کے مطابق معنی یہ ہے کہ عورتوں کو جماع کے علاوہ چھونا یعنی بوس و کنار کرنا اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔ جبکہ اثبات الف والی قراءت کا معنی یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ جماع کرنا اور یہ ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عباس رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔

اسی طرح امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو حذف الف کے ساتھ لکھنے میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اس میں حذف والی قراءت بھی ہے۔ اس طرح کے الفاظ تو قرآن میں بہت زیادہ ہیں۔ اسی کثرت وقوع کی وجہ سے ان کا الف حذف کر دیا جاتا ہے۔''

چوتھی فصل

اب ہم ان قرآنی کلمات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن میں دو قراءات ہیں ایک اثبات یاء کے ساتھ، اور دوسری حذف یاء کے ساتھ لیکن رسم میں یاء کو حذف کر کے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ وہ کسرہ یاء محذوفۃ پر دلالت کرے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ بعض قراء ان کلمات میں وقفاً بھی یاء کو حذف کرتے ہیں۔

مثلاً: لفظ ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾ [البقرۃ: ۱۸۶]

اصل میں یہ لفظ 'الدَّاعِیْ' ہے اثبات یاء کے ساتھ۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام ورش رحمہ اللہ، امام ابوجعفر رحمہ اللہ اور امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت حالت وصل میں 'الدَّاعِیْ' ہے جبکہ وقفاً یہ قراء حذف یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں (امام یعقوب دونوں حالتوں میں یاء کو ثابت کرتے ہیں۔)

امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الحجۃ' کے صفحہ نمبر ۱۲۶ میں فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اصل میں یاء کے ساتھ ہے کیونکہ یاء فعل کا لام کلمہ ہے۔ ان قراء نے بہت اچھا کیا ہے کیونکہ یہ حالت وصل ہے یاء یعنی فاء کلمہ کو ثابت کرتے ہیں جبکہ حالت وقف میں یاء کو حذف کر کے انہوں نے رسم عثمانی کی اتباع کی ہے جبکہ یاء کو حذف کرنے والے قراء نے رسم عثمانی کو دلیل بنایا ہے۔

② باقی تمام قراء یاء کو وصل و وقف دونوں حالتوں میں حذف کرتے ہوئے 'الدَّاعِ' پڑھتے ہیں۔

مثلاً لفظ ﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ﴾ [القمر: ۶]

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام ورش، امام ابوعمرو بصری، امام ابوجعفر رحمہ اللہ یہ قراء حالت وصل میں اثبات یاء کے ساتھ 'الدَّاعِیْ' پڑھتے ہیں۔ (امام بزی رحمہ اللہ و یعقوب رحمہ اللہ دونوں حالتوں میں اثبات یاء کے ساتھ 'الدَّاعِیْ' پڑھتے ہیں۔)

② باقی تمام قراء دونوں حالتوں میں حذف یاء کے ساتھ 'الدَّاعِ' پڑھتے ہیں۔

مثلاً: لفظ ﴿مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ﴾ [القمر: ۸]

اس میں بھی دو قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ، امام ابوعمرو رحمہ اللہ، امام ابوجعفر رحمہ اللہ یہ قراء حالت وصل میں اثبات یاء کے ساتھ 'الدَّاعِی' پڑھتے ہیں۔ (امام ابن کثیر رحمہ اللہ، امام یعقوب رحمہ اللہ دونوں حالتوں میں اثبات یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔)

② باقی تمام قراء دونوں حالتوں میں حذف یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ اپنی کتاب [الحجۃ کے صفحہ نمبر ۲۸۹] میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورۃ القمر کے ان دونوں کلمات میں یاء کا اثبات اصل کے مطابق ہے جبکہ یاء کا حذف بھی جائز ہے کیونکہ یاء محذوفہ پر کسرہ دلالت کررہا ہے۔

مثلاً: لفظ ﴿ يَقُصُّ الْحَقَّ ﴾[الأنعام: ۵۷]

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ، ابن کثیر مکی رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ، ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراء 'يَقُصُّ الْحَقَّ' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءات 'يَقْضِ الْحَقَّ' ہے۔

مصاحف عثمانیہ میں یہ لفظ ' يقص' لکھا گیا ہے۔مصاحف عثمانیہ میں نقطے اور اعراب نہ ہونے کی وجہ سے دونوں قراءات کا احتمال موجود ہے۔اس لفظ کو صرف امام یعقوب رحمہ اللہ حالت وقف میں یاء کے اثبات کے ساتھ 'يَقْضِيْ' پڑھتے ہیں۔

معنوی اعتبار سے 'يَقُصُّ' بمعنی بیان کرنا ہے۔جس طرح قرآن میں ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾[یوسف:۳] جبکہ 'يَقْضِ' کا معنی ہے'فیصلہ کرنا' جس طرح[الغافر:۲۰] میں ہے: ﴿وَاللهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ﴾

پورے قرآن میں ایسے کلمات کی تعداد اکیس ہے جن میں رسماً یاء حذف ہے مثلاً ﴿ نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس:۱۰۳] ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ﴾[هود: ۱۰۵]، ﴿وَ مَا أَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ﴾[الروم: ۵۳]

ان مثالوں سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر ان کلمات میں رسماً یاء لکھ دی جاتی تو حذف یاء والی قراءت نکالنا مشکل ہوجاتا۔

پانچویں فصل

اَب ہم ان قرآنی کلمات کا ذکر کرتے ہیں کہ: جن میں تمام مصاحف عثمانیہ میں واؤ کو حذف کرکے صرف ضمہ پر اکتفاء کیا گیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ تمام قراء وقفاً و وصلاً واؤ کو حذف کرتے ہیں۔

قرآن میں اس طرح کی چار مثالیں ہیں۔

① مثلاً: لفظ ﴿ وَيَدْعُ الْإِنْسٰنُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ﴾[الإسراء: ۱۱]

یہ لفظ اصل میں 'يَدْعُوْ' واؤ کے ساتھ ہے۔لیکن تمام مصاحف عثمانیہ بالاتفاق اس کو واؤ کے حذف کے ساتھ لکھتے ہیں۔[نثرالمرجان: ۱۴/۴]

علامہ زرکشی رحمہ اللہ[البرهان في علوم القرآن: ۳۹۸/۱] میں فرماتے ہیں:

واؤ کے حذف سے ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ انسان بُرائی کو اختیار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔لیکن نیکی کے حصول میں جلدی نظر نہیں آتی۔

② مثلاً: لفظ ﴿ وَيَمْحُ اللهُ الْبٰطِلَ﴾ [الشوری: ۲۴]

اس لفظ میں واؤ کو بغیر کسی صرفی ،نحوی وجہ کے حذف کردیا گیا ہے۔تلفظ بھی واؤ کے بغیر ہے حالانکہ یہ اصل میں 'يَمْحُوْ' تھا۔[نثرالمرجان: ۳۶۲/۶]

اس طرح دو کلمات اور ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مثلاً: لفظ ﴿ يَدْعُ الدَّاعِ ﴾ [القمر: ٦]

اس میں بھی لفظ 'يَدْعُ' اصل میں 'يَدْعُوْ' تھا۔

مثلاً: لفظ ﴿ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴾ [العلق: ١٨]

اس میں لفظ 'سَنَدْعُ' اصل میں 'سَنَدْعُوْ' تھا۔

ان مثالوں سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ اگر ان کلمات کو واؤ کے ساتھ لکھا جاتا تو قراءت کی مخالفت ہو جاتی۔ کیونکہ تمام قراء وقفاً وصلاً اس واؤ کو حذف کرتے ہیں۔

چھٹی فصل

اب ہم ان قرآنی کلمات کا ذکر کرتے ہیں کہ: جن کلمات میں اصلاً ھاء ثانیت (تاء مدورۃ) ہے۔لیکن بعض قراءات کی موافقت کی وجہ سے ان کو تاء تانیث (لمبی تا) کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر سالم محیسن اپنی کتاب [الفتح الرباني کے صفحہ نمبر ٢٦٥] میں فرماتے ہیں:

''کہ ھاء تانیث جب فعل میں ہو تو تاء تانیث (لمبی تا) کے ساتھ لکھی جاتی ہے اور تمام قراء اسی تاء تانیث پر وقف کرتے ہیں مثلاً ﴿ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ ﴾ [طه: ١١١] اور یہ ھاء تانیث اسموں میں ہو تو اس کو ھاء تانیث کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے اور تمام قراء اس پر وقف بالھا کرتے ہیں مثلاً 'رِسَالَةٌ'

اصل قاعدہ یہ ہے لیکن چند ایک کلمات میں اس سے مختلف صورت حال ہے کہ ان کو لکھا تو تاء تانیث کے ساتھ جاتا ہے لیکن ان پر وقف ھاء تانیث کے ساتھ بالھا کیا جاتا ہے۔

شیخ علی القاری اپنی کتاب [المنح الفكرية شرح الجزري، کے صفحہ نمبر ٣٢٥] میں فرماتے ہیں کہ 'ھاء تانیث' کی دو قسمیں ہیں:

① وہ کلمات قرآنیہ جن میں ھاء تانیث کو ھاء تانیث کی صورت میں ہی لکھا جاتا ہے۔تمام قراء کا اتفاق ہے کہ ان پر وقف بالھاء ہی ہوگا اور یہ ویسے بھی عربی کتابت کے عین مطابق ہے۔

② وہ کلمات قرآنیہ جن میں ھاء تانیث کو تاء تانیث کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ان میں وقفاً قراء کا اختلاف ہے۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ ان کلمات میں لغت قریش کے مطابق وقف ھا کے ساتھ کرتے ہیں پھر اسی کے مطابق کسائی کا وقفاً اِمالہ، اور روم و اِشمام وغیرہ کے مسائل ہوں گے۔لیکن باقی تمام قراء لغت طی کے مطابق ان کلمات میں تاء تانیث کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔لہٰذا پڑھنے والے کو چاہئے کہ ہر کلمہ قرآنی میں تاء اور ھاء کی پہچان کرے تا کہ صحیح طور پر ادا کیا جاسکا۔

حافظ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لفظ 'رحمت' پورے قرآن میں سات جگہ آیا ہے۔وہ سات جگہ یہ ہیں۔سورۃ البقرہ، سورۃ الاعراف، سورۃ ھود، سورۃ مریم، سورۃ الروم اور سورۃ الزخرف میں دو جگہ۔مثلاً سورۃ البقرہ میں ہے: ﴿أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾ [البقرۃ: ٢١٨] تمام مصاحف میں بالاتفاق اس لفظ کو تاء تانیث کے ساتھ لکھا گیا ہے۔لیکن وقفاً اس میں اختلاف ہے۔ امام نافع رحمہ اللہ، امام ابن عامر رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ، امام حمزہ رحمہ اللہ، امام ابوجعفر رحمہ اللہ اور امام خلف رحمہ اللہ اس کو وقفاً تاء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہیں۔ تاکہ رسم قراءات کے ساتھ متفق رہے۔ لیکن باقی تمام قراء اس لفظ کو وقفاً ھا پڑھتے ہیں۔ جس طرح 'فاطمۃ، قائمۃ' وغیرہ جیسے کلمات کو وقفاً ھا کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت سارے کلمات ہیں مثلاً لفظ 'نعمت' یہ قرآن میں گیارہ مرتبہ آیا ہے۔ اسی طرح "سنت، امرأت، کلمت، لعنت، معصیت" ان کلمات کی تفصیل مقدمۃ الجزریۃ للشیخ ابن الجزری رحمہ اللہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان مثالوں سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اگر ان مثالوں میں رسم قیاسی کے مطابق ھا لکھی جاتی تو تا کے ساتھ وقف کرنے والے قراء کی قراءات کیسے نکل سکتی تھیں۔

ساتویں فصل

اب ہم ان قرآنی کلمات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جن کو ملا کر لکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ دو مستقل کلمات ہیں۔ لیکن بعض جگہ ان دونوں کو کاٹ کر بھی لکھا گیا ہے۔ یہ اصل کے مطابق ہے۔

مثلاً: لفظ ﴿أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللّٰهَ﴾ [ھود:۲]

یہ دو الگ الگ کلمات ہیں 'أَنْ' الگ کلمہ ہے اور 'لَا' الگ کلمہ ہے۔ مگر ان کو ملا کر 'أَلَّ' لکھا گیا ہے۔ اب تمام قراء کا اتفاق ہے کہ ان کو کاٹ کر پہلے لفظ پر وقف کرنا یا وصل میں کاٹ کر پڑھنا دونوں صورتیں غلط ہیں کیونکہ اب یہ ایک کلمہ بن چکا ہے۔ لیکن سورۃ ھود ہی میں یہی ﴿أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللّٰهَ﴾ آیت نمبر ۲۶ میں بھی ہے۔ اس آیت میں اس لفظ کو کاٹ کر ﴿أَنْ لَّا تَعْبُدُوٓا﴾ لکھا گیا ہے۔

اسی وجہ سے امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقیلۃ' شعر نمبر ۲۳۹ میں فرماتے ہیں:

واقطع بھود بأن لا تعبُدُوا الثان مع یاسین لا حصرا

یعنی سورۃ ہود کے دوسرے 'أَنْ لَّا تَعْبُدُوٓا' کو کاٹ کر لکھا۔

اس رسم کے مطابق تمام قراء کے لیے ان پر ضرورت ہو تو وقف جائز ہے۔ اسی طرح لفظ ﴿مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾ جیسے کلمات میں 'مِنْ' جارہ کو 'ما' موصولہ کے ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے۔

ان مثالوں سے یہ بات بخوبی سمجھ آتی ہے کہ: سورۃ ھود کے دوسرے لفظ کو کاٹ کر اسی لیے لکھا گیا ہے تاکہ لفظ 'أَنْ' پر وقف کا جواز رسم سے ثابت ہو جائے اور اس کے علاوہ باقی تمام کلمات میں کاٹ کر پڑھنا قطعاً غلط ہے۔ اگر سورۃ ھود والے دوسرے 'أَنْ لَّا تَعْبُدُوٓا' کو پہلے کے مطابق ملا کر لکھ دیا جاتا تو 'أَنْ' پر وقف والی قراءت کیسے سمجھ آتی۔ تمت بالخیر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

اِعجاز رسم القرآن من حیث القراءات

فاضل مضمون نگار نے رُشد قراءات نمبر دوم میں قرآن مجید کے رسم توقیفی کے متعدد معنوی اعجازات کی وضاحت کیلئے الگ مضمون ترتیب دیا تھا۔ زیر نظر مضمون اسی مضمون کی ایک کڑی ہے جس میں موصوف نے رسم قرآنی کے اعجاز کے بعض دیگر پہلوؤں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اس مضمون کو اگر پچھلے مضمون کے تناظر میں پڑھا جائے تو اس کی افادیت سے کم حقہ مستفید ہوا جاسکتا ہے۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ وہ عظیم الشان کتاب ہے، جس کی حفاظت کا ذِمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے سرلیا ہے۔ یہ حفاظت الٰہی کا ہی کرشمہ ہے کہ اس کتاب مبین کا ہر ہر حرف، کلمہ، لہجہ اور رسم تک محفوظ ہے۔ حفاظت قرآن کا ایک ذریعہ کتابت ہے، اور کتابتِ قرآن مجید کا سلسلہ عہد نبوی ﷺ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ جب بھی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو بلوا کر اسے لکھوا دیا کرتے تھے۔ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں مکمل قرآن مجید کو ایک جگہ محفوظ کرلیا گیا اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں اس کی متعدد کاپیاں کروا کر مختلف علاقوں کی طرف روانہ کردیا گیا۔ تدوین قرآن کے ان تمام مراحل میں اس کی رسم کا خصوصی اِہتمام کیا گیا اور تمام اَدوار میں اسی رسم کے مطابق لکھا گیا جس کے مطابق نبی کریم ﷺ نے لکھوایا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جو مصاحف لکھوائے، ان کا رسم وہی تھا جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے صحف کا تھا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے صحف کا رسم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق تھا۔ اس اِعتبار سے قرآن مجید کا رسم توقیفی حیثیت کا حامل ہے جس کی مخالفت کرنا حرام ہے۔ قرآن مجید کا یہ رسم توقیفی متعدد اسرار و رموز کا حامل ہے اور تمام قراءاتِ متواترہ کو اپنے اَندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ اس رسم توقیفی کا ہی اعجاز ہے کہ ایک ہی رسم سے متعدد قراءات قرآنیہ نکل رہی ہوتی ہیں۔ وگرنہ اگر اس رسم توقیفی کے خلاف کسی کلمہ کو رسم قیاس کے مطابق لکھ دیا جائے تو شاید اس سے وہ تمام قراءات متواترہ نہ نکل سکیں جو رسم توقیفی (عثمانی) سے نکلتی ہیں۔

علم الرسم کی تعریف

رسم کا لغوی معنی اثر یا نشان ہے، اس کی جمع رسوم (آثار، نشانات) آتی ہے۔ جبکہ علم الرسم سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے مصاحف عثمانیہ کی اِملاء میں رسم قیاسی کی مخالفت اور اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔ [قرآن وسنت چند مباحث: ۴۷]

قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ علم الرسم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’کلمات قرآنی کو حذف و زیادت اور وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنے کا علم، جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ نبی کریمﷺ سے منقول ہے۔'' [الخط العثماني في الرسم القرآني:۲]

علم الرسم کا موضوع

علم الرسم کا موضوع قرآن مجید کے حروف من حیث الکتابت ہیں، کیونکہ اس علم میں حروف کی رسم کا ہی بیان ہوتا ہے۔ تاکہ جس طرح قرآن مجید من حیث المعنیٰ محفوظ ہے، اسی طرح اس کی رسم بھی محفوظ ہوجائے۔ تمام قراءِ کرام اور اَہل علم پر واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کے رسم کا علم حاصل کریں اور اس کی پیروی کریں اور اس کی مخالفت کرنے سے اِجتناب کریں، کیونکہ یہ زید بن ثابتؓ کا رسم ہے جو نبی کریمﷺ کے اَمانت دار تھے اور کسی کے لیے بھی اس کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ سیدنا زیدؓ کی کتابت کے خلاف لکھے۔

[الخط العثماني في الرسم القرآني:۶،۷]

رسم عثمانی کی شرعی حیثیت

رسم عثمانی توقیفی ہے جسے نبی کریمﷺ نے خود اپنی نگرانی میں لکھوایا۔ عہد صدیقیؓ اور عہد عثمانیؓ میں بھی سیدنا زید بن ثابتؓ نے نبی کریمﷺ کے لکھوائے ہوئے رسم کے مطابق قرآن مجید کو جمع کیا۔ کتابت مصاحف میں رسم عثمانی کا اِلتزام کرنا فرض و واجب ہے اور رسم عثمانی کے خلاف کتابت قرآن حرام ہے۔ کیونکہ یہی وہ معیاری رسم ہے جس پر بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) صحابہ کرامؓ اور اُمت کا اِجماع ہے۔ [رسم عثمانی کی توقیفیت اور کتابت مصاحف میں اس کا التزام کرنے کے حوالے سے تفصیلات جاننے کے لیے راقم الحروف کے 'رسم عثمانی اور اس کی حیثیت' نامی مضمون کا مطالعہ فرمائیں جو ماہنامہ 'رُشد' کے شمارہ ''قراءات نمبر (حصہ اوّل)'' میں شائع ہو چکا ہے۔]

چونکہ رسم عثمانی توقیفی ہے اور کسی بھی قراءت کے ثبوت کے لیے جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قراءت رسم عثمانی کے موافق ہو۔ لہٰذا رسم عثمانی سے مخالفت کی بنیاد پر سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدنا اُبی بن کعبؓ وغیرہ کے مصاحف کی تلاوت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم میں منقول رسم عثمانی کے خلاف صحیح رِوایات سے ثابت قراءات کی تلاوت کرنا بھی ناجائز ہے، کیونکہ وہ رسم عثمانی کے خلاف ہیں۔ وہ صحیح اَحادیث کا درجہ تو رکھتی ہیں مگر انہیں شرائط کے فقدان کی بناء پر قرآن نہیں کہا جائے گا۔

رسم عثمانی پر کی جانے والی خدمات مزیدہ

عہد نبویﷺ، عہد صدیقیؓ اور عہد عثمانیؓ میں قرآن مجید کے توقیفی رسم پر نہ تو نقطے تھے اور نہ ہی اعراب، اور موجودہ دور میں قرآن مجید کی أجزاء، أحزاب، تخمیس و تعشیر، منازل اور رکوعات وغیرہ کی تقسیم بھی موجود نہیں تھی۔ بلکہ منجملہ مذکورہ خدمات عہد عثمانی کے بعد تلاوت میں سہولت پیدا کرنے کے لیے سرانجام دی گئیں۔ قاری رحیم بخش صاحب پانی پتیؒ نے اپنی کتاب 'الخط العثماني في الرسم القرآني' میں رسم عثمانی پر خدمات مزیدہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رسم عثمانی پر سرانجام دی جانے والی خدمات مزیدہ کا مختصر بیان درج ذیل ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن مجید کی تشکیل (اِعراب لگانا)

اسلام سے پہلے عرب نقاط و اِعراب سے واقف نہ تھے بلکہ وہ اپنے قدرتی اورفطرتی ملکہ اورطبعی محاورہ سے اعراب وغیرہ صحیح طور پر ادا کرلیا کرتے تھے۔ جب مملکت اِسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوگیا اورعرب وعجم کا اِختلاط ہوا تو عرب وعجم دونوں کی تلاوت میں غلطی واقع ہونے لگی۔ چنانچہ اس غلطی سے بچاؤ کے لیے اہل علم نے نقاط وحرکات کی علامات مقرر کردیں۔

اس مبارک کام کی اِبتداء (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید) أبو الأسود الدؤلي نے کی۔ چنانچہ اُنہوں نے تلاوت کی اِصلاح کے لیے چند علامات (اعراب سے متعلق) وضع کیں۔ انہوں نے زبر کے لیے حرف کے اُوپر ایک نقطہ، زیر کے لیے حرف کے نیچے ایک نقطہ اور پیش کے لیے حرف کے سامنے یا درمیان میں ایک نقطہ، اور تنوین کے لیے ایک کی بجائے دو دونقطوں کی علامات وضع کیں وغیرہ۔ جب ایک جزء مکمل ہوجاتا تو أبو الأسود الدؤلي اس پرنظر ثانی کرتے اورآگے کام شروع کردیتے، یہاں تک کہ مکمل قرآن مجید کے اعراب لگادیئے گئے۔ لوگوں نے اس طریقۂ اِعراب کو قبول کیا اور اس کوشکل وتشکیل کا نام دیا۔ اس کے بعد اہل علم نے حرکات میں مزید چند علامتوں کا اضافہ کیا۔ حتیٰ کہ خلیل بن احمد الفراھیدی نحوی نے ضبط حرکات کا یہ طریقہ جاری کیا جو آج کل مروّج ہے۔ یعنی زَبر کے لیے حرف کے اُوپر ایک لمبی لکیر، زِیر کے لیے حرف کے نیچے ایک لمبی لکیر اور پیش کے لیے حرف کے اُوپر ایک چھوٹا سا واؤ کی علامت مقرر کردیں، تنوین کی صورت میں یہی علامات ایک کی بجائے دو دو مقرر کردیں نیز خلیل نحوی نے روم اور اِشمام کی علامات بھی مقرر کیں۔

قرآن مجید کی تنقیط (نقطے)

۴۰ ہجری سے کچھ عرصہ بعد تک لوگوں مصاحف عثمانیہ سے درست تلاوت کرتے رہے۔ پھر عراق میں نقطوں کی غلطی بکثرت واقع ہونے لگی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں کاتبین مصاحف سے یہ مطالبہ کیا کہ جو حروف لکھائی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (مثلاً د ذ، ر ز، س ش، ص ض وغیرہ) ان کے درمیان اِمتیاز کے لیے بھی علامات مقرر کردیں۔ چنانچہ (أبو الأسود الدؤلي کے شاگرد) نصر بن عاصم لیثی اور یحیٰی بن یعمر عدوانی نے مشتبہ الکتابت حروف کی تمیز کے لیے ہر حرف کے نقطوں کی تعداد مقرر کردی مثلاً ش کیلئے اس کے تین دندانوں کی مناسبت سے تین نقطے مقرر کردیئے وغیرہ وغیرہ۔ اور اس اَنداز سے انہوں نے پورے قرآن مجید کو منقط کردیا۔ یہ سلسلہ آج تک اسی اَنداز سے چلا آرہا ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ 'فا' اور 'قافٗ' کے بارے میں اَہل مشرق اور اَہل مغرب کا اختلاف ہے۔ اہل مشرق تو 'فا' کے لیے ایک نقطہ اور 'قاف' کے لیے دو نقطے اوپر لگاتے ہیں جبکہ اہل مغرب 'فا' کے نیچے اور 'قاف' کے اُوپر صرف ایک ایک نقطہ لگاتے ہیں۔ لیکن اس اصطلاح میں کوئی ضرر نہیں ہے۔

مذکورہ (تشکیل وتنقیط کے) دونوں کام رسم عثمانی پر بعد میں کیے گئے۔ ان کو اصطلاح میں ضبط کہا جاتا ہے۔ علامات ضبط وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں اور ان میں اِرتقاء ہوتا رہا۔ علاماتِ ضبط اِجتہادی ہیں اور ان میں تبدیلی جائز ہے بشرطیکہ نئی علامات قدیم علامات سے سہل اور آسان ہوں۔ گویا کہ علامات ضبط کو رسم عثمانی کی مانند کوئی ایسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تقدیس حاصل نہیں ہے کہ ان میں تبدیلی نہ ہوسکتی ہو۔ رسم عثمانی چونکہ توقیفی ہے لہٰذا اس میں تبدیلی حرام ہے۔

تخمیس و تعشیر (آیتوں کے پانچ پانچ اور دس دس ہونے کی علامات)

قتادہ تابعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آیتوں کے پانچ اور دس ہونے کی علامات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ بھی لگاتے تھے۔ امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگ تمام شہروں میں تابعین رحمہ اللہ کے عہد سے ہمارے اس زمانہ تک نقطے اور حرکات لگانے کی اجازت دیتے چلے آئے ہیں۔ جو قرآن اصل الاصول تھے، ان میں بھی، اور ان کے علاوہ دوسرے قرآنوں میں بھی، اور سورتوں کے شروع کی اور ان کی آیتوں کے شمار کی اور اسی طرح خموس و اعشار کے موقعوں کی علامت لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ کام بھی سب سے پہلے نصر بن عاصم لیثی نے کیا جو بصرہ کے جلیل القدر تابعی تھے۔''

[الخط العثماني في الرسم القراني: ۳۰،۳۱]

اَجزاءِ قرآن (۳۰ پارے)

قرآن مجید کو ختم کرنے کی مدت میں سلف صالحین کی عادت کم و بیش مختلف رہی ہے۔ کوئی تین دن میں قرآن ختم کرتا تھا، کوئی سات دن میں اور کوئی ایک مہینہ میں۔

شاید اسی سے اَخذ کرتے ہوئے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں تیس (۳۰) پاروں کی اِصطلاح مقرر ہوئی۔ ان تیس پاروں کے شمار میں عام مہینوں کے دنوں کے شمار کی موافقت ہے۔ پھر ہر پارہ کے چار حصے کیے گئے ہیں۔ اسی لیے مروجہ نسخوں میں رُبع (چوتھائی) نصف (آدھے) ثلثہ (تین رُبع) کے حصے شمار حروف کے اِعتبار سے درج ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید کو مختلف منازل اور رکوعات میں تقسیم کردیا گیا ہے جو سب کے سب تلاوت قرآن مجید کے مختلف طریقے ہیں۔ [تفصیلات جاننے کے لیے قاری رحیم بخش رحمہ اللہ کی کتاب "الخط العثماني في الرسم القرآني" کا مطالعہ فرمائیں] مذکورہ تمام تقسیمات تلاوت کرنے کے اعتبار سے ہیں کہ کون کتنی تلاوت کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ تمام اجتہادی ہیں، ان میں تبدیلی کرنا بھی جائز ہے۔

ثبوتِ قراءات کا ضابطہ

کسی بھی قراءت کے صحیح ثابت ہونے کے لیے اس میں درج ذیل تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

① سند کا تواتر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہونا۔

② روایت کا مصحف عثمانیہ کی رسم کے موافق ہونا۔ خواہ احتمالاً ہی ہو۔

③ لغت عرب کی کسی بھی وجہ کے موافق ہونا۔

لہٰذا اگر کسی قراءت میں مذکورہ تینوں شرائط پائی جاتی ہیں تو وہ قرآن ہے اور اگر کسی قراءت میں مذکورہ تینوں شرائط میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو وہ قراءتِ شاذہ ہے اور غیر قرآن ہے۔

مصاحفِ عثمانیہ اور قراءاتِ متواترہ

کسی بھی قراءت کے صحیح ثابت ہونے کے لیے منجملہ تین شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مصاحف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کی رسم کے موافق ہو۔ چنانچہ تمام قراءات صحیحہ مصاحف عثمانیہ کے رسم کے موافق ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف لکھوائے تھے ان کا رسم ایسا تھا کہ اس سے تمام قراءات نکلتی تھیں۔ لیکن ان قراءات کے ضبط کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ ساتھ ایک ایک قاری بھی روانہ کیا۔ جو لوگوں کو مختلف قراءات ولہجات کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ان قراء کی متعدد قراءات کے فرق کے باوجود تمام مصاحف عثمانیہ کا رسم ایک جیسا تھا۔ سوائے گنتی کے چند کلمات کے، جن میں مصاحف کا حذف وزیادت کا اختلاف ہے۔ اب جن مصاحف میں جو کلمات ثابت تھے، ان مصاحف کو پڑھنے والے قراء نے اپنی قراءت بھی رسم کے موافق ویسی ہی اِثبات الکلمات کے ساتھ اختیار کی اور جن مصاحف میں جو کلمات حذف تھے ان مصاحف کو پڑھنے والے قراء نے اپنی قراءت اسی مصحف کے رسم کے مطابق بحذف الکلمات اختیار کی۔ مثلاً شامی مصحف میں ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ [بقرہ:۱۱۶] بحذف الواوٴ مرسوم ہے، چنانچہ شام کے قراء بھی اس کو شامی مصحف کے رسم کے مطابق بحذف الواوٴ ہی پڑھتے ہیں۔ قراءِ سبعہ میں سے اِمام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت بھی بحذف الواوٴ ہی ہے۔ جبکہ دیگر مصاحف میں یہ آیت مبارکہ ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ [بقرہ:۱۱۶] باثبات الواوٴ مرسوم ہے۔ چنانچہ دیگر تمام قراءِ کرام اس کو باثبات الواوٴ ہی پڑھتے ہیں۔

حذف واثبات کے اعتبار سے مختلف مصاحف عثمانیہ میں اختلافی مقامات کی تعداد باون (۵۲) کے قریب ہے۔ جن کی تفصیل امام عبدالواحد بن عاشر الاندلسی کی نظم 'الإعلان بتکملة مورد الظمئان' میں موجود ہے۔

اِعجاز رسم القرآن من حیث القراءات

مشہور اَہل علم کے نزدیک رسم عثمانی توقیفی ہے اور کتابت مصاحف میں اس کا اِلتزام کرنا فرض وواجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ رسم عثمانی کے منجملہ فوائد اور اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس سے تمام قراءاتِ صحیحہ متواترہ نکل آتی ہیں۔ اگر قرآن مجید کو رسم عثمانی کی بجائے رسم قیاسی کے مطابق لکھا جائے تو رسم عثمانی سے نکلنے والی تمام قراءات صحیحہ متواترہ رسم قیاسی سے نہیں نکل سکیں گی اور متعدد قراءات صحیحہ متواترہ ساقط ہو جائیں گی۔ کیونکہ کسی بھی قراءت کے صحیح ثابت ہونے کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قراءت مصاحف عثمانیہ کے رسم کے موافق ہو۔ رسم عثمانی اپنی توقیفیت کی بناء پر متعدد اِسرار ورموز اور حکمتوں کو اپنے اَندر سموئے ہوئے ہے۔

رسم عثمانی کے اِعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ پڑھی جاتی ہیں۔ ذیل میں ہم نے رسم عثمانی کے شاہکار چند منتخب کلمات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اگر ان کا رسم، رسم عثمانی کی بجائے، رسم قیاسی کے مطابق ہوتا تو اس سے فلاں، فلاں قراءت ساقط ہو جاتی جبکہ رسم عثمانی سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ نکل آتی ہیں مثلاً:

[بقرہ:۹] ﴿وَمَا يَخْدَعُوْنَ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، امام ابن کثیر مکی اور امام ابوعمرو بصری ﴿يُخٰدِعُوْنَ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿يَخْدَعُوْنَ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (رسم عثمانی) سے ﴿يَخْدَعُوْنَ، يُخٰدِعُوْنَ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جاتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[بقرہ:۳۶] ﴿فَأَزَلَّهُمَا﴾ اس کلمہ میں دو قراء ات ہیں۔ امام حمزہ ﴿فَأَزَالَهُمَا﴾ جبکہ دیگر تمام قراءِ کرام ﴿فَأَزَلَّهُمَا﴾ پڑھتے ہیں۔اس کے موجودہ رسم سے ﴿فَأَزَلَّهُمَا ، فَأَزَالَهُمَا﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۵۱] ﴿وَإِذْ وٰعَدْنَا﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام ابوعمرو بصری، امام ابوجعفر اور امام یعقوب ﴿ وَعَدْنَا ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿ وٰعَدْنَا﴾ پڑھتے ہیں۔اس کو اگر وَاعَدْنَا بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿ وَعَدْنَا﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی ،لیکن اس کے موجودہ رسم (رسم عثمانی) سے ﴿ وٰعَدْنَا ، وَعَدْنَا﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۸۵] ﴿أُسٰرٰی﴾ اس کلمہ میں دو قراء ات ہیں۔ امام حمزہ ﴿أَسْرٰی﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿أُسٰرٰی﴾ پڑھتے ہیں۔اس کو اگر أُسَارٰی بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿أَسْرٰی﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿أَسْرٰی ، أُسٰرٰی﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جاتی ہیں۔

[بقرہ:۸۵] ﴿تُفٰدُوهُمْ﴾ اس کلمہ میں دو قراء ات ہیں۔ امام نافع، عاصم، کسائی، یعقوب اور ابوجعفر ﴿تُفٰدُوهُمْ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿تَفْدُوهُمْ﴾ پڑھتے ہیں اگر اس کلمہ کو تُفَادُوْهُم لکھ دیا جاتا تو ﴿ تَفْدُوهُمْ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔لیکن اسکے موجودہ رسم سے ﴿تُفٰدُوهُمْ ،تَفْدُوهُمْ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جاتی ہیں۔

[بقرہ:۱۲۴] ﴿إِبْرٰهِمَ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام ہشام ﴿إِبْرٰهَمَ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿إِبْرٰهِمَ﴾ پڑھتے ہیں۔اس کو اگر إِبْرٰهِيْم بالیاء لکھ دیا جاتا تو إِبْرٰهَام والی قراءت ساقط ہوجاتی لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿إِبْرٰهَمَ، إِبْرٰهِمَ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۱۶۴] ﴿الرِّيٰحِ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿الرِّيْحِ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿الرِّيٰحِ﴾ پڑھتے ہیں۔اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿الرِّيْحِ ، الرِّيٰحِ﴾ دونوں قراءت ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۲۳۶] ﴿تَمَسُّوهُنَّ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿تُمٰسُّوهُنَّ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿تَمَسُّوهُنَّ﴾ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کو تُمَاسُّوْهُنَّ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿تَمَسُّوهُنَّ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿تَمَسُّوهُنَّ، تُمٰسُّوهُنَّ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۲۵۱] ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔امام نافع، ابوجعفر اور امام یعقوب ﴿ دِفٰعُ اللّٰهِ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿ دَفْعُ اللّٰهِ﴾ پڑھتے ہیں۔اس کو اگر دِفَاعُ اللّٰهِ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿ دَفْعُ اللّٰهِ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿ دَفْعُ اللّٰهِ، دِفٰعُ اللّٰهِ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[بقرہ:۲۶۱] ﴿يُضٰعِفُ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ مکی، شامی، ابوجعفر اور یعقوب ﴿يُضَعِّفُ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿يُضٰعِفُ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر يُضَاعِفُ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿يُضَعِّفُ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿يُضٰعِفُ، يُضَعِّفُ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[آلعمران:۲۸] ﴿تُقٰةً﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ یعقوب ﴿تَقِيَّةً﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿تُقٰةً﴾ پڑھتے ہیں اس کو اگر تُقَاةً بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿تَقِيَّةً﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی، لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿تَقِيَّةً ، تُقٰةً﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[آلعمران:۴۹] ﴿طَيْرًا﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، ابوجعفر اور یعقوب ﴿طٰئِرًا﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿طَيْرًا﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿طَيْرًا ، طٰئِرًا﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔
[نساء:۵] ﴿قِيٰمًا﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع اور ابن عامر شامی ﴿قِيَمًا﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿قِيٰمًا﴾ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کو قِيَاماً بالالف لکھا جاتا تو ﴿قِيَمًا﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن موجودہ رسم عثمانی سے ﴿قِيٰمًا ، قِيَمًا﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[نساء:۳۳] ﴿عَقَدَتْ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿عَقَدَتْ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿عٰقَدَتْ﴾ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کو عَاقَدَتْ بالالف لکھا جاتا تو ﴿عَقَدَتْ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿عَقَدَتْ ، عٰقَدَتْ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[نساء:۴۳] ﴿لٰمَسْتُمُ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ کسائی اور خلف العاشر ﴿لَمَسْتُمُ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿لٰمَسْتُمُ﴾ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کو لَامَسْتُمُ بالالف لکھا جاتا تو ﴿لَمَسْتُمُ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی، لیکن موجودہ رسم عثمانی سے ﴿لٰمَسْتُمُ، لَمَسْتُمُ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[مائدہ:۱۳] ﴿قٰسِيَةً﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ اور امام کسائی ﴿قَسِيَّةً﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿قٰسِيَةً﴾ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کو قَاسِيَةً بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿قَسِيَّةً﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی لیکن موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿قٰسِيَةً ، قَسِيَّةً﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔
[مائدہ:۱۰۷] ﴿الْأَوْلَيٰنِ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام شعبہ، حمزہ، خلف العاشر اور یعقوب ﴿الْأَوَّلِيْنَ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿الْأَوْلَيٰنِ﴾ پڑھتے ہیں اور دونوں قراءات ہی اس ایک رسم (عثمانی) سے پڑھی جارہی ہیں۔
[انعام:۵۷] ﴿يَقُصُّ الْحَقَّ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، ابن کثیر مکی، عاصم اور ابوجعفر ﴿يَقُصُّ الْحَقَّ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿يَقْضِ الْحَقَّ﴾ پڑھتے ہیں۔ اور مذکورہ دونوں قراءات، ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[انعام:۶۱] ﴿توَفَّتْهُ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں، امام حمزہ ﴿توَفّٰهُ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿توَفَّتْهُ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر تَوَفَّاهُ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿توَفَّتْهُ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن موجودہ رسم سے ﴿توَفَّتْهُ، توَفّٰهُ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[انعام:۹۶] ﴿وَجَعَلَ الَّيْلَ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿وَجَعَلَ الَّيْلَ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿وَجٰعِلُ الَّيْلِ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر وَجَاعِل بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿وَجَعَلَ الَّيْلَ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی، لیکن موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿وَجَعَلَ الَّيْلَ، وَجٰعِلُ الَّيْلِ﴾ دونوں قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[انعام:۱۰۵] ﴿دَرَسْتَ﴾	اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ مکی اور بصری ﴿دٰرَسْتَ﴾ ابن عامر شامی اور یعقوب ﴿دَرَسَتْ﴾ جبکہ باقی قراءکرام ﴿دَرَسْتَ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿دَرَسْتَ، دٰرَسْتَ، دَرَسَتْ﴾ تینوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔
[انعام:۱۲۵] ﴿يَصَّعَّدُ﴾	اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ امام ابن کثیر مکی ﴿يَصْعَدُ﴾ امام شعبہ ﴿يَصّٰعَدُ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿يَصَّعَّدُ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے مذکورہ تینوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔
[اعراف:۱۱۲] ﴿سٰحِرٍ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ کسائی اور خلف العاشر ﴿سَحّٰرٍ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿سٰحِرٍ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿سٰحِرٍ، سَحّٰرٍ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔
[اعراف:۱۷۲] ﴿ذُرِّيَّتَهُمْ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، بصری، شامی، ابوجعفر اور یعقوب ﴿ذُرِّيّٰتِهِمْ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر ذُرِّيَاتِهِمْ لکھا جاتا تو ﴿ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿ذُرِّيَّتَهُمْ، ذُرِّيّٰتِهِمْ﴾ دونوں قراءات پڑھی جارہی ہیں۔
[مریم:۲۵] ﴿تُسٰقِطْ﴾	اس کلمہ میں چار قراءات ہیں۔ امام حفص ﴿تُسٰقِطْ﴾ امام حمزہ ﴿تَسٰقَطْ﴾ امام یعقوب ﴿يَسّٰقَطْ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿تَسّٰقَطْ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ چاروں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔
[لقمان:۲۰] ﴿نِعَمَهُ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، امام بصری، حفص اور ابوجعفر ﴿نِعَمَهُ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿نِعْمَةً﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔
[سبأ:۱۹] ﴿رَبَّنَا بٰعِدْ﴾	اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ مکی، بصری اور ہشام ﴿رَبَّنَا بَعِّدْ﴾ یعقوب ﴿رَبُّنَا بٰعَدَ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿رَبَّنَا بٰعِدْ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ تینوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔
[احزاب:۳۰] ﴿يُضٰعَفْ﴾	اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ امام ابن کثیر مکی اور شامی ﴿نُضَعِّفْ﴾ بصری، ابوجعفر اور یعقوب ﴿يُضَعَّفْ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿يُضٰعَفْ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ تینوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[ص:۴۸] ﴿وَالْيَسَعَ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿وَاللَّيْسَعَ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿وَالْيَسَعَ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

[زخرف:۱۹] ﴿عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، مکی، شامی، ابوجعفر اور یعقوب ﴿عِنْدَ الرَّحْمٰنِ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ﴾ پڑھتے ہیں۔ اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

[زخرف:۲۴] ﴿قٰلَ اَوَلَوْ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام ابن عامر شامی اور امام حفص ﴿قٰلَ اَوَلَوْ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿قُلْ اَوَلَوْ﴾ پڑھتے ہیں۔ اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

[حجرات:۶] ﴿فَتَبَيَّنُوْا﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ کسائی اور خلف العاشر ﴿فَتَثَبَّتُوْا﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿فَتَبَيَّنُوْا﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

مذکورہ مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءاتِ صحیحہ متواترہ پڑھی جارہی ہوتی ہیں اور کوئی قراءت صحیحہ ساقط نہیں ہوتی۔ یہ تھیں رسم عثمانی کے إعجاز من حیث القراءات کی چند مثالیں۔ ورنہ پورے قرآن مجید کا رسم، رسم عثمانی پر مشتمل ہے۔ اِختصار کے پیش نظر ہم نے ان میں سے چند اَمثلہ پیش کر دی ہیں۔ عصر حاضر میں رسم عثمانی کے مطابق معیاری مصحف کی طباعت کے سلسلے میں مجمع ملک فہد نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور 'المصحف المدینة' کے نام سے روایت حفص میں رسم عثمانی کے مطابق ایک معیاری مصحف تیار کیا ہے جو سعودی عرب سمیت دنیا کے متعدد ممالک میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں پاکستان میں مطبوعہ مصاحف رسم عثمانی کے مطابق نہیں ہیں بلکہ ان میں متعدد اَغلاط پائی جاتی ہیں۔

[تفصیلات کے لیے مولانا پروفیسر احمد یار صاحب کی کتاب ''قرآن وسنت، چند مباحث'' کا مطالعہ فرمائیں]

ہاں اَلبتہ حال ہی میں بین الاقوامی طباعتی ادارے مکتبہ 'دار السلام' لاہور نے رسم عثمانی کے مطابق مصحف چھاپنے کی کوشش کی ہے جو اس باب میں ایک گراں قدر خدمت ہے۔

رسم عثمانی کا حقیقی تصور

رسم عثمانی سے مراد وہ طرز کتابت قرآن مجید ہے جو اَمیر المؤمنین سیدنا عثمان ﷛ کے عہد خلافت میں سیدنا زید بن ثابت ﷛ کی نگرانی میں کاتبین قرآن کی ایک جماعت نے سرانجام دی اور اس سے پہلے نبی کریم ﷺ نے اس کے مطابق کتابت کروائی۔ اس وقت قرآن مجید کا رسم نقاط و اعراب اور اَجزاء اَحزاب اور رکوعات وغیرہ کی تقسیمات سے خالی تھا۔ مذکورہ مثالوں میں بھی رسم کا وہ تصور پیش نظر ہے جو رسم عثمانی پر خدمات مزیدہ سے پہلے کا تھا اور وہ رسم ایسا ہے کہ اس سے تمام قراءات پڑھی جاتی ہیں جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں گزر چکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ انس نضر مدنی☆، حافظ مصطفیٰ راسخ
نظر ثانی: ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی*

پاکستانی مصاحف کی حالتِ زار اور معیاری مصحف کی ضرورت

قرآن مجید دین و شریعت کی اساس اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر شروع سے ہی انتہائی اہتمام کے ساتھ اس کی ترویج واشاعت ہوئی۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں مختلف انداز میں کتابی صورت میں یہ ہم تک منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ البتہ جب سے دُنیا میں طباعت خانوں کا آغاز ہوا تو قلمی کتابت کے بجائے قرآن مجید باقاعدہ مطبع خانوں میں پرنٹ ہونے لگا۔ یہی وہ دور ہے جس میں قرآن مجید کی مخصوص کتابت کے مسلم اُصول وضوابط سے بتدریج انحراف شروع ہوا تا آنکہ رسم وضبط، فواصل ووقوف کی غلطیاں مطبوع مصاحف میں عام ہوگئیں۔ اس خلاء وکمی کو محسوس کرتے ہوئے مصحف کو فنی اُمور کے مطابق طبع کرنے کا دوبارہ آغاز مصر میں جلیل القدر محقق اور عالم قراء ات رضوان بن محمد مخللاتي رحمہ اللہ نے کیا۔ علامہ مخللاتي کا کام انتہائی عظیم الشان تھا لیکن ان کا کام مصحف کو صرف رسم عثمانی کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کے احیاء کا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس مصحف میں متقدمین کے علم ضبط کی مکمل پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی، چنانچہ والی مصر ملک فواد اوّل مرحوم نے حکومتی سطح پر دوبارہ قرآن مجید کو تمام فنی اُمور کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کا پروگرام بنایا اور شیخ المقاری المصریة علامہ علی خلف الحسیني رحمہ اللہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی کی تحقیق سے ایک معیاری نسخہ طبع کروایا۔ یہ تسلسل برقرار رہا یہاں تک کہ سعودی فرمانروا ملک فہد بن عبدالعزیز مرحوم نے دوبارہ اسی کام کو مزید تحقیقی معیار کے ساتھ یوں آگے بڑھایا کہ مدینہ نبویہ میں اشاعت قرآن کا ایک عالمی ادارہ مجمع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم کے نام سے کھولا اور دنیا بھر کے ممتاز ترین علمائے رسم وضبط اور ماہرین قراء ات وتفسیر کو اکٹھا کرکے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ کئی سال کی محنت سے ایک معیاری ترین مصحف تیار کرکے طبع کردیا، جسے مصحف المدينة النبوية کا نام دیا گیا۔

پاکستان میں عرصہ دراز سے ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ اُردو دان طبقہ کیلئے بھی ان کی مانوس اصطلاحاتِ ضبط کے ساتھ ایک معیاری ترین مصحف کو طبع کیا جائے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شروع میں قانونی طور پر 'انجمن حمایت اسلام' کا شائع کردہ قرآن اربابِ اقتدار نے ماہرین فن کے مشورہ سے بطورِ قانون نافذ کردیا جس کی پابندی بعد ازاں طبع ہونے والے تمام مصاحف میں لازم قرار دی گئی، لیکن بہر حال 'انجمن' کا مذکورہ مصحف کوئی معیاری مصحف نہیں تھا، صرف وقتی طور پر اسے حکومت نے ایک قانونی مقام دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے ماہرین کا حکومت سے بھرپور تقاضا چلا آ رہا ہے کہ مصحف مدینہ یا مصحف مصر وغیرہ کے انداز پر پاکستان کیلئے بالخصوص اور برصغیر

☆ فاضل كلية الشريعة مدینہ یونیورسٹی، فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور، انچارج مجلس التحقیق الاسلامی
* رئیس لجنة مراجعة المصاحف، وزارت اوقاف، پاکستان...... رئیس قسم القراءات، جامعہ دار العلوم الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیلئے بالعموم ایک معیاری محقق نسخہ تیار کر کے اسے طبع کروا کر قانونی حیثیت دی جائے لیکن اس سلسلہ میں حکومت مسلسل مجرمانہ غفلت سے کام لے رہی ہے۔ شیخ القراء ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی﷾ ماہرین فن کی نمائندگی میں عرصہ دراز سے وفاقی وزارت مذہبی امور اور وزارت اوقاف وغیرہ کو اس طرف متوجہ کرتے آرہے ہیں لیکن صورتحال میں کسی طرح کوئی فرق نہیں آیا۔

رُشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کی آخر میں بطور سفارشات کے ہم نے ضروری خیال کیا کہ دیگر اُمور کی توضیح کے ساتھ ساتھ حکومتِ وقت کو اس ضرورت کا احساس بھی دلائیں کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے سلسلہ میں اس قسم کی لاپروائی انتہائی خطرناک ہے، جس کے بارے میں اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرنا چاہئے۔ زیر نظر مضمون کو اسی پس منظر اور احساس کے ساتھ قارئین رُشد کو مطالعہ میں لانا چاہئے اور اس کارِخیر کیلئے جہاں تک ممکن ہو سکے حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہئے کہ وہ اس اہم کام کو سرانجام دے۔ ہم شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی﷾ کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی کثرتِ مصروفیات کے باوجود اس مضمون کی نظر ثانی اور تہذیب وتنقیح کیلئے محنت فرمائی۔ [ادارہ]

قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے، جسے خالقِ کائنات کا کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآنِ مجید کی اس عظمت وشان کی بنا پر مسلمانوں نے اس کے اندر پنہاں علوم وفنون پر لاتعداد کتب تصنیف فرمائی ہیں اور اس خدمت کو اللہ کے ساتھ اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہوں نے اس عظیم الشان کتاب کو نازل فرمایا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ہر پہلو سے حفاظت فرمائی ہے، خواہ اس کے معانی ہوں یا اس کے الفاظ، اہل علم نے قرآن مجید کے معانی اور الفاظ [Text] ہر دو پہلوؤں پر تفصیلی کتب تحریر فرما کر اللہ کے وعدہ کی تکمیل فرمادی ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والے مسلمان ان کتب سے رہنمائی حاصل کر سکیں اور اس عظیم الشان آسمانی کتاب کی تلاوت وکتابت کا حق ادا کر سکیں۔

قرآنِ مجید کے متعدد علوم وفنون میں سے علم الرسم اور علم الضّبط اس کے متن [Text] کے ساتھ براہِ راست جبکہ علم الوقف اور علم الفواصل یک گونہ تعلق رکھتے ہیں اور اہل علم نے ان علوم کی جزئیات پر تفصیلی کتب تحریر فرما کر قرآن مجید کے ایک ایک کلمہ کے رسم، ضبط اور ان میں موجود علامات وقف کی تعیین فرمادی ہے۔ نیز یہ بات یاد رہے کہ رسم عثمانی کے مطابق قرآن مجید کی کتابت کرنا واجب اور ضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ [جیسا کہ راقم کے مضمون رسم عثمانی کی شرعی حیثیت 'ماہنامہ رشد قراءات نمبر اول' میں گذر چکا ہے۔]

قرآنِ مجید کی اس عظمت وشان کو سامنے رکھتے ہوئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہم قرآنی مصاحف کی طباعت کے معاملے انتہائی احتیاط کرتے ہوئے سلف کی تحریر کردہ کتبِ رسم وضبط کو مدنظر رکھتے، متن قرآنی کو رسم عثمانی کے مطابق لکھتے اور سلف کی تحریر کردہ مستند کتب کو سامنے رکھ کر اس کی علاماتِ ضبط لگاتے۔ نیز سیاق وسباق اور معنویت کو سامنے رکھتے ہوئے علاماتِ وقف لگاتے، تاکہ حفاظتِ الٰہی کا وعدہ بھی پورا ہو سکے اور فرض کی ادائیگی بھی ہو جائے، لیکن ہمارے ہاں پاکستان میں طباعتِ مصاحف کی صورت حال انتہائی نازک ہے، جس میں مجرمانہ کوتاہی کا ارتکاب کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جارہا ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک رسم، ضبط اور رموز واوقاف کا لحاظ رکھتے ہوئے مصاحف کی مراجعت کا کوئی مستند سرکاری یا پرائیویٹ ادارہ قائم نہیں ہوسکا۔ بغرض تجارت، رسم وضبط اور رموز واوقاف وغیرہ کی مراجعت اور تصحیح کے بغیر ہی گھٹیا کاغذ اور کمزور جلد بندی کے ساتھ مصاحف شائع کیے جارہے ہیں، جن میں رسم، ضبط، آیات اور اوقاف کے متعدد غلطیاں پائی جاتی ہیں اور تو اور کئی مصاحف ایسے ہیں جن کی طباعت اتنی ہلکی ہے کہ بعض صفحات پر الفاظ پڑھنا ممکن نہیں حالانکہ طباعت مصاحف کے اس عظیم الشان کام کو تو ایک مشن اور مقدس فریضہ سمجھ کر کیا جانا چاہیے تھا، کتابت وطباعت کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا جاتا اور قرآن مجید کی کتابت سلف کی تحریر کردہ کتب کے مطابق کی جاتی، جو ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہوتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ اعداد وشمار سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان میں قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب کی مراجعت و تصحیح کا سرے سے کوئی نظام ہی نہیں ہے۔ان اغلاط میں سے رسم کی غلطیاں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہیں خصوصاً جب کہ ہمارے دینی مدارس میں علم الرسم پر ضخیم کتب پڑھائی جاتی ہیں اور علم الرسم کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا فرض اور واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔رسم عثمانی کے مطابق کتابت کے وجوب کے باوجود ہر پارے میں اتنی اغلاط کا وجود سمجھ سے بالا تر ہے کہ ایک واجب کی ادائیگی میں اتنی بڑی کوتاہی!!! محکمہ اوقاف کی طرف سے مقرر کردہ لائسنس ہولڈر پروف ریڈرز کو بھی چاہیے کہ وہ صرف 'حروف ریڈنگ' کی بجائے حقیقی پروف ریڈنگ کو شیوہ بنائیں جس میں رسم، ضبط، فواصل اور اوقاف کا بھی خصوصی دھیان رکھیں۔اگر وہ علم الرسم وغیرہ سے نابلد ہیں تو سب سے پہلے ان علوم پر دسترس حاصل کریں اور پروف ریڈنگ کرتے وقت رسم کا خصوصی دھیان رکھیں۔صرف زبر، زیر، پیش، شد اور مد وغیرہ کی پروف ریڈنگ کر کے تصحیح کا سرٹیفکیٹ جاری کر دینا کتاب اللہ کا استخفاف اور اپنی جان پر ظلم ہے۔

ضبط چونکہ توقیفی نہیں بلکہ اجتہادی ہے تو اس کی اغلاط میں کسی حد تک گنجائش ہوسکتی ہے، لیکن رسم کے توقیفی (اور صحتِ قراءت کا ایک معیار) ہونے کی وجہ سے اس کی اغلاط ناقابلِ قبول اور گناہ کا باعث ہیں، لیکن اہل فن کے ہاں ضبط کی غلطی کو بھی معیوب جانا جاتا ہے۔بہتر یہی ہے کہ خالق کائنات کی اس عظیم الشان کتاب میں رسم و ضبط اور فواصل و اوقاف کی کوئی غلطی نہ پائی جائے تاکہ اس کی عظمت کا حق ادا ہو سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

افسوسناک امر یہ ہے کہ پاکستان میں طبع ہونے والے تمام مصاحف کا تقریباً یہی حال ہے، جن میں فواصل، رسم اور ضبط کی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں، بعض مصاحف میں ذرا کم ہیں اور دیگر مصاحف میں کچھ زیادہ ہیں۔ بطور نمونہ طباعت قرآن کے معروف ادارے 'تاج کمپنی' کی طرف سے شائع شدہ بعض مصاحف میں موجود رسم اور ضبط کی چند غلطیاں ہم ذیل میں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

اغلاطِ رسم کی چند مثالیں

	غلط کتابت	صحیح رسم عثمانی
۱	أَصَابِعَهُمْ	أَصٰبِعَهُمْ
۲	الصَّوَاعِقِ	الصَّوٰعِقِ
۳	الْقَوَاعِدَ	الْقَوٰعِدَ
۴	بِخَارِجِيْنَ	بِخٰرِجِيْنَ
۵	عَاكِفُوْنَ	عٰكِفُوْنَ
۶	وَالرَّاسِخُوْنَ	وَالرّٰسِخُوْنَ
۷	وَالْقَنَاطِيْرِ	وَالْقَنٰطِيْرِ
۸	الْمَاكِرِيْنَ	الْمٰكِرِيْنَ

رسم عثمانی کے مطابق مذکورہ تمام کلمات تمام مصاحف عثمانیہ میں بغیر الف کے ہی مکتوب ہیں اور رسم کی جمیع کتب مثلاً المقنع في معرفة رسم مصاحف الأمصار از امام ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ، مختصر التبيين لهجاء التنزيل از امام ابی داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ، عقيلة أتراب القصائد في بيان رسم المصاحف از قاسم بن فیرہ الشاطبی رحمہ اللہ، دليل الحيران شرح مورد الظمآن في رسم وضبط القرآن از مارغنی التونسی رحمہ اللہ، جامع البيان في معرفة رسم القرآن از علی اسماعیل السید ہنداوی رحمہ اللہ، سمير الطالبين في رسم وضبط الكتاب المبين از علی محمد الضباع رحمہ اللہ اور نثر المرجان في رسم نظم القرآن از محمد غوث بن ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد النائطی الارکاتی رحمہ اللہ وغیرہ میں بھی الف کے بغیر ہی مکتوب ہیں، جبکہ ہمارے ہاں مطبوعہ مصاحف میں ان تمام کلمات کو رسم عثمانی کے خلاف الف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ یہ چند امثلہ صرف بطور مثال ذکر کی گئی ہیں ورنہ اس قسم کی صریح غلطیاں مطبوع مصاحف میں عام ہیں۔

اغلاط ضبط کی چند مثالیں

	غلط ضبط	صحیح ضبط
۱	اَلْحَمْدُ	الْحَمْدُ
۲	الدِّيْنِ	الدِّينِ
۳	مِنْ قَبْلِكَ	مِن قَبْلِكَ
۴	يَعْتَذِرُوْنَ	يَعْتَذِرُونَ
۵	وَلٰكِنْ لَّا	وَلٰكِن لَّا
۶	سُنْۢبُلٰتٍ	سُنۢبُلٰتٍ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پاکستانی مصاحف میں ضبط کی بعض اغلاط ایسی ہیں کہ بعض مقامات پر الف لکھا ہوا ہے مگر اس کے سائیلنٹ [یعنی وصلاً ووقفاً نہ پڑھے جانے] کی کوئی علامت نہیں لگائی گئی، مثلاً لفظ ﴿ قَالُوْا ﴾ [البقرۃ: ۱۱] کے آخر میں الف موجود ہے مگر اس پر کوئی علامت موجود نہیں ہے کہ اس کو پڑھا جائے گا یا نہیں، حالانکہ اس الف کے اوپر ایسی علامت ہونی چاہئے تھی جس سے پتہ چلتا کہ یہ الف پڑھنے میں نہیں آتا جیسا کہ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں اس الف کے اوپر چھوٹے سے ترچھے گول دائرے کی علامت لگائی گئی ہے۔ اسی طرح لفظ ﴿ لِشَایْءٍ ﴾ [الکھف: ۲۳] ہے اس کا رسم تو درست لکھا ہوا ہے مگر اس میں شین کے بعد موجود الف پر کوئی علامت نہیں ہے حالانکہ اس جگہ بھی ﴿قَالُوْا﴾ کی طرح کوئی علامت ہونی چاہئے تھی جس سے پتہ چلتا کہ یہ الف وصلاً ووقفاً دونوں صورتوں میں پڑھنے میں نہیں آتا۔ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں اس جگہ بھی مخصوص علامت موجود ہے۔

اسی کلمہ طرح ﴿اِنْ اَنَا اِلَّا﴾ [الأعراف: ۱۸۸] کا الف وصلاً نہیں پڑھا جاتا لیکن وقفاً پڑھا جاتا ہے لہٰذا اس الف کے اوپر بھی کوئی ایسی علامت ہونی چاہئے تھی جو ﴿ قَالُوْا ﴾ میں موجود الف کی علامت سے مختلف ہوتی اور اس پر دلالت کرتی کہ یہ الف صرف وقفاً پڑھا جاتا ہے۔ لیکن پاکستانی مصاحف میں سرے سے اس الف پر کوئی علامت موجود ہی نہیں ہے۔ ایک عامی شخص تو اسے ﴿ فِیْهَا ﴾ کی طرح وصلاً بھی لمبا کر کے ہی پڑھے گا اور بعد میں الف کی موجودگی کی بنا پر مد منفصل سمجھتے ہوئے شائد مد بھی کردے۔ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں اس جگہ الف کے اوپر ترچھے کے بجائے سیدھا گول دائرہ ڈالا گیا ہے۔

پاکستانی مصاحف میں کلمہ ﴿ لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰهُ ﴾ [النحل: ۱۲۱] کا ضبط ہاء کی کھڑی زیر اور ہمزۂ وصلی کے نیچے زیر کے ساتھ مرسوم ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بعض مصاحف میں اسے مد منفصل سمجھتے ہوئے [لِّاَنْعُمِهٖ] کی ہاء پر مد بھی ڈالی ہوئی ہے۔ اگر [لِّاَنْعُمِهٖ] پر وقف کر کے [اِجْتَبٰهُ] سے ابتداء کی جائے تو مذکورہ ضبط کی کچھ سمجھ آجاتی ہے، مگر وصلاً اس ضبط کی کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اس کو کیسے پڑھا جائے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ضبط وصل کے موافق ہوتا ہے، لہٰذا یہاں بھی وصل کا اعتبار کرتے ہوئے ہاء کے نیچے زیر جبکہ ہمزۂ وصلی کو حرکت سے خالی ہونا چاہئے تھا۔ مجمع ملک فہد کے مصاحف میں ایسے ہی لکھا گیا ہے۔

اسی طرح کلمہ ﴿ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ ﴾ [الأحقاف: ۴] کا ضبط تاء اور ہمزۂ وصلی کے کسرہ اور ہمزہ کے بعد یاء ساکنہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر اسے ملا کر پڑھا جائے تو ﴿ فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ ﴾ پڑھا جائے گا۔ یہاں بھی وصل کا اعتبار کرتے ہوئے ہمزۂ وصلی کو حرکت سے خالی اور اس کے بعد یاء کی بجائے ہمزہ لکھا ہونا چاہئے۔

اسی طرح پاکستانی مصاحف میں ہمزہ قطعی اگر الف کی کرسی کے ساتھ ہو تو اس کے اوپر یا نیچے ہمزہ ڈالنے کی بجائے فقط حرکت ڈال دی جاتی ہے جیسے [اَلَم ، اِن ، اُولوا] حالانکہ الف کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ الف خالی لکھا جاتا ہے اس پر نہ حرکت ڈالی جاسکتی ہے نہ سکون، ویسے بھی یہاں الف بذات خود مقصود ہی نہیں بلکہ ہمزہ پڑھنا مقصود ہے، الف تو صرف اس کی کرسی کا کام دے رہا ہے۔ جیسے [فِئَةٌ ، لُؤْلُؤًا] میں یاء اور واو اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ہمزہ کی کرسی کا کام دے رہے ہیں، اگر ان میں بھی ہمزہ حذف کر دیا جائے [فِیَةٌ ، لُوْلُوًا] تو ادائیگی کیسے ہوگی؟ اگر یہ کہا جائے کہ مذکورہ ہمزہ کا تعلق رسم سے نہیں ہے بلکہ ضبط کے ساتھ ہے تو ہماری گزارش ہے کہ [ماء ، فئة ، لؤلؤ] جیسے کلمات کا ہمزہ بھی تو ضبط سے تعلق رکھتا ہے اگر یہ لکھا جاسکتا ہے تو وہ بھی لکھا جانا چاہئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسی طرح پاکستانی مصاحف میں نون قطنی بعض مقامات پر لکھا گیا ہے جبکہ دیگر بعض مقامات پر نہیں لکھا گیا۔ مثلاً تاج کمپنی کے مطبوعہ مصاحف میں ﴿ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ِۨ الْوَصِيَّةُ ﴾ [البقرة:۱۸۰] میں نون قطنی لکھا گیا ہے جبکہ سورۃ الاخلاص میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ [الاخلاص:۱،۲] پر نہیں لکھا گیا اور لفظ جلالہ کے ہمزہ وصلی پر زبر لگائی ہوئی ہے۔ حالانکہ وصلا دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ اگر کوئی شخص ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ کو وصلا پڑھتا ہے تو کیسے پڑھے گا؟ عامی آدمی تو ﴿ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ میں وصل کے باوجود لفظ اللہ کے ہمزہ وصلی کو زبر دے کر ہی پڑھے گا جو صریح غلطی ہے۔

پاکستانی مصاحف جس حرف کے اوپر کھڑا زبر ہو تو وہاں زبر نہیں ڈالی جاتی مثلاً ﴿ مٰلِكِ ﴾ حالانکہ کھڑا زبر الف کے قائم مقام ہوتا ہے اور اگر کسی حرف کے بعد الف ہو پھر اس حرف پر زبر ضرور ڈالی جاتی ہے مثلاً ﴿ كَمَا ﴾ تو اگر الف کی موجودگی میں پیچھے زبر ڈالی جاتی ہے تو کھڑا زبر (جو الف کے قائم مقام ہے) سے پہلے زبر کیوں نہیں ڈالی جاتی۔ ہمارے رائے میں اسے ﴿ مَٰلِكِ ﴾ لکھا جانا چاہئے جیسے مصحف مدینہ میں لکھا ہوا ہے۔

پاکستانی مصاحف میں مد متصل اور منفصل کے ضبط میں فرق رکھا گیا ہے جو ایک مستحسن امر ہے، بالکل اسی طرح ضبط کی تمام کتابوں میں نون ساکن ونون تنوین اور میم ساکن کے ضبط میں بھی غنہ، عدمِ غنہ اور اظہار ادغام وغیرہ کے اعتبار سے فرق رکھا گیا ہے جس کا ہمارے مصاحف میں لحاظ نہیں رکھا گیا۔ بعض اصحابِ خیر نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے اسی مقصد سے تجویدی قرآن چھاپے تاکہ اظہار ادغام اخفاء وغیرہ کو واضح کیا جا سکے۔ ہماری رائے میں اگر مصاحف میں نون ساکن ونون تنوین اور میم ساکن کے مخصوص ضبط کا خیال رکھا جائے تو اظہار ادغام اخفاء وغیرہ کا فرق بڑی حد تک خود بخود واضح ہو جائے گا۔ مثلاً کتبِ ضبط میں لکھا ہے کہ نون ساکن کے بعد اگر حروف حلقی آئیں تو نون کے اوپر سکون لکھا جانا چاہئے تاکہ نون کو خوب واضح کر کے اظہار کے ساتھ پڑھا جائے وگرنہ نون ساکن کو خالی رکھا جائے۔ مثلاً [مِنْ خَيْرٍ ، يَنْـَٔوْنَ ، مَن يَأْتِ ، مِن تَحْتِهَا ، مِن بَيْنِ] اور اگر نون ساکن کو خالی رکھا جائے اور اگلے حرف پر شد ڈالی جائے تو یہ ادغام تام کی علامت ہے اور اگر اگلے حرف پر تشدید نہ ہو تو یہ ادغامِ ناقص یا اخفا کی نشانی ہے، یہی معاملہ میم ساکن کا بھی ہے۔ اسی طرح تنوین کی دو صورتیں ہیں: متتالیتین (یعنی اوپر نیچے) اور متتابعتین (یعنی آگے پیچھے) متتالیتین کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے نون ساکن کے اوپر سکون ڈال دیا جائے اور متتابعتین خالی نون ساکن کی مثل ہے۔

اغلاط فواصل کی چند مثالیں

روایت حفص کے مطابق ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ سورۃ الفاتحہ کی آیت ہے جبکہ ﴿ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ پر آیت نہیں ہے۔ لیکن ہمارے ہاں پاکستانی مصاحف میں ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ کو آیت شمار نہیں کیا گیا اور ﴿ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ پر آیت کا نشان لگانے کی بجائے صرف ۶ نمبر دے کر سورۃ الفاتحہ کی سات آیات پوری کر دی گئی ہیں۔ جو علم عدالآی کی رو سے صریح غلطی ہے۔ علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والكوفِ مع ملكٍ يعد البسملة   سواهما أولى عليهم عد له

''یعنی کوفی اور مکی شمار میں بسم اللہ کو آیت شمار کیا گیا ہے جبکہ ان دونوں شماروں کے علاوہ دیگر شمار پہلے علیهم پر آیت شمار کرتے ہیں۔'' [الفرائد الحسان في عدّ آي القرآن، سورة الفاتحة]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- روایتِ حفص کے مطابق سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۳ میں ﴿فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ پر آیت نہیں ہے اور سورۃ النساء کی ۱۷۶ آیات ہیں۔ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں بھی یہاں آیت نہیں ہے، جبکہ پاکستانی مصاحف میں سے بعض میں اس جگہ آیت شمار کی گئی ہے اور دیگر بعض مصاحف میں آیت شمار نہیں کی گئی۔ ہمارے پاس تاج کمپنی کے دو ایڈیشن موجود ہیں اور ان دونوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ ایک طبع میں یہاں آیت شمار کی گئی ہے اور سورۃ النساء کی مکمل آیات ۱۷۷ کر دی گئی ہیں، جبکہ دوسرے طبع میں یہاں آیت شمار نہیں کی گئی اور سورۃ النساء کی ۱۷۶ آیات کر دی گئی ہیں۔ روایت حفص میں اس مقام پر آیت شمار کرنا علم عد الآی کی روشنی میں صریح غلطی ہے۔ الشیخ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ اس ضمن میں الفرائد الحسان، سورۃ النساء میں فرماتے ہیں:

وذا أليمًا آخرا به انفرد

''یعنی آخری [أليما] پر آیت شمار کرنے میں شامی منفرد ہے۔'' جبکہ روایتِ حفص کوفی شمار کے مطابق ہے۔

- شمار آیات میں غلطی کا یہی حال سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۳ میں بھی ہے کہ ایک طبع میں [وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ] پر آیت شمار کی گئی، جبکہ دوسرے طبع میں آیت شمار نہیں کی گئی۔ علم عد الآی کی رو سے روایت حفص میں یہاں آیت نہیں ہے۔ صاحب فرائد الحسان سورۃ الانعام میں فرماتے ہیں:

كـ فيكون الذّين شام بصري

''یعنی [فیکون] پر شامی اور بصری آیت شمار کرتے ہیں۔'' گویا کہ کوفی شمار میں اس جگہ آیت نہیں ہے۔

پاروں اور رکوعات کی درستگی

- پاکستانی مصاحف میں چودہواں پارہ ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوْا﴾ [الحجر:۲] سے شروع ہوتا ہے اور اس سے قبل سورۃ الحجر کی صرف ایک آیت مبارکہ کو تیرہویں پارے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ پاروں کی تقسیم چونکہ اجتہادی ہے لہٰذا اگر اس پارے کو سورۃ الحجر سے ہی شروع کر دیا جاتا [جیسا کہ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں ہے] تو اس میں آسانی کے ساتھ ساتھ اس کی خوبصورتی میں بھی اضافہ ہو جاتا۔
- جہاں پارہ ختم ہو رہا ہو وہیں رکوع ختم ہونا چاہئے، کیونکہ پاروں اور رکوعات کا مقصد قرآن مجید کو معانی کے مطابق مختلف حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔ جب ہم ربع، نصف اور ثلث پر رکوع کے ختم ہونے کا اہتمام کرتے ہیں تو پارہ کے اختتام پر رکوع کا اہتمام کرنا بالاولیٰ ہے۔
- رکوعات وضع کرنے کا مقصد نمازِ تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کو برابر تقسیم کر کے آسان بنانا تھا، چاہئے تو یہ تھا کہ تمام رکوعات میں ایک اعتدال ہوتا اور تمام رکوع باہم تقریباً ایک جیسے ہوتے، جبکہ صورتحال اس سے مختلف ہے، بعض رکوع بہت زیادہ لمبے ہیں اور بعض بالکل ہی چھوٹے ہیں۔
- پاکستانی مصاحف میں سورۃ الواقعہ کا پہلا رکوع ﴿لِأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ [الواقعة: ۳۷] پر ہے، حالانکہ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ لوگوں کا تذکرہ اس سے اگلی دو آیات پر مکمل ہوتا ہے، معنوی اعتبار سے یہ رکوع اس سے اگلی دو آیات ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ○ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْأٰخِرِيْنَ﴾ [الواقعة: ۳۸،۳۹] پر مکمل ہونا چاہئے تھا۔

پاکستانی اور سعودی مصاحف میں رموز او قاف کا فرق

صحیح تحقیق اور علمی مراجعت نہ ہونے کی وجہ سے پاکستانی مصاحف اور مجمع ملک فہد سے مراجعت شدہ مصاحف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے رموز اوقاف میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے جس کو دیکھ کر بسا اوقاف عامی آدمی پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ سعودی مصاحف ماہرین فن اور پوری دُنیا کے کبار اہل علم اور اصحاب تفسیر پر مشتمل ایک کمیٹی [جن کے نام ہر مصحف کے آخر میں درج ہیں] سے مراجعت شدہ ہیں، لہٰذا ہم انہیں ایک معیاری اور ماڈل مصحف کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ ہم نے بطور مثال سورۃ البقرۃ کے پہلے دو رکوع میں رموز کا موازنہ کیا ہے، جو درج ذیل ہے:

کلمات قرآنیہ	رمز مصحف پاکستان	رمز مصحف مدینہ	کلمات قرآنیہ	رمز مصحف پاکستان	رمز مصحف مدینہ
الٓمٓ	ج	--	ءَامَنَّا	صلے / ج	--
لِّلْمُتَّقِيْنَ	لا	--	شَيٰطِيْنِهِمْ	لا	--
رَّبِّهِمْ	ق	صلے	مَعَكُمْ	لا	--
سَمْعِهِمْ	ط	صلے	بِالْهُدٰى	ص	--
غِشٰوَةٌ	ز	صلے	نَارًا	ج	--
بِمُؤْمِنِيْنَ	م	--	لَا يَرْجِعُوْنَ	لا	--
ءَامَنُوْا	ج	--	وَبَرْقٌ	ج	--
يَشْعُرُوْنَ	ط	--	الْمَوْتِ	ط	ج
مَّرَضٌ	لا	--	اَبْصَارَهُمْ	ط	صلے
مَرَضًا	ج	صلے	فِيْهِ	لا / ق	--
اَلِيْمٌ	لا	--	قَامُوْا	ط	ج
فِي الْاَرْضِ	لا	--	وَاَبْصَارِهِمْ	ط	ج
السُّفَهَآءُ	ط	قلے			

مذکورہ رموز اوقاف کے وسیع فرق سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان رموز کی تعیین میں بہت زیادہ کام ہونے والا باقی ہے جس کیلئے اہل علم کو آگے آنا چاہئے اور اس فریضہ مقدس کو ادا کرنا چاہئے۔ بعض مقامات تو ایسے ہیں کہ جہاں پاکستانی مصاحف میں تو رمز موجود ہے یا دو دو رمزیں لگا دی گئیں ہیں اور سعودی مصاحف میں سرے سے کوئی رمز موجود ہی نہیں ہے۔ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں دو متضاد رموز لگائی ہوئی ہیں، مثلاً تاج کمپنی کے مطبوعہ مصحف میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۴ میں ﴿قَالُوْآ ءَامَنَّا﴾ کے بعد دو متضاد رموز [صلے] اور [ج] لگائی ہوئی ہیں۔ [صلے] کا مطلب ہے کہ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے جبکہ [ج] کی رمز کا مطلب ہے کہ یہاں ٹھہرنا بہتر ہے۔ اب قاری مذکورہ دونوں رموز میں سے کس پر عمل کرے؟ وقف کرے یا وصل؟

اغلاطِ اوقاف کی چند مثالیں

ہر آیت مبارکہ پر وقف کرنا مستحب عمل ہے، کیونکہ نبی ﷺ ہر آیت مبارکہ پر وقف کیا کرتے تھے، جبکہ پاکستانی مصاحف میں ایک غلطی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ متعدد مقامات پر آیات کے گول دائرے کے اوپر وقف نہ کرنے کی علامت لا لکھی ہوئی ہے۔ (اسی طرح روایتِ حفص کے علاوہ دیگر شماروں کی آیات، جہاں بطور علامتِ آیت [۵] لکھا ہوتا ہے، اس میں بھی بعض مقامات پر [۵] کے اوپر لا کی علامت لکھی ہوئی ہے۔) حالانکہ ہر آیت پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وقف کرنا مستحب عمل ہے، اور اس علامت کے ذریعے مستحب عمل سے روک دیا جاتا ہے۔ اس غلطی کو متعدد مصاحف کے ساتھ ساتھ تاج کمپنی کے مطبوعہ مصاحف میں سورۃ الناس کی تمام آیات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

پاکستانی مصاحف میں سورۃ اللّھب کی چوتھی آیتِ مبارکہ میں ﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾ کے بعد وقف مطلق کی علامت [ط] لگی ہوئی ہے حالانکہ اس جگہ یہ علامت لگانا بالکل غلط ہے کیونکہ اس کے بعد والا جملہ ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ اس سے حال ہے اور فن کی رو سے ذوالحال اور حال کے درمیان وقف کرنا بہتر نہیں، نیز اگر اس جگہ وقف کر دیں تو اس کے بعد والے لفظ کو مبتدا یا مبتدا محذوف کی خبر ماننا پڑے گا حالانکہ حال ہونے کی بنا پر وہ منصوب ہے۔

اسی طرح پاکستانی مصاحف میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ [البقرۃ: ۱۱۶] کے بعد علامت وقف [لا] لکھی ہوئی ہے، یعنی اس جگہ وقف نہ کیا جائے۔ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ ہے کہ ''انہوں (یعنی) کافروں نے کہا: کہ اللہ نے اولاد پکڑ رکھی ہے۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [سُبْحٰنَهٗ] ''کہ اللہ تعالیٰ (اس تہمت سے) پاک ہے۔'' گویا کہ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ تک کافروں کا کلام ہے اور اس کے بعد: [سُبْحٰنَهٗ] اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اگر اس جگہ وقف نہ کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ شاید [سُبْحٰنَهٗ] بھی کافروں کا ہی کلام ہے۔ جس سے معنی کی قباحت واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس جگہ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ کے بعد علامت وقف [لا] کی بجائے [قلے] ہونی چاہئے تھی، جس کا مطلب ہے کہ یہاں وقف کرنا اولیٰ ہے۔ تاکہ کفار کی بات اور اللہ تعالیٰ کے جواب میں فرق ہو جائے۔ ہاں البتہ: ﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ﴾ [مریم: ۳۵] میں [وَلَدٍ] کے بعد علامت وقف [لا] درست ہو سکتی ہے کیونکہ وہ سارا اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے۔

اسی طرح تاج کمپنی کے مصحف میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں ﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ﴾ کے بعد علامت وقف [لا] لگائی ہوئی ہے، جو وقف نہ کرنے پر دلالت کرتی ہے، حالانکہ معنوی اعتبار سے یہاں وقف کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ [أَسْلِمْ] اللہ کا حکم ہے اور اس کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا جواب ہے۔

اسی طرح سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۳۶ میں ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ کے بعد علامت وقف [ط] لگائی ہوئی ہے، جو وقف مطلق پر دلالت کرتی ہے، حالانکہ معنوی اعتبار سے یہاں وقفِ لازم کی علامت ہونی چاہئے تھی تاکہ [يَسْمَعُوْنَ] اور [وَالْمَوْتٰى] میں تفریق ہو جائے، کیونکہ مردے سنتے نہیں ہیں۔ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ قرآن مجید میں اس مقام پر وقف لازم کی علامت [م] ہی لگی ہوئی ہے۔

سورۃ البقرۃ: ۲۴۶ میں ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں وقف کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ جن سرداروں کا تذکرہ اللہ نے پہلے کیا ہے انہیں کی بات آگے چل رہی ہے، نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ یہاں لازماً وقف کیا جائے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۵۸ میں ﴿اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جس بادشاہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کیا ہے، اسی کی بات آگے چل رہی ہے، نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ لازماً وقف کیا جائے۔

سورۃ المائدۃ: ۲۷ میں ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا تذکرہ اللہ نے اس سے پہلے کیا ہے، انہیں کی بات آگے چل رہی ہے، کوئی نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ یہاں لازماً وقف کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورۃ الاعراف:۱۶۳ میں ﴿ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جس بستی کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کیا ہے، اسی کی بات آگے چل رہی ہے۔

اسی طرح سورۃ یونس: ۷۱ میں ﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوْحٍ ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ نوح علیہ السلام کا تذکرہ اللہ نے اس سے پہلے کیا ہے، انہیں کی بات آگے چل رہی ہے، نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ یہاں لازماً وقف کیا جائے۔ واضح رہے کہ مذکورہ پانچوں مثالوں میں مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں ان مقامات پر کوئی علامتِ وقف موجود نہیں ہے۔

سورۃ ھود:۶۱ میں ﴿ وَإِلَىٰ ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صٰلِحاً ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ جس نبی کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کیا ہے، اسی کی بات آگے چل رہی ہے، کوئی نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ اس مقام پر لازماً وقف کیا جائے۔ نیز یہاں ایک بات اور قابل غور ہے کہ ایک رکوع پہلے ﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُوْداً ﴾ اور ایک رکوع بعد ﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] کی بجائے وقفِ مطلق کی علامت [ط] لگائی ہوئی ہے، حالانکہ مذکورہ تینوں مقامات کا اندازِ تکلم ایک جیسا ہی ہے، پھر انکے درمیان رموز واوقاف کا یہ فرق کیوں؟

مصاحف کے حاشیہ پر بعض ایسی علاماتِ وقف لکھی ہوئی ہیں جن کی استنادی حیثیت واضح کی جانی چاہئے، مثلا وقف النبی، وقف منزل اور وقف غفران وغیرہ، ان سے مراد اوران کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

اچھی کاوش

مجمع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم سعودی عرب، دُنیا کا وہ منفرد ادارہ ہے جسے رسم عثمانی، ضبط، علم الفواصل اور رموز واوقاف کے معروف قواعد کے ساتھ قرآنِ مجید کی طباعت کا اعزاز حاصل ہے۔ سعودی عرب کے اس ادارے کو نہ روایتِ حفص کا مستند ترین مصحف چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے، بلکہ اس نے دیگر متداول روایات (ورش، قالون اور دوری) میں بھی کروڑوں کی تعداد میں مصاحف چھاپ کر مفت تقسیم کئے ہیں۔

مجمع ملک فہد کی طرز پہ مکتبہ دار السلام لاہور نے حال ہی میں رسم عثمانی، علم الفواصل اور رموز واوقاف کے مطابق مصحف طبع کیا ہے جو اس باب میں ایک اچھی اور قابل ستائش کاوش ہے، اگرچہ اس میں علم الضبط کے حوالے سے بہتری کی کافی گنجائش باقی ہے۔ دیگر طباعتی اداروں کو بھی اس اچھی روایت پر عمل کرنا چاہیے۔

عالم اسلام اور حکومت پاکستان سے اپیل

محقق اہل علم وقراء کرام اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اس کوتاہی کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ پاکستان میں مطبوعہ مصاحف کے اندر رسم، ضبط، فواصل اور اوقاف کی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں، جن کی تصحیح از بس ضروری اور ذمہ داران پر واجب ہے۔ پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے اپنی کتاب 'قرآن وسنت، چند مباحث' میں اس امر کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ پاکستانی مصاحف کی اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ رشد کے قراءات نمبر اول میں قاری رشید احمد تھانوی صاحب کے 'رسم عثمانی اور پاکستانی مصاحف کی صورتحال' نامی مضمون کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

پاکستان میں سرکاری سطح پر اگرچہ طباعت قرآن کا ایک اعلی ادارہ [پنجاب قرآن ہاؤس لاہور] چند سال قبل بنایا

www.KitaboSunnat.com

گیا، جس کے قیام کا مقصد ایک معیاری اور رسم وضبط کی اغلاط سے پاک قرآن مجید کی طباعت تھا اور اس بورڈ نے محنت سے کام لے کر رسم وضبط کی اغلاط سے پاک ایک معیاری مصحف چھاپنے کی بجائے 'قدرت اللہ کمپنی اردو بازار لاہور' کے مصحف پر 'پنجاب قرآن ہاؤس لاہور' کا سرورق لگا کر ایک ماڈل مصحف کے طور پر چھاپ دیا ہے۔ اس ماڈل مصحف کی صورتحال بھی دیگر پاکستانی مصاحف سے مختلف نہیں ہے۔اس میں بھی دیگر پاکستانی مصاحف کی طرح رسم کی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں۔ البتہ اس مصحف کا کاغذ اور جلد دیگر مصاحف کی نسبت معیاری اور مضبوط ہے، جس پر حکومت پنجاب 'مبارکباد' کی مستحق ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ طباعتِ قرآن مجید میں رسم عثمانی (جو کہ توقیفی اور صحتِ قراءت کیلئے ایک معیار ہے اور اس کے خلاف قرآنِ مجید کی کتابت کرنا حرام ہے) ضبط اور اوقاف سمیت تمام پہلوؤں کا لحاظ رکھا جائے۔

ہماری عالم اسلام سے بالعموم اور حکومتِ پاکستان سے بالخصوص اپیل ہے کہ وہ مجمع فہد کی طرز پر ماہرین فن پر مشتمل ایک لجنة مراجعة المصحف قائم کرے، جو رسم وضبط اور رموز اوقاف وغیرہ لازمی امور کو سامنے رکھ کر ایک معیاری مصحف کی تیاری کرے، جسے قانونی طور پر انجمن حمائت اسلام کے مصحف کی جگہ پر معیاری مصحف قرار دیا جائے اور تمام طباعتی اداروں کو اس مصحف کی مطابقت کا پابند کیا جائے، نیز کوئی بھی طباعتی ادارہ اس لجنة (کمیٹی) کی اجازت وسرٹیفکیٹ کے بغیر کسی مصحف کی طباعت نہ کر سکے۔اسی طرح حکومت کو یہ بھی چاہیے کہ وہ قرآنِ مجید کی طباعت کرنے والے مطابع اور اداروں کو اس امر کا پابند بنائے کہ کمیٹی کی اجازت کے ساتھ ساتھ وہ صرف اور صرف اعلیٰ معیاری کاغذ اور مضبوط جلدی بندی کے ساتھ ہی مصاحف کے طباعت کر سکتے ہیں۔اگر حکومتی ذمہ داران یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دے دیتے ہیں تو ان شاء اللہ یہ صدقہ جاریہ ہوگا اور روز قیامت ان کیلئے باعثِ نجات بنے گا۔

اگر حکومتِ پاکستان کیلئے ایسا ادارہ قائم کرنا یا ایسی کمیٹی تشکیل دینا مشکل ہے تو عالم اسلام کے مرکز سعودی عرب یا مکتبہ دار السلام لاہور، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دیگر علوم القراءات کی تعلیم دینے والے ادارے [جن کے پاس اللہ کے فضل وکرم سے رسم وضبط کے ماہرین کی ایک جماعت موجود ہے] کے تعاون سے مراجعت کروا کر ایک ماڈل مصحف تیار کر کے تمام طباعتی اداروں کو اسی رسم کے مطابق طباعت قرآن مجید کا پابند کر دیا جائے۔ طباعتی اداروں کو پابند بنانے کا قانون تو موجود ہے، البتہ کمزوری صرف یہ ہے کہ غلطی کو غلطی نہیں سمجھا جا رہا۔

ہم آخر میں پھر واضح کرنا چاہیں گے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے،لہٰذا اس کے خلاف کتابتِ قرآن مجید حرام ہے مگر ضبط چونکہ اجتہادی ہے اور اس کو رسم عثمانی جیسا تقدس حاصل نہیں ہے۔ اگر اس میں بہتری کی جا سکے تو بہت اچھا ہے وگرنہ آسانی کی غرض سے انہی علامات کو ہی 'قواعد کے مطابق' لگایا جا سکتا ہے، کیونکہ ضبط کے معاملے میں خود سلف صالحین کے ہاں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، مثلاً ہمزہ وصلی کی علامت کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس پر کونسی علامت لگائی جائے۔اسی طرح فاء اور قاف کے نقطوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اہل مشرق فاء کے اوپر ایک نقطہ اور قاف کے اوپر دو نقطے لگاتے ہیں ،جبکہ اہل مغرب فاء کے نیچے ایک نقطہ اور قاف کے اوپر ایک نقطہ لگاتے ہیں۔ البتہ یہ کوشش ضرور کی جانی چاہیے کہ پوری دنیا میں تمام مطبوع قرآن مجید یکساں ہوں اور ان کا ایک ہی ضبط معروف ہو، نیز تمام لوگوں کو اسی سے متعارف کروایا جائے۔ اور اگر ایسا ممکن ہو جائے تو عوامی علامات ضبط کے بالمقابل اہل فن کے مقرر کردہ علامات ضبط کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وما توفيقي إلا بالله

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محسن علی ☆

علم الفواصل......توقیفی یا اجتہادی؟

مقالہ نگار جناب محسن علی نے چند سال قبل شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب سے علوم اسلامیہ میں پروفیسر محمد عبداللہ کی زیرنگرانی ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف کے مقالہ کا عنوان تھا 'علم الفواصل اور تفسیر ومعنی پر اس کے اثرات'۔ زیرنظر مضمون اسی مقالہ کی ایک فصل کا انتخاب ہے جو کہ موضوع کی افادیت کے پیش نظر رُشد کے صفحات میں شامل کیا جارہا ہے۔ [ادارہ]

جس طرح حق تعالیٰ نے قرآن مجید کے سمجھنے، سمجھانے اور یاد کرنے میں آسانی عطا فرمانے کی غرض سے اپنی اس کتاب کو تھوڑا تھوڑا کر کے اور سبع احرف پر نازل کیا۔ اسی آسانی کے لیے اس کو ۱۱۴ سورتوں پر تقسیم فرمایا۔ جن میں کچھ بڑی ہیں، کچھ درمیانی اور کچھ انتہائی چھوٹی حتیٰ کہ تین آیات کی۔ پھر ان سورتوں کو آیتوں پر تقسیم فرمایا اور ان کے چھوٹے چھوٹے حصے بنا دیے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اور زیادہ آسانی پیدا کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے رُوبرو قرآن مجید کی آیتیں بھی شمار کیں۔ اس کو سیکھنے، سکھانے اور یاد کرنے میں مزید آسانی پیدا کرنے کی غرض سے پانچ پانچ اور دس دس آیتوں کے شمار کی تعلیم فرمائی۔ اس بارے میں صحیح احادیث اور آثار بھی وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عطاء بن سائب ابی عبدالرحمٰن اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم قرآن کی دس آیات پڑھنے کے بعد اس وقت تک آپ ﷺ سے اگلی دس آیات نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ اس کے حلال وحرام اور اَمر و نہی سے آگاہی حاصل نہ کر لیتے۔ [مسند احمد: ۲۲۳۸۴]

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو دس دس آیتیں پڑھاتے تھے پھر جب تک ہمیں ان دس آیتوں کے احکام نہیں سکھا دیتے تھے اس وقت تک دوسری دہائی شروع نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے ان کا کہنا ہے کہ:

"تعلمنا القرآن والعمل جميعاً" [البیان فی عدآی القرآن: ۴۳]

'یعنی ہم نے قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے احکامات کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔'

ان سب وسعتوں کے مہیا کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اولاً صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور پھر ان کے ذریعے پوری اُمت کو قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرنے میں آسانی نصیب ہوجائے۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو تابعین رحمہم اللہ تک اسی طرح پہنچایا جس طرح نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔ جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم عمر بھر کلام الٰہی کے الفاظ اور اس کے حروف کے نقل کرنے میں مشغول رہے، اسی طرح اس کی آیات کے شمار کی بھی حفاظت کرتے رہے۔ پھر تابعین رحمہم اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اَلفاظ اور آیات کے شمار کی تعلیم حاصل کی۔ ان سے آگے یہ تعلیم آئمہ شمار

☆ ایم فل علومِ اسلامیہ، شیخ زاید سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے ذریعے پھر ہم تک پہنچ گئی۔ ذیل میں آیات کے شمار سے متعلق اَحادیث اور اَقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نقل کیے جاتے ہیں جن سے ہمیں یہ پتہ چلے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا کس قدر شوق تھا۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ ﷺ سے آیات کی تعیین کی بھی تعلیم حاصل کی۔

شمار کے بارے میں اَحادیث نبویہ ﷺ

حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز میں ساٹھ آیتوں سے سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔ یعنی کم از کم ساٹھ اور زیادہ سے سو آیات کی تلاوت آپ ﷺ فجر کی نماز میں فاتحہ کے بعد تلاوت فرماتے تھے۔
[صحیح بخاری، ۵۴۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اِرشاد فرمایا:
''جس نے ایک رات میں بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں اسے وہ دونوں کافی ہوجائیں گی۔''
[صحیح بخاری، ۵۰۰۹]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ نبی ﷺ اس سورت یعنی فاتحہ کی تلاوت فرما رہے تھے سو آپ ﷺ 'بسم الله الرحمن الرحیم۔ العٰلمین۔ الرحیم۔ یوم الدین۔ نستعین۔' پانچوں میں سے ہر ایک پر ایک ایک انگلی بند کرتے رہے اور نستعین پر پہنچ کر پانچ انگلیاں بند کرلیں۔ پھر المستقیم پر ایک انگلی کھڑی کی جس میں اِشارہ تھا کہ یہاں چھ آیتیں ہوگئیں، پھر سورت کے آخر پر ایک انگلی اور اٹھالی جس کے معنی یہ تھے کہ سات آیتیں ہوگئیں۔[البیان فی عدآی القرآن:۶۳]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
''جس نے سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں حفظ کرلیں پھر اس کو دجال نے گھیر لیا تو وہ اُسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کو دجال کے فتنے سے بچالیا جائے گا۔''[صحیح مسلم:۱۸۸۳]
یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ دجال کے دجالی فتنے سے اس کو بچائیں گے اور اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
''تیس (۳۰) آیتوں نے اللہ کی جناب میں ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کو جنت میں پہنچا دیا اور وہ سورۃ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ﴾ [الملك:١] ہے۔''[جامع الترمذی:۲۸۹۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
''جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت سماعت فرمائی قیامت کے روز وہ آیت اس کے لیے نور ہوگی۔''
[البیان فی عدآی القرآن:۲۳]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اسم اَعظم (یعنی اللہ کا بڑا نام) ان دو آیات میں ہے۔ ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴾ [البقرہ:۱۶۳/۲] اور ﴿ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ [آل عمران:۳/۱،۲،البیان فی عدآی القرآن:۲۶] 870

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جس نے ایک رات میں پانچ سو سے لے کر ایک ہزار آیات تک تلاوت کیں تو اس کے لیے دو قنطار اجر ہے۔ قنطار کے قیراط کی مثال بڑے پہاڑ کی سی ہے۔'' [ایضاً:۲۸]

حضرت ابوعبدالرحمٰن کا کہنا ہے کہ جن حضرات نے ہمیں قرآن مجید پڑھایا وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان معلّمین نے ہمیں یہ بات بھی بتلائی کہ نبی ﷺ ان کو دس دس آیتیں پڑھاتے تھے پھر جب تک ہمیں ان دس آیتوں کے احکام نہیں سکھا دیتے تھے اُس وقت تک دوسری دہائی شروع نہیں کراتے تھے۔ اسی لیے یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں ''تعلمنا القرآن و العمل جمیعاً'' یعنی ہم نے قرآن کے الفاظ اور اس کے احکام دونوں چیزیں سیکھی ہیں۔ [البیان فی عدآی القرآن:۳۴]

اس روایت سے آپ ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو آیات کی تلاوت کے ساتھ ساتھ احکام کی تعلیم فرمانا اور آیات کے شمار کا پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک وقت میں دس آیات کی تلاوت فرماتے اور پھر اگلی دس آیات کی تلاوت اس وقت تک نہ فرماتے جب تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پہلی دس آیات کے احکام کو سیکھ نہ لیتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب گھر لوٹ کر آئے تو تین حاملہ اونٹنیاں پائے جو نہایت فربہ ہوں بڑی بڑی۔ ہم نے کہا بے شک۔ آپ ﷺ نے فرمایا پس تین آیتیں کہ ان کو آدمی نماز میں پڑھتا ہے بہتر ہیں اس کے لیے تین اونٹنیوں سے جو بڑی اور موٹی ہوں۔'' [صحیح مسلم:۱۸۷۲]

شمار آیات کے بارے میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آثار و اَحادیث آئی ہیں۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ نبی ﷺ کا فاتحہ کی آیات کا، سورۃ الملک کی آیات کا شمار بتانا اور سورت کے اوّل یا آخر میں سے کسی خاص مقام کی آیتوں کے مخصوص شمار پر ثواب کی تعیین فرمانا لغو اور بے فائدہ نہیں تھا بلکہ اس لیے تھا کہ لوگوں کو آیات کا شمار معلوم کرنے کی طرف متوجہ فرمائیں تا کہ ان کو مخصوص آیات کی تلاوت کا ثواب میسر آئے۔ ان سب اَحادیث سے فواصل کی تعلیم اور اس کے حفظ کی طرف توجہ کرنا معلوم ہوتا ہے، نیز یہ کہ فواصل کا شمار آپ ﷺ سے مروی ہونا پتہ چلتا ہے جو کہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ فواصل کی تعیین توقیفی ہے نہ کہ قیاسی۔

شمار آیات سے متعلق اَقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح نبی کریم ﷺ سے دیگر علوم قرآنیہ حاصل کیے اسی طرح آیات کا شمار بھی انہوں نے آپ ﷺ سے حاصل کیا جیسا کہ اُوپر گزر چکا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیں دس آیات کی قراءت کے ساتھ ساتھ اس کے احکامات بھی سکھاتے اور پھر جب تک ہم ان دس آیات کو سیکھ نہ لیتے آپ ﷺ اگلی دس آیات کی قراءت نہ فرماتے۔

[مسند احمد:۲۲۳۸۴]

نبی کریم ﷺ سے شمار کی تعلیم تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی لیکن شمار آیات میں مشہور ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہوئے۔ یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی نفلی نمازوں میں بھی اپنی انگلیوں کے پوروں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آیات کا شمار کیا کرتے تھے تاکہ ان کے ذریعے اجر موعود کو پاسکیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نفلی نماز میں قرآن کی آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔
[البیان فی عدآی القرآن:۴۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔
[محولہ بالا]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔[ایضاً:۴۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت قاسم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں آیات کا شمار کیا کرتی تھیں۔
[البیان فی عدآی القرآن:۴۲]

مندرجہ بالا تمام روایات جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نماز میں آیات کے شمار سے متعلق آئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز میں آیات کے شمار پر ابھارنا تھا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم آیات کے شمار کا نماز میں اس قدر اہتمام فرماتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نماز کے باہر اس کی تعلیم وتلقین کا اہتمام نہ فرماتے ہوں۔ نماز کے علاوہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا آیات کو شمار کرنا ذیل کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کی آیات کا شمار بھی کیا تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ ایک تلاوت کا اور دوسرا شمار کرنے کا۔[شرح المخللاتی:۹۵]

صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات کا شمار دیکھ کر اپنے بعد آنے والوں یعنی تابعین رحمہم اللہ کو اس کی تعلیم دی اور اس کو شمار کرنے پر ابھارا۔

اَقوال تابعین رحمہم اللہ

تابعین میں سے چوبیس لوگوں کے نام تقریباً ہمارے سامنے آتے ہیں جو آیات کے شمار میں مشہور رہیں ان اَئمہ کی نسبت مدینہ، کوفہ، مکہ، بصرہ اور شام کی طرف کی جاتی ہے۔

اہل مدینہ میں

عروہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، نافع بن جبیر بن مطعم اور یزید بن رومان رحمہم اللہ۔[البیان فی عدآی القرآن:۴۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اہل کوفہ میں

ابوعبدالرحمٰن السلمی، زر بن حبیش، سعید بن جبیر، شعبی، یسیر بن عمرو، ابراہیم النخعی، یحییٰ بن وثاب، خیثمہ بن عبدالرحمٰن اور عاصم بن ابی النجود رحمہم اللہ۔[البیان فی عدآی القرآن:۴۳]

اہل مکہ میں

عطاء بن ابی رباح، طاؤس، ابن ابی ملیکۃ اور مغیرہ بن حکیم یمانی رحمہم اللہ۔[ایضاً]

اہل بصرہ میں

حسن، ابن سیرین، مالک بن دینار، ثابت البنانی، ابومجلز اور حبیب بن الشہید رحمہم اللہ۔[ایضاً]

اہل شام میں

کعب الاحبار رحمہ اللہ۔[محولہ بالا]

ان تمام شہروں کے کل آئمہ جو اُوپر بیان کیے گئے ہیں چوبیس (۲۴) ہیں۔ جن میں سے چار مدینہ کے، نو کوفہ کے، چار مکہ کے، چھ بصرہ کے اور ایک شام کا۔ ان سب آئمہ سے آیات کا شمار نماز میں اور نماز کے باہر ثابت ہے۔ شعبی کی روایت میں ہے کہ فرض نمازوں میں آیات کے گننے میں کوئی حرج نہیں۔[ایضاً:۴۷]

اسی طرح کی روایات باقی آئمہ سے بھی مروی ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

عبدالرحمٰن بن عیسیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن سے جو بھی قرآن کریم پڑھتا وہ اس کو قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آیات کے شمار کی بھی تعلیم دیتے۔[ایضاً:۴۸]

امام عاصم رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی قرآن کی تلاوت کرتا تو وہ اپنی انگلیوں پر تلاوت کرنے والے کی آیات کا شمار کرتے۔[ایضاً]

خالد الحذاء ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔[ایضاً:٦٦]

شمار آیات کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر اپنے مابعد آنے والوں یعنی تابعین رحمہم اللہ کو سکھائی اور ان سے آگے پھر شمار آیات کی یہ تعلیم ائمہ سبعہ اور امام دانی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق آئمہ ستہ تک پہنچی جو مندرجہ ذیل ہیں:

① مدنی اوّل ② مدنی اخیر ③ مکی ④ کوفی ⑤ بصری ⑥ شامی۔[ایضاً:٦٧]

یہ شمار و تعیین اس طرح روشن و ظاہر ہیں جس طرح صبح صادق کی روشنی واضح اور ظاہر ہوتی ہے۔ نیز جس طرح صبح کی روشنی سے رات کی اندھیری ختم اور ناپید ہوجاتی ہے اسی طرح یہ روایتیں بھی آیات کے شمار اور ان کی تعیین کے بارے میں تمام شکوک وشبہات کو بالکل رفع کردیتی ہیں۔

مذکورہ بالا تمام آثار و روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علم (علم الفواصل) توقیفی ہے۔ لیکن اگر یہ علم توقیفی ہے تو پھر آئمہ شمار میں آیات کے شمار کے بارے میں اختلاف کیوں ہے؟ اس بناء پر ائمہ کرام کے دو مؤقف سامنے آتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

① جو تمام آیاتِ قرآنیہ کے رءوس کی تعیین کو توقیفی قرار دیتے ہیں اور اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ قاری فتح محمد لکھتے ہیں:

''تمام شمار توقیفی ہیں جو نبی کریمﷺ کے بتانے سے معلوم ہوئے ہیں اور اجتہادی نہیں ہیں جن میں قیاس اور رائے کا دخل ہو۔'' [کاشف العسر:۵۷]

② جو اکثر آیات کے رءوس کی تعیین کے توقیفی ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن رءوس آیات کے تعیین کے ایک قلیل حصہ کے قیاسی/اجتہادی ہونے کے قائل ہیں۔ یہی مؤقف امام دانی رحمہ اللہ، ابن عبدالکافی رحمہ اللہ اور علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہی مؤقف مقالہ نگار کے نزدیک زیادہ راجح ہے۔ ذیل میں قائلین توقیفی اور قیاسی دونوں کے مؤقف بیان کیے جاتے ہیں۔

فواصل کا توقیفی ہونا

توقیفی کسے کہتے ہیں اس سے متعلق علامہ جعبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"أما التوقيفي فما ثبت أنه النبي ﷺ وقف عليه دائماً تحققنا أنه فاصلة، وما وصله دائماً تحققنا أنه ليس بفاصلة." [حديقة الزهر في عد آي السور (مخطوطة):۲۲۸]

''جس کلمہ پر رسول اللہﷺ کا دائماً وقف کرنا ثابت ہے ہم اس کے فاصلہ ہونے کا یقین کریں گے اور جہاں آنحضرتﷺ نے ہمیشہ وصل کیا ہے اس کی نسبت ہم یہ سمجھیں گے کہ وہ فاصل نہیں ہے۔''

قائلین توقیفی کے دلائل

ائمہ کا وہ گروہ جن کا کہنا ہے کہ فواصل کا کلی علم توقیفی ہے اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں۔ وہ اس کے مندرجہ ذیل دلائل بیان کرتے ہیں:

① قرآن مجید میں ایسے کلمات بھی آئے ہیں جو اپنی ظاہری شکل اور اپنے وزن میں ان کلمات سے ملتے جلتے ہیں جن پر سب نے آیت شمار کی ہے۔ لیکن یہ کلمات اجماعاً متروک ہیں اور ان پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔ پس اگر آیات کے مقرر کرنے میں اجتہاد اور رائے و عقل کا ذرا بھی دخل ہوتا تو یہ کلمات آیات میں سے خارج نہ ہوتے۔ کیونکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ جتنے کلمات بھی آیات کے ہم شکل ہیں ان سب پر آیت شمار کی جاتی حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ پس ہم شکل ہونے کے باوجود ان پر آیت نہ ہونا صاف بتا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں بلکہ نبی کریمﷺ کے بتانے سے کی گئی ہے۔ کیونکہ عقل تو یہ بتاتی ہے کہ ہم شکل کلمات کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ یا تو سب پر آیت ہو یا کسی پر بھی نہ ہو۔ [ماخوذ از کاشف العسر:٦٤]

قاری رحیم بخش لکھتے ہیں:

''رؤوس آیات کے توقیفی ہونے کی بہت سی دلیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن پاک میں بہت سے کلمات ایسے ہیں جو وزن اور شکل کے اعتبار سے آیتوں کے مشابہ ہیں (اس کو شبہ الفاصلة کہتے ہیں) حالانکہ اماموں نے ان کو رؤوس آیات میں شمار نہیں کیا نیز ایسے کلمات بھی کافی آئے ہیں جو آیات کے سروں کے ہم شکل نہیں ہیں (اس کو شبہ الوسط کہتے ہیں) جیسے ﴿ألا تعالوا﴾ لیکن ان کے شمار کرنے پر اجماع ہے اور ان پر سب ہی نے آیت شمار کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔'' [ہدایات الرحیم:۳]

⑤ بعض جگہ ایسے کلمات پر بھی آیت شمار کی گئی ہے جن پر کلام اور جملہ پورا نہیں ہوتا یا ان کلمات کا بعد والے کلمات سے قوی درجہ کا تعلق ہوتا ہے۔ اس صورت میں عقل اور اجتہاد کا تقاضا یہی تھا کہ ان پر آیت شمار نہ کی جاتی کیونکہ ظاہر کی رو سے آیت کلام کے ایک حصہ کا نام ہے اور کسی حصہ کا کامل ہونا اس پر موقوف ہے کہ وہ اپنا مطلب بتانے میں بعد والے کلام سے بالکل بے نیاز ہو اور اس کا محتاج نہ ہو۔ ﴿ أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴾ [العلق:۹۶/۹]، ﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ﴾ [النازعات:۷۹/۳۷] ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴾ [اللیل:۹۲/۱۷] مذکورہ بالا کلمات ایسے نہیں، کیونکہ جب جملہ پورا نہیں یا بعد والے کلمہ کا پہلے کلمہ سے تعلق ہے تو یہ بات واضح ہے کہ یہ کلمات بعد والے کلمات سے بے نیاز ہیں۔ پس جملہ کے کامل نہ ہونے یا بعد والے الفاظ سے قوی تعلق ہونے کے باوجود ان کلمات پر آیت شمار کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے بتانے سے مقرر ہوئی ہے۔ [بشیر الیسر:۲۴؛ مرشد الخلان:۱۸]

قاری فتح محمد رقم طراز ہیں:

''ایسے کلمات بھی کافی ہیں جو آیات کے سروں کے ہم شکل نہیں لیکن ان کے شمار کرنے پر اجماع ہے۔''

[کاشف العسر:۱۳۹]

⑥ دکتور وهبه الزحيلي لکھتے ہیں:

"ولا سبيل لمعرفة أول الآية وآخرها إلا بالتوقيف الشارع فلا مجال فيها للقياس والرأي، بدليل أن العلماء عدوا ﴿المص﴾ آية، ولم يعدوا نظيرها وهو ﴿المر﴾ آية"

[الموسوعة القرآنية الميسرة: ٦٢٣٦]

''آیت کے اوّل و آخر کو شارع کے وقف کے علاوہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں اور نہ ہی اس میں قیاس اور رائے کا کوئی عمل دخل ہے، اس کی دلیل علماء کا 'المص' پر آیت شمار کرنا اور 'المر' پر آیت کا شمار نہ کرنا ہے۔''

عبدالفتاح قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حروف مقطعات جو قرآن مجید کی انیس سورتوں کے شروع میں آرہے ہیں ان پر صرف کوفی نے آیت شمار کی لیکن ان میں سے تین حروف کو مستثنیٰ کر دیا ہے اور ان پر آیت شمار نہیں کی ہے۔

وہ جن کے آخر میں راء ہے۔ مثلاً 'الر، المر'

'طٰسٓ' جو نمل کے شروع میں ہے۔

مقطعات کے وہ حروف جو اکیلے آرہے ہیں۔ مثلاً 'ص، ن، ق' وغیرہ۔ سورۃ شوریٰ کے 'ق' پر حمصی اور کوفی دونوں کے لیے آیت ہے جبکہ باقی مقطعات کو کوفی نے لیا ہے۔ ان کو حمصی نے نہیں لیا۔ باقی پانچوں امام مدنی اوّل و آخر، مکی، دمشقی اور بصری ان حضرات نے مقطعات کے کسی حرف پر بھی آیت شمار نہیں کی۔ علماء کے ہاں یہ تفریق اور جدائی آیات کے توقیفی ہونے کی دلیل ہے۔ [بشیر الیسر:۲۴]

⑦ اگر آیات اور ان کے شمار توقیفی نہ ہوتے بلکہ عقل و رائے سے مقرر کیے جاتے تو کوئی آیت بھی ایسی نہ ہوتی جو صرف ایک کلمہ والی ہو کیونکہ ایک کلمہ سے کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ صرف ایک کلمہ والی آیتیں بڑی سورتوں میں بھی آئی ہیں جیسے دو مقطعات جن پر آیات شمار کی گئی ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چھوٹی سورتوں میں بھی موجود ہے۔ جیسے 'والطور، والفجر، والضحٰی، والعصر' یہ بات نبیﷺ کے بتانے اور آپﷺ سے سننے ہی پر منحصر ہے۔[کاشف العسر:۶۹]

نیز یہ کہ پورے قرآن میں کوئی آیت بھی ایسی نہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہو نہ بڑی سورتوں میں اور نہ چھوٹی سورتوں میں لیکن صرف ذیل کی تین صورتوں میں ایسی آیات ہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہیں۔

① مقطعات میں اور وہ بیس (۲۰) ہیں۔

② ان الفاظ میں جن سے قسم کھاتے ہیں جبکہ وہ دوسری آیتوں کے ہم شکل بھی ہوں۔ ان میں سے چار پر آیت شمار کی ہے۔

③ قسموں کے سوا دوسرے الفاظ میں سے اور یہ پانچ ہیں۔

اس طرح ایک کلمہ والی کل آیات انتیس (۲۹) ہیں ان میں اکثر کو کوفی نے شمار کیا ہے اور بعض میں دوسرے امام بھی شریک ہوگئے ہیں۔[ایضاً:۱۰۱]

⑤ بڑی سورتوں میں چھوٹی آیتیں بھی آئی ہیں۔

⑥ چھوٹی سورتوں میں بڑی آیتیں بھی موجود ہیں۔[ایضاً:۱۳۹]

⑦ آیات کے آخری سرے نبیﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سلف آیات کے آخری کلمات پر دو نقطے لگاتے تھے اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس کلمہ کے آخری حرف پر آیت ختم ہوگئی ہے۔ اسی طرح نقطوں کا ترک اس بات کی علامت تھی کہ اس کلمہ کے آخری حرف پر آیت کا سرا نہیں ہے۔ اس کی توضیح کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل کافی وافی ہے کہ ان حضرات نے انفال وقتال یعنی براءۃ کے درمیان 'بسم الله' نہیں لکھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی نبی کریمﷺ اس کے شروع میں 'بسم الله' لکھنے کا حکم فرما دیتے تھے جبکہ سورۂ براءۃ کے شروع کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبیﷺ کا کوئی بیان نہیں ملا۔ پس جب ان کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ آپﷺ نے اس سورۃ کے اوّل میں 'بسم الله' لکھنے کا حکم فرمایا ہے یا نہیں تو اس بارے میں توقف اختیار کرلیا اور 'بسم اللہ' کو ترک کردیا۔

پس اگر آیات کا ثبوت اجتہاد سے ہوتا تو ان کو براءۃ کے شروع میں ضرورت پیش نہ آتی اور 'بسم الله' کو لکھ دیتے نیز وہ حضرات قرآنوں کے مجرد (نقطوں اور حرکتوں تک سے خالی) رکھنے کا پورا اہتمام فرماتے تھے اس کے باوجود بھی آیتوں کے شمار کے لیے ان کے اخیر میں نقطے لگاتے تھے۔ پس یہ عمل واضح دلیل ہے اس پر کہ آیات توقیفی ہیں اور ان میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نیز آیات کے درمیان کے ان نقطوں میں اماموں کا اختلاف کرنا آیات کے توقیفی ہونے کی یقینی دلیل ہے۔[ماخوذ از لوامع البدر:۹۰،۹۱]

⑧ امام عاصم رحمہ اللہ نے اپنے شیخ امام زر بن حبیش کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی نقل کیا ہے کہ ایک بار ہمارا ایک سورت کی آیات میں اختلاف ہوگیا سو بعض نے کہا کہ تیس (۳۰) آیتیں ہیں اور بعض اس طرح گویا ہوئے کہ نہیں بتیس (۳۲) ہیں۔ سو ہم حضورﷺ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپﷺ کے چہرۂ انور "فداه أبي و أمي" کا مبارک رنگ متغیر ہوگیا (یعنی ناراضگی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آثار پیدا ہوئے) آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آہستہ سے کچھ بات فرمائی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا کہ حضور ﷺ امر فرمارہے ہیں کہ قرآن مجید کو اسی طرح پڑھو، جس طرح تمہیں سکھایا گیا ہے (یعنی جو جو عدد آیات کا جس جس کو بتایا گیا ہے وہ اسی اسی طرح عدد پر قائم رہے)۔

پس اس روایت سے جہاں آیات کا توقیفی ہونا اور ان کا شمار معلوم ہوا وہاں یہ بھی بخوبی واضح ہوگیا کہ بعض مواقع ایسے ہیں کہ وہاں بعض نے آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی کیونکہ یہ اختلاف اگر صحیح نہ ہوتا اور یہ تعداد آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی نہ ہوتیں تو آپ ﷺ کسی ایک عدد کو ساقط فرما کر اختلاف کو رفع فرمادیتے۔[ہدایات رحیم:۲]

شمار میں اِختلاف کی وجہ

قائلین توقیف آئمہ شمار میں اختلاف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''شمار کے اماموں کے اختلاف سے اس میں شبہ ہوتا ہے کہ اختلاف اجتہاد کی علامت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شمار میں جو اختلاف ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ قراءۃ کی وجوہ میں اختلاف ہے۔'' [کاشف العسر:۱۳۹]

فواصل کا قیاسی ہونا

جس آیت پر آپ ﷺ نے ایک بار وقف کیا اور دوسری مرتبہ اس پر وصل فرمایا تو اس چیز میں یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کا وقف کرنا فاصلہ کی تعریف کے لیے تھا یا وقف تام کی تعریف کے واسطے یا یہ بات بتانے کے لیے کہ اس جگہ استراحت (آرام لینا) مقصود ہے اور اس کے بعد وصل کرنا۔ مگر ایسا (یعنی وقف تام یا استراحت) اسی صورت میں سمجھا جائے گا جبکہ وہ مقام فاصلہ کا نہ ہو۔ اسی طرح وصل کرنا کہ وہ مقام فاصلہ ہو مگر وقف تام کے لیے اس کو وصل کردیا۔ اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس کلمہ پر فاصلہ ہے یا نہیں اس بات کی تعیین اجتہاد کے ذریعے کی جاتی ہے۔

قیاس کسے کہتے ہیں اس سے متعلق علامہ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فهو ما ألحق من المحتمل غير المنصوص بالمنصوص لمناسب، ولا محذور في ذلك لأنه لا زيادة فيه و لا نقصان وإنما غايته أنه محل وصل أو فصل“

[حديقة الزهر في عد آي السور (مخطوطه):۲۲]

''قیاس یہ ہے کہ جو احتمال غیر منصوص کسی مناسب امر کی وجہ سے منصوص کے ساتھ لاحق کردیا گیا ہو وہ بھی فاصلہ مانا جائے گا اور اس بات میں کوئی خرابی نہیں ہے اس میں کوئی کمی اور بیشی نہیں ہوتی اور اس کی غرض و غایت محض اس کا محل وصل یا محل فصل ہونا ہے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ وقف ہر کلمہ پر الگ الگ بھی جائز ہے اور تمام قرآن کا وصل کرنا بھی جائز ہے لہٰذا قیاس اس بات کا محتاج ہے کہ وہ فاصلہ کی معرفت کا کوئی طریقہ معلوم کرے۔

[الاتقان فی علوم القرآن:۲/۲۶۹]

قائلین قیاسی کے دلائل

قائلین قیاسی کی رائے ہے کہ اس علم کا بہت بڑا حصہ تو ایسا ہے جو توقیفی ہے۔ لیکن ایک قلیل حصہ قیاسی بھی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کچھ جزئیات منقول ہیں۔ ان سے قواعد کلیہ مستنبط کیے گئے اور انہی کی طرف جزئیات بھی لوٹا دی گئی ہیں۔جن کے بارے میں نص نہیں آئی۔قائلین قیاسی کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

① جب حضرت اعمش رحمہ اللہ تابعی سے امام حمزہ رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ آپ نے ﴿إِلَّا خَآئِفِينَ﴾ [البقرہ:۱۱۴/۲] پر آیت شمار نہیں کی تو اس کے جواب میں اعمش رحمہ اللہ نے یہ دلیل بیان کی کہ ہماری قراءۃ میں ﴿خَآئِفِينَ﴾ کے بجائے ﴿خیفاً﴾ ہے۔[البیان فی عدآی القرآن:۱۰۹]

مقصد یہ تھا کہ اس قراءت کی رُو سے یہ کلمہ پہلی اور بعد والی آیتوں کے شکل اور ان کے وزن پر نہیں حالانکہ قرآن مجید کی اکثر آیتیں شکل و وزن میں متحد ہو کر آئی ہیں۔ اس کے اپنی ماقبل اور مابعد آیات سے شکل و وزن میں متحد نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اعمش رحمہ اللہ نے اس پر آیت شمار نہیں کی۔

قاری فتح محمد کا کہنا ہے کہ علامہ دانی رحمہ اللہ کی اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

① آیات کے بارے میں مُشاکلہ اور تناسب والا قاعدہ معتبر بھی ہے اور اماموں نے اس کو استعمال بھی کیا ہے۔

② جن کلمات پر آیت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نص و روایت نہ آئی ہو ان میں اجتہاد کر لینا اور اس کے ذریعہ سے ان کا حکم معلوم کر لینا صحیح اور درست ہے۔[کاشف العسر:۱۳۶]

ابو ایوب انصاری امام اعمش رحمہ اللہ اور امام حمزہ رحمہ اللہ کے قول سے متعلق فرماتے ہیں:

''آیات کے بارے میں اجتہاد کے جائز اور صحیح ہونے کی ایک دلیل وہ بھی ہے جس کو اعمش رحمہ اللہ نے ﴿خَآئِفِينَ﴾ پر آیت شمار نہ کرنے کے بارے میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں ہماری قراءۃ ﴿خیفاً﴾ ہے۔ اس کی رُو سے یہاں مشاکلہ اور موازنہ کا قاعدہ معدوم ہے اس لیے ہم نے اس کو آیت کا آخری سر شمار نہیں کیا اور اس ارشاد کی بنیاد اس اجتہاد پر ہے جس میں کسی طرح بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے۔'' [لوامع البدر:۹۱]

② آیات کی تمام جزئیات کے بارے میں نصوص نہیں آئیں (یہ رائے ابن عبد الکافی، علامہ دانی رحمہ اللہ اور امام شاطبی رحمہ اللہ وغیرہم کی ہے)۔[مرشد الخلان:۲۰]

③ شمار میں اماموں کا اختلاف ہے۔اس کے جواب میں یہ کہنا ظاہر کے خلاف ہے کہ آیات کا اختلاف قراءۃ کی وجوہ کے اختلاف کی طرح ہے اس لیے کہ قراءت کی وجوہ اُمت پر آسانی اور مہربانی فرمانے کے لیے نازل ہوئی ہیں اور شمار کا یہ حال نہیں ہے۔[کاشف العسر:۱۳۶]

قاری فتح محمد فرماتے ہیں:

''آیات کے بعض مواقعوں کا اجتہاد سے ثابت ہونا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لیے کہ اس سے قرآن مجید میں نہ کوئی زیادتی لازم آتی ہے اور نہ کمی بلکہ اس علم کے تمام مسائل وصل و فصل کے مقامات کی تعیین کے لیے ہیں۔''

[کاشف العسر:۱۴۰]

قائلین توقیفی اور قیاسی کے نقطۂ نظر میں تطبیق

قائلین توقیفی اور قیاسی کے نقطۂ نظر میں تطبیق بیان کرتے ہوئے عبد الرزاق علی ابراہیم موسیٰ فرماتے ہیں:

''إن هذا العلم بعضه ثبت بالنص وهو العظم وبعضه ثبت بالإجتهاد ولكن لما كان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الإجتهاد في هذا العلم هو رد الجزئيات التي لم ينص عليها إلى ما نص عليه منها، صح أن يقال: إن هذا العلم نقلي۔'' [مرشد الخلان:۲۱]

''اس علم کا بعض حصہ نص سے ثابت ہے جو بہت زیادہ ہے اور بعض حصہ اجتہاد سے ثابت ہے۔ اس علم میں اجتہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان جزئیات کو جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی ہے، ان جزئیات کی طرف لوٹانا جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ علم نقلی ہے۔''

قاری فتح محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس علم (یعنی علم الفواصل) کے دو حصے ہیں:

① وہ جو نص اور روایت سے ثابت ہے اور یہ اکثر ہے۔

② وہ جو اجتہاد کے ذریعے حاصل ہوا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جن جزئیات کے بارے میں نص اور روایت نہیں آئی ان کو ان جزئیات کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جن کے بارے میں نص موجود ہے اور ان ہی سے غیر منصوص جزئیات کا حکم بھی نکال لیا جائے۔ پس چونکہ بغیر نص والی جزئیات کا حکم بھی نص والی جزئیات ہی سے نکالا جاتا ہے اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ علم پورے کا پورا توقیفی اور نقلی ہے۔ [کاشف العسر:۷۰-۷۱]

قاری صاحب اس سے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ آیات کے شمار میں اختلاف سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیات کے شمار توقیفی اور نبیﷺ کے بتائے ہوئے نہ ہوں کیونکہ یہ اختلاف مشاکلہ اور تناسب کی وجہ سے ہے۔ یہ دونوں قاعدے بھی فن کے علماء نے اُن آیات سے نکالے ہیں جن پر آیت ہونے کے بارے میں نص و روایت موجود ہے۔ پس ان آیات سے یہ دو قاعدے نکال کر اُن میں بھی جاری کر دیئے جن کے بارے میں نص و روایت نہیں تھی اور اس ذریعہ سے ان غیر نص والی آیات کو بھی وہی حکم دے دیا جو نص والی آ کا تھا اور وہ حکم یہ تھا کہ ان پر آیت ہے۔ پس اسی طرح غیر نص والی آیات پر بھی یہی حکم لگا دیا کہ ان پر بھی آیت ہے چونکہ یہ حکم مشاکلہ اور تناسب کے ذریعہ لگایا گیا ہے اور یہ دونوں نص والی آیات سے مستنبط ہیں اس بناء پر گویا وہ بغیر نص والی آیات بھی نص والی آیات ہی سے لی گئی ہیں اور اس طرح سب آیات توقیفی ہو گئیں۔ [ایضاً:۱۳۸]

حاصل کلام یہ ہے کہ آیات کے فواصل کے شمار میں جو اختلاف ہے اس سے یہ بات ہرگز نہیں نکلتی کہ یہ تمام اجتہادی/ قیاسی ہیں۔ اس علم میں جو توقیف ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ﷢ نے قرآن کے الفاظ اور اس کی آیات اور ان کا شمار یہ تینوں چیزیں خود نبی کریمﷺ سے سنی ہیں اور یہ اختلاف و اجتہاد توقیف کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی کریمﷺ نے صحابہ﷢ کو آیات کی تعلیم ان کے رؤوس پر وقف کرنے کے ذریعے دی۔ جن رؤوس پر آپﷺ نے ہمیشہ وقف کیا ان پر سب آئمہ کے نزدیک فواصل ہیں اور جن پر ہمیشہ وصل کیا اُن پر اجماعاً فواصل نہیں۔ آئمہ کے مابین اختلاف اصل میں ان رؤوس کے بارے میں ہوا جن پر ایک مرتبہ آپﷺ نے وقف کیا اور دوسری مرتبہ وصل۔ اب آپﷺ کے اس وقف اور وصل میں اختلاف ہوا کہ آپﷺ نے وقف فاصلہ کی تعلیم کے لیے کیا تھا یا وقف تام یا استراحت کے لیے؟ اسی طرح وصل کہ اُس پر فاصلہ تھا، جبکہ آپﷺ نے وقف تام کی وجہ سے وصل کیا۔ اس اختلاف کی بناء پر آئمہ میں اختلاف واقع ہوا کہ ان آیات کے رؤوس پر فواصل ہیں یا نہیں۔

آپﷺ کے وقف و وصل کی تین صورتیں ہیں:

① وہ کلمات جن پر آپﷺ نے ہمیشہ وقف کیا ہے ان پر اجماعاً فاصلہ کا اطلاق ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- وہ کلمات جن میں ہمیشہ وصل کیا ہے یہ اجماعاً متروک ہیں۔
- وہ کلمات جن پر کبھی وقف کیا ہے اور کبھی ان کو وصل سے پڑھا ہے اس قسم میں اختلاف ہے۔

اس تیسری صورت کے وقف میں پھر تین طرح کے احتمالات ہیں:

① اس لیے کہ یہ آیت کا آخری سرا ہے۔
② اس لیے کہ آگے پڑھنے کے لیے سانس میں قوت آ جائے۔
③ وقف کا طریقہ بتلانے کے لیے ہو کہ کسی حرف پر وقف کس طرح کیا جاتا ہے۔ مثلاً وقف میں حرکت والے حرف کو ساکن اور تاء تانیث سے بدل دیتے ہیں وغیرہ۔

جس طرح تیسری صورت کے وقف میں احتمالات ہیں اسی طرح وصل میں بھی دو احتمالات ہیں:

① یہ بتانے کے لیے ہو کہ یہ آیت کا آخری سرا نہیں ہے۔
② اس لیے ہو کہ آیت کا آخری سرا تو ہے لیکن پہلی بار جو وقف کیا تھا وہ رؤوس کی تعلیم کے لیے تھا۔ پھر جب آپ ﷺ اس سے مطمئن ہو گئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر فاصلہ کو پوری طرح سمجھ لیا ہے تو پھر وصل کر دیا۔

پس ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس پر آیت ہے یا نہیں اور ان احتمالات میں یہ فیصلہ کرنا کہ اس پر فاصلہ ہے یا نہیں اجتہاد و قیاس ہی سے ممکن ہے۔ آیات کے رؤوس ایسے ہیں کہ وہ نہ تو کلی اجتہادی ہیں اور نہ کلی توقیفی۔ آیات کے رؤوس کا ایک بہت بڑا حصہ جس کی تعداد تقریباً چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) بنتی ہے ایسے ہیں کہ اُن پر سب کا اتفاق ہے جبکہ کل آیات چھ ہزار دو سو (۶۲۰۰) سے کچھ زائد ہیں ان اختلافی رؤوس سے عددی لحاظ سے کوئی نسبت حاصل نہیں۔ آئمہ کرام نے ان اختلافی رؤوس کی تعیین کے لیے ان آیات سے جن کے رؤوس کی بابت نص وارد ہوئی ہے، کچھ قواعد مرتب کیے اور پھر ان قواعد کی روشنی میں اختلافی رؤوس کی تعیین ممکن بنائی۔ یہ قواعد انہوں نے چونکہ نص والی آیات سے اخذ کیے تھے اس لیے یہ جزئیات رقواعد ان کلیات رنص والی آیات کا حصہ بن گئے۔ اس طرح یہ علم سارے کا سارا نقلی کہلانے لگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انٹرویو پینل☆

اِنٹرویو

حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کا تحقیقی اور تعلیمی مشن

س: تعمیرِ شخصیت اور علمی رجحانات کا مختصر تعارف کروائیے؟

ج: بچپن سے ہی میں دھیمے مزاج کا حامل ہوں ،اگرچہ میرے قابل رشک حافظے کے ساتھ ہر چیز پر توجہ دینے کے مزاج کی وجہ سے میرا شمار بہت ذہین لوگوں میں ہوتا تھا۔اس سلسلے میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا کہ پورے گھر میں میرے حافظے پر بہت اِعتماد کیا جانے لگا۔ والدِ گرامی حافظ محمد حسین امرتسری روپڑی رحمہ اللہ کاروباری آدمی بھی تھے۔ لاہور کے تجارتی معاملات میں کسی نے اُنہیں جعلی چیک دے دیا۔ایک پنچائیت میں فیصلہ ہوا کہ چیک کی بجائے اَصل رقم دی جائے۔ والد صاحب نے اَصل رقم لینے کے لیے بڑے بیٹے حافظ عبداللہ حسین کو ملزم کے ہمراہ بھیجا۔ وہ سائیکل بھی لے بھاگا۔ ہمارے پاس Raleigh سائیکل ہوتا تھا جوان دنوں کوالٹی کے اِعتبار سے بہت اچھی سواری سمجھی جاتی تھی۔ وقوعہ یوں ہوا کہ جس شخص نے جعلی چیک دیا تھا، اس نے کہا کہ سائیکل مجھے دو، میں اَبھی پیسے لے کر آتا ہوں۔ چھوٹی عمر کی وجہ سے بھائی صاحب نے سائیکل اُسے دے دی۔ وہ سائیکل سمیت غائب ہوگیا۔ کافی دیر بعد بڑے بھائی (حافظ عبداللہ حسین رحمہ اللہ) جب واپس آئے تو اُنہوں نے والد صاحب کو بتایا کہ وہ تو سائیکل بھی لے گیا ہے۔ والد صاحب نے تھانہ ماڈل ٹاؤن میں رپٹ درج کروادی۔ ان دنوں پولیس کے حالات کافی بہتر ہوتے تھے۔ پولیس نے ملزم کو سائیکل سمیت پکڑلیا۔ اب سائیکل ہم نے اپنی تحویل میں لینا تھا۔ پولیس کا مطالبہ تھا کہ آپ رسید لے کر آئیں۔ عام طور پر سائیکلوں کی رسیدیں کم ہی سنبھال کر رکھی جاتی ہیں۔ یہ سائیکل ہم نے رستم سہراب فیکٹری کے ڈائریکٹر جناب محمد یٰسین (سابق امیر جماعت اہل حدیث پاکستان) کے ذریعے لیا تھا۔ اس سلسلے میں جب ان سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ رسید تو میں بنا دیتا ہوں لیکن سائیکل کا نمبر چاہئے۔ اب نمبر کسی کو یاد نہیں تھا۔ والد صاحب نے شام کے وقت گھر آکر ذکر کیا کہ سائیکل تو پولیس نے برآمد کرلیا ہے لیکن نمبر علم نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں نہیں مل سکتا۔ میں بالکل چھوٹی عمر کا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ نمبر مجھے یاد ہے۔ سائیکل کا نمبر گدی کے نیچے ہوتا ہے، جو میں نے اتفاق سے ایک دن پڑھ لیا تھا، میں نے بتایا کہ اس کا نمبر AK23842 ہے۔ چنانچہ والد صاحب نے اسی کے مطابق رسید تیار کرا کر سائیکل حاصل کرلیا۔ اس واقعہ کے بعد میرے ذہن کو گھریلو امور میں رجسٹر کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ ہم عام طور پر دودھ حاصل کرنے کے لیے گھر میں جانور رکھا کرتے تھے، چنانچہ جانوروں کے جتنے بھی معاملات ہوتے، مجھے بتا دیئے جاتے۔ نومولود بچوں کی عمروں کے حساب وغیرہ بھی مجھے آج تک یاد ہیں۔

میں نے سات سال سے بھی کم عمری میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ چونکہ آواز دھیمی ہونے کے باوصف باریک بھی تھی اس لیے جب بعض مجلسوں میں خواتین نے میرا قرآن سنا تو کہنے لگیں کہ کوئی بہت چھوٹی بچی قرآن پڑھ رہی ہے۔ میری اسی ذہانت کی وجہ سے والد صاحب کی خواہش تھی کہ میں اجل عالم دین بنوں۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ

☆ فضلائے جامعہ لاہور الاسلامیہ: نعیم الرحمٰن ناصف، فہد اللہ مراد، مصطفیٰ راسخ رفقاء مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تمہاری بڑی بہنوں کے بعد میں نے تمہیں بھی دینی تعلیم مکمل کرائی ہے تاکہ تم چھوٹے بہن بھائیوں کو عالم دین بنا سکو۔ ہم دس بہن بھائی تھے جن میں سے آج سات حیات ہیں۔ والدہ اور والد (رب ارحمهما كما ربياني صغيرا) بالترتیب یکم اکتوبر ۱۹۵۴ء اور ۲۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء (بروز جمعۃ المبارک) داغ مفارقت دے گئے۔

میرا تعلیمی دورانیہ تقریباً ۱۹۴۹ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک ہے۔ ان دنوں دینی مدارس اداروں کی شکل اختیار کر رہے تھے لیکن پورا مدرسہ کسی بڑی علمی شخصیت کے گرد ہی گھومتا تھا۔ جب کوئی مشہور شخصیت شیخ الحدیث کی مسند پر بیٹھ جاتی تو طالب علم اس مدرسہ کی طرف رُخ کرنے لگتے تھے۔ اگرچہ ہمارے خاندان کی دو معروف علمی شخصیات (حافظ عبداللہ محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ اور شیخ التفسیر حافظ محمد حسین امرتسری روپڑی رحمہ اللہ) نے الگ الگ ہر فن کے امام سے وہ علم حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔

ہماری خاندانی درسگاہ جامعہ اہلحدیث کا باقاعدہ افتتاح ۱۹۵۶ء میں ہوا تو اس میں بڑے بڑے علماء داخل ہوئے جن میں مفتی محمد صدیق (سرگودھا والے)، شیخ الحدیث مولانا محمد گنگن پوری اور مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی بھی شامل تھے۔ فارغ التحصیل علماء کو ان کی نصابی کتابوں کی دہرائی کے لیے ایک خاص کلاس بنائی گئی جس کے لیے ہر فن کی ایک اساسی جامع کتاب منتخب کی گئی۔ اس طرح درس نظامی کا خلاصہ فارغ التحصیل علماء کو پوری تحقیق کے ساتھ دوبارہ پڑھا دیا گیا۔ فنون کے خلاصہ کے طور پر نحو میں کافیہ، صرف میں اصول اکبری، منطق میں شرح تہذیب، بلاغت میں تلخیص المفتاح اور اُصول حدیث کی نخبة الفكر کو بطور علم پڑھایا جاتا تھا۔ گویا طرزِ تدریس میں کوشش ہوتی کہ ہر فن کی ایک کتاب پڑھنے سے ہی اس فن کا عالم تیار کر دیا جائے۔ والد گرامی اسی طرز پر تمام فنون آسان ترین انداز میں پڑھاتے کہ علماء کے ساتھ ساتھ ایک ادنیٰ طالب علم بھی مستفید ہو سکے۔ اندازہ کیجئے کہ نخبة الفكر کا مختصر متن ہمیں اس شرح وبسط کے ساتھ سمجھایا گیا کہ شرح نخبۃ اور مقدمہ ابن الصلاح کی ضروری بحثیں بھی شامل ہو گئیں۔

الحمدللہ ان کی توجہ خاص اور دعاؤں کی بدولت مجھے بڑے بڑے علماء کے ساتھ پڑھنے میں کوئی مشکل حائل نہ ہوتی بلکہ اچھے ذہن و حافظہ کی وجہ سے اکثر ایسا ہوتا کہ ایک بار میں کوئی عبارت دیکھ لیتا تو مجھے کافی حد تک یاد ہو جاتی اور تھوڑی سی توجہ کے بعد بالکل حفظ ہو جاتی۔ مجھے اصول اکبری کی اہم بحثیں، مصدر ثلاثی مجرد کے ۷۰ وزن آج تک ازبر ہیں۔ اسی طرح تخفیف ہمزہ اور تعلیلات کے عربی قواعد بھی اسی کتاب سے یاد ہیں۔ مثال کے طور پر تخفیف ہمزہ کا پہلا قاعدہ یوں ہے:

"الهمزة الساكنة يجوز قلبها بأخت حركة ما قبلها إن لم تكن همزة، وإلا يجب إذا كانتا في كلمة، وإلا لم يجب. وشذ الحذف وجوبا في خذ وكل وجوازا في مر، وهو أفصح من اومر كوأمر فأمر من ومر فمر."

اسی طرح اصول اکبری (عربی) میں مصدر ثلاثی مجرد کے جو اوزان مجھے یاد ہیں وہ یہ ہیں:

حَمْدٌ	شُكْرٌ	بِشْرٌ	شَعْرَةٌ	شِعْرَةٌ	شُعْرَةٌ
فَرَحٌ	لَعِبٌ	كِبَرٌ	سُرًى	رُحُمٌ	أَنَسَةٌ
كَذِبَةٌ	صَلَاحٌ	قِيَامٌ	أُوَامٌ	دَلَالَةٌ	دِلَالَةٌ
دُلَالَةٌ	دَبِيبٌ	صَبِيْعَةٌ	رَقُوبٌ	رُقُوبٌ	زِيُوحٌ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أُلُوهَةٌ	أُلُوهِيَّةٌ	رَغْبَىٰ	فِكْرَىٰ	نُعْمَىٰ	خَطَفَىٰ
خَيْطَفَىٰ	خَنْسَرَىٰ	خَوْزَنَىٰ	شَنْئَانٌ	شَنَئَانٌ	دِرْيَانٌ
قُرْآنٌ	قَطِرَانٌ	عِرِفَّانٌ	فُرُكَّانٌ	عَلَانِيَةٌ	عَيْشُوشَةٌ
دَيْمُومَةٌ (أصلها) دَيْوَمُومَةٌ		لُكْنُونَةٌ	بَاقِيَةٌ	رُفَهْنِيَةٌ	خَيْزَلٌ
سُؤْدَدٌ	سُؤْدُدٌ	تَيْقُورٌ	عِلَّوْزٌ	هِجِرٌّ	أَفْكَلُ
إِرْزِيزٌ	أُزْبِيٌّ	تِمْشَاءُ	تُهْلُوكٌ	مَطْلَعٌ	مَطْلِعٌ
مَهْلُكٌ	مَقْدَرَةٌ	مَقْدِرَةٌ	مَقْدُرَةٌ	مِقْدَارٌ	تَهْلَكَةٌ
تَهْلِكَةٌ	تَهْلُكَةٌ	مَشْعُورٌ	مَشْعُورَةٌ		

مصدری مبالغہ کے اوزان ان کے علاوہ ہیں، یہ مبالغہ کے اوزان اور صفت مشبہ کے دوسوسولہ وزن کافی عرصہ تک مجھے یاد رہے۔

چونکہ بچپن اور ابتدائی جوانی میں پڑھی گئی زیر درس کتابوں کی اکثر عبارتیں مجھے خود بخود یاد ہو جاتیں۔ جیسے بلوغ المرام کے کافی حصے مجھے عرصہ تک یاد رہے۔ (مکتبہ رحمانیہ میں یہ بلوغ المرام، جس کو میں نے مکمل مشکّل کر دیا تھا، محفوظ ہے)

جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ اپنی خاندانی درسگاہ جامعہ اہل حدیث قائم ہو جانے کے بعد والد صاحب مجھے مسجد قدس، چوک دالگراں (رام گلی نمبر ۵) میں ہمراہ لے جاتے۔ میں نے علوم آلیہ کی اساسی کتابیں فارغ التحصیل علماء کے ساتھی کی حیثیت سے پڑھی تھیں جو عربی زبان کے علوم صرف ونحو اور بلاغت کے علاوہ منطق وغیرہ پر مشتمل تھیں۔ ان کے ساتھ علوم عالیہ میں سے اصول (اُصول تفسیر، اُصول حدیث وفقہ) کی ابتدائی کتابیں زیادہ تر والد گرامی سے پڑھیں۔ انہی دنوں والد صاحب کی مزمن بیماری سل ودق شدید ہو جانے کے باعث میں ان سے بلوغ المرام، منتقى الأخبار (متن نیل الاوطار) اور الجامع الصحيح للبخاری گھر میں پڑھتا رہا اور کئی چھوٹے بڑے مخطوطے بھی والد صاحب نے مجھے املاء کروائے۔

چونکہ میں بنیادی کتابیں والد گرامی اور اپنے تایا محدث روپڑی سے پڑھ چکا تھا اس لیے والد گرامی کی وفات کے بعد میرے سرپرست محدث روپڑی اور میرے بہنوئی حافظ محمد اسماعیل روپڑی نے مجھے دیگر مکاتب فکر کے اہل علم سے نہ صرف پڑھنے کی اجازت دی بلکہ مولانا اسماعیل روپڑی کے دیگر مکاتب فکر کے علماء اور مشائخ سے رواداری اور ان کے بے پناہ عزت واحترام کو دیکھ کر میں ان علماء کا بھی گرویدہ ہوتا رہا۔ نیز استاذین مرحومین کی اس نصیحت کے پیش نظر کہ ہر علم وفن اس کے ماہر سے حاصل کرنا چاہئے، میں نے ماڈل ٹاؤن کے قریب مسلم ٹاؤن لاہور کے بالمقابل جامعہ اَشرفیہ کے نئے کیمپس جانا شروع کر دیا جس میں بہت سے علوم آلیہ کے علاوہ علوم عالیہ سے فقہ واصول بھی کبار اساتذہ سے پڑھتا رہا، جبکہ فقہ الحدیث میں خصوصی طور پر مولانا رسول خان اور مولانا اِدریس کاندھلوی رحمهما الله کے تبحر علمی سے فیض یاب ہوا۔ اسی طرح سواری مہیا ہو جانے پر جامعہ مدنیہ واقع مسلم مسجد، لوہاری گیٹ۔ لاہور میں ماہر علوم وفنون مولانا شریف اللہ خان وغیرہ سے منطق وفلسفہ، علم ہیئت وکلام کی آخری نصابی کتابیں بھرپور توجہ سے پڑھیں۔ اس سے قبل مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ میں نے قرآن کریم کا ابتدائی چوتھا پارہ ایک بہت بڑے استاد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری سے حفظ کیا تھا۔ یعنی میں اپنے بڑے بھائی حافظ عبداللہ حسینؒ کے ہمراہ قاری فضل کریمؒ کے مایہ ناز اُستاد قاری کریم بخشؒ کا شاگرد ہوں، جو امرتسر میں پڑھاتے تھے، میں نے وہیں ناظرہ پڑھے بغیر حفظ کی ابتدا کی تھی۔

اگرچہ عم محترم محدث روپڑی نے مجھے والد گرامی کی وفات کے فوراً بعد جامعہ اہل حدیث میں ان کا قائم مقام بنا دیا جس کی وجہ سے نظامت کے ساتھ ساتھ بعض کتابوں کی تدریس کی ذمہ داری بھی اٹھانی پڑی تاہم اسی دوران وقت نکال کر میں دیگر مکاتب فکر کے مشہور مدارس میں بھی پڑھتا رہا۔ علوم عالیہ کے اعلیٰ ترین حصے قرآن و حدیث کی کافی تعلیم میں نے اپنے والد مرحوم سے حاصل کر رکھی تھی خاص طور پر ان کے اساسی ذوق اُصولِ حدیث و تفسیر کی۔ بعد ازاں فقہ و اصول کا جائزہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہمیں محدث روپڑی کرواتے رہے اور صحیح بخاری بھی میں نے دوبارہ محدث روپڑی سے پڑھی اور مشکوۃ سمیت صحاح ستہ کی تکمیل بھی محدث روپڑیؒ اور مولانا محمد عبدہ فیروزپوریؒ وغیرہ سے کی۔ انسان جب مختلف اساتذہ سے پڑھتا ہے یا دیگر حلقوں میں جاتا ہے تو اثر ضرور قبول کرتا ہے۔ اس حوالے سے مجھ پر زیادہ شوق اس امر کا سوار ہوا کہ میں آزادانہ تحقیق کروں۔ خاص طور پر مولانا رسول خان صاحب جب دورۂ حدیث کروا رہے تھے تو اس وقت ان کی حدیث کے ساتھ حنفی فقہ کی مطابقت کے لیے بحثیں بہت زور دار ہوا کرتی تھیں جن سے مجھے تقابلی فقہ کا ذوق پیدا ہوا، جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ پہنچ کر پورا ہوا۔

میں اور میرے بڑے بھائی حافظ عبداللہ حسین ایک دفعہ سرگودھا گئے تو وہاں حافظ محمد ابراہیم کمیر پوریؒ سے ملاقات ہوئی وہ اہل حدیث اکابر علماء کا ذکر کرتے ہوئے ان کے امتیازات پیش کرنے لگے۔ جن میں سے مولانا داؤد غزنوی ؒ، حافظ عبداللہ محدث روپڑی ؒ، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی ؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ اور پھر ہمارے والد گرامی کا تذکرہ کیا۔ کہنے لگے کہ آپ کے والد صاحب کا امتیاز رسوخ فی العلم کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا تھا۔

واقعتاً وہ بہت متقی تھے، کاروباری معاملات میں بھی ان کی احتیاط انتہائی زیادہ ہوتی تھی۔ ہمیں کہا کرتے تھے کہ دینی مدارس میں چونکہ زکوۃ و خیرات آتی ہے اس لیے اس میں سے تنخواہ لینے والا اس کا پورا پورا حق ادا کرے، ورنہ یہ انسان کی اولاد کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس بارے میں اتنی احتیاط فرماتے کہ ہم جو کھانا گھر سے لے کر جامعہ اہلحدیث میں پڑھنے جاتے تو ہمیں جامعہ کے چولہوں پر کھانا گرم کرنے کی اجازت نہ دیتے، کہتے کہ یہ چولہے زکوۃ و خیرات سے چلتے ہیں اس لیے ان پر ہمیں کھانا گرم نہیں کرنا چاہئے۔

میں جامعہ اہل حدیث میں اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کر چکا ہوں کہ میرے سارے ساتھی عمر میں مجھ سے کافی بڑے تھے اس وجہ سے والد گرامی کو فکر ہوتی کہ شائد کوئی اہم شے مجھے پوری طرح سمجھ نہ آئی ہو۔ لہٰذا وہ جامع قدس سے ماڈل ٹاؤن تک بس میں آتے جاتے مجھے پڑھایا کرتے یا پڑھایا جانے والا سبق دوبارہ سمجھاتے رہتے۔ اس طرح میں ایک ہی سبق تین تین دفعہ پڑھ لیتا۔ اس دوران میں سوالات بھی کرتا تھا، کیونکہ جب انسان کو سمجھ آنے لگے تو وہ سوال زیادہ کرنے لگتا ہے۔ کلاس میں بھی کوئی الجھاؤ والی بحث ہوتی تو میں اس میں کوئی نہ کوئی اعتراض پیش کر دیتا۔ بسا اوقات والد گرامی حوصلہ افزائی فرماتے کہ عبدالرحمٰن کے سوال میں وزن ہے۔ جس سے میں مغالطے کا شکار ہو گیا کہ میں کوئی بڑی شے ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مغالطے کے ازالہ کیلئے اس طرح مجھے ہدایت فرمائی کہ اس بارے میں حافظ عبداللہ محدث امرتسری روپڑی ؒ نے بہت اچھے طریقے سے میری تربیت کی۔ انہیں میرے عنفوان شباب کے تعلّی آمیز روّیوں 884

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے محسوس ہوا کہ میں اپنے بارے میں عالم وفاضل ہونے کا مغالطہ رکھتا ہوں تو وہ میری اِصلاح کیلئے کوشاں ہوئے۔ (اسکا ذکر آگے آرہا ہے) اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور ان کی مغفرت فرمائے۔آمین

میں ذکر کر چکا ہوں کہ میں نے بخاری شریف اپنے والد گرامی سے پڑھنے کے بعد دوبارہ حافظ عبداللہ محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ سے بالاستیعاب پڑھی۔ دونوں بزرگوں کا الگ الگ اسلوب تھا۔والد گرامی کو صحیح بخاری کے پہلے چھ پارے زبانی حفظ تھے جبکہ مجھے پڑھاتے ہوئے وہ امام بخاریؒ کے منہج تصنیف اور اُسلوبِ استدلال پر زیادہ زور دیتے کہ اِمام بخاری رحمہ اللہ کس پائے کے مجتہد عالم ہیں۔اسی اجتہادی اور اصولی شوق کے پیش نظر بعد ازاں میں نے اپنی Ph.D کے لیے ''أصول الاجتهاد في الجامع الصحيح للإمام البخاريؒ'' موضوع چنا اور اپنے ڈاکٹریٹ کے مذکورہ بالا مقالہ کی تیاری میں مجھے اپنے شیخین مرحومین کے اس دور کی راہنمائی بہت کام آتی رہی۔

میں نے جب محدث روپڑی سے بخاری پڑھی تو میرے ساتھیوں میں دور حاضر کے کئی اکابر اہل علم اور مبلغ شامل تھے۔ جن میں حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا عبدالسلام کیلانی اور سید حبیب الرحمٰن شاہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا دھیما مزاج تھا اور وہ ڈانٹتے بالکل نہیں تھے۔ عام طور پر ہم ساری کلاس کے بیس،پچیس ساتھیوں کے علاوہ بعض اجل مشہور علماء ان کے درس میں آکر بیٹھ جاتے۔ایک دفعہ کاواقعہ ہے کہ محدث روپڑی کے پرانے شاگرد علامہ محمد یوسف کلکتوی ہمارے بخاری کے درس میں آبیٹھے تو قرآن مجید کی قرآءتوں پر بحث شروع ہوگئی، کیونکہ علامہ صاحب نے دینی جرائد میں اشتہار دے رکھا تھا کہ جو شخص 'أنزل القرآن على سبعة أحرف' [صحیح بخاری:] کی صحیح تشریح کر دے اس کو میں پانچ سو روپے (آج کے لاکھوں برابر) انعام دوں گا۔اس بحث میں ہم طلبہ نے بھی دلچسپی لی اور سوال وجواب سے کافی ذہن کھلا۔

ہمارے سوالات وجوابات سے روزانہ بخاری پڑھنے کا دورانیہ اس قدر طویل ہوجاتا کہ ہم صبح بیٹھتے اور شام تک بخاری کا سبق چلتا رہتا۔ کتاب الایمان (صحیح بخاری) پڑھتے ہوئے جب یہ ذکر آیا کہ نبی اکرم ﷺ کی بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تحویل قبلہ کے وقت والی نماز کون سی تھی؟ تو محدث روپڑیؒ نے وأنه صلى أوّل صلاة صلاها صلاة العصر کی مشکل عبارت کی ترکیب شاگردوں سے پوچھی۔شارحین بخاری اس عبارت کو ترکیب کے اعتبار سے اہم قرار دیتے ہیں۔محدث روپڑی رحمہ اللہ نے باری باری سارے طلباء سے کہا کہ اس کی ترکیب بتاؤ۔اپنی باری آنے پر جب میں نے اپنی ترکیب پیش کی تو وہ کہنے لگے کہ یہ ترکیب غلط ہے۔ میں نے کہا: کیسے غلط ہے؟ انہوں نے میری غلطی واضح کرتے ہوئے کہا کہ اگر یوں ترکیب کریں تو؟ اس پر میں نے صاد کیا،جس پر وہ کہنے لگے: یہ ترکیب بھی غلط ہے۔گویا اس طرح دو تین دفعہ ترکیبیں مجھ سے کروانے کے بعد جب ہر دفعہ میں تسلیم کرلیتا تو کہتے کہ یہ بھی غلط ہے۔گویا انہوں نے مجھے باور کرایا کہ اپنے بارے میں مغالطہ نہیں ہونا چاہئے ﴿وفوق كل ذي علم عليم﴾ اس طرح مجھے احساس ہوگیا کہ جس صرف ونحو کی مہارت پر مجھے بہت اِعتماد ہے، اس کی حالت بھی پتلی ہے۔ان کے انداز تدریس کے فوائد میں سے بڑی نعمت جو ہمیں حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ صحیح بخاری کے مشکل اہم مقامات حل ہوتے گئے۔ بڑے محدث اور فقیہ سے اس طرح بخاری پڑھنے سے ہماری سوجھ بوجھ کافی کھل چکی تھی جس کا اندازہ پانچ چھ سالہ جامعہ اہلحدیث میں تدریس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں طالب علم بن کر ہوتا رہا۔ اتفاق سے محدث روپڑی کے تین شاگرد میرے سمیت حافظ ثناء اللہ اور عبدالسلام کیلانی کلیہ الشریعہ (مدینہ یونیورسٹی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں متعلّم تھے کہ ایک دن جامع بخاری میں مذکور ایک حدیث مدینہ منورہ کے مشہور قاضی شیخ عطیہ سالم کے محاضرہ میں زیر بحث آ گئی۔ جس کے راوی عروہ البارقی رضی اللہ عنہ ہیں۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عروہ البارقی کو ایک دینار دیا تھا کہ بکری خرید کر لاؤ، انہوں نے اس دینار کی جو بکری خریدی وہ رستے میں ہی دو دینار میں بک گئی۔ پھر انہوں نے ان دو دیناروں میں سے ایک دینار کی بکری دوبارہ خریدی اور ایک دینار واپس بھی لے آئے جس پر نبی اکرم ﷺ نے انہیں بیع میں برکت کی دعا دی۔ [کتاب المناقب:۳۶۴۲]

اس حدیث کا متن اگرچہ صحیح بخاری میں موجود ہے لیکن یہ متن اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی روایت کا متن مع سندِ ضعیف صحیح بخاری میں کیوں ہے؟ ابن حجر رحمہ اللہ بلوغ المرام میں اس حدیث کو ذکر کر کے تبصرہ کرتے ہیں: أخرجه البخاري في ضمن حديث ولم يسق لفظه (امام بخاری نے ایک دوسری حدیث کے ضمن میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے لیکن اس متن کی روایت نہیں کی۔ کیونکہ شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ نے ارواء الغلیل تخریج منار السبیل میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور کئی دیگر محدثین نے اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ابن حجر کی غلطی ہے، صحیح بخاری میں یہ روایت سند سمیت موجود ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کی ایک کلاس میں جب یہ سوال اٹھا تو مولانا عبدالسلام کیلانی اس بحث کو سٹاف روم تک لے آئے۔ جہاں یہ بحث مدینہ یونیورسٹی کے ماہر اساتذۂ حدیث کے درمیان دو دن تک مسلسل چلتی رہی۔ ہمارا موقف یہ تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اسے کسی علمی نکتے کی وضاحت کیلئے لائے ہیں کیونکہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہے۔ اس کی سند میں 'حي' (قبیلہ) مبہم راوی ہے۔ یعنی مبہم نامعلوم شخص ہوتا ہے، ایسے غیر متعین شخص کی توثیق بھی نہیں ہوسکتی۔ شرط پر نہ ہونے کے باوجود اس کا صحیح بخاری میں روایت ہونا الجامع الصحیح پر الزام ہو جائے گا کہ امام بخاری مبہم شخص سے بھی روایت کرتے ہیں۔

ہم اس کی تائید میں ابن حجرؒ کی مذکورہ بالا عبارت پیش کرتے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت نہیں بلکہ یہاں اس حدیث کے معلول ہونے کا اشارہ ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ کا تبصرہ قابل غور ہے۔ امام بخاریؒ ''الخير معقود بنواصي الخيل إلى يوم القيامة'' کے ضمن میں اس کی جس سند کا ذکر کر رہے ہیں حسن بن عمارہ (راوی) نے اسی سند سے عروہ البارقی کی یہ حدیث روایت کر دی ہے جو ان کی غلطی ہے۔ اس کی اصل سند وہ ہے جس کے اندر قبیلہ کے مبہم راوی کا ذکر ہے جو سند ضعیف ہے۔ لہٰذا عروہ البارقی کی یہ معلول حدیث امام بخاری کی مرویات میں شامل نہیں ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ جب اِس بحث کا سٹاف روم میں اِختتام ہوا تو اس بحث میں مدینہ یونیورسٹی کے شریک ہونے والے اُساتذہ میں سے جلیل القدر محدث شیخ حماد بن محمد انصاری کہنے لگے: "أستفيد منهم أكثر مما يستفيدون مني" (وہ مجھ سے اِتنا علمی فائدہ نہیں اٹھاتے جتنا میں ان سے اٹھاتا ہوں) شریک مجلس پاکستانی استاد حدیث مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ نے ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: "كيف لا! وهم تلاميذ المحدث الكبير الحافظ عبدالله الروبري" اس طرح ہمیں بڑی خوشی ہوئی، کیونکہ انعام کے طور پر شیخ حماد انصاری نے مجھے تيسير العزيز الحميد شرح كتاب التوحيد جو انہی دنوں طبع ہو کر نئی مارکیٹ میں آئی تھی، اپنے ہاتھ سے عبارت لکھ کر تحفتاً دی۔ آپ اندازہ کریں کہ اس طرح گہرائی کے ساتھ بخاری پڑھنے کا ہمیں کتنا فائدہ ہوا تھا؟

میرے خاندانی اہلحدیث مسلک کی بنیاد کتاب سنت پر ہے۔ مختلف مدارس میں تعلیم پانے کی وجہ سے مجھ میں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آزادانہ تحقیق کا رُجحان بڑھا، وہ بعد میں کتاب وسنت سے استنباط اور اجتہاد کا مستقل رویہ بن گیا۔ اختلافی جزوی مسائل میں خاص رائے پر زور دینے کی بجائے اندازِ استدلال کی اہمیت کا رجحان بنتا رہا۔ مزید برآں اللہ نے مجھے جو مدینہ یونیورسٹی جانے سے قبل پانچ چھ سال جامعہ اہل حدیث میں پڑھانے کا موقع دیا تھا وہ نہ صرف میری تدریسی زندگی کی کلید بنا بلکہ علوم وفنون میں گہرائی کا باعث ہوا۔ آج کے کئی بڑے شیوخ اس دور میں مجھ سے پڑھا کرتے تھے جن میں قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ بھی شامل ہیں۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اپنی دنیاوی تعلیم کے بعد دینی علوم کی تحصیل کا پہلے دس سال تجربہ ہوا وہی اپنی تدریس اور بیرون ملک تعلیم کے دس سال پختہ ہوتا رہا۔

مدینہ یونیورسٹی کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر مجھے مشہور جامعات اور مختلف معاشروں کو دیکھنے کا بھی موقع ملا، اسی طرح دینی صحافت کے میدان میں اتر کر پاکستان کے علمی اور فکری حلقوں سے واقف ہوا۔ دینی ادارہ کا مہتمم ہونے ساتھ ساتھ علمی صحافت کے علمبردار مجلّہ ماہنامہ محدث لاہور سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اہم مذاکروں میں شرکت اور فکری حلقوں میں بھی گھومتا رہا۔ جس سے اندازہ ہوا کہ پاکستان کی علمی فضاء محدود ہے جب کہ ہمارے خاندانی مرکز جامعہ اہلحدیث کی فضاء اس سے بھی مخصوص تر تھی کیونکہ اس پر روپڑی ثنائی اِختلافات کی لہر چھائی ہوئی تھی۔ اس کے اثرات مجھے مدینہ منورہ سے واپس آنے پر زیادہ محسوس ہونے لگے تو میں نے اپنے لیے مدنی نسبت اختیار کر لی۔

والد گرامی ۱۹۵۹ء تک فکری طور پر میری ایک اخلاص بھری آزادانہ تربیت کرتے رہے۔ مثال کے طور پر ان کی جو روش خصوصاً مجھ پر بہت اثر کرتی وہ یہ تھی کہ اپنے دھڑے کی ناجائز حمایت نہیں کرتے تھے، ہر ایک مسئلہ خواہ وہ تنظیمی ہو یا فکری، وہ اس میں ایک نپی تلی رائے رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے خاندان کے ساتھ آنکھیں بند کر کے نہیں چلسکتا۔ جہاں حق ہوتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں۔

والد گرامی کی رحلت کے بعد ہمارے گھریلو سرپرست بڑے بہنوئی حافظ اِسماعیل روپڑی بنے تو میں نے دیکھا کہ اُن کے اَندر بے مثل خطابت کے ساتھ ساتھ رَواداری اور اِیثار بہت زیادہ تھا۔ ہمارے خاندان کا جو روپڑی اور ثنائی اختلاف تھا اس کے اَندر بھی وہ مولانا ثناء اللہ اُمرتسری کے اخلاقیات کے بڑے مداح تھے۔ مولانا ثناء اللہ اُمرتسری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی حافظ اِسماعیل روپڑی کے بارے میں اکثر یہ تذکرہ کرتے تھے کہ جب اسماعیل اُدھر ہوتا ہے تو اپنے چچا کے ساتھ، اور جب یہاں ہوتا ہے تو میرے ساتھ۔ حافظ اسماعیل روپڑی میں ایثار اتنا زیادہ تھا کہ وہ کسی کو محسوس کرائے بغیر لگا تار (ایک عرصہ تک) ایثار کرتے چلے جاتے تھے جبکہ اسے پتہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ صرف ایثار ہو رہا ہے۔ میں اکثر کھانا اُن کے ساتھ کھاتا تھا۔ جب بھی اُن کے ساتھ کھانا کھاتا تو گوشت کے ٹکڑے میرے آگے کر دیتے تو میں سمجھتا کہ وہ خود گوشت نہیں کھاتے اس لیے گوشت کو میرے آگے کر دیتے ہیں۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ گوشت کھا رہے ہیں تو میں بڑا حیران ہوا۔ حالانکہ یہ ان کا اِیثار تھا کہ ایک عرصہ تک مجھے اُن کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے محسوس بھی نہ ہوا کہ وہ مسلسل ایثار کرتے ہیں۔

بہرصورت اپنے ماحول کی یہ چیزیں اِنسان کو غیر شعوری طور پر تربیت دیتی ہیں۔ جب میں نے رَواداری کے یہ انداز دیکھے تو میرا مناظرانہ اَندازِ تحقیق رواداراَنہ افہام وتفہیم میں بدل گیا، اس طرح اس اخلاص کی تربیت ہوتی رہی جو والد گرامی سے مجھے ورثے میں ملا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دیا تھا کہ میں نے دنیاوی علوم بھی باقاعدہ سکول اور کالج میں داخل ہو کر پڑھے تھے۔ میں عصری علوم سے ریاضی اور سائنس میں بہت تیز تھا۔ اِمتحان میں میرے تقریبا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۰۰ فیصد نمبر آیا کرتے تھے۔ الحمدللہ میں نے سکول وکالج کا بھی ماحول دیکھا، دینی ماحول بھی دیکھا، اس کے علاوہ ناظم مدرسہ ہوتے ہوئے جامعہ اہل حدیث میں آزادانہ تدریس کا موقع ملا، بعدازاں مجھے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا۔ اس کی فضا بالکل اور تھی کیونکہ وہاں بین الاقوامی ماحول تھا، جو برصغیر کی صورت حال سے یکسر مختلف ہے ۔پاکستان کی فضا تو یہ ہے کہ عوام جو بھی سوچتے ہیں، علماء ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پاکستان کے عوام جن بڑے بڑے مذہبی، معاشرتی اور سیاسی مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں، علماء ان کی راہنمائی کرنے کی بجائے ان کے ساتھ ہی الجھاؤ میں پڑ جاتے ہیں۔ نیز اپنی رفاہی اور اصلاحی کوششیں بہت کم بروئے کار لاتے ہیں جبکہ سعودی عرب کے اندر رُجحان یہ نہیں ہے۔ وہاں علماء کی تحقیق وبصیرت اصل ہوتی ہے عوام اُن کی راہنمائی پر اعتماد کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ معاشرے کی تعمیر میں ان کے علماء کا بڑا کردار ہے، ایسی علمی فضاء میں تحقیق کا ذوق زیادہ پروان چڑھتا ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعہ میں فقہ مقارن کے مضمون کے لیے 'بدایة المجتهد' داخل نصاب ہے۔ اس کا انداز مجھے بڑا پسند آیا، کیونکہ فقہی مذاہب کے بجائے اول تو علماء کی اجتہادی آراء ذکر ہوتی ہیں پھر ابن رشدؒ ان کے بنیادی اختلافات کا سبب ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل میں جاتے ہوئے وہ کتاب وسنت اور اسلوب استدلال کی بحث کرتے ہیں۔ اس طرح آئمہ فقہاء کی حکمتوں کا تجزیہ بھی کرتے ہیں۔ اختصار کے سبب مذکورہ فقہ مقارن کی کتاب مشکل سمجھی جاتی ہے لہٰذا میں اپنی کلاس میں 'بدایة المجتهد' پڑھنے کے بعد مغرب سے پہلے مسجد نبوی میں اپنے ان ساتھیوں کو دوبارہ پڑھایا کرتا تھا جو کمزور تھے۔

'بدایة المجتهد' پڑھانے والے دو اُستاد خاص طور پر مجھے بہت پسند آئے۔ ایک تو مدینہ منورہ کے مشہور قاضی شیخ عطیہ سالم اور دوسرے شیخ محمد اَمان اثیوبی (جو اصلاً حبشہ کے رہنے والے تھے) شیخ محمد امان اثیوبیؒ شیخ ابن بازؒ کے شاگرد خاص تھے جو بعدازاں جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الحدیث کے ڈین اور اس کے علمی مجلّے کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ یہ دونوں استاد جس اَنداز سے ہمیں فقہ پڑھاتے تھے وہ نیل الأوطار، فتح الباری اور مُغنی ابن قدامة وغیرہ فقہ مقارن کی کتابوں کا خلاصہ ہوتا۔ جبکہ اختلافی مسائل پر وہ کتاب وسنت سے آزادانہ دلائل مہیا کرتے۔ اگرچہ قاضی عطیہ سالمؒ شافعی ہونے کے باوجود امام مالکؒ سے زیادہ متاثر تھے تاہم شیخ ابن بازؒ کی سرپرستی (وائس چانسلر) ہونے کی وجہ سے ان پر بے باک ترجیح کا انداز غالب تھا۔ یہ اَندازِ تحقیق مختلف فقہوں سے وابستہ طلبہ اور علماء میں بہت پسند کیا جاتا، گویا مدینہ منورہ میں شیخ ابن بازؒ اور ان کے تربیت یافتہ استاد ہماری شخصیت کی تعمیر کرتے رہے۔

میں مدینہ منورہ جانے سے پہلے کئی سال تدریس کر چکا تھا اس لیے میری کافی علمی پختگی ہو چکی تھی لہٰذا میں نصابی کتابوں پر کم توجہ دیتا اور اسلامی تحریکوں کا زیادہ مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ جن میں اِخوانی، سلفی تحریک اور تبلیغی جماعت قابل ذکر ہیں، اس طرح جزوی مسائل میں تحقیق کی بنیاد پر فرقہ وارانہ رجحان کی شدت میں کمی واقع ہوئی تو اجتماعی مسائل میں مذکورہ بالا تحریکوں کا آزادنہ جائزہ لینے کا بھی موقع ملا۔ مجھے اِخوانی اور سلفی تحریک کی تقابلی کتب کے مطالعہ کا بھی موقع ملا، کیونکہ ان کے بارے میں جامعات کی لائبریریوں اور مارکیٹ میں وافر لٹریچر موجود تھا۔ البتہ تبلیغی جماعت کا گہرائی تک مطالعہ کرنے کے لیے مواد موجود نہ تھا۔ ان کا ایک باضابطہ حلقہ مسجد نبوی ﷺ میں ہوتا تھا جبکہ اُن کا مدینہ منورہ میں مرکز 'مسجد نور' تھا۔ میں تبلیغی حضرات سے اپنے مطالعہ کے لیے تعارفی کتابیں مانگتا تو وہ جواب دیتے کہ 'یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کام دیکھ کر چلنے کا نہیں، چل کر دیکھنے کا ہے۔' ان کے اس اصولی رویے کی پہلے مجھے سمجھ نہیں آتی تھی حتیٰ کہ تبلیغی میرے اصرار کی وجہ سے مجھے مکہ مکرمہ میں اپنے بڑے راہنما حضرت مولانا سعید احمد صاحب کے پاس لے گئے جنہوں نے مجھے سمجھانے کی بجائے تبلیغی جماعت کے ساتھ چل کر ہی دیکھنے پر زور دیا۔ اس طرح مدینہ منورہ میں میری الجھن دور نہ ہوسکی۔ پاکستان واپس آجانے کے بعد میں نے مجبوراً ایک عرصہ ان کے ساتھ چل کر بھی دیکھا۔

۱۹۷۰ء کے پاکستانی انتخابات میں اسلام اور سوشلزم کی کشمکش اور پھر شیخ مجیب الرحمٰن کی انقلابی تحریک کے بعد بنگلہ دیش کے الگ ہوجانے کی وجہ سے سیاسی حلقوں میں خاصی مایوسی تھی چنانچہ میں نے اس خاموشی میں تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگا کر ان کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی، جس سے ان کے معاشرے سے خروج (علیحدگی) کی محنت کے علاوہ ان کے فقہی جمود اور اپنے اکابر کی اندھی تقلید پر بڑا دکھ ہوتا۔ میں نے تبلیغی حلقوں میں سائنس کے طلبہ بالخصوص میڈیکل اور انجینیر نگ والوں کو سرگرداں پایا تو پیش کش کی کہ قرآنی فہم بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور تبلیغی نصاب کے ساتھ حدیث کا بھی مطالعہ کریں جس طرح تبلیغی جماعت سے منسلک عام عرب 'تبلیغی نصاب' کی بجائے قرآن اور ریاض الصالحین کا درس دیتے ہیں۔ جب میں نے زیادہ زور دینا شروع کیا تو انہوں نے اپنے اکابرین کی اس خصوصی ہدایت کا عذر پیش کرنا شروع کر دیا کہ ہمیں حدیث وسنت کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے اکابر دین وشریعت براہ راست روضہ رسول ﷺ سے حاصل کرتے ہیں اس غلط عقیدہ اور تقلید جامد سے میں مایوس ہوا۔ اس طرح تبلیغی حلقوں میں خاطر خواہ کام نہ کرسکا۔

چونکہ میرے خاندان کا مزاج سلفی تھا اور مدینہ یونیورسٹی میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ مقارن کا ذوق بن چکا تھا۔ شیخ ابن بازؒ خود کو 'حنبلی' کہلوانے کی بجائے 'اثری' لکھتے تھے بلکہ خلیجی ممالک میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کی وجہ سے عقیدہ میں سلفی ہونے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے خواہ کوئی فقہ میں آئمہ اربعہ کی طرف منسوب ہو یا ظاہری اور جعفری فقہ کی طرف۔ البتہ عقیدہ میں خیر القرون کے منہج کو اعتدال کی راہ سمجھا جاتا تھا۔

مشہور مقولہ ہے 'الولد سر لأبیه' (اولاد باپ کی صلاحیتوں اور بھیدوں کی حامل ہوتی ہے) میں بھی اپنے والد گرامی شیخ التفسیر حافظ محمد حسینؒ کے ذوق سے متاثر ہوکر اجتہاد واستنباط کا شوقین بنا۔ چنانچہ اصول فقہ کا گہرا تقابلی مطالعہ میرا پسندیدہ مشغلہ رہا۔ جب صحیح بخاری کی تدریس کا مجھے موقع ملا تو اس کا آخری حصہ بالخصوص 'الاعتصام بالکتاب والسنة' اور 'کتاب التوحید' بڑی محنت سے پڑھایا کرتا۔ اصول الشریعہ میں مجھے 'الموافقات للشاطبی' بہت پسند ہے۔ کیونکہ وہ اصول فقہ، مقاصد شریعہ اور قواعد فقہیہ کی نہ صرف جامع ہے بلکہ ان کی گہری توجیہات پر مشتمل ہے۔

امام بخاری نے کتاب وسنت سے تمسک کرتے ہوئے جس طرح فقہ وعقیدہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے استدلال کی وسعتوں کا احاطہ کیا ہے وہ اجتہادی بصیرت کا ایک وسیع باب ہے۔ میں بھی اجتہاد واستدلال کی اساس اور جامع خلاصہ سمجھتا ہوں۔ عقیدہ میں اس اسلوب کو سلامتی کا ضامن اور اعتدال کا رویہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

اسی فکر ومنہاج کا حامل ہوتے ہوئے جب مجھے دینی حلقوں کے متروکہ میدانوں معیشت ومعاشرت اور سیاست وقانون میں کام کرنے کی اہمیت کا احساس ہوا تو میں نے اسلام کا نمائندہ بننے میں ہی عافیت سمجھی۔ اگرچہ میرے اردگرد میرے سسرال سمیت جماعت اسلامی کے حلقے اور اہل حدیث حضرات مجھے کھینچتے رہے لیکن میں نے یہ تہیہ کرلیا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ نہ تو جماعت اسلامی کی طرح عملی سیاست کو اپنا مطمحِ نظر بناؤں گا اور نہ ہی بعض اہل حدیث کے مناظرانہ مزاج کی وجہ سے دینی فرقہ وارانہ جھمیلوں میں پڑوں گا۔ البتہ تحقیق وصحافت کے میدان میں تمام دینی حلقوں کو ہماری طرف سے پوری سپورٹ حاصل ہوتی رہتی ہے۔ میرے زیر اہتمام جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) کا ترجمان 'رشد' ہو یا مجلس تحقیق اسلامی کا آرگن ماہنامہ 'محدث' لاہور، اسی فکر ومنہاج کے حامل ہیں۔ 'محدث' کی پیشانی پر تقریباً چالیس سال سے یہی لکھا جارہا ہے: ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ، جبکہ اس کے آخری صفحہ پر تمام گوشہ ہائے حیات میں اس کے فکروعمل کے خدوخال نمایاں چھاپے جاتے ہیں۔

انسان کو اپنی زندگی میں اعتدال کی پوری کوششوں کے باوجود موافقتوں اور مخالفتوں کا سامنا ضرور ہوتا ہے جس کا رد عمل فطری ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر میں برطانوی سامراج کی سازشوں کے طفیل اہل سنت میں جو بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کے نام سے فرقہ بندی میں اضافہ ہوا، میں اسے وحدت امت کے خلاف کاری ضرب سمجھتا ہوں مجھے اپنے اعزۃ واحباب کی فرقہ وارانہ وابستگیوں سے چڑ سی ہوگئی ہے۔ میں انہیں اسلام کا نمائندہ بنانا چاہتا ہوں۔ اپنی اولاد کے لیے بھی اپنے مشہور علمی خاندان کی 'روپڑی' نسبت پر 'مدنی' کو ترجیح دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان وعمل کی پختگی عطاء کرکے 'مدینہ والے' سے وابستہ کردے۔

ابھی تک میں نے اپنے مشن کا مثبت ذکر کیا ہے لیکن جب تک کچھ منفی رویے بھی سامنے نہ رکھے جائیں، مشن کا نکھار نہیں ہوتا۔ چونکہ میرے سامنے وہ اہل حدیث علماء بھی ہیں جو تقلید کے رد میں اتنی دور چلے گئے کہ انہوں نے حافظ ابن حزمؒ کی ظاہریت اختیار کرلی۔ اسی طرح جامد مقلدین نے فقہ حنفی میں لچک پیدا کرنے کے لیے حیلوں کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ (کراچی والے) کہا کرتے تھے کہ تقلید کا مسئلہ شرعی نہیں، مصلحت کا ہے۔

آج کل دنیا Global Village کی صورت اختیار کرکے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے رحم وکرم پر ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو گروہی چشمک چھوڑ کر 'سیکولرازم کے عفریت' کو سامنے رکھنا چاہئے۔ سیکولرازم ہمیں عقیدہ، عبادات اور خاندانی رسوم ورواج میں آزادی کے دھوکے میں ڈال کر لادین اجتماعیت کے سپرد کرتا ہے، جبکہ اسلام نہ صرف خاص عقیدہ وتہذیب کا نام ہے بلکہ پورے اجتماعیات میں اس کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی راہنمائی انسانی بھلائی اور امن وترقی کی ضامن ہے۔ کاش کہ ہم اس عفریت کو دیکھ سکیں جو حملہ کرتے وقت شیعہ دیکھتا ہے اور نہ سنی!

اسلامی دنیا کا سیاسی نوآبادی کا دور تو گیا، اب اقتصادی نوآبادی کا چلن ہے۔ اس لیے عالمی قوتوں نے سیکولرازم کا دم بھرنے کے باوجود دیگر تمام تہذیبوں کو ملیا میٹ کرنے کا عزم کر رکھا ہے حالانکہ سیکولرازم تہذیبی اقدار اور خاندانی رواج میں مداخلت نہ کرنے کے جھوٹے وعدے دیتا نہیں تھکتا۔ سیکولرازم کا تصور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ Private Sector میں دخل اندازی نہیں کرتا جب کہ اسے صرف اجتماعیت کے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی میدانوں سے غرض ہے جنہیں وہ لادین Public sector کے تابع لانا چاہتا ہے۔

اس وقت عالمی استعمار سموئیل پی ہنٹنگٹن جیسے مفکرین کے ذریعے Clash of Civilization یعنی تمدن (مادی ارتقاء) سے پسماندہ تمدن (رجعت پسندی) کا تصادم بتاتے ہوئے یہ دعوت دے رہا ہے کہ مسلمان اپنی اسلامی تہذیبی اقدار کو چھوڑ کر مغرب کی عالمی (بے خدا مادی) تہذیب میں مدغم ہوجائیں، یہی ان کی انسانی ترقی کا راز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بہت سے نام نہاد مسلم دانش ور تہذیب (Culture) جسے عربی زبان میں 'ثقافت' کہتے ہیں اور تمدن (Civilization) جسے عربی زبان میں 'حضارۃ' کہتے ہیں، کا فرق نہ کرنے کی وجہ سے اسلام کی تہذیبی اقدار (حجاب وحیاء وغیرہ) کے بھی مخالف ہیں تاکہ سیکولرازم کو Private Sector کے سماجی ادارہ (خاندان) میں دخل اندازی کا حق دے سکیں۔ یہی لادینیت اسلامی معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہے۔

خود کو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

فکر وعمل کے میدان میں میری توجہ اگرچہ خاندان اور اسلامی معاشرہ کے تحفظ کی طرف زیادہ ہے، اسی طرح میں معیشت ومعاشرت اور سیاست وقانون کو مجلس کی تحقیقات کا محور بنائے ہوئے ہوں۔ کیونکہ ہمارے پیش رو اہل علم وفقہ نے ہمارے عقائد، عبادات اور داخلی عائلی امور میں بہت عمدہ اور تفصیلی تحقیقات پیش کر رکھی ہیں جن پر مشتمل ہمارے فقہی ورثہ میں بیش بہا لٹریچر موجود ہے چنانچہ اسلام کے داخلی نظام Private Sector سے متعلق جزوی مسائل کو سمجھنے کے لیے کسی بھی انصاف پسند کے لیے کتاب وسنت پر ان ائمہ کی آراء کو پیش کر کے راجح شرعی موقف کی تحقیق آسان ہے۔ جبکہ دور حاضر کا بڑا میدان اجتماعیات کا ہے جس میں معاشرت ومعیشت کے علاوہ سیاست وقانون کا (Public sector) ہم پر چھایا ہوا ہے جو ہمیں تمدنی ارتقاء کی مخالفت کا طعنہ دے کر ہماری دائمی اور عالمگیر شریعت کو بدل دینا ہی ترقی کا زینہ قرار دیتا ہے لیکن شریعت محمدیہ میں ہم (نئی نبوت کی طرح) کسی تغیر وتبدل کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم تو اپنی تشنگی کا مداوا وہ بمصداق ع شراب کہنہ در جام نو! کافی سمجھتے ہیں۔

ہماری الہامی وحی 'قرآن وحدیث' اور ہر زمانہ اور حالات میں پیش آنے والے مسائل پر ہمارے اجل علمائے امت کے اجتہادات بھی کتابی صورت میں تدوین ہوتے رہے ہیں۔ البتہ سیکولر پبلک سیکٹر کے تحت ہمارے جو سیاسی، معاشی اور انتظامی ادارے تشکیل پاتے رہتے ہیں، وہ وحی الٰہی کی روشنی سے محروم ہیں۔ انہیں شریعت کی راہنمائی میں ازسر نو تشکیل دینے کی ضرورت ہے لیکن شریعت محمدیہ سے نابلد ہمارے کئی دانشور سیاسی، معاشی اور قانونی اداروں کو اسلام کے مطابق تشکیل دینے کی بجائے شریعت کی تعبیر نو کے نام سے ان کی ہوبہو مغرب کی طرح تشکیل نو کرنا چاہتے ہیں جو بہت بڑا دھوکہ ہے۔

اسلام بھی اداروں کے لیے قواعد وضوابط کی پابندی پر زور دیتا ہے اور یہ قواعد وضوابط اجتماعی مشاورت سے بنائے جانے میں بھی شریعت کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کرتی لیکن ان کے اندر شرعی اصولوں کی کارفرمائی لازماً ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب اپنے ہاں ایسے اداروں اور ان کی ضابطہ بندی کو ''قانون'' کی بجائے 'نظام' کا نام دیتا ہے۔

یہ قواعد وضوابط جنہیں شریعت کی روشنی میں Bye-Laws بھی کہا جا سکتا ہے اگر قانون وسزا کے منفی پہلو کو نظر انداز کر کے انہیں عبوری طور پر قانون کے نام سے اختیار کر لیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اس پر شریعت کو سپریم لاء قرار دینا ضروری ہے، جس طرح کہ سعودی عرب کے دستور کی درج ذیل دفعات کے الفاظ یوں ہیں:

دستور کا باب اوّل: (دفعہ:۱) مملکت عربیہ سعودیہ...... کا دین اسلام ہے اور اُس کا دستور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے...... اور یہی دونوں دستوری نظام اور مملکت کے تمام نظاموں پر حاکم (حاوی) ہے۔

(دفعہ:۷) سعودی عرب میں سلطنۃ کا منبع کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے اور یہی دونوں مملکت کے دستوری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نظام اور دیگر تمام نظاموں پر حاکم (حاوی) ہیں۔
(دفعہ:۴۶) عدلیہ مستقل اختیارات رکھتی ہے اور اُس کے ججوں کے فیصلوں پر شریعت اسلامیہ کے سلطۃ کے علاوہ کسی اور کا اختیار نہیں ہے۔ (شاہی فرمان نمبرا/۹۰ بتاریخ:۲۷/۸/۱۴۱۲ھ بمطابق یکم مارچ ۱۹۹۲ء)

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شریعت (کتاب وسنت) کی بالادستی قائم رکھتے ہوئے ضابطہ بندی ہو یا قانون سازی یہ ہمارے جدید معاشروں کی تمدنی ضرورت ہے۔ اس حد تک نظام تشکیل دیا جائے یا بالفاظ دیگر پارلیمنٹ کے ذریعے قانون سازی کی جائے اس کا نہ صرف کوئی حرج نہیں بلکہ شریعت محمدیہ کی تطبیق واطلاق میں ابتدائی طور پر ایسی ضابطہ بندی سے بہت فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے جبکہ اصل پابندی کتاب وسنت کی ہو نہ کہ ضابطہ بندی کی۔ شرق اوسط کے بہت سے ملکوں مصر وسوڈان سمیت، نے ایسے بیش قیمت مسوّدے ضابطوں کی صورت میں چھاپ کر نشر بھی کیے ہیں کہ عالم اسلام کی شریعت محمدیہ سے ناواقف بیوروکریسی اور عدلیہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ یہ قانون سازی ہماری خالصتاً تمدنی ضرورت ہے۔ تاہم معیشت ومعاشرت اور سیاست وحکومت کے جدید اداروں کو شریعت کے ان اصول وقواعد پر منضبط کرنے کیلئے شریعت کے ماہرین اور سوشل سائنسز کے ماہرین کو مل بیٹھ کر اجتماعی تحقیقی کام کرنا چاہیے، جسے آج کل 'اجتماعی اجتہاد' کا نام دیا جاتا رہا ہے۔ علمی طور پر کیا یہ اجتماعی اجتہاد ہے یا نہیں؟ سے قطع نظر شرعی اصولوں پر دورِ حاضر کے متمدن ظروف واحوال میں اداروں کی کیا صورت گری ہوتی ہے وہ جدید دور کا اہم چیلنج ہے۔

یہاں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ دین وشریعت کی اساس وحی الٰہی پر شعوری ایمان ہے جو سیکولرازم کی لذت پرستی کا دفاع کر سکے۔ اگر دین وایمان کی دستوری اساس کے بغیر ہم نے مغرب کے سیکولر نظام کو ہی بنیاد بنا کر متمدن (ترقی یافتہ) بننے کی کوشش کی تو ہمیں شریعت کے روحانی اصول وقواعد سے یا تو ہاتھ دھونے پڑیں گے یا بہت سی نادان ترمیمات کرنی پڑیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے نقشہ پر پہلی اسلامی مملکت 'پاکستان' کے دستور میں جنرل ضیاء الحقؒ کی طرف سے نفاذ شریعت کی کوششوں میں قرار دادِ مقاصد کو بالادستی دینے کے باوجود Anglo Saxon law کی مجبوریوں نے ابھی تک شریعت محمدیہ کو معطل کر رکھا ہے، جس میں موجودہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شریعت بینچ بھی کوئی مثبت پیش رفت نہیں کرا سکا۔ اور آئندہ کے لیے ایسے procedure سے کوئی اچھی امید بھی نہیں ہے۔

س: تبلیغی جماعت کے نعرے ''چل کر دیکھنے'' پر عمل سے، آپ کو کوئی فائدہ ہوا؟

ج: میں نے تبلیغی جماعت کے ساتھ واقعی چل کر دیکھا ہے۔ مجھے اِس سے یہ اندازہ ہوا کہ تبلیغی جماعت کا جو مسجد تک بلانے کا پروگرام ہے وہ اہم ہے۔ مسجد کے بعد جب معاشرے سے نکلنے (خروج) کا میدان آتا ہے تو وہاں دعوتی طریقِ کار میں افراط وتفریط کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اسلام میں مسجد کی طرف دعوت بڑی اہم ہے اس کے لیے جو بھی طریق کار اپنایا جائے وہ مفید ہے۔ تبلیغی حلقوں میں دین داری کا اہتمام اور مسجد کے ساتھ وابستگی دو چیزیں ایسی ہیں کہ واقعی بڑی موثر ہیں۔ باقی معاشرے سے کٹنے کے طریق کار میں افراط وتفریط کے تفصیلی تجزیہ کا یہ موقع نہیں ہے۔

س: مجلس تحقیق الاسلامی کے پس منظر کے بارے میں کچھ بتائیے؟

ج: مدینہ منورہ سے جب ہم کچھ لوگ وطن واپس آئے تو ان میں ہم تین ساتھی خاص طور پر بڑے گہرے دوست تھے حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا عبدالسلام کیلانی اور میں، ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اپنی مادرِ علمی کو مثالی درسگاہ بنائیں۔ جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ساتھ ساتھ ایسا تحقیقی مرکز بھی ہو جو الاعتصام بالکتاب والسنة کے اصول پر (وحی کی روشنی میں) آزادانہ تحقیق کرے۔اس تحقیقی آزادی اور تدریس کے لیے مثالی درسگاہ بنانے کیلئے ہم مدینہ منورہ میں ہی سوچ و بچار کیا کرتے تھے۔ہم نے تعلیمی اصلاح کیلئے یہ پروگرام بنایا کہ ثانوی درجہ کی درس گاہ، جو پہلے سے موجود تھی، اس پر تجربہ کریں، اس کا پس منظر یہ ہے کہ والد صاحب کی ایک فیکٹری 'رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز' کے نام سے تھی، اتفاق سے وہ فیکٹری جل کر ختم ہوگئی اور اس کی نئی تعمیر شدہ جگہ ہمارے پاس موجود تھی تو ہم نے 'رحمانیہ' ہی کے نام سے وہاں درس گاہ قائم کر لی لیکن جہاں تک ادارہ تحقیق کا معاملہ تھا تو اس سلسلہ میں کافی غور و فکر کیا گیا تو ہمارے سامنے ایک اہم سوال یہ تھا کہ تحقیق میں عام طور شخصیت پرستی کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے جو بہت نقصان دہ چیز ہے۔لہٰذا تحقیق کے اندر شخصیت پرستی کا عنصر ختم کرنے کیلئے ہم نے 'مجلس' کا لفظ اختیار کیا، کہ اہم مسائل پر تحقیق کیلئے ہماری اجتماعی علمی تحقیقات ہوا کریں گی، اس طرح معروف سکالرز کو دعوت دے کر ہم اجتماعی طور پر تحقیق کو نکھارا کرتے اس طرح ہماری تحقیقی مجلس کا طریق کار وضع ہوا۔

جب ۱۹۷۰ء میں ہم نے مجلس تحقیق اسلامی کے نام سے کام شروع کیا تو علمی اور اصلاحی مجلّہ ماہنامہ محدث کے علاوہ مجلس کا تحقیقی کام کوئی زیادہ تیز رفتار نہیں تھا، ہم بھی زیادہ پختہ کار نہیں تھے لیکن لاہور کی اہم علمی شخصیتوں اور دانشوروں کے ساتھ مجلسوں کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ تحقیقی اِدارہ کس اَنداز اور ڈھب سے سیٹ کیا جائے، آہستہ آہستہ طریق کار واضح ہوتا گیا۔''بحث'' کی بجائے ''تحقیق'' کا لفظ شامل کرتے وقت مجھے یہ بھی اِحساس تھا کہ عربی زبان میں 'تحقیق' کے معنی 'عملی جامہ پہنانے کے' ہوتے ہیں۔جیسے عام طور پر کہا جاتا ہے: 'أرجو أن تحقق أملي' (مجھے اُمید ہے کہ آپ میری آرزو پوری کریں گے) میں اکثر سوچا کرتا کہ ہم اجتماعی تحقیق کے ساتھ اپنے تمام منصوبوں کو بھی عملی جامہ پہنائیں گے۔ان شاء اللہ

عملی طور پر بھی اس مجلس کی نگرانی میں زیادہ تر کام متنوع تدریسی، تحقیقی اور رفاہی اداروں کی تشکیل کا ہوتا رہا ہے۔ اور یہ تمام ادارے مجلس کی اجتماعی مشاورت کے نتیجے میں تشکیل پانے والے فکر و عمل کے تحت وجود میں آتے رہے۔

س: مجلس کی ابتدا کا بنیادی فکر اور مشن تو آپ نے واضح فرما دیا۔ہم اس کی ابتدائی تاریخ بھی جاننا چاہتے ہیں۔

ج:مجلس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ہمارے ساتھی حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ کی پہلی رفیقہ حیات ۱۹۷۰ء میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔(إنا لله وإنا إليه راجعون) میں اور مولانا عبدالسلام کیلانی چند دیگر مخلص احباب کے ساتھ سرہالی کلاں ضلع قصور میں تعزیت کیلئے اکٹھے تھے کہ اسی دوران مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مستقبل کیلئے اجتماعی مشاورتوں کا ذکر چل پڑا کہ ان کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کچھ کیا جائے۔وہاں یہ طے پایا کہ مدرسہ رحمانیہ گارڈن ٹاؤن لاہور کے ساتھ اُیسا تحقیقی اِدارہ بھی بنایا جائے جس میں کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ تحقیق کی جائے۔۔الحمدللہ لائبریری تو ہمارے پاس کافی حد تک پہلے ہی موجود تھی۔ابھی مجلس التحقیق الاسلامی کی ماڈل ٹاؤن والی موجودہ وقف عمارت تو تیار نہ ہوئی تھی البتہ ہماری فیکٹری جس کی دوبارہ تعمیر کے وقت وہاں ایک تعلیمی ادارہ بھی والدگرامی نے قائم کر دیا تھا جو اب مدرسہ رحمانیہ کے نام سے رجسٹرڈ بھی ہو چکا تھا وہیں یہ تحقیقی کام اور علمی آرگن محدث کا دفتر قائم کیا گیا۔ہماری تحویل میں ۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۰ء تک یہاں قذافی سٹیڈیم کے بالمقابل نئے بننے والے ابوظہبی سنٹر کے رقبہ میں شامل، بارہ کنال جگہ موجود رہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

س: آپ کے ساتھ اور کون کون لوگ شریک ہوئے؟

ج: ہمارے ساتھ بہت سے علمی اور تربیتی مزاج رکھنے والے مخلص علماء اور اساتذہ اپنی سرکاری ملازمتیں چھوڑ کر شریک ہوتے رہے کیونکہ ہم نے ابتداء میں ثانوی درجے تک سکول کی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا اہتمام کر رکھا تھا اس کتاب وسنت او رعصری علوم کے امتزاج پر مشتمل نصاب کی تدریس میں ایسے ہی حضرات شامل تھے جو اپنے تخصصات کے ساتھ بھرپور دینی مزاج رکھتے تھے جن میں پروفیسر ڈاکٹر مزمل احسن شیخ ،مولانا عبدالرحمٰن بنگالی اور ماسٹر حبیب الرحمٰن اوکاڑوی پیش پیش تھے جبکہ علماء میں بنیادی کردار شیخ ابن بازؒ اور محدث روپڑیؒ کے تلامذہ کا رہا جن میں ہم تین ساتھیوں کے علاوہ مولانا محمد بشیر گوہڑوی قابل ذکر ہیں۔

س: اِس دور میں آپ کے پاس اپنی اجتماعی تحقیقات کے اِظہار کا ذریعہ کیا تھا؟

ج: میں بتا چکا ہوں کہ ہم نے ۱۹۷۰ء میں ہی ایک ماہوار تحقیقی اور علمی مجلّہ محدث شروع کر دیا تھا جس میں اجتماعی فتویٰ کے علاوہ تحقیقی مقالے بھی شائع کیے جاتے۔ مزید براں ہماری کوشش ہوتی کہ ہر بات حوالہ کیساتھ درج کی جائے۔ محدث نام کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ہم نے الحمد للہ اب تک اس بات کا التزام کیا ہے کہ محدث میں بقیہ بر صفحہ فلاں کا انداز اختیار نہ کیا جائے۔ اسی طرح حتی المقدور (ماسوا نادر مضمون کے) کوئی مطبوعہ مواد نشر نہ کیا جائے۔

س: آپ کے بنیادی مقاصد کس حد تک پورے ہوئے؟

ج: ہم نے جو پروگرام تشکیل دیئے، ان میں ہمارا ساتھ زیادہ تر وہی لوگ دے سکتے تھے جو پاکستانی مدارس میں دینی علوم سے فراغت کے بعد سعودی یونیورسٹیوں میں بھی زیر تعلیم رہے جبکہ پاکستان میں ان کا معاشی مستقبل روشن نہ تھا لہٰذا سعودی یونیورسٹیوں سے ڈگری حاصل کرنے والوں کا زیادہ رجحان یہ تھا کہ سعودی دارالافتاء کے ملازم کی حیثیت سے دوسرے ملکوں یورپ، امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں جاکر کام کریں یہ تمام مبعوثین شیخ ابن بازؒ کی طرف سے اپنے وطن کے سوا دیگر ملکوں میں مقرر کیے جاتے تھے۔ اس طرح دارالافتاء نے برصغیر پاک و ہند سے فارغ ہونے والے علماء کی ایک بڑی تعداد دنیا بھر میں بھیج دی۔ لیکن ہم تین ساتھیوں نے وطن واپس آکر اپنے مشن کا کام آگے بڑھانے کا عزم کر رکھا تھا، اس لیے ابتداء میں ہم کوئی تعاقد کیے بغیر واپس آگئے۔ بعد میں معاشی ضرورتوں کے پیش نظر حافظ ثناء اللہ مدنی او رمولانا عبدالسلام کیلانی تو دارالافتاء سے منسلک ہوگئے۔ لیکن ۱۹۷۸ء میں پاکستان کا دورہ کرنے والے دارالافتاء کے شعبہ غیر عربی ممالک کے ڈائریکٹر جنرل شیخ محمد بن قعودؒ اور شیخ ابن بازؒ کے سیکرٹری جنرل شیخ عبدالعزیز ناصر بن باز وغیرہ کی دعوت کے باوجود میں نے آزادانہ کام کرنے کو ترجیح دی۔ پاکستان میں ۱۹۷۰ء سے ہی سوشلزم اور اِسلام کی چپقلش چل رہی تھی۔ کیونکہ ''شوکت اِسلام'' کا جلوس بھی ۱۹۷۰ء میں ہی نکلا تھا اور اسی سال دسمبر ۱۹۷۰ء میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے عوامی انتخابات ہوئے جن میں مشرقی پاکستان کے اَندر مجیب الرحمٰن اور مغربی پاکستان کے اَندر ذوالفقار علی بھٹو کو اکثریت حاصل ہوئی۔ اتفاق یہ ہے کہ دسمبر ۱۹۷۰ء میں انتخابات ہوئے اور ماہوار 'محدث' کا پہلا شمارہ بھی دسمبر ۱۹۷۰ء کا ہے۔ بنگلہ دیش کے الگ ہوجانے کی وجہ سے نیا پاکستان اور اسکے دستور وقانون کی تشکیل کا موقع تھا۔ سیاسی فضاء غبار آلود اور تناؤ کا شکار تھی۔ حکومتی حلقوں میں بھی کافی نشیب وفراز تھا، کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو ایک سول مارشل لاء کے سربراہ کی حیثیت سے برسر اقتدار آئے تھے۔ پیپلز پارٹی نے اسلامی سوشلزم کے نام پر روٹی، کپڑے اور مکان کا نعرہ لگا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کرا اپنے مخالفین کو دبا رکھا تھا جس میں نفاذ اسلام کیلئے بھی حالات سازگار نہ تھے گویا کافی حد تک نفاذ شریعت کو 'ریورس گیئر' لگا ہوا تھا، اس دور میں کافی عرصہ بڑے بڑے سیاستدان بھی عملی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس وقت پاکستان کے بہت سے بہی خواہ سیاست وقانون کے میدان میں فکری طور پر انفرادی یا اجتماعی تحقیقات میں مصروف رہتے تھے۔مجلس تحقیق اسلامی بھی اسی میدان میں مصروف رہی ۔ہمارے سامنے سیاست وقانون کا شرعی تصور تو واضح تھا لیکن جو علمی چیلنج درپیش تھا وہ سیاست وقانون کے تمدنی ارتقاء کا تھا کہ دور حاضر میں متمدن اداروں کی تشکیل کیسی ہونی چاہیے؟ سیاسی طور پر عالم اسلام میں جمہوریت اور سوشلزم کی اسلام کے ساتھ جو پیوند کاری ہو رہی تھی اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اسی طرح حکومتوں کے نظام اسلامی اصولوں پر کیسے استوار کیے جاسکتے ہیں؟ اگرچہ ۱۹۷۳ء کا پاکستانی دستور پارلیمنٹ نے بنایا لیکن اس پر اثر انداز لامحالہ تمام ادارے ہوئے جو علمی تحقیقات اور فکری جائزے پیش کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے رجحانات شریعت کے حق میں نہ ہونے کے باوجود ۱۹۷۳ء کے دستور میں دکھانے کو بہت سی اسلامی دفعات بھی شامل ہوگئیں اور ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں وغیرہ کو غیر مسلم اقلیت بھی قرار دیا گیا۔ بعد ازاں ۱۹۷۷ء کی نظام مصطفیٰ تحریک کے نتیجے میں جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء لگایا تو اسی تحریک کا دباؤ تھا کہ جنرل محمد ضیاء الحق نے نفاذ شریعت کے حوالے سے علماء اور مشائخ کے ملک گیر کنونشن بھی کیے جن میں علماء اور مشائخ کو اپنے اعلیٰ مشیران بنانے کے ساتھ ساتھ شریعت کی بالا دستی کے اعلانات بھی ہوتے رہے۔ افسوس ہے کہ یہ اعلانات صرف سیاسی رہے۔ نہ تو علماء کو مشیر بنانے کا نوٹیفکیشن جاری ہوا اور نہ ہی نفاذ شریعت کے لیے کوئی ٹھوس بنیادیں مہیا ہوسکیں گویا جڑوں کو مضبوط کرنے کی بجائے شاخوں پر کام ہوتا رہا۔ مخالفین تو اس پر بھی چیں بہ جبیں تھے کہ اس طرح دینی حلقوں کو عزت مل رہی ہے۔ سپر قوتوں کی سازش سے عالمی سطح پر مسلمانوں کے دو بلاک بنا کر انہیں تصادم کی راہ پر ڈال دیا گیا۔ اسی بناء پر اسٹیبلشمنٹ کو یہ موقع ملا کہ وہ نفاذ شریعت کی راہ میں فرقہ واریت کو ایک بڑی رکاوٹ بنا دیں تاکہ پاکستان میں اسلام کی عملداری نہ ہوسکے۔

مجلس تحقیق اسلامی نے پیپلز پارٹی کے سات سالہ دور میں جو علمی اور فکری کام کیا تھا، جنرل محمد ضیاء الحق کے ابتدائی دور میں جب شرعی عدالتیں بنانے کے اعلانات ہوئے اور تمام صوبوں کی ہائی کورٹس کو مشروط طور پر ملک میں اِسلامی اور غیر اسلامی قوانین کا نکھارا کرنے کا اختیار ملا تو اسے بروئے کار لانے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔ اس وقت لاہور اور فیصل آباد کے دینی مدارس میں قاضی کورسز کروائے جا رہے تھے۔ مجلس کی سوچ یہ تھی کہ چار یا چھ ماہ کے مختصر ریفریشر کورسوں سے قانون دانوں کی شریعت کے لیے خاطر خواہ تربیت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ہم نے اپنے استاذ محترم شیخ ابن بازؒ، جو ان دنوں سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے، کے تعاون سے سعودی یونیورسٹیوں سے سکالر شپ منظور کروائے اور ایسا پروگرام بنایا کہ علماء اور قانون دانوں کو ان کی الگ الگ علمی کمزوریاں دور کر کے مزید تعلیم کے لیے سعودی یونیورسٹیوں میں بھی بھیجا جائے۔ ہم نے اس امتزاجی تعلیم کی غرض سے ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس اور دو سالہ اعلیٰ ڈپلومہ کورس کرانے کا پروگرام بنایا۔ جس کی بنیاد پر انہیں سعودی یونیورسٹیز کے لیے منتخب کیا جاتا تھا۔ یہ پروگرام ہم نے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے تحت 'المعهد العالي للشريعة و القضاء' کے نام سے شروع کیا اور قانون دانوں اور علماء کے لیے الگ الگ کورس ترتیب دیے اگرچہ ان کی کئی کلاسیں اکٹھی بھی ہوتیں تاکہ ان کو باہم قریب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لایا جائے۔ ہمارے پہلے بیچ سے جو حضرات سکالرشپ پر سعودی عرب کی مختلف یونیورسٹیوں میں گئے، ان کی تعداد اٹھاون تھی۔ ان کورسوں میں میرے سیکرٹری عطاء الرحمٰن ثاقب اور خالد سیف شہید بھی برابر شریک رہے۔ اس لیے ان کا داخلہ بھی 'المعهد العالی للشریعة و القضاء' کی طرف سے جامعة الملك سعود میں ہوگیا، جہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے عطاء الرحمٰن ثاقب (شہید) کو جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیه کے چارسالہ اعلیٰ تعلیم کے کورس میں دوبارہ داخل کرادیا۔ لیکن علامہ احسان الٰہی ظہیر انہیں جامعة الإمام کی طرف سے اپنے معاون خاص کی حیثیت سے پاکستان لے آئے۔

س: پہلے بیچ کے ان کورسوں میں کتنے علماء و وکلا کو داخلہ دیا گیا؟

ج: 'المعهد العالی للشریعة والقضاء' میں داخلہ کے لیے پاکستان بھر سے سات سو کے قریب علماء اور قانون دانوں نے درخواستیں دی تھیں لیکن ہم اتنی بڑی تعداد کے متحمل نہ تھے لہٰذا ہم نے داخلہ کی سخت شرائط کے تحت مقابلہ کے امتحانات کی طرح پہلے اعلیٰ معیار کا تحریری امتحان لیا پھر کامیاب ہونے والوں میں سے ۲۵۰ کا انٹرویو ہوا جن میں سے ۱۸۷ کا انتخاب کیا گیا۔

س: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں؟

ج: اِنسان جب کام شروع کرتا ہے تو بہت زیادہ اُمیدیں رکھتا ہے لیکن جب کام آگے بڑھتا ہے تو اس کی کمزوریوں اور فوائد کا شعور ہونے لگتا ہے کہ اس میں کیا فائدے ہیں اور کیا کمزوریاں ہیں؟ میں نے تجربے سے یہ چیز محسوس کی ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کی بڑی اہمیت ہے۔ جو لوگ شام کی کلاسز پڑھنے کے بعد فارغ ہوگئے ان کی حتی المقدور تربیت نہیں ہوسکی۔ جزوقتی تعلیم میں آپ علم تو سکھا سکتے ہیں مگر طلبہ کی شخصیت کے اندر آپ بہت کم اثر اَنداز ہوسکتے ہیں۔

س: اپنے قیام سے لے کر اب تک مجلس نے جن علمی منصوبوں پر کام کیا ہے ان کے بارے میں بتائیے؟

ج: میرے سامنے دو چیزیں بہت اہم تھیں۔ ایک تو سرمایہ داریت اور سوشلزم کے تقابل سے اسلام کا معاشی نظام کیا ہے؟ اور دوسری یہ کہ میں نے محسوس کیا کہ اہل حدیث ایک فرقہ بن گیا ہے۔ اس کے رجحانات 'اہل حدیث کے امتیازی مسائل یا اہل حدیث کی فقہ' تشکیل دینے میں زیادہ خرچ ہو رہے ہیں۔ اِبتداء میں، میں نے اِرادہ کیا کہ 'محدث' کے دو نمبر نکالے جائیں: (i) اہل حدیث نمبر (ii) اسلامی معیشت نمبر

پہلے نمبر میں ایسے مضامین لکھوائے جائیں جن سے واضح ہو کہ قرونِ اولیٰ میں دو اجتہادی مکتب فکر 'اہل حدیث' اور 'اہل الرائے' کیسے بنے؟ پھر ان کا تاریخی ارتقاء کن مراحل سے گزرا؟ نیز برصغیر میں 'تحریک اہل حدیث' کیسے چلی؟ اور آج کل مسلک اہل حدیث کیا ہے؟ دوسرے نمبر میں میری خواہش یہ تھی کہ سرمایہ داریت جو سود اور ٹیکس کے دو پہیوں پر چل رہی ہے، اس کے بارے میں اسلامی مؤقف کھل کر پیش کیا جائے اور حالات حاضرہ میں سرمایہ دارانہ نظام کے پروردہ جو ادارے تشکیل پذیر ہوئے ہیں، انہیں کس طرح اسلامی اصولوں پر استوار کیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح سوشلزم جس نے سرمایہ داریت کو معاشی ناہمواری کی بنیاد قرار دے کر اپنے لیے ہمدردی حاصل کی وہ نہ صرف انسانی نفسیات کا ساتھ نہیں دے سکتا بلکہ اپنے دعووں میں حقیقی طور پر کبھی کامیاب نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوسکتا۔ یہ دونوں نظام نعروں پر چل رہے ہیں اور انسانی حرص و آز یا اس کے ردعمل سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ عوامی تحریکیں نعروں سے کامیاب تو ہو جاتی ہیں لیکن ٹھوس کام کے بغیر عوامی دکھوں کا مداوا نہیں کر سکتیں۔تحریک پاکستان اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کا حشر بھی ہمارے سامنے ہے۔ اسی طرح اسلام کو صرف تحریک بنانے کی بجائے اس کے اجتماعی نظام ہائے حیات پر بہت کچھ تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ بالخصوص تمدنی ارتقاء کے نتیجے میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی اداروں نے جو شکل اختیار کی ہے، انہیں اسلامی اصولوں پر کس طرح استوار کیا جائے؟

آج کل سیکولرزم اور اسلام کی کشمکش ہے۔ سیکولرزم عقائد، عبادات اور خاندانی رسوم رواج کی حد تک مذہب میں مداخلت نہ کرنے کی بات کرتا ہے۔ لیکن اجتماعیت کے میدان میں سیاست، معیشت اور معاشرت میں دین وشریعت کے حوالے سے بات کرنے کا روادار نہیں حالانکہ تہذیب وثقافت (Culture) کی تعمیر میں معاشرے کا ابتدائی یونٹ 'خاندانی ادارہ' بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح اسلام ایک جامع دین وشریعت ہے جو پرائیویٹ اور پبلک زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سیکولرزم اپنا سب سے بڑا دشمن اسلام کو سمجھتا ہے۔

سیکولرزم جن شعبوں کو انسان کی پرائیویٹ زندگی قرار دیتا ہے اس کے بارے میں تمدن (Civilization) کا زیادہ دخل نہیں ہے۔ اگرچہ دنیا کے Global Village بن جانے اور مسلم اور غیر مسلم مخلوط معاشروں کی وجہ سے نئے مسائل ضرور پیدا ہوئے ہیں، جن کی تحقیق کی ضرورت ہے لیکن یہ سب کچھ نہیں ہے۔ البتہ پبلک سیکٹر آج کا بڑا چیلنج ہے، جس میں بہت کچھ تمدنی ارتقاء کی بناء پر تبدیلیاں آ رہی ہیں اور نئے نئے ادارے تشکیل پانے کی وجہ سے نہ صرف اسلامی تعلیمات کی گہرائی میں جانے کی ضرورت ہے بلکہ اسلامی اصولوں اور مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر اجتماعی نظاموں کی ترقی یافتہ شکل پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہم بڑی آسانی سے یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ ہمیں اسلامی خلافت کا احیاء کرنا ہے لیکن اس وقت عالم اسلام ۵۷ ملکوں اور حکومتوں پر مشتمل ہے، اس پر علمی اور تحقیقی کام سے زیادہ عملی مشکلات درپیش ہیں۔

جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہم 'المعهد العالی للشریعة والقضاء' کے تحت علماء اور قانون دانوں کو دو سالہ کورس کرواتے رہے، جس میں کورس ورک کے علاوہ مندرجہ بالا اہم مسائل پر تحقیقی مقالہ جات بھی لکھوائے گئے اور ان کی تکمیل پر ہی فارغ ہونے والوں کو اعلیٰ ڈپلومہ دیا گیا اور مزید تعلیم کے لیے بیرونی یونیورسٹیوں میں بھی بھیجا گیا۔ سعودی اعلیٰ وزارتِ تعلیم، جامعہ الازہر۔ مصر اور دیگر یونیورسٹیوں نے اُسے خاصی اہمیت دی۔

اس طرح ہمارے علمی منصوبے دامے درمے سخنے آگے بڑھتے رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اتنی پذیرائی دی کہ (جنرل پرویز مشرف کی طرف سے انقلاب لانے تک) اعلیٰ عدلیہ کے تعاون سے عدالتی افسران کو بھی مختصر یا لمبے کورس کروانے کا موقع ملتا رہا اور مجلس تحقیق اسلامی نے کئی دیگر اہم علمی اور تحقیقی پروگرام بنائے۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ضیاء الحق نے اپنے دور میں نفاذِ شریعت کیلئے جو پیش رفت کی تھی، اس میں سے بعض دستوری تبدیلیاں بھی شامل ہیں۔ جن میں قرار داد مقاصد کو دستور کے دیباچہ سے نکال کر متن دستور میں اس طرح داخل کیا گیا کہ قرار دادِ مقاصد کو مؤثر قانونی حیثیت حاصل ہو۔ اسی طرح پہلے تمام صوبوں میں ہائی کورٹس کو مشروط طور پر بہت سے ذیلی قوانین کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شریعت کی روشنی میں جائزہ لینے کا اختیار دیا گیا۔ بعد ازاں اس مقصد کے لیے وَفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شریعت بنچ بنایا گیا۔ ان اعلیٰ عدالتوں میں جب شریعت کی موافقت اور عدم موافقت کے بارے میں علمی بحثیں ہونے لگیں تو اندازہ ہوا کہ قانون دانوں کے لیے ایک بڑا مسئلہ شریعت کے مستند اور علمی ورثہ تک رسائی کا ہے جو اینگلو سیکسن لاء کے تربیت یافتہ حضرات کے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے وجود میں آنے سے پہلے لاہور ہائیکورٹ میں جسٹس (ر) بدیع الزمان کا ایک کیس زیر سماعت آیا جس میں ملک بھر سے ۵۳ قانون دان، سکالر اور دینی جماعتوں کے راہنماؤں نے سیاسی جماعتوں کے بارے میں اپنا مؤقف پیش کیا۔ مجھے خصوصی طور پر عدالتی بنچ کا تعاون کرنے کا بھی موقع ملا۔ میں نے تمام عدالتی بحث اور ریکارڈ کا جائزہ لیتے ہوئے جو بڑی کمی محسوس کی وہ یہ تھی کہ وکلاء حوالہ کے لیے ثانوی یا ثالثی درجے کی کتابیں پیش کرتے۔ اسی طرح علماء بھی جدید اداروں کے نظام سے خاطر خواہ واقف نہ ہونے کی بناء پر عدالت کو زیادہ مطمئن نہ کرسکتے۔

انہی دنوں ایس ایم ظفر صاحب نے مجھے یہ تجویز پیش کی کہ اعلیٰ عدالتوں کے اہم فیصلے قانونی نظائر کے طور پر چھپتے رہتے ہیں حالانکہ ہمارے لیے اس سے اہم تر نظائر اسلامی عدالتوں کے فیصلے ہیں جن کی بنیاد عہد رسالت اور اس سے متصل خلافت راشدہ کا دور ہے۔ لہٰذا اس کا ایک مجموعہ 'عربی زبان' میں تیار ہونا چاہیے۔ چنانچہ مجلس تحقیق اسلامی کی طرف سے جناب ریاض الحسن نوری نے یہ کام شروع بھی کر دیا لیکن ایس ایم ظفر اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے اسے جاری نہ رکھ سکے۔

بعد ازاں قانون دانوں کی تربیت اور عدالتوں کے اسلامی فیصلوں کو جمع کرنے کا پروگرام دوبارہ اس وقت زیر غور آیا جب 'المعهد العالی للشریعة والقضاء' نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے تعاون سے کچھ خصوصی کورس کرائے جن میں لاہور ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے بہت سے حاضر سروس اور ریٹائرڈ ججوں نے بھی شرکت کی۔ جبکہ لاہور، قصور، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ وغیرہ سے ماتحت عدلیہ کی ایک بہت بڑی تعداد شریک کورس رہی۔ انہی دنوں مجلس تحقیق اسلامی کا مذکورہ بالا منصوبہ تشکیل پایا پر ایک سال کام ہوتا رہا اور یہ طے پایا کہ یہ منصوبہ عہد نبوت سے لے کر دورِ حاضر تک کے فیصلوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ یہ تمام اسلامی فیصلے پہلے اصل زبانوں میں ترتیب دیئے جائیں۔ بعد ازاں انہیں عربی، فرانسیسی، انگریزی اور اردو میں منتقل کیا جائے۔ اس منصوبے میں جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ (سابق صدر پاکستان)، جسٹس (ر) عبدالقدیر چوہدری، جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن خان، جسٹس (ر) قربان صادق اکرام، جسٹس (ر) منیر مغل وغیرہ پیش پیش رہے۔

اس کا نام 'الموسوعه القضائية' (Encyclopedia of Islamic Judgments) رکھا گیا۔ جس پر مجلس تحقیق الاسلامی نے ان تھک کام کیا ہے اور عہد نبوت سے خلفاء راشدین تک الحمدللہ کام مکمل ہوگیا ہے جو آگے جاری ہے۔ اس کی نظر ثانی اور دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کیلئے مجلس کا تعاون سعودی عرب، سوڈان اور مراکش بھی کررہے ہیں۔ اس کام میں ہمارے پیش نظر زیادہ تر قانون دان ہیں، دیگر اشخاص اور ادارے بھی ان شاء اللہ اس سے کافی فائدہ اٹھائیں گے۔

س: مجلس کے رفقاء کا اِنتخاب کرتے وقت کن علمی اِمتیازات کو ترجیح دی جاتی ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ج: یہ فطری امر ہے کہ کوئی شخص یا ادارہ جس طرح کے منصوبے بناتا ہے اسی طرح کے لوگوں سے رابطہ رکھتا ہے، میرا اِبتدائی رُجحان قانون اور علمی سیاست کی طرف زیادہ تھا اس لیے میں نے جہاں یہ فیصلہ کیا کہ مجھے عملی سیاست میں نہیں اُترنا، وہاں اس میدان میں علمی اور تحقیقی کام کیلئے میری بھرپور کوششیں جاری اور ساری رہیں۔ اس سلسلہ میں قانون اور عدالت سے متعلق مذکورہ بالاحضرات کا تو ذکر ہو چکا لیکن پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسرز اور اسلامی ذہن کے دانشور کسی نہ کسی حوالے سے آج تک ہمارے ساتھ مربوط رہے ہیں۔ بلکہ نفاذِ شریعت کی علمی تحریک ہو یا مختلف مکاتب فکر کو اکٹھا کرنے کی تحریک ہم اس سلسلے میں اگر پیش رو نہیں تو کسی سے پیچھے بھی نہیں رہتے۔ آج کل 'ملی مجلس شرعی' کے نام سے اسی کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

س: آج کل کن کن منصوبوں پر کام ہو رہا ہے یا مجلس تحقیق اسلامی کے آئندہ پروگرام کیا ہیں؟

ج: مجلس کا عظیم منصوبہ 'موسوعہ قضائیہ' تو چل ہی رہا ہے، البتہ معاشی اور معاشرتی میدان بھی ہمارا مطمح نظر ہیں۔ معاشیات کے سلسلے میں قوانین کا جائزہ ۱۹۸۵ء تک وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا اس لیے اس میدان میں ۱۹۸۵ء کے بعد ہی ہمیں کام کرنے کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ میری مراد سود سے متعلقہ قوانین ہیں جن کے بارے میں پہلے وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا اور بعدازاں سپریم کورٹ کے شریعت بنچ نے ۱۹۹۹ء کے اندر اس کے تفصیلی پہلوؤں کو واضح کیا۔ شرعی عدالت کے لیے ہم نے اپنا بھرپور علمی تعاون مہیا کیا اور میں نے خود سپریم کورٹ میں پیش ہو کر سود کی بحث میں حصہ لیا اور اس موقع پر محدث نے اپنا خصوصی شمارہ 'سود نمبر' بھی نکالا۔ سپریم کورٹ (شریعت بنچ) نے سود کے خلاف بڑے اہم نکات پیش کیے تھے لیکن جنرل پرویز مشرف کی حکومت نے سازش کرتے ہوئے اسے نہ صرف کالعدم کروایا بلکہ یہ کیس دوبارہ وفاقی شرعی عدالت کو ہی بھیج دیا گیا جس کی ابھی تک کوئی نئی ساعت ہوتے بھی نظر نہیں آ رہی۔ آج کل ہم معاشیات کے میدان میں Centre of Excellence for Islamic Economics, Finance and Banking کا تربیتی اور تحقیقی مرکز قائم کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

اس مرکز کو قائم کرنے کی بنیادی سوچ یہ ہے کہ ہماری تجارت اور بینکاری اسلامی اصولوں پر قائم کرنے کے لیے رجالِ کار کو تیار کیا جائے۔ کیونکہ ابھی تک معاشیات کے میدان میں صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں نے سودی نظام کے ساتھ اسلامی پیوندکاری کا کام شروع کر رکھا ہے۔ یعنی موجودہ بینکاری سسٹم کے مختلف پروگراموں کو حیلے بہانے سے اسلامی قرار دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اسلام کے دعوے دار بینکوں نے شرعی مشیروں کو بھاری مشاہرے دے کر اسی کام کے لیے اپنا ہم نوا بنا رکھا ہے۔ گویا ان کا مقصد سود کا خاتمہ نہیں بلکہ سود کی مختلف شکلوں کے لیے حیلوں سے شرعی تائید پیش کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ سیکولر بنک بھی اسلامی ونڈوز کھول کر اس نفع بخش کاروبار میں شریک ہو رہے ہیں۔ اگرچہ ایسے مشیران خاص حلقوں میں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ یہ اسلامی بینکاری کا عبوری دور ہے۔ گویا جس طرح جمہوریت اور سوشلزم کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگا کر مسلمانوں نے انہیں اسلامی بنالیا، اسی طرح اسلامی بینکاری کو رواج دیا جا رہا ہے۔ ہمارے معاشی ماہرین اور قانون دان حضرات شریعت کی ٹھوس تعلیمات اور گہرے مقاصد سے تو واقف نہیں، اس لیے وہ اسے ہی اسلام سمجھ رہے ہیں۔ ضرورت اس اَمر کی ہے کہ اس میں وہ لوگ آگے آئیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کتاب وسنت، مقاصد شرعیہ اور اسلامی اصول وقواعد کا تقابلی مطالعہ رکھتے ہوں، جن کے معاون وہ لوگ بھی بنیں جو جدید نظاموں سے واقف ہیں۔ واضح رہے کہ اصل شریعت ہے جس کے مطابق اداروں کی تشکیل ہونی چاہیے، نہ کہ اداروں کو اصل قرار دے کر شریعت کی پیوند کاری کی جائے۔

اسلامی بینکاری کے سلسلے میں ہم نے تقریباً دو سال سے کام شروع کر رکھا ہے، جس میں پہلے ہم نے علماء اور بینکار حضرات پر مشتمل ایک بڑا سیمینار کیا۔ اس مذاکرے کے دوران جو اہم پہلو اور نکات اجاگر ہوئے، ہم نے ان پر غور وفکر کے لیے ایک گیارہ رکنی کمیٹی بنا دی جس کے اب تک بہت سے اجلاس ہو چکے ہیں۔ اس کمیٹی کے ارکان حسب ذیل ہیں:

۱۔ حافظ ذو الفقار علی	۲۔ ڈاکٹر محمد اکرم میاں	۳۔ جناب محمد ایوب صاحب
۴۔ ڈاکٹر محمد عزیر البازی	۵۔ حافظ عاطف وحید	۶۔ ڈاکٹر عبدالواحد صاحب
۷۔ ڈاکٹر حافظ خلیل احمد	۸۔ پروفیسر محمد آصف انصاری	۹۔ مفتی محمد افتخار بیگ
۱۰۔ حافظ ضیاء اللہ برنی	۱۱۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی	

ہماری یہ مستقل کمیٹی اپنے اجلاسوں میں دیگر علماء اور معاشی ماہرین کو بھی دعوت دیتی رہتی ہے، اس طرح جو نکات طے ہو جاتے ہیں ان کی رپورٹ تیار ہونے پر کمیٹی آئندہ اجلاس میں بقیہ نکات یا نئے پیش آنے والے اہم سوالات پر غور وفکر کرتی ہے۔ اس طرح مسلسل کام چل رہا ہے Centre of Excellence for Islamic Economics, Finance and Banking قائم کرنے کی تجویز بھی اسی کمیٹی کی تیار کردہ ہے۔

س: جدید حلقوں میں مجلس نے جو کام کیے یا اس کے پیش نظر ہیں، ان کا ایک تعارف تو سامنے آ گیا ہے۔ گذشتہ انٹرویو میں آپ نے قرآن مجید کی متنوع قراءات اور مختلف لہجوں کے بارے میں اپنے منصوبے کا ذکر کیا تھا۔ مستشرقین نے قرآن مجید کے ان لہجوں کے حوالے سے عوام کو قرآن سے بدظن کرنے کی بھی بڑی کوششیں کی ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اگرچہ برصغیر میں مروج روایت حفص کے علاوہ امام نافعؒ کی دونوں قراءتیں جو ان کے شاگردوں ورشؒ اور قالونؒ سے منسوب ہیں، اسی طرح رائج ہیں اور بعض دیگر ممالک سوڈان وغیرہ میں دوری عن ابی عمرو البصری بھی پڑھی جاتی ہیں۔ آپ قراء کے حلقوں کے علاوہ عام دانشوروں اور عوام کو کیسے مطمئن کریں گے؟

ج: دنیائے اسلام میں مروج متنوع قراءات اور روایات کی بناء پر بین الاقوامی سطح پر کئی ادارے کام کر رہے ہیں جن میں مجمع الملك فهد (مدینہ منورہ) بھرپور کام کر رہا ہے۔ لیبیا اور مراکش اپنے ہاں رائج قراءتوں پر تو کام کر ہی رہے ہیں لیکن مصر اور سوڈان نے بین الاقوامی سطح پر بھی کافی کام کیا ہے۔ اس لیے وہاں کے عوام متنوع قراءتوں سے مانوس ہیں۔ البتہ برصغیر پاک وہند جہاں اچھے بھلے پڑھے لکھے بلکہ ایم۔ اے اسلامیات تک بہت سے جدید تعلیم یافتہ سادہ قرآن بھی نہیں پڑھ سکتے۔ وہاں قراءتوں کا تعارف کافی مشکل ہے۔ اگرچہ برصغیر میں قاری محی الاسلام پانی پتیؒ نے متواتر عشرہ قراءات پر مشتمل قرآن شائع کیا تھا، بعد ازاں پاکستان کے مشہور استاد قاری اظہار احمد تھانویؒ صاحب نے شام کے تیار کردہ دس قراءتوں والے قرآن مجید کو قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اکیڈمی لاہور کے ذریعے چھپوایا تھا جو تجوید وقراءات کے مدارس میں داخل نصاب ہے۔اسی طرح پاکستان کی بیشتر یونیورسٹیاں قرآن سے متعلقہ علوم پر جو تحقیقی مقالے تیار کرواتی ہیں ان میں قراءتوں پر بھی کافی کام موجود ہے جس کی ایک فہرست رشد کے قراءات نمبر حصہ دوم میں شائع ہو چکی ہے۔ہم نے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے آرگن ماہنامہ رشد کے جو تین ضخیم حصے شائع کرنے کا پروگرام بنایا، وہ اسی تعارف کی غرض سے ہے لیکن مستشرقین کے طفیلی منکرین حدیث نے غلط طور پر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ ہم من گھڑت قرآن مجید چھاپ کر اختلافات پیدا کر رہے ہیں۔حالانکہ ہمارا ایسا کوئی اشاعتی پروگرام نہیں ہے البتہ اس سلسلہ میں دوسرے ملکوں اور ہماری دانش گاہوں میں جو کام ہوا ہے اس کا تعارف ہم نے ضرور کروایا ہے۔یا بعض بین الاقوامی اداروں سے ہم علمی تعاون کر رہے ہیں جس میں کویت کا بین الاقوامی ادارہ حامل المسك بھی شامل ہے۔ایسے شبہات کے ازالہ کے لیے 'رشد' کے موجودہ خاص شمارے (حصہ سوم) میں بھی کئی مضامین موجود ہیں۔
جامعہ لاہور الاسلامیہ کی معہد ثانوی (مدرسہ رحمانیہ) نے تجوید وقراءات کا کام ۱۹۷۷ء میں ہی شروع کر دیا تھا جب کلیۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے موجودہ نگران اعلیٰ قاری محمد یحییٰ رسولنگری مدرسہ رحمانیہ میں تدریس کے لیے تشریف لائے تھے۔اسی تعلیمی سال کے اختتام پر مدرسہ رحمانیہ بالمقابل قذافی سٹیڈیم (۲۷۰رفیروز پور روڈ لاہور) میں ایک بڑی تقریب منعقد کی گئی تھی جس میں قاری اظہار احمد تھانویؒ، حافظ نذر احمد (مؤلف درس قرآن) اور پروفیسر عبدالقیومؒ (سابق سینئر ایڈیٹر اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) نیبر صغیر پاک و ہند میں قرآنی قراءات اور قرآنی خدمات کا ایک تاریخی جائزہ بھی پیش کیا تھا۔اس مذاکرے کے آخر میں قاری اظہار احمد تھانوی نے مدرسہ رحمانیہ سے فارغ ہونے والے حضرات کو اسناد بھی تقسیم کی تھیں، جن میں دو فاضل برادران حافظ عبدالغفار گوندل اور ڈاکٹر حافظ عبدالقادر گوندل بھی شامل تھے۔واضح رہے کہ ڈاکٹر عبدالقادر گوندل نے حال ہی میں وزیر داخلہ سعودی عرب سمو الأمیر الملکی نائف بن عبدالعزیز آل سعود کے ہاتھوں ایک بڑا اکیڈمک انعام حاصل کیا ہے جو تقریباً ایک کروڑ پاکستانی روپے کے برابر ہے۔

س: مجلس کے تیسرے انسائیکلوپیڈیا کا بھی تتمہ کے طور پر ذکر کر دیجیے۔

ج: علمی تحقیقات کے لیے لائبریری کی بنیادی حیثیت ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ لاہور شہر میں مجلس کے پاس ایک دینی اور شریعت کے سارے اہم پہلوؤں پر تصنیفات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔لیکن دینی رسائل وجرائد میں جو بہت سے علمی مقالے اور تحقیقات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں وہ دست برد زمانہ کی نظر ہو جاتی ہیں۔جب موسوعہ قضائیہ کے سلسلے میں دنیا بھر کی لائبریریوں سے ہمارے وفود استفادہ کرتے رہے اور اس طرح سافٹ وئیر کا ایک بڑا ذخیرہ بھی مجلس کی لائبریری میں جمع ہو گیا جو بہت کم کسی اور لائبریری میں موجود ہے۔تو خیال ہوا کہ برصغیر کی گذشتہ ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں جو علمی فکری تحریکیں اور تحقیقی مقالات شائع ہوتے رہے ہیں، ان کو بھی جمع کرنا چاہیے۔

چونکہ ایک بڑی لائبریری ہونے کے ناطے پنجاب یونیورسٹی اور دیگر دانش گاہوں میں ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کرنے والے حضرات بھی اکثر ہم سے رجوع کرتے۔انہیں بہت دفعہ اپنے موضوع کے حوالے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مطبوعہ تصنیفات کی بجائے رسائل وجرائد سے بھی استفادہ کرنا پڑتا ہے جس کے بارے میں انہیں علم نہیں ہوتا کہ کون کون سے عنوانات پر اہل علم خامہ فرسائی کر چکے ہیں؟ اسی طرح متعلقہ رسائل وجرائد بھی میسر نہیں آتے۔ ہم نے اول تو یہ کوشش کی کہ ۱۵۰ سال سے نکلنے والے زیادہ سے زیادہ رسائل اپنی لائبریری میں جمع کرلیں ورنہ دوسری لائبریریوں سے مراجعت کرکے ان رسائل کے تمام اشاریے تیار کریں تاکہ معلوم ہوجائے کہ فلاں ماہ وسال کے فلاں شمارے میں اس موضوع سے متعلقہ کچھ لکھا گیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے تقریباً سات سو رسائل کا اشاریہ تیار کرنے کا منصوبہ ہے۔ جن میں سے تقریباً ۸۰ رسائل وجرائد کی اشاریہ بندی ہوچکی ہے۔

س: آپ نے ایک سوال کے جواب میں ابھی ذکر کیا ہے کہ ہم نے دنیا بھر سے اسلامی ورثہ پر مشتمل بہت سے سافٹ ویئر حاصل کئے ہیں۔ کیا مجلس کی کوئی اپنی ویب سائٹ بھی ہے؟ یا سافٹ ویئر کا کام ہورہا ہے؟

ج: مجلس تحقیق اسلامی، ماہنامہ محدث لاہور اور مجلس سے متعلقہ بہت سے حضرات کی اپنی ویب سائٹس موجود ہیں۔ مجلس تحقیق الاسلامی کی اپنی ویب سائٹ کا نام (www.KitaboSunnat.com) ہے۔ جو درج ذیل خدمات انجام دے رہی ہے:

- اُردو زبان میں آن لائن اِسلامی لٹریچر پر مبنی بہترین اور مستند مواد
- موضوعاتی اِنڈیکس کے ساتھ ہر موضوع پر جید علماء کی تصانیف ومضامین
- کتب اور مضامین کی فری ڈاؤن لوڈنگ کی سہولت
- شرعی راہنمائی کے لیے آن لائن فتویٰ کی سہولت (جو کہ مستقبل قریب کا پروجیکٹ ہے)
- تلاوت قرآن کریم، نظمیں اور تقاریر ودروس پر مبنی آڈیو، ویڈیو سیکشن (جو تکمیلی مراحل میں ہے اور جلد ہی آن لائن کردیا جائے گا۔ ان شاء اللہ)
- مختلف آن لائن اِسلامک سافٹ ویئرز اور آن لائن لائبریری (اس پر بھی کام جاری ہے)
- آن لائن ماہنامہ 'محدث' اور ماہنامہ 'رُشد' (مکمل شمارے)

س: مجلس کے منصوبوں کو جلد مکمل کرنے کیلئے آپ کو کونسی مشکلات حائل ہیں؟

ج: دنیا مسابقت کا میدان ہے، اِنسان چاہتا ہے کہ بڑے بڑے مقاصد فوراً پورے ہوجائیں لیکن عملی میدان میں اترنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اِنسان صرف وہ کام کرسکتا ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر آجائے۔ ظاہری طور پر انہیں وسائل بھی کہا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے کچھ تحقیقی اور نشریاتی اِدارے تو وہ ہیں جن کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے لہٰذا ان کے پاس تو وسائل کی کوئی کمی نہیں۔ البتہ تحقیقی کام کو پرائیویٹ طور پر انجام دینے کے لیے نہ صرف عوام کی اخلاقی حمایت کے ساتھ عام زندگی میں پیش آنے والے لٹریچر کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اہل خیر کی بھرپور معاشی سپورٹ بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے نشریاتی ادارے علم وتحقیق کی بجائے اپنے تجارتی مقاصد کو بروئے کار لانے پر مجبور ہوجاتے ہیں، چنانچہ وہ یا تو پہلے سے موجود کتب کو نئے سے نئے پرکشش طباعتی معیار سے چھاپنے کا کام کرتے ہیں یا خلیجی ممالک کے مشہور شیوخ کے پمفلٹوں اور تصنیفات کے ترجموں پر ہی اپنا وقت صرف کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ ایسے کاموں کے لیے انہی شیوخ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے ذریعے نہ صرف مالی مدد مل جاتی ہے بلکہ ان کے توسط سے اچھے گیٹ اپ سے چھاپی ہوئی مطبوعات کے بڑے آرڈر بھی ملنے لگتے ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔اسی طرح تحقیق کا ذوق رکھنے والوں کی بھی معاشی مشکلات ہوتی ہیں لہٰذا ان کے لیے بھی آسانی اسی میں رہتی ہے کہ وہ پہلے سے طبع شدہ تفاسیر واحادیث کی کتابوں کے اردو ترجموں کی پرانی زبان کی نوک پلک درست کر دیں۔اس طرح انہیں بڑا حق خدمت بھی مل جاتا ہے اوران کی تیار کردہ کتابیں بھی جلد مارکیٹ میں آجاتی ہیں۔

مجلس تحقیق اسلامی نے تجارتی مفاد سے قطع نظر جو مذکورہ بالا تحقیقی کام شروع کیے ہیں، ان کے لیے اسے مناسب اہلیت رکھنے والے محققین کی شدید ضرورت رہتی ہے، اسی طرح مجلس تحقیق الاسلامی نے اصول تفسیر، حدیث اور فقہ پر اساسی لٹریچر مہیا کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔حدیث کی مشہور دو جلدوں پر مشتمل کتاب 'تدریب الراوی' کا اردو ترجمہ عرصہ سے تیار ہے جس کی مراجعت بھی کئی اہل علم سے کروالی گئی ہے۔اسی طرح اصول فقہ کی جامع ترین کتاب 'ارشاد الفحول' (شوکانی) کا ترجمہ اصول فقہ کے متخصص استاد مولانا زید احمد سے کروایا گیا جو اب نظر ثانی اور حواشی کے اضافے کے مراحل سے گزر رہا ہے۔بہت سے دیگر چھوٹے موٹے کام بھی تیار ہیں جو کسی اشاعتی اور تقسیم کرنے والے ادارے کے تعاون سے ضرورت مندوں تک پہنچ سکتے ہیں۔

س: مجلس کے حالیہ رفقاء کو آپ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ کیا وہ آپ کے خوابوں کی تعبیر بن سکتے ہیں؟

ج:

نہیں مایوس اقبال اپنی کشتِ ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

میں دینی مدارس بالخصوص جہاں ساتھ ساتھ دنیاوی علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں (جیسے ہماری درسگاہ ہے) اس سے فارغ ہونے والے نوجوانوں کو بڑا قیمتی سمجھتا ہوں۔لیکن جن مشکلات کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، جب تک وہ نہ پوری ہوں، اس وقت تک ایسے نوجوانوں کو تادیر مطمئن نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ اس عمر میں والدین کی بھی توقع ہوتی ہے کہ نوجوان بیٹا ہمارا سہارا بنے اور نیا گھر بسانے کی آرزو بھی ہوتی ہے اس لیے جب تک کوئی ادارہ ایسے نوجوانوں کو خاطر خواہ معاشی کفالت دے کر انہیں مطمئن نہ کر دے وہ اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔میری ہر دم یہی کوشش ہے کہ میں اپنی معنوی اولاد کو ایسے سازگار حالات مہیا کرسکوں۔اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ ہماری دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرے اور ہماری آخرت بھی بہتر بنا دے۔آمین

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار [البقرة: ۲۰۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انٹرویو پینل

انٹرویو قاری محمد اِبراہیم میر محمدی حفظہ اللہ

شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ علم القراءات کو نمایاں طور پر متعارف کروانے والی وہ نامور شخصیت ہیں کہ ان کی جہودِ طیبہ سے اب یہ علم پاکستان کے تمام حلقہ ہائے فکر میں بالعموم اور جماعت اہل حدیث میں بالخصوص زندہ ہوگیا ہے۔ آپ کلیۃ القرآن الکریم، مدینہ یونیورسٹی کے نمایاں فضلاء میں سے ہیں۔ کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بانی ومؤسس ہیں جن کے اخلاص اور محنت شاقہ کے نتیجہ میں جامعہ لاہور الاسلامیہ تجوید وقراءات کے فروغ میں آج انتہائی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ آپ کی زندگی ایک جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ ۱۹۹۲ء میں کلیۃ القرآن کے افتتاح کے بعد مسلسل درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہیں۔ مادرِ ادارہ کلیۃ القرآن اور اس سے پھوٹنے والے دیگر تمام کلیات القرآن الکریم کے سینکڑوں فضلاء کی تمام تر عملی جدوجہد حقیقی معنوں میں حضرت شیخ حفظہ اللہ کی مرہونِ منت ہے۔

آپ کی شخصیت کے مذکورہ اوصاف کی نسبت سے رُشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعت میں ہم آپکا انٹرویو شائع کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ کسی رسالے میں شائع ہونے والا آپ کا یہ پہلا انٹرویو ہے جو آپکی شخصیت کی تمام جہتوں سے متعارف کرانے کے اعتبار سے انتہائی جامع ہے۔ انٹرویو پینل میں آپکے شاگرد قاری فہد اللہ مراد (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور اور بیٹے قاری عثمان مدنی (فاضل کلیۃ القرآن والتربیۃ الإسلامیۃ) شامل ہیں [ادارہ]

رُشد: اپنا تفصیلی تعارف کرائیں؟

قاری صاحب: میرا نام محمد اِبراہیم بن حافظ محمد عبد اللہ ہے، میری رجسٹرڈ تاریخ پیدائش یکم فروری ۱۹۶۰ء ضلع قصور کے معروف گاؤں میر محمد کی ہے۔ رجسٹرڈ کا اِضافہ اس لیے کیا ہے کہ میرے بڑے بھائی جناب مسعود اَحمد صاحب نے بعد اَزاں مجھے بتایا کہ میرے اَندازے کے مطابق آپ کی اَصل تاریخ پیدائش ۱۹۵۸ء ہے۔ ہمارا گاؤں میر محمد اس اِعتبار سے ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ ضلع قصور میں شاید سب سے پہلے کسی جگہ باقاعدہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے تو وہ ہمارا گاؤں ہے۔

آج سے تقریباً ایک صدی قبل ۱۹۰۵ء ولی کامل حافظ محمد عظیم رحمہ اللہ (حافظ محمد یحییٰ عزیز رحمہ اللہ کے والدِ گرامی) نے اپنے مخلص ساتھیوں حاجی عبد الواحد، حاجی امام بخش المعروف خالد مجاہد، صوفی عبد اللہ، مولوی نیک محمد ستوکی، حافظ عیسیٰ کوٹلی رائے ابو بکر، حاجی محمد یعقوب، حاجی حسن محمد (میرے دادا جان) اور دیگر مایہ ناز علماء کرام رحمہم اللہ کے ہمراہ اس مدرسہ میں مسند تدریس کو رونق بخشی۔ ان میں قاری عزیر صاحب حفظہ اللہ کے والد گرامی مولانا عبد الحق، مولانا حافظ محمد بھٹوی اور مولانا عبد الرشید رحمہ اللہ نے اس پورے علاقے کو فیض یاب کیا۔ ان کے نامور شاگردوں میں مولانا علی محمد سعیدی، مولانا محمد یوسف راؤ خانوالا، مولانا محمد شفیع گھلن ہٹھاڑ اور جماعت المجاہدین کی نشانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا محمد دین مجاہد شامل تھے۔

رُشد: اپنی اِبتدائی تعلیم کے متعلق بتائیں؟

قاری صاحب: میں نے اپنے دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت قدرے تاخیر سے پڑھائی کا آغاز کیا۔ تقریباً چھ سال کی عمر میں، میں نے اپنی باقاعدہ تعلیم کا آغاز والدِ گرامی حافظ عبداللہ رحمہ اللہ کے ہاں کیا۔ والدِ گرامی کا یہ معمول تھا کہ وہ ابتدائی قاعدہ، جوان دنوں یسرنا القرآن ہوا کرتا تھا، خود پڑھاتے اور اس کے بعد ایک پارہ ناظرہ پڑھاتے، آپ اس قدر محنت سے پڑھایا کرتے تھے کہ اس کے بعد بچہ باآسانی ناظرہ قران کریم پڑھ جاتا تھا۔ بالکل اسی طرح مجھے بھی یسرنا القرآن اور تقریبا ایک پارہ والدِ محترم نے پڑھایا اور باقی قرآن کریم ناظرہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کو سنایا۔

رُشد: کیا آپ نے سکول کی تعلیم سے اِبتدا نہیں کی حالانکہ ہمارے ہاں عموماً پہلے سکول ہی سے اِبتداء ہوتی ہے؟

قاری صاحب: چند اَیام کیلئے سکول گیا تھا لیکن والدمحترم نے سکول سے ہٹا کر حفظ پر لگا دیا۔ اس کی بھی ایک خاص وجہ تھی۔ ہوا یوں کہ والدِ محترم نے بڑے دونوں بھائیوں محترم محمود اَحمد اور مسعود اَحمد کو سکول میں داخل کروایا، سکول پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ باقی وقت حفظ کیا کرتے تھے۔ پرائمری تک تو یوں ہی چلتا رہا اور انہوں نے تقریباً پانچ چھ پارے حفظ بھی کر لیے، لیکن پرائمری کے بعد ہائی سکول ہمارے گاؤں میں نہیں تھا لہٰذا انہیں پڑھنے کے لیے ہمارے گاؤں سے دور جانا پڑتا جس کی وجہ سے سکول کے ساتھ ساتھ حفظ کرنا خاصا مشکل کام ہو گیا تھا اس وجہ سے انہوں نے حفظ ترک کر دیا اور سکول کی تعلیم جاری رکھی اور میٹرک کے بعد وہ سکول ٹیچر بھرتی ہو گئے۔ والد محترم کو اس کا بڑا دکھ تھا کہ وہ عالم دین نہیں بن سکے اس لیے اُنہوں نے مجھے چند ہی دنوں بعد سکول سے ہٹا لیا۔

رُشد: آپ نے حفظ کب شروع کیا اور آپ کے اُستاد کون تھے؟

قاری صاحب: میں نے ۱۹۶۷ء میں تقریبا آٹھ سال کی عمر میں اپنے ہی گاؤں میر محمد میں مدرسہ محمدیہ (المعروف کھجور والی مسجد) میں محترم قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ کے ہاں حفظ شروع کیا۔

رُشد: آپ نے قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ کو بطور اُستاد کیسا پایا؟

قاری صاحب: قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ ایک انتہائی مشفق اور بہترین منتظم اُستاد تھے۔ میں نے شعبہ حفظ میں ان جیسا اُستاد آج تک نہیں دیکھا۔ یہ میں نے اس لیے کہا ہے کہ ان میں چند خصوصیات ایسی تھیں جو ان کو سب سے ممتاز رکھتی ہیں۔

① مثلاً ہماری کلاس میں تقریبا ۶۰، ۷۰ طلباء تھے آپ ہر ایک طالب علم پر یکساں نظر رکھتے تھے اور انتہائی باریک بینی سے اس کی عادات اَطوار کا جائزہ لیتے اور مناسب محل پر اس کی اصلاح بھی فرماتے۔

② طلباء کے سبق، سبقی اور منزل کا بہت اِہتمام کرتے مثلاً اگر کسی لڑکے نے صبح سبق یا سبقی نہیں سنایا تو دوپہر میں اس کی چھٹی بند کر دیتے تاوقتیکہ وہ سبق یا سبقی یاد نہ کر لے ایسے ہی کوئی طالب علم منزل نہ سناپاتا تو عصر کے بعد جب خود چہل قدمی کیلئے نکلتے تو اُسے بھی ساتھ لے لیتے۔ سیر بھی ہو رہی ہے اور ساتھ ساتھ اس کی منزل بھی سنی جا رہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۳) طلباء کی نگرانی اس قدر سختی سے کرتے تھے کہ خود کہیں چلے بھی جاتے تو کلاس اس طرح منہمک ہوکر پڑھتی جیسے خود تشریف فرما ہوں، اس کیلئے ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ کسی کام کی غرض سے کہیں جانا ہوتا تو کہہ کر چلے جاتے کہ وہاں جارہا ہوں، لیکن اچانک پروگرام منسوخ کردیتے اور کلاس میں آکر بیٹھ جاتے۔ اس سے طلباء کا تاثر یہ ہوتا کہ قاری صاحب کسی بھی وقت آسکتے ہیں لہٰذا کھیل کود میں وقت ضائع نہیں کرنا۔

(۴) جب کسی طالب کو اس کی غلطی پر سزا دیتے تو فوراً اس کی مختلف طریقوں سے دلجوئی فرماتے، اس کی خدمت کرتے، کھلاتے پلاتے تاکہ اس کے دل میں اُستاد کے خلاف نفرت نہ پیدا ہونے پائے۔

(۵) اسی طرح جب کوئی طالب علم درمیان میں ہی پڑھائی چھوڑ کر چلا جاتا تو اسکے پیچھے گھر جاتے اس کو اور اس کے والدین کو سمجھاتے بجھاتے یہاں تک کہ وہ طالب علم خود اور اس کے والدین دوبارہ پڑھائی پر آمادہ ہوجاتے۔

(۵) طلباء کی منزلیں یاد کروانے کا بھی ان کا ایک نرالا اَنداز تھا، کہ حفاظ کو تہجد کے وقت اُٹھا لیتے اور مسجد کی چھت پر ان سے نوافل میں قرآن پڑھنے کا کہتے اور ساتھ ساتھ خود سماعت فرماتے۔ مجھے وہ دن یاد ہیں کہ جب طلباء رات کے پچھلے پہر اس خاموش فضاء کو تلاوتِ قرآن سے معطر کرتے تھے۔

(۷) قاری صاحب ؒ بعض مواقع پر طلباء سے خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے جس سے ماحول بوجھل نہیں ہوتا تھا۔

(۸) جن طلبا کو اللہ رب العزت نے خوش آوازی سے نواز رکھا تھا ان کیلئے خاص اِہتمام اس طرح کرتے کہ ان کو باقاعدہ مشق کرواتے غنہ وغیرہ پر نشان لگا کر دیتے اور ان سے باقاعدہ اِمامت کرواتے تاکہ جھجک ختم ہو اور پڑھنے کا سلیقہ آئے، مجھے بھی دورانِ حفظ کئی مرتبہ نماز کروانے کا موقع دیا گیا۔

(۹) ان کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے شاگردوں کو عزت و احترام سے نوازتے۔ ان کی اعلیٰ ظرفی کا ایک واقعہ ہے کہ جب عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے گئے تو میرے پاس تشریف لائے (میں اس وقت جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں پڑھ رہا تھا۔) میں نے عرض کیا حضرت میں آپ کے سر پر تیل لگا دیتا ہوں، تو فرمانے لگے: شرمندہ نہ کرو، میں نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو اجازت مرحمت فرمادی جب میں فارغ ہوا تو فرمانے لگے آؤ بھئی اب میں آپ کے سر پر تیل لگاتا ہوں۔ رحمه الله رحمةً واسعةً

یقیناً ہمارے سلف ایسی ہی صفات کے مالک تھے۔ اس پر قاری صاحب نے امام نافع ؒ اور ابن جماز ؒ کا واقعہ بھی سنایا۔ فرماتے ہیں۔ امام نافع ؒ اور امام ابن جماز ؒ دونوں امام ابوجعفر یزید بن قعقاع ؒ کے یہاں پڑھا کرتے تھے۔ بعد میں جب باری تعالیٰ نے امام نافع ؒ کو مدینہ منورہ میں مسند اِمامت پر فائز فرمایا تو امام ابن جماز ؒ نے بھی ان پر دوبارہ قراءت کرنے کا ارادہ فرمایا تو جب امام ابن جماز ؒ ان سے پڑھنے ان کے حلقہ درس میں تشریف لاتے تو سیدنا نافع اپنی مسند سے اٹھتے اور آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتے اور ان کو اپنے ساتھ اپنی مسند پر بٹھاتے۔

اس کے بعد قاری صاحب نے انتہائی تاسف سے فرمایا: کہ آج ہم اپنے اساتذہ خصوصاً حفظ کے اساتذہ میں طلبا کے بارے میں اس قدر خیرخواہی کا جذبہ نہیں پاتے ہمیں چاہئے کہ حاملین قرآن کے ان روشن میناروں کو اپنے لیے راہنما قرار دے کر ان کے نقش پا کی پیروی کریں تاکہ ہماری محنتیں بھی ثمرآور ثابت ہوں اور نورِ قرآن ہماری کوششوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے گھر گھر میں روشنی بکھیرے۔

رُشد: دورانِ حفظ کن اَحباب کی رفاقت آپ کو میسر رہی؟

قاری صاحب: میرے حفظ کے ساتھیوں میں سے حافظ محمد شریف صاحب مدیر مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد، مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی مدیر جامع قدس لاہور اور قاری محمد صادق رحمانی صاحب کنگن پوری شامل ہیں۔

رُشد: آپ کی تکمیل حفظ کب ہوئی اور ان اَیام میں پڑھائی کے علاوہ آپ کن مشاغل کو پسند کرتے تھے؟

قاری صاحب: میں ۱۹۷۱ء میں منزل یاد کرکے حفظ سے فارغ ہوگیا تھا۔ باقی رہی پڑھائی کے علاوہ مشاغل کی بات تو میں گھر سے باہر مشاغل میں دیگر بچوں کی طرح شرکت نہیں کرتا تھا۔ فارغ اَوقات میں گھر کے اَندر ہی بعض مشاغل میں منہمک رہتا تھا اور والدین زبردستی مجھے گھر سے باہر جانے کو کہتے تھے، ان میں بعض اَوقات میں گڑیاؤں کے ساتھ بھی کھیلا کرتا تھا لیکن میرا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ یہ تھا کہ کوئی بھی خوبصورت چیز دیکھی تو اس کا آرٹیفیشل نمونہ تیار کرنا جن میں جو چیزیں ابھی بھی مجھے یاد ہیں وہ یہ ہیں: ان دنوں گھروں میں بیڈوں کا رواج نہ تھا بلکہ ایک بڑی چارپائی کو ٹیک لگا کر شادی بیاہ کے موقع پر جہیز میں دیا جاتا تھا جسے پلنگ کا نام دیا جاتا تھا ایسا ہی ایک پلنگ میرے دیکھنے میں آیا جس کی ٹیک میں بہت خوبصورت نقش ونگار تھے جن میں شیشہ کاری کی ہوئی تھی میں نے اُسے دیکھا تو اُس جیسا کانوں کا خوبصورت ٹیک والا پلنگ تیار کرلیا، ایسے ہی میں نے ایک مرتبہ مٹی کی مسجد بھی بنائی تھی، ایک مرتبہ تو یوں ہوا کہ ہمارے گاؤں میں ایک بہت خوبصورت گھر تعمیر ہوا تو میں نے اس جیسا مٹی کا گھر تیار کردیا جسے بعد اَزاں گھر آکر انہی راج گیروں نے دیکھا اور بہت خوش ہوئے، بعض نے یہ بھی کہا کہ اس کی بنی ہوئی چیزوں کو صنعتی نمائش میں پیش کیا جائے تو کافی انعام کا حقدار ٹھہر سکتا ہے۔

رُشد: حفظ کے بعد آپ نے کیا کیا؟

قاری صاحب: حفظ کے بعد میں نے اپنے گاؤں ہی کے مدرسہ محمدیہ میں مولانا حبیب اللہ لکھوی کے پاس کتابیں پڑھنا شروع کردیں ایک سال تک وہاں پڑھا جس میں عربی کا آسان قاعدہ اور نحو میر وغیرہ شامل تھیں۔ ان دنوں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کی بہت شہرت تھی۔ لہٰذا ہم تمام ساتھیوں نے وہاں جانے کا پروگرام بنالیا۔ میرے والدین بھی اس پر راضی ہوگئے، لیکن جب ماموں جان حافظ یحییٰ صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ چونکہ ہمارے بالکل قریب راجہ جنگ میں مدرسہ کا آغاز ہوچکا ہے اس لیے بجائے گوجرانوالہ کے آپ کو یہاں پڑھنا چاہیے۔ بہرحال ہم نے وہاں داخلہ لے لیا اور ایک سال تک حافظ عبدالرشید اَظہر اور مولانا عبدالحفیظ صاحب حفظہ اللہ سے کتب پڑھیں۔

رُشد: آپ کو تجوید کا شوق کیسے ہوا اور کب پڑھنا شروع کیا؟

قاری صاحب: مجھے خود کو تو تجوید پڑھنے کا کوئی شوق نہ تھا البتہ والدِ محترم کا شوق تھا کہ مجھے قاری بنائیں۔ ہوا یوں کہ ہمارے گاؤں میں ایک مرتبہ قاری اِظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ تشریف لائے تو والدِ محترم کو پتہ چلا تو مجھے بھی ساتھ لے کر قاری صاحب کی تلاوت سننے گئے واپسی پر میں ان کے ساتھ ہی تھا تو فرمانے لگے ''میں نے آپدے پُتر نوں قاری بنانا اے'' (میں نے اپنے بیٹے کو قاری بنانا ہے) میں نے جواباً کہا ''میں تے کوئی نی بننا'' (میں نے تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہیں بنا) (مجھے آج تک وہ جگہ بھی یاد ہے جہاں والد صاحب نے یہ جملے کہے تھے) والد محترم نے اپنے اسی شوق کی بنا پر مجھے ایک سال راجہ جنگ پڑھانے کے بعد تجوید پڑھانے کا ارادہ کرلیا اور مجھے قاری صدیق الحسن صاحب کے ہمراہ لاہور میں جامع مسجد لسوڑیوالی میں محترم قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ کے ہاں بھیج دیا۔

رُشد: یہ کن دنوں کی بات ہے؟ کیا یہاں آنے کے بعد بھی آپ کے شوق کی وہی حالت رہی؟

قاری صاحب: یہ ۱۹۷۴ء کی بات ہے جب میں یہاں داخل ہوا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی قاری یحییٰ صاحب رسولنگری ﷾ سے وابستہ ہو اور اس میں تجوید وقراءات پڑھنے کا شوق پیدا نہ ہو۔

ہوا یوں کہ داخلے کے بعد میری رہائش محترم قاری عزیر صاحب ﷾ کے ہاں تھی (جو کہ رشتے میں میرے ماموں لگتے ہیں،) وہاں سے صبح روزانہ ان کے ساتھ مسجد لسوڑیوالی جاتا۔ (ان دنوں قاری عزیر صاحب مسجد لسوڑیوالی میں تجوید کے طلباء کو کتب کے چند اسباق پڑھایا کرتے تھے) اور شام کو واپس مسجد رحمانیہ پونچھ روڈ پر ان کے ساتھ ہی آجاتا۔ اور شام کے بعد قاری اظہار احمد تھانوی ؒ کے پاس مشق کرنے کیلئے جایا کرتا۔

رُشد: آپ نے تجوید میں کون کون سے اسباق پڑھے ہیں؟

قاری صاحب: حضرت قاری صاحب ﷾ سے میں نے تجوید میں مفتاح التجوید، تحفۃ الاطفال، فوائد مکیہ اور مقدمہ الجزریۃ پڑھی ہیں۔ اس کے علاوہ حدر بھی قاری صاحب کو سنایا اور مشق بھی قاری صاحب سے ہی کیا کرتا۔

رُشد: آپ نے قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ کو بطور اُستاد کیسا پایا ہے؟

قاری صاحب: حضرت قاری صاحب کا پڑھانے کا اپنا ہی اسلوب تھا:

① خصوصاً حدر اور مشق میں طلبا کو طرزوں سے منع کرتے، زیادہ سے زیادہ تلفظ اور اَدا پر توجہ دیتے، اگر کوئی طالب علم کسی معیوب طرزِ اَداء پر تلاوت کرتا تو سختی سے منع فرماتے۔ ایک دفعہ میرے ساتھ بھی ایسا ہوا کہ میں نے کسی سے پانی پتی لہجہ سن لیا اور انہیں اس کے مطابق ہی حدر سنانے لگ گیا جس پر شیخ محترم نے مجھے سخت سرزنش کی۔

② آپ ہمیشہ تحقیق کا التزام کرواتے تھے اور یہی سلف وصالحین کا اَندازِ تلاوت تھا۔ حتیٰ کہ امام جزری ؒ نے اپنی تحقیق سے پڑھنے کی سند کو نبی اکرم ﷺ تک متصل ذکر کیا۔ (اس پر قاری صاحب ﷾ نے امام جزری ؒ کی سند بھی سنائی۔)

③ اس کے علاوہ حضرت قاری صاحب کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ آپ والہانہ لگاؤ ہے جب بھی کسی طالب علم یا اُستاد سے ملاقات ہوتی ہے تو اس سے قرآن ضرور سنتے ہیں۔ اور اچھا پڑھنے والے کی ہر جگہ، محافل ہوں یا نجی مجالس، حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

④ حضرت کا ہمیشہ تلامذہ سے ایک خاص لگاؤ رہا ہے آج بھی طلباء کا ایک جم غفیر آپ کے اِردگرد رہتا ہے اور طلبا آپ کو دیکھ کر اس طرح لپکتے ہیں جیسے اپنے شفیق باپ کو دیکھتے ہی بچے اس سے چمٹ جاتے ہیں۔

⑤ نیز آپ نے طلباء پر خرچ کرنے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا، جن دنوں میں آپ کے ہاں پڑھتا تھا آپ اپنی تنخواہ طلباء پر خرچ فرمادیتے تھے۔

⑥ اس کے علاوہ طلباء کے چال چلن اور نظافت وپاکیزگی پر بھی خصوصی نظر رکھتے تھے کبھی طلبا نہا کر نکل رہے ہوتے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تو صابن چیک کرتے کہ آیا نہانے کے بعد صابن صاف بھی کیا ہے یا نہیں۔

⑥ نیز بیت الخلا، وضو خانے اور مسجد کی صفائی کا بھی خاص خیال رکھتے۔بعض اُوقات خود بھی ان کی صفائی فرما دیتے اور کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

رُشد: آپ کا حضرت قاری یحییٰ صاحب سے دوران طالب علمی تعلق کیسا تھا؟

قاری صاحب: اُستادِ محترم ﷾ مجھ پر بہت زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے اور مجھے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

① میری اُداء کا، جو تجوید میں بنیادی چیز ہے، خصوصی خیال رکھتے اور مجھے بالکل طرزوں میں نہیں پڑھنے دیتے تھے، فرماتے تھے زیادہ تر اُداء پر توجہ دو زندگی بھر طرزیں بنتی رہیں گی۔

② اسی خاص تعلق کی وجہ سے مجھے آپ نے حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے بھی ٹائم لے کر دیا۔ میں مسلسل بعد نمازِ مغرب اُن سے مشق کرتا رہا۔

③ قاری یحییٰ صاحب مدظلہ کے ہاں بہت نایاب تلاوتیں ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے اپنی ساری کیسٹیں اور ٹیپ ریکارڈر میرے حوالے کر دیا کہ میں ان تلاوتوں کو سنا بھی کروں اور ان کی حفاظت بھی کیا کروں لہٰذا میں بطریقِ احسن ذمہ داری انجام دیتا رہا اور میں کوشش کرتا تھا کہ جو بھی تلاوت ملے وہ ریکارڈ کرلوں لیکن ان دنوں ٹیپ ریکارڈر کی سہولت میسر نہ تھی مجھے جو جیب خرچ ملتا تھا اُس سے کیسٹیں خرید لیتا پھر جب کبھی محترم ماموں جان قاری عزیر صاحب، قاری یحییٰ صاحب سے کوئی تلاوت منگواتے تو ساتھ ٹیپ ریکارڈر بھی منگوایا کرتے تھے۔ چونکہ لانے اور لے جانے کی ذمہ داری میری ہوتی تھی اس لیے رات کو میں مسجد رحمانیہ پونچھ روڈ سے ایک اور کیسٹ کا انتظام کرکے ریکارڈ کرلیتا۔ مجھے ایک روز محترم ماموں قاری عزیر صاحب نے بتایا کہ سید ریاض الحسن نوری صاحب کے ہاں کچھ تلاوتیں موجود ہیں جو کہ اسٹیشن کے قریب رہتے ہیں۔ چھٹی کے بعد وہاں پہنچ گیا۔ ہوا یوں کہ اس روز لائٹ بہت زیادہ جاتی رہی جس سے مجھے خاصا انتظار کرنا پڑتا، بالآخر میں تلاوت ریکارڈ کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن جب میں نے گھڑی پر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ عشاء کی نماز کو گزرے کافی وقت ہو چکا ہے آخر کار میں رات کے اندھیرے میں اٹھا مجھے اسٹیشن سے پیدل پونچھ روڈ آنا تھا۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا اور پھر میرے پاس حضرت قاری صاحب کا ٹیپ ریکارڈر بھی تھا لیکن بہر حال مال روڈ وغیرہ پر ہلکی پھلکی ٹریفک اور سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں بھاگتا آیا لیکن جب پونچھ روڈ پر پہنچا تو وہاں تو بالکل گھپ اندھیرا تھا کسی طرف کوئی فردو بشر نظر نہیں آ رہا تھا بہر حال میں دل تھام کر پونچھ روڈ پر چلنے لگا اور آخر کار ڈیڑھ گھنٹے کا پیدل سفر کرکے اللہ اللہ کرکے مسجد رحمانیہ پونچھ روڈ پہنچا۔

④ اس کے علاوہ مجھ سے اللہ رب العزت نے خدمت قرآن کے سلسلے میں کچھ کام لیا ہے تو اس میں محترم قاری صاحب (کا ان چند اَساتذہ میں شمار ہے جن) کی دعاؤں کا بہت زیادہ اثر ہے۔ دوران تعلیم آپ اکثر مجھے یہ دُعا دیا کرتے تھے ''میرے ہر دم سے دعا ہے اللہ رکھے تجھے سلامت''

⑤ بعض اُوقات جب حضرت قاری اِظہار رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے جاتے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ ایک دفعہ حضرت قاری صاحب قراءات کے طلباء کو مشق کروا رہے تھے تو آخر میں قاری یحییٰ صاحب کے کہنے پر مجھے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری صاحب نے روایت کسائی میں سورۃ القیامۃ کی مشق کروائی۔

⑨ ایک روز آپ اپنے کمرے میں محو مطالعہ تھے کہ آپ کی نظر سے عربی کا ایک شعر گزرا، پیغام بھجوا کر مجھے بلایا اور فرمانے لگے، ابراہیم! لکھ لو اور ہمیشہ اس پر عمل کی کوشش کرنا، وہ شعر یہ ہے:

لقاء الناس ليس يفيد شيئًا　　سوا الهذيان من قيل وقال

فأقلل من لقاء الناس إلا　　لأخذ العلم أو إصلاح حال

لیکن آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ اَساتذہ میں پڑھانے کا وہ ذوق نہیں ہے جو ہمارے شیوخ میں تھا۔

رُشد: تجوید میں آپ کے ساتھ کون کون سے ساتھی پڑھتے تھے؟

قاری صاحب: میرے تجوید کے ساتھیوں میں، قاری محمد حنیف بھٹی صاحب، قاری محمد صابر ﷫، قاری شریف صاحب، قاری محمد اسحٰق صاحب میر محمدی ﷫ شامل ہیں۔

رُشد: تجوید مکمل کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لیے کیا لائحہ عمل طے کیا؟

قاری صاحب: تجوید کے بعد میرا اِرادہ آگے قراءات پڑھنے کا ہی تھا، کیونکہ دورانِ تجوید میرا قرآن کریم سے ایک خاص لگاؤ ہوگیا تھا، اس لیے میں اسی فن کو پڑھنے کا مشتاق تھا حتیٰ کہ میں نے حضرت قاری صاحب کو روایت شعبہ میں سنانا بھی شروع کردیا۔ لیکن ماموں جان قاری عزیز صاحب نے فرمایا کہ قراءات پڑھنے کیلئے ایک حد تک گرائمر کی سمجھ بوجھ ضروری ہے لہٰذا آپ کتب پڑھیں بعد میں قراءات پڑھیں گے۔ جس پر حضرت قاری صاحب مجھے اور قاری حنیف بھٹی صاحب کو جامعہ سلفیہ داخل کرا آئے۔

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ نے کون سی کلاس میں داخلہ لیا اور کتنے سال تک وہاں پڑھا؟

قاری صاحب: میں نے پہلے بھی ایک سال میر محمد میں اور ایک سال راجہ جنگ میں اِبتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد تجوید کے ساتھ بھی کچھ اَسباق حضرت قاری عزیز صاحب سے پڑھ چکا تھا اس لیے مجھے قاری صاحب نے تیسری کلاس میں داخل کرا دیا۔ یہاں ہم نے ایک سال تک پڑھا، لیکن ہوا یہ کہ سال کے آخر میں جامعہ سلفیہ کے حالات کچھ کشیدہ ہوگئے جس پر حضرت حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب اور چند دیگر اَساتذہ نے جامعہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ ہمیں چونکہ حافظ صاحب سے پڑھنے کا بہت شوق تھا لیکن حافظ صاحب جامعہ میں چونکہ آخری سالوں کے طلباء کو پڑھاتے تھے اس لیے ہم نے بھی حافظ صاحب کے ساتھ آنے کا فیصلہ کیا کہ وہاں حافظ صاحب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔ بہر حال ہم نے بساط لپیٹی اور جامعہ اسلامیہ مزمل مسجد لاہور کے لیے عازم سفر ہوئے۔ یہاں چوتھے سال میں حافظ صاحب سے مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب پڑھیں۔

ہوا یوں کہ سال کے آخر میں دار الافتاء سعودیہ نے آپ کو دوبارہ جامعہ سلفیہ جانے کیلئے کہا جس پر حافظ صاحب کو وہاں جانا پڑا۔ لہٰذا میں اور قاری حنیف صاحب بھٹی واپس سلفیہ چلے گئے اور باقی ساتھی وہیں رہے۔

رُشد: آپ کے ساتھ کون کون سے ساتھی جامعہ سلفیہ چھوڑ کر آئے تھے؟

قاری صاحب: ان میں حافظ عبد الرؤف، عبد الحنان شارجہ والے، مولانا سید یحییٰ شارجہ والے، مولانا قاری محمد حنیف بھٹی، مولانا محمد مبشر مدنی، مولانا سید عبد الحنان شاہ صاحب کوئٹہ والے اور مولانا عبد القدیر صاحب (یہ قاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبدالحفیظ صاحب فیصل آبادی کے چھوٹے بھائی تھے۔)

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ نے کتنے سال تعلیم حاصل کی اور مدینہ یونیورسٹی کب گئے؟

قاری صاحب: میں نے جامعہ سلفیہ میں چھٹے سال تک پڑھا ہے اور ساتویں سال میں میرا مدینہ نبویہ داخلہ ہوگیا۔ یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے اگرچہ داخلہ کیلئے میں نے اور دیگر ساتھیوں نے تیسرے سال کے بعد بھی کاغذات بھجوائے تھے اس وقت صرف مولانا سید عبدالحنان شاہ صاحب کا داخلہ ہوا دیگر ساتھی اس سال نہیں جاسکے۔ بعد ازاں پھر جامعہ سلفیہ کی ثانویہ کی سند (ثانویہ چھ سال میں مکمل ہوتا تھا) کی بنیاد پر داخلہ ہوا۔

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ کی تعلیمی پوزیشن کیسی تھی؟

قاری صاحب: میری تعلیم میں ایک چیز کی مجھے ہمیشہ کمی محسوس ہوئی ہے وہ یہ کہ میں سکول نہ جانے کی وجہ سے بنیادی اِملا کی صلاحیت سے محروم تھا اگرچہ میں نے لکھ لکھ کر اس کی کمی تو کافی حد تک دور کر لی تھی، لیکن بہرحال یہ مسئلہ ہمیشہ میرے سامنے رہا ہے اس کی وجہ سے میرے امتحانات پر خاصا اثر پڑا لیکن پھر بھی بحمد اللہ رزلٹ بہت اچھا رہا ہے، میں نے ہمیشہ ۸۰ فیصد سے زیادہ ہی نمبر لیے ہیں۔

اس کے ساتھ جو شے میرے لیے ہمیشہ تکلیف کا سبب رہی ہے وہ یہ کہ اساتذہ کلاس میں انہی طلباء پر زیادہ توجہ دیتے ہیں جو بہت زیادہ ذہین ہوں اور جنہیں گرامر کی سوجھ بوجھ ہو، زیادہ تر عبارت بھی انہیں سے پڑھوائی جاتی ہے۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ درمیانی سطح کے طلباء دن بدن پیچھے رہتے چلے جاتے ہیں اور ان کا اِنحصار اپنی ذات کی بجائے ذہین طلباء پر ہوجاتا ہے۔ ہمارے ساتھ اوّل یوں ہی ہوا کہ ہماری کلاس میں حافظ عبدالرؤف صاحب اور سید یحییٰ صاحب قابل ساتھی تھے۔ لیکن جب ہم لاہور آگئے تو جو دیگر طلبا تھے انہیں بھی محنت کا موقع ملا۔ پھر جب میں اور قاری حنیف بھٹی صاحب دوبارہ واپس گئے تو وہ جمیع طلباء ماشاء اللہ اچھے اور معیاری طلباء بن چکے تھے۔ بہرحال ہم نے بھی ہمت باندھی اور گاہے گاہے طلباء کی صف اوّل میں شامل ہوئے۔ آخر کار الحمدللہ چھٹے سال میں جب ابوداؤد پڑھنے کا وقت آیا تو اکثر عبارت میں نے ہی پڑھی ہے اس کے بعد میرا مدینہ یونیورسٹی داخلہ ہوگیا۔ وللہ الحمد!

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ کو کن اَساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع میسر آیا؟

قاری صاحب: جامعہ سلفیہ میں بہت ہی گرامی قدر علماء سے پڑھنے کا موقع ملا ہے جن میں شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق کرپالوی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ چھتوی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب حفظہ اللہ، مولانا عبدالستار اَحسن حفظہ اللہ، مولانا علی محمد حفظہ اللہ اور مولانا عبدالسلام کیلانی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

رُشد: جامعہ سلفیہ پڑھتے ہوئے آپ کا خصوصی لگاؤ کن علوم کی طرف تھا؟

قاری صاحب: دورانِ تعلیم میرا لگاؤ کسی خاص فن میں زیادہ نمایاں نہیں تھا البتہ حافظ عبدالرشید اَظہر نے مجھے کلیۃ الشریعۃ میں داخلہ لینے کے بارے میں کہا (کیونکہ انہوں نے فقہ کے بارے میں کچھ ذہنی ہم آہنگی محسوس کی تھی) لیکن کیونکہ میں اِبتداء ہی سے تجوید پڑھتے وقت یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ مجھے قراءات پڑھنی ہیں اور مزید حضرت قاری یحییٰ صاحب نے بھی یہ ترغیب دی بلکہ حکم کی حد تک کہا کہ آپ کلیۃ القرآن میں داخلہ لیں۔ جس کی وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے میری نظر انتخاب كلية القرآن پر ہی جا کر ٹھہری۔

رُشد: مدینہ یونیورسٹی جانے کے بعد بھی کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

قاری صاحب: اِبتداء میں مجھے دو چیزوں میں خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ مجھے ثانویہ کے آخری سال میں داخلہ ملا جس میں تقریباً سولہ اسباق تھے اور ساتھ میں ۱۰۰ نمبرز کا ایک انگلش کا بھی پیپر تھا جبکہ مجھے انگلش کی سمجھ بوجھ بالکل بھی نہ تھی۔ بہرحال میں کچھ نہ کچھ پڑھتا بھی رہا لیکن زیادہ وقت قرآن پاک پڑھتا رہتا الحمدللہ جب امتحان ہوا تو میں اس میں باعزت کامیاب ہوگیا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ كلية القرآن میں مجھ سے پہلے جو پاکستانی طلباء پڑھ رہے تھے انہوں نے مجھے خاصا خوف زدہ کیا کہ آپ کس كلية میں آ گئے ہو، یہ تو بہت مشکل ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ جب میں کلیہ کے پہلے سال میں پہنچا ایک تو ساتھیوں نے پہلے بہت ڈرایا ہوا تھا دوسرا استادِ محترم نے ’ءَ أَنْذَرْتَهُمْ‘ کی ساری وجوہ ایک ہی مجلس میں پڑھا دیں تو اس سے مجھے قراءات کے مشکل ہونے کا حقیقی احساس ہوا، لیکن بعد میں جب شیخ عبدالرازق ﷫ نے اِنتہائی بہترین طریقہ سے ہمیں جمع الجمع کا طریقہ بتایا تو ہماری مشکل حل ہوگئی۔

رُشد: مدینہ یونیورسٹی میں کن اَساتذہ سے پڑھنے کا موقع ملا؟

قاری صاحب: کلیہ کے پہلے سال میں (اصول شاطبیہ) الشیخ عبدالفتاح المرصفی سے پڑھے، اجراء القراءات السبع اور علم الفواصل الشیخ عبدالرازق سے پڑھا اور علم الرسم الدکتور محمد سالم محیسن سے پڑھا۔ کلیہ کے دوسرے سال میں ہمیں اجراء القراءات السبع اور شاطبیہ فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم الاخضر علی القیم شيخ القراء بمسجد النبوي وأحد أئمته پڑھاتے تھے، جبکہ علم الضبط شیخ حبیب اللہ الشنقیطی سے پڑھا۔ تیسرے سال میں شیخ محمود جادو سے مریم الی آخر القرآن اجراء اور شاطبیہ پڑھی۔ جبکہ چوتھے سال میں الدرۃ اور اجراء القراء ات الثلاث المتمة للعشر شیخ عبدالفتاح المرصفی سے اور دکتور محمود سیبویہ سے توجیہ القراءات پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کے علاوہ کلیہ کے دیگر اسباق فضیلۃ الشیخ الدکتور عبدالعزیز القاری عمید كلية القرآن، دکتور عبدالعزیز عثمان السوڈانی، شیخ محمد ایوب البرماوی، شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی، الدکتور عبداللہ بن الامام محمد امین الشنقیطی سے پڑھے۔

رُشد: کلیہ کے علاوہ بھی آپ نے قراءات کسی سے پڑھی ہیں یا نہیں؟

قاری صاحب: شیخ عبدالرازق کی خصوصی شفقت کی وجہ سے مجھے اجراء وغیرہ میں زیادہ مسئلہ نہیں تھا اس لیے مزید پڑھنے کا کبھی سوچا نہیں تھا۔ البتہ تیسرے سال آخر میں الشیخ المرصفی صاحب کی زیارت کیلئے گیا تو انہوں نے خود مجھے کہا کہ آپ مجھ سے اکٹھی عشرہ شروع کر دیں اور ہفتہ میں دو دن مجھے دے دیئے۔ میں نے شیخ کے کہنے پر شروع کر دیا اور سال کے اختتام تک میں نے سورۃ بقرہ ختم کر لی، لیکن جب چوتھے سال کے شروع میں حج کے بعد واپس گیا تو مجھے انہوں نے کہا کہ آپ پورا ہفتہ پڑھا کرو تیسرے سال میں وقت اس لیے کم ملتا تھا کہ ان دنوں کے شیخ کے پاس شیخ عبدالرحیم البرعی المصری پڑھا کرتے تھے اور اس کے علاوہ شیخ محمد ادریس العاصم بھی تکمیل سبعہ کے بعد ثلاثہ پڑھ رہے تھے آخری سال تک مذکورہ دونوں حضرات تکمیل کر چکے تھے اس لیے مجھے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چوتھا سال میں خاصا وقت مل گیا۔ ان دنوں معمولات بہت زیادہ سخت ہوتے تھے مثلاً کلیۃ میں باقاعدہ کلاسز لینا اس کے علاوہ مقالہ بھی لکھنا ہوتا اور مزید عصر سے عشاء تک اور بعض دفعہ عشاء کے بعد تک شیخ سے پڑھتا رہتا۔ بہرحال کلیۃ کے چوتھے سال میں فیضان الٰہیہ کی خصوصی برکھا برسی یعنی بحث کی تکمیل بھی ہوگئی پھر شیخ کے ہاں عشرہ کی تکمیل بھی ہوئی اور کلیۃ کا اختتام بھی بخیر وخوبی ہوگیا۔ اس کے علاوہ إذاعۃ القرآن میں ریکارڈنگ بھی کرواتا تھا۔

رُشد: آپ نے عشرہ کی تکمیل کب کی اور ان ساری مصروفیات میں آپ دیگر ذاتی اور شخصی کام کیسے کرتے تھے؟

قاری صاحب: میں نے شیخ عبد الفتاح مرصفی رحمہ اللہ کے ہاں ۲۸ رشعبان ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۹ رمئی ۱۹۸۴ء کو صبح فجر کے بعد قراءات عشرہ کی تکمیل کی۔ اس کے علاوہ دیگر مصروفیات میں میرے رفقاء نے میری بہت معاونت کی خصوصی طور پر حافظ عبدالرؤف صاحب نے، جس سے مجھے پڑھنے کا وقت میسر آجاتا۔ اللہ تعالیٰ ان جمیع احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

رُشد: شیخ مرصفی سے آپ کے تعلقات کی نوعیت کیسی تھی؟

قاری صاحب: شیخ رحمہ اللہ سے میرا آٹھ نو سال تک بڑا ہی اچھا تعلق تھا۔

① بازار میں خرید وفروخت کے لیے جب انہیں جانا ہوتا تو مجھے حکم فرماتے اور میں نے انہیں کہہ رکھا تھا جب بھی آپ کو ضرورت پڑے آپ مجھے ٹیلی فون کر دیا کریں میں گاڑی لے کر آپ کے پاس حاضر ہو جایا کروں گا۔

② جب میرے بیٹے مصعب کی ولادت ہوئی تو میں عقیقہ کا گوشت لے کر ان کے پاس حاضر ہوا تو فرمانے لگے میں اور میری اہلیہ آپ کے گھر آئیں گے میں ایک لحاظ سے بہت شرمندہ ہوا کہ میں نے شیخ کو مشقت میں ڈالا ہے لیکن خوشی بھی تھی شیخ تشریف لائیں گے اور بیٹے کیلئے دعا فرمائیں گے آخر کار شیخ اور ان کی اہلیہ کو اپنی گاڑی میں لے کر آیا اور انہوں نے ساتھ چاول، چینی اور اس طرح کی دیگر اشیاء ساتھ رکھ لیں گھر پہ آ کر بیٹے کو گود میں بٹھایا اور دُعا کی۔

③ جب کبھی مجھے کسی کتاب کی ضرورت پڑتی یا کسی مخطوط جو ان کے پاس ہوتا تو وہ مجھے فوٹو کاپی کیلئے مرحمت فرمادیتے اس لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے نادر مخطوطات بندہ ناچیز کی لائبریری میں موجود ہیں۔ اور کتاب دیتے وقت فرمایا کرتے 'لعل الله ينفع بك' اگر آپ کے پاس کتاب موجود نہ ہوتی تو فرماتے 'والله والله ما عندي الآن ، هو في مصر' جب چھٹیوں میں مصر جاؤں گا لے کر آؤں گا۔

④ آپ سے جب کبھی کوئی کتاب فوٹو کاپی کیلئے مانگتا تو آپ فرماتے میں محمد (مجھے محمد کے نام سے پکارتے تھے) کو کہوں گا کہ وہ آپ کو فوٹو کرا کے دے گا کیونکہ وہ کتاب کی بہت ہی حفاظت کیا کرتے تھے میں جب فوٹو کرانے کے بعد کتاب واپس کرتا تو کتاب کی جلد بنا کر پیش کرتا تو بہت خوش ہوتے اور دُعائیں دیتے۔

⑤ اسی طرح آپ نے جب کبھی اپنی کتاب پر پلاسٹک کور کرانا ہوتا یا کوئی کتاب جلد کرانی ہوتی تو مجھے حکم دیتے اس لیے میں نے آپ کی لائبریری کی جمیع کتب کو پلاسٹ کور چڑھا دیا تھا۔

⑥ ان کی اہلیہ محترمہ بھی میرے ساتھ بہت شفقت کرتی تھیں جس روز بھی ان کے ہاں اچھا کھانا پکتا تو اماں جی شیخ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے خصوصی طور پر کہتیں 'قل لمحمّد يتعشّ عندنا' اور عام ایام میں شیخ فرمایا کرتے: 'تفضل بالموجود يا محمّد!'

۷ دورانِ پڑھائی اکثر یہ ہوتا کہ مہمانوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا، بعض دفعہ تو مہمان اس قدر آتے کہ پڑھنے کا وقت بالکل میسر نہ آتا جس سے میں قدرے پریشان ہوجاتا تو آپ میری پریشانی کو بھانپ لیتے اور ازراہِ شفقت فرماتے: 'يا ابني زعلان' بیٹے ناراض ہو رہے ہو۔''

۸ آپ کے انتقال کے بعد 'إنا لله وإنا إليه راجعون' گھر والوں نے مجھے ہی حکم دیا تھا کہ میں شیخ کی لائبریری کو پیک کروں آپ کے بیٹے ہشام نے مجھے کہا جو کتاب آپ لینا چاہتے ہیں وہ لے لو لیکن میں نے مناسب نہ سمجھا۔ البتہ شیخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی زمانہ طالب علمی کی کاپیاں جو کہ تحریرات طیبہ میں تھیں جن کو بچوں نے ردی میں ہی پھینکنا تھا وہ میں نے قبول کرلیں۔ اور بھائی ہشام سے لکھوایا کہ یہ ہم بطور ہدیہ دے رہے ہیں اس وجہ سے کہ کسی وقت کوئی دیکھ کر یہ نہ کہے کہ یہ اس نے شیخ کی لائبریری سے چرائی ہیں۔ مجھے بڑا ہی صدمہ ہے کہ آپ 'الدرۃ' کی بڑی ہی قیمتی شرح لکھ رہے تھے کاش کہ اس کی فوٹو کرا لیتا، کیونکہ ابھی تک سننے میں نہیں آیا کہ کتاب چھپ گئی ہے۔ چونکہ میرا شیخ کے ساتھ بڑا ہی گہرا اور طویل عرصہ گزرا ہے اور بہت سی باتیں کرنے کو دل چاہ رہا ہے لیکن طوالت سے بچتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شیخ کی قبر منور فرمائے اور قیامت کے روز جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ہمارا لکھنا پڑھنا ان کیلئے صدقہ جاریہ فرمائے اوران کی انسانی لغزشوں سے درگذر فرمائے۔ آمین!

ملحوظہ! سوال میں صرف شیخ مرصفی ﷫ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت پوچھی گئی تھی ورنہ میرا تعلق جمیع اَساتذہ سے بہت اچھا رہا جن میں سے دکتور محمود سیبویہ البدوی (جو کہ کلیہ کی بحث میں میرے مشرف تھے)، دکتور محمد سالم محیسن (جو کہ ایم۔فل کے مقالہ میں میرے مشرف تھے) اور اسی طرح الشیخ عبدالرافع رضوان اور الشیخ محمود جادو المصری شامل ہیں یہ سب حضرات اپنے فن میں بڑے ہی متمکن تھے۔ اور ہر ایک مجھے بڑی شفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیونکہ میں ہر ایک کی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار رہتا اور خرید وفروخت کیلئے بھی جاتا رہتا اور اس وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھتے کہ میں نے كلية القرآن کے علاوہ شیخ مرصفی صاحب سے خصوصی اجازہ حاصل کی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بڑی دیر تک إذاعة القرآن کیلئے قراءاتِ سبعہ کی ریکارڈنگ کراتا رہا۔

رُشد: كلية میں آپ کی تعلیمی رپورٹ کیسی رہی؟

قاری صاحب: كلية میں میری تعلیمی رپورٹ الحمد للہ مناسب رہی ہے۔ پہلے سال میں نے ۹۱ فیصد، دوسرے سال ۸۹ فیصد، تیسرے سال اور چوتھے سال میں ۸۴ فیصد نمبر حاصل کئے۔

رُشد: آپ کی تعلیمی رپورٹ بہت زیادہ اعلیٰ نہیں لیکن پھر بھی آپ کا ماجستیر میں داخلہ ہوگیا اس کا سبب کیا ہے؟

قاری صاحب: یقیناً جامعہ اِسلامیہ میں ماجستیر میں داخلہ ہونا ایک بہت بڑی خوش قسمتی ہے اور مجھے اپنی کم مائیگی کا پورا اِحساس ہے اور میں ماجستیر میں داخلہ کو اپنی ذہانت و فطانت کا قطعاً شاہکار نہیں سمجھتا بلکہ یہ صرف اور صرف قرآن کی برکت ہے۔ جن دنوں میری كلية سے فراغت ہوئی میں إذاعة القرآن میں ریکارڈنگ کرا رہا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھا۔ عمید الکلیۃ دکتور ابومجاہد عبدالعزیز القاری یہ ارادہ رکھتے تھے کہ قرآن کریم کی ریکارڈنگ کسی نہ کسی طرح پوری ہوجائے جس قدر میں دراسات علیا میں داخلہ کا متمنی تھا اس سے بڑھ کر شیخ اس کے خواہاں تھے لہٰذا انہوں نے ماجستیر کی حد تک داخلہ میں خوب محنت کی اس کے علاوہ بھی دیگر جامعات کے عمائدین اور مدیران کے نام مجھے خصوصی تزکیے لکھ دیئے تاکہ میں اگر کسی وجہ سے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ حاصل نہ کرپاؤں تو سعودیہ کی کسی بھی یونیورسٹی میں موقعہ حاصل کرسکوں۔

بہرحال ماجستیر کے انٹرویو کا لیٹر موصول ہوگیا۔ جب میں مجلس المقابلہ کے سامنے پیش ہوا تو وہاں اکابر علما سعودی عرب تشریف فرما تھے، جن میں محدث کبیر شیخ حماد الانصاری، فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن العباد، فضیلۃ الدکتور عبدالعزیز القاری، شیخ امان اور دیگر آٹھ دس شیوخ موجود تھے۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ سب سے پہلے سوال کون کرے ہر شیخ دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ آخر کار مجھ سے پوچھا گیا کہ پاکستان میں آپ کا کس جامعہ سے تعلق ہے؟ میں نے جامعہ سلفیہ کا ذکر کیا تو تمام شیوخ کی نظریں شیخ عبدالمحسن العباد کی طرف اُٹھیں، کیونکہ ان کا جامعہ سلفیہ سے ایک خاص تعلق تھا بہرحال شیخ نے پہلا سوال میری اکیڈمک رپورٹ کے بارے میں کیا۔ میں نے بتایا پہلے سال تو ممتاز رہا ہوں، لیکن باقی تین سال جید جداً آتا رہا ہوں اس پر شیخ نے سوال کیا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ تو میرے بجائے دکتور عبدالعزیز القاری حفظہ اللہ نے جواب دیا کہ انہیں دوسرے سال میں پڑھائی کے علاوہ قراءاتِ عشرہ کی ریکارڈنگ کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی جس سے تعلیمی رپورٹ پر اثر پڑا۔ اس کے بعد شیخ حماد الانصاری نے سوال کیا کہ سورۃ الفاتحہ سے توحید کی اَقسام ثلاثہ کے دلائل نکالیں۔ اس کے بعد کئی دیگر سوالات کے علاوہ قراءاتِ شاذہ کے متعلق بھی سوال ہوا جس پر پھر دوبارہ دکتور عبدالعزیز القاری نے بحث میں حصہ لیا، انٹرویو کے بعد مجھے کامیابی کی خبر سنائی گئی جس سے میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

رُشد: ماجستیر میں کن شیوخ سے استفادہ کی سعادت ملی؟

قاری صاحب: ماجستیر میں ہمیں شیخ ابوبکر الجزائری 'تفسیر موضوعی'، دکتور عبدالعزیز عثمان سوڈانی 'تفسیر تحلیلی'، دکتور عبدالعزیز القاری 'علوم القرآن' اور شیخ دکتور اکرم ضیاء العمری 'مناہج البحث' پڑھایا کرتے تھے۔

رُشد: طلباء عموماً خطۃ البحث کے مسئلہ میں کافی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں کیا آپ کو بھی ان مراحل سے گزرنا پڑا؟

قاری صاحب: یہ مرحلہ واقعی بہت کٹھن ہوتا کہ طلباء انتہائی محنت سے ایک خطہ تیار کرتے، جبکہ مجلس اُسے رد کردیتی اور کئی کئی مرتبہ خطۃ البحث تیار کرنا پڑتا۔ بہرحال اپنے موضوع کے متعلق کتب کی ورق گردانی اور اہل فن کی طرف مراجعت اور مکتبات اور رسائل کے اِستفادہ سے مشکلات حل ہوجاتی ہیں۔ اگر طالب علم کیلئے ابتداء ہی سے کسی وسیع المطالعہ کو متعین کردیا جائے تو اس میں طالب علم کیلئے بہت آسانی ہوسکتی ہے۔

رُشد: آپ نے بحث کیلئے کس طرح کے موضوع کا انتخاب کیا؟

قاری صاحب: یقیناً ماجستیر اور دکتوراہ کی سطح پر کوئی تحقیقی یا موضوعاتی بحث کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ میرا اس سلسلہ میں موضوعی کے بجائے تحقیقی کام کرنے کا ارادہ تھا جو کہ عموماً مخطوطات پر ہی ہوتا ہے جس کے لیے میں نے علامہ جعبری کی کتاب 'خلاصۃ الأبحاث فی شرح نہج القراء ات الثلاث' اَساتذہ کے مشورے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے منتخب کی جو کہ مجلس الجامعہ نے منظور کرلیا اور اِشراف کی ذمہ داری دکتور محمد سالم محیسن کے سپرد کی گئی۔

رُشد: بحث کے دوران آپ کو کیا مشکلات پیش آئیں اور کن شیوخ کی معاونت رہی؟

قاری صاحب: دوران بحث قراء ات کے مشکل مسائل میں حضرت شیخ مرصفی سے رہنمائی لیتا اور کتاب چونکہ لغوی اعتبار سے کافی مشکل تھی اس کے لیے دکتور محمود سیبویہ کی مشفقانہ راہنمائی بھی شامل حال رہی۔

اس کے علاوہ جو مجھے سب سے بڑی مشکل پیش آئی وہ یہ تھی کہ دراسۃ المؤلف کا مسئلہ حل نہیں ہورہا تھا، کیونکہ علامہ جعبری کے حالات پر ایک یمنی طالب علم دستوراہ کی سطح پر تفصیلی دراستہ پیش کرچکا تھا۔ اب مشکل یہ تھی کہ اگر اسی ترتیب پر انہی معلومات کو جمع کردیا جاتا تو یہ واضح سرقہ تھا، اگرچہ میں معلومات تو اس کے علاوہ بھی کافی اکٹھی کرچکا تھا لیکن کوئی ترتیب نہیں سوجھ رہی تھی۔ میں نے بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ کوئی سبیل نکالے اللہ رب العزت نے دعا قبول فرمائی اور اس موقع پر مجھے آیت ﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾ [النمل:٦٢] کا حقیقی مفہوم سمجھ میں آیا۔

ہوا یوں کہ میری نظر سے ابن حجر کی کتاب تغلیق التعلیق گزری اس کی ترتیب مجھے بہت پسند آئی میں نے اسی اسلوب پر اپنی جمع کردہ معلومات کو مرتب کردیا اللہ کی توفیق سے اس قدر اعلیٰ دراسہ مرتب ہوگیا کہ میرے مشرف دکتور محمد سالم محیسن ﷫ نے تعجب کے انداز میں مجھے کہا کہ کیا یہ آپ نے ہی لکھا ہے؟ اور فرمایا کہ اس کی ایک کاپی مجھے بھی دینا۔ بہرحال بتوفیق الٰہی بحث تیار ہوگئی اور بحمد اللہ درجہ ممتاز میں ماجستیر پاس کیا۔

رُشد: ہماری اطلاعات کے مطابق ماجستیر میں جو شخص ممتاز نمبروں سے پاس ہو اس کا داخلہ خود بخود ہی دکتورہ میں ہوجاتا ہے آپ کا کیوں نہیں ہوا؟

قاری صاحب: جامعہ کا واقعی یہ قانون تھا کہ جو بھی طالب علم ماجستیر میں ممتاز ہوگا اُسے پی ایچ ڈی میں داخلہ ملے گا لیکن میرے ساتھ ایک حادثہ ہوگیا جس کی وجہ سے میرا داخلہ نہ ہوسکا۔ ہوا یوں کہ میرا امتحان لینے والوں میں سے داخلی مناقش شیخ مرصفی ﷫ بھی تھے، مناقشہ سے چند روز قبل ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ یہ ذی القعدہ ۱۴۰۹ھ کی بات ہے جس سے میرا مناقشہ گیارہ ماہ لیٹ ہوگیا اور آئندہ سال شوال میں ہوا۔ اس دوران ایک تو ہمارا کام بھی آگے نکل چکا تھا دوسرا یہ ہوا کہ ایک سال لیٹ ہونے کی وجہ سے ادارتی پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں جس کی وجہ سے داخلہ نہ ہوسکا۔

رُشد: آپ نے القراء ات العشر الکبریٰ کب پڑھی تھیں اور کیا آپ نے اس میں اجازت حاصل کی؟

قاری صاحب: مناقشہ کے بعد جن دنوں میں پی ایچ ڈی کے داخلہ کیلئے کوشش کررہا تھا انہی دنوں شیخ عبد الرازق ﷫ سے عشرہ کبریٰ (طیبہ) بھی شروع کردی۔ جب مجھے یہ حتمی پتہ چل گیا کہ یہاں داخلہ نہیں ہونے والا تو مجھے دکتوراہ کے بجائے 'طیبہ' کی فکر زیادہ لاحق ہوئی لیکن جامعہ ہر دم یہی تقاضا کررہا تھا کہ میں سفر کرجاؤں لہٰذا میں عمید المکتبات (الدکتور عبد الرحمٰن بن الشیخ عبد العزیز امام وخطیب مسجد نبوی) کے پاس گیا۔ انہوں نے کوشش کی اور ساتھ دکتور عبد الرازق ﷫ نے بھی ایک درخواست لکھی، لیکن مدیر الجامعہ جو کہ پہلے اِنکار کرچکے تھے میرے سفر پر ہی مصر رہے۔ آخر کار میں عمید المکتبات کی وساطت سے 'مدیر استقدام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

والترحیل' (جو سفر کے لیے بندوبست کرتے ہیں) کے پاس گیا۔ انہیں جب یہ پتہ چلا کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں اور مخلص بھی ہوں تو انہوں نے مجھے سات ماہ کی رخصت دے دی، اور میں نے سورۃ الانعام کے آخر تک اجراء جمع الجمع کے ساتھ پڑھ لیا۔ اب مدیر استقدام الترحیل بھی مجھے مزید رُخصت نہیں دے سکتے تھے، لہٰذا پھر مدیر کو مشیر گورنر مدینہ کی سفارش کروائی لیکن وہ نہ مانا، البتہ کئی اور جہات سے تدریس کیلئے پیشکش پیش کی گئی۔ جامعہ والے مجھے 'برونائی' میں بھیجنا چاہتے تھے۔ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ میں رئیس قسم القراءات کی پیشکش تھی اور مدینہ کے قریب 'بدر' کے مقام پر ایک مدیر المدرسہ نے کہا کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور ہم خود ہی نقل کفالہ کروالیں گے، لیکن یہ مجھے منظور نہ تھا، کیونکہ میں پاکستان کام کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں وہاں مزید نہ رکا اور 'طیبہ' مکمل کیے بغیر واپس لوٹنا پڑا، لیکن الشیخ عبدالرازق رحمہ اللہ نے قراءاتِ عشرہ کبریٰ کا وثیقہ عطا کر دیا اور بڑے ہی قیمتی الفاظ اس میں تحریر فرما دیے، جس کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ فرماتے ہیں:

"ونسأل اللّٰه عزوجل أن يجمعنا به على خير ليتم هذه الختمة المباركة أو يرزقه اللهُ بمن يقرأ عليه القرآن الكريم كلَّه من طريق الطيبة".

ثم قال: "وقد تبين لي من حال الشيخ المذكور أثناء قراء ته أنه بلغ في معرفة طرق القراء وتحريرات المحرّرين ما يبشر بأنه سيكون ـــ إن شاء الله تعالیٰ ـــ من القراء المشهود لهم بالإتقان في هذا الفن، لذا، أدعو اللّٰه عزّ وجلّ له أن يوفقه لإتمام هذه القراء ات وأن ييسر له أمره"

استادِ محترم کی دُعا کا اثر اَب ظاہر ہوا، جس کی مدتِ مدید سے تمنا تھی۔ ویسے تو کلّیۃ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ میں کئی مرتبہ قراءاتِ عشرہ کبریٰ پڑھانا شروع کیں، لیکن یہ سلسلہ پوری طرح قائم نہ ہو سکا۔ اب عرصہ ایک سال سے بتوفیق اللہ قراءاتِ عشرہ کبریٰ کا اہتمام باقاعدہ طور پر شروع ہو چکا ہے۔ کلیۃ القرآن والتربیۃ الإسلامیۃ میں ۱۳ طلباء پر مشتمل ایک جماعت ایک پارے کا اجراء جمع الجمع بمع تحریرات متولّی پڑھ چکی ہے اور کلیہ القرآن جامعہ لاہور سے میرے قابل قدر شاگردوں میں سے قاری انس مدنی اور قاری حمزہ مدنی اپنے ہونہار شاگردوں کی معیت میں ہر جمعرات کو مرکز میں آ کر قراءاتِ عشرہ کبریٰ پڑھتے ہیں اور تین پارے جمع الجمع کے ساتھ مکمل کر چکے ہیں۔ اسی طرح میرے نہایت ہی قابل قدر شاگرد قاری ریاض احمد جو اس وقت جامعہ سلفیہ میں کلیّۃ القرآن کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں، وہ وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں اور کبھی فون کے ذریعے پڑھ لیتے ہیں۔ ایک پارہ انہوں نے بھی مکمل کر لیا ہے۔ اسی طرح میری دو بیٹیاں اور ایک نسبتی بیٹا سید علی القاری قراءاتِ عشرہ کبریٰ کے آغاز میں ہیں۔

اوپر جو تفصیل ذکر کی گئی ہے وہ تو مجھ سے براہ راست پڑھنے والوں سے متعلق ہے، البتہ میری معنوی اولاد نے اس سلسلہ کو بذاتِ خود آگے بڑھانے کا سلسلہ بھی مستقلاً شروع کر رکھا ہے۔ قاری انس مدنی اور قاری حمزہ مدنی، جنہوں نے قبل ازیں مجھ سے عشرہ صغریٰ کی اجازت حاصل کر رکھی ہے اور اب محترم قاری محمد ادریس حفظہ اللہ اور مجھ سے عشرہ کبریٰ پڑھ رہے ہیں، انہوں نے گذشتہ رمضان کے بعد اپنے دو اداروں میں تدریس عشرہ کبریٰ کا آغاز کر رکھا ہے، چنانچہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) میں دونوں عزیز القدر شاگرد ادارۃ الاصلاح کی طرح تدریس عشرہ کبریٰ میں مشغول ہیں اور الحمدللہ اب تک ۲۰ طلباء پر مشتمل ایک کلاس میں طیبة النشر کے اُصول مکمل پڑھا چکے ہیں اور جمع الجمع کے ساتھ ایک پارہ عملاً تطبیق کے ساتھ پورا کر چکے ہیں، نیز تحریراتِ طیبہ کے ضمن میں الشیخ احمد عبدالعزیز الزیات کی تنقیح فتح الکریم شرح وتوضیح کے ساتھ تقریباً ابتدائی ربع مکمل کر چکے ہیں۔ اسی طرح جامعہ لاہور الاسلامیہ کی نئی شاخ مدرسہ البیت العتیق میں قاری حمزہ مدنی نے بعض اساتذہ وطلبہ پر مشتمل ایک کلاس میں عشرہ کبریٰ کی تدریس کا آغاز کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تینوں اداروں میں اس سلسلہ کو یوں آگے بڑھائے کہ طلبہ تکمیل عشرہ کبریٰ کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کو دیگر مدارس میں بھی شروع کریں۔ واللہ ولی التوفیق

رُشد: ہم نے سنا ہے آپ نے مجمع ملک فہد میں کوئی ریکارڈنگ کروائی ہے، اس کی کیا تفصیلات ہیں؟

قاری صاحب: یہ ۱۴۰۸ھ کی بات ہے کہ ایک صبح میرا دروازہ کھٹکا میں نے دروازہ کھولا تو دروازے پر شیخ عبدالرحمٰن حذیفی (امام وخطیب مسجد نبوی) ﷾ کو پایا بہت حیرت ہوئی کہ شیخ صاحب کیسے تشریف لائے ہیں فرمانے لگے کل مجمع آؤ وہاں روایت ورش میں آپ کی ریکارڈنگ کرانی ہے اگلے روز میں وہاں گیا تو وہاں شیوخ کی موجودگی میں میرا ٹیسٹ لیا گیا، ٹیسٹ کے بعد انہوں نے وزارت کو فائل روانہ کردی کہ آئندہ روایت ورش کی ریکارڈنگ الشیخ محمد ابراہیم باکستانی کرائیں گے۔

رُشد: مجمع میں ریکارڈنگ کا طریقہ کار کیا تھا؟

قاری صاحب: یہاں ریکارڈنگ کروانا ایک مشکل اور خاصی ہمت والا کام تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ورش کیلئے خاصے طویل سانس کی ضرورت تھی۔ اور جو سب سے بڑا مسئلہ تھا وہ یہ کہ دنیا کے کبار قراء کے سامنے پڑھنا ہوتا تھا جن میں ① الشیخ العلامة احمد بن عبدالعزیز الزیات اعلیٰ القراء سنداً فی مصر، ② فضیلة الشیخ عامر بن السید بن عثمان عالم المصری مبرز في علم التجويد والقراءات جن کے شاگردوں میں شیخ محمد خلیل الحصری، شیخ مصطفیٰ اسماعیل، شیخ عبدالباسط عبدالصمد شامل ہیں ③ الدکتور محمود بن سیبویہ البدوی المصری رئیس قسم القراءات بکلیة القرآن، ④ فضیلة الشیخ عبدالفتاح بن السید العجمی المرصفی، ⑤ فضیلة الدکتور الشیخ محمود بن عبدالخالق جادو المصری، ⑥ فضیلة الشیخ علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی، شامل تھے۔ جمیع شیوخ اَداء میں ہر ایک شے کا پورا اہتمام کرتے اور کسی بھی چیز کو نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا۔ بہر حال الحمدللہ ساڑھے چار پارے ریکارڈ کروائے جس کا مجھے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ اس سے آگے کچھ اداراتی پیچیدگیوں کی وجہ سے مزید ریکارڈنگ نہیں ہوسکی۔

رُشد: آپ نے پی ایچ ڈی کیلئے دیگر یونیورسٹیوں میں درخواستیں کیوں نہ دیں؟

قاری صاحب: میں نے دوسری یونیورسٹیوں میں بھی کاغذات جمع کروائے اور دکتور عبدالعزیز قاری نے باقاعدہ سفارشی لیٹر مدیر جامعہ اُم القریٰ کو لکھا، دکتور سیبویہ نے اور اسی طرح بعض اکابر شیوخ نے بہت اعلیٰ تزکیے لکھ کر دیئے لیکن داخلہ نہ ہوسکا۔

رُشد: آپ نے تدریس کیلئے جامعہ لاہور الاسلامیہ ہی کو کیوں منتخب کیا؟

قاری صاحب: میرے تدریس کے مواقع جامعہ ابی بکر کراچی، جامعہ اِسلامیہ العالمیہ اسلام آباد اور جامعہ سلفیہ فیصل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آباد میں زیادہ تھے اور سعودیہ کی طرف سے مبعوث ہونے کے اِمکانات تھے۔لیکن میری خواہش یہ تھی کہ میں اپنے گاؤں کے قریب پڑھاؤں تاکہ اپنے عزیز و اُقرباء کوبھی دینی تعلیم سے روشناس کرواؤں اور دوسری میری یہ بھی خواہش رہی ہے کہ جہاں حضرت حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب پڑھائیں گے وہیں میں پڑھاؤں گا۔ان دو اسباب کی وجہ سے میں نے جامعہ لاہور کو ترجیح دی۔

رُشد: اِدارے نے آپ سے کس طرح رابطہ کیا تھا؟

قاری صاحب: محترم حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ سے جب بھی مدینہ منورہ ملاقات ہوتی تو بعد اَز فراغت جامعہ میں آنے کا کہتے اور جن دنوں میرا وہاں سے آنے کا پروگرام تھا۔خود مدنی صاحب نے مجھے بذریعہ خط آنے کی دوبارہ دعوت دی اور کہا کہ آپکے بارے میں وِزارۃُ الاوقاف سے بھی بات کر چکے ہیں آپ دکتور حکمی سے مل لیں۔البتہ مجھے دکتور حکمی سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا،اس کے باوجود میں ۱۹۹۰ء میں جامعہ لاہور الاسلامیہ میں آ گیا۔

رُشد: کیا یہاں آتے ہی آپ نے باقاعدہ کلیۃ کا آغاز کر دیا تھا؟

قاری صاحب: جب میں یہاں آیا تو جامعہ میں صرف کلیّۃ الشریعہ ہی تھا میں مختلف کلاسز میں تجوید کے اَسباق پڑھاتا تھا ایک سال تک یہی سلسلہ رہا۔سال کے آخر میں حضرت قاری یحیٰی صاحب نے بغرضِ امتحان مجھے ساہیوال بلایا اور پوچھا کہ کیا کلیّۃ القرآن کے سلسلہ میں کوئی پیش رفت ہوئی۔میں نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے باقاعدہ خط کے ذریعہ توجہ دلائی۔جس پر رمضان کے شروع میں ہی مجلس الجامعہ کا پہلا اجلاس ہوا۔

رُشد: پہلی میٹنگ میں کیا طے کیا گیا؟

قاری صاحب: اس میں یہ طے ہوا کہ کلیۃ کو باقاعدہ جاری کرنے کیلئے کن کن حضرات سے مشاورت کی ضرورت ہے تاکہ باقاعدہ نصاب ترتیب دے کر کلیۃ القرآن کا آغاز ہو سکے۔لہٰذا یہ طے پایا کہ بنیادی مشاورت میں، حافظ محمد یحیٰی میر محمدی ﷫، حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾، مولانا عبدالسلام فتح پوری ﷾، قاری محمد اسلم صاحب ﷫، قاری محمد یحیٰی رسولنگری ﷾، قاری محمد اِدریس العاصم ﷾، مولانا قاری محمد عزیر ﷾، مولانا عبدالستار حماد ﷾، مولانا عبدالغفار اعوان ﷾، اور مولانا قاری نعیم الحق نعیم کو بلایا جائے اور ان کے علاوہ میٹنگز میں جامعہ کے کبار اَساتذہ مولانا شفیق مدنی ﷾، مولانا عبدالسلام فتح پوری ﷾ ،قاری عبدالحلیم ﷾، مولانا محمد رمضان سلفی ﷾، مولانا طاہر محمود ﷾ اور مولانا عبدالقوی لقمان ﷾ شامل تھے۔

بحمد اللہ! میں نے ذاتی طور پر بھی محترم مدیر الجامعہ کو خصوصی طور پر جماعت کے چار اکابر قراء اور فن تجوید وقراءات کے ماہرین کا نام پیش کیا تھا تاکہ ہر ایک کلیۃ القرآن کو اپنا ذاتی اِدارہ سمجھ کر اسکی ترقی کیلئے دعائیں فرماتے رہیں اور سب کے طلباء اِتحاد کے ساتھ علوم قرآن کے مشن کو آگے بڑھا سکیں۔

رُشد: ان مجالس کے ذریعے آپ کوئی لائحہ عمل طے کرنا چاہ رہے تھے یا کلیۃ کا خاکہ پہلے ہی آپ کے ذہن میں موجود تھا؟

قاری صاحب: الحمدللہ میرے ذہن میں کلیۃ القرآن کا خاکہ پہلے ہی موجود تھا، کیونکہ میں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھ کر آیا تھا اس لیے میں تو بالکل واضح تھا البتہ مجالس کا یہ مقصد تھا کہ درس نظامی کے مروّجہ نصاب میں کس کس جگہ تبدیلی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کر کے قراءات و علوم القرآن کا نصاب شامل کیا جاسکتا ہے۔ کون سی ایسی کتب یا علوم ہیں جن کے نکالنے سے طالب علم کا کوئی زیادہ نقصان بھی نہیں ہوگا اور ہمارا مقصود بھی حاصل ہوجائے اور وہ اُساتذہ جو قراءات کی باقاعدہ تعلیم دے رہے تھے وہ یہ بتائیں کہ یہ کام ممکن بھی ہے یا نہیں۔ بہرحال جمیع علماء کرام نے اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ مثلاً قاری یحییٰ صاحب کا کہنا تھا کہ یہ کام شروع کرنا بہت مشکل اَمر ہے کیونکہ تجوید کا ذوق رکھنے والے طلباء اتنا بوجھ برداشت نہیں کریں گے اور قاری اِدریس صاحب نے فرمایا کہ شروع تو کیا جاسکتا ہے لیکن جو اُساتذہ قراءات اور علوم قرآن کے اَسباق پڑھائیں وہی درس نظامی کے دیگر اسباق پڑھائیں تاکہ طلبہ میں کسی قسم کی ذہنی کشمکش شروع نہ ہونے پائے۔

بہرحال ان مجالس میں یہ طے پاگیا کہ کن کتب کو چھوڑ کر نئی کتب داخل کی جائیں بالفاظ دیگر وفاق المدارس کے نصاب میں کچھ ترامیم کرکے علوم قرآن مثل تجوید و قراءتِ سبعہ و عشرہ اضافہ کرکے کلیۃ القرآن کا نصاب طے پاگیا اور الحمدللہ ہم نے نئے سال میں کلیۃ القران کا باقاعدہ آغاز کردیا۔ جس کا فارغ التحصیل مستند عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر قاری بھی ہوتا ہے اور اب بحمد اللہ یہ کلیہ ایک 'جامع علمی تحریک' شکل اختیار کرچکا ہے اور عام و خاص میں اس کے فضلا کو پذیرائی ملی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مستشرقین اور ان کے فکر کے حاملین کے نام نہاد 'اِصلاحی فکر' کے پھیلائے ہوئے غلط نظریات کی بیخ کنی بھی ہورہی ہے۔

رُشد: کلیۃ القرآن کے قیام کا مقصد کیا تھا؟

قاری صاحب: اگر کلیۃ القرآن کا مقصد آپ چند الفاظ میں سننا چاہ رہے ہیں تو وہ یہ ہے:

① عالم غیر قاری اور قاری غیر عالم کا تصور ختم کرنا۔

② عوام اور علماء میں یہ شعور بیدار کرنا کہ تجوید القرآن سیکھنا کوئی فن نہیں بلکہ قرآن مجید کی تلاوت نماز کا اہم رکن ہے، اس کی مجرد تلاوت بھی عبادت ہے اور ہر عبادت کے لیے اصول و ضوابط اور مخصوص کیفیات ہوتی ہیں جن کو بجالانے سے ہی عبادت قبول ہوتی ہے۔

③ قرآن ٹھیک پڑھنا یہ کسی خاص طبقہ کا امتیاز نہیں بلکہ ہر مسلمان پر شرعی طور پر واجب ہے اور علماء کیلئے تو نہایت ہی ضروری ہے۔

④ تجوید و قراءات پر ادھر اُدھر سے جو اعتراض کیے جاتے ہیں کلیۃ کے فضلا ان کا شافی جواب دے سکیں۔

⑤ کلیہ کے فضلا ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے پیش خیمہ ہوں جو مستشرقین کے غلط نظریات کے زیر اثر احادیث سے بدظنی کے باعث تنوع قراءات کے 'معجزۂ قرآنی' کے منکر ہیں۔

رُشد: کیا آپ سمجھتے تھے کہ درسِ نظامی کے ساتھ یہ کام ممکن ہے؟

قاری صاحب: یقیناً میں متعین طور پر یہ سمجھتا تھا کہ درس نظامی میں ایسی وسعتیں موجود ہیں کہ جس میں یہ ایڈجسٹ ہوسکتا ہے لیکن اگر کچھ کمی رہ بھی جاتی ہے تو بے شمار فوائد کے حصول کی خاطر اس کمی کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔

رُشد: کلیۃ القرآن کے قیام میں آپ کو کیا مشکلات پیش آئیں؟

قاری صاحب: کلیۃ کے قیام میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جنہیں ترتیب سے ذکر کرتا ہوں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

① پہلی مشکل یہ پیش آئی کہ کلیۃ القرآن پاکستان کی سطح پر ایک بالکل نیا سیٹ اَپ تھا۔ اس لیے طلباء اس میں داخلے سے کتراتے تھے اور ویسے بھی درسِ نظامی کے ساتھ قراءات کا پورا سلیبس انہیں سنتے ہی غیر معمولی محسوس ہوتا تھا۔ دوسرا یہ کہ شعبہ تجوید وقراءات میں عموماً ایسے طلبا داخلہ لیتے تھے جن کی آوازیں اچھی ہوں اور جن کو اللہ نے یہ خوبی عطا نہیں کی وہ اسے پڑھنا وقت کا ضیاع سمجھتے تھے۔ اس لیے شروع میں طلبا ہی مہیا نہیں ہو رہے تھے جامعہ میں داخلہ کیلئے جب بھی کوئی حافظ طالبِ علم آتا تو میں طالب علم اور اس کے والدین کو کلیہ کی افادیت کا احساس دلاتا لیکن پھر بھی پہلے سالوں میں بہت کم داخلہ ہوا۔ اس کمی کو اس طرح پورا کیا گیا کہ دیگر کلاسوں میں جو حفاظ طلبا پڑھتے تھے انہیں کلیۃ القرآن میں داخل کر لیا گیا، اس سے کچھ طلبا تو میسر آ گئے لیکن ایک مشکل اور کھڑی ہوگئی کہ ان طلبا کے اسباق کو کس طرح سیٹ کیا جائے کیونکہ مختلف کلاسز میں جن اَسباق کو ہم ترک کرانا چاہ رہے تھے وہ ایک وقت میں نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے مختلف پیریڈز تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد شفیق مدنی ﷾ کا خصوصی تعاون شامل حال رہا وہ بہت ہی محنت سے پیریڈز کو ترتیب دے کر قراءات کے طلباء کیلئے وقت نکالتے۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

② دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ کلیۃ القرآن اور کلیۃ الشریعہ کی کلاسز کے اَوقات ایک وقت پر تھے، لہٰذا جن پیریڈز میں قراءات کے طلبہ علیحدہ ہوجاتے تھے اس میں ہمارے پاس کوئی کلاس روم نہیں ہوتے تھے اس لیے کچھ کلاسیں ڈائننگ ہال میں ہوتیں کچھ رہائشی ہال میں۔ ان دنوں رہائشی ہال میں نہ تو فرش تھا اور نہ ہی کھڑکیاں تھیں اور خصوصاً ظہر کے بعد جب کلاسز لگتیں تو بہت ہی بُرا حال ہوتا، طلبا شدید گرمی میں نڈھال ہوجاتے۔ اس کا سدباب مدیر الجامعہ جناب حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے یوں کیا کہ ان طلبا کیلئے روزانہ تربوز کا اہتمام کیا اور بعد ازاں شربت روح افزا بھی پلایا جاتا رہا۔

③ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ کلیۃ القرآن کے طلباء کیلئے سکول پڑھنا ممکن نہیں ہوتا تھا، کیونکہ صبح سے مسلسل عصر تک پڑھنے کے بعد دوبارہ بعد از عصر سکول پڑھنا ایک بہت بڑا بوجھ تھا۔ اس کا حل یوں نکالا گیا کہ جو طلبا سکول کے خواہشمند ہوتے انہیں عصر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی رخصت دے دی جاتی اور ایک مرتبہ کلیۃ القران کے بعض طلبا نے محنت کر کے عشاء کے بعد کلیۃ کے طلبا کیلئے جاں نثار کالج کے نام سے سکول کا اہتمام کیا۔

④ اس میں ایک مسئلہ طلبا کی منزل کا بھی ہوتا تھا، کیونکہ ہم بغیر کسی امتیاز کے صرف حافظ طلبا کو داخل کر رہے تھے اس لیے منزل کا کوئی خیال نہیں کیا گیا تھا جس کیلئے طلبا کو خاصی محنت بھی کرنا پڑتی اور جب تک حدر مکمل نہیں ہوتا تھا ہم تجوید کی سند نہیں دیتے تھے۔ اس وجہ سے بعض سینئر طلبا بھی اَسناد سے محروم رہے اور ویسے بھی تجوید کے اَساتذہ منزل سننے کیلئے بھی تیار نہ ہوتے بہر حال انہیں سمجھا بجھا کر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا۔

⑤ ایک بہت بڑی کمی یہ تھی کہ قراءات کے اُساتذہ موجود نہ تھے اور میں اکیلا جمیع کلاسز کو پڑھا نہیں سکتا تھا اس کا حل یوں نکالا گیا کہ بعض منتہی کلاسز کے سینئر طلبا کو ابتدائی کلاسز کے اسباق دیئے گئے جن میں قاری سلمان میر محمدی ﷾، قاری محمد فیاض ﷾ اور قاری صہیب احمد میر محمدی ﷾ شامل تھے۔ اس پر ہمیں بعض حضرات کی جانب سے 'ہمی مکتب ہمی ملا' کے تند و تیز جملے بھی سننے پڑے لیکن اللہ رب العزت کام چلاتے رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑥ پھر ایک مسئلہ وفاق کے امتحانات کا بھی تھا کہ طلباء کلیۃ القرآن کا نصاب پڑھتے تھے جس کی وجہ سے وفاق کی بعض کتب کو چھوڑنا پڑتا تھا، ان کی تیاری اور اس کے علاوہ وفاق میں بعض سکول کے مضامین بھی تھے جس وجہ سے ایک وقت میں دو امتحان دینا کہ وفاق کے بھی امتحان دیں اور جامعہ کے امتحانات کی بھی تیاری کریں، ایک مشکل کام تھا اس کیلئے میں ذمہ داران وفاق کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں باقاعدہ نصاب بھی بنا کر دیا۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ منظوری کا وعدہ دیا کہ ہم جماعت کے جمیع قراء اور اکابر علماء کو یہ خط بھیج کر ان سے رائے لیں گے پھر ان کی رائے کے موافق عمل کریں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ لیکن ان خطوط کا کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور بالآخر وفاق سے یہ بات طے پائی کہ جامعہ کی قراءاتِ عشرہ کی سند کے ساتھ آپ ہمارے طلباء کا عالمیہ کا امتحان لے لیں۔ جو انہوں نے منظور کرلیا اور اب (بحمد اللہ) وفاق نے کلیۃ القران کا ایک باقاعدہ نصاب منظور کرلیا ہے اور پورے طور پر اب کوئی طالب کلیۃ القرآن کا امتحان دے سکتا ہے اور وفاق انہیں تجوید، قراءاتِ سبعہ اور عشرہ کی الگ اسناد بھی جاری کرتا ہے۔

⑦ ایک مشکل یہ بھی سامنے تھی کہ ابتدائی تین کلاسوں تک کلیۃ القرآن اور کلیۃ الشریعہ کے طلباء کے سیکشن ہی علیحدہ ہوا کرتے تھے اور کلیۃ القرآن میں عموماً جونیئر اساتذہ ہی پڑھاتے تھے حتیٰ کہ بعض سینئر اساتذہ دفتر میں کہتے کہ ہمارے پیریڈز کلیۃ الشریعہ میں ہی رکھیں، ایک سال ہم نے مطالبہ کر کے بعض بڑے اساتذہ کے پریڈز بھی لے لیے لیکن ہوا یوں کہ جامعہ میں طلباء نے پروپیگنڈا شروع کردیا کہ سارے سینئر اساتذہ کلیۃ القرآن والے لے گئے ہیں جسے بہت مشکل سے فرو کیا گیا۔

⑧ کلیۃ القرآن کے ابتدائی سالوں میں یہ مسئلہ خصوصی رہا ہے کہ طلبا تجوید پڑھنے کے شوق میں کلیۃ القرآن میں داخل ہوجاتے، لیکن جوں ہی تیسرا سال شروع ہوتا تو طلبا کہتے ہم نے قراءات نہیں پڑھنی۔ دو تین سال تک تو ہم نے کرہاً اجازت دی لیکن ایک سال یہ ہوا کہ ایک کلاس کے سارے ذہین اور پڑھنے والے طلبا نے کہا کہ ہم نے کلیۃ الشریعۃ میں پڑھنا ہے، کیونکہ وہاں سکول پڑھنے کی سہولت موجود ہے اور ویسے بھی پڑھائی ظہر تک ہوتی ہے جس پر مجھے سخت صدمہ ہوا اور میٹنگ کر کے مجلس الجامعہ سے طے کرایا کہ آئندہ جو طالب علم تجوید پڑھے گا وہ اگر یہاں پڑھنا چاہتا ہے تو کلیۃ القرآن میں پڑھے ورنہ جامعہ کے دروازے اس کیلئے بند ہیں۔ میں اس پر سختی سے کاربند ہوگیا حتیٰ کہ اس وجہ سے میرے بعض قریبی عزیز مجھ سے ناراض ہوگئے اور برسوں مجھ سے بات تک نہ کی، لیکن میں نے اس معاملے میں کسی سے کوئی مصالحت نہیں کی۔

یہ شرط اس لیے لگانا پڑی کہ تجوید کے بعد قراءات کے سالوں میں کسی طالب علم کے آنے کی توقع نہیں ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اساتذہ کی ٹیم مکمل ہی کرنی پڑتی تھی چاہے کلاس میں چند طلبا ہی کیوں نہ ہوں۔ اس بارے میں وکیل الجامعہ مولانا عبدالسلام فتح پوری کا تعاون بہت مثالی رہا ہے کہ خود ان کے بیٹے نے یہ کہا کہ میں نے کلیۃ القرآن نہیں پڑھنا اور بھاگ کر چلا گیا انہوں نے فرمایا اگر پڑھنا ہے تو یہی پڑھو گے۔

⑨ ایک مسئلہ جس سے خاصی بے چینی رہی، یہ تھا کہ کلاسز میں حجیت قراءات کے موضوع پر کلیۃ الشریعۃ اور کلیۃ القرآن کے طلبا کے مابین بحث شروع ہوجاتی جس پر وہ لے دے ہوتی کہ معاملہ سنبھالنا بہت مشکل

ہوجاتا۔بہر حال الحمدللہ آج فضا یکسر بدل چکی ہے۔

⑩ جامعہ لاہور میں طلبا کلیۃ القرآن کو مشق اور حدر کا مسئلہ ہمیشہ درپیش رہا ہے کیونکہ با قاعدہ اس کیلئے کوئی جگہ نہ تھی طلبا اگر کھانے کے ہال میں مشق کرتے تو صبح دفتر میں شکایت آجاتی حتیٰ کہ ایک رات یوں ہوا کہ عشا کے بعد میں ہال کے پاس سے گزر رہا تھا تو دیکھا کہ قاری قمر الاسلام مشق کر رہا ہے میں نے اُسے مشق کرانی شروع کردی اور صبح دفتر جامعہ میں میری شکایت بھی پہنچ گئی کہ ہمیں رات سونے نہیں دیا گیا۔

بہر حال مسائل تو بے شمار تھے لیکن مدیر الجامعہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾، مولانا عبدالسلام فتح پوری ﷾ اور مولانا شفیق مدنی ﷾ کی خصوصی توجہ اور لامحدود تعاون سے اللہ رب العزت کام چلاتے رہے۔

رُشد: کلیۃ القرآن کے تحت تحریک تحفظ القرآن والحدیث قائم کی گئی تھی اس کے مقاصد کیا تھے؟

قاری صاحب: تحریک تحفظ القرآن والحدیث کے مقاصد میں اوّل مرحلہ میں قراءاتِ قرآنیہ کی محافل، محاضرات، دروس وغیرہ کے ذریعہ سے ترویج و اشاعت، فاضلین کلیۃ القرآن کو معاشرے میں اس طرح سیٹ کرنا کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی بہتر خدمت کرسکیں، مختلف مقامات پر لائبریریاں قائم کرنا اور اس میں خصوصی طور پر قراءاتِ قرآنیہ اور علوم القرآن کے مواد کی فراہمی، اس کے علاوہ فکری محاذ پر برسرِپیکار ہونے کیلئے طلباء کی اس قدر تیاری کروانا کہ وہ منکرین قرآن و حدیث کو منہ توڑ جواب دے سکیں، جس سے دفاع عن القرآن والسنۃ کی ذمہ داری سے ہم عہدہ برآ ہوں۔ بدعات کی بیخ کنی کرنا، سلف وصالحین کے منہج کو زندہ کرنا اور لوگوں کو اس پر چلنے کیلئے آمادہ کرنا، مسلمانوں میں سے جہالت کے خاتمہ کیلئے صحیح تعلیم کا بندوبست کرنا تاکہ وہ شریعت کی برکات وانوارات سے مستفید ہوسکیں۔

رُشد: آپ اپنے ان جمیع مقاصد میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟

قاری صاحب: الحمدللہ میں اللہ کا بہت ہی شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھے میرے مشن میں کافی حد تک کامیابی سے ہمکنار کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ تقریباً ۷۵ رفیصد تک کامیاب ہوا ہوں جس میں قراءات کی ترویج کے سلسلہ میں تو اللہ نے خاصی مدد فرمائی باقی رہا اس کے فکری محاذ کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں موجودہ قراءات نمبر کی اِشاعتوں کے بعد میں الحمدللہ بہت مطمئن ہوں کہ اللہ نے میرے تلامذہ کو دونوں میدانوں کیلئے چن لیا ہے۔

رُشد: کیا آپ کلیۃ القرآن کے علاوہ بھی تجوید وقراءات کے متعلق کوئی پروگرام رکھتے ہیں؟

قاری صاحب: جی ہاں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

❶ المعہد العالی للتّجوید والقراءات کا قیام (جس کی مدت تعلیم پانچ سال ہو) کیونکہ کلیۃ القرآن کا نصاب ودورانیہ چونکہ وسیع ہے اس لیے وہ طلبا اس سے محروم رہتے ہیں جو صرف تجوید وقراءت میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جسے تین مراحل میں تقسیم کیا جائے:

① قسم التجوید والقراءۃ (تکمیل روایت حفص عن عاصم کیلئے — مدت تعلیم ایک سال

② قسم القراءات (تکمیل القراءات العشر الصغریٰ کیلئے) — مدت تعلیم دو سال

③ قسم تخصص القراءات (تکمیل القراءات العشر الکبریٰ کیلئے) — مدت تعلیم دو سال

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور ہر قسم میں علوم تجوید وقراءات کے ساتھ درس نظامی کی بھی تعلیم دی جائے۔

الحمدللہ! کلیۃ القرآن الکریم (بحمد اللہ) چونکہ اپنے نصاب اور طرزِ تعلیم کے اعتبار سے پاکستان بھر میں ایک مثالی (درس نظامی کی) درس گاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ معہد (انشاء اللہ) اپنے نصاب اور طرزِ تعلیم کے اعتبار سے پاکستان بھر میں ایک مثالی (تجوید وقراءات کی) درس گاہ کی حیثیت رکھے گی۔

❷ دینی مدارس وجامعات سے فارغ التحصیل علماء کے لیے المعهد العالي في التجويد وعلوم القرآن الكريم کا قیام (جس کی مدت ایک سال ہو) کیونکہ ہمارے ہاں المیہ ہے کہ دینی مدارس وجامعات کے اکثر فضلاء علوم قرآن (مثل تجوید وقراءات، رسم قرآن وضبط) سے محروم رہتے ہیں تاکہ وہ صحتِ تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے جملہ علوم وفنون سے واقفیت حاصل کرکے اجر عظیم کا موجب بن سکیں۔ اور علوم تجوید وقراءات کے متعلق دشمنانِ اسلام کے غلط نظریات سے آگاہ ہوسکیں۔

❸ عامة الناس (خواتین وحضرات) کیلئے 'تجویدی ڈپلومہ' کا قیام (مدت تعلیم ۴۰ دن) تاکہ ہر مسلمان قرآن کے تلفظ کو درست کرکے (تلاوتِ قرآن) کی تمام ترفضیلتوں کا مستحق ٹھہر سکے۔ اور اس ڈپلومہ کو (جوکہ اَربابِ جماعت ومدارس پر فریضہ کی ادائیگی کیلئے ایک عملی قدم ہے) جماعتی طور پر مختلف شہروں میں متعارف کرایا جائے۔

رُشد: جامعہ لاہور الاسلامیہ سے مرکز اِدارۃ الاصلاح منتقل ہونے کے کیا اغراض ومقاصد تھے؟

قاری صاحب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ کسی بھی معاشرے کے دھارے کو پھیرنا نوجوانوں کا کام ہے اور جو کام نوجوان کرسکتے ہیں وہ عمر رسیدہ افراد نہیں کر پاتے۔ اس لیے جب نوجوان تیار ہوجائیں تو اُن کو کام کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ اسی نیت سے میں نے مدنی صاحب سے بارہا عرض کی کہ آپ اپنے فرزندان میں سے کسی کو كلية القران کی ذمہ داری سونپیں۔ بہر حال حافظ صاحب نے سونپ دی، لیکن میری موجودگی کی وجہ سے وہ کھل کر کام نہیں کرپا رہے تھے اور اس قدر محنت نہیں کرتے تھے جس قدر کسی کام کو اٹھانے کیلئے کی جاتی ہے، اور بہت ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دیتے تھے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ میں کسی دوسری جگہ منتقل ہوجاؤں تاکہ یہاں انہیں کام کا بھرپور موقع میسر آئے، نیز ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عموماً قراءات کے مدارس میں یہ ہوتا ہے کہ ایک معروف اُستاد کی زندگی تک ہی وہ کام ہوتا ہے اور بعد میں وہ ختم تصور کیا جاتا ہے، میں اس تصور کو بھی ختم کرنا چاہتا تھا تاکہ کام اچھی طرح اپنے سامنے چلتا دیکھ سکوں۔ باقی ادارۃ الاصلاح جانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگیا کہ كلية القرآن للبنات بھی شروع ہوگیا جہاں سے الحمدللہ ایک کلاس (۱۹ طالبات پر مشتمل) قراءاتِ عشرہ مکمل کرکے فارغ ہوچکی ہے اور اب بھی ۱۹ طالبات قراءاتِ عشرہ جمع الجمع کے ساتھ پڑھ رہی ہیں اور اِن شاء اللہ سال کے آخر تک ختم قرآن سعادت حاصل کرلیں گی۔ اس کے علاوہ میری دیرینہ خواہش تھی کہ طلباء کیلئے ایک سٹوڈیو ہو جہاں اچھے پڑھنے والے طلبا کی ریکارڈنگ کی جائے اور اُسے نشر کیا جائے وہ بھی الحمدللہ بن چکا ہے۔ الحمدللہ انہی نیک مقاصد کی خاطر میں مرکز اِدارۃ الاصلاح منتقل ہوا اور وہاں بھی انتظامیہ سے طے کیا کہ کسی قسم کی ذمہ داری نہیں لوں گا تاکہ شباب کو کام کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔

رُشد: اب ہم آپ سے کچھ ذاتی نوعیت کے سوال کرنا چاہیں گے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آپ کی شادی کب ہوئی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس میں پسند اور ناپسند کا کوئی دخل تھا؟

قاری صاحب: میری شادی ۱۹۸۳ء میں، جب میں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا، دورانِ تعطیلات میرے ماموں مولانا یعقوب کے گھر ہوئی۔ رہا مسئلہ پسند اور ناپسند کا تو ہمارے خاندان میں ایسی باتوں کو ویسے ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میری نانی محترمہ (والدہ حافظ یحییٰ میر محمدی رحمہ اللہ) کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ میری شادی ماموں کے ہاں ہی ہو۔ جس کے بارے میں وہ وقتاً فوقتاً کہتی رہتی تھیں اور ہم دونوں سے ان کا ایک خاص لگاؤ تھا لیکن قدرت کو منظور نہ تھا کہ وہ اس پرمسرت موقع کو اپنی آنکھوں سے دیکھتیں اور ان کی نگرانی میں یہ سارے امور انجام پاتے۔ وہ ہماری شادی سے کچھ ایام پہلے ہی خالق حقیقی سے جاملیں۔ نوّر الله مرقدها وجعل الجنة مثواها

رُشد: آپ کتنے بہن بھائی ہیں اور ان کے مشاغل کیا ہیں؟

قاری صاحب: ہم بحمد اللہ دس بہن بھائی ہیں۔ بڑے بھائی محترم محمود احمد صاحب، پھر جناب مسعود احمد یہ دونوں سکول ٹیچرز ہیں۔ تیسرے نمبر پر میں ہوں پھر قاری حسان احمد صاحب، قاری سلمان احمد صاحب اور سب سے چھوٹے قاری صہیب احمد صاحب۔ اسی طرح ہماری ہمشیراؤں میں سے جو بڑی ہیں ان کی شادی محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب سے ہوئی، دوسری ہمشیرہ اُم اسامہ ہیں جن کا نکاح صوفی محمد ابراہیم صاحب سے ہوا جو چند ماہ قبل اللہ کو پیاری ہوچکی ہیں، تیسری اُم عمیر ہیں جو محترم محمد سلیم صاحب کے عقد میں ہیں اور چوتھی اور چھوٹی ہمشیرہ حضرت حافظ یحییٰ میر محمدی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند جناب حافظ محمد اسماعیل میر محمدی کی شریکِ حیات ہیں۔

رُشد: شادی کے بعد کوئی اہم واقعہ ہوا ہو تو فرمائیں؟

قاری صاحب: شادی کے بعد کوئی قابل ذکر واقعہ تو نہیں ہوا البتہ مجھے جادو کی شکایت ہوگئی تھی جو چند ہی ایام میں کافی بڑھ گئی لیکن میں الحمدللہ مسلسل قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا رہا اور مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے دم بھی کروایا جس سے اللہ رب العزت نے شفا عطا فرمائی۔

رُشد: شادی کے بعد آپ کو جلد ہی مدینہ جانا پڑا تو کوئی مشکل تو پیدا نہیں ہوئی؟

قاری صاحب: یقیناً شادی کے فوراً بعد ایک لمبے عرصے کیلئے گھر والوں سے دور جانا مشکل کام ہوتا ہے اور ہر انسان اُسے محسوس کرتا ہے لیکن میرے اوپر اللہ رب العزت نے یہ کرم کیا کہ چوتھے سال بہت زیادہ مصروف ہوگیا مثلاً کلیۃ میں آخری سال کی بحث لکھنا، اذاعۃ القرآن کی ریکارڈنگ اور پھر عصر سے رات گئے تک شیخ مرصفی رحمہ اللہ سے عشرہ پڑھنا جس سے دیگر اُمور پر توجہ دینے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اس لیے میرا وہ سال خاصا بہتر گزر گیا۔

رُشد: آپ اپنی اولاد کے متعلق کچھ فرمانا چاہیں گے؟

قاری صاحب: کیوں نہیں! الحمدللہ اللہ رب العزت نے دس بچے اپنی رحمت کاملہ سے عطا کئے جن میں سے تین بیٹے اور سات بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے قاری مصعب مدنی ہیں جو کہ كلية القرآن کے فاضل ہیں اور آج کل مرکز اِدارۃ الاصلاح میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ دوسرے قاری عثمان مدنی ہیں وہ بھی كلية القرآن کے فاضل ہیں اور آج کل عشرہ کبریٰ اور اس کے ساتھ سکول بھی پڑھ رہے ہیں۔ تیسرے بیٹے حافظ عویمر ہیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ بحمد اللہ کلیۃ القرآن ہی میں پہلے سال کے طالب علم ہیں۔
اسی طرح بڑی بیٹی نے ماشاء اللہ حافظہ قاریہ عالمہ ہونے کے ساتھ ساتھ الہدیٰ انٹرنیشنل کا ایک سالہ کورس اور قراءاتِ عشرہ سورۃ بقرہ تک پڑھ رکھی ہے۔ وہ الحمدللہ شادی شدہ ہے اور اپنے گھر میں الہدیٰ کا انسٹی ٹیوٹ چلا رہی ہے۔ اس سے چھوٹی چار بیٹیاں بھی قراءاتِ عشرہ کی فاضلات، قاریات ہیں اور کلیۃ القرآن میں تدریس کر رہی ہیں۔ چھوٹی دو بیٹیاں ابھی حفظ کر رہی ہیں۔

رُشد: آپ نے مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کو کیسا پایا؟

قاری صاحب: میں حضرت حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے دامے، درمے، سخنے ہر قسم کا تعاون کیا تھا انہوں نے اِدارہ کلیۃ القرآن کے جمیع معاملات میں مجھے پورے اعتماد کے ساتھ کام کرنے کا موقع دیا ہے اور ہر طرح سے میری مسلسل دلجوئی فرماتے رہے ہیں۔ انہوں نے کسی بھی وقت مجھے مشکل کا شکار نہیں ہونے دیا اور ہر موقع پر میری بات کو بڑی اہمیت دی جو ان کی اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور ان کو امت کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رُشد: آپ کے اہم شاگرد کون سے ہیں۔ خصوصاً جن کے ذریعہ سے آپ کی تحریک کا مشن آگے بڑھا؟

قاری صاحب: قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ، قاری سلمان میر محمدی حفظہ اللہ، قاری محمد فیاض حفظہ اللہ، شیخ عبدالولی صومالی رحمہ اللہ، قاری انس نضر مدنی حفظہ اللہ، قاری عبید اللہ غازی حفظہ اللہ، قاری خالد فاروق حفظہ اللہ، قاری قمر الاسلام حفظہ اللہ، قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ، قاری عارف بشیر حفظہ اللہ، قاری عبداللہ رحمہ اللہ، قاری محمد مصطفیٰ راسخ حفظہ اللہ، قاری محمد حسین حفظہ اللہ، قاری محمود احمد حفظہ اللہ، قاری فیصل محمود حفظہ اللہ، قاری عبدالرشید قمر حفظہ اللہ، قاری عبدالسلام حفظہ اللہ، قاری ریاض عزیزی حفظہ اللہ، قاری محمد احمد صدیق حفظہ اللہ، قاری سید محمد علی حفظہ اللہ، قاری شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ، قاری فہد اللہ مراد حفظہ اللہ اور قاری ابوبکر خان پور حفظہ اللہ وغیرہ۔

رُشد: آپ کی تصنیفات کتنی ہیں؟

قاری صاحب: اللہ رب العزت نے خالصتاً طلبا کی آسانی کیلئے کچھ کرنے کا موقع دیا ہے جن میں:

① القاعدة التجويدية (اردو)
② تحفة الصبيان في تجويد القرآن (اردو)
③ معين القاری في تجويد كلام البارئ (اردو)
④ معين الصبيان في تجويد القرآن (اردو)
⑤ مرشد الخلان إلى تجويد كلام الرحمن (اردو)
⑥ تحفة القاري (اردو)
⑦ زينة القاري (اردو)
⑧ جمال البيان في تجويد القرآن (اردو)
⑨ المقالة العلمية في أهمية التجويد (اردو و عربی)
⑩ مذكّرتان في أهمية التجويد وفى بعض أحكام التجويد (عربی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۱ المدخل إلى علم الوقف والابتداء (اردو)

۱۲ تسهيل الاهتداء في الوقف والابتداء (اردو)

۱۳ المدخل إلى علم القراءات والقصيدة الشاطبية (اردو)

۱۴ المدخل إلى القصيدة الدرة المضيّة في القراءات الثلاث (اردو)

۱۵ نبذة الضوابط والأداء في قراءات القراء للمبتدئين من الطالبات والطلاب في كلية القران الكريم للبنات والأبناء (اردو)

۱۶ المختارات من أصول القراءات للمبتدئين من الطلاب والطالبات فى كلية القرآن الكريم للبنين والبنات(عربی)

۱۷ المدخل إلى علم التحريرات للقراءات وما أثير حولها من شبهات والرّد عليها(عربی)

۱۸ المختارات من تحريرات القراءات (عربی)

۱۹ الفوائد الجلية في تحرير مسائل الشاطبية (عربی)

۲۰ الشمعة المضية شرح اتحاف البرية بتحرير الشاطبية (عربی)

۲۱ عمدة المبانى فى اختصار الفتح الرحمن شرح كنز المعانى بتحرير حرز الأمانى

۲۲ تجميع التحرير ما في كتاب إرشاد المريد (للشيخ الضباع)(عربی)

۲۳ تكميل النفع في تبويب ما في غيث النفع (من التحريرات)(عربی)

۲۴ تقريب التحقيقات ما في كتاب حل المشكلات وتوضيح التحريرات في القرائات (عربی)

۲۵ الفوائد الباهرة ما في كتاب البدور الزاهرة (عربی)

۲۶ تسهيل المرام في الوقف على الهمز لحمزة وهشام (اردو)

۲۷ تحفة الخلان في الوقف على الهمز لحمزة وهشام (اردو)

۲۸ المدخل إلى قصيده طيبة النشر في القراءات العشر وتحريراتها (عربی)

۲۹ تسهيل التنقيح فى قواعد التحرير (من تحريرا ت الطيبة)(عربی)

۳۰ منار السبيل في مسائل التكبير (اردو)

۳۱ المقنع في التكبير عند الختم من طريق التيسير والحرز(عربی)

۳۲ شفاء المرتجل فى تحقيق الحال المرتحل (اردو)

۳۳ عمدة البيان شرح الفرائد الحسان في عد آي القرآن (عربی)

۳۴ مرشد الخلان إلى شرح الإعلان فى رسم القرآن (عربی)

۳۵ حجية القراءات (عربی)

۳۶ مكانة القراءات عند المسلمين ونظرية المستشرقين والملحدين حولها (عربی)

۳۷ القراء ات والقرآء بحث مقدم لنيل الشهادة العالية (الليسانس) (عربی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

㊳ اختصار كتاب (القراء ات القرآنية تاريخها، ثبوتها، حجيتها، أحكامها) (عربی)
㊴ القراءات المتواترة بين النحو القرآني والنحو المألوف مع الردّ على من وقف منها من النحاة موقف المعارضة والتخطئ (عربی)
㊵ تحقيق وتصحيح، مقدمة في كتابة المصاحف وعددها، ورسم القرآن للشيخ رضوان المخلّلاتي (عربی)
㊶ مختصر تاريخ مصحف الشريف للقاضي عبدالفتاح، تحقيق وتصحيح (عربی)
㊷ خلاصة الأبحاث في شرح نهج القراء ت الثلاث للجعبرى بحث مقدم لنيل الشهادة العالمية الماجستير (عربی)

رُشد: کیا آپ نے کچھ ریکارڈنگ بھی کروائی ہے؟

قاری صاحب: جی ہاں! میری ریکارڈنگ کی کچھ تفصیلات حسب ذیل ہیں:

① تسجيل بعض أجزاء القرآن الكريم برواية ورش في مجمع ملك فهد.
② تسجيل المصحف الكامل لفظا لفظا لعامة الناس والمبتدئين في أربعين شريطا لتصحيح الأداء المسيء "المصحف المعلم".
③ تسجيل جزء ٣٠ وبعض السور بالقراء ات العشر المتواترة.
④ تسجيل الحلقات المختلفة بالقراء ة السبع تحت إشراف عدّة مشايخ ومنهم الشيخ محمود سيبويه البدوى باسم (دروس من القرآن- إذاعة القرآن- بالمملكة العربية السعودية)
⑤ تسجيل كتاب تحفة القارى فى تجويد كلام البارى صوتيا للإفادة العامة.
⑥ تسجيل بعض السور في بعض الروايات مثل رواية خلف عن حمزة ورواية ورش
⑦ تسجيل المصحف الكامل في التروايح عدة مرات.
⑧ تسجيل المصحف الكامل برواية ورش في كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية بإصدار مكتبة دار السلام.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علمی مکاتیب

[۱]

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

گرامی قدر مکرم جناب مولانا عبدالرحمٰن مدنی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔

بندہ کے علم میں آیا ہے کہ آنجناب قرآن کریم کے نسخے مختلف قراءتوں میں شائع کرنے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ اگرچہ بلاشبہ تمام قراءتیں (جو شرائط پوری کرتی ہوں) منزل من اللہ ہیں، اور اُن کی قرآنیت ثابت ہے، لیکن اس طرح الگ الگ قراءتوں کے مصاحف کے شائع ہونے سے مجھے اپنے ملک اور ماحول میں عوامی انتشار کا خطرہ معلوم ہورہا ہے۔ دوسرے ملکوں میں ایسے مصاحف شائع ہوئے ہیں، مگر وہاں وہ قراءتیں متعارف ہیں، مثلاً مغرب کے ممالک۔ لیکن ہمارے ملک میں جہاں یہ یقین عام ہے کہ قرآن کریم میں کہیں زیر زبر کا فرق نہیں ہے اگر اس قسم کے مصاحف شائع ہوں گے تو عوام میں غلط فہمیوں اور شبہات کا سلسلہ شروع ہونے کا اندیشہ ہے۔ ظاہر ہے کہ رسم قرآنی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا، اس میں تمام قراءتوں کی گنجائش پہلے سے موجود ہے۔ اس لئے تحفظ قراءات کیلئے بھی ایسا کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ فقہاء کرام نے جاہل عوام کے مجمع میں دوسری قراءت میں قرآن کریم کی تلاوت سے بھی اس لئے روکا ہے کہ انتشار پیدا نہ ہو۔ امید ہے کہ آنجناب اس پہلو پر ضرور غور فرمائیں گے۔

والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

مکرم ومحترم جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ

اَلسّلام علیکم ورحمة الله وَبرکاته!

آپ کا مکتوب گرامی نظر نواز ہوا جس میں آپ نے قرآن کریم کی متنوع قرائاتِ متواترہ کے قرآن ہونے کی بھرپور انداز میں تائید فرمائی ہے اس پر میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

سب سے پہلے تو میں معذرت خواہ ہوں کہ ایکمز من علالت میں کچھ افاقہ ہونے پر آپ کے مکتوب گرامی کا جواب لکھ رہا ہوں جو ابھی دنوں میرے سامنے آیا ہے۔

درج ذیل چند اُمور قابل تنقیح ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں اپنے اِدارہ کی طرف سے آپ کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں مختلف قرآءتوں میں قرآن شائع کرنے کا ہمارا کوئی پروگرام نہیں ہے، اگرچہ یہاں کی یونیورسٹیز، دینی جامعات و مدارس اور ان کے اکابرین عرصہ سے نہ صرف ان قرآءتوں پر کام کر رہے ہیں بلکہ اپنی تلاوتوں سے انہیں متعارف بھی کروار ہے ہیں۔ اس ضمن میں میری ناچیز رائے یہ ہے کہ مختلف قرآءتوں میں قرآن مجید کی اِشاعت کے بارے میں بین الاقوامی اِدارے اور مذکورہ بالا یونیورسٹیاں اور علمی اِدارے جو کام کر رہے ہیں ان کا تعارف کروانا تقاضائے مصلحت ہے۔ ان قرآءتوں کے تعارف کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ علمی سطح پر جو کام موجود ہے اس سے عوام میں قرآءتوں کا تعارف ہوکر یہ واضح ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں حرکتوں یا حرفوں کی کمی تبدیلی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی طرف سے ذرا برابر تبدیلی نہیں ہوسکتی جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اختیار موجود ہے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

آپ نے رسم عثمانی کی اہمیت کا جو ذکر فرمایا ہے اس کے متعلق آپ کا یہ موقف درست ہے کہ اس میں تمام متواتر قراءتوں کی گنجائش موجود ہے۔ مزید برآں آپ نے قرآن کریم میں زیر وزبر کا فرق نہ ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ صرف اس حد تک درست ہے کہ قرآن کے بعض مقام ایسے ہیں (جس کا ذکر تاج کمپنی سمیت مختلف اِشاعتی ادارے کرتے رہتے ہیں) کہ ان کی تبدیلی سے کفر لازم ہوتا ہے۔☆ البتہ اپنی طرف سے تو لہجے کی تبدیلی بھی جائز نہیں ہے۔

لیکن متنوع قراءتوں میں نہ صرف حرکات کا اختلاف، حرفوں کا تنوع اور اندازِ تلاوت کا فرق موجود ہے بلکہ اس پر آج اُمت کے علماء کا اِجماع بھی ہے۔ میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مذکورہ بالا تنوع نہ صرف دیگر متواتر قراءتوں میں موجود ہے بلکہ صرف روایتِ حفص (جو شرق اوسط سمیت برصغیر پاک وہند میں مروّج ہے) اس میں بھی اِجماعی طور پر موجود ہے مثلاً ﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیہ:۲۲] میں 'ص' کی جگہ 'س' پڑھنا بھی درست ہے اسی طرح سورالروم:۵۴ میں ﴿ضَعْفٍ﴾ کو 'ض' کے ضمہ کے ساتھ ﴿ضُعْفٍ﴾ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور 'ض' کے فتحہ کے ساتھ بھی۔ (یہ دونوں حرکتوں کی تبدیلی روایت حفص میں ہی موجود ہے)

بلکہ امام حفص کی تو صرف روایت ہے جب کہ اصل قاری امام عاصم جن سے دو متواتر روایتیں ثابت ہیں۔ ان کے پہلے راوی امام شعبہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مُجْرٰىهَا﴾ (میم کے ضمہ کے ساتھ اور امالہ کے بغیر)، جبکہ دوسرے راوی امام حفص، جن کی روایت ہمارے ہاں رائج ہے، ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا﴾ (میم کے فتحہ اور امالہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی باتیں زیادہ تفصیل سے لکھوں لیکن ناسازی طبع حائل ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

برادرِ اکبر جناب مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور دیگر سب عزۃ و احباب کے لئے سلام مسنون۔

آپ کا مخلص
حافظ عبد الرحمٰن مدنی

☆ مثلاً ﴿ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ کو أَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ، ﴿ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرٰهِمَ رَبُّهٗ ﴾ کو وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرٰهِمُ رَبَّهٗ اور ﴿ وَعَصَىٰ ءَادَمُ رَبَّهٗ ﴾ کو وَعَصَىٰ ءَادَمَ رَبُّهٗ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[٦]

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ

جناب محترم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی صاحب و جناب محترم ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی صاحب حفظہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اما بعد!

خیریت موجود عافیت مطلوب۔ مکتوب گرامی موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم، عمل، رزق، عمر اور اولاد میں برکت فرمائے نیز نیک مقاصد میں آپ کو فائز المرام اور کامیاب بنائے۔ آمین یارب العالمین!

مکتوب میں چند مفتیان کرام، حفظهم الله العلام، کا ایک خاص فتویٰ بھی ہے اس سلسلہ میں میرا مشورہ ہے کہ آپ دونوں اور چاروں مفتیان کرام ایک دفعہ إرشاد الفحول سے المقصد الأول في الكتاب العزيز کی الفصل الثانی اور سیر أعلام النبلاء جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۱ سے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا قول ونحن نقول: نتلو بها وإن كانت لا تعرف إلا عن واحد لكونها تلقيت بالقبول فأفادت العلم، وهذا واقع في حروف كثيرة، وقراءات عديدة، ومن ادّعىٰ تواترها فقد كابر الحس ...... الخ" ضرور مطالعہ فرمائیں۔

یہ صرف اور صرف الدين النصيحة کے پیش نظر لکھ رہا ہوں، واللہ اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں۔ تمام احباب واخوان کی خدمت میں سلام پیش فرما دیں۔ نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام
مولانا عبد المنان نور پوری
سرفراز کالونی، گوجرانوالہ

محترمی ومکرمی شیخ الحدیث حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته
مزاج گرامی قدر!

آپ کی خدمتِ عالیہ میں ماہنامہ 'رُشد' کی طرف سے حجیتِ قراءات کے مسئلہ پر ایک سوال نامہ ارسال کیا گیا جس کے ساتھ چار مقتدر علماء کا فتویٰ بھی لف تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ سوالات کا تفصیلی جواب بصورت فتویٰ اِرشاد فرمائیں۔ لیکن اگر مصروفیات اِجازت نہ دیں تو فتویٰ ملفوفہ پر تائیدی نوٹ رقم فرما کر دستخط فرما دیں، لیکن آپ کا عزت نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے فتویٰ کے بجائے مزید ایک علمی مسئلہ کی نشاندہی فرما دی ہے لہٰذا ہم نے ضروری سمجھا ہے کہ اس کی وضاحت پیش کر دیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جامعہ لاہور الاسلامیہ کی طرف سے شائع شدہ فتویٰ میں موجود ہے کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ ہیں جس پر آپ نے اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب إرشاد الفحول کے المقصد الأوّل في الكتاب العزيز کی فصل ثانی اور سیر أعلام النبلاء جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴۱ پر موجود بحث کو دیکھنے کی تلقین فرمائی، ہم اس پر آپ کے ممنون ہیں اور ذیل میں اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ اور مزید جن مقامات پر اُنہوں نے اس بحث کو ذکر کیا ہے، پیش کرتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے یہ موقف اختیار فرمایا ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ہر قراءت کے جمیع الفاظ متواتر نہیں ہیں بلکہ بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کی سند تواتر اسنادی کے درجہ تک نہیں پہنچتی۔ آپ ارشاد الفحول میں رقمطراز ہیں:

"اختلف في المنقول آحادا، هل هو قرآن أم لا؟ فقيل: ليس بقرآن، لأن القرآن ما تتوفر الدواعي نقله لكونه كلام الرب سبحانه، وكونه مشتملا على الأحكام الشرعية، وكونه معجزا. وما كان كذلك فلا بد أن يتواتر، فما لم يتواتر فليس بقرآن. هكذا قرر أهل الأصول التواتر وقد ادّعى تواتر كل واحدة من القراءات السبع وهي قراءة أبي عمرو ونافع وعاصم وحمزة والكسائي وابن كثير وابن عامر دون غيرها. وادعى أيضا تواتر لقراءات العشر وهي هذه مع قراءة يعقوب وأبي جعفر وخلف، وليس على ذلك أثارة من علم فإن هذه القراءات كل واحدة منها منقولة نقلا آحاديا، كما يعرف ذلك من يعرف أسانيد هؤلاء القراء لقراءاتهم، وقد نقل جماعة من القراء الإجماع على أن في هذه القراءات ما هو متواتر، وفيها ما هو آحاد ولم يقل أحد منهم بتواتر كل واحدة من السبع فضلًا عن العشر وإنما هو قول قاله بعض أهل الأصول وأهل الفن أخبر بفنهم.

والحاصل أن ما اشتمل عليه المصحف الشريف واتفق عليه القراء المشهورون فهو قرآن، وما اختلفوا فيه، فإن احتمل رسم المصحف قراءة كل واحد من المختلفين مع مطابقتها للوجه الإعرابي والمعنى العربي فهي قرآن كلُّها، وإن احتمل بعضها دون بعض، فإن صحّ إسنادا ما لم يحتمله وكانت موافقة للوجه الإعرابي فهي شاذة ولها حكم أخبار الآحاد في الدلالة على مدلولها وسواء كانت من القراءات السبع أومن غيرها. وأما ما لم يصحّ إسناده مما لم يحتمل الرسم فليس بقرآن ولا منزل منزلة أخبار الآحاد أما انتفاء كونه قرآنا فظاهر وأما انتفاء تنزيله منزلة أخبار الآحاد عدم صحة إسناده وإن وافق المعنى العربي والوجه الأعرابى فلا اعتبار بمجرد الموافقة مع عدم صحّة الأسناد."

[إرشاد الفحول: ص۸۷-۸۸، دارالكتب العربي ۱۹۹۹ء]

"اِس بارے میں اِختلاف ہے کہ قرآن کریم کے جو الفاظ خبر واحد سے نقل ہوئے ہیں کیا وہ قرآن ہیں یا نہیں؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قرآن نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ شروط موجود نہیں ہیں جو قرآن کے لیے ضروری ہیں اس لیے کہ قرآن کلام ربانی، اَحکام شرعیہ پر مشتمل ایک معجزہ ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ وہ متواتر ہو اگر وہ متواتر نہیں تو وہ قرآن نہیں یہ اُصولیین کا نقطۂ نگاہ ہے لہٰذا قراءاتِ سبعہ یعنی نافع، ابن کثیر، ابن عمرو، ابن عامر، عاصم، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ میں سے ہر ایک متواتر ہے اسی میں ان کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ قراءاتِ عشرہ بھی متواتر ہیں جس میں مذکورہ سات کے علاوہ ابوجعفر، یعقوب اور خلف رحمہم اللہ کی قراءت شامل ہے جبکہ اس پر کوئی علمی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک قراءات خبر آحاد سے منقول ہے جس طرح قراءات کی اَسناد کے عالم اس سے پوری طرح باخبر ہیں۔ قراء کی ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جماعت نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے بعض قراءات متواتر ہیں اور بعض خبر واحد کے ذریعہ سے منقول ہیں اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ قراءاتِ سبعہ میں سے ہر ایک متواتر ہے چہ جائیکہ عشرہ کے بارے میں یہ بات کہی جائے اور ہر صاحبِ فن اپنے فن کے بارے میں زیادہ باخبر ہوتا ہے جیسا کہ بعض اُصولیوں نے کہا ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ مصحف میں موجود ہے اور مشہور قراء جس پر متفق ہیں وہ قرآن ہے اور جس میں قراء کا اِختلاف ہو وہ اگر رسم اور لغت عرب کے موافق ہے تو وہ بھی سارا کا سارا قرآن ہے لیکن اگر سند صحیح ہو وجہ عربی کے موافق ہو لیکن رسم مصحف اس کو قبول نہ کرتا ہو تو وہ شاذ ہے تو اس کا حکم دلالت میں خبر آحاد کی مثل ہے برابر ہے کہ وہ قراءاتِ سبعہ میں سے ہو یا ان کے علاوہ لیکن جس کی سند بھی صحیح نہ اور رسم مصاحف سے بھی مخالف ہو اگر چہ نحوی وجہ کے موافق ہو تو نہ تو وہ قرآن ہے اور نہ ہی اس کا درجہ خبر آحاد کا ہے۔''

اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے ماخوذ نکات

① اِمام شوکانی رحمہ اللہ نے قراءت کے بارے میں ائمہ کے مذاہب کا تذکرہ کیا ہے کہ بعض علماء کے ہاں قراءاتِ عشرہ ساری کی ساری متواترہ ہیں، جبکہ ایک نظریہ یہ ہے کہ قراءات کی اَسناد تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچتی بلکہ خبر آحاد ہیں، ایک جماعت نے قراء کا اِجماع نقل کیا ہے کہ قراءاتِ متواترہ کے ساتھ ساتھ کچھ الفاظ خبر آحاد سے بھی مروی ہیں۔

② اِمام شوکانی رحمہ اللہ نے اس بحث کا نتیجہ یوں نکالا ہے کہ ہر وہ قراءت جو رسم مصحف کے مطابق ہے اور جمیع قراء اسکے قرآن ہونے پر متفق ہیں تو وہ بالاتفاق قرآن ہے اور اگر قراء میں اختلاف موجود ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے برابر ہے کہ وہ متواتر ہو یا آحاد، رسم مصحف کے بھی موافق اور لغت عرب سے بھی موافق ہو تو وہ بھی بالاتفاق قرآن مجید ہے۔ البتہ کسی قراءات کی سند صحیح ہے اور وجہ اعرابی کے بھی مطابق ہے لیکن رسم مصحف کے خلاف ہے تو وہ قراءتِ شاذہ ہے۔ بطور قرآن اس کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا درجہ خبر آحاد کی مثل ہوگا جس سے اِستنباط ہوسکتا ہے۔

دوسری جگہ اپنی کتاب السیل الجرار میں فرماتے ہیں:

”والحق أن القراءات السبع فيها ما هو متواتر وفيها ما هو آحاد وكذلك القراءات الخارجة عنها وقد جمعنا في هذا رسالة حافلة ونقلنا فيها مذاهب القراء، وحكينا إجماعهم المروي من طريق أهل هذا الفن: أن المعتبر في ثبوت كونه قرآنا هو صحة السند مع احتمال رسم المصحف له وموافقته للوجه العربي . وأوضحنا أن هذه المقالة، أعني كون السبع متواترة وما عداها شاذاً ليس بقرآن . لم يقل بها إلا بعض المتأخرين من أهل الأصول، ولا تعرف عند السلف ولا عند أهل الفن على اختلاف طبقاتهم و تباين أعصارهم .“

[السیل الجرار: ۲۳۹]

''حق بات یہ ہے کہ قراءاتِ سبعہ میں بعض متواتر ہے اور بعض آحاد ایسے ہی وہ قراءات ہے جو سبعہ کے علاوہ (قراءاتِ ثلاثہ) ہیں۔ اس بارے میں ہم نے ایک باقاعدہ رسالہ بھی تحریر کیا ہے جس میں قراء کے مذاہب نقل کئے ہیں اور اہل فن کا اجماع بھی نقل کیا ہے کہ قرآن ہر وہ شے ہے جس کی سند صحیح ہو، رسم عثمانی کے موافق ہو اور وجہ عربی کے بھی موافق ہو۔ اس میں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ یہ کہنا، کہ قراءاتِ سبعہ متواتر ہیں اور اس کے علاوہ باقی جمیع قراءاتِ شاذ ہیں، یہ بعض متاخرین اُصولیوں کے علاوہ کسی نے نہیں کہا، سلف نے اور اہل فن میں سے کسی نے بھی کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی طبقہ اور عصر میں ایسی کوئی بات نہیں کہی۔"

اسی بحث کو اِمام شوکانی ؒ نے نیل الأوطار میں باب الحجة في الصلوٰة بقراءة ابن مسعود وأبي میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

"والمصنف -رحمه الله- عقد هذا الباب للرد على من يقول: إنها لا تجزئ في الصلاة، إلا قراءة السبعة القراء المشهورين. قالوا: لأن ما نقل أحاديا ليس بقرآن، ولم تتواتر إلا السبع دون غيرها، فلا قرآن إلا ما اشتملت عليه. وقد رد هذا الاشتراط إمام القراءات الجزري، فقال في النشر: زعم بعض المتأخرين أن القرآن لا يثبت إلا بالتواتر ولا يخفى ما فيه لأنا إذا اشترطنا التواتر في كل حرف من حروف الخلاف انتفى كثير من أحرف الخلاف الثابتة عن هؤلاء السبعة وغيرهم. وقال: ولقد كنت أجنح إلى هذا القول ثم ظهر فساده. وموافقة أئمة السلف والخلف على خلاف وقال: القراءة المنسوبة إلى كل قارئ من السبعة وغيرهم منقسمة إلى المجمع عليه، والشاذ غير أن هؤلاء السبعة لشهرتهم وكثرة الصحيح المجمع عليه في قراءتهم تركن النفس إلى ما نقل عنهم فوق ما نقل عن غيرهم. فانظر كيف جعل اشتراط التواتر قولا لبعض المتأخرين وجعل قول أئمة السلف والخلف على خلافه.

وقال أيضاً في النشر: كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح إسنادها فهي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردها، ولا يحل إنكارها، بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين، ومتى اختل ركن من هذه الأركان الثلاثة أطلق عليها ضعيفة أو شاذة أو باطلة سواء كانت عن السبعة أو عمن هو أكبر منهم، هذا هو الصحيح عند أئمة التحقيق من السلف والخلف، صرح بذلك المدني والمكي والمهدوي وأبوشامة، وهو مذهب السلف الذي لا يعرف من أحدهم خلافه، قال أبوشامة في 'المرشد الوجيز' فلا ينبغي أن يغتر بكل قراءة تُعزَى إلى أحد هؤلاء السبعة، ويطلق عليها لفظ الصحة وأنها أنزلت هكذا، إلا إذا دخلت في تلك الضابط، وحينئذ لا ينفرد مصنف عن غيره، ولا يختص ذلك بنقلها عنهم، بل إن نقلت عن غيرهم من القراء فذلك لا يخرجها عن الصحة، فإن الاعتماد على استجماع تلك الأوصاف لا على من تنسب إليه، إلى آخر كلام ابن الجزري الذي حكاه عنه صاحب 'الإتقان'. وقال أبو شامة: شاع على السنة جماعة من المقرءين المتأخرين وغيرهم من المقلدين أن السبع كلها متواترة أي كل حرف مما يروى عنهم. قالوا: والقطع بأنها منزلة من عند الله واجب ونحن نقول بهذا القول، ولكن فيما أجمعت على نقله عنهم الطرق واتفقت عليه الفرق من غير نكير فلا أقل من اشتراط ذلك إذ لم يتفق التواتر في بعضها. إذا تقرر لك إجماع أئمة السلف والخلف على عدم تواتر كل حرف من حروف القراءات السبع، وعلى أنه لا فرق بينها وبين غيرها، إذا وافق وجها عربيا وصح إسناده ووافق الرسم ولو احتمالا بما نقلناه عن أئمة القراءتين لك صحة القراءة في الصلاة بكل قراءة متصفة بتلك الصفة سواء كانت من قراءة الصحابة المذكورين في الحديث أو من قراءة غيرهم. وقد خالف هؤلاء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الأئمة النويري المالكي في ' شرح الطيبة' فقال عند شرح قول ابن الجزري فيها:

فكل ما وافق وجه نحوي وكان للرسم احتمالا يحوي

وصح إسنادا هو القرآن فهذه الثلاثة الأركان

وكل ما خالف وجها أثبت شذوذه لو أنه في السبعة

ما لفظ ظاهره أن القرآن يكتفي في ثبوته مع الشرطين المتقدمين بصحة السند فقط ولا يحتاج إلى التواتر وهذا قول حادث مخالف لا جماع الفقهاء والمحدثين وغيرهم من الأصوليين والمفسرين. وأنت تعلم أن نقل مثل الإمام الجزري وغيره من أئمة القراء لا يعارضه نقل النويري لما يخالفه، لأنا إن رجعنا إلى الترجيح بالكثرة أو الخبرة بالفن أو غيرهما من المرجحات قطعنا بأن نقل أولئك الأئمة أرجح." [نيل الأوطار:۲۳۸-۲۳۹]

''فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ کا اس باب کو قائم کرنے کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قراء سبعہ کی قراءت کے علاوہ کسی کی قراءات نماز میں جائز نہیں ہے اور جو قراءات خبر آحاد سے منقول ہیں وہ قرآن نہیں ہیں۔ متواتر قراءات صرف سبعہ ہیں اور صرف یہی قرآن ہیں حالانکہ اس شرط کا اِمام القراءات ابن الجزری رحمہ اللہ نے النشر میں ردّ کیا ہے اور کہا ہے:

''بعض متاخرین کا زعم ہے کہ قرآن صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ بات مخفی نہیں کہ اگر ہم نے یہ شرط لگا دی تو بہت سے اَحرف اور کلمات ثابتہ (جو ان قراءِ سبعہ یا ان کے علاوہ سے منقول ہیں) کی نفی ہو جائے گی۔

پھر فرماتے ہیں: میں نے بھی اسی قول کو اختیار کیا تھا پھر جب اس کے فساد اور سلف وخلف کے بارے میں علم ہوا کہ وہ اس کے خلاف ہیں تو میں نے ترک کر دیا۔

نیز فرماتے ہیں: وہ قراءات جو قراءِ سبعہ اور دیگر کی طرف منسوب ہیں دو طرح سے ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو مجمع علیہ اور بعض شاذ ہیں، باقی جو قراءاتِ سبعہ ہیں ان کی شہرت کی وجہ سے اور اس لیے بھی کہ ان میں صحیح اور مجمع علیہ قراءات ہیں اس لیے طبیعت ان کی طرف زیادہ مائل ہے۔

اس کے بعد امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ یہاں غور کرنا چاہیئے کہ کس طرح اِمام ابن جزری رحمہ اللہ نے تواتر کی شرط کو بعض متاخرین کا قول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ سلف وخلف اس کے مخالف ہیں۔

اپنے اس تبصرے کے بعد دوبارہ پھر امام جزری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نشر میں فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءت جو صحیح ہے اس کا ردّ کرنا جائز نہیں، اس کا اِنکار کرنا حرام ہے اور وہ اُن اَحرف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے جن کا قبول کرنا واجب ہے، برابر ہے کہ وہ ائمہ سبعہ یا ائمہ عشرہ کی قراءت ہو یا ان کے علاوہ کسی بھی قابل اِعتماد امام سے منقول ہو۔ جب بھی ان اَرکان ثلاثہ میں سے کوئی رُکن فوت ہو جائے تو وہ قراءت ضعیفہ، شاذہ یا باطلہ ہوگی اگرچہ وہ ائمہ سبعہ کی قراءت ہو یا ان سے بھی کسی بڑے امام کی ہو۔ سلف وخلف میں سے محققین کا یہی مذہب ہے جس کی مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ، امام دانی رحمہ اللہ، ابوالعباس مہدوی رحمہ اللہ اور اِمام شامہ رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔''

اس بارے میں اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ 'المُرشد الوَجیز' میں فرماتے ہیں:

''کسی کے یہ لائق نہیں کہ اس بات سے دھوکہ کھائے کہ قراءِ سبعہ کی طرف منسوب ہر روایت مطلق طور پر صحیح ہے اگرچہ اسی طرح ہی نازل ہوئی ہو، ہاں اگر اسے اس ضابطہ میں داخل کر دیا جائے اور وہ اس پر پوری اُترے تو اُسے درست

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرار دیا جاسکتا ہے۔اس وقت اس میں کوئی بھی ناقل کسی دوسرے سے منفرد نہیں ہے اور نہ اس کو خاص کیا جائے گا کہ وہ انہی قراءِ سبعہ سے نقل کرے بلکہ وہ اس کے علاوہ بھی کسی سے نقل کرے تو درجہ صحت سے وہ کسی طرح بھی نہیں گرتی کیونکہ اعتماد فقط اس پر ہوگا کہ آیا اس میں اَوصاف ثلاثہ جمع ہیں؟ نہ کہ اس پر کہ وہ منسوب کس سے ہے۔''

اسی طرح ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متاخر قراء اور مقلدین میں یہ بات عام طور پر معروف ہے کہ قراءاتِ سبعہ ساری کی ساری متواتر ہیں یعنی ہر ایک حرف جو بھی قراءِ سبعہ سے مروی ہے وہ درجۂ تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

اور ہم کہتے ہیں قطعی بات یہ ہے کہ اس پر اِیمان لانا واجب ہے کہ وہ منزلۃ من عند اللہ ہے۔لیکن اس میں کم اَز کم یہ شرط ضرور پائی جائے کہ اس کے طرق متفق ہوں اور جمیع علماء کا اس پر اِتفاق ہو اور کسی نے اس کے قرآن ہونے کا اِنکار نہ کیا ہو اگرچہ وہ تواتر کے درجہ تک نہ بھی پہنچتی ہوں۔

اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ کے اس قول کے بعد امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب سلف وخلف کے اجماع سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ قراءاتِ سبعہ کا ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے، ان میں اور دیگر قراءات (یعنی عشرہ) میں کوئی فرق نہیں ہے جب وہ وجہ نحوی کے موافق ہو سند صحیح ہو اور رسم مصاحف کے حقیقی یا احتمالی طور پر موافق ہو تو یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر ایسی قراءت کے ساتھ نماز درست ہے برابر کہ وہ مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت ہو یا ان کے علاوہ کسی اور کی ہو۔اس مسئلہ میں جمہور ائمہ کی امام النویری المالکی رحمہ اللہ نے شرح الطیبہ میں مخالفت کی ہے اور ان اَشعار:

فكل ما وافق وجه نحوي وكان للرسم احتمالا يحوي

وصح إسنادا هو القرآن فهذه الثلاثة الأركان

وكل ما خالف وجها أثبت شذوذه لو أنه في السبعة

کی شرح میں لکھتے ہیں: اِمام جزری رحمہ اللہ کے الفاظ جو ظاہر کررہے ہیں کہ قرآن کے ثبوت کے لیے مذکورہ دو شروط (یعنی وجہ نحوی اور موافقت رسم) کے ساتھ صرف صحت سند کافی ہے تواتر کی ضرورت نہیں ہے یہ ایک نیا قول ہے جو فقہاء، محدثین، اصولیین اور مفسرین کے اجماع کے خلاف ہے۔

اس پر امام شوکانی رحمہ اللہ تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''کہ اس بات کا آپ کو بخوبی علم ہے کہ نویری کی بات علامہ جزری رحمہ اللہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اگر ترجیح کے اسباب کی طرف بھی رجوع کریں تو اِمام جزری رحمہ اللہ کے ہم نوا زیادہ لوگ ہیں اور پھر فن قراءات پر گہری نظر رکھنے والے ائمہ ہیں جو کہ اس کے راجح ہونے کے لیے کافی ہے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ تینوں اَبحاث سے درج نکات سامنے آتے ہیں:

① صرف یہ کہنا کہ قراءاتِ سبعہ ہی قرآن ہیں اس کے علاوہ کوئی چیز بطور قرآن قبول نہیں کی جائے گی یہ بات سراسر غلط ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید موجود ہے۔

② یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ قراءاتِ سبعہ میں ہر ہر حرف تواتر الاسناد کے درجہ کو پہنچا ہوا ہے بلکہ بعض اَحرف (کلمات) سند کے اِعتبار سے آحاد بھی ہیں۔

③ ثبوتِ قراءات کے سلسلہ میں امام شوکانی رحمہ اللہ سو فیصد امام ابن الجزری رحمہ اللہ کے نظریہ پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ قراءات جو رسم عثمانی کے حقیقی یا احتمالی طور پر موافق ہو لغت عرب کے مطابق ہو اور اس کی سند

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صحیح ہو برابر ہے کہ اُسے سندی تواتر حاصل ہو یا نہ ہو وہ قرآن ہے اور اس کا اِنکار قران کا اِنکار ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور یہ نظریہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ کا نہیں ہے بلکہ جمیع محقق ائمہ مثلاً امام دانی رحمہ اللہ، مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ، ابوالعباس المہدوی رحمہ اللہ اور ابوشامہ رحمہ اللہ وغیرہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

اس بارے میں ہماری پہلی گذارش یہ ہے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ حجیت قراءات کے اُسی قدر قائل ہیں جس قدر امام ابن الجزری رحمہ اللہ ہیں اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ بالاتفاق قراءت کے امام اور محقق اعظم ہیں اور قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ایک قراءت کو حجت اور قرآن تسلیم کرتے ہیں لہٰذا امام شوکانی رحمہ اللہ کے صرف اس ایک مسئلہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ قراءتِ سبعہ یا عشرہ کا ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے بلکہ بعض آحاد بھی ہیں، کوئی آدمی یہ دلیل لے کہ وہ علم تجوید وقراءات میں آئمہ اسلاف سے علیحدہ کوئی رکھتے تھے، تو یہ ان پر بہتان ہے۔ حالانکہ وہ اس مسئلہ میں جمہور علماء اور محقق قراء کے ہی پیرو ہیں اور ان سے ایک قدم بھی آگے بڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کو، جو امام شوکانی رحمہ اللہ کو بنیاد بنا کر متنوع قراءات کے مسئلہ میں جمہور سلف سے علیحدہ رائے رکھتے ہیں، انہیں اپنے مؤقف پر نظرثانی فرمانے کی ضرورت ہے، کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نمائندہ علماء میں کوئی ایسا فرد نہیں جو تنوع قراءات کے سلسلے میں اس قسم کی 'منفرد' رائے رکھتا ہو، حتی کہ اہل تشیع بھی تعبیرات کے اختلاف سے قطع نظر مجموعی طور پر اس مسئلہ میں اہل سنت کے ساتھ ہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ رائے کہ وہ صحیح بخاری وغیرہ میں منقول قراءاتِ شاذہ کے بھی قرآن ہونے کے قائل تھے، یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کی امام شوکانی رحمہ اللہ تو کیا اہل السنۃ والجماعۃ کے مقتدر پیشواؤں سے بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی جاسکتی، بلکہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس نظریہ کا بذات خود پُرزور ردّ کیا ہے۔ وہ السیل الجرار میں فرمایا ہے: "أن المعتبر فی ثبوت کونہ قرانا ھو صحۃ السند مع احتمال رسم المصحف لہ و موافقتہ للوجہ العربی: ثبوت قرآن میں اگر کوئی چیز معتبر ہے وہ یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہو، رسم مصحف میں اس کا اِحتمال موجود ہو اور وجہ عربی (نحوی) کے موافق ہو۔ لہٰذا جب تک کسی بھی روایت کے صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ رسم کی موافقت موجود نہیں ہے تو امام شوکانی رحمہ اللہ کے ہاں بھی قران نہیں ہے اور بخاری وغیرہ کی جمیع روایات رسم مصحف کے مخالف ہونے کی وجہ سے بطور قران قبول نہیں کی جاسکتیں۔ جیسا کہ اِرشاد الفحول میں خود امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی بالکل واضح کھلے اور صریح الفاظ میں صراحت کی ہے اور اُسے غیر قران یعنی قراءتِ شاذہ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"فإن صح إسناد ما لم یحتملہ وکانت موافقۃ للوجہ الإعرابي والمعنی العربي فھي شاذۃ."

"اگر سند صحیح بھی ہو اور وجہ اعرابی معنی عربی کے موافق ہو لیکن رسم مصحف کا احتمال موجود نہیں ہے تو وہ قراءتِ شاذہ ہے۔"

لہٰذا امام شوکانی رحمہ اللہ کو بنیاد بنا کر غیر قران کا قران قرار دینا خود امام شوکانی رحمہ اللہ پر بہت بڑا ظلم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو ارسال کئے گئے فتویٰ میں جو آپ کے نزدیک بنیادی نقطہ اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ شیوخ نے قراءاتِ عشرہ کو متواترہ کیوں لکھا ہے۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ علماء کے ہاں تواتر کی تعریف میں فرق ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تواتر کی تعریف کی ہے اور وہی عام طور پر معروف ہے، فرماتے ہیں:

"فأما خبر المتواتر فھو ما أخبر بہ القوم الذین یبلغ عددھم حداً یعلم عند شاھدتھم بمستقر العادۃ أن اتفاق الکذب منھم محال."

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’’خبر متواتر وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے والے اتنے زیادہ لوگ ہوں کہ ان کے مشاہدہ سے معلوم ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہے پھر اسی تعریف کو دیگر مصنفین مزید تہذیب اور تنقیح سے بیان کیا ہے جیسا کہ تیسیر مصطلح الحدیث میں ہے:"ماروا ہ عدد کثیر تحیل العادة تواطؤھم علی الکذب ."

’’متواتر وہ روایت ہے کہ جسے روایت کرنے والے اس قدر زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہو۔‘‘

[تیسیر مصطلح الحدیث: ١٩]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی اس تعریف کے بارے میں حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومن المشهور المتواتر الذي يذكره أهل الفقه وأصوله، وأهل الحديث لا يذكرونه باسمه الخاص المشعر بمعناه الخاص وإن كان الحافظ قد ذكره، ففي كلامه ما يشعر بأنه اتبع فيه غير أهل الحديث ."

’’اور مشہور روایت میں سے متواتر روایت کی تعریف بھی ہے جو فقہاء اور اصولیوں نے ذکر کی ہے، جبکہ محدثین اس خاص نام اور مخصوص معنی کے ساتھ اس کو ذکر نہیں کرتے۔ اگرچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس تعریف کو ذکر کیا ہے لیکن ان کے کلام سے یہی مترشح ہے کہ وہ اس مسئلہ میں محدثین کے متبع نہیں ہیں۔‘‘

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے جس نظریہ پر نقد کیا ہے وہ یہ ہے کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تواتر کو جو عدد رواۃ کے ساتھ مقید کر دیا ہے یہ محدثین کے نقطۂ نظر کے خلاف ہے۔

اِس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلا معنی لتعیین العدد علی الصحیح ."[نزھة النظر:١٠]

’’صحیح بات یہ ہے کہ تعین عدد کوئی چیز نہیں ہے۔‘‘

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کے نظریہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وأما المتواتر فالصواب الذي عليه الجمهور: أن المتواتر ليس له عدد محصور، بل إذا حصل العلم عن أخبار المخبرين كان الخبر متواتراً ."

’’متواتر کے سلسلہ میں درست رائے وہی ہے جس پر جمہور ہیں کہ متواتر کیلئے کسی تعین عدد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جب کسی خبر سے علم یقینی حاصل ہوجائے وہ متواتر ہے۔‘‘[مجموع فتاویٰ:١٨/٤٠]

شیخ الاسلام متواتر روایت کے بارے میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

"فلفظ المتواتر يراد به معان، إذ المقصود من المتواتر ما يفيد العلم، لكن من الناس من لا يسمىٰ متواتراً إلا ما رواه عدد كثير يكون العلم حاصلًا بكثرة عددهم فقط . و يقولون: إن كل عدد أفاد العلم في قضية أفاد مثل ذلك العدد العلم في كل قضية وهذا قول ضعيف .
والصحيح ما عليه الأكثرون أن العلم يحصل بكثرة المخبرين تارةً ويحصل بصفاتهم لدينهم وضبطهم وقد يحصل بقرائن تحتف بالخبر يحصل العلم لمجموع ذلك وقد يحصل العلم بطائفة دون طائفة وأيضاً فالخبر الذي تلقاه الأئمة بالقبول تصديقاً أو عملا بموجبه يفيد العلم عند جماهير السلف والخلف ."[مجموع فتاویٰ:١٨/٤٨]

’’لفظ متواتر سے کئی معانی مراد ہیں جبکہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، لیکن بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ متواتر فقط وہی ہے جس کو عدد کثیر نے روایت کیا ہے اور علم یقینی کا فائدہ صرف اُسی خبر سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حاصل ہوگا جس میں رُواۃ کی کثرت ہو۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر وہ عدد جو کسی خاص معاملہ میں علم یقینی کا فائدہ دے ضروری ہے کہ یہی عدد ہر ایک قضیہ میں علم یقینی کا فائدہ دے جبکہ یہ اِنتہائی ضعیف قول ہے۔
صحیح بات وہی ہے جس پر اکثر اَہل علم ہیں کہ کبھی علم یقینی رواۃ کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے، کبھی رواۃ کی اعلیٰ صفات یعنی ان کے ضبط اور دینداری کی بنیاد پر ملتا، کبھی ایسے قرائن ساتھ مل جاتے ہیں جو اُسے علم قطعی کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں بعض دفعہ ایک جماعت تو علم کا فائدہ دے رہی ہوتی ہے لیکن دوسری نہیں۔ اسی طرح ہر وہ خبر بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے جیسے تلقی بالقبول حاصل ہوجائے اُسے ائمہ قبولیت صرف تصدیق کرکے عطا کریں یا اس پر عمل کرکے جیسا کہ جمہور سلف خلف کا نقطۂ نظر ہے، آخر میں فرماتے ہیں وھذا معنی المتواتر ، یہ ہے متواتر کا مفہوم۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس واضح اور دوٹوک تصریح کے بعد مزید کسی بات کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ تواتر صرف یہ نہیں ہے جو کثرتِ رواۃ کی بنیاد پر ہوتا ہے بلکہ ہر وہ شے جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور کثرتِ رواۃ سے بھی قطعیت کا حصول ہوجاتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر ذرائع بھی ایسے ہیں جن سے علم قطعی اور یقینی کا فائدہ حاصل ہوگا، خبر کا ہر وہ ذریعہ جس سے علم یقینی اور قطعی حاصل ہو وہ متواتر ہے۔ لہٰذا جامعہ لاہور الاسلامیہ کے شیوخ نے اپنے فتویٰ میں قراءاتِ عشرہ کے متواتر ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ 'ما أفاد القطع فهو متواتر' کہ جو بھی چیز قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور قرآن کریم کے بارے میں اُمت مسلمہ کا ہر ہر دور میں یہ اِجماع رہا ہے اور آج بھی ہے کہ قرآن قطعی الثبوت ہے۔

یہ صرف ہمارا موقف نہیں بلکہ بقول حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ محدثین کا بھی یہی نظریہ ہے اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، جمہور سلف وخلف اسی نظریہ کے قائل ہیں اور جولوگ صرف اس بات کے قائل ہیں کہ تواتر صرف کثرت رواۃ کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے ان کا قول ضعیف ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ امام شوکانی رحمہ اللہ اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس کی نفی کیوں کی ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے اس سے ان کا مقصود فقط یہ کہ قراءات کا ہر ہر حرف تواتر الاسناد کے درجہ تک نہیں پہنچتا بلکہ بعض اُحرف سند کے اعتبار سے آحاد ہیں اور ان کے سند کے آحاد ہونے سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ وہ قطعی الثبوت نہیں ہیں اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو اُسے اپنے مؤقف پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ ہمارے نزدیک قرآن کریم کی جمیع قراءات قطعی الثبوت ہیں اور قطعی الثبوت کے بارے میں جمہور أھل الحدیث من السلف والخلف کا نظریہ یہ ہے کہ وہ متواتر ہے۔ واللہ أعلم بالصواب.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
قاری فہد اللہ مراد
رُکن مجلس التحقیق الاسلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کتابیات
قاری محمد ابراہیم میر محمدی☆
مرتب: محمد مصطفیٰ راسخ*

مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ رحمہ اللہ میں علومِ قرآن

ائمہ اسلاف میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ متعدد کتب کے مصنف ہیں اور اہل علم کے ہاں ان کی آراء کو معتبر خیال کیا جاتا ہے، اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتبِ فکر ان کے نقطہ نظر کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ میں انہوں نے مختلف سوالوں کے جواب دیتے ہوئے متعدد علوم کے ساتھ ساتھ قراءاتِ قرآنیہ کی حجیت، قراءاتِ قرآنیہ سے استدلال، منکرین قراءات کا حکم، قراءات شاذہ کی شرعی حیثیت، ضبط القرآن، رسم القرآن، جمع القرآن، تجوید القرآن، حفاظتِ قرآن اور آدابِ تلاوت وغیرہ جیسے موضوعات کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ امام صاحب نے تقریباً چار مختلف مقامات پر حجیتِ قراءات کے حوالے سے گفتگو کی ہے، جس میں انہوں نے حدیث « أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ » [صحیح البخاري:۴۹۹۲] کی وضاحت، نماز میں قراءاتِ مختلفہ کی تلاوت اور قراءاتِ عشرہ کو جمع کر کے پڑھنے کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔

اسی طرح انہوں نے مختلف سوالات کے جواب دیتے ہوئے تقریباً بیس (۲۰) مختلف مقامات پر اپنے موقف کی تائید میں قراءاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ رُشد کے گذشتہ شمارہ قراءات نمبر حصہ دوم میں ہم نے ''آئمہ اسلاف اور عرب مفتیان کے فتاویٰ'' نامی مضمون میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حجیتِ قراءات کے حوالے سے تفصیلی فتاویٰ کا ترجمہ پیش کیا تھا۔ اس مضمون کے چھپ جانے کے بعد اُستاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ نے مجموع فتاویٰ میں موجود علوم قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ پر مشتمل ابحاث کے حوالے سے تفصیلی مواد ہمیں ارسال کیا جو انہوں نے کچھ عرصہ قبل پورے مجموع فتاویٰ کے مطالعہ سے منتخب کیا تھا۔ اس کو تفصیلاً نقل کرنا تو مشکل ہے، کیونکہ یہ تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اختصار کے پیش نظر مجلس التحقیق الاسلامی کے فاضل رُکن قاری محمد مصطفیٰ راسخ نے ان ابحاث کا اشاریہ تیار کر دیا ہے تاکہ قارئین براہ راست مجموع فتاویٰ سے استفادہ کر سکیں۔ (اگر اللہ نے موقع دیا تو تفصیلی ابحاث بھی إن شاء اللہ بعد میں کبھی شائع کر دی جائیں گی)

ہم علوم قرآن سے متعلق ان تمام ابحاث کا اشاریہ قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاکہ عوام بھی اس بیش قیمت خزینہ سے مستفید ہو سکیں۔ مجموع فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ امام صاحب رحمہ اللہ نہ صرف قراءاتِ قرآنیہ کے عالم تھے بلکہ وہ متعدد فقہی مسائل میں ان سے استدلال بھی کیا کرتے تھے۔ [ادارہ]

☆ پرنسپل کلیة القرآن الکریم، مرکز البدر، بنگلہ بلوچاں، پھول نگر
* فاضل کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حجیت قراءات

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے ایک تفصیلی فتویٰ میں حدیث: «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [صحیح البخاري: ۴۹۹۲] کی وضاحت، نماز میں قراءاتِ مختلفہ کی تلاوت، قراءات عشرہ کی حجیت اور قراءاتِ شاذہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔نیز انہوں نے منکر قراءات کی تکفیر اور قراءاتِ عشرہ کو جمع کرکے پڑھنے کے بارے میں بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

حجیت قراءات کے حوالے سے ان کی یہ بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔

[مجموع فتاویٰ:۱۳/۳۸۹-۴۲۴،۱۳/۴۴۴-۴۴۵،۱۲/۵۶۹-۵۷۰،۲۰/۲۶۰]

تذکرہ قراءات

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ متعدد علوم کے ساتھ ساتھ علومِ قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر قراءاتِ عشرہ، قراءاتِ سبعہ کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے فتویٰ میں ان قراءات کو ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کیا ہے۔انہوں نے مجموع فتاویٰ میں درج ذیل مقامات پر مختلف قراءات کا تذکرہ کیا ہے۔[۱/۳۳۸-۳۳۹،۱۲/۵۶۹-۵۷۰،۱۴/۲،۱۷، ۱۵/۲۲۸، ۱۵/۲۲۸-۲۶۴،۱۶/۴۸-۵۱،۱۶/۱۴۵-۱۴۶، ۱۶/۵۳۷-۵۳۸، ۱۷/۱۳۰، ۱۷/۱۸۳، ۲۱/۱۲۲-۱۳۴، ۲۱/۲۳۲-۲۳۵، ۲۱/۳۴۶-۳۵۰، ۲۲/۲۶۴، ۲۲/۴۵۴-۴۶۷، ۲۲/۴۴۵، ۲۲/۶۴۴-۶۵۱، ۲۴/۲۴۴، ۲۴/۴۱-۴۵]

ضبط القرآن

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قراءاتِ قرآنیہ کے ساتھ ساتھ ضبط اور اعراب وغیرہ پر بھی گفتگو کی ہے۔ ضبط اور علم الضبط کی اہمیت اور اس کی چند مختصر جزئیات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ انہوں نے مجموع فتاویٰ میں درج ذیل مقامات پر ضبط القرآن کا تذکرہ کیا ہے۔[۳/۴۰۱-۴۰۴،۱۲/۱۰۰-۱۰۲،۱۲/۵۷۶-۵۷۸،۱۲/۵۸۶-۵۸۷،۱۳/۱۰۵]

تلاوۃ القرآن

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قرآن مجید کو خوبصورت آواز سے پڑھنے، غور سے سننے اور نماز میں تلاوت قرآن کی فضیلت جیسی ابحاث کو بھی موضوع گفتگو بنایا ہے اور اس امر کی ترغیب دی ہے کہ موسیقی کی بجائے قرآن مجید کو پڑھا اور سنا جائے اور اپنے دلوں کا زنگ اتارا جائے۔ نیز آداب تلاوت پر بھی سات اصول نقل کیے ہیں۔مجموع فتاویٰ میں یہ بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔[۳/۴۲۵-۴۲۷، ۱۱/۵۳۱، ۵۲۶، ۲۱/۲۶۵-۲۶۷]

ترجمۃ القرآن

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ترجمہ اور تفسیر القرآن کے لیے بھی رہنما اُصول ذکر کیے ہیں اور تفصیل کے ساتھ اس امر پر گفتگو کی ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں کن کن اُمور کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ترجمہ و تفسیر القرآن کے حوالے سے ان کی بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔[۴/۱۱۶-۱۱۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن کی شرعی حیثیت

قرآن کی شرعی حیثیت کے بارے میں بعض گمراہ فرقوں نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔ جب کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس گمراہ کن عقیدے کے سامنے بند باندھا اور بے شمار تکالیف کے باوجود یہی نعرہ بلند کرتے رہے کہ قرآن مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قرآن کی شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور یہ بحث درج ذیل مقام پر موجود ہے۔[۱۲/۷۰]

حفاظت قرآن

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سر لیا ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر:۹] ''بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں حفاظت قرآن کے موضوع پر بھی تفصیلی بحث کی ہے کہ قرآن مجید محفوظ ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں ہوئی اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سر لیا ہے۔ حفاظت قرآن کے حوالے سے ان کی بحث درج ذیل مقام پر موجود ہے۔[۱۲/۱۰۰-۱۰۲]

تعریف القرآن

قرآن مجید کی تعریف، قرآن کیا ہے؟ دیگر کتب سماوی سے قرآن کے امتیازات، مصاحف اور صدور میں حفاظت قرآن مجید کا ادب و احترام جیسی ابحاث مجموع فتاویٰ کے درج ذیل مقامات پر موجود ہیں۔[۱۲/۳۸۱-۳۹۱، ۱۲/۵۷۹]

جمع قرآن

قرآن مجید کی جمع کے تین معروف دور ہیں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قرآن مجید کی تدوین اور جمع کے ان اَدوار ثلاثہ پر بھی گفتگو کی ہے اور تینوں اَدوار کی کیفیت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کی یہ بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔[۱۵/۲۴۸-۲۶۴، ۲۱/۳۱۷-۳۱۹]

اہل قرآن کے فضائل

جس طرح قرآن مجید ایک عظیم الشان کتاب ہے اسی طرح اہل قرآن بھی عظیم المرتبت لوگ ہیں، کیونکہ ان کی نسبت قرآن کے ساتھ ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل قرآن کے فضائل کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔ ان کی یہ بحث درج ذیل مقام پر موجود ہے۔[۱۲/۴۸]

تجوید القرآن

قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا فرض اور واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴾ [المزمل:۴] سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ترتیل سے مراد تجوید الحروف اور معرفۃ الوقوف ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں تجوید القرآن، مخارج الحروف اور ان کی صفات سمیت تمام تر تفصیلات پر بھی بحث کی ہے۔ جس کے لیے درج ذیل مقامات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔[۱۶/۲۲۱، ۲۲۵، ۲۳، ۲۳/۳۵۰-۳۵۱، ۳۵/۴۷۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مقروءات

اس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے مجموع فتاویٰ میں قرآن و علوم قرآن سے متعلقہ متعدد دیگر موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① بوسیدہ مصاحف کو تلف کرنے کا حکم [۱۲/۵۹۹-۶۰۰]

② سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۃ الاخلاص کی فضیلت [۱۷/۲۰۵]

③ حكم نسخ القرآن بالسنة [۲۰/۳۹۷-۳۹۹]

④ الجهر بالبسمله وحكمها في الصلاة [۲۲/۲۶۴-۲۶۷، ۲۲/۲۷۴-۲۷۹]

⑤ البسمله آية أم لا؟ [۲۲/۳۴۸-۳۵۵، ۲۲/۵۰۵-۴۴۵]

⑥ درود شریف کے الفاظ کا اختلاف [۲۲/۴۵۴-۴۶۷، ۲۲/۶۴۴-۶۵۱]

⑦ حكم سجدة التلاوة بلا وضوء [۲۳/۴۷-۴۸]

⑧ طلب العلم أو تلاوة القرآن أيهما أفضل؟ [۲۳/۵۴-۶۷]

⑨ حكم أجرة الإمام [۲۳/۳۶۷]

⑩ حكم الصلاة بدون وضوء ناسيا [۲۳/۳۶۹]

⑪ حكم كتابة القرآن على الدرهم والدينار وغيرهما [۲۵/۶۶-۶۷]

⑫ أي الرجل أفضل بالإمامة؟ [۲۳/۳۴۰-۳۴۱]

⑬ من يقرأ الضاد متشابهاً بالظاء فحكم صلاته [۲۳/۳۵۰-۳۵۱]

⑭ عدد سجود التلاوة في القرآن [۲۳/۱۳۶-۱۷۷]

⑮ حكم التراويح بعد المغرب [۲۳/۱۱۴-۱۲۲]

علوم قراءات پر تفصیلی اشاریہ جات

معزز قارئین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ رُشد قراءات نمبر حصہ سوم کی ضخامت بڑھنے کی وجہ سے کتابیات، مخطوطات اور اشاریہ جات وغیرہ سے متعلق بعض مضامین کو، جو تقریباً ۲۵۰ صفحات پر مشتمل تھے، شمارہ ہذا میں شامل نہیں کیا گیا، صرف تبرک کے طور پر مضمون 'مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ میں علوم قرآن' اس شمارہ میں شائع کیا گیا ہے۔ لہٰذا 'ادارہ رُشد' اس قسم کے تمام مضامین کو اپریل اور مئی ۲۰۱۰ء دو ماہ پر مشتمل قراءات نمبر حصہ چہارم کے طور پر شائع کرے گا۔ واضح رہے کہ یہ شمارہ صرف اشاریہ جات پر مشتمل ہوگا جس میں افادۂ قارئین کیلئے پچھلے دونوں قراءات نمبر میں موجود اس قسم کے مضامین کو دوبارہ شائع کیا جائے گا۔ نیز تینوں قراءات نمبرز کے تمام مضامین کے ذیلی ۹۰۰ ابحاث کا بھی تفصیلی اشاریہ شامل اشاعت ہوگا۔ انشاء اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مشاہیر قراء کرام کا تذکرہ

اس سلسلہ کا ایک تفصیلی مضمون اسی سے قبل ماہنامہ رُشد قراءات نمبر دوم میں صفحہ ۶۷۶ تا صفحہ ۷۵۵ پر شائع ہو چکا ہے جس میں تمام میادین علم کی علمی شخصیات کی علم تجوید وقراءات کے ساتھ وابستگی کے حوالے سے ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی گئی تھی۔ زیر نظر مضمون اگرچہ انتہائی مختصر ہے لیکن اس میں صرف متعدد علوم کے صرف معروف علماء کے علم قراءات سے تعلق پر بحث کی گئی ہے، نیز ان کے حالات زندگی سے بھی بالاختصار پردہ اُٹھایا گیا ہے۔

صاحبِ مضمون شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری﷾ نے یہ تحریر ادارۂ رُشد کی فرمائش پر قراءات نمبر سوم کیلئے خاص طور پر ترتیب دی ہے۔ آپ کا تعلق ادارہ کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور سے دو طرح قائم ہے۔ اولاً یوں کہ سرپرست ماہنامہ رُشد کے ساتھ مل کر کلیۃ القرآن کی بنیاد رکھنے اور اس کے فروغ کا باعث بننے والے جناب شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی﷾ آپ کے خاص شاگرد ہیں۔ ثانیاً خود قاری صاحب﷾ آج کل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور کے اعزازی رئیس ہیں۔ بہرحال ہم قاری صاحب ممدوح کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے قیمتی مصروفیات سے ٹائم نکال کر یہ مضمون ہمیں ارسال فرمایا۔ [ادارہ]

اِسلام کی آفاقی تعلیمات ہم تک پہنچنے کا ذریعہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے خیر قرون میں اَپنے سینوں میں قرآن وسنت کو محفوظ کیا اور زمانے کے حوادث سے بچا کر سو فیصد خالص شکل میں ہم تک پہنچا دیا۔ ان میں سے جن نفوسِ قدسیہ کے ذریعے قرآن کریم کے حروف وقراءات ہم تک پہنچے ہیں ان کو تاریخ نے قراء کا نام دیا ہے جن میں سب سے جلیل القدر شخصیات صحابہ کرام﷢ کی ہیں، جن کی صفات وخصائل سے کتب بھری پڑی ہیں۔ صحابہ﷢ کے بعد مرورِ زمانہ کے ساتھ جن لوگوں نے یہ ذمہ داری نبھائی یقیناً وہ بھی اِس لائق ہیں کہ اُن کے فضائل ومناقب کو جمع کیا جائے اور خوبصورت اَلفاظ میں اُن کا ذکر خیر کیا جائے۔ انہی میں سے چند وہ اَشخاص جن کی خدمات کسی طرح بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں ہم اُن کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اَبوعبید قاسم بن سلام﷫

اَبوعبید قاسم بن سلام الخراسانی الانصاری البغدادی﷫ صاحبِ تصانیفِ کثیرۃ ہیں ان کی کتب فقہ، لغت اور شعر میں بھی ہیں لیکن آپ فنِ قراءات بالخصوص رسم قرآن اور اَوقاف کے اِمام مانے جاتے ہیں۔

علامہ ابوعمرو الدانی﷫ فرماتےہیں:

''آپ نے علم قراءات، اِمام کسائی، شجاع بن اَبی نصر، اِسماعیل بن جعفر اور حجاج بن محمد سے عرضاً وسماعاً حاصل کیا ہے۔

☆ مدیر جامعہ عزیزیہ، ساہیوال، اعزازی رئیس کلیۃ القرآن، جامعہ ہذا، اہلحدیث مکتبہ فکر میں علم تجوید وقراءات کے بانی اُستاد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ سے بے شمار مخلوق نے قراءات کو نقل کیا ہے۔''

امام دانی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''آپ اپنے زمانے میں جمیع علوم کے جامع مانے جاتے تھے۔ آپ ثقہ اور عامل بالسنۃ مشہور تھے۔ محدثین میں سے بڑے بڑے علماء آپ کے شاگرد تھے مثلاً اِمام ابومحمد الدارمی رحمہ اللہ، ابوبکر بن اَبی الدنیا رحمہ اللہ، محمد بن یحییٰ المروزی رحمہ اللہ اور احمد بن یحییٰ البلاذری رحمہ اللہ وغیرہم۔ آپ مقلد نہیں بلکہ ایک مجتہد اِمام تھے اور اِمام اللغۃ بھی مانے جاتے تھے۔''

اِمام اَحمد بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے اِسحٰق بن راہویہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ اِمام ابوعبید قاسم بن سلام مجھ سے بڑے فقیہ اور عالم ہیں۔''

امام حسن بن سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے اسحٰق بن راہویہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم اَبوعبید قاسم بن سلام کے محتاج ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں ہیں۔''

اِمام عباس کہتے ہیں:

''میں نے اَحمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اَبوعبید قاسم بن سلام ایسا شخص ہے جو ہر روز ہم سے بھلائی میں بڑھ جاتا ہے۔''

شیخ عبداللہ بن طاہر فرماتے ہیں:

اِسلام میں چار بڑے اِمام ہیں:

(۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۲) اِمام شعبی رحمہ اللہ (۳) قاسم رحمہ اللہ (۴) اَبوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ

یہ چاروں حضرات اَپنے اَپنے زمانے کے نابغۂ روزگار شخصیتیں تھیں۔

اِمام ابن الانباری فرماتے ہیں:

''اِمام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ رات کے تین حصے کرتے تھے۔ ایک حصہ سونے، ایک تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور آخری حصہ نوافل وتسبیحات میں صرف کرتے۔ آپ رحمہ اللہ کے بے شمار مناقب ہیں۔''

۲۲۴ھ کو مکہ مکرمہ میں آپ نے وفات پائی۔ رحمة الله عليه رحمة واسعة

اِمام ابن جریر طبری رحمہ اللہ

آپ کا اِسم گرامی ابوجعفر محمد بن جبیر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری ہے۔ آپ نے ۲۲۴ھ کو آمل طبرستان میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی سال ہے جس سال اِمام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ اِس دنیا فانی میں لیل ونہار بسر کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے یعنی ایک اِمام کبیر روز و شب کی قید سے آزاد اور دوسرا قید ہو جاتا ہے۔

آپ کی طبیعت میں جب حصولِ علم کی رغبت پیدا ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال تھی یعنی عین جوانی کے اَیام میں علم حاصل کرنا شروع کیا۔ لہٰذا آپ نے سب سے پہلے اِسلامی دستور کے موافق قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی آپ کے پہلے شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن الطلحی ہیں۔ اِمام نافع رحمہ اللہ کی قراءت آپ نے الشیخ یونس بن عبدالاعلی سے پڑھی۔ آپ نے علم حدیث اِمام ابن ابی الشوارب، اِمام اسحاق بن اسرائیل، الشیخ اسماعیل بن موسیٰ الفراری اور الشیخ اَحمد بن منیع سے حاصل کیا۔

ابن عساکر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''آپ نے قرآن کریم کی مزید تعلیم بیروت میں الشیخ عباس بن ولید سے حاصل کی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابوبکر الخطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''آپ علمی شخصیتوں کے درمیان اِمام مانے جاتے تھے۔ آپ کا فتویٰ چلتا تھا۔ علماء آپ کی رائے کی قدر کرتے تھے کیونکہ آپ علمی لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتے تھے، اپنے ہم عصروں میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ قرآنِ کریم کے حافظ، فنِ قراءات کے ماہر، شرعی علوم کے فقہیہ اور تفسیر قرآن میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ علم حدیث میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ علم الرجال کے ماہر اور ضعیف وصحیح کو جانتے تھے۔ بالخصوص اَقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ سے آپ خوف واقف تھے۔ آپ نے ہر فن میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔''

الشیخ ابومحمد الفرعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''آپ کے تلامذہ کی ایک بہت بڑی جماعت ہے آپ نے بے شمار کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کی تصنیفات کو پوری زندگی کے ایام پر تقسیم کیا جائے تو روزانہ کے چودہ ورق بنتے ہیں، یہ بہت قلیل اندازہ ہے۔''

الشیخ ابوحامد الأسفرائینی رحمہ اللہ جو فقہ شافعی کے بہت بڑے اِمام مانے جاتے ہیں، کہتے ہیں:
''اگر آدمی پوری دنیا کا چکر لگائے تو جس جس جگہ بھی جائے گا اُسے ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر قرآن مل جائے گی۔''
[ماخوذ از معرفۃ القراء:۲۱۲]

آپ نے ماہ شوال ۳۱۰ھ بغداد میں وفات پائی۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

اِمام ابومحمد مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی رحمہ اللہ

آپ کا مکمل اِسم گرامی اَبومحمد مکی بن اَبی طالب بن حموش بن محمد بن مختار القیسی المغربی القیروانی القرطبی الاندلسی۔
آپ ۳۳۵ھ میں اُندلس کے مشہور شہر قیروان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے علم قراءات اَبی طیب ابن غلبون رحمہ اللہ، ابن طاہر وابی عبداللہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ نیز علی بن محمد الادفوری رحمہ اللہ سے بھی سماع کیا ہے۔
آپ کے زمیل ابوعمر احمد بن مہدی المقری رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''علامہ مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ علم قراءات اور علوم عربیہ کے متبحر عالم تھے آپ بے پناہ ذہین، اعلیٰ اَخلاق کے پیکر، معاملہ فہم اور دین میں اِنتہائی پختہ تھے۔ آپ اعلیٰ اَدا کے مالک مجود عالم تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے مصر کا سفر کیا وہاں حفظِ قرآن کی تکمیل کی اور بعد اَزاں ابن غلبون طاہر رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے علم قراءت کی تکمیل کی۔ پھر قیروان واپس تشریف لائے اور یہاں دیگر علوم حاصل کئے۔
۳۸۲ھ میں پہلا اور ۳۸۷ھ میں دوسرا حج کیا۔ اِسی دوران مکہ مکرمہ میں الشیخ اَحمد بن فراس رحمہ اللہ وابی القاسم عبید اللہ بن السقطی رحمہ اللہ سے سماع کیا۔ جب حج سے واپس تشریف لائے تو جامع قرطبہ میں مسند تدریس پر رونق اَفروز ہوئے۔ آپ سے خلق کثیر نے علم قراءات اور دیگر علوم میں اِستفادہ کیا۔ آپ کو اللہ نے وہ شہرت عطا کی کہ ہر خاص و عام آپ کا احترام کرتا تھا، ایک امیر شخص دورانِ خطبہ مذاق کیا کرتا تھا آپ نے اُسے بددعا دی تو قرطبہ کا فقیر ترین شخص ہوگیا۔
آپ کے زُملاء میں سے معروف ترین لوگ یہ ہیں۔ اَصبغ بن راشدین، اَصبغ اللخمی، الشیخ علی ابی زید القابسی، الشیخ اَبی الحسن القابسی اور اَبوالعباس المہدوی مذکورہ چاروں حضرات بھی علم قراءات اور ادب میں یکتائے روزگار تھے۔
آپ نے شیخ ابی الحسن القابسی رحمہ اللہ سے علم قراءات اور علم حدیث میں اِستفادہ بھی کیا ہے ان کے علاوہ فقہ مالکی کے مشہور اِمام ابومحمد بن ابی زید رحمہ اللہ سے فقہ کی تعلیم لی۔''

اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علوم قرآن میں آپ کے عصر میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا اور آپ سید اہل عصرہ کے لقب سے مشہور تھے۔''
آپ نے مذکورہ شیوخ کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی اِستفادہ کیا ہے جس میں ابوجعفر النحاس رحمہ اللہ، شیخ مظفر بن اَحمد بن حمدان رحمہ اللہ، شیخ اَحمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اور شیخ سعید بن السکن رحمہ اللہ شامل ہیں۔ امام دانی رحمہ اللہ شیخ سعید بن السکن کے بارے میں فرماتے ہیں: ''آپ قراءت ِنافع میں ورش کے لیے اِمالہ میں منفرد تھے۔نیز آپ نے شیخ عبدالمنعم بن عبیداللہ بن غلبون، اِبراہیم بن عبدالرزاق، شیخ اِبراہیم بن محمد، شیخ ابن خالویہ اور محمد بن جعفر الفریابی رحمہ اللہ نے بھی اِستفادہ کیا ہے۔
اِسی طرح آپ مکہ کے پڑوس میں ایک عرصہ تک ٹھہرے رہے تاکہ شیوخِ حرم سے بھی اِستفادہ کرسکیں، اسی دوران شیخ حرم ابوالحسن احمد بن ابراہیم القبقسی سے سند اہل حجاز حاصل کی۔ نیز مکہ میں قیام کے دوران الشیخ اَبوذر عبداللہ بن احمد الھروی رحمہ اللہ سے بھی تحصیل علم کیا۔
آپ اِس قدر اعلیٰ اَخلاق کے مالک تھے کہ بہت سارے علماء نے آپ کے بارے میں تعریفی کلمات لکھے ہیں۔ شیخ ابوحیان الاندلسی رحمہ اللہ اور آپ کے زمیل خاص ابن شق اللیل نے آپ کی مدح میں عجیب وغریب اَشعار کہے ہیں۔

اِمام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ

آپ کا اِسم مبارک اَبوعمرو سعید بن عثمان الدانی الاموی القرطبی الاندلسی ہے۔آپ کو ابن صیرفی کی کنیت سے بھی جانا جاتا ہے لیکن ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ زیادہ معروف ہے۔آپ ۳۷۱ھ کو پیدا ہوئے اور باقاعدہ تعلیم ۳۸۶ھ سے شروع کی۔تحصیل علم کے سلسلہ میں آپ نے پہلا سفر قیروان کی طرف کیا یہاں آپ چار ماہ تک ٹھہرے اور مختلف شیوخ سے اِستفادہ کیا۔ ماہ شوال ۳۸۷ھ میں مصر تشریف لے گئے اور ایک سال یہاں سکونت علمی اِختیار کی، اور ذیعقد ۳۸۹ھ واپس اُندلس تشریف لائے۔۴۰۳ھ میں شہر ثغر تشریف لے گئے وہاں محلّہ سرقسطہ میں سات سال تک قیام فرمایا وہاں آپ نے علمِ قراءات اور دیگر علوم کی تدریس کی اور ہر خاص و عام نے آپ سے فائدہ اُٹھایا۔
سات سال بعد آپ پھر دوبارہ قرطبہ لوٹے اور قصبہ دانیہ میں مستقل سکونت اختیار فرمالی آپ نے یہاں رہ کر سترہ سال تک علوم قرآن کی شمع کو فروزاں رکھا اور سینکڑوں شائقینِ قرآن نے علمی پیاس بجھائی۔
آپ نے علم قراءات الشیخ عبدالعزیز جعفر خواستی الفارسی، شیخ خلف بن اِبراہیم بن خاقان، الشیخ ابی الفتح فارس بن احمد، شیخ ابی الحسن طاہر بن غلبون رحمہ اللہ سے حاصل کیں۔ ابن مجاہد رحمہ اللہ کی کتاب السبعہ کا سماع ابومسلم محمد بن احمد الکاتب رحمہ اللہ سے کیا، نیز علم حدیث کا سماع الشیخ احمد بن فراس العبقسی رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن عثمان الزاھد رحمہ اللہ اور شیخ ابی مسلم رحمہ اللہ سے کیا۔
آپ کے معروف تلامذہ میں سے، الشیخ ابوبکر بن الفصیح، ابوالدرداء مفترح، ابوالحسین یحییٰ بن ابی زید و ابوبکر محمد بن المفترح، ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن بن الاش، ابوداؤد سلیمان بن نجاح، ابوعبداللہ محمد بن مزاحم، ابوعلی الحسن بن علی بن مبشر، ابوالقاسم خلف بن ابراہیم اور ابواسحاق ابراہیم بن علی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ان کے علاوہ خلقِ کثیر نے آپ سے فیض پایا ہے۔
ابن بشکوال رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ علم قراءات کے اِماموں میں سے ایک بہت بڑے اِمام تھے آپ تفسیر، حدیث، معانی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِعراب وغیرہم کے ماہر تھے اور بلا کے ضابط تھے آپ کی کتب کی بہت لمبی فہرست ہے۔''

علامہ مقاحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ مالکی المذہب تھے اور مجیب الدعوات اِنسان تھے۔ آپ کی مشہور تالیفات میں سے جامع البیان فی القراءات السبع، التسير في القراءات السبعه، المقنع في الرسم القرآني، المكتفىٰ في الوقف والإبتداء، كتاب الإقتصار في القراءات السبع، المحكم في نقط المصاحف، التحديد في علم التجويد شامل ہیں۔علم قراءات میں عالی السند ہونا بہت بڑے اِعزاز کی بات ہے۔ آپ بھی عالی السند ہیں موجودہ دور میں شاید ہی کوئی اَیسی سند ہو جس میں آپ کا واسطہ نہ ہو۔

آپ دانیہ میں یوم الاثنین نصف شوال ۴۴۴ھ کو اللہ کی ملاقات کیلئے سدھار گئے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ

آپ کا اِسم گرامی اَبومحمد قاسم بن خلف بن اَحمد الرعینی الشاطبی الاندلسی الشافعی ہے۔

۵۳۸ھ کے آواخر میں آپ اپنے آبائی شہر الشاطبہ میں پیدا ہوئے۔یہی پر الشیخ ابی عبداللہ محمد بن ابی لعاص النفزی رحمہ اللہ سے قراءات پڑھیں اور خوب حفظ کیا۔

بعد اَز اں بلنسہ جو شاطبہ کے قریب ہی واقع تھا تشریف لے گئے وہاں الشیخ اَبی الحسن بن ھذیل، اَبی الحسن بن نعمہ، اَبی عبداللہ بن سعادۃ، ابی محمد عاشر بن محمد، ابی عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالرحیم، علیم بن عبدالعزیز اور ابی عبد اللہ بن حمید رحمہم اللہ سے علم قراءات اور علم حدیث پڑھا۔

اس کے بعد آپ سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے تو مصر کے شہر اِسکندریہ میں شیخ اَبوطاہر السّلفی سے ملاقات ہوئی آپ نے اُن سے سماعِ حدیث فرمایا۔ حج سے واپسی پر جب آپ مصر پہنچے تو شائقین علوم قرآن وحدیث میں آپ کی آمد کی اِطلاع پھیل گئی لہٰذا مصر کے اَطراف و اَکناف سے طالبانِ علوم نبوت جوق در جوق حاضر ہوئے۔اس بات کا جب حاکم شہر قاضی فاضل کو پتہ چلا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو مدرسہ فاضلیۃ کا شیخ مقرر کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ اسی زمانہ میں آپ نے اَپنے مشہورِ زمانہ کتاب قصيدة الشاطبية تحریر فرمائی۔ جب فصحاء بلغاء نے اُسے دیکھا تو اس جیسی پر مغز اور لطیف کلام دیکھ کر محو حیرت ہو گئے۔

شیخ ابوالحسن بن فیرہ، ابوموسیٰ عیسیٰ بن یوسف المقدسی اور شیخ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن سعید رحمہم اللہ آپ کے حافظہ کے عجیب وغریب قصے بیان کرتے ہیں اور علماء آپ کو آیة من ايات الله مانتے ہیں۔

ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ ایک صالح، متقی معروف اور مقری کبیر تھے آپ نے بہترین قصیدہ لکھا ہے۔ آپ کے وقت میں مصر میں کوئی اَیسا شخص نہیں تھا جو آپ سے زیادہ فنون میں ماہر ہو۔''

ابن خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب آپ پر بخاری اور مؤطا پڑھی جاتی تو آپ اپنے حافظہ سے اس کی تصحیح کرواتے۔''

[معرفة القراء الكبار: ۱۱۱۴/۳]

امام شاطبی رحمہ اللہ نے چار مختلف علوم میں قصائد تحریر فرماتے ہیں جو اَپنی مثال آپ ہیں۔ یہ اصل میں دیگر کتب کو نظم کیا گیا ہے مثلاً قصیدہ شاطبیہ یہ اِمام دانی رحمہ اللہ کی کتاب التيسر کی نظم ہے عقیلہ یہ المقنع کی نظم ہے۔اسی طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ امام دانی رحمہ اللہ کی کتاب البیان فی عدآی القرآن کو بھی ناظمة الزهر کے نام سے نظم فرمایا ہے۔ نیز ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی کتاب التمہید کو قصیدہ دالیہ میں نظم فرما دیا ہے۔

آپ رحمہ اللہ کے مشہور تلامذہ میں سے امام ابوالحسن علی بن محمد السخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عمر الکروی، عیسیٰ بن یوسف بن اسماعیل المقدسی، ابوعمرو عثمان بن عمر بن الحاجب، عبداللہ بن محمد بن عبدالوارث رحمہم اللہ شامل ہیں

آپ رحمہ اللہ کو حرمین کے بعد بیت المقدس کی زیارت کا بہت اشتیاق تھا اور اس کی آپ دعا بھی کیا کرتے تھے۔ جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کیا تو آپ وہاں تشریف لے گئے رمضان وہاں گزارا اعتکاف فرمایا بعد از زیارت دوبارہ مصر تشریف لائے اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے لیکن رفیق الاعلیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا اور آپ نے ۵۹۰ھ کو اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ رحمة الله عليه رحمةً واسعةً۔

امام ذہبی رحمہ اللہ

آپ کا نام شمس الدین ابی عبدالرحمٰن محمد بن احمد بن عثمان بن الذہبی الدمشقی الشافعی ہے۔

آپ ۶۷۳ھ کو دمشق شام میں پیدا ہوئے یہاں آپ کے دادا نورالدین زنگی کے دور میں آئے تھے اور پھر یہاں ہی کے ہوکر رہ گئے۔

آپ کو اللہ رب العزت نے اتنا علم عطا فرمایا کہ ہم عصروں میں سے کوئی بھی آپ کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکا۔ اللہ رب العزت نے ذکاء فہم اور ضبط اس قدر وافر عطا کیا تھا کہ معاصرین میں سے کسی کو اس قدر نہیں ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعتِ فہم سے بحر العلوم بنا دیا تھا اس وجہ سے آپ شیخ العلم حامل لواء العلم اور حافظ الحدیث مشہور ہوئے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کے لیے بے پناہ محبت تھی طلباء آپ کی مجالس میں ذوق وشوق سے شامل ہوتے اور عوام الناس آپ کی مجالس کو اعلیٰ اخلاق اور محبت کا گنجینہ سمجھتے تھے اور گفتگو اس قدر پُر اثر ہوگی کہ جی چاہتا سنتے ہی جائیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی باقاعدہ تعلیم کا آغاز بہت بڑے ادیب علاء الدین علی بن محمد الحلبی المعروف البصیص رحمہ اللہ سے کیا یہ بہت بڑے خطاط تھے اور بچوں کے بہترین معلم کے طور پر مشہور تھے۔ ان سے بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظِ قرآن کے لیے مسعود بن عبداللہ الاغازازی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے قرآن حفظ کرنے کے بعد چالیس مرتبہ قرآن کریم مکمل سنایا۔

مزید علومِ دینیہ کے حصول کے لیے دیگر شیوخ کے حلقات کی طرف رجوع شروع کردیا۔ صدرالدین محمد بن عمر بن مکی العثمانی سے سب سے پہلے دارالحدیث میں صحیح مسلم کا سماع کیا، اس کے بعد باقاعدہ اہتمام کے ساتھ علم قراءات کی تعلیم شیخ القراء جمال الدین ابی اسحاق ابراہیم بن داؤد العسقلانی الدمشقی المعروف الفاضلی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ یہ امام سخاوی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے جمال الدین ابراہیم بن غالب شاور البدوی الحمیری رحمہ اللہ سے اور ابی عبداللہ بن جبرئیل المصری رحمہ اللہ سے علم قراءات پڑھا اس کے علاوہ دیگر بہت سارے شیوخ سے علم قراءات میں اجازے حاصل کیے۔

علم قراءات میں متفق ہونے کے بعد شیخ محمد بن عبدالعزیز الدمیاطی رحمہ اللہ نے اُنہیں اپنی جگہ جامع الاموی میں مسندِ تدریس پر بٹھا دیا۔

علم قراءات میں دسترس حاصل کرنے کے بعد امام ذہبی رحمہ اللہ حدیث اور علوم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس فن کے ماہرین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے جن میں اَبی حفص عمر بن عبد المنعم ابن القواس، ابی الفضل اَحمد بن ہبۃ اللہ بن عساکر، یوسف بن اَحمد الغسولی، اسی طرح مصر میں ابی العباس اَحمد بن محمد بن عبداللہ الحلبی المعروف بابن الظاہری، ابی المعالی احمد بن اسحاق الاہرقوہی، ابن دقیق العید ابی الفتح محمد بن علی، شرف الدین عبدالمؤمن بن خلف الدمیاطی، تاج الدین ابی الحسن علی بن حمد بن عبدالمحسن الہاشمی الغرافی، اسی طرح بعلبك میں تاج الدین عبدالخالق بن عبدالسلام البعلبکی حلب میں مستقر بن عبداللہ الزینبی بعلبك میں زینب بنت عمر الکندیہ نے بھی حدیث میں اِستفادہ کیا، نابلس میں عماد الدین عبدالحافظ بن بدران النابلسی مکہ میں فخر الدین اَبی عمرو عثمان بن محمد التوزی رحمہ اللہ سے بھی اِستفادہ کیا ہے۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ حدیث، علوم حدیث، قراءات، علوم قرآن، تاریخ، عقائد، تراجم اور دیگر بے شمار علوم میں ماہر تھے انہوں نے ان جمیع علوم میں تقریباً دوسو کتب تحریر کی ہیں جن کی تفصیلی فہرست الدکتور طیالسی رحمہ اللہ نے معرفۃ القراء کے شروع میں ذکر کی ہے۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ نے مطالعہ کی اس قدر زیادتی کی اور اس قدر علمی کام کیا کہ اواخر عمر میں اپنی بینائی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اِمام ذہبی رحمہ اللہ کے معروف تلمیذ تاج الدین السبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''آپ بروز سوموار ۳ ذیقعدہ ۷۴۸ ہجری میں مدرسہ اُم صالح کے ایک ہال میں اللہ کو پیارے ہوئے۔'' رحمہ اللہ

الشیخ شہاب الدین ابوشامۃ رحمہ اللہ

اِسم گرامی ابومحمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان بن ابی بکر بن عباس المقدسی الدمشقی الشافعی۔

آپ بہت بڑے مقری، ماہر لغت و اعراب، عظیم محدث، نابغۂ روزگار، فقیہہ اور مایہ ناز مؤرخ تھے۔ آپ ۵۹۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ اَوائل عمری ہی میں آپ نے قراءات پڑھنا شروع کردیں اور بہت جلد تکمیل فرمالی۔ آپ نے جلیل القدر قراء و محدثین کے سامنے زانوائے تلمذ طے کئے جن میں الشیخ علم الدین السخاوی رحمہ اللہ تلمیذ اِمام شاطبی رحمہ اللہ، اِمام ابوالقاسم بن عیسٰی رحمہ اللہ، داؤد بن ملاہب رحمہ اللہ، اَحمد بن عبداللہ السلمی رحمہ اللہ اور الشیخ مؤفق الدین المقدسی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

آپ اِبتداً علم قراءات ولغت کی طرف ہی اپنی توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے۔ طلب حدیث کا شوق تقریباً چالیس سال کی عمر میں ہوا لہٰذا سب سے پہلے آپ نے محدث ابی اسحاق بن الخشوعی سے سماع کیا۔ فقہ میں آپ نے فخر بن عساکر رحمہ اللہ، ابن عبدالسلام رحمہ اللہ، سیف الآمدی رحمہ اللہ اور موفق الدین بن قدامہ رحمہ اللہ سے تحصیل علم کیا۔

آپ سے علم قراءات الشیخ شہاب الدین حسین بن الکفری رحمہ اللہ، محمد بن موفق اللبان رحمہ اللہ، شیخ شرف الدین اَحمد بن سیاح الفزاری رحمہ اللہ اور اِبراہیم بن فلاح الاسکندرانی رحمہ اللہ نے حاصل کیا۔

آپ کے مناقب میں منقول ہے کہ یکتائے روزگار عالم تھے اور آپ نے کئی علوم میں کتب تصنیف فرمائیں ہیں۔ آپ بے حد فہیم، طبعاً منکسر المزاج اور تکلفات کے قائل نہ تھے۔

تاج الدین الفزاری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''شیخ شہاب الدین ابوشامہ مجتہد کے درجہ پر فائز تھے اور بعض اَوقات اَشعار بھی کہا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کے زمانہ میں اَمانت و دیانت اور عفت و پاکدامنی میں آپ کا مثل کوئی نہ تھا۔ آپ کے علمی رُسوخ کا یہ حال تھا کہ آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دارالحدیث الاشرفیہ میں تمام عمر تدریس کی مسند صدارت پر فائز رہے اور یہ وہ اعلیٰ منصب تھا کہ جس کے آپ کے بعد امام نووی رحمہ اللہ مستحق ٹھہرے۔''

آپ نے کئی کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے چند اَشہر یہ ہیں۔ شرح کبیر علی حرز الأمانی، اَبراز المعانی عن حرزالأمانی، کتاب الرّد الی الأمر الاوّل، اختصار تاریخ دمشق، کتاب فی المبعث، کتاب فی الاسراء، کتاب الروضتین فی الدولتین، النوریہ والصلاصیة، الذیل علی ذلك، کتاب اِنکار البداع.

آپ کو ۱۹؍رمضان المبارک ۶۶۵ھ کو شہید کردیا گیا۔ إنا للہ وإنا إلیه راجعون۔

امام ابی عبداللہ رحمہ اللہ المعروف بشعلہ

اِمام ابی عبداللہ محمد بن اَحمد بن حسن الموصلی المقری الحنبلی المعروف بشعلہ۔ ۶۲۷ ہجری کو اپنے آبائی شہر موصل میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک صالح، زاہد کامل عارف اِنسان تھے۔ آپ نے علوم قراءات چھوٹی عمر میں سیکھ لیے تھے۔ لغہ عربیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الشیخ الموصلی ایک محقق فاضل اور علم قراءات میں ماہر تھے۔ علم نحو میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ آپ کے اُستاد شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوعبداللہ میرے قریب سو رہے تھے کہ اچانک بیدار ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے ابھی خواب میں رسول اللہ ﷺ ملے ہیں اور میں نے ان سے علم کی دعا چاہی ہے اور آپ نے مجھے ایک کھجور کھلائی اسی وقت سے اللہ رب العزّت نے میرے اُوپر تمام علوم کے دروازے کھول دیئے۔''

آپ رحمہ اللہ نے قصیدہ شاطبیہ کی ایک بہت ہی عمدہ شرح کنز المعانی فی شرح حرز الأمانی کے نام سے تحریر فرمائی ہے جو کہ اَہل علم کے ہاں بہت ہی مقبول ہے۔

آپ ماہ صفر ۶۵۶ ہجری کو اس دنیا عارضی کو چھوڑ کر اَبدی کائنات کی طرف سدھار گئے۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

آپ کا اِسم شریف ابوالفضل عبدالرحمن بن الکمال بن اَبی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر بن عثمان بن محمد بن خضر بن اَیوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین الھمام الخضری الأسیوطی ہے۔ آپ یکم رجب ۸۴۹ھ بروز اِتوار بعد نماز مغرب قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

جب اِمام سیوطی رحمہ اللہ کی عمر صرف پانچ سال تھی تو آپ کے والد وفات پا گئے۔ اِس وقت آپ نے سورۃ تحریم تک حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد آپ یتیمی کی حالت میں پلے بڑھے۔ آپ کے والد نے 'فتح القدیر' کے مصنف کمال بن ہمام کو اپنے بیٹے عبدالرحمن کی تربیت اور سرپرستی کی وصیت کی۔

آپ ابھی آٹھ سال کے تھے کہ مکمل قرآن کریم حفظ کرلیا۔ اس کے بعد العمدة، المنهاج الفقهي، المنهاج الأصولی اور ألفية ابن مالك حفظ کیے۔ آپ نے حصولِ علم کے لیے شام، حجاز، یمن، ہند، مغرب اور بہت سے مصری شہروں کا سفر کیا۔ اِنہی اَسفار کے دوران آپ حج کی سعادت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ زمزم پیتے ہوئے آپ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ مجھے علم حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فقہ میں اپنے اُستاد شیخ سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ جیسا بلند مرتبہ عطا فرما۔

فنون اور بہت سے علوم میں رتبۂ اِمامت کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب 'حسن المحاضرۃ' میں ذکر کیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بالخصوص سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع میں بہت زیادہ معلومات دی ہیں۔

آپ اپنی کتاب 'الرد علی من أخلد إلی الأرض' میں رقمطراز ہیں:

''روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک خضر، قطب یا کسی ولی اللہ کے علاوہ حدیث اور عربی کا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔''

اُن کا یہ دعویٰ عربی زبان کے بارے میں تو تسلیم کیا جا سکتا ہے البتہ حدیث کے بارے میں ان کا یہ دعویٰ غیر درست ہے، اِلا یہ کہ اس سے متونِ حدیث کا حفظ مراد ہو یا سخاوی کے علاوہ مراد ہو۔

نیز اُنہوں نے لکھا ہے کہ فقہ کے سوا باقی تمام فنون میں ان کے اَساتذہ میں سے بھی کوئی ان کے ہم پلہ نہیں ہے البتہ فقہ میں ان کے شیخ کی معلومات وسیع اور زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے کہ مجھے دو لاکھ اَحادیث زبانی یاد ہیں۔

آپ نے قصبہ رضوان میں باب فرویلہ کی جانب پہلے خیمہ میں واقع جامع الکردی کی جگہ موجود مدرسہ محمودیہ کے کتب خانہ سے خوب اِستفادہ کیا۔ یہ مدرسہ مصر کے شاندار مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کو ملکہ اِجتہاد اور اس کی تمام ضروری معلومات حاصل تھیں۔ آپ اپنی کتاب 'حسن المحاضرۃ' اور 'مسالك الحنفاء' میں لکھتے ہیں:

''میں اگر ہر مسئلہ کے متعلق نقلی، عقلی دلائل، اس کے اصول واعتراضات مع جوابات، اس بارے میں مختلف مذاہب کے اختلاف اور ان کے مابین موازنہ وغیرہ کے بارے میں رسالہ لکھنا چاہوں تو اپنی قوت یا طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور توفیق سے لکھ سکتا ہوں۔''

آپ کے مشہور اَساتذہ میں سراج الدین البلقینی، شہاب الدین الشارمساحی رحمہ اللہ، الشرف المناوی ابوزکریا یحییٰ بن محمد رحمہ اللہ، شیخ محی الدین محمد بن سلیمان رومی حنفی رحمہ اللہ، جلال الدین المحلي رحمہ اللہ، احمد بن اِبراہیم حنبلی رحمہ اللہ، البرہان ابراہیم بن عمر البقاعی رحمہ اللہ اور الشمس السیرامی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے علوم قرآن، تفسیر اور قراءات کے موضوع پر درجنوں کتب تحریر کیں ان میں سے مشہور اور چنیدہ کتب یہ ہیں:

الإنصاف في تمييز الأوقاف. . شرح حرز الأماني ووجه التهاني. . الإتقان في علوم القرآن. . لباب النقول في أسباب النزول. . الدر المنثور في التفسير بالمأثور. . أسرار التأويل. . تناسق الدرر في تناسب الآيات والسور. . متشابه القرآن. . تكملة تفسير الجلالين. . الألفية في القراءات العشر.

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے ۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ جمعہ کی رات سات روز تک بائیں بازو کے شدید ورم میں مبتلا رہنے کے بعد اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے وفات کے وقت سورۃ یٰسین کی خود تلاوت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ الروضہ کی جامع الشیخ احمد اباریقی میں شعرانی نے پڑھائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری اَبو بکر عاصم☆

شیخ الاسلام حافظ مقری اَبوعمرو عثمان الدانی رحمہ اللہ

اُمت ِمحمدیہ کے بے شمار خصائص اور خوبیاں ایسی ہیں جو دیگر اقوام و اُمم میں کبھی موجود نہ تھیں۔ اس اُمت کی خصوصیات میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس اُمت کے بیٹوں نے اپنے دینی ورثے کو سیکھا اور اس کی حفاظت کیلئے کمر کس لی اور اس کی حفاظت و امانت کا وہ حق اُدا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ خادمین قرآن وحدیث کی فہرست میں لاکھوں لوگوں کا نام موجود ہے۔ انہیں میں سے ایک علامہ دانی رحمہ اللہ بھی ہیں جو یقیناً آیة من آیات الله تھے۔ اگر انہیں ہرفن کا بے تاج بادشاہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں جہاں جلیل القدر حفاظِ حدیث کا ذکر چھیڑا ہے ان میں امام دانی رحمہ اللہ کو بھی جگہ دی ہے۔ عمدہ اور خوبصورت تعریفی کلمات کے ساتھ امام دانی رحمہ اللہ کے علم اور عمل پر پختہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام عثمان بن سعید بن عثمان دانی، کنیت ابوعمرو اور لقب المقری ہے۔[تذکرة الحفاظ: ۷۷۹۔امام ذہبی]

اِبتدائی حالات

آپ قرطبہ کے رہنے والے، بلند پایہ حافظ ِحدیث ہیں اور بنواُمیہ کی طرف نسبت ولاء کی وجہ سے اُموی کہلاتے ہیں۔

پیدائش

اِمام صاحب کے مطابق ان کی پیدائش ۳۷۱ھ میں اندلس کے ایک مردم خیز قصبے دانیہ میں ولایت بلنسیہ کی برلبِ دریا مشہور آبادی میں ہوئی۔

شہر دانیہ

شہر دانیہ کو جو امتیاز حاصل ہوا دیگر بہت سے شہروں کو نہیں مل سکا، کیونکہ اس عظیم شہر نے بہت سے عظیم ترین ماہرین قراءت کو جنم دیا۔ ان میں سے ایک ابوعثمان سعید بن سلیمان ہذلی (۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء) تھے، جو اپنے علم وفضل اور قراءت نافع پر اپنی قدرت اور درک کے سبب نافع اندلس کے لقب سے ملقب تھے۔ انہوں نے علم قراءت أبو الحسن أنطاكي سے سیکھا اور اپنی وفات تک تعلیم وتدریس کے ذریعے اس عظیم فن کی اشاعت وفروغ کا فریضہ انجام دیا۔

امام دانی رحمہ اللہ اس عہد کے سب سے عظیم امام قراءت تھے جو اپنے زمانے میں ابن الصیرفی کہلاتے تھے کہ ان کی کسوٹی پر کھوٹا کھرا الگ ہوجاتا تھا۔

☆ مدرس المدرسة العالیة تجوید القرآن، جامع مسجد لسوڑی والی، لاہور، فرزند ارجمند استاذ القراء قاری محمد ادریس العاصم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن جزری رحمہ اللہ نے ان کو امام، علامہ، حافظ، أستاذ الأستاذین اور شیخ المشائخ المقرئین کہا ہے۔

اِبتدائی تعلیم

۳۸۶ھ میں آپ نے پڑھنا شروع کیا۔

مشرق کا سفر

۳۹۷ھ میں طلب علم کیلئے بلادِ مشرق کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں چار مہینے قیروان میں ٹھہرے۔

مصر کی طرف روانگی

اسی سال شوال میں مصر آئے اور ایک سال یہاں ٹھہرے۔

حجاز کا قیام

ایک سال حجاز میں اور اسی قدر دیگر مقامات پر قیام کیا۔

اُندلس کی طرف روانگی

حدیث وقراءات کی تکمیل کے بعد فریضۂ حج ادا کر کے ۳۹۹ھ میں اندلس واپس آ گئے۔

سرقسطہ میں قیام

۴۰۳ھ میں دوبارہ تحصیل علم کے لیے نکلے اور سرقسطہ میں سات سال قیام کیا۔

اپنے وطن واپسی

سرقسطہ میں سات سال قیام کرنے کے بعد آپ قرطبہ تشریف لے گئے اور ۴۱۷ھ میں دوبارہ اپنے وطن دانیہ تشریف لائے۔ آپ کے اپنے قول کے مطابق اس کے بعد میں نے کوئی سفر اختیار نہیں کیا اور گویا کہ آپ رحمہ اللہ مرتے دم تک یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ [سیر أعلام النبلاء: ۸۰/۱۸]

علوم قرآن وحدیث کا حصول

امام موصوف نے علم حدیث، علم اسماء الرجال، علم قراءات، فقہ وتفسیر غرض تمام علوم میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ رحمہ اللہ نے مختلف روایات کے مطابق قرطبہ میں عبدالعزیز بن جعفر فارسی، ابوالحسن بن غلبون، خلف بن خاقان مصری، ابوالفتح فارس بن احمد وغیرہ سے قرآن پاک پڑھا اور حجاز، مصر، مغرب اور اندلس جیسے دور دراز ممالک میں جا کر اپنے سب سے بڑے شیخ ابومسلم کاتب احمد بن فارس عبقسي، عبدالرحمن بن عثمان قشيري، حاتم بن عبدالله بزاز، أحمد بن فتح بن رسان، عبدالرحمٰن بن عمر بن فاس مصری، ابوالحسن بن محمد قابسی اور دوسرے بہت سے لوگوں سے حدیث کا سماع کیا۔'' [تذكرة الحفاظ :۷۴۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ دانی رحمہ اللہ پر علماء کی شہادتیں

وقال المغامي: كان أبوعمرو الداني مجاب الدعوة، مالكي المذهب.

''مغامی کہتے ہیں کہ ابوعمرو مستجاب الدعوات تھے اور مذہباً مالکی تھے۔'' [معرفة القرآء الكبار:۴۰۸]

قال ابن بشكوال:

"كان أبوعمرو أحد الأئمة في علم القرآن ورواياته وتفسيره، ومعانيه وطرقه وإعرابه، وجمع في ذلك كله تواليف حسانا مفيدة، يطول تعدادها، وله معرفة بالحديث وطرقه وأسماء رجاله ونقلته، وكان حسن الخط، جيد الضبط من أهل الحفظ والذكاء والتفنن ديناً فاضلات ورعاً سنياً" [سير أعلام النبلاء:۸۰/۱۸]

''ابن بشکوال کہتے ہیں: ''ابوعمرو فن قراءات، ان کی مختلف روایات، ان کی تفسیر، معانی، طرق اور اعراب میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان سب مضامین پر انہوں نے بہت اچھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ کو حدیث، اسانید اور اسماء الرجال میں بھی معرفت تامہ حاصل تھی۔ اعلیٰ درجہ کے خوش نویس تھے نیز حفظ، ذکاء اور علوم وفنون میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ فاضل، ادیب، متقی، پرہیزگار اور سنت کے پابند تھے۔''

[معرفة القراء الكبار على الطبقات والأعصار:۴۰۸]

قال الإمام الذهبي:

إلى أبي عمرو المنتهى في تحرير علم القراءات وعلم المصاحف، مع البراعة في علم الحديث والتفسير والنحو وغير ذلك. [سير أعلام النبلاء:۸۰/۱۸]

''امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ علم قراءات کا ضبط ابوعمرو پر ختم تھا اور وہ نحو، تفسیر اور علوم الحدیث وغیرہ میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے۔''[ترجمة المؤلف في جامع البيان:۷]

الحافظ عبدالله بن محمد خليل رحمه الله قال بعض الشيوخ لم يكن في عصره ولا بعد عصره بمدد أحد يضاهيه في حفظه و تحقيقه. [غاية النهاية في طبقات القراء]

''حافظ عبداللہ بن محمد بن خلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض شیوخ نے علامہ دانی رحمہ اللہ کا ذکر کیا تو فرمایا حفظ اور تحقیق میں اُن کے زمانہ میں اور اُن کے بعد بھی اُن کے مثل کوئی نہ تھا۔''

وكان يقول ما رأيت شيئا إلا كتبته ولا كتبته إلا حفظته ولا حفظته فنسية.

''اور ان کا اپنا بیان ہے کہ میں کوئی چیز دیکھتا تو اُسے لکھ لیتا اور جسے لکھ لیتا اُسے یاد کر لیتا اور جسے یاد کر لیتا اُسے کبھی نہیں بھولتا۔''[غاية النهاية في طبقات القراء:۵۰۴]

علامہ دانی رحمہ اللہ سے جب آثار اور نصوص علماء سے متعلق مسئلہ پوچھا جاتا تو اُس کو تمام متعلقہ اسانید کے ساتھ بیان کرتے اور بغیر سند کوئی بات نہیں کہتے تھے۔[إيضاح المقاصد شرح عقيلة أتراب القصائد:۲۵]

حمیدی کہتے ہیں: ابوعمرو بہت علم رکھنے والے محدث تھے اور قرآن حکیم پڑھانے میں سب سے فائق تھے۔

[تذكرة الحفاظ:۷۴۹]

حافظ ابومحمد بن عبداللہ حجری کہتے ہیں: ہمارے بعض شیوخ نے علامہ دانی رحمہ اللہ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ حفظ اور تحقیق میں اُن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے زمانہ میں اور اُن کے بعد بھی ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔[تذکرة الحفاظ:۷۴۹]

محقق امام محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ:

”ومن نظر كتبة علم مقدار الرجل وما وهبه الله تعالىٰ فيه فسبحان الفتاح العليم ولا سيما كتاب جامع البيان فيما رواه في القراءات السبع وله كتاب التيسير المشهور ومنظومته الاقتصاد أرجوزة مجلد، وكتاب إيجاد البيان في قراءة ورش مجلد، وكتاب التلخيص في قراءة ورش أيضا مجلد لطيف، وكتاب المقنع مجلد في رسم المصحف، وكتاب المحكم في النقط مجلد وكتاب المحتوى في القراءات الشواذ مجلد وكتاب الأرجوزة في أصول السنة مجلد، وكتاب طبقات القراء في أربعة أسفار وهو عظيم في بابه لعلي أظفر بجميعه إن شاء الله تعالىٰ، وكتاب الوقف والابتداء وكتاب التمهيد لاختلاف قراءة نافع مجلد، وكتاب المفردات مجلد كبير، وكتاب الإمالات مجلد، وكتاب الراءآت لورش مجلد، وكتاب الفتن والملاحم، وكتاب مذاهب القراء في الهمزتين مجلد، وكتاب اختلافهم الياءات مجلد، وكتاب الإمالة مجلد، وكتاب شرح قصيدة الخاقاني في التجويد مجلد، وكتاب التحديد في الإتقان والتجويد مجلد، وغير ذلك وغالب ذلك رأيته وملكته.“

”میں (جزری رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ جو ان کی کتابوں پر نظر ڈالے گا اسے اُن (دانی رحمہ اللہ) کے علمی مرتبے اور اس ضمن میں ان پر اللہ تعالیٰ کی بخشش کا پتہ چل جائے گا (فسبحان الفتاح العليم) ان میں سے خاص طور پر ان کی کتاب جامع البیان جو انہوں نے قراءات سبعہ (سات قراءتوں) پر لکھی ہے، قابل ذکر ہے۔ مشہور و معروف کتاب التيسير ان کی تصنیف ہے اس کے علاوہ ان کی تصنیفات میں ان کی مختصر منظوم کتاب ارجوزہ (ا) مجلد، كتاب إيجاد البيان في قراءة ورش مجلد ہیں۔ كتاب التلخيص في قراءة ورش بھی ان کی ایک نفیس کتاب ہے۔ اس کے علاوہ ان کی کتابیں كتاب المقنع مجلد رسم المصحف كتاب المحكم في النقط مجلد، كتاب المحتوي في القراءات الشواذ مجلد، كتاب الأرجوزة في أصول السنة مجلد، كتاب طبقات القراء في أربعة أسفار، ضخيم، حجم ان کی تصانیف ہیں۔ خدا کرے کہ میں ساری کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ إنشاء الله (امام جزری رحمہ اللہ) كتاب الوقف والابتداء، كتاب التمهيد لاختلاف قراءة نافع مجلد، كتاب المفردات، ضخيم كتاب، كتاب الإمالات (۲) مجلد، كتاب الراءآت لورش مجلد، كتاب الفتن والملاحم، كتاب مذاهب (ا) القراء في الهمزتين مجلد، كتاب اختلافهم في الياءات مجلد، كتاب الإماله مجلد، كتاب شرح قصيده الخاقاني في التجويد مجلد، كتاب التجويد في الاتقان والتجويد مجلد وغیرہ۔ ان میں سے اکثر کتابیں میں نے دیکھی ہیں اور میرے پاس ہیں۔“

شیوخ امام دانی رحمہ اللہ

آپ کی کتاب المكتفى في الوقف والإبتداء کے محقق ڈاکٹر يوسف عبدالرحمن المرعسلي نے لکھا ہے کہ آپ نے درج ذیل شیوخ سے علم قراءت اور علم حدیث حاصل کیا۔

① الشيخ أبوبكر بن خليل ② الشيخ أبوبكر التجيبي
③ الشيخ أحمد بن الفتح بن الرسان ④ الشيخ أحمد بن فراس المكي العبقسي

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۶ الشيخ أحمد بن محمد بن عمر المصري الجزي
۷ الشيخ أحمد بن محمد بن بدر القاضي ۸ الشيخ علي حسن بن سليمان أنطاكي
۹ الشيخ أبوبكر حاتم بن عبدالله البزار
۱۰ الشيخ علي حسن بن محمد بن إبراهيم البغدادي
۱۱ الشيخ خلف بن إبراهيم بن خاقان المصري الخاقاني
۱۲ الشيخ خلف بن يحيىٰ
۱۳ الشيخ أبوعثمان سعيد بن عثمان بن أبوسعيد القزاز
۱۴ الشيخ أبوحسن طاهر بن عبدالمنعم بن غلبون الحلبي
۱۵ الشيخ أبوالمطرف عبدالرحمن بن عثمان القشيري الزاهد
۱۶ الشيخ أبومحمد عبدالرحمن بن عمر بن محمد المعدل النحاس
۱۷ الشيخ أبومحمد عبدالرحمن بن عمر بن محمد المالكي
۱۸ الشيخ أبوالقاسم عبدالعزيز بن جعفر بن خواستي الفارسي
۱۹ الشيخ على عبدالله بن أبوعبدالرحمن المصاحفي
۲۰ الشيخ عبدالوهاب بن منير بن حسن خشاب مصري
۲۱ الشيخ علي عبدالله بن سلمة بن حزم اليحصبي التدلسي
۲۲ الشيخ أبوالفتح فارس بن أحمد بن موسىٰ المحصي
۲۳ الشيخ أبو مسلم محمد بن أحمد بن علي
۲۴ الشيخ أبوعبدالله محمد بن خليفة
۲۵ الشيخ محمد بن عبدالله بن أبوزمنين الفقيه الإبيري
۲۶ الشيخ أبوالفرج محمد بن عبدالله النجاد
۲۷ الشيخ على محمد بن عبدالواحد البغدادي
۲۸ الشيخ أبوالفرج محمد بن يوسف بن محمد أموى الأندلسى قرطبي المعروف بالنجاد
۲۹ الشيخ يونس بن عبدالله القاضي ۔ رحمهم الله تعالىٰ

تلامذہ امام دانی رحمہ اللہ

۱ أبوالحسن بن الورش
۲ أبوإسحاق إبراهيم بن علي الفيسولي
۳ أبوالقاسم أحمد بن عبدالملك بن موسىٰ بن أبوحمزه المرسي
۴ أحمد بن عثمان بن سعيد (ولده)
۵ أبوعبدالله أحمد بن محمد بن عبدالله بن عبدالرحمن بن عثمان خولاني

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۶) حسين بن علی مبشر
(۷) خلف بن إبراهيم طليطلي
(۸) خلف بن محمد أنصاري
(۹) أبوالقاسم شيخ بن نمارة
(۱۰) عبدالحق بن أبومروان بن ثلج أندلسي
(۱۱) عبدالملك بن عبدالقدوس
(۱۲) أبوبكر عمران بن أحمد فصيح
(۱۳) أبوعبدالله محمد بن إبراهيم بن إلياس العمی
(۱۴) محمد بن أحمد بن مسعود داني
(۱۵) أبوعبدالله محمد بن عيسیٰ بن فرج تجيبي مغامي طليطلي
(۱۶) أبوبكر محمد بن مخرج
(۱۷) أبوعبدالله محمد بن يحيیٰ بن مراحم أنصاري خزرجي طليطلي
(۱۸) أبوداؤد بن سليمان بن نجاح أموي . مؤلف كتب كثيرة
(۱۹) أبوداؤد مخرج
(۲۰) أبوالحسن يحيیٰ بن إبراهيم بن أبوزيد الواني المرسي المعروف ابن بياز كتاب النبذ (هٰكذا فی التيسير)

آپ کی تصانیف

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ ایک سو بیس (۱۲۰) کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے تفسیر، معانی، طرق اور اعراب پر بہت اچھی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اس کے علاوہ آپ نے قراءات، رسم، تجوید اور الوقف والابتداء وغیرہ پر بہت اعلیٰ پائے کی کتب لکھیں۔

'المکتفي' کے محقق ڈاکٹر یوسف عبدالرحمٰن نے آپ کی جن تصانیف کے نام ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) 'اختلاف القراء' تین جلدوں میں ہے۔ بعض نے اس کا نام 'رسالة في اختلاف القراء' ذکر کیا ہے۔
(۲) اختلاف القراء في الياءات ایک جلد ہے۔
(۳) الادغام الكبير في قراءة القرآن
(۴) الأرجوزة في أصول السنة
(۵) الإشاره بلطيف العبارة
(۶) الاقتصاد في رسم المصاحف
(۷) الاقتصاد في القراءات السبع
(۸) الاكتفاء في الوقف والابتداء
(۹) الإمالات
(۱۰) الإمالة
(۱۱) الاهتداء في الوقف الابتداء
(۱۲) إيجاد البيان في قراءة ورش عن نافع
(۱۳) الإيضاح في الهمزتين

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

٦٤ البيان في عداي القرآن
٦٥ التقريب
٦٦ التلخيص في قراءة ورش
٦٧ التهذيب في القراءت
٦٨ جامع البيان في عداي القرآن
٦٩ الراءت الورش
٧٠ رسالة في رسم المصحف
٧١ شرح قصيدة الخاقاني في التجويد
٧٢ الفتح الإمامة أبوعمر بن العلاء
٧٣ الفتن الملاحم
٧٤ الفتن
٧٥ الفرق بين الضاد الظاء في كتاب الله
٧٦ إمالات الراء ات لورش
٧٧ اللوامع في القراءت
٧٨ المحكم في نقط المصاحف
٧٩ مذاهب القراء في الهمزتين
٨٠ مفردة يعقوب في القراءة
٨١ الموضح في القراءة
٨٢ النقط
٨٣ الوقف على كلابلى

٨٤ التحديد في ضاعة الاتقان والتجويد
٨٥ التعريف في القراءات
٨٦ التعريف في القراءات الشواذ
٨٧ التمهيد الاختلاف قراءة نافع
٨٨ التنبيه على النقط الشكل
٨٩ التيسير في القراءت السبع
٩٠ ذيل المقنع في معرفة رسم المصاحف
٩١ رسالة الظاءات في القرآن الكريم
٩٢ رسالة في خلاف القراء
٩٣ رسالة في القراءت
٩٤ طبقات القراء أخبارهم
٩٥ قراءة ابن كثير
٩٦ المعتوى في القراءات الشواذ
٩٧ مختصر مرسوم المصحف
٩٨ مفردات القراء السبعة
٩٩ الموضح في الفتح الإمالة
١٠٠ الموضح المذاهب القراءة
١٠١ ورود حرف الظاء خاصة في كتاب الله
١٠٢ الوقف التام

١٠٣ مسألة عن تأويل الاستثناء السعداء الأشقياء ١٠٤ الياءات
١٠٥ تذكرة الحافظ تراجم القراء السبعة و اجتماعهم واتفاقهم في حروف الاختلاف
١٠٦ الأرجوزة المنبة علىٰ أسماء القراء الرواة أصول القراء
١٠٧ فهرسة شيوخه (ويقال لها أيضاً فوائد أبي عمرو الداني)
١٠٨ التنبيه على مذهب أبوعمر بن العلاء في الامامة الفتح بالعل
١٠٩ جامع البيان فى القراءت السبع طرقها المشهورة الغريبة
١١٠ تبصره المبتدي و تذكرة المنتهى في القراءات
١١١ رسالة في البيان مذهب أبويعقوب الأزرق
١١٢ التلخيص الأصول قراءة نافع بن عبدالرحمن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۹۳) المقنع في معرفة رسم خطوط مصاحف أهل الأمصار نقطها
(۹۴) المكتفى في الوقف والابتداء أيضا وقف التام الوقف الكافي الحسن في كتاب الله

تصانیف دانی رحمہ اللہ کی مقبولیت

امام ابوعمرو عثمان بن سعید دانی رحمہ اللہ کی تین مشہور کتابوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطاء کیا ہے کہ ان تینوں کتابوں کو امام شاطبی رحمہ اللہ نے نظم کیا اور وہ تقریباً پوری دنیا کے مدارس میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔

(۱) آپ کی کتاب 'التیسیر' کو علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے منظوم کیا۔ علامہ شاطبی رحمہ اللہ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

وفي يسرها التيسير رمت اختصاره فأجبت بعون الله منه مؤملا

''اور اس قصیدے کے آسان معانی میں، میں نے کتاب تیسیر کے اختصار کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس قصیدے نے اس کتاب سے اپنی آرزو کا پھل حاصل کرلیا۔''

پھر لکھتے ہیں:

وألفافها زادت بنشر فوائد فلفت حياء وجهها أن تفضلا

''اور اس قصیدے کے مضامین میں بہت سے ایسے ہیں جو علمی فوائد میں تیسیر پر بڑھ گئے۔ لیکن ان فوائد نے شرم کی وجہ سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا ہے کہ کہیں اس قصیدے کو (تیسیر پر) فضیلت نہ دی جائے۔''

یعنی میں نے تیسیر کے مسائل کا اختصار تو کیا ہی ہے ضمناً اشارتی رنگ میں بہت سے علمی نکات بھی شامل کر دیے ہیں۔ اشارتی طرز بیان اس لیے کہ یہ قصیدہ تیسیر پر فضیلت حاصل نہیں کرنا چاہتا۔

وسميتها حرز الأماني تيمناً ووجه التهاني فاهنه متقبلا

''میں نے برکت کے حصول کے لیے اس قصیدے کا نام حرز الامانی ووجہ التہانی رکھا۔ پس تو اس کو مبارکباد کہہ کیونکہ وہ مقبول ہے۔''

(۲) 'عقيلة أتراب القصائد' مصاحف عثمانیہ کے رسم میں امام دانی رحمہ اللہ کی کتاب 'مقنع' کا اختصار ہے۔

(۳) 'ناظمة الزهر في علم الفواصل' اس میں بھی علامہ دانی رحمہ اللہ کی 'کتاب البيان في عد آي القرآن' کا اختصار ہے۔

علامہ دانی رحمہ اللہ کی تیسیر کے ساتھ علامہ جزری رحمہ اللہ نے تین قراء کی قراءات کا اضافہ کیا اور دس قراء کی قراءات کو ایک جگہ جمع کر کے اس کا نام 'تحبیر التیسیر' رکھا۔

جیسا کہ علامہ جزری رحمہ اللہ الدرۃ میں فرماتے ہیں:

كما هو في تحبير تيسير سبعها فأسأل ربي أن يمن فتكملا

''جس طرح کہ سبعہ قراءات کی کتاب التیسیر کے تکملہ میں قراءات ثلاثہ کی کتاب تحبیر میں ہے، میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ احسان فرمائے کہ یہ قصیدہ مکمل ہو۔

یعنی یہ قراءاتِ ثلاثہ میں نے اپنی تصنیف 'تحبير التيسير' کے مطابق نظم کی ہیں۔ تحبير التيسير، علامہ جزری رحمہ اللہ کی وہ شہرہ آفاق تصنیف ہے جس میں موصوف نے قراءاتِ ثلاثہ کو نثر میں لکھا ہے اور ایک طرح سے یہ علامہ دانی رحمہ اللہ کی کتاب 'التيسير' کا تکملہ ہے جو سبعہ قراءات پر نثر میں علامہ دانی رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مستند مانی جاتی ہے۔اس طرز پر علامہ جزری رحمہ اللہ نے تین قراءتوں کو مرتب کیا اور کتاب کا مذکورہ نام تجویز کیا۔ تحبیر بمعنی تزیین، گویا جزری رحمہ اللہ کی کتاب سے دانی رحمہ اللہ کی تیسیر کو تزیین حاصل ہوئی۔اور نظم میں یہ کتاب 'الدرة المضیئة في القراءات الثلاث' تصنیف فرمائی یہ گویا شاطبیہ کا تکملہ ہے اور نظم کا قافیہ و وزن شاطبیہ ہی کا اختصار فرمایا ہے۔'تحبير التيسير' مدتوں سے مخطوط شکل میں چلی آرہی تھی۔الشیخ عبدالفتاح القاضي اور الشیخ محمد الصّادق قمحاوي کی تعلیق و تصحیح سے مزین ہوکر الحمد للہ مصر میں چھپ گئی ہے۔

[بحوالہ الدراري شرح الدرة المضیئة امام القراء حضرۃ قاری اظہار احمد التھانوی رحمہ اللہ]

اسنادامام دانی رحمہ اللہ

امام دانی رحمہ اللہ کی اسناد کو پڑھنے سے پہلے ان چند سطور کو اچھی طرح پڑھ لیں۔

ہر روایۃ میں دو دو عنوان آئیں گے پہلا روایتی سند کا اور دوسرا تلاوتی کا۔سب سے پہلا نام علامہ دانی رحمہ اللہ کے شیخ کا ہوگا اور آخری نام امام کا ہوگا اور یہ بھی یاد رہے کہ امام کے شاگرد کو راوی اور راوی کے شاگرد کو طریق اور کسی کو طرق کہتے ہیں پس تلاوتی سند میں جو نام سب سے پہلا ہو اس کو دانی رحمہ اللہ کا شیخ سمجھیں اور جو نام راوی مثلاً سیدنا قالون رحمہ اللہ کے نام سے پہلے ہو اس کو اس روایت کا طریق تصور کریں گے۔

امام نافع رحمہ اللہ کی قراءۃ سند

قالون رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

اس روایت کو ہم سے احمد بن عمر بن جیزی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن احمد بن منیر نے بیان کیا۔وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عیسیٰ مدنی قرشی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے قالون نے نافع سے نقل کر کے بیان کیا۔

تلاوتی سند

میں نے اس روایت میں تمام قرآن اپنے شیخ ابوالفتح فارس بن احمد موسیٰ بن عمران حمصی سے پڑھا جو قراءۃ کے معلم تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے یہ روایت ابوالحسن عبدالباقی بن حسین معلم قراءۃ سے پڑھی اور انہوں نے کہا کہ میں نے اس میں پورا قرآن ابراہیم بن عمر معلم قراءۃ سے پڑھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن احمد بن عثمان بن جعفر بن جویان معلم قراءۃ سے پڑھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابوبکر احمد بن محمد اشعث سے پڑھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابونشیط محمد بن ھارون معلم قراءۃ سے پڑھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے قالون سے پڑھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے نافع سے پڑھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ورش رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

شیخ ابوعبداللہ احمد بن محفوظ رحمہ اللہ جو مصر کے قاضی تھے۔شیخ احمد بن ابراہیم جامع، الشیخ ابوعمر بکر بن محمد بن شہاب۔ شیخ عبدالصمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ۔سیدنا ورش رحمہ اللہ۔امام نافع رحمہ اللہ۔

تلاوتی سند

شیخ ابوالقاسم خلف بن ابراہیم بن محمد بن خاقان رحمہ اللہ جو مصر میں قرآن کے معلم تھے۔شیخ أبو جعفر أحمد بن أسامة تجیبي، شیخ اسماعیل بن عبداللہ نحاس رحمہ اللہ، شیخ ازرق ابویعقوب یوسف بن عمر بن یسار رحمہ اللہ، سیدنا ورش رحمہ اللہ، امام نافع رحمہ اللہ۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت کی سند

قنبل کی روایت

روایتی سند

شیخ ابومسلم محمد بن احمد بن علی بغدادی، شیخ القراء ابن مجاہد، سیدنا قنبل، سیدنا قواس ابوالحسین احمد بن محمد بن عوف، سیدنا ابوالاخریط وہب بن واضح، سیدنا اسماعیل بن عبداللہ قسط رحمہ اللہ، سیدنا شبل بن عباد اور معروف بن مشکان رحمہ اللہ، امام ابن کثیر رحمہ اللہ یعنی شبل اور معروف دونوں نے خود امام سے پڑھا ہے۔

تلاوتی سند

شیخ ابوالفتح فارش بن احمد حمص مقری رحمہ اللہ، شیخ ابواحمد سامری عبداللہ بن حسین بغدادی رحمہ اللہ، امام ابن مجاھد رحمہ اللہ، سیدنا قنبل رحمہ اللہ۔

بزی رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

شیخ محمد بن احمد کاتبی رحمہ اللہ، الشیخ احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ، شیخ مفر بن صدحی مکی رحمہ اللہ جو موذن اور بنی مخزوم کے مولیٰ تھے۔سیدنا احمد بن ابی بزہ یعنی بزی رحمہ اللہ، الشیخ اسماعیل عکرمہ بن سلیمان بن عامر رحمہ اللہ، الشیخ اسماعیل بن عبداللہ قسط رحمہ اللہ، امام ابن کثیر رحمہ اللہ۔سیدنا بزی رحمہ اللہ نے اپنی سند اسی طرح بیان کی ہے یعنی اپنے اور امام کے درمیان دو واسطے بتائے ہیں۔

تلاوتی سند

شیخ ابوالقاسم عبدالعزیز بن جعفر بن محمد مقری فارسی رحمہ اللہ، شیخ ابوبکر محمد بن حسین نقاش رحمہ اللہ، شیخ ابوربیعہ محمد بن اسحاق ربعی رحمہ اللہ، سیدنا بزی رحمہ اللہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءۃ کی سند

ابوعمر دوری رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

شیخ محمد بن احمد بن علی، شیخ ابوعیسیٰ محمد بن احمد بن قطن نمبر ایک والے محمد بن احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابوعیسیٰ نے دوری کی روایت ۳۱۸ھ میں بیان کی۔ سیدنا ابوخلاد بن سلیمان بن خلاد، سیدنا ابوعمرو دوری رحمہ اللہ، سیدنا یزیدی رحمہ اللہ۔ امام ابوعمرو رحمہ اللہ۔

تلاوتی سند

شیخ عبدالعزیز بن جعفر بن محمد بن اسحاق بغدادی فارسی موصوف بطریق ابوعمرو دوری (یعنی عبدالعزیز فارسی دانی کے روایت دوری کے شیخ ہیں سوسی کی روایت کے نہیں) شیخ ابوطاہر بن عبدالواحد بن عمر بن ہشام مقری شیخ عبدالعزیز فارسی نے علامہ دانی رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے شیخ ابوطاہر بن عبدالواحد سے سیدنا دوری کی روایت میں بہت مرتبہ قرآن پڑھا جن کو میں شمار نہیں کرسکتا۔ سیدنا ابوبکر بن مجاہد موصوف، سیدنا ابوالزعراء عبدالرحمٰن بن عبدوس۔ سیدنا ابوعمرو دوری۔ سیدنا یزیدی۔ امام ابوعمرو رحمہ اللہ۔

ابوشعیب سوسی کی روایت

روایتی سند

خلف بن ابراہیم بن محمد مقری، ابومحمد بن حسن رشیق معدل، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (مشہور محدث) ابوشعیب سوسی یزیدی۔ ابوعمرو۔

تلاوتی سند

ابوالفتح فارس بن احمد مقری (دانی کہتے ہیں) کہ میں نے ان سے سوسی کی روایت میں پورا قرآن مثلین و متقاربین میں سے اوّل کے اظہار اور ادغام دونوں کے ساتھ پڑھا ہے (ابواحمد سامری) عبداللہ بن حسین مقری، ابوعمران موسیٰ بن جریر نحوی، ابوشعیب سوسی یزیدی، ابوعمرو، ابوعمرو دانی فرماتے ہیں کہ ہمیں ادغام کے قواعد ان دو سندوں کے ذریعے پہنچے ہیں۔ اوّل محمد بن احمد، ابن مجاہد، ابوالزاعراء عبدالرحمٰن بن عبدوس، ابوعمرو دوری، یزیدی، ابوعمرو۔ دوم دانی کے شیخ ابوالحسن، عبداللہ بن مبارک، جعفر بن سلیمان، ابوشعیب سوسی، یزیدی، ابوعمرو بن علاء۔

امام ابن عامر رحمہ اللہ کی قراءۃ کی سند

ابن ذکوان رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

محمد بن احمد، احمد بن موسیٰ، محمد بن یوسف تغلبی، عبداللہ بن ذکوان، ایوب بن تمیم، یحییٰ بن حارث زماری، ابن عامر، 963

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصنف فرماتے ہیں کہ اس روایت کی دوسری سند اس طرح ہے۔

تلاوتی سند

عبدالعزیز بن جعفر فارسی مقری، ابوبکر محمد بن حسن نقاش، ابوعبداللہ ہارون بن موسیٰ بن شریک اخفش۔ نقاش کہتے ہیں کہ میں نے اس روایت میں قرآن اخفش سے مشق سے پڑھا تھا۔ عبداللہ بن ذکوان۔

ہشام رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

محمد بن احمد، ابن مجاہد، حسن بن ابی مہران جمال، احمد بن یزید حلوانی، ہشام بن عمارۃ، عراک بن خالد مقری یحییٰ بن حارث زماری، عبداللہ بن عامر۔

تلاوتی سند

ابوالفتح (ابواحمد سامری) عبداللہ بن حسین مقری، محمد بن احمد بن عبدان مقری، حلوانی، ہشام بن عمارہ (واللہ اعلم)

امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءۃ کی سند

ابوبکر کی روایت

روایتی سند

محمد بن احمد بن علی کاتب، ابن مجاہد، احمد بن ابراہیم بن عمرو کیسی، ابوعمرو، یحییٰ بن آدم، ابوبکر، عاصم۔

تلاوتی سند

ابوالفتح فارس احمد مقری، ابوالحسن عبدالباقی بن حسین مقری، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن احمد مقری بغدادی، یوسف بن یعقوب واسطی، شعیب بن ایوب صیرفی، یحییٰ بن آدم، ابوبکر، عاصم۔

اسی روایت کی ایک اور تلاوتی سند

فارس بن حمد، عبداللہ بن حسین، احمد بن یوسف قافلانی، صیرفی، یحییٰ بن آدم، ابوبکر، عاصم۔

حفص رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

ابوالحسن طاہر بن غلبون مقری، ابوالحسن علی بن محمد بن صالح بن محمد ہاشمی ضریر جو بصرہ میں قراءت کے معلم تھے۔ ابوالعباس احمد بن سہل اشنانی، ابومحمد عبید بن صباح، حفص، عاصم۔

تلاوتی سند

ابوالحسن، ہاشمی، اشنانی،، عبید بن صباح، حفص، عاصم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ کی سند

خلف رحمہ اللہ کی روایت

روایتی سند

محمد بن احمد، ابن مجاہد، ادریس بن عبدالکریم، خلف، سلیم، حمزہ۔

تلاوتی سند

دانی رحمہ اللہ کے شیخ ابوالحسن طاہر بن غلبون، ابوالحسن محمد بن یوسف بن نہار حرتکی۔ ابن غلبون فرماتے ہیں کہ میں نے حرتکی سے بصرہ میں قران پڑھا۔ابوالحسن احمد بن عثمان بن جعفر بن بویان ،ادریس بن عبدالکریم، ابن بویان فرماتے ہیں کہ ابھی تک ادریس نے خلف کی اختیار کردہ دسویں قراءۃ پڑھنی شروع نہیں کی تھی کہ میں نے اس سے پہلے ہی اُن سے خلف کی وہ روایۃ پڑھ لی تھی جس کو انہوں نے سُلیم کے ذریعے حمزہ سے نقل کیا ہے۔خلف۔ سلیم، حمزہ۔

خلاد کی روایت

روایتی سند

محمد بن احمد، احمد بن موسیٰ، یحییٰ بن ہارون مزوق، احمد بن یزید، حلوانی، خلاد، سلیم، حمزہ۔

تلاوتی سند

ابوالفتح ضریر، ابواحمد سامری، عبداللہ محمد حسین مقری، محمد بن احمد بن شنبوذ، ابوبکر محمد بن شاذان جوہری مقری، خلاد، سلیم، حمزہ۔

امام کسائی رحمہ اللہ کی قراءۃ کی سند

دوری کی روایت

روایتی سند

ابومحمد عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن معدل، عبداللہ بن احمد، جعفر بن محمد بن اسد نصیبی ، ابوعمر دوری، کسائی۔

تلاوتی سند

دانی کے شیخ ابوالفتح ،عبدالباقی بن حسین ،محمد بن علی بن جلندی موصلی، جعفر بن محمد، ابوعمرو دوری، کسائی۔

ابوالحارث کی روایت

روایتی سند

محمد بن احمد، ابن مجاہد موصوف، محمد بن یحییٰ، ابوالحارث کسائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ

ابوالفتح فارس بن احمد، ابوالحسن عبدالباقی بن حسین مقری، زید بن علی، احمد بن حسن جوبطی سے مشہور ہیں۔ محمد بن یحییٰ کسائی صغیر، ابوالحارث، کسائی۔

آپ رحمہ اللہ کی وفات

شیخ الاسلام امام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ ۴۴۴ھ میں شوال کے وسط میں پیر کے روز دانیہ میں انتقال فرما گئے اور اسی روز عصر کے بعد دفن کیے گئے۔

حاکم دانیہ نے ان کے جنازے کی قیادت کی اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے جنازے کی متابعت کی۔ اس طرح ۴۴۴ھ کو دنیائے قانی کا علمی چراغ بجھ گیا اور عالم اسلام ایک عظیم محدث و مقری اور صاحب علم وفضل سے محروم ہوگیا۔
اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَارْفَعْ دَرَجَاتَهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ. آمین!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فیاض الحسن جمیل الازہری*
ترجمہ وتلخیص: عمران اسلم☆

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اور علم قراءات میں اِن کی خدمات

پاکستان میں انکارِ قراءاتِ قرآنیہ اور انکارِ حدیث میں پیش پیش ادارہ 'المورد' کے ڈائریکٹر اور مجلّہ 'اشراق' کے مدیر مسٹر جاوید احمد غامدی اپنے کارہائے سیاہ کے اعتبار سے علمی وعوامی حلقوں میں غیر معروف نہیں۔ انہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اسلام کا ہر وہ حکم جو مغرب یا مغرب زدہ افراد کیلئے کسی طرح سے بھی باعث تشویش ہے، اس کا کسی نہ کسی طرح انکار کر دیا جائے۔ ان کا ہر کام شریعتِ اسلامیہ کی توضیح وتشریح کے بجائے اس کی تحریف وتاویل پر مشتمل نظر آتا ہے۔ حدیثِ رسول کے بارے میں منفی شبہات پھیلانے کے علاوہ انہوں نے قراءاتِ قرآنیہ کے ردّ یعنی 'انکارِ قرآن' کا فریضہ بھی اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ ان کا عام طریقۂ واردات یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے کسی امام کی عبارتوں سے من چاہا مطلب نکال لیتے ہیں اور اپنے غلط نظریات کے حق میں بطور دلیل پیش کر دیتے ہیں۔ متواتر قراءاتِ قرآنیہ کے انکار کے ضمن میں بھی انہوں نے اپنے نظریہ کی بنیاد امام سیوطی رحمہ اللہ پر رکھی ہے اور ان کے حوالے سے دعویٰ کیا ہے کہ وہ حدیث سبعہ احرف کو متشابہات میں شمار کرتے ہیں چنانچہ مختلف قراءاتِ قرآنیہ کا ثبوت ممکن نہیں۔ زیر نظر تحریر میں مضمون نگار نے مثبت انداز میں امام سیوطی رحمہ اللہ کے نظریۂ قراءات اور انکی خدماتِ علوم القراءات کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موضوع پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیقی کام کیا جائے تاکہ غامدی صاحب جان سکیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے نظریۂ انکارِ قراءات کو پیش کرنا انتہائی ناقص مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

واضح رہے کہ یہ مضمون اس سے قبل اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے تحقیقی مجلّہ علوم اسلامیہ میں الإمام جلال الدین السیوطي وأھمّ آثارہ في علم القراء ات کے زیرعنوان عربی زبان میں شائع ہو چکا ہے، فاضل مترجم نے اسے غامدی تلبیسات کی توضیح کیلئے اُردو قالب میں ڈھالا ہے۔ 'کیا حدیثِ سبعہ أحرف متشابہات میں سے ہے؟' اس موضوع پر شمارہ ہذا صفحہ نمبر ۸۱۷ پر عمران اسلم کا مضمون اور قراءات نمبر دوم صفحہ ۳۴۷ پر شیخ القراء قاری محمد طاہر رحیمی صاحب کا مستقل مضمون شائع کیا گیا ہے جبکہ قراءات نمبر اول صفحہ ۴۹۴ پر حافظ محمد زبیر کا مضمون 'قراءات متواترہ...... غامدی موقف کا تجزیہ' اس حوالے سے خصوصی طور پر لائق مطالعہ ہے۔ [ادارہ]

نام
آپ کا پورا نام عبدالرحمٰن بن الکمال بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر بن عثمان بن ناظر الدین محمد بن

* اللغة العربية وآدابها، جامعہ اسلامیہ، بہاولپور میں ایم اے کے طالب علم
☆ فاضل کلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سیف الدین خضر بن نجم الدین اَبی الصلاح اَیوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین الهمام الخضري الأسیوطي ہے۔[حسن المحاضرة في أخبار مصر والقاهرة للسيوطي: ۱۵۵/۱]

کنیت

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کی کنیت اَبوالفضل ہے جو کہ رئیس القضاۃ عزالدین اَحمد بن اِبراہیم نے مقرر کی۔
[النور السافرة: ۵۴/۱]

وِلادت

آپ کی وِلادت یکم رجب ۸۴۹ھ بروز اتوار بعد نماز مغرب قاہرہ میں ہوئی۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کا اِنتساب

'اسیوط' کی طرف نسبت سے آپ 'اسیوطی' مشہور ہوئے۔'مراصد الاطلاع' میں ہے کہ 'اسیوط' صعید مصر کے نواح میں دریائے نیل کے مغربی کنارہ پر واقع ایک شہر کا نام ہے۔[حسن المحاضرة: ۱۵۵/۱]
بعض کتب میں اس شہر کا نام 'سیوط' ہمزہ کے بغیر ذکر کیا گیا ہے۔

خاندانی پس منظر

آپ کے آبا وَ اَجداد کا شمار اہل علم، باا‌ثر اور معزز لوگوں میں ہوتا تھا۔آپ کے والدگرامی شافعی مذہب کے فقہاء میں سے تھے۔ جب اِمام سیوطی رحمہ اللہ کی عمر صرف پانچ سال اور سات ماہ تھی آپ کے والد جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔آپ اس وقت قرآن کریم کی سورۃ تحریم تک حفظ کر چکے تھے۔اس کے بعد آپ یتیمی کی حالت میں پلے بڑھے۔آپ کے والد نے 'فتح القدیر' کے مصنف کمال بن ہمام کو اپنے بیٹے کی تربیت اور سرپرستی کی وصیت کی تھی۔

تعلیم وتربیت اور اَساتذۂ کرام

بچپن ہی سے سیوطی پر ذہانت وفطانت کے آثار نمایاں تھے۔آپ ابھی آٹھ سال کے تھے کہ مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا۔اس کے بعد العمدة، المنهاج الفقهي، المنهاج الأصولي اور ألفية ابن مالك حفظ کر کے ۸۶۴ھ میں باقاعدہ طور پر حصول علم میں مشغول ہوگئے اور اپنے دور کے اکثر ماہرین فن سے پڑھا اور ان کی خدمت میں طویل عرصہ گزارا۔

حصول علم کیلئے سفر

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے حصول علم کے لیے شام، حجاز، یمن، ہند، مغرب اور بہت سے مصری شہروں کا سفر کیا۔انہی اسفار کے دوران آپ حج کی سعادت سے بھی فیض یاب ہوئے۔زمزم پیتے ہوئے آپ نے جو دعائیں کیں اُن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ مجھے علم حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور فقہ میں اپنے اُستاد شیخ سراج الدین بلقینی جیسا بلند مرتبہ عطاء فرما۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام سیوطی رحمہ اللہ کا علمی مرتبہ

امام سیوطی رحمہ اللہ فنون اور بہت سے علوم میں رتبہ اِمامت کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب 'حسن المحاضرۃ' میں ذکر کیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بالخصوص سات علوم میں بہت زیادہ معلومات دی ہیں، جو یہ ہیں:

''تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع۔''

آپ اپنی کتاب 'الرد علی من أخلد إلی الأرض وجهل أن الإجتهاد في كل عصر فرض' میں رقمطراز ہیں:

''روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک خضر، قطب یا کسی ولی اللہ کے علاوہ حدیث اور عربی کا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔''

اِن کا یہ دعویٰ عربی زبان کے بارے میں تو تسلیم کیا جا سکتا ہے البتہ حدیث کے بارے میں ان کا یہ دعویٰ غیر درست ہے، اِلا یہ کہ اس سے متون حدیث کا حفظ مراد ہو یا سخاوی کے علاوہ مراد ہو۔ نیز اُنہوں نے لکھا ہے کہ فقہ کے سوا باقی تمام فنون میں ان کے اَساتذہ میں سے بھی کوئی اِن کے ہم پلہ نہیں ہے البتہ فقہ میں ان کے شیخ کی معلومات وسیع اور زیادہ ہیں۔

اور ہاں اُصول فقہ اور علم الجدل والتصریف میں مذکورہ سات علوم سے کچھ کم معلومات ہیں ان کے بعد علم الإنشاء والترسل اور علم المیراث، اس کے بعد علم القراءت ہے جس میں ان کا کوئی اُستاذ نہیں اور اس کے بعد علم الطب کی معلومات ہیں۔ [حسن المحاضرۃ: ۱/۱۵۷]

منطق کے متعلق لکھتے ہیں کہ آغاز میں اس کے متعلق کچھ پڑھا تھا بعد میں اس سے طبیعت اچاٹ ہوگئی اور ابن صلاح کا اس علم کی حرمت کے متعلق فتویٰ پڑھا تو اسے بالکل ترک کر دیا اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے علم حدیث عطا فرمایا۔

منطق کے متعلق آپ نے دو رسالے تحریر فرمائے:

① القول المشرق في تحريم الإشغال بالمنطق

② صون المنطق والكلام عن فن المنطق والكلام

علم حساب آپ کے نزدیک بڑا مشکل تھا۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب میں حساب سے متعلق کوئی مسئلہ دیکھوں تو وہ میرے لیے اِتنا مشکل اور بھاری ہوتا ہے کہ گویا مجھے پہاڑ اٹھانا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے کہ مجھے دو لاکھ اَحادیث زبانی یاد ہیں۔

آپ نے قصبہ رضوان میں باب فرویلہ کی جانب پہلے خیمہ میں واقع جامع الکردی کی جگہ موجود مدرسہ محمودیہ کے کتب خانہ سے خوب اِستفادہ کیا۔ یہ مدرسہ مصر کے شاندار مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

'أنباء القمر' میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس مکتبہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس مکتبہ میں موجود بے بہا کتب قاہرہ میں آج کل موجود تمام کتابوں سے زیادہ قیمتی اور مفید ہیں۔ یہ کتابیں وہ ہیں جو ابرہان بن جماعہ نے زندگی بھر جمع کیں اور ان کی وفات کے بعد محمود آستادار نے ان کے ترکہ میں سے یہ کتابیں خرید کر بایں شرف وقف کر دیں کہ ان میں سے کوئی کتاب مدرسہ سے باہر نہ جانے پائے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ کتب خانہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحویل میں رہا اس وقت اس میں تقریباً چار ہزار جلدیں تھیں۔ آپ نے اس کتب خانہ کی فہرست مرتب کی تھی۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کو ملکہ اجتہاد اور اس کی تمام ضروری معلومات حاصل تھیں۔ آپ اپنی کتاب حسن المحاضرہ، الرد علی من أخلد إلی الأرض، طرز العمامة اور مسالك الحنفاء میں لکھتے ہیں:

''میں اگر ہر مسئلہ کے متعلق نقلی، عقلی دلائل، اس کے اُصول و اعتراضات مع جوابات، اس بارے میں مختلف مذاہب کے اختلاف اور ان کے مابین موازنہ وغیرہ کے بارے میں رِسالہ لکھنا چاہوں تو اپنی قوت یا طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور توفیق سے لکھ سکتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ساتھ آپ بڑے زود نویس، حاضر جواب، صحیح العقیدہ، متواضع، قناعت پسند اور بڑے عبادت گزار تھے۔ اُمراء وملوک کے تحائف قبول نہ کرتے تھے سلطان غوری نے ایک بار آپ کی خدمت میں ایک غلام اور ایک ہزار دینار پیش کیے۔ آپ نے دینار واپس کر دیئے اور غلام لے کر آزاد کر دیا اور مدینہ نبویہ میں حجرہ نبویہ کا خادم مقرر کر دیا۔ اور بادشاہ کے قاصد سے کہا: تم دوبارہ تحائف اور ہدایا لے کر نہ آنا، ہمیں اللہ نے ان چیزوں سے مستغنی کر رکھا ہے۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے نئے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے اصولوں کے مطابق فتوے دیئے اور اکثر فنون کے بارے میں شاندار کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کے فتاویٰ اور مؤلفات بہت زیادہ معروف ہوئے اور ہر علاقہ کے اہل علم نے اُنہیں شرفِ قبولیت سے نوازا۔

اس کے بارے میں آپ 'مقامہ مزہریۃ' میں فرماتے ہیں:

''میں نے سترہ برس تک فتوے لکھے اور چالیس برس کی عمر تک تدریس و اِفتاء سے متعلق رہا، اس کے بعد معذرت کر کے یہ دونوں کام چھوڑ کر عبادت اور تصنیفات میں مشغول ہوگیا۔''

آپ کے مشہور اَساتذۂ کرام

① سراج الدین البلقیني رحمہ اللہ
② علم الدین رحمہ اللہ
③ شہاب الدین الشارمساحی رحمہ اللہ
④ الشرف المناوی ابوزکریا یحییٰ بن محمد رحمہ اللہ
⑤ تقی الدین الشمي رحمہ اللہ
⑥ شیخ محی الدین محمد بن سلیمان رومی حنفی رحمہ اللہ
⑦ سیف الدین حنفی رحمہ اللہ
⑧ جلال الدین المحلي رحمہ اللہ
⑨ احمد بن ابراہیم حنبلی رحمہ اللہ
⑩ الزین العقبي رحمہ اللہ
⑪ البرہان ابراہیم بن عمر البقاعی رحمہ اللہ
⑫ الشمس السیرامی رحمہ اللہ

علم قراءات میں اِمام موصوف کی خدمات

امام سیوطی رحمہ اللہ نے قراءات کے موضوع پر بہت سی کتب تصنیف کیں۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کی پہلی کتاب قراءات کے موضوع پر لکھی۔ جس کا نام 'شرح الاستعاذة والبسملة' تھا۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

زندگی میں سب سے پہلے میں نے جو کتاب تالیف کی اس کا نام 'شرح الإستعاذة والبسملة' ہے۔ کتاب مکمل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کر کے میں نے علم الدین البقیتی کے سامنے پیش کی تو اُنہوں نے اس پر تقریظ تحریر کی۔[شذرات الذھب:۵۳/۸]

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے علوم قرآن، تفسیر اور قراءات کے موضوع پر درجنوں کتب تحریر کیں اُن میں سے مشہور اور چنیدہ کتب تصنیفات یہ ہیں:

① شرح الاستعاذة والبسملة
② الإنصاف في تمييز الأوقاف
③ الدر النثير في قراءة ابن كثير
④ شرح حرز الأماني ووجه التهاني
⑤ الإتقان في علوم القرآن
⑥ لباب النقول في أسباب النزول
⑦ الدرّ المنثور في التفسير بالمأثور
⑧ أسرار التأويل
⑨ الإكليل في إستنباط التنزيل
⑩ تناسق الدرر في تناسب الآيات والسور
⑪ ترجمان القرآن
⑫ حجاز الفرسان إلى مجاز القرآن
⑬ متشابه القرآن
⑭ مفحمات في مبهمات القرآن
⑮ مراصد المطالع في تناسب المقاطع والمطالع
⑯ معترك الأقران في إعجاز القرآن
⑰ الجواهر في علم التفسير
⑱ تناسب الدرر في تناسب السور
⑲ تكملة تفسير الجلالين
⑳ النموذج اللبيب في خصائص الحبيب
㉑ الألفية في القراء ات العشر

اِمام صاحب نے قراءات کے موضوع پر اس کے علاوہ بھی بہت سی کتب تالیف کیں۔ مذکورہ کتب میں سے چند کا تعارف پیش خدمت ہے:

① شرح الإستعاذة والبسملة

یہ کتاب آپ نے نوعمری میں لکھ ڈالی تھی۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے امام صاحب نے اس میں 'تعوذ' اور 'بسملہ' کے الفاظ واَحکام پر تفصیلی بحث کی ہے۔ علاوہ اَزیں 'تعوذ' اور 'بسملہ' میں قراء کا اختلاف بیان کرتے ہوئے قراءات میں ان کی چار کیفیات کی وضاحت کی گئی ہے۔

② الإنصاف في تمييز الأوقاف

یہ کتاب بھی قراءات سے متعلقہ ہے جس میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے وقف کے اَحکام اور وجوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے وقف کے وقت بعض کلماتِ قرآنیہ میں قراء کا اختلاف نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ وقف کی کیفیت اور وقف کے بعد اِبتداء کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اِبتداء اور اِعادۃ کے اَحکام کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

③ الدر النثير في قراءة ابن كثير

علم قراءات پر امام صاحب کی یہ ایک مستقل کتاب ہے۔ جس میں آپ قراءِ سبعہ میں سے دوسرے امام، ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت کو زیر بحث لائے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی دیگر قراء سے مختلف ایک مستقل قراءت موجود ہے۔ مثلاً قراء میں سے آپ اکیلے اِدغام کبیر کے قائل ہیں اور ورش کی طرح آپ نے بعض کلمات میں تقلیل بیان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔کتاب میں ورش کی قراءت کی بھی تفصیلی وضاحت موجود ہے۔

⑭ شرح حرز الأماني ووجه التهاني (شرح شاطبیہ)

'حرز الأماني ووجه التهاني' امام شاطبی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ہے جو در اصل ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ کی کتاب 'التیسیر' کی منظوم شکل ہے۔'حرز الأماني ووجه التهاني' اور 'تیسیر' پر بہت سے علماءِ کبار کی جانب سے بسیط شروحات لکھی گئی ہیں۔ اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی 'قصيدة لامية للشاطبي' کے نام سے شاطبیہ کی انتہائی شاندار شرح لکھی ہے۔ اِفادے کے اعتبار سے یہ کتاب نمایاں مقام کی حامل ہے۔ یہ کتاب مخطوط ہے جس کے تین نسخے مل سکے ہیں۔ پہلا نسخہ ۱۲۰، دوسرا ۹۰ اور تیسرا ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔[كشف الظنون: ۶۴۶/۱]

⑮ الإتقان في علوم القرآن

اس کتاب کو علوم قرآن پر مشتمل ایک دستاویز کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس میں امام صاحب نے علوم قرآن کی اسی (۸۰) اَقسام کا تفصیلی تذکرہ قلمبند کیا ہے جن میں سے ۲۰ راَقسام علم قراءات کا اِحاطہ کیے ہوئے ہیں۔ بطور مثال ان میں سے چند پیش خدمت ہیں:

① ۲۲ تا ۲۷ ویں قسم تک متواتر، مشہور، آحاد، شاذ، موضوع اور مدرج پر مشتمل ہیں۔
② ۲۸ ویں قسم وقف وابتدا کی معرفت پر مبنی ہے۔
③ ۳۰ ویں قسم اِمالہ اور فتح کی وضاحت میں ہے۔
④ ۳۱ ویں قسم اِدغام، اِظہار، اِخفاء اور اقلاب پر مشتمل ہے۔
⑤ ۳۳ ویں قسم تخفیف ہمزہ کے بارے میں ہے۔
⑥ ۳۴ ویں قسم کیفیات قراءت کی وضاحت میں ہے۔
⑦ فصل سادس مختلف افراد سے قراءت اَخذ کرنے کی کیفیت اور اس کے جمع کرنے پر مشتمل ہے۔

۲۲ تا ۲۷ ویں قسم کی مختصر وضاحت

علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس بحث میں رقمطراز ہیں کہ قاضی جلال الدین البلقيني رحمہ اللہ نے فرمایا:

قراءت، متواتر، آحاد اور شاذ میں منقسم ہے۔ متواتر سے مشہور سات قراءات مراد ہیں، جبکہ آحاد میں بقیہ تین قراء اور صحابہ کرام کی قراءت ملحق ہے۔ اور شاذ سے مراد تابعین یعنی اَعمش رحمہ اللہ، یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ، ابن جبیر رحمہ اللہ اور دیگر کی قراءت ہے۔ امام صاحب کی یہ رائے نظر ثانی کے قابل ہے۔ اس حوالے سے علامہ جزری رحمہ اللہ کا موقف زیادہ صحیح اور واضح ہے جو کہتے ہیں:

ہر وہ قراءت جو لغت عرب کی کسی بھی وجہ سے موافق ہو، مصاحفِ عثمانیہ سے مطابقت رکھتی ہو اگرچہ احتمالاً ہی اور اس کی سند بھی صحیح ہو تو وہ قراءت صحیح ہے۔ جس کو نہ تو رد کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا اِنکار کیا جا سکتا ہے۔ یہ حروف سبعہ میں سے ہے جو بطورِ قرآن نازل ہوا اور لوگوں پر اُن کا قبول کرنا واجب ہے، برابر ہے کہ چاہے یہ آئمہ سبعہ سے منقول ہو، عشرہ سے ہو یا پھر دیگر مقبول آئمہ سے۔[الإتقان في علوم القرآن: ۱۹۹/۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تینتیسویں قسم کی مختصر وضاحت

اِمام موصوف اس بحث میں فرماتے ہیں:

ہمزہ کے اَحکام اس قدر زیادہ ہیں کہ اُن کے اِحاطے کے لیے مستقل جلد کی ضرورت ہے۔ البتہ مختصراً اہل فن نے فن قراءت میں اِن کی چار اقسام بیان کی ہیں:

① نقل حرکت: یعنی حرکت ہمزہ کو ماقبل ساکن حرف کی طرف نقل کر دینا اور ہمزہ کو گرا دینا۔ جیسے 'قَدْ أَفْلَحَ' سے 'قَدَ افْلَحَ' یہ امام نافع رحمہ اللہ کی ورش کے طریق سے قراءت ہے۔اس کے لیے شرط یہ ہے کہ صحیح ساکن پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں۔ امام ورش نے پورے قرآن میں ایسی مثالوں کو نقل کے ساتھ بھی پڑھا ہے سوائے 'کِتَابِیَهْ إِنِّی ظَنَنْتُ' کے۔ اسے وہ تحقیق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جبکہ دیگر جمیع قراء پورے قرآن میں اس جیسی تمام مثالوں کو تحقیق کے ساتھ ہی پڑھتے ہیں۔

② اِبدال: ہمزہ ساکنہ کو ماقبل حرف کی حرکت کے موافق حروف مدہ سے بدل دینا۔ ماقبل حرف پر اگر زبر ہوگی تو الف سے، زیر ہوگی تو یا سے اور پیش ہوگی تو واؤ سے ابدال ہوگا۔ جیسے 'وَأْمُرْ أَهْلَكَ' سے 'وَامُرْ أَهْلَكَ'، 'یُؤْمِنُونَ' سے 'یُومِنُونَ' اور 'جِئْتَ' سے 'جِیتَ' یہ امام ابوعمرو رحمہ اللہ کے شاگرد سوسی کی روایت ہے۔

③ تسہیل بین بین: یہ اس صورت میں ہوتی ہے جب ایک ہی کلمہ میں دو ہمزہ آجائیں۔ جب دونوں ہمزہ مفتوح ہوں تو امام نافع رحمہ اللہ، امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ، امام ابوعمرو رحمہ اللہ اور ہشام رحمہ اللہ دوسرے ہمزے کی تسہیل کرتے ہیں اور امام ورش رحمہ اللہ دوسرے ہمزہ کا الف سے اِبدال کرتے ہیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ دو ہمزوں کے درمیان اِدخال نہیں کرتے جبکہ قالون رحمہ اللہ، ہشام رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ اِدخال کرتے ہیں۔ باقی جمیع قراء دونوں ہمزوں میں تحقیق کرتے ہیں۔ اگر ایک ہمزہ مفتوح اور دوسرا مکسور ہو تو نافع، مکی اور بصری تسہیل کرتے ہیں، قالون اور ابوعمرو اِدخال بھی کرتے ہیں باقی جمیع قراء تحقیق کرتے ہیں۔ پہلا مفتوح اور دوسرا مضموم ہو جیسے 'أَؤُنَبِّئُكُمْ' اس میں نافع، مکی اور بصری تسہیل کرتے ہیں۔ قالون اِدخال بھی کرتے ہیں جبکہ باقی جمیع قراء تحقیق کے قائل ہیں۔ امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسرے ہمزہ کو جو واؤ کی شکل میں لکھا گیا ہے اس سے صحابہ کا یہ اِشارہ کرنا مقصود تھا کہ تسہیل بالواؤ ہوگی۔

④ الاسقاط: جب دو ہمزے دو کلموں میں ہوں اور متفق الحرکت ہوں تو اگر دونوں مکسور ہوں گے تو امام ورش اور قنبل دوسرے ہمزہ میں تسہیل بالیاء کرتے ہیں۔ قالون اور بزی پہلے ہمزہ کو یائے مکسورہ سے بدل دیتے ہیں۔ ابوعمرو بصری رحمہ اللہ گرا دیتے ہیں جبکہ باقی تمام قراء تحقیق کرتے ہیں۔ اور اگر دونوں مفتوح ہوں تو ورش اور قنبل دوسرے ہمزہ کو تسہیل بالالف کرتے ہیں، قالون، بزی اور ابوعمرو گرا دیتے ہیں باقی تمام قراء تحقیق کرتے ہیں۔ اگر دونوں مضموم ہوں تو ابوعمرو بصری اسقاط۔ قالون، بزی تسہیل اور ورش قنبل اِبدال کریں گے جبکہ باقی جمیع قراء تحقیق۔ اِس بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ پہلے ہمزہ کو گرایا جائے گا یا دوسرے کو۔ ابوعمرو کا خیال ہے کہ پہلے کو، جبکہ خلیل کا کہنا ہے کہ دوسرے کو گرایا جائے گا اور اس کا اثر مد پہ بھی ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چونتیسویں قسم

قراءت کی تین قسمیں ہیں:

① تحقیق: یعنی ہر حرف کو اس کا مکمل حق دینا۔ مد، تحقیق اور تشدید کو اچھی طرح اَدا کرنا اور حروف کی اَدائیگی میں ہر ہر حرف کو اس قدر نکھار کے اَدا کرنا کہ ہر حرف کی علیحدہ علیحدہ سمجھ آئے، اور وقوف کا خیال رکھ کے پڑھا جائے۔ یہ اِمام حمزہ اور ورش کا طرزِ تلاوت ہے۔

② الحدر: قدرے تیزی سے تلاوت کرنا یعنی مدود میں قصر کرنا اور سکون اختلاس، اِبدال، اِدغام کبیر اور ہمزہ کو قدرے جلدی اُدا کرنا۔ یہ ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوجعفر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ کا طرزِ تلاوت ہے۔

③ تدویر: یعنی حدر اور تحقیق کے درمیان پڑھنا۔ اکثر قراء کا طرزِ تلاوت یہی ہے۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کی تفاسیر 'تفسیر جلالین' اور 'الدر المنثور في التفسیر بالمأثور' کا تعارف راقم الحروف کے دوسرے مضمون 'کیا حدیث سبعہ اَحرف متشابہات میں سے ہے؟ اِمام سیوطی رحمہ اللہ کے موقف کے تجزیہ' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

وفات اور مدفن

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے ۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ جمعہ کی رات سات روز تک بائیں بازو کے شدید وَرم میں مبتلا رہنے کے بعد اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے وفات کے وقت سورۃ یٰسین کی خود تلاوت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ الروضہ کی جامع الشیخ احمد اباریقی میں شعرانی نے پڑھائی۔ اس کے بعد بہت سے لوگوں نے مصر العتیقہ کی جامع جدید میں دوبارہ نمازہ جنازہ پڑھی۔ بوقت وفات آپ کی عمر اکسٹھ سال اور دس ماہ تھی۔ آپ قاہرہ میں حوش قوصون میں دفن کیے گئے۔ یہ مقام باب القرافۃ (جو عام لوگوں میں جعفر الصادق کی بیٹی کے نام سے معروف ہے۔) کے باہر واقع ہے۔ [الکواکب السائرۃ بأعیان المائۃ العاشرۃ:۱/۲۳۷]

دمشق میں بھی آپ کا ایک غائبانہ نماز جنازہ پڑھایا گیا جس میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو غسل دینے والے شخص نے آپ کے قمیص اور عمامے کو محفوظ کرلیا جو بعد میں لوگوں نے بھاری قیمت اَدا کر کے بطورِ تبرک اَپنے لیے خرید لیا۔ [الکواکب السائرۃ بأعیان المائۃ العاشرۃ:۱/۲۳۱]

یہ سلطان غوری کا دور تھا۔ لوگ ایک دوسرے پر بہت ظلم کیا کرتے تھے لیکن کسی نے بھی آپ کے ترکہ کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ سلطان نے کہا کہ شیخ نے زندگی بھر ہم سے کوئی چیز قبول نہ کی لہٰذا اَب کوئی ان کے ترکہ کو ہاتھ نہ لگائے۔ ان کی قبر پر قبہ تعمیر کیا گیا۔

یاد رہے کہ اسیوط میں مسجد سیدی جلال کے اَندر بھی ایک قبر واقع ہے۔ شیخ کا اس قبر سے کوئی تعلق نہیں یہ آپ کے اَجداد میں سے کسی کی قبر ہے۔ [تدریب الراوي: ص۲۹]

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی شہرت کی وجہ سے یہ مسجد آپ کے نام سے مشہور ہوگئی۔ تیمور پاشا کی تحقیق کے مطابق آپ نے کوئی اَولاد نہیں چھوڑی۔ 'سیوط' میں جو لوگ آپ کی طرف منسوب ہیں وہ آپ کی نسل میں سے نہیں۔ وہ مسجد کے منتظم یا خدام کی نسل میں سے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر یاسر ابراہیم مزروعی*
مترجم: کلیم اللہ حیدر☆

الشیخ المقري أحمد عبد العزیز الزیات رحمہ اللہ

'ماہنامہ رُشد' کی قراءات کے فروغ کے حوالے سے خدمات کو اگر علمی فیض کے اعتبار سے دیکھا جائے تو عالم عرب سے یہ فیض بالخصوص امام القراءات علامہ احمد عبد العزیز الزیات رحمہ اللہ کے سلسلہ سے جاری ہوا ہے۔

پاکستان میں اگرچہ عرصہ دراز سے علم تجوید وقراءات متعدد سلسلوں سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے لیکن اسے تحقیقی رنگ اس وقت ملا جب اصحاب ثلاثہ یعنی شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم، شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میرمحمدی اور شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی حفظہم اللہ مدینہ یونیورسٹی میں عالم عرب کی مشہور علمی وتحقیقی شخصیات سے انتساب علم کر کے پاکستان تشریف لائے۔ تینوں مشائخ کلیة القرآن الکریم، مدینہ نبویہ کے نمایاں فضلاء اور وہاں کے مصری اساتذہ کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

جامعہ الازہر مصر کے تحت معہد القراءات کے بعد سعودی حکومت نے جب جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ میں علم القراءات کا اعلیٰ ادارہ کھولنا چاہا تو اس وقت مصر کے کبار اساتذہ کی تدریسی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان کبار اساتذہ کی محنتوں کی بدولت مدینہ یونیورسٹی کا کلیة القرآن اور قرآن مجید کی اشاعت کا عظیم ادارہ مجمع ملک فہد وجود میں آیا۔ ان اداروں کی نشو ونما میں جن جلیل القدر مشائخ کی خدمات نمایاں رہیں وہ تمام شیخ احمد الزیات رحمہ اللہ ہی کے تلامذہ تھے۔ گذشتہ نصف صدی میں شیخ احمد الزیات رحمہ اللہ علمی اعتبار سے دُنیا کے تمام مشائخ قراءات کے قائد رہے۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ خصوصی امتیاز بھی حاصل تھا کہ عصر حاضر سے رسول کریم ﷺ تک قرآن مجید کی متصل اسانید میں سے واسطوں کے اعتبار سے اعلیٰ ترین سند آپ کے پاس تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا بھر کے مشائخ قراءات نے اپنے سلسلۂ سند کو عالی کرنے کی غرض سے خاص طور پر آپ سے اجازۂ قراءات حاصل کیا۔

علامہ الزیات رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل یہ مضمون انہی کی کتاب 'شرح تنقیح فتح الکریم' پر ڈاکٹر محمد یاسر المزروعي کی تحقیق وتعلیق کے مقدمہ سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب وزارۃ الاوقاف، کویت نے چند سال قبل تدریس عشرہ کبریٰ کے فروغ کیلئے طبع کی ہے۔ [ادارہ]

نام ونسب

آپ کا اِسم مبارک فضیلة الشیخ المقري أحمد عبد العزیز بن أحمد بن محمد الزّیات

* معروف محقق قراءات، مدیر مشروع رعایة القرآن الکریم وزارت اوقاف، کویت
☆ فاضل کلیة القرآن، جامعۃ لاہور الاسلامیہ ورُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

المصري المدني القاهري ہے۔اس کے علاوہ عبد العزیز ، أحمد الزيات،أحمد عبد العزيز الزيات اور شيخ الزيات کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ بہت بڑے محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی مفید تحریرات اور ایسی تصانیف کے مؤلف ہیں جو نایاب کتب میں شمار ہوتی ہیں۔ بہت کم لوگ اس پائے کی کتب لکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

پیدائش (ولادت باسعادت)

آپ قاہرہ میں ۲۵/۷/۱۳۲۵ھ بمطابق ۵/۷/۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے۔

علمی کیفیت (عادات وخصائص)

شیخ قراءات کے بہت بڑے اِمام تھے۔اس فن میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔علم،تعلیم،فضیلت وعزت میں آپ خدا تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔دل کے پاکیزہ اور بیدار مغز تھے۔شیخ موصوف کا شمار علومِ شرعیہ اور علومِ عربیہ کے ماہر علماء میں ہوتا ہے۔اللہ نے کثیر تعداد میں لوگوں کو آپ سے نفع پہنچایا۔

شیخ احمد الزیات رحمہ اللہ نیک طبع اِنسان تھے۔آپ کی شخصیت زہد وتقویٰ کی پیکر تھی۔آپ رِیاء سے بچتے ہوئے جھوٹی شہرت سے کوسوں دور رہنے والے تھے۔اَخلاقِ حسنہ کے مالک اور فرشتہ صفت اِنسان تھے۔آپ کا تعلق ایک شریف خاندان سے تھا۔قرآن سے اس قدر محبت اور تعلق تھا کہ ہر وقت زبان تلاوتِ قرآن پاک سے تر رہتی۔

تعلیم کا آغاز (مرحلہ علمیہ)

جب آپ طلب علم کیلئے موزوں عمر کو پہنچے تو آپ کی اِبتدائی تعلیم کا آغاز ہوگیا۔سب سے پہلے آپ نے قرآن حفظ کرنا شروع کیا، کیونکہ تعلیم کی اصل بنیاد ہی تعلیم قرآن ہے اور قدیم وجدید مصر میں بھی یہ رواج عام ہے کہ بچے کی اِبتدائی تعلیم کا آغاز حفظِ قرآنِ مجید سے کرایا جاتا ہے۔

آپ کیلئے جس مدرسے کا انتخاب کیا گیا اس کا نام جامعۃ الازہر ہے، جو قاہرہ میں واقع ہے۔

تحفیظ قرآن

آپ دس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ نے قرآنِ مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی اور تکمیل حفظ قرآن کے بعد یہیں دوسرے علومِ شرعیہ کو سیکھنے کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس کے ساتھ ساتھ قراءاتِ قرآنیہ میں آپ نے قراءاتِ عشرہ صغریٰ شاطبیہ اور دُرّہ کے طریق سے اور قراءاتِ عشرہ کبریٰ طيبة النشر کے طریق سے تخصص حاصل کیا۔

علم قراءات کے حصول کیلئے آپ نے بڑے بڑے شیوخ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا جن میں سرفہرست فضيلة الشيخ العلامة خليل غنيم الجنايني اور فضيلة الشيخ العلامة عبدالفتاح الهنيدي ہیں اور آپ کے ان دونوں مشفق اَساتذہ نے علم قراءات مصر کے شیخ، اپنے وقت کے علومِ قراءات میں سب سے بڑے ماہر العلامة الكبير شيخ محمد بن أحمد المتولي سے حاصل کیا تھا۔

آپ رحمہ اللہ کا شمار ان تلامذہ میں ہوتا تھا جو محنتی، مخلص، اَدبِ اَساتذہ سے بھرپور اور رَضائے الٰہی کی طلب کیلئے علم حاصل کررہے تھے۔ جو کچھ بھی آپ نے حاصل کیا مکمل محنت اور یکسوئی کے ساتھ حاصل کیا۔ اَساتذہ کا اس قدر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

احترام کرتے کہ ان کے سامنے بولنے کو بھی گستاخی شمار کرتے۔ اَدب و احترام کا یہ عالم تھا کہ آپ کے دل میں کبھی بھی کسی بھی اُستاد کے بارے میں بدگمانی پیدا نہ ہوئی۔ اپنے اَساتذہ کیلئے ہمیشہ یہ دُعا فرماتے:

"اللهم اغفرلنا ولوالدينا ولأساتذتنا ولإخواننا ولأخواتنا ولجميع المسلمين والمسلمات."

''اے اللہ! میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے بھائیوں، میری بہنوں اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔''

مشائخ عظام

آپ نے علم قراءات اور دوسرے علوم شرعیہ کے حصول کے لیے بے شمار جلیل القدر اور ثقہ قراءِ کرام سے استفادہ حاصل کیا لیکن چند ایک شیوخ سے بالخصوص پڑھا جن کا ذیل میں مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

① شیخ المقري صفي بن إبراهيم السقاء رحمہ اللہ آپ کے مشفق اَساتذہ میں سے ایک ہیں جن سے آپ نے علم قراءات کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت پر بھی درس لئے۔ شیخ صفي بن إبراهيم، شیخ خليل الجنايني کے تلامذہ میں سے ہیں اور شیخ صفي بن إبراهيم ہی وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے شیخ خلیل سے قرآن پڑھا اور حفظ کیا۔ یہ بات اس وجہ سے ذکر کی گئی ہے کہ شیخ الزیات کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے شیخ صفی کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاتا صرف شیخ جنايني کے تذکرے پر ہی اکتفاء کرلیا جاتا ہے۔

② الشيخ المقري خليل بن محمد غنيم الجنايني رحمہ اللہ سے آپ نے قرآن کریم کو قراءاتِ عشرہ صغریٰ اور کبریٰ میں اوّل قرآن سے سورۃ الدخان کی آیت ﴿ وَإِن لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴾ [الدخان: ۲۱] تک پڑھا۔ اور یہاں سے آخر قرآن تک کسی مجبوری کی وجہ سے مکمل نہ کرسکے۔

③ الشيخ المقري العلامة عبدالفتاح الهنيدي رحمہ اللہ سے آپ نے قراءاتِ عشرہ صغریٰ اور کبریٰ پڑھیں اور اس کے ساتھ آپ نے حاصل کردہ علم کو آگے منتقل کرنے کی آپ سے اجازت چاہی۔ جس پر آپ کے استاد نے آپ کے خلوص ومحنت کو دیکھ کر اجازت نامہ جاری کردیا۔

④ شيخ محمد إسمالوطي رحمہ اللہ علوم شرعیہ میں حدیث شریف کا علم آپ نے شیخ إسمالوطي سے اَخذ کیا، جن میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ کو بالخصوص پڑھا۔

شیخ القراء کا علمی دور

آپ چونکہ قرآن اور علوم قرآن بالخصوص قراءاتِ قرآنیہ کے علامہ اور شیخ تھے اس لیے علوم قرآن بالخصوص قراءاتِ قرآنیہ کی نشر و اِشاعت میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جب آپ رحمہ اللہ نے بڑے مشائخ وعلماء سے علوم شرعیہ اور عظیم قراءِ کرام سے علوم قراءات کو حاصل کرلیا تو «بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آيَةً». [جامع الترمذي: ۲۶۶۹] کے تحت علم کی اِشاعت کیلئے کوشاں ہوئے۔ جامعہ ازہر سے ہی آپ نے پڑھانے کی اِبتداء کی۔ آپ کی مجلس درس کا یہ عالم تھا کہ درس کیلئے مخصوص وقت تو ختم ہوجاتا لیکن بحر علم ابھی بھی ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا۔ ابتداء آپ ازہر شریف اور قرب و جوار میں درس و دروس کی مجالس قائم کرتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ ازہر میں ۱۳۴۵ھ الموافق ۱۹۲۵ء کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خطابت کا آغاز کیا جس میں آپ حکمت اور دانائی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرواتے تھے۔ مصر میں قیام کے دوران آپ نے بہت سی مساجد کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی علمی خدمات کو قبول کیا یہی وجہ ہے کہ آپ سے بہت سارے لوگ فیض یاب ہوئے۔ خدمتِ خلق اور رضائے الٰہی کا اس قدر شوق تھا کہ آپ ہر رات مغرب سے عشاء تک لوگوں کو اکٹھا کر کے وعظ و نصیحت کیا کرتے اور رمضان المبارک میں صلوٰۃ التراویح کا بھی خصوصی اہتمام کرایا کرتے اور امامت کے فرائض خود سرانجام دیتے۔ آپ کا انداز یہ تھا کہ جب عشاء کی فرض نماز پڑھ لیتے یا نماز تراویح کی چار رکعات مکمل کر لیتے تو وعظ و نصیحت کیلئے بیٹھ جاتے، کیونکہ آپ جانتے تھے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الذاریات: ۵۵]

آپ ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھتے کہ اللہ تعالیٰ ان دروس کے ذریعے لوگوں کے دل کھول دے گا اور میری اس تھوڑی سی کاوش سے لوگوں کے دلوں میں اطاعتِ الٰہی کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ آپ کے درس میں اتنی شیرینی، مٹھاس اور لذت ہوتی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ وعظ و نصیحت سننے کے لیے بے تاب رہتے۔ ۱۹۴۵ء میں جامعہ ازہر میں جو قراءات کا شعبہ لغة العربية کے تحت کھولا گیا اس میں آپ کا بطور اُستاد تقرر کیا گیا۔ اس ذمہ داری کو دلجمعی، محنت اور شوق سے نبھایا۔ دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ جو کچھ اللہ نے اپنی رحمت سے سکھایا ہے وہ دوسروں کو بھی سکھلا دوں اور آپ بخوبی جانتے تھے کہ اصل علم وہی ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچے۔ ہر وقت یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا" [سنن ابن ماجه: ۹۲۵]

''پروردگار! میں آپ سے نفع بخش علم، پاکیزہ رزق اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔''

آپ عرصۂ دراز تک جامعہ ازہر میں علم قراءات کے اُستاد رہے۔ اس کے بعد ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۸۳ء تک ازہر شریف کے جوار میں پڑھاتے رہے اور طالب علموں کو جمیع روایات عشرہ صغریٰ اور کبریٰ، طیبہ، درہ اور شاطبیہ کے طریق سے پڑھاتے رہے۔ اور طلباء جوق در جوق علوم کے اس بحر ذخار سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ علوم شرعیہ اور علومِ عربیہ (علم حدیث، فقہ، نحو، صرف اور فن قراءات) میں ڈاکٹر بن گئے۔

آپ کو ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء میں جامعة الإمام محمّد بن سعود الإسلامية ریاض میں چار مہینوں کیلئے بطور اُستاد چنا گیا۔ لیکن آپ رحمہ اللہ کی دلی خواہش اور تمنا یہ تھی کہ مجھے مدينة الرّسول اور جوارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کام کرنے کا موقع ملے اس خواہش کی تکمیل کیلئے اللہ کے حضور دُعا بھی کیا کرتے تھے۔ آخر اللہ نے آپ کی اس تمنا اور خواہش کو پورا کیا۔ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۹۸۵ء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں كلّية القرآن کے شعبہ قراءات میں بطور راہنما اُستاذ کے آپ کا انتخاب کیا گیا۔ یہ خبر سنتے ہی آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جلد مدینہ منورہ کا سفر کیا جہاں آپ نے نئے جوش و ولولے سے علم قراءات کی ترویج و اشاعت کا کام شروع کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد آپ کو مجمع الملك فهد کمیٹی کا ممبر منتخب کر لیا گیا۔ یہ ادارہ قرآن کریم کی نشر و اشاعت کا کام کر رہا تھا۔ اس میں آپ کو سماعت کا کام دیا گیا جسے آپ نے مسلسل محنت اور مشہور قراء کرام کی شروط کے مطابق سرانجام دیا۔ اسی دارے میں آپ نے ۱۵ سال بھرپور محنت سے گزارے۔ اور ساتھ ساتھ مشہور قراء کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قراءاتِ قرآنیہ کے علم سے کون و جہان کو روشن کرتے رہے۔ دلی خواہش یہ تھی کہ اسی جگہ پر تعلیم و تعلم کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کام ہوتا رہے یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے بلاوا آجائے اور جنت البقیع میں دفن ہوجاؤں لیکن آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔۲۰۰۱ء میں آپ کو دوبارہ مصر آنا پڑا۔

طریقۂ تدریس اور طلباء پر شفقت ومہربانی کا عالم

آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان تھا کہ اس نے آپ کو تدریس کی تمام حکمتوں سے مالا مال کیا تھا آپ کا پڑھانے کا اسلوب بہت سادہ اور دل میں اترنے والا تھا۔آپ طلباء کیلیۓ اس بات کا خصوصی اہتمام کرتے کہ ان کے مخارج کی ادائیگی درست ہو اور تلاوت قرآن میں ایک حسن ہو۔اس کام کیلیۓ طلباء سے مشق کروانا،علیحدہ بٹھا کر ان کے مخارج کی صحیح ادائیگی کروانا اور آواز میں حُسن وشرینی پیدا کرنے کے لیے پریکٹس کروانا آپ کا معمول تھا۔آپ کا رویہ طلبا کے ساتھ انتہائی مہربانی والا ہوتا اگر کوئی طالب علم آپ کے گھر میں آجاتا تو اس کی بہت زیادہ عزت وتکریم کرتے اور اس سے پیار،محبت اور شفقت والا معاملہ کرتے۔اورضرورت کے باوجود کسی بھی طالب علم سے تعلیم پر اجرت نہ لیتے۔

آپ کے تلامذہ میں سے ایک شاگرد بتاتے ہیں کہ شیخ رحمہ اللہ صبح کی نماز کے بعد قراءاتِ قرآنیہ پڑھانے اور سننے کے لیے خصوصی وقت دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کلاس کے دوران ایک طالب علم کو سویا ہوا پایا جو سورۃ النحل کی یہ آیات ﴿ وَءَاتَيْنَٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [النحل:۱۲۲] کی تلاوت کررہا تھا اس آیت کے اختتام کے بعد اس نے یہ آیت ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ [النحل:۱۲۷] پڑھی۔

کیونکہ طالب علم سونے کی وجہ سے ﴿وَءَاتَيْنَٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [النحل:۱۲۲] کے بعد والی آیت ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ...﴾ کے ساتھ متعدد آیات چھوڑ کر ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ [النحل:۱۲۷] والی آیت پڑھ لی۔

جب شیخ نے یہ سنا تو طالب علم کی طرف ہاتھ سے اِشارہ کیا اور فرمایا دوبارہ پڑھو ﴿ وَءَاتَيْنَٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [النحل:۱۲۲] طالب علم نے جب شیخ کو یہ کہتے ہوئے سنا تو چوکنا ہوکر کہنے لگا کہ اے اُستاذ مکرم کیا ماجرا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ آیت پڑھ ﴿ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ...﴾۔

طلباء کو بہت زیادہ پڑھائی کی ترغیب دیتے اور ان کو شاطبیہ، درہ اور طیبہ حفظ کرواتے، کیونکہ آپ کا کہنا تھا کہ علم وہ ہے جو سینوں میں ہو۔اور طلباء کو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ﴾ [فاطر:۳۲]

’’یعنی اللہ نے اپنی کتاب کے وارث اپنے بندوں میں سے چن لیے ہیں۔‘‘

تو میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے یعنی حفظ قرآن کے لیے حفظ قراءاتِ عشرہ وصغریٰ کے لئے۔جو وہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے تم اس کو سیکھو، پڑھو اور آگے اس کی تعلیم دو۔

موصوف کی تالیفات وتصنیفات

آپ نے جو بھی کتب لکھیں وہ اِنتہائی مفید اور نایاب کتب میں شمار ہوتی ہیں۔ان کتب سے بے شمار علماء وطلباء

اِستفادہ کررہے ہیں اور تا قیامت مستفید ہوتے رہیں گے۔آپ کی تصنیف کردہ کتب درج ذیل ہیں۔

تنقيح فتح الكريم في تحرير أوجه القرآن العظيم

یہ کتاب طيبة النشر کے طریق سے ہے۔کتاب کا انداز انتہائی آسان اور سلیس نظم میں ہے۔یہ کتاب طيبة النشر پرتحریر کی گئی تمام کتب میں سے عمدہ ترین اور مفید ہے۔اس کے علاوہ اس کو شیخ عامر بن السيد عثمان نے اور شیخ إبراهيم السمنودي نے بھی نظم کیا ہے۔

شرح تنقيح فتح الكريم

یہ کتاب مخطوطے کی شکل میں تھی اور جو بھی طالب علم قراءات عشرہ کا علم طيبة النشر کے طریق سے پڑھتا وہ ہی اس کو نقل کردیتا تھا اور اب كلية القرآن کے چوتھی جماعت کے طلباء کو اس کتاب کا درس دیا جاتا ہے۔

تحقيق عمدة العرفان للإمام الأزميري

یہ کتاب آپ کی اور آپ کے محقق شاگرد محمد محمد جابر المصري کی تالیف ہے۔

شیخ کے تلامذہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوقات میں بے بہا برکت رکھی تھی اس لیے آپ سے علم تجوید وقراءت میں عرب وعجم کے بہت سے ممالک سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔آپ کی عزت وتکریم اور لوگوں میں ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ جہاں بھی آپ کی تشریف آوری ہوتی آپ کو بڑی شان وشوکت اور رفعت ومنزلت سے نوازا جاتا۔دیارِ مصر اور اس کے علاوہ بہت سے ملکوں کی کثیر تعداد، جن میں خاص طور پر افریقہ، ایشیا، امریکہ وغیرہ کے لوگ شامل ہیں، نے آپ کی شخصیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔جن لوگوں نے تجوید اور قراءات، سبعہ عشرہ صغریٰ اور کبریٰ پڑھیں اور اس پر اجازت بھی طلب کی ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس کام کے بدلے میں شیخ کو اچھا صلہ دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔

ذیل میں آپ کے نامور تلامذہ کے نام پیش کئے جاتے ہیں:

أولاً

پہلی قسم ان شاگردوں کی ہے جنہوں نے آپ سے اس وقت قراءات کا علم حاصل کیا جب آپ قراءات کے عہدے پر مقرر ہوئے۔

① شیخ قاسم الدجوي رحمہ اللہ ازہر شریف کے ماہرین علماء میں سے تھے اور قراءات کے اساتذہ میں سے تھے۔
② شیخ عبدالمحسن شطا رحمہ اللہ علماء ازہر میں سے تھے اور مدرسہ ازہر شریف میں قراءات کے شیخ تھے۔
③ شیخ محمد محمد جابر المصري رحمہ اللہ ازہر کے فاضل علماء ومدرسین میں سے تھے۔
④ شیخ محمد إسماعيل الهمداني تخصص قراءات کے مدرس تھے۔
⑤ شیخ أحمد الأشموني رحمہ اللہ علماء ازہر اور اساتذہ میں سے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑥ شیخ أحمد مصطفی الملیجي رحمہ اللہ ان کا شمار جید علماء میں ہوتا تھا اور یہ بھی علماء ازہر اور مدرسین ازہر میں سے تھے۔
⑦ شیخ عبدالحکیم عبداللطیف الحنبلي حفظہ اللہ ازہر میں شعبہ قراءات کے مدرس ہیں۔
⑧ شیخ حسن المصري رحمہ اللہ تخصص قراءات کے ممتاز مدرسین میں ان کا شمار تھا۔
⑨ شیخ حسنین إبراهیم محمد عفیفي جبریل حفظہ اللہ ازہر کے علماء اور مدرسین میں سے ہیں۔

ثانیاً

دوسری قسم ان شاگردوں کی ہے جنہوں نے آپ کے سعودی عرب جانے سے پہلے پڑھا یعنی ۱۴۰۳ھ سے قبل۔
① شیخ عبدالفتاح السید عجمي المرصفي رحمہ اللہ
② شیخ علی المرازقي رحمہ اللہ ازہر کے جلیل القدر علماء میں ان کا شمار ہے۔
③ شیخ أحمد إسماعیل عطیة رحمہ اللہ
④ شیخ أمین الخطیب رحمہ اللہ قراء ات کے ان قراء میں ان کا شمار کیا جاتا ہے جنہوں نے علم قراء ات میں تخصص کیا تھا۔
⑤ شیخ عثمان خلیفة رحمہ اللہ
⑥ شیخ مصطفی خضر رحمہ اللہ علماء ازہر اور مدرسین ازہر میں سے تھے۔
⑦ الشیخ محمد تمیم الذعبي حفظہ اللہ حمص شہر کے رہنے والے تھے اور شیخ القراء ہونے کے ساتھساتھ جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر بطور مدرس بھی خدمات انجام دیتے تھے۔
⑧ شیخة الصالحة نفیسه عبدالکریم زیدان رحمہ اللہ قاہرہ سے تھیں۔
⑨ شیخ فرج ضبة رحمہ اللہ۔ شافعي المسلك تھے اور ازہر شریف کے ممتاز علماء و مدرسین میں ان کا شمار تھا۔
⑩ شیخ محمد بن ابراهیم بن محمد بن سالم حفظہ اللہ۔ ان کی ایک کتاب بھی ہے جس کا نام فریدة الدهر في جمع و تأصیل القراءات العشر۔ ممتاز قراء میں سے تھے۔
⑪ شیخ محمد عبدالقهار الحموي الحلبي۔ مدینہ میں طبیب تھے۔
⑫ شیخ أیمن بن رشدي سوید الدمشقي حفظہ اللہ۔ دمشق شام سے تھے۔
⑬ شیخ حامد فرغل حفظہ اللہ۔ قاہرہ کے مقری ہیں۔

ثالثاً

تیسری قسم ان شاگردوں کی ہے جنہوں نے آپ سے اس وقت پڑھا جب آپ مملکت سعودی عرب میں چلے گئے تھے یعنی ۱۴۰۳ھ کے اختتام سے ۱۴۲۰ھ تک۔
⑭ فضیلة الشیخ ڈاکٹر عبدالعزیز أحمد محمد إسماعیل رحمہ اللہ۔ جامعة الإمام محمد بن سعود میں استاد تھے۔
⑮ شیخ محمود سیبویه بدوي رحمہ اللہ ⑯ شیخ محمد بن عبدالحمید أبو رواش

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

㉕ شيخ محمود عبدالخالق جادو رحمہ اللہ۔قراءات ثلاثہ میں مکمل قرآن پڑھنے کے ساتھ قراءات عشرہ کو بھی بطریق درہ پڑھا۔

㉗ شيخ عبدالرافع رضوان الشرقاوي ㉘ شيخ عبدالرزاق بن علي إبراهيم موسیٰ

㉙ الشيخ رشاد عبدالتواب السبي

㉚ شيخ عبدالرحيم النابلسی المراكشي۔ ان کا تعلق مغرب سے تھا۔

㉛ فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبدالعزيز بن عبدالحفيظ سليمان رحمہ اللہ

㉜ شيخ أحمد بن أحمد سعيد۔اس نے عشرہ صغریٰ شاطبیہ اور درہ کے طریق سے پڑھا۔

㉝ شيخ المقري أحمد الطتب الفلكی۔۱۹۸۵ء میں فوت ہوئے آپ کو مشرقی قراء میں سے مشائخ کا نام دیا جاتا تھا انہوں نے شیخ الزیات سے عشرہ صغریٰ اور قراءات شاذہ پڑھیں۔

شاگردوں کی تیسری قسم نے شیخ زیات سے قراءات عشرة الکبریٰ طیبة النشر کے طریق سے پڑھا۔

رابعاً

چوتھی قسم ان شاگردوں کی ہے جنہوں نے آپ سے مکمل قرآن قراءات سبعہ میں شاطبیہ کے طریق سے پڑھا۔

㉞ شيخ علي بن عبدالرحمن الحذيفي حفظہ اللہ۔مسجد نبوی شریف کے امام اور خطیب ہیں۔

㉟ شيخ خالد محمد الحافظ۔مدینہ منورۃ میں التربية الإسلامية کے لیڈر ہیں۔

خامساً

پانچویں قسم ان شاگردوں کی ہے جنہوں نے آپ سے مکمل قرآن قراءات ثلاثہ میں درہ کے طریقہ سے پڑھا۔

㊱ شيخ عبدالرحيم حافظ۔انہوں نے مکمل قرآن قراءات ثلاثہ میں درہ کے طریق سے پڑھا اور اسی طرح روایت حفص عن عاصم شاطبیة کے طریق سے پڑھی۔

㊲ شیخ ڈاکٹر حازم بن سعيد حيدر الكرمي۔انہوں نے روایت حفص عن عاصم میں طیبة کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا اور پھر اجازت بھی لی۔قراءات ثلاثہ کے ساتھ حدیث شریف کی کچھ کتب بھی پڑھیں اور لغة العربية میں ألفية کی شرح شرح ابن عقیل کو بھی بڑی دلجمعی کے ساتھ پڑھا، کیونکہ آپ رحمہ اللہ بھی علوم شرعیہ اور علوم قراءاتِ قرآنیہ میں ڈاکٹر تھے۔

سادساً

چھٹی قسم ان شاگردوں کی ہے جنہوں نے آپ سے قراءت عاصم، شعبہ کی روایت سے شاطبیہ کے طریق سے پڑھیں۔

㊳ راجي عفو الكريم الغني اور ياسر إبراهيم المرزوعي

سابعاً

ساتویں قسم ان تلامذہ کی ہیں جنہوں نے آپ سے روایت حفص طیبہ کے طریق سے پڑھی۔

㊴ شيخ غازی بن بنيدر الحري۔......ایک بار انہوں نے روایت حفص طیبہ کے طریق سے پڑھنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پھر دوبارہ روایت حفص عن عاصم کو روضة المعدل اور المصباح کے ضمن میں دوبارہ مکمل قرآن پڑھا۔

- شیخ عبدالحکیم بن عبدالسلام خاطر ...... انہوں نے مکمل قرآن روایت حفص عن عاصم کو روضة المعدل کے ضمن میں پڑھا۔
- شیخ إبراهیم الأخضر مسجد نبوی کے امام ہیں۔ انہوں نے روایت حفص عن عاصم میں طیبة النشر کے بطریق مکمل قرآن کریم پڑھا۔
- شیخ فتحي بن رمضان بن محمد انہوں نے بھی روایت حفص عن عاصم کو روضة المعدل اور المصباح کے ضمن میں پڑھا۔
- شیخ عبدالله بن علي المشفي انہوں نے آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا اور اس کے ساتھ روضة المعدل کے ضمن میں طریق طیبہ سے بھی قرآن پڑھا۔
- شیخ حسان بن شیخ محمد تمیم الزعبي الحمصي۔ روایت حفص عن عاصم میں مکمل قرآن طیبة النشر کے طریق سے پڑھا۔
- شیخ الطبیب إیهاب أحمد فکري۔ انہوں نے المصباح کے ضمن میں روایت حفص عن عاصم میں مکمل قرآن آپ سے پڑھا۔
- شیك علی مبارك العارفي۔ روایت حفص عن عاصم میں طیبة النشر کے طریق سے قرآن پڑھا۔

ثامنا

آٹھویں قسم ان تلامذہ کی ہے جنہوں نے روایت حفص میں قرآن کریم شاطبیہ کے طریق سے پڑھا۔

- شیخ سلامة کامل جمعة۔ پہلی بار علم قراءات پڑھنے کے لیے مدرسہ ازہر شریف میں گئے اور وہاں سے ہی علم قراءات کا آغاز کیا۔ سات سال کی عمر میں مکمل قرآن حفظ کرلیا تھا اور جب آپ کی عمر ۹ سال ہوئی تو اس وقت روایت حفص عن عاصم کو پڑھانے کے لیے شیخ سے اجازت بھی لے چکے تھے۔
- شیخ محمد أیوب محمد یوسف۔ مدینة منورة میں الجامعة الإسلامیه کے اساتذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے روایت حفص عن عاصم کو شاطبیہ کے طریق سے پڑھا۔
- أستاذ بشیر أحمد نور محمد۔ جامعہ تحفیظ القرآن الکریم مدینہ منورہ میں استاذ ہیں۔ انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔
- الأستاذ ناصر محمد متولي۔ انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔
- شیخ فیصل یوسف العلي۔ انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔
- شیخ محمد عوض المنفوش۔ آپ کی بیوی نے بھی روایت حفص عن عاصم میں مکمل قرآن شاطبیہ کے طریق سے شیخ زیات سے پڑھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۶۷ شیخ ولید محمد العلي۔ انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔

۶۸ شیخ جزاع فلیح الصویلح۔ انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔

۶۹ شیخ أنس عبدالله الكندري۔ انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔

۷۰ شیخ مشاري راشد العفاسي انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔

۷۱ شیخ أسامه عبدالوهاب المصري انہوں نے بھی آپ سے روایت حفص عن عاصم میں شاطبیہ کے طریق سے مکمل قرآن پڑھا۔

۷۲ واحدی السیدات۔ شیخ کے ہاں ان کا بہت بڑا مقام تھا۔شیخ الزیات ان پر خصوصی توجہ دیتے۔ انہوں نے ایک بار قرآن مجید ختم کرنے کے بعد پھر دوبارہ پڑھا۔شیخ نے ان کی اس محنت اور شوق کو دیکھ کر پڑھانے کے لیے اجازت کا سرٹیفکیٹ بھی دیا۔ یہ اس قدر قسمت والے انسان تھے کہ شیخ کی خدمت کے دوران ہی اللہ کو جا ملے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

عادات وخصائل

شیخ صاحب زمین پر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔اللہ نے آپ کو ہر طرح کی خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔آپ کے شاگرد علامہ عبدالفتاح المرصفی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ قراءات عشرہ صغریٰ اور کبریٰ میں ماہرین قراء میں سے تھے۔آپ نے قراءات میں تخصص کیا ہوا تھا۔آپ بہت بڑے علامہ، قراءات کے امام،علم وتعلیم میں منفرد، پاکیزہ دل، بیدار مغز، پاکیزہ خیالات کے مالک،علوم شرعیہ اور علوم عربیہ خاص طور پر علم قراءات میں ممتاز قراء اور علماء میں سے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے کثیر تعداد میں لوگوں کو نفع پہنچایا۔

قراءات کے میدان میں موصوف کے نامور ساتھی

شہر مصر میں علم قراءات کے وہ ماہرین جن کو شیخ نے قراءات پڑھانے کا سند نامہ جاری کیا وہ درج ذیل ہیں:

۱ فضيلة الشيخ محمد على خلف الحسيني الحداد۔ یہ اپنے وقت کے شیخ اور مصر میں قراءت کے امام تھے۔

۲ علامة علي محمد الضباع جو شیخ محمد علي خلف الحسيني کے مصر میں علم قراءات کے جانشین بنے۔

۳ محقق الكبير شيخ علي بن عبدالرحمن سبيع۔

ان تمام قراء نے پہلے علامة شيخ حسن خلف الحسيني سے پڑھا،دوبارہ أستاذ شيخ حسن الكتبي اور شيخ الخطيب الستعار سے پڑھا اور تیسری بار انہوں نے شيخ حسن الجريسي الكبير

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے علم قراءت اخذ کیا۔ پھر ان تینوں آئمہ قراءات نے علامة الكبير شيخ محمد بن أحمد المعروف متولي سے قراءات قرآنیہ پڑھیں۔

اس وجہ سے ان کی اسانید متولی پر آ کر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور اس طرح یہ ایک دوسرے کے معاصر کہلاتے ہیں، لیکن بعض کی سن وفات میں فرق ہے۔

نیکی کے کاموں میں رغبت کا عالم

شیخ رحمہ اللہ عالم باعمل تھے، اور ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات: ١٠] کے تحت ہر مسلمان کے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھنے والے انسان تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ شیخ زمین پر فرشتہ نما انسان تھے۔

اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کے راستے میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ ضعیف، محتاج، غریب، بیوہ کی مدد کرنے والے۔ یتیموں، مسکینوں، ضرورت مندوں اور قریبی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کے ساتھ ساتھ ہر کام میں ان کی معاونت بھی کرنے والے تھے۔

آپ نے قاہرہ میں ایک مسجد بنوائی اور اس کے علاوہ ایک طبی مرکز کی بھی بنیاد رکھوائی تاکہ معذور اور ضرورت مند افراد کا علاج معالجہ ہو سکے۔ یہ طبی مرکز قاہرہ مسجد کے جوار میں تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ان اعمال صالحہ کے باوصف بلند مقام عطا کرے۔

آزمائش و آلام پر صبر کی کیفیت

آپ رحمہ اللہ مصیبت و آزمائش پر بہت زیادہ صبر کرنے والے تھے، کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ ﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّٰبِرِينَ ﴾ [البقرة: ١٥٣] ''اللہ صابر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''

آپ پر آزمائش کا یہ عالم تھا کہ آپ بچپن ہی میں بینائی کی نعمت سے محروم ہو گئے۔ لیکن تقویٰ اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی زبان سے شکوہ کے الفاظ نہ نکالتے۔ آپ نے اللہ کے اس فیصلے کو دل و جان سے قبول کیا اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کے طالب ہوئے۔ خدمت قرآن کی برکت کی وجہ سے اللہ نے آپ کے دل کو روشن کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی کی کمی کا احساس بھی نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ اگر کہیں کوئی پیغام بھی دینے جانا ہوتا تو آپ کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی۔ جب آپ کی عمر پانچویں دہائی میں داخل ہوئی تو آپ مسلسل غشی اور آنکھوں کی بیماری میں مبتلا رہنے لگے لیکن آپ نے اللہ کی طرف سے دی ہوئی اس مصیبت کو دل و جان سے قبول کیا اور اپنے حوصلے کو پست نہ ہونے دیا۔ جتنی دیر اللہ کی رضا تھی اتنی دیر بیماری میں مبتلا رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاء عطاء فرمائی۔ اس بیماری میں آپ کے ١٥ سال گزرے، لیکن آپ نے صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔ آپ کی بیوی بھی اللہ کی اس رضا پر راضی تھی وہ بھی اس قدر لمبا عرصہ آپ کے ساتھ رہی اور ہمیشہ آپ کی خدمت کرتی رہی۔ ان کے دل میں کبھی یہ بات نہ آئی کہ میں ان کو چھوڑ کر چلی جاؤں، کیونکہ وہ بھی متقی، پرہیزگار اور اللہ کے فیصلوں کو من وعن قبول کرنے والی تھی۔

أولاد

آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۵۸ برس کی عمر میں ایک پھول جیسا بیٹا عطا کیا جس کا نام آپ نے محمد رکھا اور اب وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصر میں بچوں کا ڈاکٹر ہے۔اس کے بعد ۶۰ سال کی عمر میں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام آپ نے فاطمہ رکھا۔
مدینہ منورہ اقامت کے دوران ہی آپ کو اچانک مسلسل دائمی اور پے در پے بیماریوں نے گھیر لیا یہ آزمائشیں معمولی نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود آپ کی زبان اس کلمہ سے تر رہتی:

﴿إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [یوسف:۹۰]

”جو اللہ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے کے ساتھ آزمائش و آلائم پر صبر کرتا ہے کبھی بھی اللہ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔“

وفات

علامہ احمد الزیات بروز اتوار ۶ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء کو اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے ﴿ انا للہ وإنا إليه رجعون﴾ اس وقت آپ کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔

آپ کا جنازہ ازہر شریف میں آپ کے نامور شاگرد شیخ عبد الحکیم عبد اللطیف نے پڑھایا۔آپ کی وفات مسلمین علماء میں سے ایک عالم کبیر کے گم ہونے پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ شیخ ہی وہ ہستی تھے جو قراءات قرآنیہ پر مکمل دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے میں طيبة النشر کے طریق سے اعلیٰ اسانید بھی رکھتے تھے۔

[illegible]

ہم جب علامہ کی حالات زندگی کو بیان کرتے ہیں تو ہماری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، کیونکہ آپ کی وفات امت کے لیے ایسے نقصان کی حامل تھی جس کو قیامت تک پورا نہیں کیا جا سکے گا۔اس کے علاوہ دلوں پر غمزدگی کا عالم ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» [صحيح البخاري: ۱۰۰]

حدیث کا ترجمہ

اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے کھینچ کر قبض نہیں کریں گے بلکہ علم علماء کے فوت ہو جانے کے ساتھ ہی قبض ہوتا رہے گا۔حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب علماء ختم ہو جائیں گے اور ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو ان پڑھ اور جاہل ہوں گے پھر لوگ ان سے سوال کریں گے وہ بغیر جانتے ہوئے فتویٰ دے دیں گے جس کی وجہ سے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

آخر میں ہم اللہ کے حضور دُعا گو ہیں کہ اہل قرآن کی زندگیوں میں، ان کے اوقات میں اور ان کی عمروں میں برکت عطا کرے اور اللہ سے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ پر بھی بہت زیادہ رحمتیں نازل فرمائے اور اس کے متبادل مسلمانوں کو ایک اور عالم دین اور قراءات کا امام نصیب کرے جو شیخ کی کمی کو پورا کر دے۔ہم بار بار اللہ کی بارگاہ میں دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ کی خدمات قرآنیہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کو موصوف کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔(آمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری محمد فیاض☆

شیخ القراء قاری اِظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ

شیخ المشائخ قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ وہ جلیل القدر شخصیت ہیں کہ بلا مبالغہ جن کی خدماتِ جلیلہ کی بدولت پاکستان میں علم تجوید وقراءات کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت قاری صاحب کی شخصیت اس اعتبار سے انتہائی اعلیٰ مقام رکھتی ہے کہ آج پاکستان میں علم تجوید وقراءات کے فروغ میں سطح اوّل کے تمام اساتذہ قراء آپ ہی کے تلامذہ ہیں۔ قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ادارہ رُشد کے قراءات نمبرز کی مجلس مشاورت میں شامل تمام مکاتبِ فکر (اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی حضرات) کے اساتذہ علمی طور پر آپ سے فیض یاب ہیں۔ اگرچہ ہم نے اہل تشیع میں سے کوئی نمایاں شخصیت مجلس مشاورت میں شامل نہیں کی لیکن اندرون لاہور میں شیعہ حضرات کے 'قراءات کالج' کے ذمہ داران بھی حضرت قاری صاحب سے ہی سند یافتہ ہیں۔

آپ کے ہم عصر اساتذہ میں شیخ القراء قاری محمد شریف اور شیخ القراء قاری حسن شاہ صاحب رحمہما اللہ وغیرہ شامل ہیں لیکن درس وتدریس میں جس طرح آپ کا سلسلہ جاری وساری ہے شائد ہی کوئی اور شخصیت اس میں آپ کی مماثل ہو۔ اساتذہ کرام اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قاری صاحب رحمہ اللہ اگرچہ مسلک کے اعتبار سے 'دیوبندی' تھے لیکن دیگر مکاتبِ فکر سے آپ نے کبھی تعصب کا مظاہرہ نہیں کیا۔ شیخ القراء قاری محمد ادریس حفظہ اللہ کے بقول جب کبھی سفر میں اہل حدیث مسجد آجاتی تو حضرت قاری صاحب فرماتے کہ لوبھئی! اپنی مسجد آگئی ہے، آؤ نماز پڑھیں۔

قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ جہاں ایک ماہرفن قاری تھے وہیں جلیل القدر عالم دین بھی تھے۔ علم قراءات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے سے قبل آپ جامعہ اشرفیہ میں جامع ترمذی کا درس دیا کرتے تھے۔ شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات شیخ فرماتے کہ میں پختہ عالم تھا، لیکن سب کچھ چھوڑ کر قرآن اور علوم قرآن سے اپنے آپ کو مختص کرلیا، تو ہم کہتے کہ جناب شیخ! پھر لوگ کبھی قاری اظہار احمد سے واقف نہ ہوتے، جبکہ فقہ وحدیث کے پڑھانے والے تو سینکڑوں ہیں۔

قراءات نمبر کے آخری شمارہ میں ہم نے اس احساس کے تحت کہ عرب وعجم میں ایسی شخصیت کے حالات کو قارئین کے سامنے پیش کریں جن کے فیض کی بدولت مجلّہ رُشد کی قراءات کے حوالے سے متعدد اشاعتیں منظر عام پر آئی ہیں، اس غرض سے برصغیر پاک وہند میں جس شخصیت کا ہم نے انتخاب کیا وہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ قاری صاحب رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات جاننے کیلئے قارئین کو قراءات اکیڈمی لاہور سے مطبوع کتاب سوانح قاری اظہار صاحب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ [ادارہ]

☆ فاضل ومدرّس کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھانہ بھون کا مختصر تعارف

حالات وواقعات قلم بند کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس قصبے کا ذکر کیا جائے جہاں حضرت قاری اظہار احمد تھانوی صاحب پیدا ہوئے۔ ان کی جائے پیدائش تھانہ بھون ہے، جو کہ ایک ہندو راجے کے نام سے موسوم ہے۔ اس قصبے میں بہت سے رؤساء اور صلحاءِ وقت پیدا ہوئے، جن میں نواب عنایت علی خان، حاجی امداد اللہ، حضرت حافظ ضامن علی شہید، حضرت مولانا شیخ محمد، حضرت مولانا فتح محمد خان تھانوی اور مولانا اشرف علی تھانوی شامل ہیں۔ علماء میں ملا محمد صابر تھانوی اور مولانا شیخ محمد تھانوی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امام القراء حضرت قاری عبد المالک صاحب کا بھی تھانہ بھون میں قیام رہا۔

خاندانی پس منظر

حضرت کے آباؤ اجداد اصلاً عرب اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رحمہ اللہ کے ذریعے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حافظ اعجاز احمد تھانوی رحمہ اللہ، اور دادا کا نام منشی ابراہیم تھانوی تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام محمودہ بیگم ہے، جو اب بھی حیات ہیں۔ ان کے علاوہ رضیہ بیگم ان کی بہن تھیں۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی ایک بڑی بہن قمر النساء ہیں۔ قاری صاحب کا دوسرے نمبر پر نام ہے اس کے بعد چھوٹی بہن زیب النساء پھر چھوٹے بھائی قاری سرفراز احمد تھانوی تلمیذ خاص حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحب ہیں۔ حضرت کی جائے سکونت تھانہ بھون تھی جہاں مسجد پیر محمد والی میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف تھانوی کا قیام تھا اور اسے ہی مدرسہ امدادیہ کہتے ہیں۔

ننھے اظہار سے اُستاذ القراء تک

تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یو پی کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، جو ہندوستان کے دیگر مشہور مقامات کے مقابلے میں کم مشہور ہے لیکن جب تحریک جہاد کا نعرہ بلند ہوا تو اس غیر معروف قصبے کا نام سرخیل آزادی کے متوالوں میں سب سے بلند رہا۔ اسی قصبے میں ۹ ذوالقعدہ ۱۳۴۵ھ بروز منگل بمطابق سن عیسوی ۱۹۳۵ء دن گیارہ بجے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ''اظہار'' رکھا گیا۔

بچپن میں ننھا اظہار نہایت صحت منداور موٹا تازہ تھا اور اکثر جب گھر سے دور نکل جاتا تو گھر والے بہت پریشان ہو جاتے اور پھر ڈھونڈ کر واپس لاتے تھے۔

ابتدائی تعلیم

آپ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پڑھنے کی لیے حکیم الامت کی خانقاہ میں قائم کردہ مدرسہ امداد العلوم میں بٹھائے گئے۔ اس کے بعد یہیں سے آپ نے حفظ بھی کیا۔

جب لڑکوں میں اس بات کی شرط لگتی کہ کون مدرسہ میں پہلے آئے گا تو سب سے پہلے قاری صاحب پہنچتے اور مسجد کا دروازہ کھلنے تک دائیں بائیں بنی سہروردی پر بیٹھ جاتے استاد صاحب یہ ذوق وشوق دیکھ کر آپ کو دعائیں دیتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حکیم الامت بچوں سے بہت محبت کرتے تھے اس لیے انہوں نے مدرسہ کے اساتذہ کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ بچوں کو میرے سامنے بالکل سزا مت دیا کریں۔

قاری صاحب ایک دفعہ دوستوں کے ساتھ ایک ویران گھر میں امرود توڑنے گئے' جہاں انہوں نے کالے رنگ کی کھلے بالوں والی عورتیں دیکھیں جو گالیاں دے رہی تھیں' قاری صاحب گھر بھاگ آئے اور تیز بخار ہو گیا۔ قاری اظہار صاحب نے جب پہلی مرتبہ قرآن پاک سنانا چاہا تو رمضان المبارک کے ۱۵ روزے گذر چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن میں ۲، ۲ پارے سنا کر قرآن مکمل کر دیا۔ اور جب قاری صاحب نے پہلی دفعہ قرآن سنایا تو بہت زیادہ مٹھائی تقسیم کی گئی۔

حفظ قرآن کرنے کے بعد ابتدائی تعلیم خانقاہ میں قائم امداد العلوم سے حاصل کی۔ فارسی کا مروجہ نصاب تین سالوں میں مکمل کیا۔ تیسرے سال میں مولانا شریف سے فارسی کی بڑی کتابوں کے ساتھ ساتھ تاریخ، سیرت مبارکہ اور حساب پڑھا، اس دوران خوش خطی بھی سیکھی۔ علاوہ ازیں ابتدائی عربی ہدایۃ الحرۃ، ادب منطق اور فقہ کی ابتدائی کتب کے علاوہ شرح جامی، اصول الشاشی متعدی اور شرح تہذیب وغیرہ مولانا محمد شریف سے مکمل کیں۔ حضرت قاری صاحب نے حکیم الامت سے بھی درس لیا یا کوئی کتاب پڑھی تھی، جو کہ اعزاز کی بات ہے۔

اساتذہ کا احترام اور ان کی خدمت

قاری صاحب اپنے اساتذہ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابتدائی استاد میر احمد میرٹھی آئے تو قاری صاحب کمر کی تکلیف کے باوجود دوزانو ہو کر بیٹھے۔ مولانا محی الدین بنگالی کو رہائش کا مسئلہ ہوا تو قاری صاحب نے انہیں اپنے گھر میں رہنے کے لئے جگہ دی۔

مظاہر العلوم کے شب و روز

قاری اظہار صاحب کو حصول علم کا بہت زیادہ شوق تھا، مگر ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال تھا کہ گھر والوں پر بوجھ نہ بنیں۔ چنانچہ مظاہر العلوم کو وظیفہ کی بناء پر ترجیح دی اور داخلہ لے لیا۔ قاری صاحب نے مظاہر العلوم میں پہلے سال شرح وقایہ، نور الأنوار، تعلیم المتعلم، مختصر معانی اور سلم العلوم پڑھیں۔ جبکہ دوسرے دور میں شرح عقائد، مشکوٰۃ، شرح نخبۃ الفکر اور امور عامہ کے علاوہ صحاح ستہ اور فقہ و حدیث کی تمام کتب پڑھیں۔ یہاں قاری صاحب کو بہت سے اساتذہ سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا جن میں نمایاں مولانا سرفراز احمد تھانوی، مولانا خلیق الرحمٰن کاندھلوی، عبد الشکور کامہوری اور حضرت مولانا صدیق (نحو و معانی اور منطق کے مشہور استاد) شامل ہیں۔

قاری اظہار صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ میرے لیے عظمت کا مینار تھے۔ قاری صاحب علم کے اس قدر حریص تھے کہ اکثر قولنج کی درد کے باوجود کبھی حضرت شیخ الحدیث کا درس نہ چھوڑتے۔

اس کے علاوہ قاری صاحب کو فن کتابت میں بھی مہارت حاصل تھی جب آپ کوئی چارٹ لکھتے تو لوگ بے حد تعریف کرتے۔

قاری صاحب رحمہ اللہ کو برص کی بیماری لاحق تھی اس کے بارے میں وہ کہا کرتے تھے کہ شاید انہیں برص اس وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے ہوا ہے کہ وہ بچپن میں بہت کھٹی چیزیں کھاتے تھے۔

قاری صاحب حصول پاکستان کی جدو جہد میں پیش پیش رہے اور اس دوران بہت سے معرکے سر انجام دیئے۔ پھر جب پاکستان بن گیا تو تھانوی صاحب نے یہاں آنے کیلئے جناب مظاہر علی سے جھوٹ بولا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس جھوٹ کا ساری عمر پچھتاوا رہے گا۔

ازدواجی زندگی

جب قاری صاحب کے گھر والے لاہور منتقل ہوئے تو ان کی شادی مظفر نگر کی ایک مہاجر خاندان کی لڑکی سے ہو گئی ان کا نکاح حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے پڑھایا۔

اولاد

۱۹۵۶ء میں آپ کے ہاں پہلے بچے کی ولادت ہوئی۔ جس کا نام احمد ندیم رکھا گیا۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکا اور چودہویں دن وفات پا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں دوسرے صاحبزادے بختیار احمد پیدا ہوئے۔ جبکہ ۱۹۵۹ء میں عمار احمد، ۱۹۶۱ء میں عمیر احمد، ۱۹۶۳ میں عزیر احمد اور ۱۹۶۶ء میں نجم الصبح پیدا ہوئے۔ پھر ۱۹۶۸ء میں پہلی بیٹی اور ۱۹۷۴ میں دوسری بیٹی کی ولادت ہوئی۔ اس طرح حضرت کے چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے ماشاء اللہ پانچ صاحبزادے اور دونوں بیٹیاں بقید حیات ہیں۔

متفرق واقعات

۱۹۵۹ء میں شہید ملت خان لیاقت علی خان (جو پاکستان کے پہلے وزیر اعظم تھے) کو شہید کر دیا گیا۔ اس زمانہ میں قاری اظہار صاحب روزنامہ انقلاب میں کام کرتے تھے۔ قاری صاحب فرماتے ہیں:

کہ جب مجھے شہادت کی خبر ہوئی، تو یہ بھی پتہ چلا کہ ۱۰ اکتوبر کی شام کو جالندھر سے چلنے والی ٹرین ۱۳ اکتوبر کی شام کو لاہور پہنچے گی۔ لہٰذا اس پر سوار ہوئے اور یہ بڑے مشکل حالات میں ایک بہن کو ساتھ لے کر لاہور پہنچے۔ لاہور ریلوے اسٹیشن سے ڈھولی منڈی انار کلی آئے، وہاں بیس روپے ماہانہ کرائے پر ایک عمارت کے باورچی خانہ میں رہائش ملی۔ کھانا بازار سے کھانا پڑتا جس کی وجہ سے بڑی مشکل سے گزارا ہوتا۔ پھر اس عمارت کے مالک کے گھر ٹیوشن پڑھانا شروع کر دی۔ ۴۰ روپے فیس مقرر ہوئی۔ ۲۰ روپے کرائے کے کاٹ لیے جاتے۔ اس طرح ۲۰ روپے کی آمدن سے بمشکل گذر بسر ہونے لگی۔

ایک دن حضرت قاری صاحب جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں مفتی محمد حسن کے پاس گئے۔ انہیں اپنے حالات سے آگاہ کیا اور حضرت مفتی صاحب نے شفقت فرماتے ہوئے مقدس مسجد ڈھولی منڈی کے نزدیک ایک بلڈنگ کی چابی حضرت قاری صاحب کو عنایت فرما دی۔ قاری صاحب نے بہن کو ساتھ لیا اور وہاں پہنچ گئے۔ عمارت کافی عرصہ سے خالی تھی اسی لیے گرد و غبار سے اٹی ہوئی تھی۔ بہن نے پورے گھر کی صفائی کی اور میرے لئے ایک بیٹھک اور دار المطالعہ کے لئے دوسری منزل پر ایک کمرہ صاف کر دیا۔ یہاں پر خوب محفلیں جمتیں لوگوں کی خوب آمد و رفت رہتی چائے شربت اور دیگر لوازمات سے خاطر تواضع ہوتی رہتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت کی اہلیہ محترمہ فرماتی تھیں کہ اسی کمرہ میں قاری عبد الوہاب مکی صاحب، قاری صدیق احمد لکھنوی صاحب، حتی کہ قاری عبدالمالک صاحب بھی یہاں تشریف لاتے رہے۔ قاری اظہار صاحب شروع اوئل میں مفتی محمد حسن کے کہنے پر جامعہ اشرفیہ میں تدریس کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رہائش کے قریب مقدس مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض ادا کرتے رہے۔

عملی زندگی

قاری صاحب نے ۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ''منشی فاضل'' اور ۱۹۵۴ء میں ''مولوی فاضل'' کا امتحان پاس کیا۔ اور کچھ عرصہ یونیورسٹی میں پڑھاتے رہے۔ قاری صاحب نے پرانی انارکلی چرچ روڈ پر دار العلوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی، پھر اسی مدرسہ میں حضرت قاری عبدالمالک سے تحصیل فن تجوید وقراءت کے بعد المقری قاری اظہار احمد تھانوی بن گئے۔

استاد القراء مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے تھانہ بھون میں قاری صاحب کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ قاری اظہار صاحب تاعمر قاری عبدالمالک صاحب کے عربی لہجے اور حسن قراءت کو نہ بھول سکے۔ دونوں حضرات ایک دوسرے سے بہت محبت رکھتے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے تقریباً ایک طرح کے حالات میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ دونوں کی وفات کا وقت ایک تھا اسکے علاوہ دونوں کی نماز جنازہ دو دفعہ پڑھی گئی۔

اک گل کے مرجھانے پر کیا گلشن میں کہرام مچا
اک چہرہ کملا جانے سے کتنے دل ناشاد ہوئے

قاری صاحب کا طرہ امتیاز یہ تھا کہ انہوں نے تدریس کے پیشے کیلئے کسی فرقہ کی تخصیص نہیں کی۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۳ء تک مدرسہ اہل حدیث چینیانوالی مسجد میں بطور صدر مدرس کام کیا۔ ۱۹۶۳ء میں چینیانوالی میں مسجد سے علیحدگی اختیار کی اور جامع مسجد اور مدرسہ تجوید القرآن کے شعبہ تجوید کو رونق بخشی۔

قاری اظہار صاحب نے اپنی بقیہ عمر اسی مدرسہ میں تجوید القرآن ہی میں گزاری آپ کی آمد اس مدرسہ کے لئے بہت بابرکت ثابت ہوئی اور آپ سے کسب فیض کرنے والوں نے بہت نام کمایا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جو شخص علم کی دولت سے مالا مال تھا وہ شخص خانگی امور میں انتہائی پریشان رہا۔

جامع مسجد چوبرجی کوارٹر میں امامت وخطابت

ستمبر ۱۹۶۱ء میں حضرت قاری صاحب جامع مسجد چوبرجی گورنمنٹ کوارٹر ملتان روڈ لاہور تشریف لائے۔ قاری صاحب نے تیس سال کا طویل عرصہ گزارنے کے بعد آخری جمعہ پڑھایا اور یہیں پر وفات پائی۔

کرو اللہ کی ہی صرف تم بڑائی
کہ دنیا میں ہے اسی کی بادشاہی

سانحہ ہوا یہ جہان علم وفن میں
''قاری اظہار احمد تھانوی کی جدائی''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عالمی مقابلہ حسن قراءت منعقدہ کوالالمپور ملائیشیا میں منصفی کے فرائض

۱۹۶۹ء میں حضرت قاری صاحب عالمی مقابلہ حسن قراءت منعقدہ کوالالمپور ملائیشیا میں پاکستان کی طرف سے جج نامزد کر دیئے گئے، نیز دو قاری صاحبان بھی شرکت کے لئے بھیجے گئے۔۱۹۷۴ء میں حضرت قاری صاحب حج بیت اللہ کے لئے سعودی عرب گئے وہاں لوگوں نے فرمائش کی کہ تلاوت سنائیں تو انہوں نے الحمد شریف سنائی لیکن ضعیف العمری کی وجہ سے سانس پھول گیا۔

مارچ ۱۹۸۴ء میں عالمی مقابلہ حسن قراءت منعقدہ مکہ مکرمہ میں حضرت قاری صاحب کو پھر جج بنا کر پاکستان کی نمائندگی کے لئے بھیجا گیا۔ جہاں قاری صاحب کو واپسی پر غلاف کعبہ کا ٹکڑا ہدیہ کے طور پر دیا گیا، جو کہ قاری صاحب کی وفات پر آدھا کاٹ کر آپ کے سینے پر رکھ دیا گیا۔

۱۹۸۵ میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے جب اسلامی علوم وفنون کو فروغ دینے کے لئے اسلام آباد یونیورسٹی قائم کی تو قاری صاحب کو شعبۂ قراءت کے لئے منتخب کیا۔آپ مسلم شریف اور ہدایہ کی کلاسیں بھی لیتے رہے۔

تمغۂ حسن کارکردگی

۱۴ اگست ۱۹۸۷ میں حکومت پاکستان نے خدمات کے اعتراف کے طور پر قاری اظہار صاحب کو تمغۂ حسن کارکردگی کے لئے نامزد کیا اور ۲۳ اگست ۱۹۸۸ء کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق مرحوم نے حضرت قاری صاحب کو اس تمغہ سے نوازا۔

حضرت قاری صاحب کی وفات حسرتِ آیات

قاری صاحب نے ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء بروز سوموار حسب معمول یونیورسٹی میں پڑھایا پھر ان کے شاگرد آ گئے۔ شاگردوں کو رخصت کر کے اپنے پرچے بنانے بیٹھ گئے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے آرام کی غرض سے لیٹے۔

۱۷ دسمبر صبح ان کے بیٹے اور بہو سمجھے کہ شاید تھکاوٹ ہو گئی ہے اس لیے فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ لیٹ گئے ہیں۔ ناشتے کے لئے بھائی اٹھانے گئے تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ حضرت قاری صاحب جہانِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں، چونکہ بظاہر موت کے اثرات نہیں نظر آ رہے تھے اس لیے بیٹے نے فون پر ڈاکٹر کو بلایا تو ڈاکٹر نے وفات کی تصدیق کر دی۔فوراً لال مسجد کے خطیب اور جامع مسجد فریدیہ کے مہتمم کو اطلاع کی گئی جنہوں نے غسل دیا اور کفن پہنایا ان کی پہلی نماز جنازہ یونیورسٹی کے سامنے سبزہ زار میں ہوئی۔ پھر لاہور میں چوبرجی کوارٹر کے بڑے گراؤنڈ میں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی۔لوگوں کا بہت بڑا اژدہام تھا۔ چوک چوبرجی کے نزدیک لاہور کے قدیم اور مشہور قبرستان [میانی صاحب] میں قاری صاحب کی آخری آرام گاہ بنی۔حضرت مولانا ادریس عاصم لاہوری اور مولانا قاری ظہور الحسن نے حضرت قاری صاحب کے جسدِ خاکی کو قبر میں اتارا۔

رنج وغم کی چھا گئی قراءات کی دنیا میں گھٹا
ہر طرف آہ وفغاں کی آ رہی ہے یہ صدا
کر گئے اظہار احمد جہاں سے بھی انتقال
جن کے غم میں آج ہے ہر فرد ملت پر ملال

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھے فن تجوید وقراء ت کے بلاشک جو امام
جن کے دم سے جاری وساری رہا یہ فیض عام
حافظوں میں، قاریوں میں، جو تھا موتی آبدار
ذات جن کی تھی حقیقت میں سلف کی یادگار
دولت علم وعمل سے جن کا دل تاباں رہا
جب تلک زندہ رہا تو بے گماں شاداں رہا
کیوں نہ دیں اہل وطن تجھ کو عقیدت کا خراج
سبھی تو سبھی کے واسطے لاریب تھا ہنس مزاج
آؤ سبحانی کریں مرحوم کے حق میں دعا
جنت الفردوس میں دے جگہ ان کو خدا

(مولانا نذیر احمد سبحانی)

تھانوی صاحب کے اخلاق وعادات

قاری کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ آج ہمارے والدمحترم کو ہم سے جدا ہوئے تقریباً ۲ سال ہوگئے ہیں۔ ۱۷دسمبر ۱۹۹۱ء بروز منگل کا وہ دن ہم سے ہماری محبوب ہستی چھین کر لے گیا۔ قاری صاحب سچے، کھرے اور انتہائی سادہ فطرت کے مالک تھے۔ جیسا کہ کسی فلسفی نے کہا ہے:

”وہ عمر بھر کیوٹ کے درخت کی مانند خوشبو لٹاتا اور اپنے ماحول میں اجالا کرتا رہا اور اسے اس کی خبر تک نہ تھی۔“

اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے۔

بقول قاری نجم الصبیح تھانوی قاری صاحب رحمہ اللہ کے حالات

حضرت قاری صاحب کے عادات واطوار کے متعلق ایک بات سب سے پہلے عرض کروں کہ ہر شے اور ہر بات کی اچھائی کو قرآن وسنت سے تعبیر دیتے۔

قاری صاحب ایک اچھے عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے باپ بھی تھے جنہوں نے تمام عمر اپنے بچوں کی مالی ضرورتوں اور اخلاقی تربیت کا خیال رکھا۔ بقول قاری نجم الصبیح، قاری صاحب کو قرآن پاک کی تلاوت سے عشق تھا اور حسن قراءت کے لئے ہر وقت دوسروں کی اصلاح کرتے رہتے۔ اس کے علاوہ نماز انتہائی مجبوری کے عالم میں بھی ترک نہ کی۔ مطالعہ کے بے حد شوقین تھے۔ انداز خطابت نہایت اعلی تھا۔

حکیم محمد رمضان الحسن صاحب قاری اظہار احمد تھانوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ علم کے ایک نایاب خزانے کے مالک تھے۔ جس کی کمی اب شائد ہی پوری ہو سکے۔ قاری صاحب کو قرآن پڑھنے سے اس قدر لگاؤ تھا کہ اچھی قراءت والے لوگوں سے ملنے کے لئے بے چین رہتے۔ ہمیشہ دھیمے لہجے میں بات کرتے اور کھل کر اظہار کرتے تھے گویا اسم بامسمی تھے۔ قاری صاحب خود بھی علم کا سمندر تھے اور ان سے سیکھنے والوں نے بھی بہت نام کمایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری محمد فاروق عباسی کے الفاظ

قاری محمد فاروق (قاری اظہار صاحب کے شاگرد) بتاتے ہیں کہ انہیں بہت سے اساتذہ سے پڑھنے کا موقع ملا، مگر قاری صاحب اپنے مخصوص عادات وخصوصیات کی بناء پر سب سے بھاری رہے اور اگر آپ کے تلامذہ پر نظر ڈالیں تو ہر مکتبہ فکر کے حامل قراء نظر آتے ہیں جن میں دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی اور اہل تشیع تمام نمایاں ہیں۔

آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ وہ آپ کی خدماتِ عالیہ کو قبول ومنظور فرمائے۔ اور ہمیں آپ کے انداز واطوار پر خدمتِ قرآن کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

قاری محمد طیب فقیر

قاری محمد طیب فقیر اپنے دور تلمیذ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قاری صاحب چوبیس گھنٹے اپنی منزل دہراتے رہتے اور مجھے کہتے کہ روزانہ کم از کم ایک سپارہ ضرور پڑھا کرو اور پڑھتے وقت سانس بار بار نہ لو۔ طریقہ تعلیم انوکھا، سمجھانے کا انداز دلنشین اور پڑھانے کا انداز نہایت مشفقانہ ہوتا تھا۔

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری اظہار حق میں فرماتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک اس انبوہ حیفاء میں بعض اوقات ایسی جمیع صفات کی حامل شخصیات پیدا فرماتے ہیں جو بجا طور پر اپنی ذات، علمی مقام، اور اعلیٰ کردار کی بدولت ایک انجمن کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کو چلتا پھرتا مدرسۂ علم کہنا زیادہ بہتر ہے۔

مزید فرمایا:

”آپ کی حیثیت وشخصیت محتاج تعارف نہ تھی اور نہ ہے۔ آپ کا علم، عمل، اخلاق، کردار، گفتار، درس وتدریس، تعلیم وتعلم، تصنیف وتالیف، ملنساری، مہمان نوازی، شفقت ومہربانی، عبادت وریاضت اور معاملات غرض ہر ایک پہلو ہم دینی علوم کے طلباء کے لیے عموماً اور ہر ایک نیک صالح انسان کے لئے لازماً قابل تقلید نمونہ تھا۔“

قاری اظہار صاحب سچے عاشق قرآن تھے مالی حالات کمزور ہونے کے باوجود دور دراز محافل قراءات میں شرکت کرتے۔

قاری محمد عثمان

استادگرامی کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کا ہمارے مدرسے میں قیام اللہ کی بڑی نعمت تھی۔

قاری محمد اسماعیل گرجاکھی فرماتے ہیں

حضرت قاری صاحب کی شخصیت پورے برصغیر میں منفرد حیثیت رکھتی تھی۔ ایک دفعہ سفر کے دوران میرے دل میں یہ گمان پیدا ہوا کہ شاگرد ہونے کے ناطے سے قاری صاحب مجھے کہیں گے کہ ٹکٹ لاؤ۔ مگر وہ مجھے ایک بنچ پر بٹھا کر خود ٹکٹ لینے چلے گئے۔ میں نے آج تک ایسا مشفق استاذ نہیں دیکھا۔

حافظ فیاض احمد فیاض

حافظ فیاض احمد فیاض کی قاری صاحب کے ساتھ علیک سلیک تب سے تھی جب قاری صاحب لسوڑیوالی مسجد میں شعبہ تجوید کے استاد تھے۔ حافظ فیاض صاحب کو قاری صاحب کے ساتھ بہت سے تاریخی مقامات پر جانے کا اتفاق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوا۔اس دوران قاری صاحب گاڑی میں تلاوت سننے کو ترجیح دیتے اور کبھی کبھار ہلکا پھلکا مزاح بھی کر لیتے تھے۔

فقیر محمد مسعودی سیالکوٹ

اپنے استاد کے متعلق لکھتے ہیں کہ قاری صاحب کی طبیعت میں استغناء اس قدر تھا کہ ایک مرتبہ فروری ۱۹۹۰ء میں عالمی مقابلۂ حسن وقراءت ایران میں آپ کو بطور جج دعوت دی گئی، اسی مقابلہ میں پاکستان کی نمائندگی کے لئے راقم الحروف اور قاری وحید ظفر قاسمی نے شرکت کرنا تھی۔جب کراچی پہنچے تو وہاں محکمے کا کوئی بندہ نہ تھا جس پر آپ کو شدید ناگواری ہوئی۔اور فرمانے لگے کہ اگر کوئی دنیا دار امیر ہوتا تو یہ کیسے بھاگے آتے۔آپ وہاں سے واپسی کا ٹکٹ لے کر اسلام آباد چلے گئے اور تہران کا دورہ، جس کی لوگ شدید خواہش کرتے ہیں، چھوڑ دیا۔

قاری سمیع الحق جامعہ اسلامیہ

قاری سمیع الحق کو قاری صاحب کے ساتھ ایک ہی ہاسٹل میں رہنے کا اتفاق ہوا۔کہتے ہیں کہ

”آپ اپنے کریمانہ اخلاق کی بدولت لوگوں میں نہایت عزت وتوقیر کی نظر سے دیکھے جاتے۔اگر میں کہوں کہ آپ ”کان خلقه القرآن“ کی تصویر پیش کرتے تھے تو غلط نہ ہوگا۔قاری صاحب راقم الحروف کے ساتھ اولاد جیسا کا برتاؤ کرتے تھے اللہ انہیں اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔(آمین)

قاری محمد طاہر

ماہنامہ ”التجوید“ کے مدیر قاری محمد طاہر کو بھی قاری صاحب سے استفادہ کرنے کا موقع ملا انہوں نے اپنے ماہنامہ کے سلسلے میں قاری صاحب سے رائے طلب کی۔قاری صاحب نے نہ صرف انہیں سراہا بلکہ خود اپنی تحریریں بھی بھجوائیں۔لکھتے ہیں کہ مرحوم ہمیشہ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔اسے سفید ٹوپی اور کرتا پاجامہ میں آپ کردار کی جھلک نمایاں ہوتی۔آپکا باطن بھی آپ کے کردار سے اجلا تھا۔

مولانا قاری عبد الحمید صاحب

قاری عبد الحمید صاحب قاری صاحب کے اقوال وفرامین کے متعلق بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ فرمایا: علماء کرام کو دنیا داروں سے بہت بے نیاز ہونا چاہیے۔بھائی تمہارے پاس دین کی دولت ہے جو روحانی نعمت ہے ان لوگوں کے پاس مادی دولت ہے۔جو وبال جان ہے۔اس تقسیم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

رضينا قسمة الجبار فينا
لنا علم وللجهال مال

ایک دفعہ احقر کو فرمانے لگے: تم لوگ شجر سایہ دار کی مانند ہو، دوسروں کو سایہ دو اور خود دھوپ میں بیٹھو۔

قاری نور الٰہی انوار اعوان

قاری نور الٰہی الریاض میں مدرس القرآن ہیں۔قاری صاحب کی وفات پر ایک مضمون لکھا۔مضمون کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ

مقدمہ ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرا نمایاں کیا کیے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۷ ردسمبر کو جب مجھے قاری صاحب کی وفات کی خبر ملی ایسا لگا کسی نے سائے میں سے اٹھا کر کڑکتی دھوپ میں کھڑا کر دیا ہو۔ جب میں دیارِ غیر میں ہوتا تو میرے گھر آ کر بچوں کے سر پر دستِ شفقت رکھتے اور انہیں نصیحتیں فرماتے۔ میرے چھوٹے بیٹے ضیاء الرحمٰن سے انہیں خاص انس تھا اس سے قرآن کا سبق سنتے تھے۔

پروفیسر قاری محمد سعید اسعد

قاری محمد سعید جامعہ پنجاب نیو کیمپس میں ادارہ تعلیم و تحقیق میں استاد ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک مکمل استاد تھے۔ مجھے قرآن سننے کا بہت شوق تھا۔ جب میں نے اپنے اشتیاق کا ان سے تذکرہ کیا تو انہوں نے مجھے چیچہ وطنی میں قرآن سننے کی دعوت دی میں حسبِ وعدہ مدرسہ ہذا پہنچ گیا۔ حضرت قاری صاحب نے بنفس نفیس سورۃ ﴿ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴾ [التکویر: ۱] کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد یونیورسٹی کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر اپنے استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے لئے حاضر ہو گیا۔

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیرے عشق نے بنائی میری زندگی فسانہ

مولانا قاری ابوالحسن سیف اللہ حافظ آبادی

قاری ابوالحسن اپنے استاد کی یاد میں لکھتے ہیں کہ وہ دورانِ تدریس اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے لطائف علمیہ اور قدرے مزاح بھی فرماتے رہتے۔ حضرت کی محفل خالص علمی لطائف سے بھرپور ہوتی تھی۔ اور سبق فوراً یاد ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا داؤد غزنوی کی زندگی میں مدرسہ چیچہ وطنی میں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد و دستار بندی ہوا، جس میں سید غزنوی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے۔ جب قراء حضرات نے تلاوتیں فرمائیں تو سید غزنوی رحمہ اللہ کے آنسو رواں تھے خصوصاً جب استاذی المحترم حضرت قاری اظہار صاحب رحمہ اللہ نے تلاوت فرمائی تو بے ساختہ رقت طاری ہوگئی اور آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہوگئی۔ گو حضرت الاستاذ ہم سے جدا ہو گئے مگر ان کے تلامذہ، جو تعداد میں بہت زیادہ ہیں، خدمتِ قرآن کے لئے موجود ہیں اور ان کی تصانیف تا قیامت صدقہ جاریہ بنی رہیں گی۔

قاری محمد خالد محمود

قاری محمد خالد قاری اظہار صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ۱۹۸۸ء میں جب قاری صاحب کو تمغۂ حسن کارکردگی عطا ہوا تو لوگوں نے بڑھ کر مبارکباد دی مگر آپ نے جواباً فرمایا بھائی اس تمغے کی کیا بات کرنی اصل تمغہ تو وہ ہے جو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ بس وہ مل جائے تو کافی ہے۔ پھر کسی چیز کی حاجت نہیں۔

اللہ تعالیٰ قاری صاحب کے دل کی مراد پوری کرے۔ (آمین)

قاری نور احمد صاحب

قاری نور احمد لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہفتے والے دن جلسہ تقسیم اسناد ہوا۔ بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی پھلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ہم بارہ فارغ التحصیل طلباء تھے حضرت شیخ سندات تقسیم کر رہے تھے اور آنکھوں میں آنسو بھی تھے جب راقم رخصت ہونے لگا تو کہنے لگا جب تو مصلی بچھا کر پڑھانے کے لئے بیٹھے گا تو برداشت اور حوصلے کا مادہ اپنے 996

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اندر پیدا کرنا۔ دیکھ کسی کو ایسی لاٹھی نہ مارنا کہ ہڈی ہی توڑ ڈالے بلکہ زیادہ زور زجر و توبیخ پر ہی دینا۔

۱۹۹۱ء میں بعد از اصرار حضرت شیخ کو اپنے ہمراہ اپنے مدرسہ واقع عثمانوالہ قصور لے گیا۔

پورا گاؤں حضرت شیخ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت نے وہاں تلاوت بھی فرمائی۔ یہ حضرت کی کسی بھی محفل میں آخری تلاوت ہے۔ اس کے بعد جلد ہی آپ دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

قاری عبد الرشید فاروقی ﷾

قاری عبد الرشید فاروقی نے تجوید و قراءت کے بعض مسائل قاری صاحب سے دریافت کئے تھے جنہیں انہوں نے باضابطہ تحریری شکل میں چھپوایا تا کہ لوگ فیض حاصل کر سکیں۔ یہ قاری صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

قاری تاج افسر

قاری تاج افسر جو کہ اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں استاد ہیں، لکھتے ہیں:

''تاریخ کا سوال ہو یا تفسیر کا، حدیث کا ہو یا تراجم کا، قراءت کا ہو یا رسم و فواصل کا، قاری صاحب کے جواب میں ایسا تسلسل ہوتا کہ جیسے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور جو چھوٹے چھوٹے اشکالات ہیں وہ اس کے سامنے ہلکے تنکے اور خس و خاشاک کی طرح بہہ رہے ہیں۔''

وہ دن میرے دل و دماغ پر نقش ہے جب پہلا قدم یونیورسٹی میں رکھا، قواعد و ضوابط کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا چنانچہ حضرت قاری صاحب نے کمال شفقت کے ساتھ ہر مرحلہ پر میری راہنمائی فرمائی۔ قاری صاحب مرحوم نے ساری زندگی اپنے عالم ہونے کا اظہار نہیں کیا انتہائی سادہ اور درویشانہ مزاج کے آدمی تھے۔

قاری احسان احمد دانش

قاری احسان دانش قاری صاحب کی وفات پر نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے قاری صاحب کے حکم سے سعودی عرب کیلئے انٹرویو دیا۔ اور آپ کی دعاؤں کے طفیل ریاض پہنچا۔ وہاں پر مجھے اکثر خط بھیجتے اور نصیحتیں کرتے۔ پردیس کی صعوبتوں پر صبر کی تلقین کرتے۔ اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

قاری عبد الستار فاضل قراءات عشرہ

قاری عبد الستار کہتے ہیں کہ ان میں دوسروں کے احترام کا جذبہ ہر وقت غالب رہتا تھا۔ راقم نے بارہا دیکھا کہ بعض عاقبت نااندیش حضرت شیخ کے متعلق بے سروپا ہرزہ سرائی کرتے۔ یہ باتیں آپ تک پہنچتیں، لیکن نہایت بردباری اور تحمل سے برداشت کرتے اور ان کا جواب نہ دیتے۔ غیبت سے بہت دور رہتے اور اگر کبھی کوئی ایسی بات یا کلمات کہنا شروع کرتا جس سے غیبت کی بو آتی ہو تو فوراً موضوع بدل دیتے۔

اللہ تعالیٰ میرے استاد گرامی، شیخ مربی اور ماہر علوم و فنون قرآنی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قاری محمد یحییٰ رسولنگری

قاری یحییٰ رسولنگری بھی قاری صاحب کے شاگردوں میں سے تھے، وہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ استاد صاحب جامعہ عزیزیہ میں بطور ممتحن تشریف لائے اور قاری محمد نور احمد صاحب سے سورۃ طٰہٰ سے ابتدائی آیات سن کر بے حد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خوش ہوئے اور دعا دی کہ اللہ آپ کو ترقی بخشے نیز فرمایا کہ تم نے ابھی تک اپنے لہجہ کو کما حقہ محفوظ کیا ہوا ہے۔

قاری صاحب کے تلامذہ

قاری صاحب کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے جن میں قاری عبدالشکور صاحب برق حال مقیم جدہ سعودی عرب، الشیخ المقری مولانا قاری محمد عزیر صاحب فاضل قراءات سبعہ، الشیخ قاری محمد ادریس عاصم فاضل قراءات سبعہ، قاری محمد سعید چترالوی حال مقیم دبئی، قاری الٰہی بخش نظامی، قاری عبدالحلیم چترالوی، قاری عبدالباعث سرحدی، فاضل قراءات سبعہ وعشرہ، محترم قاری عبدالرحمٰن صاحب ڈیروی فاضل قراءات سبعہ وعشرہ، قاری محمد یوسف لکھنؤ، قاری عطاء اللہ ڈیروی، فاضل قراءات سبعہ وعشرہ، قاری محمد امین کیمبل پوری، قاری عبدالستار فاضل قراءات سبعہ وعشرہ، قاری عبدالرشید، عبید الرحمٰن بلتستانی اور قاری بزرگ شاہ فاضل جامعۃ الازہر قاہرہ وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

قاری محمد ادریس عاصم

مولانا قاری اظہار احمد تھانوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ علم وعمل کا آفتاب تھے جو بھی ان کی مجلس میں آیا ان سے تعلق پر فخر کرتا تھا۔ اور علم کی جھولیاں بھر کے لے جاتا تھا۔

نظر کے نور نے روشن کیا سینے کو
اب اہل درد ترستے ہیں اس قرینے کو

حضرت الاستاذ کو علامہ شاطبی رحمہ اللہ، علامہ جزری رحمہ اللہ اور علامہ دانی رحمہ اللہ کا حقیقی جانشین کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، کیونکہ حقیقت میں قاری صاحب ان علماء کے علوم کے وارث ہیں۔ صرف راقم ہی نہیں دنیا بھر کے استاد، جو اپنے فن میں ماہر ہیں، حضرت الاستاذ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

حضرت الاستاذ مارچ ۱۹۸۴ء میں بحیثیت جج پاکستان کی طرف سے نامزد ہو کر مکہ مکرمہ میں ہونے والے انٹرنیشنل مقابلہ حفظ قرآن والتجوید والتفسیر میں تشریف لے گئے۔ حضرت الاستاذ اپنے مخصوص پاکستانی لباس شیروانی، شلوار اور جناح کیپ زیب تن کئے مقابلہ کے ہال میں تشریف لائے تو عجیب شان نظر آئی وضع قطع بارعب، باوقار انداز میں تلاوت فرمائی، ایسی عمدہ اور میٹھی آواز کہ دل جکڑے۔ نہ صرف ماہرین فن بلکہ اکابرین بھی آپ کی علمی شخصیت کے معترف تھے۔ جن میں مولانا قاری عبدالعزیز شوقی صاحب، مولانا قاری محمد صدیق لکھنؤ صاحب مدظلہ، مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب، مولانا قاری عبدالوہاب مکی، مولانا قاری محمد شریف صاحب شامل ہیں۔ مولانا قاری حسین صاحب کو سیالکوٹ سے منعقدہ محفل قراءات کے احوال لکھنے کا کہا گیا تو انہوں نے فوراً فرمایا:

''بھائی اس کے لئے تو قاری اظہار احمد سے رجوع کرو وہ عالم فاضل آدمی ہیں۔ نہایت ادیبانہ انداز میں محفل کی روئیداد تحریر کریں گے۔''

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اکابر بھی حضرت الاستاذ کی علمی شخصیت کے معترف تھے۔ اکابرین کا ذکر آئے تو سب سے پہلے قاری صاحب کے دیرینہ رفیق الاستاد القراء حضرت قاری محمد صدیق ہیں۔ قاری صدیق فرماتے ہیں:

''اللہ ان خادمین قرآن کو ثواب سے فیض یاب فرمائیں اور دوسرے لوگوں کو ان کے لب ولہجہ کو اپنانے کی توفیق دے۔ (آمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا قاری عبدالماجد ذاکر صاحب

یہاں ہم محترم عبدالماجد ذاکر صاحب کی تقریرات کا اقتباس نقل کرتے ہیں۔ جو انہوں نے قاری اظہار احمد تھانوی کی یاد میں منعقدہ تعزیتی اجلاس جو ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعرات کو ریاض سعودی عرب میں ہوا۔

جہاں تک ان کی للّٰہیت تقویٰ اور طہارت کی بات ہے، اس میں وہ بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے جس پر ہم صرف رشک اور تمنا ہی کر سکتے ہیں ساتھ ساتھ جہاں تک حضرت موحوم کی خوش خلقی اور کریمانہ اخلاق کی بات ہے اس میں بھی ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ جو چیز ان کو ممتاز کرتی ہے وہ ان کا عجز وانکسار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جتنے علوم وفنون سے نوازا وہ اتنے ہی متواضع تھے ہر اس درخت کی مانند جو پھلوں سے لدا ہوا اور اس کی شاخیں زمین پر جھکی ہوں۔

استاد الحفاظ قاری احمد دین صاحب رحمہ اللہ

قاری احمد دین صاحب مدظلہ العالی قاری صاحب کے رفیق تھے۔ لکھتے ہیں کہ قاری صاحب کو شعر و شاعری کا ذوق بھی تھا ایک روز میں نے چہرہ پر خوشی کے آثار نہ دیکھے تو وجہ دریافت کی جواباً فرمایا:

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

پھر دوسرا شعر سنایا:

وفا شعار ہمیں تھے اٹھی ہمیں پر نظر
جو دل معتبر ہوں وہی دکھائے جاتے ہیں

قاری احمد دین صاحب قاری صاحب کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں کہ آہ! اپنے رفیق دیرینہ دوست اور زندگی بھر کے ساتھی کو منوں مٹی تلے دبا کر الوداع کہا اور اللہ کے سپرد کر کے چلا آیا۔

شیخ القراء کے اساتذہ کرام

مفتی جمیل احمد تھانوی، شیخ الحدیث مولانا زکریا مدنی، مفتی قاری سعید احمد اجراری، علامہ سعید احمد فاروقی، مولانا ظہور الحسن کسولوی، مولانا سید عبد اللطیف، مولانا عبد الرحمٰن کامپوری، مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی، مولانا شاہ محمد اسد اللہ صاحب، مولانا امیر احمد کاندھلوی، مولانا قاری عبد الخالق، مولانا قاری عبد المالک، مولانا عبد الرحمٰن مکی، مولانا قاری عبد اللہ مکی۔

قاری سرفراز احمد تھانوی

قاری سرفراز احمد لکھتے ہیں کہ حضرت قاری صاحب نے پاکستان تشریف لا کر تین مرتبہ رمضان میں قرآن سنایا۔ ایک مرتبہ گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین کے ہاں گورنر جنرل ہاؤس کراچی میں، ایک مرتبہ ٹنڈو والہ یار کے قیام کے دوران وہاں کی مسجد میں اور تیسری اور آخری مرتبہ مدینہ مسجد پرانی انار کلی لاہور کی مسجد میں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وہ مدارس اور ادارے جہاں حضرت شیخ القراء نے تحصیل علم کی

وہ مدارس جن میں قاری صاحب نے زانوئے تلمذ تہہ کیے درج ذیل ہیں:

مدرسہ مظاہر العلوم

یہ وہ مادر علمی ہے جہاں سے شیخ نے نامور علماء حق سے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ یہاں صحاح ستہ اور علوم حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مدرسہ تجوید القرآن

اس مدرسہ سے عرصۂ دراز تک ماہر فنون تجوید وقراءت حضرت مولانا قاری المقری عبد الخالق سے مشق اور ابتدائی تجوید کے رموز سیکھتے رہے۔

دار العلوم اسلامیہ برائے انارکلی پنجاب یونیورسٹی

حضرت شیخ القراء یہاں سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحان پاس کیے۔ وہ ادارے جہاں تدریسی خدمات سرانجام دیں ان میں جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور، مدرسہ تعلیم القرآن مکھڈ (ضلع کیمبلپور)، مدرسہ تجوید القرآن مسجد چینیانوالی اہل حدیث لاہور، مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی (اسلام آباد)، مدرسہ تجوید القرآن لاہور۔ وہ مساجد جہاں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیئے، جامع مسجد مقدس (پرانی انارکلی لاہور)، جامع مسجد گورنمنٹ چوبرجی کوارٹر (ملتان روڈ لاہور)

حضرت قاری صاحب کی تصنیفی خدمات

جمال القرآن مع حواشی جدیدہ

تجوید کی یہ کتاب برصغیر پاک وہند کے تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔

تیسیر التجوید مع حواشی مفیدہ

یہ کتاب قاری عبد الخالق رحمہ اللہ کی تھی، جو دینی مدارس میں شامل تھی۔ قاری اظہار صاحب رحمہ اللہ کے حواشی سے مزین ہونے کے بعد مزید سہل ہوگئی۔

اشعار مقدمۃ الجزریۃ وتحفۃ الأطفال کا اُردو ترجمہ

ان قصائد کے قراء نے بہت سے تراجم کیئے ہیں۔ مگر قاری اظہار احمد تھانوی کا ترجمہ طلباء کے لئے بہت آسان ہے۔

خلاصۃ التجوید

اپنے نام کی طرح یہ کتاب تجوید کی دوسری کتابوں کی نسبت بہت آسان ہے۔ چالیس اسباق میں پورا فن تجوید آسان انداز میں مرتب کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مجموعہ رسائل نادرہ

یہ وہ رسائل ہیں جو عرصہ سے گم گشتہ ہو گئے تھے۔ انہیں دوبارہ شائع کیا گیا تھا۔

الجواهر النقيه شرح مقدمة الجزريه

یہ شرح پچاس سے زائد فنی کتب کا نچوڑ ہے جس میں متعلقہ مسائل پر کھل کر بات کی گئی ہے۔

الحواشي المفهمه في شرح المقدمة

شرح شاطبیہ اردو، امانیہ شرح شاطبیہ (اردو)، توضیح المرام فی وقف حمزۃ و ہشام (اردو)، تنشیط الطبع في اجراء السبع محشی (اردو)، الدراری شرح الدرۃ (اردو)، ایضاح المقاصد (اردو)، اخلاق محمدی، پیغام رمضان (اردو)، شجرۃ الاساتذہ (اردو)، تقاریر ابوداؤد شریف (اردو)، المرشد فی التجوید والوقف (عربی)۔

حضرت قاری صاحب نے سوانح امام جزری اور سبعہ احرف نامی دو کتب نامکمل چھوڑی ہیں۔ آخیر میں ہم بس اتنا ہی کہیں گے:

علوم قرآن میں بحر ذخائر تھے اظہار
قراءات میں موسم بہار تھے اظہار
وہ حدیث ہو، فقہ ہو یا ادبی محفلیں
ہر میدان کے شہ سوار تھے اظہار
قرآن کے خادم اس قدر پیدا کئے
علم کے گویا ایک پہاڑ تھے اظہار
حق بات کہنے کا حوصلہ تھا ان میں
جھوٹ کے دل میں مثل خار تھے اظہار
تجوید و قراءات کو زندہ جاوید کر گئے
موسم گل کا سمجھو نکھار تھے اظہار
قول کے پکے تھے وہ فعل کے سچے تھے وہ
شرافت کا چلتا پھرتا شعار تھے اظہار
میں تو کہوں احمد اس زمانے میں احمد
ہر اچھی بات کا اظہار تھے اظہار

(عزیز احمد تھانوی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محمود احمد سیاف*، ارسلان ظفر☆

اخبار الجامعہ

قراءات میں اِنقلابی اِرتقائی اُقدامات

جامعہ لاہور الاسلامیہ، المعروف جامعہ رحمانیہ، عرصہ دراز سے علمی میدان میں سرگرمِ عمل ہے اور علم قراءات میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ جامعہ ہذا کے زیرِ اِہتمام درسِ نظامی اور علوم عصریہ کے ساتھ ساتھ علم قراءات پر خاصی توجہ دی جاتی ہے جس میں روز بروز اِرتقاء ہو رہا ہے۔ الحمدللہ یہ جامعہ ہذا کا اِمتیاز ہے کہ جس کی بدولت ملک بھر میں علم قراءات کی درس وتدریس کا بھرپور آغاز ہوچکا ہے۔

آج علم قراءات کی حجیت کسی جاہل پر پوشیدہ ہو تو ہو، اَصحاب علم و دانش خواہ وہ کسی بھی مسلک سے منسلک ہوں قراءاتِ متواترہ کے منزل من اللہ ہونے کے قائل ہیں۔ جس کے لیے ماہنامہ 'رُشد قراءات نمبر' حصہ اول و دوم کا مطالعہ موزوں ہے۔ آج علم قراءات میں قاری ابراہیم میرمحمدی ﷾ کا نام کس پر پوشیدہ ہے؟ کلیّۃ القرآن الکریم جامعہ لاہور الاسلامیہ اور بونگہ بلوچاں کے بانی ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان بھر میں جہاں بھی علم قراءات کی تدریس ہو رہی ہے اُس کا تعلق قاری صاحب سے ضرور ہے۔ "بارك الله في علمه و عمله ."

چنانچہ آج سینکڑوں فاضلینِ جامعہ لاہور الاسلامیہ ملک بھر میں درس وتدریس میں سرگرمِ عمل ہیں۔ الحمدللہ۔ اللہ عزوجل نے جامعہ لاہور الاسلامیہ کو یہ شرف بخشا کہ اس علم کی مزید اِشاعت کے لیے سرگرمِ عمل ہو، یہ سلسلہ رُشد قراءات نمبر اسی کی ایک کڑی ہے۔ تاکہ علم قراءات کو خواص تک ہی محدود نہ رکھا جائے بلکہ ملک بھر میں اس کی اِشاعت وتعارف ہو، اور وہ علم کہ جس کو بے فائدہ جان کر صرفِ نظر کیا گیا اس کا دوبارہ بھرپور اَحیاء ہوسکے۔ اللہ انہیں مزید جوش وجذبہ اور اِستقامت عنایت فرمائے۔ (آمین)

اس کاروانِ قراءات کو مزید ترقی دینے کے لیے جامعہ لاہور الاسلامیہ میں اِنقلابی اِرتقائی سرگرمیاں جاری ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۞ قراءاتِ عشرہ کبریٰ 'القراءات العشر الکبریٰ عن طریق الطیبۃ' کا اِجراء

الحمدللہ پاکستان میں پہلی بار قراءات عشرہ عن طریق الشاطبیہ کے بعد قراءاتِ عشرہ عن طریق الطیبہ کا اِجراء کلیّۃ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ کے زیرِ اہتمام ہوچکا ہے۔ جس کی سرپرستی اُستاذ القراء قاری محمد ابراہیم میرمحمدی ﷾ اور استاذ القراء قاری محمد ادریس العاصم ﷾ فرمارہے ہیں۔ جناب قاری اَنس نضر مدنی ﷾ اور قاری حمزہ زیاد مدنی ﷾ کی خصوصی کاوش اور دن رات کی محنت بھی شامل ہے۔

---

* متعلّم ثالثۃ کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ☆ متعلّم جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مختصر تعارف قراءاتِ عشرہ کبریٰ

یہاں ہم قارئین کرام کو قراءاتِ عشرہ عن طریق الشاطبیہ اور قراءاتِ عشرہ عن طریق الطیبہ کا مختصر تعارف کرواتے چلیں:

رُشد قراءات نمبر کے پہلے شمارہ میں قاری حمزہ زیاد مدنی ﷾ نے اہم سوالوں کے جوابات میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ قراءاتِ عشرہ عن طریق الشاطبیہ میں دس قاریوں کی قراءات ہیں پھر ہر قاری سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں اس طرح یہ کل ۲۰ روایات ہو جاتی ہیں۔ پھر ہر راوی کے دو طریق اور پھر ہر طریق سے روایت کرنے والے دو دو راویوں کو بھی جمع کیا گیا ہے جن کی کل تعداد ۸۰ تک پہنچتی ہے۔ اَب قراءاتِ عشرہ عن طریق الشاطبیہ میں ۲۰ راویوں کی رِوایات ہیں جبکہ قراءاتِ عشرہ عن طریق الطیبہ المعروف قراءاتِ عشرہ کبریٰ میں ۸۰ طرق (راویوں) کو جمع کیا گیا ہے۔

الحمدللہ قاری اَنس نصر مدنی ﷾ اور قاری حمزہ زیاد مدنی ﷾ کی کاوشوں سے دنیا بھر میں اپنے تعددِ روایات کی وجہ سے بہت کم پڑھی جانے والی قراءات، قراءات عشرہ کبریٰ کا اِجراء (کلیّۃ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ میں) ہو چکا ہے جس کا مستقل آغاز پاکستان میں پہلی بار ممکن ہوا ہے۔ علاوہ ازیں جامعہ لاہور الاسلامیہ، کلیّۃ القرآن کی پہلی کلاس میں اس سال ۶۵ طلباء کا داخلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

قراءاتِ عشرہ کبریٰ کا مسابقہ

طلباء میں قراءاتِ عشرہ من طریق جزری ﷫ (عشرہ کبریٰ) کا ذوق اُجاگر کرنے کے لیے کلیّۃ القرآن کی دو سینئر کلاسز ثانیہ کلیہ اور ثالثہ کلیہ کے مابین ایک مسابقہ منعقد کیا گیا جس کا نصاب تمام قراء کے مکمل اصول وتحریرات پر مشتمل تھا۔ طلباء نے بھرپور ذوق شوق سے اس مسابقہ میں حصہ لیا۔ طلباء کی حوصلہ افزائی کے لیے ان میں تقریباً ۵۰۰۰ کے اِنعامات تقسیم کئے گئے۔ یاد رہے کہ یہی طلباء اس سے قبل کلیّۃ القرآن کے زیر اِہتمام عشرہ صغریٰ میں مکمل قرآن پاک کا اِجراء کر چکے ہیں۔ (الحمدلله على ذالك)

جامعہ لاہور الاسلامیہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ یہاں پورے قرآن کا قراءات میں اجراء کروایا جاتا ہے جس سے طلبا میں اِجراء کی زبردست مہارت پیدا ہو جاتی ہے۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ کی نئی بلڈنگ

مشہور کہاوت ہے کہ پانی اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے۔ انتظامیہ جامعہ ہذا ایک عرصہ سے جامعہ کی توسیع کی خواہش مند تھی مگر کسی موزوں جگہ کا انتخاب نہیں ہو سکا تھا۔ دین کا کام کرنے والوں پر آزمائشوں اور پریشانیوں کا آنا بدیہی اَمر ہے مگر اِستقامت اِختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ آسانیاں بھی مہیا فرماتے ہیں۔ الحمدللہ ایک صاحبِ خیر جناب عتیق اَحمد خواجہ نے ۱۲ کنال میں البیت العتیق کے نام سے تعمیر شدہ مدرسہ دین کے لیے وقف کرتے ہوئے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے نام لگوا دیا ہے تاکہ دین کا یہ کارواں بڑھتا ہی جائے۔ بَارَكَ اللهُ فِيْ دِيْنِهٖ وَمَالِهٖ وَعِرْضِهٖ.

نئی بلڈنگ اور اس کے انتظام واِنصرام کی تفصیل درج ذیل ہے:

۴ کنال پر محیط ایک خوبصورت مسجد ہے۔ ۳۰ کمرے، ۱۰ دفاتر اور ۱۰ اَساتذہ کی رہائشیں موجود ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِصلاحی اَقدامات

اِنتظامیہ نے طلباء کی ضرورت کے پیش نظر وہاں جدید اور بہترین سہولیات مہیا کی ہیں۔ وافر اور صاف پانی کے حصول کے لیے ۶۰۰ فٹ گہرا ٹیوب ویل لگوایا، جس کی لاگت ۱۲ لاکھ روپے ہے۔ ۳۰۰ طلباء کے لیے چارپائیوں کا اِنتظام کیا گیا ہے، جس پر ۴ لاکھ روپے کی لاگت آئی۔ تمام طلباء کے لیے ۱۰۰ اَلماریاں بنوائی گئی ہیں، جن پر تقریباً ۸ لاکھ روپے خرچ ہوا۔ جامعہ میں مزید ایک تجوید کے اُستاذ کی تقرری بھی کی گئی ہے جو کہ جامعہ کے ہی فاضل سبعہ عشرہ ہیں۔ اللہ ان سے زیادہ سے زیادہ دین کا کام لے۔ (آمین)

بین الجامعتین طلباء کی تقسیم اور اس کی انتظامیہ کا تقرر

اب مسئلہ طلباء کی تقسیم کا تھا کہ کن طلباء کو البیت العتیق کیمپس میں بھیجا جائے اور کن کو گارڈن ٹاؤن کیمپس میں ہی رکھا جائے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ طلباء کا تقسیمی عمل ثانوی اور کلیہ کلاسز کے لحاظ سے کیا جائے۔ چنانچہ ثانوی کلاسز کو البیت العتیق کیمپس میں اور کلیہ کلاسز کو گارڈن ٹاؤن کیمپس میں ہی رکھا گیا ہے۔

اِنتظامیہ کا تقرر

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ﷾ کو جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) جبکہ قاری حمزہ زیاد المدنی ﷾ کو جامعہ لاہور الاسلامیہ (البیت العتیق) کا مدیر مقرر کیا گیا ہے۔ اور حافظ انس نضر مدنی ﷾ کو مجلس تحقیق الاسلامی ماڈل ٹاؤن میں اِنچارج کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ اللہ عزوجل اُنہیں اَپنی اَپنی ذِمہ داریوں کو کماحقہ نبھانے کی توفیق عطا فرمائے اور دین کا زیادہ سے زیادہ کام لے۔ (آمین)

جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) میں اِصلاحی پروگرام

قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ جامعہ لاہور الاسلامیہ دین و دنیا کے امتزاج میں اَپنی مثال آپ ہے۔ معاملہ تعلیم کا ہو یا جدید سہولیات مہیا کرنے کا جامعہ الحمدللہ کسی بھی میدان میں پیچھے نہیں رہا بلکہ جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس قدر ممکن ہو سکا اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیاتی سرگرمیوں میں پیش پیش رہا ہے۔

کلاس رومز کی تجدید

کمپیوٹر کلاسز کے اِجراء اور تعلیمی میدان میں تجدید کے ساتھ ساتھ کلاس رومز کو بھی جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جارہا ہے۔ پرانے تدریسی طریقہ کو بہتر بناتے ہوئے کلاس رومز میں کرسیوں کا اہتمام کیا گیا ہے جس کے لیے انتظامیہ نے طلباء کے لیے ۲۰۰ بہترین کرسیوں اور اَساتذہ کے لیے اسپیشل ۵۰ کرسیوں کا انتظام کیا ہے۔

ہاسٹل میں اِصلاحی پروگرام

یہاں ہم قارئین کو مطلع کرتے چلیں کہ اِس سے قبل جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ہاسٹل میں ۱۱ کمروں کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے جس میں کتابوں کے لیے اَلماریاں مہیا کی گئیں۔ اس کے بعد اِنتظامیہ طلباء کی سہولت کے پیش نظر Boxes کی جگہ اَلماریوں کا اِنتظام کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چارپائیوں کا بھی اِنتظام کیا جارہا ہے۔ اِنشاء اللہ عنقریب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طلباء ان سہولیات سے مستفید ہوں گے۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ کا اعزاز

الحمدللہ جامعہ ہذا تعلیمی میدان میں ایک نام رکھتا ہے۔ جس میں اَساتذہ جامعہ کا خصوصی جذبہ اور طلبا کی محنت شامل حال ہے۔ جس کا ثمرہ آج اس صورت میں سامنے ہے کہ وفاق المدارس جامعہ سلفیہ کے زیر اہتمام منعقدہ سالانہ امتحان ۲۰۰۹ء میں ملک بھر میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے طلباء نے چار پوزیشنز حاصل کی ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

عالیہ میں محمد اَرشد قریشی نے ملک بھر میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی ہے جو اب اِسلامک یونیورسٹی اِسلام آباد میں ایم فل کی تعلیم حاصل کرنے میں سرگرم ہیں جنہوں نے ایم۔فل کے اِنٹرویو میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی ہے۔

الشہادۃ العالیہ میں جامعہ کے دو طلباء نے پہلی اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔ قاری خضر حیات نے پہلی پوزیشن حاصل کی جو اِس سے قبل جامعہ ہذا کی طرف سے عمرہ کا اِنعام حاصل کر چکے ہیں۔ حافظ محمود اَحمد سیاف نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اسی طرح حافظ عدنان اسحاق نے ثانویہ خاصہ میں تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان طلباء کے علم وعمل میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی فرمائے۔ (آمین)

جامعہ ہذا کے چار طلباء کا گذشتہ سال مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ ہوا تھا جنہوں نے اپنے پہلے سمسٹر کے امتحان میں نمایاں نمبر حاصل کیے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

دو طلباءِ کرام حافظ عبدالمنان اور حافظ محمد زبیر نے کلیّۃ الشریعۃ مدینہ یونیورسٹی میں زبردست نمبر حاصل کئے۔ حافظ عبدالمنان نے ۸۰۰ میں سے ۷۹۶ اور حافظ محمد زبیر نے ۸۰۰ میں سے ۷۹۳ نمبر حاصل کیے جبکہ دو طلباء حافظ اِحسان الٰہی ظہیر اور حافظ عبدالباسط نے کلیّۃ الحدیث میں نمایاں نمبر حاصل کئے۔ حافظ اِحسان الٰہی ظہیر نے ۸۰۰ میں سے ۷۸۷ اور حافظ عبدالباسط نے بھی ۸۰۰ میں سے ۷۸۷ نمبر حاصل کئے۔ ان زبردست کامیابیوں پر جامعہ بارگاہِ الٰہی میں اِظہار تشکر کرتا ہے۔ اللہ ان طلباء کرام کو دین حنیف کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ (آمین)

آخر میں ہم اپنے مکرم قارئین سے جامعہ کی مزید ترقی اور سلامتی کی دعا کی اَپیل کرتے ہیں کہ اللہ دین کے اس قلعہ کو تا قیامت قائم و دائم رکھے اور اس کا فیض ہمیشہ جاری رکھے۔ (آمین)

قراءاتِ سبعہ وتجوید کی اَہمیت وضرورت (جامعہ سلفیہ میں تکمیل قراءاتِ سبعہ ومحفل حُسنِ قراءات)

دِینی مدارس میں اِسلام کے بنیادی مصادر قرآن وحدیث کی تدریس کے ساتھ ساتھ وہ تمام علوم وفنون بھی پڑھائے جاتے ہیں جو اِسلام کے فہم میں ممد ومعاون ہوں۔ خاص کر نصوص کی تشریح وتوضیح کے لیے مفسرین، محدثین اور فقہاء کی کاوشوں سے بھی اِستفادہ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض اَہم کتب باقاعدہ نصاب کا حصہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عربی زبان واَدب کے لیے متنبّی اور حماسہ جیسی کتب بھی نصاب میں شامل ہیں۔ یہ ساری کتب براہِ راست کتاب وسنت کو سمجھنے میں اَہم کردار اَدا کرتی ہیں۔ ان کی اَہمیت اور ضرورت سے کوئی ماہر تعلیم اِنکار نہیں کرسکتا۔

اِسلام کا اَہم ترین ماخذ قرآنِ حکیم ہے جس کو سمجھنے کے لیے اِس کا صحیح پڑھنا اَز حد ضروری ہے۔ مدارس میں اس کا اِہتمام موجود ہے۔ البتہ مختلف قراءات کی تدریس اور اس کا فہم بہت کم مدارس میں ہے۔ اس کی مختلف وجوہات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوسکتی ہیں مثلاً دوسرے فنون کی نسبت فنِ قراءۃ و تجوید بہت مشکل اور محنت طلب ہے۔ اس کے ماہرین اُساتذہ کمیاب ہیں۔ عام زندگی میں مختلف قراءات کا عملی مظاہرہ نہیں ہوتا اور نہ ہی عوام الناس اُسے سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس میں دلچسپی لیتے ہیں۔

اِس کے باوجود علماءِ کرام اس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت سے اِنکار نہیں کرتے، کیونکہ مختلف قراءات کی تعلیم رسول کریم ﷺ کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ آپ نے خود اس کی تعلیم دی اور مختلف قراءات پر موافقت فرمائی۔ اس اِعتبار سے اس علم کو پڑھنا پڑھانا اور سمجھنا نیز اس کی صیانت وحفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مختلف قراءات سے معانی اور مفہوم کے تنوع کا بھی ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہے جس سے مستفید ہونا ہمارا حق ہے۔ قراءاتِ سبعہ کا علم نہ صرف محفوظ ہے، بلکہ ہر دور میں اس کے ماہرین علماء موجود رہے ہیں جو اس کی بقاء کے لیے کوشاں ہیں اور عملی زندگی میں اس کی تمرین اور مشق بھی کرتے کرواتے رہتے ہیں۔

پاکستان کے مدارس میں اِسلامی علوم کی تدریس کا خاطر خواہ انتظام تو موجود ہے لیکن اکثر مدارس میں اِسلامی علوم کو مختلف اَقسام میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ ایک ہی نصاب کے تحت سب علوم وفنون پڑھا دیئے جاتے ہیں۔ اگر یہ تقسیم ملحوظ رہے تو پڑھنے اور پڑھانے والوں کو کافی حد تک آسانی مہیا کی جاسکتی ہے۔ اَب نصاب میں قرآن حکیم کے چند پاروں کا حفظ تو موجود ہے لیکن باقاعدہ قراءۃ و تجوید کا اِہتمام نہیں کیا جاتا، حالانکہ اس کی اَشد ضرورت ہے تاکہ طالب علم نے جو پارے حفظ کیے ہیں وہ قواعد تجوید کے مطابق پڑھ سکے اور صحیح مخرج کے ساتھ تلاوت کرسکے۔ اس ضمن میں بعض مدارس نے بہت شوق و ذوق کے ساتھ اِہتمام کیا ہے۔ قرآن اور علوم القرآن کی تدریس کے لیے باقاعدہ کلیّۃ القرآن یا کم از کم تجوید وقراءۃ کے نام سے الگ شعبے قائم کیے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب میں بہت پہلے سے یہ اِہتمام موجود ہے۔ دنیا کے ذہین ترین حفاظ کو کلیّۃ القرآن میں پڑھنے کا موقع ملا۔ جنہوں نے اِسلامی علوم کے ساتھ ساتھ تجوید وقراءات سبعہ وعشرہ کی خصوصی تعلیم ماہرین علماء سے حاصل کی اور پھر اُپنے اُپنے وطن میں اس کا اَحیاء بھی کیا۔

اس سلسلے میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔ جس میں قرآن اور علوم القرآن کی مکمل تدریس کے لیے الگ کلیّۃ القرآن قائم کیا گیا ہے۔ جس کا چار سالہ نصاب تجوید وقراءات کی مکمل تعلیم کے ساتھ اِسلامی علوم کو جاننے کے لیے کافی ہے۔ ممتاز قاری جناب محمد اِبراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کی پُرخلوص محنت سے یہ اِدارہ پروان چڑھا اور بہت شہرت حاصل کی۔ آپ کے بعد مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کے ہونہار فرزند ارجمند جناب قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ نے مسند تدریس کو رونق بخشی اور کلیّۃ القرآن کو چار چاند لگا دیئے۔ موصوف پوری محنت اور دلچسپی سے دن رات کام کررہے ہیں اور قراءاتِ سبعہ کے ماہرین تیار کیے جارہے ہیں۔ توقع ہے کہ یہ اِدارہ پہلے سے بڑھ کر علم القراءات کی خدمت سرانجام دے گا۔

اِسی طرح اُستاذ القراء قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ عرصۂ دراز سے قرآنی علوم کی تدریس کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ مختلف مقامات پر تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود اچھے اور عمدہ قراء کی ضرورت دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

احباب کو یہ جان کر دلی خوشی اور مسرت ہوگی کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد (جو اسلامی علوم کی تدریس کا ممتاز ادارہ ہے اور پاکستان کے صفِ اوّل کے مدارس میں شامل ہے) نے بھی تجوید قراءات کی اہمیت اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج سے پانچ سال قبل شعبہ تجوید و قراءات کا آغاز کر دیا تھا جن کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ ایسے رجال کار تیار کیے جائیں جو ایک طرف تو اسلامی علوم پر مکمل دسترس رکھتے ہوں اور ساتھ ہی علم القراءات سے بھی بخوبی آگاہ ہوں اور یہ تاثر ختم کیا جا سکے کہ ایک قاری قراءاتِ سبعہ سے تو آگاہی رکھتا ہے مگر کوئی دینی مسئلہ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ایک عالم فتویٰ تو دے سکتا ہے مگر قرآن حکیم کی صحیح تلاوت نہیں کر سکتا۔ بڑی شدت کے ساتھ یہ کمی بھی محسوس کی جاتی تھی کہ شعبہ تحفیظ القرآن میں مساجد کی امامت کے لیے قراء موجود نہیں ہیں۔ لیکن قراء کی کمی کی وجہ سے عام حفاظ سے یہ کام چلایا جاتا ہے جس سے حفظ کرنے والے طلبہ میں مطلوبہ معیار پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے قرآن حکیم کو صحیح پڑھا جائے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے انتظامیہ اور اساتذہ کرام نے اخلاص اور جذبے کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور قراءات کی تدریس کے لئے کلیہ القرآن الکریم جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فارغ التحصیل قراء قاری ریاض احمد اور قاری شعیب عارفی کی خدمات حاصل کیں۔

جامعہ سلفیہ سے قسم تجوید اور قراءات سے فارغ ہونے والے قراء کے اعزاز میں ایک پُروقار تقریب تکمیل قراءۃ سبعہ و محفل حُسنِ قراءۃ منعقد ہوئی۔ جس میں بطور مہمانانِ خصوصی قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ، قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ، قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ، قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ اور قاری عبد السلام عزیزی حفظہ اللہ نے شرکت کی، جبکہ میاں نعیم الرحمٰن حفظہ اللہ اپنی علالت کے باوجود بطور خاص تشریف لائے اور تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ مدیر التعلیم جامعہ سلفیہ نے بھی مختصر گفتگو میں شعبہ تجوید و قراءۃ کے قیام پر روشنی ڈالی اور قاری ریاض احمد حفظہ اللہ کی خدمات کو بے حد سراہا جبکہ قاری صہیب احمد حفظہ اللہ نے کلیدی خطاب میں قراءات و تجوید کی اہمیت و ضرورت پر مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے قراءات سبعہ وعشرہ کے اثبات میں دلائل پیش کیے اور اہل مدارس پر زور دیا کہ وہ باقی علوم کی طرح علم القراءات کی تدریس کا بھی انتظام کریں۔

اس کے بعد قاری نوید الحسن لکھوی حفظہ اللہ اور قاری عبد السلام حفظہ اللہ نے تلاوت قرآن، اور قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ نے مختلف قراءات میں تلاوت کر کے سماں باندھ دیا۔ قاری محمد ابراہیم حفظہ اللہ اور قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ نے بھی اپنے مخصوص انداز میں تلاوت کلام پاک کی۔ آخر میں حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے ناصحانہ گفتگو فرمائی اور رقت آمیز دعا کی۔ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء کی تمنائیں اور آرزوئیں پوری فرمائے اور جامعہ اور اس کے معاونین کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گذشتہ سے پیوستہ

حافظ محمد عبد اللہ☆

تبصرہ جات ماہنامہ رُشد قراءات نمبر

[۱]

مکرمی ومحترمی جناب مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلّہ رُشد کی خصوصی اشاعت، قراءات نمبر کے (تین حصے) ایک مستحسن اور عظیم علمی وتحقیقی اقدام ہے۔ جس میں بہت ساری ملکی وغیر ملکی قد آور علمی شخصیات کے بہترین مضامین نے رسالہ کی خصوصی اشاعت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کے مضامین و مقالہ جات صدیوں تک پڑھنے اور پڑھانے والوں کیلئے اہم مراجع کی حیثیت رکھیں گے۔ اس سے قبل اس موضوع پر اتنا عظیم الشان کام نہیں ہوا۔ اللہ احکم الحاکمین نے یہ توفیق ان کو دی جن کا مسلک اللہ کا قرآن اور پیارے نبیﷺ کا فرمان ہے۔

اس رسالہ میں خصوصاً حجیت وحقانیتِ قراءات پر ضخیم مضامین علمی خزینہ ہیں اور اس میں منکرین قراءات کو دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔ نیز سبعۃ احرف پر گراں قدر، وافر اور تحقیقی مواد جمع کیا گیا ہے۔ ہر مکتب فکر کے شناور اساتذہ قراءات کے حالات زندگی کو احسن انداز سے موتیوں کی طرح پرو دیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر مضامین کی اہمیت بھی اپنی اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔

الحمد للہ! نتیجہ قارئین کے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے لیے اور آپ کے قابل فرزندان جناب الدکتور حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ، جناب القاری انس مدنی حفظہ اللہ اور جناب الدکتور القاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ و دیگر معاونین و منتظمین کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین یا رب العالمین)

قاری محمد ادریس العاصم

صدر مدرّس مدرسہ تجوید القرآن، جامع مسجد لسوڑیوالی، لاہور

[۲]

ماہنامہ 'رُشد' لاہور کے قراءات نمبر کے دو شمارے نظر سے گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں کسی تبصرے کیلئے میں اوّلاً یہ عرض کروں گا (مشك آنست كه ببويد نه كه عطار بگويد) حضرت مولانا عبد الرحمٰن مدنی کی علمی کاوشوں کے تو ہم اوّل سے معترف ہیں مگر علم قراءات میں (پدرنه تواند پسر تمام كند) کا حقیقی مصداق عزیز القدر القاری المقری حمزہ مدنی نے جو تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے اس کی تعریف کیلئے میں نے عملی قدم اس طرح اٹھایا کہ اپنے تلامذہ کو ان شماروں کو خریدنے کی ترغیب دی جہاں جہاں علم قراءت سے متعلق کام ہو رہا ہے وہاں احباب سے اِصرار کر کے ان شماروں سے اِستفادہ کی دعوت دی ہے۔

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ علم قراءاتِ عشرہ متواترہ اور اس کے متعلقہ علوم پر اُردو زبان میں ایک بہت بڑا ذخیرہ ماہنامہ 'رُشد' کے ان نمبرات کے ذریعہ اہل علم کے سامنے آ گیا ہے۔ہم طالب علموں کیلئے اس دور میں فن قراءات کی پیاس بجھانے کیلئے آسان اور سہل الحصول ذریعہ ان رسائل میں موجود ہے ۔ تمام دینی مدارس بلاتفریق مسلک ومشرب اپنے مدارس، لائبریریوں میں ان قراءات نمبروں کو داخل فرمائیں۔علم قراءات پر یہ ایک موسوعہ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کی ان مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔آمین!

ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی،
نائب مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ، لاہور

[۳]

نحمده و نصلي و نسلم علی رسوله الکریم ، أما بعد!

ماہنامہ 'رُشد' قراءت نمبر۲ کا چند چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کا موقع ملا۔ الحمد للہ اِنتہائی مسرت ہوئی کہ تمام مضامین اِنتہائی محنت اور تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور علم قراءت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس سلسلہ سے علم قراءت کو کافی فائدہ ہوگا اور اس علم سے لوگوں کی دلچسپی بڑھے گی۔

قراءات نمبر (۱) اور اب قراءات نمبر (۲)، ان میں نہ صرف علم قراءت کی تاریخ کو جمع کیا گیا بلکہ نبی پاک ﷺ سے لے کر آج تک اس علم کے تواتر کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔اس علم کی اَحادیث اور اہمیت کو بھی کافی پُر اثر اَنداز میں اُجاگر کیا گیا ہے۔اس دور میں جبکہ علم قراءت پر مختلف اَطراف سے اعتراضات اٹھائے جارہے ہیں یہ کاوش اِنتہائی قابل تحسین اور لائق صد مبارکباد ہے۔ جو اعتراضات اٹھائے جارہے ہیں ان کے اِنتہائی محققانہ اَنداز میں جو جوابات دیئے گئے ہیں ان کو اگر اعتراضات اٹھانے بھی انصاف کا دامن تھام کر پڑھیں گے تو ان کے ذہن بھی بالکل صاف اور مطمئن ہوجائیں گے۔

اس تمام کاوش کا سہرا محترم جناب قاری حمزہ مدنی صاحب، ان کی ٹیم اور معاونین کو جاتا ہے،جنہوں نے نہ صرف اس ضرورت کو محسوس فرمایا بلکہ عملی طور پر قدم بھی اُٹھایا اور ماہنامہ 'رُشد' کے ذریعہ سے قراءات نمبرز کا اِجراء فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اَحباب، جملہ معاونین کی علم قراءات سے اس محبت کو قبول فرمائے اور مزید خدمت کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔آمین! والسلام

قاری محمد برخوردار احمد سدیدی،
مہتمم جامعہ کریمیہ سدیدیہ، لاہور

[۴]

محترم جناب ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب حفظہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے،حق تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ واَمان میں رکھے۔آمین

خلاصۃ المرام: اس وقت آپ کے رسالہ 'رُشد' کے قراءات سے متعلق دو شمارے بندہ کے پاس ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اِنکارِ قراءات کا فتنہ جس طرح پھن پھیلائے کھڑا ہے، ان دو شماروں میں اس کی سرکوبی کی ایک عمدہ اور اچھی کاوش کی گئی ہے، جس طرح مستشرقین نے قرآن وحدیث میں طرح طرح کے بے سروپا شبہات پیدا کرکے ان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو بے وزن کرنے کی ناکام کوشش کی، اسی طرح مستشرقین کے پروردہ تمنا عمادی اور غامدی جیسے لوگوں نے قراءات متواترہ جیسی اُمت کی اِجماعی متاع پر نقب زنی کی کوشش ہے۔لیکن حق تعالیٰ نے ان کے خیالات فاسدہ کو دور کرنے کا انتظام فرما دیا، تمنا عمادی کے 'دلائل' کا پول تو حضرت قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ نے 'دفاع قراءات' میں اس طرح کھول دیا کہ ہر حقیقت شناس شخص کیلئے سرمۂ بصیرت بنا دیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

دورِ حاضر میں غامدی جیسے کور چشموں نے پھر قراءاتِ متواترہ پر بیہودہ اور بیجا اعتراضات کرکے خدام قرآن کی غیرت کو للکارا۔ الحمدللہ اس کے بھی ردّ میں قلم اٹھے، اور اِتمام حجت کیا گیا، 'رشد' کے یہ خصوصی شمارے اسی سلسلہ کی کڑی ہیں اور بحمداللہ اس سے قراءات کے متعلق ایک اچھا مواد یکجا ہوگیا ہے اور عربی مواد کا معتد بہ حصہ اُردو میں منتقل ہوگیا ہے، جس سے اُردو داں طبقہ مستفید ہوسکتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کے بعض مضامین سے اختلاف رائے کے باوجود مجموعی طور پر ایک اچھی کاوش ہے، حق تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے اور مزید کام کی توفیق عطا فرمائے۔

جہاں تک بعض مضامین سے اختلاف رائے کا معاملہ ہے ان پر تفصیلی کلام پھر سہی، کہ ابھی بستر علالت پر ہوں، تاہم وہ مضمون جس میں آج بھی نئی قراءات ترتیب دینے کا تصور (صدیوں سے اُمت کے اجماعی معمول کے خلاف) پیش کیا گیا ہے۔ خطرناک سمجھتا ہوں کہ اس سے ایک نئے فتنے کا ایسا باب کھلے گا جس کو بند کرنا تصور پیش کرنے والے کے بس میں بھی نہیں ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک فتنے کا دروازہ بند کرتے کرتے نئے فتنے کا دروازہ کھل جائے۔ اللھم وفقنا لما تحبّ و ترضی! والسلام

قاری عبدالملک شہزادہ
شیخ التجوید والقراءات، جامعہ دارالعلوم، کراچی

[۶]

ماہنامہ 'رُشد' 'قراءات نمبر' [حصہ اوّل]

ماہنامہ 'رُشد' ایک علمی جریدہ ہے، جو پچھلے کئی برسوں سے میدان عمل میں ہے۔ اس کی بیس جلدیں مکمل ہوچکی ہیں۔ پیش نظر مجلّہ قراءات نمبر کا حصہ اوّل ہے۔ جس میں بیس کے قریب انتہائی اہم علمی مضامین شامل ہیں۔ یہ شمارہ ضخیم ہے اور ۷۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں منکرینِ قراءات کے باطل نظریات کی تغلیط کی گئی ہے اور ایسے مضامین کو بطورِ خاص شاملِ اِشاعت کیا گیا ہے، جن میں قراءات کی حیثیت اور ان کے جواز کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر محمد اکرم چودھری کا مضمون اِنتہائی اہمیت کا حامل ہے، جس کا عنوان 'اختلافاتِ قراءاتِ قرآنیہ اور مستشرقین' ہے۔ جس میں آرتھر جیفری کے نظریات پر بحث ہے اور دلائل کے ذریعے ان کے نظریات کو غلط ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر اہم مضامین کی فہرست اس طرح ہے:

- اَحادیثِ مبارکہ میں واردشدہ قراءات
- قرآن کریم کے متنوع لہجات اور ان کی حجیت
- متعدد قراءات کو ثابت کرنے والی جملہ اَحادیث
- سبعہ اَحرف سے مراد اور قراءاتِ عشرہ کی حجیت
- قراءاتِ عشرہ کے اسانید اور ان کا تواتر
- قراءاتِ قرآنیہ کا مقام اور مستشرقین کے شبہات

مستشرقین کے نظریات کے علاوہ بعض مسلمان مفکرین بھی ہیں کہ قراءات کے بارے میں ان کا ذہن پوری طرح صاف نہیں یا تو وہ مستشرقین کے نظریات سے متاثر ہیں یا پھر اختلافِ قراءات کی اصل سے اُنہیں پوری شناسائی نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اُنہوں نے بھی اپنی تحریروں میں ایسے خیالات کا اِظہار کرنے میں باک محسوس نہیں کی، جن سے مختلف قراءات کی اہمیت اور جواز پر تشکیک کا پہلو اُجاگر ہوتا ہے۔ 'رشد' کی موجودہ اِشاعت میں ایسے مفکرین کے نظریات پر دو مضامین اہم ہیں۔ پہلا 'منکر قراءات تمنا عمادی کے نظریات کا جائزہ' از مولانا طاہر رحیمی رحمہ اللہ جبکہ دوسرا مضمون 'قراءات کے بارے میں اصلاحی اور غامدی کا مؤقف' ہے جو پروفیسر رفیق چودھری کے قلم سے ہے۔

اگرچہ 'رشد' میں شامل بیشتر مضامین نشر مکرر ہیں۔یعنی ایسے ہیں جو پہلے سے طبع شدہ ہیں،لیکن ان تمام مضامین کو یکجا کرکے شائع کرنا اپنی جگہ بڑا اہم کام ہے۔ ہماری دانست میں ان موضوعات پر تحقیق و تفتیش کی مزید ضرورت ہے۔ ماہنامہ 'رشد' نے مذکورہ نمبر شائع کرکے اَہل علم کو اس بات کی تحریک دی ہے کہ وہ اپنے قلم کو جنبش دیں اور علمِ قراءات کے حوالے سے علم کے سمندر میں اتریں اور موتی تلاش کرکے لائیں تاکہ علم قراءات جیسا مقدس علم پاکستان میں بھی اپنی جڑیں مستحکم کرسکے۔جس کو کئی عشروں کی دھول نے دھندلا کر رکھا ہے۔

ماہنامہ 'رشد' کا مذکورہ قراءات نمبر دراصل قراءاتِ سبعہ کا دفاع ہے اور ان لوگوں کے خیال کی تردید ہے جو سبعہ قراءات کو اجتہادی اَمر خیال کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ بڑے واضح ہیں: «أنزل القرآن علی سبعة أحرف» اس فرمان رسول ﷺ کی موجودگی میں اس بات کی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی کہ قراءات کو اجتہادی کہا جائے بلکہ یہ اَمر مسلمہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی عبارت منزل من اللہ ہے اسی طرح قراءات بھی منزل من اللہ ہیں۔بعض حضرات اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ اگرچہ قرآن سبعہ اَحرف پر نازل ہوا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے تمام قراءات کو ختم کرکے پوری اُمت کو ایک قراءات پر اکٹھا کردیا۔ یہ خیال کم علمی کی بناء پر ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں جبکہ سبعہ اَحرف کی سند رسول اللہ ﷺ نے دی۔کوئی بھی صحابی رسول اللہ ﷺ کی بات میں تبدیلی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔لہٰذا اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا بذاتِ خود غلط ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کو جمع کرنے کا تعلق ہے تو یہ کام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی کرچکے تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کارنامہ یہ ہے کہ اُنہوں نے قرآن مجید کو سبع اَحرف پر لکھوا کر جمع کیا۔ اس کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ آذربائیجان اور آرمینیا کے مسلمانوں کے مابین جو تنازعہ مختلف قراءاتوں کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، ہر قبیلہ کسی ایک قراءات کے مطابق تلاوت کرتا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین حضرات نے عملاً ان قراءات کو محفوظ رکھا۔ چونکہ ہر قبیلہ اپنی قراءات ہی کو درست خیال کرتا تھا اور دوسرے قبیلوں کی قراءات کو غلط قرار دیتا تھا،یعنی دوسری قراءات کو غلط سمجھتا تھا۔ یہ اَصل غلط فہمی تھی، جس کی درستی کیلئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی عرض کی۔ أدرك هذه الأمة براہ کرام اس اُمت کو سنبھالنے کا بندوبست کیجئے۔ان الفاظ سے ہی پتہ چل رہا ہے کہ آرمینیہ اور آذربائیجان میں اسی فتنہ کے پیدا ہوجانے کا اَندیشہ تھا کہ کہیں سبعہ اَحرف ختم نہ ہوجائیں اور ایک ہی قراءات باقی رہ جائے۔لہٰذا اس کا تدارک ضروری تھا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے منقول تمام قراءاتوں کی حفاظت کا بندوبست کیا جاسکے۔ چونکہ ہر قبیلہ اپنی ہی یعنی ایک ہی قراءات کو درست خیال کررہا تھا،لہٰذا اس فتنہ سے بچانا مقصود تھا اور دیگر قراءات کا منزل من اللہ ہونا باور کرانے کی ضرورت تھی اور سبعہ اَحرف کو محفوظ کرنا ضروری تھا۔ نیز یہ بات قیامت تک کیلئے ثابت کرنا مقصود تھی کہ قرآن صرف ایک قراءات پر نہیں بلکہ سبعہ اَحرف پر نازل ہوا ہے۔لہٰذا ان تمام احرف کی پاسداری ضروری ہے اور صرف ایک قراءات کو تسلیم کرنا درست نہیں ہے۔

اَہل علم سے علمی و تحقیقی کام کروانا بذاتِ خود بڑا کٹھن کام ہے۔علم تجوید و قراءات کے حوالے سے یہ کام اور بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دشوار ہے کیونکہ عموماً اس علم کے شناور حضرات قلم کاری سے عاری ہوتے ہیں اور قلم کاری کا تجربہ رکھنے والے قابل قدر حضرات اس علم کی قدر سے محروم ہیں۔ اس حوالے سے اس خالص فنی علم پر اہل علم سے تحقیقی مضامین لکھوانا یقیناً جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ تاہم 'رشد' کے ذمہ دار حضرات اس جوئے شیر کو لانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے علومِ قرآنی کے حوالے سے اس اَہم علم کو ماہنامہ 'رشد' کی شکل میں جمع کرکے انتہائی اَہم خدمت سرانجام دی ہے۔

یہاں اِس بات کا تذکرہ بھی اِنتہائی ضروری ہے کہ انسان کی ہر کوشش توفیق الٰہی سے ہوتی ہے۔ یہ بات بھی مسلّم ہے کہ کوئی بھی انسانی کوشش تمام تر کامیابیوں کے باوجود کامل و اکمل نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی شخص اپنی کوشش پر اتمام کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ تکمیل و اتمام کی سند صرف اور صرف کلام الٰہی کو حاصل ہے۔ اس تناظر میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ ماہنامہ 'رشد' کا مذکورہ نمبر اگرچہ بنیادی طور پر قراءات کے دفاع میں شائع کیا گیا ہے لیکن عجب اتفاق ہے کہ اس میں بعض ایسی تحریریں بھی شامل ہیں، جن سے قراءات کی تنقیص وتردید کا پہلو بھی سامنے آتا ہے یا ان میں متنوع قراءات کی تردید میں مضبوط دلائل بھی مہیا ہوتے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۳۴۵ پر ایک مضمون قواعد نحو پر قراءات قرآنیہ کے اَثرات کے عنوان سے ہے۔ یہ مضمون ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم کا ہے جس کا اُردو ترجمہ سمیع الرحمن نے کیا ہے۔ اس کا ذیلی عنوان 'قراءات قرآنیہ کے بارے میں نحویوں کا مؤقف' اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ نحوی جتنا قراءات قرآن کے بارے میں ایک دوسرے کا ردّ اور معارضہ کرتے ہیں، اتنا کسی اور علم میں نہیں کرتے، چنانچہ مختلف زمانوں میں قراءاتِ قرآنیہ اکثر نحاۃ کے اختلافات کا نشانہ بنی رہیں وہ انہیں کبھی غلط، کبھی ضعیف اور کبھی صحیح قرار دیتے رہے اور یہ اختلاف طویل ہوتا چلا گیا۔''

پھر مزید لکھتے ہیں: ''قواعد نحو کا مطالعہ کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بعض نحویوں نے قراءات کی تردید کی ہے۔ خاص طور پر ان قراءات کی جو نحوی اِعتبار سے مشکل و پیچیدہ ہیں اور اس تردید کا سبب اُن کا یہ نظریہ وعقیدہ ہے کہ قراءات دراصل اختیاراتِ قراء ہیں، جو ان کی ذاتی اِختراع ہیں نیز یہ رسول اللہﷺ سے تواتر سے منقول نہیں ہیں۔ اس بات کی تائید ابن منیر کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے زمخشری کے تعاقب میں آنے والے قول کے بارے میں اضافتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والی ابن عامر کی قراءات کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ﴾ [الأنعام: ۱۳۷] اس آیت مبارکہ میں امام ابن عامر شامی لفظ قتل کو مرفوع اور شرکائھم کو اضافت کی وجہ سے مجرور پڑھتے ہیں۔ ابن منیر نے کہا کہ یہ زمخشری کا ظن ہے اور ابن عامر نے اس قراءت کو اپنی رائے سے پڑھا ہے۔''

اسکے علاوہ املائی اغلاط نے 'رشد' کے حسن کو گہنا دیا ہے۔ کاش یہ اغلاط اتنے خوبصورت علمی اور تحقیقی مجلّہ میں نہ ہوتیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ماہنامہ 'رشد' کی تیاری میں جلد بازی سے کام لیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ فہرست مضامین تیار کرتے ہوئے بھی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور بہت سے مضامین کا فہرست میں تذکرہ سرے سے نہیں ہے۔ مثلاً صفحہ ۲۸۷ سے لے کر ۳۸۹ تک کے تمام مضامین کا فہرست میں ذکر نہیں ہے اور مضامین کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① 'علم قراءات اور قراءات شاذۃ' یہ مضمون حافظ انس نضر مدنی کا ہے جو صفحہ ۲۸۷ سے لے کر صفحہ ۳۰۲ تک پھیلا ہے۔
② 'قراءات شاذہ تعارف اور شرعی حیثیت' یہ مضمون عمران ایوب لاہوری کا ہے جو صفحہ ۳۰۳ سے ۳۰۷ تک ہے۔
③ 'قراءات قرآنیہ میں اختلاف کی حکمتیں اور فوائد' یہ مضمون ڈاکٹر ابومجاہد عبدالعزیز القاری کا تحریر کردہ ہے، جس کا ترجمہ قاری محمد حسین نے کیا ہے۔ یہ مضمون صفحہ ۳۰۸ سے لے کر ۳۲۱ تک پھیلا ہوا ہے۔
④ 'مسائل عقیدہ پر قراءات کے اَثرات' یہ مضمون ڈاکٹر عبدالکریم ابراہیم صالح کا ہے جس کے مترجم قاری محمد حسین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں۔ یہ صفحہ ۳۲۲ سے لے کر صفحہ ۳۳۵ تک ہے۔
⑤ 'تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات' اس کے لکھنے والے ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم ہیں۔ ترجمہ محمد عمران اسلم کا ہے۔ صفحہ ۳۳۶ سے لے کر صفحہ ۳۴۴ تک ہے۔
⑥ 'قواعد نحو میں قراءات قرآنیہ کے اثرات' یہ مضمون بھی ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم کا ہے۔ مترجم سمیع الرحمٰن ہیں۔ یہ مضمون صفحہ ۳۴۵ سے لے کر صفحہ ۳۶۰ تک ہے۔
⑦ 'مسئلہ خلط قراءات اور علمی تحریرات کا فنی مقام' یہ مضمون حافظ حمزہ مدنی اور قاری فہد اللہ مراد نے مل کر لکھا ہے۔ صفحہ ۳۶۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۳۷۷ پر ختم ہوتا ہے۔
⑧ 'قرآن کریم کو قواعد موسیقی پر پڑھنے کی شرعی حیثیت' اس مضمون کو قاری فہد اللہ مراد نے لکھا ہے۔ صفحہ ۳۷۸ سے صفحہ ۳۹۱ تک پھیلا ہوا ہے۔

یہ تمام مضامین اپنے عنوانات کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں لیکن فہرست میں ان آٹھ مضامین کا تذکرہ بالکل نہیں۔ ہم اَدب سے عرض کریں گے کہ ان مقامات کی نشاندہی سے ہرگز تنقیص مقصود نہیں، بلکہ حق تنقید کی ادائیگی میں انصاف برتنا ہے، تاکہ نقش ثانی میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور خوب سے خوب تر کی جستجو برقرار رہے۔

ہم ماہنامہ 'رشد' کے تمام کارپردازوں کو اس نمبر کی تیاری پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور بجا طور پر اُمید کرتے ہیں کہ یہ نمبر شائقین علم تجوید و قراءات کے لیے خصوصا اور محققین کے لیے عموماً انتہائی گراں بہا نعمت ثابت ہوگا۔

نوٹ: اطلاعاً عرض ہے کہ ماہنامہ 'رشد' کا دوسرا حصہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس پر تبصرہ ان شاء اللہ ماہنامہ التجوید کے اگلے شمارے میں شائع کیا جائے گا۔ قارئین انتظار فرمائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر، ایڈیٹر ماہنامہ التّجوید

[۱]

برصغیر پاک و ہند کو علوم وفنون کی ترویج و ارتقاء میں خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے، یہاں کے علماء نے اَدب اور دیگر فنون میں معرکۃ الاراء یادگاریں ورثہ میں چھوڑی ہیں، مثال کے طور پر صاحب 'مشارق الأنوار' علامہ صغانی لاہوری رحمہ اللہ (م ۶۵۰ھ) ہی کو لیجئے جن کو اس مٹی نے جنم دیا اور مشرق وسطیٰ میں دوران قیام اُنہوں نے 'العباب الذاخر' جیسی لغت تصنیف کی جو ابن منظور افریقی رحمہ اللہ (م ۷۱۱ھ) کی 'لسان العرب' سے بھی کئی لحاظ سے بہتر تسلیم کی گئی ہے، اسی طرح شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (م ۱۷۶۳ء) سے لے کر تا حال علوم حدیث اور شروحاتِ حدیث میں علماء برصغیر کی شاندار خدمات عالم عرب میں بھی اَہل علم کے لیے اہم مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

برصغیر کی علمی شخصیات اور کارناموں کی تفصیل علي متقي الهندي کی 'الثقافة الإسلامية في الهند'، آزاد علی بلگرامی کی 'سبحة المرجان'، عبدالحئ الحسنی کی 'نزهة الخواطر' اور ڈاکٹر زبید احمد کی عربی اَدبیات میں پاک و ہند کا حصہ، مترجم شاہد حسن رزاقی میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ برصغیر میں علوم القرآن میں سے بالخصوص علم القراءات پر نسبتاً کم توجہ رہی ہے، اگرچہ علامہ رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۰۸ھ) اور ان کے بھتیجوں امام القراء قاری عبد اللہ مکی رحمہ اللہ (م ۱۹۱۹ء) اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی رحمہ اللہ (م۱۹۳۰ء) کی مساعی جمیلہ سے قراءات کی روایت اور شفوی حفاظت کا ہندوستان میں رواج ضرور ہوا، نتیجہ ہمارے یہاں جتنے مشاہیر قراء ہیں وہ تقریباً ان ہی حضرات کے تلامذہ اور سلسلہ میں سے ہیں، لیکن ملا علی القاری رحمہ اللہ (م۱۰۱۴ھ) اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م۱۳۶۲ھ) کی تجوید اور قراءات پر چند تصنیفات 'تنشیط الطبع'، 'وجوہ المثانی' اور جمال القرآن وغیرہ، قاری ابومحمد محی الاسلام کی 'شرح سبعة قراء ات' اور قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ کی 'القصیدة الشاطبیة' کی اُردو شرح 'عنایت رحمانی' اور 'کاشف العسر شرح ناظمة الزھر' قاری ظہیر الدین اعظمی کی إحیاء المعاني اور چند رسالوں کے علاوہ کوئی قابل ذکر بنیادی نوعیت کا مواد نہیں ملتا۔

برصغیر کے نامور قراء کے حالات اور خدمات کے تفصیلی مطالعہ کے لیے کرنل قاری مرزا بسم اللہ بیگ رحمہ اللہ (م۱۹۷۵ء) کی تالیف 'تذکرہ قاریان ھند' ملاحظہ کریں جو اس حوالے سے انتہائی بیش قیمت معلومات فراہم کرتی ہے۔

اِس لحاظ سے ماہنامہ 'رُشد' کے مدیر اور منتظمین قابل مبارکباد ہیں، جنہوں نے اس اہم پہلو پر جو براہِ راست قرآنی اَلفاظ سے متعلق ہے، پر اب تک ہونیوالے کام کو مفادِ عامہ کے لیے دلکش ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

میرے لیے یہ اَمر قابل اطمینان اور باعث شکر ہے کہ میں نے علم القراءات کے ایک ایسے پہلو پر قلم اٹھایا جس کا تعلق اس فن کی تاریخ و استناد پر استشراقی آراء کے نقد و تجزیہ کے ساتھ ہے، اس بحر ذخار میں پھینکے ہوئے میرے ایک کنکر نے اپنی گرداب میں کئی نوجوان مسلم سکالرز کو لیا، میرے ان عزیز تلامذہ میں سے خاص طور پر محمد فیروز الدین شاہ کھگہ، فرحت عزیز اور حفصہ نسرین نے باقاعدہ طور پر پنجاب یونیورسٹی میں لکھے گئے ایم۔فل کے مقالات میں اسی موضوع کو قابل بحث نکتہ بنایا اور میرے زیرنگرانی کام مکمل کیا۔ ان تحقیقات کو ماہرین فن اور علم حلقوں میں کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ میری نظر میں اس فنی موضوع پر ماہنامہ 'رُشد' کی اس قدر سنجیدہ علمی کاوش کے اَثرات فن قراءات کی اَہم اَبحاث سے شناسائی کے لیے اِنتہائی تاریخ ساز ثابت ہوں گے۔

جناب حافظ عبدالرحمٰن مدنی اور عزیزم ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی اس عظیم کام کی انجام دہی پر خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ اس مخلصانہ سعی کو قرآن کریم اور اسکی متنوع قراءت کے ثمرات سے بہرہ مند ہونے کا سبب بنائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری
وائس چانسلر، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

[۲]

محترم مدیر ماہنامہ رشد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہنامہ رُشد قراءات نمبر موصول ہوا، رسالہ کے مندرجات دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ قراءات کے حوالے سے برصغیر پاک وہند کے ماحول میں ایک وسیع خلا موجود تھا جو الحمد للہ ماہنامہ رُشد قراءات نمبر نے کافی حد تک پورا کر دیا ہے۔ مجلّہ کا ہر مضمون اپنی جگہ علمی اور تحقیقی مقام رکھتا ہے، لیکن اہل تحقیق کیلئے مقالات اور مخطوطات کے اشاریہ جات والا مضمون بہت مفید ہے۔ مجلّہ کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ اس کا دیگر زبانوں خصوصاً عربی اور انگلش میں ضرور ترجمہ ہونا چاہئے۔ دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالرءوف ظفر
چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محترم جناب قاری حمزہ مدنی ﷾ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی جانب سے روانہ کردہ ماہنامہ 'رُشد' (قراءات نمبر حصہ اوّل) بہت روز قبل موصول ہوا۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ کی یہ کاوش نہایت ہی لائق تحسین ہے۔ اس سے قبل اُردو زبان میں ایسی جامع کوشش نہیں کی گئی۔ اس خصوصی شمارے میں قراء ت سے متعلق تحقیقی مواد کو یکجا کردیا گیا ہے۔ محققین کو اس خصوصی شمارے سے کافی راہنمائی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اِدارہ کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

محمد شفیق کوکب کے مضمون 'اِشاریہ برموضوع علم تجوید وقراء ات' قارئین کیلئے نہایت کارآمد معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس خصوصی شمارے کے تمام مضامین نہایت ہی قابل قدر علماء وسکالرحضرات کی علمی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ شمارہ ایک ایسی علمی دستاویز ہے جس سے ہر شخص، خاص طور پر جن کو علوم القرآن سے لگاؤ ہے، اِستفادہ کرسکتا ہے۔ اس خصوصی شمارے کی اشاعت پر شعبہ اِسلامیات بلوچستان یونیوسٹی جامعہ لاہور کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔ والسلام!

پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد جعفر

صدر شعبہ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

[''']

محترمی جناب مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'رُشد' لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی طرف سے ماہنامہ 'رُشد' کا 'قراءات نمبر' حصہ دوم موصول ہوا جس پر میں آپ کا تہہ دل سے ممنون ہوں، اس رسالہ کو میں نے جزوی طور پر پڑھا، اس حوالے سے چند معروضات پیش خدمت ہیں:

قرآن مجید علوم کا بیش بہا خزانہ اور گرانقدر مخزن ہے، علوم القرآن میں علم القراءات کو بنیادی اَہمیت حاصل ہے لیکن دیگر علوم کی طرح یہ علم بھی قحط الرجال کا شکار ہے۔ علم القراءات کی اِس اَہمیت کے پیش نظر ادارہ ماہنامہ 'رشد' کی جانب سے اس خصوصی نمبر کی اِشاعت اس علم کی بہت بڑی خدمت ہے۔

مجلّہ کے عناوین اور مقالات جہاں ایک قاری کو بہت سی علمی معلومات فراہم کرتے ہیں وہاں ایک محقق کو مزید تحقیق کیلئے بہت سے پہلوؤں کی راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ ان عنوانات کا انتخاب اِدارہ کا علم القراءات سے گہری دلچسپی کا مظہر بھی ہے۔

اس مجلّہ کا ہر مقالہ علمی اعتبار سے ایک خصوصی اہمیت کا حامل ہے خصوصاً علم القراءات سے متعلق کتب کی فہرست، بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹیوں میں لکھے گئے تحقیقی مقالات کی فہرست اور مخطوطات کی فہرست محققین کے لیے بہت سُود مند ہوگی۔ ۹۳۶ صفحات پر مشتمل یہ ضخیم مجلّہ ترین ۵۳ر مقالات پر مشتمل ہے۔ اس اِدارہ سے شائع ہونے والا ماہنامہ 'محدث' تحقیق کی دنیا میں اَہم مقام کا حامل ہے، تحقیق کی وہ روایت اس مجلّہ کے مقالات میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ بایں وجہ اس مجلّہ کو علم القراءات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ ادارہ 'رشد' کی جانب سے اس سے قبل بھی متعدد خصوصی نمبرز شائع ہوچکے ہیں ان نمبرز میں قراءت کا یہ خصوصی نمبر ایک بہترین علمی اضافہ ہے۔

ڈاکٹر محفوظ احمد

چیئرمین اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[۵]

الحمد لله رب العلمين ، والصلاة والسلام على سيّد المرسلين ، وعلى آله وصحبه أجمعين .

دو جلدوں پر مشتمل، ۱۶۰۰ سے زائد صفحات پر محیط ماہنامہ 'رُشد' کا قراءات نمبر دیکھنے کا موقع ملا، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور مجلس التحقیق الاسلامی کے علماء اور سکالرز بجا طور پر اس علمی کارنامے پر فخر کرسکتے ہیں۔

برصغیر میں جہاں قرآن کی تفسیر، تشریح، اور ترجمہ پر کام ہوا، وہاں قراءات پر وہ کام نہیں ہوسکا جو اس علاقے میں ہونا چاہئے تھا جبکہ علماء اور قراءِ کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی، اس کے بارے میں رُشد کے فاضل اِداریہ نویس نے لکھا ہے۔ مثلاً ہمارے ان اِداروں (خصوصاً برصغیر پاک و ہند) میں متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو بطورِ نصاب پڑھانے سے صرفِ نظر کیا گیا ہے، بظاہر اس دیدہ دانستہ اغماض کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔'' [اداریہ قراءات نمبر جلد اوّل ص۲]

قراءات کی اَفادیت کے حوالے سے ص۲ پر رقم طراز ہیں:

''یہی قراءاتِ قرآنیہ تفسیر قرآن میں مجمل معنی کی وضاحت کررہی ہوتی ہیں، انہیں قراءات کی بنیاد پر اِستنباط اَحکام میں ایک فقیہ کو راجح مسلک کا علم ہوتا ہے، یہی قراءات عقیدہ سلف کی توضیح اور نکھار میں مدو معاون ثابت ہورہی ہوتی ہیں، انہی کی بنیاد پر قرآن کو وہ امتیاز اور اعجاز ملتا ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں کفار کو چیلنج کی صورت میں کیا گیا۔''

قراءات نمبر نے یہی کمی پوری کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قراءات کی اَہمیت کا اِحساس دلایا ہے تاکہ جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہوسکے اور قرآنِ کریم کا حق اَدا ہوسکے۔

یہی ہدف پورا کرنے کے لیے ان شماروں میں تعارفِ قراءات، حجیتِ قراءات، کتبِ قراءات، منکرِ قراءات کے شبہات کا ردّ، تاریخِ قراءات، مباحثِ قراءات، قراءات کے حوالے سے اِعجازِ قرآنی، علومِ قراءات اور تاریخی کتب سے مختلف اَدوار میں قراءِ کرام کا ایک جامع تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔

اس کاوش میں جہاں اُردو مراجع سے اِستفادہ کیا گیا وہاں عربی میں موجود مضامین کو بھی اردو کے قالب میں ڈھالا گیا۔ مختلف اَہل علم سے ان اُمور پر مضامین لکھوائے گئے۔ اور ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اِنکارِ قراءات کے حوالے سے کئی مضامین شاملِ اِشاعت کیے گئے ہیں جس میں منکرین کے اِعتراضات کا جائزہ لے کر ان کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔

اس بھرپور کارنامہ کے باوصف اس میں ایک تشنگی کا احساس ہوتا ہے کہ اس میں ان اَداروں کا تعارف بھی شامل ہونا چاہئے تھا جو کہ عالم اسلام میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص اس فن کی ترویج اور اِشاعت کا کام کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حافظ عبدالرحمن مدنی اور ان کے رُفقائے کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُنہوں نے نہایت عرق ریزی اور جدوجہد سے یہ شمارے تیار کئے اور ان کو اِشاعت عام کے لیے نشر کیا، والحمد لله رب العالمين۔

ڈاکٹر سہیل حسن

اِدارہ تحقیقاتِ اسلامی، انٹرنیشنل اِسلامی یونیورسٹی، اِسلام آباد

[۶]

جناب سرپرست اعلیٰ مولانا عبدالرحمن مدنی صاحب حفظہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا کریں۔ آپ نے علمی کاوش کا سلسلہ جاری رکھ کر اُمت مسلمہ کی بڑی خدمت فرمائی ہے۔ آپ کے ساتھ جو اَحباب اس کام میں شریک ہیں وہ سارے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مجلّہ 'رُشد' کی دو جلدیں میرے پیش نظر ہیں۔ ماشاء اللہ جلد اوّل پر ۱۹ مقامات اور جلد دوم میں بارہ مقامات پر جو عالمانہ اور فاضلانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انداز میں مقالات لکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت عطا کریں۔

مجموعی اِعتبار سے 'رُشد' کا اَنداز بھی اچھا محققانہ بھی ہے۔ جلد اوّل میں مولانا اِصلاحی صاحب کے بارے میں پروفیسر محمد رفیق چودھری صاحب کا مضمون پڑھا اس میں بعض جگہ تنقید میں ایسی زبان استعمال ہوئی ہے جو مناسب نہیں۔ تنقید کرتے ہوئے بھی آداب زبان کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ بہرحال مجموعی اعتبار سے یہ دونوں مجلدات وسیع علم ومعلومات پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی ٹیم کو مزید ہمت عطا کریں۔ آمین

ڈاکٹر حمید عبد اللہ القادر

شعبہ اِسلامک اسٹڈیز، جامعہ پنجاب لاہور

[۷]

محترم ومکرم جناب حافظ عبد الرحمن مدنی ﷾، سرپرست ماہنامہ 'رُشد' لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کی طرف سے ماہنامہ 'محدث' لاہور کا تو ایک عرصہ سے قاری ہوں۔ مجلّہ مذکور کا ملک کے علمی حلقوں میں جو مقام ہے وہ اَظہر من الشمس ہے۔

غالباً دو سال سے ماہنامہ 'رُشد' نے چند خاص نمبر نکال کر بہت جلد علمی حلقوں میں مقام بنالیا ہے۔ میرے پیش نظر اس وقت رُشد بابت ماہ جون اور ماہ ستمبر ۲۰۰۹ء کے قراء ات نمبر ہیں۔ ابھی تک سرسری طور پر نظر ڈالی ہے۔ فن تجوید وقراءات پر جو مضامین آپ نے جمع کردیے ہیں یقیناً یہ ایک اَہم دستاویز ہے اگرچہ بعض مضامین پہلے سے مطبوع ہیں تاہم ان کا یکجا ہوجانا بھی خاصے کی چیز ہے کیونکہ یہ خالصتاً ایک فنی موضوع ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ آپ تیسرا اور آخری نمبر لانے کی نوید بھی سنا رہے ہیں یقیناً اس میں بھی اسی پائے کے مضامین و مقالات لائیں گے۔ ناچیز کی طرف سے ان دو مجلّوں کی اِشاعت پر آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو مبارک ہو۔ یہ چند سطور بطور 'وصولی کی رسید' سمجھ لیجئے۔ ان شاء اللہ تفصیلی طور پر بعد میں لکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت عطا فرمائے۔ والسلام مع الإکرام

ڈاکٹر محمد عبد اللہ

ایسوسی ایٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سنٹر، لاہور

[۸]

گرامی قدر مدیر ماہنامہ رشد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ رشد کی علم القراءات پر دو اشاعتیں موصول ہوئیں۔ ارسال پر شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ حجیت قراءات اور علوم القراءات کے تعارف کے حوالے سے آپ کی جہود مبارکہ کو قبول فرمائے۔ آمین

یہ ایک فطری بات ہے کہ ہر زبان کے بولنے والے اَنداز بیان اور لہجات میں مختلف ہوتے ہیں ایک ہی لغت بولنے والے متعدد قبائل میں درج ذیل اُمور کا اختلاف ناقابل اِنکار حقیقت ہے۔

① ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا

② حرکات کا اختلاف۔ چنانچہ ایک قبیلہ کسرہ پڑھتا ہے تو دوسرا فتحہ یا ضمہ۔

③ ایک مسمّٰی کے متعدد نام، ان وجوہِ اختلاف کا مشاہدہ برصغیر کی زبانوں میں بھی کیا جاسکتا ہے۔

قرآن حکیم جزیرۃ العرب کے متمدن مراکز کے اَندازِ بیان میں اُترا جبکہ گردونواح میں کئی قبائل آباد تھے جن کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بولنے کے مذکورہ بالا اَنداز تھے۔جب رسول اللہﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو قبائل عرب سے وفود کی آمد ہونے لگی جن کیلئے متمدن مراکز کی زبان غیر معتادتھی اور ان کیلئے صحیح تلفظ ممکن نہ تھا ،مثلاً قبیلہ ہذیل کا حاء کو 'عین' پڑھتے ہوئے 'حتی حین' کو 'عتی عین' پڑھنا ،اورقبیلہ حمیر کا لام تعریف کو میم سے بدلتے ہوئے 'الحمد' کو 'امحمد' پڑھنا ،'الصیام' کو 'امصیام' پڑھنا ،تو ایسے لوگوں کو اپنے اپنے اَنداز میں تلاوت کی اِجازت دے دی گئی البتہ وہ جب درست تلفظ کے عادی ہوگئے تو یہ اِجازت منسوخ ہوگئی اور جوکلمات قرآنی فصاحت وبلاغت کے معیار پر پورا اترتے تھے اور انکے ساتھ تفسیری ولغوی فوائد وابستہ تھے ان کو باقی رکھا گیا۔تقدیم وتاخیر،حروف کی کمی وبیشی، اَنداز بیان کا تنوع دیگر زبانوں کی طرح عربی میں بھی تھا ان کا سماع جب رسول اللہﷺ سے مرفوعاًیا موقوفاً، قولاًیا سکوتاً وتحسیناً ہواتو وہ قرآنی اِصطلاح میں قراءات کہلانے لگیں۔اور یہ وجوہ تغیرنقل درنقل اُمت میں چلے آرہے ہیں اس طرح قراءات کا سلسلہ سماعی ہے اَداء اور تلاوت میں قیاس کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ منصوص ہیں۔اس پر درج ذیل دلائل بڑے واضح ہیں۔

① نبیﷺ کا بار بار جبریل اَمین علیہ السلام سے اُمت کی تخفیف کی بابت سوال کرنا۔

② سیدنا ہشام اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان سورۃ الفرقان میں اختلاف قراءت ہونا اور حضورﷺ کا دونوں کی تحسین کرنا۔

③ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اپنے دو اَحباب کے ساتھ سورۃ نحل کی وجوہِ قراءت میں اِختلاف ہونا اور رسول اللہﷺ کا دونوں کی تصدیق کرنا۔

④ رسم قرآنی کا عام عربی رسم الخط سے مختلف لکھنا جیسے دَحٰی مشتق ہے دَحْوٌ سے اور جب کوئی کلمہ معتل الآخر واوی ہوتو اسکوالف سے بدلا جاتا ہے نہ کہ یاء سے جیسے دعو سے دعا۔لیکن رسم قرآنی میں دحا کی بجائے دحیٰ، یاء کے ساتھ،لکھا گیا ہے اور یہ کام صف اول کی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے۔اس میں قراءت کی بھی رعایت پیش نظر تھی۔پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس رسم الخط پر اِجماع ہے اور اُمت میں اس کو تلقّی بالقبول بھی حاصل ہے جو اَز خود حجت ہیں۔

⑤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ حکمت عملی تھی کہ جہاں رسم الخط میں قراءاتِ مسموعہ کی گنجائش ہو، ان کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نہج پر ہی لکھا جائے لیکن تقریباً ۴۱ مقامات میں رسم الخط کی یکسانیت میں متعدد قراءات کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے مختلف مصاحف میں الگ رسم الخط میں لکھا۔جیسا کہ مصحف مدنی اور شامی میں 'سَارِعُوْا' بغیر واؤ کے اور دیگر مصاحف میں واؤ کے ساتھ لکھا ہوا ہے، اور ان مصاحف ستہ پر پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

⑥ اُمت میں قراءات کی نسبت جن مشہور قراءِ عشرہ کی طرف ہے وہ تمام کے تمام بالواسطہ یا بلا واسطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فیض یافتہ ہیں۔جن صحابہ رضی اللہ عنہم پر رسول اللہﷺ نے 'ما أنا علیه وأصحابي' [جامع الترمذي: ۲۶۴۱] فرما کر ہی اِظہارِ اعتماد نہیں کیا بلکہ اُمت کو بھی ان کی اتباع کی تلقین کر دی۔

یہ وہ حقائق ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءات کا تعلق سماع سے ہے۔محض لغت سے اَز خود کوئی وجہ نکال کر اس کو قراءت قرار دینا قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔رہا یہ مسئلہ کہ کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس اُن کے ذاتی مصاحف تھے جن میں موجود قراءات کو نظر اَنداز کر دیا گیا تو یہ سوال لاعلمی پر مبنی ہے، دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو حضرات لکھنا جانتے تھے وہ حضورﷺ کی مجلس میں قرآنی متن اور تفسیر دونوں سنتے اور لکھتے تھے اس کے بعد دور دراز اَسفار میں چلے جاتے تھے۔اِس طرح وہ مصاحف متن کے اِعتبار سے بھی مکمل نہ تھے۔اور دوسرا یہ کہ ان میں اِضافات تفسیریہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی تھے جو کسی طور اصطلاحی قراءات قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب متنِ قرآنی کو یکجا کرنے کا فیصلہ کیا تو ظاہر ہے کہ اضافاتِ تفسیر یہ کیلئے اس میں گنجائش نہیں تھی۔ لہٰذا رسم الخط ایسا اختیار کیا کہ قراءاتِ مسموعہ کی وجوہات پر محیط ہو سکے اور تقریباً ۱۴۱ مقامات میں ایک رسم الخط کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مختلف مصاحف پر تقسیم کر دیا اور شخصی مصاحف کو جلا دیا کہ اُمت کے اندر اختلاف کا باعث تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ ایک ماہر قاری بھی بھیجا جو لوگوں کو درست انداز میں پڑھا سکے اور محض لغت سے وجوہِ قراءات نکالنے کا سدِ باب ہو سکے۔ اس پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اگلے دور میں انہی قراءات مسموعہ کو مدوّن کیا گیا اور درس وتدریس نیز تالیف کے ذریعہ اخلاف تک منتقل کیا گیا۔ جن میں تفسیری فوائد کے علاوہ لغوی، نحوی اور اشتقاقات کے حوالے سے بھی اِستنباط کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اِجماعی مسئلے سے انحراف کرنا، نہ صرف کہ کتاب اللہ کو مشکوک بنانے والی بات ہے بلکہ دین اسلام کی اَساس کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

میں آخر میں ایک دفعہ پھر اس عظیم الشان کارنامے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس دینی خدمت وحمیت کو قبول فرمائے اور اس مبارک سلسلہ کو آگے بڑھانے میں آپ کی مدد فرمائے۔ آمین

قاری تاج اَفسر

شعبہ تفسیر وعلوم قرآن، بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی، اِسلام آباد

[۹]

قابل صد احترام ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب حفظہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ کرے آپ سب خیریت سے ہوں اور اللہ کی رضا والے کاموں میں اپنے اَوقات گزار رہے ہوں۔ دین کی سمجھ اور خدمت عطا ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔ جامع اور علمی ماہنامہ 'رُشد' ملا۔ بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے معذور ہوں۔ لیکن ایک نظر دوڑانے سے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ بڑا وقیع علمی اور اسم بامسمّٰی رسالہ ہے۔ دُعا ہے کہ اُردو دان طبقہ کیلئے مفید ثابت ہو۔ بڑا قابلِ قدر کام ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر، پشاور یونیورسٹی، پشاور

[۱۰]

مکرمی ومحترمی جناب ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی حفظہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خدا کرے کہ آپ مع اہل وعیال اور اَعزہ واحباب بخیر وعافیت ہوں۔ آپ کے ٹیلیفونک اِصرار کے زیر اثر رُشد کے 'قراءات نمبر' پر نہایت مختصر تبصرہ اَرسال خدمت کر رہا ہوں، قبول فرمایئے۔ تیسرے حصے کا شدت سے اِنتظار کر رہا ہوں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

ماہنامہ 'رُشد' کے 'قراءات نمبر' کے دونوں حصے، مجھے فراہم فرما کر، آپ نے اَز حد شفقت فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان دونوں حصوں کا مَیں مطالعہ نہ کر پاتا، تو علم کے نہایت اَہم حصہ سے محروم ہو کر رہ جاتا۔ میرے نزدیک یہ خاص نمبر، علم قراءات کے حوالہ سے انتہائی علمی، اَز حد قیمتی اور بہت ہی اَہم دستاویز ہے۔ میرے علم ومطالعہ کی حد تک، پاکستان میں اس قدر جامع اور دقیع کاوش، اس سے قبل، منظر عام پر نہیں آ سکی۔ اس حوالے سے ہمارے سیکولر تعلیمیافتہ حضرات کے قلوب واَذہان میں، جو شکوک وشبہات، مستشرقین اور اُن کے مسلم تلامذہ کے قلم سے پیدا کئے گئے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان کے اِزالہ کیلئے یہ خصوصی شمارے، اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔

یوں تو ان دونوں حصوں میں، سارے ہی مقالات بہت علمی، قیمتی اور معلومات افزاء ہیں، لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو میری نظر میں شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حصہ اوّل میں 'اختلاف ِقراءاتِ قرآنیہ اور مستشرقین'، 'قراءات قرآنیہ اور مسلم متجد دین'، 'قراءات قرآنیہ کا مقام اور مستشرقین کے شبہات'، 'قراءاتِ متواترہ اور ادارہ طلوعِ اسلام'، 'منکر قراءات، علامہ تمنا عمادی کے نظریات کا جائزہ'، 'قراءات کے بارے میں اصلاحی اور غامدی مؤقف' بہت بلند پایہ اور مُزیل شبہات مقالات ہیں، تاہم جس مضمون نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ حافظ محمد زبیر صاحب کا مقالہ 'قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ کے ثابت ہونے کا ذریعہ' ہے۔ دوسرے حصہ کے مضامین بھی گراں قدر اور انتہائی اَہم ہیں۔ مطالعۂ قرآن کے دوران، جن اُمور پر میری نگاہ، بالعموم مرکوز رہتی ہے، وہ صرف ونحو سے متعلقہ نوادرات ہیں یا پھر لغوی تحقیق سے وابستہ قرآنی مفردات ہیں۔ اس پہلو سے، حصہ دوم کے بعض مقالات نے میرے سامنے غور وفکر اور علمی وتحقیق کے نئے راستے کھولے ہیں۔ اسی لحاظ سے، میں جن مقالات سے متاثر اور مستفید ہوا ہوں، اُن میں 'نظریہ النحو القرآنی، ایک تحقیقی جائزہ'، 'استشراقی نظریۂ ارتقاء اور قراءاتِ قرآنیہ'، 'جمع قرآن، پرویزی افکار کا جائزہ'، 'نحوی ولغوی قراء کرام' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس ضخیم اور قیمتی نمبر کی اِشاعت پر، میں آپ کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ سے دُعا گو ہوں کہ وہ آپ کی اس عظیم کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور عامۃ الناس کیلئے یہ نفع بخش بنا دے۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد دین قاسمی
جی سی کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

[:]

ماہنامہ 'رُشد' 'قراءات نمبر' [حصہ دوم]

ماہنامہ 'رُشد' کے ذمہ دار حضرات نے علم تجوید وقراءت کے حوالہ سے اپنی مساعی کو وقف کر رکھا ہے۔ ماہنامہ 'رُشد' قراءات نمبر کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ حسبِ سابق یہ بھی خاصا ضخیم ہے اور ۹۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سے بہت ہی قلیل عرصہ قبل وہ 'رُشد' کا حصہ اوّل شائع کر چکے ہیں۔ موجودہ نمبر میں بھی متعدد اہل علم کے مضامین شامل ہیں۔

ماہنامہ 'رُشد' کا حصہ دوم، نام سے بھی ظاہر ہے پہلے حصہ ہی کا تسلسل ہے۔ اس کی تیاری میں بھی انہوں نے خاصی محنت کی ہے اور بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ حصہ دوم کے بیشتر مضامین کا عنوان علم قراءات کے اِختلافات، اسباب وعلل نیز قراءات کی حجیت ہے۔ جس پر اس علم کے شناور حضرات نے علمی موتیوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یقیناً یہ کوشش انتہائی اہم ہے۔

ماضی قریب میں بعض کوتاہ فہم حضرات کے ذہنوں میں اس سوچ نے جنم لیا کہ مختلف قراءات غلط ہیں، معاذ اللہ! ان میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا قرآن کے نظریۂ حفاظت کو متاثر کرتا ہے۔ حالانکہ ہمارے نزدیک بلکہ جمہور اہل علم کے ہاں مختلف قراءات کا وجود نظریہ حفاظتِ قرآن کیلئے بذات خود سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ حامل قرآن رحمت للعالمین محمد ﷺ کے نطق سے منقول تمام طرقِ تلاوت آج تک پوری طرح محفوظ ہیں۔ جب طرقِ تلاوت اور اَندازِ تلاوت تک محفوظ ہیں تو عبارت میں کمی بیشی از خود بعید از اِمکان قرار پاتی ہے۔ رُشد کی موجودہ اِشاعت کے بیشتر مضامین میں اسی منفی سوچ پر محاکمہ اور مجادلہ کیا گیا ہے اور علمی وتحقیقی بنیادوں پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سبعہ اَحرف برحق ہیں، محفوظ ہیں۔ ان میں تلاوت نہ صرف جائز بلکہ فرض کفایہ ہے۔ 1020

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ماہنامہ 'رُشد' کے کارپردازوں کے مطابق وہ ماہنامہ 'رشد' کی تیسری جلد بھی پیش کرنے کا عزم لیے ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ رُشد کا نقش سوم علم تجوید وقراءات کے حوالے سے مزید علمی مباحث کا حصر کرے گا۔جس سے اس علم کے مزید خفیہ گوشے منور ہوں گے۔ ہماری دانست میں ماہنامہ 'رُشد' نے علم تجوید وقراءات کے حوالے سے مذکورہ نمبر شائع کر کے بڑے اہم فریضہ کو ادا کیا ہے۔ان خصوصی اِشاعتوں سے اہل علم اور تمام لوگوں کی توجہ اس علم کی تحصیل کی طرف راغب ہوگی۔ نیز رُشد میں شائع ہونے والے علمی جواہر پارے تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے سنگ میل ثابت ہوں گے۔ ہم رُشد کے نقش سوم کو نقش دوم اور نقش اول سے روشن تر اور بہتر دیکھنے کے متمنی ہیں۔ جس کے ذریعے رشد وہدایت کی روشنی عام ہو اور علم قراءات کے حوالے سے ذہنوں پر چھائی تاریکیاں چھٹ سکیں۔

جناب قاری محمد ابراہیم میرمحمدی کے شاگرد رشید ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی اور ان کے دیگر ساتھیوں کی جامعہ لاہور الاسلامیہ کو ایک عالمی اِدارہ کی صورت میں ڈھالنے کے لیے کاوشیں انتہائی مستحسن ہیں۔ بہرحال ماہنامہ 'رُشد' کے تمام رُفقاء کو ان قراءات نمبروں کی اشاعت پر بہت بہت مبارک۔ اللّٰھم زد فزد

پروفیسر ڈاکٹر مزمل اَحسن شیخ

[۱۷]

ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ، مدیر ماہنامہ رشد لاہور   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہنامہ 'رُشد' لاہور ستمبر' قراءات نمبر (حصہ دوم) کی ضخیم جلد کی وصولی پر دلی مسرت ہوئی جب کہ اس سے پہلے آپ قراءات نمبر (حصہ اول) کی اِشاعت کا اعزاز بھی پا چکے ہیں۔ میری معلومات کی حد تک کوئی بھی دوسرا مجلّہ ایسا مفید اور ضخیم سلسلہ شائع کرنے میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

'رُشد' کے حالیہ شمارہ میں بطور اِداریہ منفرد مقالے بعنوان 'قرآن مجید کا صوتی جمال اور اِسلامی کلچر' کے بعد 'حدیث وسنت' کے تحت ایک ،'حجیت قراءات' کے تحت چھ، 'فتاوی جات' کے تحت تین ، 'تاریخ قراءات' کے تحت ایک ، 'حدیث سبعہ اَحرف' کے تحت پانچ ، 'مباحث قراءات' کے تحت چار ، 'اعجاز قرآنی' کے تحت تین ، 'تحقیق وتنقید' کے تحت چھ، 'انکارِ قراءات' کے تحت تین ، 'علوم القراءات' کے تحت چار، 'متفرقات' کے تحت آٹھ ، 'انٹرویوز' کے تحت معلومات سے بھرپور مقالات جیسے دو انٹرویوز ، 'کتابیات' کے تحت چار اور 'سیر وسوانح' کے تحت دو قیمتی مقالے شامل ہیں۔ مجموعی طور پر ترین علمی وتحقیقی مقالوں کی اشاعت آج کے مادی دور میں اِنتہائی قابل ستائش کاوش ہے۔ اللّٰھم تقبل فتقبل

عصرِ حاضر فکری یلغار اور میڈیا وار کا دور ہے۔ غالب قوتیں دورِ حاضر میں مسلمانوں کی ایمانی بنیاد اور فکری اَساس قرآن کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پھیلانے سے آگے بڑھ کر ایمان متزلزل کرنے کے درپے ہیں۔ اگر اَساس پر ایمان کھوکھلا ہو تو اس پر تعمیر شدہ شخصیت بھی کھوکھلی ہوتی ہے۔ ایسی قوم اپنے دفاع کیلئے بھی اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ دعوتِ قرآن لے کر اُقوام عالم کے سامنے کھڑی ہو۔ ان حالات میں قرآن کے بارے مختلف پہلوؤں سے پھیلائے گئے شبہات کا ردّ اُہم ترین عصری ضرورت ہے۔ ان شبہات کی تردید میں 'تلاوتِ قرآن' کے حوالے سے مسلمانوں میں رائج عشرہ قراءات کو علمی وفنی طور پر تواتر سے ثابت کرنیوالے مقالہ جات اِشاعتِ ہٰذا کا قیمتی اَثاثہ ہیں۔ اور استشراق کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن اَفکار کی بیخ کنی والے مقالات تو اس شمارے کا سرمایۂ افتخار ہیں۔

'رُشد' کا یہ شمارہ اِنتہائی معلوماتی مواد کے ساتھ ساتھ عمدہ معیار طباعت سے بھی آراستہ ہے۔ کمپوزنگ کی اغلاط ڈھونڈھے سے ملیں گی ایسی عمدہ کاوش پر ماہنامہ 'رُشد' کی ادارتی ٹیم لائق صد تعریف وتحسین ہے اور سرپرست اعلی لائق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صد تکریم جناب حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ ان کا سایہ مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور اور كلیّة القرآن الكريم والعلوم الإسلامیه پر تادیر قائم رہے آمین ثم آمین

فاضل مدیر! آپ کی توجہ طلب ایک اَمر کی نشان دہی بھی کی جا رہی ہے کہ مجھے وصول ہونے والی کاپی میں متعدد صفحات نہیں پائے جاتے ہیں اگر یہ ایک کاپی کا مسئلہ ہے تو اس کی تلافی کی کوئی صورت پیدا کریں اور اگر یہ طباعتی کوتاہی تمام ترِ اشاعت میں پائی جاتی ہے تو اس کی کڑی نگرانی کی جائے تاکہ ایسے عظیم علمی و تحقیقی کام اکمل ترین شکل میں اہل علم کے ہاتھوں میں یادگار رہیں کیونکہ آپ کی یہ مساعی ایک حوالہ جاتی اہمیت حاصل کرنے والی کاوش ہے۔

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ
پرنسپل، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، سمندری، فیصل آباد

رُشد قراءات نمبر (حصہ اول) کے اہم مقالات کا تعارفی جائزہ

'ماہنامہ رشد' کا قراءات نمبر اُردو زبان کے قالب میں علوم القرآن کے انتہائی اہم اور اساسی فن پر متنوع علمی مضامین کا پرمغز مجموعہ ہے، اہل عرب میں تو یہ فن اہل علم کی توجہ کا مرکز ٹھہرا ہے تاہم اس کے برعکس ہمارے ہاں عوام الناس تو ایک طرف، اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی قراءات کی حقیقت سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ پاک وہند کے چند مخصوص فکری رجحانات کے حامل نمائندہ اہل علم نے قراءات کے اختلافات کو عجم کا فتنہ قرار دیتے ہوئے اس کی قرآنی حیثیت کا انکار کیا ہے۔

خود مسلم اہل علم میں اس موضوع پر بحث ومباحثہ نے مستشرقین اہل یورپ کیلئے کئی نکات اور سوالات کی گنجائش پیدا کی ہے، اس طرح قراءات کا موضوع قرآن کریم کے متن میں براہِ راست صحت وتواتر کے حوالے سے ایک نازک حیثیت اختیار کر گیا ہے، جس کو علمی بنیادوں پر سہل انداز میں پیش کرنے کی ازبس ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام ماہرین فن کا ہے، عام آدمی کو اس سے چنداں مَس نہیں ہے، ماہنامہ رشد کے مدیر اور منتظمین اس حوالے سے واقعتاً مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے اُردو زبان میں ایک ضخیم 'قراءات نمبر' شائع کر کے اس اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، یہ خصوصی شمارہ بطور حصہ اول چھپا ہے اور دوسرے حصہ کی تیاریاں تکمیل کے مراحل سے گذر رہی ہیں، اس حصہ میں تقریباً تین درجن کے قریب مقالات شامل ہیں، جن میں سے دس مضامین عربی سے اردو میں جبکہ ایک مضمون انگریزی سے اردو میں منتقل کر کے شامل اشاعت کیا گیا ہے، اس شمارہ کے بعض مضامین فنی حیثیت سے انتہائی علمی اور قابل قدر ہیں، اہمیت کے پیش نظر ذیل میں چند اہم مقالات کا تعارفی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اداریہ میں مدارس دینیہ میں تدریس قراءات کی ضرورت اور 'ماہنامہ رشد' کے قراءات نمبر کی اشاعت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے قراءات کے تفسیر وفقہ پر اثرات، استنباطِ احکام اور نصوص کے ظاہری تعارض میں اس علم کی افادیت پر بحث کی گئی ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ عصر حاضر میں مدارس دینیہ قراءات کی درس وتدریس پر وہ التفات نہیں دے رہے جو ماضی میں ان کا طرہ رہا ہے، اس ضمن میں منتظمین مدارس سے یہ توقع کی گئی ہے کہ وہ متنوع قراءات کی افادیت کے پیش نظر انکو بطورِ نصاب شامل کریں گے، تاکہ قرآن کے معانی و مفاہیم، سلف کے منہج کے مطابق سمجھ آسکیں، اسی طرح قراءات کو فتنہ عجم کہنے والوں کا علمی بنیادوں پر معارضہ ہو سکے، اداریہ میں واضح کیا گیا ہے کہ مغرب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے سیاسی اور فکری غلبے کے نتیجے میں جب مسلمانوں کے دین و ایمان سے متعلقہ علوم پر بھی مستشرقین نے یلغار کی، تو انہیں محمد ﷺ کی سنت وسیرت کا کمال اور قرآن کی حفاظت کا اعجاز بہت کھٹکا، چنانچہ انہوں نے سیرت رسول ﷺ کے بارے میں شبہات پھیلائے تو دوسری طرف قرآن کی قراءات کو فتنۂ عجم بتا کر اشکالات پیدا کرنے کی کوشش کی، حالانکہ قراءات کا تنوع قرآن کے اعجاز ہی کا ایک پہلو ہے اور اسمیں اختلاف کا تضاد ممکن ہی نہیں [ص۶]۔

'قرآن کریم کی روشنی میں ثبوتِ قراءات' کے عنوان سے قاری صہیب احمد میر محمدی کی عربی تصنیف جبيرة الجراحات في حجية القراء ات کی ایک فصل کا اردو ترجمہ شامل اشاعت ہے، یہ ترجمہ قاری محمد صفدر نے کیا ہے، اس میں قرآنی آیت وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [الحج:۷۸] کے تحت ڈاکٹر بصری کی 'اثر القراءات فی الفقہ الاسلامی' ص۱۱۸ سے نقل کیا گیا ہے کہ ''یہ آسانی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے لہجاتِ عرب کی مناسبت سے قراءات بھی مختلف ہوتیں، کیونکہ انسان بچپن سے بڑھاپے تک جو زبان بولتا ہے اس کو یکبارگی چھوڑنا یقیناً ایک مشکل کام ہے، مذکورہ آیت ہر قسم کے رفعِ حرج پر دلالت کرتی ہے۔'' [ص۹] میری نظر میں یہ استنباط استیناس کے قبیل سے ہے۔ تاہم عمومی نظر میں اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

ایک اہم مضمون 'احادیث مبارکہ میں واردشدہ قراءات...... ایک جائزہ' ڈاکٹر احمد عیسی المعصراوی کی کتاب القراء ات الواردة في السنة کی کل ۱۹۶ روایات میں سے ان ۲۶ منتخب احادیث کا اُردو ترجمہ ہے جن میں برصغیر پاک وہند میں مروّجہ روایتِ حفص سے دیگر قراءات کا فرق بیان کیا گیا ہے، یہ ترجمہ وانتخاب مجلس التحقیق الاسلامی لاہور کے رکن عمران حیدر نے کیا ہے، یہ مضمون اس لحاظ سے ایک منفرد کاوش ہے کہ اس میں حدیث سبعہ أحرف سے قطع نظر حدیث وسنت کی روشنی میں متنوع نصوص سے ثبوت قراءات کو موضوع بنایا گیا ہے، مختلف کتب احادیث میں قراءات سے متعلقہ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ نبی کریم ﷺ کی طرف یا کسی صحابی کی طرف منسوب ہیں، ان میں سے کچھ قراءات متواترہ بھی ہیں، کچھ احادیث صحیح اور کچھ ضعیف ہیں، مذکورہ احادیث باعتبار سند درجہ صحت کو پہنچتی ہیں، لیکن رسم عثمانی سے مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ کتب سنن، قراءات کی توجیہات بیان کرنے کے بجائے صرف جمعِ احادیث تک محدود رہتی ہیں، تاہم جن تین شرائط پر قراءات کے قبول ورد کا مدار ہے مثلاً ① وہ قراءت صحیح سند سے مروی ہو۔ ② رسم عثمانی کے موافق ہو اگرچہ احتمالا ہی ہو۔ ③ نحوی وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہو۔

وہی قرآنی حیثیت سے معتبر قرار پاتی ہیں، ہمارے زمانہ میں جن قراءات میں یہ تینوں شرائط پائی جاتی ہیں، وہ قراءاتِ عشرہ ہیں، جن کو پوری اُمت سے تلقی بالقبول حاصل ہے اور صدرِ اول سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک کوئی قراءت نقل تواتر سے ثابت نہیں ہوجاتی اس وقت تک نہ تو اسے مصحف میں لکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی بطورِ قرآن کریم اس کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ [ص۱۹ ملخصًا] مقالہ ہذا میں منتخب ۲۶ سورتوں کی احادیث ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تخریج کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بانی وسرپرست حافظ عبد الرحمٰن مدنی کا مضمون 'قرآن کریم کے متنوع لہجات اور ان کی حجیت' بھی عام فہم انداز میں قراءات کے مسئلہ کو سلجھانے میں انتہائی مفید بیان ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں: ''یہ مختلف لب ولہجے دیکھ کر بعض لوگ اشکال کا شکار ہوجاتے ہیں کہ کیا قرآن مجید میں بھی اختلاف ہے، حالانکہ یہ قرآن پاک کا اختلاف نہیں۔ آسان انداز میں یہ بات یوں سمجھئے کہ دنیا کی ہر زبان کی اندر لب ولہجہ کا اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ اردو زبان کو ہی لے لیں، اس میں ایک لفظ ہے ناپ تول، بعض لوگ اسے ناپ تول کہتے ہیں جبکہ بعض لوگ ماپ تول، اس کے علاوہ ایک لفظ سسر ہے، بعض لوگ اسے سسر اور بعض اسے خسر کہتے ہیں۔ انگریزی زبان کا ایک لفظ ہے شیڈول بعض انگلش بولنے والے اسے شیڈول اور بعض سکیجوئل کہتے ہیں۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ایک غلط ہے اور دوسرا صحیح۔'' [ص۴۱]

'احادیث رسول کی روشنی میں ثبوت قراءات' فن قراءات کی عالمی شہرت کی حامل مستند شخصیت علامہ عبدالفتاح القاضی کی تصنیف 'ابحاث فی القرآن الکریم' اور قاری صہیب میر محمدی کی 'جبیرۃ الجراحات' سے ماخوذ ہے، ترجمہ قاری محمد صفدر کے ہاتھوں انجام پایا ہے، جس میں تقریباً نو احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسئلہ قراءت کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ متعدد وضاحتیں اور فوائد وتنبیہات شامل کی گئی ہیں، واضح رہے کہ اکثر روایات صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ سے منقول ہیں۔

اگلا مضمون بھی قاری صہیب میر محمدی کی مذکورہ تالیف کی دو فصلوں کے اردو ترجمہ پر مشتمل ہے، جس میں 'قراءات کا ثبوت' اجماعِ امت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، یہ ترجمہ قاری محمد صفدر نے کیا ہے، اس مقالہ میں علامہ سیوطی، قسطلانی، ابن جزری، ابن نجیم، علامہ زرکشی، امام طبری، ابواسحاق زجاج، ابن خالویہ، امام غزالی، امام خطابی، سبکیؒ اور دیگر ﷺ کے اقوال سے قراءات کی حجیت، ان کے تواتر اور قرآن ہونے کو مصرح کیا گیا ہے، امام ابوشامہؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''منزل حروف سبعہ میں سے کسی ایک کا انکار کرنے پر نبی ﷺ نے کفر کا حکم لگایا ہے۔[ص ۶۷]

تاریخ قراءات کے حوالہ سے 'برصغیر پاک وہند میں تجوید وقراءات کا آغاز وارتقاء' کے عنوان سے اہم تحریر شامل اشاعت کی گئی، یہ مضمون شیخ القراء قاری اظہار تھانویؒ کے افادات پر مبنی ہے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے مظالم کی تاب نہ لاتے ہوئے برصغیر پاک وہند کے بعض معزز خاندانوں نے ہجرت کا منصوبہ بنایا، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے تھانہ بھون سے اور ردّ عیسائیت کے پاسبان حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے کیرانہ سے اور جناب محمد بشیر خانؒ، انکے بڑے بھائی اور ان کے خاندان سمیت سترہ افراد نے ہندوستان سے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرمائی، اللہ تعالیٰ نے علم قراءات کی خدمت کیلئے ان افراد میں سے اکثریت کو قبولیت بخشی، ۱۸۷۶ء میں حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے مل کر مکہ مکرمہ میں 'مدرسہ صولتیہ' قائم کیا، جناب محمد بشیر خانؒ کے تین صاحبزادے تھے: بڑا بیٹا عبداللہ، اس سے چھوٹا عبدالرحمٰن اور سب سے چھوٹا حبیب الرحمٰن تھا، بشیر خان نے مذکورہ تینوں صاحبزادوں کو مولانا رحمت اللہ کیروانویؒ کی سرپرستی میں دیا، قاری عبداللہ نے مدرسہ صولتیہ ہی میں عظیم قاری ابراہیم سعد بن علی الازہریؒ سے علم قراءت سیکھا، قاری عبداللہ مکیؒ کے دورانِ تدریس مولانا رحمت اللہ نے شیخ ابراہیم سعد سے کہا ''میں سمجھتا ہوں کہ قاری عبداللہ نے بڑی مہارت حاصل کر لی ہے، ہندوستان میں ان کی نظیر ومثال نہیں' تو اس پر استادِ محترم شیخ ابراہیم سعد بن علی الازہریؒ نے فرمایا بل لا نظير له في العالم یعنی اس وقت پورے عالم میں اس کی نظیر نہیں ہے، آپ حرم میں نمازِ تراویح پڑھاتے تھے، جناب بشیر احمد خان کے دوسرے بیٹے قاری عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی قاری عبداللہ سے اس فن کو سیکھا اور مہارت تامہ حاصل کی، ایک دن مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے باہم مشورہ کر کے متعدد علماء وصلحاء کی موجودگی میں دونوں بھائیوں عبداللہ اور عبدالرحمٰن کو بلا بھیجا، مولانا رحمت اللہ نے دونوں بھائیوں (یعنی اپنے بھتیجوں) کو مخاطب کر کے فرمایا 'عبداللہ کو تو میں یہاں مدرسہ صولتیہ کیلئے رکھتا ہوں اور عبدالرحمٰن تم کو حکم دیتا ہوں تم ہندوستان جا کر قرآن کی خدمت کرو اور تجوید وعلوم قراءات کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترویج کرو، نیز مصری اور عربی لہجوں کی بھی تعلیم دو جن سے اہل ہند نا بلد ہیں، [ص۷۳] چنانچہ آپ ہندوستان پلٹے اور جامع العلوم کانپور میں تدریسی سرگرمیوں میں مصروف رہے، یہاں آپ سے بہت سے لوگوں نے فیضِ علمی پایا، جبکہ تیسرے فرزند قاری حبیب الرحمٰن تھے، جنہوں نے اپنے بڑے بھائی قاری عبداللہ سے فن قراءات سیکھا، انتہائی پرکشش آواز پائی، مدرسہ صولیتہ میں تدریس اور حرم میں قرآن سناتے رہے، لکھنؤ میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے، اس دور میں قاری محمد حسنؒ سے استفادہ کیا، اس طرح یہ خانوادہ ہندوستان میں علم قراءات وتجوید کو مستقل بنیادوں پر پھیلانے کا سبب بنا، دوسرا خاندان علی گڑھ کے معزز فرزند جیون علیؒ کے دو بیٹوں عبد الخالق اور چھوٹے بیٹے عبد المالک پر مشتمل تھا، یہ دونوں بیٹے مدرسہ صولیتہ میں پڑھتے رہے اور روایت حفص کی تکمیل کے بعد وطن واپس تشریف لائے، دونوں نے مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے، قاری عبد الخالقؒ کے نامور تلامذہ میں سے قاری اظہار احمد تھانویؒ بھی شامل ہیں، جبکہ استاذ القراء قاری عبد المالک نے ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں تدریس فرمائی، ہندوستان تشریف آوری کے بعد انہیں مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں تدریس علم تجوید وقراءات کی دعوت دی گئی جسے آپ نے بخوشی قبول فرمایا، یہیں دوران محفلِ قراءات مولانا اشرف علی تھانویؒ جلسہ میں تشریف فرما تھے، قاری عبدالمالک کی تلاوت سننے کے بعد خوشی کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ آپ میرے ہاں امداد العلوم تھانہ بھون میں علم تجوید وقراءات میں خدمت سرانجام دیں، آپ کی پانچ یا پندرہ روپے تنخواہ مقرر ہوئی، آپ کی خدمات سے تھانہ بھون میں اس علم کو کافی فروغ ملا، قاری اظہار احمد تھانویؒ نے آپ سے خوب استفادہ فرمایا، قاری صاحب نے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد، دار العلوم اسلامیہ لاہور، مدرسہ تعلیم القرآن مکھڈ (کیمل پور)، مدرسہ تجوید القرآن مسجد چینیا نوالی اہلحدیث لاہور میں فیض رسانی کرنے کے بعد ۱۹۸۱ء میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایسوسی ایٹ پروفیسر متعین ہوئے، آپکے نامور تلامذہ میں قاری یحییٰ رسولنگری، قاری محمد ادریس عاصم اور قاری احمد میاں تھانوی وغیرہ شامل ہیں، آپ نے اس فن پر متعدد کتب بھی تالیف کیں۔

علم تجوید وقراءات میں اہل حدیث قراء کے کردار کے حوالے سے حافظ میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ، حافظ محمد لکھویؒ، مولانا عبد الستار دہلویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا میر سیالکوٹیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ اور حافظ محمد گوندلویؒ وغیرہ معروف حیثیت رکھتے ہیں، عصر حاضر میں اس فن کی اشاعت وترویج کے حوالے سے اہل حدیث قراء کرام میں قاری محمد یحییٰ رسولنگری، قاری محمد ادریس عاصم، قاری عزیر احمد اور قاری ابراہیم میر محمدی کے نام قابل ذکر ہیں، غرض یہ مقالہ برصغیر میں علم قراءات کی ترویج واشاعت کے ضمن میں ایک عمدہ تعارفی دستاویز ہے، مناسب ہوتا اگر مولانا محمد صدیق ارکانی کا مقالہ 'برصغیر پاک و ہند کے قراء کرام کی سندات' بھی ترتیب کے اعتبار سے ماسبق مقالہ کے ساتھ طبع ہوتا، جس میں واضح کیا گیا ہے کہ سلسلہ سندِ حدیث کی طرح سند قرآن بھی موجود ہے اور اس ضمن میں شیخ المشائخ قاری محی الاسلام پانی پتیؒ کی تالیف 'شجرۂ قراءات سبعہ' یعنی قراء سبعہ کی اسانید، شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی کی 'شجرۃ الاساتذہ' اور مرزا بسم اللہ بیگ کی تالیف 'تذکرہ قاریان ہند' وغیرہ سے مدد لیتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے برصغیر پاک و ہند کے قراء کرام کی تین سندیں تیار کی ہیں اور آخر میں چند مستند مشائخ قراءات کے تلامذہ کی فہرست بھی دے دی ہے تاکہ موجودہ دور کے ہر قاری قرآن کیلئے اپنا سلسلہ متعین کرنا آسان ہو، یہ مضمون اپنی افادیت کے اعتبار سے اس لحاظ سے وقعت کا حامل ہے کہ متواتر طریق پر قراءات کا وجود آنحضرت ﷺ تک پوری حفاظت کے ساتھ پیش کی جا سکتا ہے گو اس قدر عظیم تواتر میں سند کا اہتمام ضروری نہیں رہتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حدیث سبعہ أحرف کے حوالے سے تین مقالات اس مجلّہ کی زینت ہیں، پہلا مقالہ مدینہ یونیورسٹی کے شعبہ کلیۃ القرآن کے سابق سربراہ شیخ عبد العزیز القاری حفظہ اللہ کا ہے جس میں انہوں نے قرآن کی متعدد قراءات کو ثابت کرنے والی حدیث سبعہ أحرف کے متواتر ہونے کو مبرھن کیا ہے، نیز اس کی مختلف اسانید اور متون کی ترویج کرنے والے محدثین کا ذکر کیا ہے، اس حوالے سے دوسرا مضمون ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب کا ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے سبعہ أحرف کی مراد کی تعین اور قراءات عشرہ کی حجیت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے، خاص طور پر صحت ِقراءات کیلئے جو ضابطہ متقدمین سے طے چلا آرہا ہے اُس پر متاخرین کا یہ اعتراض کہ اس میں تواتر روایت کو شرط قرار نہیں دیا گیا لہٰذا قراءات کو متواتر کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ کے جواب میں علامہ زرقانیؒ کا قول مناھل العرفان سے نقل کیا گیا ہے، جس میں ہے کہ ’’مقبول قراءات کے بارے میں (ضابطہ کے) یہ تین ارکان علم قطعی کا فائدہ دینے میں تواتر کے مساوی ہیں، اس مساوات کا بیان یہ ہے کہ مصحف کے اندر (کتابت شدہ صورت میں) جو کچھ ہے اس پر سب سے بہتر زمانہ یعنی صحابہ کے زمانہ کے ائمہ کا تواتر اور اجماع تھا، پھر جب کسی وجہ کی روایت کی سند صحیح ہو تو قواعد لغت اور مصحف متواتر کی رسم کے ساتھ موافقت روایت کے علم قطعی کا فائدہ پر قرینہ بن جاتی ہے، اگرچہ روایت احاد میں سے ہو، نیز یہ بھی مت بھولو کہ علم حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ قرائن کے ہوتے ہوئے خبر واحد علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے، گویا مصحف کے متواتر وثقہ بننے سے پیشتر تو سند میں تواتر کو طلب کیا جا سکتا تھا لیکن متفقہ مصحف کے وجود کے بعد روایت کی صحت وشہرت ہی کافی ہے جبکہ وہ رسم خط اور عربی زبان کے موافق ہو‘‘ [ص ۱۳۷]، اس موضوع پر تیسرا مضمون مفتی تقی عثمانی صاحب کی معروف کتاب علوم القرآن کے باب سوم سے ماخوذ، شامل اشاعت ہے، ہمارے مطالعہ کی حد تک غالباً یہ تحریر اس موضوع پر اردو زبان میں سب سے جامع تحریر ہے، مفتی صاحب موصوف کے نزدیک سبعہ أحرف کی سب سے بہتر تشریح اور تعبیر یہ ہے کہ حدیث میں حروف کے اختلاف سے مراد قراءتوں کا اختلاف ہے اور سات حروف سے مراد، اختلافِ قراءات کی سات نوعیتیں ہیں، گو ان سات نوعیّتوں کی تعیین میں محققین حضرات کے اقوال میں تھوڑا بہت فرق ہے کیونکہ ہر ایک نے قراءات کی انواع کا استقراء اپنے طور پر الگ الگ کیا ہے، ان میں جن صاحب کا استقراء سب سے زیادہ منضبط، مستحکم اور جامع و مانع ہے، وہ امام ابو الفضل رازیؒ ہیں۔ [دیکھئے ص ۱۴۶]

’مروجہ قراءات قرآنیہ اور مطبوع مصاحف کا جائزہ‘ کے عنوان سے قاری محمد مصطفٰی راسخ، رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کا اہم مقالہ ہے، اس میں روایت حفص کے علاوہ ورش، قالون اور روایت دوری پر مشتمل مختلف اکنافِ عالم سے چھپے ہوئے مصاحف کے نمونہ جات پیش کرتے ہوئے اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ ہمارے دیار میں بھی قراءات کے طلبہ جب مذکورہ روایات کو ادا کرتے ہیں تو ان روایات سے سر مو فرق نہیں آتا، جس سے حفص کے علاوہ دیگر روایات کا تواتر ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی سلمہ کا مضمون ’تعارف علم قراءات ...... اہم سوالات و جوابات‘ آسان اسلوب میں قراءات سے متعلقہ اہم اور پیچیدہ مباحث کے حل پر مشتمل ایک وقیع مقالہ ہے، اس مضمون کو پڑھنے سے ایک عام قاری بھی اس مشکل فن کی تاریخی مباحث سے واقف ہوسکتا ہے۔ متقدمین میں مکی ابن ابی طالب القیسی کی کتاب ’الابانۃ عن معانی القراءات‘ بھی اسی اسلوب کی حامل ہے، یہ اسلوب زیادہ مفید اور قابل فہم ہے، راقم کے خیال میں اس مضمون کو اس شمارہ کے اولین تعارفی مضامین میں شامل ہونا چاہئے تھا، الغرض یہ مقالہ اس پورے شمارے کا مرکزی اور بیش

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قیمت حصہ ہے جو بطور قسط اول شامل ہے۔ قسط دوم اگلے شمارے کا حصہ ہوگی، ہماری تجویز کے مطابق اس مقالہ کو کتابی صورت میں شائع کر کے مدارس و جامعات میں نصاب کا حصہ بنانے کی بھی ضرورت ہے، البتہ اس کی کتابی صورت میں اشاعت سے قبل حوالہ جات و حواشی نیز تنقیح و تحقیق کا مزید اہتمام درکار ہوگا، موصوف ایک جگہ قراءات اور قرآن میں فرق بیان کرتے ہوئے انتہائی جامعیت سے لکھتے ہیں کہ 'قرآن کہتے ہیں ان الفاظ وحی کو جو منزل من اللہ ہیں اور قراءات اسی قرآن کی خبر کو کہتے ہیں' [ص ۲۴۸] اس مقالہ میں قراءات سے متعلق ہیں اہم سوالات کے عمدہ جوابات دئے گئے ہیں، بقیہ چالیس سوالات کے جوابات اگلے شمارہ میں شائع ہوں گے۔

اگلا مضمون 'علم قراءات اور قراءات شاذۂ' کے عنوان سے حافظ انس نضر مدنی کا تحریر کردہ ہے، جو اس سے قبل نومبر / دسمبر ۲۰۰۷ء کے اسی مجلّہ میں شائع ہو چکا ہے، قراءات کے صحیح ہونے کیلئے جن تین ارکان کا ضابطہ قراء کے ہاں معروف ہے، اگر ان ارکان میں سے ایک رکن بھی رہ جائے تو وہ قراءتِ شاذہ کہلائے گی، قراءاتِ شاذہ کے چار معروف قراء ہیں: ① حسن بصریؒ ② ابن محیصنؒ ③ یحییٰ الیزیدیؒ ④ امام اعمشؒ

شاذہ قراءات کو نماز میں پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ ان کا فائدہ تفسیر و فقہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، تفصیل کیلئے اسلم صدیق صاحب کا مقالہ برائے ایم فل 'قراءات شاذہ اور تفسیر و فقہ پر اثرات' مطبوعہ شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور، ملاحظہ کیا جائے جو اس جیسے اہم موضوعات پر ایک عمدہ کاوش ہے، اس مضمون کے مندرجات بھی اس مقالہ سے خارج نہیں ہیں، اس سے اگلا مضمون بھی اسی موضوع پر حافظ عمران ایوب لاہوری کا تحریر کردہ ہے، جو سابقہ مضمون سے مختلف نہیں، اچھا ہوتا کہ صرف اسلم صدیق صاحب سے ہی اس موضوع پر ان کے مقالہ سے انتخاب لے کر چھاپا جاتا، وہ زیادہ جاندار مقالہ ہے۔

اگلا مقالہ 'قراءاتِ قرآنیہ میں اختلاف کی حکمتیں اور فوائد' کے موضوع پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے سابق سربراہ ڈاکٹر ابو مجاہد عبد العزیز القاری کے طویل مقالہ کے ایک حصہ کا اُردو ترجمہ ہے، قاری محمد حسین نے ترجمہ کیا ہے، جو ایک عمدہ ترجمہ ہے، اختلافِ قراءات کی حکمتوں اور فوائد میں سے قرآن مجید کے لفظ اور اس کے نقل کو اُمت پر آسان کرنا، اختلافی مذہب میں راجح کی وضاحت کرنا، دو مختلف اوقات کیلئے دو مخالف شرعی حکموں کی وضاحت اور مرادِ الٰہی کی تعین میں وہم دور کرنا وغیرہ شامل ہیں، اگلا مضمون بھی قاری محمد حسین کا ترجمہ کردہ ہے، جو جامعہ ازہر کے استاذ ڈاکٹر عبد الکریم ابراہیم صالح کا اہم مقالہ ہے، جس میں انہوں نے مسائل عقیدہ پر قراءات کے اثرات کا جائزہ لیا ہے، یہ مضمون توجیہات قراءات کے ضمن میں مختلف آیات سے مسائل عقیدہ مستنبط کرنے میں ایک اہم کاوش ہے، اسی طرح اس سے اگلے مضمون میں تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے، یہ مضمون ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم کا ہے جو اس موضوع پر کئی مقالات تحریر کر چکے ہیں، اس کا ترجمہ محمد عمران اسلم نے کیا ہے، اس مضمون میں قرآنی قراءات کے علم نحو پر اثرات کا بھی تفصیلی مواد موجود ہے، واضح رہے کہ اس موضوع پر ۱۹۹۶ء میں ریاض (سعودی عرب) سے شیخ محمد بن عمر سالم بازمول کا مقالہ 'القراءات واثرها في التفسير والاحكام' بھی دو جلدوں میں چھپ چکا ہے اور اس کے مندرجات بھی اس مضمون سے کافی مماثلت رکھتے ہیں، دلچسپی رکھنے والے حضرات کو بازمول صاحب کے مقالہ کی طرف مراجعت کرنی چاہئے، اس شمارہ میں قراءات سے متعلقہ چند دقیق فنی مقالات کو بھی شامل کیا گیا ہے، ان میں مسئلہ خلط قراءات اور علم تحریرات کا فنی مقام خصوصیت سے قابل ذکر ہے، یہ مضمون حافظ حمزہ مدنی اور قاری فہد اللہ کی مشترکہ کاوش ہے، اس میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قاری ایک قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی تلاوت کرتے ہوئے دوسری قراءت میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ عہد نبوی ﷺ سے لے کر آئمہ قراءات کے زمانہ تک تو اختلاط قراءات کے بے شمار دلائل موجود ہیں جن کے مطابق ماہرین ہمیشہ اپنے اختیارات (Selections) کے مطابق تلاوت کرتے رہے، ''اس بات کی انتہائی سادہ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول تو سات متعین اسالیب (سبعہ احرف) پر ہوا ہے، جبکہ وہ قراءات جو امت میں بطور قرآن رائج ہیں وہ سات سے بڑھ کر دس (۱۰)، چودہ (۱۴)، بیس (۲۰) اور اسی (۸۰) وغیرہ کی تعداد میں معروف ہیں۔ دراصل قراءات ثلاثہ ہوں یا قراءات عشرہ، بیس قراءات (روایات) ہوں یا اسی قراءتیں (طرق) یہ سب انداز تلاوت اختلاط سبعہ احرف کے نتیجہ میں وجود میں آئے، سبعہ احرف سے ایسے ترتیبات تلاوت (Sets) اگر سینکڑوں بھی تشکیل دے دیئے جائیں، بشرطیکہ وہ سبعہ احرف سے باہر نہ ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔'' [ص ۳۶۷] غرض یہ کہ شروع زمانہ میں تو ہر کوئی سبعہ احرف سے ماخوذ اپنی اختیار کردہ ترتیب سے تلاوت کرتا تھا اور یہ سلسلہ اس قدر وسیع تھا کہ بیسیوں صاحب اختیار آئمہ تھے جن میں قراء عشرہ بھی شامل ہیں، البتہ اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا ان قراءات عشرہ متواترہ میں جو ہم تک پہنچی ہیں ان کا آپس میں اختلاط جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں قراء کے ہاں دو آراء پائی جاتی ہیں، ایک گروہ جس میں امام سخاویؒ اور قسطلانیؒ وغیرہ شامل ہیں ان کے نزدیک ان قراءات عشرہ میں اختلاط جائز نہیں ہے، جبکہ دوسرا گروہ جس میں امام ابو شامہؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ شامل ہیں، کے نزدیک اختلاطِ قراءات جائز ہے، فریقین کے دلائل کا تجزیہ پیش کر کے مقالہ ہذا میں ایک معتدل موقف اختیار کیا گیا ہے، جس کے مطابق نہ تو علی الاطلاق ممانعت ہی صحیح موقف ہے اور نہ ہی جواز بلکہ فنی امور کی رعایت کرتے ہوئے خلط قراءات میں باعتبار شریعت کوئی حرج نہیں اور جن اہل فن نے اس سے منع فرمایا ہے ان کے پیش نظر بھی بعض فنی اُمور ہیں جن کی رعایت بہر حال ضروری ہے۔ [دیکھئے ص ۳۶۱ تا ص ۳۷۳ ملخصاً]

قاری فہد اللہ کا مضمون 'قرآن کریم کو قواعد موسیقی پر پڑھنے کی شرعی حیثیت' ایک عمدہ بحث ہے جس میں موسیقی کے قواعد کو باالاختیار تلاوتِ قرآنی میں استعمال کرنے کی مذمت اور عدم جواز کو احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے، مصر میں قواعد موسیقی کو 'مقامات' سے تعبیر کرتے ہیں۔ ''اکثر مصری قراء قرآن کریم کو قواعد موسیقی پر تلاوت کرتے ہیں اور مصر میں مقامات یعنی قواعد موسیقی پر قرآن کو پڑھنے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے کہ قرآن کریم کو کس طرح موسیقی کی دھنوں پر پڑھا جائے۔ اس کی تعلیم کیلئے باقاعدہ درسگاہیں بھی قائم ہیں اور یہ مرض اس قدر بڑھتا جارہا ہے کہ اس کو انٹرنیشنل سطح پر انٹرنیٹ کے ذریعہ تعلیم دی جارہی ہے اور بعض ویب سائٹس باقاعدہ اس پر کام کر رہی ہیں۔ جب سے مصری قراء نے اپنے مبارک قدم ارض پاکستان پر رنجہ فرمائے ہیں، اس وقت سے یہ رجحان بڑھ رہا ہے، چونکہ وہ قواعد موسیقی (مقامات) کے مطابق تلاوت کرتے ہیں جس کا اندازہ وہ حضرات بخوبی کر سکتے ہیں جو ایسی محافل میں شریک رہے ہیں، مثلاً اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو ایک خاص انداز میں حرکت دینا جس طرح کوئی موسیقار پیانو بجاتے وقت کرتا ہے تو انکی دیکھا دیکھی ہمارے حقیقت سے ناآشنا قراء کرام مقامات پر پڑھنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔'' [ص ۳۸۳] اس بحث میں راجح مؤقف وہی ہے جو حافظ ابن قیم الجوزیہؒ نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ قرآن کریم کو خوش الحانی اور سر لگا کر پڑھنے کی قسمیں ہیں: ایک وہ خوش الحانی جس کا طبیعت تقاضا کرتی ہے اور بغیر تکلف اور تعلیم زبان پر جاری ہوجائے یعنی جب طبیعت کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو مذکورہ خوش الحانی اور سر خود بخود ہی جاری ہوجائے تو یہ درست اور جائز ہے، اس میں تصنع اور بے جا تکلف کا عنصر بھی نہیں ہوتا جبکہ دوسری قسم وہ خوش

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الحانی اور سر ہے جس میں تکلف اور تصنع ہو اور طبیعت کے غیر موافق ہو اور اس میں موسیقی کے مخصوص اوزان کی بالاختیار پیروی بھی کی گئی ہو، سلف صالحین نے اسکو معیوب قرار دیا ہے [مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: ص ۳۹۱]

قراءات کی حجیت اور ان کے استناد میں شبہات پیدا کرنے میں طبقہ مستشرقین اور چند مسلم متجد دین کا اہم کردار ہے، مستشرقین میں آرتھر جیفری نے قرآنی قراءات میں تبدیلیوں اور اختلافات کے مسئلہ کو بہت اچھالا ہے، خصوصاً اس کی کتاب Materials اور کتاب المصاحف کے شروع میں مقدمہ مستشرقین کے ہاں ایک منفرد حیثیت کا کام ہے، جیفری نے صحابہ اور تابعین سے منقول اختلافِ قراءات کو مقابل نسخہ جات (Rival Codices) کے عنوان سے پیش کیا ہے اور تقریباً ۶۰۰۰ سے زائد اختلافاتِ قراءات (ثانوی مصادر سے جمع کرتے ہوئے) تحریر کرکے قرآنی مرتبہ کو بائبل کے بالمقابل لاکھڑا کرنے کی کوشش کی ہے، یہ اور اس طرح کے دیگر استشراقی غیر تحقیقی رویوں کی عکاسی ہمارے استاذ ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری کے مقالہ بعنوان 'اختلافِ قراءاتِ قرآنیہ اور مستشرقین ...... آرتھر جیفری کا خصوصی مطالعہ' سے ہوتی ہے، آپ کا یہ مضمون اصلاً انگریزی میں تھا، جو ۱۹۹۵ء میں AJISS میں Variant Readings of the Text of the Quran ... The Case of Arthur Jeffery کے عنوان سے طبع ہوا تھا، یہ مضمون بلا مبالغہ اُصولی طور پر جملہ استشراقی شبہات کا جامع ردّ پیش کرتا ہے، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جیفری کی آرا پر جس قدر بھی کام ملتا ہے وہ سب اسی آرٹیکل پر موقوف نظر آتا ہے مثلاً محبّ الدین سبحان واعظ کی کتاب المصاحف پر تحقیق اور میرے مقالہ 'اختلافِ قراءات اور نظریہ تحریف قرآن' مطبوعہ جامعہ پنجاب ۲۰۰۵ء میں جیفری پر بحث اسی مقالہ کو بنیاد بناتے ہوئے کی گئی ہے، اردو ترجمہ علی اصغر سلیمی نے کیا جو فکر و نظر میں طبع ہوا تھا، یہ مضمون مصنف کی اجازت سے وہیں سے لے کر دوبارہ چھاپا گیا ہے، اس کے بعد مسلم متجد دین اور قراءات کے حوالے سے میرا مضمون طبع کیا گیا ہے جو کچھ ترمیمات اور اضافوں کے ساتھ میری مذکورہ بالا کتاب سے ماخوذ ہے، استاذ قاری ابراہیم میر محمدی، قاری صفدر، قاری طاہر رحیمی مدنیؒ اور قاری محمد زبیر کے مقالات میں تمنا عمادی، پرویز اور غامدی وغیرہ کے قراءات کے بارے میں موقف کے نقائص بیان کئے گئے ہیں، یہ موقف جمہور قراء و محققین کے رائے سے ہٹا ہوا ہے، اس خصوصی شمارہ میں ایک مضمون 'رسم عثمانی کی شرعی حیثیت اور تبدیلی سے متعلق فتاویٰ جات' کے عنوان سے بھی شامل اشاعت ہے۔ گو مضمون کے مندرجات علمی اور مفید ہیں، تاہم مقالہ نگار نے شروع سے آخر تک بہت سے مقامات حافظ سمیع اللہ فراز کی کتاب 'رسم عثمانی کی شرعی حیثیت' سے نقل کردئے ہیں اور چند مقامات پر فراز صاحب کے الفاظ کو معمولی ردّ و بدل کے ساتھ اپنے خیال کے طور پر بغیر حوالہ تحریر کیا گیا ہے، مثلاً دیکھئے ص ۵۵۳ کی عبارت ''اس کتاب لاریب کی جمع و کتابت میں شکوک......'' 'رسم عثمانی کی شرعی حیثیت' کے ص ۴۲ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے، نیز بعض مقامات پر کتابِ مذکور کا حوالہ ضرور دیا گیا ہے لیکن وہ ناقص اور غیر مکمل ہے، مثلاً ص ۵۵۵ اور ص ۵۶۱ پر جو عبارات موجود ہیں ان میں کتابِ مذکور کے ص ۲۹۳ اور ۲۹۴ سے مواد ماخوذ ہے، لیکن حوالہ نہیں دیا گیا۔ میری رائے میں یہ مضمون فراز صاحب سے طلب کیا جاتا تو اصل کے زیادہ قریب اور تفہیم کے اعتبار سے بھی زیادہ مفید ہوتا۔

شمارہ کے آخر میں 'علم تجوید وقراءات کے متعلق رسائل وجرائد میں شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ' بھی ترتیب دے کر شامل اشاعت کیا گیا ہے، جو اہل علم کیلئے اس موضوع پر وسعتِ مطالعہ کی دعوت ہے۔

رُشد قراءات نمبر (حصہ دوم)

’ماہنامہ رشد‘ کے قراءات نمبر دوم کی اشاعت نہ صرف یہ کہ خاص اہل فن کیلئے مفید اور اہم علمی مقالات پر مشتمل دستاویز ہے بلکہ یہ حصہ تو قراءات کی اہم مباحث کی تفہیم کیلئے مبتدیوں کیلئے بھی یکساں طور پر کام کی چیز ہے۔

میں تو اس سلسلۂ اشاعت کو خیر دلیل علیٰ فن القراء ات سے تعبیر کروں گا۔ یہ شمارہ بھی سابقہ شمارے کی طرح متعدد پہلوؤں پر مشتمل ہے، البتہ بعض مضامین میں مباحث کا تکرار نظر آیا ہے جو شاید اتنے ضخیم کام میں لابدی ہوتا ہے، مقالہ جات کی فہرست بھی مکمل طور پر ابتدا میں شامل کی گئی ہے جو قابل تحسین ہے۔

جہاں تک ان مضامین پر تبصرے کا تعلق ہے تو ہر مضمون کی ابتدا میں برادرِ عزیز جناب ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کے قلم سے تحریر کردہ تمہیدی وتعارفی کلمات ہی ان پر جامع ومانع تبصرہ قرار دیئے جانے کے اہل ہیں، تاہم میری نظر میں چند قابل ذکر مضامین میں امام ابوعمرو حفص الدوری رحمہ اللہ (م ۲۴۶ھ) کی قراءات النبی ﷺ کا اردو ترجمہ ہے جو مرزا عمران حیدر نے کیا ہے۔ بقول ڈاکٹر حمزہ مدنی ’’اس کتاب کی تخریج وتحقیق کے سلسلہ میں دو محققین کے کیے گئے کام سے استفادہ کر کے حوالہ جات کی تکمیل کی گئی ہے، ان میں سے ایک تحقیقی کاوش تو جمہوریہ مصر کے حالیہ شیخ المقاری ڈاکٹر محمد عیسیٰ المعصر اوی کی ہے، جبکہ دوسری تحقیق شیخ زاید اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء نے فرمائی ہے [ص۱۴] اس حوالہ سے یہ بھی واضح رہے کہ یہ کتاب ۱۴۰۸ھ میں ڈاکٹر حکمت بشیر یاسین کی تحقیق سے مکتبہ الدار، مدینہ منورۃ سے بھی شائع ہو چکی ہے، اسی سلسلہ میں ایک وضاحت اور بھی قابل ذکر ہے کہ علماء نے ایسی قراءات جن کی نسبت آئمہ قراءات کی طرف نہ ہو قراءات النبی ﷺ سے منسوب کی ہیں لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہوتا کہ باقی آپ ﷺ سے منقول نہیں۔ [تفصیل کیلئے دیکھئے محمد بن عمر سالم بازمول: القراء ات وأثرها في التفسیر والأحکام ھامش ج۱ص۱۹۹] اسی مصنف (امام دوری) کے بارے میں ابن جزری م۸۳۳ھ نے لکھا ہے کہ ’’یہ پہلا شخص ہے جس نے قراءات النبی ﷺ جمع کیں [غایة النهاية ۱/۲۵۵، مکتبہ الخانجی، مصر ۱۹۳۲ء]

دوسرا اہم مضمون پانی پتی سلسلۂ قراءات کے عظیم استاد قاری محمد طاہر رحیمی مدنی کا مضمون ’کیا حدیث سبعہ أحرف متشابہات میں سے ہے؟‘ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، یہ مضمون دراصل راقم کے استاذ حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ کی سوانح ’حیاتِ ترمذی‘ کیلئے قاری طاہر رحیمیؒ نے ایک تفصیلی تعزیتی مضمون کے ہمراہ ’ضیافت مدینہ‘ کے عنوان سے بھیجا تھا جس کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ اسی عنوان سے اس کو ’حیاتِ ترمذی‘ کا حصہ بنایا جائے (میں نے اس مسودہ کو اس کی طباعت سے قبل اپنے استاد حضرت مفتی عبدالقدوس ترمذیؒ کے توسط سے دیکھا تھا) جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ لغتِ قریش جامع اللغات ہونے کی حیثیت سے سامنے آچکی تھی لہٰذا جملہ سبعہ احرف مصاحفِ عثمانیہ میں موجود ہیں۔

سبعہ احرف ہی کے حوالے سے اہم نکات پر مشتمل قاری حمزہ مدنی کا سلسلہ وار مضمون ’تعارف علم القراءات اہم سوالات وجوابات‘ بڑی خاصے کی چیز ہے، صفحہ نمبر ۳۳۵ تا ۳۵۱ خاص طور پر اس موضوع پر اہم سوالات پر روشنی ڈالنے کیلئے صرف کئے گئے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں:

’’کوئی بھی لغت ہو وہ متعدد لہجات، مترادفات اور اسالیبِ بلاغت وغیرہ کو شامل ہوتی ہے۔ تعددِ قراءات کے ضمن میں موجود تقدیم وتاخیر، حرکات وسکنات، غیب وخطاب اور حذف وزیادت وغیرہ کے قبیل کے اختلافات بات کو سمجھانے کیلئے متعدد اسالیب بلاغت سے تعلق رکھتے ہیں، علمائے قراءات کی اصطلاح میں اس قسم کے اختلافات کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

'فرش الکلمات' کے نام سے بیان کیا جاتا ہے، لہجوں کے اختلاف کی مثالوں کے ضمن میں امالہ و تقلیل، اظہار و ادغام، مد و قصر اور ہمزہ قطعیہ میں تحقیق و تسہیل، نقل و ابدال وغیرہ کو پیش کیا جا سکتا ہے، انہیں قراء حضرات فروش کے بالمقابل اصولی اختلاف کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔''

مزید لکھتے ہیں: ''عرضہ اخیرہ میں مترادفات کا اختلاف منسوخ ہوجانے کے بعد اب سبعہ أحرف کے ضمن میں جو اختلاف باقی بچا ہے وہ لہجوں اور اسالیبِ بلاغت کے اختلافات کی دو نوعیّتوں پر مشتمل ہے۔'' [ص۳۴۰]

اگر تو بات اسی حد تک ہو کہ فروش اور اصول کیلئے بالترتیب اسالیبِ بلاغت اور لہجات کی اصطلاحات استعمال کی جاسکتی ہیں تو دیکھنا پڑے گا کہ یہ فرشی اختلافات یعنی متن قرآنی کی اختلافی روایات، بلاغت کے مختلف اسالیب کے اظہار کیلئے وجود میں لائی گئیں یا اس سے بھی آسانی مقصود تھی جو کہ حدیث سبعہ أحرف سے اغلب طور پر مقصود و مسلم ہے؟ محض اسلوب بلاغت کیلئے اختلافی روایات کی اجازت تا حال ذہنی میلان حاصل کرنے سے قاصر رہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مترادفات کی منسوخی کے بعد سبعہ أحرف کے ضمن میں جو اختلاف لہجوں اور اسالیب بلاغت کی نوعیّتوں پر بچا ہے، خود سبعہ کی تحدید جو کہ ۶ کے بعد اور ۸ سے پہلے ہے کو متاثر کرتا ہے۔

نیز یہ بھی ملاحظہ رکھا کہ مثلاً حذف و اضافہ والی روایات کے اندر اسالیبِ بلاغت کے اظہار کو مانتے وقت یہ بھی لازم آئے گا کہ ان دو میں سے ایک اسلوب زیادہ فصیح اور اولی ہو اور دوسرا نہ ہو جس سے متن کے اندر کسی نہ کسی طرح تنقیص کا پہلو بھی مفہوم ہوتا ہے۔

بہر حال یہ ایک اجتہادی فکر ہے جس میں غلطی کی گنجائش ہے، میرا موقف یہ ہے کہ امام ابو الفضل رازی وغیرہ کی سبعہ انواع والی رائے ہی سبعہ احرف کی وضاحت کیلئے جامع اور مناسب تعبیر ہے جو بلاغت کے اسالیب سمیت دیگر انواع کو بھی شامل ہے۔

میں آخر میں ایک بار پھر اس مبارک علمی اور اہم یادگاری سلسلۂ قراءات کو پیش کرنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جناب میں شرفِ قبولیت بخشے۔

محمد فیروز الدین شاہ کھگہ

اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف سرگودھا

[۱۰]

محترم جناب مدیر مجلّہ 'رُشد' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رُشد کے قراءات نمبر حصہ اوّل کے تین ماہ بعد آپ نے اس کا دوسرا حصہ بھی شائع کر دیا۔ آپ حضرات کی یہ بڑی ہمت و محنت ہے۔ دوسرے حصے میں بھی قراءات سے متعلق اہم مباحث ہیں مثلاً حروفِ سبعہ، رسم الخط اور قراء کی تاریخ وغیرہ۔ اب آپ کا اِرادہ تیسرا حصہ بھی نکالنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائیں اور اس ضخیم کام کو نافع خلائق بنائیں۔ تفصیلی تبصرہ کرنے کی طاقت نہیں اس لیے مبارکبادی اور اِن چند حروف پر قناعت فرمائیں۔ والسلام

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد

صدر دار الافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[۶]

مکرمی ومحترمی جناب حافظ عبدالرحمٰن مدنی ...... زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی سرپرستی میں شائع شدہ ماہنامہ 'رُشد' کے دو ضخیم قراءات نمبر (حصہ اوّل وحصہ دوم) یکے بعد دیگرے موصول ہوئے۔ میں آپ کا اور 'اِدارہ رُشد' کے تمام معزز اَرکان کا بے حد شکرگزار ہوں۔ یہ ایک بہت بڑا علمی تحفہ اور تحقیقی سوغات ہے، جسے آپ حضرات نے نہایت اِہتمام اور بہ درجہ غایت محنت کے ساتھ مرتب کرکے شائقین علومِ قرآن کو نوازا ہے۔ اس خدمت عظیم کا صلہ آپ کو اور 'رُشد' کے عملہ اِدارت کو اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے اور ان شاء اللہ ضرور دے گا۔

قرآنِ مجید وہ نور، وہ کتابِ ہدایت، وہ نطق جبریل اور اللہ تعالیٰ کا وہ آخری بول ہے جسے بہت سے علوم وفنون کے دلآویز اور رُوح پرور مجموعے کی حیثیت حاصل ہے۔ جمع وتدوین، واقعات وقصص، رسم الخط، نزول وترتیب، اعجاز وادبیت، فصاحت وبلاغت، اسلوب واندازِ، قراءات وتجوید، حسن بیان، نزول علی سبعۃ احرف اور دیگر متعدد علوم ہیں جو اس کے الفاظ وحروف میں پوشیدہ ہیں اور اہل علم نے انتہائی خوب صورتی کے ساتھ ان علوم کی وضاحت کی ہے، کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ! قرآنِ مجید چونکہ ہمیشہ کیلئے اور ہر زمانے کیلئے ہے، اس لئے ہمیشہ اور ہر زمانے میں اس کے مطالب کی گرہیں کھلتی رہیں گی اور اس کے معانی کی صراحت ہوتی رہے گی۔ عالی بخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے یہ خدمت سرانجام دی اور دے رہے ہیں۔

آپ نے قراءاتِ قرآن سے متعلق جو ذخیرۂ معلومات ساڑھے سولہ سو صفحات کی ان دو جلدوں میں جمع کردیا ہے، وہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو ہمیشہ حوالے کا کام دے گا اور اس سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص 'رُشد' کے اِن خاص نمبروں سے اِستفادہ کرے گا۔ اسی طرح یہ خاص نمبر اِس کیلئے رُشد وہدایت کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوں گے جو ان سے فیض یاب ہوگا۔

اِس سے قبل بھی بعض حضرات نے قرآن مجید سے متعلق بعض جرائد کے خاص نمبر شائع کئے ہیں، وہ بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں لیکن 'رُشد' کے قراءات نمبر اپنے موضوع میں بہت اَہم ہیں۔ میں اس پر آپ حضرات کو بہت بہت مبارک پیش کرتا ہوں۔ میں شکرگزار ہوں کہ یہ نمبر ارسال فرما کر آپ نے مجھے ان سے استفادے کا موقع دیا۔

اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

اخلاص کیش: محمد اسحاق بھٹی

[۷]

محترم حافظ انس مدنی ﷾، مدیر اعلی ماہنامہ رشد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ ماہنامہ 'محدث' اور 'رُشد' باقاعدگی سے موصول ہورہے ہیں۔ ان میں شائع شدہ علمی مقالات ومضامین سے اِستفادے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ جزاکم اللہ ووفقکم مزید توفیق۔ آمین

ماہنامہ 'رُشد' کے قراءات نمبر کے دونوں حصے موصول ہوئے۔ پہلا حصہ زیر مطالعہ ہے۔ آپ کی اور دیگر رفقائے کار کی یہ محنت اِنتہائی قابل قدر ہے۔ قراءات کے موضوع پر اُردو زبان میں شاید یہ منفرد مجموعہ ہے جس میں اس سے متعلقہ پر وقیع معلومات یکجا کردی گئی ہیں۔ اس قدر علمی، تحقیقی اور شان دار نمبر پیش کرنے پر میں آپ کو ہدیۂ تبریک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیش کرتا ہوں۔ اللہ کریم آپ کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے اور طالبانِ علوم القرآن کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام!

پروفیسر ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی
فاضل مدینہ یونیورسٹی، اندرون قلعہ منکیرہ، ضلع بھکر

[۴]

حبیبي وسیدي أخي الکریم علامہ مدنی صاحب ﷾ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت مطلوب ومقصود، مؤقر مجلّہ 'رُشد' کے قراءات نمبر دونوں حصے موصول ہو چکے ہیں۔ فشکراً جزیلاً

مکرمی! اس اشرف موضوع پر منفرد اور بے مثال کاوش ہے۔قرآن حکیم کی یہ عظیم الشان خدمت بالیقین آپ کے لئے توشۂ مغفرت ہے۔بمن اللہ تعالیٰ بہت سے اشکال دور ہوئے۔

قراءات سبعہ یا خلط قراءات کی بنا پر اس فن کی مزید صور متنوعہ کے حصول پر مضبوط، مدلل اور مبرہن طُرق سے اُن کی استنادی کیفیات کی وضاحت الحمدللہ زندہ جاوید کارنامہ ہے۔

﴿ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبٰطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ [فصلت: ۴۱،۴۲]

یہ نمبر بلا ریب اس فن کا بحر ذخار ہے جو اربابِ فن کے ساتھ ساتھ منتہی طلبہ کیلئے کمال رشد و راہنمائی کا سہل الوصول طریق ہے جبکہ علم آگاہی سے ادنیٰ ممارست رکھنے والے اور میرے جیسے بے بضاعت مبتدی بھی اس معزز فن سے بفضل اللہ تعالیٰ مستفید ہوسکیں گے اور اس معظم مجلّہ کے ہر مضمون پر الگ الگ کچھ کہنے کی بجائے صرف ایک جملہ پر اکتفا نہایت مناسب ہوگا۔'طارم اعلیٰ کے بے شمار تابندہ ستاروں کا یہ اجتماع' 'فبأیھم اقتدیتم اھتدیتم' کا مصداق ہے۔ فجزاکم اللہ جزاء موفوراً وتقبل بقبول حسن وأنبت نباتا حسنا وجعل سعیکم سعیا مشکوراً.

نیز ......اَزیں پیشتر آپ کا عظیم القدر مجلّہ 'محدث' ایک عرصہ تک پہنچتا رہا۔قلب وروح کو تازگی ملتی۔ عالمی سطح کے سربستہ اِسرار وحقائق منکشف ہوتے۔علاوہ اَزیں یہود وہنود اور نصاریٰ کے ہلاکت خیز اسلام دشمن عزائم اور خطرناک منصوبوں کی نشاندہی 'محدث' کا تاریخی حصہ ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ والسلام!

شیخ الحدیث حافظ محمد اسمٰعیل
مدیر جامعہ ابراہیمیہ للبنات، جلالپور روڈ، حافظ آباد

[۵]

محترم جناب حافظ اَنس نضر مدنی ﷾، مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'رُشد' و رفقاء السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اُمید ہے کہ آپ رفقائے کار کے ساتھ بخیر وعافیت ہوں گے۔نہایت ہی معذرت خواہ ہوں کہ جواب دینے میں تاخیر ہوگئی۔ والعفو عند کرام الناس مأمول

جنابِ والا! طالبانِ علم نبوت کے علمی وفکری مجلّہ ماہنامہ 'رُشد' کا 'قراءات نمبر' جون ۲۰۰۹ء اپنی غیر معمولی ضخامت کے ساتھ موصول ہوا۔ مجلّہ التراث کیلئے یہ ایک بیش بہا، اَنمول موتی اور ہدیۂ گراں ہے۔ اُمید ہے کہ دوسرا حصہ بھی اَرسال فرمائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جناب والا! یہ خصوصی قراءات نمبر اپنے موضوع پر ایک مکمل اِنسائیکلوپیڈیا اور ملکی و غیر ملکی فنِ قراءت کے حذاق وعباقرہ سکالروں کے مضامین اس کے حسین وجمیل ماتھے کا جھومر تھے۔ میں مکمل طور پر اِتفاق کرتا ہوں کہ مدارس دینیہ میں قراءات کی تعلیم وتعلم اور قابل شامل نصاب فی الفور بلاتراخی عمل میں آنا چاہیے۔ جس سے ہمارے مدارس ابھی تک محروم ہیں حالانکہ قراءت عاصم جتنی اَہم ہے اسی طرح دوسرے قراء کی قراءات بھی قرآن فہمی کیلئے اہم ہیں۔ لیکن اَفسوس کہ ہمارے ہاں جہالت اس حد تک کہ اگر کوئی اِمام دوسری قراءات میں نماز پڑھائے تو پیچھے سے غلط پڑھنے کی سوچ میں تصحیح کرنے لگ جائے۔

اِس قراءات نمبر کے تمام مضامین عموماً اور بعض مضامین خصوصی طور پر اَحرف سبعہ کی طرح کافی وشافی اور تروی الغلیل وتشفی العلیل کے مصداق ہیں۔ علماءِ کرام نے اتنی باریکی اورعرق ریزی کے ساتھ اس معرکۃ الآراء موضوع کو بیان کیا ہے اور علمائے قراءات کی کاوشوں کو منظر عام پر لائے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر ﴿ ءَامَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ﴾ [آل عمران: ۷] بے ساختہ منہ سے نکلا۔ قرآن مجید کے اس مہجور فن کو پاکستان میں تازہ رکھنے اور زندہ کرنے کا اِہتمام کر کے آپ اور کاروان حافظ مدنی نے اُمت اِسلامیہ پر غیر معمولی اِحسان کیا ہے۔

میرے پاس الفاظ وتعبیر نہیں کہ اس پر تجزیہ وتبصرہ کروں۔ اِدارہ جامعہ، اَساتذہ اور قلمکار حضرات کو صد بار اس کے اصدار ونشر پر مبارکباد۔ دُعا ہے کہ روزِ قیامت ان تمام خدام القرآن کو قرآن کریم کی سفارش حاصل ہو۔ والسلام!

عبدالرحیم روزی

سیکرٹری مجلّہ التراث، جامعہ دار العلوم ملتستان غواڑی

[۶]

حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب مدنی حفظہ اللہ اور اُن کے رفقاء کار حافظ انس نظر مدنی حفظہ اللہ، ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی حفظہ اللہ اور حافظ نعیم الرحمن حفظہ اللہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے ماہنامہ 'رُشد' لاہور کا 'قراءات نمبر' حصہ دوم (۹۳۶) صفحات میں شائع کر کے ایک بہت بڑی علمی خدمات اَنجام دی ہے۔ اس سے پہلے وہ حصہ اوّل (۷۲۰) صفحات میں شائع کر کے ملک کے اَہل علم واہل قلم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

مرتبین نے اس نمبر میں جن عنوانات کے تحت مضامین شائع کئے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

- حجیتِ قراءات
- فتاویٰ جات
- تاریخ قراءات
- حدیث سبعہ اَحرف
- مباحثِ قراءات
- اعجازِ قرآنی
- تحقیق وتنقید
- اِنکارِ قراءات
- علوم القراءات
- متفرقات
- اِنٹرویوز
- کتابیات
- سیر وسوانح

حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی حفظہ اللہ اور اُن کے رفقائے کار نے قراءات نمبر شائع کر کے ایک عظیم دینی وعلمی خدمت اَنجام دی ہے اور اس علمی کاوش پر حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن حفظہ اللہ اور اُن کے رفقاء مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قراءات کے بارے میں تمام متعلقہ اُمور پر مضامین کا جمع کرنا تمام اِدارہ رُشد کے سعی وکوشش اور ان اور مقالہ نگاروں پر ایسے دقیع اور علمی وتحقیقی مضامین کو اِحاطہ تحریر میں لانا ان کے علمی تبحر، ذوق مطالعہ اور وسعتِ معلومات کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے۔

قراءات پر دو ضخیم نمبر (صفحات مجموعی ۱۶۵۴) اُردو زبان میں شائع کرنا ایک نادر علمی و دینی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے حضور دُعا ہے کہ وہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ اور اُن کے رفقائے کار کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے اس فیض کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالرشید عراقی، عراقی گیٹ، سوہدرہ، براستہ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

[۷]

رُشد قراءات نمبر کا صاحب قرآن کی اُمت پر احسان

حضرت الشیخ قاری محمد ادریس عاصم ﷾ کے صاحبزادے حضرت مولانا قاری ابوبکر عاصم صاحب کے ہاتھ برادر گرامی قدر قاری حمزہ مدنی ﷾ نے ماہنامہ رُشد کا قراءات نمبر حصہ اوّل بھیجا۔

عظیم اِسلامی سکالر محترم حضرت حافظ عبدالرحمٰن مدنی متعنا الله بطول حیاته کی سرپرستی میں چلنے والے عظیم ادارے مجلس تحقیق اسلامی نے جومختلف عنوانات پر نمبر نکالے ہیں اُن میں سے سب سے عالی، بہترین، ضخیم اور تعلیمی نمبر یہ قراءات نمبر ہے۔ بلاشبہ انتہائی قیمتی نادر و نایاب تحفہ اور ایک علمی شاہکار کے طور پر یاد رکھا جائے گا اور آنے والی نسلیں اس بحر بے کنار میں غوطہ زن ہوکر موتی چنیں گی۔ علم تجوید وقراءت کے ساتھ محبت وعقیدت رکھنے والے طلبا، اساتذہ اور مدرسین کیلئے یہ خصوصی اشاعت دستاویز سے کم نہیں ہے۔

میری رائے میں اگر کوئی صاحب فوری طور پر مکمل نہیں پڑھ سکتے تو کم اَز کم مندرجہ ذیل مضامین ضرور پڑھیں۔ ① 'قرآن حکیم کے متنوع لہجات اور ان کی حجیت' از حافظ عبدالرحمٰن مدنی ② 'مصحف مدینہ کی اہمیت اور تعارف' از قاری محمد ادریس عاصم ③ ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی کا ۳۴۳ صفحات پر مشتمل مضمون 'تعارف قراءات' ④ قاری رشید احمد تھانوی کا مضمون ⑤ 'قراءات عشرہ کی اسانید اور ان کا تواتر' از قاری صہیب احمد میر محمدی و قاری نجم الصبیح تھانوی

اس قراءات نمبر حصہ اوّل کی ایک اور بہت بڑی امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں اسلاف قرائے کرام کے تعارف، ان کے اساتذہ کے اسمائے گرامی، ان کے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تلامذہ کے نام اور تالیفات وتصنیفات کا تذکرہ موجود ہے اور اس طرح ایک بڑی خوبی شفیق کوکب صاحب کا اشاریہ بھی ہے جس نے تو مذکورہ شمارہ کو چار چاند لگادیئے ہیں۔ اسی طرح آپ کو اس نمبر میں علامہ تمنا عمادی کے قراءات کے بارے ذاتی افکار ونظریات، جاہلانہ مغالطات کے پاکستان میں امین ونقیب امین احسن اصلاحی، جاوید غامدی اور اس قبیل کے اِکا دُکا دوسرے منکرین قراءات کے نظریات باطلہ کا قاطع وساطع ردّ ملے گا۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بانیان و منتظمین ومعاونین کی اس کاوش کو اُخروی زندگی میں کامیابی کا سبب بنائے۔ آمین

قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری

[۸]

قارئین یاد رکھیں کہ علوم اِسلامیہ انٹرنیشنل کے پچھلے شمارہ علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا محمد علی جوہر حیات وخدمات نمبر میں اس خصوصی شمارہ کے پہلے حصہ پر تبصرہ شائع کیا گیا تھا۔ موجودہ شمارہ جوکہ حصہ دوم ہے۔ حصہ اوّل سے زیادہ ضخیم اور علمی اعتبار سے زیادہ دقیع ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ماہنامہ 'رُشد' کا قراءات نمبر کے حوالہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حصہ سوم بھی زیر طبع ہے۔ بلامبالغہ اس موضوع پر اتنا بڑا کام عالم اسلام کے مجلّات میں پہلی مرتبہ کیا گیا ہے۔ اسے فن قراءات پر اِنسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو مناسب ہوگا۔

مجلّہ کی مجلس اِدارت نے تمام لٹریچر کو چھان کر مطبوعہ و غیر مطبوعہ مضامین کا شاندار مجموعہ تیار کر دیا ہے، میرا خیال ہے اس کی اِشاعت کے بعد فتنہ اِنکار حدیث کی طرح فتنہ اِنکار قراءات بھی علمی دنیا میں دفن ہوجائے گا۔

مذکورہ شمارہ اس قابل ہے کہ اس کے ایک ایک مضمون پر تجزیہ و تبصرہ پیش کیا جائے۔ مختصر اَنداز میں اس طرح تعارف کرایا جاسکتا ہے کہ حجیت قراءات کے حوالہ سے چھ مضامین حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مبشر احمد ربانی، صہیب میر محمدی، علی خلف حسینی اور نجم الصبح تھانوی کے شامل ہیں۔

فتاویٰ جات کے حوالہ سے چار مضامین قاری محمد مصطفیٰ راسخ، محمد اصغر اور ابوبکر عاصم کے شامل ہیں۔

حدیث سبعۃ اَحرف کے مفہوم کی تعیین پر پانچ مضامین ڈاکٹر عبدالعزیز، قاری محمد طاہر رحیمی، محمد ادریس العاصم، تاج افسر اور محمد علی الضباغ کے شامل ہیں۔

مباحث قراءات کے حوالہ سے چار مضامین شامل ہیں۔ جس میں پہلا مضمون چیف ایڈیٹر علوم اسلامیہ (ڈاکٹر صلاح الدین ثانی) دوسرا مضمون چیف ایڈیٹر ماہنامہ 'رُشد' ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی کا ہے، تیسرا مضمون ڈاکٹر عبدالعزیز، چوتھا صہیب میر محمدی کا ہے۔

قراءات قرآن کریم دراصل اعجاز القرآن ہے۔ اس پر تین مضامین ڈاکٹر نبیل محمد، قاری رشید اَحمد تھانوی اور پروفیسر محمد شملول مصری کے ہیں۔

فن قراءات کے متعلق بعض رواجات پر محققین نے تنقید کی ہے۔ چھ مضامین میں ان کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اِنکارِ قراءت جو پہلے مستشرقین پھر منکرین حدیث کی جانب سے کیا گیا ہے۔ تین مضامین میں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔ علوم القراءات پر چار مضامین شامل ہیں۔

متفرقات کے عنوان سے مفسر، محدث، فقہاء، ماہرین نحو و صرف قراءِ کرام کے مختصر حالات پیش کئے گئے ہیں۔

آخر میں تقریباً ۷۰ صفحات پر عہد نبوی تا عہد حاضر تجوید و قراءات پر لکھی گئی کتب کی کتابیات پیش کی گئی ہیں۔

مجلّہ کا اختتام سابقہ حصہ اوّل کے شمارہ پر منتخب خطوط و تبصروں پر ہوتا ہے۔

مجلّہ میں بعض مضامین اِنٹرویو کی شکل میں ہیں جیسے حافظ عبدالرحمٰن مدنی، ڈاکٹر حمزہ مدنی اور قاری محمد اِدریس کے مضامین ان مضامین سے مقصود عوام میں رائج اعتراضات و تصورات کا خاتمہ اور فن قراءات کے حوالہ سے اہل علم کے فہم کو بہتر بنانا ہے۔ بعض مضامین کے مباحث میں تکرار ہے، لیکن اس مسئلہ میں مدیر کو معذور سمجھا جائے، اسلئے کہ تکرار ختم کرنا ممکن نہیں۔ دو مضامین فقہاء و مفسرین کیلئے بہت اہم ہیں، احکام فقہ میں قراءاتِ قرآنیہ کے اثرات اور علم تفسیر پر قراءات کے اثرات۔

مستشرقین کے حوالہ سے مباحث نہ ہونے کے برابر ہیں، فقط فیروز کھگہ نے قلم اٹھایا ہے، اس حوالہ سے حصہ سوم میں مزید مضامین کی ضرورت ہے۔ اس شمارے سے فن قراءات کا اِرتقاء اور اُمت کا تعامل و خدمات بخوبی نمایاں ہوتا ہے، میں آخر میں مجلّہ کے تمام متعلقین کو اس شاندار کوشش و کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اپنے مضمون 'قراءات کی حجیت، اَہمیت اور اُمت کے تعامل' کو شامل اِشاعت کرنے پر شکریہ اَدا کرتا ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، ششماہی 'علوم اِسلامیہ' (سیرت النبی ﷺ نمبر) اورنگی ٹاؤن کراچی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[۲]

اس ماہ علمی تحائف میں سب سے اہم تحفہ، لاہور سے شائع ہونے والے ماہنامہ 'رُشد' کے خصوصی شمارے قراءات نمبر کی دوسری جلد ہے...... كليّة القرآن الكريم والعلوم الإسلامية لاہور کا یہ شاہکار ۹۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اُردو زبان میں قراءات کے حوالہ سے ہونے والا یہ کام اس دور کا ایک بڑا کام ہے۔ جن حضرات نے فن قراءات پر اس بار لکھا ہے اُنہوں نے بڑی عرق ریزی سے مقالات مرتب کیے ہیں۔ ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی اور اُن کے رفقاء کی یہ کاوش قابل ستائش ہے کہ علوم القرآن اور بالخصوص قراءاتِ قرآن کی جن باتوں کو لوگ بھولتے جارہے تھے انہیں ایک بار پھر ذہنوں میں تازہ کردیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات اسے تحسین کی بجائے تنقید کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اوران کے خیال میں ایسا کرنے سے قرآن کریم کے بارے میں بعض شکوک وشبہات پیدا ہوسکتے ہیں، تاہم علم تو علم ہے اورقراءات کے علم سے ناواقفیت اور نامانوسیت اس تنقیدی نگاہ کا اصل چشمہ ہے۔ ازمنہ ماضیہ میں اَسلاف نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے مگر اُردوخواں طبقہ کی چونکہ وہاں تک دسترس نہیں اس لیے اس کے بارے میں مختلف خیالات کا پیدا ہونا اَمر لابدی ہے۔ ندعو الله أن يوفقنا بفهم القرآن و علوم القرآن و بفهم القراءات المختلفة المذكورة في السنة المطهرة ...... والله ولي التوفيق .

علمی وتحقیقی مجلّہ 'فقہ اسلامی' گلشن اقبال، کراچی

[۳]

ماہنامہ 'رُشد' کے قراءت نمبر کا حصہ دوم (ستمبر ۲۰۰۹ء) پیش نظر ہے۔ یہ حصہ بھی حصہ اوّل ہی کی طرح قراءت کے بارے میں معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ اس حصہ کا اِداریہ محترم محمد عطاء اللہ صدیقی کا تحریر کردہ ہے جو صاحب طرز ادیب ہیں۔

اس حصہ میں چودہ جامع عنوانات کے تحت ۵۳ مضامین شامل کیے گئے ہیں جو وسیع مطالعہ کا نچوڑ ہیں۔ جامع عنوانات حسب ذیل ہیں:

حدیث وسنت، حجیت قراءت، فتاویٰ جات، تاریخ قراءت، حدیث سبعہ اَحرف، مباحثِ قراءت، اعجازِ قرآنی، تحقیق وتنقید، اِنکارِ قراءت، علوم القرآن، متفرقات، اِنٹرویوز، کتابیات اور سیر وسوانح۔

ان جامع عنوانات میں سے ہر ایک کے تحت متعدد مضامین ہیں۔ ان میں عربی مضامین کے تراجم بھی شامل ہیں۔ شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ کا مضمون 'قراءتِ متواترہ کی حجیت' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ کا مضمون 'قرآن مجید میں قراءتوں کا اِختلاف' جیسے دقیع مضامین اور قراءتِ متواترہ کا اِنکار کرنے والوں کا مدلل اور مسکت جواب ہے۔

فنِ قراءت کے مختلف پہلوؤں پر لکھے گئے اور بھی بہت سے مضامین شامل اِشاعت ہیں۔

قراءتِ متواترہ کا ثبوت اور اس کے منکر کا حکم از مولانا مبشر احمد ربانی، قراءتِ متواترہ، سبعہ وعشرہ از قاری صہیب اَحمد میر محمدی، متنوع قراءات کا ثبوت مصاحف عثمانیہ کی روشنی میں از قاری نجم الصبیح تھانوی، سبع اَحرف سے کیا مراد ہے؟ از ڈاکٹر ابومجاہد عبدالعزیز قاری، حدیث سبع اَحرف کا مفہوم از قاری محمد اِدریس العاصم، تعارفِ علم القراءت از ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، اَحکام فقہ میں قراءتِ قرآنی کے اَثرات از ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم، اس کے چند اَہم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موضوعات ہیں۔

اس کے علاوہ شیخ القراء محمد ادریس العاصم ﷿اور حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷿کے اِنٹرویوز بھی شامل ہیں۔سابقہ اُدوار میں لکھی گئی کتبِ قراءت کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔فقہائے اَحناف، فقہائے مالکیہ، فقہائے شافعیہ اور فقہائے حنبلیہ کے قراءِ کرام کے طبقات اور اُن کے اَسمائے گرامی بھی دیے گئے ہیں۔

سیر وسوانح کے عنوان کے تحت امام ابوالقاسم شاطبی ؒ اور علامہ علی محمد الضباع ؒ کے حالات زندگی دیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ رنگا رنگ مضامین کا ایک عمدہ اور خوب صورت گلدستہ ہے۔ ہر لائبریری کی لازماً زینت بننا چاہئے۔

ملک عصمت اللہ قلعوی، ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور

[۴]

شائقین علم قراءت کیلئے بیش قیمت علمی تحفہ: ماہنامہ 'رُشد' لاہور کا قراءات نمبر (حصہ دوم)

معروف مذہبی اَسکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے زِیر سرپرستی اِدارہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے شعبہ کلیۃ القرآن الکریم اور مجلس تحقیق الاسلامی، لاہور کے تعاون سے ماہنامہ 'رُشد' کا قراءات نمبر، (حصہ دوم) شائع ہو چکا ہے۔

خصوصیات

- علم تجوید وقراءات پر پچاس سے زائد گراں قدر مضامین۔
- اُردو زبان میں پہلی مرتبہ علم قراءات کے موضوع پر بیش قیمت مواد کی فراہمی۔
- عرب وعجم کے نامور علماء، دانشور اور قراءِ حضرات کے تحقیقی مضامین کا شاندار مجموعہ۔
- اِنتہائی سنجیدہ اَنداز میں عقلی ونقلی دلائل سے معترضین ومنکرینِ قراءات کے شکوک وشبہات کا اِزالہ۔
- علم قراءات پر اندرون وبیرون ملک کی مختلف یونیورسٹیوں میں لکھے گئے ۶۰ سے زائد تحقیقی مقالہ جات کی فہرست۔
- دیدہ زیب طباعت، خوبصورت کمپوزنگ، معیاری سفید کاغذ اور فورکلر ٹائٹل۔
- ۹۳۶ صفحات پر مشتمل شمارے کی قیمت صرف ۳۰۰ روپے ہے۔

پندرہ روزہ 'صحیفہ اہلِ حدیث' کراچی

[۵]

زِیر تبصرہ ماہنامہ 'رُشد' جامعہ لاہور الاسلامیہ کے طلباء کا ترجمان ہے۔طلباء اس ماہنامہ کے ذریعے اپنی تحریری صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرتے ہیں۔ طالبان علم وفکر نے ستمبر ۲۰۰۹ء کے شمارے کو خاص نمبر کی حیثیت سے علم کے موتی چننے والوں کی خدمت میں پیش کیا ہے۔اِس طرح کا اَنداز اس سے قبل چند ایک مجلات نے اختیار کیا لیکن وہ صرف قرآن نمبر تک محدود رہے۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے طلباء نے قراءات نمبر شائع کرکے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ صرف خصوصی اِشاعت تک محدود نہیں بلکہ اپنے موضوع پر 'رُشد' کے اس نمبر کو انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔قرآن حکیم وحی الٰہی ہے یہ وہ شاہ کلید ہے جو دلوں کے بند دریچوں کو کھول کر ہدایت سے بھر دیتی ہے۔اس کی حقانیت مجبور کردیتی ہے کہ بندے نے اپنے دل میں جو تصوراتی خدا اور بت سجا رکھے ہیں، ان کو پاش پاش کرکے اس قرآن کے حروف کو بسا لے۔قرآن نے صرف دلوں کی کایا نہیں پلٹی بلکہ اَن گنت لوگوں کو ضلالت وگمراہی اور جہنم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی آگ سے نجات دلا کر جنت کا راہی بنایا۔ کفار مکہ اپنے دوستوں کو یہ مشورہ دیتے تھے کہ تم جب باہر نکلو تو کانوں میں روئی ٹھونس لینا کہ کہیں محمد ﷺ کی زبان سے وحی الٰہی سن کر اس کے نہ ہو جانا۔ لیکن حق تو حق ہے یہ اپنے آپ کو منوا لیتا ہے۔ قرآن کی تلاوت سے دلوں کو جو سکون ملتا ہے وہ کسی مغنیہ کی خوبصورت آواز میں گائے نغمے، کسی بھگت کے گائے بھجن میں نہیں ہے۔ قاری قرآن کی مترنم آواز کانوں کی راہ سے گزر کر دل میں جب اترتی ہے تو انبساط ونشاط کے عجب جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کے حوالے سے مستشرقین اور دیگر سطحی علم رکھنے والے جہاں خود شکوک وشبہات کا شکار ہوتے ہیں وہیں یہ کئی عام لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن کی آیات کی قراءت کے مختلف اَنداز ان کی سمجھ سے بالا ہیں۔

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً یہ قرآن حکیم سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے۔ ماہنامہ 'رُشد' نے اس حدیث کو بنیاد بنا کر علماءِ کرام اور قراءِ عظام کے فتاویٰ جات اور بیش قیمت مضامین کو جمع کر کے یہ قراءاتِ متواترہ کی حجیت، جمع قرآن اور مصاحفِ عثمانیہ میں قراءت، تعارفِ علم القراءت، اَحرف سبعہ اور ان کا مفہوم، حنابلہ، شوافع، اَحناف اور مالکی قراءِ کرام کا تعارف پیش کر دیا ہے۔

علاوہ اَزیں علم تفسیر پر قراءت کے اَثرات، دفاعِ قراءت، جمع قرآن اور پرویزی اَفکار کا جائزہ جیسے علمی مضامین 'رُشد' کے اس خصوصی نمبر کا حصہ ہیں۔ قراءاتِ سبعہ وعشرہ کے مطالعہ کے لیے اس سے بہتر علمی ذخیرہ شاید ہی ہو۔ اس خصوصی نمبر کو دو حصوں میں شائع کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ ۹۴۰ صفحات پر مشتمل گویا ایک ضخیم دستاویز ہے۔ اس کا ہر صاحب علم اور طالبان علم کے پاس ہونا ضروری ہے۔ ۹۴۰ صفحات کے اس نمبر کی قیمت ۳۰۰ روپے رکھی گئی ہے اور یہ جامعہ لاہور الاسلامیہ ماڈل ٹاؤن سے دستیاب ہے۔

عبداللہ بخش، ہفت روزہ اہلحدیث، لاہور

[۶]

قرآن کریم 'کلام اللہ' ہونے کے ساتھ باری تعالیٰ کی ایسی صفت ہے جو سات حروف کی صورت میں محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اَطہر پر اُتارا گیا، یہ ساتوں قراءات صحیح قطعی اور متواتر اَحادیث سے ثابت ہیں۔ صحیح حدیث «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ...... الخ" [صحيح البخاري: ۴۹۹۰] کی تائید وتوثیق میں ساڑھے سات سو روایات موجود ہیں، اسی وجہ سے اُمت کا اس بات پر اِجماع ہے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو قرآن مجید متنوع لغات ولہجات میں پڑھنے کی اِجازت ہے۔

عصر حاضر میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے قرآن کریم ایک ہی لہجے میں اُترا ہے اور قیامت تک اسی لہجے میں پڑھا جائے گا کیونکہ جب ہم سات قراءتوں میں پڑھنے کی اِجازت والی اَحادیث سنتے ہیں تو علماء کے سوا دنیا دار طبقہ ان قراءتوں میں قرآن کی تلاوت کو مختلف عنوانات اور متنوع اَنداز میں اشکالات واعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے۔ اگر آج ہماری مساجد میں مشہور قراءت کو چھوڑ کر بقیہ چھ قراءتوں کی تلاوت شروع ہو جائے تو ۸۰ فیصد نمازی اِمام پر غلط قرآن پڑھنے کا فتویٰ لگا دیں، یہ تمام صورت حال قرآنی علوم خاص کر قراءاتِ سبعہ کو نظر اَنداز کرنے کا شاخسانہ ہے، اس حوالے سے عوام وخواص میں شعور اُجاگر کرنے کے لئے ماہنامہ 'رُشد' نے کلیدی کردار اَدا کیا ہے۔ ماہنامہ 'رُشد' کے ذمہ داران نے 'قراءات نمبر' نکال کر اس موضوع کی تشنگی کو دور کر دیا ہے، میری ناقص معلومات کے مطابق اس اہم، پیچیدہ اور علمی موضوع پر اس سے بہتر کام برصغیر پاک وہند میں نہیں ہوا۔ یہ خاص نمبر ایک اِنسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے، اُردو زبان میں یہ ایک نادر، علمی اور قابلِ قدر کاوش ہے، اللہ تعالیٰ ماہنامہ 'رُشد' کے ذمہ داران اور جملہ معاونین کی اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

ماہنامہ 'آب حیات' لاہور

[۲]

ماہنامہ 'رُشد' کا پہلا تعارف حافظ یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ کی زبانی حاصل ہوا تھا۔ 'رسالہ' دیکھنے پر معلوم ہوا کہ دور حاضر میں 'جدید اعتزال' کے جراثیم سے محفوظ و مامون رہنے اور 'راہ اعتدال' پر باقی رہنے کیلئے کافی وافی رہنمائی اس میں موجود ہے۔ واقعتاً اس پُرفتن دور میں 'رُشد' باعث رشد و ہدایت ہے کہ جو اپنی بہترین ٹیم کے ساتھ میدان عمل میں اُتر کر اس اُمت کے فرزندوں کو کتاب و سنت اور فہم سلف صالحین سے جوڑنے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ گویا کہ احباب اور رفقاء 'رشد' ينفون عنه تحريف الغالين وتأويل الجاهلين وانتحال المبطلين" کے عملی مصداق ہیں اور یقیناً انہی کیلئے 'طوبیٰ' ہے کہ یہی اس کام کیلئے کوشاں ہیں جو حصول 'طوبیٰ' کیلئے بنیادی ہے۔ ''الذين يصلحون إذا أفسد الناس من سنتي"

اللہ تعالیٰ تادیر ایسے بیدار مغز احباب و رفقاء کی حفاظت فرمائے اور اُن کی تمام سعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! خصوصاً اس ماہنامہ کا دو ضخیم جلدوں پر مشتمل 'قراءات نمبر' جو انتہائی قیمتی مضامین پر مشتمل ہے اور علم و درایت اور تعاقب فتنہ پرداز، جواز خود 'فتنہ عجم' ہے میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے شائع کرنے والے ادارے کا یقیناً اُردو دان طبقے پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُردو میں اس 'قراءات نمبر' سے پہلے اس موضوع پر اس قدر مواد دستیاب نہیں ہے۔ احباب اُردو خواں ضرور استفادہ کریں۔

عبدالوکیل ناصر، ہفت روزہ 'حدیبیہ' کراچی، 11 دسمبر 2009ء

رشد قراءات نمبر پر تبصرہ فرمائیں!

محترم قارئین میں جو حضرات 'ماہنامہ رشد' کی علم قراءات پر خاص اشاعتوں (اول، دوم، سوم) پر تبصرہ کرنا چاہتے ہوں، وہ تبصرہ لکھ کر ادارہ رشد کو ارسال کریں، ہم اُسے آئندہ کی اشاعت میں شامل کر کے خوشی محسوس کریں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

CPL No. 56
Vol:21 - No.1

Monthly **RUSHD** Lahore

35837339
35866396

قراءات نمبر 3

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

اجرائے 'رشد' کے اہداف ومقاصد

- طلبائے مدارس میں اُردو زبان وادب کا ذوق سلیم پیدا کرنا تاکہ صحت مندانہ سلامی صحافت کو فروغ دیا جاسکے۔
- تفہیم قرآن وحدیث کے عناوین کو مستقل تحریکی شکل دینا تاکہ ہر مسلمان کو معرفت الٰہی کی دولت لازوال نصیب ہوسکے۔
- ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو تکمیل ذات اور اصلاحِ غیر کا پیکر بنانا تاکہ امت فریضۂ دعوت وتبلیغ سے عہدہ برآ ہوسکے۔
- کسی خاص فقہی مکتبہ خیال کے بجائے دینِ اسلام کی ترجمانی کرنا تاکہ وحدتِ امت مرحومہ کو قائم رکھا جاسکے۔
- قراءات قرآنیہ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین وسنن کی حجیت کو ثابت کرنا تاکہ فتنۂ انکار قراءات متواترہ اور فتنۂ استخفاف وانکار حدیث کی بیخ کنی کی جاسکے۔
- فتنِ جدیدہ پر مثبت انداز میں تنقید وتردید کرنا تاکہ فہیم عناصر میں فکر صحیح کو پروان چڑھایا جاسکے۔
- پیش آمدہ مسائل پر فہم اسلاف کی روشنی میں آزاد اجتہادی رائے دینا تاکہ جمود وتجدد کے مہلک مرض سے محفوظ رہا جاسکے۔
- اسلام کی آفاقی تعلیمات کی معتدل اسلوب میں تعبیر کرنا تاکہ مسلک اعتزال کا سدباب کیا جاسکے۔
- ارتقائے شعور ملی اور احیائے ملتِ اسلامیہ کے لیے جدوجہد کرنا تاکہ اسلامیان کی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکے۔

0321 4041991

www.kitabosunnat.com

قیمت =/400 روپے